خصوصی نمبر
جنوری 2010

اہل سنت والجماعت کے عقائد وافکار کا امین

سالنامہ
سرخرو
لاہور

مدیر: ابو محمد مولانا ثناء اللہ سعد

حق نواز جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ شہید

معید

ایک ایک نایاب
تاریخ ساز
حضرت مولانا اسحاق حق

اہل سنت کے عقائد وافکار کا ترجمان

ماہنامہ

سُرخرو

فروری 2010ء

زیر قیادت

جانشین شہداء ناموس صحابہؓ قائد اہل سنت حضرت مولانا محمد احمد لدھیانوی مدظلہ

زیر سرپرستی

سرپرست اہل سنت والجماعت پاکستان حضرت مولانا خلیفہ عبدالقیوم مدظلہ

زیر نگرانی

شاہین اہل سنت والجماعت جناب ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں مدظلہ

مدیر اعلیٰ ابو محمد مولانا ثناء اللہ سعد شجاع آبادی

خصوصی اشاعت

امیر عزیمت، شیر اسلام، قائد قافلۂ اہل حق

حضرت مولانا علامہ

حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

رابطہ 0300-8636377,0300-6379821

CamScanner

الحیدری میڈیا

پرنٹرز پبلشرز جے ایم آرٹ پریس اردو بازار لاہور 042-7223817 042-7231566

کمپوزنگ النفیس کمپوزنگ سنٹر شجاع آباد

قیمت -/850 روپے

ملنے کے پتے

مولانا ثناء اللہ سعد شجاع آبادی فون: 0300-6379821

جناب ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں فون: 0300-8636377

خلافت راشدہ اکیڈمی جامعہ حیدریہ اعظم کالونی لقمان خیر پور (سندھ)

فون: 0300-2343166

مکتبہ حسینیہ بالمقابل حبیب بینک شجاع آباد 0307-2603021

نیز ہر دینی بک سٹال اور کتب خانہ سے طلب فرمائیں

CamScanner

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امیر عزیمت مولانا حق نواز شہید رحمۃ اللہ علیہ کی حیات وخدمات

کے موضوع پر خصوصی اشاعت

CamScanner

انتساب

(۱) امیر عزیمت شہید رحمہ اللہ کے فرزند اکبر مظلوم شہید خطیب شعلہ بیان مولانا صاحبزادہ **اظہار الحق جھنگوی شہید** نور اللہ مرقدہٗ کے نام جنہیں ستمبر ۲۰۰۲ء کے آغاز میں دشمنانِ صحابہ نے اغوا کر کے ظلماً شہید کیا اور ۵ر ستمبر کو ان کی بوری بند لاش کراچی میں سہراب گوٹھ کے علاقے سے بازیافت ہوئی۔ ۶ر ستمبر کو جھنگ میں لاکھوں افراد کے اجتماع نے اس مظلوم نوجوان کی نماز جنازہ ادا کی اور انہیں ان کے شہید والد کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

(۲) امامِ اہل سنت ضیغمِ اسلام علامہ **علی شیر حیدری شہید** رحمہ اللہ کے نام جو ۱۷ر اگست ۲۰۰۹ء کی رات دشمنانِ صحابہؓ کی سفاکی کا نشانہ بن کر شہید ہوئے اور اپنے قائم کردہ **جامعہ حیدریہ** خیر پور (سندھ) میں اپنے شہید والد **حاجی محمد وارث** رحمہ اللہ کے پہلو میں قیامت تک کے لئے آرام فرما ہوئے

اللہ ان سمیت تمام شہداء ناموسِ صحابہؓ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نقشِ آغاز

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام علىٰ سيد الانبياء والمرسلين وعلىٰ اٰله وصحبه ومن تبعهم اجمعين الىٰ يوم الدين. اما بعد

محترم ومکرم قارئین! بندۂ ناچیز نے ستمبر ۲۰۰۷ء میں حضرت مولانا محمد اعظم طارق شہید رحمہ اللہ کی یاد میں سالنامہ پیغام کی خصوصی اشاعت جو ساڑھے پانچ صد صفحات پر مشتمل تھی آپ کی خدمت میں پیش کرتے وقت امیر عزیمت، سُرخیلِ کاروانِ تحفظِ ناموسِ صحابہؓ، شیر اسلام مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمہ اللہ کی حیات وخدمات کے حوالے سے بھی ایک تاریخی نمبر شائع کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ آج جبکہ امیر عزیمت شہید رحمہ اللہ کی جدائی کو بیس سال اور میرے مذکورہ وعدے کو تقریباً اڑھائی سال کا عرصہ بیت رہا ہے، میری جبینِ نیاز اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی بارگاہِ بے نیاز میں خم ہے اور میرے دل وزبان اس قادر وکریم ذات کی حمد وثنا اور اظہارِ تشکر سے لبریز ہیں۔ یقیناً اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی خصوصی توفیق وعنایت نے تمام مراحل میں دستگیری نہ فرمائی ہوتی تو میں آپ کے روبرو ایفائے عہد میں ہرگز سرخرو نہ ہوسکتا۔ اللّٰھم لک الحمد ولک الشکر کلہٗ

محترم قارئین! اس خصوصی اشاعت کی تیاری تو بندہ نے اڑھائی سال قبل ہی شروع کردی تھی اور فروری ۲۰۰۸ء میں اسے منظرِ عام پر لے آنے کا پروگرام بھی تھا مگر میں اکیلا اس معرکے کو سر کرنا چاہتا تھا جبکہ قدرت کو اپنے کچھ بندوں کی اس کارِ خیر میں خصوصی شراکت منظور تھی۔ اس لئے جوں جوں وقت گزرتا گیا معاملات کی ڈور اُلجھتی چلی گئی اور بعض اوقات تو سرا بھی ہاتھ سے چھوٹتا دکھائی دیا۔ علماء کرام کی اکثریت نے اپنی بے پناہ مصروفیات کا عذر پیش کر کے مضمون لکھنے سے معذرت کر لی اور جن حضرات نے وعدہ کیا ان کی کہہ مکرنیوں نے بھی زچ کر دیا۔ بالآخر میں نے جامعہ حیدریہ خیر پور میں حاضر ہو کر حضرت اقدس علامہ علی شیر حیدری شہید رحمہ اللہ کی خدمت میں خصوصی دعا کی درخواست کی، انہوں نے فوراً دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیے اور جب میں نے مضمون لکھنے کی گزارش کی تو فرمایا کہ تم میرے مزاج کو سمجھتے ہو جو کام مجھ سے ہوسکتا تھا وہ میں نے کر دیا، مضمون لکھنا میرے لئے ممکن نہ ہوسکے گا۔ میں کچھ توقف کے بعد پھر ملتمس ہوا تو فرمایا کہ آسان طریقہ یہ ہے کچھ سوالات

CamScanner

کرلو اور میرے جوابات کو خود ہی مضمون کی شکل میں ڈھال لینا۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ بہر حال حضرت کی دعا کے بعد کچھ آسانیاں محسوس ہوئیں اور علماء کرام کی توجہات مرکوز ہوئیں۔ خواجۂ خواجگان حضرت خان محمد صاحب دامت برکاتہم امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مکتوب گرامی سے تعطل کا قفل ٹوٹا اور مضامین موصول ہونے لگے۔ اِدھر اللہ مسبب الاسباب اور مقلب القلوب نے اپنے بندے اور کاروانِ ناموسِ صحابہؓ کے ایک اہم ترین فرد جناب ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں صاحب کے دل میں احساس اُجاگر کر دیا اور انہوں نے میرے ساتھ مکمل تعاون کی حامی بھر لی۔ لیکن اسی دوران ۱۷ اگست ۲۰۰۹ء کی شب ظلمت شب کے پروردہ شقی القلب دشمنانِ صحابہؓ نے علامہ علی شیر حیدری پر حملہ کر دیا اور ان کی شہادت کا سانحہ فاجعہ پیش آ گیا جس نے اعصاب مضمحل کر دیے اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں سلب ہو کر رہ گئیں۔ کم و بیش تین ماہ تک یہ کیفیت رہی، پھر اللہ کا نام لے کر کام شروع کیا۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے ملک بھر کی کم و بیش ساڑھے تین صد شخصیات کو ایک مکتوب کے ذریعے مضمون لکھنے کی درخواست کی، اس بار پھر یہ ہوا کہ اکثر حضرات نے جوابی لفافہ ملنے کے باوجود بھی لبوں پر مہرِ سکوت ثبت کیے رکھی، تاہم بعض حضرات نے بروقت مضامین عنایت فرمائے۔ ڈاکٹر صاحب بھی ہار ماننے کی بجائے مزید متحرک ہوئے اور مسلسل مواصلاتی رابطوں کے ذریعے اہم ترین شخصیات سے مضامین لکھوانے میں کامیاب ہو گئے۔ نیز ملک بھر میں پھیلے ہوئے اہم تنظیمی احباب اور تاجر حضرات سے اشتہارات کے حصول میں بھی ڈاکٹر صاحب نے بھرپور کردار ادا کیا۔ یوں بحمد اللہ امیر عزیمت شہید نمبر کی طباعت و اشاعت کے دیرینہ خواب کی تعبیر ممکن ہوئی۔

اللہ کے فضل و کرم سے سالنامہ ''سُرخرو'' کا زیر نظر خصوصی نمبر نہایت قیمتی مضامین کا مرقع ہے۔ مضامین نگار حضرات نے حضرت امیر عزیمت شہید رحمہ اللہ کو فکر و نظر کے جن زاویوں سے پرکھا ہے اور تجزیہ و تنقید کی جن چھلنیوں سے چھان کر پیش کیا ہے اس سے امیر عزیمت شہید رحمہ اللہ کی عظمت و اخلاص کا جادو سر چڑھ کر بولے گا۔ آپ رحمہ اللہ کی حیات و خدمات کے حوالے سے دلچسپ اور ایمان افروز معلومات حاصل ہوں گی۔ بہت سے شکوک و شبہات اور وساوس و اوہام کا ازالہ ہوگا۔ اور فکر و نظر کے دریچے کھلیں گے۔ ناموسِ صحابہؓ کی تحریک کو تقویت حاصل ہوگی، مستقبل میں کام کرنے والوں کو راہنمائی ملے گی نیز ناقدین کی طرف سے اٹھائے گئے تنقیدی نکات کی حقیقت بھی معلوم ہوگی۔

ہاں یاد آیا کہ علمی وسعت کے پندار میں مبتلا ایک صاحب نے کچھ عرصہ قبل اپنے شاگردوں کے سامنے دورانِ درس یہ انکشاف کیا تھا کہ ''مولانا حق نواز کسی پختہ علمی حیثیت کے حامل نہیں تھے بلکہ صرف ایک جذباتی خطیب و مقرر تھے، انہوں نے ملک میں آگ لگا دی وغیرہ وغیرہ''..... اب جب وہ صاحب خود یا اُن کے متاثرین امیر عزیمت شہید رحمہ اللہ کے استاذ مکرم حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد صدیق صاحب دامت برکاتہم (خیر المدارس ملتان) کا مضمون پڑھیں گے تو انہیں شہید رحمہ اللہ کے دورِ طالب علمی میں ان کی استعداد اور دورۂ حدیث کا سالانہ نتیجہ معلوم ہوگا اور عملی زندگی میں مطالعہ کی کیفیت معلوم ہوگی تو ان شاء اللہ مزاج مبارک درست ہو جائیں گے۔

CamScanner

اس نمبر میں جہاں حضرت شہید رحمہ اللہ کے مداحوں اور عقیدت مندوں اور کاروانِ ناموسِ صحابہؓ کے ہم سفر اصحابِ قلم اور عصرِ حاضر کے جید اصحابِ حدیث وفتویٰ علماء کی تحریریں شامل ہیں وہاں نکتۂ نظر یا طریقِ کار کا اختلاف رکھنے والوں کو بھی حق دیا گیا ہے کہ وہ کھل کر اپنے موقف کا اظہار فرمائیں۔ چنانچہ اس ضمن میں بھی جو اہم مضامین موصول ہوئے انہیں من و عن شامل کر دیا گیا ہے، پھر ان میں بعض مضامین ایسے بھی ہیں جو بیسیوں صفحات گھیرنے کے باوجود حضرت امیر عزیمت شہید رحمہ اللہ کی فکر ونظر اور حیات وخدمات پر واجبی سا مواد لیے ہوئے ہیں۔ ان مضامین نگار حضرات نے اپنی علمی موشگافیوں سے تحریر کو بلاوجہ طوالت بخشی ہے۔ ہم نے ان کی اس روش کو شدت سے محسوس کرنے کے باوجود بھی حرف بحرف شاملِ اشاعت کیا ہے۔ مضامین کے انتخاب وترتیب کے ضمن میں ہم نے امیر عزیمت شہید رحمہ اللہ کی شہادت کے بعد شائع ہونے والے تمام تر تنظیمی لٹریچر اور بالخصوص ماہنامہ خلافت راشدہ کی پندرہ سالہ فائلوں کو بھی مدنظر رکھا، اور علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید، خطیب پاکستان مولانا ضیاء القاسمیؒ، حضرت مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ سمیت اس عرصے میں رحلت فرما جانے والی کئی اہم شخصیات کی تحریریں منتخب کیں، نیز سپاہِ صحابہ سے بیرونی حلقوں کے ممتاز مرحومین علماء کرام مثلاً علامہ عبدالشکور دین پوریؒ، حضرت قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ اور دیگر مشاہیر کی تحریروں کا انتخاب بھی پیش کیا ہے۔ امید ہے کہ قارئین اس جامع تاریخی دستاویز سے بھرپور مستفید ہوں گے۔

آخر میں مَیں شکر گزار ہوں اپنے ان معاونین حضرات کا جنہوں نے میرے ساتھ تعاون فرمایا، بالخصوص تمام مضامین نگار علماء کرام اور ان کے علاوہ شاہینِ اہل سنت جناب ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں صاحب، لاہور سے اپنے مخلص دوست جناب محمد جمیل معاویہ صاحب جنہوں نے تمام تر طباعتی امور میں شب وروز محنت اور جستجو کے ساتھ اس یادگار نمبر کو آپ کے ہاتھوں تک پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا، جناب حافظ سیف اللہ خالد، جناب مولانا جمیل الرحمٰن عباسی، جناب مولانا محمد عمیر شاہین، جناب مولانا ابوبکر صدیق شجاع آبادی، جناب مولانا محمد یونس قاسمی، عزیزم مولانا محمد شاہد معاویہ اور دیگر تمام ان حضرات کا جنہوں نے کسی بھی موقع پر میرے ساتھ مخلصانہ تعاون فرمایا یا مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھا۔ اللہ تعالیٰ ان تمام احباب کے دامن کو اپنی رحمتوں سے بھر دے اور دنیا وآخرت میں سرخروئی نصیب فرمائے۔ آمین

ابو محمد ثناء اللہ سعد شجاع آبادی
مدیر اعلیٰ: سالنامہ ''سرخرو''
۵ر فروری ۲۰۱۰ء

کلماتِ تشکر

مجددِ وقت، امیر عزیمت حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کی خدمات تاریخ کے انمٹ نقوش ہیں۔ ان کی دینی و سیاسی جدوجہد، ہمت و استقلال سے بھرپور زندگی اور غیرت و حمیت کی اس لازوال داستان کو دستاویزی صورت میں محفوظ کرنا ہمارا دینی و اخلاقی فرض تھا جسے ہم نے نبھانے کی کوشش کی ہے۔

عرصۂ دراز سے یہ کسک دل میں اٹھتی تھی کہ اس کام کا آغاز کیا جائے اور حضرت امیر عزیمتؒ کو بھرپور انداز میں خراج عقیدت پیش کیا جائے اور ان کے بکھرے نقوش کو ترتیب دے کر ایک دفتر کی صورت میں محفوظ کر لیا جائے۔ انہی دنوں میں برادرم مولانا ثناء اللہ سعد شجاع آبادی نے رابطہ کیا اور بتلایا کہ وہ اس کام کا آغاز کر چکے ہیں مگر ان کے لیے یہ تمام ریکارڈ حاصل کرنا انتہائی دشوار تھا اور میرے ساتھ ان کے رابطے کا مقصد بھی یہی تھا کہ میری معاونت سے انہیں یہ تمام چیزیں مل سکیں۔ چنانچہ میں اسے نصرت خداوندی سمجھا اور مولانا ثناء اللہ سعد شجاع آبادی کے شروع کیے ہوئے کام کو مکمل کرنے کی کوششوں میں مصروف ہو گیا۔ قریباً ایک سال کی جہدِ مسلسل کے بعد اب ہم اسے مکمل دستاویز کی شکل دینے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ ملک اور بیرون ممالک میں مقیم حضرت امیر عزیمتؒ کے عقیدت مندوں، جید علماء کرام، معروف سیاستدانوں، حضرت جھنگوی شہیدؒ کے اساتذہ و مشائخ اور ان کی جماعت سے وابستہ کارکنان و قائدین کے نام میں نے خط ارسال کیے تاکہ وہ اپنے تاثراتی مضامین ہمیں ارسال کریں اور اس تاریخی کاوش میں اپنا حصہ ڈال سکیں۔ میں ان تمام قائدین، بزرگانِ دین، علماء کرام اور حضرت جھنگوی شہیدؒ کے عقیدت مندوں کا شکر گزار ہوں جنہوں نے اپنے تاثراتی مضامین مجھے بھیج کر ہماری حوصلہ افزائی کی اور اس خصوصی نمبر کی تکمیل میں ہمارے ساتھ معاونت کی۔

میں شکریہ ادا کرتا ہوں برادرم مولانا ثناء اللہ سعد شجاع آبادی کا جنہوں نے انتہائی خوبصورت انداز میں، مسلسل محنت اور جانفشانی سے اس خصوصی نمبر کو ترتیب دیا۔ عزیز القدر مولانا جمیل الرحمن عباسی صاحب، عزیزم مولانا محمد عمیر شاہین صاحب اور نظامِ خلافت راشدہ کے ایڈیٹر عزیزم محمد یونس قاسمی صاحب کا بھی شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں جو میرے بلانے پر اپنی تمام مصروفیات چھوڑ کر حاضر ہوئے اور اس کام کی تکمیل میں میرے ممد و معاون ثابت ہوتے رہے۔

جناب سیف اللہ خالد صاحب کا بھی اس کام کی تکمیل میں اہم کردار ہے، اس کی کمپوزنگ انہوں نے کی اور اس بات کا خیال رکھا ہے کہ کہیں غلطی باقی نہ رہے۔ غلطیوں سے پاک ہونے کا دعویٰ ہم نہیں کرتے کیونکہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اللہ رب العزت کو اس بات پر غیرت آتی ہے کہ اس کی کتاب کلام اللہ بھی غلطیوں سے پاک اور محفوظ ہو اور کسی انسان کی تیار کی ہوئی کتاب بھی غلطیوں سے محفوظ ہو۔

عزیزم سیف اللہ خالد صاحب اور دیگر تمام احباب جو اس کی کمپوزنگ، پروف ریڈنگ اور دیگر کاموں میں مصروف رہے، اللہ رب العزت سب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اس محنت کو اپنی بارگاہ میں قبول فرماتے ہوئے مقبولیتِ عامہ سے نوازے اور ہم سب کو حضرت امیر عزیمت حضرت جھنگوی شہیدؒ جیسا اخلاص، مشن اور کاز سے محبت نصیب فرمائے۔ آمین

ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں

مرکزی جنرل سیکرٹری سپاہ صحابہ

ترتیبِ مضامین

کلماتِ تشکر	ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں	
نقشِ آغاز	مولانا ثناء اللہ سعد شجاع آبادی	

سوانحی خاکہ

امیر عزیمت شہیدؒ سوانح وافکار	مولانا محمد الیاس بالاکوٹی، خطیب پاکستان مولانا ضیاء القاسمیؒ قاضی محمد الیاس صدیقی	20
امیر عزیمت شہیدؒ موجودہ علماء کی نظر میں شہادت سے پہلے اور بعد	ریاض احمد معاویہ	78
امیر عزیمت شہیدؒ کے تین یادگار خطاب (۱) عقیدہ کا تحفظ کیوں ضروری ہے؟	عبدالمجید قریشی	82
(۲) کیا میں تخریب کار ہوں؟		96
(۳) سنی حقوق کی جنگ	عبدالمجید قریشی	108
سپاہِ صحابہؓ کی امیر عزیمت شہیدؒ انٹرنیشنل کانفرنسوں کا جائزہ	صاحبزادہ محمد قادری	123
بیس سالوں میں امیر عزیمت شہیدؒ کے مشن پر ہونے والی تحریری خدمات	جناب حافظ ظہیر احمد	128

اپنے اساتذہ کرام، اکابر علماء کرام ومشائخ عظام اور دینی قائدین کی نظر میں

قائد تحریک ختم نبوت حضرت خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم کا پیغام		152
لائق وفائق طالب علم.....صاحب دردِ راہنما	شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد صدیق زید مجدہٗ	153
ترجمانِ حق وصداقت.....مولانا حق نواز شہیدؒ	حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری	157

CamScanner

اخلاص بھرا محبت کا تعلق	صاحبزادہ مولانا عزیز احمد صاحب مدظلہٗ	158
پیکرِ خلوص..... نشانِ عزیمت	مولانا سید عطاء المہیمن شاہ بخاری صاحب	159
امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کے ابتدائی حالات	حضرت مولانا سید عطاء المومن شاہ حسنی بخاری	160
مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ	حضرت مولانا حافظ فضل الرحیم اشرفی	162
پُر جوش خطیب..... باہمت راہ نما	شیخ الحدیث حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب	163
ایک عظیم شخصیت	حضرت مولانا حافظ عبدالقدوس قارن	167
جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا وہ شان سلامت رہتی ہے	حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری	173
حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ	حضرت مولانا محمد انور اوکاڑوی	175
سنگلاخ وادی کا پُر عزم راہرو	پروفیسر ڈاکٹر علامہ خالد محمود صاحب	176
آخری ملاقات سے آخری دیدار تک	حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی نور اللہ مرقدہٗ	181
امیر عزیمت حضرت مولانا حق نواز شہیدؒ	حضرت مولانا محمد یوسف صاحب	184
حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ	حضرت مولانا عبدالمجید صاحب	186
اُمتِ مسلمہ کے لئے بہت بڑی نعمت	پیر سیف اللہ خالد نقشبندی مدظلہٗ	188
ارض وسماء میں مقبولیت والی شخصیت	پیر طریقت عزیز احمد بہلوی	189
سرزمین جھنگ کے مجاہد اعظم، مردِ باخدا، قائد ملت اسلامیہ	پیر طریقت محمد عبیداللہ انور بہلوی	190
(۱) دفاع صحابہؓ اور مولانا حق نواز شہیدؒ	حضرت مولانا فضل الرحمن مدظلہٗ	191
(۲) دفاع صحابہؓ اور مولانا حق نواز شہیدؒ	حضرت مولانا فضل الرحمن مدظلہٗ	195
ایک مردِ باصفا	حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہٗ	202
مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ	مولانا محمد اسلم شیخوپوری مدظلہٗ	204
علامہ حق نواز جھنگوی شہیدؒ اور ان کا موقف قرآن وحدیث اور علماء امت کی روشنی میں	حضرت مولانا عبدالسلام صاحب مدظلہٗ	208
مکتوب گرامی	حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہٗ	212
مکتوب گرامی	حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہٗ	212
مکتوب گرامی	حضرت مولانا محمد نافع صاحب زید مجدہٗ	213
مکتوب گرامی	حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم ہزاروی مدظلہٗ	213
مکتوب گرامی	حضرت مولانا محمد عبدالقادر ڈیروی مدظلہٗ	214

CamScanner

مکتوب گرامی	حضرت مولانا عبدالباقی مدظلہٗ	215
مکتوب گرامی	مولانا محمد میاں صاحب	215
مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ	حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری مدظلہٗ	216
حق نوازؒ سے امیر عزیمت تک	شیخ الحدیث مولانا محمد نواز صاحب مدظلہٗ	219
ایک کایہ پلٹ انسان	مولانا محمد زاہد انور	223
امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ	حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہٗ	225
پیامِ صداقت کے علمبردار	حضرت مولانا زبیر احمد صدیقی مدظلہ العالی	227
حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی نور اللہ مرقدہٗ..... اور امیر عزیمت، شہید ناموسِ صحابہ مولانا حق نواز جھنگویؒ	حضرت مولانا مفتی حبیب الرحمٰن درخواستی	231
عظیم حق گو	حضرت اقدس مفتی جمیل احمد خان شہیدؒ	233

اپنے جانشینوں، تنظیمی قائدین اور رفقاءِ کار کی نظر میں

مولانا حق نواز، خدائی آواز	خطیب پاکستان حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ	238
کچھ یادیں..... کچھ سوغاتیں	علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید رحمۃ اللہ علیہ	249
مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ..... اور اُن کی لازوال جدوجہد	مولانا محمد اعظم طارق شہید رحمۃ اللہ علیہ	268
امیر عزیمت شہید رحمہ اللہ کا تجدیدی کارنامہ	علامہ علی شیر حیدری شہید رحمہ اللہ تعالیٰ	273

تنظیمی راہنماؤں، ہم سفروں اور اراکین واحباب کی نظر میں

امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگویؒ ایک تاریخ ساز شخصیت	قائد اہل سنت، مولانا محمد احمد لدھیانوی مدظلہٗ	276
اخلاص وللّٰہیت کا نمونہ	حضرت خلیفہ عبدالقیوم صاحب مدظلہ	279
میرا قائد	جناب ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں زید مجدہٗ	280
میرے مدیر مکرم حضرت امیر عزیمت شہیدؒ بحیثیت بانی ومہتمم جامعہ محمودیہ	حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب مدظلہٗ	282
عوام وخواص کے دلوں کی دھڑکن	مولانا عبدالغفور جھنگوی صاحب مدظلہٗ	295
میرے انتہائی مخلص وہم راز	قاری محمد حیات تونسوی صاحب	297
میرے وفادار اور مخلص دوست مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ	قاری محمد حیات تونسوی صاحب	300
اہل خانہ لکھتے ہیں.....! یادِ ایام	فرزند امیر عزیمت، شہیدزادہ مسرور نواز سلمہٗ	303

CamScanner

	حسنین معاویہ	305
	بیوہ مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ	305
میرا قائد.....!	جناب شیخ حاکم علی صاحب	307
مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کے انتہائی قریبی ساتھی جناب شیخ اشفاق	احمد صاحب سے ملاقات	309
مشاہدات وتاثرات	ابو محمد مولانا ثناء اللہ سعد شجاع آبادی	313
حق وفا ہم ادا کر چلے	وکیل صحابہؓ مولانا عبدالخالق رحمانی مدظلہ	337
نہ بھولنے والی ملاقات	وکیل صحابہؓ مولانا عبدالخالق رحمانی مدظلہ	340
علامہ جھنگوی شہیدؒ	حضرت مولانا عبدالغفور ندیم مدظلہ العالی	343
راہِ حق کا مسافر	مولانا مجیب الرحمٰن انقلابی صاحب مدظلہ	347
اتحاد بین المسلمین کے حقیقی داعی	جناب چوہدری محمد بشیر عکاشہ صاحب	351
میرا پیارا قائدؒ	مولانا اورنگ زیب فاروقی مدظلہ	355
جرأت وخودداری کا پیکر	جناب حاجی محمد رفیق صاحب	359
فتنہ شیعیت کے آگے سد سکندری	حضرت مولانا اللہ وسایا صدیقی مدظلہ	364
امیر عزیمت شہیدؒ	مولانا تصدق حسین مدظلہ	367
دو منفرد سعادتیں امیر عزیمت، وکیل صحابہؓ، عالم باعمل، خطیب بے مثال	حاجی غلام مصطفیٰ خان جدون	368
میرا روحانی باپ	جناب چوہدری طارق افضال صاحب	369
مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ (دیدہ وشنیدہ)	حافظ آفتاب احمد کاشر	371
.....یہ ایک حقیقت ہے	جناب ڈاکٹر خالد نواز فاروقی صاحب	374
قائد ملت اسلامیہ علامہ حق نواز جھنگوی شہیدؒ	مولانا محمد عبداللہ سندھی مدظلہ	375
امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ	خالد محمود ارشد	377
حضرت چنیوٹی رحمہ اللہ کے رفیقِ خاص "جینے کا انداز"	مولانا طارق مسعود	379
امیر عزیمتؒ میری نظر میں	جناب انجینئر الیاس زبیر صاحب	381
میرا عظیم قائد.....امیر عزیمتؒ	مولانا محمد عبدالوارث صاحب مدظلہ	382
امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ	جناب غلام رسول شاہ صاحب بخاری مدظلہ	385
عظیم انسان اور عظیم قائد	سید پریل شاہ بخاری مدظلہ	390
امیر عزیمت حضرت مولانا حق نواز شہیدؒ	مولانا قاری خلیل احمد بندھانی مدظلہ	393

CamScanner

میرا قائد، میرا رہبر	مولانا عثمان فاروق ضیاء	394
بانیٔ سپاہِ صحابہؓ..... مولانا حق نواز شہیدؒ	جناب محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ	395
امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ	جناب یاسر اقبال قاسمی صاحب	398
امیر عزیمت حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ	حضرت مولانا عبدالغفور حقانی مدظلہ۔ بھکر	399
کس کی بات دل پر اثر کرتی ہے؟	مولانا محمد عبدالحیٔ عابد سوہدرا حبیب الرحمٰن غوری	402
حق نوازؒ کی حق نوازی	حضرت مولانا منیر احمد اختر مدظلہ	403

اہلِ علم و دانش کی نظر میں

امیر عزیمتؒ اور ان کی تحریک پس منظر، تہہ منظر، پیش منظر اور ثمرات و عواقب	مولانا محمد الیاس بالاکوٹی صاحب	406
سراغ رساں ابنِ سراغ رساں!	پروفیسر جناب قاضی محمد طاہر الہاشمی مدظلہ	417
تقیہ شگاف و رافضیت شکن	پروفیسر مولانا خواجہ ابوالکلام صدیقی مدظلہ	433
امیر عزیمت شہیدؒ اور اُن کی تحریک، چند حقائق، چند وضاحتیں، چند گزارشات	ابو محمد مولانا ثناء اللہ سعد شجاع آبادی	441
مولانا جھنگوی شہیدؒ، مشن دفاعِ صحابہؓ	مولانا مفتی خالد محمود الفاروق بہلوی	461
علامہ حق نواز جھنگوی شہیدؒ اور..... مقامِ مجددیت	ایم آئی صدیقی	473
امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کا مشن و پیغام مسلمانوں کی خدمت میں	مولانا مہر محمد میانوالوی مدظلہ	491
حق کی آواز..... حق نوازؒ، حق نوازؒ	مولانا ابو معاویہ مسعود الرحمٰن عثمانی مدظلہ	497

معاصرین کی نظر میں

مولانا حق نواز جھنگوی مرحوم کی شہادت	حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ	508
شہید ناموسِ صحابہؓ مولانا حق نواز جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ	سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ	536
سپاہِ صحابہؓ ابابیلوں کی جماعت	مولانا عبدالشکور دین پوری رحمہ اللہ	539
مولانا حق نواز شہیدؒ ایک "نفسِ مطمئنہ" (۲ تقریریں)	مولانا سید عبدالمجید ندیم مدظلہ	549
دلبر جانی	شاہین ختمِ نبوت مولانا اللہ وسایا مدظلہ	559
مولانا حق نواز شہید کی جدائی کے بیس سال اور شیعہ سنی اختلاف کا تاریخی پس منظر	مولانا حافظ عبدالحق خان بشیر	596
مولانا حق نواز جھنگویؒ..... حیات و خدمات	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی مدظلہ	599
علماء کے تاثرات	مولانا ذوالفقار علی جھنگوی صاحب	604

CamScanner

مولانا محمد اسلم شیخوپوری صاحب		604
مولانا قاضی محمد یونس انور صاحب		605
مولانا طاہر محمود اطہر صاحب		605
مولانا محمد الیاس فاروقی صاحب		606

مبلغین، مناظرین اور اصحابِ قرطاس وقلم کی نظر میں

شمشیر بے نیام آوازۂ حق، حق نواز شہیدؒ	مولانا عبدالرؤف چشتی صاحب مدظلہٗ	608
قافلۂ اصحابِ عزیمت کے اہم ستون	حضرت مولانا ڈاکٹر منظور احمد مینگل	619
انقلابِ ایران کی راہ میں سدِ سکندری	حضرت مولانا نور الہدیٰ صاحب مدظلہٗ	621
مردِ حق.....حق نوازؒ	حضرت مولانا عبدالرشید بلال صاحب مدظلہٗ	624
''رسم جو تم سے چلی باعثِ تقلید بنی''	حضرت مولانا میاں عبدالرحمٰن صاحب مدظلہٗ	629
''تیرا نام لکھوں میں آنکھوں پر''	مولانا حافظ عبدالجبار سلفی صاحب مدظلہٗ	633
زندگی سعادت کی موت شہادت کی	حضرت مولانا عبدالکریم ندیم صاحب مدظلہٗ	639
ایک فرشتہ صفت عظیم انسان	حضرت مولانا عبیدالرحمٰن ضیاء صاحب مدظلہٗ	641
مجددِ ملت.....رفت و لے نہ از دلے ما	فاضلِ جلیل مولانا محمد محمود عالم صفدر اوکاڑوی	645
مولانا جھنگوی شہیدؒ مجدد العصر تھے	مولانا محمد عمیر شاہین مدظلہٗ	649

مختلف دینی، علمی، ادبی، سیاسی اور سماجی اداروں اور شخصیات کی نظر میں

وہ دنیا و عقبیٰ میں توقیر حاصل کر گئے	مولانا مخدوم منظور احمد صاحب زید مجدہٗ	652
کچھ یادیں، کچھ باتیں	حضرت مولانا مفتی گلزار احمد گل	655
اک مخلص اور محبِ وطن سیاستدان	مولانا محمد شاہ نواز فاروقی مدظلہٗ	659
ایک انقلابی اور عہد ساز شخصیت	مولانا محمد ثناء اللہ چنیوٹی مدظلہٗ	667
تاریخ کے جھروکوں سے	قاری سیف اللہ سیفی صاحب	673
وہ چمن کا حُسن کدھر گیا!	جناب قاری حفیظ الرحمٰن صاحب	676
عاشقِ رسولؐ، فدائے صحابہؓ مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ	ابو معاویہ حافظ یحییٰ احمد عاصم صاحب	679
مولانا حق نواز جھنگوی شہید کی آخری تمنا پاکستان کو سنی سٹیٹ قرار دیا جائے	مولانا بشیر احمد شاد صاحب زید مجدہ	683

CamScanner

وہ جو.....حق نوازؒ تھا	مولانا عبدالرؤف فاروقی	687
امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ	حضرت مولانا سید عبدالخبیر آزاد مدظلہ	689
مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ.....زور تحفظ ناموسِ صحابہ کی جدوجہد	جناب حافظ ابتسام الٰہی ظہیر صاحب	690
سلام اُس قائد پر جنہوں نے مجھ جیسے لاکھوں مسلمانوں کا ایمان بچایا	حکیم محمد ابراہیم قاسمی صاحب	691
آہ! مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ	علامہ ارشد حسن ثاقب	693
میرا عظیم قائد	محمد احمد ندیم بن مولانا عبدالکریم ندیم	697
حق کی نوازش.....حق نوازؒ	مولانا محمد ابوبکر شاہ صاحب	700
جبلِ استقامت حضرت علامہ حق نواز جھنگوی شہیدؒ	مولانا عبداللہ خادم صاحب مدظلہ	701
خون کے سمندروں کا شناور مولانا حق نواز شہیدؒ	محمد جمیل خالد	703
مدحِ صحابہؓ سے.....سپاہ صحابہؓ تک	جناب گلزار احمد تبسم بوسال	705
مجددِ وقت حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہید اور فرقہ واریت	رفیع الدین قریشی	707
امیر عزیمت علامہ حق نواز جھنگوی شہیدؒ	غازی مولانا مقبول الرحمٰن صاحب	709
ستم کا آشنا تھا وہ کبھی کے دل دُکھا گیا	حضرت مولانا مفتی غلام مصطفیٰ صاحب	713
امیر عزیمت شہید اسلام بانی سپاہ صحابہ حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ	حضرت مولانا سید محمد امین شاہ مدظلہ	717
ترس گئے تری دل کشا صدا کے لئے	مولانا رب نواز حنفی	719
امی عائشہ صدیقہؓ کا بیٹا	حضرت مولانا سید محمد معاویہ امجد شاہ صاحب	723
شہید ناموس صحابہؓ مولانا حق نوازؒ	جناب مفتی محمد طاہر المکی صاحب	724
امیر عزیمت شہید شخصیت اور کردار کے آئینے میں	محمد ممتاز فاروقی	727
وہ گنج گراں مایہ	ابوالحسن جناب مفتی محمود احمد قریشی	731
اسلام کے سچے سپاہی	مولانا مفتی رفیق احمد قاسمی صاحب مدظلہ	735
ساری امت کو بیدار کر گئے	مولانا محمد عرفان اللہ اختر	736
اک حق نوازؒ تھا وہ	ضیاء اللہ زاہد شجاع آبادی	736
صحابہؓ کا ایک عظیم سپاہی	جناب محمد جمیل اختر انقلابی	737
وہ لمحہ ابھی تک مجھے یاد ہے	جناب عبدالرحیم ساجد صاحب	739
میرا بے مثل قائد	جناب محمد بن عبیداللہ	741
آہ! میری زندگی بدلنے والا میرا پیارا قائد علامہ حق نواز جھنگوی شہیدؒ	جناب مولانا ثناء اللہ فاروقی صاحب مدظلہ	742

CamScanner

میری زندگی میں انقلاب لانے والی شخصیت	عبیداللہ عثمانی	743
امیر عزیمت نے راہِ عزیمت میں قدم رکھا	جناب تاج محمد حنفی صاحب	745
شیر اسلام امیر عزیمت حضرت علامہ حق نواز جھنگوی شہیدؒ	جناب نجم الدین مجاہد صاحب	748
کون للکارے گا باطل کو ترے لہجے میں	جناب اقبال معاویہ صاحب	750
غلبۂ اسلام کی عالمگیر جدوجہد میں مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کا اساسی کردار	جناب محمد حامد متراوی صاحب	753
جھنگوی مُرشد	کلیم ایوب فاروقی	756
شہیدِ راہِ حق	جناب گلزار احمد ایم۔اے	757
استقامت و عزیمت کا مردِ آہن	جناب محمد افضل خان بلوچ	761
اک مصافحہ کی لمس	جناب محمد مظہر عباس مہار	763
سچی آواز لگانے والے عالم کی موت اور مقام	مولانا قاضی محمد اسرائیل گڑنگی	767
جھنگوی شہیدؒ صحابہ کرامؓ کے نقش قدم پر	محمد قاسم ضیاء شجاع آبادی	769
ملتِ اسلامیہ کا ترجمان حق نوازؒ	جناب محمد امجد ساجد	770
مشن جھنگوی شہیدؒ	جناب صہیب معاویہ	777
امیر عزیمت علامہ حق نواز جھنگوی شہیدؒ	جناب قاری محمد احسان الحق	779
وہ لوگ بزمِ دہر سے نایاب ہو گئے	جناب عظمت علی رحمانی صاحب	781
امیر عزیمت حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ	محمد سلیم	783
عظیم مردِ قلندر	قاری ابو معاذ نعیم غفاری صاحب	786
میرا قائد جھنگوی، میرا رہبر جھنگویؒ	جناب شاہد عمران محسن بوسال	790
میرے قائد میرے محسن جھنگوی شہیدؒ	مولانا حافظ محمد اعظم طارق صاحب	791
قیام پاکستان اور مجدد انقلاب	جناب عبدالباسط صفدر	793
جھنگوی شہیدؒ کی یادیں	جناب حبیب اللہ گجر	797
تیری عظمتوں کو سلام ہو.....!	محمد سیف اللہ خالد شجاع آبادی	798

اہلِ صحافت کی نظر میں

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے	مولانا محمد عبداللہ آف بھکر	802
شہید ناموسِ صحابہ مولانا حق نواز جھنگویؒ	حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہ	807

CamScanner

مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ.....اب دیکھنے کو جن کے آنکھیں ترستیاں ہیں	حضرت مولانا سید محمد کفیل بخاری مدظلہ	811
پہلی تقریر.....	محترم جناب اشتیاق احمد صاحب	813
امیر عزیمت حق نواز جھنگوی شہیدؒ	مولانا محمود الرشید حدوٹی مدظلہ	815
خطابت کا شہسوار، استقلال کا کوہ گراں	مولانا جمیل الرحمٰن عباسی صاحب مدظلہ	823
جھنگوی شہیدؒ کا دیوانہ جن	جناب عمر فاروق صدیقی صاحب	828
مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمہ اللہ کی تحریک شخصیت و کردار کے آئینہ میں	جناب خالد شہزاد فاروقی صاحب	833
امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ شخصیت اور کردار	جناب حافظ عقیل احمد عاقل صاحب	839
مولانا جھنگوی کے قتل کے الزام کس پر لگتے ہیں	جناب جاوید جمال ڈسکوی صاحب	841
مولانا حق نواز جھنگوی کا قتل	اداریہ روزنامہ نوائے وقت ۲۴ فروری ۱۹۹۰ء	845
	ماہنامہ ''اشراق'' لاہور	846
انا للہ وانا الیہ راجعون	ادارہ الفاروق۔ کراچی	846
گھر گھر مولانا حق نواز جھنگویؒ نے جنم لے لیا ہے	اداریہ خدام الدین لاہور ۶ مارچ تا ۲۲ مارچ ۱۹۹۰ء	847
حق نواز شہیدؒ صحافیوں کی نظر میں	ارشاد احمد حقانی صاحب	851
	مجید نظامی صاحب	851
	مناظر حسین نظر صاحب	852
	انجینئر طاہر محمود صاحب:	853
	صلاح الدین صاحب	854
	تنویر شہزاد صاحب	854
	اللہ وسایا قاسم صاحب	855
	سعید الرحمان علوی صاحب	856
	ماہنامہ ''الخیر'' ملتان	857
	ماہنامہ ''بینات'' کراچی	857
	ماہنامہ ''البلاغ'' کراچی	857
	''اقراء ڈائجسٹ'' کراچی	858
	ماہنامہ ''الشریعہ'' گوجرانوالہ	858
	ہفت روزہ ''ختم نبوۃ'' کراچی	858

	ماہنامہ ''ترجمان السنہ'' لاہور	858
مولانا جھنگوی مخصوص مذہبی گروہ کا نشانہ بن گئے	ہفت روزہ تکبیر۔ کراچی	859
حق نواز جھنگوی کچھ اس طرح آئے، کچھ اس طرح چھائے	ہفت روزہ ''زندگی'' لاہور	861
جھنگوی کے جھنگ میں جذبات اور خون کے رنگ	ہفت روزہ ''زندگی'' لاہور	865
مولانا حق نواز جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کی صدائے بازگشت	ہفت روزہ خدام الدین لاہور	871

شعراء کرام کی نظر میں

گلہائے عقیدت دراوصاف حمیدہ امیر عزیمت شہید قدس سرہٗ	حضرت مولانا منظور احمد نعمانی زید مجدہٗ	874
تاریخ شہادت	عبدالستار نجم	874
عاشق اصحابؓ.....حق نوازؒ	استاد الشعراء عبدالستار نجم	875
مجھے یہ ہوش کہاں ہے کہ فیصلہ لکھوں	جناب بیدل پانی پتی	876
قصیدۂ ریاضیہ (۱)	مہر محمد ریاض سیال	877
قصیدۂ ریاضیہ (۲)	مہر محمد ریاض سیال	880
ہوئے مسلم یوں بیدار	سید رفیق احمد شاہ امروٹی	883
مولانا کی روح سے سوال	جناب مظہر اختر صاحب	884
قطعہ	مظہر اختر	884
	جناب ابراہیم عدیل	885
	جناب ناصر جاوید	885
	جناب اصغر عباس	886
	جناب جاوید رُسوا	886
	جناب محمد اشرف شاہین	886
	جناب رحیم صدیقی	887
	جناب ابراہیم عدیل	887
	جناب امیر اختر بھٹی	888
	جناب بیدل پانی پتی	888

CamScanner

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امیر عزیمت شیر اسلام مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

خصوصی اشاعت

پہلا باب

سوانحی خاکہ

ماہنامہ سرخرو

امیر عزیمت شہید رحمۃ اللہ علیہ

سوانح و افکار

از قلم مولانا محمد الیاس بالاکوٹی، خطیب پاکستان مولانا ضیاء القاسمیؒ، قاضی محمد الیاس صدیقی

مولانا حق نواز جھنگویؒ جھنگ صدر سے ۲۵ میل شمال کی طرف تھانہ مسن کے قصبے موضع چیلہ رجانہ کے چاہ بوہڑ والا جو دریائے جہلم کے کنارے واقع ہے میں جولائی ۱۹۵۲ء کو صبح صادق کے وقت پیدا ہوئے والد ماجد کا اسم گرامی میاں ولی محمد تھا جو علاقے کے معمولی کسان اور کھوجی تھے۔ آپ کی قوم سپرا کہلاتی ہے جو اس علاقے کے قدیم باشندوں کی شاخ ہے

آپ ایک سال ہی کے تھے کہ والدہ محترمہ کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور اپنی پھوپھی کی پرورش میں آ گئے، ساتویں سال میں آپ کو گورنمنٹ پرائمری سکول (اب ہائی ہے) موضع چیلہ میں داخل کرایا گیا جہاں خداداد ذہانت سے ایک سال میں اوّل، دوم پاس کر کے جماعت سوم میں پہنچ گئے۔

مزید تعلیم

ابھی پرائمری پاس نہیں کی تھی کہ ایک مرتبہ رمضان المبارک میں موضع چیلہ میں شبینہ کا اہتمام تھا آپ بھی سننے والوں میں شامل تھے۔ وہیں اس ننھے بچے کا دل مچل گیا اور سکول چھوڑ چھاڑ حفظ قرآن کی طرف متوجہ ہو گئے، چنانچہ آپ کے ماموں حافظ جان محمد نے اپنی شاگردی اور نگرانی میں لے لیا..... آپ نے ان سے صرف دو سال اور چند ماہ میں مکمل قرآن کریم حفظ کر لیا، گھر والوں کے رجحان کے برعکس آپ کا طبعی میلان علوم دینیہ کی طرف ہی ہو گیا۔ چنانچہ اپنے ماموں کی وساطت سے "عبدالحکیم" (ضلع خانیوال میں ایک مقام ہے کسی شخص کا نام نہیں) چلے گئے جہاں آپ نے جامع مسجد شیخاں والی میں حضرت قاری تاج محمد سے مشق تجوید اور کچھ قرآت پڑھی پھر جلد ہی آپ قریبی علاقے کی معروف دینی درسگاہ دارالعلوم کبیر والا میں داخل ہو کر تحصیل علم میں منہمک ہو گئے جہاں آپ نے مروجہ تمام علوم دینیہ میں مکمل دسترس حاصل کی۔ دارالعلوم کبیر والا میں آپ کئی سال تک زیر تعلیم رہے۔ یہیں آپ کے مخفی جوہر کھلنے لگے۔ تقریر و تحریر کا ملکہ قدرت نے فطری ودیعت کر رکھا تھا۔ وقتاً فوقتاً دیہات میں جاتے، تقاریر کرتے، جمعہ پڑھاتے اسی طرح ساتھی طلباء کی اسباق و تکرار میں لائق و

فائق اور محنتی طالب علم ہونے کی حیثیت سے مدد کرتے مطالعۂ کتب کا شوق اس قدر تھا کہ طلبہ اور ہم درس آپ کو کتابوں کا دیمک کہتے تھے، انہیں کیا خبر تھی کہ یہ مطالعہ اور محنت ہی آگے چل کر ان کی زندگی میں تلاطم بپا کرے گی۔ ایسے ہی طلباء میں مباحثہ کرتے مناظرے کا رنگ جماتے۔

اساتذۂ کرام

دارالعلوم کبیر والا کے اساتذہ میں شیخ الحدیث مولانا علی محمد صاحب، حضرت الشیخ مولانا عبدالمجید صاحب (اس وقت باب العلوم کہروڑ پکا کے شیخ الحدیث ہیں)، مولانا منظور الحق، مولانا ظہور الحق صاحبان اور مولانا صوفی محمد سرور صاحب (حال شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور) قابل ذکر ہیں۔

دورۂ حدیث پاک

درس نظامی کی تکمیل دارالعلوم کبیر والا سے کرنے کے بعد آپ نے ملتان کی معروف دینی درس گاہ جامعہ خیر المدارس میں داخلہ لے لیا جہاں آپ نے دورۂ حدیث مکمل کیا۔ حدیث میں آپ کے اساتذہ میں مولانا مفتی عبدالستار صاحب، علامہ محمد شریف صاحب کشمیری، مولانا محمد صدیق صاحب جالندھری وغیرہ شامل ہیں۔

تعلیم مناظرہ وفراغت

امتحان دورۂ حدیث کے متصل بعد اپنی افتاد طبع اور تحقیقی مزاج کی تشفی کے لئے کوٹ ادو چلے گئے۔ جہاں کچھ عرصہ مولانا دوست محمد قریشی مرحوم اور مولانا عبدالستار صاحب تونسوی مدظلہ سے رد رفض وتشیع اور رد شرک وبدعت وقادیانیت وغیرہ پر مناظرہ پڑھا، علوم دینیہ سے فراغت کے بعد آپ ٹوبہ ٹیک سنگھ کے ایک چھوٹے سے دینی مدرسہ میں بطور کتابی مدرس کام کرنے لگے۔ مگر جس قدر قدرت نے صلاحیتیں ودیعت کر رکھی تھیں۔ وہ چھوٹا سا ادارہ اس کے لئے کافی ثابت نہ ہوسکا، چنانچہ صرف ایک سال کام کرنے کے بعد وہ جگہ چھوڑ دی کیونکہ آپ اس سے ذرا وسیع میدان کے متلاشی تھے۔

ورودِ جھنگ

ٹوبہ سے آپ جھنگ آگئے اور گوجرہ روڈ پر رانا کالونی میں ایک عزیز کے ہاں قیام کیا۔ انہوں نے مولانا سے درخواست کی کہ آج کل دینی مدرسوں میں چھٹیاں ہیں آپ میرے بچوں کو قرآن کریم حفظ کرائیں اور تراویح میں میری منزل سنتے رہیں۔ میرے ہاں ہی آپ کا قیام وطعام ہو اور اخراجات کے لئے تیس ۳۰ روپے کا وظیفہ میں پیش کرتا رہوں گا۔ ان کا بیان ہے کہ قریبی مسجد میں جگہ نہ ملنے کے باعث قریب ہی ایک اور مسجد کے لئے مختص جگہ پر ہم نے مٹی ڈال کر ایک چبوترا بنا لیا۔ جہاں میں قرآن کریم سناتا تھا۔ اس دوران میرے بیٹے حافظ صبغت اللہ نے ان سے تیسرے پارے کا کچھ حصہ حفظ کیا، اسی چبوترے پر (جہاں اب مسجد ہے) ہمیں مولانا نے ایک جمعہ بھی پڑھایا۔ بعد میں جھنگ صدر کے ایک خطیب (مولانا اسد

اللہ قاسمی مرحوم) کی وساطت سے آپ کی بات پپلیاں والا محلہ کی انتظامیہ سے ہوگئی۔ پپلیاں والا محلہ کی مسجد کے پرانے امام و خطیب فوت ہوگئے تھے اور ان کے بعد جو دوسرے رکھے گئے تھے، وہ بھی رمضان ہی میں چھوڑ چھاڑ گئے تھے۔ انتظامیہ کو ایک مستقل مزاج ذی استعداد صاحب علم کی ضرورت تھی جب آپ کی انتظامیہ کمیٹی سے بات چیت ہوئی تو اس مرد قلندر نے تنخواہ رہائش و دیگر شرائط وغیرہ کچھ بھی مطالبے نہ رکھے۔ فرمایا بھائی کام کرنے کا موقع دے دو، باقی جو سمجھ میں آئے دے دینا، ورنہ اللہ مالک، چھوڑ کر بھاگوں گا نہیں..... خاطر جمع رکھو۔

جب آپ نے پہلا تجرباتی جمعہ پڑھایا تو حاضرین نے تقریر پسند کی۔ انہیں اس پر بھی خوشی ہوئی کہ مخلص اور صاف گو نوجوان عالم مل گیا ہے۔ حاجی اللہ وسایا صدر انجمن مسجد ہذا کا کہنا ہے کہ نہایت ہی ہلکے پھلکے بدن کے مالک اور منحنی قد کاٹھ کے سادہ شکل وصورت کے عام سے مولوی نظر آئے تھے مگر تقریر ہمیں زیادہ بھا گئی۔

چنانچہ ۲۳۔ اگست ۱۹۷۳ء بروز جمعرات محلہ پپلیاں والی کی ایک چھوٹی سی مسجد میں بطور خطیب و امام مسجد تقرری کے ساتھ گویا کہ آپ کی دیرینہ اس خواہش کے لئے راستہ ہموار ہوگیا کہ اپنے ضلع میں رہ کر کچھ کام کرسکوں جس کا داعیہ اپنے دل میں بچپن ہی سے گردوپیش کے احوال دیکھ کر لئے ہوئے تھے۔ مولانا اپنی قوم کی زبوں حالی اور دینی انحطاط پر کڑھتے تھے اور ہر وقت چبھن سی محسوس کرتے تھے اب آپ اپنے ضلع میں منتقل ہوگئے تھے اور اس احساس کا ازالہ کرنا چاہتے تھے۔

یہی وجہ ہے کہ سنی نوجوان مولانا کے گرد اس طرح منڈلاتے نظر آتے جیسے شہد چھتہ کے گرد یا پروانے شمع کے گرد چکر کاٹ رہے ہوں، جدھر کو نکل جاتے قافلہ خود بخود تیار ہوجاتا لوگ دوڑے دوڑے مصافحہ کے لئے آرہے ہیں چند لمحے جس کے ہاں قیام ہوگیا، وہ اپنی خوش بختی پر نازاں وفرحاں، نامعلوم اس شخص کے خلوص کا کرشمہ تھا یا صحابہؓ کی کرامت.....

جھنگ کا تاریخی پس منظر

خاندان سیال اور انگریز

انگریزوں نے ۱۸۵۷ء میں جھنگ سے متعدد نامور شخصیات کو اپنے ساتھ ملا کر مسلم کش اقدامات کئے، اور اپنے زرخرید افراد کی خدمات کے صلے میں انہیں جاگیروں، جائیدادوں اور خطابات سے نوازا، جھنگ سے نواب اسماعیل خان سیال نے انگریزی حکومت کے نمائندے کے طور پر جیمس مل کا مقابلہ کیا۔ کچھی میں ان کے درمیان کئی بار تصادم ہوا اور نواب اسماعیل بالآخر کامیاب ہوگیا۔ جیمس مل نے راہ فرار اختیار کی۔ مگر اس شخص نے اس قدر روپیہ اور سونا لوٹ لیا تھا کہ سات خچروں پر لاد کر تھل کی طرف بھاگ گیا۔

ادھر سے فارغ ہونے کے بعد نواب اسماعیل خان اپنی فوج لے کر ملتان گیا۔ جہاں دیوان مولراج کے مقابلہ میں انگریزوں کے ساتھ مل کر لڑائی میں شرکت کی جن رؤساء نے ملتان کے معرکہ میں انگریزوں کے ساتھ مل کر لڑائی میں شرکت کی تھی ان سب کو ۱۸۶۰ء کے بندوبست مال میں جاگیریں عطا کی گئیں۔

CamScanner

اور جن لوگوں نے انگریزوں کی مخالفت کی تھی ان کی جاگیریں بھی جو مغل عہد سے چلی آرہی تھیں ضبط کر لی گئیں۔ جھنگ شہر کے نواب اسماعیل سیال کو انہی خدمات کے صلے میں مزید پانچ سو روپے کی خلعت، خان بہادر کا خطاب اور دو ہزار روپے کی مستقل جاگیر دی گئی۔ (تاریخ جھنگ۔ صفحہ نمبر ۳۳۲،۳۳۳)

رؤساء جھنگ کو انگریز نے جاگیریں دیں!

پنجاب پر قبضہ کرنے کے بعد انگریزوں نے مختلف اضلاع کے زمینداروں رؤساء اور دیگر صاحبان اثر کی فہرستیں مرتب کیں۔ جھنگ میں سیالوں، سیدوں، کاٹھیوں، کھرلوں، اعوانوں، چنیوٹ کے خوجوں اور بعض رؤساء کے نام کمشنر کو بھیجے گئے جنہوں نے برطانوی حکومت سے مکمل وفاداری کا اعلان کیا تھا۔ چنانچہ ان لوگوں کو سرکاری قافلہ میں ملتان پہنچایا گیا۔ جہاں پر کمشنر ایڈورڈ نے نام بنام ہر شخص کی حیثیت متعین کر کے چیف کمشنر پنجاب کرنل لارنس کو آگاہ کیا۔ جنوری ۱۸۵۷ء میں پنجاب کے ان امراء کو لاہور چیف کمشنر کے سامنے پیش کیا گیا جہاں اس نے ان خوشامدیوں اور ملک دشمنوں کو جاگیریں عطا کیں۔

رائے بہادر.....خان بہادر.....خان صاحب وغیرہ کے خطابات دیے گئے۔ کچھ صوبائی درباری بنائے گئے اور کچھ ڈسٹرکٹ درباری مقرر ہوئے اور کچھ کرسی نشین ٹھہرے۔ چنانچہ ان غداروں کے ذریعے انگریزوں نے اس علاقہ کا نظم ونسق چلایا۔ ضلع جھنگ کے جن روساء کو انعام یافتہ قرار دیا گیا ان میں نواب اسماعیل خان سیال اور اس کے بھائی مہر رجب خاں، محمد حسین قریشی، دولت خاں اعوان، احمد خاں ہراج، احمد یار لشاری بلوچ، شیخ محمد احمد اور رجوعہ کے حیدر شاہ اور بہادر شاہ وغیرہ شامل تھے۔ (تاریخ جھنگ ۳۳۴)

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی اور رؤسائے جھنگ کا کردار

جس وقت دیوان مولراج کے مقابلہ میں انگریزوں نے قلعہ ملتان پر فتح پائی تھی۔ اس وقت ملتان، جھنگ، ساہیوال اور مظفر گڑھ کے رؤساء کی ہمدردیاں انگریزوں کے ساتھ تھیں۔ (تاریخ جھنگ۔ ص ۳۲۵)

شاہ جیونہ کے شیعہ وڈیروں نے انگریزوں کا ساتھ دیا

ستمبر ۱۹۳۹ء میں دوسری عالمگیر جنگ شروع ہوئی۔ جرمنی کا ڈکٹیٹر ہٹلر برطانیہ اور امریکہ سے ٹکرا گیا۔ ہندوستان کا متاثر ہونا بھی ضروری تھا۔ چنانچہ آل انڈیا مسلم لیگ نے برطانوی حکومت کی حمایت کا اس جنگ میں فیصلہ کیا۔ اس فیصلہ کے تحت پنجاب اور جھنگ کے مسلم لیگیوں میجر مبارک علی شاہ، کرنل عابد حسین نے اپنے اثر ورسوخ سے برطانوی فوج کے لئے چندے اور رنگروٹ فراہم کئے۔ اس طرح اعزازی میجر و کرنل کے عہدوں سے نوازے گئے۔ (تاریخ جھنگ۔ ص ۳۷۰)

یاد رہے کہ کرنل عابد حسین بیگم عابدہ حسین کے والد تھے جنہیں انگریز نے ان کی خدمات کے صلے میں کرنل کا خطاب دیا تھا۔ کرنل عابد حسین اور اس کے خاندان نے پوری تندہی سے انگریزوں کا ساتھ دیا اور انگریزوں کی خدمات کے

CamScanner

لئے ہر وقت وقف رہے اور کوئی لمحہ اور دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔

کرنل عابد حسین کی بیٹی بیگم عابدہ حسین نے مولانا حق نواز کے مقابلہ میں الیکشن لڑا تھا اور صرف چند ہزار ووٹوں کے فرق سے شکست سے بچ گئیں۔

کعبہ پر گولیاں برسانے میں ضلع جھنگ کے وڈیرے بھی شامل تھے!

انگریزی دور میں جبکہ برطانوی حکومت مسلمان ملکوں کو غلام بنانے میں مصروف عمل تھے اور ہندوستان کے غلام مسلمانوں کا ٹوڈی طبقہ چندہ اور بندہ کی غلامانہ اور خوشامدانہ مہم میں شامل تھا۔ جھنگ سے بھی کچھ خاندانوں کے افراد اس مہم میں شریک ہوئے ان میں ایک صاحب پہلی عالمگیر جنگ کے وقت برطانوی حکومت میں پولیٹیکل افسر تھے۔ بعد میں فوج میں شامل ہوئے اور خانہ کعبہ پر گولیاں برسانے والوں میں شریک ہوئے اور اس خدمت کے عوض اعلیٰ مراعات حاصل کیں۔ ان کے علاوہ ضلع کے آٹھ افراد کو غیر اسلامی خدمات کے صلے میں وکٹوریہ کراس کے برابر اعزاز عطا کئے گئے تھے۔ اور ان کو اراضی کے عطیات بھی ملے۔ جو اب تک ان کی اولاد کے پاس ہیں۔ (تاریخ جھنگ، ص ۵۱۴)

تبرا ایجی ٹیشن

ہندوستان کے صوبہ یوپی میں پنڈت گوبند بلبھ نے کانگریس کی وزارت سنبھال لی۔ اس نے صوبہ میں لکھنؤ کے اہل تشیع کے مطالبہ پر بعض صحابہ کرام کے اسمائے گرامی پر برسر عام بولنے یا لکھنے پر پابندی لگا دی۔ مجلس احرار نے اس کے خلاف تحریک شروع کی۔ مظہر علی اظہر اس تحریک کے قائد تھے۔ کانگریس حکومت نے شاہ جی (امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ) کی تحریک سے خوفزدہ ہو کر اپنا حکم واپس لے لیا۔ لیکن اس دوران پنجاب کے شیعہ بھڑک اٹھے اور انہوں نے تبرا ایجی ٹیشن شروع کر دی پنجاب سے ہزاروں شیعہ لکھنؤ گئے اور گرفتار ہوئے۔

اس ایجی ٹیشن کو جھنگ میں میجر مبارک علی شاہ نے منظم کیا اور ایک ہزار کے قریب شیعہ جھنگ سے یوپی پہنچے اور گرفتار ہوئے۔ یہ ایسی تحریک تھی جس سے انگریز کو فائدہ پہنچا۔ (تاریخ جھنگ۔ ص ۳۷۱۔۳۷۳)

حسو بلیل میں حضرت فاروق اعظمؓ کی توہین

حسو بلیل ضلع جھنگ کا مشہور قصبہ ہے۔ وہاں بھی شیعہ فرقہ پرستوں کو بالادستی حاصل ہے۔ سنی غریب ہے اور ساتھ ہی اس کی مجبوری ہے کہ وہ شیعہ زمینداروں کا مزارع ہے۔ اس کی تمام تر معاشی زندگی ان شیعہ زمینداروں اور جاگیرداروں کی غلامی میں گزرتی ہے۔ اس لئے اسے ان تمام مظالم کو برداشت کرنا پڑتا ہے جو ایک ظالم جاگیردار کی طرف سے اس غریب مزارع پر توڑے جاتے ہیں وہ مظالم خواہ مذہبی ہوں اور خواہ غیر اخلاقی چیرہ دستیوں سے تعلق رکھتے ہوں۔ نامعلوم کیوں؟ لیکن ہوا ایسے کہ ایک دن خبر آئی کہ حسو بلیل میں وہاں کے شیعہ فرقہ پرستوں نے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا پتلا بنا کر جلایا ہے۔ اس خبر کے پھیلتے ہی جھنگ صدر اور جھنگ شہر میں بالخصوص اور ملک بھر میں بالعموم زبردست غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی۔ پورا ملک

اضطرابی لہروں میں ڈوب گیا اور اہل سنت کے ہاں صف ماتم بچھ گئی۔

ان دنوں جھنگ صدر میں مولانا غلام حسین صاحب خطیب ہوا کرتے تھے۔ اچھے مقرر اور بہادر عالم تھے انہوں نے سختی سے اس کا نوٹس لیا احتجاج کا سلسلہ شروع ہوا۔ جھنگ میں جلوس نکلے اور ہڑتالیں ہوئیں پورا ضلع سراپا احتجاج بن گیا تنظیم اہلسنت پاکستان کے قد آور رہنما موجود تھے۔ انہوں نے بھرپور احتجاج کیا اور حکومت سے اس واقعہ کا سخت نوٹس لینے کا مطالبہ کیا۔ ایک عظیم صحابیٔ رسول کی توہین پر پورا پنجاب احتجاجی تحریک میں شامل ہوگیا۔ مگر شیعہ وڈیرہ شاہی، شیعہ زمیندار، شیعہ جاگیردار حرکت میں آگئے اور انہوں نے انگریز سے ملی ہوئی جاگیروں کی بدولت حاصل کردہ قوت اور اثر ورسوخ استعمال کیا اور اسی طرح پوری طاقت اور پوری قوت سے اہل سنت کی احتجاجی تحریک کو کچل دیا۔

اہل سنت کے ارمان دل ہی دل میں رہ گئے اور حسوبلیل کے شیعہ نے جو جسارت کی تھی اس کی تلافی کرنے کی بجائے اہل سنت کے زخمی دلوں پر مرہم رکھنے کی بجائے سنگینوں اور لاٹھیوں کے زور سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی توہین اس واقعہ میں ملوث افراد کی پشت پناہی کی گئی اور ضلع جھنگ کے شیعہ وڈیروں نے بغض اصحاب رسول کے اس مظاہرے کو اپنی فتح اور سنی غریب کی بے بسی اور بے کسی میں تبدیل کردیا۔

حسوبلیل کے شیعہ نے حضرت فاروق اعظم کا پتلا جلا کر ضلع جھنگ میں بغض صحابہ کا وہ سیاہ کارنامہ سرانجام دیا جس سے سنی مسلمان کے دل میں ہمیشہ کے لئے خنجر پیوست ہوگیا۔

ککی نو تحصیل شورکوٹ میں ایک حافظ امام کو شہید کردیا

ککی نو تحصیل شورکوٹ ضلع جھنگ کا ایک چھوٹا سا قصبہ ہے اس کی سنی آبادی کے امام مسجد میں فضائل صحابہؓ پر بیان کیا اور ساتھ ہی مناقب وفضائل صحابہ پر ایک تبلیغی جلسہ کا اہتمام کیا۔ اس میں اہل سنت کے علماء نے اصحاب رسول کے فضائل بیان کئے اور امام مسجد حافظ صاحب اپنے عقیدے کے مطابق کبھی کبھار خود بھی فضائل اصحاب رسول کی خوشبو سے بستی کے عوام کو معطر فرماتے اور حبّ اصحابؓ رسول ﷺ سے لوگوں کے دلوں کو بہرہ ور فرماتے۔ ان کی یہ محنت ان اصحاب رسول کی عظمتوں اور رفعتوں کو بیان کرنا ککی نو کے شیعہ زمینداروں اور زلہ خواروں کو پسند نہ آیا اور فیصلہ کیا گیا کہ حافظ صاحب کو راستے سے ہٹا دیا جائے۔ چنانچہ شیعہ زمینداروں کے گماشتوں نے حضرت حافظ صاحب کو نہایت بے دردی سے شہید کردیا۔

روڈو سلطان ضلع جھنگ میں مولانا دوست محمد کو شہید کردیا گیا

روڈو سلطان ضلع جھنگ کا ایک مختصر سا قصبہ ہے۔ وہاں پر مولانا دوست محمد صاحب سالہا سال سے دین کی خدمت کررہے تھے۔ جامع مسجد میں جمعہ کا خطبہ سننے کے لئے دور دراز سے لوگ آتے اور مولانا اپنے خطبہ میں دینی مسائل سے اپنے سامعین کو مالا مال کرتے اور ساتھ ہی جمعیت علماء اسلام کے ساتھ وابستہ ہونے کی وجہ سے شیعہ وڈیرہ شاہی، شیعہ زمینداروں کی اہل سنت کے حقوق پر قزاقی کا بھی درد دل سے تذکرہ کرتے۔ روڈو سلطان کی جامع مسجد پورے علاقے میں اہل سنت کا

مرکز تھی اور مولانا دوست محمد صاحب علاقہ بھر کے سنی مسلمانوں کی آنکھوں کا تارا تھے۔ اس علاقہ کے شیعہ وڈیروں نے مولانا دوست محمد کو اپنی راہ سے ہٹانا ضروری سمجھا۔ اور انہیں نہایت بے دردی سے قتل کر دیا گیا۔ مولانا دوست محمد کا قتل ضلع جھنگ کے سنی عوام کے دلوں پر بجلی بن کر گرا، پورا ضلع سوگوار ہو گیا۔ احتجاج ہوا ہنگامے ہوئے۔ مظلوم سنی عوام نے اپنی بے بسی، بے بضاعتی اور عدم وسائل کے باوجود صوبائی اور مرکزی حکومتوں کے خلاف شدید احتجاج کیا مگر مولانا دوست محمد کا خون بھی شیعہ زمینداروں کے سرمایہ تلے دب گیا۔ ان کی دولت اور ثروت خون شہید کو گرد و غبار میں ڈھانپنے میں کامیاب ہو گئی۔

بابِ عمرؓ کا مشہور واقعہ اور توہین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شرمناک جسارت!

جھنگ شہر میں ایک گیٹ پر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی لکھ دیا گیا۔ اسم فاروق اعظم رضی اللہ عنہ شیعہ کو اس قدر ناگوار گزرا کہ انہوں نے اس دروازے کے نیچے سے گزرنے سے انکار کر دیا اور اس بات پر بضد ہو گئے کہ جب تک اس دروازہ پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام لکھا رہے گا ہم اس کے نیچے سے نہ خود گزریں گے اور نہ ہی ہمارا جلوس گزرے گا۔ بات تو تکار سے جھگڑے اور لڑائی تک پہنچ گئی۔ حکومت اور انتظامیہ نے دھونس اور دھاندلی سے اور شیعہ نے اپنی پوری قوت سے مدافعت کی۔ کسی شیعہ نے رات کی تاریکی میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی مٹا دیا۔ اس پر پورا شہر مضطرب ہو گیا اور سنی نوجوانوں نے نہایت جرأت اور بہادری سے پھر سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا دروازے پر نام لکھ دیا۔ تحریک باب عمر رضی اللہ عنہ پورے ملک میں پھیل گئی۔

جس دروازے پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا نام لکھا گیا تھا اس کا نام ہمیشہ ہمیشہ کے لئے باب عمر رضی اللہ عنہ رکھ دیا گیا جھنگ کے شہریوں نے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے ۱۲۔ ربیع الاول کو سیرت کانفرنس کی داغ بیل ڈال دی شیعہ وڈیروں کو یہ بات بھی پسند نہ آئی اور انہوں نے ان حضرات کو راستے سے ہٹانے کی تدبیریں کرنا شروع کر دیں جو تحریک باب عمر رضی اللہ عنہ میں پیش پیش تھے۔

مولانا شیریں کو شیعہ نے قتل کر دیا!

تحریک باب عمرؓ میں جھنگ صدر اور جھنگ شہر کے علمائے کرام نے نہایت بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ مولانا مفتی عبد الحلیم، مولانا یٰسین صاحب، مولانا اسد اللہ قاسمی صاحب، مولانا غلام سید غلام مصطفےٰ شاہ صاحب پیش پیش تھے۔ شیعہ نے ضلع جھنگ کے مختلف مقامات پر جس غنڈہ گردی اور سفاکی کا مظاہرہ کیا تھا اسی درندگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مسجد تقویٰ جھنگ کے خطیب مولانا شیریں کو نہایت بے دردی اور درندگی سے شہید کر دیا۔ جس کی وجہ سے پورے علاقے میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی اور نہ صرف جھنگ بلکہ مولانا شیریں کی شہادت پر پورا ملک سوگوار ہو گیا..... پورے ملک میں احتجاج ہوا۔

حکیم صدیق کی شہادت

باب عمرؓ کی تحریک کو چلانے اور زندہ رکھنے میں جھنگ شہر کے حکیم محمد صدیق ایک فعال کردار ادا کر رہے تھے.....

مولانا شیریں شہیدؒ کے کیس کی پیروی کرتے وکلاء کی تیاری کراتے اور اس طرح اہل سنت کی نظریاتی سرپرستی فرماتے۔ شیعہ اپنے سیاسی مستقبل کو تاریک دیکھ رہے تھے اس لئے شیعہ وڈیروں نے اپنے پالتو غنڈوں کے ہاتھوں رات کی تاریکی میں حکیم محمد صدیق کو نہایت سفاکی اور درندگی سے قتل کرادیا۔

سنی دردمند اور مخلص و جانثار شخصیت کے قتل سے جھنگ شہر اور ملک وسوگوار ہوگیا۔ احتجاج ہوئے اور تحریک چلی۔ مگر شیعہ وڈیرہ شاہی جو ضلع جھنگ کے اصلی اور حقیقی حکمران ہیں، انہوں نے حکیم محمد صدیق کے مقدمہ کو اپنی سیاسی قوت سے برباد کردیا اور یوں حکیم صاحب کا قتل بھی ایک قصۂ پارینہ بن گیا۔

المیہ فاروق نگر (گڑھ مہاراجہ)

گڑھ مہاراجہ (فاروق نگر) ضلع جھنگ کا مشہور ترین قصبہ ہے۔ جس کی آبادی تقریباً دس ہزار کے لگ بھگ ہے۔ جس میں نسبتاً ۴۰۔ فی صد شیعہ اور ۶۰ فیصد اہل سنت ہیں جب کہ شیعہ مسلک اکثر زمیندار طبقہ ہے لیکن سنی غریب اور متوسط طبقہ ہے۔

شیعہ زمیندار خصوصاً گڑھ مہاراجہ کا ایک خاندان اپنی شہرت اور مقامی انتظامیہ کو مرعوب کر کے اپنے جائز اور ناجائز کام کروانے کے لئے مذہب کی آڑ میں فرقہ وارانہ فساد کراتے ہیں۔ جن کا طریقہ کار یہ ہے کہ پیشہ ور مولوی ذاکر، سوزی وغیرہ بلوا کر دین محمدی کے خلاف تقاریر جن میں صحابہ کرام اور ازواج مطہرات کے متعلق غلیظ الفاظ اور غلیظ پروپیگنڈہ کر کے مذہبی منافرت پھیلاتے ہیں اور نت نئے دن عجیب شعبدہ بازی کو عبادت کا نام دے کر سرعام بازاروں، گلیوں، کوچوں، چوکوں اور سڑکوں پر رکاوٹ بن کر کھڑے ہوجاتے ہیں۔ یعنی سینہ کوبی، سنگلیوں، چھریوں، تلواروں، اور بلیڈوں کے ساتھ ماتم کرتے ہیں اور انہی علاقوں میں سرعام نئے نئے فیشن کے ساتھ ماتمی جلوس لے کر چلتے ہیں۔

۲۶ نومبر ۱۹۸۲ء بمطابق ۹ رصفر بروز جمعہ صبح اہل تشیع نے اپنے سوچے سمجھے پروگرام کے تحت اہل سنت کی مرکزی جامع مسجد کے سامنے سے ایک جلوس گزارنے کے لئے اور مسجد کے سامنے دروازے پر اہل سنت کے جذبات مجروح کرنے کے لئے سنگلی، برچھیوں، چھریوں کا ماتم کیا اور اس کے سامنے صحابہ کرام کے خلاف نعرہ بازی کی۔ اسی سلسلہ میں دو ایرانی تربیت یافتہ علی اور نجی اور آقائے یمانی نے پہلے اس جگہ کا دورہ کیا۔ پھر پتن بازار جو کہ مرکزی مسجد کے دروازے کے سامنے ہے۔ ایک غیر قانونی جلوس لے کر چل پڑے اور اہل سنت کے احتجاج پر انتظامیہ اور اہل تشیع میں لاٹھی چارج اور پتھراؤ ہوا۔

اس موقع کی آڑ میں مسلح تخریب کاروں نے اپنے پروگرام کے تحت اہل سنت کے مکانات و دکانات کو آگ لگانا شروع کردی۔ جس کے سلسلہ میں تقریباً سنیوں کا بیس لاکھ روپے کا نقصان ہوا اور سینکڑوں سنی گھروں اور دوکانوں میں (مرد، عورتیں، بچے) زخمی ہوئے۔

ان تخریب کاروں نے سنیوں کی جامع مسجد میں ہلہ بول دیا۔ جوتوں سمیت اندر داخل ہوگئے۔ مسجد کے نلکے، ٹونٹیں، اور لاؤڈ سپیکر وغیرہ کو توڑ پھوڑ دیا اور مسجد میں پڑے ہوئے قرآن مجید اٹھا کر باہر جلتی آگ میں پھینک دیے اور شہر میں

ایک گھنٹہ سنیوں کی املاک سے آتشی اسلحہ، تیل چھڑکنے والی پچکاریاں، ہتھوڑے، برچھیاں لے کر ہولی کھیلتے رہے۔ آگ بجھانے کیلئے جھنگ سے فائر بریگیڈ کی گاڑی آئی۔ اس کو شہر میں داخل نہ ہونے دیا۔ اس طرح یہ تخریب کار ہولی کھیل کر اپنے مرکزی جلوس کی جگہ اکٹھے ہوئے اور اعلانات کئے کہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، عثمان اور حضرت عائشہ صدیقہ کے ماننے والوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا گیا ہے اور ان پر غلیظ بکواسات کے ساتھ ساتھ خمینی زندہ باد اور خمینی انقلاب زندہ باد کے نعرے بلند کرتے رہے۔

قرآن پاک کا نذر آتش کرنا

جب یہ تخریب کار آتش زنی میں مشغول تھے تو ایک حکیم صاحب کی دوکان کو آگ لگا رہے تھے۔ ان کو بتایا گیا کہ تلاوت کے لئے قرآن مجید پڑا ہے، وہ اٹھا لینے دو تو اس کے سر پر ڈنڈا مارا اور بے ہوش کر دیا گیا اور قرآن مجید آگ میں جل گیا۔ اس طرح اہل سنت کی مرکزی جامع مسجد کے سامنے ایک قاعدے، سپارے، قرآن مجید و دیگر سامان بیچنے والا کھوکھا تھا، اس کو بھی آگ لگائی گئی اور کھوکھے والے کے احتجاج پر کہ خدا کے لئے اس میں قرآن مجید اور سپارے ہیں، ان کو آگ نہ لگائیں، اس پر اس کو زدوکوب کیا اور کہا کہ یہ قرآن شرابیوں کے ہیں اہل بیت کے نہیں ہیں ان کو جلا دینا ہی اچھا ہے۔ اس طرح مسجد سے اٹھائے ہوئے قرآن مجید بھی کھوکھے کی آگ میں پھینک دیئے اور خمینی انقلاب کے نعرے لگاتے ہوئے آگے نکل گئے۔

مسجد کی بے حرمتی

اہل سنت کی مرکزی جامع مسجد مین بازار میں واقع ہے اس کا بڑا دروازہ پتن بازار کے سامنے ہے، دروازے کے آگے کھلا چوک ہے جہاں کہ اہل تشیع کا اپنے پروگرام کے مطابق ماتم ذوالجناح، جلوس اور صحابہ کرام کے خلاف غلیظ بکواسات کرنے کا پروگرام تھا۔ لیکن انتظامیہ کے ساتھ تصادم ہونے کے باعث پروگرام پایۂ تکمیل کو نہ پہنچا۔ بلکہ سنی املاک کو آتش زنی کرتے رہے۔ اس کے علاوہ بمعہ جوتے مسجد میں داخل ہو گئے اور سنیوں کی مسجد کی اشیاء مثلاً پنکھے، بلب، ٹیوبز، وغیرہ کی توڑ پھوڑ کی۔ مسجد کی الماری توڑ کر لاؤڈ سپیکر کو توڑا پھوڑا، مائیک اور ایمپلی فائر اٹھا کر لے گئے، الماریوں میں پڑے ہوئے بوسیدہ اوراق دور دور اٹھا کر پھینکے، ہلڑ بازی کی اور کچھ قرآن مجید غلافوں سے پکڑ کر مسجد سے باہر کھوکھے والی آگ میں پھینکے اور خمینی انقلاب زندہ باد کے نعرے لگاتے رہے۔

تحفظ ناموس صحابہ کمیٹی جھنگ

۱۹۸۳ء کے شروع میں شیعہ سنی اختلافات عروج پر تھے اور شہر میں شیعہ جارحیت نے بڑی کشیدگی پیدا کر دی تھی۔ ان دنوں اہل سنت کے ہر سہ مکاتب فکر کے مسائل کے حل اور مشترکہ لائحہ عمل تیار کرنے کے لئے مشترکہ اجلاس ہوتے تھے۔ بالآخر ایک بھرپور نمائندہ اجلاس میں ایک ایکشن کمیٹی تشکیل دینے کی تجویز پاس ہوئی۔ تاکہ بار بار کے تمام حضرات کو بلانے

اور پھر ایک جگہ سب کے موجود ہونے کی مشکلات سے نجات ہو سکے۔ حسب مشورہ ہر مکتب فکر کے دو نمائندے لئے گئے.....

اور تحفظ ناموس صحابہ کمیٹی نام تجویز ہوا اور تمام امور متعلقہ مثل جلسہ وجلوس، ہڑتال کی اپیل یا انتظامیہ سے مذاکرات وغیرہ اس کمیٹی کے فیصلہ سے سرانجام پانے لگے۔ جس سے مسائل کے حل میں بڑی آسانی پیدا ہوگئی۔ اس کمیٹی نے بڑا نام پیدا کیا اور کام بھی خوب کیا۔

اہل حدیث کی طرف سے معروف عالم دین مولانا عبدالعلیم یزدانی اور مولانا بہادر علی سیف تھے، دیوبندیہ کے مولانا حق نواز شہیدؒ اور مولانا سید صادق حسین شاہ شہیدؒ مہتمم مدرسۃ العلوم الشرعیہ اور بریلویہ کی طرف سے مولانا محمد انور صاحب چیمہ اور قاری محمد طیب نمائندہ منتخب ہوئے۔

کمیٹی کے زیر اہتمام جلسوں اور جلوسوں میں حاضری مثالی ہوتی تھی اور عوام کے مسائل بھی بطریق احسن حل ہو جاتے رہے۔ یہ اتحاد بڑا خوش آئندہ اور مفید تھا اور اس کے اثرات بڑے دوررس مرتب ہوئے۔

اس کمیٹی نے اہلسنت والجماعت کے حقوق کی پاسداری میں اہم موقعوں پر بڑا عمدہ کردار ادا کیا۔ ماتمی جلوسوں اور امام بارگاہوں میں سب بازی یا صحابہ کرام کی توہین سے رافضیہ زبردست محتاط ہو گئے اور ان پر رعب سا چھا گیا تھا۔

تقریباً اڑھائی تین سال تک اس کمیٹی نے کام کیا پھر بریلویہ کے مؤخر الذکر صاحب اپنی سرشت سے مجبور ہو کر غلط ڈگر پہ چل نکلے۔ تفہیم کی کوشش کے باوجود اپنے پس منظر کے دباؤ سے مجبور رہے اور عوام کے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی ان کے ٹوٹنے کے باوجود یہ پانچ رکنی کمیٹی اسی نام سے کچھ عرصہ چلی اور پھر "شیعہ سنی بھائی بھائی اور وہابی قوم کیتھوں آئی" کے نعرے میں دب گئی۔

.....☆.....

ادھر حکومتی انتظامی حلقوں اور افسر شاہی نے بھی اس اتحاد کے پارہ پارہ ہونے کے بعد سنیوں پر مظالم ڈھانے شروع کر دیے، چنانچہ مولانا حق نواز کی تقریروں کا سختی سے نوٹس لیا جانے لگا اور اس کے متعلق وہی طریقے دہرائے جانے لگے جو ہر دور میں علمائے حق کے خلاف دہرائے جاتے رہے ہیں۔

دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ

جونہی کسی مقام پر مولانا حق نواز کی تقریر کا اعلان ہوتا یا کسی جلسہ عام کا اعلان کیا جاتا تو ضلعی افسران فوراً دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ کر دیتے مولانا حق نواز شہیدؒ نے اس دفعہ ۱۴۴ کو شکست دینے کی ٹھان لی اور فیصلہ کیا کہ دفعہ ۱۴۴ کے باوجود جلسے کئے جائیں اور دفعہ ۱۴۴ کی دھجیاں فضائے آسمانی میں بکھیر دی جائیں جب لیڈر جرأت و بہادری کا پیکر ہو تو عوام بھی اس پر پروانہ وار فدا ہوتے ہیں۔ چنانچہ عوام نے مولانا کے اس جرأت مندانہ فیصلہ کا ساتھ دیا اور انتظامیہ نے اگر ۱۴۴ کا سہارا لے کر مولانا حق نواز کے تبلیغی جہاد کو روکنے کی کوشش کی تو نوجوانوں نے سر عام کانفرنسوں کا انعقاد کر کے دفعہ ۱۴۴ کے پرخچے اڑا دیے اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کو یہ باور کرا دیا کہ اصحاب رسول کے تحفظ اور ان کی عظمتوں کو عام کرنے کے لئے کسی قانونی رکاوٹ کو برداشت نہیں کیا جائے گا.....

CamScanner

.....☆.....

پرانا نسخہ آزمایا گیا کہ مولانا حق نواز جس ضلع کا رخ کرتے تو وہاں ان کا داخلہ بند کر دیا جاتا اور اس کے لئے یوں کیا جاتا کہ جونہی ضلعی انتظامیہ کو مولانا حق نواز کے متعلق خبر ملتی کہ وہ کسی شہر میں تقریر کرنے کے لئے تشریف لا رہے ہیں تو ضلعی انتظامیہ فوراً اس ضلع میں مولانا کے داخلہ پر پابندی لگا دیتی اور مولانا سے اس آرڈر پر تعمیل کرانے کے لئے پولیس ٹیمیں بنا دی جاتیں جو اپنی روایتی کوششوں سے مولانا حق نواز سے تعمیل کرا لیتیں۔ اس طرح اہلسنت کے تبلیغی اجتماع کو ختم کر دیا جاتا۔ جس میں یاران رسولؐ اور اہل بیت کی عظمت بیان ہوتی تھی۔ اور ہزاروں لوگوں کو صحابہ کرام کی مقدس اور ایمان افروز سیرت سے اپنے ایمان کو حلاوت بخشتا تھی۔

اس طرح اگرچہ وقتی طور پر اہل سنت کا جلسہ یا اجتماع ضرور ختم کر دیا جاتا مگر اس کے ردعمل کے طور پر صوبائی انتظامیہ، ڈویژنل انتظامیہ، ضلعی انتظامیہ اور مقامی انتظامیہ کے خلاف اس قدر زبردست اشتعال اور نفرت پیدا ہوتی کہ شاید جلسہ ہونے پر یوں ردعمل سامنے نہ آتا..... جو ردعمل جلسہ نہ ہونے پر علاقے بھر میں اشتعال اور نفرت کی شکل میں سامنے آیا۔

.....☆.....

نوکر شاہی نے دفعہ ۱۴۴ کا ہتھیار استعمال کیا تو مولانا حق نواز شہیدؒ کے اخلاص نے انہیں سنی نوجوانوں کا ایسا حلقہ عطا فرما دیا جن کے تعاون اور ساتھ نے دفعہ ۱۴۴ کا ہتھیار بیکار کر دیا اور پورے ملک میں دفعہ ۱۴۴ کے نفاذ کے باوجود اصحاب رسول کی عظمت اور رفعت کا تذکرہ عام ہو گیا۔ اجتماعات اور کانفرنسوں کا جال بچھ گیا اور پورا ملک صحابہ کرام کے ذکر سے گونج اٹھا۔ اصحاب رسول کے دشمنوں کی نیندیں حرام ہو گئیں۔ حکومتوں کی سرپرستی میں پھلنے اور پھولنے والے افکار و عقائد دبک گئے ..... دھیمے پڑنے لگے ..... چہروں پر افسردگی آ گئی ..... دلائل کا زور ٹوٹنے لگا ..... حکمرانوں کی ساحرانہ تدبیریں ایک ایک کر کے ناکام ہونے لگیں اور سبائیت کے محلات میں زلزلہ برپا ہونے لگا ..... یہودی لابی بے بس ہو گئی ..... قاتلان حسینؓ کے روحانی فرزندان افسردہ افسردہ نظر آنے لگے۔

.....☆.....

مولانا حق نواز نے ''داخلہ بندی'' کے ہتھیار کو بھی غیر مؤثر بنانے کا فیصلہ کر لیا اور طے کر لیا کہ جس ضلع میں داخلہ بند ہو گا وہاں ڈپٹی کمشنر کے اس حکم کو نہیں مانا جائے گا اس پر انہوں نے استدلال یہ قائم کیا کہ چونکہ اصحاب رسول اور قرآن و سنت کی بات کرنا ..... دین اسلام کی تبلیغ کرنا مسلمانوں کے فرائض میں شامل ہے کسی حکمران کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اسلام اور قرآن و سنت کی تبلیغ پر پابندی لگائے۔ یہ پابندی خلاف اسلام حرکت ہے۔ دین کے خلاف سازش ہے اور پاکستان جیسی مملکت کے بنیادی اور اساسی نظریے کے خلاف ہے۔ اس لئے کسی حکمران کو اس کی اجازت نہیں دی جا سکتی کہ وہ اسلامی اور مذہبی عقائد میں مداخلت کر کے اسلام کے احکامات سے انحراف کرے۔ لہٰذا اس قسم کا حکم غیر اسلامی ہونے کی وجہ سے ناقابل قبول ہے۔ چنانچہ مولانا حق نواز نے ضلع میں داخلے کی پابندی کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

.....☆.....

CamScanner

علامہ جھنگویؒ کا موقف

مولانا جھنگویؒ کا موقف کیا تھا جب تک اس نقطے کو بغور سمجھ نہ لیا جائے، بات کی تہ تک پہنچنا ممکن نہیں۔

مولانا چاہتے تھے شیعہ مسلم فرقہ نہیں۔ اسے پاکستان میں قادیانیوں کی طرح غیر مسلم اقلیت قرار دیا جانا چاہئے۔ مولانا کی سیاست کا مقصد بھی یہی تھا اور تحریک کا بھی اور ملک میں مذہبی اتحاد "سنی مجلس عمل" قائم کرنے کا داعیہ بھی یہی تھا، وہ صرف اور صرف سنی اتحاد چاہتے تھے۔ مولانا چاہتے تھے کہ یا تو قومی اسمبلی میں بل پیش ہو یا عدالت عالیہ میں مسئلہ اٹھے اور میرا موقف مبرہن ہو اور شیعہ غیر مسلم اقلیت قرار پائیں، وہ چاہتے تھے کہ جس طرح ایران میں سنی آبادی چالیس فیصد ہونے کے باوجود اقلیت اور ایک گونا مظلومیت کی زندگی بسر کر رہی ہے، یہاں کم از کم اتنا ہو کہ ہمیں اپنا جائز مقام حاصل ہو، ہمارا اعلیٰ تعلیم یافتہ سنی نوجوان فٹ پاتھ پر نے روزگاری کے ہاتھوں مارا مارا پھرتا ہے اور شیعہ کی سازشوں سے ان پڑھ شیعہ نوجوان بھی ملازمت کر رہا ہے، سنیوں کے ساتھ یہ کھلی بے انصافی ہو رہی ہے اور وہ بھی اپنے وطن میں اور اپنی اکثریت کے باوصف! جیسا کہ افریقہ میں گوری چمڑی والی اقلیت کالوں کی واضح اکثریت پر حکمرانی کر رہی ہے۔ یہ ظلم نہیں تو اور کیا ہے؟

مولانا کا موقف تھا کہ پاکستان کو سنی سٹیٹ قرار دیا جانا چاہئے جیسا کہ ایران کو شیعہ سٹیٹ قرار دیا گیا ہے۔ نیز مردم شماری شیعہ سنی بنیاد پر کرا کر شیعوں کے اس دعوے کی بھی قلعی کھول دی جائے کہ ہم پاکستان میں دو کروڑ ہیں..... فرماتے، میں اٹک کے طول و عرض میں گھوما پھرا ہوں، شیعہ کی آبادی مجموعی طور پر اسی لاکھ سے زیادہ نہیں بشمول تمام فرقے (اسماعیلیہ، آغا خانیہ، زیدیہ اور اثنا عشریہ وغیرہ) اسی طرح مولانا اسمبلیوں میں اور اعلیٰ عہدوں پر شیعوں کا کوٹہ مقرر کرنے کے خواہش مند تھے۔

سنی ریاست (سٹیٹ) قرار پانے کی صورت میں وزارت عظمیٰ، وزارت علیٰ سپریم کورٹ کا جج، ہائی کورٹ کے چیف جسٹس اور فوج کی سپریم کمان صرف سنی کے پاس ہو سکے، باقی اعلیٰ ملازمتوں میں کوٹہ سسٹم.....

مولانا کا ہمیشہ مطالبہ رہا کہ شیعہ کے ماتمی جلوس ان کی عبادت گاہوں اور امام باڑوں تک محدود ہونے چاہئیں۔ یہ تو ہماری سڑکوں، گلیوں، بازاروں میں تبرا کرتے پھریں اور ہمارا سنی بھائی سرکاری دباؤ کے تحت یا ڈر کے مارے یا بے غیرتی سے اپنی دکان اور کاروبار معطل کئے ہوئے ہو، اس پر بس نہیں، بعض مقامات پر تعزیہ کے راستے پہ پانی چھڑکا کر اور سبیلیں لگا کر شیعہ کو مزید حوصلہ دیا جاتا ہے تو پھر..... فرماتے تف ہے ان سنی کہلانے والوں پر جو شیعہ کے تعزیے دیکھنے جاتے ہیں اور ان کی مجالس کی رونق بڑھاتے ہیں۔ بعض اپنی جہالت اور نادانی کے باعث تعزیہ (بت خانہ) کو کندھا دیتے ہیں اور اس شرک کو باعث ثواب سمجھتے ہیں۔

مولانا فرماتے..... یہ کیسی عبادت ہے جو ہمارے دروازوں اور کوچہ و بازار میں ادا ہو رہی ہے جس میں ہمارے ایمانوں پر حملہ کیا جاتا ہے۔ مسلمانوں کی مقدس ہستیوں پر تبرا کر کے مسلمانوں کی دل آزاری کی جاتی ہے۔

فرماتے، ملک میں ہر سال محرم الحرام میں امن و امان کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے، ملک کی انتظامی مشینری محرم کے دس بارہ

دن تقریباً معطل ہو کر رہ جاتی ہے، اس کا کام صرف شیعہ کے جلوس نکلوانا، ان کا حفاظت کرنا، بجلی کی تاریں ہٹانا، پانی چھڑکوانا وغیرہ امور ہو کر رہ جاتا ہے۔ ایران کے دارالحکومت تہران میں سنی مسلمانوں کو آج تک ایک مسجد کی تعمیر کی اجازت نہیں دی گئی، وہ عیدین کی نمازیں اپنے سفارت خانوں کے لانوں میں ادا کرتے ہیں یا پھر سرے سے ہی نہیں کر سکتے۔ سنیوں کی اتنی بڑی آبادی کے باوجود مجھے ایران میں ان کیھ کسی احتجاج، جلوس، جلسہ یا کھلی تقریب منانے کا ثبوت مہیا نہیں کیا جا سکتا۔

مولانا جھنگویؒ کا مطالبہ تھا کہ ایمان کی اساس کلمہ طیبہ ہے اور قرآن کریم کی تحریف وہ کرتے ہیں ایسے ہیں صحابہ کرام پر تبرّا بازی بدترین جرم ہے، اسے قانوناً سخت ترین جرم قرار دیا جائے اور اس سلسلہ میں آئے دن جو شیعہ کتابیں پمفلٹ وغیرہ شائع ہو رہے ہیں، ان پر پابندی لگائی جانی چاہیے، بصورت دیگر ضبط کر لی جائے اس سلسلہ میں قانون میں کسی قسم کی کوئی گنجائش یا لچک نہیں ہونی چاہئے۔

سوچئے تو ہمارے ہاں قائداعظم، لیاقت علی، علامہ اقبالؒ یا پاکستان کی توہین کو جرم قرار دیا گیا ہے اور اس کی سزا بھی موجود ہے، اور ایسی حرکت کے مرتکب کو ہر طرف سے لعن طعن بھی ہوتی ہے اور الزام بھی دیے جاتے ہیں مگر مقدسین امت کی ذوات قدسیہ کے سلسلہ میں اتنا بھی نہیں ہے۔ پاکستانی پرچم کے لئے کھڑے ہو کر احترام بجالانے کی روایت قائم ہے مگر محمدی پرچم کی توہین ہوتی ہو، نبوی امانت قرآن کریم کی توہین ہو، روضۂ اقدس نبوی کے ہم نشینوں کی توہین ہو، روضہ مکرم کو گرانے، اکھیڑنے اور حضرات شیخینؓ کے اجساد مطہرہ کو نکال پھینکنے (لا فعل اللہ ذالک) کی تحریریں لکھی جائیں اور چھپیں اس پر نہ ہمارا سنی مسلمان اور نہ ہی حکمران ٹس سے مس ہو۔

جب کبھی مولانا کا روئے سخن پولیس کی پکڑ دھکڑ اور دفعہ ۱۴۴ کی خلاف ورزی کی بنا پر کارکنوں یا غیور مسلمانوں پر مقدمات کی طرف ہوتا تو آپ کا لب ولہجہ قدرتی طور پر سخت ہو جاتا اور غیض وغضب کی بجلیاں گراتے، فرماتے کہ تم چاہتے ہو کہ ہم تمہاری انگریز کی موروثی دفعہ ۱۴۴ کا احترام کریں، تمہارا حکم نامہ آئے ..... تعظیم بجالائیں اور بلا چون وچرا تمہارے اشارے پر ناچیں..... تھرکیں.....

اس کے برعکس تمہاری آنکھوں کے سامنے امام باڑوں، امام بارگاہوں اور بازاروں میں امت کی مقدس ترین جماعت صحابہ کرامؓ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی توہین ہو، سب بازی کی جائے، بلوائیوں کے ہاتھوں ان کی قباء عظمت تار تار ہو.....! نہ تمہاری دفعہ ۱۴۴ حرکت میں آئے نہ تمہاری غیرت ایمانی جاگے۔

اور اگر میرے غیرت مند سنی نوجوان کا احساس کسی اقدام پر آمادہ کر دے تو تمہارے وہ سب قوانین اور اس کے علاوہ بھی دفعات حرکت میں آجاتی ہیں.....! تمہاری باسی کڑھی میں ابال آجاتا ہے، کیوں؟ یہی وجہ ہے کہ مولانا جھنگویؒ کے کسی علاقے کے دورے کی خبر سے ہی بدباطن انتظامیہ کا سانس پھول جاتا اور دم گھٹنے لگتا اور حواس باختہ ہو کر پابندیوں اور رکاوٹوں کی فکر میں لگ جاتے، تاہم ان کی سراسیمگی کا علاج مولانا خود آکر تجویز فرماتے کہ تم اپنا رویہ درست کر لو، میرا کچھ مطالبہ ہی نہیں، تم ہمارے بھائی ہو، ہمارے حکمران ہو، ہمارے ہو ہم رعایا ہیں۔ فرماتے میں نہیں کہتا شیعہ نہ رہے، انہیں ختم

کردو یا انہیں ہلاک کردو یا انہیں جلاوطن کردو یا کسی کا مکان یا دکان بھسم کردو، نہیں میں تخریب کار نہیں، سنی مسلمان ہوں، گھیراؤ، جلاؤ نہ میرا مذہب ہے نہ میری سیاست۔ میرا ان میں سے ایک بھی مطالبہ نہیں۔

میرا مطالبہ صرف یہ ہے کہ حق دار کو اس کا حق دو، ظلم کا ہاتھ روکو، شیعہ پر نوازشوں کی روش اور شیعوں کی ناز برداریوں کا شیوہ چھوڑ دو، اگر تم میں مذہب کی حمیت وحمایت کا یارا نہیں تو انصاف وعدل کو تو ہاتھ سے نہ جانے دو۔ اور اگر تم اپنی افسری کے زعم میں کوئی بات بھی ماننے کے لئے تیار نہیں ہو گے تو میری تم سے جنگ ہے اور یہ لڑائی اس وقت تک جاری رہے گی جب تک تم اپنا رویہ درست نہ کرلو، تم ہم سے اپنے احکامات منواؤ اور خود تم اللہ رسول کے احکامات کی پرواہ نہ کرو اور قانون، اخلاق اور رسمی اصولوں کے پابند بھی نہ ہو۔ گویا ہم انسان نہیں چوپائے اور کیڑے مکوڑے ہیں کہ جس طرف چاہو ہانک لو مارو، جو چاہو سو کرو!

یہی وجہ ہے، قانون پسند شریف انتظامیہ کے لئے مولانا کا کسی علاقے کا دورہ کوئی مسئلہ نہ ہوتا۔ آپ پورے ملک میں گئے، آئے مگر شیعہ جاگیرداروں کے ڈیروں پر عیاشی میں شریک ہونے والے یا رشوت اور مرغ مسلم اور بھنے ہوئے بٹیر پہ ضمیر کا سودا کرنے والے یا ان کے سیاسی اثر رسوخ سے دب جانے والی نااہل انتظامیہ آپ کی آمد سے پہلے ہی بلبلا اٹھتی اور اپنی احمقانہ حرکتوں سے امن وامان کا مسئلہ پیدا کرلیتی تھی اور اس کے بعد جو مسائل کا ایک لگاتار سلسلہ چل نکلتا۔ پھر ایسے نا اہلوں کے بس میں ان کا تدارک نہیں ہوتا تھا۔

پھر وہ خود کردہ گناہ کا علاج عوام پر پابندیاں، دفعہ ۱۴۴ اور کرفیو لگا کر کرتے جو خود ایک بیمار ذہن کی عکاسی کرتا ہے۔ عوام جس علاقے کے سرکش تمن داروں، خوانین یا جاگیرداروں یا نااہل انتظامیہ سے حد سے زیادہ نالاں ہو جاتے تو ان کی زبردست خواہش ہوتی کہ مولانا کا یہاں کا دورہ ہو اور کچھ اصلاح احوال ہو یا کم از کم ان کم بختوں کی گوشمالی ہو اور کوئی تو ان کو جھنجوڑنے والا ہو۔

.....☆.....

حق نواز..... خمینیت کے مقابل

یہ وہ دن تھے جب ایران میں فروری ۱۹۷۹ء کو برپا ہونے والے شیعی انقلاب کے اثرات پاکستان میں نمایاں طور پر واضح ہو چکے تھے۔ بانیء انقلاب آیت اللہ خمینی نے اپنے چہرے سے نقاب اتار پھینکا، اور اپنی ایمان سوز تحریروں اور تقریروں کے ذریعے ہمسایہ ممالک میں بالخصوص اور پوری اسلامی دنیا میں اپنے انقلاب کی توسیع اور برآمدگی کے ساتھ حرمین شریفین پر قبضے کے کواب دیکھ رہا تھا۔ پاکستان کے شیعہ راہنماؤں کے علاوہ دیوبندی بریلوی، اہل حدیث..... غرض تمام مسالک کے علماء ایران کی انقلابی حکومت کی دعوت پر بار بار ایران آجا رہے تھے۔ انقلاب کے بعد کی چند مخصوص اصلاحات سے روشناس کرانے کے علاوہ انہیں انقلابی راہنماؤں کے پرفریب لیکچر سنا سنا کر ان کے دلوں میں اپنی ہمدردی پیدا کرنے اور ان کے ذریعے پاکستان میں اپنے مقاصد حاصل کرنے کے منصوبے پر ایرانی حکومت بے دریغ دولت لٹا رہی تھی۔

CamScanner

نتیجتاً پاکستان کے دین دار لوگوں نے ''پیٹ کھائے اور آنکھ شرمائے'' کے عجیب وغریب مظاہرے ملاحظہ کئے، ایرانی دولت کی چاٹ کھا کر واپس آنے والے علمائے کرام نے ایرانی انقلاب کے بانی آیت اللہ خمینی اور دیگر راہنماؤں کی تعریف وتوصیف میں زمین وآسمان کے قلابے ملائے اور اپنے حلقۂ اثر میں ایرانی انقلاب کو خالص اسلامی انقلاب باور کراتے ہوئے اسے تمام اسلامی دنیا کی اوّلین ضرورت قرار دیا۔ نیز بقول مولانا محمد منظور نعمانیؒ:

''برصغیر ہند وپاکستان اور بنگلہ دیش میں ایک ایسی نیم دینی ونیم سیاسی جماعت کے زعماء اور اکابر کی طرف سے جس کو اس جماعت سے تعلق رکھنے والے دین کامل کی واحد علمبردار جماعت سمجھتے ہیں اپنے نشر واشاعت کے وسیع ذرائع سے ایرانی انقلاب کے خالص اسلامی انقلاب اور اس کے قائد روح اللہ خمینی کے ملت اسلامیہ کے مثالی رہنما اور امام المسلمین ہونے کے بارے میں ایسا پروپیگنڈہ کیا گیا کہ پورے برصغیر کی فضا اس پروپیگنڈے سے گونجنے لگی اور خاص کر کالجوں، اسکولوں میں تعلیم پانے والے جذباتی نوجوانوں کی بہت بڑی تعداد نے پوری طرح اس کو قبول کرلیا بلکہ حق یہ ہے کہ وہ اس میدان میں اس جماعت کے ان اکابر وزعماء سے بھی بہت آگے نکل گئے اور خمینی صاحب کے گویا نقیب اور ان کے لشکر کے گویا سپاہی بن گئے۔ جب نوبت یہاں تک پہنچی، تو پاکستان کے حق پرست دینی حلقوں میں اضطراب پھیل گیا، اس دوران خمینی صاحب کی تصانیف کے مطالعہ سے یہ بات بھی واضح طور پر سامنے آگئی کہ وہ سخت متعصب، غالی شیعہ ہیں، انہوں نے خلفاء ثلاثہ (سیدنا صدیق اکبر، فاروق اعظم، حضرت عثمان) اور ان کے رفقاء سابقین اوّلین کو (باستثناء حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ) کافر ومنافق لکھا ہے۔ نیز یہ کہ رسول اللہ کی حیات میں اور اس کے بعد بھی کافر ومنافق ہی رہے۔ انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ ہمارے بارہ اماموں کا وہ مقام ودرجہ ہے جہاں تک کسی مقرب فرشتے اور کسی نبی ورسول کی رسائی نہیں۔

خاص کر ان کی کتاب، ''الحکومۃ الاسلامیہ'' کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ وہ اپنے کو بارہویں امام معصوم (امام غائب) کا قائم مقام قرار دینے کی بنیاد پر امت کے انتظامی معاملات میں ان تمام اختیارات کا مالک کہتے ہیں جو امت کے بارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل تھے۔ اور اس حیثیت اور اس منصب کی بنیاد پر وہ عالم اسلامی اور خاص کر حرمین شریفین پر قبضہ کی کوشش کریں گے''۔

سنت اللہ بھی یہی ہے کہ جب ظلم حد سے بڑھ جاتا ہے، یا بالفاظ دیگر جب فرعونیت اپنے نکتہ عروج تک پہنچ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے کسی حق پرست بندے کو موسیٰ بنا کر اس کے سامنے لا کھڑا کرتے ہیں۔ چنانچہ یہاں بھی قانون قدرت حرکت میں آیا، اور جھنگ جیسے پسماندہ ضلع کے محلہ پپلیاں والہ کی مسجد کے خطیب مولانا حق نواز نے خمینی ازم کے خلاف اعلان جہاد

کر دیا۔ مولانا حق نواز نے اپنے چند نوجوان معتقدین کو ہمراہ لے کر ۶ ستمبر ۱۹۸۵ء کو انجمن سپاہ صحابہ کی بنیاد رکھی اور ایک وسیع پروگرام کے تحت تکفیر شیعیت پر چودہ سو سالہ امت کے راہنماؤں کے فتاویٰ جات کو بر سر عام منبر و محراب کے ذریعے بیان کرنا شروع کیا۔ پہلے پہل یہ آواز محلہ پپلیانوالہ کی مسجد کے محراب سے بلند ہوئی اور گلی محلوں سے ہوتے ہوئے آہستہ آہستہ شہری سطح پر اور پھر ضلع بھر میں گونجنے لگی۔ تب مولانا حق نوازؒ نے علماء اہل سنت کی مکمل تائید و حمایت حاصل کرنے اور اپنے موقف کو ملک بھر میں پھیلانے کیلئے جھنگ میں آل پاکستان ناموس صحابہؓ کانفرنس منعقد کرنے کا اعلان کیا۔ مولانا کی قائم کردہ سپاہ صحابہؓ نے آگے بڑھ کر اس کانفرنس کے انتظامات سنبھالے اور یوں فروری ۱۹۸۶ء کو جھنگ کے محلہ چندانوالہ کے گراؤنڈ میں سینکڑوں جید علماء کو لا کھڑا کیا گیا، یوں مولانا کی آواز حق پورے ملک میں گونجنے لگی۔

مولانا حق نواز نے خمینی اور دیگر شیعہ راہنماؤں کی ایمان سوز تحریریں عوام کو پڑھ کر سنانا شروع کر دیں، اس سلسلہ کے چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

بانی ایرانی انقلاب آیت اللہ خمینی کی ایمان سوز تحریریں

(۱) شیخین ابوبکر و عمر اور ان کے رفقاء عثمان، ابوعبیدہ، وغیرہ دل سے ایمان ہی نہیں لائے تھے۔ صرف حکومت اور اقتدار کی طمع اور ہوس میں انہوں نے بہ ظاہر اسلام قبول کر لیا تھا اور اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے کو چپکا رکھا تھا۔ (یہ چپکا رکھنا خود خمینی کی تعبیر ہے)

اصل الفاظ یہ ہیں:

''آنہائیکہ سالہا در طمع ریاست خود را بدین پیغمبر چسپاں بودند'' (کشف الاسرار ص ۱۱۳)

(۲) رسول اللہ ﷺ کے بعد حکومت و اقتدار حاصل کرنے کا ان کا جو منصوبہ تھا اس کے لئے وہ ابتداء ہی سے سازش کرتے رہے۔ اور انہوں نے اپنے ہم خیالوں کی ایک طاقتور پارٹی بنالی تھی۔ ان سب کا اصل مقصد اور مطمح نظر رسول اللہ ﷺ کے بعد حکومت پر قبضہ کر لینا ہی تھا۔ اس کے سوا اسلام سے اور قرآن سے ان کا کوئی سروکار نہیں تھا۔

(کشف الاسرار ص ۱۱۳۔۱۱۴)

(۳) اگر بالفرض قرآن میں صراحت کے ساتھ رسول اللہ کے بعد امامت و خلافت کے لئے حضرت علیؓ کی نامزدگی کا ذکر بھی کر دیا جاتا تب بھی یہ لوگ ان آیات قرآنی اور خداوندی فرمان کی وجہ سے اپنے اس مقصد اور منصوبہ سے دست بردار ہونے والے نہیں تھے۔ جس کے لئے انہوں نے اپنے آپ کو اسلام اور رسول اللہؐ سے چپکا رکھا تھا۔ اس مقصد کے لئے جو حیلے اور جو داؤ پیچ ان کو کرنے پڑتے وہ سب کرتے اور فرمان خداوندی کی پرواہ نہ کرتے۔

(کشف الاسرار ص ۱۱۳)

(۴) قرآنی احکام اور خداوندی فرمان کے خلاف کرنا ان کے لئے معمولی بات تھی۔ انہوں نے بہت سے قرآنی احکام کی مخالفت کی اور خداوندی فرمان کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ اس سلسلہ میں خمینی صاحب نے ''مخالفت ہائے ابوبکر بانص

قرآنی'' اور'' مخالفتہائے عمر بالقرآن'' کے عنوانات قائم کر کے (اپنے خیالات کے مطابق) ان کی مخالفت قرآن کی مثالیں بھی دی ہیں۔

(۵) اگر وہ اپنا مقصد (حکومت واقتدار) حاصل کرنے کے لئے قرآن سے ان آیات کا نکال دینا ضروری سمجھتے (جن میں امامت کے منصب پر حضرت علیؓ کی نمزدگی کا ذکر کیا گیا ہوتا) تو وہ ان آیتوں ہی کو قرآن سے نکال دیتے۔ وہ آیتیں ہمیشہ کیلئے قرآن سے غائب ہو جاتیں اور وہ توریت وانجیل ہی کی طرح محرف ہو جاتا۔ (کشف الاسرار ۱۱۴)

(۶) اگر وہ ان آیات کو قرآن سے نہ نکالتے، تب وہ یہ کر سکتے تھے اور یہی کرتے کہ ایک حدیث اس مضمون کی گھڑ کے اور رسول اللہ کی طرف منسوب کر کے لوگوں کو سنا دیتے کہ آخری وقت میں آپ نے فرمایا تھا کہ امام وخلیفہ کے انتخاب کا مسئلہ شوریٰ سے طے ہوگا اور علیؓ جن کو امامت کے منصب کے لئے نامزد کیا گیا تھا، اور قرآن میں بھی اس کا ذکر کر دیا گیا تھا ان کو منصب سے معزول کر دیا گیا۔ (کشف الاسرار ص ۱۱۴)

(۷) اور یہ بھی ہو سکتا تھا کہ عمرؓ ان آیات کے بارے میں کہہ دیتے کہ یا تو خود خدا سے ان آیتوں کے نازل کرنے میں یا جبریل یا رسول خدا سے ان کے پہنچانے میں اشتباہ ہو گیا..... یعنی غلطی اور چوک ہو گئی۔ (کشف الاسرار ص ۱۱۹۔۱۲۰)

(۸) خمینی صاحب نے (حدیث قرطاس کا ذکر کرتے ہوئے) بڑے دردناک نوحہ کے انداز میں (حضرت عمرؓ کے بارے میں) لکھا ہے کہ رسول اللہ کے آخری وقت میں اس نے آپ کی شان میں ایسی گستاخی کی جس سے روح پاک کو انتہائی صدمہ پہنچا اور آپ دل پر اس صدمہ کا داغ لے کر دنیا سے رخصت ہوئے۔ اس موقع پر خمینی صاحب نے صراحت کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ عمر کا یہ گستاخانہ کلمہ دراصل اسکے باطن اور اندر کے کفر وزندقہ کا ظہور تھا۔ اس موقع پر خمینی صاحب کے الفاظ یہ ہیں:

''ایں کلام یاوہ کہ از اصل کفر وزندقہ ظاہر شدہ۔'' (کشف الاسرار ص ۱۱۹)

(۹) اگر یہ (شیخین اور ان کی پارٹی والے) دیکھتے کہ قرآن کی ان آیات کی وجہ سے (جن میں امامت کے لئے حضرت علیؓ کی نامزدگی کی گئی ہوتی) اسلام سے وابستہ رہتے ہوئے ہم حصول حکومت کے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے، اسلام کو ترک کر کے اور اس سے کٹ کر ہی یہ مقصد حاصل کر سکتے ہیں تو یہ ایسا ہی کرتے اور (ابوجہل اور ابولہب کا موقف اختیار کر کے) اپنی پارٹی کے ساتھ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف صف آراء ہو جاتے۔ (کشف اسرار ۱۱۴)

(۱۰) عام صحابہ کا حال یہ تھا کہ یا تو وہ ان کی (شیخین کی) خاص پارٹی میں شریک وشامل، ان کے رفیق کار اور حکومت طلبی کے مقصد میں ان کے پورے ہم نوا تھے، یا پھر وہ تھے جو ان لوگوں سے ڈرتے تھے۔ اور ان کے خلاف ایک حرف زبان سے نکالنے کی ان میں جرأت وہمت نہیں تھی۔ (کشف اسرار ص ۱۱۹۔۱۲۰)

خمینی صاحب کے بیانات جو ان کی کتاب ''کشف اسرار'' کے حوالہ سے سطور بالا میں آپ نے ملاحظہ فرمائے..... ان کے سامنے آجانے کے بعد اس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہتی کہ حضرات شیخین اور ان کے خاص رفقاء سابقین اولین

صحابہ کرامؓ کے بارہ میں ان کا عقیدہ یہی ہے کہ یہ سب (معاذ اللہ) کافر و منافق، ایمان سے قطعی محروم، خالص دنیا پرست تھے۔ صرف حکومت اور اقتدار کی طمع میں انہوں نے منافقانہ طور پر صرف زبان سے اسلام قبول کرلیا تھا۔ باطن میں وہ اسلام اور رسول اللہ ﷺ کے دشمن تھے۔ استغفر الله ثم استغفر الله.

صحابہ کرامؓ کے بارے میں پاکستانی شیعہ مصنفین کے خیالات

مولوی محمد حسین فاضل نجف اشرف

پاکستان کے شیعہ مجتہدین میں سے ایک مولوی محمد حسین ڈھکو فاضل نجف اشرف (مقیم سرگودھا) ہیں جنہوں نے اپنی کتاب ''اثبات الامامت'' میں اپنے اساتذہ کی ان تحریرات کا عکس بھی شائع کردیا ہے، جنہوں نے ان کو اجتہاد کی سندیں دی ہیں۔ مجتہد مذکور بھی اپنے عقیدۂ امامت کی بنا پر صحابہ کرامؓ اور خصوصاً پہلے تین خلفاء راشدین امام الخلفاء حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق حضرت عثمان ذوالنورین اور ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے انتہائی بغض رکھتے ہیں۔ اور ان کو صراحتاً غیر مومن اور منافق قرار دیتے ہیں اس سلسلے میں مولوی محمد حسین شیعہ مجتہد نے یہ بھی زہر افشانی کی ہے کہ:

(۱) ''جناب امیر (یعنی حضرت علیؓ المرتضیٰ) خلافت ثلاثہ کو غاصبانہ و جابرانہ اور خلفاء ثلاثہ کو گناہگار، کذاب، غدار، خیانت کار اور ظالم و غاصب اور اپنے آپ کو سب سے زیادہ خلافت نبوت کا حق دار سمجھتے تھے''۔

(تجلیات صداقت ص ۲۰۶۔ ناشر انجمن حیدری بھون روڈ چکوال)

(۲) ''اصحاب ثلاثہ اور ان کے تابعین ہرگز اس میں شامل نہیں ہیں، کیونکہ یہ نہ مومن ہیں نہ مخلص مہاجر''۔ (ایضاً ص ۴۹)

(۳) ثلاثہ کی فتوحات نے اسلام کو بدنام کیا۔ (ایضاً ص ۶۵)

(۴) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے متعلق لکھا ہے کہ:

''عائشہ صاحبہ نے خچر پر سوار ہو کر امام حسن کے جنازہ کو روکا اور حجرہ میں اس سے مانع ہوئیں۔ اس پر شیعان علیؓ نے شور مچایا کہ تو کبھی اونٹ پر سوار ہوتی ہے اور کبھی خچر پر اگر زندہ رہی تو اب ہاتھی پر سوار ہوگی''۔ (ایضاً ص ۴۷۸)

حسین بخش جاڑا

پاکستان کے ایک اور شیعہ مجتہد مولوی حسین بخش جاڑا (مقیم دریا خان میانوالی) جو کچھ عرصہ قبل آنجہانی ہو چکے ہیں۔ مجتہد مذکور بھی فاضل نجف اشرف (عراق) ہیں۔ مصنف مذکور نے چند سال ایک فرضی مناظرہ بغداد شائع کیا تھا جس میں خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں لکھا:

CamScanner

(۱) ''یہ لوگ (ثلاثہ) دل وجان سے مومن نہیں تھے البتہ ظاہر از بانی طور پر وہ اسلام کا اظہار کرتے تھے'' (مناظرہ بغداد ص ۵۷)

(۲) اسلام کے جرنیل اعظم حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا ہے:

''انہوں نے مالک بن نویرہ کو قتل کر کے اسی رات اس کو بیوی کے ساتھ زنا کیا اور اس ظالم خالد نے مالک اور اس کی قوم کے دو سرداروں کے سر چولہے کی اینٹوں کی جگہ رکھ کر اوپر دیگ چڑھا دی اور اس زنا کا ولیمہ تیار کیا اور خود بھی کھایا اور فوج کو بھی کھلایا۔ (ص ۹۹)

(۳) خالد سیف اللہ نہیں سیف الشیطان تھا۔ (ص ۱۰۰)

غلام حسین نجفی

ایک اور شیعہ مصنف غلام حسین نجفی فاضل نجف اشرف مقیم لاہور نے اپنی کتاب ''سہم مسموم فی جواب نکاح ام کلثوم'' میں بعنوان ..... ''جناب عمر کے متعلق قرطاس ابیض'' نمبر وار ایک سو الزامات حضرت فاروق اعظمؓ پر لگائے ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے کہ:

(۱) ''جناب عمر کا موجودہ قرآن پر ایمان نہ تھا..... جناب عمر کو لقب فاروق یہودیوں نے عطا کیا تھا..... جناب عمر نبی کی بیویوں پر آوازے کستا تھا..... جب وہ رات کے وقت رفع حاجت کے لئے مدینہ سے باہر جاتی تھیں..... جناب عمر شراب حرام ہونے کے بعد بھی شراب پیتے رہے..... جناب عمر جہنم کا تالا ہے۔ اور بہتر تو یہ تھا کہ جہنم کا گیٹ ہوتا''۔ العیاذ باللہ!!

(۲) یہی غلام حسین نجفی اپنی ایک دوسری تصنیف ''قول مقبول فی اثبات وحدت بنت رسول'' ص ۴۲۳ میں قرآن کے تیسرے موعودہ خلیفہ راشد، داماد رسول حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے بارے میں یوں ہرزہ سرائی کرتا ہے..... ''جناب عثمان نے پہلی بیوی رقیہ کو قتل نہیں کیا تھا بلکہ دوسری بیوی ام کلثوم کو اذیت جماع سے مار ڈالا تھا اور پھر خلیفہ ولید کی طرح اس کے مردہ جسم سے ہمبستری کرتا رہا۔ اور پوری دنیا میں یہ پہلا خلیفہ ہے جس نے شرم وحیا کا بارڈر توڑ کر اپنی بیوی کے مردہ جسم سے ہم بستری کی ہے اور نبی کریم کو اذیت دینے والا رحمت خداوندی کا حق دار نہیں ہے۔ پس شیعوں کے امام نے اس لئے فرمایا ہے کہ جس نے نبی کریم کو اذیت دی اے خدا تو اس پر لعنت بھیج''۔

مرزا حسن الحائری الاحقاقی

ایک شیعہ آیت اللہ مرزا حسن الحائری الاحقاقی عراق سے فرار ہو کر کویت میں پناہ گزین ہیں۔ ان کی ایک عربی کتاب کا ترجمہ بنام ''مصباح العقائد'' پاکستان میں مبلغ اعظم اکیڈمی فیصل آباد نے شائع کیا ہے اس میں بھی خلفائے راشدین کے بارے میں زہر افشانی کی گئی ہے۔ اور حضرت خالد بن ولیدؓ پر اس مذکورہ بہتان تراشی کو دہراتے ہوئے (جو عراق کے خمینی

CamScanner

سے لے کر پاکستان کے شیعہ مصنفین تک سب کا شیوہ ہے) کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ کے متعلق بھی لکھا ہے کہ.....خلیفہ ثانی کی خلافت میں مغیرہ بن شعبہ نے زنا کیا اور زنا کار کے بجائے اس کے چشم دید گواہوں کو کوڑے لگائے گئے۔ حضرت علیؓ کے اعتراض کا بھی کوئی اثر نہ ہوا۔ یہ خلافت عمر کا زمانہ ہی تھا کہ معاویہ جیسا طالب دنیا امیر شام بن گیا.....الخ۔ (ص ۱۲۹)

قارئین کرام اندازہ کر سکتے ہیں کہ شیعہ مصنفین کفر و نفاق کے زہر آلود تیر ان اصحاب رسولؐ پر برسا رہے ہیں، جو مہاجرین اوّلین میں سے ہیں۔ جن کو حق تعالیٰ نے رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ (پ ۱۱۔ ع ۳) قرآن کی قطعی سند عطا فرمائی ہے اور یہ شیعہ اُن ازواج مطہرات کی عظمت مجروح کر رہے ہیں جن کو رب العالمین نے اُمہات المومنین (اہل ایمان کی مائیں) فرما کر امت مسلمہ کے ایمان کے لئے معیار حق قرار دیا ہے۔ شیعیت کی اس ناپاک اور جارحانہ کاروائی کے بعد کیا کوئی اہل عقل و انصاف شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ لوگ بھی مسلمان ہیں۔

تحریف قرآن اور معاصر شیعہ علماء

مولوی محمد حسین فاضل نجف اشرف

پاکستان کے شیعہ علماء و مجتہدین بھی اپنے اسلاف کی طرح تحریف قرآن کے قائل ہیں۔ چنانچہ مولوی محمد حسین مجتہد مذکور نے بعنوان ''ایک مشہور اعتراض'' لکھا ہے کہ:

> ''کہا جاتا ہے اگر مسئلہ امامت اس قدر اہم تھا کہ جتنا شیعہ حضرات خیال کرتے ہیں تو خداوند علم نے آئمہ کے اسمائے گرامی صراحۃً قرآن میں کیوں نہ ذکر کر دیئے تا کہ مسلمانوں کا اس مسئلہ میں اختلاف ختم ہو جاتا اور سب مسلمان ایک مسلک میں منسلک ہو جاتے''.....الخ۔

اس کا الزامی جواب دینے کے بعد مصنف مذکور لکھتے ہیں:

اس کا حلی اور تحقیقی جواب یہ ہے کہ فریقین کی بعض روایات کے مطابق آئمہ اطہار علیہم السلام کے اسمائے گرامی قرآن میں موجود تھے مگر جمع قرآن کے وقت انہیں نظر انداز کر دیا گیا چنانچہ ہماری تفسیر صافی ص ۹ مقدمہ ششم طبع ایران بحوالہ تفسیر عیاشی حضرت امام جعفر صادق سے مروی ہے فرمایا:

> **لو قرئ القرآن كما انزل لا لفيتمونا فيه مسميين**
>
> ''اگر قرآن کو اس طرح پڑھا جاتا جس طرح وہ نازل ہوا تھا تو تم اس میں ہمیں نام بنام پاتے''۔
>
> (اثبات الامامت طبع دوم ۳۱۲)

(۲) یہی شیعہ مجتہد لکھتے ہیں: ''ہاں یہ درست ہے کہ ہمارے بعض علمائے کرام تحریف کے قائل ہیں''۔ اس کے بعد مجتہد مذکور نے قارئین تحریف کی طرف سے پانچ دلیلیں پیش کی ہیں۔

CamScanner

چنانچہ لکھا ہے کہ اس سلسلہ میں ان کی پہلی اور محکم دلیل وہ روایات ہیں جو اس مسئلہ کے متعلق کتب فریقین میں موجود ہیں۔ جو اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ جمع قرآن کے اوقات میں اس میں فی الجملہ ضرور کچھ کمی واقع ہوئی ہے۔ یہ روایات اس قدر کثیر التعداد ہیں کہ ان سب کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ علامہ مجلسی (یعنی ملا باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ) نے مرآۃ العقول میں ان کے تواتر کا ادعا فرمایا ہے اور اس قدر صریح الدلالت ہیں کہ ان میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں۔"

(احسن الفوائد فی شرح العقائد طبع دوم ص ۴۹۱)

اور اسی سلسلے میں مصنف مذکور نے لکھا ہے کہ:۔

یہاں ان دلائل کی صحت وسقم سے بحث کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ ان کے یہاں ذکر کرنے سے مقصود یہ بتانا ہے کہ جو حضرات اس نظریہ کے قائل ہیں وہ بھی کچھ دلائل رکھتے ہیں اور ان کا یہ نظریہ بھی محض بے دلیل نہیں ہے اور یہ ان کے اس نظریہ سے کسی اسلامی مسلمہ عقیدے کی مخالفت لازم نہیں آتی۔ کما لا یخفی (ایضاً ص ۴۹۳)

علاوہ ازیں مصنف مذکور آیت انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون. (پ ۱۴ الحجر) کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

اگر قرآن کا ایک فرد اس تحریف سے محفوظ ہے تو وعدہ خداوندی پورا ہے۔ اور قائل تحریف کہہ سکتا ہے کہ حضرت امیر المومنین کا جمع کردہ قرآن اس وعدہ الٰہیہ کی عملی تصویر ہے جو موجود ہے اور ہر قسم کی تحریف سے محفوظ ہے۔ (ایضاً ص ۴۹۴)

منقولہ عبارات کے بعد کوئی کہہ سکتا ہے کہ مولوی محمد حسین ڈھکو مجتہد تحریف قرآن کا قائل نہیں ہے؟ عبرت۔ عبرت۔ عبرت!!!

مولوی حسین بخش جاڑا

اس شیعہ مصنف کے شائع کردہ مناظرہ بغداد کی بعض عبارتیں پہلے نقل کی جا چکی ہیں۔ ان کی تفسیر انوار النجف ۱۴ جلدوں میں پاکستان میں شائع ہو چکی ہے۔ وہ بھی اصول کافی کی روایات کے پیش نظر لکھتے ہیں:

"ایک اور روایت میں آپ (یعنی امام باقر) نے فرمایا کہ..... جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ میں پورے قرآن کا جامع ہوں جس طرح کہ وہ اترا تھا تو وہ جھوٹا ہے بلکہ جس طرح اترا تھا اسی طرح پورے طور پر اس کو جمع اور حفظ ماسوائے علی ابن ابی طالب کے اور کوئی کر ہی نہیں سکا اور پھر وہ آئمہ کے پاس ہے جو اس کے اوصیاء ہیں"۔ (انوار النجف جلد اوّل ص ۷۲)

(لیکن ہمارا سوال بہر حال یہی ہے کہ حضرت علی نے اصلی قرآن کو کیوں غائب کیا؟)

لیکن اس کے باوجود جاڑا صاحب اپنی تفسیر میں یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اسی قرآن کے قائل اور اس کو محفوظ مانتے

ہیں جو امت میں رائج ہے۔

حضرت علی قرآن سے افضل ہیں

یہی جاڑا مجتہد لکھتے ہیں:

جناب رسالت مآب نے فرمایا میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں (ایک) اللہ کی کتاب اور (دوسرے) علی ابن ابی طالب۔ اور علی تمہارے لئے کتاب اللہ سے افضل ہے کیوں کہ یہ تمہارے لئے کتاب اللہ کی ترجمانی کرے گا۔ علی ناطق اور قرآن صامت ہے اور ناطق صامت سے افضل ہوا کرتا ہے.....''۔ (ایضاً انوار النجف جلد اول ص ۶۵)

مرزا علی امرتسری ثم لاہوری

شیعوں کے ایک مناظر مرزا احمد علی امرتسری ثم لاہوری نے جو پاکستان میں ہی آنجہانی ہوئے اپنی کتاب، ''الانصاف فی الاستخلاف'' میں لکھا تھا کہ:

حضرت عثمان کا قرآن کی نقلوں کو پھیلانا مسلّم۔ لیکن یہی ترتیب قرآن ان کی غفلت از اسلام کو طشت از بام کرتی ہے اگر وہ حضرت علیؓ کے جمع شدہ قرآن کو رائج کرتے تو ان پر کوئی الزام عائد نہ ہوتا۔ ہم نمونہ کے طور پر اس ترتیب کی چند غلطیوں کو ظاہر کرتے ہیں.....الخ۔

اسی سلسلہ میں مرزا احمد علی رقم طراز ہیں:

''اگر متروک محاوروں کو بھی معجزہ کہا جائے تو بس خیر پھر تو میں بھی ایک ایسی کتاب لکھ سکتا ہوں جو پرانے محاورات کو شامل ہو اور وہ معجزہ ہوگا۔ بس حضور یہی آپ کے عثمان کی کاروائی ہے۔ انا نحن نزلنا الذکر میں ذکر سے رسول اللہ مراد ہے''۔

مرزا احمد علی آنجہانی کی اس کتاب پر لاہور کے ایک مشہور شیعہ مجتہد علی الحائری نے تقریظ لکھی ہے۔ اس کتاب کی تحریف قرآن کے بارے میں مذکورہ عبارت، ''آفتاب ہدایت'' میں بھی منقول ہے۔

عقیدۂ تحریف قرآن اور ماہنامہ خیر العمل

ایک شیعہ ماہنامہ خیر العمل لاہور سے شائع ہوتا ہے، جس کا ہیڈ آفس ۶۶۔ قاسم روڈ سمن آباد لاہور میں ہے اس رسالہ کے ٹائٹل پر لکھا ہے۔ زیر سرپرستی قائم آل محمد علیہ السلام۔ نگران اعزازی۔ علامہ مرزا یوسف حسین صاحب (جو چند دن ہوئے آنجہانی ہو چکے ہیں) اس ماہنامہ کے مدیر اعلیٰ ڈاکٹر عسکری بن احمد ایم بی بی ایس ہیں جو مرزا احمد علی مذکور کے خلف ہیں۔ ماہ نومبر ۱۹۸۷ء میں ڈاکٹر موصوف نے بعنوان ''فتدبروا یا اولی الالباب'' ایک مفصل اداریہ لکھا ہے جس میں اس امر کی وضاحت کی ہے کہ موجودہ قرآن محرف ہے۔ (العیاذ باللہ)

یہ وہ صورتحال تھی جس نے پاکستان کو ایک خوفناک دھانے پر لا کھڑا کیا، اہلسنت کے نزدیک تمام کے تمام صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کے مکتب رشد و ہدایت کے فیض یافتہ اور آپ کی شبانہ روز محنت اور جاں سپاری کا ثمر ہیں۔ امت کے لئے ان کی حیثیت روشن و تابندہ ستاروں کی سی ہے، جس طرح دن کا اجالا آفتاب عالمتاب کا رہین منت ہے، اسی طرح ظلمت شب میں آسماں کی چادر پر جھلملانے والے ستاروں کی روشنی بھی اسی آفتاب سے ماخوذ و معکوس ہے، اگر اس حقیقت کو جھٹلا دیا جائے تو گویا آفتاب کی ضیا پاشیوں کا فیض معدوم و منسوخ ہو گیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی حیثیت و مرتبے کا انکار درحقیقت اس کو مستلزم ہے کہ رسالت مآب ﷺ تیئس سالہ محنت شاقہ کے بعد بھی ایک مثالی اسلامی معاشرہ تشکیل دینے میں ناکام رہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری مساعی بے ثمر رہی، اس صورت میں نہ تو آپ ﷺ کو پیغمبر انقلاب کہا جا سکتا ہے، نہ ہی قرآن کو کتاب انقلاب تسلیم کی جا سکتی ہے۔ (معاذ اللہ) اسلام سے اس کی حقیقی روح یوں خارج ہو کر رہ جاتی ہے جیسے آٹے سے بال آسانی سے نکال لیا جاتا ہے۔

اثناء عشری فرقہ کے ہاتھ میں تاریخ میں پہلی مرتبہ..... اسلام دشمن طاقتوں خصوصاً یہودیوں کی خفیہ منصوبہ بندی کے نتیجہ میں..... ایک نہایت مضبوط حکومت کی باگ ڈور بلا شرکت غیرے آئی تھی۔ وہ بھی اس طرح کہ جتنی ضرورت انہیں اسلام دشمنوں کی طاقتوں کی مدد کی تھی، اتنی ہی ضرورت ان اسلام دشمن طاقتوں کو اپنے منصوبوں کی تکمیل کے لئے اس گروہ کی تھی اور ہے، اور پہلی مرتبہ شیعوں کو یہ موقع ملا کہ وہ اپنی پوری طاقت استعمال کر کے اپنے ان منصوبوں کی تکمیل کی کوشش کریں جن کی تمنا اپنے سینوں میں لئے ان کی نسلوں پر نسلیں گزرتی جا رہی ہیں۔

عام مسلمانوں کے لئے جن کو شیعوں کی کتابیں پڑھنے کا موقع ملا ہے۔ اور نہ انہیں قریب سے شیعوں کی نفسیات کے تجربہ اور مشاہدہ کا موقع ملا ہے، اس نفسیاتی کیفیت کا اندازہ لگانا مشکل ہے جو ان کے ایک ایک فرد کے دل و دماغ، جذبات اور شعور کی ہر ہر سطح پر مہدی، منتظر، اور امام غائب کے بے تابانہ انتظار کی وجہ سے نقش ہے۔ صدیوں سے ان کے علماء اپنے سادہ لوح عوام کو مہدی منتظر کے انتظار کے فضائل اور اس کے اجر و ثواب کے متعلق من گھڑت روایات سنا سنا کر مطمئن کرتے چلے آ رہے تھے۔

دوسری طرف شکل یہ ہے کہ ان کی سینکڑوں روایات میں یہ کہا گیا تھا کہ امام غائب اپنے غار سے ظاہر ہو کر سب سے پہلے مکہ مکرمہ آئیں گے اور جو لوگ ان سے بیعت نہیں کریں گے ان سب کو قتل کر دیں گے۔ پھر مدینہ منورہ جا کر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی لاشوں کو قبر سے نکال کر زندہ کریں گے اور پھر دنیا کے آغاز سے قیامت تک جو ظلم یا کفر دنیا میں کہیں بھی ہوا ہوگا، اور جو گناہ کہیں بھی ہوا ہوگا، اس کی سزا ان دونوں کو دیں گے، یہاں تک کہ دن رات میں انہیں ہزار مرتبہ مارا اور زندہ کیا جائے گا..... اسی طرح حضرت عائشہ پر بھی حد جاری کریں گے، الغرض ان روایات کے بموجب ان کے امام غائب کا ظہور اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ پر شیعوں کا مکمل قبضہ ہو۔ شیعہ مذہب میں امام غائب کے ظہور کے عقیدہ کی اہمیت شیعوں کے دل و دماغ پر اس عقیدہ کے اثرات اور ان کے ظہور کے لئے حرمین شریفین پر مکمل شیعی

قبضہ کی ضرورت۔

قارئین گرامی قدر! ان تینوں پہلوؤں کو نظر میں رکھیے.....اور.....خود فیصلہ کیجیے کیا اس صورت میں شیعہ مذہب کی رو سے ایران میں قائم ہونے والی خالصۃً شیعہ حکومت کا اوّلین فریضہ یہ نہیں ہوگا کہ وہ حرمین شریفین میں مکمل شیعی اقتدار قائم کرنے کی بھرپور کوشش کریں۔

اس سلسلہ میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ایرانی قیادت شروع ہی سے انقلاب خمینی کو انقلاب مہدی کا پیش خیمہ اور نقطہ آغاز قرار دیتی رہی ہے۔ بلکہ خمینی کی خرابی صحت وغیرہ کے متعلق قیاس آرائیوں کی تردید میں وہاں یہ بھی کہا جاتا رہا کہ ''امام صاحب تو انشاء اللہ انقلاب کا جھنڈا امام زمان کے حوالے کر کے ہی اس امانت سے دستبردار ہوں گے''۔ اس لئے بھی امام غائب کے جلد از جلد ظہور کی کوشش ایران کی شیعہ حکومت کے لئے لازم قرار پاتی تھی جس کے لئے جیسا کہ سطور بالا میں عرض کیا گیا.....حرمین شریفین پر قبضہ ضروری تھا۔

اور یہ تو بات چل رہی تھی چند مقدمات سے ایک ''نتیجہ کے استنباط کی، لیکن ۱۹۸۶ء میں تو حج کے موقع پر مکہ مکرمہ میں جو کچھ ہوا اس کے بعد یہ مسئلہ نظری اور استنباطی نہیں رہا، ایک امر واقعہ بن کر پوری امت کے سامنے آچکا ہے۔

اب خدارا کوئی بتائے کہ جو لوگ مرکز اسلام پر قبضہ کے لئے اور پھر وہاں سے امام غائب کے ظہور کا ڈھونگ رچا کر حضرات شیخین اور حضرت عائشہ وغیرہ کے پاکیزہ اجساد کی بے حرمتی کر کے اور لاکھوں مسلمانوں کا قتل عام کر کے ان منحوس خوابوں کی تعبیر جلد از جلد دیکھنے کے لئے بے چین اور ہر وقت مصروف عمل ہوں، جو وہ صدیوں سے دیکھتے چلے آرہے ہیں اور یہود و نصاریٰ وغیرہ دشمنان اسلام کے بھی آلہ کار بن کر حرمین شریفین کے تقدس کو نیست و نابود کرنا چاہ رہے ہوں، بلکہ انہوں نے بالفعل اس مقصد کے لئے کاروائی شروع بھی کر دی ہو، اور جنگ کا بگل بجا دیا ہو، غیرت اسلامی تو بڑی چیز ہے، کیا یہ بات عام انسانی غیرت اور عام عقل و دانش کے بھی مطابق ہے کہ ایسے بدترین دشمنوں کے مقابلہ اور ان کی حقیقت کو آشکارا کرنے کے کام کو ''نامناسب اور وقت کے تقاضے کے خلاف'' کہہ کر اس کام کو آئندہ کے لئے موخر رکھا جاتا؟؟

واقعہ یہ ہے کہ بات اس کے بالکل برعکس ہے! یہ مسئلہ اتنی فوری توجہ کا طالب تھا کہ ایک لمحہ کی تاخیر بھی ناقابل تصور حد تک بربادیوں اور ہلاکتوں کا سبب بن سکتی تھی۔

.....☆.....

امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمہ اللہ نے فروری ۱۹۸۶ء میں ''آل پاکستان دفاع صحابہ کانفرنس'' منعقد کرنے کا فیصلہ کیا تاکہ شیعیت کے خلاف سپاہ صحابہ کی تحریک کو منظم کرنے کیلئے اکابر علماء کرام کی تائید و تعاون کے ذریعے عوام کو منظم کیا جا سکے۔ یہ کانفرنس بڑی آن بان شان سے منعقد ہوئی اور ایک زبردست تحریک کا نکتۂ آغاز بنی۔

CamScanner

خطبہ استقبالیہ

کل پاکستان دفاعِ صحابہؓ کانفرنس

منعقدہ ۷، فروری ۱۹۸۶ء جمعۃ المبارک

صدر گرامی قدر حضرات مشائخ عظام، علماء کرام اور ملک بھر سے اس شدید سردی میں اصحاب رسول کی محبت کے جذبات و احساسات لے کر کانفرنس میں شرکت کرنیوالے لاکھوں غیور سنی مسلمانو، علماء جھنگ اور انجمن سپاہ صحابہؓ کے نوجوان..... آپ کی تشریف آوری کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرنا اپنا اخلاقی فرض سمجھتے ہیں۔

میرے مخدوم علماء کرام، مشائخ عظام، وکلاء سکالرز اور غیرت مند سنی بھائیو..... مختلف ملک میں شیعہ جارحیت ایک تاریخی حقیقت ہے جیسا کہ بیروت میں فلسطینی سنی مجاہدین کو امل ملیشیا کے شیعہ تخریب کاروں کا قتل عام کرنا۔ شام کی شیعہ حکومت کا ہلاکو خاں، چنگیز اور ہٹلر کی ظلم بھری داستان اور تاریخی ریکارڈ کو توڑتے ہوئے تقریباً بیس ہزار اہل سنت علماء اور سینکڑوں سنی عوام کو شہید کرنا اور سنی مدارس و مکاتب و مساجد کو مسمار کر کے تاریخی درندگی کا کھلا مظاہرہ شاہد ہیں۔

ایران میں خمینی کے خونی انقلاب کے بعد سرزمین پاک شیعہ جارحیت اور تخریب کاری کی آماجگاہ بن چکی ہے۔ پارہ چنار، الہ کوسٹہ، ڈیرہ اسماعیل خاں، کوٹ ادو اور دیگر اضلاع کے واقعات اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے کافی ہیں۔

مزید براں یہ حقیقت بھی اپنی جگہ مسلم ہے کہ جھنگ کا ضلع شیعہ کی غلیظ سرگرمیوں کے لحاظ سے ثانی لکھنؤ شمار ہوتا ہے۔ جھنگ ہی وہ خطہ ہے، جس نے حضرت مولانا دوست محمد صاحب آف روڈو سلطان، مسئلہ باب عمرؓ پر پانچ افراد جن میں مولانا شیریں گل شامل ہیں اور لکی نو کے ایک حافظ قرآن اور دس محرم الحرام کو شہید ہونے والے محمد اکرم کا لہو دے کر پاکستانی سنی قوم پر شیعہ غنڈہ گردی اور اپنی مظلومیت چمکتے ہوئے سورج کی طرح واضح کر دی ہے۔ گڑھ مہاراجہ میں ایرانی گماشتوں کا ماتمی جلوس کی قیادت کر کے اہل سنت کی دکانوں کو نذر آتش کرنا، اللہ تعالیٰ کی مقدس کتاب کو شرابیوں کی کتاب کہہ کر نذر آتش کرنا، سنی خواتین تک کو زخمی کرنا۔ مسجد میں ناپاک خون کے چھینٹے ڈالنا، علماء اور انجمن سپاہ صحابہؓ کے مرکزی رہنماؤں کے گھروں کو آگ لگانا۔ مدرسۃ العلوم الشرعیہ کی مکمل تباہی و بربادی کے علاوہ مدرسے کا ایک لاکھ پینسٹھ ہزار نقد روپیہ پولیس کا بصورت ڈاکہ غبن کرنا وغیرہ جھنگوی سنیوں کی مظلومیت کی بین دلیلیں و شواہد ہیں۔ غضب یہ کہ یہ سب کچھ ماتمی جلوسوں کو غم

حسین رضی اللہ عنہ کے اظہار کا نام دے کر کیا جاتا ہے۔

جبکہ ان ماتمی جلوسوں کا شیعہ مذہب کی معتبر کتب میں نام ونشان تک نہیں، ظلم کی انتہا ہوگئی کہ تعزیہ جس کو آج شیعہ اپنا ایمان تصور کیے بیٹھا ہیں، اس کا بانی تیمور لنگ ہے۔

لطف یہ کہ اس حقیقت کا اعتراف شیعہ راہنما اسماعیل گوجروی نے بھی کیا ہے۔ دیکھئے ''صداقت۔۵ جولائی ۱۹۵۶ء صفحہ نمبر ۸''..... جس دین کا بانی تیمور لنگ ہو اس دین کو پیغمبر اسلام ﷺ کے دین کی بغاوت سمجھنے میں کسی ذی شعور کو شک وشبہ نہیں ہوسکتا۔

مذکورہ بالا حالات وواقعات سے کہیں زیادہ سنگین جرم یہ کہ شیعہ کی قلم سے نہ خود پیغمبر اسلام کی ذات محفوظ رہی ہے، نہ ازواج مطہرات، نہ عترت اصحاب رسول خدا اور نہ ہی جناب حیدر کرار اس سے بچ سکے، عرض گزار کے مذکورہ بالا دعوائی کے صداقت مطلوب ہوتی تو شیعہ کی معتبر کتاب حق الیقین میں امام الانبیاء حضرت محمد ﷺ کا امام مہدی کے ہاتھ پر ان کے برہنہ ہونے کی صورت میں بیعت کرنا مذکور ہے۔

شیعہ کی کتاب جلاء العیون میں سیدہ عائشہ صدیقہ کو ملعونہ لکھا ہوا ہے۔ مذکورہ کتاب میں ہی مراد مصطفیٰ خلیفہ ثانی فاروق اعظم کو کافر تک لکھا ہوا ملاحظہ کرلیں۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا دختر رسول اللہ ﷺ کی شادی کا غلیظ نقشہ کھینچا ہے جس کی تفصیل لکھنے سے قلم لرزتا ہے اور شرم وحیا محسوس ہوتی ہے۔

شیعہ ہی کے معروف مفسر قمی صاحب اپنی تفسیر قمی کے پہلے پارے میں حیدر کرار کو مچھر قرار دینا دیکھا جاسکتا ہے۔

المختصر سینکڑوں کی تعداد میں وہ لٹریچر جس میں ازواج، اولاد اصحاب، اصحاب رسول پر تبرا ہی تبرا ہے اور اس کو پاکستان میں وسیع پیمانے پر ایرانی ڈالروں کے بل بوتے پر پھیلایا جارہا ہے۔

رسالت مآب کی ازواج واولاد اور اصحاب پیغمبر کی توہین کا لازمی نتیجہ یہ نکلنا تھا اور نکلا کہ شیعہ کے اکابرین مجتہدین کتاب اللہ جس کی حفاظت کا ذمہ خود خالق کائنات نے لیا ہے کو محرف اور تبدیل شدہ کتاب کہتے ہیں۔ انہوں نے اصل قرآن کریم مزعومہ امام مہدی کے حوالے کردیا ہے۔ اب قرآن بھی پورا اس وقت ظاہر ہوگا جب مہدی تشریف لائیں گے جیسا کہ شیعہ کی زائد از دو ہزار روایات جو کہ شیعہ کتب معتبرہ میں موجود ہیں میں دعویٰ کیا گیا ہے۔ حد یہ کہ شیعہ کے معروف اور مسلمہ راہنما مقبول دہلوی نے اپنے ترجمہ وتفسیر مقبول کے ضمیمہ میں اللہ تعالیٰ کی مقدس کتاب کو شراب خور خلفاء کی خاطر تبدیل کی جانے والی کتاب تک لکھ دیا اور کھلے لفظوں میں اقرار کیا کہ ہم امام کے حکم کے مجبور ہیں۔ امام مہدی کے آنے سے پہلے اس کو صحیح نہیں کرسکتے۔ ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ (ترجمہ مقبول دہلوی پارہ ۱۲)

شیعہ کے ایک اور ذمہ دار راہنما نے ایک مستقل کتاب بنام مفصل الخطاب فی تحریف کتاب رب الارباب لکھ کر عذاب الٰہی کو دعوت دی۔ خدا تعالیٰ کی لاریب کتاب کے کلاف اردو، فارسی، عربی زبانوں میں لٹریچر بڑی وافر مقدار میں سرزمین پاک پر تقسیم ہورہا ہے۔

CamScanner

سرکاری روش حد درجہ افسوس ناک ہے

مندرجہ بالا حالات و واقعات کے باوجود اسلام کی بزعم خود علمدار حکومت توجہ دلانے کے باوجود ٹس سے مس نہیں ہوتی بلکہ اہل سنت جو کہ ملک کا سواد اعظم ہیں کو پوری قوت سے دبانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اہل سنت کی پرامن سرگرمیوں کو بزدلی تصور کرتے ہوئے شیعہ اقلیت کی تخریبی سرگرمیوں کے سامنے ہتھیار ڈال دینا شیعہ اقلیت کے مذہبی مطالبے کو اخلاقی لحاظ سے رواداری کا نام دیا جاتا ہے۔ محترم حضرات شیعوں کے مطالبہ پر انہیں زکوٰۃ سے مستثنیٰ قرار دینا، نصاب میں شیعہ دینیات کو الگ کر دینا۔ فقہ جعفریہ کے مطالبے پر ایک کمیٹی کا تشکیل دینا، شیعہ کے تخریبی جلوسوں کی اجازت دینے کے ساتھ ساتھ ان کے بلا اجازت جلوسوں کی قتل و غارت گری پر مبنی کارروائی دیکھنے کے باوجود ان کے خلاف کوئی قابل ذکر کارروائی نہ کرنا۔ کیا باعث تشویش اور حیرت انگیز نہیں؟

اہل سنت کے حقوق کو خطرہ

اہل سنت کے مسلکی حقوق پہلے بھی وطن عزیز میں چنداں محفوظ نہیں مگر شیعہ فرقہ کے مطالبات اور خطرناک قسم کی موجودہ وغیر قانونی مہم سے سنی مفادات کو مزید خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔ ان احوال کے پیش نظر سنی حقوق و مفادات کے تحفظ کی تدابیر و تجاویز پر غور و فکر اشد ضروری ہے۔ اور اسی کے لئے آپ حضرات کو تکلیف دی گئی ہے۔

حضرات علماء کرام و راہنمایان اہلسنت

ان مذکورہ اہم عنوانات پر سوچ و بچار اور ناقابل یقین حد تک ہم سے کی گئی ناانصافیوں پر غور و فکر اور ان کے ازالے کی تدابیر اور موثر تجاویز سوچنے کے لئے پہلے بھی کئی بار اجلاس ہوتے رہے ہیں لیکن آج ہماری مخلصانہ درخواست ہے کہ یہاں سے کوئی نہ کوئی فیصلہ کن تجاویز و تدابیر لے کر کے اٹھیں۔ جن کی روشنی میں ہم اپنے عظیم مقاصد کی تکمیل کر سکیں۔

آخر میں راقم الحروف، علماء جھنگ، انجمن سپاہ صحابہؓ کے نوجوان مجاہد آپ سب حضرات کے شکر گزار ہیں اور ممنون احسان ہیں کہ آپ حضرات نے دور دراز سے قدم رنجہ فرما کر ہمارے عزائم کو استقامت اور حوصلوں کو تقویت بخشی۔

جزاکم اللہ خیر الجزاء ..... وما علینا الا البلاغ

حق نواز جھنگوی عفی عنہ

اس موقع پر مولانا نے جو خطاب کیا اس کا بھی تھوڑا سا اقتباس پڑھ لیں..... اس کی ایک جھلک پیش خدمت ہے۔

"..... میری عقل نہیں ماؤف ہو گئی، میرے دماغ میں کوئی خرابی نہیں، میرے عقل و خرد پر پردہ نہیں پڑا کہ مجھ پر بیسیوں مقدمات قائم ہیں۔ ہر ضلع میں پولیس میرا راستہ روکے کھڑی ہے، میں کئی کئی مقامات پر سارا سارا دن عدالتوں کے دروازے پر تاریخ پیشیوں کے لئے پریشان کھڑا رہتا ہوں۔ ان تمام پریشانیوں کے باوجود میں شیعہ کو کافر کہنے پر قائم ہوں۔ ہر جگہ ان کا دجل آشکارا کر رہا

ہوں۔ جبکہ حکومت بھی سدراہ ہے اور کئی سیاست دان بھی مجھے روک رہے ہیں۔ کئی مصلحت پسند مجھے درسِ امن دے رہے ہیں۔ میں یہ سب کچھ صرف اس لیے کر رہا ہوں کہ سنی تو برباد نہ ہو..... تو شیعہ کو مسلمان سمجھ کر اپنی لڑکی کا رشتہ اس کے حوالے کر کے ساری زندگی زنا کی وادی میں نہ دھکیل۔ ان کے ساتھ بیٹھ کر کھا پی کر، ان کے جنازوں میں شریک ہو کر، ان کے ساتھ قربانیوں میں شریک ہو کر اپنے ایمان کا گلشن ویران نہ کر۔ لاعلمی یا مصلحت کی خاطر اپنے دین و مذہب سے عداوت نہ کر۔ میں تو اتمامِ حجت کر رہا ہوں۔ میں اپنا پیغام ایک مرتبہ ہر کوچے، ہر شہر، ہر علاقے اور ہر ہر ملک میں پہنچا کر رہوں گا، میں اس مشن پر اپنی جان تک قربان کرنے سے دریغ نہ کروں گا۔

.....☆.....

مولانا حق نواز اور پولیس مقابلے

دفاع صحابہؓ کانفرنس کی کامیابی کے بعد مولانا حق نواز نے فیصلہ کیا کہ اب کسی ضلع میں داخلہ کی پابندی قبول نہیں کی جائے گی۔ ظاہر بات ہے کہ یہ فیصلہ نہایت جرأت مندانہ ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت خطرناک بھی تھا کوئی بھی ضلعی انتظامیہ نہیں چاہتی کہ اس کے فیصلے کو چیلنج کیا جائے اور اسے قبول نہ کیا جائے مگر مولانا کا یہ فیصلہ تھا اور انہوں نے بہر حال اس پر عمل کرنا تھا ان کے لئے جیل کی کوٹھری اور حوالات کی سلاخیں کوئی نئی نہیں تھیں۔ ایوب خان کے دور سے وہ مسلسل قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتے رہتے تھے۔ مارشل لاء دور میں کئی دفعہ جیل گئے تھے۔ لاہور جیل ڈیرہ غازی خاں جیل کے مزے لوٹ چکے تھے۔ حاجی اللہ وسایا جوان کے جیل چلے جانے کے بعد ان کے تمام تر مقدمات کی پیروی کیا کرتے تھے۔ وہ بے چارے کاغذات اٹھائے کچہریوں اور تھانوں کے چکر کاٹتے رہتے تھے کبھی کبھار مجھ سے بھی ملتے اور حال احوال دینے لینے کے بعد جو کچھ میں کر سکتا تھا کیا کرتا تھا اور یوں مولانا حق نواز ان مصائب میں مبتلا ہو کر قدم بڑھاتے ہوئے نہایت تیزی سے منزل مقصود کی طرف رواں دواں رہے۔

حکام نے، انتظامیہ نے مولانا کا راستہ روکنے کے لئے پوری منصوبہ بندی کر لی اور اور فیصلہ کر لیا کہ مولانا حق نواز کا سختی سے راستہ روکا جائے اور انہیں کسی قیمت پر ملک میں منعقد ہونے والی کانفرنسوں میں شرکت کا موقعہ نہ دیا جائے۔

ڈیرہ اسماعیل خاں کا عجیب واقعہ

ڈیرہ اسماعیل خاں کے سنی نوجوانوں نے نہایت محبت و اخلاص سے مولانا حق نواز کو اپنے ہاں خطاب کی دعوت دی۔ پولیس نے داخلہ بند کر دیا۔ اور مولانا حق نواز سے تعمیل کرانے کے لئے دریائے سندھ کے پل پر ناکہ بندی کر لی تاکہ مولانا حق نواز شہر میں داخل نہ ہو سکیں۔ مولانا حق نواز بھی اب بیسیوں پولیس مقابلوں کے بعد مستعد ہو چکے تھے۔ پولیس اپنی پوری تیاری کے بعد مولانا حق نواز سے تعمیل کرانے میں ناکام رہتی تھی۔ مولانا کے استقبال کے لئے لوگ دریائے سندھ کے پل پر پہنچے ہوئے تھے۔ مولانا نے جونہی پولیس کو دیکھا اپنی گاڑی پر ساتھیوں کو کہا کہ آپ لوگ بیٹھے رہیں اور خود ٹوپی اتار کر جلوس

CamScanner

میں شریک ہو کر نعرے لگانے والوں میں شریک ہو گئے، کہ.....!

جیوے جیوے.....حق نواز

مولانا حق نواز.....زندہ باد

اس طرح پل عبور کر کے پولیس کے ہاتھوں سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ پولیس اپنی مورچہ بندی کے باوجود ناکام ہو گئی اور مولانا حق نواز رات کو جلسہ عام سے خطاب کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

مظفر گڑھ کا واقعہ

ضلع مظفر گڑھ میں انجمن سپاہ صحابہؓ کے نوجوانوں نے کئی بار مولانا حق نواز کو تقریر کی دعوت دی مگر ہر بار ڈپٹی کمشنر مولانا کے ڈاخلہ پر پابندی لگا کر مولانا کی تقریر کو ناممکن بنا دیتا تھا۔ ڈپٹی کمشنر کی مسلسل تنگ نظری، دین دشمنی سے کارکن اور مولانا حق نواز خود پریشان تھے اور چاہتے تھے کہ سنی عوام تک مولانا کی آواز کو ضرور پہنچایا جائے۔

انجمن سپاہ صحابہؓ نے فیصلہ کیا کہ اس دفعہ جونہی مولانا کی داخلہ بندی کی میعاد ختم ہوئی تو اللہ کی نصرت سے مولانا حق نواز کی لازماً تقریر کرانی ہے۔ چنانچہ جلسہ کا وقت طے ہو گیا اور اشتہارات تقسیم ہو گئے اور مولانا کو لانے کا منصوبہ اور شہر میں داخلے کی تدبیر اور جلسہ گاہ پہنچنے کا طریقہ طے کر لیا گیا۔ پروگرام کے مطابق مولانا حق نواز کو ملتان روڈ پر شہر کے قریب ایک بستی میں لا کر ٹھہرایا گیا۔ ابھی دوسرے پروگرام کو مرحلہ وار طے کرنا تھا کہ پولیس کو بستی میں مولانا کے قیام کا علم ہو گیا۔ پولیس نے اپنی منصوبہ بندی سے مولانا کی قیام گاہ کا محاصرہ کر لیا اور یقین ہو گیا کہ مولانا اب کسی طرح بھی نہیں نکل سکتے۔ مگر پولیس جب مکان میں داخل ہوئی تو مولانا کے دیگر رفقاء تو موجود تھے مگر مولانا حق نواز غائب تھے۔ معلوم ہوا کہ مولانا پولیس کی آمد کی اطلاع ملتے ہی تنہا ایک باغ میں چلے گئے تھے۔ اور پولیس ایک دوسرے کا منہ دیکھتی رہی۔ اسی طرح پولیس رات گئے تک پورے شہر میں عوام اور کارکنوں سے آنکھ مچولی کھیلتی رہی۔ مگر مولانا بچتے بچاتے جلسہ میں پہنچ گئے اور پھر ہزاروں کے اجتماع میں بے مثال خطاب فرمایا۔ بعد میں پرچہ درج کر کے پولیس مگرمچھ کے آنسو روتی رہی۔ مگر بروقت کوئی تدبیر کارگر ثابت نہ ہو سکی۔

جھاوریاں ضلع سرگودھا

جھاوریاں ضلع سرگودھا، گوجرانوالہ شہر، ٹوبہ ٹیک سنگھ اور مختلف شہروں میں ایسے ہی بے شمار واقعات پیش آئے جن کی وجہ سے مولانا حق نواز اور حکومت میں بھی خاصی کشیدگی پیدا ہو گئی۔ حکومت کے لئے یہ واقعات اس لئے شدید ناراضگی کا باعث تھے کہ وہ سمجھتی تھی اس سے امن وامان کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے اور مولانا حق نواز یہ سمجھتے تھے کہ حکومت شیعہ کو خوش کرنے کے لئے اس قسم کے واقعات اور حالات خود پیدا کر رہی ہے۔ اس میں قصوروار حکومت ہے، مولانا نہیں ہیں۔

دھن کے پکے

ایک مرتبہ میاں چنوں میں جلسہ سے خطاب کرنا تھا، انتظامیہ نے وہاں کے حالات خراب کر رکھے تھے اور عوام مولانا

کی تقریر سے دباؤ ڈال کر اپنے مطالبات میں وزن پیدا کرنا چاہتے تھے منتظمین جلسہ نے حضرت سے اصرار پکا وعدہ لے رکھا تھا کہ بہر صورت بقدر امکان جلسہ میں پہنچیں گے..... پابندی یا گرفتاری کے خدشے کے پیش نظر ہم نے باہمی مشورے سے طے کر لیا کہ جلسہ میں ضرور پہنچنا ہے۔ اور گرفتاری بھی نہیں دینی۔ شیخ محمد اشفاق، محمد سلیم بٹ، حافظ فلک شیر اور میں محمد یوسف مجاہد نماز عشاء کے وقت میاں چنوں جلسہ گاہ میں پہنچے اور مولانا کو پیچھے چھوڑ گئے۔ وہاں ہر طرف عوام کا بے پناہ ہجوم دوسری طرف پولیس کی بھیڑ..... ہمارا کوئی واقف بھی وہاں نہ تھا۔ بٹ صاحب مسجد میں منتظمین جلسہ سے رابطہ کرنے لگے اور تعارف کرانے کے بعد میں ماحول کا جائزہ لینے باہر نکلا، انتظامیہ کے تیور خطرناک حد تک بگڑے ہوئے تھے اور منتظمین اپنی جگہ اڑے ہوئے تھے کہ ہمارا جلسہ ہونا ہی ہونا ہے۔ بٹ صاحب بھی جلد ہی مجھ سے آملے۔ ہم ایک کینٹین میں چائے کے کپ پر سر جوڑ کر سوچنے لگے کہ کیا کریں؟ جب کوئی بات نہ سوجھی تو توکل علی اللہ بٹ صاحب اندر چلے گئے اور جلسہ سے خطاب کرنے لگے۔

میں وہیں گھومنے پھرنے لگا کہ اب کیا ہوگا۔ اچانک ایک سادہ لوح ہلکے سے بدن کا صوفی پولیس افسر کے پاس آکر پوچھتا ہے۔ جناب یہاں بڑا رش ہے اور ہر طرف پولیس کھڑی ہے، خیر تو ہے ناں، پولیس افسر نے جھنجھلا کر کہا جا بابا پرے ہٹ اِتھے حق نواز نے پھڈا پایا ہوا ہے۔ اس پر وہ سائل جیسے پشیمان سا ہوا اور چپکے سے پولیس کے درمیان سے مین گیٹ پاس کرتا ہوا مسجد کے صحن میں چلا گیا اور اس کے ساتھ ہی غلغلہ ہوا، ''آ گیا بھئی آ گیا حق نواز آ گیا، چھا گیا بھئی چھا گیا حق نواز چھا گیا'' اور ''جیوے جیوے حق نواز'' کے فلک شگاف نعرے سے پورا علاقہ گونج اٹھا۔

اب پولیس نے ہاتھ پاؤں مارنے شروع کئے مگر بازی ہار چکی تھے عوام کے اس بپھرے سیلاب میں اب مولانا پر ہاتھ ڈالنا ناممکن تھا، دل مسوس کر رہ گئے..... سوچا بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی چلو تقریر کا انتظار کر لیتے ہیں پھر گرفتار کر لیں گے اور مزا چکھائیں گے۔

مولانا نے حالات حاضرہ پر تفصیلی روشنی ڈالی۔ میاں چنوں کی انتظامیہ کی ملی بھگت سے جو کچھ وہاں ہو رہا تھا اس پر گرفت کی، مشرکوں، رافضیوں کے باطل نظریات کے تار و پود بکھیرے، پولیس کا بھی پوسٹ مارٹم کیا اور مفصل خطاب کیا۔

اس دوران ہم نے پولیس سے بچ کر واپسی کی تدبیر کر لی۔ جوں جوں مولانا کی تقریر جوبن سے انجام کی طرف جا رہی تھی اور پولیس نے مین گیٹ تو مکمل قابو میں کر لیا تھا۔ میں اور شیخ اشفاق مسجد کی اوپر والی چھت سے مینار پر گئے اور صورت احوال کا جائزہ لیا اور طریق کار وضع کر کے واپس آ گئے۔ ڈیڑھ بجے شب تقریر ختم ہوئی سٹیج کی مدھم روشنی میں ایک صاحب دعا کروانے لگے۔ اور معاً بعد جناب فلک شیر صاحب نعت خواں مولانا جھنگوی بن کر نوجوانوں کے خیر مقدمی نعروں کی گونج میں جلوس کی شکل میں باہر کی طرف روانہ ہوئے۔ جلوس جھنگوی صاحب سے اظہار عقیدت کرتا، مختلف نعرے بلند کرتا نہایت ہی آہستہ آہستہ باہر کی طرف رواں دواں ہے اور پولیس نے جلوس کو اپنے گھیرے میں لے رکھا ہے، رفع شبہ کے لئے مسجد کے اندر بھی ایک آدھ پولیس مین گھوم پھر کر جائزہ لے چکا ہے۔

اسی اثناء میں ہم چند لمحوں میں ہی مسجد کے مینار کے ذریعے اوپر جا چکے تھے۔ لکڑی کی ایک بوسیدہ سیڑھی مینار سے

برابر والے مکان کی منڈیر پر رکھی گئی جس کے ذریعہ مولانا نے تنہا پندرہ فٹ چوڑی گلی عبور کر لی اور ایک مکان میں کود گئے۔ رات کا پچھلا پہر اور مکمل اندھیرا.....اس میں زندگی اور موت کا یہ کھیل کھیل لیا گیا۔ سیڑھی ہم نے جلدی عوام میں رکھی اور خود بھی واپس آ گئے اور تماشہ بینوں میں شامل ہو گئے..... ہمارا منصوبہ بحمدہ کسی حد تک کامیاب ہو چکا تھا، تاہم کسی مخبر کی اطلاع کے خدشے کو رد نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس لئے کھٹکا بدستور تھا۔

ادھر پولیس ہجوم چھٹنے اور غبار بیٹھنے پر مولانا کو نہ پا کر بڑی سبکی محسوس کرنے لگی ان کے افسران پھنکارنے لگے، ماتحت عملہ سرگرداں ہوا.....سارے شہر میں چھا گئے، مگر اب شکار اڑ چکا تھا..... چھاپا کس پہ مارتے.....

تمام شہر کی بخیہ گری تو کرتا ہوں
مگر کوئی بھی یہاں قدرداں نہیں میرا
وفا پہ مجھ کو بھروسہ، خدا پہ مجھ کو یقین
میں مطمئن ہوں سفر رائیگاں نہیں میرا

صبح صادق کے بعد ہم سب بعافیت اکٹھے جھنگ پہنچے.....

چند دنوں بعد مولانا کا اسی علاقہ کا پھر دورہ تھا۔ جس میں صرف فلک شیر ہم سفر تھے۔ باقی پروگرام مقامی لوگوں نے خود نبھانا تھا.....تین دن بعد فون آیا کہ مولانا پولیس کے ہتھے چڑھ گئے اور گرفتار کر لئے گئے۔ ہم نے فوری کار کا انتظام کیا اور عبدالحکیم پہنچے۔ جہاں معلوم ہوا کہ مولانا پولیس کے لئے پھر معمہ بن کر بسلامت سرائے سدھو، ککڑ ہٹہ، چوپڑ ہٹہ، وغیرہ کے متعدد مقامات میں مفصل خطابات کر چکے ہیں اور پولیس کہیں بھی کامیاب نہیں ہو سکی۔ ہماری ملاقات بھی ڈرامائی انداز میں ہوئی اور اکٹھے واپس ہوئے۔ مولانا بے خوف اور انتھک آدمی تھے جس کام کی ٹھان لی، کرنا ہے وہ بہر حال کر لینا ہے ان کا اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل مکمل تھا۔

؎ اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

چیچہ وطنی کانفرنس میں شرکت کا واقعہ بھی بڑا عجیب ہے۔ وہاں کی انتظامیہ ان دنوں قادیانیت اور رافضیت نوازی میں کچھ زیادہ ہی آگے نکل گئی تھی۔ ایک مسجد کے ملحقہ رقبہ قادیانیوں کے حوالے کرنے پہ مصر تھی اور مقدمات بھی اہل سنت کے خلاف بن رہے تھے، اور فیصلے بھی اہل حق کشی کے ہو رہے تھے۔ ادھر احتجاجات مطالبات صدا بصحرا ثابت ہو رہے تھے.....

گرمیوں کا موسم تھا، دریائے راوی میں درمیانے درجے کا سیلاب تھا۔ حضرت مولانا کے ساتھ فلک شیر نعت خواں اور میں محمد یوسف مجاہد عازم چیچہ وطنی ہوئے۔ کمالیہ چوک پر ہم چائے پی رہے تھے کہ معلوم ہوا کہ ساہیوال، ٹوبہ ٹیک سنگھ پر دو اضلاع میں داخلہ بندی اور زبان بندی کے آرڈر ہو چکے ہیں۔ اب نہ بول سکتے ہیں نہ آگے جا سکتے ہیں۔ حضرت مولانا نے فرمایا! تبلیغ کے لئے جانا کونسا جرم ہے، یہ زبان بندی اور داخلہ روکنا خدا کے باغیوں کی اختراع ہے۔ کوئی تدبیر سوچو نکل چلیں، حیلہ کرتے ہیں اگر کارگر ہوا تو فبہا ورنہ پھر مجبوری ہو گی۔

ہم نے چائے پی اور کار میں بیٹھ کر پلان وضع کرنے لگے.....ہم اسی طرح روانہ ہو گئے ذرا سا حلیہ بدل لیا گیا۔

چیچہ وطنی کے پل پر پولیس کے دو ٹرک اور کئی دوسری گاڑیاں ہمارا راستہ روکے کھڑی تھیں اور درجنوں مسلح پولیس والے رائفلیں تانے موجود تھے۔

راستہ بند ہونے کے باعث ہماری گاڑی رکی تو انسپکٹر آئے اور چیک کرنے لگے۔ علیک سلیک کے بعد کچھ کہنے سننے سے قبل ہی بزدل ڈرائیور نے بھانڈا پھوڑ دیا چنانچہ پولیس لمحہ بھر میں چوکنا ہوگئی۔ صورت احوال میں کشیدگی نمودار ہوئی..... اب جو گفتگو ہوئی کچھ اس طرح تھی۔

انسپکٹر: مولانا آپ کی داخلہ بندی ہے، آپ آگے نہیں جاسکتے۔

مولانا: لائیے پھر کاغذات دیجئے۔

انسپکٹر: کاغذات بڑھاتے..... ان پر دستخط کردیں۔

مولانا: یہ تو میرے کاغذات ہیں اور ہیں بھی نامکمل، مجھے تین پرت درکار ہیں وہ دیں۔

انسپکٹر: مولوی صاحب اس تفصیل میں جانے سے پابندی پر فرق نہیں پڑتا، آپ مجھ سے قانونی موشگافیاں نہ کریں۔ آپ تقریر نہیں کرسکیں گے، البتہ کاغذات مکمل کرنے کی تدبیر کردیتے ہیں۔

مولانا: پھر ایسا کرلیتے ہیں، میں دو ساتھی یہاں چھوڑتا ہوں، اور آپ دو اہل کار میرے ساتھ بھیج دیں یا خود چلیں۔ میں جلسہ کے منتظمین کو پابندی کی تعمیل سے مطلع کرآؤں گا، تاکہ میرے اوپر وعدہ خلافی کا الزام نہ آئے اور ساتھ یہ فوٹو کاپیاں بھی بن جائیں گی۔

انسپکٹر: مولوی صاحب باتیں نہ بنائیں، آپ کسی طرح نہیں جاسکتے، میں خود آپ کو روک لوں گا۔

مولانا: برہم ہوکر..... ''اگر تم میں اتنی اخلاقی جرأت نہیں، تو میں بھی گاڑی نہیں دے سکتا، جاؤ اپنا کام کرو''۔

انسپکٹر: تندی سے..... ''کاغذات واغذات کچھ نہیں، ہم ہر طریقے سے روک سکتے ہیں۔ آگے قدم بڑھا کر دیکھو''۔

مولانا: اگر تم حلالی ہو تو اپنے ہر ''طریقے'' میں سے جو طریقہ آزمانا چاہو آزما دیکھو، میں اس وقت دریا کے پل پر کھڑا ہوں، جو ٹوبہ اور ساہیوال دونوں ضلعوں میں نہیں۔ آج اگر مقدر میں مقابلہ تمہارے ساتھ ہے تو چلو یونہی سہی، اور اس کے ساتھ مولانا نے ہاتھ میں پستول سنبھالا اور ڈرائیور سے کہا کہ گاڑی موڑو..... پہلے تو سچے دل سے تعمیل کے لئے تیار تھا، مگر اب تقریر کا فیصلہ کرلیا ہے۔ انسپکٹر سے گرجدار آواز میں..... اپنے ڈی، سی، اور ایس، ایس، پی کو بتلا دو کہ تقریر بہر صورت ہوگی اور حق نوازی کی ہوگی۔ (امیر عزیمت: ص ۲۳۴، ۲۳۵)

راستے میں کچھ دیر تو بالکل خاموشی رہی پھر طبیعت بحال ہوئی تو مجھ سے فرمانے لگے..... مجاہد اب کیا ہونا چاہئے.....؟ میں نے کہا..... جو فیصلہ راوی پل پر سنا آئے ہیں، اس پر عمل..... اور کیا ہونا چاہئے۔

واپس کمالیہ پہنچ کر حضرت نے پیر جی صاحب کے ساتھ پروگرام طے کیا۔ جس کے تحت میں اور فلک شیر راوی کا پل پار کرکے چیچہ وطنی پہنچ گئے۔ جبکہ اپنی کار یہیں کمالیہ میں بھوسے کے ایک ٹپ کے ساتھ چھپادی اور سفر عام بس کے ذریعہ کیا گیا۔

CamScanner

لطیفہ

جب ہم دوبارہ پل پار کرنے لگے تو وہی پولیس کا عملہ موجود تھا اور پہلے سے زیادہ مستعد اور چیکنگ بھی بدستور جاری تھی۔ جب ایک سپاہی میرے پاس آیا تو میں آنکھیں بند کئے اپنی جیبوں میں ہاتھ ڈالے، بس میں ریکارڈنگ کے ایک بول:

چندا توری چاندنی میں جیا جلا جائے رے

جھوم جھوم کر گا رہا تھا "چندا توری چاندنی....."

ایک پولیس والے کو کچھ شک سا گزرا۔ یار یہ تو وہی لگتا ہے۔ کپڑے بدل آیا ہے یا کوئی مستانہ ہے کیسے آنکھیں بند کئے گا رہا ہے۔

آخر اس نے مجھے جھنجھوڑا اور کہا کہ تم مولانا حق نواز جھنگوی کے ساتھ تھے۔ میں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر کھا جانے والی نظروں سے اسے گھورتے ہوئے کہا: "کون.....، کیا.....خیر تے ہے وا.....؟" میں تینوں مولوی نظریں آوندا واں.....؟ تینو میری چلون نہیں دسدی.....؟ اور یہ جا وہ جا..... ہم جلسہ گاہ میں پہنچ گئے۔ نعت، نظم اور پروگرام میں حصہ لیا اور منتظمین کو صورت احوال سے مطلع کیا۔

ادھر مولانا نے ایک مرتبہ پھر زندگی اور موت کا کھیل کھیلا۔ کمالیہ سے دو علماء کو ساتھ لیا اور آدھی رات کو موٹر سائیکلوں سے راوی پل سے اس طرف ایک غیر آباد پتن پر پہنچے، مولانا موٹر سائیکلوں کے پہرے پر کھڑے رہے اور ان دونوں ساتھیوں نے جا کر ملاح کو جگایا، اسے سمجھا بجھا کر منت سماجت سے قائل کیا، وہ آیا اور یہ تینوں مسافر اپنے موٹر سائیکلوں کے ساتھ اس پار اترے۔ کشتی والے کو نذرانہ دے کر خوش کیا اور اپنی سواریاں گھسیٹتے پا پیادہ ریت میں رات کو چل رہے ہیں..... جب سواری کے قابل راستہ ملا تو پھر اپنے موٹر سائیکلوں پر سوار ہو کر رات گئے جلسہ گاہ میں اس وقت پہنچے، جب لوگ مایوس ہو چکے تھے۔

انتظامیہ جلسہ نے بھی اپنی مجبوری اور بے بسی کا اعلان کر دیا تھا کہ حضرات ہم معذرت خواہ ہیں، پولیس کی زبردست ناکہ بندی اور زبان بندی کے احکامات جاری ہو جانے کے باعث مولانا نہیں پہنچ سکے۔ ابھی اس گومگو میں معاملہ تھا کہ مولانا اپنے نئے ہم سفروں کے ساتھ جلسہ گاہ میں پہنچے۔ بس پھر کیا تھا دھوم مچ گئی چہار طرف مساجد و مدارس کے لاؤڈ سپیکرز گونجنے لگے۔ شیر اسلام مولانا حق نواز جھنگوی آ گئے..... وہ آ گئے.....!!

کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے
رن ایک طرف چرخ کہن کانپ رہا ہے

اس اثناء میں ضلعی پولیس بھی سکھ کا سانس لے چکی تھی، کہ ہم نے معرکہ سر کر لیا اور فاتحانہ بیرکوں اور تھانوں میں جا چکی تھی۔

حضرت جھنگوی کے پہنچنے کی خبر نے جو ولولہ تازہ اور جوش خروش پیدا کیا وہ قابل دید تھا۔ چند ثانیوں میں پنڈال بھر گیا، انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر سامنے تھا، لوگ بستروں سے اٹھ کر ایسے بھاگے آ رہے تھے، جیسے کوئی بڑی نعمت میسر آ گئی

ہے۔ یہ اس علاقے کا یادگار اور عظیم اجتماع بن گیا۔ مولانا نے حسب عادت منضبط، مربوط اور موقع محل کے مطابق مفصل خطاب فرمایا۔ انتظامیہ کو بھی خوب لتاڑا اور مطالبات بھی رکھے۔ اور بالآخر للکار ہے للکار ہے۔ شیر کی للکار ہے اور میری آواز تیری آواز حق نواز حق نواز کے نعروں کی گونج میں تمام سنی مطالبات منظور ہوئے۔

اب پھر وہی طریقہ واردات کہ جناب فلک شیر نے کار میں بیٹھ کر نوجوانوں کے خیر مقدمی نعروں میں جلوس کی قیادت کی اور پولیس جلوس کے ادھر گھیرا کئے رہی۔ دور تک جلوس دھیرے دھیرے رواں رہا۔ پھر جب بادل چھٹے، انتظار کی گھڑیاں تمام ہوئیں اور سارے ارمان اتارنے کا وقت آیا تو ساری مشینری دھک سی رہ گئی۔ للکار للکار اور آواز کا نعرہ کانوں میں گونجنے کے باوجود اس کی پرواز کا دھیان نہ رہ سکا اور وہ پرواز کر گیا اور ان کے حواس کھو گئے۔

ہم نے اس مرتبہ اپنی حکمت عملی میں مزید تبدیلی کر لی تھی، ہم وہاں سے کمالیہ آ گئے اور وہاں سے اپنی کار پر واپس جھنگ کے لئے محو سفر ہوئے اور مولانا نئی راہوں سے چیچہ وطنی سے رجانہ، ٹوبہ کے راستے جھنگ پہنچے۔ ان چند واقعات سے آپ مولانا کی مسلکی غیرت اور مقصد سے لگن اور اپنے عہد و پیمان کا پاس ولحاظ کا اندازہ کر سکتے ہیں..... رات کے گیارہ بجے اندھیرے میں کشتی سے دریا کی سیلاب سے بپھری ہوئی موجوں اور موت کے سناٹے میں یہ جانباز سرفروش کیسے گذرتا ہوا کہاں پہنچا، پھر آرام وراحت یا رات کا سفر ہر چیز نظر انداز کرتے ہوئے انہی راہوں کو صدا دیتا مراجعت کناں ہے۔

گوجرانوالہ میں ایک کانفرنس میں شرکت کا ایک واقعہ بھی کچھ اسی طرح کا ہے اس کے علاوہ بیسیوں واقعات ہیں کہ کئی کئی میل پا پیادہ دھوپ میں چل کر پہنچتے اور تقریر فرماتے۔

اور نماز ٹوٹ گئی

تھانہ ترنڈا محمد پناہ (رحیم یار خاں) میں حاجی محمد امیر کی دعوت پر مولانا جلسے پر پہنچے ہوئے تھے۔ تقریر کر چکے تھے۔ وضو کی تیاری کر رہے تھے کہ جماعت کھڑی ہوگئی۔ میں وضو کروا رہا تھا۔ اتنے میں مَیں نے پولیس کی بھاری جمعیت آتے دیکھی۔ مَیں نے مولانا سے کہا، پولیس آ گئی، شاید گرفتاری ہے۔ انہوں نے فرمایا کوئی حویلی یا مکان دیکھو۔ میں نے ایک حویلی کے اندر انہیں بند کر دیا اور آگے سے دروازے لگا لئے اندر اندر سے آپ سیڑھی لگا کر پار کر گئے، مجھے کہہ گئے کہ مقبول ڈرائیور کے ساتھ چند علماء کو لے کر میرا روپ دھار کر نکل کھڑے ہو۔ اتنے میں پولیس نے نماز شروع کر دی ہمیں موقع مل گیا۔ جب امام سجدے میں گیا۔ تو ہماری گاڑی چلی ایک سپاہی نے کن آنکھوں سے مولانا کی گاڑی جاتی دیکھی تو شور مچا دیا..... مولانا حق نواز فرار ہو گئے، وہ بھاگ گئے..... پولیس والے نماز چھوڑ چھاڑ کر وہیں سے بھاگ نکلے..... مگر ہماری کار نکل چکی تھی، انہوں نے وائرلیس سے ترنڈہ میں اطلاع دی کہ فلاں نمبر فلاں رنگ کی کار جس میں حق نواز سوار ہے، روک لی جائے۔

کچھ فاصلے پر ہماری کار روک لی گئی۔ ایک ایک آدمی کی چھان بین ہوئی، میرے پاس اپنا شناختی کارڈ موجود تھا۔ انہوں نے کہا، مولانا حق نواز اتر آئیں جب مَیں نہ اترا تو مجھے کھینچ کر اتار لیا اور میری تلاشی شروع کر دی۔ جب میرا شناختی کارڈ دیکھا اور دیگر علماء بھی چیک کر لیے گئے تو پولیس کی شرمندگی کی انتہا نہ رہی، ادھر مولانا موٹر سائیکل سے وہاں سے لیاقت

CamScanner

پورا اور وہاں سے چتی گوٹھ پہنچے، جہاں آپ کو ایک جلسے سے خطاب کرنا تھا، مجھے اور ڈرائیور مقبول، ہم دونوں کو حراست میں اور اپنی گاڑی کو بھی دیکھا۔ موٹر سائیکل والا آگے آگے اور مولانا پاپیادہ کھیتوں میں گھومتے پھرتے روڈ پر پہنچے، آگے پھر ہر طرف سے پولیس کی ناکہ بندی تھی۔

وہاں سے احمد پور شرقیہ جا پہنچے۔ یہاں بھی پولیس کا زبردست پہرہ، ناکہ بندیاں وغیرہ تھیں۔ اپنے ساتھیوں کو تو واپس کیا حلیہ پہلے سے بدلے ہوئے تھے۔ ایک عام سے ہوٹل میں بیٹھ گئے اور موقع کا انتظار کرنے لگے۔ تھوڑی دیر ستانے کے بعد ہوٹل والے سے پوچھا، یہ اتنی اس قدر پولیس کیوں پھر رہی ہے، اس نے جواب دیا، مولانا حق نواز جھنگوی کو آنا تھا۔ مگر ڈی سی نے پابندی لگا دی ہے اور اب انہیں پولیس قید کرنا چاہتی ہے۔ مولانا نے اس سے پھر پوچھا کہ کیا وہ اب آسکیں گے؟ ہوٹل والے نے کہا، سنا ہے کہ وہ بڑے قد آور اور جرأت مند آدمی ہیں۔ ہمارا یقین ہے وہ ضرور پہنچ جائیں گے۔

مولانا نے پوچھا، اتنی پولیس میں بھی آجائیں گے۔ اس نے کہا ضرور پہنچیں گے، پھر سمجھانے کے انداز میں کہنے لگا، میاں صوفی جی وہ بڑے ہوشیار آدمی ہیں جب وہ آئیں گے تو ہر طرف ہل چل مچ جائے گی۔ مولانا کہتے ہیں، میں نے بھی منہ میں پانی سا بھر لیا کہ آپ جلسے میں تو ضرور جائیں گے، مجھے بھی ساتھ لے جائیں، میں باہر سے آیا ہوں، انجان آدمی ہوں ..... ناواقف ہوں..... اس نے کہا بڑے شوق سے میں ضرور آپ کو ساتھ لے جاؤں گا، مولانا نے کہا اچھا ایک پیالی چائے کی تو پلا دو۔ اس نے چائے پلائی اور جلدی سے ایک اور آدمی کی ذمہ داری لگا کر جلسہ گاہ کی طرف چل نکلا، وہ کہنے لگا صوفی جی جلدی کیجئے، رونق میلہ نکل جائے گا۔ اب ہوٹل والے صاحب آگے آگے اور مولانا اس کے پیچھے پیچھے چلتے ہوئے احمد پور شرقیہ کے جلسے جا پہنچے۔ عام پنڈال میں سرنگوں ہو کر جلسہ گاہ میں بیٹھ گئے جبکہ اس وقت تک جلسہ والے بھی نہیں پہچانتے تھے کہ حق نواز کون ہے آپ خاموش بیٹھے رہے۔

.....ادھر ہمیں بھی چھوڑ دیا گیا اور ہم بھی احمد پور شرقیہ کے جلسہ میں پہنچ گئے۔ جب میری نظم شروع ہوئی تو مولانا اپنی جگہ سے اٹھ کر آہستہ آہستہ سٹیج کے قریب آنے لگے۔ جب بالکل قریب آگئے تو سٹیج پر موجود ساتھیوں نے پہچان لیا اور ایک دم جیوے جیوے حق نواز، آگیا بھئی آگیا، چھا گیا بھئی چھا گیا، حق نواز چھا گیا، کے نعرے گونجنے لگے۔ اس پر ایس پی صاحب اور دیگر انتظامیہ چونک اٹھی۔ اس بات سے دنگ رہ گئی کہ ہماری اتنی ناکہ بندی توڑ کر کیسے پہنچ گئے۔

لطیفہ

احمد پور شرقیہ کے ایک مولوی صاحب نے قسم کھا رکھی تھی کہ حق نواز کو یہاں تقریر نہیں کرنے دی جائے گی، اگر اس نے تقریر کر لی تو میری بیوی تو طلاق۔ مولانا کی تقریر کے دوران جہاں معمول کے مطابق دوسرے نعرے لگتے تھے۔ وہاں یہ نعرہ بھی لگا۔ بیوی گئی..... بیوی گئی۔ مولانا نے دوران تقریر ہی پوچھا کہ یہ کیا نعرہ ہے تو انہیں بتلایا گیا کہ واقعی ایک صاحب کی بیوی ہاتھ سے گئی، چنانچہ ان صاحب کی بیوی اسی وقت گھر چھوڑ گئی..... اور پھر.....

.....☆.....

رُودادِ حوادث

۳۱ مئی ۱۹۸۶ء مطابق ۲۱ رمضان المبارک ۱۴۰۶ھ کو ایک سانحہ رونما ہوا۔ بعد کے واقعات نے یہ ثابت کیا کہ یہ سانحہ ایک سوچے سمجھے منصوبے کا شاخسانہ تھا مگر منصوبہ سازوں کی بدقسمتی سے اس منصوبے میں کامیابی نہ ہو سکی۔

ہوا یوں کہ ۲۱ رمضان المبارک کی شب ہر سال شیعہ یوم وفات علی المرتضیٰؓ مناتا ہے چونکہ اہل سنت کی مساجد میں نماز عشاء کے بعد تراویح ادا کی جاتی ہے، اس لئے ہر سال شیعوں کی زیادہ آبادی والے محلہ ڈبکراں کے قریبی مسجد (قاضیاں والی مسجد) کے خطیب صاحب انتظامیہ سے مل کر اوقات کا تعین کر لیتے ہیں کہ اتنے بجے تک ہم تراویح کے ساتھ حضرت سید علی المرتضیٰؓ کے ساتھ اظہار عقیدت کر لیتے ہیں، اس کے بعد شیعہ اپنا پروگرام شروع کر لیں گے، چنانچہ مذکورہ سال بھی حسب اصول خطیب صاحب (یہ مسجد محکمہ اوقاف کے تحت ہے اور خطیب مولانا ظہور احمد صاحب سالک محکمے کی طرف سے متعین ہیں) نے انتظامیہ جھنگ اور شیعہ فرقہ کے ساتھ یہ طے کر لیا تھا کہ ساڑھے دس بجے تک ہم تراویح، درس اور دعا سے فارغ ہو جائیں گے پھر شیعہ اپنا پروگرام شروع کریں گے، لیکن منصوبے کے تحت شیعوں نے معاہدہ کے برعکس دس بجے سے بھی پہلے جب کہ مسجد میں ابھی تک تراویح ادا کی جا رہی تھی، ریکارڈنگ شروع کر دی اور شور و غل سے اودھم مچانا شروع کر دیا۔ اس پر لاؤڈ سپیکر پر ان سے اپیل کی گئی تمہارا ابھی ٹائم نہیں ہوا، عہد و پیماں کا پاس رکھو اور نماز تراویح پڑھنے دو۔ خوامخواہ شور نہ کرو۔

اس پر شیعہ نے مسلح ہو کر مسجد پر حملہ کر دیا، مسجد میں گھس کر اعتکاف میں بیٹھنے والوں سمیت متعدد نمازیوں کو زدوکوب کیا۔ مسجد پر قبضہ جما لیا۔ مسجد سے ملحقہ سنیوں کی متعدد دکانیں توڑ پھوڑ ڈالیں۔ مولانا حق نوازؒ کا نام لے کر چیلنج بازی کرنی شروع کر دی۔

صحابہ کرامؓ پر تبرا بازی کی۔ اس ظلم و بربریت کی اطلاع جب قریبی مسجد پپلیانوالی میں پہنچی تو اہل سنت میں اضطراب کے ساتھ اشتعال پیدا ہوا، انجمن سپاہ صحابہؓ کے نوجوان موقع پر پہنچے۔ (خیال رہے یہ سب کچھ جب ہو رہا تھا، پولیس موقع پر موجود تھی، استدعا کے باوجود کوئی ٹس سے مس نہ ہوا، مولانا حق نواز جھنگوی نے اپنی مسجد سے فوری طور پر انتظامیہ کے اعلیٰ افسروں سے ٹیلی فون پر رابطہ کیا اور انہیں مداخلت کر کے حالات کو خراب ہونے بچانے کی اپیل کی مگر کوئی کاروائی نہ کی گئی۔

بہر حال سپاہ صحابہؓ کے کارکنوں کی پیش قدمی سے رافضیہ مسجد چھوڑ کر بھاگ گئے یوں مسجد واگذار کرالی گئی۔ اب

شیعہ سنی آمنا سامنا ہوا، محکمہ ڈکراں والا میدان کارزار بنا، جانبین سے سنگ باری اور فائرنگ ہونے لگی۔

دو بجے شب پولیس نے فریقین کو واقعۃً علیحدہ علیحدہ کرنے کا اقدام کیا۔ جانبین کے متعدد افراد زخمی ہونے کی اطلاعیں اور کچھ افواہیں گردش کرنے لگیں۔ پولیس نے شہر میں پھیل کر کنٹرول سنبھال لیا اور لوگ سحری کھانے پکانے میں مصروف ہو گئے۔

ادھر شیعہ نے اپنی جارحیت وعہد شکنی کے علاوہ خفت وسبکی مٹانے کے لئے جائے وقوعہ سے دور کے ایک خاکروب (مسلی) کو ورغلا کر قتل کیا اور سازش کے تحت ملی بھگت سے وقوعہ کے قریب ایک گلی میں ڈال دیا اور دن چڑھے شور مچانا شروع کر دیا کہ حق نواز نے ہمارا آدمی قتل کروا دیا۔

شواہد وحقائق کے برعکس مولانا حق نوازؒ اور انجمن سپاہ صحابہؓ کے سترہ افراد کے خلاف مقدمہ قتل ۳۰۲ دفعہ کر کے خطیب مسجد سمیت گرفتار کر لیا گیا۔ جس میں اس وقت کے صوبائی اسمبلی کے ممبر شیخ محمد یوسف کے دولڑکے سپاہ صحابہؓ کے مرکزی صدر شیخ حاکم علی اور جنرل سیکرٹری نسیم صدیقی شامل تھے۔

مزید تفصیلات سے صرف نظر کرتے ہوئے اتنا ذکر کر دینا بے محل نہ ہوگا کہ: (۱) مسجد پر حملہ (۲) پھر قبضہ (۳) نمازیوں اور خصوصاً معتکفین کو زخمی کرنے اور باہر نکالنے۔

سنیوں کی دکانیں توڑنے اور لوٹنے کے باوجود شیعوں پر کوئی مقدمہ درج نہ کیا گیا۔ محض ایک طرفہ کاروائی کی گئی جس کا ریکارڈ شاہد ہے۔

پھر تمام اہل سنت زیر عتاب آ گئے۔ اتنی تعداد میں گرفتاریوں پر بھی بس نہ کیا گیا، بلکہ مزید پکڑ دھکڑ ظلم وجور کا بازار گرم رکھا گیا۔ (جھنگ پولیس میں واضح اکثریت شیعہ حضرات کی ہے) چنانچہ اہل سنت والجماعت میں اضطراب پیدا ہوا۔ وہ سراپا احتجاج بن گئے۔ علماء، تجار، قانون دان، صحافی برادری تمام کی طرف سے انتظامیہ کے جور وجبر کی مذمت ہونے لگی۔ جلوس، جلسے، چاکنگ اور مطالبات کے تمام قانونی طریقے آزمائے گئے، مگر کوئی شنوائی نہ ہوئی، کیونکہ انجمن سپاہ صحابہؓ کو کرش کرنے کے لئے یہ سارا ڈرامہ رچایا گیا تھا۔ جب قانون کے محافظوں نے ہی قانون کی شکنی کی انتہا کر دی تو دوسری طرف سے بھی قانون کی پاسداری نہ رہ سکی۔

اس اثناء میں علماء اور دیگر ذمہ دار افراد کے ساتھ انتظامیہ اور شیعہ کی متعدد میٹنگیں ہوئیں مگر نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات رہا۔

اس دوران اہل سنت والجماعت نے معروف سیاسی راہنما نواب زادہ افتخار احمد انصاری کی قیادت متحدہ سُنی کونسل تشکیل دی۔ جو اہل سنت والجماعت کی تحریک کو کنٹرول کرتی رہی۔ دو ماہ تک یہ سلسلہ چلتا رہا، جب عوامی دباؤ بہت زیادہ بڑھ گیا تو جھوٹا مقدمہ واپس لے لیا اور ایک صلح نامہ مرتب ہوا اور اس کشمکش کا ڈراپ سین ہوا اور مولانا حق نواز جھنگوی اپنے رفقاء سمیت رہا ہوئے۔ یہ معاہدہ تین نکات پر مشتمل تھا۔

۱ اہل سنت اور شیعہ ایک دوسرے کو کافر نہیں لکھیں گے اور جو اشتہاروں اور دیواروں پر اس قسم کی تحریریں موجود ہیں، مقامی انتظامیہ مٹا دے گی۔

۲ آئندہ سُنی اور شیعہ حضرات ایک دوسرے کی دل آزاری نہیں کریں گے اور اگر کوئی قابل اعتراض معاملہ درپیش ہوگا تو امن کمیٹی کے سامنے پیش کیا جائے گا۔

۳ فریقین اپنے اپنے مقدمات خواہ وہ کسی طرف سے ہی ہوں، واپس لے لیں گے۔ اس معاہدے پر مولانا فضل الرحمٰن صاحب، سردار زادہ ظفر عباس، ظفر اللہ بھروانہ، افتخار احمد انصاری، محمد یوسف ایم پی اے، شیخ محمد اقبال اور علماء جھنگ سے مولانا محمد یٰسین، شیر اسلام مولانا حق نواز جھنگویؒ اور مولانا عبدالعلیم یزدانی کے دستخط تھے۔

غالباً ۱۲ر جون ۱۹۸۷ء کی بات ہے کہ حضرت وکیل صحابہؓ امیر عزیمت کی لیہ میں تقریر ہوئی تھی۔ عین وقت پر لیہ انتظامیہ نے انہیں ضلع میں داخل ہونے سے روکا اور شیعہ فرقہ کی دھمکیوں سے مرعوب کرنے کے علاوہ گرفتاری کی بھی دھمکی دی۔ مولانا نے فرمایا کہ اتنے اشتہارات، اعلانات اور تیاری کے بعد اب پابندی لگانا بے جواز ہے اور ان گیدڑ بھبکیوں سے مولانا کا دب جانا ناممکن تھا، چنانچہ مولانا گرفتاری دینے کی بجائے ایک اور طریقے سے لیہ جلسہ گاہ میں پہنچ گئے جہاں آپ نے لیہ انتظامیہ کی بدانتظامی اور غلط روش پر متنبہ کیا، وہاں رافضیہ کے گندے مذہب کے تار و پود بکھیرتے ہوئے نہایت مدلل بلیغ اور جوشیلی تقریر کی، حسب معمول مجمع بھی بے پناہ تھا اور جوش بھی قابل دید، یہاں انتظامیہ نے اپنی بے بسی محسوس کی مگر اپنی سبکی دُور کرنے کے لئے انہیں بہر صورت گرفتار کرنے کا تہیہ کر لیا، لہٰذا اردگرد کے اضلاع سے پولیس کی نفری مزید منگوالی گئی، ڈی سی لیہ نے بڑے سخت انداز میں پولیس کو وارننگ دی کہ حق نوازؒ بچ کر نہ جائے، چنانچہ حضرت مولانا کو ایک راستے میں صبح کے وقت بے شمار پولیس نے گھیر لیا اور آپ کو اور آپ کے رفقاء قاری محمد منور وغیرہ کو گرفتار کر کے ملتان پہنچا دیا، مولانا کو بغیر مقدمہ چلائے نظر بند کر دیا گیا، باقی دیگر ساتھیوں پر مختلف دفعات کے تحت متعدد مقدمات درج کر کے الجھا دیا اور تشدد کیا گیا۔ اب گرفتاریوں، پابندیوں کا پھر ایک غیر متناہی سلسلہ چل نکلا، مگر مولانا تو کیا، آپ کے ایک کارکن کے پائے استقلال میں ذرہ برابر لغزش نہ آئی۔ پٹتے رہے، پستے رہے، گھر لٹتے رہے مگر کیا مجال فدایان صحابہؓ نے مقدسین کے نام پر بٹہ لگایا ہو، ریکارڈ اس بات کا بھی شاہد ہے۔

چونکہ نظر بند کی ضمانت نہیں ہوتی، اس لئے مولانا کو عرصہ دراز تک رہا نہ کیا جانا طے ہوا، اس اثناء میں طرح طرح کی چہ مگوئیاں ہونے لگیں اور خطرناک حد تک افواہیں گردش کرنے لگیں۔ اس دوران حضرت مولانا کے چاہنے والوں علماء عوام اور انجمن سپاہ صحابہؓ کی طرف سے ملک کے گوشہ گوشہ احتجاجات اور مطالبات کی مہم جاری رہی مگر جب تمام قانونی راستے مسدود ہو جائیں تو لامحالہ غیر قانونی راستے اختیار کئے جاتے ہیں، اس کے لئے کسی اجازت یا تدبیر کی ضرورت نہیں ہوتی، یہ فطری امر ہوتا ہے۔

تب انجمن سپاہ صحابہؓ پاکستان نے اپنی تحریک کو رواں دواں رکھنے کے لئے اور مولانا کی رہائی کے لئے احتجاجی مارچ

کا پروگرام ترتیب دیا۔ چنانچہ ہزاروں افراد پر مشتمل ایک بہت بڑا جلوس لے کر لیہ کی طرف روانگی ہوئی، جھنگ انتظامیہ نے معمولی لیت ولعل کے علاوہ کوئی خاص مزاحمت نہ کی اور مقررہ تاریخ ۱۹ رجون ۱۹۸۷ء کے ایک گرم ترین دن جمعہ میں یہ عظیم جلوس جو سینکڑوں ویگنوں بسوں پر مشتمل تھا۔ لیہ کی طرف مارچ کرتا ہوا جب چوک اعظم پہنچا تو اسسٹنٹ کمشنر لیہ جلوس کے راستے میں مزاحم ہوئے۔ اہل جلوس نے کہا ہم پرامن احتجاج کرنا چاہتے ہیں احتجاجی جلوس وجلسہ وہڑتال ہمارا قانونی حق ہے۔ اے۔سی صاحب بگڑنے لگے تو نوجوانوں نے حیل وحجت کے ساتھ اے سی صاحب لیہ کو اغوا کر لیا اور یرغمال بنالیا۔ اور پھر جلوس لیہ کی طرف روانہ ہو کر بخیریت پُرامن طور پر یہ لیہ پہنچا۔ پورا ضلع لیہ گونج اٹھا، وہاں ایک بہت بڑا احتجاجی جلسہ ہوا پُرامن جلوس نکالا گیا، مطالبات پیش کئے گئے اور مطالبات مان بھی لئے گئے اور معاہدہ ہوا کہ ہم مولانا کو پرسوں رہا کر دیں گے۔

قارئین بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ایک شخص کی مقبولیت اور اس کی تحریک دفاع صحابہؓ نے عوام پر اتنے گہرے اثرات مرتب کر لئے تھے کہ ملک کے مختلف علاقوں سے ہزاروں کی تعداد میں نوجوان اس شدت کی گرمی میں جھنگ پہنچے پھر جلوس کی شکل میں آگے طویل سفر کرتے ہوئے ضلع لیہ جا پہنچے اور قدم قدم پر نعرہ ہائے تکبیر، نعرہ ہائے رسالتؐ اور شان صحابہؓ کی گونج سنائی دی جاتی رہی۔

ضلع لیہ میں انتظامیہ کے ذمہ دار افسران سے مذاکرات ہوئے اور ایک معاہدہ طے پایا کہ کل ہی مولانا حق نواز جھنگوی کو رہا کر دیا جائے گا اور ان کی نظر بندی ختم کر دی جائے گی۔ آپ لوگ مطمئن رہیں اور پرامن واپس ہو جائیں، چنانچہ مقصد کے حصول کے بعد کارکن مختلف حصوں میں بٹ کر اپنے اپنے علاقوں کو روانہ ہو گئے۔ لیہ انتظامیہ نے یہ معاہدہ اپنی مجبوری اور بے بسی سے کیا تھا اور دل میں نفرت اور حسد کی آگ بھڑک رہی تھی جسے جماعتی رہنما سمجھنے سے قاصر رہے کہ گورنمنٹ کی نیت خراب ہے اور دھوکا دیا جا رہا ہے۔

ظاہر ہے جھنگ سے اتنے بڑے جلوس کا ترتیب پا کر پُرامن لیہ تک مارچ کرنا، پھر کامیاب جلسہ ومنظم جدوجہد اور پھر مطالبات کا منوالینا، حکومت نے اسے اپنے لئے چیلنج سمجھ لیا، نیز مولانا حق نواز کو بھی گورنمنٹ نے اپنے لئے خطرہ محسوس کیا۔ حکومت میں شیعہ عناصر نے اندازہ کر لیا کہ یہ شخص رافضیت کے قلعے کو با آسانی مسمار کر سکتا ہے، کیوں نہ اسے طاقت ور ہونے سے پہلے ہی ملیامیٹ کر دیا جائے، چنانچہ وہ بھی مستعد ہو گئے۔

لیہ مذاکرات میں مطالبات کی منظوری کے بعد جلوس کامرانی سے واپس ہوا تو جھنگ فیصل آباد اور ادھر کے علاقے کے لوگ اسی راستے سے واپس ہوئے جدھر سے ان کا جانا ہوا تھا اور دیگر اطراف وجوانب کے وہیں سے واپس ہو گئے۔ جھنگ واپس آنے والا جلوس جب چوک اعظم نامی مقام سے گزر رہا تھا تو سازش کے مطابق ایک امام بارگاہ سے جلوس پر فائرنگ کی گئی، شرکا جلوس مشتعل ہو گئے مگر رہنماؤں نے سمجھا بجھا کر رام کر لیا کہ کہیں ہماری کامیابی کسی کی شرارت سے ناکامی میں تبدیل نہ کر دی جائے۔ پولیس نے بھی فائرنگ کرنے والوں کو پورا تحفظ دیا جس پر اشتعال میں ایک کارکن نے ایک سپاہی کی رائفل چھین لی مگر پھر وہ بھی واپس کر دی۔

یہ جلوس چوبارہ نامی ایک مقام کے ویرانے سے گزر رہا تھا کہ پتا چلا کہ آگے تمام اطراف سے پولیس کی بھاری جمعیت نے گھیراؤ ڈالا ہوا ہے۔

اب اندازہ ہوا کہ یہ ساری منصوبہ بندی اس وقت کی گئی جب پیچھے جلوس کو الجھایا جاتا رہا۔ جلوس کو روک دیا گیا اور گاڑیوں کے فائر کر کے ٹائر پھاڑ دیئے گئے اور پھر نوجوانوں پر گولیوں کی بارش شروع کر دی گئی۔ سارے دن کے تھکے ہارے گرمی کے مارے نہتے نوجوان زخمی ہو کر گرنے لگے کچھ نے بھاگ کر جان بچائی۔ کئی قتل کر دیئے گئے، کچھ ٹانگوں بازوؤں سے معذور کر دیئے گئے، نقدی لوٹ لی گئی، گھڑیاں اتار لی گئیں، اثاثے ضبط ہوئے، یا علیؓ مدد کے نعرے لگانے پر مجبور کیا گیا۔ اللہ اکبر کہنا جرم قرار پایا، بعض پولیس کمینوں نے کفر بکنے پر آمادہ کرنے کے لئے اس قدر تشدد کیا کہ بعض افراد ہمیشہ کے لئے معذور ہو گئے۔ ایک قیامت برپا رہی پانی مانگنے پہ پیشاب گھناؤنا برتاؤ کیا گیا۔ سینکڑوں گرفتار کر لئے گئے اس کے ساتھ ہی ایک خوف ناک دہشت گردی کا بازار گرم ہو گیا۔

اب پُر امن شہری اور حق پرست بے گناہ دیہاتی گھروں سے پکڑ پکڑ کر بے عزت کر کے لوٹے جاتے اور پیسے وصول کر کے چھوڑ دیئے جاتے اور جو شخص نذرانے سے پولیس کی جیب نہ گرم کر سکتا، اسے تشدد کا نشانہ بنایا جاتا مارا پیٹا جاتا خواتین کو بھی بے حرمت کیا جانے لگا اور ظلم و ستم کا ایک غیر مختتم سلسلہ جاری ہو گیا۔

ہم مزید تفصیلات یہیں چھوڑتے ہیں اب نئے احتجاجات کا سلسلہ شروع ہوا، ملک شعلہ جوالہ بنا، ضلع سے باہر خبریں پہنچیں، افواہوں نے جلتی پر تیل کا کام کیا اور ملک کے طول و عرض میں مظاہرے شروع ہو گئے، اس دوران متعدد کرب ناک مراحل آئے تا آنکہ مولانا حق نواز جھنگوی کی نظر بندی اور عوام پر جور و ستم کے سلسلے کو اڑھائی ماہ سے زیادہ عرصہ ہو گیا۔

اُدھر محرم الحرام بھی قریب آ گیا۔

اب جھنگ انتظامیہ کو تشویش ہوئی، مبادا جھنگ میں محرم کے پرانے زخم تازہ ہو جائیں اور تعزیے کے جلوس اور شیعہ کی مجالس عزا سنبھالنی مشکل ہو جائیں۔ ڈپٹی کمشنر جھنگ نے لیہ انتظامیہ اور صوبائی حکومت سے مطالبہ کیا کہ اس قضیے کا کوئی حل تلاش کیا جائے۔ بعد میں ہمیں مورد الزام ٹھہرایا جائے گا، سوچ کی سمت ابھی صحیح کی جائے۔

چنانچہ ایک صوبائی وزیر جھنگ پہنچ گئے جن سے متعلقہ فریقوں کے مذاکرات کے نتیجے میں اٹھائیس ۲۸ اگست ۱۹۸۷ء جمعرات کی صبح کو مولانا حق نوازؒ کو ملتان جیل سے رہا کر دیا گیا، مولانا کے استقبال ہوا۔ یہ تاریخی عقیدت کشی اور پذیرائی تھی۔ اس موقعے پر محبت اور حسن عقیدت کے ایسے ایسے مظاہرے دیکھنے میں آئے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے یہاں تک کہ ایک موقع پر کارکنوں نے وہ کار جس پر امیر عزیمت سوار تھے، کندھوں پر اٹھالی، بوڑھی خواتین اور معمر بزرگوں نے آپ کی بلائیں لیں، دعائیں دیں، رات گئے تاخیر سے جھنگ پہنچ جانے پر بھی ہزاروں مسلمانانِ جھنگ نے آپ کا پُر جوش استقبال کیا اور جلوس کی شکل میں محلہ پپلیانوالہ میں پہنچایا گیا۔ دن اور رات بھر مولانا کو پل بھر آرام کا موقع نہ مل سکا۔

نماز فجر کے بعد مختصر وقت کے لئے آرام کر کے اور پھر ہجوم عاشقاں تھا اور وہ مختلف اطراف سے زائرین اور

ملاقاتیوں کی آمد اور تبرکات کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ چونکہ جمعہ کا دن تھا، لہٰذا جمعے کی تیاری بھی شروع ہو گئی۔

اس بات کو ذرا روک کر ہم ذرا دوسری طرف نظر ڈال لیں، حضرت مولانا کی اس پذیرائی اور والہانہ استقبال نے ان کے حاسدوں کو پایہ آتش کر دیا۔ مولانا کی مسجد کے پڑوس میں پرانی عیدگاہ مسجد میں گذشتہ رات ہی ایک جلسہ کیا گیا۔ جس میں بعض بے لگام مقررین نے مخفی اشاروں پر وہ دشنام طرازی کی حیاء وشرم سر پیٹ کر رہ گئی۔

رہائی دینے پر گورنمنٹ کو بزدل اور بے غیرت قرار دیا اور اہل سنت والجماعت کو مع سعودی گورنمنٹ وہ گالیاں دی گئیں کہ ضبطِ تحریر میں لانا مشکل ہے۔

یہ افواہ باوثوق اطلاع قرار پائی کہ ان کی رہائی میں سعودی حکومت کا ہاتھ ہے، کیونکہ وہ ایران کی مخالفت کے باعث اس پارٹی کا حامی ہے۔

(یاد رہے ان دنوں اہل شرک وہواء کے ترجمہ ''کنز الایمان'' پر پابندی لگ رہی تھی اس لئے غصہ اس بہانے سے سعودی پر بھی نکالا جا رہا تھا)

فرقہ پرست مقررین نے ضلعی انتظامیہ سمیت اہل حق کو زبردست دھمکیاں دین اور برملا اعلان ہونے لگے، ہم اسے زندہ نہیں رہنے دیں گے۔ اور اسے راستہ سے ہٹا دیں گے۔ ہم یہ کر دیں گے۔ وہ کر دیں گے۔ وغیرہ وغیرہ۔

مگر انتظامیہ جھنگ در پردہ ملی بھگت کے باعث اور اہل حق (دیوبندی) محض حسد وضد کا شاخسانہ سمجھ کر اس چیلنج بازی کو درخور اعتناء نہ سمجھے کہ یہ وقتی جذبات اور اشتعال ہے اور بس۔

جمعے کے وقت مولانا کی مسجد میں بے پناہ رش کے پیش نظر دور دراز تک گلیوں سڑکوں اور مکانوں کے اندر اور چھتوں پر بھی نمازیوں کے لئے انتظامات کئے گئے۔ اہل محلہ نے دیدہ ودل فرشِ راہ کئے۔ اس موقع پر مولانا نے ہزاروں کے مجمع سے نماز جمعہ سے قبل خطاب کیا۔ جس میں اپنے موقف کی وضاحت کی اور قوم کو اعتماد میں لیا۔ اور عوام وعلماء کا شکریہ ادا کیا۔ چونکہ اژدھام بہت تھا، اس لئے منتظمین نے ویڈیو اور خودکار کیمروں کے ذریعے ٹیلی ویژن سیٹوں سے منسلک کر کے مولانا کی آواز دور دراز تک پہنچانے کا انتظام کر رکھا تھا اور ساتھ ہی آپ کے درشن بھی ہو رہے تھے۔ تقریباً نصب شہر نے یہ منظر دیکھا۔

ادھر پرانی عیدگاہ میں بے رونقی کی انتہا ہو گئی، وہاں کے خطیب صاحب رات سے ہی غم وغصے میں بل کھا رہے تھے۔ (یہ میں مولانا کی گرفتاری انہی خطیب صاحب کی کاوش سے عمل میں آئی تھی) جب کہ شیر اسلام مولانا حق نواز صاحب کی مذکورہ تقریر میں کسی قسم کی اشتعال انگیزی کا شائبہ تک موجود نہ تھا۔ لوگ جمعہ کی نماز بڑے اطمینان سے ادا کر رہے تھے۔

(ٹیپ ریکارڈ شدہ تقریر اور ویڈیو فلم موجود ہے)

بظاہر اس تاریخی اجتماع وبے مثال استقبال اور اس قدر مقبولیت عامہ سے خطیب مذکورہ مغلوب الغضب ہو کر بوکھلا گئے۔ اور بے قابو ہو کر زہر اُگلنے لگے۔ ماردیں گے۔ نپٹ لیں گے۔ بدلہ لیں گے۔ مزہ چکھا دیں گے..... آخر کس چیز کا؟

حضرت مولانا جمعے کی ادائیگی کے بعد دور دراز سے آئے ہوئے احباب اور مداحوں سے ملاقاتوں میں مصروف تھے

اور تبرکات کا سلسلہ چل رہا تھا۔ ابھی مسجد میں بے تحاشہ ہجوم تھا..... کہ یکا یک اطلاع آئی کہ پرانی عیدگاہ سے گلیوں سے صفیں اٹھانے والوں اور نماز مکمل کرنے والوں پر سنگ باری ہو رہی ہے اور متعدد افراد زخمی ہو چکے ہیں۔ مولانا نے پُرامن رہنے کی تلقین کی اور حکم دے دیا کہ تمام حضرات مسجد میں آجائیں اور پولیس (جو موجود تھی) کو اپنا کردار ادا کرنے کی اور فریقین کے درمیان آنے کا کہا۔ اُدھر زخمیوں کا تانتا بندھ گیا۔

مولانا نے پھر انتظامیہ سے اپیل کی کہ جب کہ خود وہیں رہے اور مسجد سے قدم بھی باہر نہیں رکھا۔ یہ ذکر کر دینا بھی بے محل نہ ہوگا کہ پپلیانوالہ محلہ کی مسجد اور گلیاں صاف اور پختہ ہیں اور اچھی طرح صفائی کر دی گئی تھی۔ جہاں کسی قسم کا اینٹ روڑا وغیرہ موجود نہ تھا۔ جب کہ عیدگاہ مسجد کا مینار زیر تعمیر ہونے کے باعث وہاں اینٹوں اور روڑوں کی وافر مقدار مہیا تھی۔

یہ حقیقت بھی پیش نظر رہے۔ کہ مولانا جھنگوی تحریک مدح صحابہؓ کے علمبردار ہیں۔ نیز وہ فرقہ پرستی سے گریزاں ہیں۔ ان کا معاملہ بریلوی دیوبندی تنازعہ سے کوسوں دور تھا۔ البتہ علامہ طاہر القادری صاحب کے نرالے نظریات اور ان کی شیعوں کے لئے نرم پالیسی پر جس طرح قادری صاحب کے ہم مسلک علماء کو اعتراض تھا۔ اسی طرح حضرت جھنگوی کو بھی تھا۔ جس کا اظہار وہ برملا کرتے رہتے تھے۔

مگر اس وقت ایسی بھی کوئی بات نہ ہوئی تھی۔

(نوٹ: یہ مسجد جناب قادری صاحب اور ان کے حواریوں کا گڑھ ہے)

آمد برسرِ مطلب

مولانا حسب دستور عقیدت کیشوں میں گھرے ہوئے تھے کہ شور بلند ہوا کہ دو آدمی قتل ہو گئے ہیں۔ پولیس افسران پہنچے تو مولانا ان کے ہمراہ مسجد سے باہر آئے اور یہ بھی فرمایا کہ آپ لوگ گواہ رہیں کہ میں اس ہنگامے سے قطعاً لاتعلق رہا ہوں۔

انتظامیہ نے عوام میں مولانا کی بے خبری اور بے گناہی کا اعتراف کیا اور آپ کو مسجد سے اپنی نگرانی میں گھر پہنچایا۔

مگر رات گئے، حضرت مولانا کے مکان پر پولیس نے دھاوا بول دیا۔ دروازے توڑ ڈالے، بیٹھک میں موجود مہمانوں کو بری طرح سے مارا پیٹا۔ خود مولانا کو شدید زدوکوب کر کے لہولہان کر دیا اور شب خوابی کے لباس میں برہنہ ہی گرفتار کر لیا، کپڑے تبدیل کرنے کی اجازت بھی نہ دی گئی اور اس کے ساتھ ہی انجمن سپاہ صحابہؓ اور اہل محلہ پر بربریت اور سنگدلانہ مظالم کے دروازے کھل گئے۔ خواتین بے حرمت کی گئیں۔ دیوبندیت مردہ باد۔ حقو مردہ باد وغیرہ کے نعرے فضا میں گونجنے لگے۔

دیوبند کا بچہ بچہ قتل کر دیا جائے گا۔ تقریریں سرکاری سرپرستی میں ہونے لگیں۔ ''سو ۱۰۰ یہودی اک سعودی'' کا نعرہ بھی گونجنے لگا۔

پولیس اور بریلوی فرقے کے آزاد منشوں نے دیوبندیوں کا جان مال عزت و آبرو گویا کہ حلال سمجھ لیا۔ شرافت نے منہ چھپا لیا۔

سینکڑوں آدمی گرفتار کر لئے گئے۔ اس کشمکش کو دیوبندی بریلوی اختلاف اور فرقہ پرستی کا رنگ دے دیا گیا۔

CamScanner

حالانکہ سنجیدہ بریلوی مکتب فکر کے علماء عوام بھی اس روش سے اعلانِ بیزاری کرتے رہے۔ مگر یہ اس وقت کی گورنمنٹ کی ضرورت تھی، کیونکہ حق نواز جھنگوی کو دبانے کا یہی راستہ زیادہ موزوں خیال رکھا گیا تھا۔

اس واقعے میں (۱) مولانا کے علاوہ (شیخ حاکم علی صدر انجمن سپاہ صحابہؓ (۳) چودھری محمد یوسف مجاہد جنرل سیکرٹری انجمن سپاہ صحابہؓ (۴) مولانا کے باڈی گارڈ اور آفس سیکرٹری اور انجمن شیخ محمد اشفاق (۵) چودھری طارق افضال وغیرہ۔ کل بارہ ۱۲ افراد پر مقدمہ قتل ۳۰۲ درج کر کے جیل بھیج دیئے گئے۔ جن میں سے دس ۱۰ افراد رفتہ رفتہ ضمانتوں پر رہا ہوئے اور دو ۲ شیخ حاکم علی اور چودھری طارق افضال تین سال گزر جانے کے بعد جیل سے رہا ہوئے۔

مذکورہ بالا دہشت گردی خوف و ہراس کے ماحول میں یہ محرم الحرام گذارا گیا۔ ڈپٹی کمشنر جھنگ اور ایس ایس پی صاحب جھنگ سے جب بھی معززین شہر نے رجوع کیا تو انہوں نے معذوری ظاہر کی۔

ارشاد ہوتا، یہ ہمارے بس سے باہر ہے۔ صوبائی حکومت کے ایما پر کر رہے ہیں۔ تجارتی بورڈ جھنگ کے عہدیداران نے احتجاج کیا۔

علماء شہر اعلیٰ افسران سے ملے، سب کو بھول بھلیوں اور لیت و لعل سے ٹالا گیا اور فریب دہی جاری رہی۔ ملک بھر سے پنجاب حکومت پر اعتراضات اور دباؤ جاری رہا۔ مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔

میانوالی جیل سے ۱۹۸۷ء کو جب آپ کی رہائی عمل میں آئی تو جھنگ میں حالات اس قدر ابتر کر دیئے گئے تھے کہ رہائی کے باوجود بھی آپ کو جھنگ نہ لایا جا سکا کہ مبادا پھر فسادات کی آگ بھڑک اٹھے، کیونکہ دھمکیاں بدستور دی جا رہی تھی، چنانچہ چپکے سے آپ کو لاہور پہنچا دیا گیا۔

۱۹۸۵ء میں جنرل ضیاء الحق کے غیر جماعتی انتخابات ہوئے تو جمعیت علماء اسلام نے ان کا بائیکاٹ کر دیا مگر مولانا جھنگوی نے آگے بڑھ کر جھنگ کے جاگیرداروں اور وڈیروں کی سیاست سے پنجہ آزمائی کر ڈالی۔ ایک موروثی شیعہ جاگیردار کے مقابلے میں ایک سُنی امیدوار کھڑا کر کے علاقہ کے دورے کئے یعنی عملی سیاست میں حصہ لینا شروع کیا اور آمدہ احوال کے لئے زمین ہموار کی اور کچھ تجربہ حاصل ہوا۔ اس دوران مولانا جھنگوی کی سیاسی وابستگیاں مولانا فضل الرحمٰن کے ساتھ ہی رہیں۔ ۱۹۸۸ء میں جب جماعتی بنیادوں پر انتخابات کا اعلان ہوا۔ اور تمام جماعتیں میدان عمل میں اتریں۔ مولانا نے جمعیت علماء اسلام کی سطح سے بالاتر ہو کر اپنے مشن اور تحریک کو پیش نظر رکھتے ہوئے ضلع جھنگ کے تمام علماء کرام کا ایک مشترکہ اجلاس بلایا اور اپنے اس عندیے کا اظہار کیا کہ ہمیں یعنی اہل سنت والجماعت کو اور نہیں تو کم از کم جھنگ میں موثر سیاسی کردار ادا کر کے شیعیت کی اجارہ داری ختم کرنی چاہیے۔

چنانچہ حلقہ این۔ اے ۶۸ جھنگ سے آپ نے کاغذات نامزدگی داخل کرا کر الیکشن لڑنے کا اعلان کر دیا۔ مقابلے میں مذکورہ بالا جاگیردار صاحب کی جاگیردارہ بیٹی عابدہ حسین از شاہ جیونہ آزاد امیدوار۔ میاں ریاض حشمت جنجوعہ بریلویہ۔ اور ذوالفقار علی بخاری پیپلز پارٹی کی طرف سے میدان میں اترے اور بازار سیاست چمکنے لگا۔ دیگر سب پرانے پارلیمنٹرز اور

گھاگ سیاسی لیڈر شمار ہوتے تھے اور مولانا جھنگوی نوارد۔ ادھر وسائل کے اعتبار سے ایک اور ۱۰۰ سو کا تناسب بھی نہ تھا بلکہ بالکل خالی ہاتھ۔ جھنگوی جب نکلے تو یوں کہیے کہ سیاست دان، جاگیردار۔ ٹرانسپورٹر۔ دولتیے اُدھر اور متوسط اور غریب طبقات نظر بظاہر ادھر تھے..... چلتے چلتے جب مہم میں تپش آئی اور بازار سیاست گری پورا گرم ہوا تو اخبارات۔ رسائل اور ریڈیو بھی جو قبل ازیں انہیں ناقابل ذکر سمجھے بیٹھے تھے۔ معترف ہو گئے کہ یہ شخص منجھے ہوئے کسی معروف سیاستدان سے کم نہیں۔ مولانا قوم کے نباض تھے۔ عوام کی نفسیات کو سمجھتے تھے۔ انہوں نے عوام کی امنگوں کی ترجمانی کی اور قوم کو جینے کا حوصلہ دیا۔ اپنے مثبت پروگرام کے ساتھ عوام کے کام کروانے کی صلاحیتوں جن کا عوام کو پہلے سے تجربہ بھی تھا کہ یہ شخص جائز کام کروا سکتا ہے کا بھرپور اظہار کیا۔ اس طرح آپ جلد مقبول ہو گئے مگر صرف شہر اور ملحقہ دیہاتوں تک کیونکہ قومی اسمبلی کا حلقہ بہت وسیع تھا اور وسائل نایاب اس لئے دور دراز کے گاؤں اور دیہات متاثر نہ ہو سکے نیز شہری لوگ روشن خیال ہوتے ہیں پھر ہمہ وقتی سرگرمیوں اور ہر جانب دید و بین سے ان کی فکر بنی ہوتی ہے۔ اس کے برعکس ہمارے دیہات پرانے فرسودہ خیالات کے علاوہ لگی بندھی راہوں پہ تقلیب رجامہ کے ساتھ کاربند ہیں انہیں سمجھانا خاصا مشکل ہے۔ ادھر روایتی جاگیردارہ۔ اور سید زادی کہلانے والی شاطر خاتون جب کہ ہمارے جہلا تو سید کے..... کو بھی سلام کے قائل ہیں۔

نیز الیکشن کے دوران عجیب و غریب الزام تراشیاں اور غریب کاریاں اور اتہام سامنے آئے، مگر مجال ہے جو مولانا خود جذبات میں آئے ہوں یا کارکنوں کو راہ صبر و استقلال سے ہلنے دیا ہو۔ ادھر سے اشتعال دلانے کے لئے غلط حرکات ہوئیں تا کہ سماجی مزاج سخت گیر شخص غلط روش پر مشتعل ہو کر کچھ گزرے اور یہ جیل میں ہو اور ہمارا راستہ صاف ہو جائے۔

الیکشن کی دنیا میں یہ واحد مثال ہے کہ مولانا جھنگوی نے اپنے مشن و کاز (Cause) کو پیش نظر رکھ کر مہم چلائی۔ حالانکہ یہ بات عام ہے کہ الیکشن میں ہر بات جائز ہے اور تمام طریقے برت لئے جاتے ہیں۔ مگر حضرت جھنگوی نے اعلان کر دیا کہ:

> ”میں الیکشن صرف اپنے مشن کی خاطر لڑ رہا ہوں اور اسمبلی میں صرف اس لئے جانا چاہتا ہوں کہ مسلمانانِ اہل سنت کے حقوق کی حفاظت کر سکوں۔ قادیانیوں۔ شیعوں اور دیگر باطل فرقوں کے ہاتھوں ان کا جو استحصال اور حقوق کی پامالی ہو رہی ہے۔ اس کے خلاف آواز اُٹھا سکوں۔ میں پارلیمنٹ میں شیعوں کو بھی قادیانیوں کی طرح غیر مسلم اقلیت قرار دلانے کے لئے بل لانا چاہتا ہوں۔ انشاء اللہ العزیز اپنی استدلال کی قوت سے دیگر ممبران کو قائل کر لوں گا، صرف تمہارا عوام کا قائل کرنا ذرا مشکل ہے۔ لہٰذا میری صرف اہل سنت ہے ووٹ کی اپیل ہے۔ لہٰذا میں صرف مسلمانوں کا نمائندہ ہوں اور صرف انہی کی نمائندگی کروں گا۔ میری صرف اہل سنت سے ووٹ کی اپیل ہے۔ بار بار فرماتے، مجھے صرف اور صرف اہل سنت کے ووٹ چاہئیں۔ شیعہ اور مرزائیوں سے ہمیں ووٹ مانگتا ہوں نہ لینا چاہتا ہوں مجھے ان کے ووٹ نہیں چاہئیں۔ جنہیں میں کافر قرار دلانا چاہتا ہوں“۔

اس سیاسی مہم میں آپ سے محبت وعقیدت اور ایثار وقربانی کے بڑے دلچسپ اور دل فریب مناظر دیکھنے میں آئے تمام مہم لوگوں نے اپنے وسائل سے چلائی اور خوبصورت بینرز۔ قسم بہ قسم اشتہارات وتصاویر سے اُسے پُر رونق بنایا۔ ایک لمحے کے لئے بھی بے بسی یا وسائل کی کمی محسوس نہ ہونے دی گئی۔ گھر گھر سپورٹر۔ ووٹر اور نوٹ نچھاور کرنے والا بن گیا تھا۔

آپ نے بلا مبالغہ سینکڑوں میٹنگوں جلسوں اجتماعات سے خطاب کیا اور تمام انتظامات عوام اس عمدگی سے کرتے کہ سرمایہ دار مقابل اپنے سرمائے اور پیسے سے اتنی عمدگی سے نہ کر سکتے۔ حاضری کا یہ عالم ہوتا کہ ہزاروں سے کم تو کوئی ایک آدھ جلسہ ہوا ہوگا۔ لوگ جوق در جوق آپ کو سنتے اور اپنی پیاس بجھاتے چونکہ مشہور عیدگاہ قتل کیس (تفصیل دوسری جگہ مذکور ہے) کا الزام بھی آپ پر تھا۔ مخالفین نے خوب اچھالا مولانا نے اسے ہی معیار قرار دے دیا کہ آؤ مباہلہ کرلو۔ تم قسم اٹھاؤ یا میں اٹھالیتا ہوں جو حق وصداقت کا معیار تمہارے خیال میں ہے اسے لے آؤ اور یہیں چکا لیتے ہیں۔

مذکورہ بالا تمام حقائق کے باوجود جب ووٹ پڑے تو مولانا جھنگوی نے تقریباً چالیس ہزار ووٹ حاصل کئے۔ شہری (بلدیاتی حلقہ) علاقے سے تو پندرہ ہزار ووٹوں کی کثرت سے مدمقابل سے برتری حاصل کی۔ مگر دیہاتوں اور دور دراز علاقوں سے قدیمی جاگیرداروں۔ سادات کے خاندانی اثرات کو محو کرنے میں اتنی سرعت سے کام نہ چل سکتا تھا۔ اس لئے آپ جیت نہ سکے اور آپ کی مدمقابل جاگیردارہ عابدہ حسین سات ہزار ووٹوں کے فرق سے جیت گئی۔

البتہ یہ ذکر کر دینا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ روشن خیال اور تعلیم یافتہ طبقہ نے آپ کے موقف کو سمجھا اور قبول کیا۔ اس طبقے کی طرف سے یہ سرٹیفکیٹ جاری ہوگیا۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ ریٹرننگ افسر کے دفتر میں سرکاری ملازمین کے ڈاک کے ذریعے ارسال کردہ جب ووٹ گنے گئے تو مولانا کے ووٹوں کی تعداد ۱۴۱ تھی۔ جب کہ عابدہ کے ۲۷۲۔ میاں ریاض حشمت کے ۱۷۲ پیپلز پارٹی کے ذوالفقار بخاری کے ۵۴ یعنی تینوں امیدواروں کے مجموعی ووٹ بھی مولانا جھنگوی سے کم تھے۔ اس سے آپ کی تعلیم یافتہ طبقہ میں آپ مقبولیت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

عملاً تو آپ شکست کھا گئے مگر شہری حلقوں نے جس طرح جانفشانی اور محبت ست آپ کی کمپین چلائی تھی اور ووٹ۔ نوٹ۔ سپوٹ کے ساتھ آپ کے ساتھ کھڑے ہوئے تھے۔ اس حادثہ سے ان پر بڑی بددلی۔ مایوسی اور مرونی چھا گئی۔ کیونکہ نظر بظاہر انہیں آپ کے جیتنے کا یقین ہو چکا تھا اور ظاہر ہے امیدوں پر اوس پڑنے سے یاس وقنوطیت فطری امر ہے۔

جیت بہر حال جیت ہے اس کا نشہ ہوتا ہے۔ مخالفین نے جلوس نکالے اور طعن وتشنیع شروع کر دی۔ بازاری زبان استعمال کرتے ہوئے اتنے بہکے کہ خود ان کے بڑے کہنے لگے اگر عمر (سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ) سچا ہوتا تو اس کا نفس ناطقہ حق نواز ضرور جیتتا۔ مولانا نے اس کا فوری نوٹس لیا اور برملا اعلان کیا۔ میں اپنی شکست تسلیم کرتا ہوں۔ مجھ میں اتنی اخلاقی جرأت ہے مگر میری پھر بھی جیت ہے۔ الحمدللہ صرف ایک اسی سیٹ سے چالیس ہزار نفوس نے میرے نصب العین وکاز کو سمجھا اور ووٹ دیا اور اس پر اپنی محنتیں صرف کیں۔ یعنی چالیس ہزار نفوس نے تمہارے (شیعہ کے) کفر پر دستخط کر دیتے ہیں۔

اور وہ کارکن اور نوجوان علیحدہ ہیں جن کا کم عمری یا بے خبری کی وجہ سے ووٹ ہی نہیں تھا مگر دن رات انہوں نے اس

مہم میں کام کیا۔ وہ مستقبل میں میرے ہمسفر ہیں۔

اس کے ساتھ ہی شیعہ کو للکارا کہ خبردار صحابہ کرامؓ پہلے بھی سچے تھے اور اب بھی سچے ہیں وہ جیتے ہی جیتے ہیں ان کی جیت کبھی ہار میں نہیں بدل سکتی۔ میرے ووٹوں کی گنتی کے فرق سے خلفاء نبوی علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی صداقت وامانت اور شان پر کوئی فرق نہیں پڑتا اور رافضیوں کو الٹی میٹم دے دیا کہ اپنی زبانیں روک لو۔ ہار احق نواز ہوگا..... زیادہ سے زیادہ تم حق نواز مردہ باد کے نعرے لگوا سکتے ہو مگر جو اس سے آگے تجاوز کرے گا۔ اس کی زبان گدی سے کھینچ دی جائے گی۔ نیز حکام اور انتظامیہ کو بھی متنبہ کر دیا۔ کہ ان کی زبانیں روک لو کہیں امن برباد نہ ہو جائے۔

الیکشن کے بعد

الیکشن کے بعد ملکی سطح پر بھی سیاست نے نیا رُخ اختیار کر لیا۔ ان انتخابات کے نتیجے میں مرکز میں پیپلز پارٹی برسر اقتدار آ گئی۔ جس کی چیئرمین بلکہ شریک چیئرمین (ماں بیٹی) مس بے نظیر بھٹو صاحبہ نے وزارت عظمیٰ کا قلمدان سنبھالا۔ حضرت مولانا حق نواز جھنگویؒ کے لئے یہ دن قیامت کا دن تھا کہ حالات رفتہ رفتہ یہاں تک پہنچ گئے کہ ایرانی النسل شیعہ وہ بھی مغربی طرز تعلیم وتربیت یافتہ (کریلا نیم چڑھا) ایک دوشیزہ ایک عظیم اسلامی ملک پاکستان کی سربراہ مملکت بن گئی۔ آپ بڑے کرب سے دوچار ہو گئے اور اپنی شکست بھول کر اس غم میں مبتلا ہو گئے۔

مولانا حق نواز واحد مقتدر عالم تھے کہ انہوں نے اسی وقت اس پر برملا اظہار نفرت وبرہمی شروع کر دیا اور یہیں سے ان کے اور مولانا فضل الرحمٰن صاحب کے تعلقات میں کشیدگی آنی شروع ہو گئی۔ کیونکہ پوری سیاست میں اور ان کے اقتدار پر نہ آنے تک مولانا فضل الرحمٰن کا رویہ لچک دار رہا تھا۔ پیپلز پارٹی کے احیاء اور استحکام میں ان کے اس رویے کا خاص کر عمل دخل رہا تھا اور مولانا کے سب سامنے تھا۔

تاہم اس کھنچاؤ کا خواص اور ساتھیوں کے علاوہ عوام کو علم نہ ہونے دیا اور اپنا اثر ورسوخ استعمال کر کے ان کا رُخ مکمل پھیرنے کی سعی میں لگے۔ ظاہری رفاقت کا بھرم قائم رکھا اور شکوے شکایات اور بحث وتبادلہ خیالات جاری رہے۔

اس وقت مولانا کو بعض اکابر واساتذہ نے مشورہ دیا کہ آپ کا مشن اور محنت کا رُخ اور آپ کی جماعت سے سیاسی وابستگی دو متضاد راستوں پر قدم ہے آپ برملا شیعہ کو کافر کہتے ہیں انہیں ملک وملت کے دشمن قرار دیتے ہیں آپ کی تقاریر میں یہاں تک بیان ہوتا ہے کہ شیعہ جس پیالی میں پانی پیے اس پیالی کو توڑ دو۔ اس کپ میں چائے نہ پیو جس میں شیعہ پی چکا ہو وغیرہ۔ ادھر آپ کی جماعت کے قائد مولانا فضل الرحمٰن صاحب شیعہ راہنماؤں سے گلے مل رہے ہیں ان کے ساتھ میٹنگوں میں شریک ہوتے ہیں ان کے ساتھ مشترکہ جدوجہد کے منصوبے بنا رہے ہیں ان میں ذرا سا تباعد نہیں تو موجود! مولانا پہ دباؤ بڑھ رہا تھا ادھر ان کا دل نہ مانتا تھا کہ ادھر سے کٹ کر دوسری طرف جاملوں اور علماء کرام کے دھڑے بندی میں میرا بھی کردار شامل ہو۔ اس لئے خاموشی سے فضل الرحمٰن گروپ سے پیچھے ہٹنے لگے۔ اخبارات میں ان کے مستعفی ہونے کی خبریں لگیں مگر انہوں نے نہ استعفیٰ دیا نہ اس کی تردید کی۔ بس خاموشی سادھ لی۔ سوالات پر ٹال جاتے۔

CamScanner

اس دوران جماعت کی نئی ممبر سازی کا سلسلہ شروع ہوا اور نئے انتخابات کا مرحلہ آنے لگا۔ چونکہ مولانا جھنگوی کے پاس بہت بڑی نفری اور افرادی طاقت موجود تھی۔ اس لئے متعلقین کو رکن سازی کے لئے تلقین کی اور ان کے بقول میرا ارادہ یہ ہوا کہ مجھے باقاعدہ جماعتی انتخاب میں حصہ لے کر پنجاب میں جماعت پر قبضہ کر لینا چاہیے اور پھر اپنی زبان و بیان کی صلاحیتوں اور افرادی قوت اور اہم عہدے کے ذریعے جماعت کو متحدہ کرنے کا بیڑا اُٹھانا چاہیے۔ میں یہ اہم کام کر سکتا ہوں چنانچہ آپ نے جماعت کی ممبر سازی میں بھرپور کردار ادا کیا اور پنجاب بھر میں اپنا مثبت رول ادا کیا۔

ماہ جون ۱۹۸۹ء میں لاہور میں جمعیت علماء فضل الرحمٰن گروپ کے صوبائی انتخابات ہوئے تو آپ کی صوبائی امارت کے لئے نامزدگی ہوئی.....اور پھر بھاری اکثریت سے جیت گئے۔ مولانا فضل الرحمٰن صاحب کو اس حادثہ سے مطلع کیا گیا وہ فی الفور لاہور پہنچے اور مداخلت کی اس سے آگے ناگفتنی ہے۔

حاصل یہ نکلا کہ مولانا جھنگوی کو امارت سے دست کش ہونا پڑا اور ایک اور صاحب جن کا جھکاؤ سابقہ عناصر کی طرف ہی تھا کو آگے لایا گیا (اس موقع پر مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے کہا کہ مولانا یہ ہماری مجبوری ہے آپ خالصتاً مذہبی کام کریں گے آپ کا طریق کار غیر سیاسی ہے)

اس غیر جمہوری اور نامناسب برتاؤ کا مولانا پر زبردست اثر ہوا کافی حد تک ماحول میں تلخی بھی پیدا ہوئی اور نہایت دل برداشتہ ہوئے۔

اس سے بڑھ کر دکھ مولانا کو پہلے سے یہ تھا کہ جب ایران کے خمینی صاحب آنجہانی ہوئے تو پاکستان کی قومی اسمبلی میں اس کے لئے قرارداد تعزیت پیش کی گئی۔ جس میں انہیں ملت اسلامیہ کا پاسبان۔ عظیم خیر خواہ۔ راہنما و مقتداء وغیرہ قرار دیا گیا اور وہ متفقہ پاس ہوئی اس دشمن اسلام پاکستان۔ سعودیہ خاص کر حرمین دشمن پر کسی بھی ممبر اسمبلی نے انگلی تک نہ اٹھائی تھی۔ مولانا فرماتے کہ لاہور میں صوبائی اسمبلی میں جنرل ضیاء الحق کے لئے قرارداد تعزیت آئی تو اسلامی جمہوری اتحاد والے معترض ہوئے کہ بھٹو قاتل ہے اور عدالت عالیہ نے اسے سزائے موت دی تھی۔ تو عجب نہیں کہ خمینی جیسے ظالم جابر قاتل عوام و انسانیت کے لئے ساری زبانیں گنگ ہو گئیں۔ اس غدار ملت اسلامیہ کا قائد قرار دے لیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بہر حال اس کے بعد مولانا جھنگویؒ نے متحدہ علماء کونسل کے جلسوں اور میٹنگوں میں شرکت شروع کر دی اور پیپلز پارٹی کی حکومت کے خلاف اپنا وزن اتحادیوں کے پلڑے میں ڈالنا شروع کر دیا۔ مولانا کو متحدہ کونسل کی سپریم کونسل کا رکن منتخب کر لیا گیا۔ کوئٹہ کے اجلاس میں تمام پارٹیوں کے راہنماؤں اور پارٹی ورکرز کی موجودگی میں مولانا نے مبسوط اور مدلل تقریر کی۔ خود مولانا صاحب فرماتے تھے۔ مجھے کھٹکا تھا کہ بگڑیں گے اور ایک طوفان اٹھے گا اور جمعیۃ علماء اسلام اس پر بند نہیں باندھ سکے گی اور دوسری سیاسی پارٹیوں کے اعتراض مان لئے جائیں گے کہ مذہبی سٹیج نہیں یہاں شیعہ سُنی کی آواز کیسی۔

مگر سب.....نے میرا موقف دلچسپی سے سُنا اور متفق ہو گئے۔ بلکہ مجھے پُر مغز بیان پر داد دی گئی مجھے حوصلہ ہوا کہ میرا کام اس راستے سے بہتر طور پر آگے بڑھ سکتا ہے مجھے کچھ نہ کچھ کرنا چاہیے۔ ایسے ہی آپ نے گوجرانوالہ میں بھی ایک ایسے ہی

مجمع میں خطاب کیا۔

اس سب تفصیل کے باوجود جیسا کہ لکھا گیا نہ مولانا نے اپنے گروپ سے استعفیٰ دیا ہے نہ انہوں نے آپ کا اخراج کیا۔ اخبارات میں جو کچھ چھپتا رہا وہ آپ کے رویہ اور طریق سے اخذ شدہ مواد ہوتا تھا۔ جس کی تردید آپ کوئی ضرورت نہ سمجھتے تھے۔

۱۵ رفروری ۱۹۹۰ کو مولانا کو بیرون ملک سے ایک ذمہ دار عقیدت کیش کا فون آیا کہ آپ کو مع سفیر ختم نبوت مولانا منظور احمد چنیوٹی اور بطل جلیل مولانا عبدالستار صاحب تونسوی کو آئندہ بیس ۲۰ سے پچیس ۲۵ فروری کے درمیان قتل کرنے کا قطعی فیصلہ ہو چکا ہے اور اس منصوبے میں اپ کے ملک (پاکستان) کے علاوہ ایران اور دوبئی کے اعلیٰ سطح کے مدبروں نے حصہ لیا ہے میری استدعا ہے آپ محتاط ہو جائیں۔ اس سے بھی قبل مولانا شہید کو ایک سرکاری افسر نے ازراہِ ہمدردی و خیر خواہی اس طرف سے اشارہ دے دیا تھا۔ پھر آپ پر دو مرتبہ اس سے پہلے قاتلانہ حملے ہو چکے تھے۔ مولانا نے اسی جمعہ کے خطاب میں اس سازش کا انکشاف کر دیا اور اس کے ساتھ بحوالہ خود جا کر مولانا منظور احمد چنیوٹی کو مطلع کیا اور احتیاطی تدابیر بھی بتلائیں اسی طرح اپنے استاذ مکرم مولانا تونسوی کو بھی اطلاع بھیج دی تھی۔

مولانا نے اس سلسلے میں صدر مملکت جناب محمد اسحاق خاں کو بھی خط لکھا اور بالوضاحت اس سازش کا ذکر کیا (خط کا عکس دیا جا رہا ہے) مگر قضی وقدر سب سے بڑی صداقت ہے اور وہ غیر مرئی غیر مرضی، غیر شعوری اور غیر ارادی ہے۔ کون ہے یہاں دم مار سکے۔ زندگی موت کی امانت ہے موت کا وقت و دن متعین ہے۔ ہم اس کے پابند ہیں وہ ہماری پابند نہیں۔

یہ دل گداز روح فرسا واقعہ یوں ہوا کہ ۲۲ رفروری مطابق جمعرات ۲۷ ررجب المرجب..... نمازِ عشاء ادا کرنے کے بعد آٹھ بجے آپ گھر آئے۔ چونکہ مسجد سے مکان تھوڑے فاصلے پر ہے (معروف تحریکی مقام "احرار پارک" کے بالمقابل حضرت مولانا کی رہائشگاہ تھی) گھر آئے کھڑے کھڑے اہل خانہ کو کہا۔ میں ذرا یہاں تقریب شادی میں ٹھہر کر شورکوٹ کے جلسے پہ جا رہا ہوں۔ نیا لباس پہلے سے زیب تن تھا۔ صدری (واسکٹ) پہنی، نیا کھسہ جو انہیں ہدیہ ہوا تھا پاؤں میں پہنا چشمہ بھی جوان دنوں نیا بنوایا تھا بدلا اور پوری طرح تیار ہو کر باہر تشریف لائے۔

ایک غیر مصدقہ اطلاع کے مطابق آپ کے اندر جاتے ہی پیچھے سے کسی نے آواز دی اور آپ نے چونکہ فوری واپس آنا تھا۔ اس لئے توقف کے بعد بات سننے آئے واللہ اعلم۔ باہر پلاٹ میدان احرار پارک میں ایک پڑوسی کی تقریب کے باعث جس میں تھوڑی دیر کے لئے آپ بھی شریک ہونا تھا۔ خیموں۔ قناتوں اور قمقموں کی بستی تھی اور کھیلنے کودنے شور مچاتے بچوں کا غل غپاڑہ نیز چٹاخے پٹاخے چلائے جا رہے تھے۔

یہ قریباً سوا آٹھ بجے کا عمل ہوگا۔ گھر سے باہر نکلے ہی تھے۔ ابھی چند قدم بھی اٹھائے نہ تھے کہ سفاک قاتلوں نے ریوالوروں سے گولیوں کی بوچھاڑ کر دی اور قبل اس کے کہ مولانا سنبھل سکیں۔ نشانہ بن گئے۔ گولیاں آپ کے سر۔ سینہ اور پہلو میں لگیں اور نرم و نازک بدن سے خون کے فوارے پھوٹ پڑے آپ وہیں گر گئے۔ کچھ لوگوں نے آوازیں سنیں مگر شادی کی گہما گہمی میں

بات دب گئی۔

اہلیہ دروازے کے پیچھے سے رخصت کر کے اندر واپس جا چکیں تھیں۔ عین دروازے پر خوف ناک آوازیں سن کر ڈھڑکتے دل کے ساتھ واپس دروازے پر آئیں تو حضرت فداء اصحاب رسول کو خون میں لت پت سنتِ فاروقی پہ عمل پیرا جاں بلب پایا..... بچوں اور خواتین کی آہ بکا اور دل دوز چیخ و پکار نے لوگوں کو متوجہ کیا۔ اتنے میں سفاک قاتل اپنا کام کر کے فرار ہو چکے تھے۔ قبل اس کے کہ طبی امداد فراہم کی جا سکے آپ جان جانِ آفریں کے سپرد کر چکے تھے۔

فی الفور آپ کے جسدِ خاکی کو ایک سوزوکی کار کے ذریعہ ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال لے جایا گیا۔

آہ! کس قدر کربناک وہ لمحات تھے اور کتنی خوفناک وہ رات۔ وہ منظر بھی کیسا کربناک تھا۔ جب ہیڈ کوارٹرز ہسپتال جھنگ سے محلہ پپلیانوالہ تک ہزاروں لوگ رات کے وقت سڑکوں پر نکل آئے۔ ایک آہ و فغاں ہے۔ ایک سیلاب ہے جو ہسپتال کی طرف رواں دواں ہے۔ لوگ ہسپتال کے دروازوں کھڑکیوں کے ساتھ سر لگائے رو رہے ہیں۔ نوجوان دھاڑیں مار رہے ہیں۔ ہر چہرہ آنسوؤں سے تر، ہر دامن تر بہ تر، ہر دل غم و کرب سے اٹا ہوا۔ زبانیں۔ گنگ دماغ ماؤف۔ کسی کو کچھ سجھائی نہیں دیتا۔ عجب سماں ہے۔ ساری رات کچھ ایسا ہی منظر رہا۔

ڈسٹرکٹ ہسپتال میں آپ کا جسد عنصری اس جگہ پھٹے پر رکھ دیا گیا تھا، جہاں فوری مرہم پٹی کے لئے زخمیوں کو رکھا جاتا ہے۔ اس جگہ باہر کی طرف جالی لگی ہوئی تھی اور باہر سے منظر دکھائی دیتا تھا۔ وہیں باہر سے لوگ نظر ڈالتے اور دل تھام کے رہ جاتے کوئی بے ہوش ہو جاتا اور کوئی آہوں اور سسکیوں میں ڈوب جاتا۔

شہید اسلام فدائے ناموس صحابہ کس طرح محوِ استراحت تھے۔ اس ہر وقت بے قرار و مضطرب جان کو کیسے قرار آیا ہوا تھا یہ منظر جنہوں نے دیکھا انہوں نے دیکھا۔ ہم کس طرح بتلائیں احساسات و دواردات قلبی کو الفاظ کا جامہ کیسے پہنائیں۔

قلم ایں جا رسید و سر بہ شکست

فیصلہ کے مطابق ساڑھے بارہ بجے کے بعد آپ کا جنازہ اپنی رہائش گاہ سے اُٹھایا:

یہ عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

اور جھنگ صدر سے جنوب مشرقی سائیڈ میں ایک سکول گورنمنٹ اسلامیہ ہائی سکول کے وسیع و عریض گراؤنڈ میں لایا گیا جہاں حسب فیصلہ پہلے نماز جمعہ ادا کی گئی (پہلی مرتبہ خود حضرت شہیدؒ کی مسجد میں جمعہ نہیں ادا ہوا بلکہ تمام لوگ یہاں پہنچے ہوئے تھے)

بہر حال عشاق نے جنازہ میں شرکت کا حق ادا کر دکھایا اور انتظامیہ نے انتظام کا کمال کر دکھایا۔ اپنا اپنا مفہوم اپنا اپنا حصہ۔ کرفیو اطلاعات اور گولی چلنے اور ہنگاموں کی افواہوں کو گرم رکھنے کی پولیس کاروائی کے باوصف لوگوں میں خوف و ہراس کا نام و نشان تک نہیں تھا۔

وہاں تو غمِ فرقتِ جاناں ہی غالب تھا۔ جو قافلے راتوں رات پیدل سفر کر کے پہنچے تھے وہ سب سے فائق رہے کہ

کہ بروقت پہنچے دیدار بھی کیا کندھا بھی دیا اور جنازہ بھی پڑھا۔

جھنگ کی تاریخ میں پہلے اتنا بڑا اجتماع نہ ہوا جھنگ نے دیکھا اور شاید کبھی دیکھ بھی نہ سکے۔ لاکھوں افراد کے ایک نجر بیکراں نے اپنے قائد کا جنازہ پڑھا۔ دیدار کیا۔ اور کندھے پہ اُٹھایا۔ جنازہ کی چارپائی کے ساتھ لمبے لمبے لوہے کے پائپ باندھ دیئے گئے تھے تاکہ سب لوگ سعادت حاصل کر سکیں اور احساس محرومی نہ رہے اور ٹوٹنے گرنے کے امکانات اور دھکے لگنے کے بھی نہ رہیں۔

اعلانات میں تین بجے سہ پہر کا ٹائم دیا گیا تھا مگر ٹھیک پونے پانچ بجے قبل العصر حضرت شیخ الاسلام حافظ الحدیث و القرآن مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستی مدظلہ امیر جمعیت علماء اسلام پاکستان نے نماز جنازہ پڑھائی۔ جنازہ مذکورہ سکول کے ایک ہال کمرے میں رکھا گیا تھا۔ راہوں گزرگاہوں۔ گراؤنڈ۔ سڑکوں، بازاروں، چھتوں پر ہر طرف انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر بہہ رہا تھا۔ ادائیگی جنازہ کے فوراً بعد لاکھوں افراد نے لحہ لحہ کے لئے خدا کی امانت کو رخصتی کے لیے سعادت مندوں میں اپنی شرکت کے لئے چھولیا یا کندھا دے سکے کندھا دیا، بوڑھوں ضعیفوں نے نم آنکھوں سے الوداع کیا۔

تھانہ صدر سے شمالی جانب سے کچہری کے راستہ نواز چوک سے ہو کر جنازہ گوجرہ روڈ پر لایا گیا اور برق رفتاری سے چلتے ہوئے ساڑھے پانچ بجے العصر آپ کا جسد خاکی اپنے جاری کردہ ادارہ جامعہ محمودیہ پہنچایا گیا۔

جب آپ کا جنازہ اٹھا تو ہلکی ہلکی بوندا باندی ہونے لگی اور موسم نہایت خوشگوار اور پیارا سا سا لگنے لگا جیسا کہ متعدد اہل اللہ کے جنازوں پہ یہ منظر دیکھا گیا ہے۔ سبحان اللہ۔

یہاں جامعہ محمودیہ میں جناب حافظ حسین احمد (ایم این اے) کوئٹہ کی امامت میں بچے کھچے اور بعد میں پہنچے والے حضرات نے نماز جنازہ ادا کیا۔ اور ٹھیک چھ بجے بوقت مغرب خدا کی یہ امانت اُس کی بارگاہ عفو و کرم کے سپرد کر گئی۔

رفتم واز رفتن من عالم تاریک گشت
من مگر شمعم چوں رفتم بزم برہم ساختم

قبر

آپ کی قبر لحد بنا کر پہلے ہی اوپر ڈاٹ لگا کر بند بنا دی گئی۔ جنوبی طرف (پاؤں کی) سے آپ کا جسد مبارک سر کی طرف بڑھا کر داخل کیا گیا اور پھر پاؤں کی طرف بھی کچی اینٹیں چن دیں گئیں پانچویں دن گرد و پیش مٹی ڈال کر قدرے اونچا کر کے ایک تھڑا بنا دیا گیا اور قبر مبارکہ کو ذرا سا اونچا کر کے بھوسہ ملے گارے مٹی کی لپائی کر دی گئی۔ اس دن سے آپ جامعہ محمودیہ کے ایک کونے میں گوشہ عافیت میں محو استراحت ہیں۔ اب ارد گرد ایک پختہ احاطہ بنا دیا ہے۔

رفتید ولے نہ از دل ما

سعادتیں

۱۔ ناموس صحابہؓ کے تحفظ کے جرم میں حصول شہادت ہی کیا کم سعادت ہے اس پر مستزاد۔

۲۔ جمعہ کی رات جس کی احادیث میں بشارتیں موجود ہیں۔

۳۔ نماز جمعہ کی ادائیگی کے متصل بعد جنازہ ہوا۔ جس میں لاکھوں افراد شریک ہوئے۔ جن میں عباد۔ زہاد۔ شب زندہ دار۔ حفاظ اور محدثین شامل تھے۔

۴۔ یہ ۲۷ شب تھی یعنی شب معراج نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور حافظ الحدیث والقرآن حضرت درخواستی نے بشارتوں کے ساتھ جنازہ ادا کر دیا..... یہ سعادتیں اللہ اللہ..... لوٹنے کی جائے ہے۔

مولانا شہیدؒ کی موت پر آسمان رویا۔ زمین غمزدہ ہوئی۔ قوم سوگوار ہوئی پورے ملک نے زبردست سوگ منایا۔ قتل ناحق پر دو مرتبہ آسمان نے ژالہ باری کر کے برہمی کا اظہار کیا اور یہ ژالہ باری اس قدر تھی کہ اولوں کے انبار لگ گئے۔ جھنگ کی تاریخ میں ایسا پہلے نہ ہوا تھا۔ جس سے فصلیں تباہ ہوئیں۔ اس کے علاوہ موسم سرما ہونے کے باوصف سیلاب آ گیا اور تباہی مچادی۔ ہڑتالوں، مظاہروں کے ذریعہ غم واندوہ کا اظہار جو آپ کے مظلومانہ قتل پہ ہوا وہ بھی ریکارڈ تھا۔ شاید اس قدر ردِ عمل کسی اور شخصیت پر ہو یا بعد میں ہو سکے۔ ان ہڑتالوں، مظاہروں نے اہل جھنگ کے لئے حضرت شہیدؒ کی جدائی کے صدمہ کے علاوہ بھی انتخابات کا سیلاب بہادیا۔

مولانا کی شہادت پر سنی ردِ عمل کو اخبارات میں بھرپور کوریج دی گئی، کچھ اخباری بیانات ملاحظہ ہوں:

مسجدِ نبویؐ میں مولانا جھنگویؒ کی غائبانہ نماز جنازہ

ٹوبہ ٹیک سنگھ ۸/ مارچ (نامہ نگار) انجمن سپاہ صحابہؓ پاکستان کے سربراہ مولانا حق نواز جھنگوی کی غائبانہ نماز جنازہ مسجد نبوی مدینہ طیبہ میں ادا کی گئی جس میں کثیر تعداد میں مولانا مرحوم کے عقیدت مندوں نے شرکت کی اور ان کی بلندی درجات کے لئے دعا کی گئی اس امر کا انکشاف جامع مسجد اہلحدیث ٹوبہ ٹیک سنگھ کے سابق خطیب صاحبزادہ برق التوحیدی نے مدینہ طیبہ مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی جنرل سیکرٹری مجلس تحفظ ختم نبوت ٹوبہ ٹیک سنگھ کے نام ارسال کردہ ایک مکتوب میں کیا ہے صاحبزادہ برق التوحیدی نے اپنے مکتوب میں مولانا حق نواز کو عظمت صحابہؓ کے دفاع کے لئے ان کی کوششوں اور قربانیوں پر خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ مولانا حق نواز کو اصحاب رسولؐ کے ساتھ کس قدر پیار اور محبت تھی اس کا اندازہ ان کی جانی قربانی سے لگایا جا سکتا ہے انہوں نے مطالبہ کیا ہے کہ مولانا جھنگوی کے سفاک قاتلوں کو فوری طور پر تختہ دار پر لٹکایا جائے یاد رہے کہ مولانا برق التوحیدی ان دنوں مدینہ یونیورسٹی میں زیر تعلیم ہیں۔

انجمن طلبا اسلام جھنگ کا اجلاس

جھنگ ۸/ مارچ (نامہ نگار) انجمن طلبہ اسلام جھنگ کا ہنگامی اجلاس ضلعی دفتر اے ٹی آئی کوتوالی روڈ میں منعقد ہوا جس میں یحییٰ احمد خان، فضل الرحمٰن راجپوت، رضوان مصطفائی، سید مجاہد مصطفائی، شاہد لطیف بھٹی، محمد اعظم چشتی، محمد عمران، محمد طارق صنم کے علاوہ کثیر تعداد میں طلبہ نے شرکت کی اجلاس میں مولانا حق نواز جھنگوی کے قتل کی پرزور مذمت کی گئی اور مطالبہ

کیا گیا کہ ملزمان کو جلد از جلد گرفتار کیا جائے۔

مولانا جھنگوی کے قتل کیخلاف اوکاڑہ چھاؤنی میں احتجاجی جلوس نکالا گیا

اوکاڑہ چھاؤنی (نامہ نگار) انجمن سپاہ صحابہؓ پاکستان کے صدر مولانا حق نواز جھنگوی کے قتل کے خلاف اوکاڑہ چھاؤنی میں احتجاجی جلوس نکالا گیا جو مختلف بازاروں سے گزرتا ہوا جی ٹی روڈ ریلوے اسٹیشن کے قریب اختتام پذیر ہوا۔ شرکا جلوس نے ملزموں کی گرفتاری اور سزا کے حق میں نعروں پر مشتمل کتبے اٹھا رکھے تھے علاوہ ازیں مقامی دکانداروں نے دکانیں بند رکھیں۔

سنی علماء کا یکے بعد دیگرے قتل گہری سازش کا نتیجہ ہے

گوجرانوالہ ۸/ مارچ (نامہ نگار) مولانا حق نواز جھنگوی کے قتل پر جامع مسجد شیرانوالہ باغ میں یکے بعد نماز عشاء تمام مکاتب فکر کے علماء کا مشترکہ احتجاجی جلسہ منعقد ہوا جس میں علماء کرام نے مولانا جھنگوی مرحوم کے قتل پر اظہار افسوس کیا اور ایک فرقہ کی طرف سے سوچے سمجھے منصوبہ کے تحت سنی علماء کے قتل کو خطرناک سازش قرار دیا مقررین نے عوام سے خطاب کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ سنی علماء کا یکے بعد دیگرے قتل گہری سازش کا نتیجہ ہے۔ وہ پاکستان میں اسلام کی بالادستی اور نفاذ اسلام کے راہ میں رکاوٹیں پیدا کرنے کے لئے علماء کو قتل کرنے اور ملک میں افراتفری کی صورت پیدا کر رہے ہیں۔ مگر یہ سلسلہ زیادہ دیر نہیں چلے گا۔

مقررین نے کہا دین خداوندی کے لئے جدوجہد کرنا اور اس کے لئے مزید باعث فخر ہے۔ انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ مولانا حق نواز جھنگوی کے قاتلوں کی گرفتاری پر بات ختم نہیں ہوتی اصل قاتل جن کے منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے یہ کرائے کے لوگ کام آتے ہیں انہیں منظر عام پر لایا جائے۔ جلسہ سے ڈاکٹر غلام محمد، علامہ محمد احمد لدھیانوی، مولانا محمد اعظم، قاری محمد سلیم، محمد یوسف احرار، مولانا محمد ایوب طوفانی، مولانا محمد یعقوب راشدی، مولانا عبدالحمید قریشی، مولانا حق نواز خالد، مولانا محمد نواز بلوچ، حافظ گلزار احمد آزاد اور سید عبدالمالک شاہ نے خطاب کیا اور ۳/ مارچ بروز ہفتہ شہر میں ہڑتال کو کامیاب بنانے کی اپیل کی۔

بھیرہ ۸/ مارچ (نامہ نگار) میاں غلام اللہ امیر جماعت اسلامی زون بھیرہ میانی نے مولانا حق نواز جھنگوی کے بہیمانہ قتل کی شدید مذمت کی ہے اور حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ قاتلوں کو فوری طور پر گرفتار کیا جائے۔

کل سیالکوٹ میں مولانا جھنگوی کے قتل کے سلسلہ میں احتجاجی جلسہ ہوگا

سیالکوٹ (نمائندہ جنگ) جمعیت علماء اسلام سیالکوٹ کے زیر اہتمام مولانا حق نواز جھنگوی کے قتل کے سلسلہ میں ۲/ مارچ بعد نماز جمعہ اڑھائی بجے جامع مسجد انجمن اسلامیہ سیالکوٹ میں احتجاجی جلسہ منعقد ہوگا جس میں مختلف مکاتب فکر کے علماء کرام اور شہری تنظیموں کے نمائندے خطاب کریں گے اس بات کا اعلان جمعیت علماء اسلام کے جنرل سیکرٹری مولانا غلام مصطفیٰ نے کیا۔

CamScanner

علماء متحد ہو کر مولانا جھنگوی کا مشن پورا کریں گے

جمعیت علماء اسلام کے جلسہ سے امیر حسین گیلانی، ایثار القاسمی اور فاروق شیخ کا خطاب

اوکاڑہ (نمائندہ جنگ) مولانا حق نواز جھنگوی کے قتل کے خلاف اوکاڑہ میں جے یو آئی کا احتجاجی جلسہ ہوا جلسے سے خطاب کرتے ہوئے جمعیت علماء اسلام پنجاب کے صدر سید امیر حسین شاہ گیلانی نے کہا مولانا حق نواز جھنگوی کا قتل پنجاب حکومت کی غفلت کا نتیجہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ نواز شریف حکومت نے عوام کے جان و مال کا تحفظ کرنا چھوڑ دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ حق نواز کو ایک منظم سازش کے تحت قتل کیا گیا ہے اور اس سنگ دلانہ کارروائی میں ان ملک دشمن عناصر کے ہاتھ کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا جو اس ملک کا امن تباہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ سید امیر حسین نے کہا کہ پاکستان میں علماء کرام کا قتل ایک بہت بڑی سازش ہے۔ انہوں نے اس عزم کا اظہار کیا کہ علماء متحد ہو کر مولانا حق نواز جھنگوی کا مشن پورا کریں گے اور ان کا خون رائیگاں نہیں جانے دیا جائے گا۔

جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے انجمن سپاہ صحابہؓ پنجاب کے صدر ایثار القاسمی نے کہا کہ مولانا حق نواز جھنگوی کی قربانی رائیگاں نہیں جائے گی۔ انہوں نے کہا کہ مولانا جھنگوی کا مشن جاری رہے گا۔ مولانا ایثار القاسمی نے جلسہ میں عوام کو ایک خط دکھایا جس پر ایثار القاسمی کو قتل کرنے کی دھمکی نامعلوم افراد کی طرف سے ہے انہوں نے کہا اب میری جان کو بھی خطرہ ہے اور اسی طرح اہلسنت راہنماؤں کے قتل کے منصوبے تیار کئے جا رہے ہیں انہوں نے کہا کہ اوکاڑہ شہر میں مذہبی فرقہ مسلح اسلحہ سے دندناتا پھر رہا ہے ان کے خلاف فوری کارروائی کی جائے جلسے سے ملک قدیر اور فاروق شیخ نے بھی خطاب کیا۔

مولانا حق نواز جھنگوی کے قتل کے خلاف اسلام آباد میں احتجاجی جلوس

اسلام آباد ۲۴ فروری (جیو رپورٹ) مولانا حق نواز جھنگوی کے قتل کے خلاف آج اسلام آباد راولپنڈی کے مختلف کالجوں میں احتجاجی جلوس نکالے گئے فیڈرل گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج نمبر ا۔ ایچ ایٹ میں ساڑھے نو بجے طلباء نے تمام کلاسوں کا بائیکاٹ کیا اور سپاہ صحابہ سٹوڈنٹس نے طالب علم راہنما صبغت اللہ کی قیادت میں ایک جلوس نکالا جس میں کالج کے بیشتر طلباء نے شرکت کی جلوس نعرے لگاتا ہوا زیرو پوائنٹ تک آیا اور پرامن طور پر منتشر ہو گیا جلوس میں طلباء راہنما صبغت اللہ صدر سپاہ صحابہ سٹوڈنٹس محمد ضیاء نائب صدر محمد کامران جنرل سیکرٹری اور مبشر حسین ڈپٹی جنرل سیکرٹری نے تقاریر کیں۔ تقاریر میں شہید مولانا حق نواز جھنگوی کی اسلام کے لیے خدمات کا تذکرہ کیا گیا اور ان کے قاتلوں کو فی الفور گرفتار کر کے کیفر کردار تک پہنچانے کا مطالبہ کیا گیا۔

CamScanner

مولانا حق نواز کی حق گوئی اور بے باکی پر خراج عقیدت

گڑھ مہاراجہ اور احمد پور سیال میں مکمل ہڑتال

گڑھ مہاراجہ (نامہ نگار) جمعیت علماء اسلام کے ممتاز راہنما اور عالم دین مولانا حق نواز جھنگوی کے قتل کے سوگ میں گڑھ مہاراجہ اور احمد پور سیال میں مکمل ہڑتال کر دی گئی۔ انجمن سپاہ صحابہؓ جامع مسجد فاروقیہ میں اختتام پذیر ہوا۔ بعدازاں گڑھ چوک پر احتجاجی جلسہ منعقد ہوا جس میں مولانا حق نواز جھنگوی کے بہیمانہ قتل پر گہرے رنج وغم کا اظہار کیا گیا اور حکومت پنجاب سے مطالبہ کیا گیا کہ ان کے قاتلوں کو فوری طور پر بے نقاب کیا جائے اور انہیں عبرت ناک سزائیں دی جائیں۔ اگر قاتلوں کو جلد گرفتار نہ کیا گیا تو انجمن سپاہ صحابہؓ قاتلوں کو کیفر کردار تک پہنچانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھے گی۔

مولانا حق نواز کے سوگ میں شورکوٹ میں مکمل ہڑتال کی گئی

شورکوٹ ۲۵ رفروری (نامہ نگار) انجمن سپاہ صحابہؓ کے سرپرست مولانا حق نواز جھنگوی کے سوگ میں گزشتہ روز شورکوٹ میں مکمل ہڑتال کی گئی تمام کاروباری اور تجارتی مراکز بند رہے مختلف مذہبی تنظیموں نے ایک احتجاجی جلوس نکالا جو شہر کی اہم سڑکوں سے ہوتا ہوا جامعہ عثمانیہ جا کر ختم ہوا۔ مولانا حق نواز جھنگوی کے سوگ میں مدرسہ جامعہ عثمانیہ شورکوٹ کینٹ کا تین روزہ سالانہ جلسہ منسوخ کر دیا گیا۔ بلدیہ پارک شورکوٹ سٹی میں ایک احتجاجی جلسہ منعقد ہوا جس میں تمام مکاتب فکر کے علماء نے خطاب کرتے ہوئے مولانا حق نواز جھنگوی کی دینی خدمات کو خراج عقیدت پیش کیا اور مطالبہ کیا کہ مولانا کے قاتلوں کو جلد گرفتار کر کے پس پردہ سازش کو بے نقاب کیا جائے ادھر پاکستان مسلم لیگ کا ایک ہنگامی اجلاس منعقد ہوا جس میں سیکرٹری نشر واشاعت حاجی محمد حسین نے قرارداد پیش کی جس میں مطالبہ کیا گیا کہ مولانا حق نواز جھنگوی کے قاتلوں کو گرفتار کر کے سرعام پھانسی دی جائے۔ علاوہ ازیں مجلس خدام صحابہؓ کے زیر اہتمام ایک احتجاجی جلسہ منعقد ہوا جس سے خطاب کرتے ہوئے مولانا ابومعاویہ، محمد عمر حیات اور دیگر مقررین نے مولانا حق نواز جھنگوی کی دینی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا ان کے قتل کو گہری اور منظم سازش قرار دیتے ہوئے ان کے قاتلوں کی فوری گرفتاری کا مطالبہ کیا۔ شورکوٹ کینٹ کی کاروباری تنظیموں نے بھی مکمل ہڑتال کی ابوبکر صدیق مارکیٹ میں ایک احتجاجی جلسہ منعقد ہوا جس میں تمام مکاتب فکر کے علماء نے خطاب کیا بعدازاں انجمن سپاہ صحابہؓ، انجمن جانثاران مصطفیٰ اور دوسری مذہبی تنظیموں نے مشترکہ جلوس نکالا۔

مولانا حق نواز کی بیوہ کے نام تعزیتی پیغامات

جھنگ ۲۵ رفروری (نامہ نگار) مولانا حق نواز جھنگوی کے قتل پر ملک کے کونے کونے سے تعزیتی پیغامات ان کی بیوہ کے نام موصول ہو رہے ہیں۔ جن میں کہا گیا ہے کہ مولانا حق نواز نے اسلام اور صحابہؓ کی عظمت کی خاطر بہت بڑی قربانیاں

CamScanner

دی ہیں اور عظمت صحابہؓ کی خاطر اپنی جان تک دے دی ہے۔ انہوں نے ان کے قتل پر گہرے دکھ وغم کا اظہار کیا ہے۔ تعزیتی پیغامات میں انہوں نے سوگوار خاندان سے دلی ہمدردی کا اظہار کیا ہے اور دعا کی ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دے۔ صدر پاکستان جناب غلام اسحاق خاں، وزیر اعظم پاکستان بے نظیر بھٹو، بلوچستان کے وزیر اعلیٰ نواب محمد اکبر بگٹی، سینٹ کے چیئرمین وسیم سجاد احمد، وفاقی وزیر بلدیات سید فیصل صالح حیات، مولانا عبدالحفیظ مکی، مولانا فضل الرحمٰن سیکرٹری جمعیت العلمائے اسلام، سینٹر سمیع الحق، سینٹر قاضی عبداللطیف، مولانا عبدالقدوس، مولانا محمد نواز میرانی، سابق وزیر بلدیات مولانا محمد زماں اچکزئی، مولانا عبدالقدوس ایم پی اے، مولانا محمد نواز میرانی، مولانا عبداللہ درخواستی، مولانا زاہد الراشدی، مولانا منظور احمد چنیوٹی ایم پی اے، مولانا محمد اعظم کراچی، مولانا قاری جمشید احمد کراچی، مولانا غلام کبیر امیر یار خاں، سیدہ عابدہ حسین ایم پی اے، مولانا عبدالعلیم یزدانی صدر جمعیت اہل حدیث پاکستان، مولانا سلطان محمود، کاروان حق کے ناظم چودھری عبدالمتین، محمد حضور زاہد آف ملوانہ، جاوید اقبال انجم، شیخ فاروق احمد، عوامی تحریک کے راہنماؤں سید محمد سراج گیلانی، شیخ ریاض مجید، میر ممتاز حسین، غلام سرور قادری ادارہ منہاج القرآن جھنگ انجمن تاجران جھنگ کے حاجی علی محمد اور دلدار احمد اور جمعیت طلباء اسلام پنجاب کے پیغامات شامل ہیں۔

مولانا جھنگوی کو سازش کے تحت شہید کیا گیا ہے: حافظ عبداللہ شیخوپوری

شیخوپورہ (نمائندہ جنگ) جمعیت اہل حدیث پاکستان کے مرکزی نائب ناظم اعلیٰ مولانا حافظ محمد عبداللہ شیخوپوری نے کہا ہے کہ انجمن سپاہ صحابہؓ کے سربراہ مولانا حق نواز جھنگوی کو گہری سازش کے ذریعے شہید کیا گیا ہے۔ ان کا خون رائیگاں نہیں جائے گا۔ وہ جامعہ فاروقیہ شیخوپورہ میں جمعیت العلمائے اسلام کے زیر اہتمام ہونے والے احتجاجی جلسہ سے خطاب کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ یہ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ اسلام کے نام پر بننے والے اس ملک میں تسلسل کے ساتھ مذہبی راہنماؤں اور عالمین دین کو شہید کیا جا رہا ہے انہوں نے مولانا حق نواز جھنگوی کے سفاکانہ قتل پر گہرے رنج ودکھ کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ علامہ احسان الٰہی ظہیر اور مولانا حق نواز جھنگوی کا قتل ایک ہی سازش کا حصہ ہیں۔ احتجاجی جلسہ سے جے یو آئی کے راہنماؤں مولانا عبدالہادی، قاری محمد امین، مولانا مقبول الرحمٰن، مولانا محمد یعقوب بھٹی اور مولانا محمد عالم نے بھی خطاب کیا۔

انجمن سپاہ صحابہ صوبائی حکومت کے خلاف تحریک چلائے گی

فیصل آباد ۲۵ر جون (نمائندہ خصوصی) انجمن سپاہ صحابہؓ کے سرپرست اعلیٰ مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی نے کہا ہے کہ اگر پنجاب حکومت نے ۳۰ر جون تک مطالبات تسلیم نہ کئے تو اس کے خلاف یکم جولائی سے تحریک چلائی جائے گی اور گرفتاریاں پیش کی جائیں گی انجمن کے مطالبات میں مولانا حق نواز جھنگوی کے قتل کی سازش بے نقاب کرنا، ۲۳ر مارچ کے دھماکہ کے ملزموں کی گرفتاری اور انجمن کے کارکنوں کے خلاف تمام مقدموں کا خاتمہ شامل ہیں انہوں نے بتایا کہ پہلے مرحلہ میں گرفتاریاں پیش کرنے کا آغاز لاہور سے ہوگا پھر ہر ضلعی ہیڈکوارٹر میں بھی گرفتاریاں پیش کی جائیں گی مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی نے احمد پور شرقیہ میں انجمن کے کارکنوں پر پولیس تشدد اور بے گناہوں کو جھوٹے مقدموں میں ملوث کئے جانے پر بھی

احتجاج کیا ہے۔

مولانا جھنگوی کے قاتلوں کی گرفتاری نہ ہونے پر گرفتاریاں بھی پیش کی گئیں

لاہور (نمائندہ جنگ) انجمن سپاہ صحابہؓ پاکستان کے زیر اہتمام گزشتہ روز مولانا حق نواز جھنگوی کے قتل اور ملزموں کو گرفتار نہ کرنے کے خلاف ریگل چوک میں زبردست احتجاجی مظاہرہ کیا گیا اور گرفتاریاں پیش کی گئیں محمد نعیم قادری فلک شیر اور امیر عمر نے گرفتاریاں پیش کیں کارکنوں نے دو گھنٹے تک سڑک کو بلاک رکھا اور وہ حکومت پنجاب کے خلاف نعرے بازی کرتے رہے اس موقع پر انجمن سپاہ صحابہؓ کے قائم مقام سرپرست اعلیٰ مولانا ایثار القاسمی نے کہا کہ پنجاب حکومت ظلم وتشدد سے ہمیں دبا نہیں سکتی ہم مولانا جھنگوی کا مشن پورا کرنے کا عزم کر چکے ہیں اور اس کے لئے ہم بڑی سے بڑی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے انہوں نے کہا کہ ہم روزانہ کارکنوں کی گرفتاریاں پیش کریں گے اور شاہراہ قائداعظم کو بلاک کریں گے انہوں نے کہا کہ احتجاجی تحریک جاری رہے گی انجمن سپاہ صحابہؓ کے سیکرٹری اطلاعات حافظ طاہر محمود اشرفی نے بھی خطاب کیا اور کہا کہ ہم اپنی جدوجہد کو جاری رکھیں گے انجمن پنجاب کے سیکرٹری جنرل محمود اقبال اور مولانا سلطان محمود ضیاء نے بھی خطاب کیا۔

انجمن سپاہ صحابہؓ کی احتجاجی تحریک 3 کارکنوں نے گرفتاریاں پیش کیں

لاہور (خصوصی رپورٹر) انجمن سپاہ صحابہؓ پاکستان کی احتجاجی تحریک کے تیسرے روز انجمن سپاہ صحابہؓ کے تین کارکنان مولانا منیر احمد آزاد، ذوالفقار احمد اور عبدالخالق نے گرفتاریاں دیں گرفتاریوں سے قبل سپاہ صحابہؓ کے کارکنان نے شاہراہ قائداعظم پر زبردست احتجاجی مظاہرہ کیا اس موقع پر مولانا ایثار القاسمی نے کہا کہ سپاہ صحابہؓ پنجاب حکومت کا ہر جگہ پر تعاقب کرے گی اس لئے کہ سپاہ صحابہؓ کے کارکنوں پر پنجاب حکومت کے کہنے پر تشدد کیا جا رہا ہے انہوں نے کہا کہ آئندہ ضمنی الیکشن میں آئی جے آئی کے امیدوار کے مقابلہ میں اپنا امیدوار کھڑا کیا جائے گا۔ انہوں نے اعلان کیا کہ ہفتہ کے روز تک عید کی چھٹیاں ہیں اس لئے سپاہ صحابہؓ کے کارکن ہفتہ کے دن سے دوبارہ گرفتاریاں دیں گے۔

اسلام کی بالادستی کے مخالف عناصر علماء کو قتل کر رہے ہیں: گوجرانوالہ میں علماء کا مشترکہ جلسہ

گوجرانوالہ (نمائندہ جنگ) مولانا حق نواز جھنگوی کے قتل پر جامع مسجد شیرانوالہ باغ میں بعد از نماز عشاء تمام مکاتب فکر کے علماء کا مشترکہ احتجاجی جلسہ منعقد ہوا جس میں علماء کرام نے مولانا جھنگوی مرحوم کے قتل پر اظہار افسوس کیا اور ایک فرقہ کی طرف سے سوچے سمجھے منصوبہ کے تحت سنی علماء کے قتل کی خطرناک سازش قرار دیا مقررین نے عوام سے خطاب کرتے ہوئے یہ واضح کیا ہے کہ سنی علماء کا یکے بعد دیگرے قتل پاکستان میں اسلام کی بالادستی اور نفاذ اسلام کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کرنے کیلئے کئے جا رہے ہیں مگر یہ سلسلہ زیادہ دیر نہیں چلے گا۔ انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ مولانا حق نواز جھنگوی کے قاتلوں کی گرفتاری پر بات ختم نہیں ہوئی اصل قاتل جن کے منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے یہ کرائے کے لوگ کام آئے ہیں انہیں منظر عام پر لایا جائے۔ جلسہ میں ڈاکٹر غلام محمد، علامہ محمد احمد لدھیانوی، مولانا محمد اعظم، قاری محمد سلیم، محمد یوسف احرار، مولانا محمد ایوب طوفانی، مولانا محمد یعقوب راشدی، مولانا عبدالحمید قریشی، مولانا حق نواز خالد، مولانا محمد نواز بلوچ، حافظ گلزار احمد آزاد اور سید عبدالمالک شاہ نے خطاب کیا اور ۳ مارچ بروز ہفتہ شہر میں ہڑتال کو کامیاب بنانے کی اپیل کی۔

CamScanner

حق نواز شہیدؒ سیاست دانوں کی نظر میں

صدر پاکستان غلام اسحاق خان صاحب

مولانا حق نواز مرحومؒ ایک ممتاز عالم دین تھے، جنہوں نے اسلام کے لئے گرانقدر خدمات انجام دیں، ان کا بہیمانہ قتل پورے ملک اور معاشرے کے لئے لمحہ فکریہ ہے، مجھے امید ہے کہ حکومت پنجاب مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرے گی اس بربریت کی ہر شخص کو مذمت کرنی چاہئے، اللہ تعالیٰ ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ نصیب فرمائے۔ (غلام اسحاق خان، سابق صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان)

وزیر اعظم بے نظیر بھٹو

مولانا صاحب ایک نامور مذہبی دانشور تھے۔ جنہوں نے اسلام کے لئے قابل قدر خدمات سرانجام دیں، مجھے ان کی افسوسناک وفات پر انتہائی صدمہ ہوا ہے، میری طرف سے دلی تعزیت قبول فرمائیں، اللہ تعالیٰ مرحوم پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے اور سوگوار خاندان کو اس عظیم نقصان پر صبر عطا فرمائے۔ (بے نظیر بھٹو وزیر اعظم پاکستان)

محمد نواز شریف صاحب (وزیر اعلیٰ پنجاب)

مولانا حق نواز جھنگوی کے سفاکانہ قتل پر گہرا دکھ ہوا ہے، مولانا اسلام کے اعلیٰ پائے کے مبلغ تھے، جنہوں نے اپنی ساری زندگی تبلیغ اسلام اور ختم نبوت کے لئے وقف کر رکھی، ان کی وفات ملک میں اسلامی قوتوں کے لئے عظیم نقصان ہے۔ (روزنامہ جنگ راولپنڈی) (نواز شریف سابق وزیر اعظم پاکستان سابق وزیر اعلیٰ پنجاب)

وسیم سجاد صاحب:

مولانا حق نوازؒ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت تھی، اور خلفاء راشدین کی عظمت کے لئے جو انہوں نے اپنے آپ کو وقف کر رکھا تھا، اس کی بناء پر مدتوں یاد رکھے جائیں گے۔ (وسیم سجاد چیئرمین سینٹ پاکستان)

قاضی حسین احمد صاحب

مولانا حق نواز جھنگوی کا قتل دینی اور سیاسی حلقوں میں شدید اضطراب کا باعث بنا ہے، کیونکہ مولانا حق نواز اپنے

CamScanner

علاقے کی معروف ترین شخصیت تھے اور تحریک ختم نبوت میں انہوں نے نمایاں خدامت سرانجام دی ہیں، مولانا حق نواز جھنگویؒ کو ایک منظم سازش کے تحت قتل کیا گیا ہے، مولانا شہید کو اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔

(قاضی حسین احمد صاحب امیر جماعت اسلامی پاکستان)

اکبر بگٹی صاحب

مولانا حق نوازؒ نواز پر پہلے بھی قاتلانہ حملہ ہوا تھا، ساجد نقوی اور اس کے حواری مولانا کو قتل کرنا چاہتے تھے، تخریبی عناصر مرکزی حکومت کی پشت پناہی پر مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کی کاروائیوں میں مصروف ہیں، مولانا ایک بہت بڑے عالم تھے، اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت کرے۔ (جنرل فضل شہید سابق گورنر سرحد اسمبلی)

چودھری شجاعت حسین صاحب

مولانا حق نوازؒ کے قتل سے سخت دکھ پہنچا، اس ظالمانہ کاروائی کی مذمت کرتا ہوں۔

(چوھدری شجاعت حسین، گجرات سابق وزیر داخلہ پاکستان)

مولانا سراج احمد دین پوری صاحب

مولانا حق نوازؒ کے قتل سے پوری قوم کو عظیم اور نا قابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔

(سابق مشیر بے نظیر صاحبہ وزیر اعظم پاکستان)

وزارت مذہبی امور عراق

مولانا حق نواز جھنگویؒ کا وحشیانہ قتل عالم اسلام کا نقصان ہے حکومت عراق اس قتل کی شدید مذمت کرتی ہے اور سوگواران سے دلی تعزیت کا اظہار کرتی ہے۔ (بذریعہ عراقی سفیر پاکستان)

محمود الحسن صاحب

مولانا حق نوازؒ اپنا نام اکابرین امت میں لکھوا گئے ہیں، وہ ایک خود ساختہ شخصیت تھے، جنہوں نے اپنا سفر الف سے شروع کیا تھا اور تھوڑے ہی عرصہ میں بہت زیادہ کامیابی حاصل کی، غالباً اتنے قلیل عرصے میں بڑے بڑے لیڈر بھی اپنا نام اس حد تک اجاگر نہ کر سکے، مولانا کا انداز پر جوش خطابت ایسی چیز تھی کہ فی الوقت اس معاملہ میں ان کا ثانی پورے پاکستان میں نظر نہیں آتا۔ (وزارت الصحت مملکۃ العربیہ السعودیہ)

CamScanner

امیر عزیمت شہیدؒ موجودہ علماء کی نظر میں

شہادت سے پہلے اور بعد

ترتیب: ریاض احمد معاویہ۔ شام کوٹ

☆..... مولانا حق نواز جھنگوی صاحب اور انجمن سپاہ صحابہؓ اپنے پروگرام کے لحاظ سے بالکل صحیح ہیں۔ اصحابؓ رسول کی عظمت کی حفاظت امت مسلمہ کے فرائض میں داخل ہے۔ اس سے غفلت ہلاکت وخران کے مترادف ہے۔

قطب الاقطاب مولانا خان محمد خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف۔

☆ اللہ تعالیٰ مولانا حق نواز جھنگوی شہید کے مشن کو کامیاب فرمائے۔ آمین۔

حضرت مولانا قاری سعید الرحمٰن سابقہ صوبائی وزیر عشر زکوۃ صوبہ پنجاب پاکستان راولپنڈی۔

☆ جناب مولانا حق نواز جھنگوی کا نظریہ، طریقہ کار اور انداز خطابت عین اسلام اور ریحان ہے۔ حضرت مولانا حق نواز جھنگوی صاحب عظمت ناموس صحابہ کرام کے تحفظ کے لئے میں تو کہوں گا کہ یہ اس دور میں خداوند قدوس کی طرف سے امت مسلمہ کے لئے ایک نعمت عظیم ہے۔ جس کا قدر واحترام تعاون ہر مسلمان خواہ عوام سے ہوں یا علماء کرام سے ہوں مولانا سے عین ایمان کے تقاضوں میں سے ہے۔

حضرت مولانا محی الدین سربراہ تحریک نفاذ فقہ حنفیہ پاکستان کراچی۔

☆ مولانا حق نواز شہید نے درّ رافضیت کا جو بیڑا اٹھایا ہے اور جس جرأت و بے باکی سے اپنے مسلک و مشن کو لوگوں کے سامنے پیش کر رہے ہیں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔

محمد اکرم اقدری الاشعری مہتمم صدر تعلیم الاسلام امیر جمعیت علماء اسلام ضلع بہاولنگر۔

☆ صد افسوس کہ میں نے مولانا جھنگوی کا نام اخبارات میں پڑھا۔ الجنس لیمیل الی جنسہ..... چونکہ میں بھی اس قافلہ کا ادنیٰ سپاہی ہوں۔ اس لئے شوق ہے کہ ان سے کہیں ملاقات ہو جائے۔ میں مولانا جھنگوی اور ان کے رفقاء کو خصوصی سلام پیش کرتا ہوں۔

حضرت مولانا ابراہیم صاحب خادم قصوری مہتمم دار الحدیث جامعہ ابراہیمیہ منڈی کنگن پور ضلع قصور۔

☆ حضرت مولانا حق نواز جھنگوی نے اپنے ذمے بہت بھاری کام لے لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے پائے ثبات میں فرید دوام بخشے۔ آمین

مولانا عبد المجید صاحب مدرسہ مدینۃ العلوم سکھر سندھ

☆ میں مولانا حق نواز شہید اور انجمن سپاہ صحابہؓ کے مشن کو عین حق اور ثواب بلکہ تجدید دین سمجھتا ہوں اور اس مشن کو کامیاب کرنے اور مسلمانوں کے عوام خاص کو شیعہ کے کفر سے آگاہ کرنے کو سب پر علی الخصوص علماء کرام پر فرض سمجھتا ہوں۔

مولانا علی شیر حیدری دار العلوم انوار القدس حیدریہ خیر پور میرس سندھ

☆ صحابہ کرامؓ امت کا سرمایہ ہیں ان کا دفاع مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے۔ یعنی ہر ایک پر فرض ہے اور اگر ایک جماعت اصحابؓ رسولؐ کے دفاع کے لئے میدان میں نکلے تو تمام امت کی طرف سے فرض ادا ہو گیا لہٰذا مولانا حق نواز جھنگوی عام مسلمانوں کی طرف سے فرض کفایہ ادا کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مزید استقامت دے۔ آمین۔

حضرت مولانا خضر علی عثمانی ضلع بنوں سرحد

☆ مولانا حق نواز جھنگوی اہل سنت والجماعت کو بیدار کرنے اور صحابہؓ رسولؐ کے ناموس کے تحفظ کے لئے جس مثبت جذبہ سے کام کر رہے ہیں وہ لائق تحسین ہے۔ ان کی مخلصانہ اور والہانہ وابستگی ان کی جدوجہد اور قربانیوں سے عیاں ہے اور درد دل اور دینی احساس سے بہرہ ور ہر مسلمان ان کے لئے دعا گو ہے۔

ابو عمار مولانا زاہد الرشدی خطیب مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ

☆ حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہید کا مشن ایک صحیح مشن ہے۔ اس میں کسی قسم کا شک نہیں ہے۔

حضرت مولانا قاری گل صاحب خطیب جامع مسجد حق نواز خاں بنوں سرحد

☆ حضرت مولانا حق نواز کو اللہ تعالیٰ نے شہادت کی نعمت سے نوازا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند اور امت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ مولانا شہید جو محنت کر گئے ہیں اس کا ثمرہ امت کو قیامت تک ملتا رہے گا۔ اور انشاء اللہ عالم اسلام میں حق نواز شہید کا نام عزت و احترام کے ساتھ باقی رہے گا اور میدان حشر میں صحابہ کرامؓ اور انبیاء کی اقتداء نصیب ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان کا مشن جاری رہنے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین۔

حضرت مولانا محمد زاہد الحسینی صاحب دار الارشاد مدنی روڈ اٹک شہر

☆ مولانا حق نواز شہید نے شہادت نوش فرما کر ثابت کر دیا ہے کہ انہوں نے توحید و رسالت عظمت صحابہؓ اور مسلک اہل سنت کا جو پروگرام پیش کیا تھا وہ حق تھا اور حق کی خاطر انہوں نے شہادت قبول کی مگر نہ جھکے نہ پکے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور انجمن سپاہ صحابہؓ کے مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے۔ آمین

حضرت مولانا قاری عبدالحی صاحب عابد سجاول خانقاہ عابد گیر لاہور

☆ جو ناموس صحابہؓ کا تحفظ کرتا ہے اس کا مشن قابل قدر اور لائق تعریف و توصیف ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اس جذبہ صادقہ سے سرشار کرے۔ آمین

عبدالعزیز علوی شیخ الحدیث جامعہ سلفیہ فیصل آباد پاکستان۔

☆ ہم مولانا حق نواز جھنگوی شہید کے مشن کے دست و بازو ہیں۔

مولانا خلیل احمد صاحب روڈ انوالا مولانا انجمن درس مدرسہ تقویۃ الاسلام

☆ مولانا حق نواز صاحب جھنگوی شہید سے میرا ذاتی تعلق بھی ہے۔ اس سے کئی گنا عزیز وہ مشن ہے جس کا علم بلند

کرنے میں آجکل مولانا مصروف ہیں۔ میں مولانا کی عظمت صحابہؓ پر بے باکانہ گفتگو کا معترف ہوں اور مولانا کا مشن فضائل صحابہؓ کو اجاگر کرنا مجھے انتہائی پسند اور محبوب ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ مولانا کو مزید ہمت اور توفیق عطا فرمائے اور ان کے مشن حق کو چار چاند لگائے۔ آمین۔ کھلے دل سے مولانا کی اس عنوان پر خدمات کا اعتراف کرتا ہوں۔ اس میں مجھے کوئی عار محسوس نہیں ہوتی کہ میں انجمن سپاہ صحابہؓ کے بانی کی دنیا وآخرت کی کامیابی کے لئے دعا گو ہوں۔

حضرت مولانا ابوالاحسان محمد نعیم بٹ صاحب

خطیب مرکزی جامعہ اہل حدیث امیر پارک گوجرانوالہ نائب صدر اہل حدیث یوتھ فورس پاکستان

☆ راقم مولانا حق نواز کی اس سلسلہ میں مساعی کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب خطیب مرکزی جامعہ مسجد گکھڑ مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

☆ مولانا حق نواز جھنگوی شہید کے متعلق میرے جذبات ایسے ہیں کہ میں ان کو اہل حق کے دکھی دل کی آرزو اور آواز سمجھتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس آواز کو اور بلند کرے اور یہ آواز سدا فضاؤں میں گونجتی رہے۔

حضرت مولانا عبدالمجید صاحب رئیس المدرسین باب العلوم کہروڑ پکا ملتان

☆ میں مولانا حق نواز صاحب کے مشن کو مسلّم جانتا ہوں اور ناموس صحابہؓ کے سلسلہ میں ان کی مساعی کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ حق تعالیٰ اخلاص اور برکت عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت مولانا عبیداللہ صاحب مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور

☆ مولانا حق نواز جھنگوی کو اللہ پاک ان کے نیک ارادوں میں برکت فرمائے۔ کیونکہ پوری امت مسلمہ کی طرف سے یہ مقدس فریضہ ادا کر رہے ہیں۔ ان کی ہر نوع کی معاونت ہر مسلمان پر فرض ہے۔

حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب صدر المدرسین جامعہ محمدیہ لکھویہ اوکاڑہ

☆ حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہید نے اس دور میں امام ابن تیمیہ کی سنت زندہ کی ہے۔ روافض کے بارے میں ان کا عقیدہ بلاشبہ حق کی آواز تھا۔ عصر حاضر کے بعض علماء جو مصلحت کے تحت روافض کے خلاف اتنا پختہ عقیدہ نہ رکھتے تھے۔ حق نواز شہید نے اپنی جان دے کر انہیں خواب غفلت سے بیدار کرنے کا فریضہ انجام دیا ہے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقاں پاک طینت را

محمد ازہر مدیر "الخیر" جامعہ خیر المدارس ملتان

☆ مولانا حق نواز جھنگوی شہید کا مشن صحیح اور انہوں نے اپنی جان کی قربانی دی۔ صحابہ کرامؓ کی عزت وعظمت کی بقاء کے واسطے جو کہ درحقیقت دین کی سربلندی ہے اللہ تعالیٰ مولانا کو ان کی شہادت کا پورا پورا اجر وثواب عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت مفتی ولی حسن کراچی جامعہ مسجد اسلامیہ بنوری ٹاؤن

☆ مولانا حق نواز شہید کا مشن روز روشن کی طرح واضح اور صحیح ہے۔ ہم مولانا شہید کے مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچا کر دم لیں گے۔

علامہ شفاعت رسول صاحب نوری (مسلک بریلوی)

☆ مولانا حق نواز جھنگوی شہید کی جرأت، استقامت، اسلام سے محبت، صحابہ سے عشق اور تقریر کے براہین نے

میرے دل پر گہرا اثر ڈالا۔ میں نے اسی وقت تعین کرلیا کہ یہ شخص واقعی عشق صحابہ میں اخلاص سے جدوجہد کررہا ہے۔

نامور بریلوی عالم دین مولانا بشیر احمد چشتی گولڑوی منڈی گھیپ ضلع اٹک

☆ مولانا حق نواز جھنگوی کے قتل پر انتہائی دکھ ہوا۔ بلاشبہ مولانا جھنگوی کا قتل حکومت پنجاب کی سوچی سمجھی سکیم ہے۔ مولانا شہید جید عالم دین، شعلہ بیان خطیب اور مصنف تھے۔

قاضی محمد زمان خاں عباسی صدر مجلس تحفظ حقوق علماء کرام وملازمین محکمہ اوقاف پنجاب

☆ مولانا حق نواز جھنگوی کے بہیمانہ قتل پر بہت دکھ اور رنج ہوا۔ مولانا شہید جمہور اہل سنت کے حقیقی ترجمان تھے۔

ریٹائرڈ جنرل فضل حق صدر اسلامی اتحاد صوبہ سرحد

☆ مولانا حق نواز جھنگوی کا قتل دینی اور سیاسی حلقوں میں شدید اضطراب کا باعث بنا ہے کیونکہ مولانا حق نواز اپنے علاقے کی معروف ترین شخصیت تھے۔ اور تحریک ختم نبوت میں انہوں نے نمایاں خدمات سرانجام دیں ہیں۔ مولانا حق نواز جھنگوی کو ایک منظم سازش کے تحت قتل کیا گیا ہے۔ مولانا شہید کو خداوند کریم جنت میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔

قاضی حسین احمد امیر جماعت اسلامی پاکستان

☆ مولانا حق نواز جھنگوی کی پوری زندگی دین حق اور اسلام کی تبلیغ میں گزری۔ انہوں نے مجاہدانہ انداز میں اپنے کام کو آگے بڑھایا۔ انہوں نے دین کے لئے اور راہ حق میں قربانی دینے والوں کی تاریخ میں اپنے خون سے اس کی آبیاری کی۔ ہم مولانا جھنگوی کے کردار پر شرمندہ نہیں، وہ رہتی دنیا تک زندہ رہیں گے۔

مولانا فضل الرحمٰن سیکرٹری جنرل جمعیۃ علماء اسلام پاکستان

☆ مولانا حق نواز جھنگوی کی شہادت قومی یکجہتی کو تباہ کرنے کی سازش کا حصہ ہے۔

مولانا سمیع الحق سینٹر نائب امیر جے یو آئی

☆ مولانا حق نواز جھنگوی ملک میں خلافت راشدہ کے نظام اور خلفاء راشدین وصحابہ کرام کے فضائل ومناقبت کے مبلغ اور والی تھے۔

علامہ عنائت اللہ گجراتی

☆ مولانا ایک بلند پایہ عالم دین حق وصداقت کے عظیم ترجمان، انتہائی جرأت مند اور بے باک خطیب تھے"۔

مولانا حافظ زبیر احمد چیف آرگنائزر جمعیۃ علماء اہل حدیث پاکستان

☆ مولانا حق نواز جھنگوی کا قتل اسلام کی خدمت کرنے والوں کے خلاف سازش کا حصہ ہے۔ مولانا شہید دنیا بھر کے سنیوں کے دل کی دھڑکن تھے۔

علامہ انعام الحق ہزاری صدر سنی کونسل پاکستان

CamScanner

امیر عزیمت شہیدؒ کے تین یادگار خطاب

(۱) عقیدہ کا تحفظ کیوں ضروری ہے؟

۲۲ مئی ۱۹۸۵ء کو غیر جماعتی الیکشن کے موقع پر جامع مسجد حق نواز شہیدؒ میں عقیدہ کے تحفظ پر شاندار خطاب

ضبط:۔ عبدالمجید قریشی

اپنے اس خطیبانہ منصب کی ضرورت تصور کرتا ہوں اور کبھی کوشش نہیں کی کہ معاذ اللہ آپ حضرات کی مدح سرائی کی جائے اور مجھے یہ یقیناً معلوم ہے کہ مفادات کے بندے کے علاوہ کوئی یہ کام کرنے کی جرأت نہیں کرے گا۔ یہ الگ بات ہے کہ کسی شخص کو میرے دلائل جو قرآن وسنت پر مبنی ہیں غیر شعوری طور پر آج یہ فائدہ دے دیں اور وہ زندہ باد کا نعرہ لگائے وہ مجھے اچھے لفظوں سے یاد کرے اور کسی دوسرے شخص کو اس کے اپنے غلط کردار اور کیریکٹر کی بنا پر میری یہی معروضات جو یقیناً قرآن وسنت پر مبنی ہیں وہ نقصان دیں تو وہ بدتمیزی کا مظاہرہ کرے تو میں یہ سمجھوں گا کہ یہ اس شخص کا اپنا جرم ہے، میں نے جو کچھ عرض کیا ہے وہ میرا موقف آج بھی وہی ہے کل بھی وہی تھا۔ میں نے ہمیشہ آپ سے یہ عرض کیا ہے کہ عقیدے کو اپنے تمام تر مفادات سے مقدم سمجھیں اور دیگر تمام مسائل کو عقیدے کے تابع کیجئے۔

میں نے نئے سرے سے آج یہ موضوع شروع نہیں کیا۔ ایک عرصہ سے میری معروضات کا عنوان اصحاب رسول کی منقبت ہے۔ اس کے ساتھ ہی دشمنان صحابہ سے آگاہی ان کی سازشوں سے آگاہ کرنا۔ ان کی غلط کاریوں پر تنقید کرنا یہ موضوع وہ ہے جو ہمیشہ آپ کے سامنے اسی مائیک سے بیان ہوتا ہے۔ میرے اس مستقل عنوان کی زد میں اگر کوئی شخص آج آ جائے تو اس کو اپنے کریکٹر پر غور کرنا چاہئے کہ وہ زد میں کیوں آیا؟ اور اگر وہ زد میں نہیں آتا کوئی دوسرا اس زد میں نہیں آ رہا تو وہ اس کا اپنا کردار ہے۔ بہر حال میں واضح لفظوں میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ عقیدہ آج بھی وہی ہے جھنگ کی تاریخ کو پیش نظر رکھ کر ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔ عقیدہ آج بھی وہی ہے جو سن ستر (۱۹۷۰ء) میں تھا، عقیدہ آج بھی وہی ہے جو پچھلے سال بلدیاتی انتخابات میں اور بلدیہ جھنگ کے چیئرمین کے مسئلے پر تھا اور عقیدہ آج بھی ہے جبکہ آج اسی چیئرمین کے ساتھ پیکٹ

(PACT) کی صورت میں آیا۔ اگر میرا موقف بدلا ہے تو میں مجرم ہوں اور اگر کسی اور کا موقف بدلا ہے تو قوم کو اسے جوتے مارنے چاہئیں۔ ہم نے موقف نہیں بدلا نظریہ نہیں بدلا۔ عقیدہ نہیں بدلا اور نہ ہی الحمدللہ ثم الحمدللہ نہ اتنا کمزور ہوں کہ کسی کی بدزبانی یا کسی کی دھمکی یا کسی کی فحش کلامی میرے موقف کو بدل ڈالے گی۔ بہت بڑی طاقت اور بہت بڑی شخصیتوں نے بڑا زور لگایا میں سمجھتا ہوں اور ہر انسان سمجھتا ہے کہ حکومت سے بڑی طاقت عالم اسباب میں انسانوں کے اندر کوئی نہیں ہوتی۔ خالق ارض وسما تو سب سے بڑی طاقت ہے لیکن جہاں تک عالم اسباب کا تعلق ہے یا یوں کہہ لیجئے انسانی طاقت کا تعلق ہے تو حکومت ایک بہت بڑی طاقت ہے ایک عرصہ سے حکومت نے اپنی طاقت آزمائی اگر حکومت حق نواز کے موقف میں لچک پیدا نہیں کر سکی کوئی سرمایہ دار بھی میرے موقف میں لچک پیدا نہیں کر سکتا۔ اس سے زیادہ دلیل آزمائش کی اور کیا ہو سکتی ہے؟ بہر حال مجھے انتہائی افسوس ہوا کہ میرے ضلع میں اور میرے شہر میں ایک شخص نے یا کئی اشخاص نے ذاتی مفادات کے لئے ذاتی اغراض کے لئے ذاتی پروگرام کے لئے شیعہ سنی بھائی بھائی کا نعرہ لگایا جبکہ ابھی کل کی بات ہے کہ وہ ایک ایک دکان ایک ایک گلی ایک ایک مسجد میں ہاتھ جوڑ جوڑ کر کہتے تھے دیکھئے جی رافضی چیئرمین بن گیا ظلم ہو گیا رافضی چیئرمین بن گیا۔ حد ہو گئی مولوی نے رافضی کی حمائت کر دی۔ جو طبقہ کل تک مگر مچھ کے آنسو بہاتا تھا کہ رافضی چیئرمین بن گیا وہی طبقہ انتہائی ملی غداری کا ثبوت دیتے ہوئے انتہائی مذہبی غداری کا ثبوت دیتے ہوئے آج بلند بانگ نعرے لگاتا ہے کہ شیعہ سنی بھائی بھائی ہیں۔ میں اس نظریہ پر ایک بار نہیں لاکھ بار لعنت بھیجتا ہوں اور مجھے یہ کہنے کا حق ہے اور میں اسے ڈنکے کی چوٹ کہوں گا پوری جرأت سے کہوں گا۔ جس کو میری بات بھا جائے بھا جائے جس کو میری اس بات سے ناراضگی لگتی ہے لگے، لیکن اتنی انصاف کی اپیل کروں گا کہ اگر میرا موقف عقیدے کی بنیاد پر ہے اگر میرا موقف قرآن وسنت کی بنیاد پر ہے تو اسے مجھ سے اختلاف نہیں کرنا چاہئے اور اگر میرا موقف قرآن وسنت سے ہٹ کر ہے یا میں نے آج کوئی نئی بات پیش کی ہے تو اسے اختلاف کرنے کا حق ہے۔ (ٹھیک ہے یا غلط! سامعین نے کہا ٹھیک ہے)

اپنی جماعت کے بعض افراد کو اپنی جماعت کے ایک طبقہ کو اسی لئے خیر باد کہا اپنی جماعت کے ایک عنصر کو اس لئے خیر باد کہا کہ اس نے دشمن صدیقؓ کی حمائت کی۔ اپنی جماعت کے ایک عنصر کو اس لئے چھوڑ دیا کہ اس نے دشمن صدیقؓ کو پروان چڑھایا، اپنی جماعت کے چند افراد کو اس لئے چھوڑا کہ انہوں نے دشمن صدیقؓ کے برسر اقتدار آنے کے بعد اس کے خلاف آواز حق بلند نہیں کی جبکہ وہ میری جماعت کے لوگ تھے میرے پٹی بھائی تھے، میری تنظیم کے لوگ تھے، اگر میں ان کو چھوڑ سکتا ہوں تو کسی اور کی بس کا بھی ہا کر نہیں کہ وہ جو کہے وہی میں کہتا جاؤں۔ ہا کر تو کہہ سکتا ہے کہ وہ نوکر ہے وہ غلام وہ زرخرید ہے میں زرخرید نہیں ہوں میں نوکر نہیں ہوں میں کسی کا ہا کر نہیں ہوں کسی کا منشی نہیں ہوں کہ جو بات وہ کرے میں کہتا جاؤں یا جو ان کا ذہن ہو وہی میرا ذہن بنتا جائے یا جیسے وہ گرگٹ کی طرح تبدیل ہوتے رہیں اسی طرح ہم اپنے اپنے عقیدے کو تبدیل کرتے جائیں ہمارا اپنا سٹیج ہے اپنا موقف ہے ایک نظریہ ہے ایک عقیدہ ہے اور وہی عقیدہ ہے جس عقیدہ کی بنیاد پر آپ لوگ برسر اقتدار آئے تھے آج ایک شخص اس عقیدہ کو پامال کر کے کہتا ہے کہ یہ کوئی نظریہ ہی نہیں ہے کیا میں اسے

قومی غدار نہ کہوں مجھے یہ غدار کہنے سے کون روک سکتا ہے۔ اگر میں نے اپنی جماعت کے ایک مولوی کو غدار کہا اور تمہیں پیارا لگا کہ واہ جی واہ بڑی حق بات کہی ہے بڑی سچی بات کہی ہے اگر میری جماعت کے آدمی نے آج سے ایک سال پہلے یہی جرم کیا اور اس کو میں نے غدار کہا تو تمہاری پانچوں انگلیاں گھی میں تھیں تم خوشی سے گھی کے چراغ جلاتے تھے اگر آج تم نے وہی جرم کیا ہے اور میں نے تمہیں غدار کہا ہے تو بھونکتے کیوں ہو؟ تم بکتے کاہے کے لئے ہو، جرم تو ایک ہے اسی جرم کی پاداش میں مفتی غلام حسین (خطیب مسجد دھجی روڈ جھنگ صدر) مارا گیا تم خوش ہوئے کہ اس نے غداری کی ہے آج وہی جرم تم کرتے ہو تو تمہیں کیوں معاف کر دیا جائے۔ بات سچی کہہ رہا ہوں یا غلط؟ (سامعین نے کہا سچی) میرا موقف بدلے قوم مجھے چوک پر پکڑ لے اگر میرا موقف وہی ہے جو آج سے دس سال پہلے تھا تو میں اس موقف پہ قائم ہوں میں نے آپ سے غداری نہیں کی۔ آپ کو بھی چاہئے کہ آپ اپنے ضمیر کی آواز بلند کریں۔

شیعہ سنی بھائی بھائی کیا معنی؟ آخر بھائی کس بنیاد پر؟..... آپ کے باپ کا بیٹا ہے بھائی کہئے، آپ کی والدہ کا بیٹا ہے بھائی کہئے، آپ کا چچازاد بھائی ہے بھائی کہئے، اس بنیاد پہ بھائی کہہ لیجئے نسبی رشتے کافروں سے بھی ہوتے ہیں نسبی رشتے چلتے رہتے ہیں آج بھائی ہے مذہب اس نے بدل لیا بے ایمان ہو گیا عیسائی بن گیا یہودی بن گیا قادیانی بن گیا رافضی بن گیا ہے تو بھائی تو ہے، بے شک اس نے عقیدہ بدل لیا ہے آپ بھائی کہتے جائیں، لیکن اگر آپ کی والدہ کا بیٹا نہیں ہے، آپ کے باپ کا بیٹا نہیں، چچازاد بھائی نہیں ہے، آپ کا پھوپھی زاد بھائی نہیں ہے تو لفظ بھائی جو سٹیج پر استعمال کر رہے ہیں تو اس کا معنی یہی ہوگا ناں کہ مذہبی بھائی ہے۔ اور مذہبی بھائی بنانے کے لئے عقائد میں اشتراک ضروری ہے۔

جس شخص کا عقیدہ یہ ہو کہ یہ قرآن اصل نہیں وہ تیرا بھائی کیسے ہے؟

جس کا عقیدہ یہ ہو جس کا نظریہ یہ ہو کہ جو کلمہ تم پڑھتے ہو یہ کلمہ ادھورا ہے تو وہ تیرا بھائی کیسے ہے؟

جس کا وضو تجھ سے الگ ہے وہ تیرا بھائی کیسے ہے؟

جس کی نماز تجھ سے الگ ہے وہ تیرا بھائی کیسے ہے؟

جس کا روزہ تجھ سے الگ ہے وہ تیرا بھائی کیسے ہے؟

جس کا نکاح کا مسئلہ تجھ سے الگ ہے وہ تیرا بھائی کیسے ہے؟

جس کے طلاق کے مسائل تجھ سے الگ ہیں وہ تیرا بھائی کیسے ہے؟

جس کی تہجد کے مسائل تجھ سے الگ ہیں وہ تیرا بھائی کیسے ہے؟

جس کی اذان تجھ سے الگ ہے وہ تیرا بھائی کیسے ہے؟

جس کی فقہ تجھ سے الگ ہے وہ تیرا بھائی کیسے ہے؟

جس کے صحابی تجھ سے الگ ہیں وہ تیرا بھائی کیسے ہے؟

جس کے نبوت کے متعلق عقائد الگ ہیں وہ تیرا بھائی کیسے ہے؟

CamScanner

مجھے سمجھایئے تو سہی کہ کس عقیدہ میں اشتراک ہے کہ جس کی بنیاد پر بھائی کہا جا رہا ہے۔ ایک دفعہ اخبار میں اشتہار آیا تھا کسی کی جانب سے کہ شیعہ سنی بھائی بھائی۔ آپ کو یاد ہوگا کہ اس وقت میں نے آواز اٹھائی اور پوری شدت کے ساتھ آواز اٹھائی۔ جس پر مقدمہ بنا میں نے جیل کاٹی۔ اس سے اگر پہلے میں یہی بات کہتا ہوں تو تم نعرے لگاتے ہو کہ سچ کہا ہے اور اگر آج وہی بات کہتا ہوں تو بکتے ہو کہ کہتا کیوں ہے؟ وجہ تو یہ بیان کی جائے کہ میں نے جرم کیا کیا ہے؟ قصور کیا کیا ہے؟ اس لئے کہ ہم تمہارے مفادات کے بندے نہیں ہیں۔ مولوی تمہارے ہاتھ پہ بکتا جائے تم نے بہت سارے مولویوں کو ان مفادات کی صورت میں خرید کے ان کو ذلیل کیا ہے؟ ان میں ایک مفتی غلام حسین ہے فوت ہو گیا میں کچھ نہیں کہنا چاہتا اس کے قاتل تم ہو اس وقت میری جماعت کے مولویوں کے ایک عنصر کے پیچھے تم ہو اب تم یہ چاہتے ہو کہ ہم بھی تمہارے دم چھلے رہیں، میں لات مارتا ہوں تیری دولت پر، لات مارتا ہوں تیرے ضمیر پر، لات مارتا ہوں تیرے رتبے پر، لات مارتا ہوں تیری گندی زبان پر، تمہارا صرف ذہن یہ ہے کہ تم ہمیشہ مولویوں کو معاشرہ میں ذلیل و رسوا کرتے ہو کہ جب تم بدلو مولوی بھی بدل جائے، جب تم بکو مولوی بھی بک جائے، صرف تمہارا یہی کردار ہے یہی کیریکٹر ہے تمہارے اپنے مفادات ہیں اس کے عوض میں تم مولویت کو تباہ و برباد کرنا چاہتے ہو۔ اسی لئے تو لڑتا ہوں اسی لئے تو چیختا ہوں کہ مولوی کسی کا دم چھلہ بن کر مت آئے اس کو اپنی حیثیت کو برقرار رکھنا چاہئے۔ کوئی ضرورت نہیں ہے اگر ہم عزت کی زندگی گزار سکیں گے گزاریں گے ورنہ موت کو اس ذلت کی زندگی پہ ترجیح دیں گے۔

میں نے عرض اس لئے کیا ہے کہ مجھے انتہائی افسوس ہوا دکھ ہوا کہ ہمارے شہر میں یہ نعرے لگنے شروع ہوئے کہ شیعہ سنی بھائی بھائی، شیعہ سنی بھائی بھائی کیوں؟ آخر وجہ بتلایئے آپ نے عقیدہ کیوں بدلا ہے؟ آپ نے نظریہ کیوں بدلا ہے؟ اس کے ساتھ لگنے والے لوگوں نے جو آج شیعہ سنی بھائی بھائی کے نعرے لگا رہے ہیں انہوں نے نظریہ کیوں بدل لیا ہے؟ انہیں یہ نظریہ بدلنا چاہئے تھا یا نہیں آپ بتلائیں ایمانداری سے (سامعین نے کہا! نہیں) اگر وہ اس عقیدہ کو سچا تسلیم کرتے ہیں تو انہیں یہ نظریہ نہیں بدلنا چاہئے تھا۔ اس کو چھوڑ دینا چاہئے تھا۔ جس نے نظریہ بدلا اور واضح لفظوں میں کہہ دیتے کہ ہم بھائی نہیں ہیں ہمارے تجھ سے کوئی مفادات وابستہ نہیں ہیں۔ ہمارا ایک عقیدہ ہے ہم اس عقیدے پر قائم ہیں۔ ہمارا ایک نقطہ نظر ہے ہم نقطہ نظر کو نہیں چھوڑتے آپ کا ضمیر اپنا ہمارا ضمیر اپنا۔ آپ تو ایک وقت میں ایک شخص کو سور کہتے ہیں دوسرے وقت میں اس کو ابو کہنے کو تیار ہیں تو کیا ہم بھی ابا کہتے چلے جائیں۔ اتنے بے ضمیر ہو گئے تو کیا ہم بدلتے چلے جائیں ایک وقت میں ایک آدمی کو خنزیر کہا جاتا ہے دوسرے وقت میں اس کو ابا کہہ لیا جائے ہم آپ کی پالیسی پہ تنقید نہیں کرتے لیکن خدارا اتنا تو گریباں میں منہ ڈالئے کہ آپ یہ تسلیم کریں کہ کیسے بے ضمیر ہو! باقی ہم کو بے ضمیر کیوں بناتے ہو اپنے کردار پہ غور کرو اپنے کریکٹر پر غور کرو۔ جو دوسرا بات کہہ رہا ہے وہ سچ کہتا ہے حق کہتا ہے اس کو یہی کہنا چاہئے میری آج کی تقریر کی زد میں جو آئے آئے، میں اپنے موقف کو بیان کروں گا اور پوری جرأت سے بیان کروں گا اس کی زد میں جو آتا ہے آجائے میں کسی کا نام نہیں لوں گا ہاں بغیر نام لئے میرے ان دلائل کی زد میں کوئی آتا ہے۔ کسے باشد کوئی ہو۔ وہ آئے تو آتا جائے نہ کسی کے کہنے سے اپنا عقیدہ

بدلوں گا نہ کسی کے کہنے سے اپنی تقریر کا انداز بدلوں گا تا آنکہ وہ مجھے قائل کردے کہ تیرا موقف غلط ہے قرآن وسنت کے دلائل کی رو سے تو بات ٹھیک نہیں کہتا..... میں بدل لوں گا اور اگر قرآن وسنت کی روشنی میں مجھے قائل نہ کیا جاسکے تو میں اپنا موقف تبدیل نہیں کروں گا۔

توجہ فرمایئے گزشتہ دنوں تحفظ ناموس صحابہ کمیٹی کی میٹنگ اسی بنیاد پہ ہوئی جس میں بریلوی، دیوبندی، اہلحدیث تینوں مکاتب فکر کے لوگ شامل ہیں وہاں یہی مسئلہ زیر بحث آیا کہ یہ جو نعرہ لگنے لگ گیا ہے اس پہ تحفظ ناموس صحابہ کمیٹی کے افراد کو اپنے فرض منصبی کو ادا کرنا چاہئے کہ ایک آدمی اپنے مفادات کے لئے یا چند اشخاص اپنے مفادات کے لئے نقطۂ نظر کو کیوں بدل رہے ہیں۔ اہلسنت کے مفاد کو ہمیشہ کے لئے بھینٹ کیوں چڑھا رہے ہیں لہٰذا اس کے خلاف آواز اٹھنی چاہئے چنانچہ آج میں نے جمعہ سے آغاز کیا ہے اور آئندہ چند دنوں میں تحفظ ناموس صحابہ کمیٹی ایک بے مثال جلسہ عام جھنگ میں کر کے اس مسئلہ کو طشت از بام کرنا چاہتی ہے کہ وہ کتنے بڑے غدار لوگ ہیں جنہوں نے جھنگ کی زمین پر شیعہ سنی بھائی بھائی کا نعرہ لگایا ہے اپنے سٹیج سے ہمیں اپنا موقف بیان کرنے کا حق ہے اور ہزاروں طریقے ہیں لوگوں سے ووٹ مانگنے کے، ہزاروں طریقے ہیں لوگوں کو اپنا گرویدہ کرنے کے، ہزاروں طریقے ہیں لوگوں کو اپنی کارکردگی بیان کرنے کے، کوئی کرے ہر ایک کو حق پہنچتا ہے ہر ایک کا اپنا نقطہ نظر ہے ہر ایک کا اپنا موقف ہے وہ کرتا رہے لیکن جب بھی کسی متفق علیہ نظریہ پر زد آئے گی تو اس وقت ہم کسی کو معاف نہیں کریں گے چاہے وہ کتنا ہی قریبی کیوں نہ ہو۔

میں نے آپ سے عرض یہ کیا ہے کہ مدت سے آپ میری گزارشات کو سنتے چلے آرہے ہیں کہ میں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح، ان کے فضائل ان کے مناقب بیان کرتا ہوں اور بے لچک بیان کرتا ہوں اس میں کسی قسم کا دجل نہیں کیا اس میں کسی قسم کا فریب نہیں کیا ایک تسلسل کے ساتھ میں اس کو بیان کرتا چلا جارہا ہوں۔ میرا آج بھی موقف وہی ہے کہ اصحاب رسولؐ کے دشمن کو ہم ایک لمحہ بھی برداشت نہیں کریں گے۔ توجہ فرمایئے مثال کے طور پر عرض کررہا ہوں کل تک تو مسئلہ تھا شہری سڑکوں کا، شہری کی سڑک بنانے کے لئے تو میں دشمن صدیقؓ کو برداشت نہ کروں۔ شہر کی گلی بنانے کے لئے تو میں دشمن صدیقؓ کو برداشت نہ کروں اور آج اس دشمن صدیقؓ کو قانون ساز اسمبلی کے لئے برداشت کرلوں کہ وہ وہاں جاکے فقہ جعفری کے حق میں ہاتھ کھڑا کردے اس کے لئے برداشت کرلوں کیا خیال ہے آپ کا؟ اونچی آواز سے (سامعین نے کہا! نہیں) قطعاً ہم برداشت نہیں کریں گے یہ ہمارا بنیادی عقیدہ ہے۔ نقطہ نظر ہے اور وہی عقیدہ ہے جس کو سن ۱۹۷۰ء میں آپ نے بیان کیا، وہی عقیدہ ہے جس پر آپ نے باب عمرؓ کا نام لے کر بیان کیا، وہی عقیدہ ہے جس کو آپ نے باب عمرؓ کے نام سے تحریک چلا کر بیان کیا کہ جس عقیدے کے تحفظ کے لئے، جس عقیدے کی عصمت کے لئے، جس عقیدے کی شرافت کے لئے، جس عقیدے کے تقدس کے لئے پانچ نوجوان (مولانا شیریں، شیخ عبدالرحمان پانی پتی، عاشق حسین، محمد یوسف اور اللہ دتہ) باب عمرؓ پر کٹ گئے اسی عقیدے کو میں اگر آج بیان کرتا ہوں تو مجھے کہا جاتا ہے کہ شاید کسی نے پیسے دیئے ہوں گے۔ اگر حق نواز اتنا سستا ہوتا تو تمہارے حق میں جو دعا تک کے ہاتھ نہیں اٹھاتا معلوم ہوتا ہے کہ کھڑا کسی کے حق میں اتنی جلدی نہیں ہوتا۔ دعا تک

کے لئے ہاتھ کسی غلط کار کے لئے نہ اٹھائے ہوں۔ اسے اتنا سستا کوئی اپنے موقف پر نہیں لاسکتا۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ، جس نے آپ کے اسی اجتماع میں ایک بار نہیں سو بار آپ کو چیلنج کیا ہے کہ کوئی ایک شخص آئے جو اللہ دین کا چراغ لائے دوربین لگا کر دیکھے۔ الزام کیا تھا کہ جب ادھر سے ایک ستارہ غروب ہوتا دیکھا تو قومی اتحاد کا جھنڈا اٹھالیا۔ اگر تمہیں مفادات کی ضرورت نہیں تھی تم مفادات کے بندے نہیں تھے تو جب قومی اتحاد کیا تم ضیاء حمائت تحریکوں میں کیوں آئے اور آج ذمہ داری سے کہتا ہوں آج ضیاء چلا جائے ایم آر ڈی برسر اقتدار آئے تو یہی مفاد پرست پھر کہیں گے ٹکٹ ہمیں دے دی جائے ہم قرآن پر ہاتھ رکھتے ہیں کہ تمہارے وفادار رہیں گے یہ کوئی ذہن ہے یہ کوئی عقیدہ ہے یہ کوئی سیاست ہے رات کچھ دن کچھ صبح کچھ شام کچھ۔ لیکن کم از کم آپ اپنے دنیاوی معاملات میں بدلو نہ کہ عقیدہ بھی بدل دو کیا خیال ہے آپ کا؟ خاموش کیوں ہو گئے ہو میں جانتا ہوں آپ میں بھی کچھ وہ مریض ہوں گے کہ جن کے مفادات کہیں سے وابستہ ہیں۔ ہوتے رہیں لیکن مجھے فرض منصبی ادا کرنا ہے کہ میں ایک عقیدہ کو بیان کرتا ہوں جو اس عقیدے کے خلاف کرے گا وہ اس عقیدے کی زد میں آئے گا چاہے مولوی ہو چاہے پیر ہو چاہے عام بندہ ہو چاہے میرا مقتدی ہو اگر میں غلط کہہ رہا ہوں آپ مجھے پکڑیں اگر آپ غلط کریں گے مجھے آپ کو پکڑنے کا حق ہے، نہیں ہے حق پکڑنے کا مجھے؟ حق ہے پکڑنے کا، میں غلط کرتا ہوں تو آپ کو مجھے پکڑنے کا حق ہے۔ لیکن یہ تو کوئی اصول نہیں یہ تو کوئی طریقہ نہیں کہ میری برادری ہے، میرا یارانہ ہے، میں مجبور ہوں، میں نہیں چھوڑ سکتا، صدیقؓ سے تیرا یارانہ پرانا نہیں؟ عمرؓ کی یاری کسی ایک سرمایہ دار پر قربان کرتے ہو؟ عمرؓ کے ساتھ محبت و دوستی کسی ایک شب و روز بدلنے والے انسان کے پاؤں پر نچھاور کر رہے ہو؟ کتنی غلط کاری کا ثبوت دیتے ہو عمرؓ کے ساتھ اگر سچی محبت ہے تو تمہیں اسی سے محبت رکھنی چاہئے۔ عمرؓ کا دشمن جس سٹیج پر آئے اسے آپ مسترد کریں وہ غلط ہے چاہے کسی کی سٹیج پر آئے۔ میری تقریر تو جنرل ہے عام ہے اس کی زد میں جو آجائے کوئی کہتا ہے ایک طرف اگر رافضی ہیں تو دوسری طرف بھی ہیں بھائی اگر دونوں طرف ہیں تو میری تقریر کی زد میں دونوں کو آنا چاہئے ایک طبقہ چیختا ہے دوسرا نہیں چیختا معلوم ہوا کہ ایک پہ زد اس لئے پڑ رہی ہے کہ اس کی دال میں کالا کالا ہے ورنہ دونوں کو چیخنا چاہئے کہ یہ تو ہم دونوں کو رگڑ رہا ہے میں تو علی الاطلاق کہتا ہوں کہ رافضی جس کی گود میں ہے وہ قومی غدار ہے۔ میرا اشارہ آپ سمجھے میں تو علی الاطلاق کہتا ہوں کہ اس کی زد میں جو آتا ہے آتا جائے میں نے موقف نہیں بدلا میں صدیقؓ کے دشمن کو اسلام کا غدار تصور کرتا ہوں، میں صدیقؓ کے دشمن کو قومی غدار تصور کرتا ہوں، میں صدیقؓ کے دشمن کو ملی غدار تصور کرتا ہوں، میں صدیقؓ کے دشمن کو ملکی غدار تصور کرتا ہوں اور اس پر میرے پاس دلائل ہیں۔ میں نے اپنا موقف نہیں بدلا تم نے بدلا ہے میں آج سے پہلے بھی یہی کہتا ہوں اور تا زندگی انشاء اللہ میرے اس موقف میں لچک نہیں آئے گی کیونکہ میں اس کو عقیدہ سمجھتا ہوں اگر میرا عقیدہ بدل گیا تو زندگی کا ہے کی؟ اگر عقیدہ بدلنا ہوتا قربانی پیش نہ کرتا، عقیدہ بدلنا ہوتا پریشانیاں نہ جھیلتا، عقیدہ بدلنا ہوتا تو ایک ایک آدمی سے لڑائی مول نہ لیتا، عقیدہ بدلنا ہوتا تو حکومت سے ٹکر نہ لیتا، عقیدہ بدلنا ہوتا انتظامیہ سے ٹکر نہ لیتا، جب تمام تر معاملات میں ہر ایک سے ٹکر ہے ایک عقیدہ کی بنیاد پر۔ یہ قوم کے ذہن میں بیٹھ جائے لوگ اس عقیدہ کو بدلتے نہ پھریں، اگر یہ عقیدہ ہے کہ چھ آدمی سنی ہوں اور ایک اس میں رافضی آجائے قربانی نہیں ہوتی، اگر یہ

عقیدہ ہے کہ لڑکی سنی ہو اور خاوند شیعہ رافضی ہو تو اس کا نکاح نہیں ہوتا، اگر یہ عقیدہ پرانا ہے یہی عقیدہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے، یہی عقیدہ دُرّ مختار میں ہے، یہی عقیدہ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں ہے، یہی عقیدہ کفایت المفتی میں ہے، یہی عقیدہ مولانا احمد رضا خان بریلوی نے فتاویٰ رضویہ میں لکھا ہے، یہی عقیدہ ثناء اللہ امرتسریؒ نے فتاویٰ ثنائیہ میں لکھا ہے یعنی تمام مکاتب فکر جب اس عقیدے پر متفق ہیں تو مجھے سمجھ نہیں آئی آج رافضی سنی بھائی بھائی کیسے ہو گیا۔ میں ابھی پیدا نہیں ہوا تھا فتاویٰ عالمگیری لکھا گیا۔ میرے ماں باپ بھی ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے فتاویٰ عالمگیری اورنگزیب عالم گیر نے تصنیف کروایا۔ میں ابھی پیدا نہیں ہوا تھا کفایت المفتی لکھی گئی، میں ابھی پیدا نہیں ہوا تھا دُرّ مختار لکھی گئی، میں ابھی پیدا نہیں ہوا تھا فتاویٰ دارالعلوم دیوبند لکھا گیا، میں ابھی پیدا نہیں ہوا تھا احسن الفتاویٰ لکھا گیا، میں ابھی پیدا نہیں ہوا تھا فتاویٰ قاضی خان لکھا گیا۔ حتیٰ کہ یوں سمجھئے فتاویٰ قاضی خان کیا فتاویٰ عالمگیری کیا یہ تو بعد کی باتیں ہیں نہ آپ پیدا ہوئے تھے نہ میرا باپ پیدا ہوا تھا نہ آپ کا باپ پیدا ہوا تھا نہ میرا دادا ابھی پیدا ہوا تھا نہ آپ کا دادا ابھی پیدا ہوا تھا حتیٰ کہ اور آگے نکل جایئے ابھی شاہ ولی اللہ نہیں آیا ابھی مجدد الف ثانی نہیں آئے ابھی ابوحنیفہ نہیں آئے ابھی شیخ عبدالقادر جیلانی نہیں آئے۔ جس وقت خاتم الانبیاء نے فاران کی چوٹیوں پر اعلان کیا تھا کہ آخر زمانہ میں ایک قوم آئے گی اس قوم کا نام رافضی ہوگا وہ میرے صحابہ پر سب کریں گے میرے صحابہ پر تبرا کریں گے۔

وَلَا تُؤَاكِلُوْهُمْ وَلَا تُشَارِبُوْهُمْ وَلَا تُجَالِسُوْهُمْ وَلَا تُصَلُّوْا عَلَيْهِمْ وَلَا تُصَلُّوْا مَعَهُمْ.....

''ان کے پاس بیٹھنا مت، ان کے ساتھ کھانا مت، ان کی نماز جنازہ پڑھنا مت، ان کو اپنی صفوں میں کھڑے ہونے کی اجازت دینا مت، اگر ان میں سے کوئی مریض ہو جائے تو اس کی بیمار پرسی کے لئے جانا مت''۔

چودہ سو سال پہلے آمنہ کا لال (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ اعلان کر گیا ہے میں نے تو آج نئی بات نہیں کہی تو کہتا ہے ''بھائی بھائی''..... نبوت کہتی ہے قریب نہ جا، تو کہتا ہے بھائی بھائی..... نبی کہتا ہے اپنی صفوں میں اسے کھڑا نہ کر، تو کہتا ہے بھائی بھائی..... پیغمبر کہتا ہے اس کے ساتھ بیٹھ کے کھانا نہ کھا..... تیری بات مانوں یا پیغمبر کی بات مانوں۔ چیلنج کرتا ہوں اپنے ہم نوا مولوی لایئے اپنے ہم نوا پیر لایئے اپنے ہم نوا لیڈر لایئے اگر پیغمبر کا یہ ارشاد نہ دکھا سکوں مجھے فوارہ چوک پر کھڑا کر کے گولی مار دو۔ اگر نبی کا یہ ارشاد ہے تو تم مانتے کیوں نہیں! نہ ماننا کیا معنی! تسبیح کاہے کے لئے پڑھتے ہو، نمازیں کاہے کے لئے پڑھتے ہو، سجدے کاہے کے لئے کرتے ہو اگر نبی کا حکم نہیں ماننا تو نماز کیوں؟ روزہ کیوں؟ حج کیوں؟ زکوٰۃ کیوں؟ اقرار کرو تم مفادات کے بندے ہو نبیؐ کے ساتھ تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے۔

توجہ فرماتے جایئے میں آج سند کے طور پر مجدد الف ثانیؒ کو پیش کرنا چاہتا ہوں کونمجدد الف ثانی، جس نے قلعہ گوالیار کی قید کاٹی، کون مجدد، جس نے اکبر کو لات دکھائی، کون مجدد جس نے حکومت سے ٹکر لی اور کون مجدد کہ جس کی قبر پہ جا کر علامہ اقبال تڑپ گیا، کون مجدد کہ جس کے نام سے مجددی صوفیا کا گروہ میدان میں آ گیا، کون مجدد جس کے لاکھوں کروڑوں کی

تعداد میں ماننے والے پوری کائنات میں موجود ہیں اور کون مجدد کہ جس نے وقت کے حکمران کو تعظیمی سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور ملت اسلامیہ کا سر فخر سے بلند کر دیا، اس مجدد کو اپنی تائید میں لانا چاہتا ہوں۔ مجدد الف ثانی یعنی ایک ہزار سال گزر چکا تھا اور اس کے بعد اگلا جو سال آیا یعنی گیارہوں صدی میں جو شخص پیدا ہوتا ہے نام اس کا شیخ احمد سرہندیؒ ہے۔ اس شخص نے اس وقت ناموسِ اصحاب رسول کو بیان کیا اطلاع ملی کہ چند خطباء اور واعظ لوگوں نے منبر پہ جمعہ کے خطبہ میں اصحاب رسول کا نام لینا ترک کر دیا ہے تو حضرت مجدد نے تمام خطباء کے نام خط لکھے اور ان خطوں میں ذکر کیا کہ تمہاری یہ حرکت دیکھ کر میری رگِ فاروقی تڑپ گئی ہے کہ تم اصحاب رسول کا نام جمعہ کے خطبہ میں لینا بند کر گئے ہو۔ اسی مجدد کے مکتوبات کی روشنی میں خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد پیش کرنا چاہتا ہوں لیکن اس ارشاد کو بیان کرنے سے پہلے ایک آپ سے پوچھنا چاہوں گا کہ آپ میں سے ہر باضمیر، آپ میں سے ہر شریف، آپ میں سے ہر سمجھدار صاحب فہم، ہر نبی کا حکم ماننے والا یقیناً اس بات کو تسلیم کرے گا کہ قوم میں، ملک میں، ملت میں بدترین انسان ہو اور انتہائی شرارتی ہو اسے کوئی بھی اپنا سربراہ نہیں بنانا۔ بنانا چاہئے؟ (نہیں) آج جبکہ الیکشن کا دور ہے، میں اس میں کوئی دخل دینا نہیں چاہتا براہِ راست، کیوں؟ جب میری جماعت دخل نہیں دیتی میں کیسے دخل دے سکتا ہوں۔ لیکن اتنی بات ضرور کہتا ہوں یہ کینیڈیٹ (Canidate) دوسرے پر الزام لگاتا ہے الزام لگانے کا مقصد یہ ہے کہ یہ بڑا خطرناک ہے بڑا ذلیل ہے بڑا خراب ہے آپ اس خراب کو چھوڑیں مجھ شریف کو لیں آپ اس برے کو چھوڑیں آپ مجھ شریف کو لیں۔ میں انتہائی نیک ہوں میں انتہائی صالح ہوں۔ یہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہوگی معلوم نہیں کن کن القابات سے آج کینیڈیٹوں کو نوازا جا رہا ہے۔ بہر حال اس پر تمام امیدوار متفق ہیں ایک دوسرے کو برا کہنے میں وہ بڑا برا ہے وہ بڑا گندہ ہے میں انتہائی شریف ہوں لیکن میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ ایک کو میں برا کہتا ہوں ایک کو آپ برا کہتے ہیں اور جس کو نبوت برا کہے وہ برا نہیں کیا خیال ہے آپ کا! (سامعین نے کہا بے شک) جس کو نبیؐ برا کہے وہ برا نہیں؟ برا ہے۔ اگر پیغمبر کی زبان پر یقین ہے تو جس کو نبیؐ نے برا کہا ہے اس کو برا سمجھنا چاہئے یا نہیں؟ اونچی آواز سے اور بلند آواز سے (سامعین نے کہا ہاں برا سمجھنا چاہئے) اور اگر اسی برے کو کسی نے بھائی بنا لیا ہو تو اس کو بھی برا کہیں کہ نہ۔ اگر نبی کی زبان سے ایک شخص کو برا کہا گیا ہے اس کو آپ برا سمجھتے ہیں اور جس نے برے کو بھائی بنایا وہ بھی برا ہوا کہ نہیں۔ توجہ کیجئے مجدد الف ثانیؒ آج سے چار سو سال پہلے اپنے مکتوب میں امام الانبیاء کا ارشاد نقل کرتے ہیں "ان شرار امتی اجرھم علی اصحابی" کہ میری امت میں بدترین وہ ہے جو میرے صحابہ پہ جرأت کرتا ہے، میری امت میں بدترین وہ ہے جو میرے صحابہ کو برا کہتا ہے، میری امت میں بدترین وہ ہے جو میرے صحابہ پر تنقید کرتا ہے۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ جس کو نبیؐ نے اپنی امت میں سب سے زیادہ بدتر کہا کیا اس کو آپ بدتر نہیں کہیں گے؟ کیا اس کو آپ برا نہیں کہیں گے؟ اگر برائی اور اچھائی کی بنیاد پر کسی کو سربراہ چننا ہے تو اس کو تو کم از کم نہ چنیے کہ جس کو پیغمبرؐ برا کہتا ہے۔ ٹھیک ہے یا نہیں؟ میں نے آج کتاب نہیں چھاپی کتاب کو چھپے ہوئے چار سو سال گزر گئے اور جو اس میں ارشاد نقل ہوا ہے وہ ارشاد آج کا نہیں اس ارشاد کو چودہ صدیاں بیت گئیں اور ارشاد کس کا، خاتم الانبیاء کا ارشاد، کس کا، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد، کس کا سرتاج الانبیاء کا..... آیئے

توجہ فرمایئے نبی فرماتے ہیں:"ان اللّٰہ اختارنی واختار لی اصحابی" اللہ نے مجھے اختیار کیا میرے لئے میرے صحابہ اختیار کئے۔"واختار لی منھم اصھاراً وانصاراً" ان میں سے بعضوں کو میرا سسر بنادیا بعضوں کو میرا مددگار وحامی بنا دیا۔"فمن حفظنی فیھم حفظہ اللّٰہ" جو میرے ان مقدس صحابیوں کی حفاظت کرے گا ان کے ساتھ محبت کرے گا اللہ اس کی حفاظت کرے گا۔"فمن آذانی فیھم فقد آذا اللّٰہ" اور جس نے مجھے ان کے سلسلے میں تکلیف دی اس نے اللہ کو ناراض کیا ہے یہ میں آج تو بات نہیں کر رہا میرا تو پرانا موقف ہے اگر کوئی آج بدلتا ہے بدل جائے اگر کوئی آج بکتا ہے بک جائے اگر کوئی آج غداری کرتا ہے کر جائے اگر تم غلط زبان استعمال کرو گے تو حق نواز چار قدم آگے نکل کر وہ زبان گدی سے کھینچ لے گا۔

مت ناز کرو اپنی جماعت پہ، مت ناز کرو اپنی قوم پہ، مت ناز کرو اپنے کنبہ پہ، مت ناز کرو اپنے قبیلے پہ، مت ناز کرو اپنی دولت پہ میں ان تمام طاقتوں پر لات مارتا ہوں طاقت ایک اللہ کی ہے جس نے پیغمبرؐ کے صحابہؓ کے ساتھ محبت رکھی دنیا کی کوئی طاقت اسے نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

بات آپ کو سمجھ بھی آئی کہ نہ آئی؟ یہ میں آج نہیں کہہ رہا مجدد الف ثانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد عالی کو نقل فرما کر امت مسلمہ کو تبلیغ کر رہے ہیں تفصیل میں نہیں جانا چاہتا۔ لوگو اصحاب رسولؐ سے پیار رکھو، اصحاب رسولؐ سے محبت رکھو، انہیں ناراض نہ کیا جائے ان کے ساتھ ایذا کا ثبوت نہ دیا جائے ان کو گالی گلوچ نہ کیا جائے ان پر تبرا نہ کیا جائے ان کو برا بھلا نہ کہا جائے ان کے دشمن کے ساتھ پیار و محبت الفت انس نہ رکھا جائے یہ آج کی بات نہیں اس بات کو صدیاں بیت گئیں میں اس بات کا قائل ہوں میں پیغمبرؐ کے ارشادات آپ کے سامنے پڑھ رہا ہوں میں نے اپنے پاس سے کوئی ذاتی بات نہیں کی۔ میری یہ تقریر کسی کو چبھتی رہے لیکن انشاء اللہ وقت آئے گا مجھے یقین ہے کہ جس نے غداریوں کی انتہا کر دی ہو آج شاید اس کی سیاسی موت کا وقت آچکا ہے، غداریوں کی جس نے انتہا کی حالانکہ اس نے مذہب سے غداری کی۔ اس نے سنت نبویؐ سے غداری کی تو انشاء اللہ میں نے کبھی کسی کے لئے یہ دعا نہیں کی تھی لیکن میرے گناہ گار ہاتھ سہی خالق تیری بارگاہ عالیہ میں گڑگڑاہٹ سے کہتا ہوں کہ اگر میں نے صدیقؓ کی عظمت کو دل سے بیان کیا ہے تو میرے گناہ گاہ ہاتھ سہی میری گناہ گار زبان سہی میرے گناہ گار قدم سہی پر اصحاب پیغمبرؐ کے دشمن کو ذلیل کر دے۔ اللہ اصحاب رسولؐ کے دشمن کو ذلیل کر اس کو خوار کر اس کو تہس نہس کر۔ اس کو تباہ کر اس کو ہمارے ماحول سے نکال دے۔ قطعاً اپنے پیغمبرؐ کے صحابی کے دشمن کو اپنا سربراہ اپنے سر کا تاج اپنا بھائی بنانے کو تیار نہیں ہوں۔ میں نے فرض ادا کر دیا اور آج کہتا ہوں زندگی کا علم نہیں جامع مسجد پپلیانوالی کی ایک ایک اینٹ سنے اس کا ایک ایک دروازہ سنے اس کا ایک ایک ذرہ سنے اس کی صفوں کے تنکے سنیں اور تم جتنے بیٹھے ہو تم گواہ بن جاؤ کہ میں سچی بات کہہ چکا زندگی کا کوئی پتہ نہیں کب مٹ جائے لیکن میں نے سچ کہنے میں کبھی جھجک محسوس نہیں کی اور سچ کہنے میں کبھی گھبرایا نہیں آئندہ اللہ گھبرانے کی توفیق نہ دے جو سچ ہے وہ کہا ہے اس میں کسی قسم کا کوئی لالچ نہیں رکھا کسی قسم کا کسی سے کوئی مفاد نہیں لیا بلکہ میں زندہ مثال پیش کرتا ہوں آپ کے اسی محلے کے کینڈیڈیٹ (Candidate) شیخ محمد یوسف

صاحب زندہ موجود ہیں ان کو کہئے قرآن پہ ہاتھ رکھیں کہ جب میں اس مسجد میں آیا تھا میں نے آج تک آپ کو نہیں بتلایا نہ ضرورت محسوس کی لیکن آج مجھے ضرورت محسوس ہوئی ہے اس لئے عرض کر رہا ہوں، عید کی رات انہوں نے ڈیڑھ سو روپے کا ہار میرے گلے میں ڈالا آج وہ زندہ موجود ہیں ان کو حلف دے کر پوچھ لیجئے میں نے وہ ہار اتار کر ان کو دے دیا تھا کہ میں اس کا مستحق نہیں ہوں آج اس بات کو بارہ سال گزر گئے ہیں میں نے آپ کو نہیں بتلایا میں نہیں چاہتا تھا کہ اپنی کارکردگی بیان کروں لیکن مجھے کہنا پڑا کہ کچھ غلط کار لوگ بھونکنا بند نہیں کرتے، میں انہیں کہہ دینا چاہتا ہوں کہ تم طاقت آزما کر دیکھ لو اگر حق نواز اتنا سستا ہے تو تمہارے سٹیج پر کیوں نہیں آجاتا تم ذرا طاقت آزماؤ، سچی بات ہوگی ہر ایک کی حمائت کروں گا غلط ہوگی ہر ایک پہ تنقید کروں گا چاہے کوئی ناراض ہو چاہے راضی ہو۔ ہاں آپ مجھ پر تنقید کریں لیکن دلائل کی روشنی میں ہو جائز تنقید ہو۔ میری اگر کوئی بات دلائل سے خالی ہے، قرآن وسنت سے ہٹ کر ہے، آپ کو کہنے کا حق ہے اور اگر میں بات سچی کہتا ہوں اصحاب رسول کی منقبت عزت ناموس کو بیان کرتا ہوں تو آپ کو میرا تعاون کرنا چاہئے کہ نہیں؟ اگر بات آپ کو دل لگتی ہے اور سچ کہتا ہوں تو آپ کو تعاون کرنا چاہئے دلائل کی روشنی میں قائل کریں، کبھی اس دکان پر غیبت کبھی اس دکان پر غیبت، کبھی اس جگہ فلاں بات کبھی اس جگہ میں سب کے بارے آسکتا ہوں؟ آج تیرے خلاف بات ہے تو گالیاں دیتا ہے کل کسی دوسرے کے خلاف ہوگی وہ گالیاں دے گا پرسوں تیسرے کے خلاف بات ہوگی وہ گالیاں دے گا حق نواز سب کو راضی کیسے رکھ سکتا ہے؟ حق نواز نے تو عزم یہ کیا ہے وہ (اللہ) راضی ہو جائے۔ میں سب کو راضی کیسے کر سکتا ہوں ایک کہتا ہے ہماری حمائت کیوں نہیں کر دیتا دوسرا کہتا ہے ہماری حمائت کیوں نہیں کر دیتے تیسرا کہتا ہے کہ ہماری حمائت کیوں نہیں کر دیتے بلکہ آج کھلے لفظوں میں کہتا ہوں میں نے ایک شخص کی حمائت کی ہے ڈنکے کی چوٹ کی ہے اور وہ گاڈی (غلام احمد گاڈی) ہے جو ایک رافضیہ عورت (عابدہ حسین) کے مقابلہ میں لڑ رہا ہے۔ میں نے حمائت کی ہے لیکن آج وہ بھی زندہ ہے میں بھی زندہ ہوں اس کے بھی سر پر قرآن رکھ کر پوچھ لیا جائے کہ میں اپنے خرچہ پر گیا ہوں جلسہ اپنا کیا سٹیج اپنا لگایا کرایہ اپنا صرف کیا خرچہ اپنا کیا اور اپنے طور پر میں نے مذہبی آواز اٹھائی ہے، اس کو میں فرض منصبی سمجھتا تھا میرا گاؤں اسی علاقہ میں میری برادری اسی علاقہ میں میرے رشتہ دار اسی علاقہ میں میرا فرض تھا کہ دشمن صحابہ ایک عورت کے خلاف سچی آواز بلند کر دوں۔ سچی آواز بلند کی ہے اگر اس سے بھی ایک پیسہ لیا ہے تو خدا مجھے اسی جگہ غارت کر دے۔ تم لاؤ تو سہی ایسے مولوی۔ لائیے تو سہی ایسے پیر۔ تمہیں چند بکاؤ مل گئے نعت خواں قسم کے لوگ تو تم نے کہہ دیا کہ ہمارے ساتھ علماء نہیں ہیں۔ یہ علماء ہیں جو علماء کی پیشانی پہ سیاہ داغ ہوں؟..... جو ٹکے ٹکے پہ بکتے پھرتے ہوں؟ میں نے جس کو سچ سمجھا اپنے پاؤں پہ کھڑے ہو کے آواز بلند کی ہے۔ میں نے اپنے خرچے پر ایک آدمی کی حمائت کی ہے، کیوں کی ہے؟ کہ مقابلے میں امی عائشہؓ کا گستاخ ہے۔ مقابلے میں صدیق رضی اللہ عنہ کا دشمن ہے۔ مقابلے میں وہ جس نے گڑھ مہاراجہ میں قرآن جلانے والوں کی حمایت کی۔ اس لئے میری حس تھی، میں نے آواز اٹھائی لیکن اب کوئی آدمی کہے ہمارے ساتھ آجائیے کیسے آجاؤں؟ کوئی موقف ہو، کوئی منشور ہو، کوئی دستور ہو، کوئی اصول ہو..... اگر نہیں ہے تو ہم کسی کی حمائت کرنے سے قاصر ہیں۔ عقیدہ پیارا ہے، مذہب پیارا ہے، مذہب ہر چیز پر مقدم

ہے۔ باقی ساری چیزیں اس کے آگے ہیچ، باقی ساری چیزیں اس کے ماتحت۔ مذہب سب سے مقدم ہے۔ عقیدہ مت چھوڑیئے، میری آپ سے یہی درخواست ہے۔ عقیدہ سب سے پیاری چیز ہونی چاہئے۔

توجہ کیجئے بات کو ختم کردوں۔ وقت زیادہ ہوگیا ہے۔ میری درخواست یہ ہے کہ آپ چیک کیجئے میں نے آپ کے سامنے جو بات کہی مجھے بار بار یہ نہیں کہنا چاہئے، میں کیوں کہتا ہوں کہ میں نے یہ کیا، قطعاً نہیں، میں نے کیا کیا، میں کچھ نہیں۔ اللہ نے مجھ سے تھوڑی سی خدمت لی جیسے ابابیل سے بیت اللہ کا تحفظ کروایا تھا۔ بس تھوڑی سی خدمت مجھ سے لی ہے اور یہ بھی جس نے آج تک کبھی تذکرہ نہیں کیا کہ میں کیا کررہا ہوں بلکہ میں آج کہتا ہوں اور پوری ذمہ داری سے کہتا ہوں کہ پورے ملک میں مَیں نے جو کچھ کیا ہے میں وہ بھی نہیں بتلانا چاہتا کہ شاید اللہ مجھ کو پکڑے کہ تو کام کرتا ہے تو بتلاتا کیوں ہے۔ میں نے ضروری ضروری چیزیں چند ایک بتلائیں کہ جن کے بتلائے بغیر میں نے چارہ نہیں سمجھا۔ تاکہ آپ کو حقیقتِ حال سے آگاہی ہوجائے، نہ آپ آئے ہیں میری داستان سننے کے لئے۔ آپ آئے ہیں مذہب سننے کے لئے، آپ آئے ہیں قرآن وسنت سننے کیلئے تو مجھے اس کے مطابق چلنا چاہئے۔

میں عرض بہرحال یہ کررہا ہوں کہ امام الدنیا فرماگئے۔ ان شرار امتی اجرھم علی اصحابی کہ میری امت کا بدترین شخص وہ ہے جو میرے صحابہ پر جرأت کرتا ہے، جو میرے صحابہ کو بُرا بھلا کہتا ہے، جو میرے صحابہ کو گالیاں دیتا ہے۔ بُرے سے بچ جایئے، بُرے کو بھائی مت بنایئے، بُرے کو گلے مت لگایئے، بُرے کے ساتھ بغل گیر مت ہوئیے، یہی عقیدہ ہے، حق نواز اس کے خلاف کرے حق نواز مجرم ہے۔ تم خلاف کرو تم مجرم ہو۔ کوئی سیاستدان خلاف کرے وہ مجرم ہے۔ عقیدہ مت بدلئے جو غلط کہتا ہے اسے غلط کہئے۔

میرے واجب الاحترام سامعین! میری ہمیشہ کی مسلسل سرگرمی یہی ہے اور یہی رہے گی کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مقدس جماعت کے فضائل بیان کرتا جاؤں اور ان کی منقبت کو بیان کروں۔ توجہ کیجئے ایک دو باتیں کہہ کر ختم کرتا ہوں۔ کیوں نہ صحابہ سے محبت ہو۔ کیوں نہ صحابہ سے اُنس ہو۔ کیوں نہ صحابہ سے اُلفت ہو، کیوں نہ صحابہ سے عقیدت ہو۔ حضرت عبداللہ بن عبدربہ ایک باغ میں تشریف فرما ہیں یقین کیجئے جس کے دل میں رائی برابر ایمان ہوگا رائی برابر اسلام کی محبت ہوگی وہ تڑپ جائے گا۔ حضرت عبداللہ بن عبدربہ کو کسی نے آکر اطلاع دی کہ عبداللہ، محمد رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوچکا ہے۔ آپ ﷺ اللہ کو پیارے ہوئے، یہ سننا تھا کہ عبداللہ بن عبدربہ نے ہاتھ اٹھالئے، اللہ اگر واقعی میرے آقا، واقعی میرے قائد، واقعی میرے پیغمبر پیارے ہوگئے ہیں تجھ کو تو مجھے نابینا کردے۔ یہ آنکھیں آقا کے سوا آئندہ کسی کو دیکھنا نہیں چاہتیں کیونکہ آواز دل سے نکلی تھی اس جگہ قبول ہوگئی۔ حضرت عبداللہ نابینا ہوگئے۔ ظالم کیا خیال ہے تیرا کہ جس کے دل میں اتنی نبی ﷺ کی محبت تھی کہ اس نے آنکھیں ضائع کرلیں۔ اللہ کے نبی کے سوا کسی کو دیکھنا نہیں چاہتا، آج اس پہ تبرا کرنے والے کو تو بھائی کہے اور میں چُپ رہ جاؤں میری زندگی پہ لعنت ہے۔ آج اس پہ تبرا کرنے والا تیرا بھائی بنے اور حق نواز خاموشی اختیار کرے، میرے بس کا روگ نہیں!!

توجہ کیجئے حضرت عبداللہ بن حزافہ سہمی ؓ ایک غزوہ میں گرفتار ہو گئے عیسائی بادشاہ تھا جہاں یہ گرفتار تھے، ساتھی اور بھی گرفتار تھے۔ اس دوران میں عیسائی بادشاہ حضرت عبداللہ بن حزافہ سہمی ؓ کو لالچ دیتا ہے کہ میں تو جوان لڑکی کی شادی تیرے ساتھ کر دیتا ہوں اور ساتھ ہی بے پناہ دولت بھی دینا چاہتا ہوں تو حضرت عبداللہ بن حذافہ ؓ جواب میں فرماتے ہیں کیا تو لالچ کے ذریعے میرا دین خریدنا چاہتا ہے؟ ہفت اقلیم بھی اگر تو میرے قدموں میں ڈھیر کر دے تو میں دین چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ جب اس کا لالچ کامیاب نہ ہوا تو جو کرتے جایئے، صحابۂ رسول کا ایمان کتنا پہاڑ کی طرح مضبوط تھا، اس نے قید کر دیا، جیل کی زندگی گزارنے لگ گئے۔ چند دنوں بعد اس نے یہ تکلیف دی، نہ کھانے کو، نہ پینے کیلئے کوئی چیز مہیا ہوتی، دو تین دن بھوکا پیاسا رکھا، آخر کار خنزیر کا گوشت ان کو کھانے کے لئے دیا گیا، شراب ساتھ پینے کے لئے پیش کی گئی۔ ہائے..... تڑپ جائے سنی! حضرت عبداللہ بن حذافہ ؓ کہتے ہیں کہ قرآن کہتا تو ہے اگر جان نکل رہی ہو تو خنزیر کا گوشت بامر مجبوری کھا لیا جائے پر اگر آج میں یہ بامر مجبوری کھاتا ہوں تو پھر میرے نبی کی سیرت پہ آنچ آئے گی۔ یہ بدبخت لوگ مسئلہ کہاں جانتے ہیں یہ تو کہیں گے بس یہی عقیدہ تھا۔ یہی اسلام تھا کہ بھوک کے مارے اسلام چھوڑ گئے۔ کہنے لگے مرجا عبداللہ پر شراب استعمال نہ کر، مرجا پر خنزیر کا گوشت استعمال نہ کرتا کہ پیغمبر ﷺ کی شریعت بدنام نہ ہو جائے۔ تو ایک دکان پہ بکا، تو ایک ریڑھی پہ بکا، تیری ایک دکان ہے تو اس پہ بکا، تو ایک نالی پہ بکا، تو ایک گلی پہ بکا۔ نبی کے صحابی نے جان دینا گوارا کر لی پر مذہب نہیں چھوڑا۔

کیوں نہ کہوں تجھے میں، تو مجھے وعظ کرتا ہے۔ مجھے تبلیغ کرتا ہے جو دین کی بات کر رہا ہو۔ توجہ کیجئے بات یہیں ختم نہ ہوئی۔ عبداللہ بن حذافہ ؓ کو جیل سے نکالا گیا، لوہے کی دیگ میں تیل گرم کیا گیا اور عبداللہ بن حذافہ ؓ کے سامنے ایک شخص کو اس میں ڈال کر جلایا گیا۔ بادشاہ عیسائی ہے کہتا ہے عبداللہ دیکھ اسی طرح آگ میں ڈال کر جلا دوں گا، اب بھی وقت ہے بدل جا۔ عبداللہ کہتا ہے جلا دو۔ کوئی بات نہیں بہر حال عبداللہ کو دیگ کی طرف لایا گیا۔ دیگ میں تیل کھول رہا تھا اس طرح کہ جیسے آگ کا انگارہ چمکتا ہے۔ عبداللہ کو اس میں ڈالنے کے لئے لائے۔ تو عبداللہ کی آنکھ میں آنسو آ گئے۔ جب آنسو آ گئے تو لوگوں نے عیسائی بادشاہ کو اطلاع دی کہ رو رہا ہے۔ شاید اب بدل جائے، اب پوچھ لیجئے، چنانچہ بلا کر پوچھا، کہا عبداللہ بس اب تو رو پڑے ہو نا! اب بدل جاؤ۔ عبداللہ تڑپ گئے، کہنے لگے ظالم غلط سمجھے ہو، میں اس لئے تو نہیں رو رہا کہ مر جاؤں گا۔ روتا اس لئے ہوں کہ اللہ جان ایک ہے ایک ہی دفعہ لگ جائے گی، اگر ہزار جان ہوتی تو تیرے راستے قربان ہوتیں۔ ہائے..... ہائے! کتنا اونچا مقام ہے نبی کے صحابی کا۔ بادشاہ نے گھٹنے ٹیک دیئے، آخر کار وہ اس سلسلے میں لاجواب ہو کر رہ گیا، آج ان صحابہ پر تبرا کرنے والا تیرا بھائی ہے۔ کیوں نہیں بولتے ہو؟..... اس قدر ضمیر مردہ ہو گئے۔ اس قدر تمہیں خرید لیا گیا۔ اس حد تک مولویت کی زبان گنگ ہو گئی ہے۔ کیوں نہیں اپنے ضمیر کی آواز بلند کرتے؟ اگر تمہیں کوئی بھی اچھا نہیں لگتا تو ووٹ کی پرچی پھاڑ دو۔ میں قطعاً نہیں کہتا کہ فلاں کو دو فلاں کو نہ دو۔ مگر اتنا ضرور کہتا ہوں کہ ضمیر نہ بیچ، اتنا ضرور کہتا ہوں کہ عقیدہ نہ بیچ، اتنا ضرور کہتا ہوں کہ ایمان نہ بیچ۔ میں نے آپ کو کسی کے لئے ووٹ کا کہا ہے؟ کسی کے لئے ووٹ مانگے

ہوں کسی ایک کے دروازے پر گیا ہوں کہ فلاں کو دے دیجئے تو انگلی کھڑی کیجئے۔ ہاتھ کھڑا کیجئے۔ اگر نہیں کیا تو عقیدہ بیان کرنا میرا حق ہے۔ اس چلتی ہوئی گاڑی کے نیچے جو آ جائے آ جائے۔ میری آپ سے یہی درخواست ہے کہ نبی کے صحابہ کے ساتھ عقیدت کو پامال مت کیجئے، یہ آنا جانا وقت ہے، آج آیا کل گزر گیا۔ اس پر اپنے عقیدے کو مت بیچئے بلکہ میں کہتا ہوں وہ لوگ جو بستر اٹھا کر رائے ونڈ سب سے پہلے بھاگتے ہیں، وہ لوگ جو تبلیغی جماعت کے ساتھ جلدی جلدی دوڑتے ہیں آج برادری میں پر وہ بھی عقیدہ بیچ رہے ہیں۔ نہیں سمجھ آئی میری بات کی، میں نے کہا ہے آج وہ بھی عقیدہ بیچ رہے ہیں، اللہ کے لئے سب کچھ ہے اللہ کے سوا کسی سے کچھ نہ ہونے کا یقین، اگر تیرے دل میں یہ کلمہ اترا ہے۔ تبلیغی جماعت اللہ تجھے دیر پا قائم رکھے، تیری بڑی قربانیاں ہیں۔ تو نے بڑی محنت کی ہے۔ لیکن میں کہتا ہوں اس طبقے سے جس نے یہی کلمہ رٹا اور رٹوایا۔ اللہ کے سوا کسی سے کچھ نہ ہونے کا یقین اور اللہ کو چھوڑ کر کسی اور پر اُمید۔ ہماری مجبوری ہیں۔ ہمارے کام ہیں۔ آپ کی مجبوری نہیں ہے، حق نواز کے کام نہیں ہیں۔ میں نے ماحول میں نہیں رہنا۔ حق نواز نے معاشرہ میں نہیں رہنا؟ اگر میں ٹکر لے کر زندہ رہ سکتا ہوں تو تم بھی ٹکر لے کر زندہ رہ سکتے ہو۔ باطل سے ٹکر لیجئے، غلط سرمایے سے ٹکر لیجئے، غلط دولت سے ٹکر لیجئے، غلط کاری سے ٹکر لیجئے، کذب سے ٹکر لیجئے، دھوکے بازی سے ٹکر لیجئے، دجل سے ٹکر لیجئے، فریب سے ٹکر لیجئے، یہی فریب ضلعی انتظامیہ نے کیا، حق نواز نے آواز اٹھائی تو تم نے زندہ باد کہا۔ اگر یہی فریب کسی وڈیرے نے کیا، حق نواز نے آواز اٹھائی تم نے زندہ باد کہا۔ یہی فریب اگر ڈپٹی کمشنر کرتا ہے حق نواز نے آواز اٹھائی تم نے زندہ باد کہا۔ اور یہی فریب آج تم کرتے ہو اور تمہارے خلاف بولتا ہوں تو کہتے ہو غلط کہہ رہا ہے۔ وجہ بتلایئے، کیا غلط کہا ہے میں نے؟..... میں نے ایک ہی بات کہی ہے کہ ہم رافضی کو برداشت نہیں کرتے، نہیں کرتے، نہیں کرتے!!!

میری زبان تلوار کی طرح رفض کے خلاف چلے گی۔ جب تک اس دہن میں باقی ہے کوئی دنیا کی طاقت میری زبان کو رفض کے خلاف چلنے سے نہیں روک سکتی۔ اور کوئی دنیا کی طاقت مجھے اصحاب رسول سے والہانہ محبت وعقیدت رکھتے ہوئے ان کے فضائل بیان کرنے سے باز نہیں رکھ سکتی۔ اگر میں نے سچ کہا ہے تو ہاتھ کھڑے کیجئے۔ غلط کہا ہے تو گریبان پکڑ لیجئے۔ (حق تے بھئی حق تے..... حق نواز حق تے) اور اس میں بہت سارے ساتھ بیٹھے ہوں گے یقیناً بیٹھے ہوں گے، انہیں بیٹھنا چاہئے، میں ان سے درخواست کرتا ہوں اپنے اپنے لیڈروں کے منہ کو لگام دو۔ کہ شیعہ سنی بھائی بھائی کا نعرہ مت لگائیں۔ ورنہ حق نواز کھلے طور پر میدان میں آئے گا، کسی کے سٹیج پر نہیں، کسی کے ہاتھ پہ بیعت کر نہیں، اپنے سٹیج سے، اپنے سٹیج سے، ان کے منہ کو لگام دو کہ تبرا بازی اور بدکلامی بند کرو۔ تم ووٹ مانگو اپنی خدمت کی بنیاد پر، مذہب بیچ کر نہیں۔ ووٹ مانگو کمپین چلاؤ، اپنی خدمت کی بنیاد پر، جو تم نے قومی خدمت کی ہے۔ چشم ما روشن دل ما شاد۔ لیکن عقیدہ بیچو گے، عقیدے کو پامال کرنے کی کوشش کرو گے ہم معاف نہیں کریں گے۔ ایک بناوٹی پیر شعبدہ باز مکار تم نے ساتھ رکھا ہوا ہے۔ کہ جو شب و روز کہتا ہے کہ ایک طرف صدیق نوں منن والے بیٹھے نیں ایک طرف علی نوں منن والے بیٹھے نیں اور میاں خوش ہو دو دویں کٹھے ہو گئے ہن۔ اس ابلیس سے کوئی یہ نہیں پوچھتا کہ تو نے صدیق وعلی میں تفریق کب سے پیدا کر دی۔ کیا یہ تفریق جائز ہے؟ کیا صدیق وعلی

الگ ہیں؟ جب صدیق وعلی الگ نہیں تو یہ کہنا کیا معنی کہ ایک صدیق کو مانتا ہے ایک علی کو مانتا ہے۔ ایک عائشہ کو مانتا ہے ایک زہرہ کو مانتا ہے۔ ظالم جس کو تو زہرہؓ کا کہہ رہا ہے وہ صدیق کو بھی مانتا ہے؟ وہ علی کو بھی مانتا ہے۔ عائشہ کو مانتا ہے وہ زہرہؓ کو بھی مانتا ہے۔ ہاں جو علی کو ماننے کا دعویٰ کرتا ہے میرا دعویٰ ہے نہ وہ علیؓ کو مانتا ہے نہ زہرہؓ کو مانتا ہے۔ جو بکاؤ ملتا ہے جو ٹاؤٹ ملتا ہے جو ٹٹو ملتا ہے وہ مذہب کے نام پر اس قسم کی باتیں کرتا ہے جس کو مذہب کا مطالعہ نہیں ہے۔ جس کو عقیدے کا مطالعہ نہیں ہے۔ میں کھلی دعوت دیتا ہوں کہ صدیق وعلی میں کوئی تفریق نہیں ہے۔ وہ دونوں ایک ہیں اور جو تفریق پیدا کرتا ہے قوم سے غداری کرتا ہے۔ آپ کو میری یہی اپیل ہے درخواست ہے، سیاست آنی جانی چیز ہے۔ یہ وقتی تقاضے ہیں عقیدہ مت بیچئے۔ مجھ سے جس نے ناراض ہونا ہے ہو جائے بلکہ یہ بھی کہتا ہوں کہ آپ کی مسجد کے صدر ہیں، آپ اس مسجد کے منتظم ہیں، سارے اس کا تعاون کرنے والے ہیں، آج آپ مجھے کہہ دیں مسجد چھوڑ جا، میں چھوڑ جاتا ہوں۔ کہہ دیں آپ چھوڑ دیتا ہوں۔ قطعاً کوئی لالچ نہیں ہے اور ساتھ یہ بھی کہتا ہوں کہ فلاں نے مسجد نوں چندہ دتا ہے تاں واسطے مولوی بولا ہوسی (کہ فلاں نے مسجد کو چندہ دیا ہے اس لئے مولوی بولتا ہوگا) مسجد بنے پیلیا نوالی پکے حق نواز؟..... کیا کہتے ہو؟..... میری اولاد کی جائیداد بنی ہے؟ یہ کھڑے ہیں حاجی صاحب (حاجی اللہ وسایا) کہ اب تک انہوں نے مجھے مکان کی جگہ خرید کے دی ہے۔ بلکہ یہ بھی واشگاف کرتا ہوں مجھے نہیں کرنا چاہئے تھا۔ لیکن بامر مجبوری ظاہر کر رہا ہوں کہ جتنی تنخواہ مجھے مسجد والے دیتے ہیں وہ ٹیلی فون کا بل لگ جاتا ہے۔ جو میں ذاتی جیب سے ادا کرتا ہوں۔ اس قدر تم نے غلط اندازہ لگا لیا ہے جگہ جگہ پیچھے نماز پڑھنے والے۔ آج ان کے مفاد پر زد آئی ہے تو وہ دکانوں پر بیٹھ کر بکتے ہیں، افسوس ہے مجھے، حیرت ہوئی ہے مجھے۔

صرف ایک چیز چاہتا ہوں جو اصحاب رسول کے سلسلے میں میرا دست و بازو بنے گا وہ مجھے اپنے نسبی بھائی سے زیادہ عزیز ہے۔ اور جو اس سلسلہ میں ہٹ جائے گا کوئی ہو، اسے جوتے ماروں گا۔ کوئی تعلق نہیں، اس سے کوئی راضی ہو کوئی ناراض ہو وہ (اللہ) راضی ہونا چاہئے۔ ایک بار پھر آپ لوگ ہاتھ کھڑے کیجئے کہ عقیدہ نہیں بیچیں گے۔ (سامعین نے بلند آواز سے کہا نہیں بیچیں گے) اور میں ان بھائیوں کو جو مسئلہ نہیں سمجھے یا غلط فہمی کا شکار ہو گئے ان کو بھی کہتا ہوں جنہوں نے میری تقریر سنی اور بارہ سال سے میرا تجربہ کر رہے ہیں اور میں ایک ہی مسئلہ کو بیان کرتا جا رہا ہوں، قرآن وسنت کی روشنی میں۔ اس کے لئے مصائب جھیلے، مصیبتیں جھیلیں وہ بھائی اگر غلط فہمی کا شکار ہو گئے ہیں اور آج صدیق رضی اللہ عنہ کے دشمن کو بھائی بھائی کہنے میں مصروف ہو گئے ہیں تو میں ان کو کہتا ہوں کہ وہ آئیں ان کے پاؤں پر اپنی ٹوپی رکھ کر کہتا ہوں، آؤ مجھے قائل کرو کہ صدیق رضی اللہ عنہ کا دشمن بھائی ہے، میں بھی تمہارے ساتھ نعرہ لگاتا ہوں اور اگر تم مجھے قائل نہیں کر سکتے تو اپنے عقیدہ کا تحفظ کیجئے، اور اس غیر فطری نعرہ سے باز آیئے۔

شہباز علی
ذخیرہ
ملوٹ اسلام آباد

CamScanner

(۲) کیا میں تخریب کار ہوں؟

.....جھنگ میں تاریخی خطاب.....

سپاہ صحابہؓ پاکستان کے جیالے عزیز نوجوانو! متعدد علماء کی تقاریر ان کے اپنے انداز میں آپ حضرات نے سماعت فرمائیں۔ میں اپنی گذارشات میں جو کچھ بیان کرنا چاہوں گا۔ ان تفصیلات کو سمجھنے کے لئے میں ابتداء میں یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ سپاہ صحابہؓ پاکستان کے عزیز نوجوان میری آج کی گزارشات کو پالیسی بیان سمجھیں اور اس پالیسی سے ہٹ کر وہ کوئی قدم نہ اٹھائیں۔ ساتھ ہی آپ حضرات سے گزارش کروں گا کہ آپ ٹھنڈے دل سے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے پورے غور وفکر کے ساتھ میری گذارشات کو سماعت کرنے کے بعد از خود فیصلہ فرمائیں کہ آپ کو کیا کرنا چاہئے۔ اور ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ مجھے آپ کے شہر میں آئے ہوئے بارہ تیرہ سال کا عرصہ ہونے کو ہے۔ میرے علم کے مطابق 1974ء کی ابتداء میں میں بطور خطیب آپ کے شہر میں آیا اس سے قبل میری زندگی ایک طالب علم کی زندگی تھی۔ عام طور پر دشمن نے تاثر یہ قائم کیا ہوا ہے اور اس نے پروپیگنڈہ مشینری کے ذریعہ سے بعض افراد کو یہ باور کروا رکھا ہے کہ حالات کے تمام تر سنگینی اور تمام تر خرابی کا سبب حق نواز ہے۔ میں یہیں سے آج اس کا آغاز کرتا ہوں۔ فیصلہ آپ پر چھوڑتا ہوں۔ فیصلہ انتظامیہ پر چھوڑتا ہوں کہ حالات کی سنگینی کا ذمہ دار میں ہوں یا کوئی اور ہے۔

میں طالب علم تھا۔ اور آپ کے شہر میں میرا کسی کے ساتھ کوئی ایسا تعلق نہ تھا کہ میں کسی بھی حیثیت سے طالب علمی کے دور میں یہاں کے مسائل میں حصہ لوں۔ جھنگ میں میری آمد سے پہلے باب عمرؓ کا واقعہ پیش آچکا تھا۔ پانچ نوجوان جام شہادت نوش کر چکے تھے۔ میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ میں اس وقت تو موجود نہیں تھا اس وقت کون سی ذات تھی، کون سی شخصیت تھی، کون سے افراد تھے جو باب عمرؓ پر قتل عام کا سبب بنے اور جس کے عوض میں پانچ سنی نوجوانوں کو شہادت کا جام پینا پڑا۔ میں تو اس وقت نہیں تھا۔ میں جھنگ میں نہیں تھا حسو بلیل میں سیدنا فاروق اعظمؓ کا پتلہ جلایا گیا۔ نعوذ باللہ اس پتلے کو فاروق اعظمؓ تصور کرتے ہوئے اس پر جوتے مارے گئے۔ حسو بلیل کی تحریک چلی کہ فاروق اعظمؓ کی توہین کی گئی ہے۔ گرفتاریاں ہوئی۔ مقدمات چلے۔ نہ آپ مجھے جانتے تھے نہ میں آپ کو جانتا تھا۔ میں نے یہاں آکر تقاریر کی تھیں، نہ میں حسو بلیل کی تحریک کا بانی تھا۔ نہ میری وجہ سے ردعمل کے طور پر وہاں فاروق اعظمؓ کا پتلہ جلایا گیا تھا۔ میں آپ سے سوال کروں گا

کہ آپ نشان دہی فرمائیں کہ اس وقت وہ کون افراد تھے جو فاروق اعظم کا پتلہ جلانے کا سبب بنے۔ کون افراد تھے جن کی وجہ سے حالات کی سنگینی ہوئی۔ کون سے افراد تھے جن کی وجہ سے شہری امن برباد ہوا۔ جھنگ ایک بار پھر تحریک کی لپیٹ میں آ گیا۔ وہ کون افراد تھے؟ ان افراد کی پشت پر کون تھے؟ آپ نے ان کی نشاندہی کرنا ہے۔ اور ان حالات کو سامنے رکھ کر اگلا فیصلہ آپ کو کرنا ہوگا۔ میں یہاں نہیں تھا آپ کے ضلع میں نہیں تھا۔ روڈو سلطان میں ایک عالم دین کو بلاوجہ شہید کیا گیا۔ اور جھنگ حالات وواقعات کی سنگینی کا شکار ہوا۔ جھنگ ایک بار پھر تحریک میں جھونک گیا۔ جھنگ کو ایک بار پھر تحریک چلا کر کام کرنا پڑا۔ میں یہاں نہیں تھا۔ کنگی نو میں ایک حافظ قرآن کے لہو سے محمد نواز کے لہو سے ظالم نے اپنے ہاتھ رنگے۔

میں پوچھنا چاہوں گا کہ کیا میری وجہ سے حافظ محمد نواز کو قتل کیا گیا؟..... میری وجہ سے مولانا دوست محمد کو قتل کیا گیا؟..... میری وجہ سے باب عمرؓ کا فساد ہوا؟..... میری وجہ سے باب عمرؓ پر پانچ افراد شہید کر دیے گئے؟..... یہ سوال میرا پوری جھنگ کی عوام سے ہے۔ کہ آج پروپیگنڈہ پوری شدت سے بیان کیا جا رہا ہے "حق نواز حالات سنگینی کا باعث ہے"۔ میں جب نہیں تھا اس وقت حالات کی سنگینی کا باعث کون تھا؟

فرض کیجئے میں مان لیتا ہوں کہ حالات کی سنگینی کا باعث میں ہوں۔ اس سے پہلے جو باعث تھا۔ اس کی نشان دہی بھی کر دی جائے۔ کہیں یہ تو نہیں کہ میں سابقہ تاریخ کو دھونا چاہتا ہوں۔ کہیں یہ تو نہیں کہ تم نے جس کی بنیاد رکھی تھی۔ اہل سنت والجماعت اس بنیاد کو سامنے رکھ کر اپنے حقوق، قانون اور آئین کی دنیا میں حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ آخر آپ کو تاریخ سے اس طرح چشم پوشی، صرف نظر، اس طرح نظریں ہٹانے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ آپ کو ان حالات پر نظر رکھنا ہوگا۔ ان حالات وواقعات کو سامنے رکھ کر فیصلہ کرنا ہوگا کہ اس وقت تو میں نہیں تھا۔ پھر یہ واقعات پیش کیوں آ گئے؟ ایسے سنگین واقعات پیش کیوں آ گئے۔

1970ء میں میری ابھی جھنگ میں آمد نہیں ہوئی تھی۔ آپ حضرات نے شیعہ سنی کی بنیاد پر الیکشن لڑا۔ اس بنیاد پر آپ نے الیکشن جیتا۔ اور آپ کے چار ایم این اے اسمبلی میں گئے۔ کیا میں نے آپ کو کہا تھا کہ آپ شیعہ سنی مسئلے کو کھڑا کریں۔ میں تو اس وقت کہیں آپ کو نظر نہیں آتا تھا۔ لیکن یہ صورت حال موجود تھی۔ آخر اس وقت ان حالات کا باعث کون بنا؟ جب میں نہیں تھا تو جھنگ کے حالات اتنے سنگین کیوں تھے؟ میں آیا ہوں۔ حالات ایسے ہی تھے۔ اس میں میرا کوئی حصہ نہیں سابقہ تاریخ کا ہی حصہ ہے۔ اس میں میرا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ پھر جھنگ کو چھوڑیئے میں کہتا ہوں کہ جو بلوچستان میں اسلحہ تقسیم ہوا۔ دیواریں توڑ کر اسلحہ نکالا گیا۔ ایرانی گماشتے آئے۔ انہوں نے قتل عام کیا ہے۔ پاکستان کا وزیر داخلہ خود بیان دیتا ہے کہ ایران سے 200 آدمی پاکستان میں تخریب کاری کے لئے آئے ہیں اور وہ خود یہ تسلیم کرتا ہے کہ شیعوں نے وہاں غنڈہ گردی کی ہے۔ حق نواز اب تک بلوچستان کے صوبہ میں تقریر کرنے کے لئے نہیں گیا۔ میں یہ پوچھتا ہوں کہ ایران کے غنڈے میں نے بلائے تھے؟ وہاں فساد میں نے کرائے تھے؟ وہاں سنی بچیوں کے پستان کاٹنے پر میں نے مجبور کیا تھا؟ کیا وہ میری تقاریر کا ردعمل تھا؟ پاکستان کی سرزمین بلوچستان وہ صوبہ ہے جو میری تقاریر کی دسترس سے باہر ہے۔ سرحد میں پہنچا

ہوں۔ سندھ میں پہنچا ہوں۔ پنجاب کے قریہ قریہ بستی بستی گیا ہوں اس کا اقرار ہے۔ لیکن بلوچستان میں باوجود اس کے کہ دوست احباب نے بلایا لیکن اتفاق نہیں ہوا۔ میں اس جگہ کا نام بھی بتلا رہا ہوں میں نے آپ کو جھنگ کے وہ دن بھی بتلائے جب میں یہاں نہیں تھا۔ بلوچستان کا وہ حصہ بتلا رہا ہوں کہ جہاں میں نہیں گیا۔ لیکن وہاں بھی فساد ہوا۔ جو تاریخ میں لکھا جائے گا۔ جس کو تاریخ کبھی بھی مٹا نہیں سکتی۔ کیا میں اپنی ضلعی، صوبائی اور مرکزی انتظامیہ سے یہ پوچھ سکتا ہوں کہ اس کا سبب میں ہوں۔ یہ ساری کاروائی میں کر رہا ہوں؟ سپاہ صحابہ کے مکانوں کی دیواریں توڑنے کے بعد تمہیں کوئی کلاشنکوف، کوئی سیون ایم ایم نہیں ملی، جبکہ شیعوں کے کئی مکانات تم نے توڑے اور اسمبلی میں تم نے بیان دیا کہ شیعہ کے مکانوں میں اسلحہ نکالا گیا ہے۔ کیا ان حالات کے بعد بھی انتظامیہ نہیں سمجھتی کہ تخریب کار کون ہے اور یہ کس کا ردعمل ہے؟ حیرت ہے مجھے، ان تمام واقعات کے بعد بھی کہ آپ پڑھے لکھے ہونے کے باوجود بھی ان واقعات کو نظر انداز کر دیں گے۔ پھر میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ پاراچنار میں فساد ہوا۔ میں چیلنج کرتا ہوں۔ مجھے بتلائے کوئی کہ میں نے پاراچنار میں کوئی تقریر کی ہو۔ میری تقریر کے ردعمل میں وہاں فساد ہوا ہو۔ وہاں بھی شیعہ سنی فساد ہوا وہاں تو میں نہیں تھا۔ اسی طرح اب تک مجھے بیت اللہ کے حج کا موقع نہیں ملا۔ میں نے وہاں شیعہ سنی فساد مسئلہ نہیں چھیڑا میں نے وہاں کوئی اشتعال انگیز تقریر نہیں کی۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ ہر سال کے بعد ایک لاکھ ایرانی بیت اللہ کی توہین کرتا ہے۔ ہر سال کے بعد ایک لاکھ ایرانی وہاں پر جلوس نکالتا ہے۔ ہر سال کے بعد ایک لاکھ ایرانی وہاں ماتم کرتا ہے۔ نہ اس کو بیت اللہ کا حیاء ہے۔ نہ اس کو پیغمبر کی قبر اقدس کا حیاء ہے۔ نہ اس کو جنت البقیع کا حیاء ہے۔ نہ اس کو بیت اللہ کی قدر و منزلت کا حیا ہے نہ اس کو عبادت یاد ہے۔ وہ بیت اللہ میں تخریب کاری کرتا ہے۔ کیا حرمین شریفین میں جلوس نکالنا یہ بھی حق نواز کی تقاریر کا ردعمل ہے۔ اگر یہ تمام واقعات حق نواز کی تقاریر کا ردعمل ہیں تو پھر حق نواز کو دنیا کا لیڈر مان لو۔ آج تم اپنی بدمعاشی بے حیائی، بدکرداری، بدفطری، غنڈہ گردی اور اپنے کفر کو چھپانے کے لئے پروپیگنڈہ کرتے ہو کہ حق نواز ان تمام کاروائیوں کا سبب اور ذریعہ ہے۔ 188 کے کیس سے لیکر آج 302 کے کیس تک حق نواز پہنچ گیا ہے۔ آپ کے ملک میں 302 کے مقدمے سے بڑی کوئی دفعہ نہیں ہے۔ آج بھی شیعہ کو کافر سمجھتا ہوں اور کل بھی شیعہ کو کافر سمجھتا تھا۔

یہ بات بھول جائیں کہ شاید پاکستان کی کوئی دفعہ مجھے میرے مشن سے باز رکھ لے گی۔ حیدر کرار رضی اللہ عنہ نے سچ فرمایا تھا کہ موت، انسان کا سب سے بڑا دفاع کرنے والی ہے۔ جب تک موت نہیں آئے گی۔ لوگ سوچیں گے کہ حق نواز مر جائے اس کے ساتھی مر جائیں۔ اس کے دوست احباب مر جائیں۔ لیکن جب تک موت نہیں آئے گی۔ موت ان دشمنوں سے بچاتی رہے گی اور جس دن موت نے آجانا ہے۔ میں چاہے کہوں کہ بچ جاؤں لیکن نہیں بچ سکوں گا۔ بھائی اگر چاہے کہ بچ جائے نہیں بچ سکوں گا۔ بچے چاہیں گے بچ جاؤں نہیں بچ سکوں گا۔ اگر میری موت آگئی ہے تو بچ نہیں سکتا۔ اگر موت نہیں آئی تو دنیائے شیعیت الٹی لٹک جائے میں ان کے ظلم و جبر تعصب اور تبرا بھری چھاتیوں پر بیٹھ کر اصحاب پیغمبر کی منقبت، عزت ناموس، قدر و منزلت کو اعلانیہ بیان کرتا رہوں گا۔ آواز حق کو نہیں دبایا جا سکتا۔

اب آپ آیئے ضلع جھنگ کے ان واقعات کی طرف جو میری موجودگی میں آئے۔ یہ ایک دوسرا حصہ ہے جس حصہ کو

میرے کھاتہ میں یا میرے جھنگ کے علماء کے کھاتے میں ڈالا جا سکتا ہے۔ یہ وہ حصہ ہے جس کو میں اب بیان کر رہا ہوں۔ اپنی جھنگ میں آمد کے بعد گڑھ مہاراجہ میں فساد ہوا۔ سنیوں کی دکانیں جلائی گئیں۔ قرآن کریم کو آگ لگی ہے۔ میں پوچھنا چاہوں گا کہ جس دن گڑھ مہاراجہ میں قرآن کو آگ لگی ہے سنیوں کی دکانوں کو آگ لگی ہے۔ سنیوں کی پراپرٹی تباہ کی گئی ہے۔ کیا اس دن حق نواز نے جلوس نکالا تھا؟ کیا اس دن حق نواز کسی جلوس کو گائیڈ کر رہا تھا؟ کیا اس دن حق نواز اس جلوس کا داعی تھا؟ ایران کے دو گماشتے، جن کے نام کا اشتہار دیا گیا کہ وہ جلوس کی قیادت کریں گے۔ اور وہ قیادت کرنے کے لئے آئے وہ تیزاب بھری بوتلیں لائے تھے۔ اسلحہ لائے تھے۔ اور رب العزت کی غیرت اور اس کے غضب کو دعوت دیتے ہوئے انہوں نے مسجد کی توہین کی۔ قرآن کریم کو آگ لگائی اور اس کھوکھے کو جب آگ لگانے لگے جس میں عربی دینی کتابیں اور قرآن کریم موجود تھے، اس نے برائے فروخت رکھے ہوئے تھے۔ اس غریب سنی نے ہاتھ جوڑ کر کہا کہ قرآن مجید نکال لینے دیجئے۔ اس کے بعد اگر آپ آگ لگانا چاہتے ہیں تو لگا دیجئے۔ تو شیعوں نے یہ جواب دیا تھا، (میں اللہ کے گھر میں کھڑے ہو کر کہہ رہا ہوں) کہ ہم نہیں مانتے اس قرآن کو یہ شراب خور خلفاء کی خاطر لکھا گیا قرآن ہے۔

اور یہ الفاظ اس ''ایف، آئی، آر'' میں درج ہیں جس کے مطابق ان کا چالان ہوا۔ نتیجہ کیا نکلا۔ اہل سنت بھی پھر گئے۔ اس وقت میں واقعی جھنگ میں موجود تھا۔ لیکن ایرانیوں کو دعوت تو میں نے نہیں دی! تیزاب کی بوتلیں بھر کر میں تو نہیں لے کر گیا! اگر اہل سنت کی دکانیں جلائی جا سکتی ہیں۔ قرآن کریم کو آگ لگائی جا چکی تھی۔ اس کے بعد آپ بتلائیں کہ کیا ردعمل کے طور پر ایک اقلیت ایک وہ گروہ جو آٹے میں نمک کے برابر ہے جو آج کی ہڑتال میں آپ کو نظر آ گیا۔ اگر حق نواز شرارتی ہوتا تو گڑھ مہاراجہ میں تم نے آگ قرآن مجید کو لگائی تھی۔ اس سے بڑی مقدس چیز اللہ کے بعد کوئی اور نہیں ہے۔ اگر ہم شرارتی ہوتے وہاں لاکھوں افراد کا اجتماع تھا۔ تمہارے گھروں کو آگ لگائی جا سکتی تھی۔ تمہارے امام باڑوں کو آگ لگائی جا سکتی تھی۔ تمہارے مردے خانے اڑائے جا سکتے تھے۔ تمہیں قتل کیا جا سکتا تھا۔ لیکن اس لاکھوں کے اجتماع کو کنٹرول کیا۔ جائز مطالبات کئے اس سے پہلے حکومت نے انہیں گرفتار نہیں کیا تھا۔ کانفرنس کے بعد گرفتار کیا۔ ایک سال وہ جیل میں رہے۔ اسی دوران شیعوں نے پھر دوبارہ آگ لگائی۔ آپ کی تسلی کے لئے کہنا چاہتا ہوں۔ آج بھی جنگ کی فائلیں گواہ ہیں۔ شیعوں نے دوبارہ قرآن کریم کو آگ لگائی اور لگانے کے بعد پرچہ رجسٹرڈ کروا دیا سنی نوجوانوں کے خلاف کہ یہ ہماری مسجد میں آئے اور انہوں نے قرآن کو آگ لگائی ہے۔

عامر نسیم اس وقت یہاں ایس پی تھے۔ ان سے میری بات ہوئی اور لیڈران سے ان کی باتیں ہوئیں۔ اور ان کے سامنے موقف رکھا گیا۔ میں نے ان سے یہ کہا تھا کہ خدا کے غضب کو مت دعوت دیجیے۔ سنی قرآن کو چومتا ہے۔ سنی قرآن کو سینے سے لگاتا ہے۔ سنی قرآن کا حافظ ہے۔ سنی قرآن کو تراویح میں پڑھتا ہے۔ یہ قرآن نیچے گر جائے تو اس کا کفارہ ادا کرتا ہے۔ یہ کیسے جلا سکتا ہے۔ قرآن وہی جلا سکتا ہے جو عثمان کا دشمن ہے۔ جو شارح قرآن تھا۔ قرآن وہی جلا سکتا ہے۔ جو کاتب وحی معاویہؓ بن ابی سفیانؓ کا دشمن ہے جس نے قرآن مجید کو اپنی قلم سے لکھا۔ اس لئے آپ تحقیق

کریں۔ تفتیش کریں۔ شیعوں نے قرآن مجید کو دوبارہ آگ لگائی ہے۔ وہ کہنے لگے کہ کیوں لگائی اس کی کیا وجہ ہے۔ ہر پرچے میں وجوہات بتلانا پڑتی ہے۔ تاکہ حالات سامنے آئیں۔ میں نے ان کو کہا وہ ان لائینوں پر تفتیش کریں۔ واقعات آپ کے سامنے آجائیں گے۔ میں نے ان کو لائین دی کہ شیعہ کر اس کا پرچہ درج کروا کر اہل سنت کو کرش کرنا چاہتے ہیں۔ اور صلح کی میز پر لانا چاہتے ہیں۔ انہوں نے آدمی بھی بھیجے مگر صلح نہیں ہو سکی۔ عارف خان رجوانہ ان کا لیڈر تھا۔ اس نے مجھ سے معافی مانگی۔ آج وہ زندہ ہے۔ شاید کل مر جائے۔ اور لوگ کہیں کہ تو ویسے ہی گپیں ہانک رہا ہے۔ آج وہ بے شک شیعہ ہے۔ اس سے آج پوچھیے اس نے معافی مانگی بلکہ اس نے عدالت میں جب پیش ہوا بیان دیا۔ اس کے مقابلے میں عدالتی بیان میرا ہوا۔ جج نے اس سے کہا تھا کہ تو شیعوں کی ضمانت دے دے کہ یہ شرارت آئندہ نہیں کریں گے۔ اس نے کہا کہ یہ ضمانت کیسے دی جا سکتی ہے۔ اتنے لوگ ہیں کوئی نہ کوئی شرارت کر دیتا ہے۔ میں تو ضمانت نہیں دے سکتا۔ اس کے جواب میں سیشن جج نے مجھ سے پوچھا آپ سنیوں کی ضمانت دیتے ہیں۔ اللہ گواہ ہے اللہ کے گھر میں کھڑا ہوں۔ آج عارف زندہ ہے۔ صدیقی صاحب وکیل زندہ ہے۔ خان وکیل زندہ ہے کچہری زندہ ہے۔ اور سیشن جج زندہ ہے۔ میں نے یہ کہا کہ اگر یہ ضمانت دے دے کہ شیعہ شرارت نہیں کرے گا تو کوئی سنی بچہ شیعہ کو انگلی تک نہیں لگائے گا۔ عدالت کا رخ مڑ گیا۔ اس نے کہا وہ ضمانت دیتا ہے اپنی عوام کی کوئی شرارت نہیں ہوگی۔ آپ کہتے ہیں کہ میں ضمانت نہیں دے سکتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ شرارتی عنصر آپ کے ہاں ہے۔ ذہن بدل گیا۔ عدالت کا اس نے ضمانت منسوخ کر دی۔ کالا منہ کر کے واپس آئے اور نصر اللہ سیال جس نے ایک سال جیل کاٹی۔ جس نے قرآن کو آگ لگائی تھی۔ اس کا بھائی ذوالقرنین ہیروئن کے کاروبار میں امریکہ میں مقدمے میں ملوث ہے۔ علی کے عاشق کا کردار دیکھئے۔ علی کے عاشق کی سیرت دیکھ لیجئے۔ وہ ذوالقرنین شیخ محمد یوسف ایم پی اے کو میرے پاس لے کر آیا۔ محلہ داری کے لحاظ سے بھی ان کا حیا تھا۔ تعلق داری کی بناء پر بھی ان کا لحاظ تھا۔ لیکن آج شیخ محمد یوسف صاحب زندہ ہے۔ میں نے ان سے انکار کیا۔ میں نے کہا کہ مسئلہ خدا کی کتاب کا ہے۔ میرا نہیں۔ میرا باپ اٹھ کر آجائے تب بھی معاف نہیں کیا جائے گا۔ یہ کام میرے بس کا نہیں ہے۔ چنانچہ اس نے ان کے بعد نوابزادہ افتخار احمد انصاری سے کہا میں دیانتداری سے کہوں گا کہ نواب صاحب نے پہلے مجھ سے پوچھا۔ آپ کی کیا رائے ہے۔ میں نے کہا نواب صاحب آپ وزیر مذہبی امور بھی رہے ہیں۔ آپ کو دینی مطالعہ بھی ہے۔ میں معافی دے سکتا ہوں قرآن مجید کو آگ لگانے والے مجرم کو؟ اگر وہ میرا ذاتی نقصان کر دیتا تو میں معاف کر دیتا۔ مجھے نواب صاحب نے کہا کہ بس ٹھیک ہے۔ میں اگلی بات نہیں کہنا چاہتا۔ یہ سفارش بھی ان کی ناکام ہو گئی۔ پھر میرے ایک دوست تھے چوہدری محمد ادریس ایڈووکیٹ، ان سے انہوں نے کہا کہ کسی طرح معافی مل جائے۔ ان کو بھی جواب ملا اور وہ بھی کچھ نہ کر سکے۔ اس کے بعد اب آپ کا موجودہ ایم این اے امان اللہ سیال آیا۔ کہتا ہے کہ میرے باپ کا اور آپ کے باپ کا جھگڑا بنا ہوا تھا۔ میں نے کہا مجھے کیا معلوم میرا باپ بھی مر گیا۔ تیرا بھی مر گیا۔ میں قبر سے جا کر پوچھوں کہ کیا تیرا اور میرا جھگڑا بنا ہوا تھا کہ نہیں..... تھا نہ تو میرا اور آپ کا پچھلا ایک ہی تھا۔ لہٰذا میں آپ کی

منت کرتا ہوں۔ سماجت کرتا ہوں۔ نصر اللہ کو معاف کر دیجئے۔ میں نے کہا آپ کچھ کر لیں۔ میرا اور آپ کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ جو قرآن کے قاتل ہیں۔ قرآن کے دشمن ہیں، سزا ضرور پائیں گے۔

میں آپ سے کہنا یہ چاہتا ہوں کہ یہ وجوہات ہیں جو شیعوں کو میرے خلاف آئے دن اکساتی چلی جا رہی ہیں۔ ظلم وہ کرتے ہیں، میں دفاع کرتا ہوں۔ زیادتیاں وہ کرتے ہیں، میں دفاع کرتا ہوں۔ مارتے وہ ہیں، سنیوں کا کیس میں لڑتا ہوں۔ مارتے وہ ہیں، جھگڑا میں کرتا ہوں۔ میں تمام تر دفاعی جنگ لڑتا ہوں اگر سنی ہمارے ساتھ نہ ہوں تو آپ بتلائیں کہ میں کس کے دروازے پر دستک دوں۔ آپ بتلائیں کہ میں کسی عیسائی کے دروازے پر دستک دوں۔ اگر تم عائشہؓ کے دوپٹے کے لئے دست و بازو نہیں بنتے ہو۔ تم وہ در بتلاؤ جس کے در پر میں گھٹنے ٹیک دوں۔ کہ میری امی کائنات کی امی، پیغمبر کا حرم، پیغمبر کی عزت پر لوگ تبرا کر رہے ہیں۔ میں کن کو ساتھ لے کر چلوں۔ تم وہ دروازہ بتلا دو۔ میں اس دروازے پر چلا جاتا ہوں اور اگر کوئی دروازہ نہیں ہے تو تمہیں وہ دروازہ ہو تو تمہیں دست و بازو بن کر میدان عمل میں اترنا ہوگا۔ ہمارے پاس جو ہوگا سب اللہ کے حوالے، انشاء اللہ اصحاب پیغمبر کی عزت ناموس اور عدالت کا جھنڈا گڑ چکا ہے۔ اور مزید گاڑ دیا جائے گا۔

میں نے ایس پی سے کہا کہ انہوں نے قرآن کو خود دوبارہ آگ لگائی ہے۔ جرأت دیکھئے، وہ کہنے لگا کہ کیسے لگائی ہوگی۔ میں نے کہا کہ جیسے پہلے لگائی ہے۔ تفتیش ہوئی تحقیق ہوئی اور تحقیق کے دوران شیعوں نے مانا۔ اقرار کیا کہ واقعی ہم نے آگ لگائی ہے۔ دوبارہ قرآن کو کیوں لگائی؟ کہ اس لئے ہم سنیوں کے خلاف پرچہ درج کروانا چاہتے تھے۔ تاکہ یہ صلح پر مجبور ہو جائیں۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ جو لوگ اللہ کی کتاب کو آگ لگاتے ہوئے محض پرچہ درج کروانے کی غرض سے شرم نہیں کرتے۔ وہ گلیوں میں پھرنے والے ایک غریب مصلی کو قتل کرنے سے دریغ کریں گے؟ کیا خیال ہے آپ کا۔ سنو خدا کی قسم اگر حق نواز کے ذہن میں تخریب کاری ہوتی۔ حق نواز کے ذہن میں کسی کو قتل کرنا ہوتا۔ حق نواز کے ذہن میں یہ پروگرام ہوتے مصلی نہیں پھر عابدہ قتل ہوتی۔ 302 مصلی کا بھی 302 عابدہ کا بھی۔ تو کوئی فرق ہے کیس میں۔ اگر میرے ذہن میں کوئی تخریب کاری ہوتی، پھر ہم کسی کام کے آدمی کو ہاتھ ڈالتے۔ جس میں مزا بھی آئے۔ ایک غریب کو مارنا تھا جس سے ہماری کوئی واقفیت نہیں؟ جس سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔

خیر عرض یہ کر رہا ہوں کہ کراس پرچہ درج کروایا۔ ایس پی نے تحقیق کی۔ تفتیش کی۔ آج وہ ایس پی زندہ ہے۔ اور اللہ کے فضل و کرم سے مزے دار بات یہ ہے کہ کل تازہ میری اور اس کی ملاقات آئی جی دفتر میں ہوئی۔ میں آج ان کو سامنے لا کر اس کیس کی تفتیش کروا سکتا ہوں کہ شیعوں نے قرآن کو دوبارہ آگ لگائی تھی یا کہ نہیں لگائی تھی۔ یہ وہ واقعات ہیں جو اس بات کی دلیل بنتے جائیں گے کہ شیعہ قدم قدم پہ تخریب کاری کرواتا ہے۔ اور ہم اس کے جواب میں اپنا دفاع کرتے ہیں۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ گڑھ مہاراجہ کے جن دکان داروں کی دکانیں لوٹ لی تھیں، کیا ہم اس کا دفاع نہ کرتے؟

جنگ لڑی اللہ کی کتاب کے لئے تعلقات ٹھکرائے مقدمات برداشت کئے۔ مصیبتیں برداشت کیں۔ لیکن کسی میں

لچک نہیں آنے دی اور شیعوں نے سال جیل کاٹی۔ اور ڈھائی لاکھ روپیہ جرمانہ ادا کیا۔ جلوس کا روٹ بدلا۔ وہ دن آ گیا۔ آج کا دن آیا پھر گڑھ مہاراجہ کی زمین پر کھلا تبرا نہیں ہو سکا۔ یہ ضرور ہے کہ میں لڑائی لڑتا ہوں۔ لیکن دفاعی، جارحیت نہیں کرتا، ابتداء نہیں کرتا، میں اسی کا قائل ہوں۔

میرے جھنگ میں موجود ہونے کے بعد دوسرا واقعہ دس محرم کو پیش آیا۔ آپ اندازہ نہیں لگا سکتے کہ میرے محترم بزرگ مولانا سید صادق حسین شاہ صاحب کے جذبات تھے۔ وہ کتنی شدت میں تھے۔ ان کو کنٹرول کرنا آسان نہیں تھا۔ عمر میں بڑے علم و فضل میں بڑے اور تقوے اور پرہیزگاری میں بڑے۔ ان کو کنٹرول کرنا، ان کے جذبات تھے کہ ہر سال مجھے ٹرخا دیا جاتا ہے۔ میں نے ان کے پاؤں پکڑے۔ حضرت مولانا ولی اللہ صاحب نے پاؤں پکڑے، میاں ریاض حشمت نے پاؤں پکڑے اور اسی طرح دیگر کئی اصحاب نے باقاعدہ طور پر منتیں کر کے اعادہ کیا۔ فیصلہ کروایا کہ کوئی آدمی قتل نہ ہو جائے۔ انسانی جان بڑی عزیز جان ہے۔ منتیں کر کے فیصلہ کروا کر آئے۔ لوگوں کی گالیاں کہیں۔ غلہ منڈی کے کئی دوستوں نے کئی نوجوانوں نے جذبات میں آ کر مجھے بھی برا بھلا کہا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ مجھے اپنے شہر کو آگ میں نہیں جھونکنا چاہئے۔ میں نے وہ نعرے برداشت کر لئے۔ ان دوستوں کا گلہ برداشت کر لیا۔ شاہ صاحب کی ناراضگی برداشت کر لی۔ لیکن یہ فیصلہ کیا کہ کوئی انسانی جان ضائع نہ ہو۔ اور یہ فیصلہ لکھا کہ آئندہ سال وہ مدرسہ کے سامنے نہیں جائیں گے۔ لیکن شیعہ اس معاہدہ پر قائم نہیں رہ سکتا تھا۔ اس نے دس محرم کو وہاں تو خلاف ورزی نہیں کی۔ لیکن ایک دوسری سائیڈ سے جلوس بھیجا اور مسجد فاروقیہ پر پتھراؤ کیا۔ تبرا بازی کی، جس کے عوض میں تھوڑا سا جھگڑا ہوا۔ اسے رفع دفع کروا دیا۔ پھر مسلمانوں کے جذبات بھڑکے اور چوک میں کچھ نوجوان نعرہ بازی کر رہے تھے۔ جن پر فائرنگ کی گئی ایک نوجوان اس فائرنگ کا نشانہ بنا۔ اس کی جنگ پھر لڑی، لڑائی لڑی، مقدمات آئے، مصیبتیں آئیں، اس کے لئے پھر کانفرنسیں کرنی پڑیں۔ اس کے لئے پھر حالات کو اتنا کنٹرول کیا کہ کوئی مزید جان ضائع نہ ہو۔ پرامن راستہ اختیار کیا۔ اور اس رنگ میں لا کر اس جنگ کو لڑا۔ اگر ہم اتنی محنت کر کے آئے۔ اگر ہم ہی تخریب کار ہیں اتنے دلائل کے باوجود آپ امن کی تعریف کریں کہ امن کیسے کیا جاتا ہے۔ وہ لفظ لاؤ جس کے ذریعہ سے کسی چیز کا نام امن رکھا جائے۔ اتنی بڑی لڑائی لڑنے کے بعد بھی تمہاری نگاہ میں امن پسند نہیں ہوں تو 302 کا پرچہ تو ہو ہی گیا۔ پھر کچھ کر لینا چاہئے۔ اگر تمہاری نگاہ میں میری امن پسندی کوئی قدر نہیں رکھتی۔ آخر تم بتلاؤ میں بھی انسان ہوں، میرے بھی جذبات ہوں گے۔ میرا بھی دل گردہ ہوگا۔ تمام تر کوششیں کر کے حالات کو سنبھالا بھی جائے۔ اور پھر یہی طعنہ کہ میری وجہ سے حالات بگڑتے ہیں۔

دیوبندیو..... اہل حدیثو..... بریلویو..... میں تم سے اپنی ذات کی بھیک نہیں مانگتا۔ تمہیں یہ کہتا ہوں کہ اصحاب پیغمبرؐ کے خلاف تبرے کی زبان تو روکو۔

یہ بھی غور کیجئے کہ محلہ اکبر پورہ میں حضرت معاویہ پر تبرا ہوا۔ ہم نے پرچہ دیا۔ ملزم نہیں پکڑے گئے۔ جامعہ حسینیہ سے کتاب چھپی جس نے حضرت عائشہؓ کو منافقہ اور کافرہ لکھا۔ معاذ اللہ اس ملزم کو پکڑا گیا۔ شیخ یوسف صاحب ایم پی اے کے

بھائی کے سینے سے صحابہ کرام کا بیج چھین کر پھاڑ کر نالی میں پھینکا گیا۔ درخواست دینے والا شیخ محمد یوسف اس کا حمایت کرنے والوں میں مَیں خود تھا۔ وہ ملزم بھی آج تک نہیں پکڑا گیا۔ 18 ہزاری موڑ پر ایک ذاکر کنڈیکٹر نے حضرت معاویہؓ پر تبرا کیا ہمارے سپاہ صحابہؓ کے کارکن تھانے گئے۔ پرچہ درج کروایا مگر وہ بھی گرفتار نہ ہوئے۔ وہ ساتھی ایس پی کے پاس حاضر ہوئے۔ ایس پی نے کہا کہ تبرا تو بہت لوگ کر رہے ہیں۔ پھر سارا شہر گرفتار کر لیا جائے؟ سنی درخواستیں دیتے رہتے ہیں۔ لیکن شنوائی نہیں ہوتی۔ لاوا پکتا رہتا ہے۔ حق نواز کے کھاتے میں کیوں ڈالتے ہو۔ اپنی حماقت کے کھاتے میں ڈالو اپنی بے حیائی کو دیکھو کہ تم حالات کو کس نہج پر لے گئے ہو۔

تمہارے جھنگ سٹی میں بریلویوں کے محلے میں امام باڑہ بن رہا تھا بریلویوں کی مسجدیں اردگرد تھیں۔ لیکن لڑائی حق نواز نے لڑی۔ انتظامیہ کو اطلاع حق نواز نے دی۔ مسئلے تمہارے ہیں، تب بھی لڑائی حق نواز لڑتا ہے۔ مسئلے دیوبندیوں کے ہیں، وہاں جو اور اکابر لڑ رہے ہیں وہاں میں بھی ایک رکن کی حیثیت سے کام کر رہا ہوں۔ مدح اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگ ہم لڑ رہے ہیں۔ تمہیں بھی کبھی اس کا خیال آجانا چاہئے کہ تم پھر بھی شیعہ کے ہاتھوں کھیلتے جاؤ گے؟

حق نواز کی کردار کشی کرنے والوں نے مجھے بہت دور سے دیکھا ہے۔ تم نے ہزاروں میل دور سے دیکھا ہے۔ سرکاری ریکارڈ گواہ ہے کہ میں نے اس دشمنِ انبیاء، دشمنِ ختم نبوت کے خلاف آواز بلند کی۔ دو ماہ تک ڈیرہ غازی خان کی جیل میں قید کاٹی۔ بے سروسامانی کے عالم میں قید کاٹی۔ ملاقات کے لئے کوئی نہیں جاتا تھا۔ لیکن آج بھی سرکاری ریکارڈ گواہ ہے کہ میں نے اس وقت بھی جھکنا پسند نہیں کیا اور میں پیغمبر کی عظمت کے لئے اپنے آقا کے تقدس کے لئے جیل گیا تھا۔ حکومت نے مارشل لاء کی دفعات لگائیں۔ مارا پیٹا، گھسیٹا، پانی بند کیا، کھانا بند کیا جیل کی گندی دال دی، لیکن آج بھی میرا سر فخر سے بلند ہے۔ جبر واستبداد، ظلم و بے حیائی، تشدد مجھے نہ خرید سکا ہے اور نہ جھکا سکا ہے۔

انجمن سپاہ صحابہ ایک تحریک کا نام ہے۔ انجمن سپاہ صحابہؓ اہلسنت کی ایک نوجوان اور منظم جماعت کا نام ہے۔ سپاہ صحابہؓ ایک بڑا واضح موقف رکھتی ہے۔ اور اس موقف پر وہ اپنی جان تک پیش کرنے سے نہیں گریز کرتی۔ انجمن سپاہ صحابہؓ کی بنیاد آج سے تقریباً تین سال اور کچھ ماہ پیشتر رکھی گئی تھی۔ میں چاہتا ہوں کہ جماعت کے کچھ پروگرام کو آپ کے سامنے رکھ دوں اور اس کے بعد اگلے خیالات کا اظہار کروں گا۔

تین سال قبل اس نوجوان تنظیم میں اس کی بنیاد جھنگ جیسے ایک پسماندہ ضلع میں رکھی گئی۔ ضلع میں نہیں بلکہ ایک محلہ میں رکھی گئی۔ اور پھر اس کو پھیلانا شروع کیا۔ آج الحمدللہ کراچی سے پاراچنار تک نوجوان یہی جھنڈا پکڑے ہوئے پھر رہے ہیں۔ اور گلی گلی گاؤں گاؤں میں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا پھریرا بلند کر رہے ہیں۔

صرف شہری حد نہیں سپاہ صحابہ نے دیہاتوں میں بھی اپنی شاخیں اور یونٹ قائم کر لئے ہیں۔ اور اس رات دن کی کوشش صرف اور صرف یہی ہے کہ سنی قوتوں کو جمع کیا جائے۔ سنی انتشار کو ختم کیا جائے۔ سنی قوتوں کو ایک متحدہ پلیٹ فارم دیا جائے۔ رات دن کی محنت یہی ہے کہ اصحاب رسول کی عظمت اصحاب رسول کی مدح۔ اصحاب رسول کی منقبت اور ازواج

رسول کی عفت کو عام کیا جائے۔ اور ان کے دشمنوں کے کفر کو ملت اسلامیہ پر واضح کر دیا جائے۔ تین سال سے معرض وجود میں آنے والی اس نوجوان تنظیم نے پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ اس نے شاخیں اور یونٹ قائم کر لئے ہیں۔ اس نے باقاعدہ ایک پروگرام دیا ہے۔ اس نے باقاعدہ ایک وردی ایک جھنڈا اور ایک دستور العمل دیا ہے۔ اس نے باقاعدہ سنی قوم کے سامنے واضح اور بے لچک موقف رکھا ہے۔ اور اس میں کوئی لچک پیدا نہیں کی۔ اس کم عرصہ میں سپاہ صحابہؓ کے تین سو کارکن گرفتار ہوئے۔ 4 کارکن شہید ہوئے۔ بیسیوں زخمی ہوئے ہیں اور آج بھی سپاہ صحابہؓ کی مرکزی قیادت جیل میں موجود ہے اور آج بھی سپاہ صحابہؓ کے کارکنوں پر مختلف مقامات پر مقدمات قائم ہیں اور وہ تاریخیں بھگت رہے ہیں۔ اور عدالتی چکر کاٹ رہے ہیں۔ عدالت کے کٹہرے میں کھڑے ہیں۔ میں عرض یہ کر رہا تھا کہ اس کم عرصہ میں سپاہ صحابہؓ ایسی مشکلات سے گزری ہے کہ جہاں تک میرا مطالعہ ہے کوئی جماعت بھی کم عرصہ میں نہ اتنی پھیلی ہے اور نہ اتنی مشکلات سے گزری ہے۔ مجھے دوسری جماعتوں پر تنقید نہیں کرنا۔ ان کے کام پر تنقید نہیں کرنا ان کی تنقیص نہیں کرنا۔ جن جماعتوں نے دینی کام کیا ہے اور خلوص کے ساتھ کیا ہے۔ ہم اس کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ مجھے بتلانا صرف یہ ہے کہ تین سال کے کم عرصہ میں برصغیر میں کسی بھی جماعت نے نہ اتنی قربانی دی ہے اور نہ اس نے اتنا اپنے آپ کو پھیلایا ہے اور نہ ہی اتنا ڈٹ کر اس نے کام کیا کہ تین سال کے کم عرصہ میں اس کے چار رکن شہید ہوئے ہوں اور وہ پورے ملک میں پھیل گئی ہو اور 300 اس کے کارکن گرفتار ہوئے ہوں۔ بیسیوں زخمی ہوئے ہوں اور اس کے ساتھ ہی اس نے اتنی مار کھائی ہو کہ پولیس انہیں تھانوں میں مادر زاد ننگا کر کے مارتی رہی ہو۔ برصغیر میں میری نگاہ میں کم عرصہ میں اتنا کام کرنے والی کوئی جماعت نہیں ہے۔ اور میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ اگرچہ مجھے اس بات کو منہ سے نہیں کہنا چاہئے، لیکن مقصد سپاہ صحابہؓ کی کاروائی کا تذکرہ کرنا ہے کہ اس نے کتنا کام سرانجام دیا ہے۔ یہاں سپاہ صحابہ کے کارکنوں کو تھانوں میں الٹا لٹکا کر مارا جاتا رہا ہے۔ یہاں سپاہ صحابہ کے کارکن کو ننگا کر کے مارا جاتا ہے۔ وہاں صرف یہ نہیں کہ سپاہ صحابہ کے کارکنوں پر تشدد ہوا ہے۔ میں اللہ کو گواہ کر کے اس بات کو بیان کرتا ہوں کہ پولیس مجھے مادر زاد ننگا کر کے مارتی رہی ہے۔ اور ظلم و تشدد کرتی رہی ہے۔ اس تمام تر ظلم کی وادی سے گزر کر ہم اس موقف پر قائم ہیں کہ اصحاب رسول کا دشمن کل بھی کافر تھا آج بھی کافر ہے۔

میرے یہ الفاظ قطعاً مبلغانہ شعلہ نوائی نہیں۔ اللہ مجھے معاف کرے۔ رب میرا دل جانتا ہے آپ کو آج یقین آئے نہ آئے لیکن قیامت کے روز ضرور یقین آجائے گا کہ میں دل سے بات کرتا تھا۔ یا کہ ریاکاری سے، ہوسکتا ہے کہ آج میں آپ کو اس کا یقین نہ دلا سکوں۔ ماحول اور معاشرے کی خرابی اس حد تک عروج پر چلی گئی ہے کہ اس معاشرے میں آپ کو یقین نہ دلا سکوں۔ لیکن میرا رب جانتا ہے کہ میں اصحاب رسولؐ کے مسئلے میں منافقت، کفر کے مترادف سمجھتا ہوں۔ میں قطعاً اصحاب رسول کی شخصیات کو کسی بھی کریڈٹ کے لئے استعمال نہیں کرنا چاہتا۔ رب وہ دن نہ لائے جس دن ہم یہ کمینی حرکت کریں۔ ہم نے سوچ سمجھ کر قدم اٹھایا ہے۔ سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس دھرتی پر جب تک اصحاب رسولؐ کے دشمن کا فیصلہ نہیں کروایا جاتا۔ اس وقت تک اصحاب رسولؐ پر تبرا بازی کو بند نہیں کروایا جاسکتا۔ اگرچہ ایک وقت وہ بھی تھا جب ہم نے یہ اعلان

کیا اور واضح لفظوں میں اعلان کیا کہ شیعیت کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ تو ہماری یہ آواز صدا البحر محسوس ہوئی تھی۔ کچھ لوگ ہمیں مجنوں کہتے تھے، کچھ لوگ ہمیں پاگل کہتے تھے، کچھ لوگ ہمیں سر پھرا کہتے تھے، کچھ لوگ ہمیں تشدد پسند کہتے تھے، کچھ لوگ ہمیں تخریب کار اور جذباتی کہتے تھے۔ لیکن ہم نے یہ تمام طعنے سن کر یہ تمام باتیں سن کر بھی اپنے کام کو جاری رکھا ہے۔ اور الحمدللہ آج یہ فضاء ہے، الحمدللہ کہ سعودی عرب کے علماء پاکستان، بنگلہ دیش، انڈیا، برطانیہ، امریکہ، عرب امارات اس بات کا فیصلہ دے چکے ہیں کہ شیعیت اسلام کا حصہ نہیں، شیعیت کفر ہے۔ اس کو دور دور تک اسلام کے ساتھ کوئی تعلق اور واسطہ نہیں ہے۔ اگر آپ پوری ملت اسلامیہ کے اس فیصلے کو پڑھنا چاہیں، تو پڑھ لیجئے۔ مولانا محمد منظور احمد نعمانی دامت برکاتہم عالیہ کا استفہار اور علماء کے جواب کو آپ کو تسلی ہو جائے گی کہ آج ہمارا سر فخر سے بلند ہے۔ آج تنہا نہیں ہیں بلکہ پوری ملت اسلامیہ ہماری پشت پر کھڑی ہے۔ ہم اہل سنت ہیں اور 1400 سال سے اصحاب رسول کی عظمت کا پھریرا اپنے اپنے دور میں نامور علماء نے سرانجام دیا ہے۔

ہماری آواز بہت دور تک نکل گئی ہے۔ بڑے بڑے ایوانوں میں پہنچ گئی ہے۔ جیسا کہ میں نے حوالہ پیش کیا ہے۔ لیکن ساتھ ہی کہنا چاہتا ہوں کہ یہ فیصلہ ابھی نہیں ہوا۔ رب العالمین کی کوئی حکمت ہوگی۔ لیکن میں ناامید نہیں ہوں۔ میں امید رکھتا ہوں اپنے رب پر کہ یہ فیصلہ پاکستان کی سرزمین پر ایک نہ ایک دن ضرور ہوگا۔ انشاء اللہ۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ہماری زندگی میں نہ ہو، لیکن اس فیصلے نے دھرتی پر ہونا ہے۔ ایک وقت تھا جب امیر شریعت کا قادیانیوں کے کفر کو طشت از بام کر رہے تھے۔ دنیا اس وقت شاید یہ کہتی ہو۔ عطاء اللہ شاہ گویا صدا بالصحرا ہے۔ شاید اس وقت کچھ لوگ یہی کہتے ہوں گے اور اس وقت دور دور تک نظر نہیں آیا تھا کہ قادیانیت سامراج کا چمکتا ہوا سورج کبھی اس طرح بھی غروب ہو جائے گا۔ لیکن امیر شریعت کی وفات کے بعد قادیانیت کا سورج ڈوبا ہے۔ قادینیت کی کمر ٹوٹی ہے ہوسکتا ہے کہ ہماری زندگیوں میں قادیانیوں سے بڑے کفر کو پاکستان میں تسلیم نہ کیا جائے۔ لیکن میں یقین رکھتا ہوں کہ اس کافر کے کفر کو پاکستان کی دھرتی پر مانا جائے گا۔ ضرور مانا جائے گا، اس کے بغیر چارہ کار نہیں ہے۔ اور یہ بھی یقین رکھتا ہوں کہ ہم نے وہ لائن واضح کر دی ہے۔ ہم نے وہ راستہ ہموار کر دیا ہے ہم نے اس لائن پر سنی نوجوان کو ڈال دیا ہے کہ:

یہ نوجوان لہو دے ڈالے گا..... یہ نوجوان تختہ دار پر چڑھ جائے گا..... یہ نوجوان موت قبول کرلے گا..... یہ نوجوان سر دے گا..... اس نوجوان کے سر نیزوں کی انیوں پر لٹکا دیے جائیں گے..... لیکن یہ نوجوان وہ دن لا کر چھوڑے گا جس دن پاکستان سرزمین پر صدیقہ کائنات کا دشمن کائنات کے بدترین کافر کی حیثیت سے جانا پہچانا اور لکھا جائے گا۔

ہم مایوس نہیں ہیں۔ ہم بڑی لمبی سوچ رکھتے ہیں۔ سپاہ صحابہؓ بڑا لمبا صبر رکھتی ہے۔ سپاہ صحابہؓ نے جو قدم اٹھایا ہے بڑا سوچ سمجھ کے اٹھایا ہے۔ میں معذرت کے ساتھ کہتا ہوں۔ خصوصاً سنی قوتوں سے کہ تمہیں تو سپاہ صحابہؓ کا شکر گزار ہونا چاہئے کہ جو بچے تمہارے ساری رات ٹی وی دیکھتے تھے، آج وہ سارا دن گلی چوکوں پر صداقت صدیقؓ کے نعرے بلند کرتے پھر رہے ہیں۔

CamScanner

ابوبکرؓ و عمرؓ کی عظمتوں کو بیان کرتے پھر رہے ہیں.....!

امہات المومنین کی تقدیس بیان کرتے پھر رہے ہیں.....!

تمہیں تو آج سپاہ صحابہؓ کا شکر گزار ہونا چاہئے جس نے تمہاری نسل نو کو برائی سے ہٹا کر اس لائن پر لگا دیا ہے کہ جو لائن آپ کی بھی آخرت سنوار دے گی اور نوجوانوں کی بھی آخرت سنوار دے گی۔

میں چلتے ہوئے آپ کو یہ بھی خوشخبری سناتا جاؤں کہ طالبات سپاہ صحابہؓ کے نام سے بھی تنظیم قائم ہو چکی ہے۔ میں کئی جگہ طالبات کے دفاتر کا افتتاح کر چکا ہوں۔ طالبات سپاہ صحابہؓ کا مشن یہ ہے کہ امہات المومنین کا تعارف کروائیں گی۔ وہ ان بدعات رسومات اور کفریہ بدعات کا قلع قمع کروائیں گی۔ مثلاً کونڈوں کی رسم اور اس قسم کی دیگر رسومات ہیں جو صحابہ دشمنی میں پھیلائی گئی ہیں۔ تو طالبات سپاہ صحابہؓ ان بدعات کا رد عورتوں میں کریں گی۔ خواتین میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا تعارف کروائیں گی، عورتوں میں سیدہ حفصہؓ کا تعارف کروائیں گی، خواتین میں امہات المومنین کی آبرو، تقدس، عزت، عفت کو بیان کریں گی۔ خواتین میں طیبہ، طاہرہ، سیدہ فاطمۃ الزاہرہ خاتم الانبیاء کی دوسری بیٹیوں کا تعارف کروائیں گی۔ ان کی عظمت کو بیان کریں گی۔ اگر سنی قوم نے ہمارا ساتھ دیا تو ہم چند سالوں میں پاکستان کی دھرتی پر سنی انقلاب لا کر چھوڑیں گے۔

میں عرض کر رہا ہوں کہ الحمدللہ بہت سارے مقامات پر طالبات سپاہ صحابہ نے اس سال گزشتہ رجب کو کونڈوں کو ملعون رسم، کونڈوں کی ملعون دعوت کو روک لیا ہے۔ اسے بند کر لیا ہے۔ ساٹھ ساٹھ سالہ اور ستر ستر سالہ بوڑھی عورتوں سے یہ رسم بد چھڑوائی ہے کہ یہ معاویہؓ بن ابی سفیان کی موت کی خوشی میں حلوہ کونڈے کے نام سے تقسیم کیا جاتا ہے۔ ایک پیش رفت ہوئی ہے اور اسی طرح وہ طالبات بڑی تیزی کے ساتھ امہات المومنین کی عزت و آبرو پر لیکچر دے رہی ہیں۔ اور سنی خواتین کی راہنمائی کرتی چلی آ رہی ہیں۔ دلی تڑپ اور دلی خواہش یہ ہے کہ خواتین میں خواتین کام کریں گی۔ نوجوانوں میں نوجوان کام کریں گے۔ اس طرح ہم سنی قوتوں میں بہت جلد منتشر قوتوں کو جمع کر کے پاکستان میں صحابہؓ دشمنی کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر ڈالیں گے۔ انشاء اللہ۔

ہم ویسے ہی شیعہ کو کافر نہیں کہتے۔ ہمارے پاس ان کو کافر کہنے کے دلائل ہیں اور میں چوک پر کھڑے ہو کر کہتا ہوں کہ میرے پاس شیعہ کے کفر پر احد پہاڑ سے زیادہ وزنی دلائل ہیں۔

شیعو! میں تمہیں چوکوں پر کھڑے ہو کر کہتا پھر رہا ہوں۔ اگر تمہیں یہ میرا لفظ تلخ لگتا ہے۔ تو پہلے خمینی کو کافر کہو، خمینی پر لعنت بھیجو۔ جس نے معاذ اللہ فاروق اعظمؓ کو کافر لکھا ہے۔

مزید کہتا ہوں اگر تمہیں پھر بھی تلخ لگتا ہے۔ ہائی کورٹ میں رٹ دائر کرو۔ کہ یہ مولوی ہمیں کافر کہتا ہے۔ عدالت عالیہ مجھے ملزم کی حیثیت سے طلب کرے۔ میں تمہارا کفر ثابت کرتا ہوں۔ تم اپنا اسلام ثابت کرو۔ عدالت جو بھی فیصلہ کرے اسے تم بھی قبول کرو، اسے میں بھی قبول کرتا ہوں۔

CamScanner

سنیو! خمینی کی زندگی کا آخری کفر، جو کفر وہ لکھ کر مرا۔ اس کی موت اس کفر پر ہوئی ہے اس کی زندگی کی یہ آخری بکواس یہ اس کا وصیت نامہ ہے۔ جسے کہتے ہیں کہ یہ صحیفہ انقلاب ہے۔ خمینی کا سیاسی الٰہی وصیت نامہ ہے۔ یعنی اللہ نے اس پر اتارا ہے۔ سیاسی الٰہی وصیت نامہ اور اس وصیت نامے کی قدر و منزلت خود بیان کرتا ہے۔ کہتا ہے کہ میری موت کے بعد اس تحریر کو کھولا جائے۔ تحریک نفاذ فقہ جعفریہ نے پاکستان میں اس شائع کیا ہے۔ ایران میں فارسی میں پاکستان میں اردو میں عرب ممالک میں عربی میں اور انگریزی ممالک میں انگریزی میں لاکھوں کی تعداد میں یہ کفر شائع کیا گیا ہے۔ خمینی کی زندگی کی آخری کتاب وہ اس کو لکھ کر سیل کرتا ہے اور اسکی اہمیت بیان کرتا ہے کہ اس تحریر کو میرا بیٹا احمد خمینی پڑھے۔ وہ نہ پڑھ سکے۔ تو ایران کا صدر پڑھے وہ بھی نہ پڑھ سکے تو اسمبلی کا سپیکر پڑھے۔ وہ بھی نہ پڑھ سکے تو چیف جسٹس پڑھے۔ وہ بھی نہ پڑھ سکے تو مجلس خبردان کا ممبر پڑھے۔ یعنی کوئی اعلیٰ عہدے پر فائز آدمی میری اس تحریر کو پڑھ کر قوم کو سنائے یہ تو اس کی اہمیت ہے۔ یہ اس کی زندگی کی آخری تحریر ہے۔ اس نے اس کا نام وصیت نامہ رکھا ہے۔ میں نے اس کا نام کفر نامہ رکھا ہے۔ اس کتاب کے صفحہ 46 پر وہ کھلا کفر بکتے ہوئے تحریر کرتا ہے کہ "جو مجھے قوم ایران میں ملی ہے۔ جو رضا کار مجھے ملے ہیں جو فوج مجھے ملی ہے ایسے مجاہد ایسی جماعت ایسے ساتھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نہیں ملتے تھے۔"

ہمیں فرقہ واریت کا طعنہ دینے والے سنیو، شیعہ کی بات نہیں کرتا۔ سنیوں کی بات کرتا ہوں کہ یہ کفر چھپتا رہے۔ یا بند ہو بلند آواز سے یہ ظالم اپنے غنڈوں کو رسول کی جماعت پر ترجیح دے رہا ہے۔ اپنے ایرانی بدمعاشوں کو نبی کی جماعت پر فوقیت دیتا ہے۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی توہین کر رہا ہے۔ گویا خمینی بڑا قائد ہے۔ رسول اکرمؐ سے کہ جس کی جماعت زیادہ وفادار ہے؟

اس نے اپنی قیادت رسول اکرمؐ سے بڑی بنا کر پیش کی ہے۔ اس سے بڑا کفر پاکستان کی دھرتی پر اور کوئی نہیں پھیلایا جا سکتا۔ جو خمینی کے چیلے پھیلاتے ہیں۔ کہتا ہے کہ میرے ایرانی رسول کی جماعت سے بڑے ہیں۔ بلا امتیاز سیاسی جماعت پیپلز پارٹی میں کام کرنے والے سنی نوجوانو تمہیں بھی تمہاری ماں کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ عقیدت مت بیچو!

آئی جے آئی میں کام کرنے والے سنی نوجوانو! تمہیں بھی تمہاری ماں کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ اپنا عقیدہ مت بیچو! تم عقیدے میں ہمارے بھائی ہو۔ عائشہ تمہاری بھی امی ہے، میری بھی امی ہے۔ میں ہر سنی سپاہی سے کہتا ہوں کہ عائشہ تیری بھی ماں ہے۔ میری بھی ماں ہے۔ اگر تو اپنی امی کے دوپٹے کا تحفظ اس انداز سے نہیں کر سکتا۔ جس انداز میں میں کرتا ہوں تو کم از کم میری راہ نہ روک مجھے میدان میں اتر لینے دے۔

✿✿✿✿

(۳) سنی حقوق کی جنگ

۱۹ر فروری ۱۹۹۰ء کو فیروزہ ضلع رحیم یار خان میں آخری خطاب

مرسلہ:۔ عبدالمجید قریشی

گرامی قدر سامعین! سپاہِ صحابہ ضلع رحیم یار خان، بہت مدت بعد فیروزہ میں آج ایک بار پھر آپ سے مخاطب ہونے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ میری کچھ مصروفیات اور مشکلات ایسی ہوگئی ہیں کہ جن مصروفیات کی وجہ سے بعض اوقات بعض جلسوں میں حاضری نہیں ہوسکتی یا کم از کم بروقت حاضری نہیں ہوسکتی۔ آج آپ کے یہاں حاضری کی خاطر تقریباً پورے بارہ گھنٹے سفر کیا ہے، آپ اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اتنا لمبا سفر کرنے کے بعد میں آپ سے کیا کہہ سکوں گا۔ بہر حال وعدہ وفا کرنا ہے، کوشش یہی ہے کہ آپ کا آنا ضائع نہ ہو میری حاضری بھی بے کار نہ جائے۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ جس طرح آپ میری عدم موجودگی میں انتظار میں رہے ہیں تو آپ مزید چند لمحات مجھے ایسے دیں گے کہ جن میں آپ سے میں پورے اطمینان کے ساتھ کچھ عرض کرنے میں کامیاب ہو جاؤں۔

آپ حضرات کو اس بات کا بخوبی علم ہو چکا ہے کہ سپاہِ صحابہ اہل سنت والجماعت کی ایک ایسی نوجوان منظم تنظیم ہے جو نامساعد حالات سے گزر کر اور مشکلات و مصائب جھیل کر اس پُرفتن دور میں مدحِ اصحابِ رسول کا چراغ جلائے ہوئے ہے۔ کفر کی آندھی چاروں طرف سے اس چراغ کو گل کرنے کیلئے اپنی قوت صرف کر رہی ہے لیکن۔

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

رب العزت کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہم آج مطمئن ہیں کہ ماضی میں یا آج ہم جس طرح اور جس طرز پر کام کر رہے ہیں اس میں کوئی بدنیتی شامل نہیں ہے۔ بتقاضائے بشریت و انسانیت کسی مقام پر کوتاہی ضرور ہوسکتی ہے، کمی، کمزوری یا نقص ضرور ہوسکتا ہے لیکن آج تک الحمدللہ ہم مطمئن ہیں کہ ہم نے جو کہا ہے یا جو کر رہے ہیں اس میں بدنیتی کا کوئی عنصر شامل نہیں ہے۔ میرا یہ چیلنج ہر سنی کو ہے۔ میری گفتگو سنی مسلمانوں سے ہے کہ یہ غیرت کھائیں یا یہ غفلت کی چادر اُتاریں۔ جو سستی اور کاہلی کی لمبی نیند سو گئے ہیں یہ اس سے بیدار ہوں، آج تک شیطان کے خلاف کسی نے اتنا نہیں لکھا جتنا اصحابِ رسول کے خلاف لکھا گیا۔ فرعون، نمرود، قارون یہ بڑے مشہور کفار میں سے تھے لیکن آج تک ان کے خلاف بھی اتنی غلیظ زبان استعمال

ہوئی ہو یا آج ہوتی ہو میری نظر سے نہیں گزری کہ جتنی غلیظ زبان اصحابِ رسول کے خلاف استعمال ہوئی ہے اور آج ہو رہی ہے۔ یہ میں وہ بات نہیں کر رہا کہ جس کا ریکارڈ نہ مل سکتا ہو یا جس کا ثبوت نہ مل سکتا ہو بلکہ میں جو بات کہوں گا اس کا ثبوت فراہم کرنے کے لئے ذمہ داری دوں گا۔ جہاں تک میری معلومات ہیں ابوجہل، ابولہب، عتبہ، شیبہ جیسے کافروں کو ایسی گالیاں اس دھرتی پر آج تک کسی نے نہیں دیں کہ جو گالیاں ابوبکرؓ اور عمرؓ کو معاذ اللہ دے دی گئی ہیں اور تحریر کی صورت میں باقاعدہ ایک منظم پروگرام کے تحت عبداللہ بن اُبی جیسے منافق کو آج تک ایسی گالی نہیں دی گئی جو گالی اصحابِ رسول کو دی گئی۔ آپ کوئی ایسی کتاب تقریباً تقریباً پیش نہیں کر سکیں گے کہ جس کتاب میں فرعون کی ماں، بیٹی نانی دادی کو گندی اور غلیظ گالی دی گئی ہو، میری نظر سے تو کوئی ایسی کتاب نہیں گزری کہ کسی نے لکھی ہو لیکن اس کے برعکس آپ کو اصحابِ رسول کے متعلق ایسی کتابیں مل جائیں گی جن میں ان کی بہنوں کو ماؤں کو بیٹیوں کو نانی اور دادی تک کو غلیظ گالی دی گئی ہے۔

اصحابِ رسول کی ماؤں کو معاذ اللہ طوائف، کنجری اور گشتی عورت تک لکھا گیا ہے۔ آپ تو بڑی چین کی نیند سوتے ہیں نا..... بڑی لمبی نیند اور جب آپ سپاہِ صحابہ کے نعرہ میں شدت دیکھتے ہیں تو کئی سارے صوفیوں کے پاؤں سے زمین نکلنا شروع ہو جاتی ہے۔ ''شدت نہیں چاہئے اسلام بڑے اخلاق سے پھیلا ہے''..... لیکن اس صوفی کی ماں کو اگر گالی دی جائے تو وہ پیٹ پھاڑے بغیر چین سے نہیں سوئے گا۔ اس وقت اس کو تمام اخلاقیات بھول جائیں گی، اس وقت اس کے دل کی وسعتیں سمٹ جائیں گی وہ برداشت نہیں کر سکے گا۔

میں عرض یہ کر رہا ہوں کہ کوئی منہ پھٹ آدمی ایسی گالی کتے، گدھے اور خنزیر کو بھی نہیں دیتا جو گالی دشمنانِ اصحابِ رسول نے اصحابِ رسول کو دی ہے اور تحریر کی ہے، یہ پوری ذمہ داری کے ساتھ میں بات کر رہا ہوں محض شعلہ نوائی نہیں، نہ محض عام مقررانہ انداز ہے۔ میں ہر لفظ کا ذمہ دار ہوں اور میں جو کہوں گا اس کا ثبوت رکھتا ہوں۔

سامعین گرامی قدر! یہ خطرناک صورتِ حال کیوں پیدا ہوئی؟ اصحابِ رسول کو دشمن اس حد تک گالی کیوں دینے لگ گیا ہے؟ اس کی جہاں اور وجوہات ہوں گی وہاں ایک سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ آپ نے پاکستان بن جانے کے بعد اپنے حقوق کے حصول پر توجہ نہیں دی، اگر آپ لوگ اپنے حقوق کے لئے جدوجہد کرتے اس کی جنگ لڑتے تو میں سمجھتا ہوں آج یہ صورتِ حال پیدا نہ ہوتی۔

حقوق کی جنگ ایک مقدس جنگ ہے، ہر شخص اپنے حقوق کی جنگ لڑتا ہے، وہ انسان انسان نہیں جو اپنے حقوق نہ سمجھتا ہو یا پھر اپنے حقوق کے حصول کی جدوجہد نہ کرتا ہو۔ تاریخ میں اس قوم کا کوئی مقام نہیں جو قوم اپنے حقوق کو حاصل نہ کر سکتی ہو یا اپنے حقوق کے لئے مؤثر جدوجہد نہ کرے۔

میں اپنے موقف کو سمجھانے کیلئے اور سنی قوم کو بیدار کرنے کی غرض سے یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اپنے حق کی جنگ فرمانبردار بیٹا بھی اپنے باپ سے لڑتا ہے، یعنی یہ وہ لحاظ نہیں کرتا کہ میرا باپ ہے لہٰذا میں اپنے حق کو پائمال کر دوں، مثلاً اگر باپ شرابی ہے زانی ہے، جواری ہے اور وہ جائیداد کو تباہ کر رہا ہے تو بیٹا فرمانبردار ہونے کے باوجود اپنے باپ کو عدالت کے

کٹہرے میں کھڑا کر دیتا ہے۔ نہ محلے دار اُسے برا کہتے ہیں اس لئے کہ بے شک باپ بُرا ہے اس کا دوسرے انداز سے احترام بدستور باقی رہے گا لیکن اس باپ کو بھی حقوق پائمال کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ اگر وہ شرابی، زانی اور جواری ہونے کی وجہ سے جائداد بیچتا چلا جا رہا ہے تو فرمانبردار بیٹا اس کی راہ میں رکاوٹ بنتا ہے، اور جائداد کو بیچنے سے روکنے کے لئے عدالتی احکامات حاصل کرتا ہے، تو کوئی شخص بھی اس بیٹے کو بُرا نہیں کہتا کہ تُو نے ایسا کیوں کیا ہے۔ ہر شخص سمجھتا ہے کہ اسے ایسا کرنا چاہئے تھا۔ اگر باپ نے یہ حیا نہیں کی کہ میں جائیداد تباہ کر کے اولاد کو بھیک مانگنے پر مجبور کر رہا ہوں تو پھر سمجھدار اولاد کو چاہئے کہ وہ ایسے وقت اپنے حقوق کے تحفظ کے لئے راستہ میں رکاوٹ بن جائے۔

بیوی کو حکم ہے شرعاً کہ وہ اپنے خاوند کی اطاعت کرے، اور اطاعت کا یہاں تک عورت کو حکم دیا گیا ہے اپنے خاوند کی اطاعت کا کہ نبوت ارشاد فرما رہی ہے کہ اگر سجدہ رب کے سوا کسی کو جائز ہوتا تو میں عورت کو حکم کرتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ نبوت کا یہ ارشاد اس بات کی نشاندہی کر رہا ہے کہ عورت کو اپنے خاوند کی ہر درجہ اطاعت کرنی چاہئے، مطلوب یہ ہے کہ عورت کو خاوند کی اہمیت سمجھا دی جائے کہ تُو نے کس حد تک اس کی اطاعت کرنی ہے لیکن ایک وقت ایسا آتا ہے کہ وہی عورت اپنے حقوق کے تحفظ کی جنگ اپنے خاوند کے مقابلے میں لڑتی ہے اور اسے کوئی بُرا نہیں کہتا اور نہ کہنا چاہئے کیونکہ میں نے کہا کہ حقوق کی جنگ بڑی مقدس جنگ ہے۔

مثلاً خاوند کہیں اور منہ کالا کرتا ہے تو اس کی بیوی کچھ دنوں تک گھر میں رہ کر اسے شرم دلاتی ہے کہ تیرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں حیا کر، اگر وہ اس میں کامیاب نہیں ہوتی پھر اس گھر میں رہ کر وہ خاوند سے بول چال بند کر کے ایک طرح کا احتجاج کرتی ہے کہ کسی طرح یہ باز آ جائے۔ اگر پھر بھی وہ باز نہیں آتا تو یہ خاوند کا گھر چھوڑ دیتی ہے اور اپنے والدین کے ہاں چلی جاتی ہے مہینہ دو مہینے چھ مہینے سال تک انتظار کرتی ہے شاید اُسے شرم آئے لیکن اگر وہ پھر بھی باز نہیں آتا تو برادری کے لوگ رشتہ دار، محلہ دار، علاقے کے لوگ درمیان میں پڑ جاتے ہیں اور ایک کوشش شروع ہوتی ہے کہ کسی طرح میاں بیوی کے حالات درست ہو جائیں، اگر وہ خاوند پھر بھی اپنی عادت نہیں بدلتا تو یہ عورت تمام تر فرمانبرداری کے باوجود اپنے خاوند کو عدالت کے کٹہرے میں کھڑا کرتی ہے اور کہتی یہ ہے کہ میرا اور اس کا اب گزارا نہیں ہو سکتا، میں اس سے جدائی چاہتی ہوں، میں اپنے گھر یہ اپنے گھر۔ حد ہوتی ہے اپنے حقوق کی پائمالی دیکھنے کی، اب پانی سر سے گزر گیا ہے۔

کیا ایسے حالات میں اس عورت کو اپنے حقوق کے تحفظ کے لئے خاوند سے مقابلہ کرنے کا حق ہے یا نہیں ہے؟

برا کر رہی ہے اچھا؟..... جی؟..... ایسے حالات میں اسے خاوند کی بغاوت کرنا ضروری اور لازمی تھا اور اس نے اپنا حق استعمال کیا اور اسے کرنا چاہئے تھا۔

آپ چھوٹے بچے کو لیجئے، وہ بھی اپنا حق سمجھتا ہے۔ حقوق کو پہچانتا ہے، بالکل چھوٹا بچہ اور صرف پہچانتا ہی نہیں بلکہ جب یہ دیکھتا ہے اپنی فہم کے مطابق کہ میرے حقوق پائمال ہو رہے ہیں تو وہ چھوٹا بچہ بھی اپنے حقوق کی پامالی برداشت نہیں کر سکتا، چیختا ہے چلاتا ہے، دیوار میں ٹکریں مار کر اپنے حقوق کے تحفظ کی آواز بلند کرتا ہے۔

CamScanner

مثلاً ایک شخص کے دو بچے ہیں، ایک کی عمر پانچ سال ہے ایک کی تین سال۔ سمجھانے کے لئے عرض کر رہا ہوں۔ وہ صبح سکول جاتے ہوئے پانچ سالہ بچے کو دو روپے خرچے کے دیتا ہے اور اس تین سالہ بچہ کو نہیں دیتا۔ اب یہ تین سالہ بچہ اس چیز کو سمجھتا ہے کہ اس میرے بھائی کا اور میرا خون ایک ہے۔ ہم نے جہاں سے دودھ پیا وہ جگہ ایک ہے، اور جس پیٹ میں ہم ایک عرصے تک رہے ہیں وہ پیٹ ایک ہے اور جس گود میں پرورش پائی ہے وہ گود ایک ہے۔ اور جس گھر میں رہتے ہیں وہ گھر ایک ہے۔ تو پھر میرا باپ یہ تفریق کیوں کرتا ہے کہ اسے پیسے دیتا ہے اور مجھے نہیں دیتا۔

اس تفریق پر وہ تین سالہ بچہ احتجاج کرتا ہے۔ چیختا اور رونا شروع کرتا ہے، گھر کے برتن توڑتا ہے، دروازے توڑتا ہے، دیوار میں ٹکریں مارتا ہے، فرش پر لیٹتا ہے کہ مجھے پیسے کیوں نہیں دیئے، یہ بچے کا اپنی سوچ اور عقل کے مطابق باپ کے مقابلے میں احتجاج ہے۔ ایک تین سالہ بچہ بھی اپنے حقوق کی پامالی برداشت نہیں کرتا، کیا میری قوم، سنی قوم اس تین سالہ بچے سے بھی گئی گزری ہے کہ بیالیس سال گزر گئے آج تک تم نے اپنے حقوق کی آواز بلند نہیں کی۔

پاکستان کو قائم ہوئے پاکستان کو صفحۂ ہستی پر آئے بیالیس سال کا طویل عرصہ گزر گیا ہے۔ جسے نصف صدی کہہ لینا چاہئے، لیکن اس طویل عرصہ میں آج تک سنی قوم نے بحیثیت قوم کے اپنے حقوق کا نہ تحفظ کیا ہے نہ حاصل کئے ہیں۔ ہم پاکستان میں اکثریت میں رہتے ہیں، اکثریتی بنیاد پر ہمارا حق تھا اور ہے کہ اکثریتی قوم کے نقطہ اور نظریے کے خلاف پاکستان کی دھرتی پر نہ زبان کھل سکے نہ قلم اٹھ سکے۔ یہ ہمارا حق ہے، بنیادی حق ہے لیکن آج پاکستان میں ہمیں یہ ہمارا حق نہیں دیا گیا کہ دشمنانِ دین وملت نے ہمارے ان حقوق کو پامال کرتے ہوئے ہمارے ان مذہبی جذبات پہ کفر کی چھری چلائی ہے اور جب ہم اس ظلم کے خلاف بولتے ہیں اور اپنی مظلومیت کا اظہار کرتے ہیں تو الٹا دشمن شور ڈال کر مظلوم بننے کی کوشش کرتا ہے۔ مثلاً جب ایک شخص صحابیٔ رسول، یارِ غارِ پیغمبر، جانشینِ رسول، رفیقِ ہجرت، رفیقِ غار، رفیقِ مزار، سب سے پہلے مسلم سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو قادیانی کے برابر کہے۔

ایک شخص سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو یہ گالی دیتا ہے کہ ابوبکرؓ اور مرزا غلام احمد قادیانی دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے، اس لکھنے والے کو یا اس قماش کے لوگوں کو ہم کافر کہتے ہیں، تو بھی چیختا اور چلاتا ہے، حکومت بھی چیختی اور چلاتی ہے، زمین سر پہ اٹھالی جاتی ہے کیوں جی؟ دیکھو فرقہ واریت پھیل گئی۔ بڑا امن تھا، بڑا آرام تھا۔ یہ کیا ہو گیا۔ لیکن میں آپ سے پوچھتا ہوں آپ نے مرنا ہے، اپنی قبر میں جانا ہے، جس شخص نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو قادیانی کے برابر لکھا ہو اس کے کفر میں کوئی شک ہے؟

آپ بتائیں میں اسے کافر نہ کہوں تو کیا کہوں؟ میں انصاف آپ سے مانگتا ہوں، میں آج تھوڑی سی طرز بدلتا ہوں اپنی گفتگو کی۔ میں نے کہا میں تم سے انصاف کی بھیک مانگتا ہوں کہ میں کیا کہوں ایسے حالات میں ایسے لوگوں، ایسے طبقہ، ایسی جماعت، ایسے فرقہ، ایسے ٹولہ کو میں کیا کہوں کیا سمجھوں؟..... کیا کانوں میں کپاس ڈال کر سو جاؤں؟..... میں نے سوال صرف یہ کیا ہے کہ اس شخص کے کفر میں شک ہے؟..... جتنا مجمع یہاں بیٹھا ہے تو اس میں کسی ایک فرد کو اگر شک ہو تو وہ ہاتھ کھڑا

کر کے کہے کہ اس عقیدے کے باوجود بھی ہم اسے مسلمان سمجھیں گے، وہ ہاتھ کھڑا کرے جرأت کے ساتھ۔ سنی مسلمانوں سے میری اپیل ہے کہ اس کا ضمیر، اس کا عقیدہ ایمان اسے اجازت دیتے ہیں کہ وہ اس کے باوجود بھی اس کو مسلمان سمجھے جائے اور اس کے ساتھ رشتہ ناطہ قائم کرے؟.....

آپ کے اس ہزاروں پر مشتمل مجمع میں سے کوئی ایک آدمی آواز بلند کرے یا ہاتھ کھڑا کرے کہ ہم اس عقیدے کے باوجود بھی مسلمان سمجھیں گے۔ اس کے ساتھ کھائیں گے پئیں گے، رشتہ لیں گے، رشتہ دیں گے، جنازہ پڑھیں گے اور اس کو اپنے جنازوں میں شامل کریں گے۔

کوئی ایک آدمی اخلاقی جرأت کر کے بتلادے کہ اس عقیدے کے باوجود ہم اسے مسلمان جانتے ہیں۔ بڑی صاف سی بات ہے بڑی کھلی، کوئی صوفی کوئی غیر صوفی، کوئی دیہاتی کوئی شہری جس کا ضمیر اس کی اجازت دے رہا ہے۔ اس طرح ایک بات اور پوچھتا ہوں کہ اگر آپ کا ضمیر یا غیرت اس بات کی اجازت دیتی ہے کہ یہ الفاظ چودہ سو سال بعد جانشین رسول کے لئے پاکستان کی دھرتی پر تحریر ہوتے رہیں؟.....اور ہمیں چپ رہنا چاہئے؟.....اگر آپ کی عزت اس کی اجازت دیتی ہو تو وہ بھی آپ بتادیں، کوئی آدمی ہاتھ کھڑا کر کے بتادے کہ یہ ہونا چاہئے، لکھا جانا چاہئے؟

یہی ہمارا جرم ہے، اسی جرم پر حکومت مجھے مارتی ہے اور اس جرم پر حکومت میرے ساتھیوں کو مارتی ہے، اس جرم پر آپ کے ضلع میں گذشتہ محرم میں میرا ڈیڑھ سو ساتھی گرفتار رہا ہے لیکن میں اپنے رب پہ بھروسا کر کے کہہ دینا چاہتا ہوں کہ وہ وقت آئے گا جس دن ہم چن چن کے ایک ایک سے انتقام لیں گے۔ کس جرم میں ہر تقریر پہ کیس، ہر احتجاج پر مقدمہ، آخر کس جرم میں؟..... تشدد سے تحریکیں دبتی نہیں اُبھرتی ہیں، یہ بھول ہے حکومت کو یا بھول ہے ابنِ سبا کی ذریتِ نجس کو کہ اس طرح تشدد سے تحریک دب جائے گی۔ نہیں!!

سپاہ صحابہ صدیق رضی اللہ عنہ کے دشمن کا بیج مٹانے کے لئے اٹھی ہے بیج بیج، نسل نسل ناپید کرنے کو ہم میدانِ عمل میں اُترے ہیں۔ وہ نسل ہم آج ناپید کر سکیں گے یا کل ناپید کر سکیں گے، ہم سے نہیں ہو سکے گی تو آنے والی ہماری نسل صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دشمن کا بیج مٹا کر دم لے گی۔ ان شاء اللہ

(نعرے.....کافر کافر شیعہ کافر)

میں نے نام تو نہیں لیا ابھی کہ میں کن سے مخاطب ہوں۔ لیکن اتنی تو داد دی جائے کہ شعور خود بخود قوم میں پیدا ہوا ہے۔ میں اب ذکر کروں یا نہ کروں لیکن چور کو لوگ اب خود بخود تلاش کر لیتے ہیں۔ دشمن کو خود بخود پہچان لیتے ہیں اور بڑے نہیں چھوٹے چھوٹے پہچان لیتے ہیں کہ ہمارا دشمن کون ہے، ڈاکو کون ہے، چور کہاں ہے!

میں آج اس طرز سے گفتگو کر رہا ہوں کہ فیصلہ آپ سے لوں کہ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔ میری ہزاروں تقریریں اس عنوان سے ہیں کہ فیصلہ میں نے خود دیا ہے، دلائل بھی خود فیصلہ بھی خود۔ آج دلائل میں دوں گا فیصلہ آپ دیں گے۔ انصاف آپ پہ، جو فیصلہ دیں گے ہم اسے قبول کریں گے۔

CamScanner

آپ کہیں گے کہ کان میں تیل ڈال کر سو جاؤ، سو جاتے ہیں۔ آپ کہیں گے گونگے شیطان بن جاؤ، اگر آپ کا انصاف، غیرت مندی، اس بات کی اجازت دیتی ہے تو آپ ہمیں کہو چلو ہم چپ ہو جاتے ہیں۔ آپ اگر مخلوق انسانی ہیں تو ہم بھی مخلوق انسانی ہیں، اگر آپ کو رات کی نیند اچھی لگتی ہے تو ہمیں بھی نیند اچھی لگتی ہے۔ اگر آپ کے بچے ہیں تو ہمارے بھی بچے ہیں، ہم بھی کوئی آسمانی مخلوق یا جن نہیں۔ اگر ہم مار برداشت کر سکتے ہیں تو تم کیوں برداشت نہیں کر سکتے۔

ایک چھوکرا معاشقہ بازی میں جیل کاٹ سکتا ہے تم صدیق رضی اللہ عنہ کی آبرو کے تحفظ کیلئے کیوں جیل نہیں کاٹ سکتے؟ ایک نقب زنی کر کے، چوری کر کے، ڈاکہ مار کے اگر نوجوان قید کاٹ سکتا ہے تو تم اپنی امی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے دوپٹے کا تحفظ کرنے کے لئے کیوں قید نہیں کاٹ سکتے؟.....وجہ؟.....

تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ جو شخص یہ لکھتا ہے کہ معاذ اللہ ابوبکر صدیق اور مرزا غلام احمد قادیانی میں کوئی فرق نہیں ہے، اس لکھنے والے کے کفر میں شک ہے؟ اگر ایسے شخص کو کافر کہہ دیا جائے تو جرم ہے؟.....اونچی آواز سے جواب دو۔ توجہ کیجئے۔ آپ کہیں گے کہ شاید میں ویسے ہی کہہ رہا ہوں۔ یہ کتنی موٹی کتاب ہے، یہ آپ کی غیرت کو جھنجھوڑنے کیلئے عرض کر رہا ہوں۔ ''جاگیر فدک'' کے نام سے یہ کتاب چھپی ہے اور لاہور سے چھپی ہے۔ چھاپنے والا لاہور کا ایک مدرسہ جامعۃ المنتظر کا مدرس ہے اور یہ کتاب کے آخر میں جو لفظ استعمال کرتا ہے اردو زبان کے، میں ہر شخص کو دعوت دوں گا کہ اپنی زبان سے پڑھ بھی لے اور اپنی آنکھوں سے دیکھ بھی لے، اگر کسی کو میری زبان پہ یقین نہ آئے۔ ''اگر اہل دنیا نے ثلاثہ کو امام بنایا ہے تو مرزا قادیانی کو بھی اہل دنیا نے امام بنایا ہے۔ جناب ابوبکر اور مرزا غلام احمد قادیانی میں کوئی فرق نہیں۔''

میں جب اس قسم کی کفریہ عبارتیں پڑھتا ہوں تو یقین جانئے میرے جذبات قابو میں نہیں رہتے اور میری تقریر اس وقت تلوار سے زیادہ تیز ہوتی ہے لیکن آج میں بہت سارا اپنے جذبات پر جبر کر کے انصاف آپ پہ چھوڑنا چاہتا ہوں۔ سرکاری فرشتہ بھی موجود ہوگا، اسے بھی کہنا چاہتا ہوں کہ اگر تجھے غیور ماں نے جنا ہے تو تمہیں بھی ہمارا ساتھ دینا چاہئے، اگر نور جہاں کے بیٹے نہیں ہو، کسی عفت مآب ماں کی گود میں تم نے پرورش پائی ہے تو تمہیں بھی ہمارا ساتھ دینا چاہئے۔

یہ کتاب لاہور سے چھپی ہے، صوبائی دارالحکومت سے چھپی ہے۔ میاں نواز شریف کے گھر (ماڈل ٹاؤن لاہور) سے چھپی ہے، میں نے کہا ہے اس بے ایمان کو کہ ایسا لکھو؟.....

میں نے کہا ہے اس شیطان کے نطفہ کو کہ ایسی بکواس کرو؟.....

میں نے کہا ہے کائنات کے کالے کافر کو کہ صدیق اکبر کو قادیانی کے برابر لکھو؟.....

اور جس نے جب لکھ دیا ہے تو آپ سے میں نے صرف انصاف کا مطالبہ کیا ہے کہ مجھے لائن دو کہ اسے میں کیا کہوں اور ایسے حالات میں چپ کر کے گھر بیٹھ جاؤں؟ آرام کی نیند سو جاؤں یا اس کفر کی راہ میں رکاوٹ بننے کے لئے کوئی اقدام کروں؟.....میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں، پھر رکاوٹ کس طرح کی ہوگی، اس طرح رکاوٹ ہوگی کہ آپ ساتھ بھی نہ دیں؟ نہ اس طرح ہم اس کفر کی راہ میں رکاوٹ بن جائیں گے؟.....آپ کے اسی ضلع میں تین مہینے میری جماعت کے دو

رہنما ملک اسحٰق اور مولانا غلام کبریا نظر بند رہے ہیں اور تم چین کے ساتھ اپنا سودا بیچتے ہو، اس طرح اس کفر کی راہ میں رکاوٹ بنا جائے گا؟.....

تو پھر کیوں ساتھ نہیں دیا تم نے؟.....

تو پھر کیوں تم سڑک پہ نہیں آئے؟.....

تو پھر کیوں تم نے گھیراؤ نہیں کیا؟.....

کیوں نے تم ظالموں کے دفاتر کے دروازے نہیں توڑے؟..... وجہ؟..... یتیموں کی طرح جو کوئی ہمیں چاہے اٹھا لے، کیا ہم لاوارث ہیں؟..... انصاف چاہتا ہوں صرف آپ سے..... اس کفر کی موجودگی میں ہمیں میدان میں نکلنا چاہئے یا نہیں؟..... آپ کی غیرت، آپ کا مذہب، آپ کا ضمیر اگر اس کی اجازت دیتا ہو کہ میدان میں نہیں نکلنا چاہئے ہم نہیں نکلتے ہیں۔ اگر آپ کا ضمیر آپ کی غیرت اجازت دے کہ نکلنا چاہئے تو پھر ہم تنہا کیوں نکلیں، تم بھی ساتھ نکلو!!

اس حد تک ظلم، اس حد تک بے حیائی، کیسے جرأت ہوئی ایک کافر کو، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ گالی دینے کی کہ غلام احمد قادیانی اور ابوبکر صدیق میں کوئی فرق نہیں۔ اب یہ کتاب یہ لٹریچر یہ تحریر پاکستان میں چھپتی ہو اور اگر کسی ضلع کا ڈپٹی کمشنر اور ایس پی مجھے کہے مولانا آپ ذرا صبر کیجئے، روس کھڑا ہے، امریکہ کھڑا ہے، فلاں کھڑا ہے۔ روس اس سے بڑا کافر ہو گا؟..... گورباچوف نے یا امریکہ کے صدر نے کافر ہونے کے باوجود ایسی جسارت کبھی نہیں کی جو پاکستان میں رہنے والے رُشدی ابلیس کی نسل کر رہی ہے۔

میں تو صرف آپ سے انصاف مانگ رہا ہوں کہ آپ اس پر کیا فتویٰ دیتے ہیں۔ آپ کی اس پر رائے کیا ہے۔ ایک ہوتا ہے میں خود اپنی رائے کا اظہار کروں کہ میں ایسے لوگوں کو کیا سمجھتا ہوں، ایک ہے آپ سے پوچھوں آپ ایسے لوگوں کو کیا سمجھتے ہیں۔ آج انصاف آپ پر ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ کل پھر کسی شخص کو مجھے گالی نہیں دینی چاہئے، جو میں کہتا تھا وہی آپ کہہ رہے ہیں۔

جس شخص کے دل میں رَتی بھر بھی ایمان یا غیرت ہے وہ اس کفریہ عبارت پر کبھی خاموش نہیں رہ سکتا۔ بے غیرت آدمی کے لئے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ میں غیرت مند انسان کی بات کر رہا ہوں کہ وہ یہ سننے کے بعد کبھی چپ نہیں رہ سکتا یعنی رسالت مآب ﷺ نے پہلو میں اس شخص کو سلایا ہوا ہے جو قادیانی جیسا ہے، ایک مسلمان کی غیرت گوارا کر سکتی ہے؟.....

ایسا کیوں ہوا؟..... یہ کفر، یہ ظلم پاکستان میں کیوں جاری ہے؟..... میں نے عرض کیا ہے جب سے پاکستان بنا ہے بیالیس سال ہو گئے، پاکستان کو معرضِ وجود میں آئے ہوئے، تم نے آج تک اپنے حقوق کی جنگ نہیں لڑی۔ ہمارا حق تھا اور ہے کہ ہم اکثریت میں ہیں کوئی شخص بھی اکثریت کے جذبات مجروح نہ کر سکے۔ یہ ہمارا حق تھا یا نہیں؟..... آج بھی حق ہے یا نہیں؟..... پھر یہ حق ہم نے لے لیا ہے؟..... جی؟.....

ہر پاکستانی کا حق ہے اس کی جان و مال عزت و آبرو محفوظ رہے، حق ہے آپ کا۔ آپ کو ماں بہن کی گالی ملتی رہے،

جی؟..... آپ کی جائیداد لوگ کھا جائیں آپ کی دکان لوٹ لیں آپ کو کسی میں سے کوئی مار دے برداشت ہے؟.....

آپ کا حق ہے آپ کو یہ ملنا چاہئے کہ مال کی حفاظت ہو، جان کی حفاظت ہو، آبرو کی حفاظت ہو، یہ حق ہے یا نہیں؟..... اگر آپ کو اپنی جان و مال اور دکان کی حفاظت کا حق ہے کہ اس میں تحفظ دیا جائے تو اصحاب رسول کا آپ پر کوئی حق نہیں ہے، کہ ان کی آبرو کا تحفظ بھی آپ کو دیا جائے۔ پھر دیا گیا ہے یہ تحفظ؟.....

یہی تحفظ ہے کہ پاکستان کا کوئی چوڑھا اُٹھ کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو قادیانی کے برابر کافر لکھ دے۔ معاذ اللہ یہ حق ہے؟..... بیالیس سال گزر گئے اور یہ بنیادی حق تم آج تک حاصل نہ کر سکے۔ اگر سنی قوم بیدار ہو جاتی اور اپنا یہ حق حاصل کر چکی ہوتی تو آج ملکی قانون ایسے بدمعاش کو تختۂ دار پر لٹکا دیتا۔ لیکن نہ تم نے اپنے حقوق کی جنگ لڑی نہ ملکی قوانین میں تبدیلی آئی نہ ترمیم آئی۔

یہاں تک کہ تم اپنے مذہبی عقائد و نظریات کو بھی بیالیس سال میں تحفظ نہیں دلا سکے ہو۔ اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ ہم نے اس طرف توجہ ہی نہیں کی، سوچا تک نہیں ہے آپ کی کیا رائے ہے کہ پاکستان کے قانون میں یہ ترمیم نہیں ہونی چاہئے کہ جو اصحاب رسول کو گالی دے تو اسے تختہ دار پر لٹکا دیا جائے۔ ہوئی ہے یہ ترمیم؟..... تو کیا اسی صورت میں ہوگی کہ آپ صدیق رضی اللہ عنہ کے دشمن کو ووٹ دے کر اسمبلی میں بھیجتے رہیں؟.....

آپ کو یہ تبدیلی لانا پڑے گی۔ حق ہے یہ ہمارا کہ ہم یہ تبدیلی لائیں پاکستان واضح سنی اکثریت پر مشتمل ملک ہے۔ بین الاقوامی اصولوں کے مطابق ہمارا حق بنتا ہے کہ پاکستان کا صدر، وزیر اعظم، ہائی کورٹ کا چیف جسٹس، فوج کا سربراہ، سیکرٹری دفاع اور وزیر خارجہ سنی العقیدہ مسلمان ہونے چاہئیں۔ یہ ہمارا حق ہے۔ کیوں حق ہے؟ ہم اکثریت میں ہیں، اکثریت کا حق ہے کہ پاکستان کی کلیدی آسامیوں پر فائز ہوں، کلیدی پوسٹوں پر اکثریت کا برسر اقتدار آنا اس کا حق ہے۔ پڑوسی ملک ایران میں یہ حق دے دیا گیا ہے ایران کے آئین میں لکھا ہے کہ ایران کا صدر، وزیر اعظم ہمیشہ ہمیشہ شیعہ اثنا عشری رہے گا۔ ذرا توجہ کی جائے ایران میں ۳۳ فیصد سنی مسلمانوں کو ایران کا صدر ایران کا وزیر اعظم بننے کا حق نہیں دیا گیا، ایرانی آئین کہتا ہے کیونکہ ایران میں شیعہ کی اکثریت ہے لہٰذا ایران کا صدر وزیر اعظم، مجلس خبرگان کا ممبر شیعہ اثنا عشری ہونا لازمی ہے اور یہ بھی لازمی ہے کہ ایران کا سرکاری مذہب شیعہ اثنا عشری ہوگا۔ یہ دونوں چیزیں ایران کے آئین میں طے کر دی گئی ہیں۔

اس بنیاد پر میں کہنا چاہتا ہوں کہ جہاں اہل سنت ۳۳ فیصد ہیں اور شیعہ ۶۷ فیصد ہیں وہاں اگر اہل سنت کو عدم اکثریت کی بنیاد پر صدارت یا وزارت عظمیٰ کا عہدہ نہیں دیا جا سکتا تو پاکستان میں شیعہ صرف ۲ فیصد اور سنی ۹۸ فیصد تو اتنی بڑی واضح سنی اکثریت کے باوجود پاکستان میں شیعہ کو صدر یا وزیر اعظم کا عہدہ کس اخلاقی ضابطہ کے تحت دیا جا سکتا ہے؟ اگر ایران میں سنی مسلمان صدر نہیں بن سکتا تو پاکستان میں شیعہ صدر کیوں بن سکتا ہے؟.....

اگر ایران میں سنی وزیر اعظم نہیں بن سکتا تو پاکستان میں شیعہ وزیر اعظم کیوں بن سکتا ہے؟.....

CamScanner

ہمیں یہ ہمارا بنیادی حق بیالیس سال سے کیوں نہیں دیا گیا؟.....

ہم اپنا یہ حق لینا چاہتے ہیں کہ جس طرح ایرانی آئین میں اہل سنت کو صدارت اور وزارت عظمیٰ کے عہدے پر آنے سے روک دیا گیا ہے اور شیعہ اکثریت نے اپنی اکثریت کا فائدہ اٹھایا ہے اسی طرح پاکستان میں اہل سنت اکثریت کی بنیاد پہ یہ حق رکھتے ہیں کہ پاکستان کا صدر اور وزیر اعظم سنی العقیدہ مسلمان ہونے لازمی ہیں اور ہمارے اس حق کی ضمانت پاکستان کے آئین میں آنی چاہئے۔

ہم اس حق کی جنگ لڑ رہے ہیں، آج بھی لڑ رہے ہیں زندہ رہے تو کل بھی لڑیں گے جب تک ہم سے اپنے حقوق کی جنگ لڑی جا سکی ہم لڑیں گے۔ خواہ کتنی مشکلات سے گزر کر ہمیں یہ جنگ لڑنی پڑے اور میں سنی قوم کو کہتا ہوں کہ ہمارا ساتھ دو۔ ہم یہ اپنا بنیادی حق کیوں حاصل کرنا چاہتے ہیں؟..... سندھی اپنا حق مانگتا ہے، مہاجر اپنا حق مانگتا ہے، پختون اپنے حق کی آواز بلند کر رہا ہے۔ پختون کے کیا حق ہیں، سندھی کے کیا حقوق ہیں؟..... زبان کی بنیاد پر اگر حق بن گئے زبان کی بنیاد پر..... ایک اردو بولتا ہے تو کہتا ہے میرا حق الگ ہے، ایک سندھی بولتا ہے تو کہتا ہے میرا حق الگ ہے، ایک پشتو بولتا ہے تو کہتا ہے کہ میرا حق الگ ہے۔ ایک سرائیکی بولتا ہے تو سرائیکی صوبہ کے عنوان سے حق الگ مانگتا ہے۔ اگر ایک پنجابی بولتا ہے تو وہ پنجابی زبان کی بنیاد پر حق مانگتا ہے۔ یہاں زبانوں کی بنیاد پر حق مانگے جا سکتے ہیں تو مذہب اور عقیدہ کی بنیاد پر حقوق کیوں نہیں مانگے جا سکتے؟..... وجہ بتلائیں آپ!

حالانکہ زبان کی بنیاد پر کوئی قوم قوم کہیں نہیں بنتی۔ زبان کی بنیاد پر تو کوئی حقوق نہیں ہوتے، زبان تو ایک بولی ہے خواہ کوئی بولتا رہے۔ مذہب تو ایک حق ہے، عقیدہ ہے، دین ہے، مذہب کی بنیاد پر قومیں جدا ہوتی ہیں، زبانوں کی بنیاد پر قومیں جدا نہیں ہوتیں۔ مذہب کی بنیاد پر جدائی ہے۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں:

ما کان اللّٰہ لیذر المومنین علیٰ ما انتم علیہ حتّٰی یمیز الخبیث من الطّیّب.

اللہ نہیں چاہتا کہ مومنین کو اس حال میں چھوڑ دے کہ خبیث اور طیب اکٹھے رہیں، طیب کو الگ کیا جائے گا خبیث کو الگ کیا جائے گا۔

مذہب کی بنیاد پر قوموں میں تفریق ہوتی ہے، عقیدے نظریے کی بنیاد پر قوموں میں تفریق ہوتی ہے زبانوں کی بنیاد پر تو تفریق نہیں ہوتی۔ یہاں قوم زبان کی بنیاد پر جنگ لڑ رہی ہے لیکن جب ہم عقیدے کی بات کرتے ہیں تو تمام سیاستدان چیختے ہیں اور چلاتے ہیں کہ فرقہ واریت ہو گئی، عام لوگ چیختے چلاتے ہیں، حکومت چیختی چلاتی ہے کہ فرقہ واریت پھیل رہی ہے، یہ فرقہ واریت نہیں ہے دین ہے۔ اور میں یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو گالی دے یا معاذ اللہ قادیانی کی طرح ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سمجھتا ہو وہ فرقہ نہیں ہے وہ کائنات کا بدترین کافر ہے۔ ہم کفر کو فرقہ نہیں سمجھتے۔

میں عرض یہ کر رہا تھا کہ ہم اپنے حقوق کی جنگ لڑ رہے ہیں جو جنگ لڑنے کا ہمیں بنیادی حق ہے۔ اگر ایران میں سنی صدر یا وزیر اعظم نہیں بن سکتا تو پاکستان میں شیعہ صدر اور وزیر اعظم نہیں بن سکتا۔ کیوں نہیں بن سکتا؟..... وہاں شیعہ کی

اکثریت ہے اور یہ بھی کہتا جاؤں کہ ایران سنی العقیدہ مسلمان ملک تھا اس ملک کو فتح میرے اور آپ کے مرشد سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کیا تھا، کوئی شک ہے اس میں؟..... جی؟..... آج وہاں شیعہ اکثریت کیوں بن گئی؟..... سنی اقلیت میں کیوں آ گئے کبھی آپ نے اس نقطہ پر غور کیا ہے صفوی شیعہ دور میں سنیوں کا بیج مٹایا گیا۔ اہل سنت کا ایران میں قتل عام کیا گیا ہے جو سنی قتل ہو گئے، ہو گئے، جو بچ نکلے انہوں نے ملک چھوڑا۔ آج بھی ایران میں سنی کثیر تعداد میں سرحدی علاقوں پر رہائش پذیر ہیں۔

ایران کی یہ کیفیت کیوں ہے کہ ایک مکتبہ فکر کثرت کے ساتھ سرحدی علاقوں پر نظر آتا ہے، اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اس وقت سنی مسلمان اپنی جان بچا کر بھاگے اور اس ملک کی قریبی سرحدوں پر آباد ہو گئے، کچھ عرصہ بعد وہ ان علاقوں میں شامل ہو گئے۔ آج ان علاقوں میں سنی موجود ہیں ورنہ صفوی دور حکومت میں اہل سنت کو بالکل صفحۂ ہستی سے مٹانے کے پروگرام بنا لیے گئے تھے اور مٹایا گیا۔ آپ نے چند روز پہلے ایرانی انقلاب کی تفصیلات پڑھی ہیں جو اخبار جنگ نے شائع کی ہیں۔ ایرانی حکومت نے اپنے انقلاب کی تفصیلات خود بتلائی ہیں۔ اس نے ایک سرخی قائم کی ہے کہ ''ایران میں اہل سنت کا قیام''۔ موجودہ ایرانی حکومت شاہِ ایران کا ظلم بتلاتی ہے۔ وہ ظلم کیا بتلایا ہے، توجہ رہے ذرا میری طرف۔ یعنی شاہ کے دور میں ایران میں سنیوں پر کتنا ظلم ہوا، یہ موجودہ ایرانی حکومت خود بیان کرتی ہے۔ لکھا یہ ہے کہ سنی مسلمان ایران میں مسجد نہیں بنا سکتے تھے، مدرسہ نہیں بنا سکتے تھے، اگر کوئی اپنے عقیدہ کی تبلیغ کرتا تھا تو شاہِ ایران اس پر تشدد کرتا تھا، سنی بچے کالجز اور یونیورسٹیز میں داخلہ نہیں لے سکتے تھے، جس بستی میں سنی زیادہ آباد ہوں اس بستی کو بجلی اور پانی تک مہیا نہیں کیا گیا۔

موجودہ ایرانی حکومت نے ایران کیے گئے سنیوں پر ظلم کی، جو شاہِ ایران کے دور میں ہوا تفصیل خود بیان کی ہے۔ میں اس پر یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اب وہاں پر سنی قوم پر ظلم کس لئے کیا جا رہا ہے؟ شاہِ ایران ایک آزاد دنیادار حکمران تھا جو مذہب کے ساتھ اتنی وابستگی نہیں رکھتا تھا جتنی ایک مذہبی آدمی یا ملا رکھا کرتا ہے، اگر ایک آزاد شیعہ حکمران نے اہل سنت کو اس طرح وہاں ذبح کیا ہے، آج تو ایران میں ملاؤں کی حکومت ہے جو سب سے زیادہ تنگ نظر ہیں۔ وہ کیسے آج وہاں سہولتیں فراہم کر سکتے ہیں۔ ایران کا سُنی کسمپرسی کی زندگی گزارتا رہا، تمہارے کان بھی ہیں، تم داڑھی سفید کئے بیٹھے ہو، میں بھی نصف داڑھی سفید کر چکا ہوں، میں آپ سے پوچھتا ہوں کوئی آپ کے ملک میں منظم آواز ان سنی مظلوم بھائیوں کی حمایت میں آج تک اٹھی ہے؟.....

ان کے بچے کالجز میں داخل نہ ہوں تم چپ رہے.....

ان کو پانی اور بجلی تک مہیا نہ کی گئی اور تم چپ رہے.....

انہیں مسجدیں بنانے کی اجازت نہ دی گئی تم چپ رہے.....

انہیں مدرسے بنانے کی اجازت نہ دی گئی اور تم چپ رہے؟.....

انہیں مذہب کی تبلیغ کرنے کی اجازت نہ دی گئی تم خاموش رہے.....

نہ تم پاکستان کے اندر رہ کر اپنے حقوق مانگتے ہو نہ کسی دوسرے ملک میں اپنے کسی ہم مسلک کو تحفظ فراہم کرنے کو تیار

ہو، تم بتاؤ کہ تاریخ تمہیں کس طرز کی قوم لکھے گی؟ تم کیسی قوم ہو، تاریخ تمہیں کیا مقام دے گی؟ اپنا مقام خود متعین کرو۔

شام میں آج سنی اکثریت پھر سسکیاں لے رہی ہے، حافظ الاسد اسماعیلی شیعہ ہے، اس نے سنیت کا بیج مٹانے کا عزم کر رکھا ہے۔ شام کے سینکڑوں علماء ہجرت پہ مجبور ہو گئے، بیسیوں علماء کو قتل کیا گیا ہے، اہل سنت کا قتل عام، شام میں آج بھی جاری ہے۔ کیا پاکستان کی ۹۸ فیصد سنی قوم شام کے سنی کے حق میں آواز بلند نہیں کر سکتی؟..... کیا پاکستان کی ۹۸ فیصد سنی قوم ایران کی ۳۳ فیصد سنی قوم کو اپنی حمائت کا یقین نہیں دلا سکتی؟..... وجہ؟..... اگر کشمیر کے حریت پسندوں کے لئے ہم اٹھ سکتے ہیں اور ہمیں اٹھنا چاہئے، شام کے سنی مسلمانوں پر کیے گئے ظلم کے خلاف بھی ہم اٹھ سکتے ہیں اور اٹھنا چاہئے۔

مزید کہتا ہوں لبنان کے سنی مسلمانوں کو شیعہ امل ملیشیا نے بلی اور کتے کا گوشت کھانے پر مجبور کر دیا۔ آپ نے اخبارات میں پڑھا ہوگا کہ لبنان کے سنی مسلمانوں نے پھر یہ فتویٰ دنیا بھر کے علماء سے طلب کیا تھا کہ کیا ہم جان بچانے کے لئے انسانی گوشت کھا سکتے ہیں؟ ہمارے بچے اور بھائی بھوک سے پیاس سے مرجاتے ہیں کیا ہم انہی کا گوشت کھا کر اپنی جان بچالیں؟ علمائے دین اور پوری دنیا کے علماء کیا ہمیں یہ گوشت کھانے کی اجازت دیں گے یا نہیں دیں گے؟؟

اخبارات چیخے، رسائل چیخے، لبنانی سنی مسلمان، لبنان کی سنی ماں تجھے پکارتی رہی لیکن تیری غفلت کی چادر نہ اُترنی تھی نہ اتری۔ آج مجھے بتاؤ کیا جرم ہے میں اس حق کی آواز بلند کرتا ہوں اور ان شاء اللہ پاکستان میں ایسی فضا اگر زندہ رہا تو تیار کروں گا کہ جو فضا ایران میں سنی کا تحفظ کرے، جو فضا شام میں سنی کا تحفظ کرے، جو فضا لبنان میں سنی کا تحفظ کرے، ہم ایسی فضا تیار کریں گے، ہم ایران کے سنی کو بغاوت پر اُکسائیں گے، بغاوت پر مجبور کریں گے اور ان کا تعاون ایران کی دھرتی پہ بیٹھ کے کیا جائے گا۔

ہم یہ فضا بنائیں گے۔ بنانی چاہئے یا نہیں؟..... آپ ساتھ دیں گے یا نہیں دیں گے؟..... (نعرے..... علامہ صاحب قدم بڑھاؤ ہم تمہارے ساتھ ہیں)

ہم یہ کرنا چاہتے ہیں، ہمارا یہ حق ہے کہ ایران کے سنی مسلمانوں پر ظلم بند کیا جائے۔ آج بھی مزیدار بات یہ ہے کہ موجودہ ایرانی حکومت نے شاہِ ایران کا ظلم تو بتلایا جو اہل سنت پر اُس نے کیا تھا لیکن اپنے ظلم پر پھر بھی پردہ ڈالا، ایک بات جو موجودہ ایرانی حکومت کے حلق میں اٹکی ہوئی ہے وہ ایک بہت بڑا سوال ہے جو پوری دنیا میں اٹھا کہ تہران جیسے دارالحکومت میں اہل سنت کی مسجد کیوں نہیں! آج بھی نہیں ہے، ایرانی حکومت کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں۔

مسجد کیوں نہیں بننے دیتے..... تہران کا سنی مسلمان آج اپنی عبادت گاہ سے محروم ہے۔ یہاں گلی گلی امام باڑے، یہاں قریہ قریہ بستی بستی امام باڑے اور اہل سنت رکاوٹ نہ بنے اور تہران میں مسلمانوں پر اس حد تک ظلم کہ وہاں سنی مسلمانوں کو مسجد تک تعمیر نہ کرنے دی جائے، آپ بتلائیں اگر آپ ان سنی مسلمانوں کے لئے سراپا احتجاج نہیں بنیں گے تو کون سی قوم ان کا تعاون کرے گی۔

ہمارا مذہبی فریضہ ہے، ہمارا بنیادی حق ہے کہ ہم اپنے مسلمان بھائیوں کی امداد کے لئے آواز بلند کریں۔ حریت

پسند کشمیریوں کے لئے، بابری مسجد کے لئے، ایران کے سنی مسلمانوں کے تحفظ کے لئے، لبنان اور شام کے مسلمانوں کے تحفظ کے لئے آواز بلند کرنا ہمارا بنیادی حق ہے اور اس کے لئے نظم وضبط کے ساتھ سنی قوم کو کھڑا کرنا یہ ہمارا حق ہے۔ ہمیں اس حق سے محروم کوئی کیوں کرتا ہے؟

گرامی قدر سامعین! میری گذارشات آپ کو سمجھ آئیں؟ (جی) عام تقاریر سے قدرے ہٹ کر ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ یہ سوچ بھی تو پیدا کریں کہ یہ کام کس نے کرنا ہے؟ اگر ہم نے نہیں کرنا۔ ہمارا حق ہے کہ پاکستان کی دھرتی پر ہمیں ہمارے حق دیئے جائیں۔ عرض یہ کر رہا ہوں کہ ہم زکوٰۃ دیتے ہیں، عشر دیتے ہیں، شیعہ نہ زکوٰۃ دیتا ہے نہ عشر دیتا ہے۔ ٹھیک کہہ رہا ہوں یا غلط؟ لیکن ہماری زکوٰۃ اور عشر کے پیسے شیعہ طلباء، شیعہ بیوگان، شیعہ غریب لوگ بڑے ٹھاٹھ سے لے رہے ہیں، دینے کے لئے تیار نہیں۔ اگر شیعہ کی زکوٰۃ سنی یتیم بچی پر نہیں لگ سکتی اگر شیعہ کی زکوٰۃ کا پیسہ ایک سنی بیوہ پر یا ایک سنی غریب طالب علم پر نہیں لگ سکتا تو بے غیرت قوم سنی نظر آتی ہے کہ اس کی کمائی، اس کی دولت ایک رافضی پہ لگتی ہے۔

ہمارا حق اس حد تک پامال کر دیا گیا ہے کہ پیسہ میرا، لگتا امام باڑے پر ہے۔ پیسہ میرا، لگتا اس لڑکے پر ہے جو پڑھنے کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو گالی دے رہا ہے۔ زکوٰۃ میری، عشر میرا اور اس زکوٰۃ اور عشر سے ایک وہ شخص پل اور پڑھ رہا ہے کہ جس نے کل سیدۂ کائنات، طیبہ، طاہرہ، ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو گالی دینی ہے۔ کتنا بدبخت ہوں سنیو میں کہ میرے پیسے سے پل کر ایک شخص میری ماں کو گالی دے۔ حکومت کے ظلم کی انتہا ہو گئی۔ جب شیعہ زکوٰۃ نہیں دیتا تو ہم سے لیتا کیوں ہے۔ ہمارا پیسہ اس پر مت خرچ کیا جائے۔ ہم اپنے اس حق کا بھی تحفظ کرنا چاہتے ہیں کہ سنی کی زکوٰۃ، عشر کو شیعہ، قادیانی اور کسی کافر پر مت صرف کیا جائے۔ یہ حق بنتا ہے یا نہیں؟ آپ بھی ساتھ دیں گے اس حق کو حاصل کرنے کے لئے؟..... کوئی ناجائز بات کر رہے ہیں ہم؟

فوج میں نشانِ حیدر ملتا ہے، بہادری کا نشان۔ کیا پیغمبر کی جماعت میں بہادر صرف حضرت علیؓ تھے؟..... مجھے حضرت علی کی بہادری، شجاعت، عفت، تقدس، دیانت سے کوئی اختلاف نہیں ہے لیکن یہ بات ضرور کہنا چاہتا ہوں اور جرأت کے ساتھ کہنا چاہتا ہوں کہ جس طرح علی رضی اللہ عنہ بہادر ہے اس طرح ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ بھی بہادر ہیں، ان کی جرأتیں، بہادری اور شجاعت کم نہیں ہے بلکہ بعض پہلوؤں میں صدیق رضی اللہ عنہ جرأت اور بہادری میں بڑھا ہوا ہے۔ بعض پہلوؤں سے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جرأت اور بہادری میں بڑھا ہوا ہے۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جسے رسالت پناہ ﷺ نے سیف اللہ کا خطاب دیا ہے اگر علی رضی اللہ عنہ اسد اللہ ہیں تو خالد رضی اللہ عنہ سیف اللہ ہیں، فوج میں صرف نشانِ حیدر کیوں؟..... نشانِ خالد کیوں نہیں؟.....

نشانِ عمرؓ، نشانِ ابوبکرؓ کیوں نہیں؟..... یہ تفریق کیوں کی گئی۔ سنی مسلمانوں کے جذبات کیوں مجروح کیے گئے۔ جہاں میری یہ خوشی ہے کہ نشانِ حیدرؓ چاہئے تھا، الحمدللہ، ٹھیک ہے، وہاں ہم اس تفریق کو برداشت نہیں کرتے، ہم بہادری کے نشان میں نشانِ ابوبکرؓ، نشانِ عمرؓ، نشانِ خالدؓ چاہتے ہیں۔ اور یہ اہل سنت کا حق ہے جو بیالیس سال میں ہمیں نہیں دیا گیا۔

CamScanner

ہم اپنے ان حقوق کی جنگ لڑیں گے چاہے تختہ دار تک جانا پڑے۔ کیوں نہ لڑیں اپنے حقوق کی جنگ، ظالمو تمہیں بیالیس سال ہو گئے ہمارے حق غصب کئے ہوئے، ہم اکثریت میں ہیں تم ہمیں پیٹتے ہو۔

اکثریت سسکیاں لے کر زندگی گزارے، اکثریت تمہارے دفاتر کے چکر کاٹتی رہے، جلسہ کریں یا نہ کریں، آخر کیوں؟..... آج وزیر اعظم شیعہ ہے، وزیر خارجہ شیعہ ہے، سیکرٹری دفاع شیعہ ہے، سیکرٹری داخلہ شیعہ ہے، سیکرٹری دفاع اجلال حیدر زیدی شیعہ، وزیر داخلہ یعقوب علی خان شیعہ، وزیر اعظم بے نظیر شیعہ، سیکرٹری داخلہ ایس کے محمود شیعہ..... سنیو تم بتلاؤ تم ان کے چوکیدار ہو؟..... بتلاؤ تم ان کے بوٹ پالش کرنے کے لئے پیدا ہوئے ہو؟.....

سنیو بتلاؤ کہ تمہیں تمہاری ماں نے اقلیت کی غلامی کے لئے جنا تھا یا سرداری کے لئے جنا تھا۔ سوچا کبھی تم نے؟ آج کیوں یہ کفر چھپتا ہے کیسے جرأت ہوئی کسی ملعون کو کہ وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو قادیانی کے برابر لکھے۔ اس کو جرأت اس وجہ سے ہوئی ہے کہ تم نے اپنے حقوق کی جنگ نہیں لڑی۔ تمہیں جو کچھ حاصل کرنا چاہئے تھا تم نے حاصل نہیں کیا ہے۔ جس کی وجہ سے آج یہ ظلم ہے اور پھر یہیں تک نہیں اس سے بھی آگے بڑھ کر یعنی بے حیائی کی انتہا ہے، حد ہے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جن کی وفات ۲۲ رجب کو ہوئی ہے اور اس دن میری سنی بہن، سنی ماں اپنے مسلک کو نہ سمجھتے ہوئے معاویہ ابن ابی سفیان کی وفات کی خوشی میں کونڈے کے نام سے حلوہ تیار کرتی ہے۔

سنیو تم اپنی غفلت کا ماتم کرو اور اگر مجھے آپ اجازت دیں تو میں سنی خطیب کی خطابت کا بھی ماتم کروں جس کی محنت اتنی ناقص محنت رہی کہ آج تک اس پندرہویں صدی میں جب دنیا چاند پر پہنچ گئی ہے ایک سنی بچی جس کی ماں سنی، باپ سنی، گھرانہ سنی، لیکن وہ بھی ۲۲ رجب کو کاتب وحی معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی موت پر خوشی کا حلوہ تیار کرے۔ تیرے باپ کی وفات کے دن حلوہ نہیں پکتا ہے، میرے باپ کی وفات کے دن حلوہ نہیں پکتا ہے۔ ہائے..... صحابیٔ رسول اتنا لاوارث ہے کہ اس کی موت کے دن دشمن خوشی کا حلوہ تیار کرے۔ تیرے گھر بھی آئے، دوسرے گھر بھی جائے، تو بھی خوشی کے ساتھ اسے ہڑپ کر لے اور تیرا ملاں بڑے ٹھاٹھ کے ساتھ اس پر ختم پڑھے، تیری محنت کا ماتم نہ کروں تو بتلا کیا کروں؟.....

مجھے لائن دے، میں تجھ سے آج پوچھنے آیا ہوں، انصاف طلب کرنے آیا ہوں، غیرت بھی کوئی شے ہے۔ کبھی آپ نے اس پہ غور کیا ہے کہ کونڈے کس بولی کا لفظ ہے؟ کونڈے عربی زبان تو نہیں یہ پنجابی ہے، دکان کا کونڈا ہو گیا، جائداد کا کونڈا ہو گیا، زندگی کا کونڈا ہو گیا..... کونڈا تو تباہی کا نام ہے۔

تمہیں اس سے بھی حیا نہ آئی کہ یہ لفظ بتلا رہا ہے کہ کس کی تباہی کے لئے حلوہ ہے، اس سے بھی سوچ نہ آئی۔ پھر ۲۲ رجب کو تم نے یہ نہ سوچا کہ آخر یہ چوری چوری کیوں ہے، اندر ہی اندر پکے، اندر رہے، رات کے اخیر حصہ میں پکے، مکان کی چوکھٹ سے باہر نہ آئے، یہ کیسی خیرات ہے؟؟ یہ کیسا کھانا ہے جو اتنا خفیہ ہے، تم نے اس پہ غور نہیں کیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر اس وقت ذریت ابن سبا نے، معاویہ رضی اللہ عنہ کے دشمنوں نے یہ حرکت کی تھی لیکن چونکہ بنو امیہ کا دور تھا، حکومت ان کی تھی، یہ حلوہ اعلانیہ نہیں پک سکتا تھا، اس لئے چوری چوری اندر اندر پکا اور وہی رسم چوری کی آج تک

بدستور جاری ہے۔

لیکن دشمن کی چالاکی دیکھ، اس نے میری ماں اور بہن سے بھی یہ برا کام کروالیا ہے اور ان کو معاویہ رضی اللہ عنہ کی موت پر حلوہ پکانے کی طرف راغب کرلیا ہے، تم بتلاؤ کہ تم اتنا عرصہ کیا کرتے رہے؟؟

پکے گا تمہارے شہر میں یہ حلوہ؟..... پہلے بھی پکتا ہوگا اب بھی پکے گا (سامعین۔نہیں) کئی نادان خاندان شیعیت سے غافل اب بھی یہ حرکت کریں گے۔ میری ان سے درخواست ہے خدارا سمجھو تم کیا تھے اور کیا ہو گئے، ہمیں دشمن کس لائن پہ لگا کے بڑی آسانی کے ساتھ تماشا دیکھتا ہے۔ بڑی آسانی کے ساتھ۔ اگر آپ اجازت دیں تو بات کہتا جاؤں۔ اب بھی دشمن نے ایک سرکاری ملا خریدا ہے، نواز شریف کا نمک حرام مُلّا خریدا ہے۔ نہیں سمجھے، میں یہاں تفصیلات میں نہیں جاؤں گا، شاید یہاں اس کی یہاں ضرورت نہ ہو اور اس نواز شریف کے نمک حرام ملّا نے یہ ظلم کیا ہے جو معاہدہ کیا اس معاہدہ میں اُمہات المومنین کو اہل بیت سے نکال دیا ہے۔ سوچو! سوچو کہاں سے کہاں تمہیں پہنچا دیا گیا ہے۔ دشمن کتنا چالاک ہے۔

یہ کتاب بھی آپ کے ملک میں چھپی ہے "بغاوت بنوامیہ اور معاویہ"۔ یہ بھی لاہور سے جامعہ المنتظر سے چھپی ہے۔ اس کتاب کا بھی وہی ملعون مصنف ہے جو جاگیر فدک کا مصنف تھا۔ اس پر بھی میں آپ سے فتویٰ لوں گا، میں نہیں دیتا، حکومت دے دے، حکومت بتلائے کہ ہم کیا کریں۔ اس کتاب میں بنواُمیہ کے حالات لکھتے لکھتے آخر میں وہ تمام برائیاں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے کھاتے میں ڈال دی گئی ہیں۔ اب پہلے میں یہ چاہتا ہوں بات ختم کرنے لگا ہوں، صرف آپ کی غفلت کی چادر، نیند کی چادر اتارنا چاہتا ہوں، اُتارنا تو ذرا نرم لفظ ہے، میں آپ کی غفلت کی چادر پھاڑنا چاہتا ہوں کہ دوبارہ آپ نہ اوڑھ سکیں۔

یہ لکھتا ہے صفحہ ۲۸ پر "بغاوت بنواُمیہ" کتاب کا نام ہے:

"بنواُمیہ کی بدکاری کی کچھ تفصیلات ہم نے اپنے رسالہ کردار یزید میں ذکر کی ہیں اور کچھ مقداران کی اس رسالہ میں حوالہ جات کے ساتھ مذکور ہیں۔ بنواُمیہ خاندان کے لوگوں نے اسلام اور خلافت کا لبادہ اوڑھ کر ایسی ایسی برائیاں کی ہیں کہ جن کے ذکر سے شرفاء کا طبقہ کانپ جاتا ہے۔ مثلاً ماں اور بیٹی سے زنا کرنا، رات کو شراب پی کر کنیزوں سے ہم بستری کرنا، پھر بغیر غسل جنابت کرائے اس کنیز کو مردانہ لباس پہنا کر نماز کی امامت کروانا، نیز خوبصورت لڑکوں سے لواطت کرنا، ریچھ بندر اور کتے پالنا، چیتوں سے شکار کرنا، بندروں سے ڈانس کروانا، خوبصورت عورتوں پر عاشق ہو کر مکر و فریب سے ان کے شوہروں سے ان کو طلاق دلوانا، شراب پینا، مال مسکین میں خیانت کرنا، نماز جماعت کی کروا کر محراب میں شراب کی قے کرنا، مدینۃ الرسول صحابہ کرام کی جوان لڑکیوں سے فوجیوں سے زنا کروانا، اہل مدینۃ الرسول کو لٹوانا، خانہ کعبہ کو آگ لگانا، مسلمان عورتوں کو کنیز بنا کر ان کے بے گناہ کمسن بچوں کو قتل کروانا، شیعہ خواتین کو قید کرنا، ظالم گورنروں سے شیعانِ علی کو قتل کروانا، خاندانِ نبوت پہ لعنت کروانا، جنگ صفین میں صحابہ کرام

اور دیگر اہل اسلام کے خون سے ہولی کھیلنا، فرزندِ نبی امام حسنؓ کو زہر دلوانا، شہید کروانا، کربلا کے میدان میں خاندانِ نبوت کو قتل کروانا، خواتینِ بنو ہاشم کو قید کروانا، خاندانِ رسالت کی دربدری پر فخر کرنا، اربابِ انصاف ان تمام برے کاموں کی ذمہ داری اسی طرح معاویہ اور یزید پر ہے۔"

دنیا جہاں کی جو برائی تھی کہ جو برائی آج بھی نہیں ہو سکتی، آج کوئی شراب پیتا ہے تو مسجد کے محراب میں پینے کی جرأت نہیں کرتا، آج کوئی قے کرتا ہے تو مسجد میں نہیں کرتا، آج کوئی زنا کرتا ہے تو ماں بیٹی کے ساتھ جسارت نہیں کرتا۔

دنیا جہان کی تمام غلاظتیں تمام برائیاں گنوا کر معاویہ بن ابی سفیان، کاتبِ وحی، صحابیٔ رسول، ام المومنین کے بھائی کے کھاتے میں ڈال دی گئی ہیں، یہ کتاب پاکستان میں ہے یہ کتاب تیرے ملک میں ہے، یہ کتاب پاکستان کی دھرتی پہ ہے، یہ کتاب لاہور سے چھپی ہے۔

سنیو تم بتلاؤ، حکومت تم بتلاؤ، ڈپٹی کمشنر و تم بتلاؤ، پولیس تم بتلاؤ، انٹیلی جنس تم بتلاؤ..... یہ کفر چھپے میں چین کی نیند سو جاؤں؟..... میں تمہارے ضابطے توڑ سکتا ہوں.....

تمہارے قوانین توڑ سکتا ہوں.....

تمہارا گریبان پکڑ کر دیوار میں تمہیں مروا سکتا ہوں.....

لیکن ظلم، تشدد، زیادتی، بے حیائی، دجل، شیطنت، فریب کاری پر اب پردہ نہیں ڈال سکتا ہوں۔ اس حد تک صحابہ کی مظلومیت، حد ہو گئی اور میں چپ رہوں یا میری جماعت چپ رہے..... ہم مٹ سکتے ہیں، لیکن اب کفر پر ہم پردہ باقی نہیں رہنے دینا چاہتے اور حکومت پر، معاویہ، صدیق اور فاروق (رضی اللہ عنہم) کے دشمنوں پر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ:

یہ بات عیاں ہے دنیا پر، ہم پھول بھی ہیں تلوار بھی ہیں
یا بزمِ جہاں مہکائیں گے یا خوں میں نہا کر دم لیں گے

سپاہ صحابہؓ کی
امیر عزیمت شہیدؒ انٹرنیشنل کانفرنسوں کا جائزہ

رپورٹ:۔ صاحبزادہ محمد قادری

ہر مذہبی تحریک وسیاسی جماعت اپنے افکار ونظریات کے پرچار اور کارکنوں کی ترتیب اور اپنے موقف کے اظہار کے لئے کانفرنسوں، تربیتی پروگراموں، اور دیگر اجتماعات کا اہتمام کرتی ہے۔ اسی طرح سپاہ صحابہ جو سنی مکتب فکر کی نمائندہ تنظیم ہے نے اپنے قیام سے اب تک آٹھ دفاع صحابہ کانفرنسوں کا اہتمام کیا ہے۔ جن میں پہلی انٹرنیشنل کانفرنس علامہ حق نواز شہید نے جھنگ میں کی جس میں سپاہ صحابہ کا پروگرام ملک گیر انداز میں پیش کیا گیا۔

اس کانفرنس سے چند روز قبل چنیوٹ کی انتظامیہ نے علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ کو ۱۶ ایم پی او کے تحت گرفتار کر لیا تھا۔ عین کانفرنس کے موقع پر شرکاء کانفرنس نے مشتعل ہو کر جھنگ لیہ روڈ بلاک کر دیا اور مطالبہ کیا کہ جب تک علامہ فاروقی کو رہا نہیں کیا جائے گا ٹریفک چلنے نہیں دی جائے گی۔ سپاہ صحابہ کی تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا جھنگ کی انتظامیہ نے مجبور ہو کر علامہ فاروقی شہید کو رہا کیا اور کانفرنس میں آخری خطاب علامہ فاروقی شہید نے فرمایا۔ مولانا حق نواز جھنگوی کی المناک شہادت کے بعد انٹرنیشنل سطح پر سپاہ صحابہ کا پروگرام پیش کرنے کے لئے سات انٹرنیشنل دفاع صحابہ وحق نواز شہید کانفرنس کا اہتمام کیا۔

پہلی انٹرنیشنل دفاع صحابہؓ وحق نواز شہیدؒ کانفرنس

۱۶ مارچ ۱۹۹۰ء عروس البلاد لاہور میں مینار پاکستان کے سایہ تلے پہلی دفاع صحابہ وحق نواز شہید کانفرنس منعقد ہوئی یہ وہ دن تھا جس سے ۲۲ روز قبل سپاہ صحابہ کے بانی امیر عزیمت مجدد وقت حضرت مولانا حق نواز جھنگوی کو جھنگ میں خونخوار جاگیرداروں، وڈیروں اور عالمی طاغوتی قوتوں کے آلہ کاروں نے اپنے ناجائز مفادات کی تکمیل کے لئے گولیوں سے چھلنی کر دیا تھا۔ اور پورے ملک میں ظلم وبربریت کے خلاف احتجاجی لہر اٹھ چکی تھی۔

اور دینی قوتوں بالخصوص سپاہ صحابہ کے کارکن اپنے قائد کی شہادت حزن وغم کا نمونہ بنے ہوئے تھے کہ جانشیں امیر

عزیمت علامہ ضیاء الرحمان فاروقی شہید نے سپاہ صحابہ کے سرپرست اعلیٰ کا منصب سنبھالتے ہی حضرت جھنگوی شہید کی دیرینہ خواہش سنی قوتوں کی وحدت فکر یعنی دیوبندی، بریلوی اور اہلحدیث مکاتب فکر کے فروعی اختلافات کا خاتمہ کی تکمیل کے لئے اس عظیم الشان کانفرنس کا اعلان کیا، جس میں لاکھوں کے قریب نوجوانوں نے شریک ہوئے دفاع صحابہ اور مشن جھنگوی کے فروغ کے لئے تن من دھن قربان کرنے کا عزم کیا۔

اس کانفرنس میں حرم کعبہ کے مدرس فضیلۃ الشیخ مولانا محمد مکی حجازی، مولانا ضیاء القاسمی، علامہ ضیاء الرحمان فاروقی شہید اور سابق صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق کے صاحبزادے جناب اعجاز الحق اور جنرل اختر عبدالرحمان کے فرزند ہمایوں اختر خصوصی طور پر شریک ہوئے۔

دوسری انٹرنیشنل دفاع صحابہؓ حق نواز شہیدؒ کانفرنس

دوسری انٹرنیشنل دفاع صحابہ حق نواز شہید کانفرنس ۲۲ جنوری ۱۹۹۱ء وفاقی دارالحکومت اسلام آباد میں منعقد ہونا قرار پائی لیکن اس اثناء میں دشمنانِ اصحاب رسولؐ اور سامراجی ایجنٹوں نے سپاہ صحابہ کے نائب سرپرست اعلیٰ اور قومی اسمبلی کے معزز رکن علامہ ایثار القاسمی کو ۱۰ر جنوری کی صبح شہید کر دیا۔ جس کے باعث سپاہ صحابہ کی مرکزی مجلس شوریٰ نے فیصلہ کیا کہ اب یہ کانفرنس ۲ر جون ۱۹۹۱ء کو اسلام آباد میں ہوگی۔

اس کانفرنس میں جے یو آئی (س) کے قائد مولانا سمیع الحق، جے یو آئی (ف) کے رہنما حافظ حسین احمد سینیٹر، ممبر قومی اسمبلی مولانا علی اکبر، ممبر قومی اسمبلی عطا محمد قریشی، بریلوی مکتب فکر کے نمائندہ مولانا بشیر احمد گولڑوی، حضرت مولانا ضیاء القاسمی، حضرت مولانا محمد اعظم طارق، حضرت مولنا ضیاء الرحمان فاروقی شہید اور مکہ مکرمہ سے فضیلۃ الشیخ، حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی نے خطاب فرمایا اور اس کانفرنس میں معرکتہ الارا خطاب قائد سپاہ صحابہ علامہ ضیاء الرحمان فاروقی شہید نے فرمایا جس کے ایک ایک لفظ پر سٹیج پر بیٹھے ہوئے سیاستدان، مذہبی سکالر جھوم رہے تھے۔

انہوں نے عالمی استعمار امریکہ کے نیو ورلڈ آڈر کے مقابلہ میں خلافت ورلڈ آرڈر کا اعلان کرتے ہوئے کہا اس وقت عالم اسلام کی بقاء وسلامتی اس بات میں ہے کہ وہ خود کو نظام خلافت راشدہ سے منسلک کر لے نظام خلافت کے قیام سے ہی ہم دنیائے کفر کے تمام چیلنجوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اس وقت دنیا میں پچاس اسلامی ممالک موجود ہیں۔ دنیا کی قیمتی ترین دولت، سونا، پٹرول، پام آئل، قیمتی پتھر اور مالی وسائل سے عالم اسلام مالا مال ہے۔ آج ہمارے افتراق وانتشار کے باعث امریکہ اور روس جیسی قوتیں ہمارے وسائل پر قابض ہو رہی ہیں۔ عالم عالم اسلام کو اقوام متحدہ جیسے یہودیت، عیسائیت کے مقاصد پورے کرنے والے ادارہ سے لاتعلق ہو کر اپنی اسلامی اسمبلی تشکیل دینی چاہئے جہاں تمام اسلامی ممالک ریاستوں کے نمائندے مل بیٹھ کر اپنی قسمت کا خود فیصلہ کریں اور اپنے وسائل اپنے کمزور برادر ممالک پر خرچ کریں۔

انہوں نے کہا پاکستان کے پاس افرادی قوت ہے سعودیہ کے پاس پٹرول ہے، کویت اور عرب امارات سیال سونے سے مالا مال ہیں، انڈونیشیا، ملائشیا کے پاس ربڑ کے ذخائر موجود ہیں۔ افغانستان میں قیمتی پتھروں کی کانیں ہیں کسی ملک میں

CamScanner

لوہا ہے کسی ملک میں تانبا ہے، اگر اسلامی ممالک باہمی تجارت کو فروغ دیں اور ایک مشترکہ اسلامی فوج ترتیب دیں تو یہ دنیا کی سب سے بڑی فوجی قوت ہوگی اور آخر میں قائد شہید نے فرمایا کہ ہمیں اپنے مشترکہ وسائل سے ایٹمی میدان میں مل کر ترقی کرتے ہوئے امریکہ اور روس کی اجارہ داری کو ختم کرنا ہوگا۔ جی ہاں اس تقریر کا ایک ایک لفظ امت خوابیدہ کو بیداری کے لئے پکار رہا ہے۔ اے کاش کہ یہ خواب جلد شرمندہ تعبیر ہو اور سرخ سامراج روس کی شکست وریخت کے بعد عالمی سامراج امریکہ کی نخوت وغرور کو خاک میں ملا کر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کئے جاسکیں۔

تیسری انٹرنیشنل دفاع صحابہؓ وحق نواز شہیدؒ کانفرنس

تیسری سالانہ انٹرنیشنل دفاع صحابہ وحق نواز شہید کانفرنس ۲۴ اپریل ۱۹۹۲ء بروز جمعۃ المبارک کو کراچی کے مشہور نشتر پارک میں منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس سے صرف ۲۰ روز قبل جرنیل سپاہ کے قائد اعظم طارق نے پاکستان کی تاریخ کا مشہور و معروف الیکشن جیت کر قومی اور صوبائی اسمبلی کی دونوں نشستوں پر اس حکومتی نمائندے کو شکست فاش دی تھی جسے کامیاب کرنے کے لئے وزیر اعظم پاکستان محمد نواز شریف کے حکم پر وزیر اعلیٰ پنجاب غلام حیدر وائیں نے پوری حکومتی مشینری اور وسائل کی قوت دی تھی۔ کروڑوں روپے کے فنڈز کے لالچ سے عوام کے جذبات خریدنے کی کوشش کی گئی اور آٹھ صوبائی وزراء نے الیکشن کے نتائج تک جھنگ میں ڈیرے ڈال رکھے تھے۔

مولانا محمد اعظم طارق کی اس تاریخ ساز کامیابی کی وجہ سے سپاہ صحابہ کے کارکنوں کے حوصلے آسمان سے باتیں کر رہے تھے اور پھر مولانا موصوف کی بطور رکن قومی اسمبلی کراچی پہنچ کر علماء کرام سے ملاقاتیں نہایت بارآور ثابت ہوئیں۔ کانفرنس سے قبل سپاہ صحابہ کی عظیم الشان ریلی نے کراچی کے مشہور علاقوں کا گشت کیا اور جگہ جگہ استقبالیہ کیمپ قائم کئے گئے تھے۔ اس کانفرنس میں ۱۱۴۰ اسلامی ممالک سے سپاہ صحابہ کے ہم خیال مندوبین علماء کرام اور نمائندوں نے شرکت کی۔ ۴۰ فٹ اونچا اور ۵۰ فٹ لمبا سٹیج تیار کیا گیا تھا۔

کانفرنس کا آغاز صبح دس بجے تلاوت کلام پاک سے ہوا اور دو نشستوں میں درج ذیل مقررین نے اپنے خیالات وافکار عالیہ سے سامعین کو نوازا۔

مولانا علی شیر حیدری، مولانا محمد اعظم طارق، مولانا محمد ضیاء القاسمی، مولانا سمیع الحق، مولانا اسعد تھانوی، مولانا محمد حنیف جالندھری، مولانا عبدالمجید ہزاروی، مولانا اسفندیار خان، مولانا عبدالعزیز، مولانا غلام محمد، محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ، تحسین قریشی آف جدہ، مولانا عبدالرزاق ہزاروی، ریاض،، حشمت جنجوعہ، ملک عمر فاروق، شیخ حاکم علی، مولانا اللہ وسایا صدیقی، مولانا محمد شریف، مولانا محمد فرید، مولانا عبدالکریم، مولانا مختار سیال شہید، مولانا محمد احمد مدنی، ڈاکٹر ہارون القاسمی۔

یہ کانفرنس حضرت خواجہ خواجگان مولانا خان محمد صاحب نقشبندی کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ کانفرنس میں مرکزی خطاب قائد سپاہ صحابہ ضیاء الرحمان فاروقی شہید کا تھا اور بقول مولانا محمد اعظم طارق آپ کے ایک ایک لفظ سے آپ کی خداداد فہم وفراست اور فصاحت وبلاغت ٹپک رہی تھی۔ اس کانفرنس کے شرکاء کی تعداد ایک لاکھ سے زائد تھی۔

CamScanner

چوتھی انٹرنیشنل دفاع صحابہؓ وحق نواز شہیدؒ کانفرنس

چوتھی انٹرنیشنل دفاع صحابہ وحق نواز شہید کانفرنس مورخہ ۲۳/اپریل ۱۹۹۳ء کو پشاور میں ہونی قرار پائی تھی۔ صوبہ سرحد کے ہزاروں کارکن اس کانفرنس کے احکامات اور ملک بھر سے ہزاروں قافلے شرکت کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ پشاور شہر کے وسط میں واقع ایک پارک میں کانفرنس کا انعقاد ہونا تھا لیکن پشاور انتظامیہ نے اس کی اجازت دینے سے انکار کر دیا قائد سپاہ صحابہ مولانا ضیاء الرحمان فاروقی اور دیگر رہنماؤں کے مشورہ سے مولانا محمد اعظم طارق ایم این اے کو وزیر اعلیٰ سرحد میر افضل خان سے مذاکرات کے لئے بھیجا گیا وزیر اعلیٰ نے مولانا کو نہایت پرتپاک انداز میں خوش آمدید کہا اور مسئلہ کو حل کر لینے کا وعدہ کیا۔ کانفرنس سے ایک روز قبل جامعہ ہادیہ پشاور میں سپاہ صحابہ کی مرکزی مجلس شوریٰ کا اجلاس ہوا۔ جس میں صورت حال پر اطمینان کا اظہار کیا گیا لیکن اسی روز شام کو معلوم ہوا کہ پشاور انتظامیہ نے پارک کے اردگرد پولیس کا پہرہ لگا کر انتظامات میں روڑے اٹکانے شروع کر دیئے ہیں۔ اس سے کارکنوں میں اشتعال پھیل گیا۔ جو اسے جماعت کی عزت کا مسئلہ بنا کر ہر قیمت پر اسی جگہ کانفرنس کا انعقاد کا فیصلہ کر چکے تھے، ادھر پولیس نے کانفرنس کے انتظامات کے لئے لگائے گئے کیمپوں میں پکڑ دھکڑ کا سلسلہ شروع کر دیا۔ پشاور کے رہنماؤں کے انتظامیہ کے ساتھ مذاکرات کامیاب ہوتے نظر نہ آتے تھے اور اس بات کا شدید خطرہ پیدا ہو چکا تھا کہ کانفرنس کا انعقاد نہ ہو سکے گا۔ پولیس نے کانفرنس میں شرکت کے لئے آنے والے سینکڑوں نوجوانوں کو گرفتار کر لیا پشاور انتظامیہ کا منصوبہ یہ تھا کہ خوف وہراس کی ایسی فضا پیدا کر دی جائے کہ باہر سے کانفرنس میں شرکت کے لئے آنے والے قافلے چل ہی نہ سکیں۔

چنانچہ قائدین سپاہ صحابہ نے مولانا محمد اعظم طارق نائب سرپرست اعلیٰ سپاہ صحابہ کی قیادت میں ایک وفد تشکیل دیا جس نے کمشنر پشاور سے میٹنگ کی اور انہیں قائل کیا کہ عین وقت پر کانفرنس کی اجازت نہ دینے سے حالات خواہ مخواہ ناخوشگوار ہو سکتے ہیں۔ کافی بحث کے بعد رات گئے یہ فیصلہ ہوا کہ کانفرنس کی جگہ تبدیل کر لی جائے چنانچہ شاہی باغ پشاور کے بہت بڑے میدان میں کانفرنس کے انتظامات ہنگامی طور پر کئے گئے اور ۲۳ اپریل کو نہایت کامیابی سے یہ کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس سے مولانا عبدالحفیظ مکی آف سعودیہ، مولانا محمد صدیق اعوان ہزاروی، متحدہ عرب امارات، مولانا سمیع الحق، مولانا محمد احمد لدھیانوی، جناب محمود اقبال، مولانا مسعود الرحمان عثمانی، مولانا غلام محمود، مولانا نیاز محمد ناطق بالحق، علامہ شعیب ندیم شہید، مولانا عبدالمجید ہزاروی، مولانا عبدالقیوم حقانی، مولانا لیاقت علی عثمانی، مولانا اللہ وسایا، مولانا سلطان محمود ضیاء، شیخ حاکم علی، محمد یوسف مجاہد، علامہ علی شیر حیدری، مولانا محمد اعظم طارق اور مولانا ضیاء الرحمان فاروقی شہید نے خطاب کیا۔

پانچویں انٹرنیشنل دفاع صحابہؓ وحق نواز شہیدؒ کانفرنس

پانچویں دفاع صحابہ وحق نواز شہید کانفرنس یکم جولائی ۱۹۹۴ء کو ڈگری کالج گراؤنڈ کوئٹہ میں ہونا قرار پائی تھی انتظامات کے سلسلہ میں سپاہ صحابہ پنجاب کے صدر مولانا سلطان محمود ضیاء اور صوبہ بلوچستان کے رہنما مولانا نیاز محمد ناطق بالحق

کو نگران مقرر کیا تھا۔ جنہوں نے مختلف کمیٹیاں تشکیل دے کر انتظامات کو بحسن وخوبی مکمل کیا۔ چشم فلک نے اتنا بڑا اجتماع کوئٹہ کی سرزمین پر پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ چنانچہ قلعہ بادینی کے مقام پر اس کانفرنس سے مولانا عبداللہ خان، مولانا بدرالدین حسینی، مولانا نیاز محمد ناطق بالحق، محمد یوسف مجاہد، مولانا علی شیر حیدری، مولانا محمد اعظم طارق اور علامہ ضیاء الرحمان فاروقی شہید نے خطاب کیا۔ یادرہے کہ اس کانفرنس میں پشتو، بلوچی، بروہی، سندھی اور اردو زبانوں میں خطابات کئے گئے اور یوں مولانا حق نواز شہید کا مقدس مشن بلوچستان کی سرزمین پر گونجنے لگا۔

نوٹ:۔ ۱۹۹۵ء میں قائدین سپاہ صحابہ علامہ ضیاء الرحمان فاروقی اور مولانا محمد اعظم طارق کی گرفتاری اور طویل قید وبند کی وجہ سے انٹرنیشنل حق نواز شہید کانفرنس کا تسلسل ٹوٹ کر رہ گیا اور درمیان کے تین سالوں کے وقفے کے بعد ۲۶ ستمبر ۱۹۹۹ء کو چھٹی انٹرنیشنل کانفرنس قلعہ کہنہ قاسم باغ ملتان پر ہوئی۔

چھٹی انٹرنیشنل دفاع صحابہؓ وحق نواز شہیدؒ کانفرنس

۲۶ ستمبر ۱۹۹۹ء کو پنجاب کے عظیم تاریخی شہر بلاد الاولیا ملتان کے قاسم باغ سٹیڈیم میں منعقد ہوئی۔ جس میں پاکستان کے علاوہ دیگر اسلامی وغیر اسلامی ممالک کے درجنوں علماء اور دینی سکالر شریک ہوئے۔ اس کانفرنس کی خاص بات یہ تھی کہ اسٹیج پر موجود سینکڑوں علماء ومشائخ نے مولانا اعظم طارق کو پاکستان کے امیر المومنین تسلیم کرتے ہوئے ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور لاکھوں کے مجمع نے باآواز بلند کھڑے ہو کر اس کی تائید کی۔

اس کانفرنس میں سپاہ صحابہ کے قائدین مولانا ضیاء القاسمی، مولانا محمد اعظم طارق، مولانا علی شیر حیدری، ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں، شیخ حاکم علی، مولانا سیف الرحمان درخواستی، مولانا محمد حنیف جالندھری، فضیلۃ الشیخ مولانا عبدالحفیظ مکی، مولانا غلام محمد، حافظ عبدالحمید آف برطانیہ، حافظ اقرار احمد عباسی، مولانا محمد احمد لدھیانوی، مولانا مسعود الرحمان، مولانا نیاز محمد ناطق بالحق، مولانا صدیق اعوان مزاروی، مولانا یحییٰ عباسی، علامہ ضیاء الرحمان فاروقی شہید کے صاحبزادے محمد عثمان فاروقی اور علامہ جھنگوی شہید کے صاحبزادے مولانا اظہار الحق جھنگوی اور دیگر علماء کرام نے خطاب کیا۔

اس کانفرنس میں مولانا محمد اعظم طارق نے سپاہ صحابہ کے کارکنوں اور عہدیداروں سے عہد لیا کہ وہ اپنی زندگی کو سنت نبوی کے سانچے میں ڈھالیں گے فحاشی، بے حیائی کے آلات، وی سی آر، ٹیلی ویژن کو گھروں سے نکال باہر کریں گے، حرام کاروبار، سودی کاروبار، قمار بازی، غیر اسلامی رسومات سے مکمل اجتناب کریں گے اپنی زندگیاں نظام خلافت راشدہ کے نفاذ کی جدوجہد میں وقف کر دیں گے، کانفرنس میں بریلوی، دیوبندی، اہلحدیث، مکاتب فکر کے لوگ شریک ہوئے۔

CamScanner

بیس سالوں میں امیر عزیمت شہیدؒ کے مشن پر ہونے والی

تحریری خدمات

جناب حافظ ظہیر احمد، خطیب جامع مسجد ختم نبوت امامیہ کالونی شاہدرہ۔ لاہور

الحمد لاھلہٖ والصّلوٰۃ لاھلھا..... اما بعد!

کس لئے جان دیتے ہیں رند شرابِ ناب پر
پُوچھ نہ روز، محتسب! تھوڑی سی آج پی کے دیکھ

حق و باطل کی معرکہ آرائی روزِ اوّل سے ہی سامنے سامنے ہوئی ہے۔ اور حق کا چہرہ ہمیشہ الحاد و التباس سے پاک قرار پایا ہے۔ اِسی "سلسلۃ الذہب" کی ایک کڑی ناموسِ صحابہؓ کی مقدس تحریک سپاہِ صحابہ انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔ بانیٔ تحریک، امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ کے میدان میں آنے سے پہلے ناموسِ صحابہ کی علمی اور تحقیقی سرحدوں پر کافی حد تک کام ہو چکا تھا۔ گذشتہ تقریباً ڈیڑھ سو سال سے متعدد علماء کرام، بزرگانِ ملت اور اسلافِ اُمت دفاعِ صحابہؓ کے عنوان پر ہر ہر شہر اور ہر ہر قریہ میں کام کر چکے تھے۔ اب اُن بابرکت ہستیوں اور نفوسِ قدسیہ کی محنتوں پر صرف قربانیاں گزارنے کی ضرورت تھی۔

اور یہ بھی حقیقت ہے کہ شاید اَب مزید اپنی صلاحیتیں علمی و تحقیقی میدان میں کم اور دفاعی میدان میں زیادہ صَرف کرنے کی ضرورت پیش آئے۔ بقول مفکرِ اسلام، اُستاذی علامہ خالد محمود صاحب مدظلہٗ.....

> "برصغیر پاک و ہند کے اِس مطلع پر ہر طرف گہرے بادل چھائے تھے کہ بَرسنے میں پہلا قطرہ کون ہو؟ اس لئے جھنگ کا ایک نوجوان عالمِ جس کے پیچھے نہ کوئی سرمایہ کی قوت تھی نہ اُس کی بڑی برادری تھی۔ نہ اُس نے کسی سیاست دان کے زیرِ سایہ کوئی تحریکوں کی تربیت پائی تھی۔ اچانک اُٹھا اور دیکھتے ہی دیکھتے پورے ملک پہ چھا گیا۔ یہ کس طرح ہوا؟..... یہ اس طرح ہوا کہ وہ مظلوموں کی حمایت میں اُٹھا تھا اور اس کے پاس علم و صداقت اور علم و دیانت کے وہ ہتھیار تھے جن کا مقابلہ کبھی دنیا کی کوئی طاقت نہیں کر سکی"۔

لہٰذا ضرورت اس امر کی تھی کہ اکابر و اسلاف کی علمی محنتوں پر قربانیاں گزاری جائیں۔ اسی امر کے پیش نظر مولانا حق نواز شہید رحمہ اللہ، رب العزت سے نگہ بلند، سخن دلنواز، جانِ پُر سوز، غیرت و حمیت جیسی عظیم اور قابلِ قدر خوبیوں کا وافر حصہ لے کر سوادِ اعظم اہلِ سنت والجماعت کے جلو میں میرِ کارواں ٹھہرے۔ رختِ سفر تو باندھ کر ہی چلے تھے، لیکن مزید مخلصین ملتے رہے اور کارواں بنتا گیا۔ اور بزبانِ حال، میرِ کارواں یہ کہہ رہا ہوگا:

گزر گیا وہ دور ساقی کہ چھپ کے پیتے تھے پینے والے
بنے گا سارا جہاں مے خانہ ہر اِک کوئی بادہ خوار ہوگا

آمدم برسرِ مطلب

اِس تمہید کے بعد عنوان کی طرف آتے ہیں۔ جہاں یہ تحریک دفاعی اور حفاظتی تھی وہاں پر اس بات کا بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ یہ ایک تبلیغی اور نظریاتی مشن بھی تھا۔ اِسے آپ اصحابِ رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بے مثال کرامات کا فیضان کہہ سکتے ہیں کہ تحریک ناموسِ صحابہؓ کے ساتھ وابستہ ہر فرد نے اپنی قدرت و استطاعت کے مطابق خالص سُنی نظریات و افکار کی زبانی کلامی خوب خوب ترجمانی کی ہے۔ جس طرح زبان و بیان میں اِس جماعت کے شاہین صفت پیشوا بلاشبہ اور ''بلا شرکتِ غیرے'' ایک لازوال تاریخ رقم کر گئے ہیں، اسی طرح قدرت نے بہت تھوڑی سی مدت میں جو خدمت اِس تحریک سے تحریر کے میدان میں تصنیف و تالیف کے ذریعے لی ہے، وہ بھی ایک مستقل تاریخ کا حصہ ہے اور اِسی بابرکت جماعت کا خاصہ ہے۔ تفصیلی طور پر اِن تحریری خدمات کا ذکر نہیں کیا جا سکتا، البتہ آئندہ سطور میں اس اخلاصی سلسلے کا اجمالی سا ذکر ضرور ہوگا۔

جس کے نغموں میں لرز اُٹھتی ہے بزمِ سوزِ غم
چاہتا ہوں چھیڑنا سازِ شکستِ دل وہی

یہ تذکرہ تین حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

(۱) قائدین و اکابرینِ سپاہِ صحابہ کی تصنیفی و تالیفی خدمات
(۲) کارکنوں کی تحریری خدمات
(۳) رفقائے فکر اور حُب دارانِ سپاہِ صحابہ کی تحریری خدمات

یہیں پر ایک وضاحت بھی پیشِ خدمت ہے کہ قائدینِ سپاہِ صحابہؓ میں بالیقین میدانِ تحریر میں سب سے زیادہ خدمت مؤرخِ اسلام حضرت مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید رحمۃ اللہ علیہ کے حصہ میں آئی۔ فاروقی شہیدؒ کے بعد یہ سہرا ایک نوجوان مخلص عالمِ دین، صاحبِ طرز ادیب مولانا ثناء اللہ سعد شجاع آبادی کے سر نظر آتا ہے۔ میدانِ صحافت ہو یا تصنیف و تالیف کی دنیا، مولانا کی خدمات بہرحال دونوں میدانوں میں مثالی ہیں۔ ذالک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء ..... نیز زیرِ نظر مضمون میں حضرت فاروقی شہیدؒ کی اکثر کتابوں پر تبصرہ مولانا ثناء اللہ سعد شجاع آبادی کا ہے، ان کی کتاب ''علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ، حیات و خدمات'' سے حاصل کیا گیا ہے۔

CamScanner

ان تمہیدی کلمات کے بعد شہنشاہِ ادب مولانا عبدالماجد دریابادیؒ کے الفاظ میں:

"مُشک کی مدح و توصیف عطار کی زبان سے، مُشک کی قدر و قیمت بڑھاتی نہیں اور گھٹا دیتی ہے۔ عطار بتا جاتا ہے، مُشک حاضرِ خدمت ہے، بے تکلف مشامِ جاں معطر فرمائیں"۔

قائدین و اکابرینِ سپاہِ صحابہ کی تحریری خدمات

مؤرخِ اسلام مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ کی تصنیفات

(۱) اسلام میں صحابہ کرامؓ کی آئینی حیثیت

۶۱۴ صفحات پر پھیلی ہوئی یہ عظیم الشان کتاب ۲۷ ابواب پر مشتمل ہے۔ بلاشبہ بیسیوں کتب کا نچوڑ ہے۔ نادر و نایاب حقائق و معارف کا خزینہ ہے۔

طبقاتِ صحابہ کرام کی تاریخی تقسیم..... اسلام میں صحابہ کرام کی آئینی حیثیت

شیعیت کے مزعومہ بارہ اماموں کی طرف سے شیخینؓ کی فضیلت و عظمت کا اعتراف

غیر مسلم مفکرین اور اہلِ قلم کی آراء..... بیعتِ صحابہؓ..... صحابہ کرامؓ بحیثیت حکمران.....

صحابہ کرامؓ کے عقائد و نظریات..... صحابہ کرامؓ کی عبادات..... تہذیب و ثقافت.....

اہلِ بیت کا حقیقی مفہوم..... کے علاوہ بارہویں امام سے چودھویں باب تک خلفاءِ ثلاثہؓ کے خاندانِ نبوت سے تعلقات اور آخری تیرہ ابواب میں صحابہ کرام کا عشقِ رسول ﷺ، تبلیغی کارنامے، اصحابِ صُفہ، شہدائے بدر، خلفاءِ ثلاثہؓ کے ناموں پر بارہ اماموں کی اولاد و اخلاف کے نام، حضرت کے آزاد کردہ غلاموں، نامور جرنیلوں، نامور صحابیاتؓ، حضور کے مؤذنین، حضور علیہ السلام کے شعراء، برصغیر میں تبلیغِ اسلام کے واسطے تشریف لانے والے صحابہ کرامؓ اور کراماتِ صحابہ کرامؓ کے بابرکت موضوعات پر سیر حاصل تاریخی اور تحقیقی بحث کی گئی ہے۔

کتاب کے آغاز میں شیخ التفسیر حضرت مولانا محمد اسحاق مدنی صاحب (دوبئی) کے قلم سے چار صفحات پر مشتمل مفصل تقریظ بھی شامل ہے۔ فاروقی شہیدؒ کی زندگی میں اس کتاب کا پہلا ایڈیشن ۱۹۹۳ء میں شائع ہوا تھا۔

(۲) تاریخی دستاویز

یہ عظیم شاہکار واقعی اسم بامسمّٰی ہے۔ فُل سائز کے سات سو چوالیس صفحات پر پھیلا ہوا علامہ فاروقی شہیدؒ کے ذہن و فکر کا بے مثال نمونہ اور کاوش و لگن کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ بقول مولانا ثناء اللہ سعد شجاع آبادی مدظلہ:

''رافضیت کے متکبر و مغرور، کینے سے معمور سینے پر کوہ ہمالیہ بھی اگر گرا دیا جاتا تو ابنِ سبا کی پتھر دل ذریت کو اس قدر تکلیف نہ ہوتی جس قدر فاروقی شہید رحمہ اللہ کی پیش کردہ تاریخی دستاویز سے ہوئی ہے۔''

کیونکہ یہی وہ تاریخی دستاویز ہے جو شیعیت کی اصل اور ناقابلِ تردید تصویر ہونے کے ساتھ ساتھ ناقابلِ بیان تلخ صداقتوں کا انسائیکلوپیڈیا ہے۔ حضرت مولانا محمد اعظم طارق شہید رحمہ اللہ اور حضرت علامہ علی شیر حیدری مدظلہ سمیت ۲۵ حضرات کی انتھک کاوش بھی اس میں شامل ہے۔

تاریخی دستاویز..... شیعہ کی دو سو بتیس (۲۳۲) کتابوں کا عکسی آئینہ ہے۔

تاریخی دستاویز..... سات ابواب پر مشتمل ہے۔ ہر باب کے عنوان کے مطابق اصل کتابوں کے ٹائٹل اور قابلِ اعتراض صفحات کا عکس نتھی ہے۔ علامہ فاروقی شہیدؒ نے اپنی طرف سے کسی عبارت کی تشریح اور ترجمہ بھی مناسب نہیں سمجھا تاکہ ثقاہت میں ذرا بھی فرق نہ آنے پائے۔ عربی خواں اور انگریزی داں حضرات کے لئے صرف سُرخیوں کا ترجمہ کیا گیا ہے۔

تاریخی دستاویز کے آغاز میں علامہ فاروقی شہید رحمہ اللہ کا ترتیب دیا ہوا مقدمہ ایک سو پچیس (۱۲۵) صفحات پر مشتمل ہے۔ جس میں آپ نے بطورِ خاص مناظر اسلام، عظیم عالم دین مولانا منظور احمد نعمانی قدس سرہٗ کی طرف سے شیعہ کے کفریہ عقائد اور ان باطل عقائد و نظریات پر ہندو پاک، بنگلہ دیش کے چار سو علماء کی طرف سے شیعہ کے خلاف فتویٰ کفر کو من وعن نقل کیا ہے۔

علاوہ ازیں ''تاریخی دستاویز'' میں شامل دیگر عنوانات درج ذیل ہیں:

(۱) عالمِ اسلام کے سربراہوں کے نام اہم پیغام

(۲) شیعہ کے پیشوا خامنہ ای کے نام سپاہِ صحابہ کے قائد کا اہم خط

(۳) وزیر اعظم میاں نواز شریف کے اجلاس کی کارگزاری اور تاریخی دستاویز کا ابتدائی مسودہ حکومت کے اجلاس میں پیش کرنے کی تفصیل

(۴) فرقہ واریت کے خاتمہ کی حکومتی کمیٹی کی مکمل رپورٹ

(۵) شیعہ کا مختصر تعارف

(۶) شیعہ کے کفریہ عقائد

(۷) شیعہ کے بارے میں چودہ سو (۱۴۰۰) سالہ علماء اور اکابرین کی رائے

(۸) شیعہ کے کفر پر چار سو (۴۰۰) علماء کا فتویٰ از مفکرِ اسلام مولانا منظور احمد نعمانی قدس سرہٗ

(۹) شیعہ سے مسلمانوں کا اصل اختلاف کن باتوں پر ہے.....

(۱۰) چند شبہات اور ان کے جوابات

CamScanner

بعد ازاں جو سات ابواب قائم کیے گئے ہیں ان کی ترتیب درج ذیل ہے:

☆..... پہلا باب..... شیعہ اور عقیدۂ توحید پر مشتمل ہے۔

☆..... دوسرا باب.....شیعہ اور عقیدۂ تحریف قرآن مجید کے موضوع پر ہے

☆..... تیسرا باب.....شیعہ اور عقیدۂ رسالت وختمِ نبوت اور توہینِ انبیاء کے موضوع پر مشتمل ہے۔

☆..... چوتھا باب.....شیعہ کی طرف سے اہلِ بیت اور خاندانِ نبوت کی توہین پر مبنی ہے۔

☆..... پانچواں باب.....شیعہ اور عقیدۂ امامت کا آئینہ دار ہے۔

☆..... چھٹا باب.....صحابہ کرام وخلفاء راشدینؓ کے خلاف شیعی مغلظات کا ثبوت ہے۔

☆..... ساتواں باب.....شیعیت کے متفرق مسائل کا عکس ہے.....!!

تاریخی دستاویز ۱۹۹۵ء سے اب تک ہزاروں کی تعداد میں چھپ چکی ہے، باوجودیکہ حکومتی بندش کا حکمنامہ تاریخی دستاویز کے بارے میں بھی ہے، مگر یہ ہے کہ برابر اپنی مانگ میں اضافہ کروا رہی ہے۔

(۳) تعلیماتِ آلِ رسول ﷺ

ساڑھے چار سو سے زائد صفحات پر مشتمل یہ ضخیم کتاب علامہ فاروقی شہیدؒ کی قیدِ قفس کا بے مثل عطیہ ہے۔ جس میں ''سوسائٹی میں مشہور'' آلِ رسول میں سے مقتدر شخصیات کا تعارف، ان کے مختصر احوالِ زندگی اور ان کی اصل تعلیمات کو آشکارا کیا گیا ہے۔ بقول مولانا ثناء اللہ سعد حفظہ اللہ:

''یہ وہ اہم تعلیمات ہیں جنہیں نام نہاد محبینِ اہل بیت نے سات پردوں میں چھپا رکھنے کی سعی لاحاصل میں اپنی زندگیاں برباد کر ڈالی ہیں۔''

علامہ فاروقی شہیدؒ نے اکیس ابواب قائم کر کے ان میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، سیدنا حسن، سیدنا حسین بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے بالترتیب مختصر سوانح وفضائل کے بعد سیدنا زین العابدینؒ، سیدنا باقر بن زین العابدینؒ، سیدنا جعفر صادقؒ، سیدنا موسیٰ کاظمؒ، سیدنا رضا کاظمؒ، سیدنا علی نقیؒ اور سیدنا حسن عسکریؒ کے مختصر احوال وفضائل بیان کیے ہیں۔

تیسرے باب میں شیعہ کا اپنے مزعومہ آئمہ کی تعلیمات اور اُن کے عقائد سے انحراف کی قلعی کھولی ہے۔ ساتھ ہی شیعیت کے اصل راوی جو اپنے وقت کے کذاب اور اشرّ الناس تھے، کے مکروہ چہروں سے نقاب سرکانے کے علاوہ شیعیت کے مَن گھڑت عقائد کے تار و پود بکھیرے ہیں۔ اِن عقائد میں عصمتِ آئمہ، ولائت فقیہہ، تقیہ، متعہ، ماتم، سینہ کوبی، زنجیر زنی وغیرہ شامل ہیں۔

اسلام سب سے پہلے رکن یعنی ''کلمہ طیبہ'' کے بارے میں مذکورہ بالا حضرات کے عقائد ونظریات، نیز خلفائے راشدینؓ بالخصوص حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے بارے میں نیز عام صحابہ کرامؓ کے بارے میں مذکورہ معزز ومحترم حضرات کے عقائد ونظریات شامل ہیں۔

CamScanner

علاوہ ازیں خلفاء راشدینؓ کی خاندانِ نبوت سے رشتہ داریاں اور باہمی محبت کے اہم مظاہر تفصیل سے ذکر کیے گئے ہیں، نیز حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ارشادات پیش کیے گئے ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور شیعہ کے مزعومہ آئمہ کی تعلیمات کا بیان ہے۔

تیرہویں باب میں ''مروان اور خاندانِ نبوت'' کے موضوع پر خامہ فرسائی کی گئی ہے۔

اگلے ابواب میں سیاہ ماتمی لباس، یومِ عاشورہ پر قرآن خوانی، سنتِ شبیری، ماتم کرنا طریقۂ شیطانی، شیعہ کے بارے میں رسول اور آلِ رسول کی تعلیمات، بانیانِ مذہبِ شیعہ ''شر البریہ'' کے بارے میں آلِ رسول کی تعلیمات کا بیان..... نیز اٹھارہویں اور آخری باب میں ماتم کی ممانعت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اہلِ بیت کی تعلیمات کا بالتفصیل دلائل کی روشنی میں اظہار کیا گیا ہے۔

(٤) خمینی ازم اور اسلام

یہ حقیقت اب تو روزِ روشن کی طرح بالکل واضح ہو چکی ہے کہ فروری ۱۹۷۹ء میں ہمسایہ ملک ایران کے اندر خمینی انقلاب کے بعد خمینی اور اس کے پیروکاروں نے اپنے اِس نام نہاد اسلامی انقلاب کے تانے جن ممالک میں بُننے کا منصوبہ بنایا اُن میں پہلا ملک پاکستان تھا۔

حالات اِس قدر دگرگوں تھے کہ پاکستان کے کئی سارے اصحابِ جُبّہ و دستار علماءِ اسلام بھی خمینی کے سحر انگیز اقدامات کی بناء پر اُس کے دامِ تزویر کے اسیر ہو گئے۔ علماء کرام، صحافی برادری، پروفیسرز، ٹیچرز جیسے مقدس اور ذمہ دار حضرات بھی اپنا قلم خمینی کے کفریہ انقلاب کے لئے وقف کر چکے تھے۔ اور مدح سرائی میں آئے دن رطب اللسان ہوتے جا رہے تھے۔ سنجیدہ طبقہ اور اربابِ دانش تو بروقت آگاہ ہو گئے تھے کہ یہ ''لباسِ خضر میں ضرور کوئی راہزن'' لگتا ہے۔

حالات و واقعات کی اِس نزاکت میں ''صنم کدے میں اذان'' بلند کرنے والوں میں سب سے پہلا باوقار اور محترم نام امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمہ اللہ کا ہے، جو جسامت میں مختصر مگر موقف اور نظریے میں اِس خونی انقلاب کے سامنے سدِ سکندری ثابت ہوئے۔

دوسرا نام مفکرِ اسلام مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ کا ہے، جن کے قلم حقیقت رقم نے بالعموم شیعیت اور بالخصوص ''نام نہاد اسلامی انقلاب'' کے مکروہ چہرے سے نقاب اُلٹا، اور اسلامیانِ ہند کو اِس فتنے سے آگاہ کرنے کا حق ادا کر دیا۔ حضرت نعمانی رحمہ اللہ کی لاجواب کتاب ''ایرانی انقلاب، خمینی اور شیعیت'' اِسی سلسلے کی پہلی کڑی تھی۔

پاکستان میں امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگویؒ اور تحریک ناموسِ صحابہؓ میں کام کرنے والے کارکنوں کے لئے یہ کتاب بڑی اہم ثابت ہوئی اور علمی حلقے کے اندر اِس کو سراہا گیا۔ انہی دنوں امیر عزیمت شہیدؒ کے حبیبِ رفیق علامہ فاروقی شہیدؒ کی زیرِ تبصرہ کتاب ''خمینی ازم اور اسلام'' بھی قلم و قرطاس کی زینت بن کر منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئی۔ اس کتاب میں حضرت فاروقی شہیدؒ نے یہود کا تاریخی پسِ منظر، شیعہ اور قرآن مجید، شیعہ اور مسئلہ ختمِ نبوت، ایران میں شیعہ مذہب کا پسِ

منظر، شیعہ کے مختلف فرقے، اسلامی تاریخ میں اہل سنت پر مظالم، خمینی کے عقائد ونظریات، خمینی اپنی تصنیفات کے آئینہ میں، حضرات شیخینؓ ودیگر صحابہ کرام اور اہل بیت عظامؓ کے بارے میں خمینی کی ہفوات جیسے اہم موضوعات کو نہایت سلیقہ مندی کے ساتھ ۱۶۰ صفحات میں قلمبند کیا ہے۔

(۵) مجلّہ اصحابِ رسولؐ

غالباً ۱۹۸۷ء میں حضرت فاروقی شہید رحمہ اللہ نے مجلّہ ''اصحابِ رسول'' کا فیصل آباد سے اجراء فرمایا۔ اس کا بنیادی مقصد تحریک ناموسِ صحابہ ''سپاہِ صحابہ'' کو نشر واشاعت کے حوالے سے تقویت دینا تھا، کچھ عرصہ تک یہ مجلّہ باقاعدگی سے شائع ہوتا رہا۔ لیکن جب اس کی رجسٹریشن کا مسئلہ درپیش ہوا تو ''حکامِ بالا'' نے ''اصحابِ رسول'' کے نام سے اس کی منظوری دینے سے انکار کر دیا۔ جس کے بعد ماہنامہ ''خلافتِ راشدہ'' آپ کی بھرپور جدوجہد سے منظر عام پر جلوہ فگن ہوا۔ اس کی تفصیل آئندہ سطور میں ملاحظہ ہو۔

(۶) ماھنامہ خلافتِ راشدہ

سپاہِ صحابہ پاکستان کے ابتدائی مراحل میں ہی امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کی شدید خواہش تھی کہ جماعت کی طرف سے بطور ترجمان ایک ماہنامہ رسالہ جاری کیا جائے جو جماعتی سرگرمیوں کی تفصیل اور جماعتی نصب العین کو عوام میں زیادہ سے زیادہ متعارف کرانے کا مؤثر ذریعہ بن سکے۔ چنانچہ امیر عزیمتؒ نے پہلے پہل یہ کام لاہور کے علامہ ارشد حسن ثاقب کو سونپا، جنہوں نے ایک جریدہ ''خلافت'' لاہور سے شروع کیا، لیکن ڈیڑھ سال کے بعد جریدہ خلافت حالات کا شکار ہو کر اپنا وجود کھو بیٹھا۔ اس دوران علامہ فاروقی شہیدؒ ماہنامہ ''اصحابِ رسول'' کا اجراء کر چکے تھے۔ لیکن اس نام سے ڈکلریشن نہ مل سکا، بعدازاں مسلسل جدوجہد کے بعد ''ماہنامہ خلافتِ راشدہ'' کا ڈیکلریشن منظور کرا کے اوائل ۱۹۹۰ء میں فیصل آباد سے اس کا اجراء کیا۔ خدا کی قدرت کہ اس ماہنامہ کا پہلا پرچہ بھی ابھی منظرِ عام پر نہ آیا تھا کہ امیر عزیمت شہید کر دیے گئے اور ماہنامہ خلافتِ راشدہ کے نگران حضرت علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ کے سر پر امیر عزیمت حضرت جھنگوی شہیدؒ کی جانشینی کا تاج رکھ دیا گیا۔

مارچ ۱۹۹۰ء میں آپ نے پہلا پرچہ شائع کیا، اس وقت سے لے کر اپنی شہادت جنوری ۱۹۹۷ء تک ہر ماہ کا اداریہ بھی خود ہی لکھتے رہے۔ اکثر مضامین کی جانچ پڑتال اور نوک پلک سنوارنے کے علاوہ پرچے کی طباعت تک کے بیشتر امور کی ازخود نگرانی بھی فرماتے رہے۔ اپنے چھوٹے بھائی جناب طاہر محمود صاحب کو اسسٹنٹ ایگری کلچرل انجینئر کی ملازمت ترک کروا کے ماہنامہ خلافتِ راشدہ کی اشاعت کے کام پر لگا دیا۔

آپؒ کی محنتِ شاقہ سے ''ماہنامہ خلافتِ راشدہ'' کی اشاعت تمام دینی شماروں سے بڑھ گئی اور دنیا کے ۲۵ ممالک میں جہاں جہاں بھی سپاہِ صحابہ کے مشن کی آواز پہنچی یہ ماہنامہ وہاں کے باغیرت مسلمانوں کے تشنہ قلوب کی سیرابی کا

سبب بنا۔ حکومت کی جانب سے بلا جواز پابندیوں کا شکار ہو کر ماہنامہ خلافت راشدہ کی اشاعت فی الحال تعطل کی نذر ہو گئی ہے۔

(۷) سپاہ صحابہؓ کا نصب العین اور تقاضے

سپاہ صحابہ جب معرضِ وجود میں آئی، تب سے اب تک قائدین کی تقاریر یا تربیتی نشستوں کے علاوہ کوئی ایسی راہنما تحریر نہ تھی جو کارکنوں کو نظم وضبط کے علاوہ افعال واعمال کی اصلاح، جماعتی ذمہ داریوں کو سلیقہ مندی سے سرانجام دینے کی تعلیم دے کر انہیں مثبت اور تعمیری خطوط پر چلانے کے لئے ایک ضابطۂ اخلاق متعین کرتی، حضرت فاروقی شہید رحمہ اللہ نے اس کمی کو شدت سے محسوس کیا، اور اپنے کثیر مشاغل، بے ہنگم و بے پناہ مصروفیات کے باوجود اپنے کارکنوں کو "سپاہ صحابہ کا نصب العین اور تقاضے" کے عنوان سے ایک خوبصورت کتاب کا تحفہ عنایت فرمایا۔

ایک سو (۱۰۰) سے زائد صفحات پر مشتمل اس کتاب میں فاروقی شہیدؒ نے صحابہ کرام کے سپاہی ہونے کا حقیقی تقاضہ، صحابہ کے سپاہی کا کردار، سپاہی کے فرائض، سپاہی کا پہلا کام، استقامت اور مشن پر ثابت قدمی، جماعتی زندگی کی اصل روح، مشن کے فروغ کا طریق کار، مشن کے فروغ کے لئے پورے عالم کو مدنظر رکھا جائے، مشنِ صحابہ کے مختلف مراحل، سپاہ صحابہ کے کارکنوں کی خصوصیات، پاکباز انسان ہی صحابہ کا سپاہی ہو سکتا ہے، اعلیٰ اخلاق وکردار کے قرآنی جواہر پارے، اصلاح کے لئے کوشاں رہنا ہر کارکن کا فرض، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی معزولی کا نصیحت آموز واقعہ، کارکنوں کو جان سے عزیز رکھنا قیادت کا امتیازی وصف، دینی کارکن کی اہمیت کے تاریخ ساز واقعات، باہمی اعتماد کی فضا کو قائم رکھنا ضروری ہے، لہجہ نرم اور موقف سخت، ذاتی اختلاف نہ بنائیں، ہر معاملہ میں اللہ کی طرف متوجہ ہونا ضروری ہے، سخت مشکلات میں کیا کیا جائے؟، عہدیداروں کے لئے خصوصی ہدایات..... جیسے اہم عناوین کے موتیوں کا ہار پرویا ہے۔

"رگِ ساز میں رواں ہے صاحبِ ساز کا لہو بھی" کی مصداق یہ کتاب لہجے میں مخصوص شیرینی جو "قلمِ فاروقی شہید" کا خاصہ تھی..... نمایاں ہے۔

(۸) ممبرانِ پارلیمنٹ کے نام

۳۴ صفحات پر مشتمل یہ کتابچہ بھی حضرت شہیدؒ کی سپاہ صحابہ کی سرپرستی کے اوّلین دنوں کی یادگار ہے۔ جس میں سپاہ صحابہ کے مشن وموقف، امیر عزیمت شہیدؒ کی جدوجہد، شیعہ سے اختلافات کی وجوہات پر مشتمل انتہائی جامع اور خوبصورت اور دلآویز مجموعہ جو کہ مدیرانِ رسائل، ارکانِ دولت، افسرانِ حکومت اور قومی وصوبائی اسمبلیوں کے علاوہ سینٹ کے ارکان کو مفت تقسیم کیا گیا۔ اب تک ہزاروں کی تعداد میں شائع ہوا ہے۔ سپاہ صحابہ کے بنیادی لٹریچر کا اہم حصہ ہونے کے ساتھ ساتھ باذوق اور صاحبِ مطالعہ کارکن کے واسطے "حرزِ جاں" ہے۔

(۹) سپاہ صحابہ کیا ہے؟ اور کیا چاہتی ہے؟

سپاہ صحابہ پاکستان کے بنیادی لٹریچر میں شامل معروف ومشہور یہ کتابچہ تحریک ناموسِ صحابہ کے مکمل تعارف اور

CamScanner

اغراض و مقاصد کو تمام شعبہ ہائے زندگی سے متعلق افراد تک پہنچانے میں نمایاں کردار ادا کر چکا ہے۔ بعد میں یہ کتابچہ ایک چارٹ کی شکل میں بھی شائع ہو چکا ہے۔ ظاہری و باطنی تزئین و آرائش سے مالا مال یہ چارٹ اور کتابچہ ہزاروں کی تعداد میں شائع ہو کر عمومیت حاصل کر چکا ہے۔ اس کا انگریزی ترجمہ بھی شائع ہوا جو کہ کثیر تعداد میں مغربی ممالک کے مسلمانوں کو سپاہ صحابہ کے موقف و نظریہ سے آگاہ کرنے کا مفید سبب بنا ہے۔

(۱۰) خلافت راشدہ جنتری

ہمسایہ ملک ایران میں خمینی انقلاب (جو کہ دراصل اہل سنت والجماعت کی بیخ کنی کا منصوبہ تھا) کے بعد ملک عزیز پاکستان میں شیعی لٹریچر اس قدر عام ہوا کہ کوئی بھی بک سٹال اور کتب خانہ ان جراثیم سے نہ بچ سکا۔ شیعوں نے عوام الناس کے ہر طبقۂ فکر میں زبردست نشری اور اشاعتی مہم چلائی۔ رنگ برنگی ڈائریاں، مختلف سائز کی جنتریاں اور چھوٹے بڑے کتابچے لاکھوں کی تعداد میں تقسیم کیے گئے، جس کی وجہ سے معاشرے میں ایک بُری فضا پھیلی۔ شیعہ کی ''امامیہ جنتری'' اور ''زنجانی جنتری'' اس فسادی مہم میں پیش پیش رہیں۔

چنانچہ علامہ فاروقی شہیدؒ نے اپنی استطاعت کے مطابق رفض کی طرف سے پھیلائے گئے ان زہریلے اثرات کو مٹانے کے لئے ''ماہنامہ خلافت راشدہ'' اور ''خلافت راشدہ جنتری'' کا آغاز کیا۔ کتابی سائز کے سینکڑوں صفحات پر مشتمل اس جنتری کا اجراء ۱۹۸۶ء میں ہوا۔ ایک عرصہ تک اس جنتری نے عوام الناس کی اصلاح کا فریضہ سرانجام دینے کے ساتھ ساتھ نوجوان نسل کو اہم تاریخی اور معلوماتی مواد مہیا کیا۔

(۱۱) حضرت امام مہدیؓ

یہ کتاب بھی فاروقی شہید رحمہ اللہ کی قید و بند کی قابلِ قدر کاوش ہے۔ اس کا پسِ منظر مختصراً یہ ہے:

جرنیل سپاہ صحابہ مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ نے ۱۹۹۴ء میں امام مہدی کے موضوع پر پنجاب بھر میں تقاریر فرمائیں۔ جن میں موصوف نے ایک فرضی، نقلی اور معدوم الوجود نام نہاد مہدی گویا کہ خونی مہدی کے گھناؤنے عزائم اور بھونڈے کردار و افکار کے خلاف صدائے حق بلند کی تھی۔ حضرت شہیدؒ کی ان تقاریر کے ردِ عمل کے طور پر شیعوں نے ۲۲ راگست ۱۹۹۴ء کو مولانا پر شاہ پور ضلع سرگودھا کے قریب قاتلانہ حملہ کر کے دلائل سے عاری ہونے کا ثبوت دیا، حتیٰ کہ قومی اسمبلی کے اندر ایک شیعہ ایم این اے نے مولانا کی ان معرکۃ الآراء تقاریر کے خلاف احتجاج کیا، جبکہ مولاناؒ نے جوابی تقریر میں ایسی وضاحت فرمائی کہ قومی اسمبلی کے در و دیوار بھی صداقت پہ عش عش کر اٹھے۔

علاوہ ازیں شیعہ کے واویلے اور غلط پروپیگنڈے کا اثر بعض مسلم راہنماؤں پر یہ پڑا کہ انہوں نے اپنی نجی محافل میں قائدین سپاہ صحابہ کے بارے میں امام مہدی کے منکر ہونے کے خدشات کا اظہار کیا، تو علامہ فاروقی شہیدؒ نے اس موضوع پر کوٹ لکھپت جیل میں قلم اٹھایا۔ اور ۲۵۸ صفحات پر مشتمل یہ عظیم اور لاجواب کتاب تصنیف فرمائی۔ حقیقی مہدی کی بے غبار اور

شیعیت کے فرضی امام مہدی کی گرد وغبار سے اٹی ہوئی تصویر تاریخ اور حقائق کی روشنی میں خوب کھینچی ہے۔

(۱۲) کیا خمینی کو عالم اسلام کا ہیرو قرار دیا جا سکتا ہے؟

خمینی کے نام نہاد اسلامی انقلاب کی قلعی اپنے مذہبی وسیاسی مخالفین پر ظلم وتشدد سے لے کر مراکزِ اسلام حرمین شریفین کے تقدس وحرمت کی پامالی تک کے گھناؤنے منصوبوں اور اسلام دشمن حرکتوں سے کھل گئی۔

لیکن افسوس کے ساتھ کہ ان تمام حقائق کو جاننے کے باوجود بھی کچھ کور چشم اور بد باطن افراد اس خونی انقلابی کو عالمِ اسلام کا عظیم ہیرو قرار دینے پہ تلے ہوئے تھے۔

حضرت فاروقی شہیدؒ نے اپنی اس تحریر میں آنجہانی خمینی کی خونی اور فسادی شخصیت کے مکروہ چہرے سے نقاب ہٹایا ہے۔ مصنف نے یہ کتاب بھی دورانِ قید تحریر فرمائی۔

(۱۳) سپاہ صحابہ میں شمولیت کیوں ضروری ہے؟

یہ ایک ایسا اہم سوال ہے جس کا وافی، کافی جواب بھی حضرت فاروقی شہید رحمہ اللہ ہی کا خاصہ تھا، جو کہ آپ نے بڑے خوبصورت اور قابلِ فہم وتسلیم انداز میں چوبیس صفحات کے اس کتابچے کی شکل میں دیا ہے۔

(۱۴) اسلام اور شیعیت کا تقابلی جائزہ

یہ وہ کتاب ہے جو حضرت فاروقی شہید رحمہ اللہ کی سینٹرل جیل اور کوٹ لکھپت جیل لاہور میں دورانِ اسارت شب وروز کی مسلسل جدوجہد کا نمونہ ہے۔ سینکڑوں صفحات پر مشتمل یہ کتاب اول سے آخر تک اسلام اور شیعیت کے تمام مسائل، عقائد وعبادات اور معاملات ونظریات کا تقابل بہترین انداز میں پیش کرتی ہے۔

کلمہ، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، شادی، غمی اور اللہ تعالیٰ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ، خلفاء راشدینؓ اور دیگر بہت سارے اہم مسائل میں اہلِ اسلام اور اہلِ تشیع کی بنیادی کتب سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ تشیع اور اسلام ایک دوسرے سے یکسر مختلف مذاہب ہیں۔ شیعیت کا اسلام سے اختلاف عداوت اور بغض سے سوا کچھ نہیں۔ فاروقی شہید رحمہ اللہ کی شہادت کے بعد یہ نامکمل مسودہ مکمل کرنے کی سعادت برادرم مولانا ثناء اللہ سعد صاحب کو نصیب ہوئی۔ لیکن نامعلوم وجوہات کی بناء پر ابھی تک زیورِ طبع سے آراستہ نہ ہو سکی۔

اَحلاف فاروقی شہیدؒ کا احسانِ عظیم ہوگا، اگر اس لاجواب کتاب کی طباعت فرمادیں۔

(۱۵) کام کیسے کریں؟

اس کتابچہ میں حضرت فاروقی شہید رحمہ اللہ نے سپاہِ صحابہ کے کارکنوں کی تربیت اور انہیں اطاعتِ امیر کی اہمیت سمجھانے اور نظم وضبط کے ساتھ کام کرنے کا سلیقہ بتایا ہے۔ کارکن کی ذہنی اصلاح، اطمینانِ قلبی اور روحانی تسکین کے لئے قائد

CamScanner

شہید کا یہ تحفہ تیر بہدف ہوگا۔ ان شاء اللہ العزیز

(۱۶) لہو رنگ

اس کتاب کا ہر ہر صفحہ "لہو رنگ" ہے۔ اس کی ہر ہر سطر میں لکھے الفاظ کا ہر ہر حرف اور حرف کا ہر نقطہ، اور ہر شوشہ بلاشبہ "لہو رنگ" ہے۔ اوّل سے آخر تک، ابتداء سے انتہا تک، اس کے ہر کاغذ کی زمین کا ہر ذرہ لہو کی خوشبو سے مہک رہا ہے، اور لہو کی رنگت سے رنگین نظر آتا ہے۔ علامہ فاروقی شہیدؒ نے اپنی اس کتاب میں شہداءِ ناموسِ صحابہ کی شہادتوں کے غمناک اور دلگداز مناظر قلم بند فرمائے ہیں۔

یہ کتاب اس وجہ سے بھی خصوصی اہمیت کی حامل منفرد کتاب ہے کہ ایک قائد اپنے شہید کارکنوں کی داستانِ غم اپنے پُرسوز قلم سے لکھ رہا ہے۔

کتنے بے تاب ہیں جوہر مرے آئینے میں
کس قدر جلوے تڑپتے ہیں مرے سینے میں

(۱۷) ارمغانِ صحابہ کرامؓ

حضرت علامہ فاروقی شہید رحمہ اللہ کا یہ عظیم تجدیدی کارنامہ بارہ سو (۱۲۰۰) صفحات پر مشتمل ہے۔ اور سات جلدوں میں شائع ہوگی۔ مصنف شہید نے مظلوم صحابہ کرامؓ کا تذکرہ زبان و بیان سے تو کیا ہی تھا، کمال یہ ہے کہ شاعر نہ ہونے کے باوجود مختلف شعرائے کرام کے گلہائے عقیدت کو سمیٹ کر تقریباً ۱۵۰۰ نظموں پر ارمغانِ صحابہ کرام کی مہک سے نئی نسل کے اذہان و قلوب کو معطر و معنبر کرنے کا سامان مہیا کر دیا۔ سات حصوں میں کتاب کو تقسیم کر کے ہر حصے کے آغاز میں تقریباً بیس بیس صفحات پر صحابہ کرامؓ کے احوال و سوانح کا اضافہ کیا گیا ہے، یہ مجموعہ بھی آپ کی اسارت کے ابتدائی دور میں سینٹرل جیل ملتان ہی میں پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ شومئ قسمت کہ طباعت کے زیور سے آج تک آراستہ نہ ہو سکی۔

(۱۸) مجبور آوازیں

جیل کی دنیا بھی بڑی عجیب ہے، یہاں انسان کو زبردستی انسانیت کے دائرے سے خارج کیا جاتا ہے، اور کالے قوانین کی زبردست حکمرانی ہے، یہاں کا قیدی انسان جیل کے ناخداؤں کا بندہ ہے۔ اور اس جہاں کا سب سے بڑا جرم غربت ہے جس کی سزا بہت بھیانک ہے۔ جس کے پاس جیل افسران کو دینے کا بھتہ نہیں وہ اس دنیا کا سب سے بڑا مجرم بھی ہے اور سب سے زیادہ سزا کا مستحق بھی۔

حضرت فاروقی شہید رحمہ اللہ نے اپنی اس کتاب کی مدد سے مجبور انسانوں کی آواز عدل و انصاف کے مسند نشینوں اور اجارہ داروں کو سنانے کی مخلصانہ و مومنانہ کوشش کی ہے۔ اس کتاب میں کئی ایسے قیدیوں کی آوازیں بھی شامل ہیں جو اپنے کردہ ناکردہ گناہوں کی واقعی اور قانونی سزا بھگت لینے کے باوجود سالہا سال سے جیلوں میں پڑے سسک رہے ہیں۔ اور.....

کچھ تو ہوتے ہیں محبت میں جنوں کے انداز
اور کچھ لوگ دیوانہ بنا دیتے ہیں

کے مصداق کسی بھیانک منصوبے اور خوفناک جرم کو سرانجام دینے کا عزمِ مصمم کیے ہوئے ہیں۔ اور کئی ایسے بے بس و بے کس قیدیوں کا تذکرہ بھی ہے جو انصاف کو آوازیں دیتے دیتے داعی اجل کو لبیک کہہ گئے ہیں۔ شاید بزبانِ حال یہ کہتے ہوئے گئے ہوں، (بقول مولانا محمد علی جوہرؒ)

دورِ حیات آئے گا قاتل قضا کے بعد
ہے ابتدا ہماری تیری انتہا کے بعد

(۱۹) شیعہ اور مسلمانوں کا بنیادی فرق

صرف ۲۴ صفحات کے اس کتابچے میں حضرت فاروقی شہید رحمہ اللہ نے شیعہ شرّ البریّہ اور مسلمانوں کے مابین بنیادی فرق کی وضاحت کی ہے۔ انتہائی قابلِ غور کتابچہ ہے۔

(۲۰) گستاخِ صحابہ کی شرعی سزا

اپریل ۱۹۹۴ء میں جرنیلِ سپاہِ صحابہ حضرت مولانا محمد اعظم طارق شہید رحمہ اللہ نے قومی اسمبلی میں ''ناموسِ صحابہؓ و اہل بیتؓ بل'' پیش کیا تھا، جس میں صحابہ کرامؓ یا اہلِ بیت عظامؓ کی شان میں تقریراً یا تحریراً گستاخی کرنے والے شخص کے لئے سزائے موت کی تعیین و تنفیذ کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ جیسے ہی یہ بل اسمبلی میں پہنچا تو دشمنانِ صحابہ کی صفوں میں کھلبلی مچ گئی اور ان کی طرف سے بڑی شدت سے یہ پروپیگنڈہ زور پکڑ گیا کہ صحابہ کرامؓ کی گستاخی پر اسلام میں کوئی سزا نہیں۔

تب علامہ فاروقی شہیدؒ نے ۴۸ صفحات پر مشتمل یہ کتابچہ تحریر فرما کر سپاہِ صحابہ اور دیگر تمام اہلِ اسلام کے موقف کو ادلۂ قرآن و حدیث سے ثابت کیا۔ پھر حضرت فاروقی شہیدؒ نے مذکورہ مؤقف کے حق میں حضرات آئمہ اربعہ کے فتاویٰ پیش کیے ہیں جن سے یہ بات بالکل آشکارا ہوگئی کہ صحابہ کرامؓ کی تکفیر کرنے والے شخص کی سزا ''سزائے موت'' ہے۔

(۲۱) شیعہ سے امتِ مسلمہ کا اصل اختلاف

یہ بات تو اظہر من الشمس ہے کہ چودہ سو سالہ اُمتِ مسلمہ کے تمام دینی و روحانی پیشوا تکفیرِ شیعیت ہی کے قائل تھے۔ چونکہ اس بدباطن و بدظاہر فرقہ کا ہر پہلو اور تصویر کا ہر رُخ کفر و شرک پہ دلالت کرتا ہے، لہٰذا ہر بزرگ اور عالم نے اپنی دانست کے مطابق شیعہ کے کسی ایک عقیدہ کو لے کر کفر کا فتویٰ دیا ہے۔ لیکن اِن کے کفر کی سب سے اہم وجہ شیعہ کا عقیدۂ امامت ہے، جو ہر لحاظ سے ختمِ نبوت کی جڑیں کاٹتا ہے۔ علامہ فاروقی شہیدؒ نے ۲۴ صفحات پر مشتمل اس کتابچے میں شیعہ کے عقیدۂ امامت کے بارے میں بڑی مدلل بحث فرمائی ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی واضح کر دیا کہ شیعہ کو عقیدۂ امامت کے اثبات کے لئے اور کئی قبیح اور کفریہ عقائد وضع کرنے پڑے۔ جن میں سے ایک عقیدہ تحریفِ قرآن کا اِن کے ہاں بڑی اہمیت کا حامل

CamScanner

ہے۔ حضرت مصنف شہیدؒ نے اپنے مخصوص، منفرد، سلیس اور ادبی انداز تحریر میں یہ کتابچہ لکھ کر عامۃ المسلمین کو بالعموم اور تحریک ناموسِ صحابہؓ کے حوالے سے کام کرنے والے جانباز نوجوانوں کو بالخصوص ایک علمی ہتھیار فراہم کیا۔

(۲۲) پھر وہی قید قفس

حضرت علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ اور مولانا محمد اعظم طارق شہید رحمہما اللہ تعالیٰ (آنجہانی) بے نظیر بھٹو کے دورِ حکومت میں حاصل پور ضلع بہاولپور کے ایک مشہور جاگیردار شاہنواز ڈبہ کے قتل کے جھوٹے الزام میں گرفتار کیے گئے۔ حضرت فاروقی شہیدؒ کی حیاتِ مستعار کی یہ آخری گرفتاری ثابت ہوئی، جس کے نتیجے میں تقریباً چودہ ماہ کے عرصہ میں آپ کو جرنیلِ سپاہِ صحابہ مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ کی معیت میں بہاولپور، ملتان، راولپنڈی اور لاہور کی جیلوں میں قید و بند کی صعوبتوں سے گزرنا پڑا۔ بالآخر ۱۸ر جنوری ۱۹۹۷ء (بمطابق ۸ر رمضان المبارک) کو جب آپ سیشن کورٹ لاہور میں تاریخ پیشی بھگتنے کے لئے تشریف لائے تو ایرانی سبائیوں بلکہ ایرانی حکومت اور پاکستانی روافض کی ایک گھناؤنی اور طویل عرصے کی طے شدہ سازش کے نتیجے میں ریموٹ کنٹرول بم دھماکے کے ذریعے آپ کو شہید کر دیا گیا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

زندگی کے اِن آخری اسیری کے چودہ ماہ کے دوران ہزاروں صفحات پر مشتمل دسیوں علمی، تحقیقی اور تاریخی کتابیں آپ کے حقیقت آشنا قلم سے معرضِ وجود میں آئیں۔ مذکورہ کتاب ''پھر وہی قیدِ قفس'' کے نام سے آپ کی آپ بیتی جو ۲۷۶ صفحات پر مشتمل ہے، یہ کتاب انہی ایامِ قید و بند کی یادگار ہے۔ آپ کے قیدی ساتھیوں کے بقول اپنی شہادت سے صرف تین گھنٹے قبل اس کتاب کی تکمیل فرمائی۔

☆

سوانح حیات امیر عزیمت پاسبانِ ناموسِ صحابہ مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ

مصنف خطیب ایشیاء و یورپ حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی نور اللہ مرقدہٗ (چیئرمین سپریم کونسل سپاہِ صحابہ پاکستان)

امیر عزیمت شہیدؒ کے مفصل حالاتِ زندگی، جھنگ کے اہلِ تشیع کی انگریز سے وفاداری کی داستانِ حقیقت، جھنگوی شہیدؒ کی بعض تقاریر سے اقتباسات کے علاوہ آپ کا واقعۂ شہادت حضرت قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کے رونق آفریں قلم سے دُکھ بھرے انداز میں۔ علاوہ ازیں مختلف جید علمائے کرام کی تحریروں کے اقتباسات بھی کتاب ہذا کی زینت ہیں۔ اس کتاب کے ۴۵۸ صفحات ہیں۔ عرصۂ دراز سے نایاب چلی آ رہی ہے۔

جرنیلِ اسلام حضرت مولانا محمد اعظم طارق شہید کی کتب

(۱) خطباتِ جیل (۲) خطباتِ جرنیل (۳) میرا جرم کیا ہے؟ (۴) ٹوٹ گئی زنجیر

توشۂ کارکن..... (محترم حافظ احمد بخش ایڈووکیٹ)

محترم حافظ صاحب نے اپنے تمام تر جذبات و احساسات اور تجربات کو زمانۂ اسیری میں موتیوں کی لڑیوں میں

پرویا ہے۔ توشۂ کارکن نظریاتی کام کی ضامن کتاب ہے۔ توشہ درج ذیل اہم عنوانات پر مشتمل ہے:

مصائب و آلام، دینی اداروں میں مشنِ جھنگویؒ کی اہمیت، خواتین میں کام کرنے کا انداز اور اس کی اہمیت، تحریکوں میں نظم و ضبط کی اہمیت، تربیت، سپاہِ صحابہؓ کیلئے اسلامی تاریخ کا مطالعہ کیوں ضروری ہے، انا پرستی اور مفاد پرستی سے بچاؤ کا طریقہ، دانشورانِ قوم سے میرا سوال، مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ اس دور کے مجدد، جیسی مفید معلومات سے مزین یہ کتاب واقعی ایک نظریاتی کارکن کے لئے ''سراغِ زندگی'' ہے۔ اس کتاب کے صفحات کی تعداد ۲۸۰ ہے۔

جناب محمود اقبال کی تصنیفی خدمات

اسیر ناموسِ صحابہ جناب محمود اقبال صاحب نے حضرت علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید رحمہ اللہ کی حیات میں ہی اُن کی یادگار پندرہ تقاریر شائع کیں۔

سپاہِ صحابہ کی پارلیمانی جدوجہد

مولانا محمد اعظم طارق شہید کی قومی اسمبلی کی تقریریں ''سپاہِ صحابہ کی پارلیمانی جدوجہد'' کے نام سے شائع کیں۔

جماعت، نظم اور کارکن

دورانِ اسارت محمود اقبال صاحب نے جیل میں ''جماعت، نظم اور کارکن'' کے غیر معمولی اور اہم عنوان سے کتاب تصنیف کی اور بعد ازاں اسے شائع بھی فرمایا۔

آپ کی اس کوشش کو جماعت کا سنجیدہ طبقہ وقعت اور قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اور یہ تصنیف تحریک ناموسِ صحابہ کے اندر کام کرنے والے کارکنوں کے لئے مستقبل میں بھی بے لاجواب تصنیف سنگِ میل کا کردار ادا کرے گی۔

''خطباتِ اعظم'' کے نام سے مولانا محمد اعظم طارق شہید کی یادگار تقاریر کا بہترین مجموعہ شائع کیا اور ان تمام تقریروں کو علیحدہ کتابچوں کی شکل میں بھی شائع کیا۔

زخم اور عزم

مصنف:۔ اسیر ناموسِ صحابہ صاحبزادہ مولانا مسعود الرحمٰن عثمانی صاحب

دورانِ اسارت مولانا عثمانی صاحب نے اس خالص نظریاتی کتاب میں معلومات کا ذخیرہ، تجربوں کی تجوریاں، مشاہدات کے خزانے، نظریات کی اُمنگیں، خیالات و عزائم کی پختگیاں الغرض یہ کتاب ایک مشنری اور نظریاتی کارکن کے لئے یقیناً بے مثال اور لائق مطالعہ و قابلِ عمل ہے۔

.....☆.....

CamScanner

مشنِ جھنگوی شہیدؒ کے کارکنوں کی تحریری خدمات

مولانا ثناء اللہ سعد شجاع آبادی صاحب

آپ نرم دَم گفتگو اور گرم دم جستجو شخصیت کے مالک ہیں۔ اخلاص اور نظریات کے ساتھ وابستگی کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید رحمہ اللہ کے بعد رب العزت نے مشنِ جھنگوی شہید کے لئے آپ کی شکل میں ایک نامور ادیب، اور سریع القلم مصنف و مؤلف کا انتخاب فرمایا۔

آپ کی بے شمار کتب منصۂ شہود پر آچکی ہیں۔ ان میں بعض تو بالکل تجدیدی نظر سے دیکھی گئی ہیں۔ مثلاً اماں جی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی مکمل سوانح عمری، معارف اسمِ محمد ﷺ، صحابہ کرامؓ کی انسان دوستی، اور عنقریب اہلِ سنت والجماعت کو ایک عظیم علمی، تاریخی اور تحقیقی سوغات سے بہرہ ور فرمائیں گے۔ (اس کا تعارف کتب کی تفصیل میں آئے گا۔ انشاء اللہ)

؎ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

ذیل میں صرف مشنِ حق نوازؒ کے حوالے سے اُن کی قلم طرازی کے مجموعہ ہائے تصنیف و تالیف ملاحظہ ہوں۔

(۱) مدلل جوابات (دفاعِ حضرت ابوبکر صدیقؓ)

خلیفۂ بلافصل، جانشینِ پیغمبر حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذاتِ اقدس پر شیعیت کی طرف سے کیے گئے اعتراضات، الزامات کا مدلل و مسکت جواب۔

(۲) دفاعِ فاروقِ اعظمؓ

کشف الاسرار (خمینی)، سہم مسموم فی جواب نکاح ام کلثوم (نجفی) سمیت منکرینِ اصحابِ رسول کی مشہور و معروف کتابوں میں کیے گئے اعتراضات کا کافی و شافی جواب۔

(۳) رسول اللہ ﷺ کے (۱۸۰) رشتہ دار

حضور کے رشتہ داروں کا مفصل حقائق پہ مبنی تذکرہ۔ ۸۰۰ سے زائد صفحات میں صحابہ کرام کی حضور اکرم سے رشتہ داریوں کا درفشاں تذکرہ، لائق مطالعہ ہے، معلومات کا خزینہ ہے۔ واضح رہے کہ اردو ادب میں پہلی کاوش ہے جس میں حضور کے ۱۸۰ رشتہ دار مسلم و کافر سب کا خاطر خواہ تذکرہ موجود ہے۔

(۴) سیرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا۔ ۲۵۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

(۵) خطباتِ سیرت (۲ جلدیں۔ جو اَب یکجا کردی گئی ہیں)

مؤرخ اسلام علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید رحمہ اللہ کی معروف و مشہور سیرت النبی پر مشتمل تقاریر کے اس عظیم الشان مجموعہ کا سب سے اوّلین مرتب کرنے کا سہرا مولانا مدظلہٗ کے سر ہے۔

(۶) خطباتِ امیر عزیمت (مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کے خطبات کا مجموعہ ۱ جلد)

(۷) نقوشِ ایثار۔

جرنیلِ اوّل مولانا محمد ایثار القاسمی شہید رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات پر لکھی گئی کتاب، جو آج کل نایاب ہو چکی ہے۔

(۸) خطباتِ حیدری (۲ جلد)

قائد اہل سنت حضرت علامہ علی شیر حیدری دامت برکاتہم کے علمی خطبات کے مجموعہ جات..... یہ بھی ایک عرصہ سے منظر عام پر نہیں ہیں۔

(۹) مولانا ضیاء الرحمن فاروقی شہید حیات و خدمات

علامہ فاروقی شہید رحمہ اللہ کی حیات و خدمات کے حوالہ سے لکھی گئی مفصل سوانح حیات ہے، جس کے دو ایڈیشن شائع ہوئے، بعد میں حکومت نے پابندی لگادی ہے۔

(۱۰) تذکرہ شہداء ناموسِ صحابہؓ

یہ تذکرہ ماسٹر افضل سعید شہیدؒ نے ترتیب دیا تھا، بعد میں مولانا نے اسے خوبصورت انداز میں شائع کیا۔

(۱۱) خطباتِ اعظمؒ

جرنیل سپاہ صحابہ مولانا محمد اعظم طارق شہید رحمہ اللہ کے خطبات مرتب کئے، بعد ازاں اس کتاب کو محمود اقبال صاحب نے شائع کیا۔

(۱۲) علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید رحمۃ اللہ علیہ کی جیل کے اندر لکھی گئی کتب کی ان کی شہادت کے بعد تصحیح و تزئین کی، اور انہیں قابلِ اشاعت بنایا۔

(۱۳ تا ۱۵) مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ کی کتب "میرا جرم کیا ہے" اور "ٹوٹ گئی زنجیر" کے علاوہ "خطباتِ جیل" کی ترتیب و تزئین کی اور ان کو قابلِ اشاعت بنانے کے لئے تمام طباعتی مراحل خوش اسلوبی سے طے کئے۔

☆..... ماہنامہ خلافتِ راشدہ کی اداریہ نویسی ۱۹۹۸ء تا ۲۰۰۰ء آپ ہی کے ذمہ رہی۔ اور ماہنامہ خلافت راشدہ میں عقائد شیعہ سے متعلق سوالات کے علمی جوابات کے سلسلہ کی بھی ذمہ داری خوب نبھائی۔

(۱۶) مجلہ "الھدیٰ"

قائد اہل سنت حضرت علامہ علی شیر حیدری مدظلہٗ کی سرپرستی میں خیر پور سندھ سے جاری کیا۔ ۲۰۰۴ء میں اس کی اشاعت باقاعدہ ہوتی رہی۔ ڈیڑھ سال بعد حکومت نے پابندی لگادی۔

CamScanner

(۱۷) سالنامہ پیغام کا مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ نمبر

کبھی کبھی تو یوں بھی ہوا اس ریاضِ دہر گلستاں میں
کہ اِک پھول سارے چمن کی آبرو بچا گیا

اس شعر کے مصداق حضرت جرنیل اعظم شہیدؒ کی مفصل سوانح حیات کے طور پر مولانا نے یہ یادگار نمبر مرتب فرمایا۔ بڑے صفحات کے ۵۵۲ صفحات میں مولانا شہید کا بچپن، جوانی، تعلیم، خانگی حالات کے علاوہ چند معرکۃ الآراء تقاریر کے اقتباسات..... یہ سب اپنی جگہ، ان سب کے ساتھ نامور اہلِ قلم، معروف ادیب حضرات مولانا عبدالقیوم حقانی، مولانا ثناء اللہ سعد شجاع آبادی، مولانا زاہد الراشدی، مولانا محمود الرشید حدوٹی، مولانا قاری منصور احمد، مولانا جمیل الرحمٰن عباسی، حافظ ندیم قاسمی، مولانا عبدالجبار سلفی اور دیگر حضرات کے گراں قدر مضامین نے اس انقلابی اور نظریاتی سوغات کی قدر و قیمت بڑھا دی ہے۔

(۱۸) سالنامہ سُرخرو کا امیر عزیمت مولانا حق نواز شہیدؒ نمبر

کھول دو کاخِ محبت کے دریچے سارے
میرے محبوب کے دامن کی ہوا آتی ہے

امیر عزیمت شہیدؒ نمبر کی ہم سب کو ضرورت تھی۔ پیش نظر امر یہ تھا کہ ان کے مکمل حالات زندگی، اور نابغۂ روزگار کارنامے اُجاگر کرنے کے لئے ایک معتبر اور معیاری شمارے کا اہتمام کے ساتھ بندوبست کیا جائے۔ سعادت کا یہ قرعہ بالآخر مولانا ثناء اللہ سعد صاحب ہی کے نام نکلا۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

فاضل مؤلف نے جس تحقیق، جستجو اور محنت کے ساتھ یہ عظیم تاریخی سوغات مرتب کی ہے، اس پر وہ ہر علم دوست کی طرف سے تحسین و شاباش کے حق دار ہیں۔ مولانا کے بہار آفریں قلم اور خاص حُسنِ ترتیب نے اس شمارے کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کی یہ معتبر سوانح پڑھتے ہوئے شورش کاشمیریؒ کا یہ شعر کتنا موزوں رہے گا:

میری اسیری پہ شاخِ گل نے یہ کہہ کر صیاد کو رُلایا
کہ ایسے پُرسوز نغمہ خواں کا گراں نہ تھا مجھ پہ آشیانہ

(۱۹) تاریخ شیعیت، مذہب اور سیاست کے آئینے میں

آئینہ سامنے رکھ کر باتیں ہوں گی
دیکھیں چہرہ شرماتا ہے کس کا!

اصحاب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگیاں از روئے قرآن دین ہیں۔ اور دین کو جاننے اور پہچاننے کی

راہیں خدا اور رسولِ خدا ﷺ کی جانب سے قرآن وسنت ہیں نہ کہ تاریخ وفلسفہ اور جغرافیہ..... یہی وجہ ہے کہ اِن نفوسِ قدسیہ کو جب بھی قرآن وسنت کی کسوٹی پر پرکھا گیا تو اُمت میں اُس وقت تک افراط وتفریط، دجل وتلبیس اور گمراہی کی راہیں نہ کھل سکیں۔

صحابہ کرام جب معیارِ حق ٹھہرے تو اجماعِ اہل سنت والجماعت کے مطابق تنقید، تنکیر سے بالاقرار پائے۔ تاریخ پہ قابلِ تنقید افراد کو لازماً تولا جائے گا لیکن ناقابلِ تنقید ہستیوں کا ترازو ہرگز ہرگز تاریخ نہیں ہے۔ مؤلفِ کتاب ہذا نے ''تاریخ کی کسوٹی پہ جن کا حق ہے ان کو جانچا جائے'' کے اصول کے تحت شیعیت کو مذہب اور سیاست کی سابقہ مکمل اسلامی تاریخ میں پیش کر کے پرکھ اور پڑتال کی ایک قومی سوچ اور فکر مہیا کی ہے۔

شاید یہ پہلا موقع ہے کہ چودہ سو سالہ دور میں پھیلی ہوئی رافضیت کو سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت سے تاحال کے واقعات میں شیعیت کے چودہ سو سالہ کردار کی مفصل روداد کے انداز میں پیش کی ہے۔

عجیب اتفاق یہ ہے کہ تطویل واختصار کا حسین امتزاج یہ تاریخی کارنامہ روافض کی چودہ سو سالہ تاریخ تقریباً چودہ سو صفحات ہی میں قلم بند ہوئی۔ فاضل مؤلف نے جس تحقیق وجستجو اور عرق ریزی کے ساتھ اپنے بہار آفریں قلم سے تاریخی حالات وواقعات کو یکجا کیا ہے وہ واقعتاً قابلِ داد ہیں۔ حق یہ ہے کہ انہوں نے موضوع کے مناسب دائرے میں رہ کر جس تحقیق، لگن، محنت اور ذوق کے ساتھ اس مجموعے کو مرتب کیا ہے اس پر ہر علم دوست کی طرف سے تحسین وتشجیع کے پھول نچھاور ہونے چاہئیں۔ اور علمی وادبی حلقوں کی طرف سے اس کی بڑھ چڑھ کر پذیرائی ہونی چاہئے۔ کیونکہ فاضل مؤلف نے اپنے اندازِ بیاں کو مجموعی طور پر سادہ، عام فہم اور دلچسپ کرنے کے ساتھ ساتھ حقائق کا دامن اتنی مضبوطی سے تھاما کہ تردیدِ شیعیت و مطالعہ شیعیت میں آئندہ یہ کتاب اہلِ علم کیلئے مآخذ ثابت ہو سکتی ہے۔

اس تاریخی کدوکاوش اور جہدِ طویل کا سہرا سوادِ اہل سنت والجماعت کے ماہتاب، مناظر اسلام مولانا محمد الیاس گھمن مدظلہٗ کے سر ہے، جنہوں نے مؤلف محترم کو تشجیعات دلانے کے ساتھ ساتھ تالیف سے اشاعت تک مکمل سرپرستی فرمائی۔ ہر دو حضرات کا یہ اقدام بلاشبہ ایک ایسا کارنامہ ہے جس نے اہلِ علم اور طلباءِ تاریخ کی پیاس بجھانے کا اہتمام اور تاریخ کے ذخیرے میں گراں قدر اضافہ فرمایا ہے۔

؎ یہ اُس کی دَین ہے جس کو چاہے خدا دے

کتاب کی ترتیب تو تقریباً ساری ہی تجدیدی ہے، جبکہ تاریخی پہلوؤں سے بھی بعض چیزوں کا تذکرہ بھی تجدید کا رنگ اختیار کر گیا۔ مثلاً

(۱) سیدنا فاروقِ اعظمؓ سے لے کر سیدنا علی المرتضیٰ تک غیر واضح اور خفیہ رفض کی نقاب کشائی کے بعد سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت سے واضح اور غیر مبہم شیعیت کا بیان

(۲) آئمہ معصومین کے منصوص من اللہ ہونے کا دلچسپ تاریخی حقائق وواقعات سے احاطہ اور تردید

(۳) ''منصب امامت'' اور کرسی عصمت پر مختلف ادوار میں ہونے والی (بازیچۂ اطفال) چھینا جھپٹی، ہٹاؤ بچاؤ، کھینچا تانی اور بیک وقت کئی سارے امیدواران امامت کی حصول امامت کے تگ و تاز کا تذکرہ نرالے انداز میں۔ بقول غالب ؎

کام وہ آن پڑا کہ بنائے نہ بنے
بوجھ وہ سر سے گرا ہے کہ اُٹھائے نہ اُٹھے

(۴) کئی سارے سربستہ ڈھکے چھپے چہروں کی نقاب کشائی تاریخی آئینہ میں۔

(۵) شیعہ مذہب کی تاریخ کہ یہ فرقہ کس طرح اور کن اسباب کے تحت نمودار ہوا۔ پھر اس کے بنیادی دور، درمیانی دور، اور دور حاضر کے فرقوں کی شاخوں کا مکمل تعارف اور ان فرقوں کے باہمی اختلافات کو بھی واضح کیا گیا ہے۔

(۶) شیعہ روایات کی حقیقت، ان کے اصول تنقید اور ان کے رجال سند کے احوال، مستند تاریخ کے حوالے سے پیش کیے گئے ہیں۔

پمفلٹ اور کیلنڈر

سپاہ صحابہ پاکستان کے مخلص اور جانباز کارکنوں نے سپاہ صحابہ کے پلیٹ فارم سے ۱۹۹۰ء میں حالات کے پیش نظر اور وقت کے اہم تقاضے کو محسوس کرتے ہوئے خاصی تعداد میں پمفلٹ اور کیلنڈر مختلف النوع عنوانات سے ترتیب دیئے اور ملک عزیز کے تمام شہروں اور اضلاع میں ان کی بھرپور تشہیر کی۔ جن میں

(۱) مسلمان اور شیعہ بھائی بھائی کیوں؟

اس میں اہل سنت اور شیعہ میں ایک اصولی تقابل پیش کیا گیا تھا اور مختصر مگر جامع انداز میں یہ ثابت کیا گیا کہ شیعہ اور سنی میں کوئی قدر ہرگز مشترک نہیں ہے۔

(۲) شیعیت احادیث نبی کی روشنی میں

اس کیلنڈر میں مشکوٰۃ شریف، مسند احمد، کنز العمال، دار قطنی، مجمع الزوائد جیسے احادیث کے مستند اور معتبر مجموعہ جات سے اس بدباطن فرقہ کو کافر اور مشرک ثابت کیا گیا ہے۔

(۳) اہل کفر اور اہل اسلام میں بھائی چارہ نہیں ہوسکتا

اس اشتہار میں ''شیعہ سنی بھائی بھائی'' کے پُرفریب نعرے کے تار و پود بکھیرے گئے ہیں۔ جب ملت اسلامیہ جدا اور ملت ابن سبا جدا..... پھر اسلام اور کفر میں اشتراک کیسا؟؟

وقتاً فوقتاً سپاہ صحابہ سٹوڈنٹس نے بھی نوجوان نسل کے حلقہ میں بالخصوص کالج و یونیورسٹی اور دینی مدارس کے طلباء میں اپنی ذمہ داری کو بحسن وخوبی ادا کرتے ہوئے تحریری مواد، پمفلٹس، اشتہارات، سٹکرز، بیجز وغیرہ کے ذریعے اسلامی و دینی نشریات کے ذریعہ خدمت دین کا فریضہ سرانجام دیتی رہی۔ زمانے کی ستم ظریفی، حالات کی کشیدگی، وسائل کی تنگی، مخلص اور

قابلِ قدر جذبات کی ابتری میں کارفرما ہوئی۔ تاہم باوجود اِن سب عوارضات ومشکلات کے دراصحاب کی چاکری کرنے والے مخلصین بے باک اہلِ قلم صاحبِ فضل اپنے تئیں بھرپور کردار ادا کرتے رہے۔ تا آنکہ وہ وقت آن پہنچا کہ جب بہت ہی مختصر عرصے کے اندر اِس مقدس مشن کے حوالے سے تحریر کی جانے والی کتابوں اور رسالوں کی تعداد سینکڑوں کو جا پہنچی۔ اور یہ بات عیاں کردی کہ حالات چاہے جیسے ہوں، موسم کیسے ہی کیوں نہ ہوں، حقائق بہرحال آشکارا ہو کر ہی رہتے ہیں۔ چونکہ حق کا چہرہ کبھی گردشِ زمانہ کے گرد وغبار سے غبار آلود تو کیا مَیلا بھی نہیں ہوتا۔

ہزاروں دشت پڑے لاکھ آفتاب اُبھرے
جبیں پر گرد ، پلک پر نمی نہیں آئی
کہاں کہاں نہ لُٹا قافلہ فقیروں کا
متاعِ درد میں لیکن کمی نہیں آئی

اخبار ''الایثار''

مقامِ اشاعت جامع مسجد صدیق اکبرؓ محمدی چورنگی نارتھ کراچی

تحریکِ ناموسِ صحابہ کے ساتھ وابستہ چند نوجوانوں نے نئے جذبے اور ولولے کے ساتھ میدانِ صحافت میں بھی قدم رکھا۔ جو کہ انتہائی کامیاب ثابت ہوا۔ اور چند ہی روز میں ہفت روزہ ''الایثار'' کا اجراء ہوا۔ اور گنے چنے ہفتوں میں ''الایثار'' پورے ملک میں پھیل گیا۔

ساتھیوں کی پُرخلوص کاوش اور بھرپور جدوجہد کے نتیجے میں مختصر عرصے میں ''الایثار'' کا ملک کے اہم صحافتی اخبارات میں شمار ہوا، لیکن حالات کی ستم ظریفی کہیے یا حکمرانوں کی بوالہوسی..... بہرحال کسی بھی زیادتی کی نذر ہو کر ''الایثار'' پر پابندی عائد کردی گئی۔ لیکن شاید یہ بھول ہے ستم ظریفوں کی ستم زدوں کے بارے میں۔ بقولِ اکبر آلہ آبادی

سینے میں دل آگاہ جو ہو کچھ غم نہ کرو ناشاد سہی
بیدار تو ہے ، مشغول تو ہے ، نغمہ نہ سہی فریاد سہی
ہر چند بگولا مُضطر ہے اِک جوش تو اس کے اندر ہے
اِک وجد تو ہے، اِک رقص تو ہے، بے چین سہی برباد سہی

مشنِ جھنگوی شہیدؒ کے بارے حضرات رفقائے نظریہ کی تصانیف

☆.....مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کی شہادت۔

ازقلم: قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب قدس سرہٗ

سب سے پہلے مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کی شہادت کے فوراً بعد حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا کی

شہادت پر اپنا غیر معمولی فاضلانہ اور محققانہ قلم اٹھایا۔ ۲۳ صفحات پر مشتمل یہ مضمون ''ماہنامہ حق چار یار'' لاہور کی مارچ، اپریل ۱۹۹۰ء کی اشاعت میں چھپا۔ بعد ازاں اسے ایک کتابچہ کی شکل بھی دی گئی تھی اور مزید صفحات کا اضافہ بھی شامل کیا گیا تھا۔ مضمون اگرچہ طویل نہیں ہے لیکن حقائق و براہین سے لبریز ہے۔

حضرت قاضی صاحب مرحوم حقیقت پسندانہ تجزیہ فرماتے ہیں:

''مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ سے میری ملاقات نہیں ہو سکی۔ ان کی تقریر کی دو کیسٹیں سُنی ہیں۔ ایک تقریر سیاسی اور دوسری مذہبی، اس میں مجمع عام میں کافر کافر کے نعروں کے علاوہ اور بھی نعرے ہیں۔ مولانا جھنگوی مرحوم کے حالات و واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شیعہ جارحیت کے ردِّ عمل میں دفاعِ صحابہ کے جذبے سے سرشار تھے۔ اور ان پر ایک حال غالب تھا اور وہ غلبۂ حال کی وجہ سے معذور تھے، اور اسی راہ میں جان دے دی۔'' (مولانا حق نواز جھنگوی شہید کی شہادت۔ صفحہ ۳۰)

☆.....امیر عزیمتؒ

مصنف: نامور ادیب مولانا محمد الیاس بالاکوٹی صاحب، خطیب جامع مسجد عثمانیہ سٹیلائٹ ٹاؤن جھنگ

مجاہد اسلام مولانا محمد الیاس بالاکوٹی مدظلہٗ حضرت امیر عزیمت شہید رحمہ اللہ کے دیرینہ دوستوں میں سے ہیں۔ مولانا شہیدؒ کی سوانح عمری انتہائی محنت و کاوش سے ترتیب دی ہے۔ اور امیر عزیمتؒ کی زندگی کے بہت سے روشن پہلوؤں کو اُجاگر فرمایا ہے۔ کتاب جہاں ادبی شہ پاروں اور نثری پیرائے کا ایک عظیم شاہکار ہے وہاں امیر عزیمتؒ کے خاندانی، شخصی، خانگی و ذاتی حالات دلچسپ انداز میں پیش کیے گئے ہیں۔ عرصہ ہوا کہ کتاب ہذا نایاب ہو چکی ہے۔

☆.....تاریخ عزیمت (سوانح حیات مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ)

از قلم: مولانا محمود الرشید حدوٹی صاحب مدظلہٗ

مولانا حق نواز شہید رحمہ اللہ کی شہادت کے بعد عرصہ دو سال کے اندر اندر لکھنے والوں نے کمالِ محبت کا اظہار کیا ہے۔ دفاعِ صحابہ کی تحریک سے وقتاً فوقتاً کمالِ محبت کا اظہار کرنے والوں میں ایک اہم نام، صاحب طرز ادیب و خطیب، مولانا محمود الرشید حدوٹی صاحب کا بھی ہے۔ آپ خالص سُنی نظریات کے داعی و مبلغ ہونے کے ساتھ ساتھ ماہنامہ ''آبِ حیات'' کے مدار المہام اور دسیوں کتابوں کے مصنف و مؤلف بھی ہیں۔ آپ کی اوّلین تصانیف میں سے مرقوم بالا کتاب ''تاریخ عزیمت'' بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ مولانا حق نواز شہید رحمہ اللہ کے مشن، موقف اور نصب العین پر دستاویزی حیثیت پر مبنی یہ کتاب ۴۵۶ صفحات پہ پھیلی ہوئی ہے۔ مفکر اسلام، مناظر اسلام، اُستاذی حضرت علامہ خالد محمود صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے وقیع مقدمے نے اِس تالیف کو اسناد و اعتماد بھی مہیا کر دیا۔ مولانا حدوٹی نے کتاب کے ۲۶ ابواب کو حق و باطل کی معرکہ آرائی، آزمائشوں کی جاں گسل وادیاں، صحابہ کرامؓ کی دلگداز داستان، شیعیت ہندوستان میں، شیعیت کا بھیانک دور جھنگ

میں، مولانا حق نواز شہیدؒ کی آمد آمد، مولانا شہید پر آزمائشیں، مولانا کی سیاست، تبلیغ وتقریر، سُنی اتحاد کے لئے کی جانے والی کوششیں، مولانا حق نواز شہید اور فرقہ واریت کا خاتمہ، سانحہ شہادت، مولانا حق نوازؒ رفقاء، اکابرین، معاصرین اور صحافیوں کی نظر میں، سیاستدانوں اور دانشورانِ قوم کا مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کو خراج عقیدت جیسے اہم عنوانات میں تقسیم کر کے حقائق کی لڑی میں بڑی نفاست اور عمدگی کے ساتھ پرو دیا ہے۔

قارئین سے مکرر عرض ہے کہ اس کتاب کے آغاز میں حضرت علامہ خالد محمود صاحب کا مقدمہ یقیناً قابلِ مطالعہ ہے، اس کے پڑھ لینے سے مشنِ جھنگوی کی سمجھ بوجھ پیدا کرنے کے علاوہ کئی سوالات کا جواب بھی فراہم ہوگا۔

فتوحات السّنیّة علی ایرادات الرّافضیة

مصنف: آیت اللہ العظمیٰ السید امیر رضا القمی صاحب (سابق شیعہ مجتہد)

سابق شیعہ مجتہد سید امیر رضا شاہ قمی صاحب فاضل قم یونیورسٹی ایران کا سپاہِ صحابہ کے دوستوں کے اصرار اور انتظام و انصرام پر مملکتِ ایران کے سابق سپیکر آیت اللہ نوری کے ساتھ انٹرنیٹ پر ایک مکالمہ ہوا۔ جو شیعہ مذہب کی اہم معلومات پر مشتمل ہے۔ علاوہ ازیں سید عباس حیدری لکھنؤ شہر کے باشندے اور مدرسۃ الواعظین لکھنؤ کے ممتاز شیعہ مجتہد کے ساتھ بھی ایک دلچسپ مکالمہ ہوا۔ یہ دو اہم چیزیں اس کتاب کا حصہ بنائی گئی ہیں۔ مزید برآں سید توقیر عباس خوشابی کے دو خطوط کا تفصیلی جواب بھی شامل کر دیا گیا۔ یقیناً یہ کتاب بھی نوجوانانِ اہل سنت کے علمی سوالات کی پیاس بجھا سکے گی۔ کتاب کے کل صفحات ۴۶۴ ہیں۔

تفسیر نور العینین بجواب تفسیر نور الثقلین

از قلم: السید امیر رضا شاہ قمی صاحب

رافضیوں کی ۷۲ تفاسیر کا مدلل جواب دیا گیا ہے۔ بقولِ مصنف "یہ عظیم اور لاجواب علمی سرمایہ ۳۵ جلدوں پر مشتمل ہوگا۔ یہ بے مثال سوغات عنقریب علمی دنیا میں جلوہ فگن ہونے والی ہے۔ انشاء اللہ العزیز

گذارشِ احوالِ واقعی

اعتراف واعتذار..... قارئین کرام! مذکورہ مضمون کو پڑھتے ہی اوّل وَھلہ میں جس چیز کا احساس ہوگا وہ یہ ہے کہ مشنِ جھنگوی شہیدؒ سے وابستہ بعض مخلص، مجاہد، کارکنوں کی قابلِ قدر تحریری کاوشوں کو شامل نہیں کیا گیا۔ تو ہم اس اعتراف کے ساتھ معذرت کرتے ہیں کہ بالکل واضح اور صحیح بات یہی ہے کہ ہم کماحقہٗ تمام حضرات کی تحریرات کا کلی طور پر احاطہ نہ کر سکے۔ معذرت ہمیشہ کسی عذر پر ہی کی جاتی ہے۔ اس کام میں چند اَعذار موانعِ تفصیل ثابت ہوئے۔ العذر عند کرام الناس مقبولٌ۔ ہوئی تاخیر تو کچھ باعثِ تاخیر بھی تھا

وقت کی تنگ دامنی، عدیم الفرصتی اور سب سے اہم یہ کہ باوجود تلاشِ بسیار کے خود حضرت فاروقی شہید رحمہ اللہ کی

تصانیف بھی بہت کم میسر آئیں۔ تو غیر معروف یا کم اشاعت والی کتب کا حصول ذرا اور مشکل تھا۔ یہی وجہ ہے کہ گذشتہ صفحات میں فاروقی شہید رحمہ اللہ کی اکثر کتابوں کا تبصرہ مولانا ثناء اللہ سعد شجاع آبادی کی تالیف "حیات وخدمات حضرت فاروقی شہید" کی مدد سے کیا گیا، اور بعض جگہ تو بغیر یسیر من وعن انہی کا تبصرہ نقل کر دینا ہی کافی سمجھا۔

لہٰذا اس مضمون کو مشنِ جھنگوی شہیدؒ پر تحریری خدمات کے حوالے سے حتمی اور مکمل نہ سمجھا جائے بلکہ یہ تو ایک قدم اس جانب اُٹھا ہے، قدم سے قدم ملنا چاہئے، یا اسے ایک چراغ کہئے جو منزلِ مقصود تک پہنچنے کے لئے روشن کیا گیا، چراغ سے چراغ جلتے رہنے کا سلسلہ جاری رہنا چاہئے۔ راقم "امیر عزیمت شہید نمبر" کے لئے جب یہ مضمون لکھ رہا تھا، توجہ ایک طرف اپنی علمی کم مائیگی اور بے بضاعتی کی طرف ہوتی تو دوسری طرف قد آور اہلِ علم اور صاحبِ قلم وقرطاس حضرات کی طرف جاتی۔ بے اختیار یہ شعر زبان پہ دورانِ تحریر کئی مرتبہ گنگنایا:

اجازت ہو تو شامل میں بھی اُن میں آ کے ہو جاؤں
سُنا ہے کل ترے در پر ہجومِ عاشقاں ہو گا

اور محترم قارئین! قابلِ قدر دوستو یہ اِخلاصی سلسلہ دنیا بقی فریضہ وفاؤں کی اِس راہ پہ ادا ہوتا ہی رہے گا۔

یہ چمن یونہی رہے گا اور ہزاروں بُلبلیں
اپنی اپنی بولیاں سب بول کر اڑ جائیں گی

مخلص، بے باک، باحمیت وباغیرت بھائیوں اور دوستو سے انتہائی دردِ دل سے گزارش کروں گا کہ اِس مقدس و بابرکت مشن کے ساتھ حقیقی محبت اور نظریاتی وابستگی کا اظہار کرتے ہوئے ہر فرد اپنی صلاحیتوں کے مطابق اپنے اپنے انداز میں ضرور خدمت سرانجام دے۔ جو کسی سے بن پڑتا ہے اُتنا وہ کر گزرے۔

مولانا ظفر علی خاں مرحوم کے ان ایمانی اشعار اور وجدانی افکار کے ساتھ اجازت چاہوں گا:

جو کرنی ہے جہانگیری محمدؐ کی غلامی کر
عرب کا تاج سر پہ رکھ خداوندِ عجم ہو جا
کرانا ہے قلم ہاتھوں کو رودادِ جنوں لکھ کر
تو اِس دورِ ستم پرور میں میرا ہم قلم ہو جا
چراغِ دیر سے جل کر بھی آخر راکھ اُڑنی ہے
تو پھر شمعِ حرم سے لَو اٹھا کر ہی بھسم ہو جا

اللّٰھم وفقنا لما تحبُّ وترضٰی.

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امیر عزیمت شیر اسلام مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

خصوصی اشاعت

دوسرا باب

امیر عزیمت شہید رحمۃ اللہ علیہ

اپنے اساتذہ کرام

اکابر علماء کرام و مشائخ عظام

اور دینی قائدین کی نظر میں

ماہنامہ سرخرو

قائد تحریک ختم نبوت

حضرت خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم کا پیغام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کا خانقاہ شریف (خانقاہ سراجیہ) سے قریبی تعلق رہا ہے۔ سپاہ صحابہ کے قیام سے پہلے اور بعد بھی۔ سپاہ صحابہ کے قیام کے بعد کے حالات ان کے لئے اگرچہ ناگفتہ بہ ہوتے چلے گئے۔ دن رات جلسوں میں مصروفیت، گرفتاریاں، جیلیں، قید غرضیکہ اس طرح ان کے شب و روز گزرتے رہے، لیکن ان کا خانقاہ شریف سے مسلسل رابطہ رہا۔

کبھی مشکلات سے نکلنے کے لئے دعاؤں کی درخواست کر رہے ہیں اور کبھی خود چل کر آ رہے ہیں۔ تمام تر مصروفیات کے باوجود وہ ذکر و فکر کی نہ صرف اہمیت کے قائل تھے، بلکہ عملی طور پر اس لئے مصروف رہتے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی امارت کی ذمہ داری جب ناچیز کے کندھوں پر ڈالی گئی تو مولانا شہید میری درخواست پر ختم نبوت کانفرنسوں میں شمولیت فرماتے رہے۔ حالانکہ اس زمانہ میں شیعہ بھی ختم نبوت کے اسٹیج پر آتے تھے۔ مولانا نے کبھی یہ عذر نہیں کیا چونکہ شیعہ آپ کے اسٹیج پر آتے ہیں، لہٰذا میں نہیں آتا۔ نہ صرف تشریف لاتے بلکہ اسٹیج کی روایات کا احترام کرتے ہوئے صرف اور صرف ختم نبوت کے عنوان پر خطاب فرماتے۔ گوجرہ کی ختم نبوت کانفرنس جو بندہ کی صدارت میں کسی پارک میں منعقد ہو رہی تھی، مولانا اس میں تشریف لائے اور حضرت نانوتویؒ، تحذیر الناس اور ختم نبوت کے عنوان پر عام فہم انداز میں عالمانہ خطاب فرمایا۔ جس سے مولانا کی علمی قابلیت اور خطیبانہ جوہر کھل کر سامنے آ جاتے۔ بہرحال جب بھی ضرورت ہوئی، انہوں نے کبھی انکار نہیں کیا۔

عزیزی مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی حفظہ اللہ کی زبانی معلوم ہوا کہ ان کے برادرزادہ مولوی ثناء اللہ سعد صاحب سلمہ، مولانا شہید کی زندگی پر سالنامہ "سرخرو" لاہور کا نمبر شائع کرنا چاہتے ہیں، اور جناب ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں کا بھی پیغام ملا۔ چند ایک سطور لکھوا دی ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ پاک ان حضرات کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائیں۔ اور مولانا شہیدؒ کی جرأت، بے باکی، بہادری، عظمت صحابہؓ کے تحفظ کیلئے ان کی جدوجہد کو مشعل راہ بنانے کی توفیق دیں۔

فقیر خان محمد عفی عنہ

خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف میانوالی۔

✿✿✿✿

لائق وفائق طالب علم.....صاحبِ درد راہنما

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد صدیق زید مجدہٗ، جامعہ خیر المدارس ملتان

آپ کا خط موصول ہوا جس میں مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کے متعلق تاثرات لکھنے کی فرمائش کی گئی ہے۔

ہمارے پاس انہوں نے طالب علمی کا کچھ وقت گزارا، طالب علمی آخر طالب علمی ہوتی ہے جس میں پوری زندگی کے محیط حالات معلوم نہیں ہوتے بہر حال مولانا شہید زمانہ طالب علمی میں ممتاز نظر آتے، حاضری کی پابندی، توجہ سے سبق پڑھنا اور یاد کرنا، ابھی تک ان کی یاد باقی ہے، اس کا اندازہ سالانہ امتحان کے نمبروں سے لگایا جا سکتا ہے۔ (جو کہ ساتھ لف ہیں)

فراغت کے بعد ان کا ہمارے ساتھ رابطہ نہ رہا اور نہ ہی آمد و رفت و ملاقات رہی، جس سے پورے تاثرات کا اندازہ لگایا جا سکے، البتہ ان کی شہرت جلسوں میں بے پناہ ہجوم اور تقریر میں خطیبانہ طرز استدلال سننے میں آتا رہا جس کی بناء پر کچھ تحریر کرتا ہوں۔

فراغت کے بعد جلد ہی فرقِ باطلہ کی رَد کی طرف متوجہ ہو گئے، پہلے بریلویت سے ٹکراؤ کیا بعد ازاں انہوں نے محسوس کیا کہ شیعیت کا فتنہ ملک وقوم اور مسلمانوں کے لئے اشد ہے، خصوصاً شیعہ وڈیروں کے مظالم اہل سنت والجماعت رعایا پر کسانوں اور مزدوروں پر کثرت سے تھے لہٰذا مولانا مرحوم نے ان کے ظلم کی سرکوبی اور مظلوم کی مدد کے لئے عوام میں جذبۂ دفاع پیدا کیا اور صحابہ کرامؓ پر تبرا اور ان پاک ہستیوں کی توہین نے ان کے خون کو مزید گردش دی جس کے نتیجہ میں انہوں نے اپنی زندگی دفاعِ عظمتِ صحابہ کے لئے وقف کر دی اور ایک جماعت انجمن سپاہِ صحابہ کی بنیاد رکھی۔

ان کی اس جماعت کی بنیاد کے دو محور تھے۔ (۱) مظلوم سنی رعایا کی مدد کرنا، شیعہ زمیندار غریب مزارع کی بیٹی اٹھا لیتا پھر شکایت کرنے پر اس مظلوم کی دادرسی نہ ہوتی بلکہ الٹا تھانے میں بھی اسی غریب کی پٹائی کراتا۔

(۲) شیعہ سرِ عام صحابہ کرامؓ پر سب وشتم کرتے اس کے مقابلے میں عظمتِ صحابہؓ لوگوں میں اُجاگر کرنا۔

بندہ چونکہ جھنگ جمعہ پڑھانے کے لئے جاتا رہا ہے تو جو کچھ اس وقت سننے میں آیا وہ تحریر کرتا ہوں۔

خمینی کے انقلاب کے بعد شیعہ کا کفر کتابوں میں مستور نہ رہا بلکہ حکومت کے زور پر اس کے کفر کی پاکستان میں نشر و اشاعت ہونے لگی جس کے دفاع کے لئے مولانا شہیدؒ نے شیعہ کے کفر سے اہل سنت والجماعت کو بچانے کے لئے انجمن سپاہِ

صحابہ کو سرگرم کیا اور تقریر و تحریر سے شیعہ کا کفر واضح کیا بلکہ سننے میں آیا ہے کہ مولانا مرحوم فرماتے تھے شیعہ بدترین کافر ہے اگر ثابت نہ کر سکوں تو مجھے گولی مار دینا۔

اگرچہ دارالافتاء شیعہ کے کفر کا عمومی فتویٰ نہ دیتے لیکن اپنے مطالعہ کی بناء پر مولانا مرحوم ان کی عمومی تکفیر کے قائل تھے صرف قائل ہی نہیں تھے بلکہ لوگوں کو بھی اس پر قائل کرتے اور مجمع سے بھی شیعہ کافر، شیعہ کافر کے نعرے لگواتے۔ اس تحریک نے اتنا زور پکڑا کہ شیعہ کو اپنا مسلمان ہونا ثابت کرنے کے لئے لوگوں کو کلمہ سنانا پڑا اور اپنے مسلمان ہونے کو سٹیج پر ظاہر کرنا پڑا، اس کے نتیجے میں جو شیعہ صحابہ کو کافر اور سنیوں کو کافر کہتے تھے ان کے لئے اپنے آپ کو مسلمان ثابت کرنا مشکل ہو گیا۔

اس تحریک کو روکنے کے لئے شیعہ نے اقتدار سے فائدہ حاصل کر کے مظلوموں پر ظلم ڈھائے اور سننے میں آیا کہ موچی والہ تھانہ میں مولانا مرحوم کو قید کر کے اس اعلانِ تکفیر سے روکنے کے لئے اور اقرار لینے کے لئے کہ دوبارہ نعرۂ تکفیر نہ لگائیں بہت تشدد کیا گیا سننے میں آیا کہ الٹا لٹکایا جاتا اور ننگا کر کے کوڑے لگائے جاتے لیکن شہید نے جس کو حق سمجھا اس پر ڈٹ گئے اگرچہ جان بچانے کے لئے رخصت ہے لیکن انہوں نے عزیمت پر عمل کیا۔ اور یہ بھی سننے میں آیا کہ انہوں نے پیغام بھیجا کہ باہر کوئی نہیں ہے جو میری خبر گیری کرے۔ چنانچہ ختم نبوت والوں نے مولانا شریف جالندھریؒ کے ذمہ لگایا تو انہوں نے کوشش کر کے رہائی دلائی۔

ان کے ادب کا ایک واقعہ

رہائی کے بعد بندہ اور مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری سلمہ، موجودہ ناظم اعلیٰ ختم نبوت ان کو ملنے کے لئے گئے تو میری ان کی فراغت کے بعد ان سے پہلی ملاقات تھی، ہم دونوں بیٹھے تھے کسی کا فون آیا تو ساتھی نے اطلاع کی، تو انہوں نے فرمایا کہ جب تک استاد محترم بیٹھے ہیں کسی کے فون کی اطلاع بھی مت دو۔ یہ ان کی تواضع اور کمالِ ادب ہے کہ استاد کی موجودگی میں کسی دوسرے سے بات کرنا پسند نہ کی۔

ان کے اخلاص کا ایک واقعہ

سننے میں آیا کہ بہاولپور میں کسی نے جلسہ کے لئے بلایا واپسی پر لفافہ میں صرف دس روپے ڈال کر دے دیے، دوسرے سال پھر بلایا تو مرحوم بلا استنکاف و بلا تردد اس جلسہ میں شریک ہوئے، پھر میزبان نے بھی خاطر خواہ اعزاز یہ دیا۔ اس کی مناسبت سے سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کا ایک واقعہ تحریر کرتا ہوں کہ کیسے کیسے مخلص اس قوم میں پیدا ہوئے ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ کو ایک مرتبہ کسی جلسہ کے بعد سات روپے کھوٹے دیے، اس وقت چاندی کا سکہ چلتا تھا۔ جب ٹکٹ لینے گئے تو معلوم ہوا کہ روپے کھوٹے ہیں۔ اگلے سال پھر انہوں نے بلایا، کسی نے کہا حضرت یہ وہی ہے جس نے کھوٹے پیسے دیے اور مقصد اس سے یہ تھا کہ شاہ صاحبؒ جانے سے انکار کر دیں تو شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ پھر عطاء اللہ اور پاسباریوں کا کیا فرق رہا کہ کھرے مل جائیں تو جائیں اور کھوٹے ملیں تو نہ جائیں..... میں تو ضرور جاؤں گا۔

CamScanner

بندہ کا اپنا ایک تاثر ہے جس کو میں کسی کے لئے حجت قرار نہیں دیتا، کوئی مانے یا نہ مانے۔ مولانا حق نواز شہید رحمہ اللہ کو وقت کی ضرورت کے مطابق اہل سنت والجماعت کے مسلک کی حفاظت اور نفاذ فقہ جعفریہ سے بچانے کے لئے اور سنی سٹیٹ کی بقاء کے لئے اللہ پاک نے خصوصیت سے اٹھایا تھا اور ان سے ایک عظیم الشان کام لیا۔ جس کی دلیل یہ ہے کہ تحریک نفاذ فقہ جعفریہ ضیاء الحق مرحوم کے زمانہ میں بنی جس کا منشا یہ تھا کہ اس نے غیر جماعتی الیکشن کرایا جس میں صوبائی اسمبلی میں ۲۹ شیعہ ایم پی اے اور قومی اسمبلی میں ۵۹ شیعہ ایم این اے چلے گئے۔ شیعہ جماعت نے سوچا کہ اگر ایک مرتبہ اور غیر جماعتی الیکشن کرائے گئے تو خاطر خواہ شیعہ اسمبلی میں پہنچ کر فقہ جعفریہ کے نفاذ کا اعلان کر دیں گے تو پاکستان شیعہ سٹیٹ بن جائے گی۔ حضرت شہیدؒ کی تحریک نے اہل سنت والجماعت کو بیدار کیا کہ تحریک نفاذ فقہ جعفریہ ملک میں فساد کا سبب ہے اور انہوں نے واضح کیا کہ سنیوں کے ملک میں تحریک نفاذ فقہ جعفریہ ایک خالص فرقہ وارانہ تحریک ہے جس سے ملک میں فرقہ وارانہ فضاء قائم ہوئی ہے جس کی ذمہ دار تحریک نفاذ فقہ جعفریہ ہے، یہاں تک کہ حکومت کو دونوں جماعتوں پر پابندی لگانی پڑی۔

مولانا کی شہادت کا واقعہ جو سننے میں آیا کہ شیعہ لیڈر بیگم عابدہ حسین نے شیخ اقبال سے کہا کہ ہم تو اب اس شہر میں منتخب نہیں ہو سکتے لہٰذا اب اگر سیاست میں رہنا ہے تو مولوی کو ٹھکانے لگاؤ، چنانچہ میری معلومات کے مطابق شیخ اقبال نے مولانا شہید کو اپنے ڈرائیور سے شہید کرایا۔ سننے میں آیا ہے کہ موقع پر ڈپٹی کمشنر حقائق کو جان کر شیخ اقبال کو گرفتار کرنے والا تھا کہ شیخ اقبال نے نواز شریف کو کہہ کر اس کا تبادلہ کرا دیا۔

حضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ کا ساتھ

بہر حال شہید مرحوم عظمت صحابہؓ پر اپنی جان قربان کر گئے اور اللہ تعالیٰ نے عالم برزخ میں ان کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ساتھ نصیب کر دیا جس کی شہادت میرے ایک عزیز نیک صالح عالم قاری محمد امیر صاحب سلمہٗ ربہٗ فاضل خیر المدارس نے ایک رؤیا صالحہ کے ذریعہ دی۔

عمرہ کر کے ہم دونوں مدینہ منورہ گئے ہوئے تھے اور مسجد نبوی میں باب ابی بکر الصدیق کے اندرونی حصہ میں اعتکاف بیٹھے تھے کہ ایک دن ظہر سے پہلے سو کر بیدار ہوئے تو انہوں نے سنایا کہ اس نیند میں انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی زیارت کی ہے اور مولانا حق نواز شہید ان کے ساتھ ہیں۔

میرے نزدیک یہ رؤیا صالحہ صادقہ ہے، جس سے میرا تاثر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عظمت صحابہؓ کے لئے دنیا میں اٹھایا اور شہادت کے بعد ان کے ساتھ ملا دیا۔

آخر میں پھر عرض کرتا ہوں کہ جھنگ میں جو واقعات سنے اس کی روشنی میں لکھ دیا ہے کوئی شنید غلط ہو تو اس کو حذف کر دیں یا اس کی اصلاح کر دیں۔ بندہ آج کل بڑھاپے کے ساتھ علیل بھی ہے دعائے صحت فرماویں۔

فقط والسلام

بندہ محمد صدیق غفرلہٗ

مولانا حق نواز شہید رحمہ اللہ کے دورۂ حدیث شریف کے

اساتذہ اور سالانہ نتیجہ ۱۳۹۱ھ

(۱)..... بخاری شریف جلد اول و دوم	شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد شریف صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ
(۲)..... ترمذی شریف جلد اول و دوم	شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد شریف صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ
(۳)..... مسلم شریف جلد اول و دوم	شیخ الحدیث حضرت مفتی محمد عبداللہ صاحب ڈیروی رحمۃ اللہ علیہ
(۴)..... ابوداؤد شریف جلد اول و دوم	شیخ الحدیث حضرت مفتی محمد عبدالستار صاحب رحمۃ اللہ علیہ
(۵)..... نسائی شریف و شمائل ترمذی	حضرت مولانا عتیق الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ
(۶)..... مؤطا امام مالک	حضرت مولانا محمد شریف صاحب جالندھری رحمۃ اللہ علیہ
(۷)..... ابن ماجہ شریف	حضرت مولانا نذیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ
(۸)..... طحاوی شریف و مؤطا امام محمد	حضرت مولانا محمد صدیق صاحب دامت برکاتہم العالیہ

ضروری وضاحت

اس زمانے میں ہر کتاب کے کل نمبر ۵۰ ہوتے تھے اور درج شدہ نمبر ہر کتاب کے ۱۰۰ نمبر کے اعتبار سے ہیں۔

نتیجہ

مضامین	کل نمبر	حاصل کردہ
بخاری شریف	۱۰۰	۱۰۰
ترمذی شریف	۱۰۰	۹۶
مسلم شریف	۱۰۰	۹۰
ابوداؤد شریف	۱۰۰	۹۶
نسائی شریف	۱۰۰	۹۸

مضامین	کل نمبر	حاصل کردہ
شمائل ترمذی	۱۰۰	۸۰
مؤطا امام مالک	۱۰۰	۹۶
ابن ماجہ شریف	۱۰۰	۸۰
طحاوی شریف	۱۰۰	۱۰۰
مؤطا امام محمد	۱۰۰	۹۲
	۱۰۰۰	۹۲۸

CamScanner

ترجمانِ حق وصداقت.....مولانا حق نواز شہیدؒ

حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری صاحب مدظلہ العالی
ناظم اعلیٰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم. اللھم صل علی محمدٍ صلوۃً دائمًا ابدًا . وعلی الہٖ واصحابہٖ جمیعًا.

شہید عظمتِ صحابہ حضرت مولانا حق نواز جھنگویؒ نے ترجمان حق وصداقت، محافظ عظمتِ صحابہ کا مشن لیے مجاہدانہ انداز سے میدانِ عمل میں قدم رکھا، آوازِ حق اور سوزِ نواز نے سنی نوجوانوں کے دلوں میں عظمت خلفاء راشدینؓ اور محبت صحابہؓ اور اہلِ بیت کرامؓ پر قربان ہونے کا جذبہ وولولہ دیوانگی کی حد تک پیدا کیا۔

حضرت جھنگوی شہیدؒ اپنے خطابات میں فرمایا کرتے کہ اولاً منصب ختم نبوت کی حفاظت، دوم مقامِ صحابیت کی حفاظت.....یہی اسلام کا ست اور نچوڑ ہے، یہی اساسِ اسلام ہے، یہیں سے حفاظتِ اسلام کے سفر کا آغاز ہوتا ہے۔ اس اعلان پر جن خوش بخت اور خوش نصیب نوجوانوں نے لبیک کہا، اسی جمگھٹے کا نام آج سپاہِ صحابہ ہے۔ نوجوان سپاہ کا یہ جمگھٹا، ابابیلوں کی طرح خدائی فوج بن کر اُبھرا۔ شہید جھنگویؒ کے ان ابابیلوں نے توہینِ صحابہؓ وتنقیصِ خلفاء راشدینؓ کرنے والے ملعون گروہ کو ایسے رگیدا کہ وہ اپنے بگاڑ خانوں میں محبوس ہو کر رہ گئے۔ آج الحمدللہ مسئلہ ختم نبوت، مسئلہ خلافت اور مقامِ صحابیت حقائق وواقعات کی روشنی میں روزِ روشن کی طرح واضح ہو چکا ہے۔

اس جدوجہد میں اکابرین وکارکنانِ سپاہِ صحابہ بڑے ابتلاء سے گزرے اس استقلال وثابت قدمی پر علماء مشائخ کی دعائیں ان کے شاملِ حال رہیں باہمہ وجوہ یہ کامیابی شہید موصوف اور ان کے رفقاء کو اخلاص وللّٰہیت کی برکات سے حاصل ہوئیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رضا کے لئے قبول فرمالیں اور خدام کی اس ادنیٰ سی سعی وکوشش کو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے قبول فرمالیں۔ آمین

.....☆.....

اخلاص بھرا محبت کا تعلق

صاحبزادہ مولانا عزیز احمد صاحب مدظلہ
خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف۔میانوالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مولانا حق نواز جھنگویؒ سے دورِ طالب علمی سے ساتھ رہا۔ دارالعلوم کبیر والا میں بیتے دن خوشگوار یادوں کا مرقع ہیں۔ مولانا حق نواز صاحبؒ کا بیعت کا تعلق میرے والد گرامی سے تھا، اس سلسلہ میں بارہا ان کا خانقاہ سراجیہ آنا جانا ہوتا۔

خانقاہِ سراجیہ کا جمعیۃ علماء اسلام سے جو تعلق ہے وہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں۔ مولانا حق نواز مرحوم کا تعلق بھی جمعیۃ علماء اسلام سے تھا۔ بندہ راقم کو بھی جمعیۃ علماء اسلام پنجاب میں کام کرنے کا موقع ملا۔ ان دنوں مولانا حق نواز صاحب مرحوم بھی پنجاب جمعیۃ میں سرگرمِ عمل تھے۔ غرض کئی وجوہات سے مولانا حق نواز جھنگوی کے ساتھ وابستگی اور دلی وابستگی تھی۔ مولانا مرحوم نے سپاہ کی بنیاد رکھی تو خانقاہ شریف تشریف لائے، حضرت قبلہ والد صاحب دامت برکاتہم سے فرمایا کہ آپ عزیز احمد سے حکماً فرمائیں کہ سپاہ کی ذمہ داری قبول کریں۔ حضرت دامت برکاتہم نے مولانا مرحوم کے اس سوال پر میری طرف سوالیہ نظروں سے نظرِ عنایت فرمائی۔ میں نے عرض کیا کہ جمعیۃ علماء اسلام کے علاوہ دیگر کسی جماعت میں کام کرنا تو سمجھ نہ آنے والی بات ہے۔ اس پر حضرت قبلہ اور مولانا مرحوم مسکرا دیئے اور بات ختم ہوگئی۔ اس بات سے صرف اتنا روشناس کرنا مقصود ہے کہ مولانا مرحوم کے ساتھ اخلاص بھرا محبت کا تعلق تھا۔ وہ ایک دوسرے پر خوب اعتماد کرتے تھے۔ اب تو یادیں ہی رہ گئیں۔ حق تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائیں۔

CamScanner

پیکرِ خلوص.....نشانِ عزیمت

ابن امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المہیمن شاہ بخاری صاحب دامت برکاتہم العالیہ
امیر مجلس احرارِ اسلام۔پاکستان

مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ سے میری ملاقاتیں زیادہ نہیں۔جن دنوں انہوں نے کام شروع کیا، میں مدینہ منورہ میں قیام پذیر تھا اور کئی برس وہاں رہا (الحمدللہ)۔ایک مرتبہ پاکستان میں قیام کے دوران مجلس احرار اسلام کے زیر اہتمام مسجد احرار چناب نگر (ربوہ) میں سالانہ ختم نبوت کانفرنس تھی جس میں مولانا حق نواز شہید بھی تشریف لائے، وہاں اُن کا بیان سنا اور ملاقات ہوئی۔مدینہ طیبہ میں بھی احباب سے اُن کی سرگرمیوں کی اطلاعات ملتی رہتی تھیں۔ان کے اخلاص اور جذبۂ للّٰہیت کی وجہ سے حرمِ نبوی میں اُن کے لئے دعائیں ہوتی تھیں۔بلکہ تمام مسلمان ان کے لیے دعا گو تھے اور ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ نے ''سپاہِ صحابہؓ'' کے سٹیج سے مجلس احرار اسلام کا ہی کام کیا۔احرار کی تحریک مدحِ صحابہ کی تجدید کی۔وہ ایک مخلص اور بہادر انسان تھے۔ہمارے بزرگوں کے ساتھ ان کی محبت ڈھکی چھپی نہیں تھی اور وہ نصب العین کی ہم آہنگی کی وجہ سے تھی۔

الحمدللہ وہ محبت مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ، مولانا اعظم طارق شہیدؒ اور مولانا علی شیر حیدری شہیدؒ نے باقی رکھی۔ اللہ تعالیٰ سلامت رکھے مولانا محمد احمد لدھیانوی صاحب اور ڈاکٹر خادم حسین صاحب کو اور اہل سنت والجماعت کے احباب کو، جو محبت وخلوص کے اس چراغ کو جلائے ہوئے ہیں جسے مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ نے روشن کیا تھا۔

CamScanner

امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کے

ابتدائی حالات

ابن امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المومن شاہ حسنی بخاری مدظلہ العالی۔ ملتان

تعارف اخباری خبروں کے ذریعہ ہوا جن سے معلوم ہوا کہ جھنگ کے رہنے والے ہیں اور جمعیت علمائے اسلام پنجاب کے نائب امیر ہیں، اچھے خطیب ہیں، مدلل گفتگو کے ساتھ موضوع کی مناسبت سے بذلہ سنجی اختیار کرتے ہیں۔ ایک متحرک اور فعال شخصیت کے مالک ہیں۔ سن سنا کے ان کے بارے میں میرا تاثر قائم ہوا کہ وہ کچھ کر گزرنے کی دُھن میں مگن ہیں۔ جے یو آئی پنجاب کے نائب امیر کی حیثیت سے ان کی باتیں جمعیت کے حوالے سے اسی فکری حدود میں محدود نہیں بلکہ مسلمانوں کے بنیادی عقائد کے تحفظ اور شرک و بدعت کے خلاف اور خصوصاً تحفظ مقامِ صحابہؓ کے موضوع پر جس شرح وبسط اور جوش کے ساتھ بیان کرتے تھے کسی اور موضوع پر ان کا جوہرِ خطابت ایسا نہ کھلتا تھا، پھر آہستہ آہستہ ان کا اندازِ بیاں رافضیوں کی سرکوبی، بیخ کنی اور مقامِ صحابہؓ کے تحفظ کے لئے معروف سے معروف تر ہوتا چلا گیا۔ مولانا نے ۱۹۸۵ء میں انجمن سپاہِ صحابہ کے نام سے بنیاد رکھی۔ جوش اور جذبہ سے بھرپور نوجوانوں کی زبردست تنظیم قائم کی۔ دیگر سمجھدار زیرک نوجوان علماء کی معیت میں انجمن سپاہِ صحابہ کے سربراہ بنے۔ مولانا نے اپنی تقاریر اور بیانات میں بالخصوص جھنگ میں اپنے جمعہ کے خطبات میں اس موضوع پر مدلل تاریخی حقائق پر مبنی خطبات اور تقاریر سے مسلمانوں کا ایک بہت بڑا حصہ جو غفلت کی وجہ سے رافضیت کی حقیقت اور مقامِ صحابہؓ کی حقیقت سے بے خبر تھا وہ نہ صرف اس سے آگاہ ہوا بلکہ بیدار ہو گیا۔ ابھی تک مولانا سے میری ملاقات بالمشافہ نہیں ہوئی۔ یہ سب باتیں دینی حلقوں میں اور کیسٹ میں رہیں۔ ایک آدھ کیسٹ سننے کا اتفاق ہوا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب ایران میں خمینی کی قیادت میں شیعہ انقلاب نے دنیائے اسلام میں ایک ہیجان برپا کر دیا۔ جس کے نتیجہ میں بالخصوص پاکستان اور دیگر تمام مسلم ممالک میں ایسے جارحانہ اور پُرتشدد واقعات پیش آئے کہ اہل سنت تحفظات کی سوچ کا رُخ بدل گیا۔ پاکستان کے تمام بڑے شہروں میں اجتماعات جن میں اعلانیہ خوفناک اسلحہ لہرایا جاتا، اشتعال انگیز نعرہ بازی کی جاتی اور پاکستان پر قبضہ کی کوشش شروع ہو گئی حتیٰ کہ کوئٹہ سے 300 سے زائد ایران سے تربیت یافتہ کمانڈوز گرفتار ہوئے جو اس وقت کی حکومت نے تخریب کاری اور قتل و غارت کی تمام تر شہادتوں کے باوجود حکومتی مصلحت کے پیش نظر جن کو ایران واپس بھیج

دیا۔ان حالات وواقعات نے ان جارحانہ اقدامات کے خوفناک نتائج سمجھانے کے لئے پاکستان کے تمام اہل سنت کو بیدار کیا۔رافضیت کے باطل ہونے کے بارے میں ہر دور کے علماء حقہ نے ہر صدی کے کتاب وسنت کے واضح استدلال اور خود رافضیت کے بانیوں کے بیان کردہ عقائد سے اس کا باطل ہونا ثابت کیا۔اس دور میں جانشین امیر شریعت قائد احرار سید ابوذر بخاریؒ، حضرت مولانا سید نور الحسن شاہ بخاریؒ، علامہ دوست محمد قریشیؒ، چوکیرا ضلع سرگودھا کے حضرت مولانا سید احمد علی شاہؒ، علامہ عبدالشکور لکھنویؒ، علامہ مولانا سرفراز خان صفدرؒ، مولانا علامہ عبدالستار تونسوی علمائے حقہ کے اسی قافلے کے گذشتہ صدی کے سرخیل ہیں۔مزید معروف علمی شخصیت مولانا منظور احمد نعمانیؒ، دیگر مقررین واعظین جن میں مولانا عبدالشکور دین پوریؒ سرفہرست ہیں۔لیکن رافضیت کے جارحانہ اقدامات سے جو جذبات واحساسات پیدا ہوئے اس سے پیدا ہونے والے خطرات کو روکنے اور ملک وملت کو بچانے کے لئے اہل سنت کے ہاں جو جذبات واحساسات پیدا ہوئے وہ علامہ حق نواز جھنگویؒ کی تقاریر وجدوجہد نے کلیدی کردار ادا کیا۔مولانا حق نوازؒ کے خلاف شک کرنا میرے نزدیک گناہ ہے۔مقامِ صحابہؓ کے تحفظ اور ملک کو رافضیت کے غلبہ سے بچانے کے لئے جس اجتماعی جدوجہد کی ضرورت تھی وہ اللہ بہتر جانتے ہیں کیوں بروئے عمل نہ لائی جاسکی۔جبکہ یہ تابندہ اصول ہیں کہ عقائد کے تحفظ کا مسئلہ پوری امت کا مسئلہ ہوتا ہے۔عقیدۂ ختم نبوت، قرآن کی حقانیت، حجیت حدیث ایسے ہی مقامِ صحابہؓ کے تحفظ کا مسئلہ پوری امت کے ایمان کا مسئلہ ہے۔عقائد مسائل کے حل کے لئے امت کی نمائندگی حاصل کرنا ضروری ہوتا ہے۔جیسے مجلس احرار نے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کی تحریک کا آغاز کیا اس میں نہ صرف مجلس احرار کے اکابر شامل تھے بلکہ اس مقدس تحریک میں تمام مسالک مقلد اور غیر مقلد علماء اور جید نامور علماء اور علامہ اقبالؒ نے اپنی تمام تر صلاحیتوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے سلسلہ میں اعلانیہ طور پر تائید کی۔اور مرزائیوں کی سرکوبی کے لئے اپنا بے مثال کردار ادا کیا۔اے کاش مقامِ صحابہؓ کے تحفظ کے لئے اتحاد، یگانگت کی صورت پیدا کی جاسکتی۔بہرحال مقامِ صحابہؓ کے حوالے سے مولانا حق نوازؒ کا کردار اپنی نوعیت کے اعتبار سے بالکل منفرد اور بے مثال لازوال کردار ہے۔زندگی میں پانچ چھ مرتبہ مولانا سے ملاقاتیں ہوئیں۔جس سے ان کی شخصیت کا اپنے اہداف ومقاصد کے حصول پر مطمئن ہونا اور اس کے حصول کے لئے پُرعزم ہونا دیگر بہت سی خصوصیات مختصر ملاقاتوں میں دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ مولانا کے ہاں کسی صورت میں مقامِ صحابہؓ کے تحفظ جیسے اہم مسئلہ میں اجتماعیت کا رنگ بھرنے کی کوئی صورت پیدا ہو۔پھر مل جل کر حل کرنے کی خواہش تھی۔مولانا اپنی شہادت سے قبل ملتان تشریف لائے اور برادرم ابن امیر شریعت مولانا سید عطاء المحسن شاہ حسنی بخاریؒ سے ملاقات کی، اس میں مل جل کر چلنے کا اظہار فرمایا۔اس وقت اس سے زیادہ کچھ نہیں لکھوا سکتا۔بیماری کے سبب ضعف والی حالت ہے، مزید کچھ لکھوانے سے قاصر ہوں۔دعا گو ہوں اللہ تعالیٰ مولانا حق نوازؒ کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور مولانا اور ان کے ساتھیوں کی جدوجہد اور قربانی کو اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور درجات بلند فرمائے۔

آمین

.....☆.....

CamScanner

مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا حافظ فضل الرحیم اشرفی نائب مہتمم جامعہ اشرفیہ۔لاہور

امیر عزیمت حضرت مولانا حق نواز جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ تمام زندگی دین کے لئے اخلاص وللّٰہیت اور جرأت و بہادری کے ساتھ کام کرتے رہے اور اس کی خاطر انہوں نے مصائب ومشکلات، پریشانیاں اور جیلیں بھی برداشت کیں لیکن راہِ حق سے سرِ مو انحراف نہیں کیا۔ بالخصوص انہوں نے ناموسِ صحابہؓ کے تحفظ اور ازواجِ مطہراتؓ کے تقدس کے دفاع کے لئے جو کردار ادا کیا وہ تاریخ کا روشن حصہ ہے۔

مولانا حق نواز جھنگویؒ میں بہت سی خوبیاں تھیں جہاں وہ اہلِ باطل کے سامنے حق بات کہنے میں ذرا تامل نہیں فرماتے تھے وہاں علماء حق کے سامنے ان کی تواضع وانکساری بھی قابل مثال تھی۔ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ، حضرت مولانا سید نفیس الحسینی شاہؒ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید صاحب کے ساتھ مولانا حق نواز جھنگویؒ خصوصی تعلق اور سرپرستی میں رہے۔

مولانا مرحوم عدم تشدد کے قائل تھے، آپ نے ہمیشہ اپنے موقف مشن کو دلائل وبراہین سے مزین کر کے عوام اہل سنت کے سامنے پیش کیا اور ان کی یہ بھی بہت بڑی خوبی تھی کہ انہوں نے اہل سنت کے حقوق اور ناموسِ صحابہؓ کے تحفظ کیلئے تمام مسلم مکاتب فکر اور مسالک کو اپنے ساتھ ملائے رکھا۔ بعض معاملات میں ان سے اختلاف بھی ہوا لیکن انہوں نے اکابر علماء کی بات کو وزن اور اہمیت دیتے ہوئے دعائیں لیں۔

مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کی صحابہ کرامؓ کے ساتھ عقیدت ومحبت اور ناموسِ صحابہؓ کے تحفظ کے لئے بے مثال جدوجہد آنے والے لوگوں کے لئے مشعلِ راہ ہے۔

اللہ رب العزت ان کے مدرسہ جامعہ محمودیہ کو ان کے لئے بہترین صدقہ جاریہ اور ان کے صاحبزادگان کو مسلک اہل سنت والجماعت کے طریقہ کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

میں صاحبزادگان سے نصیحت کرتا ہوں کہ علماء سے مشورہ اور ان سے دینی روحانی تعلق کو مضبوط رکھیں، ان شاء اللہ اس کے فوائد وثمرات دین ودنیا میں نصیب ہوں گے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کی قبر کو جنت کا باغ بنائے اور ان کے درجات کو بلند فرمائے۔ آمین

؎ خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

امیر عزیمت مولانا حق نواز شہیدؒ

پُر جوش خطیب..... باہمت راہ نما

شیخ الحدیث حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب دامت برکاتہم العالیہ
جامعہ نصرت العلوم گوجرانوالہ

مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کے ساتھ میرے تعلقات اس دور سے تھے جب وہ جمعیۃ علماء اسلام میں ایک سرگرم راہ نما کے طور پر شریک تھے، میرے سپرد مرکز میں سیکرٹری اطلاعات کی حیثیت سے ذمہ داری تھی اور ملک کے مختلف حصوں میں آنا جانا رہتا تھا، اس دوران مختلف جلسوں اور میٹنگوں میں ان سے ملاقات ہوتی تھی اور کسی نہ کسی مسئلہ پر گفتگو بھی ہو جایا کرتی تھی۔ پھر حضرت مولانا مفتی محمودؒ کی وفات کے بعد جمعیۃ علماء اسلام دو دھڑوں میں تقسیم ہوئی تو ہمارے کیمپ مختلف ہو گئے۔ میں درخواستی گروپ کا ایک فعال کردار تھا اور مولانا حق نواز جھنگوی مفضل الرحمٰن گروپ میں سرگرم عمل تھے۔ ایک دوسرے کے خلاف بیان بازی اور تقریریں دونوں گروپوں کے راہ نما کرتے تھے مگر بحمد اللہ تعالیٰ میرا ہمیشہ سے معمول رہا ہے کہ شدید اختلاف کی صورت میں بھی باہمی تعلقات اور اخلاقیات کا ہر حال میں لحاظ رکھا ہے۔ اس لئے باہمی گرما گرمی کے باوجود ملاقاتوں اور ایک دوسرے کے احترام کا سلسلہ جاری تھا، بات چیت بھی ہوتی تھی، نوک جھونک بھی ہوتی تھی اور اختلاف رائے اور اس کے اظہار میں بھی کوئی کمی نہیں آتی تھی۔

پھر ایک دور آیا جب انہوں نے سپاہ صحابہؓ کے نام سے ایک تنظیم قائم کی جس کا مقصد یہ تھا کہ حضرات صحابہؓ کے ناموس کا تحفظ کیا جائے اور اہل تشیع کی طرف سے ان مقدس ہستیوں کے بارے میں جو منفی گفتگو یا لٹریچر منظر عام پر آ کر اہل سنت کی دل آزاری کا مسلسل باعث بنتا رہتا ہے اس کا سدّ باب کیا جائے۔ وہ ایک پُر جوش خطیب اور باہمت راہ نما تھے، استدلال، شعلہ نوائی اور ذہن سازی کے ہتھیاروں کے مسلح ہو کر انہوں نے ملک کے طول و عرض میں آواز لگائی تو ان کے گرد ملک بھر سے پُر جوش اور باحمیت نوجوانوں کا جمِ غفیر اکٹھا ہو گیا اور سپاہ صحابہؓ رفتہ رفتہ ایک جماعت کی بجائے تحریک کی شکل اختیار کرتی چلی گئی، اس کی مرکزی قیادت میں مولانا حق نواز جھنگویؒ، مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقیؒ اور مولانا ایثار القاسمیؒ تینوں میرے قریبی جماعتی ساتھی تھے، ہمارے درمیان رفاقت، اختلاف اور بے تکلفی کے متنوع رشتے بیک وقت موجود تھے۔ ان

حضرات نے کئی بار مجھے اپنے ساتھ چلنے کی دعوت دی حتیٰ کہ مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کی شہادت کے بعد مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ نے میرے گھر آ کر مجھے دعوت دی کہ آپ سپاہ صحابہؓ میں آ جائیں، ہم آپ کی قیادت میں کام کرنا چاہتے ہیں مگر مجھے سپاہ صحابہؓ کی قیادت اور کارکنوں کے تمام تر خلوص، جذبہ، استقامت اور قربانیوں کے باوجود اس کے طریق کار سے کبھی اتفاق نہیں رہا۔ میں پُرامن، قانونی اور سیاسی جدوجہد کے میدان کا آدمی ہوں، نفاذِ شریعت کی جدوجہد ہو، ختم نبوت کے تحفظ کی بات ہو یا ناموسِ صحابہؓ کے دفاع کا مسئلہ ہو، تینوں کو یکساں طور پر دینی جدوجہد کے مختلف شعبے سمجھتا ہوں اور ان میں حسب استطاعت کردار ادا کرنے کو دینی حمیت کا ناگزیر تقاضہ تصور کرتا ہوں، لیکن پُرامن طریقے سے، قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے، ملک کی مجموعی صورت حال کے تناظر میں ترجیحات کے تعین اور ان کے احترام کے ساتھ اور جدوجہد کے متوقع نتائج میں نفع وضرر کے تناسب کا حقیقت پسندانہ جائزہ لے کر میں اپنی لائن آف ایکشن طے کرتا ہوں اور پھر کسی طعن وتشنیع اور لومۃ لائم کی پرواہ کیے بغیر اسی پر چلتا رہتا ہوں۔

اس مسئلہ پر مولانا حق نواز جھنگویؒ، مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقیؒ، مولانا ایثار القاسمیؒ، مولانا محمد اعظم طارقؒ اور مولانا علی شیر حیدریؒ سے میری متعدد بار گفتگو ہوئی اور ان پانچوں شہداء نے اصولی طور پر میرے موقف سے اتفاق کیا ہے۔ مولانا جھنگوی شہیدؒ کے ساتھ اپنی گفتگو کی قدرے تفصیل ذکر کرنا چاہتا ہوں لیکن اس سے پہلے اپنے موقف کی وضاحت کے لئے دو واقعات کو اس حوالہ سے ریکارڈ میں لانا ضروری سمجھتا ہوں۔

(۱) تحریک نفاذِ فقہ جعفریہ کے سربراہ علامہ عارف الحسینی زندہ تھے اور ملک میں شریعت بل کے حوالہ سے نفاذ کی تحریک چل رہی تھی، میں اس تحریک کی مرکزی قیادت میں ایک متحرک کردار کے طور پر شریک تھا، اس دوران مجھے عارف الحسینی کا پیغام ملا کہ میں آپ سے ضروری ملنا چاہتا ہوں۔ میرا بھی اس مسئلہ پر ان سے بات کرنے کو جی چاہتا تھا۔ وہ وزیر آباد کے دورے پر آنے والے تھے میں نے درمیان کے دوستوں سے کہا کہ جب وہ وزیر آباد آئیں گے تو میں ان سے مل لوں گا۔ ہماری ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا کہ ملک میں عمومی طور پر ہماری باہمی کشمکش کی فضا زیادہ سنگین ہوتی جا رہی ہے، اس پر قابو پانے کی ضرورت ہے اور ہمیں مل کر اس کا راستہ تلاش کرنا چاہئے۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ میں اس کے لئے تیار ہوں مگر ہمیں اس کے اسباب کا جائزہ لینا ہوگا اور میرے نزدیک کشیدگی کی اس نئی اور شدید لہر کا بنیادی سبب یہ ہے کہ ہمارے درمیان پاکستان بننے کے بعد تمام مکاتبِ فکر کے علماء کرام کے ۲۲ دستوری نکات اور تحریک ختم نبوت کے حوالہ سے جو باہمی تعاون چلا آ رہا تھا آپ حضرات نے اسے ختم کرنے میں پہل کی ہے اور ملک میں نفاذِ فقہ جعفریہ کا مطالبہ کر کے علماء کرام کے ۲۲ متفقہ دستوری نکات سے انحراف کیا ہے اور پھر نفاذ فقہ جعفریہ کے مطالبہ کے عنوان سے اسلام آباد کے وفاقی سیکرٹریٹ کا محاصرہ اور گھیراؤ کر کے سنی شیعہ کشیدگی کے ایک نئے دور کا آغاز کیا ہے، اگر آپ نفاذ فقہ جعفریہ کا مطالبہ ترک کر کے ۲۲ نکات پر واپس آ جائیں تو باہمی رواداری اور تعاون کی فضا دوبارہ بحال کرنے میں آپ کو میرا تعاون حاصل ہوگا۔ میں نے ان سے کہا کہ میرے نزدیک سپاہ صحابہؓ اس کا ردعمل ہے اس لیے ردعمل کو روکنے سے قبل اس عمل پر نظر ثانی ضروری ہے جس کے ری ایکشن

کو کنٹرول کرنے کی ہم بات کر رہے ہیں۔ حسینی صاحب نے میری اس گزارش پر غور کرنے کا وعدہ کیا لیکن اس کے بعد یہ بات آگے نہ بڑھ سکی۔

(۲) دوسرا واقعہ یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مجھے ۱۹۸۷ء کے دوران علماء کرام اور وکلاء کے ایک بھرپور وفد کے ہمراہ ایران کا دورہ کرنے کا موقع ملا، ہم سرکاری دعوت پر گئے تھے، حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی ؒ اور حافظ حسین احمد بھی ہمارے ساتھ اس وفد میں شریک تھے، اس دورے کے تاثرات کی پوری تفصیل میں نے قلم بند کی تھی جو اس دور میں روزنامہ مشرق کوئٹہ، ہفت روزہ ترجمانِ اسلام لاہور اور ماہنامہ البلاغ کراچی میں شائع ہوگئی تھی، اس کا صرف ایک حصہ یہاں ذکر کرنا چاہتا ہوں کہ ایران کے مرکزی راہ نماؤں میں سے آیت اللہ جنتی صاحب کے ساتھ ہمارے وفد کی ملاقات کے دوران یہ مسئلہ زیر بحث آیا کہ پاکستان میں شیعہ حضرات کو یہ شکایت ہے کہ نفاذ شریعت کی جدوجہد میں ان کے حقوق کو نظر انداز کیا جا رہا ہے، میں نے ان سے سوال کیا کہ ان کا کون سا حق نظر انداز ہو رہا ہے؟ انہوں نے کہا کہ آپ ان کو ان کے مذہب اور فقہ کے مطابق ان کے پرسنل لاز (خاندانی قوانین) میں عمل کا حق کیوں نہیں دیتے؟ میں نے عرض کیا کہ ہم نے علماء کرام کے متفقہ ۲۲ دستوری نکات میں ہمیشہ کے لئے طے کر دیا تھا کہ تمام فرقوں کو خاندانی قوانین میں اپنی اپنی فقہ پر عمل کا حق ہوگا اور ان کے تنازعات و مقدمات کے فیصلے ان کی فقہ کے مطابق ہوں گے۔ ہم نے اس کے بعد آج تک اس بات سے کبھی انکار نہیں کیا اور نہ ہی آئندہ کبھی ہوگا لیکن پاکستان کے شیعہ حضرات اس پر قناعت کرنے کی بجائے ملک کے عمومی قانون کے طور پر فقہ جعفریہ کے نفاذ کا مطالبہ کر رہے ہیں اور اس مقصد کے لئے انہوں نے "تحریک نفاذ فقہ جعفریہ" کے نام سے باقاعدہ جماعت بھی قائم کر رکھی ہے اور یہ بات کسی طرح بھی قرینِ قیاس اور انصاف نہیں کہ غالب سنی اکثریت کے ملک میں شیعہ کی اقلیتی فقہ کے عمومی قانون کے طور پر نفاذ کا مطالبہ کیا جائے۔ اس پر آیت اللہ جنتی صاحب نے کہا کہ اگر وہ فقہ جعفریہ کو عمومی قانون کے طور پر نافذ کرنے کا مطالبہ کر رہے ہیں تو یہ مطالبہ درست نہیں ہے۔ میں نے ان سے گزارش کی کہ میں آپ کی اس حق گوئی پر آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں لیکن تحریک نفاذ شریعت کے ذمہ دار راہ نما کی حیثیت سے آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ آپ یہ بات پاکستان تشریف لا کر ہم سب سے فرما دیں۔ انہوں نے کہا کہ ایسا کرنا مشکل ہے۔ میں نے اس کے بعد عرض کیا کہ پاکستان میں اس وقت تمام مکاتبِ فکر کے ذمہ داران راہ نماؤں پر مشتمل "متحدہ شریعت محاذ" قائم ہے جو شریعت بل کی پارلیمنٹ سے منظوری کے لئے جدوجہد کر رہا ہے جبکہ تحریک نفاذ فقہ جعفریہ اس کی مخالفت کر رہی ہے۔ متحدہ شریعت محاذ کی مرکزی قیادت میں حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ، مولانا مفتی محمد حسین نعیمیؒ، مولانا معین الدین لکھویؒ، مولانا سمیع الحق، قاضی حسین احمد اور دیگر سرکردہ حضرات شامل ہیں اور میں ان سب کا نمائندہ ہوں، میں اس حیثیت سے آنجناب سے گزارش کرتا ہوں کہ ہم اس بات کے لئے تیار ہیں کہ ایران کے دستور میں یہاں کے سنیوں کے لئے جو حقوق متعین کیے گئے ہیں، وہی حقوق بعینہٖ پاکستان کے دستور میں وہاں کے اہلِ تشیع کے لئے شامل کر دیے جائیں۔ اس لیے میں آنجناب یعنی آیت اللہ جنتی صاحب سے گزارش کرتا ہوں کہ آپ ہمارے درمیان ثالث بن جائیں اور دونوں فریقوں کو بٹھا کر ایرانی دستور کی بنیاد پر ہمارے معاملات طے کرا

دیں۔ آیت اللہ جنتی صاحب نے تو یہ پیشکش قبول نہیں کرنا تھی لیکن میں نے اس بہانے اپنے موقف اور جذبات کا ان کے سامنے اظہار کر دیا۔

چنانچہ میں نے مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کے سامنے بھی یہی موقف رکھا، وہ اپنی شہادت سے کچھ عرصہ قبل گوجرانوالہ تشریف لائے اور شیرانوالہ باغ میں ایک بڑے جلسے سے خطاب کیا، اس موقع پر وہ میرے گھر بھی تشریف لائے اور علیحدگی میں میری ان سے تفصیلی گفتگو ہوئی، میں نے ان سے عرض کیا کہ میرے نزدیک پاکستان میں اہل سنت کے حقوق و مفادات کے تحفظ کی جدوجہد کی ترتیب کچھ اس طرح بنتی ہے:

☆..... جس طرح ایران کو شیعہ اکثریت کی بنیاد پر دستوری طور پر شیعہ ریاست قرار دیا گیا ہے پاکستان کو بھی سنی اکثریت کی بنیاد پر دستوری طور پر سنی ریاست کا درجہ دیا جائے۔

☆..... پاکستان میں سنی شیعہ معاملات کو طے کرنے کے لئے ایرانی دستور کو بنیاد بنایا جائے اور آپ پبلک جلسوں میں ایران کا دستور ہاتھ میں لے کر اعلان کریں کہ جو حقوق ایران کے بیس فیصد سنیوں کو دیے گئے ہیں ہم وہ تمام حقوق پاکستان کے تین یا پانچ فیصد شیعوں کو دینے کے لئے تیار ہیں۔

☆..... سنی شیعہ بنیاد پر ملک میں مردم شماری کا مطالبہ کریں تاکہ آبادی کا تناسب معلوم ہو اور مردم شماری میں جو تناسب سامنے آئے اس کے مطابق ملازمتوں اور اسمبلیوں کی رکنیت میں ان کا تناسب طے کرنے پر زور دیں۔

☆..... یہ بات ملک میں واضح کریں کہ چونکہ علیحدگی اور علیحدہ حقوق کا مطالبہ اہل تشیع کی طرف سے ہے اس لیے ملک کی آبادی میں دونوں کے تناسب کے مطابق ان کے حقوق کا تعین کیا جانا ضروری ہے اور اس وقت آبادی کے تناسب کے خلاف ملازمتوں اور سیاسی نمائندگی میں جو تفاوت پایا جاتا ہے اس کا خاتمہ ضروری ہے، اس کے بغیر علیحدہ حقوق کے مطالبہ کا کوئی جواز نہیں بنتا۔

میں نے مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمہ اللہ کو اس موقع پر ایرانی دستور کی کاپی پیش کی اور گزارش کی کہ آپ یہ دستور ہاتھ میں پکڑ کر ملک کا دورہ کریں اور سیاسی حقوق اور دستوری جنگ کے عنوان سے اپنی جدوجہد کو دوبارہ از سرِ نو منظم کریں۔

مولانا جھنگویؒ نے اصولی طور پر میرے موقف سے اتفاق کیا اور فرمایا کہ اس کا تفصیلی پیپر ورک تیار کرنے کے لئے ہماری دوبارہ ملاقات ضروری ہے، میں نے عرض کیا کہ جب چاہیں میں حاضر ہوں۔

جس روز مولانا حق نواز جھنگویؒ کی شہادت ہوئی میں اس دن شورکوٹ میں تھا، شورکوٹ کینٹ کے جامعہ مدنیہ کے سالانہ جلسہ میں ظہر کے بعد میرا بیان تھا، وہاں سے فارغ ہو کر میں شورکوٹ شہر کے جامعہ عثمانیہ میں آ گیا۔ مولانا بشیر احمد خاکیؒ سے ملاقات کی، ان سے مل کر مجھے فیصل آباد واپسی کے لئے جھنگ جانا تھا، اسی ملاقات کے دوران مولانا خاکیؒ نے فون پر مولانا جھنگویؒ سے ان کی آمد کا پروگرام معلوم کیا کیونکہ رات کو جامعہ مدنیہ کے جلسہ میں ان کا بیان تھا، مجھے معلوم ہوا کہ وہ فون پر مولانا جھنگویؒ سے بات کر رہے ہیں تو میں نے ریسیور اُن کے ہاتھ سے لے لیا اور مولانا جھنگویؒ سے بات کی۔

بقیہ صفحہ نمبر ۱۸۵ پر

ایک عظیم شخصیت

حضرت مولانا حافظ عبدالقدوس قارن دامت برکاتہم
استاذ الحدیث جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

نحمدہٗ ونصلی ونسلّم علیٰ رسولہ الکریم. اما بعد

اللہ تعالیٰ نے اپنے جن بندوں سے دنیا میں کام لینا ہوتا ہے ان میں استعداد اور صلاحیت بھی خصوصیت سے ودیعت فرما دیتا ہے اور وہ حضرات اپنی مختصر سی زندگی میں خداداد صلاحیتوں کی بدولت ایسے کارہائے نمایاں سرانجام دیتے ہیں کہ عام لوگ لمبی لمبی عمر پا کر بھی وہ کام سرانجام نہیں دے سکتے۔ دورِ حاضر کی ان مبارک شخصیات میں پاکستان کے پس ماندہ ضلع جھنگ کی عظیم شخصیت امیر عزیمت حضرت مولانا حق نواز شہیدؒ کی ذات والا صفات بھی ہے جنہوں نے اپنی چالیس سال سے بھی کم عمر میں اپنے مشن اور کاز کے لئے اپنوں کے طعنے، دشمنوں کے ظلم وستم اور حکمرانوں کے جبر واستبداد برداشت کرتے کرتے بالآخر شہادت کا رتبہ پایا۔ پاکستان کی تاریخ لکھنے والا مؤرخ جب بھی پاکستان کی مذہبی، سیاسی اور پاکستانی قوم کی خدمت کے حوالہ سے قلم اٹھائے گا تو وہ امیر عزیمت کا تذکرہ کئے بغیر تاریخ سے انصاف نہیں کر سکے گا۔

ابتدائی دور

امیر عزیمتؒ نے دارالعلوم کبیر والا سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد مختلف مقامات میں دروس اور تقاریر کے ذریعہ سے اپنی صلاحیتوں کو اُجاگر کیا، مگر ضلع جھنگ میں ختم نبوت کے سٹیج پر ان کی صلاحیتیں نمایاں طور پر اُجاگر ہوئیں۔ ضلع جھنگ کے شہر چنیوٹ میں سفیر ختم نبوت حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ نے دیگر علماء سے جداگانہ انداز اختیار فرمایا۔ علماء نے ختم نبوت کے لئے دفاعی انداز اختیار کیا اور عوام الناس کو ختم نبوت کا مسئلہ سمجھانے اور ختم نبوت کی اہمیت ان کے دلوں میں بٹھانے کی ذمہ داری احسن انداز سے نبھائی مگر سفیر ختم نبوت نے دفاعی انداز اختیار کرنے کی بجائے اقدامی انداز اختیار کیا اور قادیانیوں پر اعتراضات کا ایسا سلسلہ شروع فرمایا کہ ان کو مسلمان مبلغین کا سامنا کرنے کی ہمت نہ رہی۔ اس انداز میں حضرت سفیر ختم نبوت اپنے ضلع میں اکیلے تھے مگر اُن کا حوصلہ اس وقت مزید بڑھ گیا جب ان کو اپنے ہی ضلع میں ان ہی جیسا

اقدامی انداز اختیار کرنے والا اور دلائل سے عوام الناس کو مطمئن اور مخالف کو لاجواب کرنے والا شعلہ نوا خطیب حق نواز جھنگوی کی صورت میں مل گیا۔ ایک عرصہ تک امیر عزیمتؒ نے قادیانیوں کو ناکوں چنے چبوائے۔

جھنگ کی صورت حال

جھنگ میں عرصۂ دراز تک سیاسی غلبہ شیعہ حضرات کا رہا، اور جھنگ ان شہروں میں شمار ہوتا تھا جہاں سنی علماء کو کھل کر اپنا عقیدہ بیان کرنے کی اجازت عوام بھی نہیں دیتے تھے اور ہمہ وقت خوف کی کیفیت طاری رہتی تھی۔ مجھے یاد ہے جب ہم چھوٹے بچے تھے اور حضرت والد محترم امام اہل السنت رحمۃ اللہ علیہ جب کسی جلسہ کے لئے جھنگ تشریف لے جاتے تو ہماری والدہ مرحومہ مصلّٰی بچھا کر نوافل ادا کرنے کے ساتھ ساتھ اذکار و ادعیہ میں مصروف رہتیں اور ہم سے کہتیں کہ تمہارے ابا جان جھنگ گئے ہوئے ہیں، دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ان کو خیریت سے واپس لائے۔ اسی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جھنگ میں سنی مسلمانوں کی کیسی حالت زار تھی۔ اپنے آپ کو سنی کہلوانے والے عوام الناس تو درکنار وہاں کے سنی علماء کے بھی شیعہ حضرات سے گہرے تعلقات و روابط تھے۔ بالخصوص بریلوی علماء نے تو رسومات کی ادائیگی سے شیعہ اور سنی کا فرق ہی مٹا دیا تھا۔ ان کا سارا زور دیوبندیوں کے خلاف ہی صَرف ہوتا۔ جب امیر عزیمتؒ نے جھنگ میں خطابت کا فریضہ سرانجام دینا شروع کیا تو وہاں کے بریلوی علماء نے ان کو پریشان کرنے کے لئے دیوبندیوں کے خلاف ایسی یلغار کر دی کہ بالآخر نوبت مناظرہ تک جا پہنچی۔

جھنگ کا مناظرہ

مشہور مقولہ ہے "تنگ آمد بجنگ آمد"..... جب کوئی اور صورت نہ رہی تو امیر عزیمتؒ نے مناظرہ کرنا قبول کر لیا۔ اس میں پہلی کامیابی تو امیر عزیمت کو یہ ہوئی کہ مناظرہ کے لئے مقامی کسی بریلوی عالم کو میدان میں اُترنے کی جرأت نہ ہوئی بلکہ انہوں نے سیال شریف کے شیخ الحدیث محمد اشرف صاحب سیالوی کو مناظرہ کے لئے بلایا، اور دوسری کامیابی یہ ہوئی کہ جس بات سے بریلوی حضرات ہمیشہ گریز کرتے رہے اسی کو موضوع مناظرہ قرار دیا گیا اور اس پر مناظرہ ہوا۔ بریلوی حضرات ہمیشہ یہ کہتے ہیں کہ ہماری کسی عبارت میں گستاخانہ انداز نہیں پایا جاتا۔ اور نہ ہی ہماری عبارات پر کسی نے اعتراض کیا ہے۔ اس لئے ہماری عبارات کو موضوع مناظرہ بنایا ہی نہیں جا سکتا۔ حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے اس لئے کہ حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد منظور نعمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان جیسے دیگر حضرات نے ان لوگوں کی کئی عبارات پیش کی ہیں جو قابلِ اعتراض ہیں۔ بریلوی مکتبہ فکر کے مولانا عبدالستار صاحب نیازی نے ایک تحریک شروع کی تھی کہ بریلوی اور دیوبندی مسالک میں مصالحت ہونی چاہئے اور اس کے لئے انہوں نے حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "ہفت مسئلہ" کو مدار بنانے کے ساتھ یہ شرط رکھی کہ علماء دیوبند کی جن عبارات پر ہمیں اعتراض ہے ان عبارات کو ان کی کتابوں سے نکال دیا جائے۔ اس تحریک میں انہوں نے مولانا عبدالرحمٰن اشرفی صاحب جیسے دیوبندی علماء کو بھی شامل کر لیا۔ جب یہ معاملہ حضرت والد محترم امام اہل السنت کی خدمت میں پیش کیا گیا تو انہوں نے دیوبندی علماء سے

فرمایا کہ صلح بہت اچھی چیز ہے مگر صلح میں صرف ایک فریق کا نہیں بلکہ دونوں فریقوں کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔ اس لئے اگر وہ اس مصالحت میں مخلص ہیں تو علماء بریلویہ کی جن عبارات پر ہمیں اعتراض ہے وہ بھی ان کو اپنی کتابوں سے نکال دیں تا کہ معاملہ برابری کا ہو۔ جب یہ بات مولانا عبدالستار صاحب نیازی تک پہنچی تو انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ ہماری عبارات تو قابل اعتراض ہیں ہی نہیں، اس لئے ہم کوئی عبارت نکالنے پر آمادہ نہیں ہیں۔ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کئی دفعہ یہ واقعہ سنایا کہ میں حرم مکہ میں بیٹھا تلاوت کر رہا تھا کہ کسی ساتھی نے مجھے آ کر اطلاع دی کہ مولانا عبدالستار صاحب نیازی آپ سے ملنے آ رہے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد وہ تشریف لائے ان کے ساتھ چند افراد اور بھی تھے۔ دوران گفتگو نیازی صاحب کہنے لگے کہ ہم نے بریلوی اور دیوبندی مصالحت کی کوشش کی تھی مگر آپ نے اس میں رکاوٹ ڈال دی ہے۔ حضرت والد صاحب فرماتے تھے کہ میں نے سوال کیا کہ میں نے کیسے رکاوٹ ڈالی ہے؟ تو نیازی صاحب کہنے لگے کہ آپ نے خواہ مخواہ یہ شرط لگا دی ہے کہ بریلوی علماء کی عبارات کو بھی ان کی کتابوں سے نکالا جائے حالانکہ ہماری تو کوئی عبارت قابل اعتراض نہیں ہے۔ تو حضرت والد صاحب نے فرمایا کہ آپ اس عمل کو آگے بڑھائیں یہ ہمارا کام ہے کہ ہم تمہیں تمہاری قابل اعتراض عبارات سے آگاہ کریں، ان شاء اللہ العزیز جتنی عبارات آپ علماء دیوبند کی پیش کریں گے ہم اس سے دوگنا قابل اعتراض عبارات تمہاری کتابوں سے پیش کریں گے۔ اس پر نیازی صاحب اٹھ کر چلے گئے۔ بریلوی حضرات نے اپنی عبارات کو موضوع مناظرہ بنانے سے ہمیشہ گریز کیا مگر امیر عزیمتؒ نے موضوع مناظرہ میں یہ شامل کروا کر کامیابی حاصل کی کہ دیوبندی مناظر یہ ثابت کرے گا کہ علماء بریلی کی عبارات جو ان کی کتب معتبرہ میں موجود ہیں گستاخانہ اور توہین انبیاء پر مبنی ہیں۔ جیسے بریلوی مناظر نے علماء دیوبند کی بعض عبارات پر اعتراض کیا اور امیر عزیمتؒ نے اس کا جواب دیا اسی طرح امیر عزیمتؒ نے بریلوی علماء کی عبارات پر اعتراض کیا جس کا جواب بریلوی مناظر کو دینا پڑا۔

بریلوی مناظر اپنے طبقہ کی قد آور شخصیت تھی جبکہ امیر عزیمتؒ اس وقت اپنی صلاحیتوں کو اُجاگر کرنے کے ابتدائی دور میں تھے۔ مناظرہ کو اختتام پر پہنچانا اور درمیان میں ہی کسی بات کا جواب نہ دے سکنے کے باعث مناظرہ کا ختم نہ ہو جانا بھی امیر عزیمت کی کامیابی تھی مگر ثالثوں نے قد آور شخصیت کا لحاظ رکھتے ہوئے بریلوی مناظر کا پلہ بھاری قرار دیا مگر امیر عزیمتؒ کی شکست کا فیصلہ وہ بھی نہ دے سکے۔ امیر عزیمت نے ثالثوں کے اس فیصلے کو قبول کرنے سے انکار کیا۔ اس مناظرہ سے ایک فائدہ تو یہ ہوا کہ بریلوی مناظر سیالوی صاحب کو ان کے طبقہ نے جو آسمان پر چڑھا رکھا تھا اس کو اپنی حیثیت کا پتہ چل گیا کہ اس کے مقابلہ میں دیوبندی مکتبہ فکر کے کہنہ مشق مدرس یا شیخ الحدیث کے منصب پر فائز کو لانے کی ضرورت نہیں بلکہ اس کا مقابلہ ایک خطیب بھی کر سکتا ہے، اسی لئے اس مناظرہ کے بعد اس کے للکارے پہلے کی بہ نسبت کم ہو گئے، پھر اس مناظرہ سے امیر عزیمتؒ کو ایسی شہرت ملی کہ ضلع جھنگ سے باہر بھی ان کو پروگراموں میں شرکت کی دعوت دی جانے لگی۔

ردّ رفض کا محاذ

کہتے ہیں کہ "ضرورت ایجاد کی ماں ہے"، ضرورت کی وجہ سے آدمی اس ضرورت کو پورا کرنے کے اسباب مہیا کرتا

ہے۔امیر عزیمتؒ نے پاکستان میں ہر باطل گروہ کے خلاف کام کرنے کی اہمیت کا احساس رکھنے کے باوجود ضرورت محسوس کی کہ ان کو اپنی صلاحیتیں صحابہ دشمن گروہ کے خلاف ہی صرف کرنی چاہئیں۔اس لئے کہ پاکستان میں اس طبقہ کو حکمرانوں کی پشت پناہی حاصل ہونے اور ہمسایہ ملک کے سفارتی آداب کو بالائے طاق رکھ کر اپنے ہم مذہب لوگوں کو ہر طرح کی سہولت فراہم کرنے کے باعث یہ طبقہ انتہائی جارحانہ انداز اختیار کر چکا تھا۔اس ہمسایہ ملک کے اسلامی ممالک کی جانب منسوب ہونے کی وجہ سے پاکستانی حکمرانوں کی فراخ دلی اس کے بارہ میں ایسی تھی کہ اس کو اپنے ملک کا تیل کے کنوؤں سے مالا مال ایک حصہ تحفہ میں دے دیا،اور اس کے سفارت خانہ کی سرگرمیوں کی نگرانی کی ضرورت بھی محسوس نہ کی۔یہ صورت حال شروع سے ہی چلی آ رہی تھی مگر خمینی انقلاب کے بعد ہمسایہ ملک نے ایسا انداز اختیار کر لیا کہ اگر اس کی سرگرمیوں کے سامنے رکاوٹ کھڑی نہ کی جاتی تو وہ پاکستان کو اپنی کالونی بنا لیتا۔ہمسایہ ملک پر اپنی برتری حاصل کرنے کی خاطر ہی اس نے عراق سے جنگ لڑی اور عرب ریاستوں میں اپنا اثر و رسوخ اس قدر بڑھایا کہ اس نے بحرین کو اپنا چودھواں صوبہ ہونے کا دعویٰ کر دیا حالانکہ بحرین کبھی اس کا حصہ نہیں رہا بلکہ وہ عرب ریاست ہی شمار ہوتا ہے۔

پاکستانی حکمران تو پہلے ہی ہمسایہ ملک کے بارہ میں فراخ دل ثابت ہوئے ہیں اور عوام الناس لاعلمی کی وجہ سے شیعہ حضرات کی مذہبی رسومات میں شریک ہوتے رہے ہیں پھر ایک سیاسی چال کے طور پر پنجاب میں بہت سے سنی نوجوانوں کو دوستانہ انداز میں محرم میں کالی قمیصیں پہنا کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی کہ پاکستان میں ان کی تعداد اس حد سے کہیں زیادہ ہے جو تعداد سنی علماء بیان کرتے ہیں۔ایسے حالات میں سیلابی دھارے کے سامنے مضبوط بند کی ضرورت تھی جو بفضلہ تعالیٰ امیر عزیمت نے اس حد تک پوری کر دی کہ ہمسایہ ملک پاکستان کو اپنی کالونی بنانے اور عرب ریاستوں کی طرح اس میں اپنا اثر و رسوخ قائم کرنے میں بُری طرح ناکام ہوا اور حکمرانوں کو اس کے سفارت خانہ کی سرگرمیوں کی نگرانی کرنے کی ضرورت کا احساس ہوا۔علماء کرام نے ہر دور میں اس فتنہ سے عوام الناس کو آگاہ کیا اور اس کے خطرناک عقائد و نظریات بیان کر کے اپنی مذہبی ذمہ داری کو ادا کیا مگر امیر عزیمتؒ نے اپنے مدلل اور جوشیلے انداز سے نوجوانوں میں ایسا ولولہ پیدا کیا جس کے ذریعہ سے ملک بھر میں ایسی بیداری پیدا ہوئی کہ جو کام عرصۂ دراز سے علماء کی محنتوں سے نہ ہو سکا تھا وہ مختصر سی مدت میں ہو گیا۔اور جو کسر باقی رہ گئی تھی وہ ان کے جانشینوں نے پوری کر دی۔امیر عزیمتؒ کی خواہش تھی کہ جو بات ہم جلسوں میں کہتے ہیں وہ پارلیمنٹ،عدالتوں اور ایوانوں میں بھی گونجے اور ان کی یہ خواہش ان کی شہادت کے بعد اللہ تعالیٰ نے پوری فرما دی۔

کچھ یادداشتیں

امیر عزیمت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ وقتاً فوقتاً کچھ لمحات ایسے نصیب ہوئے جو یادگار کی حیثیت رکھتے ہیں۔غالباً ۱۹۸۰ء میں امیر عزیمتؒ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت و ملاقات کے لئے مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں تشریف لائے۔حضرت والد صاحب سبق پڑھا کر فارغ ہوئے اور حضرت صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سبق پڑھانے کے لئے اسی جگہ تشریف لے جا رہے تھے جہاں حضرت والد صاحب سبق پڑھا کر اٹھے تھے۔جاتے جاتے امیر عزیمتؒ نے حضرت

صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی پھر حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملے اور کچھ دیر ان کے پاس بیٹھے رہے۔ میں اس وقت حضرت استاذی المکرم مولانا عبدالقیوم صاحب ہزاروی دام مجدہم کے کمرہ میں ان کے ساتھ چائے پی رہا تھا کہ مجھے کسی ساتھی نے آ کر بتایا کہ مولانا حق نواز جھنگوی آئے ہیں۔ میں جب ان کی جانب گیا تو وہ حضرت والد صاحب کے ساتھ اٹھ کر مسجد سے باہر تشریف لا رہے تھے۔ مدرسہ کے صحن میں ان سے ملاقات ہوئی اونچی قراقلی پہن رکھی تھی۔ یہ میری ان کے ساتھ پہلی ملاقات تھی۔ ان کو چائے وغیرہ کے لئے ٹھہرانا چاہا مگر ان کا اصرار تھا کہ جلدی کہیں جانا ہے اور وہ ہماری مہمانی قبول کئے بغیر واپس تشریف لے گئے۔

چناب نگر میں آمنا سامنا

چناب نگر میں ہر سال ختم نبوت کانفرنس ہوتی ہے ہم بھی ساتھیوں سمیت جاتے رہے۔ امیر عزیمت جبکہ جمعیت علماء اسلام فضل الرحمٰن گروپ پنجاب کے نائب امیر تھے اور اپنی جماعت بھی چلا رہے تھے وہ بھی چناب نگر تشریف لائے اور خطاب کیا۔ دوران خطاب انہوں نے برادر مکرم علامہ زاہد الراشدی صاحب کے بارہ میں تنقیدی کلمات کہے جس پر ہم نے نوٹس لیا اور گوجرانوالہ کے ساتھیوں جن میں نمایاں طور پر مولوی عبدالقیوم طاہر صاحب اور مولوی محمد یوسف صاحب میواتی تھے انہوں نے اسٹیج پر قبضہ کر لیا اور جلسہ کی انتظامیہ سے احتجاج کیا کہ مشترکہ پلیٹ فارم پر ایسا انداز کیوں اختیار کیا گیا ہے۔ حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب دام مجدہم جو ماشاء اللہ انتہائی ذہین، معاملہ فہم اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت والوں کیلئے خدائی تحفہ ہیں انہوں نے ہمارے ساتھیوں کو سمجھایا، جب بات نہ بنی تو امیر عزیمت کو اس بارہ میں اطلاع دی تو انہوں نے کہا کہ میری طرف سے معذرت کا اعلان کر دو کہ مشترکہ پلیٹ فارم پر ایسی باتیں کہنے پر میں معذرت چاہتا ہوں۔ اس پر ساتھیوں نے اسٹیج خالی کر دیا اور جلسہ کی کاروائی پھر شروع ہوئی۔ جب میں اسٹیج سے اٹھ کر جا رہا تھا تو ایک صاحب نے مجھے کہا کہ تمہیں حضرت خواجہ صاحب (یعنی پیر طریقت حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دام مجدہم) بلا رہے ہیں۔ میں اس کے ساتھ چل دیا۔ ایک کمرہ میں داخل ہوئے تو وہاں حضرت خواجہ صاحب دام مجدہم تو نہ تھے مگر مولانا حق نواز صاحب اپنے ساتھیوں سمیت تشریف فرما تھے۔ مجھے دیکھ کر ساتھیوں کو باہر بھیج دیا اور مجھے کہنے لگے کہ میں تو آپ کے خاندان کا خادم ہوں آپ جس طرح چاہیں میں اسی طرح معذرت کے لئے تیار ہوں مگر مولانا راشدی صاحب سے بھی کہیں کہ وہ ہمیں شکایت کا موقعہ نہ دیا کریں۔ میں نے کہا کہ مولانا راشدی صاحب جانیں اور آپ جانیں، ہمیں تو یہ بات اچھی نہیں لگی کہ مشترکہ پلیٹ فارم کو باہمی اختلاف کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ آپ جمعیت کے سربراہ ہیں اپنے اس اسٹیج پر آپ جو چاہیں کہیں، اس پر کہنے لگے کہ ہاں واقعی یہ اچھی بات نہیں ہوئی میں آئندہ احتیاط کروں گا۔ ان کا خیال تھا کہ میں تھوڑی دیر اور بیٹھوں مگر میں جلدی سے وہاں سے نکل آیا۔

رائے ونڈ میں ملاقات

اس کے کچھ عرصہ بعد رائے ونڈ اجتماع تھا، میں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ

العلوم گوجرانوالہ کی شائع کردہ دیگر کتابوں کا سٹال ہر سال لگاتا تھا۔ میں سٹال میں بیٹھا تھا کہ اچانک مولانا حق نواز صاحب اپنے دو تین ساتھیوں سمیت تشریف لائے۔ میں ان کے لئے چائے منگوانے لگا تو کہنے لگے چائے نہیں پینی بلکہ مالٹے کھانے ہیں۔ میں نے مالٹے منگوائے، جب فارغ ہوئے تو ساتھی ان کے اشارہ سے یا ویسے ہی اپنے کسی کام کی غرض سے وہاں سے چلے گئے۔

مجھے کہنے لگے کہ کافی عرصہ سے موقعہ کی تلاش میں تھا آج موقعہ مل گیا ہے۔ تو آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ ہمارے ساتھ مل کر کام کریں اور ہماری راہنمائی فرمائی۔ میں نے ان سے کہا کہ ایک تو مدرسہ نصرۃ العلوم میں اسباق کے علاوہ نظامت کی ذمہ داری بھی ہے جس کی وجہ سے میں کسی بھی جماعت میں شامل ہو کر کام کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ میں اس وقت جماعتوں سے دل برداشتہ ہوں جب سے حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جماعت والوں کا سلوک دیکھا ہے۔ اس لئے میں کسی بھی جماعت میں شامل ہونے سے معذور ہوں۔

میرے اس دوٹوک جواب کے بعد موضوع بدل کر اور باتوں میں مصروف ہو گئے اور جب ان کے ساتھی واپس آئے تو ان کے ساتھ تشریف لے گئے۔ جب بھی گوجرانوالہ یا اس کے گردونواح میں تشریف لاتے تو ملاقات کا موقعہ ضرور دیتے، کئی دفعہ لاہور میں حضرت پیر طریقت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مکان میں بھی ملاقات کا موقعہ ملا۔

ضیاء الحق دور میں جب تھانیوالا بازار گوجرانوالہ میں ۱۰ محرم کو شیعہ حضرات نے جمعہ پڑھنے کی کوشش کی تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور گوجرانوالہ کے عوام کی مدد سے میں نے ان کی یہ کوشش ناکام بنادی۔ اس پر میری گرفتاری ہوگئی تقریباً سوا مہینہ کے بعد ضمانت ہوئی۔ میری رہائی کے کچھ ہی دن بعد گوجرانوالہ میں مولانا حق نواز شہید تشریف لائے اور کہنے لگے کہ میں لاہور کسی پروگرام پر آیا تھا مگر گوجرانوالہ صرف آپ کی ملاقات کے لئے اور رہائی پر مبارکباد دینے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ اس دن وہ میرے ہی مہمان تھے پھر مغرب سے کچھ دیر پہلے تشریف لے گئے۔

گوجرانوالہ میں حضرت امیر عزیمت کی پرانے بلدیہ ہال میں، شیرانوالہ باغ میں اور کھیالی چوک میں اور ان کے علاوہ جتنی بھی تقریریں ہوئیں ہر ایک تقریر یادگار تھی۔ آخری تقریر جو گوجرانوالہ ہوئی اس رات ان کی خواہش کے مطابق قیام میرے ہاں ہی تھا۔ سحری کے قریب شام کا کھانا کھایا، پھر آرام فرمایا، صبح کی نماز کے بعد پھر ناشتہ تیار ہونے تک آرام کیا اور تشریف لے گئے۔ یہ ان سے آخری ملاقات تھی اس کے بعد ان کے جنازہ میں ہی شرکت نصیب ہوئی۔

اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا وہ شان سلامت رہتی ہے

حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری زید مجدہٗ
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ سے میرا بڑا گہرا تعلق اور دیرینہ رفاقت تھی۔ آپ چونکہ جامعہ خیر المدارس کے فاضل تھے اس لیے ابتداء ہی سے ہمارا آپس میں محبت و اُلفت اور بے تکلفی و احترام کا عجیب سا رشتہ قائم ہو گیا تھا۔ مولانا جب بھی ملتان تشریف لاتے تو خیر المدارس ضرور آیا کرتے تھے۔ اور ہم دیر تک بات چیت اور مشاورت کیا کرتے تھے۔ ان کی شخصیت میں ویسے تو بہت سے پہلو اور بہت سی خصوصیات و اوصاف قابلِ ذکر ہیں لیکن مجھے ان کی شخصیت میں موجود تڑپ، ان کے بے پناہ اخلاص، حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ان کی والہانہ محبت، ان کی استقامت اور ان کی عاجزی و انکساری نے بطورِ خاص متاثر کیا۔ آپ کی شخصیت کا سب سے نمایاں پہلو حضرات اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و عقیدت تھی یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اصحاب رسول کی عزت و ناموس کے تحفظ کو اپنی زندگی کا مشن و مقصد اور نصب العین بنا لیا تھا۔ مولانا حق نواز جھنگویؒ نے جس انداز سے حضرات صحابہ کرامؓ، حضرات اہل بیتؓ اور دیگر محترم ہستیوں کی اہانت کا راستہ روکنے کے لئے جدوجہد کا آغاز کیا اگر ان کی جدوجہد نتیجہ خیز ہوتی، وہ برسوں جس درد کا اظہار کرتے رہے اگر ان کے درد کا احساس کر کے صحابہ کرامؓ، حضرات اہل بیتؓ اور تمام قابلِ احترام ہستیوں کی اہانت کو قابلِ تعزیر جرم قرار دے دیا جاتا تو شاید آج اس ملک میں فرقہ واریت اور مذہبی تشدد کا نام و نشاں تک نہ ہوتا۔ مولانا حق نواز جھنگویؒ نے زندگی بھر انتہائی پُر امن، مدلل، مؤثر اور علمی انداز سے اپنے موقف کا اظہار کیا۔ اللہ نے انہیں خطابت کا عجیب ملکہ عطا فرما رکھا تھا، جوشِ خطابت میں جب ان کے دردِ دل کی آمیزش ہوتی تو ان کی تقریر دلوں کی دنیا کو مسخر کرتی چلی جاتی۔

مولانا حق نواز جھنگویؒ کے حوالے سے یوں تو بہت سی یادیں ہیں لیکن ایک مرتبہ ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں مقیم کچھ احباب نے مجھ سے رابطہ کیا اور کہا کہ مولانا حق نواز جھنگوی کو عمرے کے لئے بھجوائیں جتنے اخراجات ہوں گے وہ ہم ادا کریں گے۔ میں نے مولانا سے گزارش کی تو انہوں نے بڑا عجیب جواب دیا، فرمانے لگے مجھے اکیلے بارگاہِ رسالت اور حضرات صحابہ کرامؓ کے دیس میں جاتے ہوئے حیا آتی ہے کیونکہ اصحاب رسول ﷺ کی عزت و ناموس کے تحفظ کی خاطر میرے بہت سے بے گناہ ساتھی جیلوں میں قید ہیں، میں ان کی رہائی کے لیے کوشش کر رہا ہوں، اللہ کرے انہیں باعزت رہائی نصیب ہو تو ان کی معیت میں ان شاء اللہ ضرور حاضری دوں گا، اس سے پہلے انہیں یہاں یوں بے یار و مددگار چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔

CamScanner

مولانا کو اللہ رب العزت نے عجیب استقامت اور حوصلہ عطا فرمایا تھا، ان سے جیلوں میں جب ملاقات ہوتی تو کبھی انہیں پریشان، شکستہ دل اور کبیدہ خاطر نہیں پایا۔ ان کے چہرے پر وہی رونق، ان کے جذبات میں وہی تلاطم اور ان کے عزائم میں وہی بلندی نظر آتی۔ مولانا حق نواز جھنگویؒ اتحاد و اتفاق کے علمبردار تھے اور تمام اہل سنت مکاتب فکر اور جماعتوں کو ساتھ لے چلنے کی کوشش کرتے تھے۔ آپ اپنے اساتذہ سے خصوصی تعلق اور اکابر کا خاص طور پر احترام کرتے تھے۔ جب بھی خیر المدارس تشریف لاتے تو حضرت مولانا مفتی عبدالستار رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد صدیق صاحب دامت برکاتہم العالیہ اور دیگر اکابر اساتذہ کی خدمت میں گھنٹوں دوزانو بیٹھے رہتے، ہمیں ان کا ادب و احترام اور بے نفسی کا رویہ دیکھ کر رشک آتا، کبھی کبھی یوں لگتا جیسے اس وقت زیر تعلیم طلباء بھی اساتذہ کا اتنا ادب نہیں کرتے جتنا مولانا حق نواز جھنگویؒ کرتے تھے۔ آپ اپنے اساتذہ کے علاوہ دیگر اکابر سے مشاورت کا خصوصی اہتمام کرتے تھے اور اگر کبھی کسی رائے یا طرز عمل سے اتفاق نہ ہوتا تب بھی آپ کبھی بھی حتیٰ کہ نجی مجلسوں میں بھی ایسے علماء کے بارے میں کلمۂ خیر کے سوا کچھ نہ کہتے اور ہمیشہ ادب و احترام کو ضرور ملحوظ رکھتے۔

آپؒ نے اپنی پوری زندگی عجیب فقر و استغناء کی ملی جلی کیفیت میں گزاری۔ جب انہیں ملک بھر میں اسفار کی وجہ سے گاڑی کی ضرورت پیش آئی تو ابتداء تو خاموش رہے لیکن جب یہ ضرورت حد سے بڑھ گئی تو انہوں نے جماعت کے وسائل کو اپنی گاڑی کے لئے استعمال کرنے کی بجائے اپنے خاص اور بے تکلف ساتھیوں سے تعاون لینے کا فیصلہ کیا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ کچھ رقم حضرت مولانا ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ نے دی، مجھے بھی اس حوالے سے تعاون کرنے کا کہا لیکن مجھ سے ذرا تاخیر ہوگئی تو خود خیر المدارس تشریف لے آئے۔ حسن اتفاق سے جس دن آپ تشریف لائے اسی دن ہم نے اپنے دفتر میں نیا قالین بچھوایا تھا۔ مجھے بے تکلفی سے فرمانے لگے یار حنیف بھائی! اپنے لیے تو نیا قالین بچھوالیا اور میرے ساتھ اس قالین کی مالیت جتنا تعاون بھی نہیں کیا۔ میں نے برجستہ کہا ''مولانا! یہ قالین دس ہزار روپے کا آیا ہے لیجئے آپ کی خدمت میں بھی دس ہزار روپے پیش کرتا ہوں'' اس وقت دس ہزار روپے کی بھی بڑی اہمیت تھی۔ وہ رقم لی اور بہت خوشی کا اظہار فرمایا اور ڈھیر ساری دعائیں دیں۔

مولانا کے ساتھ سفر و حضر میں رفاقت رہی۔ آج بھی کئی دفعہ ان کی کمی بڑی شدت سے محسوس ہوتی ہے۔ برادر محترم ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں صاحب کے پیہم اصرار نے بہت سے درد جگا دیے، بہت سی یادیں تازہ کر دیں۔ اللہ انہیں جزائے خیر دے کہ انہوں نے میرے چند الفاظ کے لئے انتظار کی زحمت گوارا کی۔ مولانا حق نواز جھنگویؒ کے بارے میں بہت کچھ لکھا گیا، بہت کچھ لکھا جا رہا ہے اور بہت کچھ لکھا جاتا رہے گا لیکن اگر ان کی پوری زندگی کو ایک جملے میں کہا جائے تو وہ یوں ہوگا کہ مولانا حق نواز جھنگویؒ نے سعادت کی زندگی اور شہادت کی موت پائی۔ وہ اپنی ہر تقریر کا اختتام جس شعر پر کیا کرتے تھے لگتا ہے وہ اپنی زندگی کا اختتام بھی اسی شعر کے ساتھ کر گئے:

جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا وہ شان سلامت رہتی ہے
یہ جان تو آنی جانی ہے اس جان کا کوئی اعتبار نہیں

حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ

حضرت مولانا محمد انور اوکاڑوی مدظلہ العالی
جامعہ خیر المدارس ملتان

اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء اور اس کے آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام کے بعد عرض ہے کہ یہ دین ہم تک صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے واسطہ سے پہنچا۔ اگر صحابہ کرام کو محلِ طعن بنایا جائے تو پورا دین ناقابلِ اعتماد ہو جاتا ہے۔ صحابہ کرام کو اللہ تعالیٰ نے معیارِ حق قرار دیا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کی عزت وناموس کی حفاظت پورے دین کی حفاظت ہے۔ دین کے بقیہ شعبہ جات کے ساتھ ساتھ ہمیشہ اس امت نے اس شعبہ کی بھی حفاظت کی ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دامے، درہمے، سخنے دفاع کو خدا تعالیٰ اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کا ذریعہ سمجھتے ہوئے اس فرض کو ادا کیا ہے۔ مگر اپنی زندگی کا اس کو اوڑھنا اور بچھونا بنا کر اپنی زندگی اس میں صرف کرنے والے خال خال لوگ ہوتے ہیں۔

انہی میں سے اس گئے گزرے دور میں حضرت مولانا حق نواز صاحب جھنگوی شہید رحمہ اللہ کا نام نامی نصف النہار کے سورج کی طرح نمایاں ہے اور نمایاں رہے گا جنہوں نے صرف اپنی عزت وناموس اور جان ومال کو اس راستہ میں قربان نہیں کیا بلکہ ہزاروں نوجوان ناموسِ صحابہ کرامؓ پر اپنی جان ومال، عزت وآبرو قربان کرنے والے تیار ہی نہیں کئے بلکہ بالفعل جانی قربانیاں دے کر خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

عجب رسمے بنا کردند بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

مولانا کو دنیا سے گئے اگرچہ بیس برس کے قریب ہو چکے ہیں مگر ان کی مجاہدانہ اور مخلصانہ مساعی اور ان کا مشن تا حال زندہ ہے۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

سالنامہ سرخرو تقریباً بیس سال کے بعد ان کی حیات کو تاریخی طور پر محفوظ کرنے کے لئے جو خاص نمبر شائع کر رہا ہے اللہ تعالیٰ جلد از جلد اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچائیں۔ آمین

CamScanner

مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ

سنگلاخ وادی کا پُر عزم راہرو

پروفیسر ڈاکٹر علامہ خالد محمود صاحب زید مجدہٗ (پی ایچ ڈی، لندن)

الحمد للّٰہ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ، اما بعد!

تاریخ عالم میں ظالموں کی ایک طویل فہرست ہے لیکن ظلم کے ایسے بھی کچھ کم نہیں۔ انسان جو دوسرے انسانوں کے لئے انس واخوت کا عنوان ہونا چاہئے اپنے ابنائے جنس کا گلا کاٹنے لگا۔ لیکن ایسے مظلوم جن کی مظلومیت ان کے اس دنیا سے رختِ سفر باندھنے کے بعد ختم نہ ہو، آپ کو اصحابِ رسول اللہ ﷺ کے سوا کہیں اور نہ ملیں گے۔ یہ پاکیزہ جماعت تھی جن سے بہتر انسانوں پر انبیاء کے بعد شاید ہی کہیں سورج چمکا ہو۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ لکھتے ہیں:

> ''محبتِ ایمان کی اس آزمائش میں صحابہ کرام جس طرح پورے اُترے اس کی شہادت تاریخ نے محفوظ کرلی ہے اور وہ محتاجِ بیان نہیں۔ بلاشبہ ومبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ دنیا میں انسانوں کے کسی گروہ نے کسی انسان کے ساتھ اپنے سارے دل اور اپنی ساری روح سے ایسا عشق نہیں کیا ہوگا، جیسا کہ صحابہ نے اللہ کے رسول ﷺ سے راہِ حق میں کیا۔ انہی نے اس محبت کی راہ میں وہ سب کچھ قربان کردیا جو انسان کرسکتا ہے اور پھر اس کی راہ میں وہ سب کچھ پایا جو انسانوں کی کوئی جماعت پاسکتی ہے۔''
>
> (ترجمان القرآن: ج ۲)

جب یہ مقدس گروہ یہود ونصاریٰ کے کسی جال میں نہ آسکا تو ان کے دشمنوں نے ان کے خلاف پھر وہ ہتھیار اٹھائے جو ہمیشہ سے بزدل مخالفوں کا وطیرہ رہا ہے..... وہ کیا ہے؟ وہ یہ کہ ان کے سامنے آکر مقابلہ نہ کرو، پس پشت ان کی عیب چینی کرو، ان پر طرح طرح کے الزام لگاؤ ان کے بارے میں کہانیاں وضع کرو، طرح طرح کے بہتان باندھو، اور اتنا جھوٹ بولو اور بار بار بولو کہ دیکھنے سننے والے اگر یقین نہ کرسکیں تو کم از کم کچھ شک میں تو ضرور مبتلا ہوجائیں۔ یہ وہ شرمناک سوچ ہے جو دشمنانِ اسلام نے صحابہؓ کے خلاف سوچی، اسے ایک عقیدے کے طور پر قائم کیا اور اسی کے کانٹے آج اسی ملت کے بدنوں کو زخمی کررہے ہیں، آج کل کی زبان میں انہیں فرقہ وارانہ فسادات کہا جاتا ہے۔

افسوس کہ وہ طبقہ جسے حضور ﷺ کے پچانوے فیصد پیروکار اس وقت کے بہترین انسان جانتے ہیں، قرآن کریم انہیں خیر اُمت کہتا ہے، ان کی عیب چینی اور ان کے خلاف الزام تراشی ایک بدنصیب گروہ کے ہاں اعلیٰ درجے کی عبادت شمار ہوتی ہے۔ ان سے تبرا ان کے ہاں اصولِ دین میں سے سمجھا جاتا ہے اور ان کی ساری تبلیغی کوششیں صرف اسی ایک نقطہ پر جمع ہوتی ہیں کہ جس طرح بھی بن پڑے امت مسلمہ کو ان کے بارے میں بدگمان کر دیا جائے۔ انہیں بُرا کہے بغیر ان کی مذہبی ذمہ داری پوری نہیں ہوتی اور ان کی نماز تک ادا نہیں ہوتی جب تک بعد نماز وہ ان کا نام لے لے کر ان پر لعنت نہ کریں، گو وہ انجام کار انہی پر لوٹتی ہو۔ ملا باقر مجلسی جو اپنے وقت میں ان کا سب سے بڑا عالم سمجھا جاتا ہے، لکھتا ہے:

"باید بعد از ہر نماز بگوید اللّٰھم العن ابا بکر و عمر و عثمان و معاویہ و عائشہ و حفصہ و ہند و ام الحکم۔"

(عین الحیاۃ ص ۵۹۹ مطبوعہ تہران)

کیا آپ نے اور کوئی ایسی قوم دیکھی جس کا اوڑھنا بچھونا ہی ان لوگوں پر لعنت کے گڑے برساتا ہو، جنہیں حضور ﷺ کی امت کا ۹۵ فی صد طبقہ اپنے وقت کے بہترین انسان سمجھتا ہو اور اپنے تو درکنار غیر مسلم مؤرخین بھی ان کے تذکرے کریں تو انہیں خلفاء راشدین کہے بغیر آگے نہ گزر سکیں۔

زندگی میں ان حضرات پر ابولہب اور ابوجہل کے سوا شاید ہی کسی نے سب بکی ہو بلکہ تاریخ گواہ ہے کہ یہ حضرات وفات کے بعد بھی صدیوں مسلمانوں کے دلوں پر حکومت کرتے رہے۔ قاضی نور اللہ شوستری اس سوال کے جواب میں کہ حضرت علی المرتضیٰؓ اپنے دورِ خلافت میں کیوں سیرتِ شیخینؓ پر عمل کرتے رہے؟ لکھتا ہے:

"حضرت امیر در ایامِ خلافت خود دید کہ اکثر مردم حسن سیرت ابی بکر و عمر را معتقد اند و ایشاں را بر حق مے دانند قدرت براں نداشت کہ کارے کند کہ دلالت بر فساد خلافت ایشاں باشد۔" (مجالس المومنین: ج ۱ ص ۲۴)

"حضرت علیؓ نے اپنے دورِ خلافت میں محسوس کیا کہ لوگوں کی اکثریت ابھی تک حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی اعلیٰ سیرت کی معتقد ہے اور ان کو خلیفہ برحق جانتی ہے، آپ نے ہمت نہ کی کہ کوئی ایسا کام کریں جو ان کی خلافت کے غلط ہونے پر کسی پہلو سے دلیل بن سکے"۔

افسوس کہ جب مسلمانوں سے سیاسی شوکت چھنی تو یہ مارِ آستین (آستینوں کے سانپ) کھلے بندوں تفرقہ بازی کے کھلے محاذ پر آ گئے اور اہل بیت کی عزاداری اسی میں سمجھی کہ ان حضرات پر برسرِ عام تبرا کہیں اور اسی جبر و تشدد کے سہارے ایک پورے اسلامی ملک کی حنفی اکثریت اثنا عشری عقیدے میں بدل گئی۔ اسماعیل صفوی سے پہلے ایران میں تین چوتھائی مسلمان حنفی مسلک پر تھے۔

مزہ تب تھا کہ جب یہ حضرات اس دنیا میں تھے اس وقت کوئی بدبخت ان کے آڑے آتا۔ یہ تو بڑا کمینہ پن اور شرمناک بزدلی ہے کہ کسی کو فوت ہونے کے بعد دشمنی کی بھینٹ پر لایا جائے اور ان کے خلاف گالی اور تبرا کی زبان استعمال کر کے اپنی شقاوت کو آشکار کیا جائے۔ ان کی زبانیں ان حضرات کے خلاف جو خود آ کر اپنا دفاع نہ کر سکیں، دن رات تبرا کا لاوا اُگلتی ہیں۔

بہادر لوگ زندوں سے معرکہ آرائی کرتے ہیں یہ فوت شدگان سے معرکہ آرائی کیسی؟ عقاب ہمیشہ زندہ کا شکار کرتا

ہے اور گِدھ ہمیشہ مردار پر گرتے ہیں، یہی وہ طبقہ ہے جو مقامِ انسانیت سے بے نصیب ہے۔

بلند بال تھا لیکن نہ تھا جسور و غیور
حکیم سر محبت سے بے نصیب رہا
اڑا فضاؤں میں کرگس اگرچہ شاہین وار
شکارِ زندہ کی لذت سے بے نصیب رہا

حق و باطل کی معرکہ آرائی ہمیشہ سامنے سامنے ہوئی ہے۔ حضرت علیؓ کے بارہ میں یہ بدگمانی کہ آپ اندر سے تو حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے خلاف تھے مگر سامنے آنے کی ہمت نہ رکھتے تھے، یہ عقیدہ ایک بڑی شقاوت اور شیر خدا کی بڑی بے ادبی ہے۔ یہ جرأت مچھر کو بھی حاصل ہے کہ جب حملہ کرنے آتا ہے تو وہ آواز دے کر آتا ہے۔

پشہ سے سیکھ جوہرِ مردانگی کہ وہ
جب قصدِ خون پہ آئے تو پہلے پکار دے

اہلِ حق کبھی تقیہ کی چادر نہیں اوڑھتے نہ جھوٹ بولتے ہیں۔ مسلمانوں نے ابوجہل کو برسرِ میدان مارا ہے، اس کی لاش کو گھسیٹنے میں بہادری نہیں سمجھی۔ فوت شدگان کو بُرا بھلا کہنا اور گالی بکنا شرفِ انسانی اور اخلاقی ہمت کے سراسر خلاف ہے۔

علماء اسلام نے ان نفوسِ قدسیہ پر کیے گئے جملہ اعتراضات کے بڑے شافی و وافی جواب دیئے ہیں جس کو ضرورت ہو وہ حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور حضرت شاہ عبدالعزیزؒ سے لے کر حضرت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ کی تالیفات کو دیکھے پھر اسی پندرہویں صدی کی دفاعِ صحابہ پر لکھی گئی عمدہ اور اعلیٰ تالیفات بھی اس باب میں قابل قدر علمی سرمایہ ہیں۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے شاگردوں مولانا قاضی مظہر حسینؒ، مولانا سید نورالحسن بخاریؒ، مولانا عبدالستار تونسوی اور محقق العصر حضرت مولانا محمد نافع نے اس محاذ پر سبائیوں کے جملہ اعتراضات کے نہایت شافی اور وافی جواب دیئے ہیں اور الحمدللہ ان کے اچھے خاصے اثرات ہوئے اور برصغیر پاک و ہند کے متعدد ایسے حلقے ملیں گے جہاں لوگ ارتداد کی آغوش میں جاتے ہوئے ان عملی محنتوں کے سبب بچے اور حوزۂ اسلام محفوظ رہا۔

اُلجھن کا حل اور شبہے کا جواب ہوسکتا ہے، مسلمان اہل علم ان ابواب میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے نہیں لیکن ان سب حضرات کے پاس ان گالیوں اور ان کے دن رات کے سب و شتم کا کوئی جواب نہ تھا۔ یہ ایک دُکھتی رگ تھی جس پر یہ لوگ ہر محرم پر تا مقدور نمک پاشی کرتے، نام عزاداریٔ اہل بیت کا ہوتا مگر کام عوام کا اس مقدس طبقہ سے اعتماد اٹھانا اور انہی زخموں کا تازہ کرنا ہوتا جن کا جواب انہیں اُمت مسلمہ بارہ سو سال سے دیتی چلی آرہی ہے۔

صحابہؓ نسبتِ نبوت کے امین ہیں، ان کے خلاف تبرا کی شرمناک کاروائی یقیناً امت مسلمہ کے ماتھے پر ایک کلنک کا ٹیکہ ہے جسے کوئی مسلمان ملک برداشت نہیں کرسکتا اور نہ امت مسلمہ اسے کوئی نرم گوشہ دے کر اپنی ملی سالمیت کا تحفظ کرسکتی ہے۔

دشمنانِ صحابہ کی یہ مشقِ تبرا برصغیر پاک و ہند کی ستانوے (۹۷) فیصد سنی آبادی کے لئے سوہانِ روح بنی تھی کہ یکا یک اللہ رب العزت کی غیرت جوش میں آئی، نوجوان بغیر کسی تمہید اور بغیر کسی سابقہ تربیت کے اچانک میدان میں نکل آئے

کہ نسبتِ رسالت کو مجروح کرنے والی ان تحریکوں کا جواب اب طاقت سے دیا جائے گا اور جب تک پاکستان میں صحابہ کرامؓ اور اہل بیتؓ کی عزتیں بذریعہ قانون محفوظ نہیں ہوتیں مظلوموں کی یہ پکار قریہ قریہ، گاؤں گاؤں، چوک بہ چوک اور شہر بہ شہر ہر جگہ جاری رہے گی۔ یہ ایک منصفانہ مطالبہ اور اپنے حق کے لئے ایک جمہوری آواز ہے جسے کچھ وقت کے لئے روکا جا سکتا ہے لیکن ختم نہیں کیا جا سکتا۔ تاریخ کے اوراق میں ترمیم تو ہو سکتی ہے مگر انہیں دھویا نہیں جا سکتا۔ صحابہ کرامؓ کی مظلوم شخصیتوں کی یہ آہ ہے جو اب شعلۂ جوالہ بن کر بھڑک رہی ہے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ملک کا خرمنِ امن اس آگ سے بچے تو اب اس مسئلے کو حل کرنا ہی ہوگا۔

بترس از آہِ مظلوماں کہ ہنگامِ دُعا کردند
اجابت از درِ حق بہر استقبال مے آید

اچانک یہ شعلہ کیسے بھڑک اٹھا؟

خمینی کے برسرِ اقتدار آنے کے بعد پاکستان میں یکا یک نفاذ فقہ جعفری کا مطالبہ کر دیا گیا اور نہ صرف مطالبہ بلکہ اسے ایک مکمل تحریک کی شکل دی گئی۔ اس پر پاکستان کی ستانوے (۹۷) فیصد سنی آبادی یکسر کانپ اٹھی اور مسئلہ افہام و تفہیم کی بجائے حقوق کی حد تک جا پہنچا۔ پاکستان کی سنی آبادی نے اپنے جمہوری حق کا مطالبہ کر دیا اور قرار پایا کہ پاکستان کو ایک سنی اسٹیٹ تسلیم کیا جائے اور یہاں صحابہ کرامؓ اور اہل بیتؓ کی عزتوں کا تحفظ بذریعہ قانون کیا جائے۔ کہتے ہیں "لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے" جب اہلِ اقتدار نے پاکستان کی اکثریت کے اس معصوم مطالبہ پر کان نہ دھرے اور معلوم ہو گیا کہ یہ لوگ جو نچلی سطح پر تین فیصد سے زیادہ نہیں اوپر کی سطح پر چالیس فیصد تک براجمان ہیں، اس پر سنیوں کو اپنے حقوق کے لئے اٹھنا تھا اور وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ یہ وہ دور ہے جب ملک میں سپاہ صحابہ کا قیام عمل میں آیا، ان کے طریقۂ کار سے اختلاف ہو سکتا ہے، یہ کہا جا سکتا ہے کہ بغیر ابتدائی تربیت کے اتنے بڑے میدان میں آ نکلنا مناسب نہ تھا، لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ بارہ سو سال سے اہل سنت والجماعت جو صحابہ کی مظلومیت کا رونا رو رہے ہیں اور اس پر ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں اگرچہ یہ بے غیرتی ہے تو اسے بھی تو کبھی ختم ہونا چاہئے۔ اس کے مثبت جواب کے لئے ایک نیا باب نکلنا تھا کہ اب تحفظِ ناموسِ صحابہ کی تاریخ قربانیوں کے خون سے رقم کی جائے گی۔

برصغیر کے اس مطلع پر ہر طرف گہرے بادل چھائے تھے کہ برسنے میں پہلا قطرہ کون ہو؟ اس کے لئے جھنگ کا ایک نوجوان عالم جس کے پیچھے نہ کوئی سرمایہ کی قوت تھی نہ اس کی بڑی برادری تھی، نہ اس نے کسی سیاست دان کے زیرِ سایہ کوئی تحریکوں کی تربیت پائی تھی اچانک اُٹھا اور دیکھتے ہی دیکھتے پورے ملک پر چھا گیا۔ یہ کس طرح ہوا؟ یہ اس طرح ہوا کہ وہ مظلوموں کی حمایت میں اٹھا تھا اور اس کے پاس حق و صداقت اور علم و دیانت کے وہ ہتھیار تھے جن کا مقابلہ کبھی دنیا کی کوئی طاقت نہیں کر سکی۔

مولانا حق نواز شہیدؒ کے میدان میں آنے سے پہلے ناموسِ صحابہ کی علمی اور تحقیقی سرحدوں پر بہت کام ہو چکا تھا۔ گذشتہ چالیس سال سے متعدد علماء کرام دفاعِ صحابہؓ پر ہر ہر شہر اور ہر ہر قریہ میں کام کر چکے تھے۔ اب ان محنتوں پر صرف

قربانیاں گزارنے کی ضرورت تھی اور اس کے لئے اللہ رب العزت نے جھنگ کے اس مردِ قلندر کا انتخاب کر رکھا تھا۔

جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا
وہ شان سلامت رہتی ہے
یہ جان تو آنی جانی ہے
اس جان کی کوئی بات نہیں

تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے۔ مولانا حق نواز کی ان قربانیوں سے دین حق کے لئے پہلے قربان ہونے والوں کی تاریخ بھی جاگ اٹھی۔ مولانا نے اس سنگلاخ اور خاردار وادی میں عنفوانِ شباب سے ہی قدم رکھ دیا تھا اور تا وقتِ شہادت وہ اس پر قائم رہے اور کھلم کھلا اپنے سچے موقف کا اظہار کرتے رہے۔ ان کی اپنے موقف پر قربانی نے انہیں مزید سربلند کر دیا۔ بعد ازاں ان کے رفقاء اور جانشینوں نے بھی ان کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے پے در پے ہر قسم کی قربانیاں دیں۔ بلاشبہ اس دور میں ان حضرات کی عزیمت اور استقامت نے عالمِ اسلام پر بالعموم اور پاکستانی معاشرے میں بالخصوص اپنے اثرات مرتب کئے۔ اور دشمنانِ اصحابِ رسول کا ہر لحاظ سے ناطقہ بند کیا۔ علمی میدان میں بھی اور اربابِ اقتدار کے روبرو بھی انہوں نے اپنے موقف کی صداقت پر ناقابلِ تردید دلائل کے ساتھ متعدد کامیابیاں حاصل کیں۔ تاہم منزل ابھی دور ہے، اگر یہ حضرات پُرعزم رہے تو انشاء اللہ مستقبل میں پاکستان کی سرزمین میں فتنہ رافضیت کو سر چھپانے کی جگہ نہیں ملے گی۔ رب ذوالجلال انہیں مزید ثابت قدمی عطا فرما کر دنیا و آخرت میں سُرخروئی سے نوازے۔ آمین ثم آمین

حب صحابہ رحمۃ اللہ — بغض صحابہ لعنت اللہ

سلام عقیدت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیلئے جنہوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا سب کچھ قربان کر دیا
اور شہداء کاروان ناموس صحابہ پر جنہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اپنا سب کچھ قربان کر دیا

ہم
امیر عزیمت، امیر کاروان ناموس صحابہ، شیر اسلام
مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

امیر کاروان، قائد تحریک انقلاب، جانشین شہداء قائدین
حضرت مولانا محمد احمد لدھیانوی
اور ان کے رفقاء و معاونین پر مکمل اعتماد کا اظہار کرتے ہیں

امیر عزیمت شہید کی یاد میں سالنامہ سرخرو کی خصوصی اشاعت کے اہتمام پر
خادم حسین مدظلہ صاحب ڈھلوں — ابو محمد ثناء اللہ سعد

شہید ناموس صحابہ علامہ ایثار القاسمی رحمۃ اللہ علیہ ایم این اے
شہید ملت اسلامیہ علامہ ضیاء الرحمن فاروقی رحمۃ اللہ علیہ
شہید ناموس صحابہ حضرت مولانا محمد اعظم طارق رحمۃ اللہ علیہ ایم این اے
ضیاء الامت طلیعہ اسلام علامہ علی شیر حیدری شہید رحمۃ اللہ علیہ

اور ان کے باوفا جانشینوں کی عظمت کو سلام پیش کرتے ہیں

کو مبارک باد پیش کرتے ہیں

من جانب
اراکین اہل سنت والجماعت وہاڑی

آخری ملاقات سے آخری دیدار تک

فاتح ربوہ، سفیر ختم نبوت حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی نور اللہ مرقدہٗ

ہو بھی سکے گا مجھ سے بیان بزم پاک کا
اندازہ کر رہا ہوں دلِ بے قرار کا

امیر عزیمت مولانا حق نواز شہید (جعل اللہ الجنۃ متواہ) کا تعارف مختصر میں یوں کرایا جاسکتا ہے۔ عالم باعمل، صاحب عزیمت، شعلہ بیان مقرر نڈر اور بے خوف سپہ سالار، عاشق رسول اور فدائے اصحاب رسول، سنی قوم کی متاع عزیز جو بگولہ بن کر اٹھا، آندھی کی طرح آیا اور شہادت کا عظیم رتبہ پا کر دنیا سے رخصت ہوگیا۔ وہ اپنی صفات اور کمالات کے لحاظ سے اس دور (مصلحت آمیزی) کا آدمی نہ تھا بلکہ دو صدی پہلے کا انسان تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اس دور میں پیدا کیا اور عظیم کام لے لیا۔ اس نے ایک قلیل وقت میں اس قدر کثیر اور ہمہ گیر دینی خدمت انجام دی جس کے سامنے طاقت بشری عاجز نظر آتی ہے، تاوقتیکہ تائید غیبی شامل حال نہ ہو۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

وہ بظاہر ایک فرد تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس سے ایک تحریک کا کام لیا اور وہ اپنے پیچھے ایک عظیم زندہ تحریک چھوڑ کر گیا ہے۔ اس نے قوم کو جو نعرہ دیا وہ ایک دن حقیقت بن کر رہے گا اور خون شہید ضرور رنگ لائے گا۔ جمعیت علماء اسلام کے دو دھڑوں میں بٹ جانے کے بعد ان کا تعلق اگرچہ فضل الرحمٰن گروپ سے اور بندہ کا تعلق درخواستی گروپ سے تھا۔ ان دونوں دھڑوں میں شدید اختلافات کے باوجود ہمارے مابین تعلقات حسب سابق برقرار رہے ذرہ برابر فرق نہ آیا۔ میں محرم میں ان کے احرار پارک کے جلسہ میں تمام تر مجبوریوں اور رکاوٹوں کے باوجود پہنچا اور وہ اپنی تمام تر مجبوریوں کے باوجود ہماری ''سالانہ فتح مباحلہ کانفرنس'' میں تشریف لاتے کیونکہ انسان کا اگر اپنا ضمیر مطمئن ہو تو حالات کا بگاڑ اس کے راستہ کی دیوار نہیں بن سکتا۔ ایک سال قبل جب وہ طویل نظر بندی کے بعد میانوالی جیل سے رہا ہوئے تو جھنگ میں تشریف آوری کے بعد سب سے پہلے ہماری ہی کانفرنس میں اپنا تاریخی خطاب فرمایا۔ گزشتہ سال وہ اپنا وعدہ ایفا کرنے سے صرف تین روز پہلے اپنے رب کے ہاں چلے گئے۔ 21 فروری بروز بدھ حضرت مرحوم میرے پاس سروسز ہسپتال لاہور جہاں بندہ کئی روز سے زیر علاج تھا، عیادت کے لئے تشریف لائے۔ غالباً انہیں اپنی آنکھوں کا معائنہ بھی کروانا تھا۔ مزاج پرسی کے بعد فرمایا کہ میں کئی روز سے

آپ سے ملاقات کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن ملاقات نہیں ہو رہی تھی۔ ایک اہم بات آپ سے کہنی تھی۔ فرمایا کہ مجھے دوبئی سے فون آیا ہے کہ 20 تا 25 فروری ہم تین (مولانا عبدالستار تونسوی، حق نواز جھنگوی اور منظور احمد چنیوٹی) شیعہ کا ٹارگٹ ہیں آپ کو یہ پیغام دینا تھا کہ آپ دشمن سے خبردار رہیں اور اپنی حفاظت کا خاص اہتمام کیا کریں۔ آپ ویسے ہی توکل پر چلتے رہتے ہیں اپنے ساتھ حفاظتی دستہ رکھا کریں۔ میں نے حسب عادت کہا کہ اللہ ہی حافظ ہیں جب وقت آجائے گا تو کوئی محافظ اور باڈی گارڈ بھی نہیں بچا سکے گا۔ انہوں نے اصرار کیا کہ یہ درست ہے لیکن ہمیں ظاہری انتظام ضرور کرنا چاہئے اس سے دشمن پر ڈر اور رعب رہتا ہے اور اللہ کا حکم بھی ہے۔

واعدُّوا لهم مااستطعتم من قوّة..... الخ

کہ اپنے اور اللہ کے دشمنوں کو ڈرانے کے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنی تیاری رکھیں۔ میں نے ان کی دلیل کے سامنے سر تسلیم خم کیا اور وعدہ کیا کہ انشاء اللہ آئندہ مزید احتیاط سے کام لوں گا۔ لیکن کہتے ہیں۔ ''تدبیر کند بندہ تقدیر کند خندہ'' مجھے احتیاطی تدابیر بتلانے والے پر صاحب تقدیر ہنس رہا تھا کہ اسے کیا معلوم کہ یہ جاتے ہی اگلے روز دشمن کی ناپاک سازش کا نشانہ بن جائے گا۔

اس نصیحت کے بعد فرمانے لگے کہ آپ بھی اپنی جماعت (درخواستی گروپ) سے بعض وجوہات کی بناء پر رنجیدہ ہیں اور میں بھی اپنی جماعت (فضل الرحمٰن گروپ) کی شیعہ نواز پالیسی سے کبیدہ خاطر ہوں اور تقریباً چھوڑ چکا ہوں۔ لہٰذا میں اور آپ مل کر سنی پلیٹ فارم پر قوم کو متحد کر کے کام کریں۔ قادیانیت کا مسئلہ تو کسی حد تک حل ہو ہی چکا ہے۔ اب سنی قوم کو متحد کر کے دشمنانِ صحابہ کرام جو درحقیقت اسلام ہی کے دشمن ہیں، کام کرنے کی ضرورت ہے۔ میں نے مولانا کی اس دعوتِ فکر پر غور کرنے کا وعدہ کیا اور مولانا کو رخصت کرنے ہسپتال کے نیچے سیڑھیوں تک ان کے ساتھ آگیا۔ رخصت ہوتے ہوئے پھر دونوں باتوں کی تاکید کی اور وعدہ فرمایا کہ اب ملاقات 26 فروری کو فتح مباہلہ کانفرنس کے موقع پر ہوگی۔ میں نے 5 روز کے لئے انہیں رخصت کیا لیکن تقدیر کہہ رہی تھی نہیں، یہ آخری ملاقات ہے جو ہو چکی۔ ایک ہی منزل کے دو راہیوں کا ملاپ اب روزِ محشر ہی میں ہوگا۔ بچھڑنے والوں کے بھی وہم وگمان میں نہ تھا کہ یہ الوداعی کی مدت کتنی لمبی ہوگی۔ تقدیر کا لکھا جب نوشتہ دیوار بن کر سامنے آیا تو کفِ افسوس ملنے کے سوا چارہ نہ تھا۔ سوچا کہ اگر پتہ ہوتا تو ان کو اپنے پاس سے جانے ہی نہ دیتا لیکن انہیں تو جانا ہی تھا کہ فرشتہ اجل جھنگ کی سرزمین پر ان کا بڑی بے تابی سے منتظر تھا۔ البتہ یہ تو اختیار میں تھا کہ آئندہ کے لئے ان سے کچھ ہدایت حاصل کر لیتا۔ اپنے گمان میں اس عارضی سی رخصتی کے بعد اوپر کمرہ میں آگیا۔ دیر تک امیر عزیمت کی باتوں نے ذہن کو مصروف کئے رکھا رات گزر گئی۔ جمعرات کا سورج اپنے جلو میں جان کا حادثہ لئے طلوع ہوا مجھے اگلے روز جمعہ پڑھانے اور کانفرنس کے انتظامات کے سلسلہ میں چنیوٹ جانا تھا۔ چنیوٹ پہنچ گیا۔ جمعرات کا سورج بھی ہمیشہ کی طرح زندگی کے ہنگاموں کو سمیٹ کر اگلی صبح تک کے لئے نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ کس کے وہم وگمان میں تھا کہ اس سورج کے غروب ہو جانے کے بعد وہ سورج بھی غروب ہونے والا ہے جس نے پر سوا صحابہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتوں کا نور پھیلا رکھا تھا۔ رات ہی کو یہ جان سوز اطلاع ملی کہ امیر عزیمت پر قاتلانہ حملہ ہو گیا ہے تصدیق کے لئے دھڑکتے دل پر ہاتھ رکھ کر ریسیور اٹھایا تو یہ خبر جس پر

یقین نہ آتا تھا اب حقیقت نظر آنے لگی اور اس سے انکار کی گنجائش نہ رہی۔

جمعہ کے روز صبح ہوتے ہی پولیس کی حفاظتی گاڑی کے ہمراہ شہید کی عظمت کو سلام کرنے جھنگ پہنچا۔ شہادت کی خبر ملک کے طول وعرض میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل چکی تھی۔ مولانا کے عقیدت مندوں اور عاشقوں کے قافلے کے قافلے پولیس کی تمام تر پابندیوں اور ناکہ بندیوں کے باوجود اپنے محبوب کے آخری دیدار کے لئے آنسوؤں کا نذرانہ لے کر پہنچ چکے تھے۔ گورنمنٹ ہائی سکول کے وسیع وعریض میدان میں راہ حق کے شہید کی میت پڑی تھی۔ اقلیم خطابت کا فرمانروا اپنی تمام تر رعنائیاں سمیٹ کر جہاں بے مروت سے رخ موڑ چکا تھا۔ عشاق لائنوں میں لگ کر اپنے محبوب کا آخری دیدار کر رہے تھے۔ ادھر نماز جمعہ کا وقت آن پہنچا۔ ملک بھر سے چیدہ چیدہ علمائے کرام بھی پہنچ چکے تھے اور لوگوں کو صبر اور نظم کی تلقین کر رہے تھے۔ نماز جمعہ کی امامت کی سعادت بندہ کے حصہ میں آئی۔ بڑا صبر آزما لمحہ تھا۔ جذبات پر قابو پا کر آنسوؤں کے سیلاب کے سامنے صبر کا بند باندھتا رہا لیکن وہ ایسا سیلاب تھا جو کسی بندہ کو قبول کرنے کے لئے تیار ہی نہ تھا۔ بالآخر اس جنگ میں ہتھیار ڈال کر بہتے ہوئے آنسوؤں اور رندھی ہوئی آواز سے بمشکل نماز شروع کر دی۔ پہلی رکعت میں یا ایھا الذین امنوا استعینوا بالصبر والا رکوع اور دوسری رکعت میں والعصر تلاوت کی تاکہ تڑپنے والوں کو صبر کی قرآنی تلقین کی طرف متوجہ کر سکوں۔

نماز سے فارغ ہو کر بندہ اور یوسف مجاہد انتظامیہ کے پاس گئے تاکہ قوم کے جذبات اور مطالبات ان تک پہنچائیں۔ ایک مطالبہ تو قاتلوں کی فوری گرفتاری کا تھا۔ اور دوسرا یہ کہ مولانا مرحوم کے وہ ساتھی جو بے گناہ قتل کے کیس میں مولانا کے ساتھ جیل میں تھے ان کو جنازہ میں شمولیت کی اجازت دی جائے۔ کمشنر، ڈی آئی جی اور ضلعی انتظامیہ موجود تھی۔ انہوں نے اپنے روایتی انداز میں قاتلوں کی گرفتاری کا یقین دلایا۔ جیل میں محبوسین کو ہوم سیکرٹری کی اجازت کے بغیر پیرول پر چھوڑنے کی معذرت کی۔ البتہ یہ اجازت دی کہ آپ مولانا شہید کا جنازہ ہی جیل میں لے آئیں۔ ہم ان کے دیدار کا انتظام کروا دیتے ہیں۔ میں نے اسی کے مطابق قوم کو یقین دہانی کروا دی۔ اور اہلسنت کے بے تاج بادشاہ کی نماز جنازہ تیار ہو چکی تھی اور چند لمحوں بعد انہیں زمین کی گہرائیوں کے سپرد کیا جانا تھا۔ حضرت درخواستی مدظلہ نے نماز جنازہ پڑھا دی۔ نماز کے بعد انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر اپنے محبوب کا جنازہ لے کر ہمیشہ کے لئے الوداع کرنے ان کے ادارہ جامعہ محمودیہ جہاں ان کی آخری آرام گاہ بنانے کا فیصلہ کیا گیا تھا، لے کر روانہ ہوا۔ جس راہ سے اس عظیم کا جنازہ انسانوں کے سمندر میں تیرتا ہوا اپنی آخری منزل کی طرف رواں دواں تھا۔ اس راہ کے ذرات بھی اس کی عظمت کو سلامی پیش کر رہے تھے۔

بندہ پھر انتظامیہ کے پاس گیا کہ مولانا کے ان ساتھیوں کو اپنے محبوب راہنما کے آخری دیدار کی اجازت دے دیں لیکن انتظامیہ تھی کہ تصوراتی خدشات کی آڑ میں قانونی رکاوٹ کا بہانہ بنائے ہوئے تھی۔ وہ گھڑی کتنی صبر آزما ہو گئی؟ اس کا اندازہ کوئی کر سکتا ہے کہ جب وہ عشاق کہ جنہوں نے اپنے محبوب کے اشارے پر زندانوں کی ویرانیوں کو خوش آمدید کہا تھا۔ آج ان کو اپنے اس محبوب کے آخری دیدار کی بھی اجازت نہ تھی۔ انتظامیہ یہی کہتی رہی کہ جنازہ جیل میں لے آؤ ہم دیدار کا بندوبست کر دیتے ہیں۔ بہرکیف ہم اسی کو غنیمت جان کر گاڑی کو بندوبست کر کے واپس پہنچے تو اس وقت اس عظیم شہید کو منوں مٹی کے سینہ میں ودیعت رکھ دیا گیا تھا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

امیر عزیمت حضرت مولانا حق نواز شہیدؒ

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب زید مجدہٗ
مہتمم دارالعلوم الحسینیہ شہداد پور

میں اپنے مدرسے کے دفتر میں مدرسے کے کام میں مصروف تھا کہ اچانک دروازے پر مولانا مرحوم نمودار ہوئے میں دیکھ کر حیران رہ گیا کہ مولانا حق نواز اور دارالعلوم الحسینیہ میں اچانک ان کی آمد، اٹھ کر گلے ملا ان کا پہلا سوال یہ تھا کہ آپ یہاں کیسے؟ جس کے جواب میں، میں نے عرض کیا کہ میں تو ایک عرصے سے یہاں ہوں لیکن آپ کی آمد اچانک کیسے؟ حال احوال کے بعد معلوم ہوا کہ شہداد پور میں رات کو حضرت کا خطاب ہے۔ سن کر مسرت ہوئی، دن بھر قیام رہا، رات کو شہر کے چوک میں جماعتی دوستوں نے پروگرام ترتیب دیا تھا جلسہ گاہ میں جانے سے بل میں نے عرض کیا کہ میری چند گزارشات ہیں آپ ان پر غور فرمالیں۔

نمبر ایک یہ کہ ہمارے مدرسہ کا کوئی طالب علم آپ کے جلسہ میں شرکت نہیں کرے گا الا یہ کہ شہری طلباء اپنے گھروں سے نکل کر آپ کے جلسے میں آ جائیں جن پر کنٹرول نہیں ہوگا۔ یہ مدرسہ کے ذمہ داروں نے ایک اصول سا بنا رکھا ہے کہ دورانِ تعلیم طلباء پر جلسے جلوسوں میں پابندی رہے گی۔

نمبر ۲۔ آنجناب جلسہ میں اپنے مخصوص نعرے سے احتراز فرمائیں گے۔ حیرانی سے پوچھنے لگے کہ یہ کیوں؟ میں نے عرض کیا سندھ کے حالات کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کا مخصوص نعرہ کم از کم شہداد پور میں نہ لگنا چاہئے، اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے تشریف لے جانے کے بعد سندھی شیعہ اس بات کا خوب چرچا کریں گے کہ پنجاب سے آنے والا مولوی، سندھی شیعوں کو کافر کہہ گیا اور سندھی غیر سندھی مسئلہ کھڑا ہو جائے گا، اندرونِ سندھ کی یہ فضا، فسادات کی بنیاد بن جائے گی۔ بار بار اس بات پر مُصر تھے کہ میرے لئے تو بیان کرنا مشکل ہو جائے گا تاہم جلسہ گاہ میں سٹیج پر تشریف لے گئے اور میرے حوالے سے یہ بات بار بار دہرائی کہ آج میں اپنی طبیعت سے ہٹ کر تقریر کر رہا ہوں، تاہم حوالہ جات اور تردید شیعیت میں خوب اور خوب ہی باتیں کیں لیکن اس نعرے سے جو اُن کا تشخص تھا احتراز کیا اور میری گزارشات کا خوب احترام کیا۔ یہ واقعہ شہادت سے کچھ ایام پہلے کا ہے، اور ۲۲ رفروری کو شہید ہو گئے۔

واقعہ نمبر۲۔ جب میں بہاولپور میں تھا تو خیر پور ٹامیوالی میں شیعہ سنی فساد ہوا اور سید منظور احمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ شہید ہوئے، ہم نے پورے ڈویژن میں جلسے جلوس اور ہڑتالوں کا ایک اچھا خاصہ سلسلہ شروع کر دیا اور سید منظور احمد شاہ صاحبؒ کی شہادت پر جن مجرمین کو ہم نے ایف آئی آر میں نامزد کیا ان میں کمشنر بہاول پور علی ذوالقرنین کے نام سے جو بہاولپور میں تعینات تھا اس کا نام بھی ایف آئی آر میں درج کروایا۔ حضرت مولانا کو جب اس بات کا علم ہوا تو مستقل جھنگ سے سفر کر کے بہاول پور تشریف لائے اور ہم ساتھی جو کام کر رہے تھے ان کی ہنگامی میٹنگ بلوائی اور حالات سُنے تو انتہائی سنجیدگی سے مشورہ دیا کہ اگر آپ حضرات نے کمشنر بہاولپور کا نام ایف آئی آر سے نہ نکلوایا تو یہ کیس خراب ہو جائے گا کیونکہ حکومت کبھی بھی اپنے کسی ملازم کو مجرم قرار دینے کیلئے تیار نہیں ہوگی چنانچہ ہمارے ساتھیوں نے اصرار کیا کہ اس کا نام ایف آئی آر میں رہنا چاہئے چنانچہ ان کے کہنے کے مطابق کیس خراب ہوا، اُلٹا ہمارے ساتھیوں کی گرفتاری ہوئی خود میری گرفتاری ہوئی اور کمشنر کی وجہ سے باقی شیعہ بھی جو مجرمین تھے ان کے کیس ختم کر دیے گئے۔

.....بقیہ از صفحہ نمبر ۱۶۶.....

میں نے انہیں یاد دلایا کہ ہمارے درمیان ایک ملاقات ہونی ہے، انہوں نے کہا کہ میں فلاں دن گوجرانوالہ آ رہا ہوں، رات آپ کے پاس رہوں گا اور تفصیل سے بات کریں گے۔ میں نے ان سے گزارش کی کہ اس ملاقات کو آپس میں رکھیں اور اپنے جماعتی ساتھیوں کو اپنی آمد سے آگاہ نہ کریں کیونکہ اس طرح ہجوم ہو جائے گا اور ہم اطمینان سے بات چیت نہیں کر سکیں گے۔ انہوں نے اس سے اتفاق کیا اور ہمارے درمیان ملاقات کا پروگرام طے ہو گیا۔ وہاں سے فارغ ہو کر میں جھنگ پہنچا اور ایوب چوک سے فیصل آباد جانے کے لئے بس پر سوار ہو رہا تھا کہ کسی نے پیچھے سے میری قمیص پکڑ کر کھینچا، میں نیچے اترا تو اس نے بتایا کہ مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ ہو گئے ہیں۔ میں نے اس سے کہا کہ کیا کہہ رہے ہو؟ ابھی تو ایک گھنٹہ قبل ان سے فون پر میری بات ہوئی ہے۔ اس نے کہا کہ ابھی آدھ گھنٹہ قبل ان کے گھر کے دروازے پر انہیں کسی نے گولی مار دی ہے اور وہ شہید ہو گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

میں بس سے اتر گیا، مولانا جھنگویؒ کی مسجد میں گیا، صورتِ حال معلوم کی، وہاں موجود دوستوں کے ساتھ تعزیت و رنج کا اظہار کیا، کارکنوں کو حوصلہ دیا اور رات فیصل آباد چلا گیا، جہاں سنت پورہ میں حضرت مولانا عزیز الرحمٰن انوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قیام کیا اور دوسرے دن ان کے ساتھ آ کر جنازہ میں شرکت کی۔ اللہ تعالیٰ مولانا حق نواز جھنگویؒ کی جدوجہد اور قربانیوں کو ثمر آور بنائے، ان کے رفقاء اور عقیدت مندوں کو تحفظِ ناموسِ صحابہؓ کے لیے ان کے مشن کو صحیح رُخ پر آگے بڑھانے کی توفیق دے اور اس راہ کے تمام شہداء کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام سے نوازے۔ آمین یارب العالمین

✿✿✿✿

حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ

حضرت مولانا عبدالمجید صاحب زید مجدہٗ
جامعہ قاسمیہ چوک سرور شہید مظفر گڑھ

نام نہاد اسلامی انقلاب جو خمینی صاحب نے ایران میں بپا کیا تھا اس دور میں اس کا بڑا چرچا ہوا کہ عظیم ایرانی شہنشاہیت، اس کے اثرات اور اس کے جملہ اراکینِ سلطنت کو فنا کر کے خمینی صاحب برسرِ اقتدار آئے پوری دنیا میں غلغلہ بلند ہوا کہ واقعی خمینی نے بڑا کارنامہ انجام دیا خمینی صاحب نے اس انقلاب کو اسلامی انقلاب کے نام سے موسوم کر کے خود کو اسلام کا نمائندہ و ترجمان کہلایا۔ چنانچہ اکثر بے خبر لوگ بھی اس کو اصلی اسلام کا ترجمان سمجھنے لگے۔ ایرانیوں نے تو حد کر دی کہ ''ماہنامہ وحدت اسلامی تہران'' نے جون 1984ء جو کلمہ اسلام شائع کیا اس کے چار جزو تھے

نمبر ا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ خمینی حجۃ اللہ۔ واضح رہے کہ ''ماہنامہ وحدت اسلامی تہران'' ایران کا سرکاری رسالہ ہے اُس وقت مسلک حق اہل سنت اگرچہ کتابوں میں مذکور و مسطور تھا لیکن میدان میں اس کا بیان کرنا اور خمینی کا پردہ چاک کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف تھا قدرت کریم نے اس کے سامنے بند باندھنے کے لئے امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہید نور اللہ مرقدہ کا انتخاب فرمایا۔ اللہ کریم کا یہ انتخاب اس قدر درست ثابت ہوا کہ صرف دو چار سالوں کی محنت سے خمینی اور اس کا انقلاب ایک گالی بن گئے اور بچہ بچہ کی زبان پر خمینی ہائے ہائے کے نعرے بلند ہونے لگے نوبت بایں جا رسید کہ شیعیت جارحیت کی بجائے دفاع پر مجبور ہو گئی مولانا مرحوم نے اپنی جان کی پرواہ نہ کر کے دلائل و براہین کے ساتھ مسلح ہو کر باطل کو للکارا حتیٰ کہ چار دانگ عالم میں خمینی اور شیعیت ننگے ہو گئے۔ مولانا مرحوم کی للکار ایک شیر کی للکار ہوتی جس سے حکومتی ایوان بھی لرزتے اور کفر بھی کانپتا تھا اللہ کریم نے زبان میں فصاحت و بلاغت، سلاست و روانگی ایسی عطا فرمائی تھی کہ گھنٹوں تیز ترین رفتار میں بولتے لیکن ایک لفظ بھی خلاف حقیقت زبان پر نہ آتا۔ بلکہ ہر لفظ صحیح اپنے محل پر موتی کی لڑی کی طرح پرویا نظر آتا۔

مولانا مرحوم میں اکابر کا ادب کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ شہادت سے دو جمعہ قبل جھنگ میں مولانا کی اقتداء میں جمعہ پڑھا اژدھام کثیر تھا جمعہ کے بعد ملاقات ہوئی تو آپ کے اردگرد ملنے والوں کا جمگھٹا تھا دیکھتے ہی فرمایا کہ ''بھائی میرے

"استاذ" تشریف لائے ہیں ان سے ملاقات کے بعد آپ حضرات سے بات ہوگی" حالانکہ مولانا شہیدؒ نے فقیر سے پڑھا نہیں تھا لیکن دارالعلوم کبیر والا میں پڑھانے کی نسبت سے اساتذہ جیسا سلوک فرماتے ایک کمرے میں علیحدہ لے گئے، پرتکلف کھانا منگوایا کافی دیر تک جماعتی امور پر بات چیت ہوتی رہی میرے ایک سوال پر آپ نے یہ بھی فرمایا کہ "مجھے معلوم ہے کہ تحریک میں چند غلط لوگ بھی شمولیت کے لئے کوشاں ہیں دعا کریں کہ اللہ مجھے توفیق دے دیں میں اُن کی چھانٹی کر کے اصل اور اہل افراد کو جماعت میں رکھوں گا"۔

دو دفعہ جامعہ قاسمیہ چوک سرور شہید میں تشریف لائے، ختم بخاری شریف کے موقع پر ایسا ولولہ انگیز خطاب فرمایا کہ عوام جو پہلے شیعیت کے بارے میں بہت کم جانتے تھے یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ واقعی شیعہ کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں اور شیعہ کافر ہیں۔ افسوس کہ اس عظیم سکالر اور مجاہد اعظم کی زندگی میں صحیح پہچان نہ کی گئی۔ خدا رحمت کرے عجب آزاد مرد تھا اور یہ قیمتی موتی دنیا میں چند دن بہاریں دکھا کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے باغ جنت میں سو گیا۔ فرحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ

.....بقیہ از صفحہ ۱۸۹.....

لمبی باتیں مت کر، یا عشق چھوڑ یا یار پر جان قربان کر۔ علامہ جھنگوی شہیدؒ اور علامہ فاروقی شہیدؒ جب شیخ بہلویؒ کے بیعت ہوئے تو عرض کی دعا فرمائیں۔

نگاہِ ولی میں وہ تاثیر دیکھی بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

نہ دیکھ ان خرقہ پوشوں کو، عقیدت ہو تو دیکھ ان کو ید بیضاء لئے بیٹھے ہیں۔ شیخ بہلویؒ نے فرمایا بندہ آپ کے لئے استقامت کی دعا کرتا ہے، اللہ آپ کو مبارک فرمائے۔ اور شیخ بہلویؒ نے ہماری (جھنگوی شہیدؒ اور فاروقی شہیدؒ) طرف مخاطب ہو کر فرمایا:

جو سر دینے سے ڈرتے ہیں وہ کب سردار بنتے ہیں رنگ لاتی ہے حناء پتھر پہ پس جانے کے بعد

اور فرمایا عاشقوں کا تو یہ حال ہونا چاہئے:

ہزاروں دشت و وحشت گھومنے پڑتے ہیں الفت میں کہا اک شیخ عارف نے خدا طلبی بلا طلبی

اور یہ حقیقت ہے کہ امیر عزیمت نگاہِ شیخ (الشیخ بہلویؒ) ہے:

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

۞۞۞۞

امیر عزیمت مولانا حق نواز شہیدؒ کا وجود

اُمتِ مسلمہ کے لئے بہت بڑی نعمت

حضرت پیر سیف اللہ خالد نقشبندی مدظلہ۔ مہتمم جامعہ منظور الاسلامیہ لاہور

اللہ جل شانہٗ جسے چاہے اپنے دین کی خدمت کے لئے قبول فرمالے، ایک مسلمان کیلئے اس سے بڑا کوئی اعزاز نہیں۔ ایسے وقت میں جب سرمایۂ اسلام کا احترام، دینی اقدار اور ملت کا تشخص قدم قدم پر مجروح کیا جارہا تھا اور بے دینی کو اسلام کی علامت قرار دینے کیلئے ملکی تمام وسائل استعمال کیے جارہے تھے مولانا حق نواز شہیدؒ کا وجود امت کے لئے ایک بہت بڑی نعمت تھی اور مولانا مرحوم نے اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کے لئے اپنا سب کچھ اس طرح قربان کیا کہ فطرت نے اسے قیامت تک محفوظ کرلیا اور یہ داستان شہادت وحریت امت کا وہ سرمایہ بنی کہ امتِ مسلمہ کا ہر فرد اسے اپنی عظمت اور اپنے ماتھے کا جھومر سمجھنے لگا۔ ذاتی اغراض سے بالاتر ہوکر ہر قسم کی قربانی کیلئے صرف تیار ہی نہیں رہتا بلکہ کرگزرنا شہید مرحوم کی زندگی کا شیوہ اور اپنے پیچھے آنے والوں کے لئے ایک سبق تھا جسے الحمدللہ آج ان سے محبت کرنے والا امت کا ہر فرد دل وجان سے عزیز سمجھتا ہے اور اس پر عمل پیرا ہے، آج بھی ان کی روح ہمیں پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ دنیا کا خوش بخت ترین انسان وہ ہے جو اپنی متاعِ عزیز عظمتِ اصحابؓ اور اسلام پر قربان کرنے کے لئے تیار ہوجائے اور کرگزرے۔

.....بقیہ از صفحہ ۱۹۰.....

شہید جھنگویؒ کی روح ہمیں خوشخبری سنارہی ہے۔

رات دن حاصل ہے دیدارِ خدا اور ہوں دائم حضورِ مصطفیٰ

ماضی کے روشن لمحات یاد آتے ہیں تو دل خون کے آنسو روتا ہے۔

وہی بزم ہے وہی دھوم ہے وہی عاشقوں کا ہجوم ہے ہے کمی تو بس اُسی چاند کی جو تہہ مزار چلا گیا

یہ علم وعرفان کا آفتاب ملتِ اسلامیہ کا انمول موتی ہماری نظروں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اوجھل ہوگیا۔

اے خطۂ فردوس کے راہی تو پلٹ آ یہ دنیا تیری یاد میں نوحہ کناں ہے

شہید جھنگویؒ کی روح آواز دے رہی ہے۔

ہمارے بعد اندھیرا رہے گا محفل میں بہت چراغ جلاؤ گے روشنی کیلئے

مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ

ارض وسماء میں مقبولیت والی شخصیت

حضرت مولانا صاحبزادہ پیر طریقت عزیز احمد بہلوی صاحب مدظلہ،
خانقاہ بہلویہ اشرف العلوم شجاع آباد

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھلائے کس نے اسماعیلؑ کو آدابِ فرزندی

طریقہ یار کی محبت کا لطف یار کی تمنا، ملاقاتِ محبوب، یاران صادقین کی عظمت، یک رُخ، ایک دُھن، ایک فکر، ایک جذبہ، استقلال اور استقامت، علوِ ہمت، ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا کا مظہر، یہ اللہ والوں کی محبت سے نصیب ہوتا ہے۔ جن کی بنیاد مضبوط اور شاخیں عرش پر، جن کی نگاہ صحابہؓ کے ناموس پر، جن کا ہر قول صحابہؓ واہل بیتؓ، یہ قولاً نہیں حالاً۔ مولانا حق نوازؒ مردانِ خدا میں سے ایک شخصیت تھے۔ یاران صادقین کی پہچان بن چکے تھے۔ وہ ایک شخصیت تھی جس کو نہ کوئی جھکا سکا نہ روک سکا۔ نہ ٹھہرنے والے نہ رکنے والے۔ دریائے عشق ومحبت کو عبور کرنے والے۔ طوفانوں سے ٹکرانے والے، مصائب سے نہ گھبرانے والے، سینہ سپر ہو کر دشمنانِ اسلام کو للکارنے والے، عظمتِ صحابہؓ پر مر مٹنے والے، موت کو سینہ سے لگانے والے، زخموں سے چُور چُور ہو کر خوشیاں منانے والے، ارض وسماء میں مقبولیت والی شخصیت، سید المجاہدین امام المفسرین الشیخ محمد عبداللہ بہلوی رحمہ اللہ کے فیضانِ نظر امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ

؎ خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

جھنگوی شہیدؒ فرماتے، امتحان بہت ہیں مگر ہر امتحان کا لطف ومزا وہم وگمان سے باہر ہے۔ جھنگوی شہید آنکھوں سے آنسو بہاتے اور فرماتے کہ میرے شیخ (حضرت بہلویؒ) کے عشق کی کیا انتہا..... کہ

جان دی ، دی ہوئی اُسی کی تھی حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

سرمد گل اختصار باید کرد
یا ترک عشق باید کرد
یا تن فدائے یار باید کرد

.....بقیہ صفحہ نمبر ۱۸۷ پر.....

سرزمین جھنگ کے مجاہد اعظم، مردِ باخدا، قائد ملت اسلامیہ

امیر عزیمت حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ

حضرت مولانا محمد عبید اللہ ازہر بہلوی نقشبندی مدظلہٗ
سجادہ نشین خانقاہ عالیہ بہلویہ، جامعہ بہلویہ شجاع آباد

باطل کے مقابل تھا تو حق کا نمائندہ — ممکن نہیں پیدا ہو تجھ سا کوئی آئندہ
دنیا سے خفا ہو کر دنیا سے جدا ہو کر — فردوس میں جا بیٹھا فردوس کا باشندہ

موت سے کسی کو بھی رستگاری حاصل نہیں ہے۔ اس دنیا فانی میں اللہ رب العزت کی برگزیدہ مخلوق، حضرات انبیاء علیہم السلام جب اس حادثہ سے نہ بچ سکے تو باقی کس شمار میں، قطار میں ہیں! "کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ" فرمانِ باری تعالیٰ ہے۔ مگر بعض نفوسِ قدسیہ کی موت عالَم کی موت کہلاتی ہے "مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَمِ" ..... کیونکہ ان کی اپنی زندگیاں دنیا والوں کے لئے مشعل راہ، مینارۂ نور اور رہنمائے منزل ہوتی ہیں۔ اس طرح کی ہستیوں میں سے ایک پاکباز ہستی اہالیانِ جھنگ اور ملتِ اسلامیہ کے لئے سرمایۂ فخر وانبساط تھی جو کہ حضرت مولانا حق نواز جھنگویؒ کے نام سے موسوم تھی۔ آپ جامع الکمالات شخصیت کے مالک تھے۔

صحنِ چمن کو اپنی بہاروں پہ ناز تھا — وہ آ گئے تو ساری بہاروں پہ چھا گئے

ایک ہی وقت میں آپ مفکر، مدرس، مجاہد، خطیب، ادیب اور ولی اللہ تھے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے — بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

فنا فی اللہ اور فنا فی الرسول کی دولت سے مالا مال تھے۔

فنا فی اللہ کی تہہ میں بقا کا راز مضمر ہے — جسے مرنا نہیں آتا اسے جینا نہیں آتا

اور عشقِ صحابہؓ واہل بیتؓ واولیاء کرامؒ سے اُن کا سینہ لبریز تھا۔

اصحابؓ کی محبت سینوں میں ہے ہمارے — آساں نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا

وہ ساری زندگی یہ آواز بلند کرتے رہے۔

میں نے کچھ دیکھا نہیں حق کے سوا — گو کرے مجھ پر کوئی جور و جفا

.....بقیہ صفحہ ۱۸۸ پر.....

دفاعِ صحابہؓ اور مولانا حق نواز شہیدؒ

قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن مدظلہٗ

۱۹۸۶ء میں منعقدہ دفاعِ صحابہ کانفرنس سے خطاب

صاحب صدر علماء کرام برادران ملت قابل احترام بزرگو اور دوستو!

حضرت مولانا حق نواز صاحب اور جھنگ کے دوسرے علماء کرام مبارکباد کے مستحق ہیں جنہوں نے دفاع صحابہ کے عنوان سے اس مقدس کانفرنس کا اہتمام کر کے ہم سب کو یہاں جمع ہونے کی سعادت سے نوازا۔ انہوں نے فرمایا کہ فضل الرحمٰن تمام سیاسی مصلحتوں کو چھوڑ کر اس کانفرنس میں آئے ہیں۔ میں آپ پر یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ ہم اگر ملکی سیاست میں کوئی کردار ادا کرتے ہیں تو وہ ہے ہی اسی لئے کہ اس ملک میں صحابہ کرام کا قانون نافذ ہو۔

وہ ہے ہی اسی لئے کہ اس ملک میں صحابہ کرام کے ناموس اور عزت وعظمت کا تحفظ ہو۔

اور میں اس سیاست پر لعنت بھیجتا ہوں جس سیاست میں صحابہ کرام کے عزت وناموس کے ساتھ کھیلا جاتا ہو۔

صحابہ کرام کے کردار کا تحفظ

میرے قابل احترام دوستو! اس عظیم اجتماع نے اس بات کا ثبوت فراہم کیا ہے کہ اس گئے گزرے دور میں بھی ایسے سرفروش موجود ہیں، ایسے کفن بردار موجود ہیں جو آج بھی صحابہ کرام کی عزت وناموس پر مرمٹنے کے لئے تیار ہیں اور وہ کسی بدبخت کو اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ وہ اس امت کے سابقون اولون کی عزت کے ساتھ مذاق کر سکے۔ اگر ہماری اسلامی تاریخ سے صحابہ کرام کو نکال دیا جائے یا خلفائے راشدین کو نکال دیا جائے تو پھر اسلامی تاریخ نام کی کوئی چیز باقی نہیں رہتی۔ اگر ہم نے اسلامی تاریخ کا تحفظ کرنا ہے تو صرف اسی بناء پر کرنا ہے کہ ہم صحابہ کرام کے کردار کا تحفظ کر سکیں۔ اور میں یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اگر اس وطن عزیز میں ہم صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے کردار کا تحفظ نہیں کر سکتے تو پھر ہمیں اپنے آپ کو سنی کہلائے گا کوئی حق نہیں پہنچتا۔

کمزوری کی وجہ

بین الاقوامی سطح پر ہمیں مرعوب کیا جاتا ہے کہ سنی امت کمزور ہو چکی ہے اور شیعہ امت ایرانی انقلاب کی وساطت سے دنیا پر چھانا چاہتی ہے۔ میں آپ پر ایک بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ کوئی بھی انقلاب اس وقت تک کامیاب نہیں ہو

CamScanner

سکتا جب تک کہ اس کے ساتھ عوام کی ہم آہنگی پیدا نہ ہو اور میں پورے اطمینان کے ساتھ کہتا ہوں کہ ایرانی انقلاب نے مسلمانوں کی مجموعی حمایت حاصل نہیں کر سکی ہے اور اس انقلاب کے ظاہر و باطن میں تضاد ہونے کی وجہ سے امت مسلمہ اس سے متاثر نہیں ہوئی اور اگر ہم ان کے نظریات سے، ان کے انقلابی اصولوں سے متفق نہیں ہیں تو پھر وہ ہمارے علاقوں میں اپنے انقلاب کے اثرات کو نہیں پھیلا سکتے لیکن مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہمیں کمزور کہا جاتا ہے۔ ہماری کمزوری کی اصل وجہ اور ہے اور وہ یہ ہے کہ ہماری مرکزیت ختم ہو چکی ہے، ہمارا اتحاد بکھر چکا ہے، ہم معمولی اختلاف کی بھینٹ چڑھ چکے ہیں۔ اور ہم باہمی اختلاف رائے کو آج تک منظم نہیں کر سکے۔ اگر ہم اس ملک میں منظم نہ ہوئے، اگر ہم نے اس ملک میں سیاسی قوت اپنے ہاتھ میں نہ لی تو ہم کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔

قانون بغیر حکومت کے قائم نہیں ہو سکتا

علماء کرام کا بنیادی فرض یہی ہے کہ وہ ملک کی سیاسی قوت اپنے ہاتھ میں لیں۔ ہم نے ملکی سیاست کا اجارہ داران لوگوں کو تسلیم کر لیا ہے جو دین کی الف ب تا سے واقف نہیں ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایک اسلامی مملکت میں رہتے ہوئے جب ہم فقہ حنفی کی بات کرتے ہیں، فقہ حنفی کو نافذ کرنے کی بات کرتے ہیں تو کوئی قانون بھی بغیر حکومت کے قائم نہیں ہو سکتا۔ اور 38 سال کی طویل تاریخ میں ہم بارہا اس بات کا تجربہ کر چکے ہیں کہ جتنے بھی لوگ آج تک برسر اقتدار آئے ہیں انہوں نے اس ملک میں قانون کا مسئلہ حل نہیں کیا اور ان لوگوں نے اس ملک میں اسلام کو متنازع بنا دیا ہے۔ اسلام کی حیثیت کو مجروح کر دیا ہے۔ آج کے حالات علماء کرام کو جھنجوڑ رہے ہیں کہ آپ اپنے حجروں سے، اپنے مدرسوں سے، اپنی خانقاہوں سے نکل کر ملک کی سیاسی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لیں اور اس ملک میں ایسا انقلاب برپا کریں کہ پھر فقہ حنفی کا راستہ دنیا کی کوئی طاقت نہ روک سکے۔ نہ تو ہم ملک کو کسی کے رحم و کرم پر چھوڑ سکتے ہیں نہ ملکی سیاست کو کسی کے رحم و کرم پر چھوڑ سکتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت

سیاست اور مذہب جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت ہے اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصل وارث علماء کرام ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ان کا فرض آج دوسروں کے ہاتھ میں ہے۔ اپنا فرض اپنے ہاتھ میں لیجئے اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی وارث ہونے کا ثبوت دیجئے۔

قاتل کون؟

میرے قابل احترام دوستو! آج پاکستان میں کسی کی عزت محفوظ نہیں ہے، کسی کی جان محفوظ نہیں ہے۔ میں یہاں جھنگ میں پہلے بھی آیا تھا، جب محرم کے مہینہ میں یہاں فسادات ہوئے۔ حضرت مولانا سید صادق حسین شاہ صاحب کے مدرسہ اور ان کی چار دیواری کی بے حرمتی کی گئی، ان کی چادر کی عزت کو پامال کیا گیا اور جہاں پر محمد اکرم شہید کا لہو بہایا گیا۔ لیکن آج تک قاتلوں کا کوئی پتہ نہیں چلا۔ آج تک حکومت نے ان قاتلوں کو گرفتار نہیں کیا۔ آج تک حکومت ان قاتلوں کی گرفتاری

میں لیت ولعل کر رہی ہے۔ میں ایک بات واضح کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کسی کو قاتل نہ کہیں۔ جو حکومت کسی مظلوم اور کسی مقتول کے قاتلوں کو تلاش کرنے اور ان کو سزا دینے میں ناکام رہتی ہے، درحقیقت اس مقتول کا قاتل گورنمنٹ ہوا کرتی ہے۔ حکومت ذمہ دار ہے اس بات کی کہ اگر اس ملک میں کوئی شخص ظلم کا نشانہ بنتا ہے، کسی کا ناحق خون بہتا ہے، وہ اس کے قاتلوں کو پکڑے، انہیں گرفتار کر کے ان کا محاسبہ کرے، انہیں کیفر کردار تک پہنچائے۔

حکومت اپنی ذمہ داری پوری کرے

لیکن یہاں پاکستان میں کسی کی جان محفوظ ہے، نہ کسی کی عزت محفوظ ہے، نہ کسی کی چادر و چار دیواری محفوظ ہے۔

اور میں یہ بات علی الاعلان کہہ دینا چاہتا ہوں کہ اگر حکومت نے اپنی ذمہ داری پوری نہ کی تو آج کے بعد پھر ہم حکومت سے مطالبہ نہیں کریں گے، ہم حکومت سے درخواست نہیں کریں گے بلکہ اپنی عزت وناموس، اپنی جانو آبرو کے لئے خود اقدام کریں گے۔ اور جب ہم خود اقدام کرنے پر اتریں گے تو دنیا کی جو طاقت ہمارے سامنے آئے گی، تو وہ خس وخاشاک کی طرح ہمارے سیلاب میں بہہ کر رہ جائے گی۔

انگریزی دماغ

اس ملک میں آج تک جتنی بھی حکومتیں بھی گزری ہیں انہوں نے اس ملک میں فرقہ وارانہ فسادات کو ہوا دی ہے۔ اس ملک میں ہم آہنگی نہیں ہونے دی۔ اس ملک میں نظام کا معاملہ طے نہیں ہونے دیا ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں طے کر لینا چاہئے کہ پاکستان کی انتظامیہ وہی انتظامیہ ہے جو انگریز کے زمانہ میں تھی، اس کی کھوپڑی میں وہی دماغ ہے جو انگریز کی کھوپڑی میں تھا، اس کے دماغ میں وہی سوچ ہے جو انگریز کے دماغ میں تھی۔ اگر انگریز مسلمانوں کو متحد و متفق نہیں دیکھنا چاہتا تھا تو آج کی انتظامیہ بھی آپ کو متحد و متفق نہیں دیکھنا چاہتی۔ اس سازش کو پہچاننا ہوگا اور یہ طے کرنا ہوگا کہ ہم نے خود اعتمادی کی بنیاد پر باہمی اعتماد کی بنیاد پر ایک ہونا ہے، متفق ہونا ہے۔ اور تمام باطل قوتوں کا مقابلہ پوری خود اعتمادی سے کرنا ہے۔

اسلام کی جامعیت کا انکار جائز نہیں

میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ہمارے حکمران اسلام نافذ نہیں کرتے، ہمارے ملک کی انتظامیہ اسلام نافذ نہیں کرتی، ہمارے ملک کے سیاستدان اسلامی نظام سے کوئی وابستگی نہیں رکھتے۔ علماء کرام کا فرض ہے کہ وہ سیاسی عمل کی بنیاد پر ملک کے سیاستدانوں کی جگہ لے لیں اور ملکی سیاست کو اپنے ہاتھ میں لے کر ملک کی زمام اقتدار کو اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ اور اس بنیاد پر اپنے آپ کو ذہنی طور پر تیار کر لیں۔ اگر ہم نے طے کر لیا ہے کہ ہم اس ملک میں حکومت کریں گے تو پھر اس ملک میں فقہ حنفی بھی نافذ ہوگا، پھر اس ملک کا آئین بھی حنفی ہوگا، پھر یہ ملک حنفی اسٹیٹ بنے گا، پھر دنیا کی کوئی طاقت آپ کو نہیں روک سکتی۔

لیکن اگر ہم ان سیاسی تقاضوں کو پورا نہیں کریں گے، مذہب اور سیاست میں دیگر لوگوں کی طرح فرق کریں گے کہ میں صرف سیاسی ہوں، مذہب کے ساتھ میرا کوئی تعلق نہیں ہے، اگر عالم دین یہ کہے کہ میں مذہبی ہوں، میرا سیاست سے کوئی

تعلق نہیں تو پھر ایک سیاستدان بھی اسلام کی جامعیت کا انکار کرتا ہے اور ایک عالم دین بھی اس انکار کا مرتکب ہوتا ہے۔ اسلام کی جامعیت کا انکار نہ ذہناً جائز ہے اور نہ عملاً جائز ہے۔

بلکہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے، اسلام ایک جامع نظام ہے، ایسا نظام کہ اس کے علاوہ کوئی دوسرا نظام اللہ کو قبول نہیں ہے۔ یہ وہ نظام ہے جب یہ دنیا میں آیا تو اس سے پہلے جتنے بھی خدا کے نظام تھے، سارے کے سارے منسوخ ہو گئے۔ خدا کے اس نظام کے مقابلہ میں خدا کا دوسرا کوئی نظام بھی نہیں چل سکتا۔ تو پھر انسان کا اپنے دماغ سے بنایا ہوا خود ساختہ نظام خواہ سوشلزم ہو، خواہ کمیونزم ہو، خواہ ان پر لزم ہو، خواہ وہ جاگیردارانہ نظام ہو، اسلام کے مقابلہ میں کوئی نظام بھی نافذ ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

اسلامی انقلابات کے لئے متحد ہو جائیں

اور آپ نے یہ بات ہر میدان میں منوانی ہے، ہر موقع پر منوانی ہے، آپ نے یہ بات جلسہ عام میں بھی منوانی ہے، آپ نے یہ بات سڑکوں پر بھی منوانی ہے۔ لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ احساس پیدا ہو، ذہن میں کچھ تبدیلی آئے، قوت کے متحد ہونے کا احساس پیدا ہو تو کوئی مشکل نہیں کہ ملک کی سیاست مستقبل میں آپ کے ہاتھ میں آئے اور اگر ہم نے اپنی حکمت عملی اور اپنے عمل کے تقاضوں کو صحیح رخ پر نہ ڈالا تو پھر ممکن ہے کہ اس ملک میں بدقسمتی سے کوئی دوسرا انقلاب آئے اور وہ انقلاب اسلامی انقلاب نہ ہو۔ پتہ نہیں پھر ہمیں کن حالات کا مقابلہ کرنا پڑے گا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ہم اسلامی انقلاب کے لئے متحد ہو جائیں اور اس کے لئے نئی حکمت عملی طے کر لیں اور اس مقصد کے لئے حضرت مولانا خان محمد صاحب کی سربراہی میں جو بورڈ قائم ہو رہا ہے، وہ انہی معاملات کو سونپ گا کہ ہم اپنے کاز کو کس طرح آگے لے جا سکیں گے۔ اور انشاء اللہ ان کی قیادت میں ہمارا قافلہ منزل پر پہنچے گا اور ہمارا اگلا سفر کامیابی سے طے ہوگا۔

ایک بار پھر جلسہ کی انتظامیہ کا اور آپ حضرات کا شکریہ ادا کرتے ہوئے آپ سے اجازت چاہتا ہوں۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

CamScanner

دفاعِ صحابہؓ اور مولانا حق نواز شہیدؒ

۱۹۹۲ء میں جرنیلی سپاہِ صحابہ مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ کی انتخابی مہم سے
قائد جمعیت علماء اسلام مولانا فضل الرحمان کا خطاب

خطبہ مسنونہ کے بعد

شہیدوں کا شہر

صدر محترم علماء کرام، برادران ملت میرے دوستو اور بھائیوں!

شہیدوں کے شہر میں آپ سے پھر مخاطب ہو رہا ہوں۔ اس شہر کے ساتھ شہیدوں کا ایسا دائمی تصور وابستہ ہو گیا ہے کہ ان کی زبان حال پر کہنا پڑتا ہے۔

کرو کج جبیں پہ سرِ کفن میرے قاتلوں کو گماں نہ ہو
کہ غرورِ عشق کا بانکپن پسِ مرگ ہم نے بھلا دیا

معذرت

میرے دوستو! پروگرام کے مطابق مجھے آج ظہر کے وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہونا تھا۔ جیسا کہ آپ کو بتایا گیا کہ آج پہلے سے طے شدہ پروگراموں کی وجہ سے بروقت یہاں نہ پہنچ سکا۔ آپ حضرات نے استقبال کی بھی تیاریاں کی تھیں اور جس طرح آپ حضرات نے محبت وخلوص کا اظہار کیا، انتظار کی زحمت گوارہ کی اس لئے میں سب سے پہلے آپ کے خلوص ومحبت کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور میری تاخیر کی وجہ سے جنہیں بھی انتظار کی زحمت گوارا کرنا پڑی میں ان سے معذرت بھی کرتا ہوں۔

جاگیردارانہ اور سرمایہ دارانہ سیاست کا کرشمہ

میرے محترم دوستو! آپ کی اس جماعت میں مقررین کی کوئی کمی نہیں ہے اور ماشاء اللہ ایک سے بڑھ کر ایک خطیب موجود ہے۔ میں نہ خطیب ہوں نہ مقرر۔ لیکن اہل جھنگ سے ایک تعلق رکھتا ہوں اور یہ کہہ سکتا ہوں کہ اہل جھنگ کا جب خون بہا ہے اہل حق کا جب خون بہا ہے تو ہر مشکل وقت میں میں نے خود کو اہل جھنگ کے ساتھ پایا ہے۔ افسوس اس بات پر آتا ہے کہ دو تین سال سے جب بھی میں جھنگ آیا ہوں یا کوئی جنازہ پڑھنے آیا ہوں یا تعزیت کرنے آیا ہوں اس شہر کو کس لئے اس عذاب میں مبتلا کیا گیا۔ کچھ عرصہ قبل یہاں ایک اجتماع ہوا تھا۔ جب میاں اقبال صاحب شہید ہوئے تھے۔ اس کے چند روز

بعد میں نے بڑے کھل کر آپ حضرات سے بات کی تھی اور یہاں کے حالات کے حوالے سے میری ایک سوچ ہے۔ میرا ایک تجزیہ ہے اور حقیقت پسندانہ تجزیہ ہے کہ آج اس جھگڑے کو مستقل طور پر شیعہ سنی جھگڑے کا عنوان حاصل ہے۔ شاید میں اس عنوان کو تبدیل نہ کروں۔ میں نے یہ کہا تھا کہ یہ سب کچھ ایک جاگیردارانہ اور سرمایہ دارانہ سیاست کی کرشمہ سازی ہے کہ اس شہر کو فسادات کے حوالے کر دیا صرف اس غرض کے لئے کہ علماء کی قیادت ان کی سیاست کے لئے خطرہ بن گئی تھی۔ وہ نہیں برداشت کر سکتے تھے کہ یہاں پر علماء قوم کی قیادت کریں۔

سرمایہ دارانہ سیاست کی بنیاد پر

آج پھر وہی بات قوم کے سامنے حقیقت بن کر آئی کہ جو قوت علماء کے مقابلہ میں ہے وہ فرقہ واریت کی بنیاد پر نہیں بلکہ سرمایہ دارانہ سیاست کی بنیاد پر ہے۔ اور یہ بات واضح کر رہے ہیں کہ یہ لوگ اقتدار کی طاقت کے سہارے اور دولت کے سہارے اس شہر اور اس ضلع پر اپنی اجارہ داری قائم کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن جس طرح شہر میں آپ نے ان کی اجارہ داری کو ختم کیا، انشاء اللہ صوبہ اور مرکز میں بھی ان کی اجارہ کو ختم کریں گے۔

جغرافیائی تقسیم آزادی نہیں

مسئلہ یہ ہے لیکن کس کس عنوان سے وہ مخلص مسلمانوں کے جذبات کو اشتعال دیتے ہیں اور کس قسم کے لوگ اس کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ میں عرض کرنا چاہوں گا کہ اس جاگیردارانہ سیاست کے حوالے سے، سیدھی سی بات ہے کہ اس پاکستان میں رہتے ہوئے ہم جس چیز کو آزادی کہتے ہیں، آپ کہیں یا نہ کہیں میں پورے اطمینان اور بڑی صاف گوئی کے ساتھ اس آزادی کا انکار کرتا ہوں۔ لا الہ الا اللہ کے نعرے پر یہ ملک حاصل کیا گیا اور پینتالیس سال تک اس ملک میں نہ کوئی انقلاب برپا ہوا نہ کوئی نظام آیا۔ کسی ملک کے جغرافیائی تقسیم کو کسی کتاب میں آزادی نہیں کہا گیا۔ جغرافیائی تقسیم کا نام کبھی آزادی نہیں ہے۔ اگر کسی ملک کو وجود میں آنے کے بعد چند لوگ بہت بڑی دولت حاصل کر لیں، چند لوگوں کا دولت مند بن جانا آزادی نہیں ہے۔ اگر کسی ملک میں چند لوگ بڑے منصب پر بیٹھ جائیں، اعلیٰ مناصب حاصل کر لیں اسے آزادی نہیں کہا جاتا۔

عجیب بات ہوتی ہے، کہتے ہیں کہ پاکستان نہ بنتا تو ہم بابو اور کلرک ہوتے۔ اب ہم بائیس گریڈ اور اکیس گریڈ کی ملازمت کرتے ہیں۔ تو یہ پاکستان کی برکت سے ہے۔ یہ تو میں بھی مانتا ہوں۔ لیکن اگر کسی کو بائس اور اکیس گریڈ کی نوکری مل جاتی ہے تو کس کتاب میں اس کو آزادی لکھا گیا ہے۔ آخر انگریز کے زمانہ میں بھی تو خوشامدی تھے جنہوں نے اس ملک کے کروڑوں لوگوں کی آزادی کو انگریز کے ہاتھوں نیلام کر دیا تھا۔ ان کو بہت بڑی بڑی جاگیریں ملی تھیں۔ ان کو بڑی بڑی نوکریاں ملی تھیں۔ تو ہم اسے آزادی تسلیم کر لیں۔

انسانی تاریخ میں یہ واحد آزادی ہے کہ جس آزادی کے ساتھ کوئی انقلاب نہیں آیا۔ ہر انقلاب کے دامن میں ایک نظام ہوتا ہے، انقلاب نہیں تو پھر کس نظام کی توقع آپ رکھتے ہیں۔ چنانچہ یہاں وہی نظام ہے جو انگریز نے دیا تھا، انگریز گیا مگر نظام نہیں گیا۔ تو ہماری لڑائی اہل برطانیہ سے نہیں تھی بلکہ اہل برطانیہ کے جابرانہ استبداد اور اس کے نظام کے ساتھ تھی۔

CamScanner

آج وہ چلا گیا، اس کی اولاد رہ گئی۔ وہی اولاد جو آج آپ کے مقابلہ میں الیکشن لڑ رہی ہے۔ وہی جاگیردار اور سرمایہ دار جس نے ملک میں انگریزی نظام کو تحفظ دیا ہوا ہے۔ اگر ہمارے اکابر نے اس نظام کے خلاف آزادی کی جنگ شروع کی تھی اور اہل برطانیہ کو ملک بدر کیا تھا تو پھر آج ہم عزم کرنا چاہتے ہیں کہ ہماری وہ لڑائی اس وقت تک جاری رہے گی جب تک ہم ملکی سیاست کو انگریزی کی اولاد سے صاف نہیں کر لیتے۔

بنیادی مسئلہ یہ ہے، آپ لوگ امن وامان کی بات کرتے ہیں۔ امن وامان خاک آئے۔ قرآن کریم کی رو سے پر امن معاشرے کا تصور خلافت الٰہیہ کے ساتھ وابستہ ہے۔

اللہ کا دین نہ ہو، خلافت شرعیہ نہ ہو، اور آپ امن کا تصور کریں، یہ ہو نہیں سکتا۔

"وعد اللہ الذین امنوا منکم الخ" کہ خلافت ان لوگوں کو ملتی ہے جو اللہ کے دین کو لے کر چلتے ہیں۔ اور انہی سے وعدہ ہوا ہے کہ "ولیمکنن لھم دینھم الذی الخ" کہ پھر اللہ کا پسند کیا ہوا دین اپنے پاؤں مضبوط کر لیتا ہے۔ اور جب وہ دین آئے گا وہ نظام برپا ہوگا تو پھر فرمایا۔ "ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا" تو پھر اس کے بعد بدامنی کو امن میں تبدیل کر دیا جائے گا۔ بدامنی کا خاتمہ تب ہوگا کہ جب خلافت الٰہیہ ہوگی، خلافت راشدہ کا نظام لاؤ گے تو امن کا نظام آئیگا۔ خلافت راشدہ کا نظام نہیں تو فسادات ہوں گے خون بہے گا۔ نظام کے بغیر امن نہیں آسکتا۔

اور ہم لوگ معیشت کی بات کرتے ہیں، خوشحال معیشت کی بات کرتے ہیں۔ معیشت تب آتی ہے جب امن وامان ہوگا۔ ایک پر امن معاشرے میں بہتر معاشی نظام برپا ہو سکتا ہے۔ اگر معاشرے میں امن نہیں ہوگا تو ایک بہتر معاشی نظام بھی نہیں آسکتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ان دو باتوں کو ہمیشہ اکٹھے ذکر کرتا ہے۔

"فاذاقھا اللہ لباس الجوع والخوف"

کہ جب تم اللہ کے دین سے بے وفائی کرو گے اللہ تمہیں امتحان میں مبتلا کرے گا۔ کس چیز کا امتحان ہوگا؟ ایک بدامنی اور ایک بھوک کا۔

"فاذاقھا اللہ لباس الجوع والخوف"

اللہ پھر مزا چکھاتا ہے بدامنی کا اور خوف کا اور بھوک کا۔ اور اللہ فرماتا ہے:

"فلیعبدوا رب ھذا البیت الخ"

کہ اللہ کی عبادت کرو، اس کے بندے بن جاؤ شخصی زندگی اور اجتماعی زندگی میں۔ اور اپنے اوپر اللہ کا نظام نافذ کرو اور اس کے تابعدار بن جاؤ جس نے تمہیں بھوک میں کھانا دیا اور بدامنی میں امن۔

ظالمانہ نظام سے فتنے اٹھتے ہیں

یہ دو چیزیں اللہ بار بار اکٹھی کیوں ذکر کرتا ہے۔ یہ اللہ نے جو وعدہ کیا خلافت ارضی دینے کا اس کا نتیجہ امن وامان کے حوالے سے کیوں دیا۔ اس لئے کہ اسلامی انقلاب ہی معاشرہ کو امن دے سکتا ہے۔ اور اس کا دیا ہوا امن ہمارے معاشرے کو استحکام دے سکتا ہے۔ اس کے بغیر اگر آپ کسی اور آنکھ سے اس کا حل ڈھونڈیں گے تو وہ حل ملے گا نہیں۔

اب یہ لا الہ الا اللہ کے نعرے پر آئے ہو لوگ اس ملک میں امن وامان کی بات کرتے ہیں۔ جس ملک کا نظام ظالمانہ ہوگا، اس ملک میں فتنے اٹھیں گے کیونکہ اصول ہے کہ ظالمانہ نظام فتنوں کو تحفظ دیتا ہے۔ اور عادلانہ نظام فتنوں کی سرکوبی کرتا ہے۔ سمجھ آئی بات یا نہیں؟ سیدھی بات ہے، اگر نظام عادلانہ ہے تو وہ فتنوں کی سرکوبی کرے گا۔ فتنہ اعتقادی ہو یا فتنہ عملی۔ عقیدے کے حوالے سے ایک گمراہ اور کافرانہ عقیدے پیدا ہو جائیں، اور لوگوں کو اکٹھا ہونے کی دعوت دیں، یا ڈاکو لٹیرے زنا اور قتل وغارت گری کا ماحول بن جائے۔

یہ سارے فتنے اس ماحول میں اٹھتے ہیں۔ اس لئے کہ اصول ہے کہ خیر سے خیر پھوٹتی ہے اور شر سے شر پھٹتا ہے۔ اگر خیر کا نظام ہوگا تو نتائج خیر کے ہوں گے اور اگر شر کا نظام ہوگا تو نتائج شر کی صورت میں سامنے آئیں گے۔

فتنوں کا تحفظ

اب آپ بتائیں کہ ہمارے ملک میں قادیانیت کا فتنہ ہو یا بدعادات کا فتنہ، رفض کا فتنہ ہو یا ڈاکے کا یا قتل کا فتنہ، یہ سارے اس ظالمانہ نظام کا فتنہ ہیں یا نہیں؟ اب ظالمانہ نظام کی پیداوار تو ان فتنوں کو تحفظ دے گی اور ان کی سرکوبی نہیں کرے گی۔ خلافت راشدہ میں بھی فتنے اٹھے تھے۔ یہ میں نہیں کہتا کہ فتنے اٹھتے نہیں تھے لیکن خلافت راشدہ نے ان فتنوں کی سرکوبی کی اور ان کا خاتمہ کیا۔ اور آج کا منکر ظالمانہ نظام کے ہوتے ہوئے ہر فتنہ کو تحفظ دیتا ہے۔

نظام کی تبدیلی

میرے محترم دوستو! سنجیدگی سے میری بات کو سنیں۔ یہاں مداخلت مت کریں میں بڑی سنجیدگی کیساتھ آپ کے ساتھ چند باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ مسئلہ یہ ہے کہ توجہ ملکی نظام کو دینی ہوگی۔ اگر ملکی نظام کے حوالے سے آپ کی توجہ ہٹ جاتی ہے، اگر نظام کی تبدیلی کے مسئلہ سے آپ کی توجہ باہر چلی جاتی ہے تو یونہی معاملات الجھ جاتے ہیں۔ آپ فسادات کی نذر ہو جاتے ہیں۔ آپ اشتعال میں آکر میدان میں کود پڑتے ہیں۔ لیکن اس جدوجہد کے نتیجے میں پھر نظام تبدیل نہیں ہوتا۔ وہ ساری قربانی خدانخواستہ رائیگاں چلی جاتی ہے۔ لیکن اگر نظام تبدیل ہو جاتا ہے، اس ملک میں انقلاب برپا ہو جاتا ہے تو پھر میں چیلنج کروں گا شیعہ کو کہ وہ صحابہؓ کے بارے میں بکواس کر کے دکھادے۔

قابض کی امامت

میں بھی امامت کا قائل ہوں اس لئے کہ میں بھی ایک مسجد کا امام ہوں۔ آپ امام نہیں ہیں مسجد کے؟ آپ بھی امامت کر رہے ہیں، امامت ملک کی بھی ہوتی ہے اور امامت مسجد کی بھی۔ چھوٹی امامت بھی ہوتی ہے اور بڑی امامت بھی۔ اب اگر اسلامی سیاست کرنی ہے تو اسلامی سیاست کے لئے مرکز ہی مسجد ہے۔ مسجد کے بغیر ملکی سیاست اور بڑی سیاست سمجھ میں نہیں آتی۔ کیونکہ جب ہم مسجد میں ہوتے ہیں تو آپ کی مسجد کا امام ہے یا کہ نہیں؟ جھنگ والو مسجد میں امام رکھتے ہو یا نہیں؟ اب جس مسجد میں امام ہوتا ہے وہ مصلے پر جبراً قبضہ کرتا ہے یا محلے والے لوگ لاتے ہیں اس کو اور اگر جبراً آجائے تو امام رکھتے ہو اس کو؟ (نہیں) تو مسجد کا یہی اصول ہمیں ملکی سیاست میں ہدایت دیتا ہے کہ ملک کے وسیع وعریض تخت اقتدار پر اگر کوئی جبراً

قبضہ کرلے تو آپ اس کے جبری اقتدار کو نہ مانیں۔ چھوٹے سے مصلے پر کوئی جبراً قبضہ کرلے تو ہم نہیں مانتے تو اتنے بڑے ملک پر کوئی جبراً قبضہ کرے تو کوئی ماننے کو تیار کیسے ہو؟ اب یہ اصول ہمیں مسجد سے ملا۔

بگڑا ہوا امام

لیکن اگر قوم امام کو لے آئے اور منتخب امام ہو اور قوم سے منتخب ہو جانے کے بعد وہ کہہ دے کہ امام میں بن گیا ہوں، لہٰذا اب نماز میری مرضی کے مطابق ہوگی کہ آج کے بعد نماز میری مرضی کے مطابق ہوگی، آج کے بعد بغیر وضو کے نماز پڑھیں گے۔ نیا نظام آگیا۔ یا یہ کہ سبحانک اللّٰھم اب سب سے آخر میں پڑھیں گے۔ اور التحیات سب سے پہلے پڑھیں گے یا رکعت میں رکوع دو ہوں گے اور سجدہ ایک ہوگا۔ اب اگر ایسا نظام امام صاحب لے آئیں جو امام آپ لوگوں کا منتخب کردہ ہے تو آپ اس امام کے پیچھے نیت باندھنے کو تیار ہوتے ہیں؟

اس کی امامت کو آپ قبول کرسکتے ہیں؟

پس یہی وہ اصول ہے جس مسجد نے ہمیں بتلایا کہ اگر قوم بھی کسی حکمران کو منتخب کرے اور منتخب ہو جانے کے بعد وہ اللہ کے دیئے ہوئے نظام سے ہٹ کر اپنی مرضی کا نظام قوم پر مسلط کرتا ہے تو ہمیں مسجد میں وہ امام قبول نہیں تو مملکت میں وہ حکمران ہمیں قبول نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا ان ظالموں نے ہم پر وہ نظام مسلط کیا ہوا ہے۔

مسلط نظام

اور اب ایک بات آپ سے کہنا چاہتا ہوں۔ آپ جھنگ کے لوگ بڑے غیرت والے لوگ ہیں، میں آپ کی غیرت کو جھنجوڑنا چاہتا ہوں۔ جس ملک میں دس کروڑ مسلمان رہتے ہوں۔ دس کروڑ مسلمانوں کا ملک لا الہ الا اللہ کے پڑھنے والے۔ اور ان پر مسلط ہو انگریز کا نظام، ان کی پالیسیاں امریکہ کے تابع ہوں۔ آپ کی غیرت برداشت کرسکتی ہے؟ (نہیں) یہ پوری قوم کے لئے ذلت ہے یا نہیں؟ ہماری غیرت کا تقاضا ہے کہ ہم اس قسم کے فتنے کو ختم کرنے کی جدوجہد کریں۔

اسمبلی میں بے دین قوتوں کا مقابلہ

انتخابات اور پارلیمنٹ اس ملک کے نظام کو تبدیل کرنے کے لئے ہوا کرتے ہیں، قانون بنانے کے لئے ہوا کرتے ہیں، نظام کی تبدیلی کی جدوجہد ہوا کرتی ہے۔ اگر ہم اسمبلیوں میں جاتے ہیں، ہمیں پتہ ہے کہ ہم عدد میں تھوڑے ہوتے ہیں، لیکن اس لئے جاتے ہیں تاکہ اسمبلی کے اندر بھی بے دینی کا راستہ روکیں، ظالمانہ نظام کے خاتمے کی جدوجہد وہاں تک لے جائیں اور اسمبلی کے اندر بے دین قوتوں کا مقابلہ کریں۔ یہ مقصد ہوتا ہے۔ اس مقصد کی ایک جنگ، ایک جدوجہد، اور اس جدوجہد میں آپ کو شریک کرنا چاہتے ہیں۔ جھنگ والو! آپ بتائیں کہ جمعیت علماء اسلام جو اس ملک میں پارلیمنٹ میں اور پارلیمنٹ سے باہر اسلامی نظام حکومت اور نظام خلافت راشدہ کی جدوجہد کررہی ہے، آپ حضرات اس کی حمایت کرتے ہیں؟ آپ جمعیت کی اس تحریک کے ساتھ ہیں یا کہ نہیں؟ (ہیں) جب آپ اس تحریک کے ساتھ ہیں تو انشاء اللہ آپ کا اور ہمارا سفر ایک ہے، پھر آپ کا اور ہمارا نمائندہ ایک ہوتا ہے۔ (نعروں کی مسلسل گونج)

CamScanner

میرے محترم دوستو! آپ بات کو سمجھیں اور جھنگ والو سنو! حقائق کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ اسی جذباتیت نے آپ صرف چند نوجوانوں کی اشتعال انگیز کارروائیوں نے اس شہر کو کشت وخون کے حوالے کر دیا ہے۔ اور یہ سنو کہ میں آپ کا وہ ساتھی ہوں کہ اگر میرا کوئی بھی ساتھی اپنے آپ کو آگ کی طرف دھکیلے گا تو میرا فرض بنتا ہے کہ میں بچاؤں اور واپس لاؤں۔ آپ ناراض ہوں یا خوش ہوں، مجھ سے ناراض ہوں یا خوش ہوں۔ مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ لیکن میں جمعیت علماء اسلام کا نمائندہ ہوں۔

حق نواز جھنگوی کا پیروکار کون ہے؟

آپ بات کرتے ہیں مولانا حق نواز کی۔ آؤ مولانا حق نواز کی بات کرتے ہیں کہ حق نواز کا ساتھی کون ہے؟ حساب کرتے ہیں۔ مولانا حق نواز نے سپاہ صحابہ کی بنیاد ڈالی ہے یا نہیں؟ لیکن ان کی زندگی میں میں اس کا رکن نہیں تھا اور جب تک وہ زندہ تھے تو جمعیت علماء اسلام کے ساتھ تھے۔ تھے یا نہیں؟ آپ عجیب لوگ ہیں کہ سپاہ صحابہ سے اگر تعلق نہیں تو جھنگویؒ سے کٹ گیا۔ اور جمعیت علماء اسلام سے کٹ جائے تو وہ جھنگوی سے نہیں کٹتا۔ سن لو یہ بات کہ مولانا حق نواز کے ساتھ ان کی زندگی میں ہم سپاہ صحابہ کے رکن نہیں بنے تھے، تب بھی ہم ان کے ساتھی اور وہ ہمارے ساتھ تھے۔ لیکن جمعیت سے تعلق کاٹتے ہوئے کوئی بھی شخص جھنگوی کا ساتھی نہیں بن سکتا۔

مشنِ جھنگوی کا غدار کون؟

سمجھو ذرا بات کو، جمعیت سے لاتعلق ہو جانے کے بعد پھر اس کو جھنگوی کا نام لینے کا کوئی حق حاصل نہیں۔

وہ اس کے مشن کو چھوڑ چکا ہے، وہ خلافت راشدہ کے نظام کے لئے اس تحریک کو چھوڑ چکا ہے، وہ جہد مسلسل کو چھوڑ چکا ہے۔ اگر جھنگوی نے اپنی زندگی میں مجھ سے عمر میں بڑا ہونے کے باوجود مجھے بڑا کہا ہے، تو مجھے حق پہنچتا ہے کہ میں ان کی دعوت پر منظم ہونے والے نوجوانوں کو اب بھی اسی طرح ہدایات دوں جس طرح انہیں دیا کرتا تھا۔

تم نے جھنگوی کو پہچانا ہی نہیں

اور یہ بات سن لو کہ اگر ان کا نام لے کر ہمارے سامنے کوئی اٹھے گا تو یہ ان کا نام لے کر فساد اٹھانے کی نیت سے اٹھے گا۔ ہمارا ساتھی نہیں ہوگا۔ غلط فہمی دور کرو..... ہمارے سامنے کھڑے ہو کر ایسی بات کرتے ہو جو انہوں نے خود کبھی نہیں کہی۔ اگر میری موجودگی میں اس اسٹیج کا احترام مولانا حق نواز کرتا تھا تو میں کسی مائی کے لال کو یہ اجازت نہیں دے سکتا کہ جمعیت علماء اسلام کا اسٹیج ہو اور کوئی نوجوان کھڑے ہو کر اس کے احترام کو پامال کرے۔ مولانا حق نواز کو تم نے سمجھا ہی نہیں، پہچانا ہی نہیں۔ مولانا حق نواز میرے راز اپنے ساتھ قبر میں لے گیا۔ اور ان کے راز انشاء اللہ میں اپنے ساتھ قبر میں لے جاؤں گا۔

جمعیت کی مخالفت اور حق نواز کا نام دونوں اکٹھے نہیں ہو سکتے

اس لئے سن لو کہ یہ ووٹ ہے..... کہ جھنگوی کا نعرہ لگانے کے بعد آپ یہ فیصلہ کر رہے ہیں کہ آپ یہ ووٹ کس کو دے رہے ہیں۔ آپ ووٹ جمعیت علماء اسلام کو دے رہے ہیں اور اگر جمعیت علماء اسلام کی پالیسیوں کی خلاف ورزی کی

CamScanner

گئی تو یہ رکھو کہ پھر مولانا حق نواز کا نام اور نعرہ میرے لئے حجت نہیں ہوگا۔ جمعیت کی پالیسیوں کی خلاف ورزی بھی کرو گے اور پھر مولانا حق نواز کا نام لے کر وہ جتلا کر ہماری مخالفت بھی کرو گے۔ یہ دونوں چیزیں اکٹھی نہیں ہو سکتیں۔

جذبہ اور پالیسی

یاد رکھو، ایک جذبہ ہوتا ہے اور ایک پالیسی ہوتی ہے۔ حضور ﷺ کے زمانے میں منافقین تھے یا نہیں؟ (تھے)۔ مجھے بتاؤ؟ (تھے)، اور وہ کافر تھے یا نہیں؟ (تھے)، ان کے کفر میں شک تھا؟ (نہیں)، پیغمبر کو شک تھا؟ (نہیں)، صحابہ کو شک تھا؟ (نہیں)، اور حضرت عمرؓ اللہ تعالیٰ عنہ جذبہ میں آئے اور عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ مجھے اجازت دیں کہ میں ان منافقین کے سر اپنی تلوار کے حوالے کر دوں، میں ان کو ختم کرنا چاہتا ہوں۔ اب یہ جذبہ حضرت عمرؓ کا صحیح تھا یا غلط؟ (صحیح تھا) لیکن حضور ﷺ نے فرمایا کہ نہیں، لوگ کہیں گے کہ یہ اپنوں کو بھی قتل کرتے ہیں۔ اب حضور ﷺ کی بات پالیسی بن گئی، حکمت عملی بن گئی۔ اب آپ مجھے بتائیں کہ حضور ﷺ حضرت عمرؓ کے پیچھے گئے یا حضرت عمرؓ حضور ﷺ کے پیچھے گئے۔ جذبہ پالیسی کے تابع ہوا یا پالیسی جذبات کے پیچھے گئی؟ (جذبہ پالیسی کے پیچھے گیا)۔

جمعیت پالیسی ہے

میں سپاہ صحابہ کے نوجوانوں کو کہنا چاہتا ہوں، جو اپنے عقیدے میں مخلص ہیں لیکن اپنے عقیدے میں جذباتی بھی ہیں۔ میں ان کو کہنا چاہتا ہوں کہ جمعیت علماء اسلام پالیسی ہے، ایک نظام کے لئے جدوجہد کا ایک طریقہ کار ہے۔ جب کوئی ایسا مرحلہ آئے گا کہ آپ کے جذبات اور جمعیت کی پالیسی میں ٹکراؤ آئے گا تو آپ کو اپنا جذبہ جمعیت کی پالیسی کے تابع کرنا ہوگا۔ اور یہ کوشش کرنی ہوگی کہ جمعیت علماء اسلام کی پالیسی آپ کے جذبات کے تابع بن جائے۔

اس شہر کی گلیوں میں میرا خون ہے

میں کہتا ہوں اور میں نے یہاں کے ایک ایک شہید کے جنازے کو پڑھا، میں ایک ایک شہید کے گھر گیا ہوں، اس شہر کی گلیوں میں میرے ساتھیوں کا خون ہے، جس کو میں اپنا خون کہتا ہوں، میرا خون اس میں شریک ہے۔ اس وابستگی کو آپ کیسے ختم کر سکتے ہیں؟ اس وابستگی کو آپ ختم نہیں کر سکتے۔

لیکن مجھے اپنا فرض منصبی ادا کرنا پڑتا ہے۔ مجھے آپ سے توقع ہوگی کہ ایک وفادار ساتھی کی طرح جمعیت علماء اسلام کی تابعداری کریں، اس سے انحراف نہ ہو ورنہ مستوجب سزا ہو سکتا ہے۔

فیصلہ

اب چار تاریخ کو، آپ چار تاریخ کی بات کرتے ہیں، فیصلہ تو آج ہو نہیں گیا؟ (ہو گیا ہے) یہ لوگ پیسہ لے آتے ہیں، بھلا پیسوں سے جانور خریدے جاتے ہیں یا ضمیر بھی خریدے جا سکتے ہیں؟ اب جھنگ والوں نے فیصلہ کرنا ہے کہ وہ کھمبے کے بدلے میں، سیمنٹ کے بدلے میں ضمیر کا سودا کر دیں گے یا ووٹ اپنے ایمان و مشن کو دیں گے۔

CamScanner

ایک مردِ باصفا

حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ
مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

خداوند کی کروڑوں نعمتوں میں سے بلاشبہ زندگی ایک قیمتی ترین نعمت ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ ہستیاں جو اس نعمت کو قدرت کا ایک حسین تحفہ سمجھ کر اللہ کی رضا، اس کے دین کی حفاظت اور دعوت و تبلیغ کے سلسلے میں اس کا ایک ایک لمحہ بسر کرتے ہیں۔ انہی مردانِ باصفا میں سے حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمہ اللہ بھی تھے۔ آپ شمعِ حق کے ایسے پروانے تھے جنہوں نے نہ صرف اپنی ساری زندگی اس شمع کی حفاظت و نصرت میں بسر کی بلکہ آخر میں اسی شمعِ حق پر اپنی جان بھی نچھاور کر دی۔

آپ نے زندگی بھر قومی اور ملی تحریکات میں بھرپور حصہ لیا۔ تحریک نظامِ مصطفیٰ ﷺ، تحریک ختم نبوت اور تحریک ناموسِ صحابہؓ کے لئے آپ نے بڑی قربانیاں دیں جو تاریخ کا زریں باب ہیں۔ بے نظیر کے وزیر اعظم بن جانے پر عورت کی حکمرانی کے مسئلہ پر تحریک شروع کی تو مولانا مرحوم نے نہایت بھرپور طریقہ سے میرا ساتھ دیا اس سلسلہ میں کوئٹہ میں منعقد ہونے والے جلسہ عام میں مخالفین نے جلسہ درہم برہم کر کے ہم دونوں کو نشانہ بنانے کی کوشش کی مگر ان کی استقامت میں فرق نہ آیا، پھر خصوصاً تحریک ناموسِ صحابہؓ کو سب سے پہلے منظم طور پر آپ ہی نے شروع کیا۔ اور رفتہ رفتہ یہ صدائے حق صرف پاکستان نہیں بلکہ بیرون ملک بھی پہنچ گئی۔ یوں تو آپ ایک اعلیٰ درجے کے باکمال اور باصلاحیت عالم دین اور مذہبی رہنما تھے اور دین کے تمام شعبوں کی خدمت سے کسی نہ کسی حوالہ سے آپ وابستہ رہے، لیکن خصوصاً صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عزت، عصمت، آبرو، ناموس، ان کے مناقب فضائل بیان کرنا آپ کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد اور مشن تھا اور یہی ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ آپ نے حضرات صحابہ کرامؓ کے خلاف منفی پروپیگنڈوں کا نہ صرف ہر میدان میں مقابلہ کیا بلکہ تحقیق و تصنیف اور علمی محاذ پر بھی آپ نے زبردست کارنامے سرانجام دیئے۔ اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خطابت کے جوہر سے بھی خوب مالا مال فرمایا تھا۔ آپ کے خطبات میں بلا کی تاثیر ہوتی تھی۔ سامعین گھنٹوں آپ کے سحر انگیز خطبات کے سامنے دم بخود بیٹھے رہتے۔ آپ کی آواز میں ایسی گھن گرج اور اس قدر جوش و جذبہ ہوتا تھا جو آنِ واحد میں پورے مجمع کو طوفان اور سیلاب کی صورت میں تبدیل کر سکتا تھا۔ آپ نے بہت قلیل عرصے میں اپنے زورِ خطابت اور پیغامِ صداقت کا لوہا منوایا۔ اور اپنے مشن کو مسجد کے منبر و محراب سے شروع کرا کر چار دانگ عالم میں پھیلا دیا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے ملک کے چھوٹے بڑے

قصبوں، دیہاتوں اور شہروں میں آپ کی جماعت کے ہزاروں کارکن متحرک اور فعال نظر آنے لگے۔ سیاست اور الیکشن کے میدانوں میں بھی آپ نے اکثر و بیشتر مجھ ناچیز کا ساتھ دیا اور تقریباً ہر نازک مرحلے پر جمعیت علماء اسلام (س) کو ہی سپورٹ کیا۔ اسی طرح جمعیت علماء اسلام نے بھی تنظیم سپاہ صحابہ کا میدانِ سیاست میں کئی مرحلوں میں بھرپور ساتھ دیا۔ حضرت مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ، حضرت مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ، حضرت مولانا ضیاء القاسمی مرحومؒ اور حضرت مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ میرے انتہائی قریبی دوست اور میرے ہم فکر و ہم خیال ساتھی تھے۔ موجودہ قائد حضرت مولانا محمد احمد لدھیانوی مدظلہٗ کے خلوص و تعلق اور فکری ہم آہنگی اور اتحاد کا یہی حال ہے۔ ان جیسے مخلص اور جانثار ساتھیوں کی ذہنی و فکری تربیت میں بھی حضرت مولانا حق نواز شہیدؒ کا بنیادی حصہ تھا۔ یہ حضرت مولانا مرحوم کی سحر انگیز شخصیت ہی تھی جن کے گرد ان جیسے مخلص ساتھیوں کی ہالہ جمع ہو گئی تھی، ان تمام حضرات کے کارنامے اور دینِ اسلام کی خدمت میں بھی حضرت مولانا مرحوم کا بڑا حصہ ہے۔ مجھے اس پر خوشی ہے کہ مولانا مرحوم نے جس مقصد کی آبیاری اپنے خون سے کی تھی ان کے بعد آنے والی مخلص قیادت نے بھی نہ صرف اس کی بھرپور حفاظت کی بلکہ اس کی حفاظت اور نشوونما کے لئے اپنی جانوں کے نذرانے سے بھی دریغ نہ کیا۔ خوش آئند ہے یہ امر کہ آپ کے علمی آثار و افکار و افادات علم و عمل کے میدانوں میں ہمارے لئے ایسے نقوش چھوڑ گئے ہیں جو امت مرحومہ کی صحیح راہنمائی اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ناموس کی حفاظت میں معاون مددگار ثابت ہو رہے ہیں۔

☆

حب صحابہؓ رحمۃ اللہ — بغض صحابہؓ لعنت اللہ

سلام عقیدت صحابہ کرامؓ کیلئے جنہوں نے محمد رسول اللہ ﷺ پر اپنا سب کچھ قربان کر دیا

نذر شہداء کاروانِ ناموسِ صحابہؓ پر جنہوں نے صحابہ کرامؓ پر اپنا سب کچھ قربان کر دیا

ہم

امیر عزیمت، امیر کاروانِ ناموسِ صحابہؓ، شیر اسلام

مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

ایثار القاسمی شہید — ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید

محمد اعظم طارق شہید — علی شیر حیدری شہید

اور اُن کے باوفا جانشینوں

کی عظمت کو سلام پیش کرتے ہیں

امیر کارواں قائد سنی انقلاب جانشین شہداء قائدین حضرت مولانا محمد احمد لدھیانوی

اور ان کے رفقاء و معاونین پر مکمل اعتماد کا اظہار کرتے ہیں

من جانب

حافظ محمد حنیف عثمانی (ضلعی صدر) محمد جعفر آزاد (ضلعی نائب صدر)

عبدالرحیم (سٹی صدر)، منیر احمد حقانی،

مولانا محمد ابراہیم خلیل (ضلعی جنرل سیکرٹری)

محمد قذافی و کارکنان ضلع نواب شاہ

امیر عزیمت شہیدؒ کی یاد میں خصوصی اشاعت کے اہتمام پر

سالنامہ سرخرو کی انتظامیہ کو خراجِ عقیدت

پیش کرتے ہیں

مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ

مفسرِ قرآن مولانا محمد اسلم شیخوپوری مدظلہٗ، کراچی

دنیائے رنگ و بو میں جو بھی آیا ہے جانے کے لئے آیا ہے اس کائنات کی ہر چیز فنا کے لئے ہے دوام کسی کو بھی نہیں سوائے رب کائنات کی ذات والاصفات کے جو پیدا ہوا ہے وہ مٹ کر رہے گا جو ظاہر ہوا ہے وہ چھپ کر رہے گا جسے زندگی دی ہے وہ موت کا مزہ بھی ضرور چکھے گا موت ایک ایسا پل ہے جس پر سے زندگی کے ہر مسافر کو ضرور گزرنا ہے مگر بعض لوگوں کو ایسی موت نصیب ہوتی ہے کہ اس پر زندگی رشک کرتی ہے اور ان کی موت سے زندگی کا حقیقی مفہوم اور غرض وغایت سمجھنے میں مدد ملتی ہے ان کی موت سے قوموں کو سرفرازی عطا ہوتی ہے۔ مذہب حق کو بقا ملتی ہے عقائد مستحکم ہوتے ہیں ایمان کو تازگی نصیب ہوتی ہے باطل قوتوں کے خلاف ایک ولولہ تازہ پیدا ہوتا ہے، ایک نئی تاریخ رقم ہوتی ہے اکابر اور اسلاف کی یاد تازہ ہو جاتی ہے اور کاروان حق و صداقت نئے جذبات کے ساتھ بادۂ استقامت پر رواں دواں ہو جاتا ہے اور منزل قریب سے قریب تر ہو جاتی ہے۔

حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمہ اللہ کو کچھ اسی قسم کی شہادت نصیب ہوئی ہے جن کو ۲۲ر فروری بروز جمعرات عشاء کے قریب ان کے آبائی شہر جھنگ میں سفاکی اور درندگی کا نشانہ بنایا گیا اور ان کے منحنی سے جسم کو خاک وخون میں تڑپا دیا گیا ہے۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

مولانا مرحوم اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ہم جب لوگوں کے سامنے اپنے اکابر کے واقعات اور اسلاف کی قربانیوں کا تذکرہ کرتے ہیں تو مادہ پرستی اور دنیائے دوں کی محبت میں استغراق کی وجہ سے ان کو یقین نہیں آتا کہ کچھ ایسے لوگ بھی تھے جنہوں نے دین حق کی خاطر اپنا سب کچھ لٹا دیا اور اللہ کی رضا کے لئے انہوں نے اپنا مستقبل اپنی عزت وآبرو، راحت وآرائش اور زندگی داؤ پر لگا دی لیکن فرماتے تھے کہ میں اتنی قربانیاں دوں گا، باطل کے خلاف اس قدر بے جگری سے لڑوں گا کہ لوگوں کو اسلاف کی قربانیوں کا یقین آ جائے گا لوگ جان لیں گے کہ اگر کچھ لوگ قومیت کے نام پر خون دے سکتے ہیں لسانی اور گروہی تعصبات کے لئے گردنیں کٹوا سکتے ہیں تو کچھ دیوانے ایسے بھی ہیں جو محض حق کی سربلندی کی خاطر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر سکتے ہیں۔

انہوں نے متعدد بار اپنے عوامی انتخابات میں یہ بات کہی کہ میں رب جلیل سے اپنی جان کا سودا کر چکا ہوں میں

CamScanner

اپنے بیوی بچوں کو خدا کے حوالے کر چکا ہوں میں نے تہیہ کر لیا ہے کہ یا میں نہیں رہوں گا یا کوئی ایسا بدزبان نہیں رہے گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس صحابہ کو گالیاں دے ان پر کیچڑ اچھالے ان کی رداء عصمت پر چھینٹے اڑائے۔

پھر وہ مجمع سے بھی سوال کیا کرتے تھے کہ لوگو! اگر تمہارے بیوی بچے ہیں تو کیا میرے بیوی بچے نہیں تم میٹھی نیند سونا چاہتے ہو میں نہیں چاہتا تم عزت و مرتبت کے طلبگار ہو میں طلبگار نہیں، تمہارے ساتھ معاشی ضروریات ہیں میرے ساتھ نہیں؟ تمہیں جیل جانے سے تکلیف ہوتی ہے مجھے نہیں ہوتی؟ پھر کیا وجہ ہے میں اکیلا ہی تڑپتا ہوں اور تم نہیں تڑپتے! میں باطل کو للکارتا ہوں تم اس سے صلح کرتے ہو میں موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرتا ہوں اور تمہارے جسم پر موت کے خوف سے لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔

مولانا جب اپنے مخصوص جذباتی انداز میں یہ باتیں کہا کرتے تھے تو مردہ جذبات بیدار ہو جاتے تھے اور خوابیدہ عزائم انگڑائیاں لینے لگتے تھے ان کے اس انداز بیان نے نہ معلوم کتنے دلوں کی سرد انگیٹھیوں کو گرم کر دیا اور کتنے بدعملوں کو عمل کی راہ پر لگا دیا۔

حقیقت میں مولانا حق نواز شہیدؒ کی خطابت صور اسرافیل کا کام کرتی تھی اور اس میں دم عیسیٰ کی سی تاثیر تھی وہ لگی لپٹی رکھنے کے عادی نہ تھے کتمان حق سے وہ نفرت کرتے تھے درباری مولویوں پر وہ دو حرف بھیجتے تھے الفاظ کا ہیر پھیر اور خوشامدانہ انداز انہوں نے سیکھا ہی نہ تھا۔ وہ جو کہتے تھے ڈنکے کی چوٹ کہتے تھے ان کے لہجے میں تلوار کی کاٹ، بادل کی گرج، بجلی کی کڑک اور طوفانوں کی سنسناہٹ ہوتی تھی وہ شیروں کی طرح دھاڑتے اور سمندر کی لہروں کی طرح جذبات سے اٹھکیلیاں کرتے تھے وہ خود بھی بھڑکتے تھے اور دوسروں کو بھی بھڑکاتے تھے خود بھی تڑپتے تھے اور دوسروں کو بھی تڑپاتے تھے وہ خود بھی حق کی خاطر سربکف اور آمادہ پیکار رہتے تھے اور دوسروں کو بھی اس پر آمادہ کرتے تھے ان کی خطابت میں ان کا دل سلگتا اور خون بولتا تھا وہ شعلہ کی طرح بھڑکتے اور رعد کی طرح کڑکتے تھے وہ ملمع سازی کے قائل نہ تھے سیاسی مصلحتیں، معاشی حالات، اپنوں کی خفگی، غیروں کا غضب، اقتدار کا خوف، وڈیروں کی سازشیں اور قید و بند کی صعوبتیں انہیں حق بات کہنے سے باز نہیں رکھ سکتی تھیں ان کا سر صرف خدا کے سامنے جھکتا تھا وہ جب وقت کے نمرودوں اور عصر حاضر کے سبائیوں کو للکارتے تھے تو فضا تھراتی تھی اور جذبات شعلۂ جوالہ بن جاتے تھے۔

جانثاران مصطفوی کا عشق ان کے رگ و پے میں سمایا ہوا تھا، ان کا خمیر صحابہ کی عظمت و محبت سے اٹھایا گیا تھا وہ خلفائے راشدین اور ازواج مطہرات کا تذکرہ ایسے والہانہ انداز میں کرتے تھے کہ لوگ عش عش کر اٹھتے تھے وہ جب سیدہ عائشہ کی عصمت اور مظلومیت کو بیان کرتے ہوئے ''اماں اماں'' کہتے تھے تو جلسہ گاہ کی فضا سسکیوں اور چیخوں سے معمور ہو جاتی تھی وہ جب صحابہ کی بے مثال قربانیوں کے ساتھ چند بے ضمیروں اور کم ظرفوں کی ان پر لعن طعن اور دشنام طرازی کا تذکرہ فرماتے تو کلیجے منہ کو آ جاتے اور آنسوؤں کی بارش ہونے لگتی۔

یہ ایک حقیقت ہے جسے جھٹلایا نہیں جا سکتا کہ گم کردہ راہ مسلمانوں کے دلوں میں صحابہ کرام اور ازواج مطہرات کی عظمت و محبت بٹھانے کے سلسلے میں بڑی بڑی جماعتوں اور انجمنوں نے سالہا سال میں وہ کام نہیں کیا جو کام یہ شعلہ مستعجل چند سالوں میں تنہا کر گیا۔

CamScanner

مولانا شہید کو "شعلۂ مستعجل" نہ کہا جائے تو اور کیا کہا جائے جائے صرف بائیس سال کی عمر تھی جب علوم دینیہ کی تحصیل سے فارغ ہوئے اور بتیس سال کی عمر تھی جب دار البقاء کی طرف کوچ کر گئے، اس مختصر سی زندگی میں سے کچھ جیل میں کٹ گئی اور کچھ ریل میں، مختلف شہروں میں دینی اجتماعات سے خطاب کے سلسلہ میں وہ اکثر سفر میں رہتے تھے دن کو پنجاب میں تو رات کو سرحد میں آج بلوچستان میں ہیں تو کل سندھ میں۔

اسی مختصر زندگی میں وہ رشتۂ ازدواج میں بھی منسلک ہوئے، بیوی بچوں کے لئے بھی وقت نکالا، مدرسہ کی انتظامی اور تدریسی ذمہ داریاں بھی نبھائیں، سیاست بھی کی، آمریت کو بھی للکارا، جمہوریت کی جنگ بھی لڑی، الیکشن میں بھی حصہ لیا، مرحلۂ دار و رسن سے بھی گزرے، جیلوں کو بھی آباد کیا، ہزاروں اجتماعات سے خطاب کیا، لاکھوں انسانوں کے دلوں میں اسلام کی حقانیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور صحابہ کی عظمت کو بٹھایا، ملکی سطح پر "سپاہ صحابہ" کے نام سے جماعت کو منظم کیا جس کے رجسٹرڈ شدہ جانثاروں کی تعداد تیس ہزار سے زائد ہے اور یہ سب کام جھٹ پٹ انجام دے کر شہادت کا تاج پہن کر ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو گئے۔

بعض احباب مولانا کو عجلت پسند اور جلد باز کہا کرتے تھے اور اب یہ بات سمجھ میں آئی کہ مولانا عجلت کیوں کرتے تھے وہ مبدا فطرت سے جو مختصر سی زندگی مانگ کر لائے تھے اور جتنی ذمہ داریوں کا بوجھ ان پر ڈال دیا گیا تھا اس کے لئے ایسی عجلت کی ضرورت تھی۔

مولانا شہید کو فیاض حقیقی نے بے پناہ جرأت اور شجاعت سے نوازا تھا۔ ان پر بارہا قاتلانہ حملے ہوئے، کئی بار گرفتار ہوئے، پولیس دیواریں پھلانگ کر ان کے گھر میں داخل ہوئی، اہل خانہ کی بے حرمتی کی گئی، مولانا کو گھسیٹا گیا ان کا لباس تار تار کر دیا گیا ان کو زخمی کیا گیا اور پھر نو ماہ تک مسلسل جیل میں رکھا گیا اور جیل میں ڈاکوؤں اور مجرموں جیسا سلوک کیا گیا، ذہنی اور جسمانی اذیتیں دی گئی، مسلسل کئی کئی راتیں بیدار رکھا گیا، الٹا لٹا کر مارا گیا، برف کی سلوں پر لٹایا گیا، کپڑے اتار کر بے تحاشہ پیٹا گیا۔ اس زمانے میں گھر میں غربت تھی مالی حالات ناگفتہ بہ تھے بعض نام نہاد احباب نے مولانا کو سمجھانا چاہا تاکہ وہ حالات کے پیش نظر کچھ نرم پالیسی اختیار کر لیں لیکن اللہ کے اس شیر نے ارباب اقتدار سے دشمنان صحابہ سے طاغوتی قوتوں سے مفاہمت کرنے سے انکار کر دیا وہ احباب کے پرزور اصرار کے باوجود کچھ لو اور کچھ دو کی پالیسی اختیار کرنے پر تیار نہ ہوئے اور ان کی اس استقامت اور حق پرستی نے عوام الناس کے دلوں میں ان کی ایسی عقیدت و محبت بٹھا دی کہ جب وہ جیل سے رہا ہوئے تو لاکھوں کا ہجوم چشم براہ تھا اور ہر طرف سے "جیوے جیوے حق نواز" کے نعرے بلند ہو رہے تھے، جذبات کا یہ عالم تھا کہ لوگوں نے مولانا کی کار جس میں وہ سوار تھے اپنے کندھوں پر اٹھالی اور میری معلومات کی حد تک پاکستان میں یہ ایک بے مثال جذباتی استقبال اور بے نظیر واقعہ تھا۔

مولانا شہید ان نام نہاد عوامی خطیبوں میں سے نہیں تھے جو خطابت کی دوکان سجاتے، الفاظ کی قیمت وصول کرتے، ہوائی جہازوں میں سفر کرتے اور شاہانہ ٹھاٹھ سے زندگی گزارتے تھے بسوں اور ریل گاڑیوں میں سفر کرتے تھے جلسہ کے منتظمین پر بار نہیں بنتے تھے انہوں نے باوجود بے پناہ مقبولیت کے خطابت کو کاروبار نہیں بنایا اور اپنے جملوں اور الفاظ کی قیمت وصول

نہیں کی حقیقت میں اس میدان میں انہوں نے کچھ پایا نہیں بلکہ لٹایا ہے اپنی جوانی لٹائی، راحت لٹائی، دن کا سکون لٹایا، راتوں کی نیند لٹائی، ذہانت لٹائی اور آخر میں اپنی زندگی بھی لٹادی اور حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے اپنی متاع حیات یوں لٹائی ہے کہ سارے زمانے کو یقین آگیا ہے کہ وہ اپنے مشن اور پروگرام کے ساتھ انتہائی مخلص اور سچے تھے اب یہ ان کے جانشینوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس پروگرام کو دنیا کے ہر کونے تک پہنچائیں جس کے لئے مولانا مرحوم نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا ہے۔

اپنی معروضات کے اختتام پر دو باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں ایک تو یہ کہ مولانا مرحوم اکثر اپنی تقاریر کے آخر میں لوگوں سے انتہائی لجاجت کے ساتھ درخواست کیا کرتے تھے کہ میرے لئے شہادت کی موت کی دعا کریں بلکہ اکثر وہ خود دعا فرما کر لوگوں سے اصرار کے ساتھ بلند آواز سے ''آمین'' کہلوایا کرتے تھے، زمانے نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس سچی اور مبنی بر اخلاص دعا کو قبول فرمالیا۔

دوسری بات یہ کہ شہید مظلوم نے اپنی شہادت سے قریباً ایک ہفتہ پیشتر اس بات کی نشاندہی کردی تھی کہ مجھے ۲۰ اور ۲۵ فروری کے درمیان شہید کردیا جائے گا، انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ موت کی اس بروقت تنبیہ کے باوجود کسی حکومتی ادارہ نے اس بے بدل عالم دین اور عالم اسلام کے قیمتی سرمایہ کے لئے حفاظت کا کوئی انتظام نہیں کیا، ہماری حکومت کی اس بے حسی اور ناقدری پر جتنا بھی افسوس کیا جائے کم ہے۔

☆

صحابہ نمبر

حب صحابہ رحمۃ اللہ — بغض صحابہ لعنۃ اللہ

سلام عقیدت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیلئے جنہوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا سب کچھ قربان کردیا
اور شہداء کاروانِ ناموسِ صحابہؓ پر جنہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اپنا سب کچھ قربان کردیا

ہم

امیر عزیمت، امیر کاروانِ ناموسِ صحابہؓ، شیر اسلام

مولانا حق نواز جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ شہید

امیر کاروان، قائد کی انقلاب، جانشین شہداء قائدین

حضرت مولانا محمد احمد لدھیانوی

اور ان کے رفقاء و معاونین پر مکمل اعتماد کا اظہار کرتے ہیں

امیر عزیمت شہیدؒ کی یاد میں خصوصی اشاعت کے اہتمام پر

سالنامہ سرخرو کی انتظامیہ کو

خراجِ عقیدت

پیش کرتے ہیں

شہید ناموس صحابہؓ — حضرت مولانا ایثار القاسمی رحمۃ اللہ علیہ — ایم این اے

شہید ملت اسلامیہ — حضرت علامہ ضیاء الرحمن فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

اور ان کے باوفا جانشینوں

شہید ناموس صحابہؓ — حضرت مولانا محمد اعظم طارق رحمۃ اللہ علیہ — ایم این اے

حمی الامت سیف اسلام — علامہ علی شیر حیدری رحمۃ اللہ علیہ شہید

کی عظمت کو سلام پیش کرتے ہیں

من جانب

حکیم محمد ابراہیم قاسمی

سابق ایم پی اے پشاور

امیر عزیمت، شہید ناموس صحابہؓ، وکیل اصحاب رسولؐ

علامہ حق نواز جھنگوی شہیدؒ اور ان کا موقف

قرآن وحدیث اور علماء امت کی روشنی میں

حضرت مولانا عبدالسلام صاحب مدظلہ شیخ الحدیث جامعہ اشاعت القرآن حضرو اٹک

(۱) قرآن میں ہے۔تمام اصحاب رسول، مہاجرین وانصار اور ان کے پیروکاروں سے اللہ راضی ہے، اور وہ اللہ سے راضی ہیں۔اور ان کے لئے جنت ہے۔والسابقون الاوّلون من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان رضى الله عنهم ورضوا عنه. (التوبہ:پ۱۱) جبکہ تمام مسلمانوں کو جنت میں اللہ تعالیٰ کی آخری نعمت رضا دی جائے گی۔

(بخاری ج۲ص ۶۷۸ باب کلام الرب مع اہل الجنۃ۔مسلم ص۱۰۳)

(۲) جو نبی کے ساتھ رہے ان کے اوصاف اور ان کی بخشش کا اعلان: والذين معهٗ اشداء على الكفار رحماء بينهم تراهم ركعًا سجدًا يبتغون فضلا من الله ورضوانا. (الفتح۔پ۲۶)

(۳) صحابہ کرامؓ سب سے جنت کا وعدہ ہے، اگرچہ فتح مکہ سے پہلے اور بعد والوں کے مرتبہ میں فرق ہے: لا يستوى منكم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولئك اعظم درجة من الذين انفقوا من بعد وقاتلوا وكلًا وعد الله الحسنٰى۔(الحدید۔پ۲۷)

(۴) اصحاب رسول کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن رسوائی سے بچائے گا۔

يوم لا يخزى الله النبى والذين امنوا معهٗ. (الحدید:پ۲۷)

اصحاب رسول ﷺ ارشادات رسول کی روشنی میں

(۱) الله الله فى اصحابى لا تتخذوهم من بعدى غرضا فمن احبهم فبحبى احبهم ومن ابغضهم فببغضى ابغضهم۔(الحدیث۔مشکوٰۃ مناقب صحابہ الفصل الثانی)

(۲) لا تمس النار مسلمًا رانى او راى من رانى۔(الحدیث۔مشکوٰۃ مناقب صحابہ الفصل الثانی)

(۳) آپ ﷺ نے فرمایا: اذا رايتم الذين يسبون اصحابى فقولوا لعنة الله على شرّكم۔

(الحدیث۔مشکوٰۃ مناقب صحابہ الفصل الثالث)

CamScanner

(۴) اتی برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بجنازۃ رجل لیصلی علیہ فلم یصل علیہ فقیل یا رسول اللہ ما رأیناک ترکت الصلاۃ علیٰ احدٍ قبل ھذا قال فانہٗ کان یبغض عثمان فابغضہ اللہ. (ترمذی، باب مناقب عثمان) نبی صلی اللہ علیہ وسلم رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی کا جنازہ پڑھانے کے لئے تیار ہوئے لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنے والے کا جنازہ نہیں پڑھا رہے ہیں۔

(۳) علماء امت نے ہر دور میں مقامِ صحابہ کا علمی تحفظ کیا ہے۔ اور اس علمی تحفظ میں ہر دور میں اصحاب رسول ﷺ کے دفاع میں بے شمار تحقیقی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ (۱) العواصم من القواصم (۲) منہاج السنۃ (۳) ردّ روافض (۴) ازالۃ الخفاء (۵) تحفہ اثنا عشریہ (۶) حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی ہدیۃ الشیعہ، اور اجوبۃ الکاملہ (۷) ہدایۃ الشیعہ از مولانا رشید احمد گنگوہیؒ (۸) امام اہل سنت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ کی صحابہؓ کے بارے میں تصنیفات۔ مولانا مودودی صاحب نے تاریخ کے حوالہ جات میں اپنی کتاب ''خلافت وملوکیت'' میں اصحاب رسول کے کردار جو قرآن وحدیث میں ہے اور صلحاء امت کے نزدیک ہے اس کے برعکس یہ کتاب لکھی اور اس میں تبرا کے بجائے تنقید کا لفظ اختیار کیا تو علمائے اہل سنت نے ان کی کتاب کے جواب میں بہت سی کتابیں لکھیں۔ مثلاً براۃ عثمان مصنفہ مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، حضرت امیر معاویہؓ اور تاریخی حقائق۔ از مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہٗ۔ عادلانہ دفاع از مولانا نور الحسن شاہ صاحب بخاریؒ اور مقامِ صحابہؓ از مولانا مفتی محمد شفیعؒ، کتابیں اس خلافت وملوکیت کے رَد میں علماء اہل سنت نے لکھیں۔ خلافت وملوکیت کو ایرانی حکومت نے صحابہؓ کے بارے میں شیعہ مذہب کے موافق ہونے کی وجہ سے اسے تہران یونیورسٹی میں نصاب میں شامل کرلیا۔

(۴) مشاجرات صحابہ کے بارے میں۔ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کی جنگ اور اختلاف کو ان کے دونوں بیٹوں حسنؓ وحسینؓ جو جنت کے جوانوں کے سردار ہیں نے صلح اور معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کر کے ختم فرمایا۔ (۲) تمام علماء اُمت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے باہمی اختلاف کو اجتہادی خطا کہا نہ کہ عنادی اختلاف۔ اور ان کا معاملہ رب کریم پر چھوڑا ہے، اس کا ان سے بخشش کا وعدہ ہے۔

ایرانی میں خمینی کے شیعہ انقلاب پر حضرت مولانا منظور احمد نعمانیؒ نے لاجواب کتاب ''ایرانی انقلاب'' لکھی، اور اسی موضوع پر ایک صاحب نے ''ایران اور اس کے افکار وعزائم'' کتاب لکھی۔ ایران میں شیعہ انقلاب آنے کے بعد دنیا بھر کے شیعوں کو ایرانی حکومت نے مالی اور اسلحہ کی امداد دینا شروع کی جس کی واضح مثال افغانستان میں طالبان کی خالص اسلامی حکومت جو خالص سنی تھی اسے ختم کرنے کے لئے جتنا امریکہ نے زور لگایا ایران نے بھی اسلحہ سے ان کی مدد کی طالبان کے خلاف۔ اسی طرح عراق میں صدام حکومت (سنی) کو ختم کرنے کے لئے امریکہ کے ساتھ ایران نے بھی عراقی شیعہ کو مالی مدد دی اور امام باڑوں میں اسلحہ پہنچایا۔ جس پر ثبوت پیش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ پاکستان میں جب ایرانی امداد سے شیعہ نے صحابہؓ کے خلاف مسلح جدوجہد شروع کی تو اس کے ردّعمل میں امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ نے صرف جذبۂ ایمانی کے ساتھ بے سروسامانی میں ''سپاہ صحابہ'' کی بنیاد رکھی۔ ان کی جرأت وبے خوفی نے چند ماہ میں پورے ملک میں اس تحریک ''سپاہ صحابہ'' کو مشہور ومقبول بنادیا اور اس کے خطرات پاکستانی شیعہ اور ایران نے بھی محسوس کئے۔ علامہ حق نواز

جھنگوی شہیدؒ نے چودہ سو سالوں میں اصحاب رسول اکے خلاف جو کچھ خرافات شیعہ نے لکھیں وہ سر عام بازاروں، چوکوں میں بیان کیں۔ علامہ حق نواز جھنگوی شہیدؒ جو حب اصحاب رسول میں فنا تھے، انہوں نے اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر پورے ملک میں اپنے موقف کو بیان کیا۔

۸۰ء کے بعد ایک بار حضرو جامعہ عربیہ اشاعت القرآن کے پاس ایک وسیع میدان میں ان کا اپنے خاص موضوع پر تاریخ ساز خطاب ہوا، جس میں علاقہ بھر کے ہر طبقہ فکر نے شرکت کی۔

ایک بار ان کا خطاب جامعہ مدنیہ لوسر شرقو، دارالعلوم تعلیم الاسلام کاملپور موسی میں ہوا۔ اس سفر میں سپاہ صحابہؓ کے نوجوان راہنما علامہ شعیب ندیم شہید بھی ان کے ہمراہ تھے۔ اٹک کے پاس شین باغ میں شیعہ کے ہاتھوں دو سنی مسلمان جلوس کے دوران حملہ کر کے مسجد میں شہید کر دیے گئے، جس کے ردعمل میں اٹک میں کافی سال ''عظمت صحابہ کانفرنس'' ہوتی رہی جو اپنے انتظامات، علماء کی بھرپور شرکت اور عوام کی اکثریت میں مثالی ہوتی تھی۔ جس کے بانی اور روح رواں مولانا حافظ محمد صدیق صاحب ناظم جامعہ اشاعت الاسلام اٹک تھے۔ جامعہ اشاعت الاسلام شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ کا جامعہ ہے اور اسی کی صحن میں حضرت شیخ القرآنؒ اور ان کے دونوں صاحبزادے مولانا قاضی احسان الحقؒ اور مولانا حسین علیؒ اکٹھے مدفون ہیں۔ اٹک کی اس ''عظمت صحابہ کانفرنس'' میں ایک بار علامہ حق نواز جھنگوی شہید کو پابندیوں اور رکاوٹوں کے باوجود لایا گیا ان کے ہمراہ نوجوان راہنما علامہ شعیب ندیم شہید بھی تھے۔ اٹک کی اس عظیم الشان کانفرنس میں فنا فی الصحابہ علامہ حق نواز جھنگوی شہید نے اپنا موقف قرآن وسنت اور علماء امت کے دلائل کی روشنی میں اپنے زوردار بیان سے ایسے بیان فرمایا کہ ان کے ایک مشہور وکیل شیخ محمد اکرم مرحوم نے کہا کہ شیعہ کے بارے میں جن زوردار دلائل سے علامہ نے اپنا موقف بیان کیا ہے اس طرح تو ہائیکورٹ اور سپریم کورٹ میں بھی کوئی لائق ترین وکیل ہی بیان کر سکتا ہے۔

شیخ الحدیث والتفسیر، جامع الکمالات حضرت مولانا قاری سعید الرحمٰن نور اللہ مرقدہٗ جو سپاہ صحابہ کے کارکنوں کی گرفتاریوں، جیلوں کی صورتوں میں بہت تعاون فرماتے تھے، بیان کیا کہ مولانا حق نواز شہیدؒ انتخابات میں ۴۲ ہزار ووٹ لیں اور جھنگ کے شیعہ جاگیرداروں کے مقابلے میں کھڑے ہوئے انہیں سازش کے تحت ہرایا گیا۔ قاری سعید الرحمٰن کی وزارت کے دوران جب وہ صوبائی مذہبی امور اوقاف کے وزیر تھے مولانا حق نوازؒ علاقے کے بعض مسائل کیلئے قاری صاحب مرحوم کے پاس تشریف لاتے تھے، اس دوران سعودیہ کے سفیر نے علامہ حق نواز شہید کو پیغام بھیجا کہ آپ مجھے ملیں، مولانا حق نواز شہیدؒ نے جواب دیا میرا یہ کام ایران اور شیعہ کے بارے میں محض اللہ کی رضا کیلئے ہے۔ حالانکہ سعودی سفیر اور امریکی سفیر کی ملاقات کے لئے لیڈر ترستے تھے۔

امیر عزیمت مولانا حق نواز شہید کو شیعہ نے اپنے گھر کے سامنے شہید کر دیا اور ان کی اس شہادت میں پاکستان شیعہ جاگیرداروں اور ایرانی حکومت کا مکمل ہاتھ ہے۔ شہید اسلام مولانا عبداللہ شہیدؒ نے بتایا کہ ۲۲ر فروری ۱۹۹۰ء رات ۸ بجے جھنگ میں انہیں شہید کیا گیا۔ اسی وقت اسلام آباد کے امام باڑوں میں خوشی کے نعرے لگائے گئے اور فوراً بعد مجھے اسلام آباد کے ایک بڑے افسر نے فون کیا کہ مولانا حق نواز کو قتل کر دیا گیا۔ مولانا حق نواز کی اس تحریک میں ایسی روح پڑی کہ علامہ ضیاء

الرحمٰن فاروقی شہیدؒ نے ایک کتاب شیعہ کے بارے میں ''تاریخی دستاویز'' مرتب کی جس میں شیعہ مذہب کے عقائد، اعمال، اسلام اور اصحاب رسولؐ کے بارے میں تمام موقف چودہ سو سالہ شیعہ کی کتابوں سے فوٹوسٹیٹ کر کے پیش کیا۔ یہ دراصل ہائی کورٹ کیلئے مکمل ایک دستاویز کے طور پر کتاب لکھی گئی تھی۔ اس ''تاریخی دستاویز'' میں شیعہ مذہب کی تمام کتابوں کی پوری تصویر فوٹو کر کے پیش کی گئی ہے۔ اس کتاب میں تمام اصل کتابیں دیکھنے سے مستغنی کر دیا ہے۔ علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید جو قلم اور زبان کے بادشاہ تھے سپاہ صحابہ میں شمولیت سے پہلے اور بعد میں بھی علاقہ چھچھ میں اور خاص کر جامعہ عربیہ اشاعت القرآن حضرو میں تشریف لاتے تھے۔ سپاہ صحابہ میں شمولیت کے بعد علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ نے زبان اور قلم کا پورا زور تحریک سپاہ صحابہ کی خاطر صرف فرمایا اور بالآخر سیشن کی عدالت میں پولیس کی حراست میں ایرانی سازش سے شہید کیے گئے۔

علامہ حق نواز جھنگوی شہیدؒ کی اس تحریک نے ہزاروں جانثاران صحابہؓ پیدا کیے جن میں علامہ ایثار القاسمی شہید کم عمر عالم قومی اسمبلی میں پہنچے اور قومی اسمبلی میں انہوں نے اپنا موقف صحابہؓ کے بارے میں پیش کیا اور کم عمری میں ہی شیعہ کے ہاتھوں شہید کر دیے گئے۔ علامہ حق نواز جھنگوی شہید کی اس تحریک سے نوجوان عالم مولانا محمد اعظم طارق شہید قومی اسمبلی میں پہنچے، انہوں نے وہاں شیعہ کے اوپر سے نقاب ہٹایا اور اسمبلی میں خارجہ پالیسی پر اسلام اور شان صحابہؓ پر ان کی تاریخی تقریریں ہیں۔ پاکستان کے کونے کونے میں انہوں نے سپاہ صحابہؓ کا پیغام پہنچایا۔ علاقہ چھچھ میں تمام مدارس میں ان کے تاریخی خطاب ہوئے۔ جامعہ عربیہ اشاعت القرآن حضرو، جامعہ قاسمیہ انوار القرآن نرتوپہ مولانا عبدالخالق صاحب کے ہاں، مدرسہ امیر معاویہ غورغشتی میں، دارالعلوم تعلیم الاسلام کامل پور موسیٰ میں، اور ان کا آخری خطاب عیدگاہ حمید میں مناظر اسلام قاری چن محمد صاحب نے کروایا۔

اشاعت القرآن حضرو میں فاضل قاری عبدالرشید حال مقیم انگلینڈ گڑھی افغاناں نزد واہ کینٹ میں ان کا ایک یادگار اور تاریخی خطاب کروایا۔ علامہ جھنگویؒ کی تحریک سے پیدا ہونے والے نوجوان علامہ شعیب ندیم شہیدؒ، علامہ حبیب الرحمٰن شہید نے اس تحریک میں نمایاں کام کیا۔ ''امریکہ مردہ باد ریلی'' اسلام آباد میں دوسرے علماء کے ساتھ ان دونوں کے خطاب ہوئے اور یہ اسلام آباد کی مصروف ترین شاہراہ پر شہید کیے گئے۔ علامہ حق نواز جھنگوی شہیدؒ کے شہداء کے اس لشکر میں علامہ علی شیر حیدری شہید کا ان اکابر کی شہادت کے بعد بہت بڑا کردار ہے۔ شہادت سے پہلے ان کا آخری خطاب جامعہ قاسمیہ انوار القرآن نرتوپہ علاقہ چھچھ میں ہوا جس میں انہوں نے شیعہ کے جلوسوں، ان پر حکومت کی نگرانی اور اس کے مقابلے میں اہل سنت پر پابندیوں کے بارے میں بیان فرمایا اس کے چند دن بعد شیعہ کے ہاتھوں شہید کیے گئے۔ اور حکومتِ وقت نے اسے روائتی جھوٹوں کی طرح ذاتی دشمنی کا رنگ دیا۔ اس ساری تحریک کا سہرا اور اس سے پاکستان میں بیداری علامہ حق نواز جھنگوی شہید جو ہلکے پھلکے وجود کے مالک تھے ان کی تحریک کی بدولت یہ سارے کام ہوئے۔

محترم ڈاکٹر خادم حسین صاحب اب اس عظیم تحریک کی ذمہ داری آپ کے کندھوں پر آ گئی ہے، اصحاب رسول کا دفاع پوری امت کا فرض ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو ان ذمہ داریوں کے پورا کرنے میں مدد دے اور آپ کو عافیت دے۔ آپ تمام جماعتوں کو اس کام میں ساتھ لے کر چلیں۔ پاکستان میں اسلام کے خلاف اور بالخصوص علماء دیوبند کے خلاف امریکہ، ایران کی اور اسرائیل کی سرپرستی میں بڑی سازشیں ہو رہی ہیں۔ انہیں مدنظر رکھتے ہوئے تحریک کو چلائیں اور اس قوت کو محفوظ رکھیں۔

CamScanner

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اللہ تعالیٰ آپ کی کوششوں میں برکت عطا فرمائیں، آمین

بندہ کو حضرت مولانا قدس سرہٗ سے نیاز حاصل کرنے کا شرف نہیں مل سکا، اس لئے میں ان کے بارے میں کچھ لکھنے کیلئے اپنے آپ کو نااہل پاتا ہوں۔ البتہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس مقصد میں اپنی رضا کے مطابق کامیابی عطا فرمائیں۔ آمین

والسلام

بندہ محمد تقی

۵۔۱۔۳۱ھ

☆

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی صاحب

مکرم ومحترم ڈاکٹر صاحب! عافانی وایاہ اللہ فی الدارین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

ملفوف موصول ہو کر باعث شرف ہوا، یاد فرمائی کا شکریہ۔

محترم، مضمون نویسی کا مجھے بالکل سلیقہ نہیں، اس لئے تعمیل ارشاد سے معذرت خواہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی خدمت کو قبول فرمائے اور راہِ وفا کے شہداء مولانا حق نواز، مولانا ایثار القاسمی، مولانا ضیاء الرحمٰن، مولانا اعظم طارق رحمہم اللہ کے درجات بلند فرمائے۔

والسلام

عبدالمجید غفرلہٗ

۶ر محرم الحرام ۱۴۳۱ھ

☆

مصنف کتب کثیرہ حضرت مولانا محمد نافع صاحب زید مجدہٗ

باسمہٖ تعالیٰ

محترم ومکرم جناب ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں صاحب دامت فیوضکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ مزاج گرامی!

تسلیمات مسنونہ کے بعد تحریر ہے کہ آپ کا جوابی مطبوعہ ملفوف موصول ہوا، یادآوری کا ازحد شکریہ!

.....آپ نے اپنے مکتوب میں حضرت مولانا حق نواز صاحب شہید رحمہ اللہ کے متعلق ایک مضمون ارسال کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ اس سلسلہ میں گزارش ہے کہ بندہ عرصہ پانچ سال سے صاحب فراش ہے، ضعیف العمری کے علاوہ جسمانی و ذہنی کمزوری کا شکار ہے، اس لئے کوئی دماغی/تحریری کام کرنے سے معذور ہے۔ محسوس نہ فرمانا! دعا گو ہوں کہ اللہ رب ذوالجلال حضرت مولانا شہیدؒ اوران کے جانشینوں کی مساعی جمیلہ کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کران کے درجات بلند فرمائیں۔

والسلام مع الاکرام

ناچیز دعا گو محمد نافع عفا اللہ عنہ

۳ر محرم الحرام ۱۴۳۱ھ

۲۱ر دسمبر ۲۰۰۹ء

.....☆.....

حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم ہزاروی زید مجدہٗ، شیخ الحدیث جامعہ محمودیہ اسلام آباد

بسمہٖ سبحانہٗ تعالیٰ!

قابل صد تحریک حضرت دکتور خادم حسین ڈھلوں دامت برکاتہم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

سلام مسنونہ کے بعد قوی اُمید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے اور اپنے قائدین کے مشن کے لئے مصروف عمل ہوں گے۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ ہم سب کو دین عالی کی خدمت کیلئے قبول فرمائے اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے در کی چوکیداری نصیب فرمائے۔ آمین

میں حضرت حق نواز جھنگوی شہیدؒ کے بارے میں یہی کہوں گا کہ شیعہ چودہ سو سال سے صحابہؓ کی عزت وناموس پر حملہ آور رہا ہے اور معاذ اللہ انہیں کافر کہتا رہا اور ہر دور میں شیعہ کے کفر کے خلاف دفاعی جنگ ہوتی رہی لیکن ان کا کفر چھپا رہا، بالآخر حضرت مولانا حق نواز جھنگویؒ نے ان کے کفر پر ایسا کارگر حملہ کیا کہ خود ان ہی کو کافر ثابت کر دیا اور ملک کا چپہ چپہ اس

نعرے سے گونج اٹھا "کافر کافر شیعہ کافر"..... مولانا حق نوازؒ نے شیعہ کے کفر سے پردہ ہٹا کر تمام لوگوں کو آگاہ کیا کہ یہ کافر ہیں۔ اور یہ حضرت مولانا ہی کی محنت کا ثمرہ ہے کہ آج ملک کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ شیعہ کافر ہے۔ مولانا کی خواہش تھی کہ شیعوں کو بھی قادیانیوں کی طرح کافر قرار دیا جائے قانونی سطح پر، اسی مقصد کے حصول کیلئے دن رات اپنے مشن کو جاری وساری رکھتے ہوئے بالآخر ۲۲ر فروری ۱۹۹۰ء کو ہم سے جدا ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ سمیت تمام شہداء ناموسِ رسالتؐ وصحابہؓ کی قربانیوں کو قبول فرمائے اور ان کے مقدس لہو کا رنگ لانا ہماری زندگیوں میں دکھائے۔ (آمین)

.....☆.....

حضرت مولانا محمد عبدالقادر ڈیروی زید مجدہٗ

بخدمتِ گرامی برادر محترم جناب ڈاکٹر خادم حسین صاحب ڈھلوں زید مجدکم

سلام مسنون السلام والسلام بالمعرف الاحترام۔ بعد ازیں دعا ہے خدا کرے مزاج گرامی بعافیت ہوں، عرض اینکہ والا عالی بندہ نواز ہوا۔ یاد فرما کر احسان فرمایا۔ بندہ اس عنایت بے نہایت کا تہ دل سے شکر گزار ہے۔

عرض ہے کہ یہ عجیب اتفاق ہے کہ ناچیز کی مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ سے براہِ راست ایک ملاقات بھی نہیں۔ البتہ ان کے عظیم نصب العین اور نصب العین کے ساتھ مخلصانہ اور وفادارانہ تعلق پر فقیر کی نظر رہی ہے اور اس میں میں نے انہیں کامیاب وکامران پایا ہے۔ اس کے لئے وافر دلائل موجود ہیں۔ لیکن بندہ کے نزدیک دو باتیں حرفِ آخر ہیں۔

نمبر۱۔ مخالف مولانا کی دعوت اور کام سے اس حد تک بوکھلائے اور پریشان ہوئے کہ انہوں نے ان کی جان لینے میں اپنی عافیت اور بقا سمجھی حالانکہ جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستین کا اس طرف ان کی نظر نہ گئی اور نہ ہی انہوں نے آخرت کی جوابدہی کو خاطر میں لایا۔ ہمارا اس سے استدلال یہ ہے کہ مخالفین کے ہاتھوں ان کی شہادت اپنی جگہ ایک بہت بڑی شہادت اس بات کی ہے کہ یہ آدمی اپنے عزم میں ایسا پختہ اور اپنی دعوت میں مخلص اس قدر ہے کہ اس کو اس کی جان لئے بغیر اپنے راستے سے نہیں ہٹایا جا سکتا۔

نمبر۲۔ حضرت شہید کا اپنے نصب العین پر قربان ہو جانا ہی نصب العین کے ساتھ کامل وفاداری اور بے پناہ اخلاص کی دلیل ہے ورنہ ہم نے دیکھا ہے لوگوں نے افراد کے لئے نصب العین قربان کئے ہیں۔ لیکن افراد کو نصب العین کے لئے قربان نہیں کیا۔ حالانکہ حق یہ ہے کہ افراد قربان ہوتے ہیں نصب العین قربان نہیں ہوا کرتے۔ اسی سے ہمیں امید قوی ہے کہ حق تعالیٰ جل مجدہٗ کے ہاں بھی انشاء اللہ حق پر اس جانثاری کی بہت قدر ہوگی۔

والسلام الاکرام

دعا گو ودعا جو بندہ معلوم غفرلہٗ

.....☆.....

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالباقی زید مجدہٗ جامعہ اسلامیہ مفتاح العلوم کوئٹہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم. حامداً ومصلیاً و مسلماً

عقیدۂ حقیقۂ چند کلمات تحریر کئے جاتے ہیں کہ دنیا میں عظیم شخصیتوں نے عظیم کارنامے بطور یادگار یا بطور رہنمائی یا ترغیبا لوگوں میں یادتازہ کر کے قائم کئے ہیں، ان میں سے ایک عظیم قائد جو قیامت تک فراموش نہیں کیا جاسکتا جس کی زندہ دلیل سپاہ صحابہ کی جماعت ہے، ہر لمحہ جماعت کے ہر پروگرام سے مولانا حق نواز شہید کا یادتازہ ہوتا ہے۔ مولانا موصوف کا اخلاص اور آپ کا انقلابی بیان کا نظیر ملنا کم ہے، تھوڑے وقت میں دنیا میں تبلیغی جماعت کی طرح ہر جگہ پیغام کا پہنچنا کرامت ہے، مولانا موصوف مرحوم دنیاوی لالچ، دنیاوی اغراض سے دور تھا، بلوچستان میں پہلی مرتبہ تشریف لاکر جو خطاب کیا، پہلی تقریر میں علماء اور طلباء کا دل جیت لیا اور سپاہ صحابہ کی تنظیم قائم ہوئی اور آپ کی حقانیت کے لئے اس زمانہ کے عظیم ہستی تمام دیوبندی علماء کا امام، ولی وقت حضرت درخواستی رحمہ اللہ کی امامت ہے کہ حضرت درخواستی نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی، آپ کی جماعت کی حقانیت اور تائید کے لئے یہی کافی ہے۔

والسلام

آپ کا خیر اندیش ابو محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

خادم جامعہ اسلامیہ مفتاح العلوم کوئٹہ

۱۲ محرم الحرام ۱۴۳۱ھ

☆

مولانا محمد میاں صاحب ناظم جامعہ سراج العلوم لودھراں

بسم اللہ تعالیٰ

گرامی قدر برادرم ڈاکٹر خادم حسین صاحب وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

بندہ عارضۂ قلب کی وجہ سے بہاولپور وکٹوریہ ہسپتال کے شعبہ سی سی یو میں داخل تھا جب واپس گھر آیا تو جناب کا مکتوب گرامی ملا، مسجد و مدرسہ سے آرام کے لئے رخصت پر تھا۔ دس بارہ دن کے بعد پھر دوبارہ دل کی تکلیف ہوئی پھر ہسپتال داخل ہوا، کل ہسپتال سے رخصت ہوئی کچھ طبیعت سنبھلی ہے، آج کل مدرسہ و مسجد سے رخصت پر ہوں، طبیعت صحیح نہیں ہے، بستر علالت پر ہوں کچھ بھی لکھنے سے قاصر ہوں۔ یاد فرمانے اور اس قابل سمجھنے کا بہت مشکور ہوں۔

حضرت مولانا مرحوم حق نواز، حق کی آواز تھے، اُن کی مذہبی اور سیاسی خدمات اور کفر کے خلاف جہاد تا قیامت یاد رہے گا، ان کی عزیمت کی قبولیت کی گواہ ان کی شہادت ہے۔ جب سالنامہ سُرخرو کی اشاعت ہو تو ایک نسخہ بذریعہ وی پی میرے نام ارسال کردیں تہ دل سے مشکور ہوں گا۔ میرے لئے صحت وعافیت کی دعا کی درخواست ہے۔

والسلام

محمد میاں۔ ناظم جامعہ سراج العلوم عیدگاہ لودھراں

02-01-10

مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ

حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری دامت برکاتہم

بسم اللہ الرحمن الرحیم. الحمد للہ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفی!

۲۶ رجب ۱۴۱۰ھ مطابق ۲۲ فروری ۱۹۹۰ء جمعرات اور جمعہ کی درمیانی شب آٹھ بجے انجمن سپاہِ صحابہ کے بانی و سرپرستِ اعلیٰ، جمعیت علمائے اسلام پنجاب کے نائب امیر، جامعہ محمودیہ کے مہتمم، متحدہ علماء کونسل کے رُکن اور متحدہ سنی محاذ کے راہنما، اہل سنت والجماعت کے نامور خطیب اور عظمتِ صحابہؓ کے منادو وکیل مولانا حق نواز جھنگوی قدس سرہٗ شہید کردیے گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون!

شہید فی سبیل اللہ مولانا حق نواز جھنگویؒ ۱۹۵۴ء میں جھنگ میں پیدا ہوئے، جھنگ اور کبیر والا میں صرف ونحو، ادب وبلاغت، فقہ وکلام کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد دورۂ حدیث کی تکمیل کے لئے ملک کی مشہور دینی درسگاہ جامعہ خیر المدارس ملتان کو منتخب کیا، اور یوں مولانا موصوفؒ نے ۱۹۷۲ء میں صرف ۱۹ سال کی چھوٹی سی عمر میں سندِ فراغت حاصل کرلی۔

فراغت کے بعد آپ اپنے آبائی شہر جھنگ ہی میں صحابہ کرامؓ کے ایک سپاہی کی حیثیت سے اس رشکِ ملائکہ جماعت کی حمایت ووکالت کا بوجھ اپنے ناتواں کاندھوں پر اُٹھا کر اکیلے اس میدان میں کود پڑے، یہ بجا ہے کہ اس سے پہلے بھی بیشتر حضرات اس میدان میں اپنی اپنی جدوجہد میں مصروف تھے، لیکن مولانا موصوفؒ نے اس موضوع پر نئے رنگ وولولہ اور جوش وجذبہ سے کام شروع کیا، موصوفؒ کا موقف یہ تھا کہ جب ہم اپنی جان ومال، اعزاء واقارب اور والدین کے معاملے میں اس قدر زود حس ہیں کہ معمولی سی زیادتی کا بدلہ لئے بغیر سکون نہیں ہوتا تو آخر کیا وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک، ازواجِ مطہراتؓ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ۲۳ سالہ محنت کا ثمر حضرات صحابہ کرامؓ کی مقدس جماعت کی شان میں گستاخی کی جائے اور ہماری زبانیں نہ کھلیں؟؟

جھنگ شہر سیاسی اور معاشی اعتبار سے شیعوں کا شہر شمار ہوتا ہے، وہاں ہمیشہ سے رافضی قیادت بلا مقابلہ منتخب ہوتی تھی، مگر قدرت کی کرشمہ سازی دیکھئے کہ "لکل فرعونٍ موسیٰ" کے مصداق اللہ تعالیٰ نے جھنگ ہی کے ایک متوسط گھرانے سے رافضیت کے فرعونوں کے مقابلے میں مولانا حق نواز جھنگوی رحمہ اللہ کو کھڑا کردیا، جس نے اپنی جرأت، ہمت، قابلیت اور گھن گرج سے شیعہ ایوانوں میں تہلکہ مچادیا۔ موصوف نے اپنی خداداد صلاحیتوں اور خلوص واخلاص سے تاریخ کا دھارا بدل دیا

اور شیعہ قیادت کو ہر میدان میں شکست دے کر ان کے کفر و نفاق کو کتابوں سے نکال کر اسٹیج اور عوام کی عدالت میں پیش کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ شیعہ کافر ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر امام ابن تیمیہ، شاہ ولی اللہ رحمہما اللہ اور پھر شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہٗ کی "تحفہ اثنا عشریہ" تک اس عقیدے کا تسلسل قائم تھا، اور علمائے اہل سنت اسی اعتقاد و نظریہ کے ہمیشہ سے منادر ہے ہیں، مگر اسٹیج اور عوام کے سامنے ان کے کفر و نفاق اور عزائم کو جس طرح مولانا موصوفؒ نے کھلے انداز میں پیش کیا ہے، وہ اپنی نظیر آپ ہے۔ آج بحمد اللہ! شیعہ نظریات عوام کے سامنے کھل کر آ چکے ہیں اور مولاناؒ کی فکر نے ایک تحریک کی شکل اختیار کر لی ہے۔

شیعہ قیادت کے جگادری اس سے کس قدر خائف اور شیعہ لابی نے مولانا کو اپنے لئے کس قدر خطرہ تصور کر رکھا تھا، اور اس کے لئے وہ کیا کیا منصوبہ بندی کر رہے تھے؟ اس سلسلے میں مولانا موصوفؒ خود اپنی ایک تقریر میں وضاحت فرما چکے ہیں کہ "شیعہ میرے قتل کے سلسلے میں کئی ایک ممالک سے مدد حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں، اور وہ مجھے کسی بھی وقت اپنے راستے سے ہٹا سکتے ہیں۔" اس سلسلے میں شیعہ آرگن ماہنامہ "احقاق الحق" ..... جو سرگودھا سے شائع ہوتا ہے..... کی رجب ۱۴۱۰ھ کی اشاعت کے ادارتی صفحات سے ہمارے اس خیال کی تائید ہوتی ہے کہ وہ اپنے خفیہ عزائم کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کس چالاکی سے زمین ہموار کر رہے تھے، چنانچہ وہ لکھتا ہے:

> "..... تحریک ختم نبوت میں شامل دیوبندی گروپ اب "سپاہ صحابہ یا دفاع صحابہ" کے عنوان سے شیعوں کے خلاف سرگرم عمل ہو چکا ہے، بظاہر اس طائفہ کا سرغنہ حق نواز جھنگوی ہے..... ہمارا مولانا فضل الرحمٰن سیکرٹری جنرل جمعیت علمائے اسلام سے دردمندانہ سوال ہے کہ کیا وہ شریعت جسے آپ پاکستان میں نافذ کرانا چاہتے ہیں اس کا مقصد یہی ہے کہ گلی گلی یہ نعرے لگا کر فتنہ و فساد برپا کیا جائے کہ "کافر کافر شیعہ کافر" اور "فلاں کتی فلاں کتی" جیسا کہ آپ کی جماعت کا ایک اہم شخص حق نواز جھنگوی اس فتنہ انگیزی پر عمل پیرا ہے۔" (ص:۶،۵)

مقام عبرت ہے کہ روافض اگر حضرات صحابہ کرام اور اُمہات المومنین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان میں غلیظ اور بازاری زبان استعمال کرتے رہیں تو وہ فتنہ ہے نہ فساد، لیکن کوئی عاشق صادق اپنی متاع عزیز کے دفاع میں زبان کھولتا ہے تو اسے نہ صرف فتنہ پرور اور اشتعال انگیز وغیرہ کے خطابات سے نوازا جاتا ہے، بلکہ اسے شہید کر دیا جاتا ہے۔ شیعہ مظالم کی خوں چکاں داستان کسی سے پوشیدہ نہیں، اہل اسلام پر مظالم ڈھا کر اپنے آپ کو مظلوم باور کرانا، اپنی مظلومیت کی دُہائی دے کر اغیار کی ہمدردی حاصل کرنا، ہمیشہ سے ان کا خاص شعار رہا ہے۔ شاید وہ سمجھتے ہوں گے کہ وہ اس طرح اپنے مذموم مقاصد میں کامیاب ہو جائیں گے اور وہ اُمت مسلمہ کے غیظ و غضب سے بچ جائیں گے، مگر یہ ان کی بھول ہے کہ وہ اس درندگی اور انسانیت سوز طرز سے اسلام اور اہل اسلام پر غالب آ جائیں گے، کیونکہ کذب و افتراء، فاطمیین مصر کے مظالم، ابن سبا اور حسن بن صباح کی تحریکوں سے نہ اسلام رُکا ہے، نہ مسلمانوں کو دبایا جا سکا ہے، تو ان اوچھے ہتھکنڈوں سے بھی انشاء اللہ وہ اپنے مذموم مقاصد میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔

CamScanner

اگرچہ مولانا حق نواز جھنگویؒ کی اُمت مسلمہ کو ابھی ضرورت تھی، مگر ان کا خون رائیگاں نہیں جائے گا۔ مولانا شمس الدین شہیدؒ کی شہادت پر اللہ تعالیٰ مرزائی فتنہ کو ہمیشہ کے لئے مفلوج فرما سکتے ہیں تو کیا بعید ہے کہ مولانا جھنگویؒ کی شہادت سے روافض کی دسیسہ کاریاں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دفن ہو جائیں اور ان کی درندگی خود ان کی موت کا سبب بن جائے۔

اللہ تعالیٰ اپنے دین کی حفاظت کرنا جانتے ہیں، وہ اگر ابابیلوں سے اپنے گھر کی حفاظت کرا سکتے ہیں تو کیا بعید ہے کہ وہ اپنے کسی ضعیف بندے سے اپنے دین کی حفاظت کا کام لے لے۔

ہم حکومت پاکستان سے مطالبہ کرتے ہیں کہ اس درندگی کا فوراً انسداد کیا جائے، اگر اس کا کوئی بندوبست نہ کیا گیا تو پھر مسلم عوام کے جذبات کے سامنے کوئی حکومت بند باندھ سکے گی اور نہ کوئی قوت وطاقت ان کے سامنے ٹھہر سکے گی۔

ہم سنی عوام اور علماء سے بھی گزارش کریں گے کہ اس فتنے کی سرکوبی کے لئے کوئی مستقل اور پائیدار حل سوچیں اور اس کے لئے مل بیٹھ کر لائحہ عمل تیار کریں۔

ہماری دعا ہے اللہ تعالیٰ شہید ناموسِ صحابہ کے درجات کو بلند فرمائیں اور ان کے رفقاء اور پسماندگان کو صبرِ جمیل اور ہمیں ان کے مشن کو زندہ اور جاری رکھنے کی توفیق عنایت فرمائیں۔

(ماہنامہ بینات کراچی شعبان ۱۴۱۰ھ مطابق اپریل ۱۹۹۰ء)

☆

حب صحابہ رحمۃ اللہ — اللہ — بغض صحابہ لعنت اللہ

سلام عقیدت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیلئے جنہوں نے محمد رسول اللہ ﷺ پر اپنا سب کچھ قربان کر دیا

نذر شہداء کاروان ناموس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر جنہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اپنا سب کچھ قربان کر دیا

ہم

امیر عزیمت، امیر کاروانِ ناموسِ صحابہؓ، شیر اسلام

مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

اور اُن کے باوفا جانشینوں

ایثار القاسمی رضی اللہ عنہ — ضیاء الرحمن فاروقی رضی اللہ عنہ

محمد اعظم طارق رضی اللہ عنہ — علی شیر حیدری رضی اللہ عنہ

کی عظمت کو سلام پیش کرتے ہیں

امیر کارواں قائد سنی انقلاب جانشین شہداء قائدین حضرت مولانا محمد احمد لدھیانوی

اور ان کے رفقاء ومعاونین پر مکمل اعتماد کا اظہار کرتے ہیں

من جانب

غازی سید پریل شاہ بخاری

و کارکنان سندھ

امیر عزیمت شہیدؒ کی یاد میں خصوصی اشاعت کے اہتمام پر

سالنامہ سرخرو کی انتظامیہ کو خراجِ عقیدت

پیش کرتے ہیں

حق نوازؒ سے امیر عزیمت تک

شیخ الحدیث مولانا محمد نواز صاحب مدظلہ
مہتمم جامعہ حنفیہ قادریہ (ملتان)

میری ان سے پہلی ملاقات اپنی مادر علمی دارالعلوم عیدگاہ کبیر والہ میں ہوئی جو اس وقت ضلع ملتان کے مضافات میں سے تھا ہم وہاں معلم دین کے حصول کے لئے جمع ہوئے تھے اتفاق سے ہم جماعت ہونے کے ساتھ ساتھ ہماری رہائش بھی ایک ہی کمرے میں تھی اس وقت ان کا تعارف ایک طالب علم حق نواز جو ضلع جھنگ کے پسماندہ دیہات میں بسنے والے ایک متوسط خاندان کے فرد سے زیادہ نہ تھا دبلا پتلا نحیف جسم چھوٹا قد تعلیم کے ساتھ ساتھ غیر تعلیمی مذہبی سرگرمیوں میں ان کی طبعیت مائل نظر آتی تھی خطابت کی مشق ان کا محبوب مشغلہ تھا کسی بھی جگہ تنہائی میسر آنے پر وہ اس سے بھرپور فائدہ اٹھاتے اور خوب مشق کرتے

تقریباً چھے سال کا طویل عرصہ یونہی اکٹھے گزرا دارالعلوم کے معروضی حالات کی وجہ سے انہوں نے جامعہ خیرالمدارس کا رخ کیا وہاں الحدیث العصر علامہ محمد شریف کشمیریؒ اور دیگر مشائخ وقت سے استفادہ کر کے سند فراغت پائی۔

امام اہل السنت مولانا عبدالستار تونسوی دامت برکاتہم العالیہ، مولانا دوست محمد قریشیؒ کے ہاں تقابل ادیان پر ہونے والے کو اس میں شرکت کی علم ظاہری کے ساتھ باطنی تربیت واصلاح کے لئے شجاع آباد ملتان میں امام الاولیاء حضرت مولانا عبداللہ بہلویؒ کے دست حق پرست پر بیعت کی مولانا عبداللہ بہلویؒ کے وصال کے بعد حضرت مولانا محمد اسعد مدنیؒ (انڈیا) سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔

رسمی تعلیم سے فراغت کے بعد تدریس میں مشغول ہو گئے لیکن کچھ عرصہ بعد اندازہ ہوا کہ اس طرف شاید طبعیت نہ چل سکے، تدریس کو خیر آباد کہہ کے ضلع جھنگ کی ایک چھوٹی سی مسجد میں جو اس وقت پپلیاں والی کے نام سے معروف تھی خطیب ہو گئے خوب محنت ومجاہدہ سے اس مسجد میں خطابت کا آغاز کیا تھوڑے ہی عرصے میں ان کی صلاحیتیں نکھر کر سامنے آنے لگیں کسی بھی موضوع پر مکمل تیاری کر کے آتے اور سیر حاصل دلائل سے مزین گفتگو فرماتے توحید ورسالت اور رد بدعات پر مؤثر اور جامع تقاریر سے سامعین ان کے گرویدہ ہونے لگے۔

سیاسی میدان میں خدمات سرانجام دینے کے لئے جمعیت علماء اسلام سے وابستہ ہوئے اور اپنی غیر معمولی صلاحیت

اور خلوص کی بناء پر جمعیت علماء اسلام پنجاب کے نائب صدر منتخب ہو گئے۔

مولانا حق نواز دینی خدمات کی دھن میں مگن تھے۔ جب انہوں نے وہاں اپنے اردگرد کے ماحول کو دیکھا کہ ایک مخصوص فرقہ کے لوگ جسے شیعہ، امامیہ اثنا عشریہ کہا جاتا ہے صحابہ کرامؓ اور ازواج مطہرات پر سب وشتم کرتے ہیں اور بظاہر اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہیں سنی صحیح العقیدہ مسلمان ان سے شادی بیاہ ودیگر تعلقات اس طرح معمول پر رکھے ہوئے ہیں اور اس فرقہ کے لوگ دیمک کی طرح غیر محسوس طریقے سے اہل بیت کی محبت کے لبادہ میں ان مسلمانوں میں زہر گھول رہے ہیں۔ خاص طور پر ایران میں خمینی انقلاب کے بعد تو انہیں خوب کھل کھیلنے کا موقع مل گیا اس صورت حال نے مولانا کو بے چین کر دیا انہوں نے اس فرقے کی تاریخ پس منظر اور اس کے بنیادی عقائد ونظریات جاننے کا فیصلہ کیا اس کے لیے انہوں نے ان کی بنیادی کتب کا مطالعہ شروع کیا پھر جب حقیقت مزید ان پر منکشف ہوئی اور اس فرقے کی بنیادی کتب سے جب ان کے عقائد ونظریات کھل کر سامنے آ گئے جن سے عوام تو عوام خواص علماء بھی بے خبر تھے۔

تو مولانا تڑپ اٹھے، اور انہوں نے خواص وعام کو برسر عام اس صورت سے آگاہ کرنے کا فیصلہ کیا مولانا اپنے مطالعہ کے بعد اس نتیجے تک پہنچ چکے تھے کہ ان عقائد ونظریات کا حامل شخص یا فرقہ مسلمان نہیں ہو سکتا۔

پھر انہوں نے اپنی اسی مسجد سے صدا لگائی، ہاں! سننے والوں کے لیے یہ بہت ہی اجنبی سی آواز تھی لیکن اس میں حقیقت تھی، درد تھا، سوز تھا جو بھی وہ آواز سنتا چلا گیا ان کے قافلے میں شامل ہوتا گیا۔

اس فرقے کی پوری تاریخ ان کے سامنے ایک کھلی کتاب تھی کہ کس کس طریقے سے اس نے اسلام کو نقصان پہنچایا، عبداللہ بن سبا سے لے کر ایران کے خمینی تک اسلام کے لبادے میں اسلام کی جڑیں کس طرح کاٹی گئیں، مختلف سلطنتوں کے سائے میں یہ یہودی پودا کس طرح پروان چڑھا۔

اس کے باوجود عام مسلمان انہیں اب بھی مسلمان ہی سمجھتے ہیں اور وہ اس بات کا ادراک بھی کر چکے تھے کہ ایران میں برپا کیا جانے والا خمینی انقلاب دیگر مسلمان ملکوں کو اپنی لپیٹ میں لینا چاہتا ہے اور خصوصاً اس کا ہدف پاکستان ہے۔ انہوں نے مسجد کے منبر ومحراب اور کوچہ وبازار میں یہ صدا بڑی قوت سے لگائی کہ مسلمانو! اس فتنے سے بچو اس سے خبردار رہو۔

ان کے باطل نظریات کی گرد کسی حد تک عوام کے دل ودماغ پر پڑ چکی تھی، اسے دھویا، اور اصحاب رسول ﷺ، ازواج رسول ﷺ کی مدح ومنقبت اور اہل بیت اور اصحاب رسول ﷺ کے آپس کے تعلقات پر روشنی ڈالتے۔

اہل سنت کے اتحاد کے لئے بہت متفکر تھے ایک مرتبہ ملتان قلعے پر نفاذ فقہ حنفی کانفرنس میں خطاب کرتے ہوئے بڑے درد سے فرمایا کہ میں مولانا سمیع الحق اور مولانا فضل الرحمٰن کو اتحاد کرنے پر مجبور کر دونگا۔ دل میں اپنے اکابر، اساتذہ حتیٰ کہ ہم عصروں کا بے حد احترام تھا حق نواز تھا تو ہمارا ساتھی اور دوست لیکن اس کی عظمت کے سامنے اب یہ لفظ بھی بہت چھوٹے محسوس ہوتے ہیں۔ ہم سے آگے نکل گیا اس نے مصلحت ومایوسی کے دبیز اندھیروں میں امید وجرأت کے دیئے روشن کر دیئے۔

وقت کے بڑے جاگیردار، حکومت وقت حتیٰ کہ اپنے بھی بہت سے نادان مولانا کو اپنے مشن سے باز رکھنے کے لئے

سرگرم ہو گئے لیکن چونکہ وہ علی وجہ البصیرت اس پر چل رہے تھے اس لئے نہ اپنوں کی پرواہ کی نہ غیروں کے ظلم وستم کے سامنے ان کو جھکایا جاسکا، اس پر بے بنیاد مقدمات قائم کیے گئے ضلع بندیاں اور زبان بندیوں کے قوانین لگائے گئے جیلوں میں ڈالا گیا تشدد کا نشانہ بنایا گیا گلیوں میں گھسیٹا گیا موت تک کی دھمکیاں دی گئیں حتیٰ کہ قاتلانہ حملے بھی ہوئے، لیکن وہ آگے ہی بڑھتا چلا گیا اس کی درد بھری آواز دلوں پر اثر کرتی چلی گئی وہ دنیا میں مسلمہ قوانین کی روشنی میں پاکستان میں اہل سنت کے حقوق کی بات کرتے رہے وہ ہمیشہ قانون اور عدالت کی بات کرتے رہے۔ انہوں نے دلائل سے اپنے فریق مخالف کو لاجواب کر دیا اور پاکستانی قوم میں ایک بیداری پیدا کر دی۔

لیکن دشمن، مخالف ان کے دلائل کے سامنے نہ آسکا، عدالت میں نہ آسکا، اس نے اوچھے ہتھکنڈوں کے ذریعے مولانا کو راستے سے ہٹانے کی کوشش کی، لیکن مولانا اس مشن میں زندگی موت کا سودا کر چکے تھے کوئی چیز ان کے قدم لڑکھڑا نہ سکی، ان کی استقامت اور پختگی پر انہیں امیر عزیمت کے لقب سے پکارا جانے لگا۔

وہ اسلام کے سچے سپاہی اور خادم کی حیثیت سے دنیا سے بے خبر اصحاب رسول ﷺ کے سچے عاشق بن کر اسلام کی سرحدوں پر پہرہ دیتے رہے۔ انہوں نے دینی علوم کی تعلیم وترویج کے لئے جھنگ میں جامعہ محمودیہ قائم کیا۔ انہوں نے اپنی بات ایوان بالا تک پہنچانے کے لئے بھی قانونی طریقے سے اسمبلی تک پہنچنے کے لئے قومی اسمبلی کا الیکشن لڑا بے سروسامنی کے عالم میں وقت کے بڑے جاگیرداروں کے مقابلے میں عوام میں زبردست پذیرائی ملی وہ اہل حق کی علامت، علماء حق کی آبرو بن کر ابھرے، پس جب وہ تھے تو وہی تھے کوئی جلسہ بغیر ان کے کامیاب نہیں ہوتا تھا۔

انہوں نے اپنی جدوجہد کو منظم کرنے کے لئے تنظیم کی بنیاد ڈالی جو دیکھتے دیکھتے پورے ملک میں پھیل گئی مولانا نے خود بھی ملک بھر کے بڑے شہروں کے دورے کئے۔ ذاتی طور پر مولانا میں بے انتہا خوبیاں اور صفات تھیں جن کی وجہ سے وہ مقبولیت ومحبوبیت کی معراج پر تھے مال اور عہدے سے ان کا دل بالکل خالی تھا انتہائی نفیس مزاج ہونے کے باوجود خودداری کے اعلیٰ مرتبہ پر تھے کسی کے سامنے دست سوال دراز نہیں کیا ان کی دل وزبان میں فاصلہ نہ تھا۔ موت سے بالکل بے خوف بلکہ موت کو گلے لگائے دیوانہ وار اپنے مشن میں مگن تھے۔ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

فنا فی اللہ کی تہہ میں بقا کا راز مضمر ہے
جسے مرنا نہیں آتا اسے جینا نہیں آتا

بالآخر ایک بہت بڑی سازش کے تحت انہیں شہید کر دیا گیا اور ان کی پرامن تحریک کو شدت کی طرف دھکیل دیا گیا، دشمن سمجھ چکا تھا کہ ان کی بات کو عوام میں پذیرائی مل رہی ہے۔ اسے تشدد کے راستے ہی سے روکا جاسکتا ہے کچھ اپنوں کی بے اعتنائی کچھ غیروں کا ستم کہ تحریک مطلوبہ اہداف حاصل کرنے میں شدید مشکلات کا شکار ہو گئی۔

ان کے بعد ان کے جانشینوں میں مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ اور مولانا اعظم طارق شہیدؒ

اور دیگر شہداء و کارکنان نے اس تحریک کو با مقصد و با مراد کرنے کے لئے انتھک جدوجہد کی اپنا سب کچھ قربان کر ڈالا ہم امید رکھتے ہیں کہ یہ تحریک کامیاب ہو اور پاکستان میں اسلام دشمن قوتیں ناکام ہوں۔

دنیا نے عوام کی ان کے ساتھ محبت کا وہ منظر دیکھا کہ جب اسے شہید کیا جا چکا اور جھنگ میں ان کی نماز جنازہ ادا کی جا رہی تھی حافظ الحدیث مولانا عبداللہ درخواستیؒ نماز جنازہ پڑھا رہے تھے، ہر آنکھ اشکبار تھی آسمان بھی گویا رو رہا تھا اور حضرت حافظ الحدیث فرما رہے تھے، آج اماں عائشہؓ اپنے اس نونہار بیٹے کے استقبال کے لئے آئی ہوں گیا ور یہ صرف الفاظ کی بوچھاڑ نہ تھی بلکہ مولانا خود بے ساختہ اپنی تقریروں کے درمیان والہانہ انداز میں فرمایا کرتے تھے، امی عائشہؓ، امی، امی، میں تیری عزت، تیرے تقدس کے لئے اپنی جان بھی قربان کر دوں گا اور انہوں نے عمل و کردار سے سچ کر دکھایا۔

یادوں کے بے پناہ وسیع و عریض سمندر سے کچھ قلم و قرطاس کے حوالے کیا، دل چاہتا ہے کوئی اہل قلم، اہل درد اٹھے اور جامعہ محمودیہ کے ایک کونے میں موجود اس قبرستان میں سوئے ہوئے شہیدوں کی تحریک جدوجہد قربانی اور اخلاص و وفا پر کچھ لکھے جو یقیناً اس قوم کا انتہائی قیمتی اثاثہ ہے۔

.....☆.....

حب صحابہ رضی اللہ عنہم — اللہ — بغض صحابہ لعنت اللہ

سلام عقیدت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیلئے جنہوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا سب کچھ قربان کر دیا
اور شہداء کاروان ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم پر جنہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اپنا سب کچھ قربان کر دیا

ہم

امیر عزیمت، امیر کاروان ناموس صحابہؓ، شیر اسلام

مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

امیر کاروان، قائد سنی انقلاب، جانشین شہداء قائدین

حضرت مولانا محمد احمد لدھیانوی

اور ان کے رفقاء و معاونین پر مکمل اعتماد کا اظہار کرتے ہیں

امیر عزیمت شہیدؒ کی یاد میں خصوصی اشاعت کے اہتمام پر

سالنامہ سرخرو کی انتظامیہ کو

خراج عقیدت

پیش کرتے ہیں

شہید ناموس صحابہ — حضرت مولانا ایثار القاسمی رحمۃ اللہ علیہ ایم این اے

شہید ملت اسلامیہ — حضرت مولانا ضیاء الرحمن فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

شہید ناموس صحابہ — حضرت مولانا محمد اعظم طارق رحمۃ اللہ علیہ ایم این اے

ضمیر امت، عظیم اسلام — علامہ علی شیر حیدری شہید

اور ان کے باوفا جانشینوں کی عظمت کو سلام پیش کرتے ہیں

من جانب

بابو معاویہ پشاور

امیر عزیمت شہیدؒ

ایک کایہ پلٹ انسان

مولانا محمد زاہد انور مدظلہ۔ مدیر جامعہ عثمانیہ شورکوٹ سٹی (جھنگ)

حق و باطل کی باہمی معرکہ آرائی کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی اس کرۂ ارض پر انسانی آبادکاری کی، اس نسبت سے ہر دور میں رزمِ حق و باطل کوئی نئی انہونی نہیں، راہِ حق کے راہرو شروع ہی سے انہی سنگلاخ وادیوں کے راہی چلے آ رہے ہیں۔ بدقسمتی سے ماضی میں ہم اپنے اسلاف کو عقیدت، محبت و احترام کی جس یک رنگی عینک سے دیکھنے کے عادی رہے ہیں اس سے ان کی مذہبی دینی و روحانی کمالات کا اعتراف تو ہوتا ہے مگر ان کی مجلسی، اجتماعی، مذہبی، دینی، سیاسی و ملی خدمات ہمیشہ نگاہوں سے اوجھل رہی ہیں۔ جو بھی آتا ہے وہ اوّل سے آخر انسانی صفات کا مجموعہ ہوتا ہے، جس میں حسن و قبح ہر دونوں پہلو نہ ہوں تو وہ انسان کیسا؟ لیکن دیکھنا یہ ہوتا ہے کہ اس نے اپنی زندگی میں اجتماعیت اور ملی خدمات کے حوالے سے کیا نقوش چھوڑے ہیں۔ اب کوئی بڑا آدمی اس لئے بڑا نہیں کہ وہ کسی بڑے خاندان کا فرد ہے یا کسی بڑے باپ کا بیٹا ہے، تاریخ اس کے بڑے پن کے لئے ہر شے خدمات اور کارنامے طلب کرتی ہے۔ عظیم سوانح عمری عوام کی تربیت کرتی ہے۔ ایک پُرعظمت سوانح عمری آئندہ نسلوں کے دور دراز کے پر پیچ سفر کو سہل اور آسان کر دیتی ہے۔ تاریخ انگڑائیاں لے چکی ہے۔ بلاشبہ یہ دور کسی ایک فرد کا نہیں، شخصیات کا دور بیت چکا ہے، وقت نے اپنے انداز بدل لئے ہیں (بقول مولانا آزادؒ) ''زندگی نہ بھڑک اٹھنے کا نام ہے نہ بجھ جانے کا بلکہ سلگتے رہنا ہی زندگی کا نام ہے''..... اس پس منظر میں ہمارے اکابر نے ہر دور میں ہر حوالہ سے جو تاریخی فریضہ سرانجام دیا ہے وہ کسی فرد سے از خود خراجِ تحسین طلب کرنے کا روادار نہیں ہوتا بلکہ تاریخ خود اُسے آگے بڑھ کے اپنے دامن میں لیتے ہوئے فخر محسوس کرتی ہے۔

مولانا حق نواز شہیدؒ کی تحفظِ ناموسِ صحابہؓ و اہل بیتؓ کے لئے قربانیاں اور تحریکی جدوجہد ایک پس منظر رکھتی ہے، جو علاقہ کی مخصوص زہر آلود فکری یلغار کا فطری ردِّ عمل چلی آ رہی تھی مگر اس میں شدت کا ظہور ایسے موڑ پر دیکھا گیا جب اس پسماندہ ترین جاگیردارانہ ذہنیت کے حامل ضلع کے وڈیروں نے جارحانہ طرزِ فکر اپناتے ہوئے بعض علاقوں میں سفاکیت اور بربریت کا عملی مظاہرہ کرتے ہوئے علماء و صلحاء کو خون میں نہلانا شروع کر دیا، اسی پر بس نہیں کی بلکہ اصحابِ رسول پر زبانی ہذیان اور دشنام طرازی کو سرِ عام اپنا شعار بنانا شروع کر دیا تو اس وحشیانہ طرزِ عمل نے جلتی پر تیل کا کام دکھایا اور ردِّ عمل میں

نوجوانوں کی مذہبی جوش پر مبنی ایسی جماعت وجود میں آ گئی جس کی زمام مولانا جھنگوی شہیدؒ کے ہاتھوں میں تھی۔ جنہوں نے زہر آلود فضا کے ردِ عمل میں عملاً اُسی لب ولہجہ میں جواب دینا شروع کیا جو عرصۂ دراز سے مخصوص وڈیرے اپنے روایتی مذہبی جنوں میں کرتے چلے آ رہے تھے۔ مولانا شہیدؒ نے یہ احساس دلایا کہ تحفظِ ناموسِ صحابہؓ دراصل تحفظِ ختمِ نبوت کا اہم حصہ ہے، اگر فرقہ پرست مذہبی جنون اس دیوار کو پھلانگ گئے تو اگلا دروازہ ختم نبوت میں نقاب زنی کا ہے، انہیں اس سے پہلے ہی روک دو، یہ فکری عقیدہ کوئی نیا نہ تھا بلکہ حالات اور واقعات نے اس کے اظہار میں شدت کا عملی ماحول اس واسطے بھی پیدا کر دیا تھا کہ بیرونی انقلاب کی صدائے بازگشت اندرونی سطح پر محسوس کی جا رہی تھی۔ جس کی روک تھام شائد اسی عنوان سے ممکن سمجھی جا رہی تھی، ان کی فکری تحریک، ان کی قیادت میں آگے جا کر کیا رنگ لاتی (وہ تو اب ایک قصہ ماضی ہے) مگر شعور و آگہی کی سلگتی چنگاری کی تپش ضلع کے سیاسی جغادریوں کو کیسے برداشت ہو سکتی تھی جنہوں نے اپنے مذہبی وسیاسی حریفوں کے باہمی اتحاد کے ساتھ اسے (بزعمِ خویش) فوری وحشیانہ اقدام سے روکنا چاہا مگر، یہ چنگاری اب آگ بن کر سب کو اپنی لپیٹ میں لے چکی تھی، جس پر آج تک مذہبی ہم آہنگی کا ٹھنڈا پانی اس لگی آگ کو بجھا نہیں سکا، جھنگ کی تاریخ میں یہ کوئی سوچ ہی نہیں سکتا تھا کہ خالصتاً جاگیردارانہ ذہنیت کے فکر اس شہر میں کوئی بوریا نشیں شخص وقت کے بڑے سیاسی جغادریوں کو اس جرأت کے ساتھ چیلنج کرے گا مگر وقت نے یہ منظر دکھایا کہ وہ بُرج الٹ دیے گئے جو سیاسی فرعونیت کے زعم میں کبھی اس دن کا خواب دیکھنے کے بھی روادار نہ تھے۔ ہاں یہ الگ موضوع ہے کہ ہم اس سیاسی شعور کو کتنا آگے بڑھانے میں کامیاب ہو سکتے تھے (اگر اسی سیاسی شعور و آگہی کو استحکام بخشتے ہوئے فکری اور عملی پختگی کا مظاہرہ کرتے اور ایک ہی سیٹ کے حصول کو اپنی منشائے تحریک نہ بناتے تو بہت کچھ آگے بھی ممکن ہوتا)۔

یہ اب بعد از وقت بحث ہے، تاہم یہ ایک حقیقت ہے کہ مولانا جھنگوی شہیدؒ کی عظیم قربانی کی بدولت ایک ایسی تحریک وجود میں آ چکی تھی جس کے مذہبی وسیاسی اثرات نے حالات میں ایسا ارتعاش پیدا کر دیا تھا جو آگے جا کر ایک بڑے زلزلے کا باعث بن سکتا تھا جس سے وڈیروں کے سیاسی محلات زمین بوس ہو سکتے تھے، مگر افسوس کہ ہم کوئی سیاسی فکر میں اتنے پختہ کار نہ تھے جو اس تحریک کے مثبت اثرات کو سمیٹنے اور محفوظ رکھنے میں منصوبہ بندی کر سکتے۔ یوں آج ہم پھر تقریباً واپس انہی راہوں پہ لوٹتے پہلو ٹتے نظر آ رہے ہیں جو مولانا جھنگوی شہیدؒ کی شہادت سے قبل کے تھے۔ خدا کرے ہمارے مذہبی وسیاسی قائدین اپنی بالغ نظری کے ساتھ اس انقلابی تحریک کو پھر خالصتاً منطقی و معروضی حالات کے پس منظر میں منظم کرنے میں کامیاب ہو سکیں جو مولانا جھنگوی شہیدؒ نے اپنے (کم از کم ضلع جھنگ میں) دور میں شروع کی تھی، آج وقت ہے کہ سوچا جائے کہ کہاں کہاں ہم نے ٹھوکر کھائی؟ اور کیسے سنبھلا جا سکتا؟..... کیا کھویا کیا پایا..... یہ عنوان جذباتی طرز کا متقاضی نہیں ہوتا بلکہ سنجیدگی کے ساتھ اعترافِ حقائق میں ڈوبنے کے بعد عملی تدارک کا مطالبہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا جھنگوی شہیدؒ کو ان کی عظیم دینی وسیاسی عوامی خدمات کا صلہ اپنی رحمتِ کاملہ سے عطا فرماتے ہوئے اُسی جرأت و بہادری کے ساتھ پچھلوں کو مثبت سوچ کے ساتھ آگے بڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ

جانشین شیخ القرآن حضرت مولانا اشرف علی صاحب زید مجدہٗ
مہتمم دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی

امیر عزیمت، سالار قافلۂ حریت، حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہید کا کردار وطنِ عزیز کی قومی، سیاسی اور مذہبی تاریخ کا ایک منفرد عنوان ہے۔ ان کو ہم سے جدا ہوئے یوں تو نصف صدی کا عرصہ ہونے کو ہے، مگر ان کی یادیں اب بھی اسی طرح تر و تازہ ہیں اور یوں محسوس ہوتا ہے جیسے وہ اب بھی ہماری رہنمائی فرما رہے ہیں۔ جس لمحے وہ اس دارِ فانی سے پردہ فرما گئے اس وقت ان کی سب کو ضرورت تھی، وہ ایک اعلیٰ درجے کے مناظر، بے مثال خطیب، غیرت و حمیت دینی کا پیکر، عظیم مذہبی رہنما اور مدبر سیاسی قائد تھے۔

ہر سال جب فروری کا مہینہ آتا ہے تو حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہید کی یاد تازہ ہو جاتی ہے اور مسلسل یاد آتے ہیں۔ جوں جوں وقت گزرتا جائے گا ان کی قربانی کے نقوش اور بھی گہرے اور آبدار ہوتے جائیں گے، کیونکہ امیر عزیمت ان برگزیدہ ہستیوں میں سے تھے جو ناموسِ صحابہؓ و اہل بیتؓ کی خاطر اپنی جان تک قربان کر گئے۔

مولانا حق نواز جھنگوی شہید پیکرِ عمل و وفا تھے۔ ان کے اندر حق کے لئے کچھ کرنے اور حق کے لئے مرنے کی تڑپ تھی۔ آپ ایک مردِ قلندر تھے جو ہر وقت دفاعِ صحابہؓ کے لئے عظیم مشن کے تحت برسرِ پیکار تھے۔ آپ اپنے خلوص و ایثار، حق گوئی و بے باکی، اعلیٰ صلاحیتوں اور بے داغ کردار کی وجہ سے اپنی مثال آپ تھے۔ کچھ لوگ جو حالات کی عدمِ موافقت کا عذر لنگ تراش کر اپنی بے ہمتی پر پردہ ڈالتے تھے تو مولانا حق نواز جھنگوی شہید ان کے اس کردار کے بخیے ادھیڑتے۔ حالات کب کس کی موافقت کرتے ہیں۔ حالات تو کبھی بھی ساتھ نہیں دیتے۔ حالات کا تو ہمیشہ رُخ موڑا جاتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اس باہمت شخص نے حالات کا رُخ موڑ کر تاریخ میں وہ مقام حاصل کیا جو رہتی دنیا تک ان کا امتیاز رہے گا۔

انہوں نے اپنوں کی طعن و تشنیع سنی، غیروں کے اندازِ ملامت کا بھی اندازہ ہوا، قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں، راتوں کی بیداری اور دن کے طویل تھکا دینے والے اسفار کی مشقت کا خندہ پیشانی سے سامنا کیا اور کبھی بھی ان کے پایۂ استقامت میں لغزش نہیں آئی۔

CamScanner

مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کے عمل کا ایک پہلو جو سب سے زیادہ روشن اور چمکدار ہے وہ مرحوم کا قابلِ رشک کردار ہے۔ آپ اپنی زندگی میں وطنِ عزیز کے انتہائی متحرک اور ناموسِ صحابہؓ پر جان نچھاور کرنے والے سرفروشوں کے قائد رہے۔

چشمِ فلک نے یہ منظر بھی دیکھا کہ آپ کے گرد ہزاروں افراد نے ''زندہ باد'' اور ''مرحبا'' کے فلک شگاف نعرے بلند کیے، لیکن ان میں سے کوئی بات آپ کے درویشانہ مزاج، طرزِ معاشرت اور سوچ کے انداز میں تبدیلی پیدا نہ کر سکی۔ چنانچہ بجا طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ زمانہ انہیں متاثر کرنے کے لئے ہر انداز میں سامنے آیا، لیکن انہوں نے اپنے کردار و عمل سے ثابت کر دیا کہ وہ متاثر ہونے کیلئے نہیں بلکہ متاثر کرنے کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔

مستقبل میں جب کبھی حریتِ فکر کی بات ہوگی، جب کبھی اعلائے کلمۃ اللہ کا سبق دہرایا جائے گا، جب کبھی محبانِ صحابہ سروں کی فصل لے کر اٹھیں گے، جب کبھی اسیروں کی کہانی سنائی جائے گی..... تو مولانا حق نواز جھنگوی شہید ضرور یاد آئیں گے..... ان کی عظمت و دانائی اور جرأت و حمیت کا تذکرہ قیامت تک زندہ رہے گا۔

❁❁❁❁

صحابہؓ اکبر

بغض صحابہؓ لعنت اللہ

حب صحابہؓ رحمۃ اللہ

سلام عقیدت صحابہ کرامؓ کیلئے جنہوں نے محمد رسول اللہ ﷺ پر اپنا سب کچھ قربان کر دیا

نذر شہداء کاروانِ ناموسِ صحابہؓ پر جنہوں نے صحابہ کرامؓ پر اپنا سب کچھ قربان کر دیا

ہم

امیر عزیمت، امیر کاروانِ ناموسِ صحابہؓ، شیرِ اسلام

مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

اور اُن کے باوفا جانشینوں

شہید ناموسِ صحابہؓ ایثار القاسمی ایم این اے

شہید ملتِ اسلامیہ علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی رضی اللہ عنہ

شہید ناموسِ صحابہؓ محمد اعظم طارق ایم این اے

خطیب ملتِ اسلامیہ علامہ علی شیر حیدری شہید رضی اللہ عنہ

کی عظمت کو سلام پیش کرتے ہیں

امیر کارواں قائد سنی انقلاب جانشین شہداء قائدین حضرت مولانا محمد احمد لدھیانوی

اور ان کے رفقاء و معاونین پر مکمل اعتماد کا اظہار کرتے ہیں

منجانب

شبیر احمد برنگلانی

وارا کین سپاہِ صحابہ جیکب آباد

امیر عزیمت شہیدؒ کی یاد میں خصوصی اشاعت کے اہتمام پر

سالنامہ سرخرو کی انتظامیہ کو خراجِ عقیدت

پیش کرتے ہیں

پیامِ صداقت کے علمبردار

حضرت مولانا زبیر احمد صدیقی مدظلہ العالی
مہتمم جامعہ فاروقیہ شجاع آباد

مولانا حق نواز شہیدؒ پرتاثیر شخصیت، سحر انگیز خطابت، بے مثال فصاحت و بلاغت، دوراندیش فکر اور انقلابی عزم کے حامل ایک سچے اور کھرے انسان تھے۔ ان کی زبان میں صداقت، عمل میں اخلاص، فکر میں اولوالعزمی، کردار میں طہارت نمایاں تھی۔ حب رسولؐ، عشق صحابہؓ، عقیدت اہل بیت اور اتباع سلف کا جذبہ ان میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ قرآن وسنت کی حقانیت، ناموس رسالت کی حفاظت، صحابہ واہل بیت کی محبت اور عقائد اہل سنت والجماعت کا تحفظ ان کی زندگی کا نصب العین تھا۔ وہ اپنے اس نصب العین پر بلاخوف لومۃ لائم آخری دم تک ڈٹے رہے۔ کوئی حرص وطمع، خوف وڈر، کسی ستم گر کا ستم اور ظالم کا ظلم ان کے پایہ استقلال میں ذرا بھی لغزش نہ لا سکا۔ وہ چوکوں، چوراہوں، منبروں، محرابوں، حتیٰ کہ تھانہ کچہریوں میں بھی بلاتکلف بیانگ دہل واشگاف الفاظ میں فرماتے۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں زوردار قوت بیاں عطاء فرمائی تھی وہ جب بولتے تو گھنٹوں بولتے جاتے، الفاظ وانداز ان کے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑے رہتے۔ ان کے بیان میں دریاؤں جیسی روانگی، بجلی جیسی چمک اور آگ جیسی حرارت ہوتی۔ وہ جو بات سمجھانا چاہتے سامعین کے دلوں میں اتار دیتے اور اس انداز سے اتارتے کہ مرتے دم تک سامعین کے دلوں سے وہ بات نہ نکالی جا سکتی۔ وہ جوش میں باہوش رہتے، جذبات کی شدت کے باوجود آپے سے کبھی باہر نہ ہوتے، اپنے دعوی پر سینکڑوں دلائل رکھتے، ان کی گفتگو کو سن کر ان کے مخالفین بھی ان کی صداقت کے معترف ہو کر لاجواب ہو جاتے۔

مولانا حق نوازؒ ان معدودے چند ہستیوں میں سے ہیں جنہیں حق تعالیٰ نے دین کے کسی ایک شعبہ کے لئے بطور خاص قبول فرما کر تھوڑے عرصہ میں انہیں کمال کی محبوبیت اور مقبولیت نصیب فرما کر ان سے اپنے دین متین کے ایک شعبہ کے تحفظ کا کام لیا۔ بندہ کو ان سے شناسائی کا شرف اپنی صغرسنی میں زمانہ تعلیم میں اس وقت ہوا جب حضرت والد محترم مولانا رشید احمدؒ نے مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں مدرسہ قدیم (مدرسہ عربیہ فاروقیہ ملتانی دروازہ) کے متصل فاروقی مسجد میں انہیں خطاب کے لیے مدعو فرمایا، غالباً اس وقت مولانا مرحوم سند فراغت لے کر میدان تبلیغ میں نووارد تھے۔ اس جلسہ میں دیگر اکابر بھی تشریف لائے تھے حضرت مولانا مفتی محمودؒ، حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ بطور خاص تشریف لائے۔ عشاء کے بعد نشست میں حضرت مولانا حق نواز مرحوم نے اپنا خطاب شروع فرمایا، غالباً شہر میں یہ ان کا پہلا خطاب تھا جونہی خطاب

شروع ہوا مجمع میں سناٹا چھا گیا۔ مولانا کے زور بیان میں جوں جوں روانگی بڑھتی گئی سامعین کی دلچسپیوں میں اضافہ ہوتا گیا اور پھر یوں لگا کہ سامعین ایسے ہمہ تن گوش ہیں کہ گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔ ان دنوں مولانا کی طبیعت پر تحفظ ختم نبوت اور رد بدعت و رسومات کا غلبہ تھا۔ مولانا نے اپنے موضوع پر مفصل اور مدلل بیان فرمایا۔ صبح سارے شہر میں مولانا موضوع سخن بنے رہے، ہر تیسرا آدمی مولانا کے پر اثر بیان پر مدحیہ جملے کہہ کر تبصرہ کرتا۔

ان کی دوسری تقریر ملک کی مشہور و معروف دینی درسگاہ، دارالعلوم کبیر والہ کے سالانہ جلسہ دستار بندی پر سننا نصیب ہوئی۔ اس موقع پر مولانا پر تقریر کرنے پر پابندی تھی لیکن مولانا مرحوم سٹیج پر اچانک نمودار ہوئے اور پھر شعلہ بیان خطاب فرمایا۔ آج وہ اپنی مادر علمی میں اپنے اساتذہ کرام کی موجودگی میں بیان فرما رہے تھے اور بڑے وثوق اور اعتماد کے ساتھ گویا انہوں نے اپنے اساتذہ کا پڑھایا ہوا سبق اپنے اساتذہ کی موجودگی میں سنایا۔ مولانا مرحوم کا یہ بیان سنکر ان سے والہانہ محبت پیدا ہوئی اگرچہ ان سے ملاقات عرصہ دراز کے بعد ہوئی تاہم ان کی محنتوں، کاوشوں اور عزائم سے آگاہی رہتی۔

ایرانی انقلاب کے بعد ملک میں اور بیرون ملک اس انقلاب کے اثرات چھاتے گئے۔ شر انگیز لٹریچر جو توہین انبیاء، توہین صحابہ اور توہین اسلاف پر مبنی تھا، گلی گلی پھیلایا گیا۔ ایک مخصوص طبقے کے نظریات کو امت مسلمہ پر زبردستی مسلط کرنے کی کوشش کی گئی۔ بعض نادیدہ قوتوں نے اس طبقہ کی غیر محسوس انداز سے اس طرح سرپرستی کی کہ برسر عام انبیاء علیہم السلام کی توہین و تنقیص کی جانے لگی۔ حضور علیہ السلام کے خصوصی رفقاء اور اصحاب کو برسر عام تبرا کیا جانے لگا۔ اردو، فارسی، عربی میں لاکھوں کتب و رسائل لکھ کر مفت تقسیم کر کے مقدس شخصیات کی توہین کی گئی ان حالات میں پورے عالم اسلام میں اس بے دینی کے خلاف اہل حق کے نمائندوں نے اپنا اپنا فرض منصبی نبھایا، تقریر و تحریر کے ذریعے ناموس رسالت، ناموس صحابہ و اہل بیت کو بیان کیا گیا۔

ہندوستان سے عالم اسلام کے ممتاز سکالر و محدث حضرت مولانا منظور احمد نعمانی نے "ایرانی انقلاب" لکھ کر اس فتنہ کو طشت از بام فرمایا، بعدہٗ پاکستان کے ممتاز جامعات و مدارس نے ملک کے قابل ذکر تمام طبقوں سے راہنمائی لے کر اس فتنہ کے خلاف مدلل مؤقف شائع کیا۔ حضرت مولانا حق نوازؒ نے اپنے اکابر کی اسی فکر کو لے کر باقاعدہ تحریک کا آغاز فرمایا اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ تحریک ملک کے طول و عرض میں بھرپور قوت کے ساتھ ابھری اور ایوانوں تک اہل حق کی آواز پہنچی، حکمرانوں کو اس غلیظ لٹریچر ضبط کرنے کا اعلان کرنا پڑا۔

مولانا حق نواز رحمۃ اللہ علیہ کے طرز عمل سے اگرچہ بعض اہل حق کو اختلاف تھا تاہم ان کے مشن، مقصد اور عقیدہ سے سبھی متفق تھے، یہی وجہ ہے کہ ان کا یہ مشن لوگوں کے دلوں و دماغوں میں پیوست ہو چکا ہے اور سرکاری و غیر سرکاری حربے اس نظریہ کو لوگوں کے دل و دماغ سے نہیں نکال سکے۔ مولانا مرحوم کو ان کے مشن سے باز رکھنے کے لیے متعدد بار پابند سلاسل کیا گیا، جھوٹے مقدمات بنائے گئے، انسانیت سوز مظالم ڈھائے گئے، تشدد کا ہر طریقہ ان پر آزمایا گیا لیکن یہ سب کچھ انہیں متزلزل نہ کر سکا۔ وہ جب بھی جیل سے رہائی پا کر واپس آتے تو پہلے سے زیادہ مضبوط اور بہادر بن کر سامنے آتے۔

اللہ تعالیٰ نے مولانا مرحوم سے ناموس صحابہ و اہل بیت کے علاوہ دیگر فتنوں کی سرکوبی کا بھی کام لیا۔ ان کا ایک بیان ہی کسی فتنہ کی سرکوبی کے لیے کافی ہو جاتا۔ انہوں نے فراغت کے بعد اہل بدعت کے رد کو اپنا مشن بنایا اس شعبہ میں ان کے

ساتھ دیگر بیسیوں اہل علم، خطباء اور مناظرین مصروف عمل تھے اس لیے انہوں نے تحفظ ناموس صحابہ کی جانب اپنی توجہ کو مرکوز کر لیا لیکن اگر کہیں کسی بھی نئے فتنہ نے سر اٹھایا مولانا بجلی کی طرح اس پر کڑکے اور اس فتنہ کی سرکوبی فرمائی۔

کبیر والہ ضلع خانیوال میں سلف بیزار ایک شخص نے فتنہ کھڑا کر کے اکابرین اہل السنت والجماعت پر کفر کے فتوے داغ ڈالے، اپنے ہی اساتذہ اور مشائخ کی جانب اپنی توپیں کھول دیں۔ مولانا مرحوم فوراً کبیر والہ پہنچے اور اس موضوع پر دو گھنٹے مدلل بیان فرمایا (جو آج بھی دستیاب ہے) اور اسلاف کے مسلک کو دلائل کے ساتھ مبرہن کر کے اس فتنہ کی سرکوبی فرمائی۔

مولانا حق نواز مرحوم نے مذہب کی خدمت کے ساتھ ساتھ سماج کی خدمت کو بھی اپنا شعار بنا لیا۔ انہوں نے جھنگ کی مظلوم اور غریب عوام سے احساس محرومی دور فرمایا اور عوام کے حقوق کی آواز اٹھائی۔ مولانا نے جاگیرداروں کو غریب عوام کی عزتوں سے کھیلنے اور زیردستوں کے حقوق سلب کرنے سے منع فرمایا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ بہت جلد جھنگ کے مقبول ترین سیاسی لیڈر بن گئے اور ۱۹۸۸ء کے الیکشن میں ان کی یقینی کامیابی کو جاگیردارانہ سازش کے ذریعے شکست میں تبدیل کیا گیا۔ تاہم آنے والے دور میں یہ سیٹ ان کے جانشینوں نے حاصل کی۔

مولانا مرحوم کو ان کے مذہبی سیاسی مخالفین نے راستہ سے ہٹانے کے لئے ایک مشترکہ تحریک کے ذریعے سفاکانہ انداز میں شہید کر دیا لیکن یہ ان کا قدم ان کے لیے تباہ کن ثابت ہوا۔ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کے درجات کو بلند فرمائے اور ان کی ساعی حسنہ کو قبول فرمائے۔ آمین

حب صحابہ رحمۃ اللہ — بغض صحابہ لعنت اللہ

سلام عقیدت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیلئے جنہوں نے محمد رسول اللہ ﷺ پر اپنا سب کچھ قربان کر دیا
نذر شہداء کاروان ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم پر جنہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اپنا سب کچھ قربان کر دیا

ہم
امیر عزیمت، امیر کاروان ناموس صحابہ، شیر اسلام
مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

امیر کارواں، قائد تحریک انقلاب، جانشین شہداء، قائدین
حضرت مولانا محمد احمد لدھیانوی
اور ان کے رفقاء و معاونین پر مکمل اعتماد کا اظہار کرتے ہیں

امیر عزیمت شہید کی یاد میں خصوصی اشاعت کے اہتمام پر
ماہنامہ سرخرو کی انتظامیہ کو
سال خراج عقیدت
پیش کرتے ہیں

شہید ناموس صحابہ حضرت مولانا ایثار القاسمی رحمۃ اللہ علیہ ایم این اے
شہید ملت اسلامیہ حضرت علامہ ضیاء الرحمن فاروقی رحمۃ اللہ علیہ
شہید ناموس صحابہ حضرت مولانا محمد اعظم طارق رحمۃ اللہ علیہ ایم این اے
حمیۃ الامت ضیغم اسلام علامہ علی شیر حیدری شہید رحمۃ اللہ علیہ

اور ان کے باوفا جانشینوں
کی عظمت کو سلام پیش کرتے ہیں

من جانب
شہباز کھسہ محل
محمد شہباز جوسیہ
نزد گورنمنٹ بوائز ہائی سکول کہروڑ پکا
0306 7727211

محمد نبی رحمۃ اللہ علیہ — یا اللہ مدد — صحابہ رضی اللہ عنہم

حب صحابہ رحمت اللہ

بغض صحابہ لعنت اللہ

ہو رزمِ کفر و حق تو بدر ہے نمازِ زندگی
خمینیت ہو سامنے تو حق نواز زندگی

ہم

امیر عزیمت، امیر کاروانِ ناموسِ صحابہؓ، شیر اسلام

مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

اور ان کے جانشین

شہید ناموس صحابہ رضی اللہ عنہ — ایثار القاسمی رحمۃ اللہ علیہ — ایم این اے

شہید ملت اسلامیہ رضی اللہ عنہ — علامہ ضیاء الرحمن فاروقی رضی اللہ عنہ

شہید ناموس صحابہ رضی اللہ عنہ — مولانا حضرت محمد اعظم طارق رضی اللہ عنہ — ایم این اے

حسام الامت سیف اسلام — علامہ شہید علی شیر حیدری رضی اللہ عنہ

اور دیگر سینکڑوں شہداء کارکنان کی عظمت کو سلامِ عقیدت پیش کرتے ہیں

امیر کارواں، قافلہ سنی انقلاب — مولانا حضرت محمد احمد لدھیانوی صاحب حفظہ اللہ

سرپرست قافلہ حق — حضرت خلیفہ عبدالقیوم صاحب حفظہ اللہ

شاہین اہل سنت — جناب ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں صاحب حفظہ اللہ

کی قیادت پر مکمل اعتماد کے ساتھ ان کی خدمات کو

خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے تحریک ناموسِ صحابہ کی کامیابی کے لئے دعا گو ہیں

کارکنانِ اہل سنت والجماعت کراچی ڈویژن

شیخ الاسلام حافظ الحدیث والقرآن

حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی نور اللہ مرقدہٗ..... اور امیر عزیمت، شہیدِ ناموسِ صحابہ مولانا حق نواز جھنگویؒ

حضرت مولانا مفتی حبیب الرحمٰن درخواستی صاحب زید مجدہٗ
جامعہ عبداللہ بن مسعود خان پور

سنت اللہ ہے کہ وہ اپنے دین کی سربلندی وحفاظت کے لئے جس سے چاہتے ہیں کام لے لیتے ہیں۔ کبھی بڑے مقرب عالم سے، کبھی مجاہد کبیر سے، کبھی کسی عظیم بادشاہ سے اور کبھی کسی طالب علم اور ادنیٰ سے خادم ورضا کار سے۔ یعنی کبھی خوش نصیب، مشہور ومعروف شخصیت سے اور کبھی خوش بخت گمنام بندے سے۔

خمینی ایران سے للکارا..... پاکستان کو مسلمان کرنا ہے..... یعنی پاکستان جو اہل سنت والجماعت کا ملک ہے اس کی سنی اکثریت کو عقائد ونظریات کے میدان میں فتح کرنا ہے..... پاکستان میں بھی ایک آواز اور شور اٹھنے لگا کہ پاکستان کو درست کرنے کے لئے ایک خمینی چاہئے۔ ادھر اس سازش کو عملی جامہ پہنانے کے عمل کا آغاز ہو چکا۔ ایران سے آنے والے اسلحہ سے بھرے ہوئے ٹرک بلوچستان میں پکڑے گئے۔ میڈیا میں خبریں نشر ہو رہی تھیں..... اور پھر اسلحہ کے ٹرک پکڑنے والے پولیس افسر کا ایسا عبرتناک حشر کر دیا گیا کہ آئندہ کسی پاکستانی پولیس افسر کو کسی قسم کی کاروائی کرنے کا حوصلہ نہ رہے..... تو اللہ تعالیٰ نے پاکستان اور پاکستانی سُنی، اور اہل سنت والجماعت کے عقائد کی حفاظت کے لئے ایک گمنام، امام مسجد، نوجوان عالم سے کام لینے کا فیصلہ فرمایا۔ یہ نوجوان عالم کون ہے؟..... بڑی معروف جماعت کا لیڈر..... کسی معروف علمی روحانی شخصیت کا صاحبزادہ کسی بڑے جامعہ کا مہتمم..... کوئی بڑا تاجر سیٹھ یا وزیر وبادشاہ..... نہیں، نہیں..... ایک غریب مسکین چھوٹا مولوی..... اللہ تعالیٰ نے اس کو اتنے بڑے کام کے لئے منتخب فرمایا۔ جو اس وقت بہت چھوٹا مولوی صاحب ہے، جب اس سے دینِ اسلام، عظمتِ صحابہ کے تقدس وناموس کا عظیم الشان کام لیا گیا تو پھر دنیا میں اس کے نام کی بھی دھوم مچ گئی۔ پھر دنیا اس کو امیر عزیمت کے لقب سے پکارتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ بطور انعام اس کو شہادت کا درجہ عطا فرما دیتے ہیں۔ گویا خلاقِ کائنات نے اعلان فرما دیا: جو میرے کلمہ کو بلند کرتا ہے میں اس کو بلند کر دیتا ہوں۔ یہ ہیں امیر عزیمتؒ..... لاکھوں اہل سنت کے دلوں کی آواز، شہیدِ ناموسِ صحابہ مولانا حق نواز جھنگوی رحمہ اللہ۔

یادِ رفتگاں کے طور پر ایک واقعہ ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ ایک وقت ایسا آیا کہ امیر عزیمت اپنی ایک سیاسی جماعت سے مایوس اور پریشان ہو گئے اور وہ سخت اُداس تھے کہ اس سیاسی وابستگی کے دوران شیخ الاسلام، حجۃ اللہ فی الارض، حافظ الحدیث والقرآن حضرت درخواستی نور اللہ مرقدہٗ سے قدرے دوری سی ہو گئی تھی لیکن اب شدت سے احساس ہوا کہ حضرت درخواستی سے محبت کا رشتہ قائم ہو جائے۔

ایک دن فقیر درسگاہ میں سبق پڑھا رہا تھا کہ امت اسلامیہ کے عظیم خطیب حضرت مولانا عبدالشکور دین پوری رحمہ اللہ کا پیغام آیا کہ فوراً میرے گھر آ جاؤ۔ مجھے کچھ تاخیر ہوئی تو دوبارہ پیغام پہنچا کہ جلدی آؤ۔ حضرت دین پوری رحمہ اللہ اکثر مشورہ کے لئے بلایا کرتے تھے لیکن اتنی جلدی نہیں ہوا کرتی تھی۔ آج بلانے کا انداز کچھ عجیب تھا۔ بہر حال فقیر حاضر ہو گیا۔ حضرت دین پوری نے فرمایا کہ مولانا حق نواز جھنگوی آئے ہیں، میری بیٹھک میں بیٹھے ہیں۔ مولانا حق نواز میرا بیٹا اور عزیز ہے پیارا ہے، دین کا کام کر رہا ہے، وہ چاہتا ہے کہ کسی طرح حضرت درخواستی سے شفقت بھری ملاقات کی کوئی صورت بن جائے۔ بس حضرت درخواستی مجھ سے راضی ہو جائیں۔ زندگی کا پتہ نہیں، اگر میں حضرت حافظ الحدیث کو راضی کئے بغیر دنیا سے چلا گیا تو میں اس کو اپنے لئے.....وغیرہ وغیرہ

اسی طرح باتیں کرتے ہم دونوں بیٹھک میں آ گئے، جہاں مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ بیٹھے تھے۔ ملاقات، مختصر حال احوال، پھر آنے کا مقصد ذکر ہوا، فقیر نے عرض کیا کہ کوشش کرتے ہیں انشاء اللہ۔ آپ کی مراد پوری ہو جائے گی۔ بندۂ فقیر امام المحدثین حافظ الحدیث والقرآن شیخ الاسلام حضرت درخواستی (نانا جان) نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے فرمایا پڑھائی کے وقت میں کیسے آ گئے ہو؟.....تو تقریباً ایک گھنٹہ میں حضرت رحمہ اللہ کے پاؤں دباتا رہا اور حکمت سے بالآخر اپنا مقصد ذکر کر دیا۔ اس دوران انہوں نے کیا کیا ارشاد فرمایا اور بندہ کس طرح ادب و نیازمندی سے جواب عرض کرتا رہا، اس کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ خلاصہ یہ کہ بہر حال حضرت درخواستی رحمہ اللہ نے اجازت فرما دی اور فرمایا اس کو لے آؤ۔ تو میں مولانا حق نواز جھنگویؒ کو لے آیا۔ بس پھر یہ منظر عجیب تھا حضرت رحمہ اللہ نے مولانا کو گلے لگا لیا۔ اور مولانا حق نواز تھے کہ خوب رو رہے تھے۔ اتنے روئے کہ ہچکیاں بندھ گئیں اور شفقتوں کا ابر کرم حضرت درخواستی تھے، مولانا کے منہ میں کبھی ماءِ زمزم اور کبھی مدینہ منورہ کی کھجوریں دے رہے تھے اور ہاتھ سے لکھ کر تعویذ دیا اور کچھ وظائف بھی۔ حضرت سے اجازت لے کر ہم آ رہے تھے، مولانا دین پوری ہماری انتظار میں تھے۔ مولانا حق نوازؒ، مولانا دین پوریؒ کو دیکھتے ہی ان سے لپٹ گئے اور رو رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ مجھے تو بہت ڈرایا گیا تھا کہ حضرت درخواستی بہت سخت ہیں۔ خدا کی قسم کرۂ ارض پر میں نے حضرت درخواستی جیسا شفقت والا کوئی عالم اور کوئی پیر و بزرگ نہیں دیکھا۔

یہ ہے وہ واقعہ اور وہ محبت کا سلسلہ جو قائم ہوا تو آخر تک قائم و دائم جاری رہا۔ مولانا حق نواز جھنگوی کی بہت جلدی شہادت ہو گئی اور حضرت شیخ الاسلام حافظ الحدیث والقرآن حضرت درخواستی رحمہ اللہ ان کی نماز جنازہ پڑھا رہے تھے اور رو رو کر فرما رہے تھے کہ حق نواز کے جانے پر تو اللہ کا آسمان بھی رو رہا ہے۔ فقیر کی دعا ہے اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں بھی راہِ حق کی شہادت نصیب فرمائے آمین

عظیم حق گو

تحریر: حضرت اقدس مفتی جمیل احمد خان شہیدؒ

روزنامہ جنگ ۳/مارچ ۱۹۹۰ء

۲۵/رجب ۱۴۱۰ھ مطابق ۲۲/فروری ۱۹۹۰ء رات ۸ بجے مولانا حق نواز جھنگوی اپنے گھر سے باہر نکل رہے تھے کہ اچانک ان پر پستول سے فائرنگ ہوئی اور چھ کی چھ گولیاں مولانا جھنگوی کے جسم میں پیوست ہوئیں اور مولانا مرحوم اسی لمحہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے اور اپنی دیرینہ خواہش کے مطابق عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین پر جان نچھاور کر کے شہادت کے عظیم مرتبہ پر فائز ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مولانا حق نواز جھنگوی سپاہ صحابہ کے سرپرست اعلیٰ، جمعیت علماء اسلام فضل الرحمٰن گروپ پنجاب کے نائب امیر، جامعہ محمودیہ کے مہتمم اعلیٰ، متحدہ علماء کونسل کی سپریم کونسل کے رکن، متحدہ سنی محاذ کے رہنما اور اہل سنت والجماعت کے عظیم اسکالر وخطیب تھے۔ تمام زندگی مولانا جھنگویؒ کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ خصوصاً عقیدۂ ختم نبوت کی ترویج اور تحفظ عظمت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں گزری، کامیاب زندگی کا مسافر کامیابی کی سند حیات لے کر خلیفۂ ثانی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سنت کی یاد تازہ کرتے ہوئے محبوب رب العالمین کے دربار میں پہنچ گئے۔

ایسے ہی لوگوں کے لئے قرآن مجید کا فرمان ہے: ''یہی لوگ ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ کامیابی پر ہیں۔'' انہی لوگوں کے بارے میں ارشاد ربانی ہے: ''اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور یہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں۔'' شہادت کا درس دیتے دیتے شہادت کے مرتبہ پر فائز ہو کر علماء حق کا سر فخر سے بلند کر دیا۔ جان قربان کر دی لیکن عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم بیان کرنا ترک نہیں کیا۔

مولانا حق نواز جھنگوی کی الم ناک شہادت کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پورے ملک میں پھیل گئی، مولانا مرحوم کے لاکھوں مداحین پر یہ خبر بجلی بن کر گری۔ پورا جھنگ شہر سڑکوں پر نکل آیا اور چند ہی لمحوں میں پورا جھنگ شہر ہنگاموں کی لپیٹ میں آ گیا۔ شہر میں کرفیو نافذ کر دیا گیا۔

پورے ملک میں جمعیت علماء اسلام، سپاہ صحابہ، متحدہ علماء کونسل، متحدہ سنی محاذ، سواد اعظم اہل سنت پاکستان، تمام دینی مدارس، اہل سنت عوام سوگوار ہو گئے ہر شخص اس خبر پر افسردہ اور سراپا احتجاج بنا ہوا تھا، ہر شخص کی زبان پر ایک ہی سوال تھا۔

مولانا حق نواز جھنگوی کس جرم کے پاداش میں شہید کیے گئے؟ حکومت پنجاب اور وفاقی حکومت حرکت میں آ گئی، دستور کے مطابق تفتیشی کارروائیاں شروع ہو گئیں، لوگوں کو بہلانے اور صبر و تحمل کا مظاہرہ کرنے کے بیانات کا لامتناہی سلسلہ شروع ہو گیا۔ وزیر اعلیٰ پنجاب نواز شریف نے فوری تعزیتی بیان جاری کیا اور متعلقہ محکموں کو ہدایت کی کہ وہ فوری طور پر قاتلوں کو گرفتار کریں۔

مولانا حق نواز جھنگوی موجودہ دور میں ایک انسان یا ایک عالم نہیں ایک جماعت اور ایک انجمن کی حیثیت رکھتے تھے۔ حجاج بن یوسف نے اپنے دور میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو شہید کیا۔ ان میں عظیم تابعی حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کو بھی شہید کر دیا گیا، وہ اپنے وقت کے علماء میں سب سے بڑے عالم تھے۔

مولانا حق نواز جھنگوی پر دشمن کی طرف سے یہ ان پر پہلا حملہ نہیں تھا اس سے پہلے کئی حملے ان پر ہوئے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت فرمائی۔ یہ حملے ان کو اپنے مشن سے نہ روک سکے۔ عظمت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیان کرنے سے باز نہ رکھ سکے، ہر قاتلانہ حملہ ان کے لئے مہمیز کا کام دیتا رہا۔ ہر دفعہ جان بچ جانا اُن کی حوصلہ افزائی کا باعث تھا۔

وہ اپنی ہر تقریر میں ببانگ دہل فرماتے ''حق نواز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا پیروکار ہے، ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اگر کفار مکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت سے نہ روک سکے تو ان کے غلام حق نواز کو کون اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے جان نثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت بیان کرنے سے روک سکتا ہے۔

مولانا حق نواز جھنگوی ۱۹۵۸ء میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم جھنگ میں ہی حاصل کی۔ درسِ نظامی کی تعلیم کیلئے مشہور مدرسہ دارالعلوم کبیر والا تشریف لے گئے۔ دارالعلوم کبیر والا میں آپ نے تفسیر قرآن، عربی ادب، صرف و نحو، بلاغت، منطق و فلسفہ، فقہ اصول فقہ اور احادیث نبویہ کی ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ مشکوٰۃ شریف کی تکمیل کے بعد آپ احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلیٰ تعلیم کے لئے جامعہ خیر المدارس ملتان تشریف لے گئے۔ جامعہ خیر المدارس میں مشہور محدث مولانا محمد شریف کشمیری اور مفتی مولانا محمد صدیق صاحب سے حدیث کی تعلیم حاصل کر کے ممتاز نمبروں سے کامیابی حاصل کی اور دستار فضیلت سے مشرف ہوئے۔ طالب علمی کے زمانہ ہی سے باطل اور لادین قوتوں سے آپ مناظرہ کرتے تھے، اس لئے دیگر مذاہب باطلہ کے خلاف حصول تعلیم کے لئے مولانا عبدالستار تونسوی اور مولانا دوست محمد قریشیؒ کے پاس تشریف لے گئے اور مناظرہ کی تعلیم حاصل کی۔

تعلیم سے فراغت کے بعد وہ اپنے علاقہ جھنگ تشریف لے آئے اور وہاں دینی خدمت شروع کر دی، ان کا خاص موضوع ختم نبوت اور عظمت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھا، اس لئے پورے ملک میں آپ اس موضوع پر خاص خطیب تسلیم کئے جاتے اور جس جگہ مخالفین عقیدۂ ختم نبوت اور مخالفین عظمت صحابہ کی ریشہ دوانیاں ہوتیں، آپ کو خاص طور پر مدعو کیا جاتا۔ ۱۹۸۲ء میں آپ نے جھنگ میں ایک اسلامی یونیورسٹی کی ضرورت محسوس کی اور ''جامعہ محمودیہ'' کے نام سے ایک عظیم الشان ادارہ قائم کیا۔ علوم دینیہ کی اشاعت میں لگ گئے۔ سینکڑوں طالب علم ۱۹۸۲ء سے اس ادارہ میں تفسیر قرآن، حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، فقہ، ادب، بلاغت کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں اس کے علاوہ علامہ جھنگوی کے ذوق کے مطابق عظمت صحابہ کے موضوع پر مناظرہ کی خصوصی تربیت بھی دی جاتی ہے۔

CamScanner

مولانا کی برکت سے آج عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم پر نوجوان جان نچھاور کرتے نظر آتے ہیں۔ مولانا مرحوم نے اس مشن کا آغاز تو فرمادیا لیکن اس مشن کے آغاز کے ساتھ ہی ان پر مصائب اور تکالیف کا باب کھل گیا۔ انہیں ہر ممکن طور پر مخالفین نے روکنے کی کوششیں شروع کردیں۔ مختلف مواقع پر ان پر قاتلانہ حملے ہوئے۔ انتظامیہ کو ان کے خلاف ورغلایا گیا۔ ان پر جھوٹے مقدمات قائم کیے گئے۔ ان کو اور ان کے ساتھیوں پر جیلوں کے دروازے کھل گئے، گذشتہ تین سال تو ان کی زندگی کے سخت ترین مصائب اور آزمائش کے سال تھے ان کو کئی مرتبہ تھانوں اور جیلوں میں تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ کئی کئی راتیں آپ کو تھانے میں الٹا لٹکا کر پولیس نے ان کو لٹھوں سے مارا، برف کی سلوں پر ان کو لٹایا گیا۔ ان کے سامنے ان کے نوجوان کارکنوں کو شہید کیا گیا۔ لیکن یہ تمام مصائب مولانا کی حق گوئی کو ختم نہ کرسکے، دشمن نے آپ کو قتل کرنا ہی اس کا حل سمجھا اور ان کے قتل کی سازشیں تیار ہونے لگیں۔ بعض غیر ملکی طاقتیں بھی ان کے اس قتل کی سازش میں برابر کی شریک تھیں۔ خاص طور پر جب کچھ ملزمان گرفتار کیے گئے تو یہ خیال اور بھی زیادہ پختہ ہوگیا ہے۔

حکومت پنجاب نے فوری طور پر مولانا جھنگوی کے قتل میں مبینہ طور پر ملوث چار افراد کو گرفتار کرکے اس اندیشے کے پیش نظر کہ سپاہ صحابہ کے کارکن انہیں کوئی نقصان نہ پہنچادیں لاہور منتقل کردیے ہیں۔ جمعیت علمائے اسلام کے حافظ حسین احمد نے اپنے ذومعنی بیان میں کہا ہے کہ مولانا جھنگوی کے قتل کے پس منظر اور ان کے حقیقی قاتلوں کو سامنے لایا جائے۔ اس بات کو تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کے سربراہ ساجد نقوی نے یوں آگے بڑھایا ہے کہ چاروں افراد کو پولیس نے گرفتار نہیں کیا بلکہ انہوں نے خود انہیں پولیس کے حوالے کیا ہے کیونکہ ایف آئی آر میں ان کے نام لکھوائے گئے تھے۔ یہ سوال بھی اہمیت کا حامل ہے کہ یہ ایف آئی آر کس نے لکھوائی ہے؟ کیا سپاہ صحابہ کے عہدیداروں نے متفقہ طور پر ایف آئی آر لکھوائی ہے؟ کیا ملزموں کے نام کس نے دیے ہیں؟ یہ وہ سوالات اور خیالات ہیں جو اب تک مولانا جھنگوی کے قتل کے سلسلے میں سامنے آئے ہیں۔ اصل محرکات تو پوری تفتیش کے بعد ہی سامنے آئیں گے بشرطیکہ ماضی کی طرح اور علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید کی طرح یہ قتل کیس بھی تاریکیوں کی اتھاہ گہرائیوں میں نہ پھینک دیا جائے۔ سپاہ صحابہ کے کارکنوں، مولانا کے مداحوں اور علماء کی جماعتوں کا احتجاج پورے ملک میں تادم تحریر جاری ہے۔ جھنگ شہر ابھی تک متاثر و سوگوار ہے۔ ایک دوسرے پر حملے جاری ہیں۔ ساجد نقوی نے ایک پریس کانفرنس میں کہا ہے کہ ان کے فرقہ کے لوگوں پر مسلسل حملے ہورہے ہیں۔ انہوں نے اب تک صبر و تحمل سے کام لیا ہے، وہ لوگوں کی املاک پر حملے کے قائل نہیں ہیں۔ دوسری طرف سپاہ صحابہ نے ۱۶ مارچ تک ملزمان کو پھانسی دینے کا مطالبہ کیا ہے۔ ملک بھر میں ہڑتالوں اور احتجاج کا سلسلہ کہیں نہ کہیں روزانہ ہورہا ہے۔ ایک سوال یہ بھی پیدا ہوچکا ہے کہ سپاہ صحابہ کی قیادت اب کون کرے گا؟ مولانا جھنگوی کی زندگی میں شاید مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی ہی دوسرے درجے کے مقرر و مبلغ تھے، لیکن وہ کمانڈر تو بن سکتے ہیں مگر کمانڈر انچیف نہیں۔ قیادت کا فقدان منظم سپاہ صحابہ کو ٹوٹ پھوٹ کا شکار بھی کرسکتا ہے۔ بہرحال مولانا جھنگوی کی شہادت کے بعد سپاہ صحابہ کو تدبر اور معاملہ فہمی سے کام لینا ہوگا۔ ان عناصر سے چوکس رہنا ہوگا جو اس قتل کی آڑ میں بدامنی پھیلانا چاہتے ہیں یا بے گناہ شہریوں کی زندگیوں سے کھیلنا چاہتے ہیں۔ ان کو اپنی گرفت مضبوط رکھنا ہوگی تاکہ مولانا جھنگوی کے قاتل چھپ یا بچ نہ سکیں اور اصل طاقت کا سراغ بھی مل جائے۔

CamScanner

محمد شبیر — حب صحابہؓ رحمۃ اللہ — یا اللہ مدد — بغض صحابہؓ لعنت اللہ — صحابہؓ پہ سب

اخلاق ہے اسلام کا اک جزوِ مسلّم بڑھ جائے اگر بات تو پھر اُحد و بدر ہے
ہو عظمتِ اصحابؓ کو گر خدشہ تو اسلام ایثارؓ کا ایثار ہے جھنگویؒ کا جگر ہے

ہم

امیر عزیمت، امیر کاروانِ ناموسِ صحابہؓ، شیرِ اسلام

مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

اور ان کے جانشین

ایثار القاسمی رضی اللہ عنہ — شہید ناموسِ صحابہؓ — ایم این اے

ضیاء الرحمن فاروقی رضی اللہ عنہ — شہید ملتِ اسلامیہ — علامہ

مولانا محمد اعظم طارق رضی اللہ عنہ — شہید ناموسِ صحابہؓ — ایم این اے

علامہ علی شیر حیدری رضی اللہ عنہ — شہید — سپہ سالار ملتِ اسلام

اور دیگر سینکڑوں شہداء کارکنان کی عظمت کو سلامِ عقیدت پیش کرتے ہیں

امیر کارواں، قائد کی انتخاب — حضرت مولانا محمد احمد صاحب لدھیانوی حفظہ اللہ

سرپرست قافلہ حق — حضرت خلیفہ عبدالقیوم صاحب حفظہ اللہ

شاہین اہل سنت — جناب ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں صاحب حفظہ اللہ

کی قیادت پر مکمل اعتماد کے ساتھ ان کی خدمات کو

خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے تحریک ناموسِ صحابہ کی کامیابی کے لئے دعا گو ہیں

اہل سنت والجماعت تاجے والا

تحصیل جلالپور پیروالا ضلع ملتان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امیر عزیمت شیر اسلام مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

خصوصی اشاعت

تیسرا باب

امیر عزیمت شہید رحمۃ اللہ علیہ

اپنے جانشینوں، تنظیمی قائدین اور رفقاء کار کی نظر میں

سالنامہ سرخرو

مولانا حق نواز، خدائی آواز

خطیب پاکستان حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ

میں 56ء میں قاسم العلوم ملتان سے فارغ ہوا۔ اس وقت تبلیغی پلیٹ فارم پر تنظیم اہل سنت پاکستان کے قد آور بلند پایہ اور علم وخطابت کے درخشندہ وتابندہ ستاروں کا راج تھا۔

حضرت مولانا نور الحسن شاہ صاحب بخاری، مولانا قاری لطف اللہ صاحب، مولانا دوست محمد قریشی، مولانا عبدالستار صاحب تونسوی، مولانا قائم الدین صاحب علی پوری، مولانا حافظ عطاء اللہ صاحب، مولانا غلام قادر صاحب ملتانی جیسے علماء وخطباء اپنی خطابت، اپنے علم کا جادو جگائے ہوئے تھے۔

ان کا موضوع اور عنوان، مسئلہ توحید اور مناقب صحابہؓ ہوتا تھا۔ میری ذہن سازی ان بزرگوں کی صحبت اور تربیت سے ہوئی۔ میرے ذہن پر اللہ تعالیٰ کی توحید اور عظمت رسالتؐ وعظمت اصحابؓ رسول کا نقش انہی کی تقریروں سے ہوا۔ اس وقت سپاہ صحابہؓ کے قائدین یا تو پیدا ہی نہیں ہوئے تھے اور اگر ہوئے تھے تو انگلی پکڑ کر سیکھ رہے ہوں گے۔ یہ تقریباً 1956ء کی بات ہے۔ میری زندگی کی زیادہ تر وابستگی علمائے تنظیم اہل سنت سے رہی ہے اس لئے رفض سے نفرت میرے انگ انگ میں شامل ہے۔

میں نے الحمدللہ رفض کی ضلالتوں کے خلاف پاکستان میں بھرپور کام کیا ہے۔ اس وقت اس کی تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔ مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ نے بھی تنظیم اہل سنت کے اکابر سے استفادہ کیا ہے۔ ان کا ذہن بھی فطری طور پر شرک اور رفض کا دشمن تھا اس لئے انہوں نے بھی اپنے کام کا آغاز تردید شرک وبدعت اور رفض کے خلاف جہاد سے کیا۔

مولانا جھنگوی کو جو ماحول میسر آیا وہ رفض زدہ تھا اور شیعہ وڈیرہ اس علاقے پر سیاسی بالادستی قائم رکھنے کے لئے سنی کو ہمیشہ اپنا مزارع بنائے رکھتا تھا۔ اصحاب رسولؐ کی توہین شیعہ زمیندار اور وڈیرے کی محبوب غذا تھی۔ اس ماحول کا لازمی نتیجہ تھا کہ اس سرزمین میں کوئی حق نواز جنم لیتا اور وہ اس دھرتی پر اصحاب رسولؐ کے دشمنوں کو سبق سکھاتا۔

الحمدللہ یہ کام مولانا حق نواز جھنگوی نے نہایت جرأت اور بہادری سے سرانجام دیا۔ میرے نزدیک مولانا حق نواز جھنگوی اسی لئے خراج تحسین کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اس سنگلاخ وادی میں اپنی عزیمت اور جرأت سے عظمت اصحاب

رسول کی فصل تیار کی اور اس کے بیج پوری دنیا میں تقسیم ہوئے۔ اب ایک ایک شہر اور بستی میں یہ فصل بیجی جا رہی ہے۔

مولانا حق نواز جھنگوی پر میں نے مستقل ایک کتاب لکھ دی ہے جو چھپ کر مارکیٹ میں آ گئی ہے۔ اس کتاب میں تاریخی حوالوں سے اس سنگلاخ وادی کا تذکرہ آیا ہے اور مولانا حق نواز نے جو کارنامے سرانجام دیئے اس کا تذکرہ تفصیل سے آ گیا ہے۔ مولانا کے سلسلہ میں میرے تمام خیالات وہاں دیکھے جا سکتے ہیں۔ مولانا حق نواز جھنگوی عمر سے مجھ سے بہت چھوٹے تھے مگر کام میں مجھ سے بہت آگے نکل گئے میرے ان جملوں سے اگرچہ ایک حلقہ مجھے کوستا رہتا ہے کہ تم مولانا کو اپنے سے بڑا کیوں کہتے ہو! میں ان کو بھی یہی جواب دیتا ہوں کہ مخلص وہی ہوتا ہے جس کی سوچ کا یہ پیمانہ ہو کہ اصل عظمت تو کام کی عظمتوں کی نسبت سے قائم ہوتی ہے۔

ہم نے بھی عظمت اصحاب رسولؐ کے لئے کام کیا اور مولانا حق نواز نے بھی اسی موضوع کو آگے بڑھایا۔ مولانا حق نواز نے ہم سے آگے بڑھ کر شیعہ کے کفر کو عوام کی زبان پر جاری کر دیا اور شیعہ کافر کا نعرہ پوری سنی قوم کا نعرہ بنا دیا جو مستقل تحریک کی شکل اختیار کر گیا جو کام علماء نے سالوں میں کیا اور کتابوں کے صفحات کے صفحات دلائل سے مزین کر دیئے مولانا حق نواز جھنگوی نے علماء کرام کے رفض کے خلاف جذبات اور فتاویٰ کو سینوں میں عوامی نعرہ بنا دیا جو پوری سنی قوم کی زبان پر جاری ہو گیا۔ اس نعرے کا یہ فائدہ ہوا کہ اب شیعہ نے صحابہ کرامؓ کے خلاف بھونکنے میں پسپائی اختیار کر لی ہے اور وہ یہ کہتے ہوئے سنائی دینے لگے ہیں کہ ہم صحابہؓ کو گالی نہیں دیتے بلکہ تعظیم کرتے ہیں۔ مولانا حق نواز خدائی آواز تھے۔ اب یہ آواز بلند سے بلند تر ہوتی جائے گی۔ انشاء اللہ رفض اور حکومت کا کوئی طوفان بھی اس طوفان کو دبا بھی نہیں سکتا اور روک بھی نہیں سکتا۔

مولانا حق نواز شہیدؒ نے جب سپاہ صحابہؓ کی تشکیل کی اس وقت ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ سپاہ صحابہؓ اس قدر شہرت کی بلندیوں پر پہنچ جائے گی کہ پورے ملک میں اس کا غلغلہ اور شہرہ ہوگا۔

سپاہ صحابہؓ کی مقبولیت میں مولانا حق نواز جھنگویؒ، یوسف مجاہد، شیخ حاکم علی، اشفاق اقبال صدیقی اور ان ابتدائی نوجوانوں کی بے مثال قربانیوں اور ان ابتدائی نوجوانوں کی بے مثال قربانیاں اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنے والے نوجوانوں کا بڑا دخل ہے جنہوں نے ہر مصیبت کو خندہ پیشانی سے برداشت کر کے عظمت اصحاب رسولؐ کے پرچم کو بلند رکھا۔

مولانا حق نواز نے جماعت کو زندہ و جاوید بنا دیا اور وہ دل و جان سے چاہتے تھے کہ ملک بھر کے نامور علماء اور خطیب ان کے ہمراہ چلیں ان کے مشن کو آگے بڑھانے میں ان کا ساتھ دیں مگر مولانا حق نواز نے جس جرأت و عزیمت کا راستہ اختیار کیا تھا اس کو اختیار کرنا ہر عالم، خطیب، مقرر اور واعظ کے بس کی بات نہ تھا۔

یہی وجہ تھی کہ پورے ملک کے مقررین میں سے صرف مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی نے مولانا کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا یا مولانا ایثار القاسمی آپ کے ہم رکاب ہوئے۔ مولانا فاروقی اس وقت ملک گیر شہرت رکھتے تھے اور قاری ایثار القاسمی گلشن کی کلی تھے جو ابھی کھلنا چاہتی تھی گویا کہ دو مقرر تھے جنہوں نے مولانا حق نواز کا ساتھ دینے کی حامی بھری باقی انا للہ وانا الیہ راجعون ہو گئے۔

مولانا حق نواز کو میرے ساتھ محبت تھی اور وہ میرا دینی خدمات کی وجہ سے بہت ہی احترام کرتے تھے۔ میرے پاس برابر آتے تھے اور مجھے کہا کرتے تھے اور یہ کہ سپاہ صحابہؓ ایک نوجوان کی جماعت ہے۔ اس کی باقاعدہ سرپرستی کیجئے۔ میں مولانا سے ہمیشہ یہ کہتا تھا کہ سرپرستی آپ فرما ہی رہے ہیں چونکہ میں سپاہ صحابہؓ کے مشن کو جو وہ اصحاب رسولؐ کی عزت وعظمت کے تحفظ کے لئے کر رہے ہیں صحیح سمجھتا ہوں اس لئے میری تمام تر ہمدردیاں آپ کے اور سپاہ صحابہؓ کے ساتھ ہیں اور میں انشاء اللہ اس سلسلہ میں دامے درمے سخنے ہر طرح صحابہ کرامؓ کی عزت کے لئے ہر طرح آپ کا معاون اور ہمدرد رہوں گا۔

مولانا حق نواز شہیدؒ پر جب کوئی بھی امتحان آیا، قید وبند کی تکلیفیں آئیں، مقدمات بنے، حکومت نے انہیں تشدد کا نشانہ بنایا۔ الحمدللہ میں نے ہر آڑے وقت میں مولانا حق نواز کا ساتھ دیا اور کوئی امتحان ایسا نہیں آیا جس میں میں نے ان کا ہاتھ نہ بٹایا ہو بلکہ بعض اوقات تو رضا کاروں کی طرح ان کی خدمات کرتا رہا ہوں۔ مولانا حق نواز کی شہادت کے بعد پوری جماعت کے ذمہ داروں نے مجھے جماعت کا سرپرست بنانا چاہا اور ایک بند کمرے میں پوری قوت اور بھرپور محبت وخلوص سے مجھے اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کی کہ میں جماعت کا سرپرست بن جاؤں مگر میں نے پورے خلوص سے معذرت کر کے ان کو یقین دلایا کہ مولانا حق نواز شہیدؒ کی شہادت کے بعد بھی میرے تعاون کا سلسلہ برابر آپ کے ساتھ رہے گا۔

لیکن اب اس میں صرف اس قدر فرق ہوگا کہ مولانا حق نواز جو فیصلہ کرتے تھے میں ان پر مکمل اعتماد کرتے ہوئے اس کی تائید وتوثیق کرتا تھا۔ لیکن اب جو فیصلہ آپ حضرات کریں گے میں اس کی تائید وتوثیق کرنے سے پہلے سمجھنے کی کوشش کروں گا۔ اگر فیصلہ درست ہوا تو تائید کروں گا اور اگر فیصلہ درست نہ ہوا تو دلائل سے اپنا موقف بیان کر کے نیک نیتی سے اس فیصلے کو صحیح سمت دینے کی کوشش کروں گا۔ بلا سوچے سمجھے توثیق وتائید نہیں۔ آج تک میرا یہی معمول ہے۔ کوئی دن ایسا نہیں ہے جس میں سپاہ صحابہؓ کی دینی تحریک کی توثیق وتائید نہ کی ہو۔ رستہ یہ ضرور اچھا ہے اور چاہوں گا کہ سپاہ صحابہؓ کے نوجوانوں کو شتر بے مہار نہیں ہونا چاہئے بلکہ اپنی جماعت کے جماعتی فیصلوں کی پابندی کرنی چاہئے اور قانون کو ہاتھ میں نہیں لینا چاہئے۔ تشدد کا راستہ اختیار نہیں کرنا چاہئے۔ اخلاقی، قانونی، اسلامی قدروں کی حدود میں رہتے ہوئے عظمت اصحاب رسولؐ کے تحفظ اور شیعہ جارحیت کا مقابلہ کرنا چاہئے۔

شیعہ اس وقت اکیلا نہیں ہے۔ اس کی پشت پر ایران ہے۔ پاکستان کا شیعہ زمیندار اور وڈیرا ہے۔ پھر حکومت میں شیعہ کلیدی آسامیوں پر غاصبانہ قبضہ جمائے بیٹھے ہیں۔ وہ شیعہ کے ہم نوا ہیں۔ اس لئے شیعہ جارحیت اور اصحاب رسولؐ کے خلاف ان کی دریدہ دہنی روکنے کے لئے تدبر اور ہوش کا دامن تھامنا چاہئے۔

مولانا حق نواز کا مشن انشاء اللہ پورا ہو کر رہے گا۔ ایک دن اسمبلی شیعہ کے کفر پر مہر تصدیق ثبت کر کے رہے گی۔ اگر شیعہ کا یہ فاسد خیال ہے کہ علماء کو قتل کر کے وہ اپنے ناپاک عزائم اور فاسد عقائد کو پاکستان میں پھیلا سکیں گے تو شیعہ کو اپنی یہ غلط فہمی دور کر لینی چاہئے۔ (سوانح حیات مولانا ضیاء القاسمی ص ۲۳۶ تا ۲۴۰)

سپاہ صحابہؓ پریم کونسل کی تشکیل اس لئے ہوئی تھی کہ ملک بھر کی دینی شخصیات، اداروں اور جماعتوں سے رابطے بڑھا

کر سپاہ صحابہؓ کے مشن اور کاز کو متعارف کرایا جائے۔ چنانچہ کونسل کی چیئرمین شپ سنبھالتے ہی میں نے فیصل آباد میں ایک عظیم الشان سنی کنونشن منعقد کرایا جس میں بریلوی مسلک کے علامہ بشیر احمد چشتی اور دیگر کئی علماء اہل حدیث مکتب فکر کے علامہ زبیر احمد ظہیر، مولانا عبدالقادر روپڑی کے فرزند، دیوبندیوں کے مختلف دینی اداروں اور جماعتوں کے سربراہان سمیت سپاہ صحابہؓ کے تمام رہنما شریک ہوئے۔ تقریباً 800 مندوبین کے سامنے ہم نے نہایت شرح وتفصیل کے ساتھ سپاہ صحابہؓ کا مشن بیان کیا۔ چنانچہ تمام شرکاء نے یقین دہانی کروائی کہ پورے ملک میں سپاہ صحابہؓ کے ساتھ مکمل تعاون کیا جائے گا۔ دوسرے نمبر پر اس کنونشن کے بعد انفرادی طور پر ملک بھر کی دینی شخصیات سے ملنے کا فیصلہ کیا اور مختلف زعماء سے ملاقاتیں کیں۔

پیر آف گولڑہ شریف، پیر آف مانکی شریف، پیر آف سیال شریف، مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا عبدالستار خان نیازی، علامہ ساجد میر، مولانا عبدالقادر روپڑی، مولانا معین الدین لکھوی، مولانا فضل الرحمٰن، مولانا سمیع الحق، مولانا حسن جان، قاضی عبداللطیف سابق سینیٹر، مولانا محمد امیر بجلی گھر، مولانا محمد یوسف قریشی، مولانا اشرف علی۔

کراچی سے مولانا اسفندیار، شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان، مفتی محی الدین، مولانا بنوری (مرحوم)، حضرت اقدس خواجہ خان محمد صاحب، سید نفیس الحسینی، مولانا عبدالرحمٰن اشرفی، مولانا محمد یوسف لدھیانوی، مولانا اسعد تھانویؒ غرض کہ ملک بھر کے تمام مشاہیر علماء سے رابطے کئے۔ میں تمام مذکورہ حضرات کے پیچھے دوڑتا پھرا، ابھی کئی نام ایسے ہوں گے جو میرے ذہن میں نہیں آسکے ہوں گے۔ غرض کہ ملک کا کوئی گوشہ ایسا رہا جہاں میں خود سفر کر کے نہ پہنچا ہوں اور اپنے فرائض منصبی ادا نہ کئے ہوں۔ میں نے تمام حضرات سے سپاہ صحابہؓ کی سرپرستی اور عملی معاونت کے لئے درخواست کی اور سب حضرات نے نہایت خوشی کا اظہار کرتے ہوئے تعاون کی یقین دہانی کرائی۔ البتہ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جنہیں اس وقت تک سپاہ صحابہؓ کے نام سے وحشت ہے چنانچہ انہوں نے نہ صرف کسی قسم کی ادنیٰ سے تعاون سے بھی انکار کر دیا بلکہ وہ آج بھی سپاہ صحابہ کو تسلیم نہیں کرتے۔ جس طرح انڈیا پاکستان کو..... اور اسرائیل فلسطین کو تسلیم نہیں کرتا۔ میری ان ملاقاتوں کے دوران بعض حضرات نے سپاہ صحابہؓ کے مشن کو بہت سراہا اور اسے جزو ایمان قرار دیا البتہ طریقہ کار پر اختلاف ظاہر کیا اور اس میں بھی نفرت نہیں بلکہ محبت جھلکتی تھی..... علماء کرام سے اس انداز میں روابط بڑھانا سپریم کونسل کا بنیادی کردار ہے۔

وقتاً فوقتاً سپاہ صحابہؓ پر مصائب کا دور شروع ہوا تب بھی میں نے رابطے نہیں چھوڑے۔ جہاں جب جس سے موقع ملا میں نے اپنی جدوجہد جاری رکھی۔ یہی وجہ ہے کہ تمام جماعتوں کے قائدین علماء کرام اب بھی مجھ سے بہت محبت رکھتے ہیں اور میری بات توجہ سے سنتے ہیں اور سپریم کونسل اب بھی اس مقاصد کے حصول کے لئے کوشاں اور سرگرم ہے۔

مولانا فاروقی شہیدؒ ایک مستقل عنوان ہیں۔ تحریکی زندگی کے آغاز سے ان کی شہادت کے سانحہ تک ان پر جتنے بھی کٹھن مراحل آئے میں نے ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر مولانا کی قانونی واخلاقی اعانت کی بلکہ میری کوششوں سے ان پر فتح عظیم کے دروازے کھل گئے اور مجال ہے کہ کبھی کسی بھی موقع پر ان کی عزت وآبرو پر کوئی حرف آنے دیا ہو۔ گرفتاریوں کی صورت میں میں نے ہمیشہ باوقار طریقے سے اور غیر مشروط طور پر انہیں رہا کروایا۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جون 1987ء میں لیہ کے حادثہ کے دنوں میں فاروقی شہیدؒ پر 70 مقدمے بنائے گئے۔ جن میں قتل کے بھی کچھ مقدمات شامل تھے۔ مولانا فاروقی کو گرفتار کر لیا گیا۔ میں نے رہائی کی کوششیں شروع کیں۔ پولیس انتظامیہ جن لوگوں کو نہ چھوڑنے پر بضد تھی فاروقی شہیدؒ کا نام ان میں سرفہرست تھا۔ پاکستانی عدالتیں اپنے مخصوص مزاج کے مطابق ایسے لوگوں کو حکم شاہی کی تعمیل میں ویسے ہی قابل گردن زدنی سمجھتی ہیں۔ خطرہ تھا کہ مولانا کو سزا سنا دی جاتی جیسا کہ اب مولانا علی شیر حیدری کو سنائی گئی۔ میں نے مقامی انتظامیہ سے اپنے تعلقات کی بناء پر پنجاب حکومت کو مجبور کر دیا چنانچہ مولانا فاروقی کے خلاف قائم شدہ ستر کے ستر مقدمات ''ہباءً منثورا'' ہو گئے اور مولانا عزت و آبرو کے ساتھ رہا ہوئے۔ رہائی کے بعد جب اگلے روز مولانا ڈپٹی کمشنر سے ملنے گئے تو اس نے مولانا سے کہا کہ آپ کی رہائی قاسمی صاحب کی مرہون منت ہے۔ اگر یہ نہ ہوتے تو آپ مدت العمر جیل میں رہتے۔

1995ء میں جب اسلام آباد میں بی بی سی کے غلط رویے اور سپاہ صحابہؓ کو بدنام کرنے کی مہم کے ردعمل میں بی بی سی کے دفتر میں توڑ پھوڑ کا واقعہ پیش آیا انتظامیہ کے بعض شیعہ افسران نے مولانا فاروقی کو اس واقعہ میں ملوث ثابت کر کے انہیں برطانیہ کی بھینٹ چڑھا دینے کا پروگرام طے کر لیا۔ مولانا نے مجھ سے رابطہ کیا تو میں نے انہیں کہا کہ آپ گرفتاری دے دیں۔ آگے میں جانوں اور میرا کام۔ چنانچہ انہوں نے ڈی آئی جی کے دفتر میں پیش ہو کر گرفتاری دے دی۔ ادھر مولانا گرفتار ہوئے، اُدھر میں گھر سے نکل کھڑا ہوا۔ تین دن مسلسل اسلام آباد میں وفاقی وزراء کے دفاتر کے چکر لگائے۔ کسی کو چکنی چپڑی سنائیں، کسی کو تلخ ترش، میرے بعض وزراء دوستوں اور جریدہ حرمت کے ایڈیٹر زاہد ملک نے بے حد تعاون کیا۔ بی بی سی اور حکومت برطانیہ پاکستانی حکومت پر مکمل دباؤ ڈالے ہوئے تھی اور ان کا اصرار تھا کہ ''فاروقی کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے'' لیکن میری محنت رنگ لائی اور مولانا فاروقی چند ہی دنوں میں رہا ہو گئے۔

جب مولانا فاروقی برطانیہ کے دورے پر تھے۔ حکومت پاکستان نے سپاہ صحابہؓ کے رہنماؤں کی دھڑا دھڑ گرفتاریاں شروع کر دیں۔ افواہ گرم تھی کہ فاروقی صاحب کو واپس آتے ہی ایئرپورٹ سے گرفتار کر لیا جائے گا۔ فاروقی صاحب نے مجھ سے رابطہ کیا۔ میں نے کہا جب تک میں گرین سگنل نہ دوں آپ نہ آئیں چنانچہ تھوڑے دنوں بعد میں نے لائن کلیر کرا کر فاروقی صاحب کو آنے کا اشارہ کر دیا اور وہ نہایت اطمینان سے واپس آ گئے۔ کسی نے گرفتار کرنے کی کوشش ہی نہ کی۔

مولانا محمد اعظم طارق ہوں یا مولانا علی شیر حیدری یا سپاہ صحابہؓ کا کوئی بھی کارکن یا رہنما، جب بھی ان پر کوئی دُکھ آیا میں نے اپنی علالت، کمزوری اور مصروفیات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے دن رات سفر کر کے اپنے ذاتی تعلقات کے ذریعے انہیں مصائب، دکھوں، تکلیفوں اور پریشانیوں سے نکالنے میں بھرپور جدوجہد کی اور الحمدللہ اپنی بساط کی حد تک اس میں کامیاب رہا۔

قابل فخر بات یہ ہے کہ ان کی رہائی گورنمنٹ سے مشروط طور پر حاصل نہیں کی بلکہ نہایت باوقار طریقے سے غیر مشروط طور پر رہا کرایا۔ آج کچھ حضرات میری مساعی کو سبوتاژ کرنے میں مصروف ہیں لیکن گورنمنٹ کو کسی حلقے سے میری

کسی کمزوری کی سند پیش نہیں کر سکتے کہ میں نے دوستوں کی عزت داؤ پر لگائی ہو یا جماعتی مفادات کو نقصان پہنچایا ہو۔ عرصہ دراز سے دیوبند مکتب فکر کے بعض علماء اور خطباء کی ایک لابی میرے ساتھ حسد میں مبتلا ہو کر غیر اخلاقی اور معاندانہ جذبات کا اظہار کرتے ہوئے میرے خلاف پروپیگنڈہ میں لگی ہوئی ہے اور سپاہ صحابہؓ کے کارکنوں کو میرے بارے میں گمراہ کر رہی ہے .....میں کارکنوں سے عرض کرتا ہوں کہ کسی بھی غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے خط ہی لکھ دیا کریں تو انہیں مطمئن کیا جائے گا۔ اب ہم ہر بات بتانے سے تو رہے۔

مولانا محمد اعظم طارق کو گرفتار کرنے کے بعد حکومت نقصان پہنچانا چاہتی تھی اور اس وقت کا ہوم سیکرٹری اپنے دل کے بغض اور حسد کو ٹھنڈا کرنے کے لئے مولانا کو چوہنگ پہنچا کر تشدد کرا رہا تھا وہ مولانا کو کسی بھی طریقے سے راستے سے ہٹانا چاہتا تھا لیکن بفضل اللہ میں نے تعلقات کی بناء پر مولانا کو اس کے حوالے نہیں ہونے دیا۔ الحمدللہ مولانا جس طرح روپوشی کے بعد گرفتار ہوئے اور باوقار طریقے سے رہائی ہوئی۔ وقت آئے گا اور پردے ہٹیں گے تو واضح ہو جائے گا کہ اس میں سب سے نمایاں کردار کس کا تھا۔

اب جب سے مولانا گرفتار ہیں میں نے اپنے ذاتی وسائل اور روابط پورے استعمال کئے لیکن مجھے بعض ذرائع سے معلوم ہوا کہ شریف برادران جب تک برسر اقتدار ہیں مولانا کو رہائی نہیں مل سکتی اس لئے آپ کوشش کریں یا نہ کریں تو مولانا کے متعلق کوئی عدالتی فیصلہ ہونے دیا جائے گا اور نہ ہی انہیں رہائی ملے گی بلکہ حکمرانوں کے اشارہ ابرو کے مطابق ہی سب کچھ ہوگا۔ چنانچہ میں نے مولانا اور دیگر ساتھیوں کو واضح رپورٹ دی ہے اور اب تک وہی کچھ ہو رہا ہے۔ آج بھی ہم مولانا کے لئے اسی طرح بے چین ہیں جس طرح سپاہ صحابہؓ کے تمام کارکن بے چین ہیں۔ مولانا نے عزیمت و استقلال کی وہ داستانیں رقم کر دی ہیں جو اب تک کتابوں کے صفحات میں مسطور تھیں اور دور تک کوئی ایسا بندہ نہیں نظر آتا جو اس کا کردار ادا کر سکے۔

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں؟

میں مولانا کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ ان کے عزم و استقلال کی بناء پر ہمارے ولولوں کو حوصلہ تازہ ملا۔ ظلم کی دیواریں ان کے حوصلوں کو پست نہیں کر سکیں اور وہ وقت دور نہیں جب عوام دل کے دروازے کھول کر مولانا کا استقبال کریں گے۔

ملی یکجہتی کونسل سے سپاہ صحابہؓ نے کیا حاصل کیا؟.....

اس حوالہ سے مجھے معاف رکھا جائے تو بہتر ہے اس مسئلہ میں کارکنوں نے مجھ سے زیادتی کی ہے۔ حالانکہ میں نے کونسل کے اجلاس میں مرتب ہونے والے ضابطہ اخلاق کی شق نمبر 4 پر تحریک جعفریہ کے رہنماؤں اور سپاہ محمدؐ کے مرید عباس یزدانی کو دستخط کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس شق میں واضح طور پر درج ہے کہ خلفاء راشدینؓ، صحابہ کرامؓ اور اہل بیت عظام کی محبت ایمان کا جزو ہے۔ ان کی توہین و تکفیر کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ ایسے شخص کو تعزیری سزا دی جائے۔

کیا یہ عجیب بات نہیں ہے کہ شیعوں نے اس شق پر دستخط کر کے اپنے کفر کو تسلیم کر لیا۔ اس اجلاس میں موجودہ

CamScanner

بریلوی، دیوبندی، اہلحدیث اور جماعت اسلامی کے اکابر نے مجھے مبارکباد دی۔ اسی شق کی برکت سے شیعہ تنظیم سپاہ محمدؐ میں اختلافات اور ٹوٹ پھوٹ کا ایسا عمل شروع ہوا جو آج تک جاری ہے۔ غلام رضا نقوی کو ایران میں شیعوں نے گھیر لیا کہ تمہارے آدمی نے اس شق پر دستخط کر کے پوری شیعیت کا بیڑا غرق کر دیا۔ غلام رضا نقوی کو وہاں آئیں بائیں شائیں کر کے اپنی جان چھڑانا پڑی۔ پھر اس نے یزدانی کو غدار قرار دے کر اسے جماعت سے نکال دیا۔ یزدانی نے علیحدہ گروپ بنالیا۔ غلام رضا نقوی نے اسے قتل کر ڈالا۔ میں کہتا ہوں اس سے بڑھ کر اور کامیابی کیا ہو سکتی تھی کہ ہم نے دشمن سے صحابہ کرامؓ کی عظمت کے علاوہ اِن کا کفر بھی منوالیا اور اسے آپس میں لڑا بھی دیا لیکن افسوس کہ ہمارے کارکنوں نے اس کو سمجھنے کی بجائے میرے بعض حاسدین کے بہکاوے میں آ کر میرے بارے میں بدگمانی کا اظہار شروع کر دیا۔

ادھر ہمارے چکوال کے ایک بزرگ ہیں قاضی مظہر حسین صاحب اللہ ان کا بھلا کرے انہوں نے اپنے ماہنامہ رسالہ ''حق چار یار'' کا پیٹ بھرنے کے لئے ہمارے خلاف ''قلم کوف'' چلا دی اور بڑے ''خلوص'' کے ساتھ ہماری اس کامیابی کو سبوتاژ کرنے کے لئے مضمون پر مضمون لکھتے چلے گئے۔ انہوں نے ہمارے خلاف سینکڑوں صفحات لکھے، لیکن داد دیجئے ان کے انصاف کی کہ کبھی انہوں نے ہم سے رابطہ کر کے کسی قسم کی کوئی وضاحت طلب کرنے کی زحمت نہ کی۔ ہماری زندگی میں ہمارے متعلق لکھتے وقت ان کی اس قدر بے انصافی سے ان کا مقام کتنا بلند ہوا؟ یا انہیں کیا فوائد حاصل ہوئے؟ اس سے قطع نظر..... ہمارے بعض ساتھیوں پر یہ پروپیگنڈہ اثر انداز ہوا لیکن ہم نے جماعتی پالیسی کے تحت مکمل خاموشی اختیار کئے رکھی اور اپنے کام میں مگن رہے۔

انہی دنوں لاہور کے اجلاس میں یزدانی تقریر کر رہا تھا۔ میں نے جواب میں کہا کہ اختلافات کو طے کرنے کا ایک ذریعہ جنگ ہوتا ہے اور ایک ٹیبل۔ میاں بیوی کا جھگڑا ٹیبل پر نمٹ سکتا ہے اور..... میں نے ابھی اتنی ہی بات کی تھی کہ ایک شیعہ بولا کہ آپ میاں بیوی کی بات کرتے ہیں۔ یزدانی کی ابھی شادی ہی نہیں ہوئی۔ میں نے کہا یزدانی کی شادی کا انتظام میں کرا دیتا ہوں۔ اس نے کہا رشتہ کہاں ہے؟ میں نے کہا ''شاہی محلے'' میں، وہاں سب کی سب یزدانی کی ہم عقیدہ اور ہم مذہب ہیں۔ محرم میں ''غم حسینؓ'' بھی مناتی ہیں۔ میری اس بات پر ہال قہقہوں سے گونج اٹھا اور شیعوں کے منہ لٹک گئے۔ اگلے دن اخبار نویسوں نے آدھی بات لکھ دی اور آدھی گول کر گئے۔ اس سے ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔ اخبار کی خبر کو ایمان کا جزو بنالیا گیا۔ ہمارے کارکنوں نے بھی مجھ سے رابطہ کئے بغیر پروپیگنڈہ کا اثر قبول کر لیا۔ حاسدین نے بغلیں بجائیں اور آوازے کسے، حضرت قاضی صاحب موصوف کو بھی رسالہ چھاپنے کے لئے مواد مل گیا۔ وہ ویسے بھی صرف اپنے آپ کو عقلمند بلکہ ''عقل کل'' اور باقی سب کو بیوقوف سمجھتے ہیں۔ شیخ العرب والعجم حضرت سید حسین احمد مدنیؒ کے خلیفہ ہونے کے گھمنڈ میں انہیں اور کسی چھوٹے بڑے کی عزت کی کوئی پرواہ نہیں! حالانکہ میں خود بھی حضرت مدنیؒ کا مرید ہوں۔ ہر شخص کا اپنا میدان ہوتا ہے۔ یاد رکھئے! کوئی بھی باطل فرقے کا بڑے سے بڑا علامہ اور پادری گفتگو میں آپ کے نمائندے کو شکست نہیں دے سکتا۔ الحمدللہ مطمئن رہئے۔

میں یہ بات نہایت وثوق سے کہتا ہوں کہ جمعیت کے پاس پوری جماعت کی جو افرادی قوت تھی مولانا حق نواز نے تنہا وہ افرادی قوت جمعیت علماء اسلام کو عطا کی۔ مگر جب مولانا حق نواز کو دستار فضیلت باندھنے کا وقت آیا تو جمعیت کی لیڈر شپ نے ہی گروہی سیاست کا مکروہ ہتھکنڈہ استعمال کر کے مولانا حق نواز کو اس منصب سے دور کر دیا جس کے وہ جماعتی محنت کی وجہ سے حقدار تھے اس کا جس قدر افسوس کیا جائے کم ہے۔

طوفان اور تحریک میں تنظیم نہیں ہوا کرتی بلکہ طوفان اور تحریک پر گہری نظر رکھنے والا قائد اور راہنما طوفان اور تحریک سے جنم لینے والے افراد کو چن چن کر ان کی تنظیم کرتا ہے۔ فکری اور نظریاتی راہنما کے سامنے کام کے جس قدر شعبے سامنے ہوتے ہیں باصلاحیت افراد کو چن چن کر ان شعبوں کا کام سپرد کیا جاتا ہے۔ وہ افراد جماعت کی فکری اور نظری لڑیوں کو پرو کر ایک منظم کام کی شکل دیتے ہیں۔

منظم جماعت ہی طوفان کا مقابلہ کر سکتی ہے کیونکہ وہ فکری اور نظری طور پر تربیت یافتہ ہوتے ہیں جذباتی خاکے ٹوٹتے پھوٹتے رہتے ہیں مگر نظریاتی خاکے کوہ ہمالیہ بن جاتے ہیں۔ کوہ ہمالیہ کی بلندیوں کو تو ہمت اور جرأت سے سر کیا جا سکتا ہے مگر نظریاتی بلندیوں کو پامال نہیں کیا جا سکتا۔

ہر بچے کو کہنہ مشق، بوڑھے کے مقابلے میں دانشور نہیں قرار دیا جا سکتا۔ بڑے اور چھوٹے کی سوچ میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ بڑا اپنے تجربے کی بنیاد پر راستہ تجویز کرتا ہے اور چھوٹا ان باتوں سے بے خبر ہوتا ہے لہٰذا وہ اپنی سمجھ کے مطابق ضد کرتا ہے جس کے نتیجے میں جماعت عظیم نقصان کا شکار ہو جاتی ہے۔ اسی لئے نوجوانوں کو کسی ایک مرکز اور محور کی اطاعت کا سبق سکھانا ضروری ہوتا ہے۔ جب تک یہ نہیں ہوگا اس وقت تک جماعت جماعت بن ہی نہیں سکتی۔

جس طرح جماعتوں میں نظم وضبط ضروری ہے۔ اسی طرح جماعتی کارکنوں کی جماعتی منشور اور دستور کے مطابق تربیت بھی ضروری ہے کیونکہ کسی تحریک اور طوفان میں آئے ہوئے کارکن کسی دستور کے پابند نہیں ہوتے۔

مولانا حق نواز انجمن سپاہ صحابہؓ کے طوفان اور تحریک میں نوجوانوں کا گروہ در گروہ شامل ہونا جہاں خوش آئند سمجھتے تھے وہیں پر انہیں کسی نظم کا پابند کرنا اتنا ہی ضروری سمجھتے تھے جتنا کارکنوں کا وجود ضروری سمجھتے تھے۔ انجمن سپاہ صحابہؓ کے کارکنوں میں جذبہ ولولہ جوش وخروش تو ہے مگر ان کی جماعت کے قواعد کے مطابق اور جماعت کے دستور کے مطابق تربیت نہیں ہے۔ مولانا حق نواز اس کو شدت سے محسوس کرتے تھے۔

مولانا حق نواز شہیدؒ میں جہاں اور بے شمار خوبیاں تھیں ان میں ایک یہ خوبی بھی تھی کہ پیشہ ور واعظوں اور خطیبوں کی طرح چندہ اکٹھا نہیں کرتے تھے اور نہ ہی پیشہ ور جماعتوں کی طرح لوگوں کی دی ہوئی رقم کو ناجائز صرف کرتے تھے۔ وہ دیانت دار، سچے اور صاف راہنما تھے۔ وہ اپنے خاص دوستوں کو جماعت کے فنڈ کے لئے فرماتے تھے اور ان کے دوست ان سے اپنی بساط کے مطابق تعاون کرتے تھے جس سے جماعت کے اخراجات پورے ہوتے تھے۔

چندہ اور پھر قومی سطح پر چندہ تو بڑوں بڑوں کو ہلا دیتا ہے۔ اس سے تو بڑے بڑے جغادر لیڈر اور خطیب پھسل گئے

اور لاکھوں روپے دین کے نام پر حاصل کر کے انہیں ہڑپ کر گئے۔ قوم نے جس خلوص سے دیا تھا انہوں نے نہایت بے دردی سے اس کو اپنی ذات اور اپنے مفادات پر خرچ کیا۔ اس کے نتائج جب چندہ دینے والوں کے سامنے آئے تو انہوں نے اچھے اداروں اور معتمد مدارس اور جماعتوں کو چندہ دینے سے ہاتھ کھینچ لیا جس سے دینی کام کو بہت نقصان پہنچا۔ اس کی تمام تر ذمہ داری اُن خطیبوں، واعظوں اور دین کے سوداگروں پر عائد ہوتی ہے جو جھوٹے چندے اکٹھے کر کے دین کے صحیح اداروں کو بھی بدنام کر رہے ہیں۔

تحریک مدح صحابہ میں جھنگوی شہیدؒ کا کردار

تحریک مدح صحابہ میں مولانا حق نواز شہیدؒ نے جس جرأت اور بے باکی سے شیعہ غنڈہ گردی اور پولیس کی درندگی اور چیرہ دستیوں کا مقابلہ کیا تاریخ میں یہ سنہری حروف سے لکھا جائے گا۔

جمعیت علماء اسلام (فضل الرحمٰن گروپ) میں تو مولانا حق نواز شہیدؒ خود شریک رہے۔ الیکشن بھی جمعیت کے پلیٹ فارم سے لڑا۔ جمعیت کو ایک مضبوط افرادی قوت عطا کی مگر مولانا فضل الرحمٰن سے ہمیشہ شاکی رہتے تھے۔ اس کی بڑی وجہ یہی تھی کہ مولانا فضل الرحمٰن مولانا حق نواز کی سرگرمیوں کو فرقہ پرستی پر مبنی قرار دیتے تھے۔ مولانا حق نواز نے ''شیعہ کافر'' کا جو نعرہ انجمن سپاہ صحابہ کو دیا تھا مولانا فضل الرحمٰن اس کو پسند نہیں کرتے تھے اور نہ ہی مولانا حق نواز کا طریقہ کار انہیں پسند تھا۔ یہی وجہ ہے کہ زندگی کے آخری دنوں میں مولانا حق نواز نے سٹیج پر مولانا فضل الرحمٰن پر تنقید شروع کر دی تھی۔

مولانا جھنگویؒ اور مولانا سمیع الحق

جمعیت علماء اسلام (درخواستی گروپ) کے ساتھ مولانا حق نواز کے اچھے تعلقات ہونے لگے تھے۔ مولانا سمیع الحق نے ہمیشہ مولانا حق نواز کا مصائب میں ساتھ دیا۔ مولانا منظور احمد چنیوٹی بھی بھرپور ساتھ دیتے تھے۔ مولانا حق نواز (درخواستی گروپ) کی حکمرانوں کے ہاں حاضری اور دریوزہ گری کو پسند نہیں کرتے تھے مگر ان کی قیادت کے ساتھ ذاتی مراسم خوشگوار تھے۔

مولانا جھنگویؒ اور حضرت خواجہ خان محمد

مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے امیر پیر طریقت حضرت مولانا خواجہ خان محمد ملک کی تمام دینی تحریکوں کی ہمیشہ سرپرستی فرماتے ہیں۔ مولانا خان محمد کی یہ منفرد خصوصیت ہے کہ انہوں نے ہمیشہ حق کا اور حق پرستوں کا ساتھ دیا ہے۔ جب بھی اہل حق ظالم حکمرانوں یا وقت کے فرعونوں کے مقابلے میں نکلے۔ مولانا خان محمد نے ان کا بھرپور ساتھ دیا۔ اسی طرح باطل فرقوں کے خلاف ملک میں جب بھی کوئی تحریک چلی تو مولانا حق نواز نے اہل حق کا دل کھول کر ساتھ دیا۔ مولانا حق نواز شہیدؒ کے ساتھ مولانا خان محمد کو خصوصی تعلق تھا اور مولانا حق نواز بھی مولانا خان محمد سے والہانہ محبت وعقیدت رکھتے تھے۔ خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف حاضری دیتے رہتے۔ مختلف امور میں حضرت سے مشورہ کرتے اور حضرت کی رائے کے مطابق چلتے اور

حضرت کی دعائیں لیتے۔

مولانا جھنگویؒ اور مولانا عبدالستار تونسوی

اس دور میں تنظیم اہل سنت کی قیادت مولانا عبدالستار تونسوی کے ہاتھ میں ہے۔ مولانا تونسوی نے عمر بھر شیعہ کی اصحاب دشمنی کا مقابلہ کیا ہے۔ ان کے ماضی کے کردار کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ مگر ان کے اردگرد بیٹھنے والوں نے انہیں مولانا حق نواز کے مقابل لا کھڑا کیا جس کا جس قدر افسوس کیا جائے کم ہے۔ اے کاش! مولانا تونسوی مولانا حق نواز کی سرپرستی کرتے اور اس طرح تحریک مدح صحابہ اور بھی رنگ دکھاتی۔ مولانا حق نواز شہیدؒ مولانا تونسوی کا احترام کرتے تھے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ مولانا تونسوی کے ساتھ محاذ آرائی ہو مگر مولانا تونسوی کے نادان عزیزوں نے انہیں افسوسناک طرز عمل اختیار کرنے پر مجبور کر دیا جو بہر حال افسوسناک ہے۔ انجمن سپاہ صحابہؓ کی پہلی کانفرنس کے موقع پر جھنگ میں علمائے کرام کا جو کنونشن ہوا اس میں مولانا تونسوی اور ان کی جماعت کو بھرپور نمائندگی دی گئی۔

مولانا جھنگویؒ اور قاضی احسان الحقؒ

جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ پاکستان شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ کا لگایا ہوا پودا ہے۔ مولانا حق نواز شہیدؒ کو شیخ القرآن کے ساتھ والہانہ عقیدت و محبت تھی۔ قاضی احسان الحقؒ نہ صرف مولانا حق نواز کا ساتھ دیتے تھے بلکہ آپ کے شانہ بشانہ مولانا حق نواز کی تحریک کو فروغ دینے کے لئے دامے درمے سخنے تعاون کرتے۔ یوں قاضی احسان الحقؒ مولانا حق نواز شہیدؒ کے خاص رفیق اور معاون تھے۔ مولانا عبدالستار توحیدی اپنی پیرانہ سالی کے باوجود مولانا حق نواز کا نہایت بہادری اور جرأت کے ساتھ ساتھ دیتے۔

مولانا جھنگویؒ اور مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ

میں نے مولانا حق نواز کا ہمیشہ ساتھ دیا اور اب بھی ان کے مشن اور پروگرام کو زندہ رکھنا ضروری سمجھتا ہوں مگر اپنی گوناں گوں بیماریوں کی وجہ سے اس قدر بھاگ دوڑ نہیں کر سکتا جو ایک جوان خون کر سکتا ہے۔ اسی لئے میں ہمیشہ مولانا حق نواز کو عرض کرتا کہ اب میں قیادت کی ذمہ داری نہیں نبھا سکتا ہاں آپ کی قیادت میں پیچھے پیچھے ضرور ساتھ چلتا رہوں گا اور کبھی آپ کو تنہا نہیں چھوڑوں گا۔ اس پر مولانا حق نواز بہت خوش ہوتے اور بعض اوقات آبدیدہ ہو کر میری طرف دیکھتے رہتے جس سے مجھے اندازہ ہوتا کہ مولانا حق نواز مجھ سے اظہار تشکر و مسرت فرما رہے ہیں اور الحمدللہ میں نے مولانا حق نواز کبھی تنہا نہیں چھوڑا اور زندگی بھر ان کا بھرپور ساتھ دیا جس کا ان کے قریبی رفقاء کو علم ہے اور میرے لئے بھی تحریک مدح صحابہ میں جان دینے والے جنرل کے ساتھ ان لمحات میں ساتھ دینا انتہائی سعادت ہے۔

✿✿✿✿

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اہل سنت کی عظیم الشان درسگاہ

الجامعۃ الحیدریۃ انوار الھدیٰ کی شاخ

جامعہ تجوید القرآن حیدریہ و مسجد آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بالانی شریف نوشہرو فیروز سندھ

کا باقاعدہ تعمیر و تعلیم کا آغاز ہو چکا ہے

اس مدرسہ کا افتتاح حضرت علامہ علی شیر حیدری شہید رحمۃ اللہ علیہ نے جگہ اور وقت کی ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی زندگی کے آخری ایام میں کیا تھا

مسجد اور مدرسہ کو انتہائی پسماندہ جگہ پر کفر کے گڑھ میں واقع ہونے کی بنا پر انتہائی مشکلات کا سامنا ہے اور تعمیر بھی تعطل کا شکار ہے

اپیل تمام دردمند مخیر حضرات دعاؤں کے ساتھ ساتھ مالی معاونت فرما کر جنت میں اپنا گھر بنائیں اور گلشن حیدری شہید کی آبیاری فرما کر حفاظت و اشاعت دین میں اپنا حصہ شامل فرمائیں

بانی: مہتمم مولانا محمد ثناء اللہ حیدری صاحب

برائے رابطہ: قاری خلیل احمد صدیقی صاحب 0300 3350181

عطیہ اشتہار

نذیر برتن اسٹور

عمر فاروق مارکیٹ محراب پور

پروپرائٹر: عبدالقیوم اینڈ مزمل احمد انجنی

03013610431 - 024-2431532

اقبال سمیٹس

اسٹیشن روڈ محراب پور

پروپرائٹر: شوکت علی ملک 0300 3292377

امیر عزیمت مولانا حق نواز شہیدؒ

کچھ یادیں..... کچھ سوغاتیں

مؤرخ اسلام علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید رحمۃ اللہ علیہ

مولانا حق نواز شہیدؒ سے میری پہلی ملاقات دارالعلوم کبیر والا میں مولانا عبدالمجید صاحب کے پاس ہوئی۔ مولانا حق نواز مجھ سے درس میں ایک سال آگے تھے۔ جو اساتذہ دارالعلوم کبیر والا میں مولانا حق نواز صاحبؒ کے تھے وہی میرے تھے۔ بعد ازاں خیر المدارس میں بھی جو اساتذہ ان کے تھے وہی میرے تھے۔ تو اس طرح مولانا حق نواز صاحبؒ ہمارے ہم استاذ اور ہم مکتب رہے۔ اس دوران یہ بھی ہوا کہ میں دورۂ تفسیر کیلئے مولانا عبداللہ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں شجاع آباد گیا تو مولانا حق نواز شہیدؒ بھی وہاں دورۂ تفسیر کے لئے گئے اور کچھ وقفے کے بعد میں اور مولانا حق نواز حضرت مولانا عبداللہ بہلویؒ سے بیعت ہوئے۔ پہلے وہ بیعت ہوئے تھے بعد میں مَیں بیعت ہوا۔ یہ بڑا اچھا دور تھا یہ غالباً ۷۰/۱۹۷۱ء کا دور تھا۔

دورۂ حدیث کے فوراً بعد میں سمندری میں آ گیا تھا، ایک تو ہماری مسجد کی امامت اور خطابت تھی اور دوسرا اس وقت یہ دارالعلوم فیض عام جو مدرسہ ہے اس کی بنیاد میں نے رکھی تھی تو دو چار سال یہ مدرسہ میرے زیر انتظام رہا، بعد میں انتظامیہ سے اس بات پر کہ میں درسِ نظامی شروع کرنا چاہتا تھا اور انتظامیہ اس پر راضی نہیں تھی تو میں اس سے علیحدہ ہو گیا۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد میں نے جمعیت طلباء کے بعد علیحدہ دینی کام شروع کیا تو یہ کام پورے ملک میں شروع ہوا اور اس دوران مولانا حق نوازؒ اور میں مل کر ایک جس کا نام تھا ''کاروانِ اہل سنت'' میں شامل ہوئے، ملتان میں تھی، وہ جماعت علماء دین کی جماعت تھی، ماہانہ میٹنگ ہماری ہوتی تھی اور اس دوران پھر مولانا حق نواز سے زیادہ قریب ہونے کا موقع ملا۔ ویسے پہلے بھی ہماری واقفیت تھی یہ اس دور کی بات ہے جب ابھی سپاہِ صحابہ قائم نہیں ہوئی تھی۔

مولانا حق نوازؒ سپاہِ صحابہؓ بنانے سے پہلے ڈیرہ غازی خان میں گرفتار بھی ہوئے۔ ڈیرہ غازی خان میں بھی ان کی تقریر شیعہ کے خلاف تھی، خمینی کے خلاف تھی جام پور کے اندر، تو اس گرفتاری اور اس قربانی کا میرے اوپر بڑا اثر تھا۔ کہ مولانا ایک اچھا اور دینی کام کر رہے ہیں۔ اس کے بعد ۶ ستمبر ۱۹۸۵ء کو جب سپاہِ صحابہ قائم ہوئی تو مولانا نے مجھے اس کا ذکر کیا کیونکہ میرے ذہن میں نقشہ اور تھا دین کے کام کا، اسلام کی حقانیت پر مجموعی طور پر، تو میں نے مولانا کو کہا کہ سپاہِ صحابہ کا جو نام

ہے یہ نام تو ایک محدود نام ہے صرف صحابہ کے سپاہی..... دوسرا کوئی نقشہ اس میں نہیں..... تو مولانا کہتے تھے کہ یہ جو مسئلہ ہے جھنگ کی سطح پر شیعہ کا اٹھا ہوا، تو جھنگ میں شیعہ بہت زیادہ ہیں تو یہاں یہ نام چل جائے گا۔ میں نے ان کو ایک دو اور نام پیش کیے تھے کہ اس کو آپ تھوڑا سا وسیع کریں کہ اس میں شیعہ کے ساتھ اور جو غیر مسلم ہیں وہ بھی آ جائیں، آپ اس نام کو بالکل محدود کر رہے ہیں۔ یہ ہمیں اندازہ نہیں تھا کہ خمینی کی یلغار جس طرح بڑھتی جائے گی اسی طرح سپاہ صحابہ کی مقبولیت بھی بڑھے گی اور یہ کام بلکہ نام بھی ایک مقبول ترین چیز ہو جائے گی۔ تو میرا شروع میں اس نام سے تھوڑا سا اختلاف تھا جس کا میں نے مولانا سے ذکر بھی کیا تھا، تو بعد میں پھر مولانا نے کہا کہ یہ تو جھنگ کے لئے ہے لیکن اس کام کو اللہ تعالیٰ نے مقبولیت بخشی، جس کا تصور مولانا کو بھی نہیں تھا، ہمیں بھی نہیں تھا کہ یہ کام اتنا مقبول ہوگا۔

جب ۱۹۸۵ء میں سپاہ صحابہ قائم ہوئی تو مولانا حق نوازؒ نے اس وقت اپنی یلغار کو تیز کیا اور مذہبی بنیادوں پر شیعہ کے کفر کا اعلان کیا ہر چوک میں، ہر گلی میں، بازار میں اور پانچ سال تک یہ اعلان ہوتا رہا۔ لیکن جس وقت انہوں نے سیاست میں قدم رکھا اور عملی طور پر انہوں نے الیکشن لڑا اور جھنگ کے جاگیرداروں سے ٹکر لی اور اس کے تقریباً ایک سال بعد ہی مولانا حق نوازؒ شہید ہو گئے ورنہ وہ پہلے بھی تو چار سال تک شیعہ کو کافر کہتے رہے، تو ایک سال کے اندر اندر ان کی دشمنی بڑھ گئی اور قاتلانہ حملے بھی اسی ایک سال میں ہوئے اور ان کو قتل کی دھمکیاں بھی زیادہ اس ایک سال میں ملیں اور قتل کے جو مقدمے درج ہوئے وہ بھی ایک سال کے اندر اندر ہوئے تو میں سمجھتا ہوں کہ جھنگ کے شیعہ جاگیردار اور انگریز کے مراعات یافتہ طبقے کو جو شکست نظر آ رہی تھی مولانا حق نوازؒ کی کامیابی کی صورت میں اس میں وہ مولانا کی بنیادوں کو ختم کرنا چاہتے تھے لیکن مولانا حق نوازؒ نے ۸۸ء کا الیکشن لڑا تو اس ۸۸ء کے الیکشن سے لے کر ۱۹۹۰ء تک یہ جو دور ہے ان کا اس دور کے اندر آپ دیکھیں گے کہ قتل کے سارے کیس اس دور میں ہوئے اور قاتلانہ حملے زیادہ اسی دور میں ہوئے یعنی جب ان کو نظر آیا کہ یہ آدمی مذہبی طور پر تو ہمیں کافر کہہ رہا ہے لیکن سیاسی طور پر اگر اس نے اسمبلی کے اندر جا کر ہمارے کفر کا اعلان کر دیا تو پوری دنیا میں ہمارے لیے کوئی جگہ نہیں ہوگی تو اس جاگیردار طبقے کو پھر جھنگ کے اندر اپنا سورج غروب ہوتا ہوا واضح طور پر نظر آیا، اس نے سیاسی و مذہبی دونوں بنیادوں پر مولانا حق نواز شہیدؒ کو اپنی آنکھوں کا کانٹا تصور کیا اور مولانا حق نواز رحمہ اللہ کو شہید کیا اور اس کے سوا ان کے پاس کوئی چارہ نہیں تھا، تو اس میں دونوں عوامل کارفرما تھے۔

حضرت امیر عزیمت شہیدؒ نے اپنے مشن کے لئے ملک بھر کے علماء کی تصدیقات حاصل کرنے کے لئے ۱۰ فروری ۱۹۸۶ء کو جھنگ میں آل پاکستان دفاع صحابہؓ کانفرنس منعقد کرنے کا پروگرام بنایا۔ سینکڑوں علماء کو مدعو کیا اور مناسب تشہیر بھی کی۔ میرا نام بھی اس کانفرنس میں مدعو کیے گئے علماء کرام اور مقررین میں شامل تھا۔ اس کانفرنس کی مشاورت کے سلسلے میں جب میں جھنگ میں مولانا حق نواز شہید کی خدمت میں حاضر ہوا تو معلوم ہوا کہ چند روز قبل چنیوٹ میں جو تقریر کی تھی اس کی بناء پر مقدمہ قائم ہو چکا ہے۔ چنانچہ میں نے ضمانت قبل از گرفتاری کے لئے درخواست دے دی۔ عبوری ضمانت کی درخواست چار روز قبل دی گئی تھی۔ توثیق ضمانت کے لئے جب ہم ضلع کچہری پہنچے تو مولانا حق نواز شہیدؒ بھی پہلے ہی احاطہ عدالت میں

موجود تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ سیشن جج آپ کی ضمانت منظور نہیں کریگا اور آپ گرفتار ہو جائیں گے اور کانفرنس سے رہ جائیں گے۔ میں نے کہا کہ میں چنیوٹ کے ضامن کے ہاتھوں مجبور ہوں وہ بار بار میری غیر حاضری پر سیخ پا ہے اس کی وجہ سے پہلے بھی چنیوٹ میں ضمانت منسوخ ہوگئی تھی لہٰذا مجبوراً میں عدالت میں ضرور پیش ہوں گا۔

چنانچہ عدالت میں پیش ہوئے ہی تھے کہ مرد قلندر مولانا حق نواز شہیدؒ کا کہنا سچ ثابت ہوا۔ اندر جاتے ہی ضمانت کینسل ہوگئی اور پولیس نے اسی لمحے مجھے گرفتار کرلیا۔ مولانا حق نواز یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ پولیس نے مجھے گاڑی میں بٹھایا اور چنیوٹ لے گئی۔ دو دن پنڈی بھٹیاں روڈ پر نئی تعمیر شدہ حوالات میں بند رکھا۔ یہ بدھ کا دن اور فروری کی آٹھ تاریخ تھی۔ ابھی مشکل سے دو دن ہی حوالات میں گزارے تھے سٹی مجسٹریٹ سمیت چنیوٹ کے دیگر افسران میرے پاس پہنچے اور باہر چلنے کو کہا۔ چنیوٹ سے میرے دیرینہ میزبان اور مہربان شیخ سلیم مرحوم رات گیارہ بجے میرے پاس حوالات میں پہنچ گئے تھے۔ میں نے سوچا کہ یہاں سے جیل بھیجا جا رہا ہے۔ چنانچہ باہر نکل کر پولیس کی گاڑی میں بیٹھا اور گاڑی جھنگ روڈ پر فراٹے بھرنے لگی اور تقریباً سوا گھنٹہ بعد ہم جھنگ پہنچ گئے۔ وہاں پہنچ کر حقیقت معلوم ہوئی تو حیرت کی انتہا نہ رہی۔ یہ نومولود سپاہ صحابہ کا پہلا کارنامہ تھا کہ میری عدم موجودگی کو گوارہ نہ کرتے ہوئے کارکنوں نے جمعہ کے روز نماز جمعہ کے بعد مین روڈ بلاک کردی تھی۔ چالیس ہزار افراد کے اجتماع نے احتجاج کر کے میری رہائی کا مطالبہ کیا تو انتظامیہ کی چولیں ہل گئیں اور یوں میں رات ساڑھے بارہ بجے کے قریب جلسہ گاہ میں وارد ہوا تو فضا فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھی۔ ہزاروں انسانوں کا سمندر بے خود ہو کر دیر تک خوش آمدید کہتا رہا۔ ملک بھر کے سینکڑوں علماء و مشائخ اسٹیج کی زینت تھے۔ مولانا حق نواز شہیدؒ نے آگے بڑھ کر استقبال کیا۔ رات کو سوا دو بجے آخری مقرر کی حیثیت سے میں خطاب کے لئے کھڑا ہوا اور اس عظیم کانفرنس کے اجتماع میں سپاہ صحابہ میں شمولیت کا اعلان کیا۔ اس موقع پر میں نے جو خطاب کیا اس کے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں!

دفاع صحابہؓ کانفرنس کی تقریر کے اقتباسات

(۱)..... ''میرے دوستو جیسا کہ میرے مخدوم و مکرم مولانا حق نواز صاحب نے ارشاد فرمایا کہ شیعہ کے کفر کے بارے میں ہمیں ایک لائحہ عمل اختیار کرنا چاہئے۔

میرے دوستو! شیعہ کے کفر کے بارے میں اسلام کی چودہ سو سال کی تاریخ فیصلہ کر چکی ہے۔ حضرت پیران پیر شیخ عبد القادر جیلانی محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ شیعہ کے کفر پر موجود ہے۔ شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ نے شیعہ کے کفر کی گیارہ سو وجوہات لکھی ہیں۔ گیارہ سو وجوہات سے شیعہ کافر و مرتد ہے۔ شاہ عبد العزیزؒ کے بعد امام اہلسنت مولانا عبد الشکور لکھنویؒ نے شیعہ پر کفر کا فتویٰ عائد کیا۔ مفتی کفایت اللہ دہلوی کا فتویٰ ''کفایت المفتی'' میں موجود ہے کہ شیعہ کافر اور مرتد ہے۔ شیعہ کے کفر کے بارے میں ہندوستان کے سب سے بڑے مفتی کا فتویٰ موجود ہے۔ مفتی مہدی حسن دار العلوم دیوبند کے مفتی ہیں۔ ان کا فتویٰ ہے کہ شیعہ کافر ہے۔ مولانا اعزاز علی کا فتویٰ ہے کہ شیعہ کافر

ہے۔اہلحدیث علماء میں علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ کا فتویٰ چھپ چکا ہے کہ شیعہ کافر ہے۔حضرت پیر مہر علی شاہؒ کا فتویٰ چھپ چکا ہے۔خواجہ قمر الدین سیالویؒ کا فتویٰ چھپ چکا ہے کہ شیعہ کافر ہے۔پاکستان میں مسلمانوں کے تمام فرقوں کا متفقہ فیصلہ ہے کہ شیعہ کے کفر میں کوئی شک نہیں۔چاہے ضیاء الحق ہو۔اس کا کوئی وزیر ہو کوئی پیر کوئی ملا، کوئی سیاست دان ہو، کوئی چوہدری ہو، کوئی وکیل ہو، آج جو شیعہ کے کفر میں شک کرتا ہے اس کے اپنے ایمان میں شک پیدا ہو چکا ہے۔

میرے نوجوان دوستو! شیعہ کا عقیدہ ہے کہ یہ موجود قرآن صحیح نہیں ہے۔ایک سو ستر فرقے شیعہ کے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے لکھے ہیں اور شیعوں کا کوئی فرقہ ایک سو ستر فرقوں میں ایسا نہیں جو اس موجودہ قرآن کو صحیح قرآن مانتا ہو.....!!

میں دنیائے رفض کو چیلنج کرتا ہوں کہ مجھے بتاؤ کہ وہ کون سا فرقہ ہے کہ جس کا یہ عقیدہ ہو کہ موجودہ قرآن ناقص ہے۔(شیعہ کہتا ہے) ہمارا جو قرآن ہے اس کی سترہ ہزار آیتیں ہیں اور یہ مسلمانوں، سنیوں کا قرآن ہے.....اس کی چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیتیں ہیں۔اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے قرآن سے تین گنا بڑا ان کا قرآن ہوگا اور وہ قرآن سر من رای اس غار میں موجود ہے اور امام مہدی ان کا بھی غار میں موجود ہے۔

چودہ سو سال گزر گئے.....جس قوم کا قرآن اور جس قوم کا امام.....غار میں موجود ہو اس کو تو (ماتمی جلوس لے کر) بازار میں آنے کا حق ہی نہیں ہے۔اسے چاہئے کہ اپنے قرآن اور امام کے پاس غار میں چلی جائے۔

(۲).....''امت مسلمہ کو تفریق میں ڈالنے کے لئے..... پاکستان میں اس وقت سب سے بڑا فتنہ رافضیت کا فتنہ ہے، کہ جو ایران کے آدم خور خمینی کی وجہ سے پاکستان میں کبھی کراچی میں ہنگامے کراتا ہے، کبھی پارہ چنار میں، کبھی فاضل پور میں، کبھی گڑھ مہاراجہ میں، کبھی کوئٹہ کی سڑکوں پر سنی مسلمانوں کا خون بہایا جاتا ہے.....! جب سے دنیا کا سب سے بڑا مرتد خمینی برسر اقتدار آیا ہے۔اس وقت سے پاکستان میں ہنگامے کیوں ہیں؟ ضیاء الحق مجھے بتائے کہ کوئٹہ میں جو شیعہ اور سنیوں کی لڑائی ہوئی اس کے نتیجے میں ۳۲ سنیوں کو شہید کیا گیا۔۴۴ پولیس والوں کو شہید کیا گیا اور اس لڑائی کے بعد وزیر داخلہ پاکستان نے قومی اسمبلی میں یہ بات تسلیم کی کہ اس لڑائی میں ۲۳۱ ایرانی گرفتار ہوئے۔کوئٹہ کے بازاروں میں ایرانی کیوں آیا؟ اور جب لاہور سے ہائی کورٹ کا ایک جج اس لڑائی کی تحقیق کرنے کے لئے کوئٹہ کے ایئر پورٹ پر پہنچتا ہے تو اس کو بتایا جاتا ہے کہ حکومت کے حکم سے ۲۳۱ ایرانیوں کو باعزت طور پر رہا کر کے ایران بھیج دیا گیا۔میں ضیاء الحق سے پوچھتا ہوں..... جنرل ضیاء! بتا ان ۳۲ سنیوں

کے قاتلوں کو تو نے ایران کیوں بھیجا؟ اگر تو سنیوں کے قاتلوں کو ایران بھیجتا ہے تو سنیوں کا قاتل تو ہے۔ اگر ذوالفقار علی بھٹو نواب محمد احمد کے قتل میں پھانسی چڑھ سکتا ہے۔ تو تو ۳۲ سنیوں کے قاتلوں کو رہا کرنے کے بدلے میں قاتل بن کر تختہ دار پر لٹک سکتا ہے۔

تمہارا وزیر داخلہ یہ تسلیم کرتا ہے کہ ۲۳۱ ایرانی کوئٹہ سے گرفتار ہوئے، اور اس کے بعد کہا گیا کہ ایران کا کوئی دخل نہیں تھا۔ اگر دخل نہیں تھا تو مجھے بتاؤ چھ جون کو شام کے وقت بی بی سی نے کہا کہ کوئٹہ کے بازار میں ایک ایرانی کی لاش ملی ہے۔ اس لاش کی جیب سے جو شناختی کارڈ نکلا ہے اس پہ لکھا ہے "سربراہ پاسداران انقلاب ایران" ایران کی سپاہ پاسداران انقلاب کا وہ سربراہ تھا۔ میں پاکستان کے حکمرانوں سے پوچھتا ہوں کہ وہ غنڈہ کوئٹہ کے بازاروں میں کیوں آیا؟ وہ مردود خمینی کا چیلہ کوئٹہ کی گلیوں میں کیوں آیا؟ وہ قتل کوئٹہ کے بازاروں کیوں ہوا؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم پاکستان کے سنیوں کی حفاظت نہیں کر سکتے۔ تمہاری فوج یہاں کے مسلمانوں کو کوڑے لگا سکتی ہے۔ تمہاری فوج مارشل لاء کی عدالتیں بنا کر یہاں کے مسلمانوں کو ذبح کر سکتی ہے۔ تمہاری فوج کوئٹہ کے بازاروں میں سنیوں کی حفاظت نہیں کر سکتی.....!!

آج پاکستان کی قومی اسمبلی میں ۳۲ شیعہ ممبر ہیں۔ ریڈیو، ٹیلی ویژن کے کل ملازمین ۴۴۷۰ ہیں، جن میں ۱۴۰۰ ملازمین رافضی ہیں۔ جو رافضی پاکستان میں یہ کہے کہ ہماری دینیات علیحدہ کرو، وہ سنی کا بھائی کیسے ہے؟ جو اذان علیحدہ دے وہ سنی کا بھائی کیسے ہے؟ جس کا کلمہ علیحدہ ہو، وہ سنی کا بھائی کیسے ہے؟ جس کی زکوٰۃ علیحدہ ہو، وہ سنی کا بھائی کیسے ہے؟ یاد رکھو! اگر تم نے شیعہ کے کفر پر پردہ ڈالا تو تم سے بڑا اسلام اور قرآن کا دشمن دنیا میں کوئی نہیں ہوگا.....!!!

یہ میرے پاس ایک کتاب ہے۔ "خمینی ازم اور اسلام".....ہم نے یہ کتاب فیصل آباد سے شائع کی۔ اس کتاب کو تین صوبوں میں ضبط کیا گیا۔ کیوں کہ آدم خور خمینی کے چہرے سے ہم نے پردہ ہٹایا تھا۔ اس میں ہم نے حوالہ دیا کہ خمینی جب ۱۹۶۴ء میں فرانس میں جلاوطن ہو کر گیا.....۱۹۶۶ء میں فرانس میں ایران سے آئے ہوئے لوگوں سے خطاب کیا۔ یہ خطاب ایک پمفلٹ میں چھپا ہوا ہے، پمفلٹ کا نام ہے "خطاب بہ نوجوانان" اس خطاب کا ایک اقتباس سماعت فرمائیں۔ خمینی کہتا ہے کہ:

"دنیا کی اسلامی اور غیر اسلامی طاقتوں میں ہماری قوت اس وقت تک تسلیم نہیں ہو سکتی، جب تک مکہ اور مدینہ پر ہمارا قبضہ نہیں ہو جاتا۔ کیونکہ یہ علاقہ مہبط وحی اور مرکز اسلام ہے۔ اس لئے اس پر ہمارا غلبہ اور تسلط ضروری ہے۔"

خمینی آگے کہتا ہے.....:

''میں جب فاتح بن کر مکہ اور مدینہ میں داخل ہوں گا، تو سب سے پہلے میرا کام ہوگا کہ حضور علیہ السلام کے روضے میں پڑے ہوئے دو بتوں ابوبکر و عمر کو نکال کر باہر پھینک دونگا''

آج پاکستان کے کئی پڑھے لکھے آدمی یہ دلیل دیتے ہیں۔ جناب خمینی امریکہ کا دشمن ہے۔ اگر امریکہ دشمنی ہی اسلام ہے، یا امریکہ دشمنی اسلام کی محبت ہے تو روس سب سے بڑا اسلام کا ٹھیکے دار ہوگا۔ اور کارک ببرک کارمل سب سے بڑا اسلام کا ٹھیکیدار ہوگا۔ اس لئے کہ وہ امریکہ کا دشمن ہے۔

یاد رکھو! جس طرح روس اسلام کا دشمن ہے، امریکہ بھی اسلام کا دشمن ہے، لیکن یہ دونو دشمن کفر کی شکل میں ہمارے سروں پر موجود ہیں اور تیسرا دشمن خمینی جوان دونوں سے بڑا دشمن ہے، جو اسلام کے نام پہ اسلام کا گلا کاٹتا ہے، اسلام کی جڑوں کو کاٹتا ہے۔ یہ مردود (خمینی) جب برسر اقتدار آیا، اس نے ۲۸ جرنیلوں اور ۷۰ کرنلوں کو کھڑا کر کے گولی ماردی، ۲۷ میجروں کو اور گیارہ ہزار عام فوجیوں کو کھڑا کر کے گولی ماردی۔ جو آدمی اپنے مخالف کو گولی ماردے، وہ محمد مصطفیٰ ﷺ کے انقلاب کا داعی نہیں ہوسکتا۔ وہ چنگیز خاں ہے..... وہ ہلاکو خاں ہے..... وہ فرعون ہے..... وہ نمرود ہے..... وہ شداد ہے..... محمد مصطفیٰ ﷺ کا نام لیوا نہیں ہوسکتا.....!!

(۴)..... میرے علماء کرام غفلت کی چادر اتار دو، جس ابوبکر کے نام پہ آج تک روٹیاں کھائی ہیں۔ اس ابوبکر کے تقدس کا سوال ہے کہ سب کچھ چھوڑ کر ابوبکرؓ کے مشن کو لے کر آگے بڑھو!

خدا کی قسم! حق نواز جیسا کوئی روز روز آدمی پیدا ہوگا؟ جو اپنی جان کو ہتھیلی پہ لئے پھرتا ہے۔ جو یہ کہتا ہے کہ:

منہ چھپا کے جئے نہ سر جھکا کے جئے
ستم گروں کی نظروں سے نظریں ملا کے جئے
راہ زندگی میں ایک رات کم جئے تو حیرت کیوں؟
ہم تو ساتھ ان کے تھے جو مشعلیں جلا کے جئے

مولانا حق نواز شیر اسلام ہے۔ میں ان کی تنظیم سپاہ صحابہؓ کے ایک ایک رضا کار جو عظمت صحابہؓ کے لئے محنت کرتا رہا، میں اس کے قدموں کو چومنا سعادت سمجھتا ہوں۔ مولانا حق نواز! میں اور میرا ادارہ اشاعت المعارف، تیرے لئے، تیرے کام کے لئے، تیرے کاز کے لئے، تیری انجمن کے لئے وقف ہے۔ ہمارا قلم بھی وقف ہے، ہماری زبان بھی وقف ہے۔ (فلک شگاف نعرے)

پس یہ دن تھا، یہ تقریر تھی جس کے بعد ہم بھی قائد جھنگوی کی زلف کے اسیر ہوگئے۔ پہلے روز جو عہد کیا تھا جس نصب العین کو سوچ سمجھ کر قبول کیا تھا، جس لائحہ عمل کو دین اور شریعت کا حقیقی تقاضا جانا تھا، جس راستے کو محمدی راستہ سمجھ کر اپنایا

تھا، جس شاہراہ کو اسلامی شاہراہ قرار دے کر اس پر رواں دواں ہوئے تھے، جس طریقے اور مشن کی سچائی کو حرزِ جان بنایا تھا، جس آنگن میں متاعِ حیات لٹانے کی آرزو کی تھی، جس جذبہ وولولہ کی جولانگاہ میں قدم رکھا تھا، جس عشق سرمدی اور محبت ابدی میں گرفتار ہوا تھا، جس خیال اور یقین سے طوق وسلاسل کو چوما تھا آج بھی اسی پر قائم ہیں۔ تائید ایزدی اور اس کے فضل و رحمت سے زنداں کی تلخ راتوں اور حکمرانوں کی انتقامی کاروائیوں نے اس جذبے کو سرِ مو تبدیل نہیں کیا۔ خدا کی خاص رحمت سے امید ہے تادم واپسیں ہم نے جو راستہ اختیار کیا تھا خدا کی رحمت سے اس کا شباب پایاب نہ ہوگا۔ اس کی رعنائی کا پھول کبھی نہ سوکھے گا۔

مجھے اس تقریر کے مندرجات کو دیکھ کر آج بھی حیرت ہوتی ہے کہ جب اس کی ضرورت تھی کیسے جذبوں سے کٹھن راہوں کا آغاز ہوا۔ کیسے کیسے ولولے نقش حیات پر ثبت ہوئے۔ کیسی کیسی تاریک راتوں سے گزرنے کا عہد کیا گیا۔ کیسے کیسے تلخ موڑوں اور اتھاہ کھائیوں میں جاں بلب ہونے کا سامان بہم پہنچا۔ جمعیت خاطر کن کن کلفتوں اور طبع نازک کیسی کیسی دشوار گھاٹیوں سے گزرنے پر آمادہ ہوئی۔ راحت وچین کی راتوں کے مقابلے میں کانٹوں سے اٹی ہوئی شب تاریک میں مصائب کے مہیب اور پرخطر غاروں میں اترنے کا اقرار ہوا۔ رات کے آخری حصے میں جب آہ سحر گاہی تقدیر امم بدل دیتی ہے کہے گئے الفاظ مجسم ہو کر ہر قدم پر ہماری رہنمائی کرتے رہے۔ ہر گھاٹی میں اس اقرار اور پیمانِ وفا نے مایوس امنگوں کو سہارا دیا۔ بے دلی اور قنوطیت کے جھکڑوں میں حوصلہ بخشا۔ قافلہ شوق ایسے طریقے سے جانب منزل روانہ ہوا کہ لاشوں سے اٹا ہوا راستہ، زندانوں سے آلودہ ایام وشہور، دکھوں اور المیوں سے بھرپور مدوجزر قلبی سکون عطا کرتے رہے۔

یہ تھا وہ عہد وپیمان، یہ تھی وہ دولت ایقان، یہ تھا سچا اقرار، یہ تھی وہ نوا پردازی، یہ تھی وہ متاع زندگی، جو سرزمین جھنگ کے ایک مرد قلندر اور وادیٔ چناب کے ایک درویش بے گلیم کے آستانے پر لٹانے کا اعلان کیا گیا، اس اعلان واقرار کے بعد مولانا حق نواز جھنگوی کی زندگی کے پانچ سال موجودہ سربراہی اور سرپرستی کے چھ سال تک ایک دن اور ایک لمحہ بھی ایسا نہیں گزرا کہ جس میں فرحت وانبساط کے پہلے دور کا شمہ بھی موجود ہو۔

میری حقیقی متاع اور دنیا کی سب سے بڑی دولت یہی وہ فیصلہ تھا جو میں نے بہت سوچ سمجھ کر کیا تا آنکہ آج گیارہ سال تک اس پر قائم ہوں۔ ناموس صحابہؓ کے تحفظ اور غلبہ اسلام کی جدوجہد کے اس مشن کو حرزِ جان بنانے کا یہ عہد ایک دن میں نہیں ہو گیا تھا، محض چار روز کی چنیوٹ کی حوالات میں نہیں ہوا تھا بلکہ اس کے پیچھے سال ہا سال کا غور وخوض تھا۔ خمینیت کی دیدہ دہنی تھی، شیعیت کی صحابہؓ کے خلاف یلغار تھی۔ سبائیت کے ہتھکنڈے تھے۔ سنی قوم کی بے چارگی تھی، مولانا حق نواز کا خلوص تھا، صحابہ کرامؓ کے خلاف شیعہ کی وہ تحریریں تھیں جنہوں نے ہمارا جینا دوبھر کر دیا تھا..... ہماری راحت وچین کو تج دیا تھا، ہمارے قلب وجگر کے قرار کو مضمحل کر چھوڑا تھا۔ ہماری پرسکون زندگی میں ارتعاش پیدا کر دیا تھا۔ مجھے مولانا حق نوازؒ کی شہادت کے بعد ان کی مسند پر نہ براجمان کیا جاتا تب بھی زندگی کا ایک ایک لمحہ اسی تگ وتاز میں گزرتا۔ حیات مستعار کی ایک ایک ساعت اسی فریضہ کی نذر رہتی۔ زندگی کا ہر عمل اسی دائرے میں گھومتا، تقریر وتحریر کی ہر جنبش اسی گرمی کا مداوا کرتی۔ زبان وبیان

کی ہر خلش اور قلب وجگر کی ہر تپش اسی نصب العین کی رہین کرم ہوتی۔

میں نے کانٹوں کے اس راستے کو سچے دل سے قبول کیا تھا۔ میری یہ کوئی مجبوری نہیں تھی۔ مجھے کسی حادثے کے طور پر اس پگڈنڈی پر نہیں چلنا پڑا تھا۔ میں نے تو سرپرستی اور سربراہی قبول کرتے وقت بھی اپنی والدہ کو بتا دیا تھا کہ یہاں شہادت کا زیور بھی پہننا پڑے گا۔ ہتھکڑیوں کی جھنکار بھی شیوہ بنے گی۔ دکھوں کے ایام بھی پے در پے آئیں گے۔ آلام کی گھاٹیاں اور رنج ومحن کے تھپیڑوں سے بھی پالا پڑے گا۔ زندگی کی پر خطر راہوں میں ہر وقت ارتعاش رہے گا۔ گہرے گرداب اور اتھاہ کھائیاں ہر قدم پر ہوں گی۔ ابتداء ہی میں مولانا حق نواز کی قیادت کو قبول کرنا ان کی سچائی اور اعلیٰ جذبے کو دل سے تسلیم کرنے کے باعث ہی ممکن ہوا تھا۔ ورنہ وہ عمر میں تو مجھ سے صرف ایک سال بڑے تھے۔ میں ان کی رفاقت اور معیت کے بغیر ہی تحریر وقلم کی خداداد صلاحیت رکھتا تھا۔ تائید ایزدی سے گویائی کے حسن سے بھی آراستہ تھا۔

۱۵ سال کسی جماعت اور پلیٹ فارم کے بغیر ملک کے ہر کوچے میں تقریر وخطابت کا فریضہ سرانجام دینے کا موقع مل چکا تھا۔ لیکن اس ساری جدوجہد کا رخ تبدیل کر کے مولانا حق نواز شہیدؒ کی قیادت پر مفتخر رہنے کو سعادت جانا، اور فخر ومباحات کا زینہ خیال کیا..... تو دنیا ہی بدل گئی، عہد وپیمان کی تنویر چمک اٹھی۔ پاس وفا اور مشن کی سچائی کے احساس نے ایک قدم بھی ادھر ادھر نہ ہونے دیا۔

کہوں دل کی بات میں چارہ گر، تیرا غم ہے مجھ کو عزیز تر
نہ بڑھائے لذتِ درد جو میرے درد کی وہ دوا نہیں
بڑے صبر کا یہ ہے مرحلہ بڑے حوصلے کا مقام ہے
تیرے لب پہ آئے نہ اف کہیں، رہِ عشق میں یہ روا نہیں

(پھر وہی قید قفس صفحہ ۵۷)

قائد محترم مولانا حق نواز کی شہادت کا المناک واقعہ اس قدر اچانک اور غیر متوقع تھا کہ ہر شخص دم بخود رہ گیا، پوری دنیا میں اس واقعہ کے خلاف شدید ردعمل ظاہر ہوا۔ شیعہ جارحیت کے اس غیر معمولی واقعہ کے بعد دنیا کا ہر مسلمان ایرانی انقلاب اور شیعہ کے خلاف نبرد آزما ہو گیا۔ ۲۲ فروری ۱۹۹۰ء کو جس روز قائد نے جام شہادت نوش کیا اسی روز صبح آٹھ بجے راقم نے بنگلہ دیش روانگی سے پہلے آپ کو کراچی ائرپورٹ سے فون کیا۔ آپ نے فون پر ہی فرمایا اچانک روانگی ہو رہی ہے مجھے پہلے نہیں بتلایا میں نے کہا مجھے خود اس پروگرام پر پہنچنے پر تردد رہا۔ گزشتہ رات ہی فیصلہ ہوا تھا آپ کو بتاتا تو شاید آپ روک دیتے پھر بنگلہ دیش کے لوگ پریشان ہوتے، انہوں نے کہا جلدی آنا یہ وہ آخری الفاظ تھے جن سے میرے کان ہم آغوش ہوئے اور میں ڈھاکہ روانہ ہو گیا۔

بنگلہ دیش روانگی

یہ جمعرات کا دن تھا، ہم ڈھاکہ ائرپورٹ سے شہر کے عین وسط میں ایک ہوٹل میں پہنچے۔ ہم نے رات یہاں ہی

قیام کیا، اگلے روز علی الصبح بذریعہ ٹرین سلہٹ روانگی ہوئی۔

سلہٹ پہنچے تو یہاں مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمٰن مہتمم جامع مدنیہ قاضی بازار اور ہزاروں افراد نے ہمارا استقبال کیا۔ اس عظیم سالانہ کانفرنس میں لاہور سے حضرت قاری محمد اجمل خان، مولانا فداء الرحمٰن درخواستی، مولانا عبدالرؤف ملک اور مولانا محمد بنوری (مرحوم) بھی موجود تھے۔ نماز جمعہ کے بعد راقم کا ایک گھنٹہ خطاب ہوا۔ اسی روز بعد نماز عشاء دو گھنٹے تقریر ہوئی۔ اگلے روز بعد نماز عشاء آخری خطاب کے لئے ہر نشست میں اعلان ہوتا رہا۔ ۲۴ فروری میری تقریر رات گیارہ بجے شروع ہوئی۔ مقامی ڈپٹی کمشنر کی صدارت تھی خطاب نے طول کھینچا صبح کے چار بج گئے، ایک مرحلے پر جب میں نے کہا، پاکستان میں میں احمد بن حنبلؒ کی نشانی چھوڑ آیا ہوں۔ آئندہ سال وہ مجاہد ضرور اس سٹیج پر جلوہ افروز ہوگا، بس پھر کیا تھا سٹیج پر کئی لوگوں کی چیخیں نکل گئیں۔ قصہ یہ تھا کہ سٹیج پر موجود تمام افراد کو اسی روز مولانا حق نواز کی شہادت کی خبر مل چکی تھی۔ تمام بنگالی اخبارات میں شہ سرخیوں سے اس المناک واقعہ کا ذکر تھا۔ انہوں نے مجھ سے جان بوجھ کر یہ خبر چھپائی تھی۔ میں نے جب مولانا حق نواز کو آئندہ سال لانے کا ذکر کیا، تو ان کے ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ گئے۔ وہ زار و قطار رونے لگے، میں اس کے بعد بھی بے خبر رہا۔ پانچ بجے جب تقریر ختم ہوئی تو مولانا حبیب الرحمٰن نے صرف اتنا کہا کہ آپ پر بہت بڑی ذمہ داری آنے والی ہے، مجمع کے جوش و خروش میں اس لفظ سے چونک اٹھا لیکن ملاقاتیوں کا ہجوم اس قدر تھا کہ چھ گھنٹے کے خطاب کے بعد مصافحہ کرنے والوں کی قطاروں میں یہ لفظ بھی گم ہوگیا۔ نماز فجر کے بعد ہم آرام کے لئے اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے، گیارہ بجے مجھے یہ کہہ کر جگایا گیا کہ پاکستان میں مولانا حق نواز پر قاتلانہ حملہ ہوا ہے۔ میرے پاؤں سے زمین نکل گئی۔ میں نے کہا مولانا حق نواز کو کیا ہوا، خدا نے ان کو محفوظ رکھا یا.....؟

حضرت مولانا قاری محمد اجمل خان نے تسلی دیتے ہوئے کہا، فکر نہ کرو ناشتہ کرو۔ میں گم صم، کافی دیر سخت پریشانی اور کرب کے عالم میں ٹہلتا رہا۔ بالآخر مجھے سب احباب نے جب کچھ نہ بتلایا تو میں نے فیصل آباد کی کال بک کرائی۔ یہاں سے قاری عبدالغفار کا یہ کہنا تھا کہ مولانا حق نواز تو جس روز شہید ہوئے اس کے اگلے روز وہ دفن کر دئے گئے۔ ساری زندگی میں مجھے ایسے کرب ناک الفاظ اور الم انگیز مناظر کا سامنا نہ کرنا پڑا تھا اب معلوم ہوا کہ وہ متاع حیات تو اسی روز لٹ گئی تھی جس روز تم نے کراچی سے ان کو فون کیا تھا۔ وہ تو جمعہ کے روز ہی موت کے پاتال میں گم ہوگیا اور لاکھوں انسان اس برگزیدہ ہستی کو منوں مٹی کے سپرد کر چکے ہیں.....

یہ اتوار کا روز تھا۔ اس روز سلہٹ اور پھر ڈھاکہ سے پاکستان کا کوئی جہاز نہ تھا ایک دن میں نے جس دکھ اور پریشانی میں گزارا ہے اس کی مثال ہی کتاب زندگی کے کسی ورق پر رقم نہ تھی۔ میں نے رو رو کر انگاروں پر یہ لمحات گزارے..... روافض کے خلاف بہت بڑی جست لگا کر جس مرد قلندر نے جنگ کا آغاز کیا تھا اس دولت گراں مایہ کو کھو کر میری دنیا اجڑ چکی تھی۔

طویل عرصہ کی رفاقت، جرأت و بسالت کا کردار، شجاعت اور لازوال بہادری کے نقوش صرف تاریخ کے قرطاس پر بطور امانت ثبت ہوگئے تھے۔ کرب والم کے ان لمحوں میں بار بار سوچتا تھا کہ صحابہ کرامؓ کی عظمت کا حدی خوان اب صرف صبح

محشر نظر آسکے گا۔ جھنگ کی گلیاں اور مسجد حق نواز کا مصلیٰ خالی ہو چکا ہے۔ حق وصداقت کا اولوالعزم، شمشیر آزما اپنی زندگی کی بساط لپیٹ کر امام ابوحنیفہؒ، امام احمد بن حنبلؒ، حضرت مجدد الف ثانیؒ حضرت شاہ ولی اللہ، شیخ الہند محمود الحسن اور مولانا عبدالشکور لکھنویؒ کی محفل میں پہنچ چکا ہے، ہماری بزم سونی ہو چکی ہے۔ قافلہ حریت کا ایک عظیم شاہسوار راستہ بدل چکا ہے۔ ناموسِ صحابہؓ کے فکر کا بانی منہ موڑ چکا ہے اس کی گونج دار آواز اور سمندروں جیسا خروش، پژمردہ ہو چکا ہے۔ اب صرف اس کے خون کی مہک باقی رہ چکی ہے۔ ان کے فکر اور مشن کی صدا نواپرداز ہے، اس اولوالعزم کردار کے نقوش نشان منزل کا کام دیتے رہیں گے۔ اس کی زندگی کا جہاز مصائب دھر کے جن تھپیڑوں اور نوائب حق کی جن سزاواریوں کا رہین رہا ہے وہ موت کے گہرے پانیوں میں ڈوب چکا ہے۔ کیا حق نواز مجھے اب کہیں نظر نہیں آئے گا.....؟؟

اس کا مختصر سراپا، شیر کی طرح دھاڑنے والا انداز گفتار، استدلال کی قوت گویائی کا حسن، خطاب کا سحر، بیان و بلاغت کی حیرت انگیز رعنائی، مضامین وعنوانات کی ششدر کر دینے والی ملائمت وزیبائی، اور اس کے روشن اور جگمگ مناظر سے آنکھیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محروم ہو چکی ہیں۔ میں تخیل کے انہی پردوں میں جھانک کر کبھی اٹھ جاتا کبھی ٹہلنے لگتا، کبھی اشکوں کی لڑی پروتا، کبھی فکر وسوچ کے زاویے بنتا۔ سوموار کے روز آنے والے جہاز میں یہ سلسلہ اور دراز ہو گیا۔ اشک تھے کہ رکنے کا نام نہیں لیتے تھے۔ میں کبھی باتھ روم میں جا کر اشکوں کی سیل رواں کو روکنے کی کوشش کرتا، کبھی اپنی سیٹ ہی پر دراز ہو کر منہ چھپا چھپا کر غم غلط کرنے کی ناکام کوشش کرتا۔

بنگلہ دیش سے واپسی

دکھوں اور کرب کی اسی حالت میں کراچی ائرپورٹ پر مولانا محمد اعظم طارق، حافظ احمد بخش ایڈووکیٹ اور دیگر ساتھیوں نے میرا استقبال کیا۔ سب لوگ جی بھر کر روئے، قائد کی شہادت نہیں بلکہ ان کی جدائی نے ہمیں نڈھال کر دیا تھا۔ اب ہم ایک گھپ اندھیرے اور روشنی سے محروم ایک دیار میں اداس کھڑے تھے۔ فیصل آباد کا جہاز اگلے روز تھا۔ یہ لمحے بھی قیامت سے کم نہ تھے۔ میں نے لاہور جانے والے رات کے جہاز پر سیٹ لے لی۔ نائٹ کوچ کے ذریعے علی الصبح لاہور پہنچا، لاہور سے سیدھے جھنگ روانگی ہوئی۔

جھنگ آمد پر سب سے پہلے جب میری نظر شہید قائد کے سب سے چھوٹے بیٹے "مسرور نواز" پر پڑی تو جگر پھٹ گئے۔ زمین سے آسمان تک آہوں اور سسکیوں نے پورا ماحول سوگوار بنا دیا۔ طالب علمی سے لے کر سپاہ صحابہ کے قیام (۶ ستمبر ۱۹۸۵ء) اور آج ۲۶ فروری ۱۹۹۰ء تک کی رفاقت کا ایک ایک ورق سامنے آ چکا تھا۔ دکھوں کے ایام بھی پیش نظر تھے، خوشی کے مواقع بھی پس منظر میں تھے، یادوں کی کئی امانتیں اور بیتے ہوئے شہور وایام کے کئی نقوش آنکھوں میں گھوم رہے تھے۔ احرار پارک کی سطوت خاک میں مل گئی تھی۔ شہید کے خون ناب سے اس پارک کی زمین سیراب ہو کر قصہ پارینہ کا پتہ دے رہی تھی۔ جامع مسجد حق نواز کے مینار اداس تھے، مصلیٰ پر قائد کے سجدوں کے نشان باقی رہ گئے تھے۔ جذب دروں اور ولولہ تازہ تاریخ کا حصہ بن چکا تھا۔ مسجد کا ایک ایک نقش، اس میں گونجنے والی آواز اور خطاب وتقریر سے ہم آغوش ہونے والی

دیواریں، چھتوں، گیلریوں سے ٹکرانے والی گونج کے سارے منظر سامنے تھے۔ مصلیٰ خالی تھا۔ امام پندرہ سال تک اس قوم کو جھنجھوڑنے کے بعد اب خود مالک حقیقی کے حضور پہنچ چکا تھا۔

رفض کے بیماروں، کفر کے علمبرداروں، منافقت کے معماروں اور دجل وفریب کے کرداروں کو آج کھلی چھٹی مل گئی تھی۔ جاگیردارانہ مظالم کے اصلی چہرے ایک مرتبہ پھر کھلکھلا اٹھے تھے۔ صحابہ دشمن کے گھر گھی کے چراغ جل رہے تھے..... وہ دیکھ رہے تھے، یہ مصلیٰ یہ محراب ومنبر، یہ مسند، یہ سجادہ، یہ سیادت کس کے حصے میں آئے گی۔ اس فکر ونصب العین کی صدا کس کے قلب رسا اور ذہن صفا سے دوبارہ بلند ہوگی۔ کانٹوں اور آلام کے کوچے میں اب کون صحرانوردی کرے گا۔ ناموسِ صحابہؓ کے مشن اور غلبۂ اسلام کی جدوجہد کا بارِ امانت کس کے دوش پر سجایا جائے گا۔

کیا یہ مشن کئی دیگر قیادتوں کی طرح صدا بصحرا ثابت ہو جائے گا؟..... کہیں یہ فکر بھی اس خون کے ساتھ دفن ہو کر ہمیشہ ہمیشہ کی نیند تو نہیں سو جائے گی؟..... اب کانٹوں کی اس سیج پر، دُکھوں کی مسند پر، آلام ونوائب کے اس کوچے میں، مصائب ومشکلات کی اس وادی میں کون قدم رکھتا ہے، کس کے سر پر اعزاز رکھا جاتا ہے، کس کو مولانا حق نواز شہیدؒ کے مشن کا وارث، آپ کے فکر کا امین، آپ کے نصب العین کا ترجمان اور آپ کے پیغام کا حدی خواں مقرر کیا جاتا ہے..... اب یہ سوال باقی رہ گیا تھا جس کا جواب اگلے صفحات میں آپ کو ملے گا۔

سپاہ صحابہ کی قیادت کا فیصلہ

۶ مارچ ۱۹۹۰ء کا دن میرے لئے ایک اور قیامت لے کر طلوع ہوا۔ میں جس بات کا تصور بھی نہ کر سکتا تھا، مجھے جس حقیقت سے ہمیشہ کے لئے اعراض تھا، میں جس ذمہ داری کا قطعی اہل نہ تھا، اس بارِ امانت کے لئے میرے ناتواں کندھوں کا جب فیصلہ ہوا تو میں نے صراحتاً اس سے انکار کیا۔ میں لکھنے پڑھنے اور ذوقِ مطالعہ وتحریر کا حامل ہونے کی وجہ سے کانٹوں کی سیج پر قدم نہیں رکھ سکتا تھا۔ میں اپنے بازوؤں میں وہ قوت اور ہمت محسوس نہیں کرتا تھا جو اس تاریخ ساز جدوجہد اور بلند عزم وارادے کی متقاضی تھی۔ میں نے خود اس انتخاب کے لئے ملک کے مشہور خطیب حضرت مولانا ضیاء القاسمی کا نام پیش کیا۔

سپاہ صحابہ کی سرپرستی جسے سپاہ صحابہ کے دستور میں سربراہی کا درجہ حاصل ہے اس کے عظیم مشن کی تکمیل کے لئے جن اوصاف وکمالات کی ضرورت تھی، میں دیانت داری سے سمجھتا تھا کہ ان کا حامل نہیں ہوں۔ مولانا حق نواز کی جرأت وبسالت، حیرت انگیز بہادری کہاں اور میرے جیسا ناتواں، کمزور اور مسجد ومدرسہ کی چار دیواری میں صرف تقریر ووعظ کرنے والا ایک عام مبلغ ومقرر کہاں؟

"چہ نسبت خاک را با عالم پاک"

طویل بحث وتمحیص اور جماعت کی اعلیٰ سطحی مشاورت کے بعد میرے لئے اس خدمت وسالاری کا فیصلہ ہونے لگا تو میں نے والدہ محترمہ سے اجازت کی مہلت طلب کی۔ والدہ محترمہ نے ٹیلی فون پر فرمایا:

"زیادہ سے زیادہ اس مشن کے لئے تم بھی شہید ہو جاؤ گے۔ کوئی مولانا حق نواز سے زیادہ قیمتی نہیں

ہے.....اس جاں سپاری کے لئے اگر تمہیں کوئی ذمہ داری دی جاتی ہے تو خدا پر بھروسہ کر کے اسے قبول کرلو، میری طرف سے اس کی اجازت ہے۔"

جونہی والدہ محترمہ نے اجازت بخشی، میرے کمزور کندھوں میں بجلی سی کوند گئی، تہجد گزار اور شب زندہ دار ماں کے ان الفاظ نے مجھے ایسا حوصلہ بخشا کہ مردہ دل زندہ ہوگیا۔ ہر لمحے اور ہر وقت شہادت کی تمنا سے لبریز ہو کر میں اس عظیم جدوجہد اور تاریخ ساز خدمت کے لئے نئے ولولے اور نئے جذبے کے ساتھ خون اور آگ کے اس سمندر میں کود گیا۔

سپاہ صحابہ کی ذمہ داری اور سرپرستی کے فیصلے کے بعد

۶ر مارچ ۱۹۹۰ء کو نماز عصر کے بعد جب مولانا حق نواز کی وراثت و نیابت کا بار اٹھا کر ہم شہید قائد کے مزار پر جامعہ محمودیہ میں پہنچے تو اشکوں کی برسات نے ہمیں نڈھال کر دیا۔ برادرم محمد یوسف مجاہد، مولانا علی شیر حیدری، مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ ساری قیادت قائد کی قبر پر چلتے ہوئے لمحوں اور بیتی ہوئی تاریخ پلٹ پلٹ کر روتے رہے چند روز قبل قبر کی اس جگہ پر میں نے جماعتی تنظیم، ماہنامہ خلافت راشدہ کے اجراء اور صوبائی باڈیوں اور مرکزی شوریٰ کے قیام کے لئے جو مشورہ کیا تھا اس کی ساری فلم آنکھوں میں گھوم گئی۔

ہم یہاں سے تاریخ کے ایک نئے باب میں اضافہ کر کے لوٹے۔ نئے اقدار، نئے انداز، نئی روایات، اور جذبے سے ہم نے کام کا آغاز کیا۔ میں نے تنظیمی صورت حال کو دیکھا تو نہ ہونے کے برابر تھی۔ قائد شہیدؒ کو جیلوں اور مقدمات نے تنظیمی تعمیر کا موقع ہی فراہم نہ کیا تھا۔ وہ ہر وقت جماعت کے نظم و نسق کے قیام کے لئے فکر مند رہتے تھے۔ انہوں نے مجھے بارہا تنظیمی ڈھانچے کی ترتیب اور از سر نو سارے عہدیداروں کی تقرری کا منصوبہ تیار کرنے کا حکم دیا تھا، ہم نے کئی مرتبہ صوبائی اور مرکزی شوریٰ اور باڈیوں کے قیام پر طویل مشورہ بھی کیا تھا۔ جماعتی مشکلات اور مقدمات کے کاموں سے فرصت نہ ہونے کے باعث سارے کام ادھورے پڑے تھے۔ قائد کی شہادت کے بعد ہم مرغی کے ان بچوں کی طرح تھے جو اپنی ماں کی آغوش سے محروم ہو کر حرماں نصیب ہو گئے ہوں۔ اس طرح ہم اک شجر سایہ دار کے سوکھ جانے کے بعد وسائل کی قلت اور لامحدود مسائل کی دھوپ میں بے سہارا کھڑے تھے۔ خدا کی خاص رحمت اور اس کے فضل نے جب دستگیری کی تو میں نے اگلے ہی روز مرکزی تنظیم کی باڈی مکمل کرنے، مرکزی مجلس شوریٰ کے قیام اور صوبائی باڈیوں کی تقرری، پہلے سے طے شدہ ۱۶ر مارچ کو مینار پاکستان پر دفاع صحابہؓ کانفرنس کے انعقاد کو یقینی بنانے کا حکم دیا۔

قائد شہیدؒ کی شہادت کے بعد ملک بھر میں مظاہروں، ہنگاموں اور کئی روح فرسا واقعات کی موجودگی سے دفعتاً پہلے سے کئی گنا زیادہ کام بڑھ گیا۔ اب نئے نئے چیلنجوں اور نئی نئی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے جانگسل مشکلات اور ناقابل تصور دکھوں سے پالا پڑا۔ خدا کے خصوصی کرم، مولانا حق نواز شہیدؒ کے مقدس و معطر خون اور صحابہ کرام کی برکت سے ہم ان تمام مسائل کو ہفتہ بھر میں حل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

CamScanner

ماہنامہ ''خلافتِ راشدہ'' کا اجراء

مارچ ۱۹۹۰ء میں ماہنامہ ''خلافتِ راشدہ'' کا اجراء عمل میں آیا۔ مینارِ پاکستان پر ۱۶/مارچ کو سپاہِ صحابہ کی تاریخ ساز کانفرنس منعقد ہوئی۔ مرکزی باڈی تکمیل کے زیور سے آراستہ ہوئی۔ ابتداء میں راقم نے مولانا علی شیر حیدری اور مولانا نواز بلوچ کے دروازوں پر خود جا کر دستک دی۔ انہوں نے دعوت قبول کی اور پھر یہ لوگ اس قافلہ میں شامل ہو گئے۔ دستورِ اساسی اور سپاہِ صحابہ کیا ہے، کیا چاہتی ہے؟ یعنی سپاہِ صحابہ کے اغراض و مقاصد پہلی مرتبہ زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر منظرِ عام پر آئے۔ اس طرح ایک ہی ماہ میں جب تمام اہم امور خدا کی دستگیری سے پایۂ تکمیل تک پہنچے تو قائد کو راستہ سے ہٹانے والوں کے عزائم پر اوس پڑ گئی..... دن رات کے کام میں وسعت اور ترقی میں جس چیز نے مہمیز کا کام دیا تو وہ صحابہ کرام کی برکت اور قائد شہید کے خون اور قربانی کا اخلاص تھا۔ گھر گھر میں مشنِ ناموسِ صحابہ کا فروغ اور شیعہ کے کفر کے کھلے اعلان کا ابلاغ اسی شاہراہ سے عمل میں آیا..... اس میں میری کسی قابلیت اور مہارت کا دخل نہ تھا۔

مشکلات کا ہجوم

جس طرح کام بڑھا اسی طرح مشکلات بھی بڑھتی رہیں۔ کارکنوں کی پے در پے شہادتوں اور نئے نئے سنگین مقدمات نے ہمارے اعضاء کو مضمحل کر دیا تھا، ہم خون کے اس دریا میں کبھی جاں بلب ہوتے، کبھی ساحل پر پہنچتے، کبھی غوطہ زن ہو کر منزل کو پا لینے کے شوق سے آگے بڑھتے، کبھی حکومت کی ستم کشی کی ٹیس سہتے، کبھی صحابہ دشمنوں کی ژاژ خائی کا شکار ہوتے، کبھی اپنوں کے طعنوں کے خاروں سے آلودہ ہوتے۔ کبھی ایک جگہ کبھی دوسری جگہ جنازوں کو کندھا دیتے۔ اس دوران ہمارے قتل کے کئی کئی منصوبے بنائے گئے۔ ہمارے جانباز ساتھی اور نائب مولانا ایثار القاسمی کو شہید کر دیا گیا۔ چوبرجی گراؤنڈ لاہور میں سٹیج کے نشانے پر بم مارا گیا، ہم معجزانہ طور پر محفوظ رہے۔ ہم نے یہاں تین لاشیں اٹھائیں۔ ۴۰ زخمیوں کو ہسپتال پہنچایا۔ بم پھٹنے کے بعد بھی مجمع کے جمِ غفیر نے ہمارے خطابات کو سنا، اُن کا حوصلہ دیکھ کر یہ غم ہلکا ہو گیا۔ پھر ہم ہسپتال میں ایک ایسے زخمی کے پاس پہنچے جس نے کہا، آپ میرے قائد ہیں، میرا غم آپ کے اس وقت یہاں آنے سے ختم ہو گیا ہے۔

کبھی ہم نے جھنگ میں پانچ علماء کے جنازے اٹھائے۔ ایک موقع ایسا بھی آیا کہ مجھے روزانہ جھنگ میں جنازہ پڑھانے کے لیے جانا پڑا۔ جھنگ میں جب سات بہنوں نے اپنے اکلوتے بھائی کو کندھا دے کر ہمارے حوالے کیا تو اس روز میرا دل چیخ اُٹھا۔ میں نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا، اس کی جگہ میرا جنازہ ہوتا تو مجھے خوشی ہوتی۔ بے سہارا بہنوں اور بوڑھے باپ نے صرف یہ کہا کہ وہ ناموسِ صحابہؓ کے تحفظ کے لئے اب بھی خدا کی رضا پر راضی ہیں لیکن آفتاب تو دوبارہ نہیں آئے گا۔

مولانا حق نواز شہیدؒ کا اصل مشن اور اس کی تکمیل کی جدوجہد

مولانا حق نوازؒ کی شہادت کے بعد سب سے پہلے دیکھنا یہ ہے کہ ان کا حقیقی مشن کیا تھا؟ وہ کس نصب العین کے لیے فردوسِ بریں میں پہنچے، کس نظریہ کی خاطر انہوں نے شہادت کے خلعتِ مرصع کو زیبِ تن کیا۔ وہ کون سی آگ تھی جس نے

انہیں زندگی کے بھرپور پندرہ سال بے چین رکھا، وہ کس کرب اور الم کے باعث بیوی اور بچوں سے جدا ہوئے۔ انہوں نے حیاتِ مستعار کے ایام وشہور پر ابدی زندگی کو کیوں ترجیح دی؟ وہ کوئی مجنوں یا دیوانے تو نہ تھے، جاہل یا لاعلم تو نہ تھے..... وہ ایک صاحبِ علم، بلند عزم وحوصلہ، عالی کردار کے حامل انسان تھے، زندگی کی آسائشوں اور آرائشوں سے بہرہ ور ہونے کے لئے انہیں بھی دیگر علماء اور دانشوروں کی طرح حصہ مل سکتا تھا۔ اس عظیم اور ممتاز عالم دین کو کس درد نے ستایا، کس الم نے ان کی نیندیں حرام کیں؟..... کس کرب اور دُکھ سے دوچار ہو کر انہوں نے عیشِ زندگی کو تج دیا؟..... کون سی تگ ودتا تھی جس نے انہیں وارفتگی پر مجبور کیا؟..... وہ بھی ملک کے دیگر شعلہ نوا مقرروں کی طرح نشاط افزا زندگی گزار سکتے تھے، وہ بھی شہرت و ناموری اور اشتہارات میں موٹے الفاظ میں شائع ہونے والے القاب سے بہرہ مند ہو کر فرحت وطرب سے حظِ وافر پا سکتے تھے۔ پیشہ ور مقرروں، کرائے کے واعظوں، جہازوں کے ٹکٹ اور لمبی لمبی فیسوں کا حدود اربعہ رکھنے والے بے شمار خطیبوں کی طرح انہیں بھی بغیر کسی دُکھ اور غم کے راحتِ زندگی اور طمانیت وقرار کی دنیوی دولت مہیا ہو سکتی تھی..... آہ کہ انہوں نے راحت وچین پر اس کرب اور دکھ کو ترجیح دی جو ایرانی انقلاب (فروری ۱۹۷۹ء) کے بعد خمینی اور پاکستان کے شیعہ علماء کی طرف سے صحابہ کرام کی توہین اور تکفیر پر مشتمل لٹریچر کی اشاعت کے بعد ان کے قلب وجگر میں بے ساختہ طور پر پیدا ہوا تھا۔ اس طرح جب پاکستان کے رُسوائے زمانہ شیعہ مصنف غلام حسین نجفی کی کتاب ''قولِ مقبول'' شائع ہوئی تو وہ کئی کئی رات تک سو نہ سکے۔ انہوں نے شدتِ غم اور رنج ومحن، سخت اذیت کے ساتھ کبیر والا کے قریب اڈہ ۱۲ میل کے ایک جلسہ میں فرمایا تھا:

> ''یہ قولِ مقبول غلام حسین نجفی کی تازہ کتاب شائع ہوئی ہے۔ اس میں لکھا گیا ہے، رسول اللہ ﷺ کی بیٹی اُم کلثومؓ جو عثمان بن عفان ؓ کے نکاح میں تھیں، اس کے بارے میں اس ملعون نے یہ کفر تحریر کیا ہے، ''جب اُم کلثوم فوت ہوئی تو عثمان غنی نے اس کے مردہ جسم کے ساتھ ہم بستری کی''۔
>
> اے اللہ! اس کتاب کے شائع ہونے کے بعد حق نواز اگر چین کی نیند سوئے، اس پر لعنت کر..... میں تیرے رسول ﷺ کی بیٹی کی اس شرمناک توہین سن کر کیسے خاموش ہو جاؤں..... اے اللہ مجھے اتنی قوت بخش کہ اس کفر کو روک سکوں۔
>
> اے مسلمان! میری اور تیری بیٹی کے لیے ایسے الفاظ کوئی استعمال نہیں کرتا..... مسلمانو! تمہارے ملک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی لاوارث ہو گئی، پیغمبر کی لختِ جگر کا کوئی ہمدرد نہ رہا.....!!

بس پھر کیا تھا..... قائد کے دُکھ بھری آواز میں کیا جادو تھا کہ مجمع دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔ ہر آنکھ اشکبار تھی، ہر دامن دریدہ تھا۔ ہر قلب کسمساہٹ کا شکار تھا، ہر دل سے شیعہ کے کفر کی صدا بلند ہو رہی تھی۔ اسی کرب اور پریشانی نے مولانا حق نوازؒ کے اصل مشن اور سچی دعوت کو آشکارا کر دیا..... آپ کا مشن سادہ الفاظ میں یہ تھا:

(۱) ناموسِ صحابہ کا تحفظ (۲) نظامِ خلافتِ راشدہ کا نفاذ (۳) اسلام دشمن سرگرمیوں کی روک تھام
(۴) صحابہ کرامؓ، خلفاء راشدینؓ اور اہل بیتؓ کے خلاف قابلِ اعتراض لٹریچر کا خاتمہ

(۵) صحابہ دشمن شیعہ گروہ کی تکفیر کا کھلا اعلان (۶) خلفاء راشدینؓ کے ایام وفات وشہادت پر تعطیل

قائد کی شہادت کے بعد دیکھنا یہ ہے کہ جن لوگوں کو ان کی جانشینی کے منصب پر براجمان کیا گیا، وہ اس مشن پر کس حد تک قائم رہے۔ انہوں نے مشن کے فروغ کے لیے کیا کیا۔ راقم نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ اپنے مقصد میں مکمل طور پر کامیاب ہوگیا ہے۔ ہم نے یہ کر دیا وہ کر دیا، وغیرہ وغیرہ..... تاہم ہمیں یہ بات کہنے کا حق حاصل ہے کہ قائد شہید کا مشن ان مذکورہ نکات کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ وہ اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے آئینی جدوجہد کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے اس مقصد کے لئے (۱۹۸۸ء کا) جھنگ سے الیکشن لڑا تھا، وہ اپنے مطالبات منوانے کے لیے قتل وغارت اور تشدد پر یقین نہیں رکھتے تھے..... آج بھی سپاہ صحابہ کے ہر کارکن کو اچھی طرح یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ قائد شہید کی ۱۵ سالہ جدوجہد میں کہیں بھی انہوں نے ناموسِ صحابہ کے تحفظ کے لئے قتل وغارت کا راستہ اپنانے کا حکم نہیں دیا۔

میں نے بھی قائد کا ساتھ نبھانے کے لیے اسی مثبت جدوجہد کو صاد کیا تھا۔ اسی آئینی جدوجہد میں شرکت کا عزم کیا تھا..... مطالبات کی تکمیل کے لیے اگر کوئی شخص تشدد کی راہ اپناتا ہے تو وہ سمجھ لے یہ اس کی ذاتی سوچ ہے۔ یہ قائد شہید کی فکر نہیں ہے۔ خدا کے فضل وکرم سے سپاہ صحابہ کو ہم نے ایسی راہ پر گامزن کرنے اور اسی طرز پر چلانے کی سعی کی جو قائد نے متعین فرمائی تھی..... ہم نے ناموسِ صحابہؓ کی جدوجہد میں کیا کھویا کیا پایا؟..... اس کے بارے میں جب یہ بات متعین ہوگئی کہ ان کا مشن ناموسِ صحابہ کا تحفظ، شیعہ کے کفر کا اعلان اور اسلام کی عالمگیر دعوت کا فروغ تھا تو دیکھئے..... ہم نے اس منزل کے حصول کے لئے ہر ممکن جدوجہد کی ہے۔ ہم نے سالانہ حق نواز شہید کانفرنسوں، اخبارات کے فورموں، صدر، وزیراعظم، گورنروں، وزراء اعلیٰ کے سامنے اسی مشن کی ترجمانی کی ہے۔ ہر سطح پر شیعہ کے قابل اعتراض لٹریچر کے خاتمے کی آواز بلند کی ہے۔ اللہ کے خصوصی فضل سے ''تاریخی دستاویز'' ۲۸ ستمبر ۱۹۹۱ء کو چار سو علماء اور ایک درجن وزراء کی موجودگی میں وزیراعظم نواز شریف کو پیش کی ہے۔ بعد ازاں اسے باقاعدہ شائع کر کے شیعہ کی ۲۳۲ کتابوں کی قابلِ اعتراض عبارتوں اور ان کی سرخیوں کو تین زبانوں میں شائع کر کے ہر سوسائٹی، ہر طبقے، ہر سیاستدان اور ہر افسر تک لے جانے میں اپنی طرف سے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ شیعہ کے کفر کے اعلان پہ کسی جگہ مداہنت اور مصلحت سے کام نہیں لیا۔

ملی کونسل سمیت ہر فورم پر ڈنکے کی چوٹ پر تحریف قرآن اور تکفیر صحابہ کو کفر کہا ہے۔ اس مضبوط اور غیر لچکدار رویے کے باعث ہمیں تشدد پسند کہا گیا۔ ہم پر قاتلانہ حملے ہوئے لیکن اس زوردار آواز میں بحمداللہ کوئی نرمی نہیں آئی..... آپ دیکھ رہے ہیں اب تک کراچی اور لاہور سمیت ساڑھے چھ سال میں ہمارے ۳۴۲ کارکن شہید ہوئے۔ ہم نے ایک ایک دن میں کئی کئی جنازے اٹھائے، ۹ ماہ سے ہم سندھ اور پنجاب کی قیادتیں جیلوں کی مہمان ہیں لیکن کیا آپ نے مشن کے بارے میں ہم میں کسی نرمی یا مصلحت بینی کو ملاحظہ کیا؟ ہم نے جس کام کو دین سمجھ کر قائد کا ساتھ دیا تھا آج بھی اس پہ پہلے روز کی طرح بحمداللہ قائم ہیں۔ ہمارے ہاں تو تربیت کا ایسا فقدان ہے کہ جلسہ کی جگہ کی تبدیلی یا کسی مصلحت کی خاطر جلوس کا راستہ بدلنے کے لیے اگر جماعت کوئی فیصلہ کرتی ہے تو کہہ دیا جاتا ہے کہ انہوں نے جھنگوی کا مشن چھوڑ دیا۔ یہ باتیں وہی لوگ کرتے ہیں

جن کو جھنگوی شہیدؒ کے اصل مشن کا علم ہی نہیں۔ ہٹ دھرمی، بلاوجہ تلخی اور سختی کا نام جھنگوی مشن نہیں، جماعتی مشکلات کو کم کرنے، گرفتار شدگان کی رہائی، مقدمات کے خاتمے کیلئے انتظامیہ سے مذاکرات میں کچھ چیزیں ماننے اور کچھ منوانے کو بھی کئی عقل سے بے بہرہ ساتھی مشن کی تبدیلی کہہ دیتے ہیں۔ دراصل ہمارا واسطہ ایسے لاکھوں عدم تربیت یافتہ ساتھیوں سے ہے جنہوں نے صرف تقریر کے جوش اور نعروں کے خروش کو دیکھ کر جماعت میں شمولیت اختیار کی ہے۔ مشنِ ناموسِ صحابہ کو کسی تحریر اور مطالعہ اور گہرے تدبر کے باعث قبول نہیں کیا۔ میں سپاہِ صحابہ کے پہلے گیارہ سال مکمل ہونے پر ہر ساتھی سے کہوں گا کہ مشن کی اصلیت کو سامنے رکھتے ہوئے انہی اصولوں کی روشنی میں ترجیحات کا نئے سرے سے تعین کریں، نئے دور کے لئے جماعتی کام کو صرف مذہبی اور دینی افراد سے آگے بڑھانے اور ہر سوسائٹی تک مشن کو پہنچانے کے لئے وسیع پیمانے پر لٹریچر کی اشاعت کے کام کو اوّلیت دیں..... ہم نے دس سال تک بڑے بڑے جلسوں اور کانفرنسوں کے ذریعے مشن اور کاز کو ہر جگہ پہنچایا ہے، کسی حد تک اس کو بھی باقی رکھیں لیکن ترجیح اس بات کو دیں کہ افسرانِ حکومت، ارکانِ پارلیمنٹ، کارخانہ کے مزدوروں، کسانوں، زمینداروں، محنت کشوں، کلرکوں، وکلاء، علماء مشائخ اور ہر طبقے میں عام کرنے کے لئے لٹریچر، سیمینارز، مذاکروں، مباحثوں کا اہتمام کریں۔ انگریزی، عربی اور اردو زبانوں میں لٹریچر کو عام کریں۔ بڑے بڑے لوگوں تک جماعتی رسائل و کتب پہنچانے کا اہتمام کریں۔ نصب العین اور مشن کے ابلاغ کے لئے بحمد اللہ ہم نے آئینی جدوجہد کے سب سے بڑے معرکے کو سر کرنے اور ۸۰ سے زائد ارکان سے اس پر دستخط کرانے کی صورت میں نمایاں ہے۔

مولانا ایثار القاسمیؒ کی قومی اسمبلی کی پہلی آواز کے بعد مولانا اعظم طارق نے دو مرتبہ جس طرح قومی اسمبلی میں بل کے ساتھ ساتھ شیعہ کے قابلِ اعتراض عقائد کی طرف پورے ملک کے نمائندوں کی توجہ دلائی، وہ اسی مشن کے ابلاغ کا اہم ترین نکتہ ہے..... کامیابی تو ہمیشہ خدا کے ہی حکم سے ہوئی ہے۔ ہمارا کام تو جدوجہد کرنا ہے۔ سو وہ خدا کی تائید سے ہر سطح پر ہو رہی ہے۔

سپاہِ صحابہ کے مشن سے وابستگی

مولانا حق نواز شہیدؒ نے اپنے موقف کی سچائی کو دلائل و براہین اور استدلال کی ایسی قوت سے آشکار کیا جس کو سننے والا کوئی شخص دو رائیں قائم نہیں کر سکتا تھا۔ ان کی تقریر کے پہلے تین حصے قرآن و حدیث کی زبان میں صحابہ کرام کی حیثیت کی تعیین پر مشتمل ہوتے تھے۔ آخری حصے میں جب وہ شیعہ کی قابل اعتراض کتابوں پر اپنے اختلاف کو واضح کرتے تو ان کی صداقت سے کسی کو انکار کی جرأت نہ ہوتی۔ سپاہِ صحابہ کے ہر مقرر اور مبلغ کو یہی طرز اختیار کرنا چاہئے۔ دلیل و برہان سے عاری خطبے، صرف جذباتی، غوغا آرائی تائید کا طریقہ نہیں، میں تحدیث بالنعمۃ کے طور پر کہوں گا کہ ہم نے ۱۹۹۰ء سے ۹۷۔۱۹۹۶ء تک اسی طرز کو فروغ دیا ہے، دلائل سے دشمن کو شکست دی ہے۔ براہین کے انبار لگا کر اغیار کے سامنے سپاہِ صحابہ کے موقف کی سچائی کو واضح کیا ہے۔ خود راقم نے میاں نواز شریف سے ۲۸ ستمبر ۱۹۹۱ء، صدر غلام اسحاق سے نومبر ۱۹۹۲ء صدر فاروق لغاری سے اپریل ۱۹۹۴ء کی ملاقاتوں میں شیعہ کے قابلِ اعتراض لٹریچر کے خاتمے اور دل آزاری پر مشتمل تحریروں کی روک تھام اور

شیعہ سنی فسادات کے اصل عوامل پر بات کی ہے۔

قومی اسمبلی کے فورم پر مولانا اعظم طارق کی زوردار آواز، تمام قومی اخبارات کے فورموں پر ہماری کھلی اور دلائل سے معمور تقاریر، مختلف مذاکروں اور مختلف مباحثوں میں ناموسِ صحابہؓ کے مشن کا ابلاغ، ارکانِ دولت اور افسرانِ حکومت سے ہر سطح پر گفتگو، تاریخی دستاویز کو ملک کے ہر ہر طبقے تک پہنچانے کے سارے کام میں قائد شہید کے نصب العین اور دعوتِ عمل کی اصل روح کارفرما تھی۔ خدا کا شکر ہے کہ ہم نے جس نصب العین کو آج سے گیارہ برس قبل دین سمجھ کر دل و جان سے قبول کر کے اپنایا تھا، اس سے سرِ مو انحراف نہیں کیا۔

پہلی دفاعِ صحابہ کانفرنس جھنگ کے موقع پر ۱۰ر فروری ۱۹۸۶ء کو جب راقم کو صرف کانفرنس کی وجہ سے چنیوٹ کی جوڈیشل حوالات سے رہا کیا گیا اور سپاہِ صحابہ کے دائرہ کار کو جھنگ کے باہر ملک بھر میں پھیلانے کا اعلان ہوا تو اس اجتماع میں رات ڈھائی بجے مجھے بطور آخری مقرر خطاب کا موقع فراہم ہوا۔ ہم نے سپاہِ صحابہ کی جدوجہد کے آغاز پر ان الفاظ میں مولانا حق نواز کا ساتھ دینے کا عزم کیا تھا:

> ''ایران کے خمینی انقلاب کے بعد صحابہ کرام کی کھلے عام تکفیر اور خمینی لٹریچر کی اشاعت کے بعد پوری امت پر شرعی فرض عائد ہوتا ہے کہ اس کفر کے خلاف آواز بلند کرے۔ آج کے بعد میں، میرا اشاعتی ادارہ، میرا قلم اور میری زبان مولانا حق نواز کی قائم کردہ سپاہِ صحابہ کے لیے وقف ہے..... میں آخری دم تک اس جدوجہد میں ان کا ساتھ دوں گا، خواہ اس کے لئے مجھے جان کا نذرانہ پیش کرنا پڑے''۔

خدا کا شکر ہے کہ آج جبکہ سپاہِ صحابہ کی بنیاد کو گیارہ سال ہو چکے ہیں، ہم اپنے موقف سے پیچھے نہیں ہٹے۔ قائد کی شہادت کے بعد ہم نے اللہ کی توفیق سے بہتر انداز میں ترقی کی ہے۔ قائد کی شہادت کے وقت سپاہِ صحابہ کے ملک بھر میں صرف ۳۰۰ یونٹ تھے۔ دسمبر ۱۹۹۵ء تک ان کی تعداد (۱۴۰۰۰) چودہ ہزار سے تجاوز کر چکی تھی۔ سپاہِ صحابہ کو طلباء، وکلاء، خواتین، ایمپلائز، ٹیچرز میں قائم کر کے سوسائٹی میں اس عظیم نصب العین کے فروغ کی بنیاد بھی انہی سالوں میں رکھی گئی۔ کئی یونیورسٹیوں اور بے شمار کالجوں میں مدحِ صحابہ کے فروغ اور ردِ قدحِ صحابہ کے مشن کو مقبولیت حاصل ہوئی ہے۔ آج پاکستان کے ہر شہر، ہر قصبہ اور ہر علاقے میں آپ کو سپاہِ صحابہ کے یونٹ نظر آئیں گے۔ پاکستان کی کسی دوسری دینی یا مذہبی جماعت کو اتنی مشکلات پیش نہیں آئیں جتنی مشکلات سے سپاہِ صحابہ کو سابقہ پڑا۔ شیعہ نے مولانا حق نوازؒ کو صرف اس لئے شہید کیا کہ انہوں نے تکفیرِ صحابہ اور تحریفِ قرآن کے مرتکب کو علی الاعلان کافر کہا، چونکہ یہ سلسلہ اب بھی برابر جاری ہے، اس لیے جارحیت بھی اسی طرح جاری ہے۔ ۳۴۸ نوجوانوں کی پے در پے شہادتوں اور کئی قیمتی ساتھیوں کے دردناک قتل کے واقعات نے اگرچہ ہمارے مشامِ جان پر گہرا اثر ڈالا، شیعہ کی درندگی اور بہیمیت نے اگرچہ ہم سے راحت و چین کی دولت چھین لی ہے لیکن ہم اپنے عزم اور مشن کی سچائی کے باعث مضمحل نہیں ہوئے، مایوس نہیں ہوئے۔ دعوتِ عمل کی صداقت کا حُسن لے کر ہم آج بھی پہلے کی طرح نوا پرداز ہیں، جس بات کو دین اور اسلام سمجھ کر قبول کیا ہے، اسی پر قائم ہیں۔

CamScanner

بیرون ملک سپاہِ صحابہ کی تشکیل کا کام

سپاہِ صحابہ کی بیرون ملک تشکیل کا آغاز تو مولانا حق نواز شہیدؒ کے دور میں ہو گیا تھا.....اس کا پہلا مرحلہ اس وقت شروع ہوا جب راقم نے ۱۹۸۷ء کے آخر میں برطانیہ کا دورہ کیا، اس دورے میں برطانیہ کے صوبہ اسکاٹ لینڈ اور مانچسٹر کے کچھ ساتھیوں پر مشتمل ابتدائی باڈی قائم کی گئی، جب واپسی پر قائد شہید کو روداد سنائی تو وہ بہت مسرور ہوئے، اس وقت وہ ۱۹۸۸ء کے انتخابات میں مصروف تھے۔

اس وقت تک سپاہِ صحابہ کا پیغام کیسٹوں کی صورت میں تو دنیا کے تمام اسلامی ملکوں اور اُردو جاننے والے ایشیائی تارکینِ وطن میں پہنچ چکا تھا۔ پہلی باقاعدہ تشکیل برطانیہ میں، دوسری تشکیل قائد کی شہادت کے بعد متحدہ عرب امارات، تیسری تشکیل سعودی عرب، چوتھی تشکیل بنگلہ دیش میں ہوئی۔ اس کے بعد جاپان، آسٹریلیا، فجی آئی لینڈ، امریکہ، نیوزی لینڈ، ہانگ کانگ، تھائی لینڈ، قطر، بحرین اور کویت میں عمل میں آئی۔

سپاہِ صحابہ کی دنیا بھر میں تشکیل کے کام میں مَیں خدا کا جتنا شکر ادا کروں کم ہے کہ اس نے اس ناتواں اور انتہائی بے مایہ انسان کے ذریعے اپنے برگزیدہ بندوں کی عظمت کا پیغام ۲۶ ملکوں تک پہنچایا۔ ہر جگہ بنیادی فکر کے لیے قائد کی کیسٹوں اور تقاریر کو مرکزی حیثیت حاصل رہی۔ اس کے بعد راقم کی کتاب "خمینی ازم اور اسلام" (جو ۱۹۸۳ء میں شائع ہوئی تھی) اس کا انگریزی اور عربی ترجمہ ہوا تو یہ کتاب بھی ہمارے پروگرام کا حصہ بن گئی۔ ۹۴-۱۹۹۳ء میں صحابہ کرام کے تعارفی سلسلہ پر مشتمل ۵۷ ہزار کتابیں انگریزی میں صرف برطانیہ اور امریکہ میں تقسیم ہوئیں۔ ان کتابوں کے ساتھ ساتھ قادیانیت اور اسلام کے عنوانات پر بھی علیحدہ علیحدہ لٹریچر تقسیم کیا گیا۔ سپاہِ صحابہ کا پیغام آج بھی آپ کو نیویارک، واشنگٹن، سان فرانسسکو، شکاگو، نیوجرسی، ورجینیا کے ہر مسلمان گھرانے میں ملے گا۔ یہ نصب العین جہاں لندن، برمنگھم، گلاسکو، مانچسٹر اور بریڈفورڈ میں عام ہوا وہاں اس کی صدائیں مکہ، مدینہ، جدہ، ریاض، دھران، طائف کے علاوہ ابوظہبی، راس الخیمہ، الفجرہ، دوحہ، قطر، کویت کے تمام ایشیائی مسلمانوں میں گونج رہی ہیں۔

یہ سب کچھ قائد شہید کی خون افشاں قربانی اور خلوص رسا آواز کا سحر تھا، جس نے ہر جگہ اپنا جادو جگایا، ہر بستی میں اذان دی، ہر قلب کو جھنجھوڑا، ہر دماغ کو سوچنے پر مجبور کیا، ہر دریچے میں جھانکا.....ان افکار پر مہمیز لگانے کا کام ضرور ہم سے لیا گیا لیکن ہم کبھی اس غلط فہمی میں نہ رہے کہ سارا ہم نے کیا ہے.....نہیں، بلکہ یہ تو سپاہِ صحابہ کے نصب العین کی عظمت تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کرامت تھی۔ قائد شہیدؒ کے خون کی مہک تھی، اسلام کی تابندہ تعلیم اور درخشندہ روایات کی روشنی تھی۔ آفتابِ رسالت کی لمعہ افروزی تھی، ماہتابِ خلافت کی کرنیں تھیں۔

میں نے امریکہ اور برطانیہ جیسے بڑے بڑے ملکوں میں جب علیحدہ علیحدہ تنظیمیں قائم کیں تو ہر جگہ محسوس ہوا کہ ہماری تقاریر کا سارا ریکارڈ اور خطاب کے سارے کیسٹ پہلے ہی راستہ بنا چکے ہیں۔ ان کیسٹوں میں بھی قائد کی اوکاڑہ، پشاور اور مظفر گڑھ کی یادگار تقریروں کو مرکزی حیثیت حاصل رہی۔ متحدہ عرب امارات، دبئی کے پہلے دورے پر میں نے ایک ایسے مجاہد اور سرفروش کو بھی دیکھا جس نے ۴۰۰ سے زائد کیسٹیں پورے علاقے میں ہر اُردو دان کے گھر پہنچا رکھی تھیں۔ ہر اُردو دان

سپاہِ صحابہ کے مشن کی سچائی اور نصب العین کی عظمت کا اعتراف کر رہا تھا۔ مجھے کبھی دبئی، العین اور ابوظہبی میں ایسے بھی محسوس ہوا کہ میں جھنگ کی گلیوں میں پھر رہا ہوں۔ قائد کا پیغام گھر گھر میں گونج رہا تھا۔ ایک مرتبہ روضۂ رسول کے سامنے جب میں نے قائد شہید کی ایک تقریر کی آواز امریکہ کے ایک بزرگ کی گاڑی سے سنی اور آپ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی عظمت بیان کر رہے تھے اور سامنے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا روضہ دیکھ کر میں اپنے آنسو ضبط نہ کر سکا، تو اسی وقت میرے دل نے گواہی دی یہ پیغام رُکنے والا نہیں، یہ سچائی ضرور فروغ پذیر ہو کر رہے گی۔ ہر سازش اور ہر پروپیگنڈہ ناکام ہوگا..... دل سے نکلنے والی یہ صدا خود اپنا راستہ متعین کرے گی۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب قائد شہید کو ہم سے جدا ہوئے ایک سال بھی نہ گزرا تھا۔ آئرلینڈ کے جزیروں، فجی آئی لینڈ کے دور افتادہ سمندری علاقوں آسٹریلیا کے شہر سڈنی اور ملبورن اور ساؤتھ پیسفک کے سات ملکوں میں ہر جگہ سپاہِ صحابہ کے مشن کو فروغ ملا۔ ہر ملک میں پاکستان اور ہندوستانی نوجوانوں پر مشتمل باڈیاں تشکیل دی گئیں۔ ملائیشیا، جاپان، جرمنی اور فرانس میں بھی کئی جگہوں پر ہمارے پہنچنے سے پہلے ہی تنظیم قائم ہوئی۔ انہیں ہر جگہ انگریزی ترجمہ لکھ کر کہ "سپاہِ صحابہ کیا ہے؟" "مولانا حق نواز کی جدوجہد" "خمینی ازم اور اسلام" اور کئی ہزار اردو کتابیں پہنچائی گئیں۔

ایران کے علاقے اصفہان، زاہدان، بندر عباس کی سنی ریاستوں میں تمام حکومتی پابندیوں کے باوجود کام جاری ہے۔ پیغام عالمی سطح پر پہنچانے کے لئے ابھی بہت زیادہ محنت کی ضرورت ہے۔ مجھے امید ہے کہ مشکلات و مصائب اور حوادث کے پے در پے ہجوم کے باعث جو تاخیر ہوئی ہے ہم اس کا جلد ازالہ کر سکیں گے۔ ہم ان شاء اللہ عالمی سطح پر اس عظیم مشن کے فروغ کا کام تاریخی دستاویز اور راقم کی تازہ کتاب "خلافت ورلڈ آرڈر" اور "شیعہ مذہب اور اسلام کے تقابلی مطالعہ" سے لیں گے۔

دنیا بھر میں جہاں بھی سپاہِ صحابہ کا ایک فرد بھی موجود ہے، اسے چاہئے کہ وہ اپنے آپ کو جماعت کے تنظیمی ڈھانچے میں شامل کر کے اس نصب العین کو جہاں تک ممکن ہو پہنچائے۔ اگر خدا کا فضل شاملِ حال رہا تو ہم نظامِ خلافت کے احیاء، غلبۂ اسلام، ناموسِ صحابہ کے تحفظ، صحابہ کرام کے علوم و معارف کے فروغ اور صحابہ دشمنوں کے استحصال کے لیے دنیا کے ہر ملک، خطے، ہر ریاست میں جائیں گے۔

آج دنیا بھر میں مسلمانوں کی نئی نسل کی بقا بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعلیمات پر عمل کرنے میں ہے ورنہ پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا نے بے حیائی اور بے غیرتی کا جو اودھم مچا رکھا ہے اس سے دنیا کا کوئی انسان محفوظ نہیں رہ سکتا۔ غلبۂ اسلام کی تکمیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں بھی خلافت کے ذریعے ہوئی، آج بھی نظامِ خلافت کے بغیر غلبۂ اسلام کا تصور ہی محال ہے۔ سپاہِ صحابہ کا پیغام دنیا بھر کے مسلمانوں کی وحدت کا ضامن ہے۔ اس پرچم کے نیچے ایک طرف غلبۂ اسلام کا مقصدِ نبوت پورا ہوگا، دوسری طرف نئی نسل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی چوکھٹ سے دنیا کے ہر چیلنج کا جواب دے سکے گی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعلیمات کے ذریعے قرآن و حدیث کی تعلیم کا راستہ اپنا کر ہم بدعات و رسوم اور فتنہ ہائے عصر سے بھی دامن کش ہو سکتے ہیں۔

CamScanner

مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ.....اور

اُن کی لازوال جدوجہد

جرنیل اسلام مولانا محمد اعظم طارق شہید رحمۃ اللہ علیہ

مولانا حق نواز شہیدؒ کی زندگی ایک جہد مسلسل سے عبارت ہے۔ آپ نے اپنی زندگی ایک خالص دینی مشن کے لئے وقف کی اور اسی کی راہ میں اپنی جان بھی قربان کردی۔ مولانا نے ابتدائی دینی تعلیم پنجاب کے معروف دینی ادارے ''دارالعلوم کبیر والا'' سے حاصل کی اور دورۂ حدیث کی تکمیل ممتاز مادر علمی ''خیر المدارس'' (ملتان) سے کی۔

عملی زندگی کا آغاز ۱۹۷۲ء میں ٹوبہ ٹیک سنگھ میں بطور مدرس کیا، پھر دوسرے ہی سال ۱۹۷۳ء سے جھنگ میں بطور خطیب تشریف لے آئے جہاں انہوں نے اپنی عظمت کا لوہا ایسا منوایا کہ ایک مسجد کے خطیب پر ملک بھر کے دینی حلقے جان چھڑکنے لگے۔ مولانا نے جھنگ کے مذہبی، سماجی، معاشرتی اور سیاسی احوال کا مطالعہ بہت قریب سے کیا ہوا تھا کیونکہ وہ خود جھنگ ہی کی ایک نواحی بستی کے رہنے والے تھے۔ پھر عملی زندگی بھی وہیں گزاری جس نے مشاہدہ اور مطالعہ کے نئے مواقع فراہم کئے، مقامی ماحول کی آلودگی اور فضا کی تعفن آمیزی کے ساتھ ساتھ علم و تحقیق اور فکر و نظر کے تعمق نے مولانا کو ایک نہایت سنجیدہ مگر حد درجہ مشکل فیصلہ کرنے پر مجبور کیا۔

مولانا نے ضلع جھنگ کے سماجی اور سیاسی ڈھانچے پر شیعہ جاگیرداروں کا دو نسلہ دیکھا جس نے مقامی آبادی کو عام انسانی حقوق سے بھی محروم کر رکھا تھا۔ یونین کونسل سے لے کر صوبائی اور قومی اسمبلی کے الیکشن تک یہی وڈیرے چھائے ہوئے تھے مگر ضلع تھا کہ ہر سال پسماندگی کی اتھاہ گہرائیوں میں مزید گرتا چلا جا رہا تھا۔ عوام مفلوک الحال تھے۔ زرعی زمینیں نہری پانی سے محروم تھیں، صنعت کے راستے میں وڈیرے رکاوٹ بنے ہوئے تھے کہ عوام کو روزگار مل گیا تو ان کے بیگار کیمپ خالی ہو جائیں گے اور لوگ خود کمانے کے قابل ہو گئے تو ووٹ دینے میں بھی آزاد ہو جائیں گے۔ مذہبی طور پر جھنگ کی فضا نہایت ابتر تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس صحابہ کرامؓ اور آپ کی ازواج مطہراتؓ پر سرِ عام تبرا بازی کی جاتی تھی، باب عمرؓ کا دلدوز واقعہ آپ کے سامنے تھا۔

ان حالات نے آپ کو ایک ایسی صداقت کے علی الاعلان اظہار پر مجبور و آمادہ کیا جس کا اظہار کتابوں، رسالوں اور

فتوؤں میں تو سبھی کرتے آئے ہیں مگر زبان اور عمل سے اس کے اظہار سے بڑی بڑی شخصیات گریز پا نظر آتی تھیں۔ اہل سنت والجماعت کے تمام مکاتب فکر (دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث) کے جملہ اکابر نے اپنی اپنی کتابوں اور فتاویٰ میں منکرین صحابہ، منکرین قرآن، منکرین خلافت خلفاء راشدینؓ، دشمنانِ ازواج مطہرات نبوی اور رجعت وبدا کا عقیدہ رکھنے کی بناء پر شیعہ امامیہ کو کافر قرار دیا ہے اور اس فتویٰ سے تینوں میں سے کسی مسلک کو نہ کل اختلاف تھا نہ آج ہے۔ مگر عملی طور پر اس کفر کا اعلان ان تینوں میں سے کسی مسلک کے اسٹیج پر نہیں ہو رہا تھا۔ بلکہ اس کے برعکس ان مسالک کے علماء شیعہ سے اتحاد کا بار بار عملی مظاہرہ کر کے عوام الناس کیلئے اعتقادی مشکلات پیدا کر رہے تھے۔ کیونکہ عوام الناس نہ فتاویٰ پڑھتے ہیں نہ کتابوں کا مطالعہ ان کا اس قدر دقیق اور وسیع ہوتا ہے وہ تو دین کو اپنے وقت کے علماء کے عمل کے تناظر میں دیکھتے اور اس کی روشنی میں فکر و نظر کی عمارت کھڑی کرتے ہیں۔

مولانا شہیدؒ نے اس نقصان کا شدت سے احساس کرتے ہوئے اس قلمی فتاویٰ کو زبان دینے اور فکری فیصلے کو عملی مظاہرے کا جامہ پہنانے کا عزم کیا اور دشمنانِ صحابہؓ کے کفریہ عقائد کا پردہ چاک کرنا شروع کر دیا۔

اظہارِ حقیقت یا فرقہ پرستی

مولانا کی تگ و تاز صرف اور صرف ایک حقیقت واقعہ کے اظہار تک محدود تھی، اس کا فرقہ سازی یا فرقہ پرستی سے دور کا بھی تعلق نہیں تھا۔ ایک فریق ایک مخصوص عقیدہ رکھتا ہے لوگوں کو یہ بتلانا کہ اس کا یہ عقیدہ ہے محض ایک حقیقت کا اظہار ہے البتہ ایک فریق کا ایک عقیدہ تو نہیں مگر زبردستی اس کے منہ میں وہ عقیدہ ڈالنا اور اس عقیدے کو اس فریق پر مسلط کر کے بحث و جدل اور جنگ و جدال کے دروازے کھولنا فرقہ پرستی کہلاتا ہے۔ اسی طرح ایک فریق کا عقیدہ اگرچہ کفریات پر بھی مشتمل ہے مگر اس میں ایسے احتمالات اور امکانات موجود ہیں جن کی تاویل ہو جائے تو اس پر کفر کا فتویٰ نہ داغا جائے۔ ایسے فریق پر زبردستی کفر مسلط کرنا تو فرقہ پرستی کہلا سکتا ہے مگر ایک فرقہ ایسے واضح کفریہ عقائد پر اعتقاد و ایمان رکھتا ہو جن میں تاویل کی سرے سے کوئی گنجائش نہ ہو ایسے فرقہ کو ان عقائد کی روشنی میں خارج از اسلام قرار دینا اسلام کا دفاع ہے نہ کہ فرقہ پرستی!

مولانا شہیدؒ نے اسی اظہارِ حقیقت کا عزم کیا اور پھر فتویٰ بھی اپنی طرف سے نہیں لگایا بلکہ اہل سنت کے تمام مکاتب فکر کا متفقہ فتویٰ کا اظہار کیا مگر حیرت ہوتی ہے ان عقلوں پر جو محض اس بات کو فرقہ پرستی کے شور تلے دبا دینا چاہتے ہیں کہ شیعہ فلاں فلاں بات پر اعتقاد و ایمان رکھتے ہیں۔

مولانا کے اس اظہار کا یہ جواب دے دینا کہ مولانا فرقہ پرست ہیں کسی بھی منطق اور عقلیت کے ذیل میں نہیں آ سکتا۔ اس کا سادہ سا جواب اگر ہو سکتا ہے تو صرف اور صرف ایک ہی ہو سکتا ہے کہ مولانا غلط بیانی سے کام لیتے ہیں اور جس فریق پر وہ ایسے اعتقادات کا الزام لگا رہے ہیں وہ ان اعتقادات سے پاک ہے! اس کے بعد دوسرے مرحلے میں مولانا نے ان عقائد کو کفریہ عقائد قرار دیا تو اس کا بھی یہ جواب نہیں بنتا کہ اسے فرقہ واریت کا عنوان دے دیا جائے بلکہ قرآن و سنت اور اجماع اُمت کی روشنی میں یہ ثابت کیا جائے کہ یہ عقائد کفریہ نہیں ہیں یا یہ کہ ان میں تاویل کی گنجائش موجود ہے۔ لہٰذا متعلقہ

فریق کی تاویل سنی جائے۔ مگر ہمارے بوجھ بجھکڑوں نے مسئلہ قادیانیت کی طرح اس مسئلہ میں بھی فرقہ پرستی کا اتنا شور اٹھایا کہ اتنی سادہ اور معقول سی بات کا بھی سمجھنا خود ان کے لئے اور عوام الناس کے لئے دشوار ہو گیا۔

مولانا شہیدؒ نے اپنے اس خالص دینی مشن کو اپنی ذات تک محدود رکھا کہ خدا نے جتنی استطاعت دی اس کے مطابق اس صداقت کا ہر جگہ اظہار کیا۔ مسلمانوں کو اس عظیم فتنہ سے آگاہ کر کے وارث پیغمبر ﷺ ہونے کا حق ادا کیا۔

پھر ۶ ستمبر ۱۹۸۵ء کو جھنگ صدر کے چند نوجوانوں کو اکٹھا کر کے اس مشن کے لئے ایک مستقل پلیٹ فارم تشکیل دیا۔ محلے کے جوانوں کو جمع کر کے آپ نے انجمن سپاہ صحابہؓ کے نام سے ایک چھوٹی سی "انجمن" قائم کی۔ اس وقت آپ کے ذہن میں بھی یہی تھا کہ محدود وسائل کی روشنی میں یہ انجمن اپنے محلے تک ہی محدود رہے گی اور کارکنوں کا بھی یہی خیال تھا۔

مگر مولانا کے اخلاص اور محنت و لگن کا یہ نتیجہ بہت جلد سامنے آ گیا کہ ایک محلہ کی سطح پر شروع ہونے والی ایک محدود سی "انجمن" بڑی بڑی ملک گیر جماعتوں سے زیادہ فعال اور منظم جماعت بن گئی۔ مولانا کی ولولہ انگیز قیادت میں سپاہ صحابہ ملک بھر میں انتہائی تیز رفتاری سے ترقی و عروج کے مدارج طے کرنے لگی اور کئی شہروں کے دینی حلقوں نے مرکزی دفتر سے رابطہ کئے بغیر ہی اپنے ہاں "سپاہ صحابہ" کا یونٹ قائم کیا اور مرکز سے الحاق بعد میں کیا۔

چار پانچ سال کے اندر اندر سپاہ صحابہ ملک کی سب سے بڑی دینی قوت بن کر اُبھری اور پورے ملک پر چھا گئی۔ اس طرح وہ سفر جو مولانا نے اکیلے جھنگ کے ایک محلہ سے شروع کیا تھا اس کے لئے آپ کو ملک میں لاکھوں رفقاء سفر مل گئے۔ سپاہ صحابہ کا مشن جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے محض شیعہ کے ان عقائد سے عام مسلمانوں کو آگاہ کرنا تھا کہ ان عقائد کا حامل کوئی شخص یا گروہ ہو، اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں رہتا۔

ظاہر ہے کہ یہ مشن شروع سے آخر تک علمی اور نظریاتی مشن ہے اس مشن کے پرچار اور تبلیغ کے لئے بھی اور تحریک و تکمیل کے لئے صرف اور صرف علمی دلائل کی ضرورت ہے نہ کہ لاٹھی اور بندوق کی! لہٰذا مولانا نے اس مشن کو پُر امن اور مدلل انداز میں آگے بڑھایا۔ چنانچہ مولانا کی کوئی ایک بھی تقریر سن لی جائے، ان کے مشن کے بھرپور اور جاندار دلائل کا ایک وقیع مرقع ہاتھ آئے گا اور اس کی تائید کئے بنا چارہ نہ ہوگا۔

سازشوں کے جال

ایک طرف مولانا دلیل اور منطق کی زبان میں گفتگو کر رہے تھے عقل اور دین کی روشنی میں اپنا موقف عوام کے سامنے پیش کر رہے تھے، دیانت اور انصاف کی دہائی دے رہے تھے اور دوسری طرف شیعہ نے اپنے سیاسی اثر و رسوخ، مال و دولت، ایرانی حکومت کی سرپرستی اور دیگر تمام وسائل بروئے کار لاتے ہوئے اس مشن کی راہ روکنے کیلئے وہ تمام ہتھکنڈے استعمال کرنا شروع کر دیئے جو حق و صداقت سے تہی دامن باطل فرقوں کا ہمیشہ سے وطیرہ رہا ہے۔

مولانا پر طرح طرح کے مقدمات بنوائے گئے قتل کے جھوٹے مقدمات میں الجھایا گیا، سودا بازیوں کی کوشش کی گئی، ان کی آواز دبانے کے لئے فرقہ واریت کا نعرہ اچھالا گیا، جماعتی کارکنوں کو ہراساں کرنے کیلئے ان پر طرح طرح کے

مقدمات بنائے گئے، کارکنوں کو قتل کیا گیا، خود مولانا پر متعدد بار قاتلانہ حملے کیے گئے، مگر مولانا نے ان میں سے کسی ایک چیز پر بھی توجہ نہ دی اور اپنے قافلے کو پُر امن رہنے کی تلقین جاری رکھی۔ آپ کا کہنا تھا کہ ہماری جدوجہد جتنی آگے بڑھے گی اتنا ہی ہم پر سختیاں بڑھیں گی اور جتنی سختیاں بڑھیں گی اتنا ہی ہم پر صبر واستقلال ضروری ہوگا۔ فریق مخالف ہمارے مشن کو تشدد کی راہ پر ڈال کر ہماری منزل کھوٹی کرنا چاہتا ہے مگر ہم اس کی یہ چال کامیاب نہیں ہونے دیں گے، ہمارا سفر نہایت پُر امن طریقے سے جاری رہے گا بلکہ یہ سفر جاری ہی اس وقت تک رہے گا جب تک پُر امن رہے گا۔ اس لئے سپاہِ صحابہ کے کارکن یہ بات ذہن نشین کرلیں کہ اگر وہ صحابہ کرامؓ کے ناموس کے دفاع کیلئے ہمارے ساتھ چلے ہیں تو پھر انہیں امن اور صبر کے ساتھ منزل پر پہنچنا ہوگا اور جو لوگ تشدد کی راہ اپنائیں گے وہ اس مشن کو تاراج کرنے کا موجب ہوں گے۔ مولانا نے اپنے پُر امن مشن کو دو حصوں یا دو مرحلوں میں تقسیم کیا تھا۔ پہلا مرحلہ عوامی رائے عامہ ہموار کرنے کا تھا کہ عوام الناس کو اس عظیم فتنہ سے آگاہ کیا جائے اور دوسرا مرحلہ قانون ساز اسمبلی سے ناموسِ صحابہؓ کے تحفظ کے لئے بل منظور کروانے اور دشمنانِ صحابہ ومنکرینِ قرآن کو قادیانیوں کی طرح آئین پاکستان میں غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے کا تھا۔ اور ان دونوں مرحلوں کی کامیابی کا عقلی تقاضا یہ تھا کہ دونوں مراحل امن وآشتی کی فضاء میں مکمل کیے جائیں کیونکہ نہ تو عوام لاٹھی کے زور سے کوئی نظریہ قبول کرنے پر آمادہ ہوسکتے ہیں نہ ہی قانون ساز اسمبلی اتنا اپاہج ادارہ ہے کہ دہشت وتخریب کے بل بوتے پر اس سے کوئی قانون اور وہ بھی ایسا قانون منظور کروایا جاسکے جس کی رو سے ایک طبقہ کو مستقل طور پر اسلام کے پاکیزہ جسم سے نکال پھینکنے کا فیصلہ کیا جارہا ہو۔

چنانچہ مولانا نے سپاہِ صحابہ کی تحریک کو شروع سے آخر تک پُر امن رکھا اور مخالفین کی طرف سے درجنوں کارکنانِ سپاہِ صحابہ کے قتل کے باوجود کسی ایسی پالیسی کی حمایت وتائید نہیں کی جو تشدد وتخریب کی آئینہ دار ہو۔ پھر مولانا کو یا سپاہِ صحابہ کو تشدد کی راہ اپنانے کی ضرورت یا مجبوری بھی کوئی نہیں تھی یہ تشدد کی ضرورت تو ان کو ہوتی ہے جن کا موقف دلائل سے عاری اور مشن معقولیت سے تہی دامن ہو یا جنہوں نے تھوڑی بہت قوت مجتمع کر کے سیاسی سودا بازیوں کا بازار گرم کرنا ہو، یہاں تو مسئلہ ایک خالص ایمانی موضوع کو اسمبلی میں تسلیم کروانے کا تھا جس کے لئے عوام کی تائید اور اسمبلی کا قائل ہونا ضروری تھا اور ظاہر ہے کہ ایک تخریب کار اور تشدد پسند گروہ کو نہ عوام پسند کرسکتے ہیں نہ ہی اسمبلی ان کے مطالبہ پر اتنی اہم قانون سازی پر مجبور ہوسکتی ہے۔

مسئلہ ختم نبوت کی طرح یہ مسئلہ بھی خالص ایمانی تھا اور اس کو عوامی بنانے کی مجبوری صرف قانون سازی کیلئے تھی مگر مسئلہ ختم نبوت ہی کی طرح یہاں بھی سپاہِ صحابہ کے خلاف وہی زہر افشانیاں کی گئیں جو تحریک ختم نبوت کیلئے کی گئی تھیں۔

ہمیں وہ ''نام نہاد تعلیم یافتہ'' اور ''بزعم خویش دانش ور'' بخوبی یاد ہیں جو اسمبلی کی قانون سازی سے پہلے قادیانیوں کو مسلمانوں کا ایک فرقہ قرار دیتے اور ان کے کفر سے آگاہ کرنے والے علماء کو متعصب، متشدد اور نجانے کن کن ناموں سے نوازتے تھے مگر جب قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا تو پھر انہیں علماء کے دیرینہ موقف کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے

ہوئے ایک بار بھی اپنی سابقہ غلطی پر ندامت کا اظہار کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔

مولانا حق نواز شہیدؒ کا موقف بھی امت مسلمہ کا اجماعی اور متفقہ موقف ہے اس میں اہل سنت والجماعت کے تمام مسالک یک زبان ہیں مگر جب تک قومی اسمبلی اسے تسلیم نہیں کرتی تب تک بزعم خود دانش ور اسے تسلیم کرنے پر تیار نہیں ہوں گے۔ اسی لئے مولانا کی شروع سے یہ کوشش تھی کہ رائے عامہ ہموار کرنے کے بعد اس مسئلہ کو اسمبلی سے منظور کروایا جائے۔ بلکہ رائے عامہ کی ہمواری کا مقصد بھی اسمبلی سے اس کی منظوری ہی تھا۔ اسی مقصد کے تحت مولانا شہیدؒ نے ۱۹۸۸ء کے الیکشن میں حصہ لیا اور اسی ایک نعرے پر جو سپاہ صحابہ کے مشن کا بنیادی اور امتیازی نعرہ ہے وہ الیکشن لڑا مگر بوجوہ اس الیکشن کا فیصلہ آپ کے حق میں نہ ہوا۔

الیکشن میں ناکامی کے بعد مولانا نے اپنے مشن کو مزید آگے بڑھایا مگر الیکشن کے دوران جس طرح آپ کی سیاسی طاقت سامنے آئی تھی شیعہ جاگیرداروں نے اس کا خطرہ بھانپ لیا تھا، انہیں محسوس ہو چلا تھا کہ اب حق نواز محض مذہبی لیڈر نہیں جس کی بات فرقہ واریت کا شور مچا کر دبا دی جائے بلکہ مستقبل میں وہ جھنگ کی قسمت کا مالک بن چکا ہے لہٰذا جب تک اس خطرے کو ہمیشہ کے لئے ٹال نہیں دیا جاتا تب تک ہماری سیاسی زندگی اور بقاء خطرے میں رہے گی۔

چنانچہ ۲۲ رفروری ۱۹۹۰ء کو رات ۸ بجے آپ کو شہید کر دیا گیا۔ شہادت سے چھ روز قبل آپ نے خطبۂ جمعہ میں عوام کو مطلع کیا کہ مجھے بیرونِ ملک سے فون پر مطلع کیا گیا ہے کہ ایران نے مجھے، مولانا عبدالستار تونسوی اور چند دیگر علماء کو قتل کرنے کا منصوبہ تیار کیا ہے اور چند افراد کو تربیت دے کر پاکستان بھیج دیا ہے۔ آپ نے صدر پاکستان کے نام ایک ٹیلی گرام بھی ارسال کیا۔ مگر حکومتی حلقوں اور مقامی انتظامیہ کی طرف سے آپ کی حفاظت کے لئے معمولی سا انتظام بھی نہیں کیا گیا۔ چنانچہ پروگرام کے عین مطابق ۲۲ رفروری کی شام آپ کو اپنے گھر کے دروازے پر شہید کر دیا گیا۔

مولانا حق نواز شہیدؒ نے اپنے شروع کردہ مقدس مشن کیلئے اپنی جان وار دی اور کارکنوں کو یہ سبق دے دیا کہ حق کی خاطر ہی زندگی گزاریں اور حق کی خاطر ہی جان بھی دیں۔

آج الحمدللہ ہمیں خوشی ہے کہ مولانا کا مشن لحہ بہ لحہ اپنی منزل سے قریب تر ہوتا جا رہا ہے اور قومی اسمبلی میں ہم نے ناموسِ صحابہ کا جو بل پیش کیا ہے اور ناموسِ صحابہ ریلی میں جوق در جوق شرکت کر کے پنجاب کے عوام نے اس بل سے اپنی والہانہ وابستگی کا جو اظہار کیا ہے اس سے ہمیں یہ اُمید پیدا ہو گئی ہے کہ وہ وقت دور نہیں جب قومی اسمبلی مسئلہ قادیانیت کی طرح دشمنانِ صحابہ کا مسئلہ بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حل کر دے گی۔

(خلافت راشدہ شوال ۱۴۱۴ھ)

امیر عزیمت شہید رحمہ اللہ کا

تجدیدی کارنامہ

شیخ اسلام، امام اہل سنت علامہ علی شیر حیدری شہید رحمہ اللہ تعالیٰ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الانبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین. اما بعد

امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمہ اللہ موجودہ صدی کے عظیم مجاہد، صاحب بصیرت، صاحب درد اور صاحب عزیمت واستقامت دینی راہنما تھے۔ مدح صحابہؓ ان کا وظیفۂ حیات تھا جس کے ذریعے نہ صرف وہ خود زندہ تھے بلکہ انہوں نے ملت کے نوجوانوں میں بیداری کی روح پھونک دی۔ اور لاکھوں نوجوانوں کو اسلام کے لبادے میں کفر خالص کی یلغار کے سامنے لا کھڑا کیا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو دشمنانِ صحابہؓ کے لئے ایرانی انقلاب کے بعد پاکستان کی زمین نہایت ہموار ہو چکی تھی، یہاں اسی طرح سنی اکثریت کو اقلیت میں بدل دیا جاتا جس طرح ایران میں صفوی دور میں بدلا گیا تھا۔ امیر عزیمت شہید رحمہ اللہ نے بروقت حالات کی نزاکت کو بھانپتے ہوئے شیعیت کے ان عزائم کے آگے بند باندھا، انہیں اپنی جان کی قربانی دینا پڑی، بعد ازاں ان کے باوفا جانشینوں اور ہزاروں نوجوانانِ ملت نے رافضیت کا وار اپنے سینے پر برداشت کیا لیکن شیعیت کے بڑھتے ہوئے قدم روکے اور اس کے عزائم چکنا چور کر دیے۔

امیر عزیمت شہید رحمہ اللہ کی تحریک سے معاشرے میں مدح صحابہ کو فروغ حاصل ہوا، عوام الناس کو اسلام میں صحابہ کرامؓ کی اہمیت اور دشمنانِ صحابہ کی حقیقت معلوم ہوئی۔ یہ امیر عزیمت شہید رحمہ اللہ کا تجدیدی کارنامہ ہے جس سے انکار کوتاہ اندیشی اور کج فکری کے سوا کچھ نہیں۔ شیعیت نے دلیل کا جواب دلیل سے دینے کی بجائے قتل وقتال کا سلسلہ شروع کیا تو جواب میں مشتعل سنی نوجوانوں نے بھی منہ توڑ کارروائیاں کیں۔ یہ نہ تو امیر عزیمت شہید رحمہ اللہ کا پروگرام تھا اور نہ ہی ہم ایسا چاہتے تھے۔ لیکن شیعیت نے حالات ہی ایسے پیدا کر دیے یا یوں کہئے کہ قدرت کو بھی یہی منظور تھا..... بہر حال معاملات حکومتی ایوانوں سے ہوتے ہوئے عدالتوں میں پہنچے، حتیٰ کہ سابق چیف جسٹس آف پاکستان سید سجاد علی شاہ نے فریقین کو

طلب کر کے دونوں کا موقف سنا۔ ہماری طرف سے مولانا محمد اعظم طارق شہید رحمہ اللہ بھی پیش ہوئے، خود میں نے بھی ساڑھے چار گھنٹے چیف جسٹس کے روبرو دلائل سے اپنا مقدمہ پیش کیا اور شیعیت کا لٹریچر انہیں دکھایا۔ تو سجاد علی شاہ صاحب اصحاب رسول کی بے توقیری اور شیعیت کی خالص کفریہ دل آزار عبارات پر رو دیے۔ ہمیں یقین تھا کہ فیصلہ ہمارے حق میں آئے گا۔ لیکن نواز شریف صاحب (جو اس وقت وزیر اعظم تھے) ایران کے دباؤ میں آ گئے اور اچانک ججوں کی کمی بیشی کا مسئلہ سامنے لا کر چیف جسٹس کو جبری رخصت پر بھیج دیا۔ یہ ملکی تاریخ کا حساس مگر بدقسمت مرحلہ تھا۔ لیکن ہم اب بھی مایوس نہیں، ہمارے قدم مضبوط ہیں اور ہمیں اللہ رب ذوالجلال سے مکمل یقین ہے کہ ایک دن ایسا ضرور آئے گا جب شیعیت ابدی رسوائیوں کا طوق گلے میں ڈالنے پر مجبور ہوگی۔

ہم امیر عزیمت شہید رحمہ اللہ کے طریق کار سے مکمل مطمئن و متفق تھے اور ہیں۔ انہوں نے تکفیر شیعیت کا جو نعرہ بلند کیا اس کی بنیاد علماء کرام کے اس متفقہ فیصلے پر تھی جو کتابی صورت میں ہندوستان سے مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ اور پاکستان سے شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ کی طرف سے شائع ہوا تھا۔ اور اس پر بلا مبالغہ پاک و ہند، بنگلہ دیش اور دیگر ممالک کے سینکڑوں مفتیانِ کرام کے دستخط موجود ہیں۔ البتہ انہوں نے جو نعرہ بلند کیا ہم دیانت داری سے یہ سمجھتے ہیں کہ ابتداء میں اس نعرے کی سخت ضرورت تھی لیکن اب اس نعرے کی ضرورت نہیں رہی موقف اپنی جگہ پر جوں کا توں قائم ہے۔ کسی بھی عمارت کی تعمیر میں پہلا مرحلہ بنیاد کا ہوتا ہے جب معمار بنیادیں تعمیر کرنے کے بعد دیواریں کھڑی کر دے تو اس سے یہ اصرار دانش مندی نہیں ہوتا کہ تم نے دیوار کی تعمیر شروع کر دی اور بنیاد کی تعمیر چھوڑ دی۔ بہر حال امیر عزیمت شہید رحمہ اللہ کا اُمت پر یہ احسان ہے کہ انہوں نے خبیث اور طیب کو جدا جدا کر دیا۔ اور معاشرے میں اصحاب رسول کی عزت و عظمت کی داستانیں زبان زدِ عام کر دیں۔ اللہ تعالیٰ امیر عزیمت اور ان کے شہید جانشینوں کے درجات بلند فرما کر جنت الفردوس میں اصحاب رسول کا قرب نصیب فرمائے۔ آمین

بندہ

علی شیر حیدری

۳۰ راگست ۲۰۰۸ء

از قلم مولانا ثناء اللہ سعد

CamScanner

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امیر عزیمت شیر اسلام مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

خصوصی اشاعت

چوتھا باب

امیر عزیمت شہید رحمۃ اللہ علیہ

تنظیمی راہنماؤں، ہم سفروں

اور

اراکین و احباب کی نظر میں

سہ ماہی سرخرو

امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگویؒ

ایک تاریخ ساز شخصیت

تحریر:۔ قائد اہل سنت، وکیل صحابہ مولانا محمد احمد لدھیانوی مدظلہ،
مرکزی صدر سپاہ صحابہؓ

امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگویؒ ایک تاریخ ساز شخصیت، ممتاز عالم دین اور مجاہد فی سبیل اللہ تھے، انکا وجود عطیہ خداوندی تھا، ان کی زندگی جہد مسلسل سے عبارت تھی، وہ اپنے مؤقف کے پکے اور ارادے کے مضبوط تھے، خداوند قدوس نے ان کی ذات گرامی کو خوبیوں کا مجموعہ بنایا تھا، انہوں نے جس بات کو حق جانا اس پر سختی سے ڈٹ گئے، جس مؤقف کو سوچ سمجھ کر اختیار کیا اس میں معمولی سی لچک بھی نہ رکھی، اس حوالے سے وہ بجا طور پر خوش بخت انسان ہیں کہ انہوں نے پوری زندگی بامقصد گزاری، شیعیت کے ساتھ کسی بھی قسم کی رعایت کے روادار نہ تھے، ان کے نظریات پر مدلل اور دینا تدارنہ تنقید کرتے تھے، انہوں نے سوچ سمجھ کر جو مؤقف اختیار کیا تھا پوری زندگی اس کو وظیفہ حیات بنا لیا اور اس میں وہ یقینی طور پر کامیاب وکامران رہے۔ میں سپاہ صحابہؓ بننے سے بہت پہلے سے انکو جانتا ہوں، جامعہ اشرفیہ کے خطیب مولانا یٰسین صاحب کے بھائی مولانا عبدالحلیم جو کہ میرے مشکوٰۃ شریف اور دورہ حدیث شریف والے سالوں میں ہم سبق رہے، ہم دونوں زمانہ طالب علمی میں ہی جامع مسجد حق نواز شہیدؒ جو کہ اس وقت پپلیاں والی مسجد کے نام سے مشہور ہوا کرتی تھی، مولانا سے ملنے جایا کرتے تھے۔ کچی مسجد تھی اور موجودہ وضوخانہ کے ساتھ مولانا کا دفتر ہوا کرتا تھا وہاں پر ان سے ملاقاتیں ہوتیں اور مختلف موضوعات پر گفتگو ہوا کرتی تھی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد میں نے بھی دینی تحریکات میں حصہ لینا شروع کیا ان دنوں جو سب سے زیادہ سر گرم تحریک تھی وہ تحریک ختم نبوت تھی 1974ء میں اس تحریک نے زور پکڑا اور مسئلہ ختم نبوت کے حل کے لئے فیصلہ کن تحریک کا آغاز ہوا، حکومت نے اس میں شریک سینکڑوں کارکنان اور قائدین کو گرفتار کیا، میری پہلی گرفتاری بھی مسئلہ ختم نبوت کی وجہ سے ہوئی، پولیس نے گرفتار کر کے مجھے فیصل آباد پہنچا دیا وہاں پر میں نے مناظر اسلام فاتح قادیانیت حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ، قائد محترم امیر عزیمت حضرت مولانا حق نواز جھنگویؒ اور مولانا عبدالوارث چنیوٹی کے ہمراہ چالیس دن جیل میں گذارے۔ کہتے ہیں کہ جیل کی دوستیاں اور تعلقات بہت مضبوط ہوا کرتے ہیں، ہمارے جیل جانے سے پہلے بھی تعلق تھا، جیل جا کر ایک دوسرے کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا اور ہمارا تعلق پہلے سے زیادہ مضبوط ہو گیا۔ سپاہ صحابہؓ سے پہلے شبان

CamScanner

اہلسنت ایک تنظیم ہوا کرتی تھی، اس کے پلیٹ فارم بھی اکٹھے کام کرنے اور ایک دوسرے سے ملنے کا موقع ملتا رہتا، اسی طرح ایک دوسرے کے پاس آنا جانا بھی لگا رہا۔ 6 ستمبر 1985ء سپاہ صحابہؓ کا وجود عمل میں آیا اور مولانا نے اپنی جدوجہد کا رخ موڑ کر شیعیت وسبائیت کی بیخ کنی اپنا مقصد حیات بنالیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی عظمت اور عزت کے پھریرے لہرانے کے لئے مولانا جھنگویؒ نے ہر سنی عالم دین اور صحابہؓ کے سچے غلام کے دروازے پر دستک دی اور سنی حقوق کے تحفظ اور اصحاب پیغمبر رضی اللہ عنہم کی عزت کے لئے جدوجہد کرنے کی اپیل کی۔

1989ء میں فوارا چوک چیچہ وطنی میں ایک جلسہ عام ہوا اور مولانا حق نوازؒ نے اپنے مخصوص انداز میں رافضیت کا پردہ چاک کیا، جلسہ کے بعد کھانے کی میز پر ہم اکٹھے ہو گئے وہاں پر مولانا نے فرمایا کہ آپ کی پہلے والی زندگی زیادہ کارآمد نہیں ہے، اپنی زندگی کو کارآمد بنانے کے لئے سپاہ صحابہ میں شامل ہو جاؤ، میں نے جواب میں ملکی سطح پر ساتھ چلنے کی حامی بھرتے ہوئے مقامی سطح پر کام نہ کرنے کی ایک سال کی چھٹی مانگ لی (کمالیہ میں نیا نیا آنے کی وجہ سے سخت انداز اپنانا مشکل تھا) اور مولانا نے اس کی مجھے اجازت دے دی۔ اسے اتفاق کہئے یا قدرتی انتظام کہ اس واقعے کے چند ہی دنوں بعد کمالیہ شہر میں شیعوں نے حضرت علیؓ کی پیدائش کے عنوان پر ایک جلوس نکالا اور اس میں تبرابازی کی، صحابہ کرام کو طعن وتشنیع کا نشانہ بنایا، صحابہ کرامؓ کی عزت وعظمت چونکہ ہمارے ایمان کا حصہ ہے اور ان پر کسی بھی قسم کی بکواس یا زبان درازی ہماری برداشت سے باہر ہے۔ اس لئے ایسے واقعات پر برہم ہونا اور اپنا احتجاج ریکارڈ کروانا ایمانی غیرت کا تقاضا ہے چنانچہ میں نے بھی اگلے روز ہی ہڑتال کا اعلان کیا، پورا شہر بند ہو گیا اور بہت بڑا تاریخی احتجاج ہوا، مقامی بڑے بڑے شیعہ اور شیعہ نواز جاگیرداروں کے خلاف ہم مقدمہ درج کروانے میں ہم کامیاب ہو گئے اور اس کفر کا راستہ روکنے کے لئے اسی دن سے عملی طور پر کام کا آغاز کر دیا۔ کمالیہ کے اس واقعہ کے بعد مولانا سے ہمارا مسلسل رابطہ رہا مولانا جھنگویؒ نے اپنے آخری خطبہ جمعہ میں کمالیہ میں ہونے والے اس واقعہ کا حوالہ دیتے ہوئے انتظامیہ کو انتباہ کیا تھا اور غیر جانب دار ہو کر اس کیس کی تفتیش کرنے کا مطالبہ کیا تھا۔ سپاہ صحابہ میں شمولیت کے بعد مولانا جھنگویؒ سے مسلسل ملاقاتیں ہوتی رہیں اور رابطے بڑھتے رہے، قدرت کو شاید تحفظ ناموس صحابہؓ کے عنوان پر مزید اکٹھے کام کرنا مقصود نہ تھا، چنانچہ 22 فروری 1990ء کو حضرت جھنگویؒ اپنے گھر کی دہلیز پر شہید کر دیئے گئے، یہ حادثہ اتنا بڑا تھا کہ اس کے غم سے آج تک میں باہر نہیں نکل سکا، شہادت سے چند منٹ قبل میرے ساتھ ٹیلی فون پر گفتگو کی اور فرمایا کہ کل مغرب کی نماز آپ کے ساتھ ادا کروں گا، جلسہ کا اہتمام نہ کرنا مخصوص نشستیں منعقد کر کے لوگوں کی ذہن سازی کریں گے لیکن انسان عزم کچھ کرتا ہے اور قدرت کام دوسرے کروا دیتی ہے، قدرت ہمیشہ اپنے ہونے کا احساس دلاتی رہتی ہے۔

مجھے اپنی زندگی میں بے شمار علماء کرام کو دیکھنے اور بہت سارے پیشہ ور مولویوں سے ملنے کا اتفاق ہوا ہے، میری نظروں میں وہ خطیب بھی ہیں جو کم پیسے ملنے پر لڑتے جھگڑتے بھی ہیں اور اپنے میزبان سے ناراض ہو کر چلے جاتے ہیں۔ جب کہ دوسری طرف وہ میری نظروں میں مولانا حق نوازؒ بھی ہیں جنہوں نے لوگوں سے ایک پائی بھی نہ لی بلکہ لوگ زبردستی ان کی جیب میں ڈال دیتے یا ان کی گاڑی میں پھینک دیتے تھے۔

1977 یا 1978ء کی بات ہے کہ ساہیوال میں قادیانیوں نے قاری بشیر اور اظہر رفیق کو شہید کر دیا تھا، احتجاجی

جلسہ ہوا اور مولانا جھنگویؒ نے خطاب فرمایا کہ قاری بشیر اور اظہر رفیق میرے بھی کچھ لگتے تھے۔ خطیب پاکستان حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ جو ملک اور بیرون ممالک میں خطابت کے عنوان پر ایک چمکتا ہوا آفتاب تھے، مولانا جھنگویؒ کے ساتھ ہم نے حضرت قاسمیؒ صاحب کو جتنی محبت کرتے ہوئے دیکھا ہے یہ کسی اور کو نصیب نہ ہو سکی۔ حضرت قاسمیؒ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ مولوی حق نواز علم اور تجربہ میں مجھ سے چھوٹا ہے مگر اس کی جرأت، بہادری اور خودداری کو دیکھ کر میں اسے سلام پیش کرتا ہوں۔ ایک جلسہ میں حضرت قاسمیؒ نے فرمایا کہ ''میں صحابہؓ دا غلام تے حق نواز دا نوکر ہاں'' مولانا جھنگویؒ سوانح حیات میں حضرت قاسمیؒ نے مولانا کی پوری تاریخ کو جمع کر کے اپنی محبت کا ثبوت دیا ہے۔

بات چلی ہے تو یہ بھی کہتا چلوں کہ آج بعض لوگ حضرت قاسمیؒ صاحب کے متعلق بڑی بڑی باتیں کرتے ہیں حالانکہ حضرت قاسمی صاحبؒ پر تنقید کرنے والے خود اپنا دامن صاف نہ رکھ سکے..... ایسے لوگوں کو، کوئی حق نہیں کہ وہ حضرت قاسمی صاحب کے متعلق نازیبا الفاظ استعمال کریں بلکہ وہ اپنے گریبان میں جھانکیں۔ وزیر اعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف کے ساتھ شیعہ سنی تنازعہ کے حل کے لئے ہونے والی ایک میٹنگ میں حضرت قاسمی صاحبؒ نے فرمایا تھا کہ ''61 سال میری زندگی گزر چکی ہے، بقیہ دو سال صحابہؓ کے کھاتے لگا دی ہے 63 سال سنت عمر گزار کے واپس جانا چاہتا ہوں'' اللہ تعالیٰ نے ان کی خواہش کو قبول فرمایا 63 سال کی عمر میں اپنے پاس بلا لیا، رحلت کے وقت اپنے قریب لوگوں کو جمع فرما کر گواہ بناتے ہوئے کہا کہ ساری زندگی رب کی توحید بیان کی ہے لوگو گواہ رہنا کہ میں توحید پر مر رہا ہوں یہ کہتے ہوئے کلمہ پڑھ لیا اور اس فانی دنیا سے رخصت ہو گئے۔ حضرت قاسمیؒ کے عنوان پر بہت سارا کام کرنے کی ضرورت ہے، ان کی شخصیت اور افکار اور سوانح حیات پر کام کرنا چاہئے، قلم و قرطاس سے تعلق رکھنے والے حضرات کو اس طرف توجہ دینی چاہئے۔

مولانا حق نواز جھنگویؒ کی خطابت ان کی زندگی کا ایک خوبصورت اور نمایاں وصف ہے، انہوں نے خطابت کو ایک نیا رنگ دیا ہے اس عنوان پر اگر انہیں مجدد کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا، جس نے ان کی تقریر سنی وہ انہی کا ہو کر رہ گیا، جن لوگوں نے مولانا جھنگویؒ کی تقریروں اور خطبوں سے براہ راست استفادہ نہیں کیا، ان کے سامنے مولانا کے خطیبانہ کمالات کا نقشہ کھینچنا مشکل ہے، اگر دریا کی روانی کا کوئی تصور ذہن میں پایا جاتا ہو، پھولوں کی نزاکت اور مہک سے کوئی آشنا ہو، آگ کے شعلوں کو کسی نے دیکھا ہو اور کسی ایسے فنکار کو سنا ہو جو نغموں کے ساتھ ساتھ اثر و کیف و وجد کی کیفیات کو بھی سامعین کے دلوں میں اُتار سکتا ہو تو وہ شخص حضرت جھنگویؒ کی جامعیت تقریر کا کچھ کچھ اندازہ کر سکتا ہے۔ بہر حال مولانا جھنگویؒ کی خطابت ایک مستقل عنوان ہے اور میرا مضمون شاید اس کا متحمل نہ ہو سکے۔ مولانا جھنگویؒ ایک عظیم انسان تھے، ان کے افکار و نظریات اور مدلل گفتگو سے میں بہت زیادہ متاثر تھا، انہی کی خواہش پر سپاہ صحابہؓ میں شمولیت اختیار کی تھی اور ان کی خواہش کی تکمیل کے لئے آج تک سرگرم عمل ہوں، جہد مسلسل کرنے اور عزیمت کی راہ میں چلنے والے اس قافلے کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا آج مولانا حق نواز جھنگویؒ کے منبر و محراب کا وارث بنا ہوں۔ میرے کندھے بہت ناتواں ہیں اور یہ وزن بہت ہی بھاری ہے لیکن سب کچھ کے باوجود حضرت جھنگویؒ کی روح سے یہ وعدہ کرتا ہوں کہ زندگی کے آخری لمحہ تک اس مشن کی تکمیل اور کامیابی کے لئے اپنی توانائیاں خرچ کرتا رہوں گا، منبر و محراب سے لیکر حکومت کے تمام اداروں اور اپنی بساط کے مطابق دنیا کے ہر گوشے میں جا کر پہنچاؤں گا۔ انشاء اللہ

امیر عزیمت حق نواز جھنگوی شہیدؒ

اخلاص وللّٰہیت کا نمونہ

تحریر:۔ حضرت خلیفہ عبدالقیوم صاحب مدظلہ العالی

بعض شخصیتیں قافلہ کی ہستی کے لیے مینارۂ نور کا کردار ادا کرتی ہیں۔ ان کے وجودِ مسعود سے علم و دانش، زُہد و تقویٰ اور یقین و معرفت کی بنیادیں استوار ہوا کرتی ہیں اور ان کے دم قدم سے علومِ نبوت اور ان پر عمل کرنے والے قافلۂ حق کا وقار برقرار رہتا ہے۔

ان کے جانے کے بعد ایسا خلا پیدا ہوتا ہے کہ پھر اس کے پُر ہونے کی کوئی اُمید نظر نہیں آتی۔

امیر عزیمت حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمہ اللہ کا شمار ان جامع اور باکمال ہستیوں میں ہوتا ہے جو اپنے دور کے نہ صرف جید عالمِ دین تھے بلکہ علمی وقار کا مجسمہ، اخلاص اور للّٰہیت کا بہترین نمونہ تھے۔

مجددِ وقت حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمہ اللہ کا شمار عالمِ اسلام کی عبقری شخصیات میں ہوتا ہے۔ دینِ حق اسلام کے اوّلین محافظ اور اس کی بھرپور اشاعت کرنے والے مقدس و برگزیدہ لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عزت و عظمت اور ناموس کے لئے مولانا جھنگویؒ نے جس انداز اور طریقۂ کار کو اختیار کیا، اس انداز نے انہیں انتہائی عظیم بلکہ عظیم تر بنا دیا۔ آپؒ ہمارے دور کی ان چند ممتاز و یگانہ روزگار شخصیات میں سے ایک تھے کہ جن کے دل میں نظامِ خلافت راشدہ کو عالمگیر نظام کے طور پر نافذ کرنے کی تڑپ ہوتی ہے اور وہ لوگ اس تڑپ کو سکون دینے کے لئے اپنی خداداد صلاحیتوں اور گوناگوں اوصاف و کمالات کے ساتھ جہدِ مسلسل اور سعی پیہم کا عملی نمونہ ہوتے ہیں۔

دنیا دار الفناء ہے، بقا صرف خدا ہی کی ذات کو ہے، جو آیا چلا جائے گا، مگر کچھ جانے والے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جن کے جانے پر زمین و آسمان روتے ہیں۔ حضرت جھنگوی شہیدؒ انہی نفوسِ قدسیہ میں سے ایک پسندیدۂ خلائق انسان تھے۔

CamScanner

میرا قائد

تحریر: جناب ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں زید مجدہٗ
مرکزی سیکرٹری جنرل سپاہ صحابہؓ

امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگویؒ کے صحیح حالات اور ان کے حقیقی کمالات واوصاف حمیدہ وہی لوگ بیان کر سکتے ہیں جن کو خود ان جیسا مقام، کمال حاصل ہو، مجھ جیسا آدمی حضرت جھنگوی شہیدؒ کے علم وعمل اور کمالات ظاہر وباطنی کو کیا بیان کر سکتا ہے، ایک شخص جو دریا کے کنارے کھڑا ہو اور کبھی دریا کے اندر قدم نہ رکھا ہو جس کو کبھی دریا کے اندر غوطہ لگانے کی نوبت نہ آئی ہو اس کو کیا پتہ عمق اور گہرائی کا کیا مقام ہے، ہم ایسے تجربہ کار غواص کے متعلق کیا رائے قائم کر سکتے ہیں جو اپنی ساری زندگی میں سمندر کی لہروں سے کھیلا ہو، جو بڑے بڑے طوفانوں میں جہاز کا لنگر اٹھا دینے والا ہو، جس نے عمر بھر خطرناک طوفانوں کا مقابلہ کیا ہو، جس نے ہمیشہ سمندر میں غوطہ زن رہ کر موتی نکالے ہوں حضرت امیر عزیمتؒ انسانیت کے پرتو کامل، توحید کے پروانہ، جانثار رسول ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے سچے سپاہی تھے، عزم راسخ کے مالک تھے "فاذا عزمت فتوکل علی اللہ" پر پوری طرح کاربند تھے، مولانا حق نواز جھنگویؒ کے کمالات کو مؤرخ کبھی فراموش نہ کر سکے گا، تحریک تحفظ ناموس صحابہ میں انہیں وہ مقام حاصل ہے جس کا تذکرہ کا حق ادا نہیں ہو سکتا، امیر عزیمتؒ کا ملت پر احسان عظیم ہے کہ انہوں نے سنی قوم کو ایک پہچان عطا کی ہے، سنی قوم کو بدترین کافر کے سامنے لا کھڑا کیا ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کی مدح سرائی کے لئے ہزاروں زبانیں تیار کی ہیں ملک کے چپہ چپہ میں اپنے ہم نوا خطیب تیار کئے، لاکھوں لوگوں کا لہو گرمایا، غرض یہ کہ حضرت مولانا حق نواز جھنگویؒ جیسا باکمال انسان میری نظر نے نہیں دیکھا نہ آئندہ زندگی میں ایسی پر عظمت شخصیت کی زیارت نصیب ہونے کی توقع ہے کیونکہ ایسی ہمہ گیر شخصیات صدیوں میں ہوا کرتی ہیں۔ امیر عزیمتؒ اپنے علم وعمل اور نظریے کو جن دماغوں میں منتقل کیا تھا گویا وہ نقش فی الحجر ہیں، انہوں نے سرد فضاؤں کو اپنی شعلہ بیانی سے ایسا گرمایا کہ صدیوں تک اس کی شدت وحرارت محسوس کی جاتی رہے گی، انہی گرم فضاؤں میں آج جب پہنچتا ہوں تو ان کے مقام ومرتبہ کا ادراک وعرفان نصیب ہوتا ہے۔ انہوں نے برف سے زیادہ ٹھنڈے انسانوں کو متحرک کیا، ان کے کانوں میں غیرت حمیت کا صور پھونکا، انہیں دین کا سچا سپاہی اور صحابہؓ کا سچا غلام بنایا اور ان کے دل ودماغ پر اپنے نقوش یوں جما دیئے کہ پھر وہ امتداد وقت

کے باوجود نہ مٹ سکے اور نہ مٹائے جا سکے، دنیا ایک ایسی سرائے ہے جہاں لوگ آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں یہ لامتناہی سلسلہ مدت مدید سے جاری ہے اور تا قیام قیامت جاری رہے گا، جب کوئی عظیم شخصیت اپنی عظمت کا سکہ بٹھا کر آنکھوں سے اوجھل ہو جاتی ہے تو ایک ایسا خلا پیدا ہوتا ہے جو کسی صورت پر نہیں ہوتا، تب ہم یادوں کے سہارے محبوب ہستیوں کو تصورات کی دنیا میں واپس لانے کی ادھوری سی کوشش کرتے ہیں مگر جو ایک بار چلا گیا، امیر عزیمتؒ کی شہادت کے بعد اللہ تعالیٰ نے نعمل بدل کے طور پر بہت بڑی بڑی نابغہ روزگار شخصیات عطا فرمائیں، حضرت جھنگویؒ کی شہادت کے بعد سپاہ صحابہؓ نے بہت زیادہ ترقی کی، مشن کی اشاعت کے مواقع میسر آئے مگر ان سب کے باوجود جو مقام حضرت جھنگویؒ کا تھا وہ کوئی اور نہ لے سکا اور دل کے نہاں خانے میں ہم نے حضرت جھنگویؒ کو جس جگہ بٹھایا تھا وہاں کوئی اور نہ بیٹھ سکا۔

حضرت امیر عزیمتؒ کے پیش نظر زندگی کا سب بڑا مقصد صحابہ کرام اور اہلبیتؓ کا تحفظ اور ان کا دفاع تھا، انہوں نے اس مقصد کے حصول کے لئے اپنی پوری زندگی جدوجہد کی اور اسی مقصد کی وجہ سے جام شہادت نوش فرمایا۔ صحابہ کرامؓ ایمان اور اسلام کی بنیاد ہیں ان کے بغیر دین باقی نہیں رہتا بلکہ اگر انہیں درمیان سے نکال دیا جائے تو آنحضرت ﷺ کے ذریعہ آنے والا دین و مذہب ہم تک نہیں پہنچ سکتا، ہم پہنچنے کے لئے واسطہ صرف صحابہ کرامؓ ہیں۔ جب تک ان نفوس قدسیہ کی غلامی نہ کی جائے ہم اپنے آپ کو مسلمان نہیں کہلوا سکتے۔ ہماری نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، شریعت، طریقت، تہذیب، معاشرت، تمدن، اخلاق، مذہب، غرضیکہ مکمل دین اسلام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے گرد گھومتا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ "جب فتنے عام ہو جائیں اور میرے صحابہ کرؓ گالیاں دی جانے لگیں، اس وقت عالم کا چاہئے کہ وہ اپنا علم ظاہر کرے" حضور نبی کریم کے اس فرمان پر پورا پورا عمل امیر عزیمت حضرت مولانا حق نوازؒ جھنگویؒ نے کیا ہے انہوں نے جتنی تعلیم حاصل کی تھی، خدا نے ان کے اندر جتنی صلاحیتیں رکھی تھیں، ان کو جتنی صفات سے متصف کیا گیا تھا، انہوں نے وہ تمام کی تمام اپنے مقدس مشن پر خرچ کر دیں اور دنیا کو بتلا دیا کہ صحابہ کرامؓ سے زیادہ محترم اور معزز کوئی نہیں ہے اور ان مقدس شخصیات کے لئے ہم مسلمان اپنی جانیں قربان کرتے رہیں گے امیر عزیمتؒ اپنی جان قربان کر کے یہ درس دیا ہے کہ صحابہ کرامؓ کے دفاع کے لئے مٹ جانا، اپنا لہو بہا دینا، بچوں کو یتیم کروا لینا، اپنی بیویوں کو بیوہ کروا لینا مگر اس مقدس مشن اور ان نفوس قدسیہ پر آنچ نہ آنے دینا۔ امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگویؒ کا تربیت دیا ہوا قافلہ علامہ علی شیر حیدری مدظلہ کی سرپرستی اور مولانا محمد احمد لدھیانوی کی صدارت میں اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔

اے قائد! ہم تیرے بتائے ہوئے راستے سے ایک قدم پیچھے نہیں ہٹے، تیرے بتائے ہوئے اصولوں پر کاربند ہیں اور جس منزل کی آپ نشان دہی کی تھی اس کی طرف لپکتے چلے جا رہے ہیں، راستے میں آنے والی تمام رکاوٹیں عبور کرتے چلے جا رہے ہیں۔ آج 19 سال بعد یہ مضمون تحریر کرتے ہوئے آپ کی روح سے وعدہ کرتا ہوں تیرا چھوڑا ہوا مشن مکمل نہیں ہوگا اور صحابہ کرام کو آئینی طور پر تحفظ نہیں دلوا لیں گے اس وقت تک مردانہ وار، نہتے ہونے کے باوجود، اسباب اور وسائل نہ ہونے کے باوجود لڑتے رہیں گے اور صحابہ کرامؓ کا دفاع اپنی جان پر کھیل کر بھی کرتے رہیں گے۔

CamScanner

میرے مدیر مکرم حضرت امیر عزیمت شہیدؒ

بحیثیت بانی و مہتمم جامعہ محمودیہ

از قلم:۔ استاذ العلماء حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب مدظلہٗ
شیخ الحدیث گلشن جھنگوی شہید جامعہ محمودیہ جھنگ

چھری کی دھار سے کٹتی نہیں چراغ کی لو
بدن کی موت سے کردار مر نہیں سکتا

اعتذار

برادر مکرم حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب مدظلہ شجاع آبادی نے حضرت امیر عزیمتؒ پر بحیثیت مدیر و مہتمم جامعہ محمودیہ کچھ لکھنے کی فرمائش کی، ناچیز تحریر کے میدان کا شناور نہیں مزید علمی کم مائیگی کا بھی معترف ہے مگر برادر موصوف پورا ایک سال وقتاً فوقتاً فرمائش فرماتے رہے ان کے پرزور اصرار پر ناچیز چند غیر مرتب الفاظ اور بے جوڑ واقعات لکھ کر ہدیہ قارئین کر رہا ہے۔

گر قبول افتد زہے عزوشرف

امیر عزیمتؒ سے تعلق وتعارف

حضرت شہیدؒ کا اور بندہ ناچیز کا علاقہ ایک ہے تھانہ مسن ضلع جھنگ ہمارے قصبوں کے درمیان تقریباً پانچ میل کا فاصلہ ہے۔ مگر میں ان کی شرف زیارت سے اس وقت مشرف ہوا جب ہمارے ہاں ایک جلسہ پر تشریف لائے وہ زمانہ میری طالبعلمی کا تھا۔ حضرت کا رخ اس وقت اہل بدعت کی رد کی طرف تھا عورتوں کے مزارات پر جانے کا عام رواج تھا بالخصوص دس محرم کو علاقہ میر کوٹ سدھیانہ شیخ عبدالقادر جیلانی خاص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مزار پر گدی نشینوں نے بہشتی دروازہ کے نام سے ایک گیٹ بنایا ہوا تھا جسے کھولتے تھے کثرت سے مرد و عورتیں اختلاط و اجتماع کی شکل میں دھکا پیل کر کے گزرتے تھے۔ عفت و غیرت پامال ہوتے تھے۔ انتظامیہ جلسہ نے مولانا کو درخواست کی کہ آپ نماز، روزہ اور سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے

عنوان پر مثبت انداز کی تقریر فرمانا۔ حضرت اس وقت تو خاموش رہے مگر بعد از نماز ظہر تقریر کے لئے اسٹیج پر آئے تو بعد از خطبہ ارشاد فرمایا کہ میرا مجمع سے ایک سوال ہے کہ درد پیٹ میں ہو تو کیا آنکھ میں سرمہ ڈالنے سے دور ہو جائے گا یا آنکھ میں تکلیف ہو تو پیٹ کے درد کی دوائی استعمال کر لیں تو کیا دکھتی آنکھ درست ہو جائے گی حاضرین نے جواب نہیں میں دیا تو فرمایا کہ میں اس علاقے کا رہنے والا ہوں اس معاشرے سے واقف ہوں۔ لہٰذا میرا حق بنتا ہے کہ جو دینی و روحانی بیمار ہیں ان کی تشخیص کر کے انہیں علاج سے مطلع کروں اس تمہید کے بعد مولانا احمد رضا خان کی کتاب ''احکام شریعت'' اور ''زبدۃ الزکیہ فی حرمۃ التحیہ'' کھول کر ان کے حوالہ جات سے عورتوں کے مزارات پر جانے کی ممانعت پیش کی، فرمایا کہ ایسی عورت پر اللہ تعالیٰ کے فرشتے، نیک جنات اور پرند چرند لعنت کرتے ہیں تا آنکہ گھر واپس آ جائے۔ اور اہل بدعت کی رد بلیغ کی جو مولانا مرحوم کا ایک نیا انداز تھا۔ غیر تمند ذہن رکھنے والوں نے توبہ کی۔ مولانا مرحوم کی اس حق گوئی سے ہم کئی ساتھی متاثر ہوئے اور اس وقت سے مولانا کی محبت ہمارے قلوب میں بس رچ گئی۔

مزید تعلق کا سبب

مزید تعلق کا سبب آپ کا مناظرہ بنا جو مولوی محمد اشرف سیالوی سے ہوا۔ ناچیز اس وقت ابھی درجہ عالیہ کا طالبعلم تھا ایک ملاقات میں مولانا مرحوم نے فرمایا کہ کوئی میرا معین بننے کو تیار نہیں آپ وقت نکالیں۔ کبیر والہ اور ملتان سے کچھ کتب لانی ہیں ناچیز نے رفاقت قبول کر لی۔ پھر مولانا مرحوم نے اپنا حاصل مطالعہ باحوالہ جو ایک رجسٹر میں درج کیا ہوا تھا، مجھے دے کر فرمایا کہ درج شدہ حوالہ جات کا ایک بار اصل کتب سے موازنہ کر لیں۔ میں نے حکم کی تعمیل کی پھر فرمایا کہ کل صبح آٹھ بجے احرار پاک کے قریب مکان میں مناظرہ طے ہے آپ میرے ساتھ رہیں مگر میرے گھر سے فون آ گیا کہ والدہ بیمار ہے ضرور ایک بار چندانوالہ محلہ میں مکان پر آئیں۔ ناچیز کو مجبوراً آنا پڑ گیا ارادہ تھا کہ صبح سات آٹھ بجے پہنچ جاؤں گا مگر اہل بدعت نے مقامی انتظامیہ سے ملی بھگت کر کے نماز فجر کے فوراً بعد مولانا مرحوم اور وہاں موجود چند علماء و انتظامیہ کو گاڑی میں ڈال کر گوجرہ روڈ پر شہر سے چھ میل دور پہنچا دیا اور اہل حق کے لئے ناکہ بندی کر دی حتیٰ کہ کھانا تک کے پہنچانے کی اجازت نہ دی جبکہ اہل بدعت کا کھانا حکومتی گاڑیوں پر لے جایا گیا۔ ناچیز نے تو اطلاع ملنے پر پیدل پہنچنے کی کوشش کی مگر جگہ جگہ پولیس کی رکاوٹیں تھیں بالآخر وہاں تک رسائی نہ ہو سکی۔ شام کو افواہ پھیلا دی گئی کہ مولانا مرحوم شکست کھا گئے ہیں ہر جانب طوفان بدتمیزی برپا ہے اور اہل بدعت بھنگڑے ڈال رہے ہیں۔

حضرت مرحوم کا گلا نہ چلتا تھا، صدر مناظر حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمہ اللہ نے تقریر فرمائی اور کہا کہ جھنگ انتظامیہ نے جانبداری کا ثبوت دیا ہے اور جج صاحبان نے بھی دھوکا دیا ہے، لہٰذا ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے یہ فیصلہ تسلیم نہیں کرتے، مجلس برخاست ہو گئی۔ اگلے دن جمعہ تھا۔ مولانا مرحوم جمعہ پر بڑے پُر وقار ہو کر تشریف لائے، چہرہ پر رونق ہونٹوں پر تبسم تھا۔ مسجد اور ارد گرد کی گلیاں کھچا کھچ بھری ہوئی ہیں۔ تقریر شروع کی، فرمایا:

آپ کو جج کا فیصلہ سناتا ہوں کہ انہوں نے لکھا ہے ''بنسبت مولانا حق نواز کے مولوی محمد اشرف سیالوی کے دلائل

زیادہ تھے"۔ فرمایا ذرا غور کرو اہلِ بدعت کو ایک صدی سے زائد عرصہ ہو گیا ہے یہ شور کرتے ہوئے کہ علماء دیوبند گستاخ رسول ہیں اور ہم عاشق صادق ہیں۔ عنوانِ مناظرہ تھا کہ "گستاخ کون ہے"، فیصلہ دیا گیا کہ اشرف سیالوی کے دلائل نسبتاً زیادہ تھے، تو نتیجہ نکلا کہ دیوبندی مناظر زیادہ اور بریلوی مناظر کم گستاخ ہے۔ آج ایک صدی بعد مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کے روحانی فرزند نے رضاخانیت کا پردہ چاک کر کے ان کو نسبتاً گستاخ ثابت کر دیا ہے، ان شاء اللہ میری زندگی رہی تو مکمل گستاخ ثابت کر کے چھوڑوں گا۔ نعروں کی گونج پڑ گئی، ہر زبان پر تھا کہ اشرف سیالوی اینڈ کمپنی (رضاخانی) "نسبتاً" گستاخ ہیں۔

اس دن کی تقریر نے لوگوں کے ذہن بدل دیے۔ تائید الٰہی نے مولانا کی یاوری کی۔ نوجوان ذہن بدلا اور ہزاروں کی تعداد میں نوجوان مولانا مرحوم کے ارادتمندوں میں شامل ہو گئے۔ مولانا مرحوم کے مدّ مقابل مناظر نے علاقہ پیر عبدالرحمٰن ضلع جھنگ اور پیر محل ضلع ٹوبہ میں اپنا سٹیج سجانے کی ناکام کوشش کی اور مناظرے کے چیلنج دیئے جب مولانا مرحوم پہنچے تو یہ کہہ کر ٹال دیا کہ یہ میرا شکست خوردہ ہے اس سے مناظرہ نہیں کرتا کوئی اور لے آؤ۔ یہ جواب غمازی کرتا ہے کہ سیالوی صاحب حضرت موصوفؒ کی علمی استعداد کو بھانپ گئے کہ کہیں دوبارہ مناظرہ میں گزشتہ راصلوات نہ ہو جائے۔

اخلاص وللّٰہیت

ناچیز نے مولانا مرحوم کو قریب رہ کر دیکھا، اللہ کریم نے انہیں اخلاص کی نعمت سے مالا مال کیا تھا۔ اخلاص پر ہی نزولِ رحمتِ الٰہی ہوتا ہے اور ترقیات کے ابواب کھلتے ہیں۔ باوجود قید و بند کی صعوبتوں اور بعض جگہ اپنوں اور اغیار کی مخالفتوں کے مولانا مرحوم کے پایۂ استقامت میں لرزہ نہ آیا بلکہ تائید الٰہی سے ان کا قدم آگے بڑھتا گیا۔

دارالعلوم محمدیہ ۱۸ ہزاری میں بندہ ناچیز کی تدریس کا آغاز ہوا۔ یہ مدرسہ مصلح امت جامع المحاسن حضرت مولانا حکیم عبداللطیف خانصاحب دامت فیوضہم (خلیفہ مجاز سرتاج الاولیاء حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب بہلوی نور اللہ مرقدہٗ اور محبوب العارفین حضرت مولانا غلام حبیب صاحب رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً) کا ہے۔ بندۂ ناچیز نے تین سال کا عرصۂ تدریس یہاں گزارا۔ حضرت جھنگویؒ واصو آستانہ، ۱۸ ہزاری اور اس کے گردونواح میں جب بھی بسلسلۂ تبلیغ تشریف لاتے تو شفقت فرماتے ہوئے ناچیز کے پاس ٹھہرتے۔ کبھی کبھار چائے بھی نوش فرماتے۔ فرصت کے اوقات میں ہم بھی ساتھ ہو لیتے، دو موقع پر حضرت نے گاڑی روانہ کر دی اور دو کلومیٹر جلسہ گاہ تک ہمارے ساتھ پیدل چلتے گئے اور اپنے علمی لطائف سے ناچیز اور طلباء کو محظوظ کرتے رہے۔ اپنے کارکنوں اور رفقاء کے ساتھ محبت والفت کا یہ انداز حضرت کا ایک خاصہ تھا۔

جامعہ محمودیہ کا قیام

۱۹۸۱ء میں مولانا مرحوم کو محلہ حق نواز شہید کے ایک دوست حافظ شیخ محمد اشرف صاحب نے مدرسہ بنانے کی خواہش ظاہر کی مولانا نے ٹال دیا، بالآخر اس نے گوجرہ روڈ پر شہر سے چار کلومیٹر دور رقبہ مدرسہ کے لئے مختص کر کے رجسٹری کرا کے مولانا کے حوالہ کر دی۔ اب مولانا مرحوم نے احباب سے مشورہ کیا تو یہ طے پایا کہ اس رقبہ کو دور ہونے کی وجہ سے فروخت کر

کے گوجرہ روڈ پر ہی قریب چوہدری کالونی نزد کھاد سٹور وزراعتی فارم رقبہ خرید کیا جائے۔ چنانچہ چوہدری محمد عقیل ومحمد خلیل برادران سے تقریباً سات کنال اراضی جامعہ کے لئے خرید کی گئی تقریباً پونے دو لاکھ کی رقم ادا کر کے قبضہ لیا گیا باقی رقم اقساط میں ادا کی جائیگی اس سے اگلے سال 1982ء میں سنگ بنیاد رکھنے کا پروگرام طے ہوا شیخ المشائخ حضرت خواجہ مولانا خان محمد صاحب آف کندیاں شریف حضرت مولانا محمد شریف کشمیری صاحب اور حضرت مولانا عبدالستار صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ سے وقت لے لیا گیا مگر جلسہ کی تاریخ مقررہ سے تین دن قبل مولانا مرحوم کو گرفتار کر لیا گیا چنانچہ سنگ بنیاد وغیرہ کے پروگرام میں مولانا مرحوم کی شرکت نہ ہو سکی البتہ اکابرین نے اس موقع پر خوب سرپرستی کی اور عوام مسلمانوں نے بھی بھرپور شرکت کی۔ جلسہ گزر جانے کے بعد حضرت مرحوم کی ضمانت پر رہائی ہوئی۔ اسی سال ہی شعبہ حفظ کی تعلیم کا آغاز کر دیا گیا۔ حضرت مولانا عبدالخالق صاحب مدظلہ (حال مدرس جامعہ عبیدیہ فیصل آباد) کو ناظم مدرسہ مقرر فرمایا۔ پھر 1983ء میں شعبہ کتب کا آغاز فرمایا اور دارالعلوم کبیر والہ کے فاضل حضرت مولانا حفیظ اللہ صاحب مدظلہ (حال جامعہ مدرس منظور الاسلامیہ لاہور) کا تقرر شعبہ کتب میں ہوا اور معاون مدرس مولانا عبدالخالق صاحب کو بھی بنایا گیا۔ مزید ایک سال گزرنے پر حضرت مرحوم نے دارالعلوم کبیر والہ کے اکابر اساتذہ سے مشورہ کے بعد ناچیز کو دعوت دی بندہ نے سوچنے کا موقع لیا مگر امیر عزیمت مرحوم نے میرے شیخ ومربی حضرت مولانا عبدالحیٔ صاحب آف شجاع آباد سے حکم نامہ وصول فرما کر مجھے لا دیا۔ اب ناچیز نے توکلاً علی اللہ جامعہ محمودیہ میں آنے کی تیاری کر لی۔ اگرچہ دارالعلوم محمدیہ ۱۸ ہزاری کو چھوڑنا میرے لئے بڑا دشوار تھا حضرت مولانا حکیم عبداللطیف صاحب مدظلہ کے احسانات ناچیز پر بہت تھے وہی میرے لئے حصول علم کا ذریعہ بنے اور نہایت عرق ریزی سے ناچیز کی تربیت فرمائی۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء فی الدنیا والآخرہ، مگر حضرت بہلویؒ کا حکم نہ ٹالا جا سکا۔

بندہ کی جامعہ محمودیہ میں آمد وتقرری

اس آمد پر کئی حضرات نے بندہ کو بہکایا کہ ادھر کیسے آ گیا کوئی کہتا کہ ثانی لیڈر بننے کی خواہش ہے وغیرہ۔ بندہ نے حضرت شیخ بہلویؒ سے حالات عرض کیے فرمایا فکر نہ کرو جھنگوی صاحب کا ساتھ دو میں دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو ہر پریشانی سے محفوظ رکھیں گے۔ حضرت کی مقبول دعاؤں کا ثمرہ دیکھ لیا ہے۔

1985ء میں داخلہ

دس شوال کو امیر عزیمت مرحوم خود دفتر جامعہ تشریف لائے حضرت ناظم صاحب اور مفتی محمد قاسم صاحب اور ناچیز حضرت کی صحبت میں عصر سے تھوڑا سا پہلے تک حاضر خدمت رہے رجسٹرڈ داخلہ پر پہلا نام حضرت سے تحریر کروایا اسی دن عصر کے وقت حضرت مرحوم پھر گرفتار ہو گئے ایک ہفتہ بعد رہائی اور جمعہ پر آپریشن والی مشہور تقریر کی اور ہفتے والے دن دوبارہ گرفتار ہو گئے پھر تقریباً پچیس 25 دن بعد ضمانت پر رہا ہوئے اور مدرسہ میں تشریف لائے اس سال شعبہ کتب میں درجہ ثانیہ تک پینتالیس 45 طلباء داخل ہوئے جس پر حضرت بہت خوش ہوئے۔

CamScanner

حضرت کے ارادے اور خواہشات

فرمانے لگے کہ میں مدرسے کو ایک معیاری مدرسہ دیکھنا چاہتا ہوں عموماً غریب طلباء مدرسہ میں داخل ہوتے ہیں اور مالی کمزوری کی وجہ سے احساسات کا شکار رہتے ہیں میں چاہتا ہوں کہ انکا معقول وظیفہ مقرر کیا جائے اور ان کے کپڑے دھونے کے لئے باقاعدہ دھوبی رکھا جائے اور لباس ان کا سفید ہو اس طرح اچھے کپڑے اور اچھی خوراک ان کو مہیا کی جائے تاکہ احساس کمتری نہ رہے نیز اساتذہ وطلباء کو صبح کا ناشتہ بھی دیا جائے تاکہ دل جمعی کے ساتھ تعلیم وتعلم کا سلسلہ جاری رکھ سکیں مگر حالات کی سنگینی نے حضرت کو ان خواہشات کی تکمیل کا موقعہ ہی نہ دیا۔

سپاہ صحابہؓ کا قیام اور احباب کا جامعہ میں یونٹ قائم کرنے کا اصرار

جب سپاہ صحابہ قائم ہوئی تو نوجوانوں نے اصرار کیا کہ جامعہ پر جماعت کا جھنڈا نصب کیا جائے اور طلباء میں ایک یونٹ قائم کیا جائے تو حضرت نے فرمایا کہ یہ کام اساتذہ سے مشورہ کے بعد کیا جائے گا۔ چنانچہ حضرت ایک دن تشریف لائے اور احباب کی خواہش اساتذہ کی میٹنگ میں رکھی مشورے میں طے پایا کہ مدرسہ کو صرف تعلیمی ماحول رہنا چاہئے اس طرح جماعتی ورک میں طلباء کا تعلیمی مقصد فوت ہو جائے گا حضرت نے بڑی وسعت ظرفی سے اس رائے کو قبول بھی کیا بلکہ تحسین پیش کی اور فرمایا کہ میری بھی یہی بڑی خواہش ہے کہ جامعہ سے عمیق النظر وسیع المطالعہ علماء تیار ہونے چاہئیں۔

مدرسہ چلانے میں حضرت کی خودداری

مدرسہ کے لئے حضرت نے ایک اصول قائم کیا اور حضرت ناظم صاحب اور اساتذہ کرام کو پیش کیا کہ مخلص غریب دوستوں کے عطیات اور صدقات سے مدرسہ کو چلائیں گے کسی بڑے سرمایہ دار سے بھاری رقم لیکر استعمال نہیں کریں گے تاکہ کل وہ ہمارے دینی راستے میں اور دینی تحریک میں خلل انداز نہ ہو چنانچہ اس وقت ایک ایم پی اے نے بارہ کمروں پر مشتمل ایک بلاک بنا کر دینے کی خواہش ظاہر کی مگر آپ نے یہ کہہ کر یہ پیش کش ٹھکرا دی کہ اب تک موجود طلباء کی ضرورت پوری ہو رہی ہے۔ مزید جب بڑھیں گے اللہ تعالیٰ انتظام فرما دیں گے صرف مدرسہ کے تعارف کے لئے ایک سفیر غلام محمد مقرر فرمایا جو اب بھی حیات ہے البتہ آنکھوں سے معذور ہے ورنہ کوئی خاص چندہ کرنے کا رجحان نہ بنایا۔ محلہ حق نواز شہیدؒ کے احباب سے رمضان المبارک میں اور عیدین میں چندہ فرماتے تھے یا جامعہ کے سالانہ جلسے پر۔

حضرتؒ پر عوام کا اعتماد

حضرت کا چندہ کا انوکھا انداز تھا ایک ایک دوست کا نام لے کر اس کی حیثیت کے مطابق دو ہزار پانچ ہزار دس ہزار ذمہ لگا دیتے جو وہ بخوشی کھڑے ہو کر قبول کر لیتے نیز ناظم صاحب کو فرمایا کرتے تھے کہ میرے جلسے پر کہیں چندہ نہ کرنا اس سے لوگوں میں میری تقریر وتبلیغ کا اثر جاتا رہے گا۔

CamScanner

اساتذہ کو نصیحت

فرمایا کہ میں تحریکی آدمی ہوں آپ سے ملنے کی فرصت بھی کم ملتی ہے لہٰذا دیانت داری سے کام کرتے رہیں میرے اعتماد کو ٹھیس نہ پہنچے میرے لئے اور پریشانیاں تھوڑی ہیں کہ آپ بھی مجھے پریشان کریں۔ دین کی تبلیغ کی ذمہ داری ہم سب پر ہے نہ کہ مجھ اکیلے پر اور بندہ ناچیز سے خصوصی طور پر فرمایا کہ میں محض مدرس کی حیثیت سے آپ کو نہیں لایا بلکہ معاون سمجھ کر لایا ہوں لہٰذا مدرسہ کے اندر کا نظام آپ سنبھال کر رکھیں جس چیز کی ضرورت ہو مجھے بتلا دیں، امتحان کے لئے دارالعلوم کبیر والہ اور خیر المدارس ملتان سے اساتذہ کا انتخاب کرتے تاکہ اساتذہ کی دعائیں اور سرپرستی شامل رہے۔ ایک امتحان میں شیخ الادب استاذ الاساتذہ حضرت مولانا علی محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث دارالعلوم کبیر والہ تشریف لائے حضرت مرحوم نے ان سے امتحانی رپورٹ پوچھی تو حضرت شیخ نے فرمایا کہ مولانا اللہ تعالیٰ کا آپ پر کرم ہے بحمد اللہ محمودیہ کا نظام اور تعلیم "محمودیہ" ہے، حضرت شیخ کا یہ جملہ مولانا نے خوش ہو کر کئی مجالس میں دوہرایا اور لوگوں کے سامنے مدرسے کے اساتذہ کی خوب تحسین پیش کرتے اور فرمایا کرتے کہ میرے ضلع کے وڈیروں اور سرمایہ داروں نے جھنگ کو دینی تعلیم کے اعتبار سے بھی پستی کا شکار رکھا ہے تاکہ ضلع سے کوئی عالم پیدا ہو کر ہمارے دجل وفریب اور بدمعاشیوں کا پردہ چاک نہ کرے، ان شاء اللہ میری کوشش ہوگی کہ اس مدرسہ کو درجہ عالمیہ (دورہ حدیث) کی منازل تک پہنچاؤں تاکہ ضلع جھنگ کے لوگوں کی دینی علوم کی تشنگی دور ہو حضرت کی اخلاص بھری یہ خواہش بحمد اللہ حضرت کی شہادت کے بعد پوری ہوئی اللہ تعالیٰ نے حالات کے ناسازگار ہونے کے باوجود جامعہ محمودیہ کو درجہ عالمیہ تک پہنچنے کا اعزاز نصیب کیا جو صدیوں بعد واحد اسی مدرسے کو نصیب ہوا الحمد للہ جامعہ کی تقلید میں اب جھنگ کے دیگر مدارس میں بھی یہ کام تیزی سے شروع ہے مگر "الفضل للمتقدم" کا اعزاز جامعہ کو حاصل ہے۔

1985ء میں تحریک سپاہ صحابہؓ کی بنیاد

خمینی انقلاب کے بعد ایرانی حکومت کی سرپرستی اور پشت پناہی کی وجہ سے ملک پاکستان میں خصوصاً ضلع جھنگ میں صحابہ کرامؓ اور ازواج مطہراتؓ پر کھلا تبرا بازی اور دیواروں پر تبرا کی چاکنگ اور ماتمی جلسوں اور جلوسوں میں اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم بہت طول پکڑ گیا اور خمینی کی ہدایت پر پاکستان میں بھی شیعہ انقلاب لانے کی اور فقہ جعفریہ کو رائج کرنے کی کوششیں تیز سے تیز کر دی گئیں۔ ان حالات کو بھانپ کر حضرت شہید مرحوم نے اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے اس تحریک کا راستہ روکنے اور اصحاب پیغمبر وازواج پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے تقدس کی حفاظت کے لئے اپنے آپ کو پرخار میدان میں اتارا اس راستہ کی مشکلات جاننے کے باوجود عظمت اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پھریرا اور پرچم پوری جرأت سے بلند کیا۔ فرمایا کرتے تھے کہ جنگ کی تاریخ بتلاتی ہے کہ اہل رفض کے جاگیرداروں اور سرمایہ داروں نے اس عنوان پر کسی درجہ میں کام کرنے والے عالم دین میں سات بہنوں کے ایک بھائی کو محض اس وجہ سے شہید کر دیا گیا کہ اصحاب رسول کی عزت وعظمت کے عنوان سے تنظیم اہلسنت والجماعت کے بزرگوں کو بلا کر سالانہ جلسہ کرواتا اسی طرح روڈ وسلطان میں ایک عالم

دین حضرت مولانا دوست محمد خانؒ کو شہید کر دیا اور باب عمرؓ پر دس محرم کو پانچ آدمیوں کو امام سمیت حالت نماز میں گولی چلا کر شہید کیا گیا۔ علی ہذا القیاس اور بھی کئی جگہ اس قسم کے مظالم کئے گئے حضرت مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ ان سب حالات سے آگاہی ہونے کے باوجود میں عزم کر چکا ہوں کہ یہ طبقہ مجھے بھی برداشت نہیں کر سکے گا لیکن آئے دن صحابہ کرامؓ اور ازواج مطہراتؓ کی آبروریزی میری برداشت سے باہر ہے مجھے غیرت ایمانی چین وسکون نہیں دیتی اس لئے عزم کر لیا ہے کہ میری زندگی اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آبروئے ازواج مطہراتؓ کے لئے وقف ہے، میں پوری جرأت سے خمینی انقلاب کا راستہ روکوں گا اور مسلمانوں کی نئی نسل کو اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت سے آگاہ کروں گا میں اس پر کام کرنے کو اپنے لئے بلکہ تمام مسلمانوں کے لئے فرض سمجھتا ہوں، دین کے ہم تک پہنچنے میں عظیم تر ذریعہ صحابہ کرامؓ ہیں۔ دنیائے رفض اسلام کی جڑوں کو کھوکھلا کرنا چاہتی ہے ان کے راستے پر عالم کو سد سکندری بننا چاہئے۔ نیز ہر دور میں اہل رفض کی صحابہ کرامؓ پر طعن وتنقید کا علماء جواب دیتے آئے ہیں اور ان کا دفاع کرتے آئے ہیں اب میں چاہتا ہوں کہ معصومیت ائمہ اہلبیت اور تکفیر اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بنا پر یہ کافر ہیں۔ میں گلی گلی کوچہ کوچہ ان کے کفر سے پردہ چاک کروں گا اب شیعہ میں جرأت ہے تو اس فتویٰ سے اپنا دفاع کرے اگر عدالت کا رخ اختیار کرنا چاہیں تو بصد خوشی یہ شوق پورا کر لیں لیکن۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار اُن سے
یہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

بندہ ناچیز بھی مولانا مرحوم کی اس تحقیق سے مکمل اتفاق رکھتا ہے۔ حضرت ملا علی قاریؒ مرقات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں الروافض فی زماننا کفرۃ بالاجماع بلا نزاع اور خاتم المحدثین علامہ سید مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ کی تحقیق انوار الباری ج 2 ص 301 پر تحریر ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ روافض کی تکفیر کی جائے یا نہیں علامہ شامیؒ کی رائے تکفیر کی نہیں ہے لیکن حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ نے تکفیر کی ہے اور فرمایا کہ تکفیر نہ کرنے کا سبب ان کے عقائد سے ناواقفیت ہے،

حضرت شہیدؒ کا انداز تفہیم

حضرت مرحوم اپنی تحقیق کسی پر مسلط نہ کرتے تھے مدرسہ میں جب تشریف لاتے تو نئی نئی تحقیقی معلومات جامعہ کے دارالافتاء کی مسند پر فائز حضرت مولانا مفتی محمد قاسم صاحب مدظلہ کے سامنے مع حوالہ کی شکل میں پیش کرتے اور مسکرا کر فرماتے کہ حضرت مفتی صاحب شیعہ کی ان مغلظات کو پڑھ لیں کیا اس کے بعد بھی ہمارے سے اتفاق نہیں کریں گے۔

ارباب علم کی عزت اور حوصلہ افزائی

حوصلہ افزائی مولانا مرحوم کا طرہ امتیاز تھا اور اپنے اساتذہ اور اکابر کے سامنے انتہائی مؤدب انداز میں پیش آتے گویا "واخفض لهما جناح الذل" کا مصداق لگتے ناچیز اس بارے دو تین چشم دید واقعات ذکر کرتا ہے۔

1:۔ حضرت جب جامعہ کا جلسہ کرواتے تو کافی خطباء علماء شرکت فرماتے حتی کہ بعض خطباء بن بلائے بھی آجاتے حضرت مرحوم سب کو کرایہ سفر خرچ دیتے اور مدعوین کی خوب خدمت کرتے۔ ایک دفعہ ایک عالم خطیب کو عام معاشرتی جلسوں

کی امداد سے زیادہ تعاون فرمایا حضرت ناظم صاحب نے عرض کی کہ دوسروں کی نسبت آپ بہت زیادہ تعاون فرماتے ہیں تو جواب میں ارشاد فرمایا کہ اگر میں بھی ان کا اتنا تعاون نہ کروں بلکہ یہ الفاظ تھے کہ ''عالم عالم کی قدر نہ کرے تو پھر عوام کیسے کرے گی'' اللہ کرے مولانا کا یہ ذوق سب کو نصیب ہو جائے۔

2:۔ ایک موقع پر بندہ ناچیز کی موجودگی میں حکیم العصر شیخ المشائخ حضرت مولانا عبدالمجید صاحب دامت برکاتہم شیخ الحدیث باب العلوم کہروڑ پکا تشریف لائے تو حضرت جھنگویؒ مرحوم کو کچھ نصائح فرمائیں کہ تم اپنی تقریر میں چند ایسے الفاظ استعمال کرتے ہو جس سے اپنے مسلک کے اکابر اپنی طرف اشارہ سمجھتے ہیں اور دل میں احساس لاتے ہیں اگرچہ آپ کا روئے سخن اور جانب ہوتا ہے لہٰذا ایسے الفاظ استعمال نہ کیا کریں تو حضرت مرحوم نے استاد جی کے فرمان پر فوراً لبیک کہتے ہوئے وعدہ کیا کہ انشاء اللہ ایسے الفاظ آپ نہیں سنیں گے یہ حضرت مرحوم کا انتہائی ادب ہے ورنہ جو کچھ دیکھنے میں آتا ہے کہ ایک عالم بڑے منصب پر پہنچ کر کسی بڑے کی بات ماننے سے عاری ہو جاتا ہے اور ''ہم چوں ما دیگرے نیست'' کا نعرہ لگاتا ہے مگر یہ کمزوری حضرت مرحوم میں نہیں دیکھی گئی ہاں البتہ اپنے موقف کو علماء کے سامنے مبرہن بالدلائل کرنے کی جسارت کیا کرتے تھے اور ہمیشہ اکابر اہلسنت والجماعت دیوبند کے موقف پر بھی قائم ودائم رہے کبھی اس سے سرمو بھی انحراف نہیں کیا۔

3:۔ ولی کامل فقیہ عصر حضرت الشیخ مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ (آف خیر المدارس ملتان) حضرت مرحوم کی شہادت کے بعد جب جامعہ میں تشریف لائے تو قبر پر فاتحہ خوانی کی تو جامعہ کے دفتر میں کچھ دیر نشست فرمائی اور آنکھیں پرنم تھیں فرمایا کہ ہمارے شاگرد تو سینکڑوں ہیں بڑے بڑے منصب پر بھی ہیں لیکن مولانا حق نوازؒ کی یہ خصوصیت تھی کہ اتنی بڑی شان ملنے کے باوجود ملتان کی طرف تبلیغی اسفار میں ہمیشہ ملنے کے لئے آجاتے اور نہایت متواضع ہو کر ملتے اور اپنے اساتذہ سے دعائیں لیکر جلسہ کی زینت بنتے ورنہ جدوں خطیب دی گڈی چڑ ویندی اے تو درس گاہ میں بیٹھے ہم بوریا نشینوں کو کون پوچھتا ہے۔

اساتذۂ مدرسہ کا احترام

مولانا اپنے مدرسہ کے جملہ اساتذہ کرام کا بہت احترام کرتے بندہ ناچیز کو بھی یاد نہیں کہ کسی موقع پر مولانا اٹھ کر نہ ملے ہوں اور اعزاز کے ساتھ اپنے پاس نہ بٹھایا ہو اگرچہ مولانا میں ملنساری کی وصف عام تھی لیکن ارباب علم کے ساتھ ہمیشہ نہائت متواضع رہتے۔ ہمارے ذہنوں میں مولانا کے مہتمم ہونے کا رعب چھا جاتا لیکن حضرت نے کبھی محسوس ہی نہیں ہونے دیا بلکہ کبھی تو ایسا اعزاز بخشتے کہ مدرسین کی سوچوں سے یہ بالاتر ہو جاتا پھر نہایت خوش طبعی بھی فرماتے ایسے لگتا کہ یہ ہمارے مہتمم نہیں بلکہ بہترین ساتھی اور دوست ہیں ناچیز جب شروع میں جامعہ میں آیا تو مولانا مرحوم نے خود اشتہار کی عبارت دیکر ناظم صاحب کو چھپوانے کا حکم دیا اور اشتہار میں بندہ کے لئے ایسے القاب کے الفاظ استعمال کئے جو پڑھ کر بندہ ناچیز کو خود بھی شرم سی محسوس ہونے لگتی کہ میرے اندر تو یہ صلاحیت نہیں مولانا نے کتنی شفقت فرما دی ہے

دید کے قابل کہاں میری نظر ہے
یہ ان کا کرم ہے کہ رخ ان کا ادھر ہے

CamScanner

طلباء سے الفت

مدرسہ میں جب تشریف لاتے تو طلباء کو نہایت الفت و پیار سے ملتے خیریت پوچھتے اور ان کی ضروریات معلوم کرتے بعض طلباء کی ذاتی جیب سے خدمت فرماتے طلباء حضرت کی آمد پر یوں خوشی کا اظہار کرتے جیسے ایک مشفق باپ آ گیا ہو پھر مدرسے کا چکر لگاتے کسی چیز کا ضیاع دیکھتے تو فوراً حضرت ناظم صاحب کو متوجہ کرتے اس دوران اگر تعلیم کی چھٹی ہوتی تو طلباء مدرسہ کے اندر آپ کے ساتھ ساتھ ہی رہتے۔

مدرسہ کی چیزوں کے استعمال میں احتیاط

فرماتے ایک تو زندگی میں مدرسہ سے کبھی تنخواہ نہیں لی ایک موقع پر فرمانے لگے بحمد اللہ میرا گذر اوقات ہو رہا ہے میں خواہ مخواہ مدرسے پر بوجھ نہیں بنتا مدرسے کی رقم کو نہایت احتیاط سے استعمال کرتے حضرت ناظم صاحب کے ماہانہ پیش کردہ بل کو گہری نظر سے دیکھتے کہیں پر اگر تجاوزات محسوس کرتے تو فوراً وضاحت طلب کر لیتے مدرسہ میں تشریف آوری پر اگر چائے وغیرہ کا ذوق فرماتے تو اپنی جیب سے چائے تیار کرواتے، ہاں البتہ دو تین مواقع پر ایسا ہوا کہ میرے یا کسی اور استاد کے پاس دودھ پڑا ہوتا تو پھر ہماری درخواست پر ہماری چائے قبول فرما لیتے ورنہ ہوٹل کی چائے کے پیسے خود ادا فرماتے شروع میں جامعہ میں حضرت ناظم صاحب کا طرز عمل یہ تھا کہ کبھی کوئی مرغی وغیرہ آتی تو اساتذہ کرام سے پوچھ لیتے کہ کسی نے قیمتاً خریدنی ہے تو لے لو کیونکہ مطبخ کا کھانا زیادہ ہوتا ہے ایک مرغی کفایت نہیں کرتی تھی اس لئے اسے فروخت کر دیا جاتا البتہ زیادہ ہوتی تو طلباء کے سالن میں ڈال دی جاتی۔ ایک دفعہ حضرت کی موجودگی میں مرغی آئی تو حضرت ناظم صاحب نے اساتذہ سے خریدنے کے لئے پوچھا تو حضرت مرحوم نے فرمایا کہ بیچا کرتے ہو حضرت ناظم صاحب نے عرض کی جی ہاں ایک آدھ بیچ دی جاتی ہے زیادہ ہو تو پکائی جاتی ہیں۔ حضرت مرحوم نے فرمایا کہ کتنے کی ہے اس وقت تقریباً اس کے پندرہ روپے لگائے گئے اس سے زیادہ کوئی استاد دینے کو تیار نہ ہوا حضرت مرحوم نے فرمایا کہ اگر ضرور بیچنی ہے تو میری طرف سے 18 روپے جمع کر لو اور مرغی میرے گھر پہنچا دو، حضرت ناظم صاحب نے عرض کی کہ ہم ویسے پہنچا دیتے ہیں تو اس پر فرمایا کہ یہ میرا حق نہیں ہے میں طلباء اور اساتذہ کا حق کیسے مار لوں چنانچہ اس کی قیمت سے زائد رقم ادا فرما دی۔

خودداری

مولانا مرحوم بذات خود بھی بڑے خوددار تھے مدرسین و طلباء کو بھی اس طرف متوجہ فرماتے تھے ایک موقع پر فرمایا کہ مجھے بانیٔ دارالعلوم کبیر والہ حضرت مولانا عبدالخالق صاحبؒ کی یہ صفت بڑی پسند تھی کہ ایک دفعہ وہ ریڑھی والے سے فروٹ خریدنے لگے تو اس سے قیمت پوچھی تو اس نے کہا ویسے تو 12 روپے کلو بیچتے ہیں اور آپ سے 10 لیں گے تو حضرت صدر صاحب نے فرمایا کہ دو روپے مجھے مولوی سمجھ کر چھوڑ رہے ہو تو اس نے کہا جی ہاں! تو فرمایا میں آپ کو دو روپے اور زیادہ دیتا ہوں کیا میری مولویت کی قیمت صرف دو روپے ہے تو چنانچہ اس کو بارہ 12 سے بھی زائد دیئے۔

بلندیٔ اخلاق

حضرت مرحوم نہایت خوش خلق آدمی تھے اخلاقی گراوٹ کو ناپسند کرتے تھے بالخصوص طلباء و مدرسین میں اخلاقی کمزوری برداشت نہیں کرتے تھے بلکہ فوراً فیصلہ کی سوچتے جب تیقن کے درجہ میں معلومات حاصل کر لیتے اور فرماتے یہ متعدی مرض ہے اس کا علاج سوائے خارجہ کے اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ سب کی حفاظت فرمائے۔

2:۔ایک دفعہ اساتذہ جامعہ کی مجلس میں ارشاد فرمایا کہ طلباء کے سامنے درسگاہ میں عشق معشوق کی ممکنہ صورتیں نہ پیش کیا کرو مثلاً کوئی استاد مذاق میں طالب علم سے کہہ دیتا ہے کہ آج آنکھ میں سرمہ ڈال رکھا ہے شاید کسی عاشق کی دلجوئی مقصود ہے یا کبھی عاشق کا نام مفروض کر کے پیش کر دیا جاتا ہے البتہ ایسی گفتگو سے پرہیز کرنا چاہئے کیونکہ نہ کرنے والے بھی ایسی باتوں سے عشق کرنے لگ جاتے ہیں۔علی ھذا القیاس ہر ایسا قول یا عمل جس سے طلباء کے اخلاق بگڑنے کا اندیشہ ہو استاد ایسا عمل یا ایسی گفتگو سے ہر ممکن پرہیز کرے۔

قوتِ فیصلہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت مرحوم میں فیصلہ کرنے کی بڑی قوت واستعداد رکھی تھی ایک موقعہ پر مدرسہ میں دو استادوں کا الجھاؤ ہو گیا تو حضرتؒ تشریف لائے ان کو بلا کر فرمایا کہ بس آدھے گھنٹے میں مجھے بتلاؤ کہ مدرسہ سے جانا ہے یا صلح کے ساتھ رہنا ہے چنانچہ دونوں نے گذشتہ راصلوات پر عمل کرتے ہوئے فوراً آپس میں صلح کی اور بھائی چارگی کے ساتھ مدرسہ میں رہنے لگے۔باقی عوامی حلقہ میں تو ایسی کافی مثالیں ہیں ایک دفعہ مدرسہ میں تشریف لائے تو حویلی لال ضلع جھنگ سے ایک آدمی بھینس چوری کے مقدمہ میں گرفتار تھا اور کئی ساری چوریاں تسلیم کر چکا تھا اس کے ورثاء نے حضرت مرحوم کو سفارش پر مجبور کیا پہلے تو معذرت کی بعد میں جب انہوں نے زیادہ مجبور کیا تو مدرسہ میں بیٹھ کر ہی مجسٹریٹ کو فون کیا کہ مہربانی فرمائیں اور ضمانت قبول کر لیں تو مجسٹریٹ نے جواب دیا کہ مولانا آپ چوروں کی سفارش کر رہے ہیں مولانا نے فوراً جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ سفارش مجرم کی ہوتی ہے۔قیامت کے دن حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی مجبوروں کی شفاعت فرمائیں گے تو اس جملہ سے مجسٹریٹ بڑا متاثر ہوا اس نے ضمانت لے لی۔

کمالِ اخلاص

مولانا مرحوم نے اپنی زندگی ناموس رسالت کی حفاظت اور دفاع صحابہؓ کے لئے وقف کر رکھی تھی اور جملہ مقصد کے لئے ہر قسم کی قربانی دینے پر ہر لمحہ اپنے کو تیار رکھتے تھے چنانچہ پرانی عیدگاہ قتل کے کیس میں جب گرفتار کئے گئے تو حکومت نے بہت زیادہ تشدد کیا جس کا عینی شاہد حضرت کا رفیق سفر حافظ فلک شیر ہے مولانا 9 ماہ کے بعد رہا ہوئے تو ملاقات کرنے والوں کا ہجوم ہوتا تھا چنانچہ رہائی کے بعد تین ماہ تک مدرسہ میں نہ آسکے۔بندہ ناچیز اور حضرت ناظم مولانا عبدالخالق صاحب مدظلہ حضرت کی خدمت میں ان کے مکان پر گئے اور مدرسہ آنے کی درخواست کی۔فرمایا خواہش تو بڑی ہے لیکن ملاقاتیوں سے

فراغت نہیں ملتی تو ہم نے عرض کی ڈائری پر لکھ دیتے ہیں، چنانچہ ڈائری پیش کی حضرت ناظم صاحب نے فارغ تاریخ دیکھ کر ٹائم نوٹ کیا اور ڈائری واپس کی تو حضرت مسکرا کر فرمانے لگے کہ آپ کو ایسا مہتمم بھی ملے گا جسے اپنے مدرسے میں آنے پر ڈائری میں ٹائم نوٹ کرنا پڑے۔ چنانچہ مقررہ تاریخ پر حضرت تشریف لائے تو اساتذہ نے اظہار ہمدردی کے لئے کچھ کلمات عرض کئے بندہ ناچیز نے کہا کہ اس دفعہ تو بہت تکلیف اٹھانی پڑی حضرت کی آنکھیں بھر آئیں پرنم آنکھوں سے جواب دیا کہ میری کیا قربانی ہے حضرت مولانا محمد جعفر تھانیسریؒ چودہ سال کے بعد جیل سے رہا ہوئے تھے مزید فرمایا کہ اصحاب رسول کے ناموس اور تقدس کے لئے میں بڑی سے بڑی قربانی دینے کو تیار ہوں۔ اللہ کرے صحابہ کرامؓ اور ازواج مطہراتؓ کی عظمت اور عزت و تقدس محفوظ ہو جائے یہ حضرت مرحوم کی دل کی آواز تھی جس کا مشاہدہ ان کے رفقائے کار کی قربانیوں سے ہوتا ہے۔ حضرت مرحوم اس شعر کا مصداق تھے۔

جس قلب کی آہوں نے دل پھونک دیئے لاکھوں
اس قلب میں اللہ کیا آگ بھری ہوگی

حضرت مرحوم کی فیاضی

ہر آنے والے مہمان کی ضیافت کئے بغیر اٹھنے نہ دیتے تھے بلکہ ایک دن حضرت ناظم صاحب کہنے لگے کہ میرا جو مہمان آئے کم از کم چائے سے اس کی ضیافت ضرور کیا کریں۔ حضرت مرحوم اپنی آمدنی کو اپنے غریب کارکنوں کی اعانت میں خرچ فرمایا کرتے تھے غریب کا تعاون ان کی زندگی کا نصب العین تھا ایک موقع پر فرمایا کہ مظلوم کی فریاد رسی سے اللہ کریم کی رحمت اترتی ہے میں کافر مظلوم کے تعاون کے لئے بھی تیار ہوں چنانچہ اٹھارہ ہزاری کا مشہور واقعہ ہے کہ ایک شیعہ غریب گھرانے پر کچھ وڈیروں نے زیادتی کی تو وہ غریب لوگ حضرت کے پاس آگئے حضرتؒ نے ان کا بھرپور تعاون کیا اور مقدمہ درج کروایا حتی کہ ظالموں کو گرفتار بھی کروایا۔

استقامت

مسلک حق یعنی مذہب اہل سنت والجماعت دیوبند کثر اللہ سوادھم (جیسا کہ المہند میں درج ہے) اس پر پہاڑ کی طرح ثابت قدم تھے جو بات حق سمجھی اسے ہمیشہ مدلل کر کے پیش کیا، کسی اعتبار سے کبھی لچک نہیں آنے دی چنانچہ تین مسالک دیوبند بریلویہ اور غیر مقلدین پر مشتمل دفاع صحابہؓ ایک کمیٹی قائم کی ان کی میٹنگوں میں بھی اگر کسی نے مسلک حق کے خلاف کوئی بات کی تو حضرت دلائل کی دنیا میں خوب جواب دیتے تھے سیاسی اور علاقائی مصلحتوں کو بالائے طاق رکھ کر آواز حق لگائی اور فرمایا کرتے تھے کہ مذہب پہلے ہے باقی سب کچھ بعد میں اگر رافضی اپنے مذہب میں پکا ہے حتی کہ ملازم ہو کر بھی مذہب کو پہلے رکھتا ہے تو سنی کارکن اور سنی عالم اپنے مذہب کی پاسداری کیوں نہیں کرتا جبکہ اپنے کو حق پر بھی سمجھتا ہے تو پھر مصلحتوں کا شکار کیوں ہوتا ہے، چنانچہ جب حضرت نے الیکشن لڑنے کا ارادہ کیا تو شہر کے معززین اور علماء خطباء کی ایک

CamScanner

میٹنگ میں اپنا مدعا ظاہر کیا تو اس پر حضرات علماء نے کہا کہ شاہ جیونہ کے مقابلہ میں آپ کیونکر کامیاب ہو سکتے ہیں خواہ مخواہ رسوائی ہوگی تو حضرت مرحوم نے فرمایا کہ کامیابی ناکامی اللہ کے قبضہ میں ہے الیکشن لڑنے سے میرا اہم مقصد ہر مسلمان سنی کے دروازے پر الیکشن کی نسبت سے پہنچ کر اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم وازواج رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وناموس اور ان کی عظمت کی حفاظت کا پیغام پہنچانا ہے۔ الیکشن کے علاوہ شاید ہر سنی کے گھر تک پہنچنے کی صورت نہ بن سکے بلکہ بنے گی بھی نہیں البتہ الیکشن کے بہانے میں شہر اور قصبات میں بلکہ ہر گھر میں دستک دے سکتا ہوں اور اپنا پیغام پہنچا سکتا ہوں لہٰذا میرا مقصد سنیوں پر حجت تمام کرنا ہے نتیجہ اللہ کے سپرد ہے چنانچہ الیکشن میں مولانا کی تقاریر اور محنت وتگ ودو حضرت کے اس مدعا کا عکس پیش کرتی ہے حتی کہ اس دوران اگر مسلک حق دیوبند کے اکابر کے خلاف بھی کسی نے زبان طعن کھولی تو حضرت مرحوم نے اس کا بھی پورا پورا ایکشن لیا۔

سالِ شہادت

رجب 1410ھ شہادت سے بارہ پندرہ دن پہلے مدرسہ میں تشریف لائے اور بڑے پیار کے لب ولہجہ میں اساتذہ سے باتیں کرتے رہے اور فرمایا کہ اب میں نے عزم کرلیا ہے کہ مدرسہ کی تعمیر وترقی کی طرف توجہ دوں اور یہ بھی ارادہ ہے کہ کم از کم ہفتے میں دو دن مدرسہ میں دوں اور کچھ اسباق بھی پڑھاؤں ہم نے حضرت کی اس خواہش کو خوش آمدید کہا اور وقت کی ایک ضرورت سمجھا۔ اس وقت درجہ عالیہ تک تعلیمی درجات تھے حضرتؒ نے مزید ایک مدرس کے اضافے کا فیصلہ دیا اور تلاش کا حکم دیا تاکہ اگلے سال درجہ موقوف علیہ شروع کیا جائے مگر

رہیں دل کی دل میں ہی حسرتیں کہ نشاں قضا نے مٹا دیا

الحمدللہ ناچیز نے حضرت ناظم صاحب کی معاونت سے حضرت کے درجہ بڑھانے والی خواہش کو پورا کیا اور اگلے سال درجہ موقوف علیہ شروع کرلیا گیا پھر اس کے آٹھ سال بعد اکابر اساتذہ کی سرپرستی میں دورہ حدیث کا آغاز بھی کرلیا تاکہ حضرت مرحوم کی خواہش کی تکمیل ہو اور انہیں قبر میں راحت پہنچے۔ اگرچہ مدرسہ اس وقت بھی مالی بحران کا شکار تھا جو تا حال سنبھل نہیں سکا ایک سال ختم بخاری شریف کے موقع پر مجاہد ملت حضرت مولانا مسعود اظہر صاحب تشریف لائے مدرسہ کی تعمیر کمزوری اور مالی زبوں حالی کا سن کر اور دیکھ کر پرنم آنکھوں سے فرمانے لگے کہ اتنے بڑے قائد کے مدرسہ کی یہ حالت تمام اہل اسلام کے لئے لمحہ فکریہ ہے اللہ کرے حضرت مرحوم کا ادارہ ہمیشہ کے لئے ایک مہکتا گلستان بن جائے اس لئے اس کو گلشن امیر عزیمتؒ سے معنون کیا گیا۔

حضرت کی مزید تمنا

حضرت مرحوم کی بہت بڑی خواہش تھی کہ اس ادارہ میں یا اس سے علیحدہ تعلیم کا ایسا نظام کیا جائے کہ وفاق المدارس سے دورہ حدیث کی سند فراغت حاصل کرنے والے ذی استعداد فضلاء اسناد لیتے جائیں اور ان کا چار پانچ ہزار معقول ماہانہ

وظیفہ مقرر کیا جائے اور ان کو ایل۔ایل۔بی، پی۔ایچ۔ڈی اور دیگر دنیاوی تعلیم کی ڈگریاں کرائی جائیں اور بڑے بڑے علمی سکالران کی تربیت کے لئے رکھے جائیں بلکہ حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ خالد محمود صاحب مدظلہ وغیرہ کا نام بھی تجویز کیا کہ یہ اور ان جیسے بڑے حضرات کی خدمات حاصل کی جائیں تاکہ دینی دنیاوی علوم کے ماہرین تیار ہوں اور ان کو حکومتی اداروں میں بھی کام کرنے کے لئے بھیجا جائے اس طرح نظام خلافت راشدہ کا احیاء اور اجراء ہو سکے گا اور لادینیت سے دینی انقلاب قائم کیا جا سکے گا اللہ کرے حضرت مرحوم کی اس خواہش کو کوئی پورا کرنے والا کوئی مرد میدان پیدا ہو جائے اس کی ضرورت بڑی ہے روایتی انداز میں کام تو کافی ہو رہا ہے لیکن وہ انقلاب کے لئے ناکافی ہے ایک موقع پر حضرت نے فرمایا کہ میں اپنی خواہش وفاق المدارس کی کسی شوریٰ کی میٹنگ میں اکابرین وفاق کی خدمت میں بھی پیش کروں گا میرے ذہن میں ایک ترتیب ہے کہ وفاق اپنی نگرانی میں ایسا ادارہ قائم کرے اور اس کے لئے بڑے بڑے مدارس سے سالانہ کچھ مخصوص فنڈ لے لے، بہر حال ایسے رجال کار کا پیدا کرنا نہایت ضروری ہے جو دینی و دنیاوی علوم کے ماہرین ہوں اور نظام ہائے دنیا سے پوری واقفیت رکھتے ہوں۔

جزاہ اللہ عنا الجزاء ، واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆

حب صحابہ رضی اللہ عنہم — بغض صحابہ لعنت اللہ

سلام عقیدت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیلئے جنہوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا سب کچھ قربان کر دیا

نذر شہداء کاروان ناموس صحابہ پر جنہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اپنا سب کچھ قربان کر دیا

ہم

امیر عزیمت، امیر کاروان ناموس صحابہ، شیر اسلام

مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

امیر کاروان، قائد انقلاب، جانشین شہداء، قائد مین

حضرت مولانا محمد احمد لدھیانوی

اور ان کے رفقاء و معاونین پر مکمل اعتماد کا اظہار کرتے ہیں

شہید ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم

ایثار القاسمی رحمۃ اللہ علیہ

ایم این اے

شہید ملت اسلامیہ

علامہ ضیاء الرحمن فاروقی رضی اللہ عنہ

اور ان کے باوفا جانشینوں

شہید ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم

محمد اعظم طارق رحمۃ اللہ علیہ

ایم این اے

ہمراہ ملت تنظیم اسلام

علامہ علی شیر حیدری رضی اللہ عنہ

شہید

امیر عزیمت شہید کی یاد میں خصوصی اشاعت کے اہتمام پر

سہ ماہی سرخرو کی انتظامیہ کو

خراج عقیدت

پیش کرتے ہیں

منجانب

نجم الدین مجاہد

وکارکنان سندھ

کی عظمت کو سلام پیش کرتے ہیں

عوام وخواص کے دلوں کی دھڑکن

مولانا عبدالغفور جھنگوی صاحب مدظلہ۔ صدر سپاہ صحابہ ضلع جھنگ

زمانہ لاکھ بدل جائے لیکن یہ اٹل حقیقت ہے کہ تاریخ ہمیشہ ان لوگوں کا احترام کرتی ہے جو ملک وقوم اور انسانیت کی خاطر کچھ کر جاتے ہیں۔ یقیناً عیش وحیات ان کا مطمح نظر نہیں ہوتا، مگر بزم جہاں کو اپنے دامن کی تزئین کے لئے ایسے افراد کی تلاش رہتی ہے۔ اس لئے کہ ان کی زندگی سے ایک عالم کی زندگی اور ان کے فقدان سے بساط عالم خزاں زدہ محسوس ہوتی۔ مگر جب وہ اپنے جگر کے لہو سے گلشن حق کی آبیاری کر کے روداد عشق ووفا مرتب کر جاتے ہیں تو مر کر بھی زندہ ہوتے ہیں اور قرطاس ہستی پر حیات سروری کے انمٹ نقوش چھوڑ جاتے ہیں۔

"ایسے بیٹے مائیں خال خال جنتی ہیں"

صدیوں پرانا قصہ نہیں ہنوز چند سال پہلے کی بات ہے کہ وطن عزیز کے لیل ونہار میں ایک آزاد منش، بوریا نشین وقت کے اس موڑ پر کھڑا مسلمانان عالم کو بیدار کر رہا تھا جب موت وحیات آمنے سامنے کھڑی ایک دوسرے کو شکست دینے کی قسمیں اٹھائے ہوئے تھیں، میری مراد امیر عزیمت حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہید ہیں جو کہ ایک شیر دل مجاہد، غیرت وحمیت کی منہ بولتی تصویر، جود وسخا کے پیکر اور دکھی دلوں کے دلبر تھے۔

آپ نے جولائی ۱۹۵۲ء کو جھنگ کے نواحی موضع چیلہ کے ایک متوسط درجہ کے زمیندار ولی محمد سپرا کے گھر جنم لیا۔ ۱۳ سال کی عمر میں اپنے ماموں حافظ جان محمد کے زیر سایہ حفظ قرآن کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے ساتھ ہی ملک کی معروف دینی درسگاہ دارالعلوم کبیر والا میں شعبہ کتب میں داخلہ لے کر تحصیل علم دین میں منہمک ہو گئے۔ ۱۹۷۰ء میں کبار اساتذہ و مشائخ کی سرپرستی میں سند فراغت حاصل کی۔ اگست ۱۹۷۳ء سے جھنگ میں مستقل طور پر سکونت پذیر ہو گئے۔

جھنگ پاکستان کا قدیم اور پسماندہ ترین علاقہ تھا جو کہ نوابوں اور جاگیرداروں کی وڈیرا شاہی کا مرکز تھا۔ عوام الناس ان دولت مندوں کی ڈکٹیٹر شپ کے باعث پریشان حال تھے۔ جھنگ میں آپ کا وجود دکھی اور بے کس عوام کے لئے امید کی ایک کرن ثابت ہوا۔ غریب کی دل دہی اور مظلوم کی فریاد رسی کرنا آپ اپنا فرض منصبی سمجھتے تھے۔ قول کے پکے اور وعدہ کے سچے تھے۔ مختصر سے عرصہ میں آپ اپنی نابغہ روزگار شخصیت ہونے کی وجہ سے عوام وخواص کے دلوں کی دھڑکن بن گئے۔

مشیت ایزدی کا حسن انتخاب تھا کہ آپ کمالات صوری ومعنوی کے ساتھ ساتھ فن خطابت میں خداداد صلاحیتوں سے نوازے گئے تھے۔

ابتداء ستمبر ۱۹۸۲ء کو جھنگ صدر میں ایک مرکزی دینی ادارے جامعہ محمودیہ کا سنگ بنیاد رکھا۔ جہاں تا حال سینکڑوں تشنگان علوم دینیہ سیراب ہو رہے ہیں۔

آپ کی زندگی مذہب وملت کی خدمت کے لئے وقف تھی۔ اصحاب رسولؐ کی عقیدت ومحبت آپ کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی یہاں تک کہ کسی صحابیؓ کی شان میں معمولی ہرزہ سرائی برداشت نہ کرتے۔ جب اپنے مخصوص انداز میں عظمت صحابہ پر علمی موتی نچھاور کرتے تو وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی۔ آپ نے ناموس صحابہ کے تحفظ کی خاطر اپنی تمام تر صلاحیتیں وقف کر رکھی تھیں۔ چنانچہ آپ نے دفاع ناموس صحابہ اور نظام خلافت راشدہ کے نفاذ کی غرض سے ۶ ستمبر ۱۹۸۶ء کو سپاہ صحابہ کے نام سے ایک مربوط ومنظم مذہبی تحریک کا آغاز کیا جو آپ کے خلوص کی وجہ سے آناً فاناً پوری دنیا پر چھا گئی۔

جہاں آپ کی مذہبی میدان میں خدمات ناقابل فراموش ہیں وہاں آپ نے ملک وقوم کی خدمت کو بطرز سیاست اپناتے ہوئے بھی نمایاں کردار ادا کیا۔

چنانچہ الیکشن ۱۹۸۸ء میں امیدوار برائے قومی اسمبلی کی حیثیت سے Jui اور سپاہ صحابہ کے مشترکہ پلیٹ فارم سے الیکشن لڑا اور چالیس ہزار ووٹ حاصل کئے۔ آپ اگرچہ نیشنل اسمبلی کی دہلیز تک نہ پہنچ سکے مگر اس کے باوجود عوامی حقوق کے تحفظ، وطن عزیز کی فلاح وکامرانی اور حکومت وقت کو دین دشمن اور ملک دشمن عناصر سے باخبر رکھنے میں آپ کا کردار مثالی ہے۔

مولانا حق نواز شہیدؒ ایک وسیع النظر، روشن خیال، عالم دین، حق گو، نڈر مجاہد، صاحب فراست، سیاسی راہنما اور اسلامی شرافت ودیانت کے پیکر مجسم تھے جو سنت کے پرجوش علمبردار اور کفر وشرک کے خلاف سراپا یلغار تھے۔ جن کی آواز شیر کی طرح گرجدار، جن کا لہجہ رعبدار، جن کے ہر قول میں اخلاص کی ایسی خوشبو جو دل ودماغ کو قربانی کے جذبہ سے معطر کر دے۔ صدق دل کی ایسی شیرینی جیسے شہد خالص، صبر تحمل کا خوگر، ہمت وشجاعت کا شہزادہ، عقل وحریت کا بادشاہ، عزم واستقلال کا پیکر، جن کے مجاہدانہ کارناموں اور سرفروشانہ خدمات کو دیکھ کر قرون اولیٰ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ جن کے غیر معمولی استقلال واستقامت کی حیرت انگیز داستانیں پڑھ کر ذہن مجدد الف ثانی، امام احمد بن حنبل، محمود غزنوی، شیخ الہند اور امیر شریعت کی جرأت واستقامت کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔

امت مسلمہ کا وہ عظیم فرزند ابھی عمر کی صرف اڑتیس ۳۸ منزلیں ہی طے کر پایا تھا کہ تیغ ستم کا شکار ہو گیا۔ خون کی وادی عبور کر کے حوران خلد کے پاس پہنچ گیا۔ اس کی جدائی کی ٹیس سے قلب وجگر زخمی ہے۔ اس کے فراق میں آنکھیں غمناک ہیں۔ وہ مختصر زندگی میں فلک بوس ترقی پا کر بالآخر ۲۲ فروری ۱۹۹۰ء کو تمغہ شہادت حاصل کر کے قبر کے پاتال میں محو آرام ہو گیا۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

✿✿✿✿

شہید ناموسِ صحابہ مولانا حق نواز جھنگویؒ

میرے انتہائی مخلص و ہم راز

جناب قاری محمد حیات تونسوی صاحب مدظلہٗ
خادم جامعہ انوار الزہراء لبنات الاسلام فتح پور ضلع لیہ

درمیانہ قد وجود سمارٹ، پھرتیلی طبیعت، کم گو، ہنس مکھ، تحقیقی مزاج، میں نے تقریباً ۱۹۷۰ء میں دارالعلوم عیدگاہ کبیر والا میں داخلہ لیا تو مولانا حق نواز شہید پہلے سے داخل تھے۔ کمرہ نمبر ۱۳ میں رہتے تھے۔ بندہ اس وقت کمرہ نمبر ۲۰ میں تھا اور مولانا فاروقی شہید کمرہ نمبر ۲۱ میں تھے۔ دورانِ تعلیم مولانا شہید کا اور مولانا عبدالغنی صاحب کا مناظرہ ہوا۔ مولانا شہید دیوبندی اور مولانا عبدالغنی بریلوی بنے، اساتذہ کی موجودگی میں مناظرہ ہوا، مولانا شہید جب دلیل پیش کرتے تو لگتا تھا کہ طالب علم نہیں بلکہ قدیم مناظر ہیں۔

جب کبھی کوئی تحریک چلتی تو جھنگوی شہید اور فاروقی شہید سرِفہرست ہوتے۔ گرج اور گفتگو سے مجمع کو اُبھار دیتے، نعروں کی گونج سے مجمع جاگ اٹھتا۔ ایک بار موضع ممدال کبیر والا میں جلسہ ہوا جس میں مولانا جھنگوی، مولانا محمد نواز صاحب جامعہ قادریہ اور بندہ بھی ساتھ تھا، جب مولانا نے ردّ روافض پر تقریر اور دلائل اور استخراج دلائل فرمائے تو دیہاتیوں کے کان کھول دیے۔ لوگوں کی زبان پر یہ کلمات تھے کہ اپنے وقت کے بہت بڑے عالم بنیں گے۔ قسمت والے انہیں دیکھیں گے اور سنیں گے۔

اس آیت سے استدلال کیا ان الذین توفٰھم الملائکۃ ظالمی انفسھم (پ۵) .....اگر حق بیان کرنے کی رکاوٹ تھی تو اللہ کی زمین فراخ تھی آپ ہجرت کر جاتے۔ مداہنت کی اجازت نہیں ہجرت کرو، مذہبی بے غیرت نہ بنو۔

مولانا جھنگویؒ نے تجوید القرآن حضرت قاری تاج محمد صاحب مرحوم آف عبدالحکیم سے پڑھی، فراغت کے بعد اپنے شہر جھنگ میں خطابت شروع کی، پھر مستقل خطیب جامع مسجد پپلیانوالی میں منتخب ہوئے۔ ابتدائی مراحل میں کوئی تنظیم یا سوسائٹی نہ تھی ابتدا سے نام کا اثر یعنی حق بیان کرنا ان کی ودیعت ہو چکا تھا، مقدمے بنتے، گرفتاری ہوتی، ایک مردِ قلندر پرانے احراری شیخ حاجی اللہ وسایا مرحوم ان کی پیروی کرتے۔ ایک دن وہ آیا کہ اپنی خطابت کے جوہر سے پورے شہر کو گرویدہ کر دیا اور کئی اضلاع کے مرجع بنتے گئے۔ دور دراز سے لوگ جمعہ سننے آتے۔ اجتماع کا یہ حال ہوتا کہ تقریر سے قبل مسجد بھر جاتی، باہر بازاروں میں صفیں بنتیں۔

بندہ پہلے سال جہانیاں منڈی خطیب و مدرس لگا تو حضرت نے حکماً فرمایا جھنگ آ جائیں میں اکیلا ہوں، تو

دوسرے سال ۱۹۸۰ء میں بندہ جھنگ چلا آیا اور جامع مسجد صدیقیہ اسٹیشن چوک برائے خطابت وتدریس مقرر ہوا، حضرت چونکہ تحریکی ذوق رکھتے تھے، سوادِ اعظم اہل سنت بنائی۔ سپاہِ عمرؓ، سپاہِ حیدرؓ، البدر وغیرہ بنائیں..... جب کارکنوں میں ہم آہنگی نہ پائی تو چند علماء سے مشاورت فرمائی۔ خصوصاً فخر السادات سید صادق حسین شہید، مولانا مفتی ولی اللہ صاحب مرحوم اور مفتی عبدالحلیم صاحب مرحوم شیخ لاہوری جھنگ اور بندہ محمد حیات تونسوی، مولانا رشید احمد مدنی، مولانا ظہور احمد سالک، مولانا غلام حسین، مجھے بلایا اور فرمایا کہ ایک جماعت اور سپاہ بنانی چاہئے تاکہ سب مل کر کام کریں، چھوٹی چھوٹی انجمنیں ختم کردی جائیں لہٰذا ۱۹۸۵ء کے آخر میں انجمن سپاہِ صحابہ بنائی۔ پہلا اجلاس دستور کمیٹی پپلیانوالی مسجد جھنگ صدر میں ہوا۔ عالم باعمل مولانا محمد نواز صاحب جامعہ قادریہ حنفیہ صادق آباد، مولانا عبدالحمید خالد پنجگرائیں، بندہ ناچیز محمد حیات تونسوی، رانا عبدالخالق صاحب خانیوال، شیخ حاکم علی ودیگر علماء ومعززین بھی تھے، کچھ عرصہ بعد پورے ملک میں جماعت کا تعارف اور پھیلاؤ ہوا تو اکثر علماء مقررین نوجوان خواندہ نخواندہ جوق در جوق سپاہ میں شامل ہوئے۔ مولانا فرمایا کرتے تھے اگر شیعیت کا کفر ہر بچہ ہر شجر نہ پکارے تو میں جھوٹا ہوں گا، ایسے ہوا۔

ایک مرتبہ تھانہ مسن بمقام سانجھوال ایک عزیز محمد جاوید نے پروگرام کرایا غالباً محرم کا مہینہ تھا، انتظامیہ نے رکاوٹ کی۔ مولانا نے فرمایا کہ ان کو کہہ دو بہتر ہے ہٹ جائیں ورنہ حالات کی خرابی کی ذمہ داری تمہاری ہوگی۔ تو بندہ نے انہیں زوردار الفاظ میں مولانا کا پیغام دیا تو ہٹ گئے، جلسہ ہوا۔ مولانا کو پچاس، مجھے تیس، فلک شیر نعت خوان کو دس روپے فیس ملی۔ ٹوٹل نوے روپیہ بنا۔ گاڑی کا کرایہ ڈیڑھ صد تھا۔ غلام علی ڈرائیور نے کہا کہ سنیوں کی فیس کا یہی حال رہا تو بچے کیسے پلیں گے۔ شیعہ ذاکروں کو تو ہزاروں ملتے ہیں۔ مولانا نے غصہ میں فرمایا خبردار منہ بند رکھ، تو نے کرایہ لینا ہے، اہل سنت کی مہربانی کہ انہوں نے کاز بیان کرنے کیلئے سٹیج مہیا کیا ہے، کھانا دیا ہے، یہ بھی نہ دیتے تو بھی ہمیں فکر نہیں تھی۔

ایک بار مچھلی کے شکار کے لئے بندہ کے ہاں کوٹ شاکر تشریف لائے، ان کے ہمراہ مولانا اسداللہ قاسمی مرحوم، مولانا مفتی ولی اللہ صاحب مرحوم، مولانا رشید احمد مدنی شہید تھے۔ دریا جہلم کے مغربی کنارے ہم سب ننگے پاؤں کھیل کود رہے تھے تو اچانک ہمارے سے پچاس گز کے فاصلے پر ہیلی کاپٹر آ اترا، ہم خوشی سے اس کی طرف دوڑے، معلوم ہوا راستہ بھول چکے تھے معلوم کرنے کیلئے اترے پھر اُڑ پڑے۔ تھوڑی سے مچھلی ملی واپسی پر کھائیں۔

ایک بار ہیرانوالہ خوشاب روڈ ضلع جھنگ جلسہ تھا جو کہ ماڑی شاہ سنجرہ رفض گڑھ ثانی لکھنؤ ہے چونکہ کوٹ شاکر راستہ میں پڑتا ہے، مجھے پیغام بھیجا تیار رہنا۔ تشریف لائے، میں تیار تھا، میرا بڑا بیٹا محمد عبدالقوی صدیقی تقریباً عمر تین سال تھا اس کو گود میں بٹھا کر ساتھ لے گئے، بہت خطرہ تھا، شیعی آبادی زیادہ تھی۔ حضرتؒ نے فرمایا جو مجھے بلائے سینہ تان لے، ہتھکڑی، گرفتاری، جیل کے لئے تیار رہے۔ میری جماعتی کاز کے لئے جیل ہتھکڑی حصہ ہے۔ دفاعِ صحابہؓ پھولوں کی سیج نہیں کانٹوں کا راستہ ہے۔ عظمتِ صحابہؓ اور ایمانِ صحابہؓ پر گفتگو فرمائی تو مجمع پُرنم تھا، ہر کسی کو سمجھانا ان کی خطابت کی خصوصیت تھی۔ آیت وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ ۔الآیۃ (ترجمہ: اللہ نے ایمان نوں گہنہ بنا کے صحابہؓ دے گل وچ پا

دتے، جس طرح زنانی نوں زیور بجدا اے، صحابہؓ نوں بھی ایویں ایمان سوغراں لگدے) جو صحابہ پر تبرا کرے سنی خاموش رہے ایسے ایمان کا کوئی اعتبار نہیں..... فرماتے تھے رافضی کو مزدوری پر نہ لگاؤ، مزدوری سے مجلس میں حصہ دے کر صحابہؓ پر تبرا کرتا ہے۔

ایک رات جرمل پور جھنگ میں جلسہ تھا، کھانا حضرت جھنگویؒ کے ہاں تھا۔ کھانا کھا رہے تھے اظہار الحق" چھوٹا تھا وہ بھی بیٹھک میں موجود تھا کبھی کسی چیز کو پکڑتا کبھی کسی کو چھیڑتا، مولانا کے کندھوں کو چمٹتا، تو مولانا نے غصہ کے لہجہ میں روکا، تو میں نے عرض کیا "حضرت کبھی کبھی ملتے ہو ان سے پیار کیا کرو"۔ تو حضرتؒ نے فرمایا:

"دل میں صحابہ کی محبت بس گئی اور کسی سے محبت نہیں کرتا، آج تو میں پیار کروں کل کون پیار کرے گا؟..... اور ان کے سر پر کون ہاتھ رکھے گا!!

ایک بار ترمن تھانہ وہوارات کو جلسہ ہوا، عوامی سیلاب نے اتنا متاثر کیا تو فرمایا کہ تونسوی صاحب! یہ اتنی عوام کہاں سے آ گئی؟..... میں نے عرض کیا حضرت آپ کے خلوص کی برکت ہے۔ فرمایا نہیں، یہ صحابہؓ کے نام کی کرامت ہے۔ کسی نے جلسہ میں شرارت کی کہ سانپ سانپ..... تو مولانا مرحوم نے فرمایا موضوع تقریر بن گیا کہ ایسے کالے سانپ شرارتی کا تو میں شکار کرنے آیا ہوں۔ دنیا میں سب زہریلے سانپ صحابہؓ پر تبرا کرنے والے اور اہل سنت کے حقوق ڈسنے والے ختم کر کے رہوں گا۔ ان شاء اللہ

اللہ تعالیٰ اس مشن کے تمام شہداء کے درجات بلند فرمائے اور دفاع صحابہؓ کے لئے ہم سب کو مل کر کام کرنے کی توفیق عطا فرماوے۔ آمین ثم آمین

ایک بار بریلویوں اور شیعہ نے مل کر مولانا شہید پر سپیکر چوری کا مقدمہ کرایا جس پر چوک اٹھارہ ہزاری پر احتجاجی جلسہ ہوا، علاقہ کے جاگیرداروں اور سیاسی و مذہبی شیروں کو چیلنج کیا علاقہ کے بڑے بڑے گھر چھوڑ گئے۔

ایک مرتبہ مولانا شہید کی ۱۱۶ ایم پی او کے تحت ہیڈ تریموں پر گرفتاری ہوئی، ہم نے چوک ۱۸ ہزاری پر جلسہ کیا اور روڈ بلاک کیا، مولانا کو رہا کرایا۔ اس پاداش میں مجھے اور میاں ملازم حسین مجاور، محمد سلیم بٹ وکیل، مولانا عبدالرحمٰن عثمانی وغیرہ گرفتار ہو گئے، جب تک ہماری رہائی نہ ہوئی مولانا سکون سے نہیں بیٹھے، حتیٰ کہ میری رہائی ۱۶ دن بعد ہوئی، رات گیارہ بجے مجھے جھنگ جیل سے رہائی ہوئی۔ مولانا جیل کے دروازہ پر کھڑے تھے۔ تو فرمانے لگے حضرت تونسوی صاحب! ہمارے ساتھ دوستی میں یہ برداشت کرنا ہوگا۔ میں نے عرض کیا حضرت یہ سعادت مدح صحابہ کی وجہ سے ہے، میری بخشش کا ذریعہ بنے گا۔

بہر حال جب حضرت جیسے سرپرست اور اہل وفا سر پر موجود تھے تو کارکن نت جوان تھے۔ میں نے خواب میں مولانا سے ملاقات کی، میں نے قاتل کا پوچھا تو فرمایا وہ گاڑی آ رہی ہے، اس میں میرا قاتل بیٹھا ہے۔ میں نے عرض کیا آپ ایک طرف ہو جائیں۔ میں نے دیکھا تو نواز شریف بیٹھا تھا۔ میں نے ۳/۴ بڑے علماء سے تعبیر پوچھی تو انہوں نے فرمایا کہ واقعی ان کی سازش سے سب کچھ ہوا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ جتنے بوڑھے جوان بچے وغیرہ اس راہ وفا میں شہید ہوئے ان کی مغفرت اور اعلیٰ مقام نصیب ہو۔ آمین

میرے وفادار اور مخلص دوست

مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ

تحریر:۔ قاری محمد حیات تونسوی صاحب مدظلہ
سرپرست سپاہ صحابہ لیہ

چشم فلک نے کچھ ایسے نفوس پر کرن جھانکی اور آنکھ مچولی کی کہ وہ خلائق عالم کی آیت بنتے گئے حسن کردار نے ایسے نکھارا کہ نقارہ مخلوق بن گئے خلوص ومحبت صدیق ووفا اور حقیقت فطری نے ایسے ابھارا کہ قلندری میں سکندری پر سوار ہو گئے۔ سنجیدگی اور فکر مندی سے اکابر کی جگہ پہنچانے جانے لگے فیاضی قدرت نے وہ درد دیا بے سروسامان مذہبی لگن میں عازم سفر ہوئے جب صحابہ ودفاع صحابہ متاع سفر بنایا بچپن سے طبیعت میں بھرتی وتحرک تھا۔ زمانہ طالب علمی میں بیدار مغز اور ذوق تحقیق تھا۔ آخر ایک دن مسند خطابت وراثت نبوی پر قدم رکھا۔ عشیت ایزدی نے ایسے قلب وجگر سے نوازا جس کی للکار خطابت سے بچوں سے بوڑھوں عوام سے خواص طلباء سے علماء ابرار سے مقربین اپنوں سے غیر تک کی نظروں کا مہور بن گئے جو ہر علمی جوان میں ودیعت تھا خطابت کے رنگ وانداز میں شعلہ نوائی رفتار میں برق روی کے ساتھ پذیرائی ہوئی جو عرصہ دراز تک میسر ہونا مشکل تھا۔ مشرق سے مغرب شمال سے جنوب تک جب صحابہ ودفاع صحابہ کا نعرہ بلند کیا۔ عوام میں جب صحابہ اور تحفظ حقوق اہلسنت کی حقیقت کو اتارا اور شعور بیدار پیدا کیا حتیٰ کہ پوری سنی قوم کے بے تاج بادشاہ اپنے مقصد کی کامیابی اور چمک ودمک وعروج دیکھنے کے لئے بزموں اور انجمنوں کا آغاز کیا کہیں سپاہ ابوبکرؓ سپاہ عمرؓ تو کہیں سپاہ عثمانؓ وعلیؓ اور کہیں سواد اعظم اور البدر وغیرہ جیسی تنظیموں کا ہر سو چرچا وغل ہوا جب ہر تنظیم فوقیت اور فضیلت بیان کرنے لگی تو مولانا شہید فکر مند ہوئے قلیل عرصہ تک جب مطمئن نہ ہوئے تو مجھے یعنی (قاری محمد حیات تونسوی) چند دیگر اصحاب سے مشاورت فرمائی حتیٰ کہ تمام تنظیموں کو یکجا یک فکر یک سفر کرنے کے لئے انجمن سپاہ صحابہ کی ۱۹۸۵ء میں بنیاد رکھی اور پہلی باڈی کی تشکیل ایسے دی۔ صدر شیخ حاکم علی جنرل سیکرٹری نسیم صدیقی ناظم نشریات واطلاعات شیخ اشفاق کو بنایا جب کہ ضلع کا سرپرست مجھے مقرر فرمایا۔ شہر وعلاقہ میں یونٹوں کا کام شروع ہوا اسی سال محرم میں ایک سنی نوجوان اسٹیشن چوک جھنگ میں ایک ظالم اہل کار سپاہی کی گولی کا نشانہ بنا۔ جس کے درد میں عوام نے مزید اپنے حقوق وشیعی جارحیت وبربریت کے خلاف آواز بلند کی اور گورنمنٹ تک اپنے مطالبات پیش کرنے کے لئے ایک سنی علماء کنونشن ودفاع صحابہ کانفرنس کا سرزمین جھنگ محلہ چنداں والا کے وسیع وعریض گراؤنڈ میں ۷ فروری کو انعقاد کرایا۔

اتفاق سے ان دنوں میں مولانا شہید گرفتار تھے مجھے جیل بلا کر ذمہ داری سپرد کی تو بندہ مولانا سید صادق حسین شہید، مولانا رشید احمد مدنی شہید مولانا محمد یٰسین انصاری اور مولانا غلام حسین علماء کے رابطہ کے لئے پاکستان کے ہر ضلع میں مقتدر علماء سے ملاقاتیں کیں اور مدعو کیا تین چار دن کانفرنس سے قبل مولانا شہید رہا کر دیئے گئے وہ کانفرنس سپاہ صحابہ تمام اہل سنت کے لئے ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی تھی جس میں علماء دیوبند سے تعلق رکھنے والی تمام تنظیموں نے نمائندگی کی۔ ان کے علاوہ بریلوی اہل حدیث وکلاء سکالر اور صحافیوں نے بھی شرکت کی۔

کانفرنس کی نمایاں خصوصیت

کئی یونٹوں سے کارکن کفن پوش جلوس کی حالت میں شریک ہوئے بوڑھے جوان اور بچے گویا ہر کارکن کا جذبہ قابل رشک تھا۔ کراچی سے خیبر تک کے منوبین نے شرکت کی ہر مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے سنی مسلمانوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر جیسا سماں تھا۔ رات کو علماء کنونشن ہوا صبح ۹ بجے سے کانفرنس کا آغاز ہوا۔ درجنوں کی تعداد میں علماء نے حقانیت مسلک اہل سنت وتردید شیعیت پر براہین قاطعہ سے عوام کو محظوظ فرمایا۔ احتجاج اور قراردادیں منظور کرائیں جس کے نتیجہ میں ملزم گرفتار ہوئے پورے ملک میں سپاہ صحابہ کی باڈیاں تشکیل دی گئیں اتنی تیزی سے پھیلاؤ اور پذیرائی ہوئی اپنے پرائے کارکن بنتے گئے علماء کی سرپرستی میں چار چاند لگ گئے چھوٹوں سے بڑوں تک سول سے ملازم تک ہر ایک کی زبان پر سپاہ صحابہ کے تذکرے اور تبصرے زبان زن ہوئے ہر ضلع دیہات روڈ اور گلی کوچوں میں سبز وسرخ جھنڈوں کی جگمگاہٹ اور چہچہاہٹ نے اپنوں کو تسکین دی۔ اور دشمن کے قلب وجگر پر ایسی گزری کہ نیند وسکون حرام ہو گیا۔ اس کی مقبولیت نے جاگیرداروں، مذہبی دشمنوں، سیاسی وسرکاری ایوانوں میں کھلبلی مچا دی۔ خصوصاً امراء وروافض جھنگ خون کے آنسو رونے اور گھونٹ بھرنے لگے تھانوں اور کچہریوں کی اور رشوت کے بازاروں کی رونق تحس ونحس ہو گئی اور مصنوعی خداؤں کے بازار ویران ہوئے یہاں تک کہ خطباء و مقررین کے بازار مدہم پڑ گئے پھر شہر کی دیوار اور ہر کاغذ مولانا شہید کے خلوص وکردار کا گواہ بن گیا۔

تربیتی انداز

تھانہ مسن جھنگ کے علاقہ میں ایک جلسہ تھا۔ مولانا شہید کو ۵۰ مجھے ۳۰ اور نعت خواں کو ۱۰ روپے زادِ راہ ملے جب کہ کرایہ کار ۱۵۰ تھا ڈرائیور افسوس کرنے لگا مولانا نے فرمایا بھائی کرایہ ہمارے سے لینا ہے غریب سینوں کی یہ ہمت ہے کہ ہمارا جلسہ تو کرا دیا۔ جتنی طاقت تھی خدمت کی ہے۔ عظمت صحابہ اور سنی حقوق کے لئے پیدل بھی جانا پڑا تو جاتے ابھی تو ہم نے وقت دیا ہے اس مشن کے لئے ہمیں جان بھی دینی ہوگی اور ایسا سفر جو مذہب ملت کی فلاح کے لئے ہو عبادت ہوگا۔ عبادت اللہ کی رضا کے لئے کی جاتی ہے پیسوں کے لئے نہیں کی جاتی۔ جیسے آج کل ہمارے نوجوان جذبات میں آ کر اچھلے ہیں کہ فلاں نے کیا کیا تو مولانا شہید فرمایا کرتے تھے کہ بھائی سنی غریب ہیں لیکن بے غیرت نہیں ہیں جتنا کوئی چل سکے اتنا ہی چلاؤ اتنا بوجھ نہ ڈالو کہ راستہ میں ساتھ چھوڑ دو کہ ہم انہیں تربیت وترغیب دے سکتے ہیں دل اور زبان نہیں دے سکتے یہ خداداد صلاحیت ونعمت ہے جس کو عطا کر دے اپنے ساتھ نعت خواں فلک شیر کو فرمایا کرتے تھے کہ جو خدمت ہو بخوشی قبول کر لیا کرو وہ ہمارے مقروض نہیں ہیں۔ ضلع ڈیرہ اسماعیل خان کے دیہات میں ایک جلسہ پر میں اور مولانا شہید شریک ہوئے مولانا کے

زادراہ ۸۰۰ روپے ملے تو وہ جلسہ میری وساطت سے تھا مولانا نے واپسی راستہ میں بہت تاسف کیا اور فرمانے لگے کہ قاری صاحب یہ غریب علاقہ اور غریب مدرسہ ہے آپ نے ان کو پابند نہیں کیا۔ ایسے علاقوں میں تو مفت تقریر کرنی چاہئے۔ یہ پسماندہ علاقہ ہے۔ یہ دینی ادارہ کیا معلوم کس مشکل سے چل رہا ہوگا۔ بھائی انہوں نے تو بہت خدمت کی ہے۔ اور اتنا عظیم اجتماع کہاں سے بن گیا۔ میں حیران ہوں۔ جب میں دوسری بار جھنگ جیل میں گیا شیخ حاکم کی ڈیوٹی کھانا پر لگائی، تین تین وقت کا کھانا گھر سے بھیجتے تھے جب دو ہفتہ بعد میری رہائی رات کو آٹھ نو بجے ہوئی جیل سے باہر دروازہ پر مولانا شہید کافی کارکنوں کے ہمراہ موجود تھے بغل گیر ہو کر فرمانے لگے کہ حضرت قاری صاحب گھبرا تو نہیں گئے ہمارا راستہ جیل کو جاتا ہے جیل کو ننھیال سمجھنا پڑے گا۔ اور بار بار آنا ہوگا اور فرمایا کرتے تھے جماعت و تنظیم کا معنی ہے اگر کراچی میں کسی جماعتی کو کانٹا چبھے تو خیبر تک جماعت درد محسوس کرے اور حرکت میں آجائے۔

اس مشن کی حقیقت وصداقت میں تحقیق علماء دیوبند بریلوی اہل حدیث کی تھی اقوال آئمہ کرام فتاویٰ جات اکابرین کے تھے، زبان وگرج مولانا شہید کی تھی، جس نے شیعیت کے منہ سے پردہ چاک کیا اور کھلم کھلا شیعیت کے عقائد ونظریات کا بیان کیا اور سنی قوم کو بیدار کیا یہ عظیم احسان فراموش نہیں کیا جاسکتا اور واضح حقیقت کے بعد غیرت مند سنی شیعہ کے کسی دھرم اور چرب لسانی کا شکار نہیں ہوگا۔ شیعیت اور سنیت کے فرق کو سمجھتا رہے گا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم — اللہ — محبت صحابہ

حب صحابہ رحمۃ اللہ — بغض صحابہ لعنۃ اللہ

سلام عقیدت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیلئے جنہوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا سب کچھ قربان کردیا

نذر شہداء کاروان ناموس صحابہ پر جنہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اپنا سب کچھ قربان کردیا

ہم

امیر عزیمت، امیر کاروانِ ناموسِ صحابہؓ، شیر اسلام

مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

اور اُن کے باوفا جانشینوں

ایثار القاسمی — شہید ملت اسلامیہ

ضیاء الرحمن فاروقی — شہید ملت اسلامیہ

محمد اعظم طارق — شہید ناموس صحابہ

علی شیر حیدری — شہید ملت اسلامیہ

کی عظمت کو سلام پیش کرتے ہیں

امیر کاروان قائد سنی انقلاب جانشین شہداء قائدین

حضرت مولانا محمد احمد لدھیانوی

اور ان کے رفقاء ومعاونین پر مکمل اعتماد کا اظہار کرتے ہیں

منجانب

اراکینِ اہل سنت والجماعت

ضلع ٹنڈو الہ یار

امیر عزیمت شہیدؒ کی یاد میں خصوصی اشاعت کے اہتمام پر

سالنامہ سرخرو کی انتظامیہ کو خراجِ عقیدت

پیش کرتے ہیں

اہلِ خانہ لکھتے ہیں.....!

یادِ ایّام

فرزند امیر عزیمت، شہید زادہ مسرور نواز سلمہٗ

رنج کا خوگر ہوا انسان تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پہ کہ آساں ہو گئیں

بچپن کی بھولی ہوئی کہانیوں کو یاد کرنے کوئی بیٹھے تو شاید ہی کسی کو دایہ کے دوش اور ماں کی آغوش کا کوئی واقعہ یاد ہو۔ میرا بچپن یتیمی سے شروع ہوا۔ شاید ہی کوئی دن ایسا ہو جب لوگوں کی ہرزہ سرائی سننے کو نہ ملتی ہو۔ کبھی حالات تنگ کر دیے جاتے تو کبھی کوئی دستِ ستم پیشہ ہم پر آزمایا جاتا۔ مطلب یہ کہ بچپن سے ہی والد محترمؒ کے نقشِ قدم پر چل نکلا بایں معنی کہ حق بات پر ڈٹ جانا پھر ڈنڈے برسیں یا سب و شتم ہو سکوت فطرت سے نکل چکا تھا، وہ پیار محبت جو کہ ایک بچہ اپنے ایامِ طفولیت میں چاہتا ہے مجھ سے کوسوں دور تھا۔ لیکن صرف ایک بات تھی جو کہ میرا حوصلہ بڑھاتی تھی وہ والد گرامی قدرؒ کی یاد تھی۔

کبھی کبھی جب میں بہت اُداس ہوتا تھا اور اُداسی کی وجہ اکثر دوسرے بچوں کے والدین کو دیکھنا ہوتا تھا کیونکہ ہمارے مادرِ علمی طارق بن زیاد سائنس اکیڈمی میں یہ دستور تھا کہ بچوں کے والدین ہی بچوں کو باہر لے جا سکتے تھے۔ جب دوسرے دوست سکول سے باہر جاتے تو میں سکول کی کھڑکی میں بیٹھا اُداسی سے باہر جانے والے راستے کو تکتا اور سوچوں ہی سوچوں میں اپنے والد محترم کے خیالات میں گم ہو جاتا اور یوں محسوس کرتا گویا اُن کی روح مجھے صبر و استقامت کی تلقین کر رہی ہے اور کہہ رہی ہے بیٹا! تم کو نہیں معلوم یہ فنا کا راستہ کیا ہے؟ یہ راستہ تم کو بقا کی طرف لائے گا اگر اسی راستے پر چلو گے تو مجھ تک پہنچ جاؤ گے، یہ راستہ حق کا راستہ ہے، یہ راستہ عدل کا راستہ ہے، یہ راستہ صدق کا راستہ ہے۔ آؤ! ہمارے پیچھے چلے آؤ۔ تم اس راستے میں ایک عجیب لذت محسوس کرو گے۔

ایسے ہی وہ مجھے خیالی تصورات میں اب بھی کہتے ہیں بیٹا! امی کا خیال رکھنا اس امی کا بھی جس کو میں تمہارے درمیان چھوڑ گیا ہوں اور اُس امی کا بھی جس کے لئے میں یہ جہان چھوڑ گیا ہوں۔ جانے والے چلے گئے اور ہمارے لیے

ایک سرمایۂ حیات چھوڑ گئے اور وہ اُن کی یاد ہے جو ہمیں یہ یاد دلاتی ہے، حالات اگرچہ کٹھن ہوں، مصائب سر پر سوار ہوں، صحابہؓ کی مقدس جماعت کی مدح کومت چھوڑنا اور اُن کی عظمت کے علم کو چہار دانگ عالم میں پھیلا دینا۔

اللہ رب العزت کی مدد و توفیق شامل حال رہے وہ مجھے اور تمام مسلم اُمہ کو دین کی بقا کی جنگ لڑنے میں استقامت عطا فرمائے۔ آمین

امیر عزیمت حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ جن کا پسر ہونے کا مجھے اعزاز حاصل ہے۔ بیسویں صدی کے ایک مایہ ناز عالم دین اور بے مثال خطیب ہوئے ہیں۔ امیر عزیمت کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہر انسان اس بات کو جانتا ہے کہ اکثر بڑا نام پانے والے کسی غریب گھرانے سے ہی تعلق رکھتے ہیں۔

اسی طرح والد گرامی قدر کا بھی ایک غریب گھرانے اور پسماندہ علاقے سے تعلق ہے جہاں شعور انسانی، علم و حکمت کے گوہر نایاب پانے میں اکثر کوتاہی کا شکار ہوتا رہا۔ امیر عزیمتؒ نے بھی اسی پسماندہ ماحول میں تربیت پائی لیکن اس ماحول میں بھی ایک بات جو امیر عزیمت حضرت مولانا حق نواز شہیدؒ میں پائی جاتی تھی وہ تھا ان کا حُبِّ صحابہؓ جو رفتہ رفتہ پروان چڑھتا گیا بالآخر شعلہ جوالا بن کر پھوٹ پڑا، وہ کہتے ہیں کہ:

درد کا خوگر ہو انسان تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آساں ہو گئیں

الغرض ہر ستم و تشدد برداشت کرنے کے بعد بھی وہ مرد کہیں اپنے مقصد سے نہ ہٹے کیوں کہ ان کا درد ہی ان کی دوا تھا۔ جب والد گرامی قدر شہید ہو کر ہمیشہ کے لئے زندہ ہو گئے۔ اس وقت میں ابھی زمانہ طفولیت سے گذر رہا تھا اس لئے ان کی کوئی بات کوئی نقش میرے ذہن میں نہیں لیکن ان سے مجھے محبت ہوئی اور خوب ہوئی۔ وہ جو محبت ہوئی تو وہ بھی ایک کارکن اور ان کی جماعت کا ایک ادنیٰ فرد ہونے کی حیثیت سے ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ میں ان کو والد گرامی قدر کہنے کی بجائے امیر عزیمت کہتا ہوں۔

ہر ایک کی محبت کا انداز جداگانہ ہوتا ہے کوئی ذات سے محبت کرتا ہے تو کوئی بات سے محبت کرتا ہے اور مجھے ان کی ذات سے کئی گنا زیادہ ان کی بات سے محبت ہے۔ یہی محبت میرا سرمایۂ زندگی ہے، میرے لئے متاع جان، متاع عزیز ہے اور یہ مجھے میری جان سے بھی پیاری ہے۔ جان چلی تو چلی جائے گی لیکن امیر عزیمت کی بات نہیں جائے گی اور یہی میرا عزمِ مصمم ہے اور یہ میں خود سے چھیننے نہیں دوں گا۔ وہ جیسے کسی نے کیا خوب کہا ہے:

مر جاؤں گا بخشش کی دہائی نہیں دوں گا
سچائی کا مجرم ہوں صفائی نہیں دوں گا
اے چارہ گرو مجھ سے میرا درد نہ چھینو
یہ خون پسینے کی کمائی نہیں دوں گا

حسنین معاویہ

مجھے اپنے والد محترم کی زندگی کے بہت کم احوال یاد ہیں کیونکہ میں اس وقت بہت چھوٹا تھا لیکن ایک واقعہ مجھے ان کی زندگی کا بہت یاد آتا ہے اور اس کے یاد آنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ ہم سے بہت محبت رکھتے تھے لیکن اس کے باوجود انہوں نے مجھے صحابہؓ کی خاطر مسجد حق نواز شہیدؒ میں جمعہ کی نماز پر اُٹھا کر عوام الناس پر پٹخ دیا اور کہا کہ میرے بچے بھی اصحاب رسولؐ کے لیے قربان ہیں، اس واقعہ سے ان کی صحابہؓ سے محبت کی شدت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اللہ رب العزت انہیں کروٹ کروٹ سکون اور راحت نصیب فرمائیں۔ آمین

بیوہ مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ

بحیثیت شوہر ہونے کے میں نے اُن کو بہت اچھا انسان پایا۔ انہوں نے کبھی کسی چیز کی کمی محسوس نہیں ہونے دی۔ ہمیشہ محبت و مودت سے پیش آتے۔ لڑائی جھگڑا گھر والوں کے ساتھ اُن کی عادت نہیں تھی۔ اُن کی زندگی تو صحابہ کرامؓ کے لئے وقف تھی۔ ہمیشہ مجھے بھی یہی تلقین کرتے کہ میرے بچوں کو میرے نقشِ قدم پر چلانا اور صحابہ کی محبت کو ہی اُن کے لیے سرمایۂ افتخار بنانا۔ میں اللہ رب العزت سے دُعا کرتی ہوں کہ وہ مجھے ان کا جیسے دنیا میں (رفیق) ساتھی بنایا ویسے ہی آخرت میں بھی (رفیق) ساتھی بنائے۔ آمین

صحابہ ایمان — اللہ — اہل صحابہ لعنت اللہ

سلام عقیدت صحابہ کرامؓ کے لیے جنہوں نے محمد رسول اللہ ﷺ پر اپنا سب کچھ قربان کر دیا

نذر شہداء کاروان ناموس صحابہؓ پر جنہوں نے صحابہ کرامؓ پر اپنا سب کچھ قربان کر دیا

ہم

امیر عزیمت، امیر کاروانِ ناموسِ صحابہؓ، شیر اسلام

مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

ایثار القاسمی — شہید ملت اسلامیہ — ضیاء الرحمن فاروقی

محمد اعظم طارق — علی شیر حیدری

اور اُن کے باوفا جانشینوں

کی عظمت کو سلام پیش کرتے ہیں

امیر کارواں، قائد سنی انقلاب، جانشین شہداء قائدین حضرت مولانا محمد احمد لدھیانوی

اور ان کے رفقاء و معاونین پر مکمل اعتماد کا اظہار کرتے ہیں

من جانب

مفتی محمد عمر

جامع مسجد عثمانیہ محلہ فاروقیہ

چوبارہ ضلع لیہ

امیر عزیمت شہیدؒ کی یاد میں خصوصی اشاعت کے اہتمام پر

سالنامہ سرخرو کی انتظامیہ کو خراجِ عقیدت

پیش کرتے ہیں

ختم نبوت زندہ باد | یا اللہ مدد | خلافت راشدہ حق چار یار

اہل سنت والجماعت کی عظیم دینی درسگاہ

جامعہ حنفیہ صدیقیہ تجوید القرآن

جی ٹی روڈ پنجن کسانہ تحصیل کھاریاں ضلع گجرات

فیضان نظر: شیخ الاسلام والمسلمین حافظ القرآن والحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ

بانی: مجاہد ختم نبوت وکیل صحابہ حضرت مولانا قاری محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ

ماہانہ خرچ 8 لاکھ روپے | رہائشی طلباء وطالبات 2000

جامعہ کی اہم خصوصیات

طلباء کے لئے قرآن مجید حفظ اور وفاق المدارس کے نصاب کے مطابق درجہ رابعہ تک تعلیم کا انتظام

طالبات کے لئے

قرآن مجید ناظرہ حفظ اور وفاق المدارس کے نصاب کے مطابق درجہ عالمیہ تک اسباق کا اہتمام

طلباء وطالبات کے لئے ہاسٹل، کتب، ادویات وغیرہ کا انتظام جامعہ کے ذمہ ہے۔

اس کے علاوہ دینی عصری علوم کے لئے 10 مارچ 2007ء کو عالم اسلام کے عظیم دانشور مفکر اسلام مولانا زاہد الراشدی صاحب (شیخ الحدیث جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ) متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن صاحب نے "الفاروق اسلامک انسٹی ٹیوٹ" کا سنگ بنیاد رکھا جس میں حفظ کے ساتھ ساتھ پرائمری اور درس نظامی کے ساتھ ساتھ بی اے کی تعلیم کا انتظام بھی موجود ہے۔

مخیر حضرات تعاون فرما کر اپنے لئے صدقہ جاریہ کا اہتمام فرمائیں۔ جزاکم اللہ

منجانب: حضرت قاری شہزاد قمر صاحب مہتمم و قاری محمد عبداللہ اختر نائب مہتمم

0300-9516761, 0300-5437137, 0300-6287008

میرا قائد.....!

جناب شیخ حاکم علی صاحب

مولانا حق نواز اور ہم ایک ہی محلہ میں رہتے تھے۔ اس لئے جمعہ مسجد میں پڑھتے اور وقتاً فوقتاً عام ملاقات ہوتی رہتی تھی۔ لیکن اصل ملاقات جناب یوسف مجاہد صاحب نے کروائی۔ اسلامیہ ہائی سکول سے رات قریباً آٹھ بجے بیڈمنٹن کھیل کر واپس آ رہا تھا کہ یوسف مجاہد نے کہا تمہیں مولانا صاحب بلا رہے ہیں۔ جو اس وقت مسجد کی گیلری میں ہمارے منتظر تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم سپاہ صحابہؓ کے نام سے ایک تنظیم قائم کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے مولانا صاحب کی ہاں میں ہاں ملائی۔ بعد میں یوسف مجاہد کے مشورہ سے مجھے سپاہ صحابہ کا صدر نامزد کر دیا گیا۔ شروع میں ہم 29 آدمی تھے۔ جب ہم نے قرآن پاک پر ہاتھ رکھ کر دفاع صحابہ کے لئے حلف اٹھایا اور الحمدللہ آج تک اس حلف پر قائم ہیں۔

مولانا حق نواز شہید انتہائی دلیر، جرأت مند، شفیق اور سچے انسان تھے۔ مجھے انہوں نے ہمیشہ اپنے چھوٹے بھائی کی طرح سمجھا۔ جب ہم قتل کے مقدمہ میں جیل کی سزا کاٹ رہے تھے تو مولانا شہید نے اپنا حج وعمرہ کا پروگرام صرف اس لئے ملتوی کر دیا کہ میرے ساتھی جیل میں پڑے ہیں۔ مولانا سمیت مجھے اور میرے ساتھیوں پر جھوٹے مقدمات کی انتہا کر دی گئی۔ ہم پر پہلا قتل کا پہلا مقدمہ 31 مئی 1986ء کو بنا۔ 14 دن تھانہ مسن میں رہنے کے بعد ہمیں سنٹرل جیل فیصل آباد بھیج دیا گیا۔ مولانا شہید جیل میں سارا دن مطالعہ کرتے تھے۔ ایک شام نسیم صدیق جو سپاہ صحابہ کا عہدیدار اور ہمارے ساتھ جیل میں تھا۔ اس کو گردے میں تکلیف ہوئی۔ تکلیف اتنی شدید تھی کہ برداشت سے باہر۔ جیل کے ملازمین کو اطلاع دی گئی۔ لیکن وہ بروقت نہ پہنچ سکے۔ اسی دوران مولانا نے پانی پر دم کر کے پینے کو کہا۔ نسیم صدیقی نے پانی کا ایک گھونٹ ہی پیا تھا کہ درد فوراً رک گیا۔ اس کے بعد آج تک اسے کبھی وہ تکلیف نہ ہوئی۔ جیل میں کھانا تقسیم کرنا میری ڈیوٹی تھی۔

قتل کا دوسرا مقدمہ 28 اگست 1987ء کو ہوا۔ اس وقت بھی مولانا شہید میرے ساتھ میانوالی جیل میں رہے۔ 18 دن بعد مولانا صاحب جیل پہنچے تو ان کے جسم کا کوئی حصہ ایسا نہ تھا جہاں پر زخم کے نشان نہ ہوں۔ تمام زخم بالکل تازہ محسوس ہوتے تھے۔ کھانا وغیرہ کا تمام انتظام میرے ذمہ تھا۔ جو بھی پکتا ہم ایک دوسرے کو کہتے آج کڑاہی گوشت کھا رہے ہیں۔ ایک دن میں نے مولانا صاحب سے کہا آج باہر سے گوشت منگوا کر پکاتے ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا پتہ نہیں کتنے دن جیل میں رہنا

ہے کوئی پتہ نہیں کوئی ملاقات کرنے بھی آئے گا یا نہیں اس کے بعد میں نے گوشت کے لئے نہ کہا۔

ایک شام مولانا شہید مطالعہ کر رہے تھے۔ یوسف مجاہد۔ اشفاق اور مجھے اپنے پاس بلایا۔ اور کہا اس فقرہ کا کیا مطلب ہے۔ ہم تینوں نے ایک ہی مطلب بتایا۔ مگر حضرت نے جواب دیا غلط دوبارہ ہم تینوں نے وہی مطلب بتایا تو حضرت صاحب نے ہمیں اس کا صحیح مطلب سمجھا دیا۔

تین ماہ بعد ہمیں اپنے قائد سے جدا کر کے جھنگ جیل میں بند کر دیا گیا۔ وہاں قائد کی شہادت تک بند رہا۔ قائد کے ساتھ میری ملاقاتیں جیل، حوالات پولیس کی گاڑیوں یا بعد کی عدالت میں ہوتی رہیں۔ مجھے ہتھکڑی لگی ہوتی اور ملاقات ہوتی۔ آخر ملاقات شہادت سے چند دن پہلے مقدمہ کے سیشن جج کی عدالت کے سامنے پولیس کی گاڑی میں ہوئی۔ مجھے ناشتہ کروایا اور خود بھی کیا۔ ایک دفعہ میانوالی جیل میں اپنے کمرہ کے باہر احاطہ میں پھولوں کے پودوں کی درستگی کر رہے تھے۔ تو مولانا شہید نے خود کسی چلائی۔ جس پر ہم نے کہا مولانا صاحب آج تو آپ نے "جٹوں والی کسی چلائی ہے"۔

صحابہؓ کبیر

بغض صحابہؓ لعنت اللہ — حب صحابہؓ رحمۃ اللہ

سلام عقیدت صحابہ کرامؓ کیلئے جنہوں نے محمد رسول اللہ ﷺ پر اپنا سب کچھ قربان کر دیا
نذر شہداء کاروان ناموس صحابہؓ پر جنہوں نے صحابہ کرامؓ پر اپنا سب کچھ قربان کر دیا

ہم امیر عزیمت، امیر کاروان ناموس صحابہؓ، شیر اسلام
مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

امیر کارواں، قائد سنی انقلاب، جانشین شہداء قائدین
حضرت مولانا محمد احمد لدھیانوی
اور ان کے رفقاء و معاونین پر مکمل اعتماد کا اظہار کرتے ہیں

امیر عزیمت شہیدؒ کی یاد میں سالنامہ سرخرو کی خصوصی اشاعت کے اہتمام پر

جناب ڈاکٹر خادم حسین اللہ صاحب دھلوں — ابو محمد مولانا ثناء اللہ سعد

کو مبارکباد پیش کرتے ہیں

شہید ناموس صحابہؓ حضرت مولانا ایثار القاسمی رحمۃ اللہ علیہ ایم این اے
شہید ملت اسلامیہ حضرت مولانا ضیاء الرحمن فاروقی رحمۃ اللہ علیہ
شہید ناموس صحابہؓ حضرت مولانا محمد اعظم طارق رحمۃ اللہ علیہ ایم این اے
حمی الامت سیف اسلام علامہ علی شیر حیدری شہید رحمۃ اللہ علیہ

اور ان کے باوفا جانشینوں کی عظمت کو سلام پیش کرتے ہیں

من جانب
بشیر احمد عکاشہ خوشاب

مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کے انتہائی قریبی ساتھی

جناب شیخ اشفاق احمد صاحب سے ملاقات

سوال:۔ مولانا حق نواز صاحب سے آپ کا تعلق کیسے ہوا؟

جواب:۔ مولانا حق نواز شہید سے تعلق بہت پرانا تھا، گیارہ سال کی عمر سے ہی ان کے گھر آنا جانا تھا گھریلو امور کے سلسلے میں ہر وقت آمد و رفت کی وجہ سے میں نے اپنے قائد کو نہایت قریب سے دیکھا۔ 1974ء 2 مئی میرے والد مکرم کی نماز جنازہ مولانا حق نواز نے پڑھائی ان کے ساتھ میرے تعلق کا آغاز یہیں سے ہوا۔ اس کے بعد میں آپ کے بہت قریب ہوتا گیا، اتفاق سے اس وقت مولانا حق نواز جس مکان میں رہائش پذیر تھے وہ میرے مکان سے تین مکانوں کے فاصلے پر تھا۔ مولانا حق نواز ابتداء ہی میں نہایت سادہ، اور عام طور پر پیدا ہونے والے عالمانہ تکبر سے عاری تھے۔ انہوں نے ہمیں ہمیشہ اپنے حقیقی بھائی کی طرح رکھا، کسی معاملے میں ہم سے سستی یا کوتاہی ہو جاتی وہ درگذر کرتے۔ وہ ہنس مکھ اور خوش مزاج اور شفقت رافت کی زندہ جاوید تصویر تھے۔ انہوں نے چھوٹوں پر شفقت کے ذریعے ایسا اثر کیا تھا کہ محلے کے تمام بچے اور نوجوان آپ کے اخلاق و اطوار کے گرویدہ ہو گئے تھے۔ محلے کے ہر نوجوان مولانا حق نواز کو جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔

1974ء سے 1984ء تک دس سال کے عرصے میں آپ پر بیسوں مقدمات قائم ہوئے۔ کئی مقدمات میں گرفتار ہوئے۔ میں نے مولانا حق نواز کو کسی تکلیف میں رنجیدہ یا افسردہ نہیں پایا اس وقت ان کی طبیعت سخت پریشان ہوتی جب ان کے سامنے صحابہ کرامؓ کے خلاف کسی شیعہ کی کوئی تقریر آتی۔

وہ ایسے موقعہ پر سخت بے چین ہو جاتے تھے ان کا چہرہ غصے سے تمتمانے لگتا تھا وہ اپنا ہر دکھ بھول کر صحابہ کرامؓ کے خلاف ہونے والی سرگرمیوں پر ہمیشہ توجہ دیتے تھے۔

ایک دو مرتبہ بریلوی دیوبندی نزاع بھی ہوا لیکن ایسے معاملے میں انہوں نے اعتدال کا دامن کبھی نہیں چھوڑا تھا۔ وہ شروع ہی سے دیوبندی بریلوی اختلاف کے خلاف تھے انہوں نے مختلف مواقع پر ان اختلاف کو ختم کر کے شہر میں اہلسنت کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کے لئے کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ ایک موقع پر نوجوانوں میں اکابرین کی تعلیمات عام کرنے کے لئے آپ نے بزم امیر شریعت قائم کی۔

CamScanner

سوال:۔ انجمن سپاہ صحابہ کب بنی اور اس میں آپ کا بنیادی کردار کیا تھا؟

جواب:۔ 6 ستمبر 1985ء کا واقعہ ہے کہ مکان کے متصل محلہ کے چوک میں ہم دوسرے لڑکوں کے ساتھ کھڑے تھے اچانک مسجد کی طرف سے مولانا حق نواز شہید تشریف لائے مجھے اپنے قریب کر کے کہا دیکھو تم اپنا سارا وقت آوارہ گردی اور فضول کاموں میں گذارتے ہو۔ یہاں شیعہ صحابہ کرامؓ کے خلاف منظم طریقے سے کام کر رہے ہیں۔ چنانچہ مولانا شہید کے حکم پر اسی رات میں نے محلے کے چند فعال سنی نوجوانوں کو جامع مسجد حق نواز کے حجرے میں جمع کیا اسی رات بعد نماز عشاء "انجمن سپاہ صحابہ" کی بنیاد رکھ دی گئی۔ اس مجلس میں کل 29 نوجوان شریک تھے۔ اس وقت ہمارے خیال میں بھی یہ بات نہ تھی کہ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد یہ جماعت ملک اور بیرون ملک سنی حقوق کے لئے مرکزی کردار ادا کرے گی۔ قیام جماعت کے وقت مولانا حق نواز کے ذہن میں اس کی ہمہ گیری اور ملک بھر میں عام کرنے کا خیال ضرور ہوگا۔ کہیں ہم کارکنوں کو اس کا تصور بھی نہ تھا۔ چند دنوں کے بعد انجمن کا پرچم منظور کیا گیا جس کا نقشہ یوسف مجاہد نے تیار کیا شیخ رضوان کے بھائی محمد عثمان نے دستور کے بنیادی نکات میں نمایاں کردار ادا کیا انجمن کے قیام کے بعد 10 فروری 1986ء کو دفاع صحابہ کانفرنس منعقد ہوئی۔ یہ پہلی ملک گیر سطح کی کانفرنس تھی اس کانفرنس سے پہلے انجمن کا دائرہ کار ملک گیر سطح تک پھیلانے کے لئے حتمی فیصلہ ہو چکا تھا۔

مولانا حق نواز شہید کو نجی اور عوامی زندگی کو جتنا قریب سے مجھے دیکھنے کا موقع ملا شاید ہی کسی اور کو یہ سعادت میسر آئی ہو۔ اسی وجہ سے مولانا حق نواز کے ساتھ قتل کے ہر مقدمہ میں میرا نام مخالفین نے درج کرایا مجھے اس راستے میں بے پناہ تشدد کا نشانہ بننا پڑا۔

الٹا لٹکا کر مادر زاد ننگا کر کے کئی کئی گھنٹوں اذیتیں دی گئیں میرے قائد کو جب اس تکلیف کی اطلاع ملی تو انہوں نے بڑی دعائیں دیں میری ہمیشہ سے تمنا رہی ہے کہ مجھے صحابہ کے لئے جتنی مشکلات اور تکالیف کا سامنا کرنا پڑا ہے خدا انہیں قبول فرمائے، اور اسی مشن پر میری موت آئے، میانوالی سنٹرل جیل مجھے کئی ماہ قائد کے ساتھ گذارنے کا موقع بھی ملا، مجھے مولانا کے سر کو تیل لگانے، کپڑے دھونے، سالن پکانے، چائے تیار کرنے جوتا پالش کی بھی سعادت حاصل ہوئی۔ جس روز سنٹرل جیل میانوالی سے میری رہائی ہوئی جدائی کے وقت کا منظر بڑا رقت انگیز تھا۔ فرط عقیدت سے ایک طرف میری آنکھیں اشکبار تھیں۔ تو دوسری طرف اپنے رکن کی جدائی پر قائد شہید بھی رو دیئے۔ میں پوری زندگی محبت والفت اور پدرانہ شفقت کا وہ نظارہ کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔

مولانا حق نواز شہید نے بلاشبہ مجھے ایک باپ کی شفقت سے نوازا وہ مجھے حقیقی بیٹوں کی طرح جھڑکتے سرزنش کرتے ایک موقع پر ڈپٹی کمشنر جھنگ کی میٹنگ تھی ایک شیعہ لیڈر نے کہا شیعہ اہل بیت سے مخلص نہیں سنی صحابہ سے مخلص نہیں بس پھر کیا تھا مولانا حق نواز کھڑے ہو گئے آپ نے شیعہ لیڈر پر سخت تنقید کی آپ نے فرمایا تم کون ہو جو ہمارے ایمان کا فیصلہ کرنے آئے ہو ہم صحابہ کرامؓ کے نوکر اور چوکیدار ہیں، قائد نے غصہ کے عالم میں اس پر سخت تنقید کی ایک موقع پر آپ نے میرے منہ پر طمانچہ مارا اس کے نشان کئی روز تک میرے چہرے پر سجے رہے۔ بعد میں آپ نے مجھ سے بچوں کی طرح پیار بھی

کرتے رہے۔ گھر پہنچے تو باجی نے کسی بات پر چھوٹے بچوں کو مارا تو آپ نے کہا ایک تو مار رہی ہے چوتھے کو میں نے مارا ہے اس پر باجی نے کہا اشفاق تو بڑا ہے آپ کیوں مارتے ہو۔ کہیں ہاتھ نہ اٹھالے قائد نے فرمایا وہ بھی میرے حقیقی بیٹوں کی طرح ہے۔

حق نواز صرف مقرر ہی نہ تھے وہ ایک یلغار، جرأت مند، بہادر خطیب اور کارکنوں پر جان نچھاور کرنے والے عظیم رہنما تھے۔ انہوں نے کارکنوں سے محبت کی ایسی یادیں چھوڑیں ہیں جس کی نظیر ممکن نہیں۔ میری غلطیوں کوتاہیوں پر جب کبھی ناراض ہو جاتے تب بھی ان کی سرزنش بھری گفتگو میں ملاحت اور محبت کی شیرینی نمایاں ہوتی۔

ہماری گھریلو متوسط زندگی کے باعث کبھی والدہ صاحبہ آ کر شکایت کرتیں کہ اس کو کہو کہیں ملازمت کر لے تا کہ اس کی شادی کریں۔ مولانا فرماتے چوتھا بیٹا ہے اس کی شادی بھی کروں گا اس کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھوں گا۔ میری زندگی کا عظیم سرمایہ وہ عظیم لمحات جو میں نے اپنے قائد کی صحبت میں گذارے۔ خدا ان کے مشن کی تکمیل کے لئے موجودہ قائد کے ساتھ وابستہ رہ کر اسی طرح ہمیں کام کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

حب صحابہ رحمۃ اللہ — بغض صحابہ لعنت اللہ

سلام عقیدت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیلئے جنہوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا سب کچھ قربان کر دیا
نذر شہداء کاروان ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم پر جنہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اپنا سب کچھ قربان کر دیا

ہم
امیر عزیمت، امیر کاروان ناموس صحابہؓ، شیر اسلام
مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ
اور اُن کے باوفا جانشینوں
ایثار القاسمی — شہید ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم
ضیاء الرحمن فاروقی — شہید ملت اسلامیہ
محمد اعظم طارق — شہید ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم
علی شیر حیدری — شہید ملت اسلامیہ
کی عظمت کو سلام پیش کرتے ہیں

امیر کاروان
قائد سنی انقلاب
جانشین شہداء قائدین
حضرت مولانا محمد احمد لدھیانوی
اور ان کے رفقاء و معاونین پر مکمل اعتماد کا اظہار کرتے ہیں

منجانب
اللہ ڈتہ ہنو بھٹو
وارا کین ضلع لاڑکانہ

امیر عزیمت شہیدؒ کی یاد میں خصوصی اشاعت کے اہتمام پر
سالنامہ سرخرو کی انتظامیہ کو خراج عقیدت
پیش کرتے ہیں

محمد رسول اللہ — یا اللہ مدد — صحابہ زندہ باد

حب صحابہ رحمت اللہ

بغض صحابہ لعنت اللہ

ہو رزمِ کفر و حق تو بدر ہے نمازِ زندگی
خمینیت ہو سامنے تو حق نواز زندگی

ہم

امیر عزیمت، امیر کاروانِ ناموسِ صحابہؓ، شیر اسلام

مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

اور ان کے جانشین

شہید ناموس صحابہ حضرت مولانا ایثار القاسمی رحمۃ اللہ علیہ ایم این اے

شہید ملت اسلامیہ حضرت علامہ ضیاء الرحمن فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

شہید ناموس صحابہ حضرت مولانا محمد اعظم طارق رحمۃ اللہ علیہ ایم این اے

ہمراہ امت تنظیم اسلام علامہ شہید علی شیر حیدری رحمۃ اللہ علیہ

اور دیگر سینکڑوں شہداء کارکنان کی عظمت کو سلامِ عقیدت پیش کرتے ہیں

امیر کاروان، قائد سپاہ صحابہ حضرت مولانا محمد احمد لدھیانوی حفظہ اللہ صاحب

سرپرست قافلہ حق حضرت خلیفہ عبدالقیوم حفظہ اللہ صاحب

شاہین اہل سنت جناب ڈاکٹر خادم حسین حفظہ اللہ صاحب ڈھلوں

قائد پنجاب حضرت مولانا شمس الرحمن معاویہ حفظہ اللہ صاحب

کی قیادت پر مکمل اعتماد کے ساتھ ان کی خدمات کو

پیش کرتے ہوئے تحریک ناموسِ صحابہ کی

خراجِ تحسین

کامیابی کے لئے دعا گو ہیں

راؤ محمود احمد و دیگر اراکین اہل سنت والجماعت لودھراں

امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ

مُشاھدات و تأثرات

ابو محمد مولانا ثناء اللہ سعدؔ شجاع آبادی

میں نے مولانا حق نواز شہید رحمہ اللہ کا نام پہلی مرتبہ ۱۹۸۵ء میں ان دنوں سنا جب میں شاہی جامع مسجد شجاع آباد میں شعبۂ حفظ کا طالب علم تھا۔ مولانا شہیدؒ مدرسہ کے سالانہ جلسہ پر تشریف لائے، یہ میری کم سنی کا زمانہ تھا، تاہم مولانا شہیدؒ کی تقریر کے جادو نے ہر صغیر و کبیر کی طرح مجھے بھی بے حد متاثر کیا، آج میں اس لمحے کا تصور کرتا ہوں تو مولانا کی تقریر "ان من البیان لسحرًا" کی تصویر اور تفسیر بن کر سامنے آجاتی ہے، لیکن یہ تقریر تو نہ تھی، یہ تو اس چرواہے کی چیخ و پکار تھی جس کی بھیڑوں کے ریوڑ پر بھیڑیوں کے غول نے حملہ کر دیا ہو،..... یا اس جگر لخت لخت انسان کا نوحہ جس کی متاعِ حیات لٹ رہی ہو، اور وہ اس کو بچانے کے لئے درندوں کے مقابلے میں تنِ تنہا اُٹھ کھڑا ہوا ہو، لیکن یہاں مسئلہ فقط متاعِ حیات یا نقدِ جان کا نہیں بلکہ متاعِ ایمان کا تھا، جس کی قدر و قیمت کو ہر شخص نہیں جان سکتا۔

قدرت نے مولانا کے سینے میں سوز و گداز کا دریا سمو دیا تھا، ان کی زبان و تکلم سے درد کے چشمے پھوٹتے تھے۔ چنانچہ شہر بھر میں اس تقریر کی دھوم مچ گئی اور کافی دنوں تک دکانوں اور مکانوں کی محفلوں میں اس پر تبصرے ہوتے رہے۔ تبصرہ کرنے والوں کا اندازِ سخن عموماً حیرت زدہ شخص جیسا ہوتا جو کہنا چاہتا ہو "بھلا اس طرح بھی کبھی کسی نے تقریر کی ہوگی!"

ایسی تقریر جو منفرد ترین اظہارِ بیان کے ساتھ ہولناک انکشافات کا مرقع ہو..... ایسی تقریر جو کسی خوابیدہ ملت کے شبستانِ وجود کو لرزا کر سحر آشنا کر دینے کی صلاحیت سے بھرپور ہو!!

وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستانِ وجود
ہوتی ہے بندۂ مومن کی اذاں سے پیدا

مجھے نہیں معلوم کہ ان دنوں سپاہِ صحابہ کا قیام عمل میں آچکا تھا یا نہ! لیکن اتنا ضرور یاد ہے کہ مولانا شہیدؒ کی طبیعت ابھی فتنۂ شیعیت کے خلاف یکسو نہیں ہوئی تھی۔ کیونکہ اس واقعہ سے چند ماہ بعد شجاع آباد کے نواحی موضع رکن ہٹی میں مولانا شہیدؒ نے مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک زوردار تقریر کی جو آخر میں شجاع آباد شہر کے ایک مشہور "خواجہ صاحب" کی افتادِ

طبع کی بناء پر ہنگامہ آرائی کی نذر ہوگئی۔ مجھے اس تقریر کے موقع پر مولانا کی آمد کا منظر، ان کے ہاتھ میں چمکتی دمکتی کلہاڑی، سر پر سفید جالی دار ٹوپی، خطبہ مسنونہ میں تلاوت کی گئی آیت وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ الخ.....اس پر مولانا کا طرزِ استدلال، خواجہ صاحب مذکور کی ہنگامہ آرائی اور شفیق نامی ایک نوجوان کے ہاتھوں درگت بننے کے سارے مناظر یاد ہیں.....اس واقعہ کے تھوڑے دنوں بعد سپاہِ صحابہ کا نام سننے میں آیا، شہر میں پہلے یونٹ کا افتتاح ہوا اور ہمیں فارغ اوقات میں ایک دلچسپ مشغلہ ہاتھ آ گیا۔ ساتھ ہی تھوڑے تھوڑے وقفے سے قرب و جوار کے مختلف مقامات پر مولانا کی زیارت اور تقریر سننے کا شرف حاصل ہونے لگا، اس سلسلے کی بہت سی یادیں دلِ ناتواں پر نقش ہیں۔

مولانا شہیدؒ پُر جلال شخصیت تھے، قدرت نے اس چھوٹے سے وجود میں اخلاص و ایثار کے ساتھ ساتھ بے پناہ رعب بھی سمو دیا تھا، نجی محفلوں میں ہم نے انہیں قریب سے دیکھا تو ان کے شستہ اور شگفتہ جملے بھی سنے اور کارکنوں کی دلجوئی اور دلنوازی کے لئے دوستانہ لب و لہجہ بھی! ادھر ہماری اپنی کیفیت یہ تھی کہ ان کی آمد سے قبل استقبالیہ نعرے لگاتے، ان پر پھول برساتے، لیکن جب وہ آ چکتے تو ان سے مصافحہ کرنے کے بعد کچھ فاصلے پر بیٹھ کر خاموشی سے انہیں دیکھا کرتے! کوٹلی نجابت نامی قصبے میں مولانا کا پسِ خوردہ بھی کھانا نصیب ہوا۔ اس برق و شرر ہستی کی مسکراہٹوں کے گلاب آج بھی آنکھوں کے تالاب میں تیر رہے ہیں۔

.....☆.....

۱۹۸۷ء میں شجاع آباد کے جلسہ میں مولانا کی آمد ایک یادگار ترین واقعہ بن گئی، مولانا کا ان دنوں پنجاب پولیس سے براہِ راست ٹاکرا تھا، اور شاید کوئی بھی ضلع ایسا نہ تھا جہاں کسی بھی تحصیل یا کسی بھی قصبے میں مولانا کی داخلہ بندی اور زبان بندی کے آرڈر جاری نہ تھے، ادھر مولانا آندھی اور طوفان کی طرح دن کہیں، رات کہیں، صبح کہیں شام کہیں، ہر جگہ پر گرفتاری کے لئے پولیس کا بے پناہ ہجوم، مولانا کا اچانک ڈرامائی انداز میں جلسہ گاہ میں پہنچنا اور گھنٹہ بھر شعلہ بار خطاب کے بعد دیکھتے ہی دیکھتے غائب ہو جانا روزمرہ کا معمول بن گیا تھا۔ اس دوران مولاناؒ نے اپنی جرأت و جانبازی اور حاضر دماغی کے جو نقوش قائم کئے وہ تاریخ کا حصہ بن چکے ہیں۔ الغرض مولاناؒ شجاع آباد تشریف لائے اور کس شان سے تشریف لائے یہ ایک دلچسپ داستان ہے۔

مولانا نے شجاع آباد شہر سے تقریباً پانچ سات کلومیٹر قبل اپنے ڈرائیور کو کار سمیت ملتان بھیج دیا تھا کہ وہ وہاں کسی محفوظ مقام پر ٹھہرے جہاں سے اگلی کسی منزل کی طرف روانہ ہونا تھا۔ مولاناؒ خود پیدل چلتے ہوئے ایک عام دیہاتی کے روپ میں شہر کی طرف بڑھے، جہاں شہر کے اندر جانے والے تمام راستوں پر پولیس کا ہجوم تھا اور یہ پولیس مولانا کی گرفتاری کے مشن پر تھی، جامعہ بہلویہ کے سامنے سے گزرتے ہوئے جب مولانا ریلوے پھاٹک پر پہنچے تو پولیس کیلئے ایک انتہائی سادہ وضع قطع والے نووارد کے چہرے میں دلچسپی اور تجسس کا کوئی سامان نہیں تھا۔ ممکن تھا کہ پولیس ایک غبار آلود لباس میں ملبوس

دیہاتی آدمی کا، جس نے ہاتھ میں میلا کچیلا سا تھیلا پکڑا ہوا تھا اور کھیتوں کی پگڈنڈیوں پر سے چلتا ہوا شہر کی جانب رواں دواں تھا، کوئی نوٹس ہی نہ لیتی، لیکن مولانا نے از خود ایک ٹولی کی صورت میں کھڑے ہوئے پلسیوں سے دریافت فرمایا "خیر تو ہے کیا آج شہر میں کوئی گڑبڑ ہوگئی ہے کہ آپ لوگ یہاں کھڑے ہوئے ہیں؟"..... پولیس والوں نے بے دلی سے مولانا کی طرف دیکھا اور ایک پلسیا بولا "چلو بھئی صوفی اپنا کام کرو تمہیں اس سے کیا غرض!"..... اور مولانا اپنا کام کرنے چل دیئے۔ چند قدم آگے چلنے کے بعد مولانا نے ایک سائیکل سوار کو رُکنے کا اشارہ کیا جو شہر جا رہا تھا، مولانا نے اسے درخواست کی کہ وہ چوک تک انہیں ساتھ لے چلے، سائیکل سوار نے راستے میں گپ شپ شروع کر دی اور بتایا کہ وہ شاہی جامع مسجد میں مولانا حق نواز جھنگوی کی تقریر سننے جا رہا ہے، نیز یہ کہ شہر کے تمام راستوں پر پولیس کی ناکہ بندی ہے، خطرہ ہے کہ مولانا آج نہ پہنچ سکیں یا پھر خدانخواستہ گرفتار کر لئے جائیں گے۔

مولانا چوک میں پہنچے، سائیکل سے اُترے تو پولیس کا جم غفیر سامنے موجود پایا جو داڑھی والوں کو گھور گھور کر دیکھ رہی تھی، ساتھ ہی مقامی سپاہ صحابہ کے چند غیر معروف نوجوان جو مولانا کو ساتھ لانے پر متعین کئے گئے تھے موجود تھے۔ انہوں نے مولانا کی طرف دیکھ کر ایک مخصوص اشارہ کیا اور خاموشی سے شاہی جامع مسجد کی طرف چل پڑے۔ مولانا ان کے پیچھے پیچھے چلتے ہوئے جلسہ گاہ کے قریب پہنچے تو پولیس کو مسجد کا گھیراؤ کیے ہوئے دیکھا، بہر حال یہاں بھی مولانا پولیس والوں کو غچہ دینے میں کامیاب رہے اور جلسہ گاہ میں داخل ہو کر ایک جانب سے نکلتے ہوئے غسل خانہ میں داخل ہوئے، اپنا حلیہ درست کیا، اُجلا لباس زیب تن کیا، زلفیں سنواریں، خوشبو لگائی، پرانا لباس اپنے تھیلے میں ڈالا اور رات تقریباً 11 بجے کا عمل تھا کہ اچانک سٹیج پر نمودار ہوئے.....۔

مولانا کو سٹیج پر دیکھ کر جلسہ گاہ کی فضاء استقبالیہ نعروں سے گونج اُٹھی اور دیر تک یہ استقبالی ہنگامہ برپا رہا، مجمع کا جوش و خروش دیدنی تھا، نوجوانوں کی نعرہ بازی نے سماں باندھ دیا، عمومی خیال یہ تھا کہ مولانا جھنگوی کی تقریر نہیں ہو سکے گی، وہ آئیں گے ہی نہیں، یا آ بھی گئے تو آسانی سے گرفتار ہو جائیں گے۔ لیکن مولانا کے عزم نے ہزاروں انسانوں کے خیال پر اپنی برتری برقرار رکھی تھی۔

.....☆.....

مولانا کا خطاب شروع ہوا..... ان کی تقریر میرے خیال میں تین مرحلوں پر مشتمل ہوتی تھی، پہلے مرحلے میں خطبۂ ماثورہ اور چند تمہیدی جملے، یہ مرحلہ مولانا کو پہلی مرتبہ سننے والوں کے لئے زبردست حوصلہ شکن ہوتا تھا۔ ان کی شہرت کو سن کر دور دراز سے آنے والے لوگ عموماً بدمزہ ہو کر اٹھنے لگتے تھے، دوسرے مرحلے میں ان کی تقریر میں کچھ غیر مرئی قسم کی مقناطیسیت پیدا ہو جاتی، جس کی کشش آہستہ آہستہ لوگوں کی سماعتوں سے گزر کر دلوں کو چھونے لگتی، جملوں میں ربط و ضبط بڑھنے لگتا اور الفاظ کا زیر و بم فزوں تر ہوتا چلا جاتا، اس وقت وہ لوگ جو چند لمحے قبل بدمزہ ہو کر چل دیئے تھے، متحیر ہو کر پلٹنے لگتے تھے، یہ مرحلہ عموماً آدھے گھنٹے کے دورانیے پر مشتمل ہوتا تھا، اس کے بعد تیسرا اور آخری مرحلہ شروع ہوتا، جس میں مولانا پر وجدانی

کیفیت طاری ہو جاتی اور ہزاروں کا اجتماع مولانا کی مٹھی میں سما جاتا۔ حرف اور لفظ، جملے اور ترکیبیں پَرا باندھ کر مولانا کی خدمت میں دست بستہ کھڑے ہوتے اور اپنے استعمال کی استدعا کرتے دکھائی دیتے۔ مولانا ایک تسلسل کے ساتھ بولتے، گرجتے اور دھاڑتے چلے جاتے تھے۔ کئی منٹوں بعد جب مولانا ایک خاص ادا سے جملوں کو سمیٹتے تو مجمع میں چیخ و پکار اور حشر برپا ہو جاتا۔ نوجوان دیوانگی کی کیفیت میں مبتلا ہو کر اپنا گریبان پھاڑتے دکھائی دیتے، وہ جھومتے اُچھلتے مچلتے اور نعرہ زن ہو جاتے..... بعض اوقات یہ کیفیت اتنی شدید ہوتی کہ بیک وقت سینکڑوں نوجوان ہیجانی کیفیت میں خود ہی نعرہ بھی لگاتے اور خود ہی اس نعرے کا جواب بھی دیتے۔ اور ایک ایسا سماں بندھ جاتا جس کی منظر کشی ممکن ہی نہیں!

میرے ساقی یہ تماشہ تیرے میخانے کا
ساری محفل کو نشہ ایک ہی پیمانے کا

ابھی یہ کیفیت عروج پر ہوتی کہ اچانک ایک آواز گونجتی، جو سب آوازوں پر بھاری ہوتی اور سب کو چشم زدن میں خاموش کرا دیتی.....

''ٹھہریئے، ٹھہریئے! اگلی بات سن لیجئے! میں زندہ رہوں نہ رہوں، ہو سکتا ہے یہ میری زندگی کی آخری تقریر ہو''.....

یہ مولانا کی آواز ہوتی تھی جس میں دنیا جہان کا درد سمٹ آتا تھا۔ پھر یوں محسوس ہوتا کہ ہزاروں کے مجمع پر سکوت مرگ طاری ہے، یا لوگوں کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں۔ ایک مدہوشی سی خاموشی مجمع پر طاری ہو جاتی تھی۔

.....☆.....

خطیب کسی بھی قوم کی آواز، اور اس کی زبان ہوتا ہے۔ جب قوم غفلت کی بھول بھلیوں میں کھو جاتی ہے تو خطیب اسے دریافت کرتا ہے، اور جب وہ سو جاتی ہے تو اسے جگاتا اور مہمات حیات میں اس کی قیادت کرتا ہے۔ قوموں کے اذہان پر خطیب کے افکار کی چھاپ ہوتی ہے، اور قومیں ان افکار سے منزل کا سراغ پاتی ہیں۔

میں نے احراری خطیبوں میں سے خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ کے علاوہ آغا شورش کاشمیریؒ کی تقاریر کے کیسٹ بارہا سنے ہیں، آغا صاحب خطابت بلاشبہ بہت بلند مرتبہ تھی، انہوں نے اپنی کتاب ''فنِ خطابت'' میں خطابت کے جو عناصر اور لوازمات بیان کئے ہیں ان کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں، لیکن تعجب ہے کہ مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ ان میں سے اکثر لوازمات کی قید سے بے نیاز خطابت کے مالک تھے، آپ ان کی سینکڑوں تقاریر کے کیسٹ سن جائیں آپ کو یقین ہوتا چلا جائے گا کہ یہ خالصتاً ایک وہبی ملکہ تھا جو اللہ نے اس مردِ فقیر کو بطورِ خاص عطا فرمایا تھا، دورانِ خطاب مولانا کے دل کی دھڑکنیں ہی نہیں بلکہ وجود کا انگ انگ آپ کا ہم نوا ہو جاتا۔

آپؒ کی تقریر نہ صرف ''غنا'' سے مستغنی، بلکہ مروجہ شعر و ادب سے بھی یکسر پاک ہوتی تھی، زندگی بھر کی تقریروں میں شاید دو چار اشعار آپ نے پڑھے ہوں گے، یہ اور بات ہے کہ جس اسلوب سے آپ نے وہ اشعار پڑھے کوئی اور ماں کا

لال ویسے نہیں پڑھ سکا، ایسے ہی جس طرح کی اُردو آپ نے بولی، ویسی اب تک کوئی بھی نہیں بول سکا!

آپ کی تقریر کی نمایاں ترین خوبی مقصدیت اور آپ کا طرزِ استدلال تھا، بے مقصد ایک جملہ تک نہ بولتے اور طرزِ استدلال ایسا کہ بہر حال لاجواب!! اور تو اور آپ دورانِ تقریر ہنسی مزاح کی کوئی بات یا کوئی لطیفہ سنا کر بھی اپنا اور سامعین کا وقت ضائع کرنے کے روادار نہیں تھے۔ قلعہ کہنہ قاسم باغ ملتان میں منعقدہ نفاذ فقہ حنفیہ کانفرنس کے شرکاء کو یاد ہوگا کہ دورانِ تقریر ایک لطیف بات بے ساختہ آپ کی زبان سے نکل گئی اور سامعین ہنسنے لگے تو آپ نے ڈانٹتے ہوئے فرمایا: ''آپ میری بات پر ہنس کر اسے بے وزن کرنا چاہتے ہیں، میں نے ہنسنے کے لئے یہ بات کی ہی نہیں ہے!''

.....☆.....

شجاع آباد کی شاہی جامع مسجد، جس میں آپ خطاب فرما رہے تھے، کے در و دیوار ایک عرصہ تک خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے زمزموں سے گونجتے اور چہچہاتے رہے ہیں، مولانا حق نواز شہید رحمہ اللہ کو یقیناً اس کا احساس تھا، بہر حال مولانا نے وہاں یادگار تقریر کی! شیعیت کی دسیسہ کاریوں اور چیرہ دستیوں کو واشگاف انداز میں بیان کیا، تبرا باز ملعون مصنفین کی عبارات سنائیں، ان کے آخری الفاظ تقریباً یوں تھے:

> ''سُنی نوجوانو! شیعیت اپنی ملعون ترین صورت میں سامنے آ چکی ہے، اُمہات المومنینؓ کے خلاف یہ تحریری اور تصنیفی تبرا بازی ہماری غیرتِ ایمانی کا امتحان ہے۔ وقت ہم سے قربانی مانگتا ہے، میں اپنے اللہ سے عہد کرتا ہوں اُمہات المومنینؓ اور بالخصوص امی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے دوپٹے کی عظمت کیلئے مجھے اپنی جان، مال، عزت و آبرو کی قربانی دینی پڑی، دوں گا، اپنے بچے قربان کرانے پڑے کرا دوں گا، خود قربان ہونا پڑا ہو جاؤں گا، بڑی سے بڑی قربانی دینے کیلئے ہمہ وقت تیار ہوں، اب میں دیکھنا یہ چاہتا ہوں کہ آپ میں سے کون میرا ساتھ دیتا ہے''۔

مجمع میں جوش و خروش تھا، ہزاروں افراد نے ہاتھ کھڑے کر کے ساتھ دینے کا عہد کیا۔ مولانا نے فرمایا..... ''نہیں نہیں! ہاتھ کھڑے کرنے سے بات نہیں بنتی، جو میرا ساتھ دینا چاہتا ہے کھڑا ہو جائے'' ..... سارے کا سارا مجمع فلک شگاف نعرے لگاتا ہوا جونہی کھڑا ہوا اچانک منظر بدل گیا..... مین سوئچ آف ہوا اور ہر طرف اندھیرا چھا گیا۔ تقریر کے دوران چند پولیس اہلکار سول وردی میں مولانا کو گرفتار کرنے کے لئے سٹیج پر پہنچ چکے تھے، مولانا کو اس کا علم تھا، چنانچہ جونہی لوگ کھڑے ہوئے اور مین سوئچ آف ہوا، اس سے قبل کہ پولیس اہل کاروں کا ہاتھ مولانا پر پڑتا، مولانا سٹیج سے چھلانگ لگا کر مجمع میں گھس گئے۔ جبکہ مولانا رشید احمدؒ کھڑے ہو کر اختتامی دعا کروانے لگے۔ اہلکاروں نے انہیں مولانا حق نواز سمجھ کر ان کے گرد گھیرا ڈال لیا۔ مولانا حق نوازؒ مجمع میں سے اپنا راستہ بناتے اور پولیس کی دسترس سے دور ہوتے چلے گئے۔ اتنی ہی دیر میں مولانا رشید احمدؒ نے دعا مکمل کرائی، پولیس نے انہیں اپنی گرفت میں لے لیا۔ انہوں نے مزاحمتی احتجاج کرتے ہوئے اپنا تعارف کرایا تو پولیس کو بڑی خفت اُٹھانی پڑی، دوسری طرف مجمع میں جامعہ قاسم العلوم ملتان سے آئے ہوئے چند ذہین طلباء نے ایک چال

چلی، انہوں نے اپنے ایک ساتھی کو مولانا حق نواز ظاہر کرتے ہوئے اس کے گرد گھیرا ڈال لیا اور نعرہ بازی کرتے ہوئے جلوس کی صورت میں مین گیٹ کی طرف بڑھنے لگے جہاں باہر بازاروں میں ہر طرف پولیس ہی پولیس تھی۔ اب پولیس اور ان طلباء کے درمیان ہلکی پھلکی جھڑپ ہوئی جس میں پولیس نے (فرضی) مولانا حق نواز کو گرفتار کرنے میں کامیابی حاصل کر لی (طلباء کی پلاننگ کا مقصد بھی یہی تھا) اور طلباء نے پولیس کے خلاف نعرے لگانے شروع کر دیئے، لیکن پولیس چونکہ فتح کے نشے میں سرشار تھی، اس نعرہ بازی کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنے شکار کو لے کر تھانہ چلی گئی۔ لوگوں نے بھی یہی سمجھا کہ مولانا حق نواز گرفتار ہو گئے ہیں، جبکہ مولانا حق نواز سیڑھیوں پر سے چڑھتے ہوئے مدرسہ کے طلبہ کے ایک رہائشی کمرے میں داخل ہوئے۔ سردی کا موسم تھا اور مولانا کو تھوڑی دیر کے لئے ایک اچھی سی رضائی درکار تھی، اس کمرے کے رہائشی طلباء میں سب سے اچھی رضائی بندہ ہی کی تھی جس میں بندہ کا چھوٹا بھائی عطاء اللہ سو رہا تھا، مولانا نے اسے جگایا اور کہا بیٹا تم تھوڑی دیر کے لئے یہ بستر خالی کر دو، چنانچہ وہ اُٹھ گیا اور مولانا اس رضائی میں لیٹ گئے۔

میں جب اپنے کمرے کے سامنے پہنچا تو چھوٹے بھائی نے دوڑ کر مجھے بتایا کہ بھائی کوئی شخص اندر آیا ہے اور اس نے مجھے باہر نکال دیا ہے، اندر سے کنڈی لگا کر وہ ہمارے بستر میں سو رہا ہے۔ میں چونکہ پلاننگ سے بے خبر تھا، حیران ہو کر دروازہ کھٹکھٹانے لگا، اچانک ''صدر صاحب'' نمودار ہوئے اور مجھے دو چار قدم آگے لے جا کر کہا کہ پریشان نہ ہوں! ہمارا ساتھی سو رہا ہے ابھی تھوڑی دیر میں اٹھ جائے گا۔ میں خاموش ہو کر انتظار کرنے لگا۔ اچانک ایک ساتھی لکڑی کی بڑی سیڑھی لے کر نمودار ہوا، اور اس نے وہ سیڑھی ہمارے کمرے کے ساتھ لگا دی، پھر ہلکا سا دروازہ کھٹکھٹا کر بولا ''مولانا تشریف لائیں''۔ ہم نے دیکھا کہ یہ تو وہی مولانا حق نواز ہیں، جن کی تقریر ہمارے قلب وجگر میں گونج رہی ہے۔ بہر حال مولانا باہر نکلے، بڑی سرعت کے ساتھ سیڑھی کے ذریعے کمرے کی چھت پر پہنچے، پیچھے ایک دو اور ساتھی بھی ان کے ساتھ رہے، عقبی طرف کے مکان میں مولانا کو اُتارا گیا، وہاں مولانا نے کھانا کھایا اور آرام سے سو گئے۔ فجر کی اذان کے وقت مولانا وہاں سے اٹھے اور ایک ساتھی کے ساتھ موٹر سائیکل کے ذریعے شہر سے باہر نکلے، ملتان پہنچے اور وہاں سے اگلی منزل کو چل دیئے۔

ادھر شجاع آباد پولیس اسٹیشن میں پولیس کو اس وقت ذلت کا سامنا کرنا پڑا جب گرفتار کیے جانے والے طالب علم نے مولانا حق نواز ہونے سے انکار کر دیا، اور اپنا شناختی کارڈ نکال کر میز پر رکھ دیا۔ آپ تصور کر سکتے ہیں کہ ان پر کیا بیتی ہوگی!! صبح نماز فجر کے بعد پولیس بوکھلائی ہوئی ایک بار پھر شہر کی ناکہ بندی کرنے لگی جبکہ مولانا بحفاظت شہر سے نکل کر اپنی اگلی منزل کی جانب رواں دواں تھے، نیز مولانا کی اس کامیابی اور مختلف اضلاع سے اکٹھی ہونے والی پولیس کی ذلت آمیز ناکامی کی داستان بچے بچے کی زبان پر تھی۔

مولانا کی پنجاب بھر کی پولیس سے یہ آنکھ مچولی کافی دنوں سے چل رہی تھی، اور اس طرح کے دلچسپ واقعات جنم لے رہے تھے۔ چیچہ وطنی، ترنڈہ محمد پناہ، احمد پور شرقیہ، مظفر گڑھ اور ڈیرہ اسماعیل خان وغیرہ میں اس سے بھی انوکھے واقعات پیش آئے، اور یہ وہ واقعات ہیں جو بعض اہل قلم ساتھیوں کی مہربانی سے حوالۂ قرطاس ہو کر محفوظ ہو چکے ہیں، غیر محفوظ

واقعات کا علم بھی بعض دوستوں کو ہوگا، جنہوں نے یونانی حکیموں کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے ان واقعات کو اپنے سینے میں دفن کر رکھا ہے، اور شاید دنیا کی کوئی طاقت ان سے اِن رازہائے سربستہ کو اُگلوا کر زینتِ قرطاس نہیں بنا سکتی، ادھر مولانا شہیدؒ خود قلندرانہ مزاج رکھتے تھے انہوں نے از خود ایسے واقعات کو لکھنے لکھانے کی زحمت نہیں فرمائی، ورنہ یہ آپ کی داستانِ حیات کا دلچسپ ترین باب ہوتا۔

.....☆.....

جون ۱۹۸۷ء میں مولانا شہید رحمہ اللہ ضلع لیہ میں پولیس کے ایک جمِ غفیر کا گھیرا توڑ کر جلسہ گاہ میں داخل ہوئے اور یادگار خطاب فرمایا، لیکن بعد ازاں کسی مخبر کی کاوش رنگ لائی اور آپ کو گرفتار کر لیا گیا۔ آپ کے ساتھیوں نے مرکزی تنظیم سے مل کر احتجاجی تحریک شروع کی، جس کے نتیجے میں ۱۹ جون کو لیہ کے تپتے اور جھلستے ریگزاروں میں غلام پنجتن نامی شیعہ پولیس افسر نے جلوس کے شرکاء کو بھاری نفری کے ساتھ محاصرے میں لے کر ظلم وستم کا گھناؤنا باب رقم کیا اور تین افراد کو نہایت ظالمانہ طریقے سے شہید کر دیا۔

نومولود سپاہِ صحابہؓ کی تحریک میں یہ پہلا مرحلہ تھا جب کارکنوں کو اس امتحان سے گزرنا پڑا، ''غلام پنجتن'' نے ان بے بسوں اور بے کسوں کو اصحابِ رسولؐ پر تبرا بکنے کو کہا، مگر انہوں نے سینے پر گولیاں کھانے کو ترجیح دی، پھر نہایت استقامت اور پامردی کے ساتھ سرخ رو ہو کر اپنے پروردگار کے حضور پہنچ گئے۔

اک طرف ہیں سربکف فاروقؓ کے عظمت شناس
رحمتِ حق سے گریزاں یزدجردی اک طرف!
اک طرف اعدائے بداندیش کے دل میں فساد
خوف سے سرکار کے چہرے پہ زردی اک طرف!

اس واقعے سے ملک بھر میں اضطراب کی لہر دوڑ گئی۔ علماءِ کرام شیخ المشائخ حضرت اقدس خواجہ خان محمد دامت فیوضہم کی قیادت میں سر جوڑ کر بیٹھے، تحریک چلی اور بالآخر حکومت مولانا حق نواز شہیدؒ کو رہا کرنے پر مجبور ہوگئی۔ ان واقعات کی تمام تر تفصیلات تاریخ کا حصہ بن چکی ہیں۔

یہ تمام واقعات چونکہ بندہ کے شعوری دور میں وقوع پذیر ہوئے تھے اور بندہ نے خود اس احتجاجی تحریک کے جلسوں اور جلوسوں میں شرکت کی تھی لہٰذا ان کی یادیں دل ودماغ پر ثبت ہو کر رہ گئی ہیں۔ اسی دوران جبکہ مولانا حق نواز شہیدؒ قید وبند کی صعوبتیں برداشت کر رہے تھے، بندہ کو کسی کام کے سلسلہ میں ملتان جانا ہوا، کچہری کے سامنے سے گزرتے ہوئے اچانک ایک وجیہ وجمیل انسان پر نظر پڑی جو ہاتھوں میں کاغذات کا پلندہ اٹھائے پسینے سے شرابور حالت میں کچہری سے نکل رہا تھا۔ یہ مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ تھے، جو اپنے دوست اور سنی قوم کے عظیم ہیرو مولانا حق نواز جھنگوی کے مقدمات کی پیروی کے لئے جون جولائی کے کڑکتے دوپہروں میں ملتان کچہری میں خوار ہوتے پھر رہے تھے۔ وہی ملتان جس کی گرمی ضرب المثل

ہے اور جسے ملتان کے چار "تحفوں" میں سے ایک مانا گیا ہے۔ بقول حضرت امیر خسرو!

چہار چیز از تحفۂ ملتان
گرد و گرما ، گدا و گورستان

.....☆.....

شجاع آباد کے قریب قصبہ کوٹلی نجابت میں بھی مولانا کی آمد کئی حوالوں سے یادگار رہے گی۔ یہاں مولانا کا خطاب دن کے وقت بعد نمازِ ظہر طے پایا تھا، لیکن ملتان سے آگے غلط راہنمائی کے باعث مولانا راستہ بھول کر کسی اور طرف جا نکلے۔ وہ موبائل فون کا دور تو تھا نہیں کہ لحہ بہ لحہ رابطہ کی بناء پر اس نقصان سے بچا جا سکتا۔ مولانا مختلف قصبوں اور دیہاتوں میں پھرتے اور جلسے کا معلوم کرتے رہے، بالآخر لودھراں شہر کے مدرسہ سراج العلوم میں پہنچے تو وہاں سے سن گن ملی کہ جلسہ یہاں سے چالیس پچاس کلومیٹر دور فلاں جگہ پر ہے۔ مولانا شہیدؒ وہاں سے روانہ ہو کر کوٹلی نجابت پہنچے تو تقریر کا وقت گزر چکا تھا اور منتظمینِ جلسہ نے سامعین سے یہ کہہ کر کہ "مولانا ملتان سے نکلنے کے بعد ہمارے رابطے میں نہیں آ رہے، دعا فرمائیں کہ اللہ انہیں اپنی حفظ و امان میں رکھے" جلسہ ختم کرنے کا اعلان کر دیا تھا۔ ہم مایوسی کے عالم میں واپس روانہ ہو کر قصبے سے نکل چکے تھے کہ اچانک خواجہ عطاء الرحمٰن نے یہ کہہ کر چونکا دیا کہ آج کل مولانا کے پاس سرخ رنگ کی ٹویوٹا کرولا کار ہے اور وہ دیکھو وہ کار سامنے آ رہی ہے۔ چنانچہ ہم نے فوراً بس رکوائی اور نیچے اترے تو کار بھی ہمارے قریب پہنچ گئی۔ مولانا شہیدؒ فرنٹ پر جلوہ افروز تھے۔ ہم نے مصافحہ کی سعادت حاصل کی، مولانا نے احوال معلوم کئے اور ہمیں تسلی سے آنے کا کہہ کر جلسہ گاہ کی طرف چل دیئے۔ جہاں نمازِ عصر ادا کی جا رہی تھی۔ جونہی امام صاحب نے سلام پھیرا تو فضا "جیوے جیوے حق نواز" کے نعروں سے گونج اٹھی۔ لاؤڈ سپیکر پر اعلان کیا گیا کہ مولانا حق نواز جھنگوی پہنچ چکے ہیں، ابھی ان کا خطاب ہوگا۔ لوگ دوڑ دوڑ کر جلسہ گاہ کی طرف آتے دکھائی دیئے اور دیکھتے ہی دیکھتے ہزاروں کا مجمع اکٹھا ہو گیا۔ فلک شیر نے نعت پڑھی اور مولانا کا خطاب شروع ہو گیا۔ آپ نے تاخیر سے پہنچنے کی وجوہات بتائیں اور سامعین سے طویل انتظار کی زحمت اٹھانے پر معذرت طلب کرنے کے بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی منقبت و مدح سرائی اور خلافت بلافصل کے موضوع پر کچھ ایسے نکات اٹھائے کہ مجمع عش عش کر اٹھا۔ ابھی نمازِ مغرب میں تقریباً آدھا گھنٹہ باقی تھا کہ خطاب اختتام کو پہنچا، منتظمین مولانا کو ایک مکان میں لے گئے اور کھانا پیشِ خدمت کیا۔ مولانا ابھی کھانا کھا رہے تھے کہ چند قدموں کے فاصلے پر کھڑے منتظمین کی سرگوشیوں نے مولانا کی توجہ اپنی طرف مبذول کروالی۔ ایک صاحب کہہ رہے تھے کہ مولانا بڑی تکلیف اٹھا کر پہنچے ہیں انہیں معقول زادِ سفر ملنا چاہئے، دوسرے صاحب کا کہنا تھا کہ مولانا کی آمد سے مایوس ہو کر ہم فلاں مولانا صاحب کو کچھ زیادہ دے بیٹھے ہیں، اس لئے سات سو روپے سے زیادہ کی گنجائش نہیں ہو رہی..... جونہی یہ جملے مولانا کی سماعت سے ٹکرائے مولانا کے ہاتھ سے نوالہ چھوٹ گیا، فرمایا "فلک شیر، مقبول! اُٹھ جاؤ"۔ یہ کہتے ہی مولانا اٹھ کھڑے ہوئے اور بڑی تیزی کے ساتھ گاڑی کی طرف بڑھے۔ ادھر منتظمین کو بھی اپنی غلطی کا احساس ہو گیا وہ بھی پیچھے دوڑے۔ مولانا کار میں بیٹھے، مقبول ڈرائیور (مرحوم) نے

تیزی سے کار نکالنے کی کوشش کی، لیکن حواس باختہ منتظمین نے ایک ٹوٹی ہوئی دیوار پھلانگ کر آگے سے بڑھ کر گلی میں مولانا کو کار رکوانے پر مجبور کر دیا۔ اب مولانا بار بار کہہ رہے ہیں، بھائی میں پیسے لینے کے لئے نہیں آیا تھا، آپ غریب لوگ ہیں، اور آپ کے مدرسہ کے حالات بھی ٹھیک نہیں ہیں، آپ یہ رقم اپنے مدرسہ پر خرچ کریں، اب راستہ سے ہٹیں اور مجھے جانے دیں لیکن وہ بیچارے مولانا کے قدموں پر بچھے جا رہے ہیں، ''حضرت ہم سے غلطی ہوگئی ہمیں معاف کر دیں اور ہماری طرف سے یہ کرایہ قبول فرمالیں''۔ بالآخر انہوں نے بڑی منت سماجت سے وہ رقم مولانا کی جیب میں ڈال دی اور مولانا روانہ ہو گئے!

.....☆.....

شجاع آباد سے مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمہ اللہ کا بڑا گہرا تعلق تھا۔ اور اس تعلق کی وجہ قطب الاقطاب حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی رحمہ اللہ کی ذات گرامی تھی۔ مولانا حق نواز شہیدؒ اور ان کے ''یار مکتب و مزار'' مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ، دونوں نے حضرت بہلوی کے ہاتھ پر بیعت بھی کی تھی اور پھر انہی سے دورۂ تفسیر بھی پڑھا تھا۔ اگرچہ حضرت بہلوی رحمہ اللہ تو غالباً ۱۹۷۸ء میں انتقال کر گئے تھے، لیکن حضرات شہیدینؒ کے شجاع آباد سے تعلق میں کبھی کوئی فرق نہیں آیا، یہی وجہ ہے کہ شجاع آباد شہر اور مضافات میں دونوں حضرات کے بہت زیادہ اور کامیاب ترین جلسے ہوئے اور انہی میں سے ایک یادگار جلسہ جامعہ بہلویہ کا سالانہ اجتماع صوفیاء کرام منعقدہ یکم جون ۱۹۸۹ء بھی تھا، جہاں حضرت بہلویؒ کے خلفاء اور متوسلین کی بھرپور حاضری میں حضرت خواجہ عبدالحیٔ بہلوی رحمہ اللہ کے زیر صدارت مولانا کا خطاب ہوا، لیکن ٹھہریئے! مولانا شہیدؒ کے خطاب سے قبل جناب محمد یوسف مجاہد شہیدؒ (سابق مرکزی جنرل سیکرٹری سپاہ صحابہ) نے بھی یادگار تقریر کی اور دوران تقریر شیعیت کی تاریخی دسیسہ کاریاں بیان کرتے ہوئے اچانک رو پڑے اور روتے ہوئے بتایا کہ شیعیت ہمارے قائد مولانا حق نواز جھنگوی کو قتل کرنے پر تل گئی ہے، اور مولانا حق نواز بھی اپنے بیوی بچوں کے نام وصیت لکھ چکے ہیں کہ ''میرا وجود بھول جاؤ!''

مولانا حق نواز شہیدؒ خطاب کیلئے اٹھے تو جناب محمد یوسف مجاہد شہیدؒ کی بات کی تصدیق کرتے ہوئے انہوں نے واضح فرمایا کہ واقعتاً میں اپنے بچوں کے نام وصیت لکھ چکا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ بہت جلد شیعہ مجھے قتل کر دیں گے۔

مولانا حق نواز شہیدؒ کا یہاں پر خطاب نہایت ہی بصیرت افروز اور الہامی تھا۔ یہ خطاب بعد ازاں ماہنامہ خلافتِ راشدہ کے علاوہ علیحدہ کتابچے کی شکل میں مکمل شائع بھی ہوا، لیکن کیسٹ سے نقل کرنے والے صاحب نے اس پر جامعہ بہلویہ کی بجائے جامعہ علمیہ اور جامعہ علمیہ وغیرہ لکھ دیا، قارئین کی خدمت میں گزارش ہے کہ ریکارڈ درست فرمالیں۔ جامعہ علمیہ وغیرہ نام کی کوئی درسگاہ شجاع آباد میں نہیں ہے۔

.....☆.....

مولانا حق نواز شہیدؒ کے تذکرۂ جانفزا کے دوران دشمنانِ صحابہؓ کی چند واہیات مجالس کا ذکر اگرچہ مخمل میں ٹاٹ کا پیوند لگانے کے مترادف ہی ہے، لیکن ضمناً چونکہ ان واقعات کا تعلق بالواسطہ طور پر مولانا حق نواز شہیدؒ اور ان کی تحریک سے ملحق ہے لہٰذا قارئین سے معذرت کے ساتھ اس نوعیت کی چند یادیں حوالۂ قرطاس کئے دیتا ہوں۔

حضرت مولانا شہیدؒ کی دو چار تقریریں سننے کے بعد دلِ بے قرار میں یہ تجسس پیدا ہوا کہ یہ جو تکفیر شیعیت کا نعرہ گونجنے لگا ہے، اپنے طور پر یہ جائزہ لینا چاہئے کہ اس میں کتنی صداقت ہے؟ کیا واقعی فریق ثانی کے معتقدات یہی ہیں؟ صحابہ کرام کے خلاف تبرا بازی آخر کیوں کی جاتی ہے؟ اور کی بھی جاتی ہے یا نہیں!..... اسی سوچ کے پیشِ نظر ایک روز جب شہر کے امام باڑہ میں ''غم ہی غم'' نام کی سالانہ مجلس برپا تھی، میں وہاں جا دھمکا، گرمی اپنے جوبن پر تھی، دوپہر کا وقت تھا، سوز خوانوں کی سہ رکنی ٹولی سٹیج پر براجمان تھی، درمیان میں کھڑا ہوا سیاہ پوش نوجوان مصرعہ اٹھاتا، دائیں بائیں کھڑے ہوئے ہم نوا اس کی لے میں لے ملاتے اور عوام کالانعام ہائے ہو کا بے ہنگم شور برپا کرتے ہوئے ماتھا پیٹتے اور سینے پر دوہتھڑ مارنے لگ جاتے۔ میں نے یہ منظر پہلی مرتبہ دیکھا، موسم کی حدت اپنا رنگ دکھا چکی تھی باوجودیکہ پنکھے زور شور سے چل رہے تھے لیکن لوگوں کے پُرتکلف رویّے کی بناء پر پسینے کی فراوانی نے پورے ماحول میں بدبو پھیلا دی تھی۔ جس کی وجہ سے وہاں بیٹھنا دشوار ہو رہا تھا، میں نے دیوار کے ساتھ کھڑے کھڑے چند لمحے گزارنے کو ترجیح دی، لیکن لحہ بلحہ ان مجلسیوں کے پسینے کی سڑاند کی وجہ سے طبیعت کا انقباض بھی بڑھنے لگا۔

ابھی چند ہی منٹ گزرے تھے کہ اچانک سوز خوان کے گلے کی گراریاں کھڑکھڑانے لگیں تو وہ ہم نواؤں کو سُروں کے تار باندھتا چھوڑ کر اچانک پیچھے ہٹا اور بڑے زوردار طریقے سے امام باڑہ کے اندر ہی قبلہ رُخ پر بلغم تھوک کر دوبارہ سٹیج پر آ براجا، اس مکروہ منظر سے مجھے متلی سی ہونے لگی اور مزید وہاں کھڑے رہنا ممکن نہ رہا تو میں ابکائیاں لیتا ہوا وہاں سے چل دیا۔ تاہم شیعوں کے عقائد و نظریات انہی کے قول و عمل سے دیکھنے کا تجسس جوں کا توں موجود رہا۔ اس تجسس کا ایک سبب میرا دوست ''سلمان عبدہ'' بھی تھا، جس کا گھر شیعوں کے محلے میں تھا۔ مولانا حق نواز جھنگویؒ کے متعلق اس کی گفتگو ناقدانہ اور شیعوں کے بارے میں ہمدردانہ ہوتی تھی۔

چند ماہ بعد رمضان المبارک کی اکیسویں شب کے موقع پر عثمانیہ مسجد میں خطیب لاثانی مولانا عبدالغفور حقانی کے نمازِ تراویح میں ختمِ قرآن کا پروگرام معلوم ہوا۔ میں نے اپنے ایک طالب علم ساتھی کے ہمراہ حقانی صاحب کی اقتداء میں نمازِ تراویح ادا کی اور ان کے بیانِ عالیشان سے لطف اندوز ہوا۔ واپسی پر جب ہم بابِ علی المرتضیٰؓ کے باہر چھوٹے امام باڑہ کے قریب سے گزر رہے تھے اچانک لوگوں کو بھاگ بھاگ کر قریبی چوک میں اکٹھے ہوتے دیکھا جہاں جلد ہی ''ایلی ایلی'' کی گونج میں ماتم کا آغاز ہو گیا۔ ساتھ ہی نوحہ خوان کی مترنم آواز گونجی:

؎ حق چھین لیا گھر لوٹ لیا..... یثرب کے رہنے والوں نے

اس قصیدے پر ماتمیوں نے بھی سنگت کی اور اپنی خوب گت بنائی، میں اور میرا ساتھی قریب ہی تھلے پر بیٹھ کر یہ ''پریڈ'' دیکھنے کے علاوہ اپنے ایک شناسا شیعہ ''زیدی'' کے اندازِ ماتم پر سر دھنتے اور سرگوشیاں کرتے رہے جو خوب جوش و خروش سے ہاتھ اُٹھاتا تھا لیکن جب وہ ہاتھ سینے کے قریب آتا تو ڈھیلا پڑ جاتا اور صرف سینے کو چھو لینے پر ہی اکتفا کرتا۔ اس کی اس جھوم بازی اور ہیئت کذائی پر ہمیں ہنسی آ رہی تھی۔

''حق چھین لیا گھر لوٹ لیا''..... یہ مصرعہ اس وقت تو سمجھ نہ آ سکا لیکن دماغ میں بہر حال اٹک ہی گیا۔ بعد میں جب مطالعہ کا ذوق بیدار ہوا تو اس مصرعہ کی حقیقت سمجھ آئی اور حیرت ہوئی کہ عوام میں اپنی مظلومیت کا ڈھنڈورہ پیٹنے والی یہ سیاہ پوش مخلوق کس قدر مکر و فریب کی رسیا ہے، کہ ماتم کا آغاز ہی تبرا بازی سے کیا گیا۔ ''یثرب'' کے ''رہنے والوں نے'' ''کس'' کا ''حق چھینا''، ''کس'' کا ''گھر لوٹا'' اور آخر کیوں!..... یہ کہانیاں اپنے اندر کیا حقیقت رکھتی ہیں، کن لوگوں نے کن مقاصد کے حصول کے لئے اِن کہانیوں کو وضع کیا اور تاریخ اسلام میں ان کہانیوں نے جو زہر گھولا، یہ سب کچھ بہت بعد میں جا کر معلوم ہوا۔ یہ حقیقت ہے کہ مولانا حق نواز شہیدؒ نے اپنے عوامی خطابات کے ذریعے ان کہانیوں کا پول کھول کر نہایت احسن انداز سے ان کا رَد کر کے عوام کو شعور بخشا اور ان کے عقائد و ایمان کی حفاظت کا فریضہ ادا کیا۔

.....☆.....

شجاع آباد شہر سے جنوب مغرب کی طرف تقریباً ۴ کلومیٹر کے فاصلے پر ''ٹبی درکھاناں والی'' نامی بستی اس حوالے سے بہت مشہور ہے کہ کم و بیش پچاس ساٹھ سالوں سے وہاں عاشورۂ محرم کے موقع پر اہل سنت کا عظیم الشان جلسہ منعقد ہوتا چلا آ رہا ہے۔ شنید ہے کہ خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ نے اس جلسہ کی بنیاد رکھی تھی، اور ساتھ ہی مولانا عبدالشکور دین پوریؒ، حضرت مولانا محمد لقمان علی پوریؒ اور چند دیگر خطباء سے یہ حلف لیا تھا کہ وہ زندگی بھر کیلئے دس محرم کی تاریخ اس جلسے کیلئے وقف رکھیں گے۔ چنانچہ اس بات کی اتنی شہرت تھی کہ منتظمین جلسہ کو کبھی اشتہار وغیرہ چھپوانے کی ضرورت نہیں پڑی، ہر خاص و عام کو یقین ہوتا تھا کہ جلسہ ضرور ہوگا اور دین پوری و علی پوری (رحمہما اللہ) کی تقاریر بھی ضرور ہوں گی۔ ہر سال دس محرم کو دور دراز کے دیہاتوں سے لوگوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ جلسہ میں شرکت کے لئے چلے آتے تھے۔ اور جو تقاریر ہوتی تھیں سبحان اللہ! ان کے اثرات دیہاتی عوام کے دلوں پر نقشِ حجر ہیں۔ میں بچپن سے ہی اس جلسے میں شریک ہوتا رہا ہوں۔ قریب ہی تقریباً ایک کلومیٹر کے فاصلے پر شیعوں کے چند گھرانے آباد ہیں جو ''مراسمِ عزاداری'' پابندی سے نبھاتے چلے آ رہے ہیں۔ ایک مرتبہ جب ہم جلسے میں گئے ہوئے تھے، حافظ اعجاز نامی میرے دوست نے مجھے ''متام'' دیکھنے کے لئے آمادہ کر لیا اور ہم دونوں وہاں پہنچ گئے۔ برگد کے ایک درخت کے سائے میں رنگ برنگے کاغذوں سے سجی ہوئی ایک گنبد نما عمارت رکھی ہوئی تھی، اور اس کے چاروں طرف ماتمیوں نے گھیرا ڈالا ہوا تھا۔ یہ کم و بیش بیس پچیس افراد تھے جن میں سے دو وہ بھی تھے جو جمعرات کے جمعرات خیرات مانگنے کیلئے ہماری بستی کے کتے بھونکواتے دکھائی دیتے تھے، ان لوگوں نے قمیصیں اتاری ہوئی تھیں اور سب لوگ سفید مگر خون آلود شلواروں میں ملبوس تھے۔ یہ شہدے غریب، بھِک منگے، مفلس اور قلاش لوگ شہداءِ کرب و بلاء کے حضور اپنے ناپاک خون کی چند بوندوں کا نذرانہ پیش کرنے پر مصر تھے، نیز یہ بیچارے زنجیروں اور سنگلیوں کا انتظام بھی نہیں کر سکے تھے اور سبزی کاٹنے والی ایک چھری سے باری باری اپنے وجودِ بے بہبود پر مشقِ ستم فرما رہے تھے۔ ایک ٹھس قسم کا بوڑھا جس کے چہرے کی جھریاں نحوست کی ندیاں دکھائی دیتی تھیں، اور چندیا پر لمبے بالوں کی ایک لِٹ نے خون سے بھیگنے کے بعد اس کے چہرے کی ہیبت ناکی میں مزید اضافہ کر دیا تھا، ان کی قیادت کرتا دکھائی دیتا تھا، اس ''کھڑ پینچ'' کو

جونہی کوئی نوجوان آنکھ مارتا وہ چھری لے کر اس کے پاس پہنچ جاتا، چھری اس کے سر پر رکھتا، اینٹ کا روڑا اُٹھاتا اور چھری پر دو تین دفعہ ٹھونکتا، ماتمی کے سر سے خون اُبلتا اور اس کے چہرے پر دو چار لکیریں بناتا ہوا نیچے تک بہتا چلا جاتا، تب بوڑھا اسے ہلا شیری دیتا ہوا کسی دوسرے آنکھ مارنے والے کی طرف رُخ کر لیتا..... ادھر مضروب کو دونوں ہاتھوں سے اپنا ماتھا اور منہ پیٹنے کے سوا چارہ نہ ہوتا، اور جب وہ بہتے خون کو دیکھ کر ہیجانی کیفیت میں منہ سر پیٹتا تو فضاء میں ''یُوں سے یُوں سے'' کی صدا گونجنے لگتی تھی، لیکن قریب ہی ایک سریلی اور رسیلی صدا گونج رہی تھی جو ان سب صداؤں پر بھاری تھی اور ساتھ ہی اس قدر ذو معنی کہ میں آج تک اس کا صحیح مفہوم تو نہیں سمجھ سکا لیکن جب کبھی جلوت یا خلوت میں وہ منظر مجھے یاد آیا ہے تو میں نے خود بھی قسط وار تین قہقہے لگائے ہیں اور میرے ہم نشین بھی بارہا اس پر لوٹ پوٹ ہوئے ہیں۔ وہ صدا ایک نوجوان نوحہ خوان کی تھی جو بظاہر تو ان ماتمیوں کا ہمراہی تھا لیکن اُس نے اپنا ''ٹوٹھا'' جس طرف پھیر رکھا تھا وہاں چند قدم کے فاصلے پر عورتیں ماتم کر رہی تھیں، اور یہ اپنی بلند بانگ آواز میں بڑے ترنم کے ساتھ الاپ رہا تھا:

ساڈھے ترے گھنٹیاں وچ..... میری مک گئی جوانی اے!

اووو!..... ساڈھے ترے گھنٹیاں وچ.....!

ان دنوں جبکہ عمر کے حساب سے میں ابھی جوانی کے حدود کو چھونے اور اس کے مفہوم کو سمجھنے کی کوششیں ہی کر رہا تھا، سوچ میں پڑ گیا کہ ساڑھے تین گھنٹوں کی قلیل اور حقیر مدت میں جوانی کے مک جانے کا کیا مطلب ہو سکتا ہے..... یہ ''جوانی'' اگر کوئی اتنی ہی ناپائیدار چیز ہے تو اس سے توبہ ہی بھلی! میں انہی سوچوں میں غلطاں و پیچاں تھا کہ اعجاز کو ماتمیوں کی حالت دیکھ کر اُبکائیاں آنے لگیں، کیفیت میری اپنی بھی یہی ہو رہی تھی لہٰذا ہم نے وہاں سے نکلنے کا فیصلہ کیا اور جلسہ گاہ کی طرف پلٹے، جہاں مولانا عبدالشکور دین پوری رحمۃ اللہ علیہ اپنی خطابت کے جواہر بکھیر رہے تھے۔ جاننے والے جانتے ہیں کہ اس باغ و بہار خطیب کی زبان سے پھول جھڑتے تھے، وہ ہزاروں کے مجمع کو چند ہی لمحوں میں ہنسانے اور اچانک رُلا دینے کا فن جانتے تھے اور ان کی نرم دم گفتگو سامعین کے دلوں میں گھر کر لیتی تھی، اللہ ان کی قبر پر رحمتوں کی برسات کرے، دن رات کرے!! آمین

انہوں نے نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی منقبت بیان کی۔ سانحۂ کربلا کا سارا پسِ منظر بتایا، کوفے کے شیعوں کا مکر و فریب واضح کیا اور ان کے خطوط کی داستان چھیڑی جو انہوں نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو لکھے تھے، یہ ساری تفصیلات بتانے کے بعد انہوں نے بسط و تفصیل کے ساتھ واضح کیا کہ سنی اور شیعہ کا اختلاف فروعی اختلاف قطعاً نہیں ہے بلکہ شیعیت اسلام کے متوازی ایک علیحدہ مذہب ہے جس کی بنیاد اسلام کی بنیادیں ڈھانے کے لئے رکھی گئی.....

انہوں نے فرمایا کہ سنی اور شیعہ بھائی بھائی کس طرح ہو سکتے ہیں جبکہ شیعوں کا کلمہ، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ سمیت تمام ارکانِ دین میں ہم سے اختلاف ہے، حتیٰ کہ ہم خود کو مسلمان کہلواتے ہیں تو وہ خود کو مومن کہتے ہیں، ہم مسجد بناتے ہیں وہ امام باڑہ بناتے ہیں۔ ہم دن میں پانچ نمازیں پڑھتے ہیں وہ تین کے قائل ہیں، ہم حج کرتے ہیں وہ ''زواری'' کرتے ہیں،

CamScanner

ہم زکوٰۃ ادا کرتے ہیں وہ خمس کے قائل ہیں۔ ہم مصیبت میں صبر پر اجر کی اُمید رکھتے ہیں وہ صدیوں سے ماتم کرتے چلے آ رہے ہیں۔ ہم شہادت کو نعمت سمجھتے ہیں وہ مصیبت قرار دیتے ہیں۔ ہم ''واہ حسین'' کہتے ہیں، وہ ''ہائے حسین'' کہتے ہیں، ہمارے نعت خواں ہوتے ہیں ان کے نوحہ خواں ہوتے ہیں، ہمارے ہاں قرآن کی تلاوت ہوتی ہے ان کے ہاں مرثیہ خوانی اور سوز خوانی ہوتی ہے، ہمارا جلسہ ہوتا ہے ان کی مجلس ہوتی ہے..... الغرض مذہبی و معاشرتی اصطلاحات تک میں انہوں نے ازخود ہم سے علیحدگی اختیار کر رکھی ہے تو آج شیرِ جھنگ مولانا حق نواز جھنگوی کی یلغار سے لرزہ براندام ہو کر انہیں شیعہ سنی بھائی بھائی کا نعرہ کیوں یاد آ گیا ہے؟..... حق نواز حق کی آواز ہے، دین کا شہباز ہے، بلند پرواز ہے، سرفراز ہے، نام کے حق نواز تو بہت ہیں، کام کا حق نواز صرف ایک ہے۔ اللہ اس کو زندہ و تابندہ رکھے، اس کے دشمن کو شرمندہ رکھے.....''

مولانا عبدالشکور دین پوری رحمہ اللہ کی زبان سے مولانا حق نواز کی عظمت کے اعتراف نے بندہ کی نظروں میں مولانا کے قد کو اور بلند کر دیا۔

اقل جبال الارض طورٌ وانہٗ
لاعظم عند اللّٰہ قدرًا ومنزلًا

.....☆.....

بات ہو رہی تھی شیعی عقائد و افکار کو انہی کے قول و عمل سے سمجھنے کی! اس سلسلے میں اپنے تجسس کی سیرابی کے لئے میں نے جو بھی قدم اٹھایا، اس کا نتیجہ شیعیت کے ظاہری رویوں اور ''کراتیت'' کی بناء پر بھی مسلسل کراہت آمیز ہی نکلا! اور میری یہ سوچ پختہ ہونے لگی کہ مذہب تو تہذیب سکھاتا ہے، یہ کیسا مذہب ہے جو دشنام طرازی، یاوہ گوئی، ماتم و سینہ کوبی اور ہائے وائے کی مکروہ بنیادوں پر کھڑا ہے.....! اچانک اِس دوران ایک واقعہ پیش آ گیا۔

میں حفظِ قرآن کی تکمیل کے بعد سکول میں داخل ہوا، اور ساتویں میں پڑھتا تھا کہ مولانا حق نواز شہیدؒ نے پہلی بار ۲۲ رجمادی الثانی کو یومِ صدیق اکبرؓ منانے کا اعلان کر دیا، اور اس سلسلے میں ملتان کے قلعہ کہنہ قاسم باغ پر صدیق اکبرؓ کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ نیز ضلع بھر کے مختلف مقامات پر بھی کانفرنسیں منعقد ہوئیں۔ مولانا حق نواز شہیدؒ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عظمت و اہمیت کچھ ایسی وارفتگی کے انداز میں مگر مدلل طور پر بیان کی کہ بس لطف ہی آ گیا اور ہم یومِ صدیق اکبرؓ منانے کی تیاریوں میں لگ گئے، سکول میں اپنے ہم جماعت دوستوں میں مہم چلائی، کلاس کے مانیٹر کو جو کہ متعصب بریلوی تھا بہلا پھسلا کر اپنا ہم نوا بنایا، اور دیگر دس پندرہ لڑکوں کو بھی ساتھ ملا لیا۔ میٹنگ میں طے ہوا کہ ۲۲ رجمادی الثانی کے روز ہم سکول آنے کی بجائے سپاہِ صحابہ کے دفتر میں اکٹھے ہوں گے اور جلوس کے پروگرام میں شرکت کریں گے۔ سکول میں ہم سب کی طرف سے چھٹی کی درخواستیں پہنچیں گی، جن میں مولانا شہیدؒ کی ہدایت کے مطابق واضح طور پر لکھا ہوگا کہ ''آج یومِ صدیق اکبرؓ ہے، جس کی بناء پر ہم سکول میں حاضر ہونے سے قاصر ہیں''۔ چنانچہ یہی ہوا، پروگرام تو ہم نے بخیر و خوبی نمٹایا، لیکن اگلے روز جب ہم سکول پہنچے تو فضا بدلی ہوئی پائی۔ لڑکے حیرت سے ہمیں دیکھ رہے تھے، اسمبلی کے بعد جب ہم کلاس میں پہنچے تو لڑکوں نے

عجیب وغریب تبصروں کے ساتھ ہمیں انجام کے لئے تیار رہنے کو کہا، اور پھر انجام سے دوچار ہونے کا لمحہ بھی آن پہنچا۔ کلاس کے انچارج ماسٹر عبدالکریم تشریف لائے تو ''عبدالکریم'' کی بجائے ''عبدالقہار'' لگ رہے تھے..... ان کا چہرہ غصے میں دہکتا معلوم ہوا، انہوں نے حاضری لی، اور یوم صدیق اکبرؓ کی چھٹی منانے والوں کو کھڑا ہونے کا حکم دیا، ہم کھڑے ہو گئے تو سب سے پہلے مجھے ہاتھ سیدھے کرنے کا حکم ملا، جس کی تعمیل ہوئی، استاد صاحب نے نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبا کر بید کے ذریعے زور بازو آزمانا شروع کر دیا، شدید سردی کا موسم تھا، وجود پہلے ہی ٹھٹھر رہا تھا، پندرہ بیس بید جب ہاتھوں پر برس چکے تو ہاتھوں پر بے حسی چھا گئی،..... پھر نہیں معلوم کہ کیا ہوا۔

بعد کا پتہ دو مجھ کو اے مری مدہوشیو!
لن ترانی کی صدا تک تو مجھ کو ہوش تھا

غالباً اتنے ہی بید مجھے دونوں ہاتھوں پر اور جھیلنے پڑے، میں بت بنا کھڑا رہا اور استاد صاحب نے تھک جانے کے بعد جب مجھے بیٹھنے کا حکم دیا تو کافی دیر تک یوں لگا کہ میرے ہاتھوں کا میرے وجود سے کوئی تعلق نہیں ہے!..... میرے بعد مانیٹر اور دوسرے مجرمین کا نمبر لگا لیکن انہیں بس دو چار تک ہی کا مستحق گردانا گیا۔ اصل سرغنہ میں تھا اس لئے میرا استحقاق بھی زیادہ تھا، اور یہ سب کچھ تو ابتدائیہ تھا، تکمیلی مرحلہ تفریحی وقفے کے بعد ریاضی کے پیریڈ میں شروع ہوا، تب تک پہلے مرحلے کو تین چار گھنٹے بھی گزر گئے تھے اور گویا میرے ہاتھ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے جرم محبت کی سزا پانے کے لئے از سر نو تیار تھے۔ ریاضی کے ٹیچر صاحب صرف جو بریلوی ہی نہیں ''ابرل'' تھے، تشریف لائے اور مجھے دیکھتے ہی کہا ''حافظ! میں تو تمہارا احترام کرتا تھا لیکن تم کچھ اور چیز نکلے، میں یہاں سکول میں فرقہ وارانہ سرگرمیاں اور تمہاری لیڈر شپ گوارہ نہیں کر سکتا''۔ یہ فرماتے ہی انہوں نے پھر سے میری تواضع شروع کر دی..... اور ''حصہ بقدر غصہ'' انہوں نے بھی حق ادا کر دیا۔

یوم صدیق اکبرؓ کے حوالے سے یہ سب کچھ ہوا تھا، چنانچہ بات لڑکوں کی زبان سے نکلی اور پھیلتی چلی گئی۔ سکول سے باہر کی واضح آبادی شیعہ تھی۔ گلزاری شاہ نامی ایک شیعہ لڑکا ہٹ بازی پر اتر آیا، وہ مجھے دیکھ کر کسی اور کو مخاطب بناتا اور اسے بتاتا کہ آج کل حق نواز نامی ایک فسادی مولوی بڑی زوردار تقریریں کر رہا ہے، اس کی کوالٹی یہ ہے کہ جہاں فساد نہ ہوتا ہو بس اس کی تقریر کروا دی جائے.....! میں نے ایک روز اسے کہا گلزاری تمہارا طرز عمل ٹھیک نہیں ہے، میں نے تمہاری فلاں فلاں مجلسیں اٹنڈ کی ہیں لیکن تمہارے ذاکروں اور مذہبی راہنماؤں کے پاس مولانا حق نواز کی کسی بات کا کوئی جواب نہیں! نیز یہ کہ تمہاری مجلسوں میں میں نے یہ کچھ دیکھا ہے..... وغیرہ

گلزاری کہنے لگا حافظ تم تو ہمارے ذاکروں کی بات کرتے ہو، مولوی حق نواز کے الزامات کا جواب تو ہماری فلاں ''اماں'' بھی دے سکتی ہے۔ یہ کہتے ہی اُس نے کچھ فاصلے پر جاتی ہوئی ایک عورت کو آواز دے کر پکارا، وہ فوراً چلی آئی۔ یہ ایک بدوضع قسم کی عورت تھی جس نے آتے آتے سگریٹ بھی سلگا لی، اور کش لینے شروع کر دیئے! جب وہ قریب آئی، تو گلزاری نے اسے کچھ میرا تعارف بمع ''یوم صدیق اکبرؓ کے حوالے سے میری مظلومیت'' بیان کیا، اور ساتھ ہی مولانا حق نوازؒ کے بارے میں کچھ نازیبا الفاظ کہے۔ عورت کہنے لگی دیکھو حافظ! تمہارا مولوی واقعی فسادی آدمی ہے اور وہ ہمارے بارے میں

جو کچھ بھی کہتا ہے سب جھوٹ ہے۔ ہم ایسے ویسے نہیں ہیں۔ ہم صحابہ کرام کا احترام کرتے ہیں البتہ ہم معاویہ کو نہیں مانتے، کیونکہ وہ اور اس کا سارا خاندان نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن تھا (معاذ اللہ)! اس دوران کوئی دس پندرہ لڑکے بھی اکٹھے ہو گئے اور دلچسپی سے ہمارا مباحثہ سننے لگے تھے، مجھے قدرے پریشانی تھی کہ عورت ذات سے کیا گفتگو کی جا سکتی ہے! اُس نے سگریٹ کا کش لیا اور دھواں فضا میں چھوڑتی ہوئی بڑی بے تکلفی اور بے حیائی سے بولی: ''تمہارے اس معاویہ کے..... (عفوِ خاص) پر بچھو نے ڈنک مارا تھا، جس کی وجہ سے وہ سارا زہر سے بھر گیا، معاویہ درد کی شدت سے نڈھال ہو کر نبی پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس پہنچا اور اپنا دکھڑا بیان کیا، نبی پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ تمہارا علاج یہ ہے کہ تم شادی کر لو، ٹھیک ہو جاؤ گے..... لیکن اس شادی کے نتیجے میں تمہارا ایک بیٹا ہو گا جو میری آل کا دشمن ہو گا۔ معاویہ نے کہا کہ حضور اگر ایسا ہے تو پھر میں شادی نہیں کروں گا۔ حضور نے فرمایا نہیں، معاویہ تم ضرور شادی کرو! ..... ابھی اس نے یہاں تک ہی بیان کیا تھا کہ میں بول اٹھا، میں نے کہا کہ اس واقعہ سے معاویہ رضی اللہ عنہ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی نہیں، محبت ثابت ہوتی ہے، اگر معاویہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہوتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تجویز سن کر پریشان کیوں ہوتے! انہیں تو خوش ہونا چاہئے تھا۔ نیز یہ کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مان کر شادی کی، اس سے دشمنی ثابت نہیں ہوتی بلکہ فرمانبرداری ثابت ہوتی ہے! عورت کو شاید مجھ سے ایسی گفتگو کی اُمید نہیں تھی، وہ پریشان ہو کر آئیں بائیں شائیں کرنے لگی، میں شیر ہو گیا، لڑکے میری تحسین و تائید کرنے لگے، میں نے یہ سوال کیا یہ واقعہ ہے کون سی کتاب میں؟..... وہ لاجواب ہو گئی۔ پھر کہنے لگی تمہاری ہی کتابوں میں لکھا ہوا ہے، ان کتابوں کا نام اور حوالہ اپنے مولوی جھنگوی سے پوچھ لینا! میں نے کہا مجھے واقعہ تم نے بیان کیا ہے اور حوالہ میں مولانا جھنگوی سے پوچھوں، عجیب بات ہے! ''کھسیانی بلی کھمبا نوچے'' کے مصداق عورت یہ سن کر فحش کلامی پر اُتر آئی، اس نے جان چھڑانے کے لئے مجھے ایک گالی بکی، اور ایک فحش اشارہ کیا! اس غیر متوقع صورتِ حال پر لڑکوں نے بے اختیار قہقہے لگائے اور ہنسی سے لوٹ پوٹ ہونے لگے، میں شرمسار ہو کر چل دیا۔ مجھے اُمید نہیں تھی کہ ''گلزاری کی اماں'' اس قدر بے تکلفی برتے گی!۔

اس بات کو بیس برس سے زیادہ بیت گئے، میں نے اس دوران اپنی بساط کے مطابق حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر لکھی گئی مخالف اور موافق عربی، فارسی اور اردو سینکڑوں کتابیں چھان ماریں، متعدد علماءِ کرام سے بھی پوچھا لیکن مجھے ''گلزاری کی اماں'' کی اس نادر تحقیق کا سراغ نہ ملا، البتہ آج ۱۲/۰۳/۰۹ سے تقریباً ڈیڑھ ماہ قبل میں نے امامِ اہل سنت، بحر العلوم علامہ علی شیر حیدری دامت فیوضہم سے فون پر رابطہ کر کے اس روایت کے بارے میں پوچھا تو علامہ فرمانے لگے، ہاں یار یہ روایت موجود ہے، غالباً میں نے بھی پندرہ سولہ برس پہلے کہیں پڑھی تھی، دریافت کیا کس کتاب میں؟ فرمایا ''جنگ نامہ'' میں! دریافت کیا مصنف کا نام؟ فرمایا نور نامہ، جنگ نامہ وغیرہ نام کی کتابیں مصنف کے نام سے بے نیاز ہوتی ہیں، ان کا کوئی مصنف کسی کو معلوم نہیں ہوتا۔ یہ خاص مقصد کے تحت لکھ کر جاہل عوام میں پھیلائی جاتی ہیں.....!

بہر حال یہ وہ حالات و واقعات تھے جنہوں نے مجھے شیعوں کے بارے میں کسی بھی غلط فہمی یا خوش فہمی سے نکال کر یکسو کر دیا اور میں مولانا حق نواز شہید رحمہ اللہ کے تقریری دلائل کو اپنے ان مشاہدات کے تناظر میں دیکھنے لگا۔

CamScanner

.....☆.....

انہی دنوں مولانا حق نواز شہیدؒ غالباً ملتان جیل سے رہا ہوئے اور چند ہی روز بعد معلوم ہوا کہ مولانا جامعہ باب العلوم کے سالانہ جلسہ میں خطاب کے لئے کہروڑ پکا تشریف لا رہے ہیں، چنانچہ میں نے اعجاز کو ساتھ لیا اور کہروڑ پکا جا پہنچا۔ مجھے اب بھی وہ منظر یاد ہے جب مولانا باب العلوم کی جلسہ گاہ میں داخل ہوئے تو جہادی لیڈر مولانا فضل الرحمٰن خلیل خطاب کر رہے تھے۔ اسٹیج پر خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف کے تاجدار حضرت خواجۂ خواجگان مولانا خان محمد صاحب (امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت) کے علاوہ شیخ الحدیث مولانا عبدالمجید دامت فیوضہم اور دیگر علماء کرام بھی جلوہ افروز تھے۔ اچانک فضاء مولانا حق نواز شہیدؒ کے استقبالی نعروں سے گونج اٹھی، میں نے مولانا کو سینکڑوں کارکنوں کے جلو میں نہایت تیزی کے ساتھ اسٹیج کی طرف بڑھتے دیکھا..... مولانا کی ایک خاصیت یہ تھی کہ قدرے چھوٹے قد کے باوجود جب وہ چلتے تو اس قدر تیزی کے ساتھ کہ دیگر ہمراہیوں کو ان کے ساتھ رہنے کے لئے تقریباً دوڑنا پڑتا تھا..... ابھی وہ استقبالیہ دروازے سے پنڈال میں داخل ہوئے ہی تھے کہ میں نے انہیں سٹیج کے قریب پایا، مجمع میں تو گویا ایک آگ سی لگ گئی تھی اور نعروں کے شور سے کان پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی، تاہم جب آپ سٹیج کے قریب پہنچے تو تمام علماء کرام استقبال کے لئے کھڑے ہو گئے..... میں دانستہ غلط بیانی کے ارتکاب سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں..... مجھے خوب یاد ہے کہ حضرت اقدس خواجۂ خواجگان بھی استقبال کے لئے کھڑے ہونے لگے تھے کہ ماحول کی ہنگامہ خیزی یا غالباً کسی تار وغیرہ سے الجھ جانے کی بناء پر ناگہانی طور پر گرتے دکھائی دیئے لیکن مولانا حق نواز شہیدؒ نہایت تیزی کے ساتھ آگے بڑھے اور حضرت کو غیر محسوس طریقے سے تھام لیا اور ان سے لپٹ گئے، جبکہ حضرت خواجہ صاحب نے وارفتگی کے عالم میں مولانا حق نواز شہید رحمۃ اللہ علیہ کی پیشانی پر بوسہ ثبت کیا۔

؎ اللہ اللہ یہ سعادت! لوٹنے کی جائے ہے!

مولانا حق نواز شہیدؒ نے باب العلوم کے سٹیج سے بڑی شاندار اور جاندار تقریر کی، اکابر علماء کرام کی موجودگی میں اپنا ''دردِ دل'' کھول کر بیان کیا اور ساتھ ہی اس عزم کا اظہار بھی کہ ''ناموسِ صحابہؓ اور سنی حقوق کی جدوجہد میری جان کا تقاضہ کرے گی تو مالکِ عرشِ عظیم کی قسم میں اپنی یہ جان لٹا دوں گا''۔

خطاب کے بعد مولانا لاہور روانہ ہو گئے جہاں اسی روز جامعہ اشرفیہ لاہور کے شیخ الحدیث مولانا محمد مالک کاندھلوی رحمہ اللہ انتقال کر گئے تھے اور آپ نے ان کے جنازہ میں شرکت کرنی تھی۔

.....☆.....

میں نے مولانا حق نواز شہید رحمہ اللہ کو اور بھی متعدد مقامات پر دیکھا اور سنا، جن کا تذکرہ شاید ضروری نہ ہو۔ لیکن مولانا کی جو تقریر میرے قلب وجگر پر آج بھی چھائی ہوئی ہے اور جس کی گونج آج بھی مجھے دل کے کانوں سے سنائی دیتی ہے وہ اوکاڑہ اور پشاور کی یادگار تقریروں سے بھی بڑھ کر متاثر اور مسحور کن تقریر، وہ ہے جو مولانا نے اپنی شہادت سے چند ماہ قبل ''دائرہ دین پناہ'' (ضلع مظفر گڑھ) میں کی تھی۔ یہ تقریر میں نے بالمشافہ نہیں بلکہ مولانا کی شہادت کے بعد کیسٹ کے ذریعہ سنی تھی، اس تقریر نے مجھے بہت رُلایا اور تڑپایا، میرا جی چاہتا ہے کہ اس تقریر کے ایک اقتباس کے ذریعے اپنے قارئین کو مولانا

کی وجدانی کیفیت اور درد جگر کی ایک جھلک دکھلاؤں..... فرمایا!

''شیعہ میری جان لینے کے درپے ہے، یا کم از کم شیعہ یہ سمجھتا ہے کہ ہم ایسی فضا پیدا کریں گے کہ ہوسکتا ہے حق نواز ڈر کے موقف چھوڑ جائے، لیکن میں آج..... اس ہزاروں کے اجتماع میں اعلان کرتا ہوں کہ ''میرے موقف میں شدت تو مزید آسکتی ہے، نرمی نہیں آسکتی ان شاء اللہ''..... ! میں زندگی اور موت دونوں برابر کر چکا ہوں، زندہ رہنا ہے تو جب تک رب کی مرضی ہے رہنا ہے، وہ بہتر سمجھے گا مجھے زندہ رکھے گا، دنیا کی کوئی قوت نہیں مٹا سکتی ہے اور وہ نہیں چاہے گا میرا زندہ رکھنا بہتر..... تو ختم کردے گا..... دنیا کی کوئی قوت نہیں بچا سکتی۔ لیکن میں قیامت کے دن صدیقؓ کے سامنے..... قیامت کے دن عمرؓ کے سامنے..... قیامت کے دن عثمانؓ کے سامنے..... قیامت کے دن علیؓ کے سامنے..... قیامت کے دن اپنی امیؓ کے سامنے..... قیامت کے دن مومنوں کی امی کے سامنے..... قیامت کے دن روضۂ نبوی کی مالکہ کے سامنے..... قیامت کے دن اس روضے کی مالکہ کے سامنے جو جنت ہے..... یوں کہہ لیجئے قیامت کے دن جنت کی مالکہ کے سامنے! جسے سیّدہ کہتے ہیں، جسے طیبہ کہتے ہیں، جسے عائشہ الصدیقہؓ کہتے ہیں..... اس کے سامنے سُرخرو ہو کر جانا چاہتا ہوں، امی! جو میرے بس میں تھا، میں نے تیرے دشمن کے کفر کو چوکوں پہ بیان کیا، جان ہتھیلی پر رکھ کے، بیڑیاں پہن کے بیان کیا۔ ہتھکڑی پہن کے بیان کیا، مار کھا کے بیان کیا، اپنے اور بیگانے کے طعنے سہہ کے بیان کیا، حکومت کے ظلم سہہ کے بیان کیا، تشدد، بربریت سے گزر کے بیان کیا، بچے ویران کر کے بیان کیا، جیلیں کاٹ کے بیان کیا۔ امی! میرے دامن میں اور کچھ نہیں ہے، تیرے دوپٹے کے لئے، تیری عفت کے لئے، تقدس کے لئے، شرافت کے لئے میں نے دشمن کی آنکھ میں آنکھ ڈالی تھی، اگر میرا دل صاف تھا اور ہے، تو جنت بھیج دیجئے..... بدنیت تھا تو جہنم بھیج دیجئے!!

ایک بات اور کہتا ہوں، سنیو! اگر کسی اور کے جذبات ہیں تو کیا تم پتھر دل رکھتے ہو؟..... سنیو! اگر کسی اور کے جذبات ہیں تو کیا تم پتھر کی مورتیاں ہو؟..... سنیو! اگر کسی اور کے جذبات ہیں تو کیا تم بت ہو؟..... سنیو! کسی اور کے جذبات ہیں تو کیا تم روڑہ ہو..... تم اینٹ ہو؟..... تم جذبات نہیں رکھتے ہو؟..... تم دل نہیں رکھتے ہو؟..... اگر تم بھی دل رکھتے ہو، تو میں پوچھتا ہوں کہ دن میں پانچ مرتبہ تمہارے قصبات میں، دن میں پانچ مرتبہ تمہارے شہروں میں، دن میں پانچ مرتبہ تمہارے ضلعوں میں، دن میں پانچ مرتبہ تمہارے ملک میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے ایمان لانے والے کو غاصب کہا جاتا ہے، پیغمبر پر سب سے پہلے کلمہ پڑھنے والے کو غاصب کہا جاتا ہے، پیغمبرؐ کے سب سے پہلے جانشین کو غاصب کہا جاتا ہے، رسولؐ کے ساتھ سفرِ ہجرت میں جانے والے کو غاصب کہا جاتا ہے..... غار میں

راتیں کاٹنے والے کو دن میں پانچ مرتبہ غاصب کہا جاتا ہے..... رسول کو غار میں گود میں لٹانے والے کو غاصب کہا جاتا ہے، رسول ﷺ کے ساتھ مزار میں چودہ صدیوں سے سونے والے کو غاصب کہا جاتا ہے، جس کے لئے رسولؐ اعلان کر گئے تھے، جس کے لئے نبوت پکار اٹھی تھی، ''اللہ! سب کے احسان اُتار چکا ہوں، صدیق تنہا رہ گیا ہے، جس کا بدلہ تو دے سکتا ہے مجھ سے احسان نہیں اُتر سکتا ہے''..... اس محسنِ رسول کو دن میں پانچ مرتبہ گالی دی جاتی ہے، دن میں پانچ مرتبہ غاصب کہا جاتا ہے، اعلانیہ لاؤڈ سپیکروں پہ کہا جاتا ہے، کیا تمہارے جذبات نہیں ہیں؟..... وہ مجروح نہیں ہوئے؟..... میں تو حیرت میں ڈوب ڈوب گیا ہوں، میں تو خون کے آنسو روتا ہوں کہ جس دن یہ تبرّا لاؤڈ سپیکروں پہ شروع ہوا تھا، آپ کہاں تھے؟..... آپ کا خطیب کہاں تھا؟..... آپ کا امام کہاں تھا؟..... آپ کی مساجد کہاں تھیں؟..... آپ کے منبر کہاں تھے؟..... آپ کے محراب کہاں تھے؟..... آپ کے مدارس کہاں تھے؟..... آپ کے مفتی کہاں تھے؟..... آپ کے مفکر کہاں تھے؟..... میں کچھ نہیں کہتا، وہ میرے اسلاف ہیں، میں کچھ نہیں کہتا وہ میرے بزرگ ہیں، معلوم نہیں کیا مجبوری تھی لیکن میں حیرت میں ڈوب ڈوب جاتا ہوں کہ یہ تبرّا جاری کیسے ہو گیا..... آج کا دور ہوتا، ہم جاری نہ ہونے دیتے..... رب پہ بھروسہ کر کے، جاری کیسے ہوا؟..... میں کچھ نہیں کہہ سکتا، کیا حالات تھے؟..... دن میں پانچ مرتبہ اعلان ہوتا ہے:

علی ولی اللہ وصی رسول اللہ وخلیفۃ بلا فصل.....

اذان میں خلیفہ بلا فصل کا معنی یہ ہے کہ ابوبکرؓ غاصب تھا.....

خلیفۂ بلا فصل کا معنی یہ ہے ابوبکرؓ ظالم تھا.....

خلیفہ بلا فصل کا معنی یہ ہے کہ صدیقؓ نے علیؓ کا حق چھینا ہے.....

یہ پانچ مرتبہ صدیق کو ظالم، صدیق رضی اللہ عنہ کو غاصب کہا جاتا ہے، تم سنتے ہو، تمہارے قصبات میں، تمہارے شہروں میں، تمہارے ضلعوں میں، تمہارے تھانوں میں یہ اذان کے نام سے تبرّا جاری ہے، ایک شخص، ایک طبقہ، ایک گروہ دن میں پانچ مرتبہ روضۂ رسول میں سونے والے کو، یارِ غارِ پیغمبر کو، سب سے پہلے مسلم کو، پیغمبر کے جانشین بلا فصل کو..... گالی دیتا ہے، وہ گلہ کرے کہ حق نواز میرے جذبات مجروح کرتا ہے، ہائے کاش! کافر تو سمجھتا، میرے پاس قوت ہو، میں تیرے تبرّے کی زبان کھینچ کے چوکوں پر جوتوں کے نیچے رگڑ ڈالوں!''

یہ ہے ''دائرہ دین پناہ'' میں کی جانے والی تقریر کی ایک جھلک، اور یہ تو فقط الفاظ ہیں..... ان الفاظ پر مولانا کا سلیقۂ اظہار، قوتِ گفتار اور طلاقت لسانی اب کہاں سے لاؤں! بالفاظِ دگر

ایسا کہاں سے لاؤں کہ تم سا کہیں جسے!

بس اب میں مولانا شہیدؒ کے حوالے سے اپنی یادوں کو سمیٹنے کی کوشش کرتا ہوں،

سودا ، خدا کے واسطے کر قصہ مختصر
اپنی تو رات کٹ گئی تیرے فسانے میں!

.....☆.....

۱۹رفروری ۱۹۹۰ء کو میں میٹرک کے امتحان سے فارغ ہوا اور غالباً اس سے اگلے روز شجاع آباد شاہی جامع مسجد کی چھت پر میرے اور اعجاز کے درمیان ۲۳رفروری کا جمعہ جھنگ جا کر مولانا حق نواز شہیدؒ کی اقتداء میں ادا کرنے کا پروگرام طے پایا۔ لیکن ۲۳رفروری کی صبح کو میری اہلیہ کے ماموں، مداح رسولؐ جناب محمد اسحاق (مرحومؒ) نے علی الصبح گھر کے دروازے پر دستک دے کر یہ خبر سنائی کہ مولانا حق نواز جھنگویؒ کو شہید کر دیا گیا ہے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

چنانچہ اعجاز اور میں ایک بڑے قافلے کی معیت میں جمعہ نہیں جنازہ پڑھنے کیلئے جھنگ پہنچے، مولانا شہیدؒ کا آخری دیدار بھی کیا اور انہیں سفرِ آخرت پر الوداع کہنے کے علاوہ اُسی روز عصری تعلیم چھوڑ کر دینی تعلیم حاصل کرنے کا عزم بھی کیا۔

.....☆.....

مولانا حق نواز شہید رحمہ اللہ کی مظلومانہ شہادت قطعاً غیر معمولی سانحہ تھی۔ شیعیت جیسی حقیر اقلیت نے سنیت جیسی عظیم اکثریت کے محبوب رہنما کو ان کے دروازے پر ہی اپنی سفاکی کا نشانہ بنا ڈالا تھا۔ اس سانحہ نے ہر قلب پر اثر کیا اور ملک بھر میں اضطراب پھیلا۔ نوجوان پھوٹ پھوٹ کر روئے اور فضائے بسیط نے غم کی چادر اوڑھ لی، اسی غم میں کتنی ہی شادیاں منسوخ ہو گئیں اور کتنے ہی نوجوانوں نے شادی کے سہرے مولانا شہیدؒ کی قبر پر جا کر ڈال دیے، ہر طرف دھواں ہی دھواں پھیل گیا، مختلف طبقہ ہائے فکر نے اپنے اپنے طور پر اس سانحہ پر احتجاج کیا اور قاتلوں کی مذمت اور گرفتاری کا مطالبہ چل نکلا، ملک بھر میں سنی تنظیموں نے احتجاجی مظاہرے شروع کر دیے اور اخبارات اِن تمام واقعات کو نمایاں سرخیوں سے چھاپنے لگے۔ اب سرِ راہ، فروختنی حمیت کا ایک واقعہ بھی سنتے چلئے! لاہور کے ایک مشہور اور محترم صحافی نے اپنے ہفت روزہ جریدے میں ٹائٹل سٹوری کے طور پر کئی صفحات اِس سانحہ کی تفصیلات پر شائع کیے۔ دوسرے ہفتے بھی پھر اسی موضوع پر ٹائٹل سٹوری چھاپی، تیسرے ہفتے پھر یہی پروگرام تھا، پرچہ تیار ہو کر پریس میں جانے ہی لگا تھا کہ اچانک مدیر محترم کو ایرانی سفیر صادق گنجی کی طرف سے فوری ملاقات کا پیغام موصول ہوا، موصوف ''خانہ فرہنگ ایران'' پہنچے تو صادق گنجی غصے سے تلملا رہا تھا۔

کیوں..... صاحب! جھنگوی کے علاوہ اور کوئی موضوع بھائی نہیں دیتا آپ کو!..... صاحب! مہربانی کریں، ہم نے اور آپ نے اکٹھے لاہور ہی میں رہنا ہے!..... اور..... ''صاحب'' کہے کہے ''گنجی'' کا منہ تکنے لگے۔

صادق گنجی نے ایک پُر زور چٹکی ڈالتے ہوئے گنج قارون میں سے کچھ درہم ودنانیر..... صاحب کی مٹھی میں پکڑا دیئے اور دوستانہ انداز میں بولا..... صاحب! مجھے معلوم ہے رسالہ پریس میں جارہا ہے، آپ براہِ کرم فوراً تشریف لے جایئے اور یہ سارا مواد تبدیل کر دیجئے! چنانچہ..... صاحب فوراً دفتر پہنچے اور رسالے کے مواد کی تبدیلی کا حکم دے دیا!

؎ حمیت نام تھا جس کا گئی تیمور کے گھر سے!

.....☆.....

مدتوں مولانا حق نواز شہیدؒ کی جدائی کے احساس نے تڑپایا اور رُلایا، لیکن وقت کی تیز رفتاری بہر حال بڑے بڑے زخموں کو مندمل کر دیتی ہے۔ اس وقت ہمارے تصور میں بھی نہ تھا کہ مولانا حق نوازؒ کے مشن سے وفا کے صلے میں ان کے جانشینوں پر اس سے بھی زیادہ برے حالات آئیں گے۔ مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید رحمہ اللہ کو مولانا حق نواز شہیدؒ کی اولین جانشینی کا شرف حاصل ہوا، مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ، مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ اور بحر العلوم امام اہل سنت علامہ علی شیر حیدری مدظلہ جیسی عالی مرتبت ہستیاں حضرت فاروقی شہید رحمہ اللہ ہی کی دریافت ہیں۔ یہ سب لوگ وفا کے پیکر ثابت ہوئے اور اصحاب رسول کی کرامت سمجھ لیجئے کہ ان میں سے جس کو جہاں پر کھڑا کیا گیا، عزم واستقامت کی چٹان نکلا۔ ہر شخص کی داستان عجیب ہے۔ ایثار القاسمی شہید کو اس سے قبل اوکاڑہ اور جھنگ کے لوگوں کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا مگر وہ جوانِ رعنا تمام تر خطرات کو بھانپتے ہوئے مولانا فاروقی کے فیصلے پر سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے جھنگ پہنچا، اور چند ہی ماہ میں عظمت وشہرت کی بلندیوں کو چھوتا ہوا جامِ شہادت نوش کر کے مولانا حق نواز شہیدؒ کے پہلو میں جا کر سو گیا۔ مولانا اعظم طارق کراچی سے رختِ سفر باندھ کر جھنگ پہنچے اور عظمت وعزیمت کی داستانیں رقم کرنے لگے، مولانا فاروقی شہیدؒ اپنے دور کے مقبول اور نامور خطیب تھے، اگر چاہتے تو اس آگ میں کودنے کی بجائے، انکساری اور کسرِ نفسی کا اظہار کرتے ہوئے اس منصب کو قبول کرنے سے ہی انکار کر دیتے تو کوئی ان کا کیا بگاڑ لیتا۔ لیکن ۱۸ر جنوری ۱۹۹۷ء کو طویل قید وبند کے بعد بم دھماکے میں روزے کی حالت میں ان کے جامِ شہادت نوش کرنے کے بعد قوم کو ان کی عظمت اور وفاؤں کا اندازہ ہوا، تو علماء وصلحاء دھاڑیں مار مار کر روتے دیکھے گئے۔ صرف یہی نہیں بلکہ ان کی جدائی پر تو آسمان بھی رویا۔ ان سب شہیدانِ وفا کی کہانیاں اپنی اپنی جگہ پر ایمان افروز بھی ہیں اور دردناک بھی! لیکن یہاں مجھے ''اعظم طارق'' کے بارے میں پھر کچھ کہنے دیجئے! کہ

؎ آج کچھ درد میرے دل میں سوا ہوتا ہے!

.....☆.....

خلیفۂ بلافصل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ایک حادثہ پیش آیا، ایک تو مسلم مالک بن نویرہ مسلمانوں ہی کے ہاتھوں اپنی ایک غلطی کی وجہ سے مارا گیا، ان کا ایک بھائی متمم بن نویرہ، جو اُن کا بڑا لاڈلا اور چہیتا تھا، مالک کی موت کے صدمے کو برداشت نہ کر سکا۔ شاعر تو وہ پہلے ہی تھا مگر اس حادثے نے اس کی شاعری کا رُخ بے اختیار بھائی کی جدائی کے صدمے کی طرف موڑ دیا، اور پھر اس کے قلم سے ایسے دردناک اشعار نکلے جنہوں نے اہلِ عرب کی آنکھیں چھلکا ڈالیں۔ کہا جاتا ہے کہ عرب کی تاریخ میں متمم بن نویرہ جیسا مرثیہ گو شاعر آج تک پیدا نہیں ہوا۔ متمم کے یہ شاہکار اشعار متمم کی

اسی کیفیت کا اظہار ہیں:

لَقَدْ لَامَنِیْ عِنْدَ الْقُبُوْرِ عَلَی الْبُکَاءِ ۔۔۔ رَفِیْقِیْ لِتَذْرَافِ الدُّمُوْعِ السَّوَافِکِ

فَقَالَ: اَتَبْکِیْ کُلَّ قَبْرٍ رَاَیْتَہٗ ۔۔۔ لِقَبْرٍ ثَوٰی بَیْنَ اللَّوٰی فَالدَّکَادِکِ

فَقُلْتُ لَہٗ: اِنَّ الشَّجَا یَبْعَثُ الشَّجَا ۔۔۔ فَدَعْنِیْ فَھٰذَا کُلُّہٗ قَبْرُ مَالِکِ

"میرے دوست نے جب دیکھا کہ قبروں کو دیکھ کر میرے آنسو بہنے لگتے ہیں، تو اس نے مجھے ملامت کی، اور کہا "یہ کیا بات ہوئی کہ اس ایک قبر کی وجہ سے تو ثوی، لوی اور دکادک (بستیوں کے نام) کی تمام قبروں کو دیکھ کر رونے لگتا ہے؟ میں نے کہا مجھے میری حالت پر چھوڑ دے کیونکہ ایک غم کا منظر دوسرے غم کی یاد تازہ کرتا ہے لہٰذا مجھے جی بھر کر رو لینے دے، میرے لئے تو یہ تمام قبریں مالک کی قبریں بن گئی ہیں"۔

امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنے لطیف ادبی ذوق کی بناء پر متمم کو بلا کر ان سے اشعار سنتے تھے۔ ایک روز عظمت وجلال کے پیکر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا "متمم تم اپنے بھائی کی یاد میں مرثیے پڑھ کر دنیا بھر کو رلاتے ہو، آخر تمہارے بھائی میں ایسی کیا بات تھی؟ اس پر "صاحب نزہۃ الابصار" نے متمم کا جو جواب نقل کیا، وہ کچھ اس طرح ہے:

"کان واللہ اخی فی اللیلۃ ذات الاذیر، والصریر، یرکب الجمل الثقال ویخبب الفرس الجروز، ویحمل الرمح الطویل، وعلیہ الشملۃ الفلوث وھو بین مزادتین، فیصبح وھو متبسّم"

اللہ کی قسم! میرا بھائی جاڑے کی ٹھٹھرتی ہوئی رات میں سرکش اونٹوں پر سوار ہوتا، منہ زور گھوڑے دوڑاتا، لمبے نیزے اٹھاتا، اس پر صرف ایک تنگ چادر ہوتی، وہ دو مشکیزوں کے درمیان ہوتا، اس حال میں صبح ہوتی تو وہ مسکرا رہا ہوتا۔"

میں جس "اعظم طارق" کی بات کر رہا ہوں، اس کے سفر حیات کا اختتام دیکھ کر مجھے بے اختیار متمم کی مذکورہ کیفیت یاد آتی ہے۔ جاننے والے مجھے جانتے ہیں، اور یہ بھی جانتے ہیں کہ اعظم طارق کو جس قدر میں جانتا ہوں وہ نہیں جانتے! اللہ کی قسم! میرا بھائی جون جولائی کی چلچلاتی دوپہروں اور دسمبر جنوری کے جاڑے کی ٹھٹھرتی راتوں میں طول طویل سفر کرتا، اور منزلوں پہ منزلیں مارتا تھا، اس حال میں کہ اس کی سواری اپنے سفر کی طوالت پر صدائے احتجاج بلند کرتی چلی جاتی۔ وہ منزل بمنزل اپنے نظریئے کی صداقت واشگاف کرتا اور دشمنوں کے سینے پر مونگ دلتا تھا، حالت یہ ہوتی کہ دشمن اسے اپنی توپوں کے دہانے کے نشانے پر رکھ کر اور اپنی انگلیاں لبلبی پر جمائے بیٹھا ہوتا۔ زمانہ گواہ ہے اسے گولیوں کی بوچھاڑ بھی اپنے مشن کے ابلاغ سے باز نہیں رکھ سکی اور اس نے کسی بھی خطرناک موقع پر اپنے ممدوحین کی مدح اور اعداء کی ہجو میں بخل کا مظاہرہ نہیں کیا۔ وہ ہر رات کسی بھی دور دراز مقام پر سجائی گئی کسی بزم کا میر محفل بنتا، اور کھول کھول کر آیات بینات کی تبلیغ کرتا۔ دشمن کے عزائم اس سے ڈھکے چھپے نہیں تھے۔ وہ گولیوں کی باڑھ، راکٹ لانچروں کے دھماکے اور ریموٹ کنٹرول بموں کے دلدوز اور الم ناک واقعات کے زائد از یک صد زخم بھی اپنے وجود پر سجا کر مسکراتا نظر آتا تھا۔

اے متم "دل دریا سمندروں ڈونگے" بلاشبہ تیرا زخم بہت گہرا اور درد بجا ہے! لیکن تو نے اعظم طارق کو نہیں دیکھا! اگر تو اسے دیکھ لیتا کہ اُس نے کس آن سے زندگی گزاری اور کس شان سے رخصت ہوا تو تیرا غم تجھے بھول جاتا، لیکن یہ ہم ہیں کہ اس غم کو سینے سے لگا کر بھی زندہ اور متحرک ہیں، اسی طرح کے دو چار غم پہلے بھی ہم نے سینے سے لگا رکھے ہیں..... نہیں معلوم کہ ابھی اور کتنے غم ہمارا مقدر ہیں..... شاید کہ غم نے ہمارا گھر تاک لیا ہے۔

ہر بلائے کز آسمان آید گرچہ بر دیگراں روا باشد
بر زمیں تا رسیدہ می پرسی خانۂ انوری کجا باشد؟

یہ غم "غمِ فرقت" ہے، اس غم میں درد کی ایک کسک ہے، جو کبھی ٹیسوں میں بدل جاتی ہے تو ہم تڑپ اٹھتے ہیں اور دردِ فرقت کی یہ لہر سمندری موج کی طرح اٹھنے کے بعد جب ساحل سے ٹکرا کر پھیلتی ہے تو ہم ایک نئے عزم کے ساتھ سینہ تان کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس لئے یہ غم ہمیں جان سے عزیز بھی ہے کہ اس کی بدولت ہمارا شوقِ سفر کم ہونے کی بجائے مزید اُبھرتا ہے اور ہم بلاخوفِ لومۃ لائم نئے سرے سے پھر سوئے منزل روانہ ہو جاتے ہیں۔ ساحل پہ کھڑے تماشائی ہماری کیفیت کو کیا جانیں! وہ ہمارے اس غم کی بھی مختلف توجیہات کرتے اور اپنے تئیں ہماری ہمدردی کے راگ الاپتے ہیں مگر نہیں جانتے کہ یہ غم محض غمِ فرقت ہی تو ہے ورنہ تو اعظم طارق کو موت نہیں، من کی مراد ملی ہے اور اس پر ہم اتنے خوش ہیں کہ ہماری خوشی کو کسی پیمانے سے ناپا ہی نہیں جا سکتا۔

ہمیں صدمہ ہوتا اگر اعظم طارقؒ چارپائی پر ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرتا.....!

ہمیں صدمہ ہوتا اگر اعظم طارقؒ محض ایک ہی گولی کا سزاوار ٹھہرتا، اور موت اسے دبوچ لیتی!

خُم لگا دے میرے منہ سے تیرے میخانے کی خیر
ایک دو جام میں ساقی میرا کیا ہوتا ہے!

قدر شناس دشمن! تیرا شکریہ، تو نے اعظم طارق کا حق پہچانا اور ایک کی بجائے چالیس گولیاں اس کے وجود میں اتاریں! خدا تجھے دنیا میں ہی اس کا بدلہ دے کہ تیری ہر شام "شامِ غریباں" اور تیرا ہر دن دس محرم ہو!

میرے چارہ گر کو نوید ہو، صفِ دشمناں کو خبر کرو
وہ جو قرض رکھتے تھے جان پر، وہ حساب آج چکا دیا
کرو کج جبیں پہ سرِ کفن، میرے دشمنوں کو گماں نہ ہو
کہ غرورِ عشق کا بانکپن، پسِ مرگ ہم نے بھلا دیا

زمانہ قدیم سے روایت چلی آتی ہے کہ قتل کرنے والے قتل ہونے والوں کو اپنے ظرف اور ان کے مقام کے مطابق قتل کرتے ہیں۔

غزوۂ اُحد میں آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے بدن کے ٹکڑے

جہاں ان کی مظلومیت کی داستان سناتے ہیں وہاں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دشمن ان کے بارے میں کس قدر غیظ وغضب میں مبتلا تھا۔ جس کا اس نے ثبوت فراہم کیا۔ جاننے والے جانتے ہیں کہ اعظم طارق" کا وجود دشمنانِ دین واعداءِ اصحابِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ایک ایک پل کشتی ہو چکا تھا، اور دشمن کتنے عرصے سے اس عذاب میں مبتلا تھا۔ وہ اعظم طارق کو قتل نہ کرتا تو دن میں ہزار گھونٹ زہر کے بھرتا پھر بھی نہ مرتا۔ کتنی آگ تھی جو اس کے سینے میں بھڑک رہی تھی اور کتنی جلن تھی جس نے اسے جاں بلب کیا ہوا تھا۔ اس کا ثبوت اس نے اعظم طارق کے وجود پر چالیس گولیاں برسا کر دیا۔ اس کا بس نہ چلا کہ وہ اعظم طارق کا مثلہ کرتا، لیکن درحقیقت اس نے یہ کام بھی کر ہی دیا تھا ورنہ تو کسی کے قتل کے لئے دو چار گولیاں بھی بہت ہوتی ہیں۔

اعظم طارق شہیدؒ..... تو سُرخرو، تو سرفراز، تو سربلند، تو سپاہِ صحابہؓ کے شہداء میں ایسا ہی ہے جیسے صحابۂ کرامؓ کے شہداء میں حضرت حمزہؓ! تو قائدینِ سپاہِ صحابہ میں اس لحاظ سے "سید الشہداء" ہے..... اللہ تیرے درجات بلند فرمائے۔ ہم تیری جدائی میں مغموم ہیں، لیکن تیری پہاڑوں جیسی استقامت ہمارے حوصلے بڑھاتی اور تیری بے مثل شہادت ہماری روحوں کو سرشار کر دیتی ہے، ربِ کعبہ کی قسم! تو کامیاب ہو گیا۔ ربِ محمد کی قسم ہم عظمتِ اصحابِ رسولؐ کے مسئلے پر تیری راہ کے راہرو رہیں گے، اور تیری یادوں کے چراغ ہمیشہ روشن رکھیں گے۔

سپاہِ صحابہؓ — حبِ صحابہؓ رحمۃ اللہ — بغضِ صحابہؓ لعنت اللہ

سلام عقیدت صحابہ کرامؓ کیلئے جنہوں نے محمد رسول اللہ ﷺ پر اپنا سب کچھ قربان کر دیا

نذر شہداء کاروانِ ناموسِ صحابہؓ پر جنہوں نے صحابہ کرامؓ پر اپنا سب کچھ قربان کر دیا

ہم

امیر عزیمت، امیر کاروانِ ناموسِ صحابہؓ، شیرِ اسلام

مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

اور ان کے باوفا جانشینوں

شہید ناموسِ صحابہؓ — مولانا ایثار القاسمی رحمۃ اللہ علیہ ایم این اے

شہید ملت اسلامیہ — علامہ ضیاء الرحمن فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

شہید ناموسِ صحابہؓ — مولانا محمد اعظم طارق رحمۃ اللہ علیہ ایم این اے

شہید ملت تنظیم اسلام — علامہ علی شیر حیدری رحمۃ اللہ علیہ شہید

کی عظمت کو سلام پیش کرتے ہیں

امیر کاروان، قائد انقلاب، جانشین شہداء قائدین

حضرت مولانا محمد احمد لدھیانوی

اور ان کے رفقاء ومعاونین پر مکمل اعتماد کا اظہار کرتے ہیں

امیر عزیمت شہیدؒ کی یاد میں سہ ماہی سرخرو کی خصوصی اشاعت کے اہتمام پر

جناب خادم حسین صاحب ڈھلوں — ناظم — ابو محمد ثناء اللہ سعد — مدیر

پیش کرتے ہیں

کو مبارک باد

من جانب

اراکین اہل سنت والجماعت ضلع لیہ

محمد رسول اللہ ﷺ — یا اللہ مدد — صحابہ رضی اللہ عنہم

حب صحابہ رحمت اللہ

بغض صحابہ لعنت اللہ

ہو رزمِ کفر و حق تو بدر ہے نمازِ زندگی
خمینیت ہو سامنے تو حق نواز زندگی

ہم

امیر عزیمت، امیر کاروانِ ناموسِ صحابہؓ، شیر اسلام

مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

اور ان کے جانشین

ایثار القاسمی رحمۃ اللہ علیہ (شہید ناموس صحابہ) ایم این اے

ضیاء الرحمن فاروقی رحمۃ اللہ علیہ (شہید ملت اسلامیہ) علامہ

محمد اعظم طارق رحمۃ اللہ علیہ (شہید ناموس صحابہ) مولانا ایم این اے

علی شیر حیدری رحمۃ اللہ علیہ (صمصام اسلام) علامہ شہید

اور دیگر سینکڑوں شہداء کارکنان کی عظمت کو سلامِ عقیدت پیش کرتے ہیں

امیر کاروان قافلہ حق کتاب — مولانا محمد احمد لدھیانوی صاحب حفظہ اللہ

سرپرست قافلہ حق — حضرت خلیفہ عبدالقیوم صاحب حفظہ اللہ

شاہین اہل سنت — جناب ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں صاحب حفظہ اللہ

کی قیادت پر مکمل اعتماد کے ساتھ ان کی خدمات کو

خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے تحریک ناموسِ صحابہ کی کامیابی کے لئے دعا گو ہیں

مولانا عبدالکریم مری و کارکنان خیرپور

حقِ وفا ہم ادا کر چلے

وکیل صحابہؓ مولانا عبدالخالق رحمانی مدظلہٗ
بانی و مہتمم جامعہ خلفاء راشدینؓ کبیروالا

رات کا ایک بج رہا ہے اور محفل سجی ہوئی ہے، مختلف موضوعات اور شخصیات زیر بحث ہیں۔ گرم گرم چائے جیسے لبوں پر لگتی ہے مباحثہ بھی اسی طرح، گفتگو اسی طرح محفل کو گرما دیتی ہے۔ ایک دوست نے موضوع کا رُخ موڑتے ہوئے کہا کہ جھنگ کے مردِ قلندر مولانا حق نواز جھنگوی صاحب آج کل مذہبی اور سیاسی اعتبار سے اپنا لوہا منوا چکے ہیں۔ جھنگ کے جاگیردارانہ تسلط جیسے علاقے سے 40 ہزار ووٹ حاصل کر لیا ہے اور انجمن سپاہِ صحابہؓ کی بنیاد رکھ کر کراچی کے ساحل سے کاغان کی چوٹیوں تک نوجوانوں کو عظمتِ صحابہ کے پرچم تلے جمع کر دیا ہے۔ قلعہ کہنہ قاسم باغ ملتان کی تاریخی کانفرنس میں سیاسی زعماء کو بھی ہاتھ جوڑ کر اتحاد و اتفاق کرنے کی اپیل کر چکے ہیں اور اس بات کو عوام نے بڑی پذیرائی بخشی کہ یہ جرأت بھی مولانا حق نواز جھنگوی نے کی ہے کہ اگر تم اتحاد نہیں کرو گے اور اسی طرح عوامِ اہل سنت کا شیرازہ بکھیرتے رہو گے تو ہم خود یہ موتی جمع کر کے ایک مالا میں پرو دیں گے۔ دوسرے دوست نے بات کاٹتے ہوئے کہا کہ اُن کے بارے میں حکمرانوں کی سوچ یہ ہے کہ وہ ملک کو فرقہ واریت کی دلدل میں دھکیل رہے ہیں۔ کچھ لوگ کہہ رہے ہیں کہ وہ اکابرین و اسلاف کی راہ سے ہٹ چکے ہیں۔ دانشور کہہ رہے ہیں کہ وہ امن و امان کی فضا کو مکدر کر رہے ہیں۔ بہت جذباتی طرزِ خطابت ہے۔ خود تقریر میں کہہ دیتے ہیں کہ میں تقریر نہیں آگ برسا رہا ہوں اور ان کے کارکن آڈیو کیسٹ لیتے ہوئے میوزک سنٹر والے کو کہتے ہیں کہ آگ اور شعلے جس تقریر کا نام ہے وہ دو۔ کیا یہ طرز ٹھیک ہے؟ اس انداز کو ہمارے بڑوں میں سے کسی نے اپنایا ہے، کیا اس کی کوئی مثال ملتی ہے۔ ملک اور قوم کیا اس بات کی متحمل ہے کہ انہیں اسی طرح جذباتی کر کے ان کے ہاتھ میں ایک جماعت کا پرچم تھما دیا جائے۔

ایک نوجوان نے سنجیدگی اور متانت کے ساتھ پوری محفل کو اپنی طرف متوجہ کیا اور کہا ساری باتیں میں آپ کی سنتا رہا ہوں مجھے یہ بتاؤ کہ مخالف فرقہ کی کتب سے وہ حوالہ جس میں صحابہ کرامؓ کو ماں بہن کی ننگی گالی دی گئی ہو۔ ایک احتجاج کے طور پر حکمرانوں کو بتانا اور عوام کو شعور دلانے کے لیے کہ وہ ایسے لوگوں کو مسلمان سمجھ کر ان کی شاطرانہ طرزِ تحریر پر اپنا ایمان نہ گنوا بیٹھیں۔ یہ کون سی فرقہ پرستی ہے۔ یہ کون سا جذباتی پن ہے، یہ کون سی امن و امان کی صورتِ حال خراب کرنے کی کوشش ہے۔

ابھی یہ سلسلہ گفتگو جاری تھا کہ ایک دوست نے برجستہ یہ جملہ کہہ دیا کہ وہ تو سستی شہرت اور اپنا قد کاٹھ بڑھانے کے چکر میں ہیں تا کہ عوام متوجہ ہو جائے، ملک میں ایک نام پیدا ہو جائے۔ جرأت و بہادری کے ڈنکے بجنا شروع ہو جائیں۔

تو اس وقت راقم نے دیکھا کہ حالات اور ماحول تلخی کی طرف چلا گیا اور بات نوک جھوک سے دست و گریباں تک پہنچ رہی ہے تو اس وقت محفل میں ہونے والی گفتگو کا رُخ موڑتے ہوئے راقم نے جامعہ مدنیہ للبنات جھنگ میں مولانا حق نواز جھنگوی صاحب سے ہونے والی ایک ملاقات کا حوالہ دیتے ہوئے بتایا کہ میں بحیثیت ڈپٹی سیکرٹری جمعیۃ طلباء اسلام پنجاب ان سے ملاقات کر چکا ہوں، وہ تو ایرانی انقلاب کے بعد پاکستان کی صورت حال اور بدلتے ہوئے ماحول اور اصحاب رسولؐ کے خلاف تحریر ہونے والے غلیظ لٹریچر اور تحریروں سے پریشان ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ اس وقت دفاع صحابہؓ کے ساتھ ساتھ دشمنانِ صحابہؓ کے تعاقب کی ضرورت ہے اور پاکستان کی قومی اسمبلی سے ایسا قانون منظور ہو جائے کہ آئندہ کوئی اصحاب رسولؐ اور اہل بیتؓ رسولؐ کی توہین نہ کر سکے، یہ بات آپ نے کیسے کہہ دی کہ وہ سستی شہرت یا قد کاٹھ بڑھانے کے لئے سب کچھ کر رہے ہیں۔ سال کے ۳۶۵ دنوں میں اکثر تو وہ جیل کی سلاخوں کے پیچھے ہوتے ہیں، ہر ضلع میں داخلہ پر پابندی ہے، جان خطرے میں ڈال کر..... کوئی شہرت کے لئے ایسا کرتا ہے؟ گفتگو کا رُخ بدلا، ماحول پُرسکون ہو گیا۔ مختلف سیاسی اور مذہبی شخصیات سے محبت کرنے والے دوست ایک بار سکتے میں چلے گئے۔ میزبان نے ماحول کو پُرسکون اور ٹھنڈا دیکھ کر کہا کہ میں آپ کے لئے چائے لے کر آتا ہوں۔ ابھی وہ کمرے میں موجود ہی تھے کہ مین گیٹ پر کسی نے دستک دی۔ میزبان نے دیوار پر لگی گھڑی کی طرف دیکھا اور ٹھنڈی سانس بھر کر کہا خیر ہو رات کے اڑھائی بجے کون آیا ہے..... اس نے جا کر دروازہ کھولا، دو نوجوان اندر داخل ہوئے تو ان کی آنکھیں سرخ، دامن آنسوں سے گیلا..... زبان پر کپکپی طاری اور غم ناک آواز میں خبر دی کہ جھنگ کے مولانا حق نواز جھنگوی شہید ہو چکے ہیں..... بس یہ بات سننا تھی کہ سب کی آنکھوں سے یک بار آنسو چھلک پڑے۔ آہوں اور سسکیوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں اور وہ نوجوان تو بہت زیادہ غم و اندوہ کی وادی میں چلا گیا جس نے چند لمحے قبل کہا تھا کہ وہ یہ سب کچھ شہرت حاصل کرنے کے لئے کر رہے ہیں۔ اللہ کی دربار میں بار بار معافی مانگ رہا تھا..... اللہ مجھے معاف کر، میں نے ایک حق گو، جرأت و اخلاص کے پیکر، ناموسِ صحابہؓ کے محافظ کے بارے میں یہ جملے کہے..... یہ جمعرات کا دن تھا، ہم اس وقت طالب علم تھے۔ جامعہ قاسم العلوم ملتان میں زیر تعلیم جمعرات کی چھٹی کا فائدہ لے کر ایک دوست کے پاس دعوت کھانے آئے ہوئے تھے..... اب تو پہلی گاڑی کا انتظار کرنے کے لئے اڈے پر چلے گئے کہ اس شہید کے جنازہ میں شرکت بھی سعادت اور نجات ہے۔ اخبارات کے ذریعے پتہ چلا کہ جنازہ بعد نماز جمعہ ادا کیا جائے گا۔ اب ملتان پہنچ کر جب جھنگ کی طرف روانہ ہوئے تو ہر قافلہ جھنگ کی طرف رواں دواں تھا۔ ملہوانہ موڑ جھنگ پہنچے تو پولیس کی طرف سے رکاوٹ کھڑی کی جا چکی ہے، لوگوں کا جم غفیر ہے، ہجوم ہے کہ ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کا منظر پیش کر رہا ہے۔ وطن کے محافظ پولیس والے اس ہجوم کو روک کر کھڑے ہیں کہ آگے آپ نہیں جا سکتے۔ یک دم دیکھا کہ لوگ ایک گاڑی کی طرف دیوانہ وار دوڑے..... بھائی کیا ہوا؟..... وقت کے امام بخاری حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی تشریف فرما ہیں اور لاٹھی

لے کر باہر نکل آئے اور پولیس والوں کو مخاطب ہو کر کہا کہ جانے دو میں اپنے بیٹے کے جنازے پر جا رہا ہوں۔ انہوں نے نوجوانوں کے اس قافلے کو ساتھ لیا اور جھنگ کی طرف روانہ ہو گئے۔ میں سوچ رہا تھا کہ اگر یہ شہید اکابرین کی راہ سے ہٹا ہوا ہوتا تو وقت کا عظیم محدث اور ولی اس کے جنازے میں اسی طرح کیوں آتا؟..... ان کے جلسے کی صدارت شیخ وقت حضرت اقدس خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم کیوں کرتے؟..... اس وقت بات ذہن میں آئی کہ ایک جملہ مشہور ہے.....

قدر جوہر شاہ بداند یا بداند جوہری

کہ جوہر کو پہچاننے کیلئے بھی تو جوہری کی نظر چاہئے ہر نظر جوہر کو اگر پہچانتی ہوتی تو پھر جوہری کی قدر و قیمت بھی نہ ہوتی۔

حضرت درخواستی رحمہ اللہ جب جنازہ پڑھا رہے تھے، جس طرح ان کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اسی طرح آسمان سے بادل بھی برس رہا تھا۔ اور ہر کسی کی زبان پر یہ آواز جاری تھی کہ آج ناموسِ صحابہؓ کا علمبردار اور لکھنویؒ کی سوچ اور علامہ دوست محمد قریشی رحمہ اللہ جیسا علم رکھنے والا دنیا سے سرخرو ہو کر جا رہا ہے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

❀❀❀❀

نہ بھولنے والی ملاقات

حضرت مولانا عبدالخالق رحمانی مدظلہ
مدیر اعلیٰ جامعہ خلفاء راشدینؓ کبیر والا

ملتان کے مشہور علاقہ بکر منڈی میں چوکوں، چوراہوں، گلی کوچوں میں عوام کے محافظ، وطن کے رکھوالے، بندوقیں تانے، آنسو گیس کے شیل لئے حفاظتی آلات سے لیس گشت کر رہے ہیں، ہر شخص اپنی جگہ پریشان ہے آج کوئی جلوس ہے یا مظاہرہ کہ جسے روکنے کے لئے اتنی بڑی تعداد میں پولیس موجود ہے۔ غور وخوض کے بعد پتہ چلا کہ یہاں گلی میں ایک دینی ادارہ ہے جس میں جھنگ کے عالم دین مولانا حق نواز جھنگوی نے تشریف لانا ہے مگر ملتان انتظامیہ انہیں اس جلسہ سے خطاب کرنے سے روک لے گی، ان پر پابندی ہے وہ تقریر نہیں کر سکیں گے۔ لوگوں کی توجہ اور دلچسپی بڑھتی جا رہی تھی کہ دیکھیں پولیس کامیاب ہوتی ہے یا مولوی صاحب کامیاب ہوتے ہیں۔ بندہ اس وقت جامعہ قاسم العلوم ملتان کا طالب علم تھا، مدرسہ کے اساتذہ، طلباء میں چہ مے گوئیاں، تبصرہ، تذکرہ صرف اس بات پر تھا کہ دیکھو کیا ہوتا ہے کوئی کہتا، مشکل ہے انتظامیہ الرٹ ہے، سختی اور کڑا پہرا ہے، ہر طرف پولیس کے ناکے ہیں، مگر کچھ یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ ایک نظریاتی خطیب ہے، پیشہ ور واعظ ہوتا، یا صرف فیس کا لالچ اور چکر ہوتا تو وہ اس طرح پولیس انتظامیہ سے نہ ٹکراتا۔ وہ تو پر عزم، باہمت اور تحریکی آدمی ہے۔ وہ ضرور آئے گا۔ اس نے فلاں ضلع میں پابندی توڑی، فلاں ڈی، سی ناکام ہوا۔ وہ ضرور آئے گا۔ بندہ سارا دن یہ باتیں سنتا رہا اور دل میں سوچتا رہا کہ وہ شخص جو اس قدر دلیر ہے وہ بڑے قد کاٹھ اونچے لمبے جسم کا مالک ہوگا، جو اس قدر پہرے توڑتا ہے، اس کی جسامت کیا ہوگی۔ ادھر جمعیۃ طلباء اسلام میں بندہ پنجاب کا ڈپٹی سیکرٹری تھا۔ کچھ سیاسی حوالہ سے مولانا حق نواز جھنگوی سے ذہن نہ ملتا تھا۔

شام کو چند جمعیۃ طلباء اسلام کے دوستوں سے مشورہ کیا کہ جلسہ میں جانا چاہئے یا نہیں کسی نے کچھ رائے دی کسی نے کچھ کہا۔ آخر فیصلہ کیا کہ سننا اور دیکھنا چاہئے کہ وہ کہتا کیا ہے۔ نماز عشاء پڑھ کر جلسہ والی جگہ پر پہنچے تو کیا دیکھا سامعین سے زیادہ پولیس ہے میں نے ساتھیوں سے کہا کہ اتنی بڑی نفری کی موجودگی میں ان کی تشریف آوری مشکل ہے آؤ مدرسہ چلتے ہیں نیند اور وقت ضائع نہ کرو۔ طے ہوا کہ تھوڑی دیر جلسہ سن کر چلے جائیں گے۔ جب مسجد میں داخل ہوئے چند مقامی خطباء اور شعراء نے جلسہ کا آغاز کیا تو اس قدر عوام کا رش ہوا کہ وہاں سے نکلنا مشکل ہو گیا۔ اب تو مجبوری کے تحت وہاں بیٹھنا پڑا۔ مگر ہر نظر ان کی منتظر تھی، ہر دماغ انہی کی زیارت کا سوچ رہا تھا۔ بس مجمع میں کھلبلی مچی، پُر جوش نوجوان نے نعرہ لگایا "تیری آواز، میری آواز حق نواز حق نواز" کی گونج میں دیکھا تو ایک دیہاتی طرز کے لباس اور پگڑی میں نوجوان کرسی پر بیٹھا ہے، ایک

ساتھی نے کہا کہ یہ مولانا حق نواز جھنگوی ہے۔ میں نے کہا وہ باہر پولیس دیکھ کر اگر یہاں تک پہنچے گا تو خوف زدہ ہوگا وہ کانپ رہا ہوگا وہ پریشان ہوگا، وہ تقریر کیا کرے گا، وہ تو واپسی کے راستے تلاش کرنے کی سوچ میں مبتلا ہوگا۔ یہ تو مطمئن بیٹھا ہے، بے فکر بیٹھا ہے یہ نہیں ہوسکتا۔ آخر جلسہ کی کاروائی کو سمیٹا گیا اور اعلان ہوا اب آپ کے سامنے امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی خطاب فرمائیں گے۔ یہ اعلان ہونا تھا کہ پولیس چوکنا ہوگئی ہر طرف پوزیشنیں سنبھال لی گئیں۔ بڑے افسران اپنے ماتحتوں کو گھور گھور کر دیکھ رہے تھے تم کہاں مر گئے تھے وہ کیسے آگیا وہ جواب دینے کی بجائے حیران تھے کتنا دلیر آدمی کہ وردی، بندوقیں، آتشیں اسلحہ دیکھ کر بھی اسٹیج پر گرج رہا ہے۔ اب تقریر شروع ہوگئی۔ تھوڑی دیر بعد مجمع اس طرح نعروں کا جواب دے رہا تھا کہ جیسے کرنٹ لگ گیا ہو۔ اچانک بجلی چلی گئی اس وقت لوڈشیڈنگ کا تو تصور نہ تھا۔ پتہ چلا بجلی نہیں مولانا جھنگوی چلے گئے ہیں باہر نکلے تو پولیس والوں کو دیکھا ہارے ہوئے جرنیلوں کی طرح کھڑے ہر طرف دوڑ رہے ہیں۔ چند پگڑی والوں کو پکڑا گرفتار کیا مگر موقع پر قومی شناختی کارڈ نے ان کی جان چھڑائی کہ وہ حق نواز نہیں وہ اور نام کے لوگ تھے۔ رات دو بجے مدرسہ پہنچے۔ صبح ہر طالب علم کی زبان پر مولانا کی دلیری اور جرأت کا تذکرہ تھی کہ جب درس گاہ میں پہنچے تو اساتذہ نے سبق نہ پڑھایا بلکہ ان کی تقریر اور ان کی مجمع میں آمد اور واپسی کا حال سنا۔ اسی دن سے فیصلہ کیا کہ مولانا حق نواز جھنگوی کی جماعت انجمن سپاہ صحابہ میں کام کریں گے اس کے لئے ضروری سمجھا کہ ان سے ملاقات کی جائے۔ بالمشافہ ملنے کے بعد جماعت کا کام شروع کریں۔

ہمارے بہت ہی اچھے دوست اور محسن جناب ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں صاحب جب ہم جہانیاں میں پڑھتے تھے بزم فکر اسلاف کے ذمہ دار تھے اور جمعیۃ طلباء اسلام کی سرپرستی کرتے تھے۔ ان کے بارے میں علم ہوا وہ مولانا حق نواز جھنگوی کے ہاتھ پر بیعت کر کے سر پر کفن باندھ کر سپاہ صحابہ میں شامل ہونے کا اعلان کر چکے ہیں۔ اب جے، ٹی، آئی کی قیادت سے دوستانہ ماحول تھا پیار اور محبت کا رشتہ تھا ان کو چھوڑنا خاصہ مشکل لگ رہا تھا ادھر مولانا کی تقریر اور پرخلوص آواز مجبور کر رہی تھی کہ عظمت صحابہؓ کا جھنڈا ہاتھ میں تھامیں تو دنیا و آخرت کی سرخروئی ہے۔ آخر جمعہ کے دن جھنگ جا کر مولانا حق نواز سے ملاقات کرنے کا پختہ عزم کیا مدرسہ کے ساتھی اور عزیز دوست مولانا محمد طیب قاسمی آف ملتان اور دیگر احباب کے ہمراہ جھنگ گئے جمعہ پڑھا، لوگوں کا رش، دیوانوں کی بھیڑ دیکھی تو دل و دماغ نے کہا کہ عقیدت کا سفر ہے جو لوگ اتنی تعداد میں تشریف فرما ہیں۔ خیر مولانا حق نواز جھنگوی سے ملاقات نہ ہوسکی کہ وہ گوجرہ ایک جلسے سے خطاب کرنے کے لئے جمعہ کے متصل بعد چلے گئے۔ مگر ہمیں مایوسی نہ ہوئی کہ برادرم قاسمی صاحب نے کہا کہ آج رات میرے بھائی مولانا رشید احمد مدنی صاحب کے مدرسہ بنات الاسلام چندانوالہ جھنگ میں جلسہ ہے اور مولانا جھنگوی صاحب کی آخری تقریر ہے وہاں ملاقات ہوجائے گی۔

آخر ہم وہاں پہنچ گئے رات دو بجے مولانا کا خطاب ہوا تقریباً چار بجے کے قریب دسترخوان پر کھانے کے وقت مولانا رشید احمد نے ملاقات کرائی۔ مولانا حق نواز جھنگوی صاحب نے جس محبت، توجہ اور شفقت سے ملاقات کی وہ میں آج تک نہیں بھول سکتا۔ انہوں نے دردِ دل سے فرمایا سب جماعتیں اپنی ہیں، سب کا مؤقف اور مشن اچھا ہے مگر اصحاب رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین کا دفاع اس وقت ضروری ہے۔ چند کتابوں کے حوالے دیئے دشمنانِ اصحاب رسول کی سرگرمیاں بتلائیں۔ ہم نے وہاں بیٹھ کر دوستوں سے مشاورت کر کے فیصلہ کیا کہ آج کے بعد ہم کام کریں گے تو سپاہ صحابہ میں۔ اس دور

میں حضرت فاروقی شہیدؒ کی سرپرستی میں خلافت راشدہ ہفت روزہ اخبار چھپتا تھا۔ اس میں خبر دلوائی شہ سرخی لگی کہ جمعیۃ طلباء اسلام کے وفد کی مولانا حق نواز جھنگوی سے ملاقات اور انجمن سپاہ صحابہؓ میں شمولیت کا اعلان۔

وہ آخری اور پہلی ملاقات تھی اس کے چند ہفتے بعد مولانا شہید ہو گئے۔ شہادت کی خبر نے تڑپا دیا اور مجبور کیا کہ صحابہ دشمنوں سے انتقام لیں مگر اس صورت حال میں کہ اس کے مشن کو گلی گلی عام کریں اس سوچ اور جذبے کے تحت مشن جھنگوی شہیدؒ کے ادنیٰ ورکر کی حیثیت سے اس پر خطر وادی میں قدم رکھا اور اس بات کا عزم کیا کہ جب تک زندگی باقی ہے کام صرف سپاہ صحابہؓ کے پلیٹ فارم سے کریں گے۔

ہمارے بہت ہی اچھے دوست بھائی قلمکار، مصنف اور ادیب محقق مولانا ثناء اللہ سعد صاحب زید مجدہٗ کا حکم ہوا کہ ''مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ نمبر'' کے لئے کچھ لکھ کر بھیجیں۔ تحریر میں تو میں بالکل ناتجربہ کار ہوں ان کے حکم پر چند سطریں لکھیں اور جھنگوی شہید کے عقیدت مندوں میں نام لکھوانے کی کوشش کی۔

حقیقت یہ ہے کہ حق نواز اس وقت ایک مولوی یا خطیب کا نام نہیں بلکہ ایک کردار کا نام ہے۔ اب جرأت اور بہادری کا کام اگر کوئی کرے تو لوگ اسے کہتے ہیں کہ یار تو نے تو اب حق نواز والا کام کر دیا۔ اب رہتی دنیا تک ان کا نام اور کردار زندہ رہے گا ان کا مشن اور ان کی خدمات ستاروں کی طرح چمکتے رہیں گے۔

صحابہ نمبر

حب صحابہ رحمۃ اللہ — اللہ — بغض صحابہ لعنت اللہ

سلام عقیدت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیلئے جنہوں نے محمد رسول اللہ ﷺ پر اپنا سب کچھ قربان کر دیا

نذر شہداء کاروان ناموس صحابہؓ پر جنہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اپنا سب کچھ قربان کر دیا

ہم

امیر عزیمت، امیر کاروانِ ناموسِ صحابہؓ، شیر اسلام

مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

اور اُن کے باوفا جانشینوں

ایثار القاسمی — شہید ملت اسلامیہ — ضیاء الرحمن فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

محمد اعظم طارق رحمۃ اللہ علیہ — شہید ناموس صحابہؓ — علی شیر حیدری رحمۃ اللہ علیہ — شہید

کی عظمت کو سلام پیش کرتے ہیں

امیر کارواں
قائد سنی انقلاب
جانشین شہداء قائدین
حضرت مولانا محمد احمد لدھیانوی

اور ان کے رفقاء و معاونین پر مکمل اعتماد کا اظہار کرتے ہیں

منجانب
سید سکندر شاہ
صوبائی سیکرٹری اطلاعات سندھ

امیر عزیمت شہیدؒ کی یاد میں خصوصی اشاعت کے اہتمام پر
سالنامہ سرخرو کی انتظامیہ کو خراجِ عقیدت
پیش کرتے ہیں

علامہ جھنگوی شہیدؒ

حضرت مولانا عبدالغفور ندیم مدظلہ العالی

امام وخطیب:۔ جامع مسجد صدیق اکبرٹاگن چورنگی نارتھ کراچی

مرکزی سیکریٹری اطلاعات سپاہ صحابہؓ پاکستان

حق وباطل کی آویزش ازل سے چل رہی ہے اور تا ابد جاری رہے گی۔ جب ابلیس نے حد سے تجاوز کرنا شروع کیا تو حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق عمل میں آئی جن کی وجہ سے اسے لعنتوں کا طوق گلے میں ڈالنا پڑا، اور ہمیشہ کے لئے مردود وملعون پایا۔ نمرود نے جب کبر ونخوت میں ڈوب کر اپنے اختیارات سے تجاوز شروع کیا، تو اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پیدا فرمادیا جن کے پیغام ہدایت کی مخالفت نے نمرود کو دنیا میں ہی ذلیل کردیا اور ایک لنگڑے مچھر کے ذریعے اس کی موت واقع ہوئی اور دنیا نے دیکھ لیا کہ جو خود کو خدا کہلواتا تھا وہ ایک حقیر سی مخلوق کے ذریعے واصل جہنم ہوا۔ فرعون مصر نے جب اللہ کی بغاوت کو وطیرہ بنا کر اپنی متوازی ربوبیت کا دعویٰ کیا، تو خدائے بزرگ وبرتر نے اس کے غرور کو خاک میں ملانے کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پیدا فرمادیا جن کی تبلیغ ودعوت کے جواب میں فرعون مزید مغرور ہوگیا اور موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں آگیا، نتیجہ سب کے سامنے ہے کہ فرعون اور اس کا لاؤ لشکر غرق نیل ہوا اور حق سربلند وسرفراز ہوگیا۔ بنی اسرائیل نے جادو کے زور پر عوام کو بے وقوف بنانے کی مہم شروع کی تو ان کی سرکوبی کرنے کے لئے اللہ رب العزت نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمادیا۔ ابوجہل وابولہب نے جب اللہ سے بغاوت وسرکشی کی بنیاد پر اس کے مقابلے میں تین سو ساٹھ مجسموں کو مشکل کشا وحاجت روا کا درجہ دیا تو اللہ تعالیٰ نے خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمادیا۔ جن کی محنت وکاوش سے حق کا بول بالا ہوگیا اور کفر کا منہ کالا ہوگیا۔ منکرین زکوۃ ومنکرین ختم نبوت کا فتنہ اٹھا تو سیدنا صدیق اکبرؓ کو اس فتنہ کی سرکوبی کا فریضہ سونپ دیا گیا۔ شام، فارس، روم، اور ایران نے جب حد سے تجاوز کرتے ہوئے اللہ کے بندوں کو اپنا زرخرید غلام سمجھ کر ستانا شروع کیا تو سیدنا فاروق اعظم کو ان کی سرکوبی کا ٹاسک دیا گیا۔ غرض ہر دور میں باطل کا غرور خاک میں ملانے کے لئے اللہ رب العزت نے کچھ مردانِ کار پیدا فرمائے جنہوں نے اپنا فریضہ انجام دیتے ہوئے حق اور باطل کے درمیان فرق وامتیاز کو واضح کیا۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

قانونِ خداوندی ہے کہ جب زمین خشک ہوتی ہے تو قدرت اس کی پیاس کو بجھانے کے لئے بارش کا انتظام کر دیتی ہے۔ جب بچہ بھوک سے روتا ہے تو ماں کے سینے میں دودھ جوش مارنے لگتا ہے۔ جب ظلم و جور حد سے بڑھ جاتا ہے تو اس کے خاتمے کے لئے اللہ تعالیٰ کسی نجات دہندہ کو بھیج دیتا ہے، جب کوئی قوم قعرِ ضلالت میں جا گرتی ہے تو خدائے لم یزل اس کی ہدایت کے لئے کسی ہادی و مصلح کو بھیج دیتا ہے۔ اسی قانون کے تحت جب برصغیر میں انگریز کے مظالم و شدائد بڑھے تو اللہ نے سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو پیدا کر دیا جنہوں نے قید و بند کی صعوبتیں سہنے کے باوجود انگریزوں کا سکون و اطمینان تباہ کر کے رکھ دیا۔ جب راجہ رنجیت سنگھ کی قیادت میں سکھوں نے برصغیر کے مسلمانوں کو مشقِ ستم بنانا شروع کیا تو اللہ رب العزت نے حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ اور حضرت سید احمد شہیدؒ کو پیدا کر دیا جن کی انتھک جدوجہد کے نتیجے میں برصغیر کے مسلمانوں میں اپنی امتیازی حیثیت برقرار رکھنے کا شعور آیا اور یہی شعور بالآخر قیام پاکستان کا ذریعہ بنا۔ بالکل اسی طرح جب اسی خطے میں کفر کو اسلام کے نام سے روشناس کرایا جانے لگا اور غیر اسلامی نظریات پر اسلام کا لیبل لگا کر زہر کو شراب کے نام سے پلایا جانے لگا تو اللہ رب العزت نے جھنگ کی سرزمین پر ایک ایسے مردِ قلندر کو پیدا فرمایا جس نے وہاں کے ظالم جاگیردار طبقے کی آنکھوں میں انگلیاں ڈال کر احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کا فریضہ انجام دیا اور اپنے انوکھے اور اچھوتے فنِ خطابت کے ذریعے دنیا کو باور کرایا کہ صحیح اسلام وہی ہے جو خلفاء راشدینؓ اور اصحابِ رسول ﷺ کے ذریعے دنیا میں پھیلا ہے۔ انہوں نے صحابہ کرامؓ کی عزت و ناموس کے قانونی تحفظ کے لئے اپنی حیات مستعار کو داؤ پر لگا دیا۔ اس عظیم مشن کے لئے انہوں نے ہتھکڑیوں، بیڑیوں، جیلوں اور حکومتی مظالم و شدائد کی کوئی پروا نہ کی بلکہ ہر طرح کے مظالم و آلام کے باوجود اپنے مشن پر گامزن رہے۔ ان کا نظریہ تھا کہ حضور اکرم ﷺ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کر کے اسلامی احکام سیکھنے والے صحابہ کرامؓ کی محبت کو دل میں سمائے بغیر کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کی محبت کے دعوے میں سچا نہیں ہو سکتا۔ ان کا دعویٰ تھا کہ صحابہ کرامؓ سے بغض و عناد رکھنے والا کوئی گروہ اہلِ اسلام کا وفادار کبھی نہیں بن سکتا اور یہ بات ان کی اپنی تراشیدہ نہیں تھی بلکہ تمام علماء و مفتیانِ عظام کے فتاویٰ جات ان کے سامنے تھے۔ کئی لوگوں نے ان کو شدت پسند کہہ کر ان کو نظر انداز کیا لیکن ان کا قصور صرف یہ تھا کہ انہوں نے تمام مکاتبِ فکر کے مفتیوں کے فتوے کو چوکوں اور چوراہوں پر عام کیا اور سادہ لوح عوام تک ان فتوں کو پہنچا دیا جس کی وجہ سے فائلوں میں دبی ہوئی حقیقت عوام پر ظاہر ہو گئی۔ بس اسی جرم کی وجہ سے حکومت کی طرف سے بھی ان کی مخالفت ہونے لگی اور اسلام کے نام سے کفر کا پرچار کرنے والوں کی بھی نیندیں حرام ہو گئیں اس لئے کہ ان کی عیاری اب طشت از بام ہو چکی تھی اور عوام جوق در جوق ان کے مشن کو قبول کرتے ہوئے ان کے ہمنوا بنتے چلے جا رہے تھے۔ ملک بھر میں جہاں بھی ان کا جلسہ ہوتا لوگ دیوانہ وار پہنچتے اور ان کی مدلل گفتگو سن کر رام ہو جاتے۔ ان کے جلسے اور کانفرنسیں کسی سیاسی جلسے کا نقشہ پیش کرتیں۔ انہوں نے اپنے مشن کی تکمیل کے لئے سپاہ صحابہ کے نام سے ایک جماعت کی بنیاد رکھی جسے نہ صرف پاکستان میں بلکہ دنیا کے پچیس

سے زیادہ ممالک میں پذیرائی حاصل ہوئی۔ جس نے بھی ان کی بات سنی وہ تسلیم کئے بغیر نہ رہ سکا۔ آج بھی صورتحال کچھ مختلف نہیں بلکہ سیاستدان ہوں یا دانشور، حکام ہوں یا عوام، اپنے ہوں یا بیگانے، جس کے سامنے بھی ان کے مشن کی بات رکھی جاتی ہے وہ انکار نہیں کرسکتا۔ جب دنیائے کفر نے یہ محسوس کیا کہ جس طرح عوام میں پذیرائی مل رہی ہے اگر ان کو روکا نہ گیا تو اسلام کے خلاف ہماری تمام تر سازشیں دم توڑ جائیں گی اور معاشرے میں مسلمان بن کر رہنا ہمارے لئے ناممکن ہوجائے گا تو انہوں نے اس عظیم اسکالر اور دانشور کو راستے سے ہٹانے کا پروگرام بنالیا۔ پاکستان سمیت تین ممالک میں ان کے قتل کی سازش تیار ہوئی اور بالآخر اسی گھناؤنی سازش کے تحت ۲۲ فروری ۱۹۹۰ء بروز جمعرات، انہیں گھر سے بلا کر دروازے پر ہی چھ گولیاں مار کر شہید کردیا گیا۔ اسلام، پیغمبر اسلام اور صحابہ کرام کی محبت وعشق میں اپنی جاں سے گزرنے والا یہ مرد قلندر ''مولانا حق نواز جھنگویؒ'' تھا جو جرأت وبہادری کی ایک تاریخ رقم کرتے ہوئے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کرکے حیات جاوداں پاگیا۔ خود تو اپنے حصے کی حیات مستعار بسر کرکے راہی ملک بقا ہوگیا لیکن اس کا مشن اور مانو آج بھی زندہ ہے اور تا ابد زندہ رہے گا۔

کسی کے روکے سے حق کا پیغام کب رُکا ہے جو اب رکے گا
چراغ ایماں تو آندھیوں میں جلا کیا ہے جلا کرے گا

حب صحابہؓ رحمۃ اللہ — بغض صحابہؓ لعنت اللہ

سلام عقیدت صحابہ کرامؓ کیلئے جنہوں نے محمد رسول اللہ ﷺ پر اپنا سب کچھ قربان کردیا
نذر شہداء کاروانِ ناموسِ صحابہؓ پر جنہوں نے صحابہ کرامؓ پر اپنا سب کچھ قربان کردیا

ہم
امیر عزیمت، امیر کاروانِ ناموسِ صحابہؓ، شیر اسلام
مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

امیر کاروان، قائد سنی انقلاب، جانشین شہداء قائدین
حضرت مولانا محمد احمد لدھیانوی
اور ان کے رفقاء ومعاونین پر مکمل اعتماد کا اظہار کرتے ہیں

امیر عزیمت شہیدؒ کی خصوصی اشاعت
سالنامہ سرخرو
کی یاد میں
کے اہتمام پر

جناب ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں — مولانا ابو محمد ثناء اللہ سعد

شہید ناموس صحابہؓ
حضرت مولانا محمد اعظم طارق رحمۃ اللہ علیہ
ایم این اے

شہید ناموس صحابہؓ
ایثار القاسمی رحمۃ اللہ علیہ
ایم این اے

شہید ملت اسلامیہ
علامہ ضیاء الرحمن فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمان امت شیخ اسلام
علامہ علی شیر حیدری رحمۃ اللہ علیہ
شہید

اور ان کے باوفا جانشینوں کی عظمت کو سلام پیش کرتے ہیں

کو مبارک باد پیش کرتے ہیں

من جانب
اراکین اہل سنت والجماعت ضلع لیہ

الحیدری میڈیا

CamScanner

مجلہ تسکین الصدور بہاولپور

بدعاء
امام اہلسنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ
بیاد
مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

زیر سرپرستی

شیخ الحدیث مولانا عبدالمجید صاحب مدظلہ
مولانا سعید احمد جلالپوری صاحب مدظلہ
شیخ الحدیث مولانا عبدالقدوس خان قارن صاحب مدظلہ
شیخ الحدیث مولانا محمد حنیف صاحب مدظلہ
شیخ الحدیث مفتی عطاء الرحمٰن صاحب مدظلہ

زیر نگرانی

مفتی محمد انور اوکاڑوی صاحب مدظلہ
مولانا منیر احمد منور صاحب مدظلہ

مدیر: مولانا جمیل الرحمٰن عباسی
معاون مدیر: مفتی رب نواز بہاولپوری

مجلس مشاورت

● مولانا فضل الرحمٰن دھرمکوٹی (بہاولپور) ● مولانا عبدالحق خان بشیر (گجرات)
● مولانا نور محمد تونسوی (رحیم یار خان) ● مولانا محمد ازہر (ملتان)

مستقل مضمون نگار

مفتی محمد انور اوکاڑوی، مولانا منیر احمد منور، مولانا عبدالحق خان بشیر، مولانا نور محمد تونسوی، مولانا فضل الرحمٰن دھرمکوٹی، مولانا عبدالجبار سلفی، مولانا رب نواز بہاولپوری، مولانا چراغ صادق، مولانا ابوایوب انصاری، محترم اشتیاق احمد (جھنگ)

شعراء میں: اثر جونپوری، سلمان گیلانی، افضل دھرمکوٹی، انجم نیازی، سید عبید شاہ

☆ اہل سنت (دیوبند) کے ساتھ غیر مقلدین، منکرین حیات انبیاء اور رضاخانیوں کے اختلافات کا سنجیدہ اور تحقیقی جائزہ
☆ دین اسلام، عقیدۂ اہل سنت، مذہب احناف اور مسلک و مشرب دیوبند پر اعتراضات کے دندان شکن جوابات
☆ فقہاء و محدثین احناف اور اکابر علماء دیوبند کی دینی خدمات کا فروغ و تعارف

زیادہ سے زیادہ اشاعت کر کے مسلکی خدمت میں شرکت کریں۔

برائے رابطہ: جمال الدین چشتی
موبائل: 0321-7790908
۱۰ تا ۱۲ بجے دوپہر، عصر تا عشاء

مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ.....

راہِ حق کا مسافر

مولانا مجیب الرحمن انقلابی صاحب مدظلہٗ
سیکرٹری نشر و اشاعت و تعلقات عامہ جامعہ اشرفیہ لاہور

سپاہ صحابہ کے بانی امیر عزیمت حق نواز جھنگوی شہیدؒ جیسی عبقری صفت کی مالک شخصیات روز روز پیدا نہیں ہوا کرتیں۔ مولانا حق نواز جھنگویؒ میدان جلیل القدر مجاہدوں اور اولوالعزم انسانوں میں سے ہیں جو اپنی اس چندروزہ زندگی میں دین اسلام کی بقاء اور اس کے تحفظ کے لئے اپنے آپ کو وقف کرتے ہوئے مصائب و مشکلات کی وادیوں کو عبور کر کے کفر کو ''نیست و نابود'' اور حق کو واضح کرتے ہوئے آخر کار شہادت کا تاج پہن کر جنت کو اپنا ٹھکانا اور مسکن بنا لیتے ہیں اور بعد میں آنے والے انسان ان شہداء کے مقدس خون کی معطر خوشبو اور فکر و نظر کی روشنی میں ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنی منزل کو پالیتے ہیں۔ مولانا حق نواز جھنگویؒ قیام پاکستان کے پانچ برس بعد جھنگ میں پیدا ہوئے۔ والدین نے آپ کو دینی تعلیم دلانے اور عالم دین بنانے کا فیصلہ کیا آپ نے اپنے ماموں حافظ خان محمد سے بارہ سال کی عمر میں دو سال کے مختصر عرصہ میں قرآن مجید مکمل حفظ کر لیا۔ آپ شروع ہی سے ذہین و فطین اور انتہائی لائق تھے قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد آپ نے عبدالحکیم ضلع خانیوال میں قاری تاج محمود صاحب سے تجوید قرآت کا علم حاصل کیا اور پھر ملک کی مشہور و معروف دینی درسگاہ دارالعلوم کبیر والہ ضلع خانیوال سے تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ، منطق و فلسفہ، ادب و تاریخ، صرف و نحو اور دیگر علوم حاصل کئے اس کے بعد، جامعہ خیر المدارس سے دورہ حدیث کر کے امتیازی نمبروں اور واضح پوزیشن کے ساتھ سندِ فراغت حاصل کر کے عالم دین کے اعلیٰ منصب پر فائز ہو گئے۔ دوران تعلیم ہی آپ نے مشہور ''مناظر اسلام'' علامہ دوست محمد قریشی اور مولانا عبدالستار تونسوی سے علم مناظرہ میں مہارت تامہ حاصل کی۔ دوران تعلیم ہی ''فن خطابت'' میں بھی ماہر ہو چکے تھے۔

مولانا حق نواز جھنگوی شہید علوم دینیہ سے فارغ ہونے کے بعد ملتان سے جھنگ محلہ پپلیاں والا کی مسجد میں بطور خطیب تشریف لاتے ہیں۔ آپ کی تقریر، عقائد و نظریات کی اصلاح، کفر و شرک، ضلالت و گمراہی اور رسوم و رواج کے خلاف ہوتی۔ علمی وجاہت، دلائل و براہین، جرأت و بہادری، سے مزین سحر انگیز خطابت، وسعت مطالعہ، اور بے پناہ صلاحیتوں کی

وجہ سے پڑھے لکھے اور باشعور نوجوانوں کا حلقہ دیوانہ وار جمع ہونے لگا۔ مولانا حق نواز جھنگویؒ کی روشن زندگی اور جرأت مندانہ کردار کھلی ہوئی کتاب کی طرح ان نوجوانوں کے سامنے تھا۔ مولانا جھنگویؒ قول کی بجائے عمل پر یقین رکھتے تھے۔ وہ گفتار کی بجائے کردار کے غازی تھے۔ جھنگ کے مخصوص مذہبی حالات، جاگیرداروں، وڈیروں اور نوابوں کے مظالم کو دیکھتے ہوئے آپ نے مظلوم عوام کی حمایت اور سنی حقوق کے تحفظ کے لئے جاگیرداروں اور وڈیروں سمیت تمام استحصالی قوتوں سے ٹکرانے کا فیصلہ اور اس کے لئے مولانا حق نواز جھنگوی نے سرفروش نوجوانوں پر مشتمل تنظیم سپاہ صحابہ پاکستان کی بنیاد رکھی جو مولانا جھنگوی شہید کے اخلاص وقربانیوں اور شہداء کے مقدس خون کی بدولت آج ملک کی سب سے بڑی مذہبی تنظیم اور عالمی جماعت بن چکی ہے۔ سپاہ صحابہ کی بنیاد رکھنے کے ساتھ ہی مولانا حق نواز جھنگویؒ کا عزیمت کے راستہ پر سفر شروع ہوتا ہے۔ مصائب ومشکلات وآلام کی گھاٹیاں منہ کھولے آپ کی طرف بڑھنے لگیں۔ اپنے اور بیگانے مخالفوں کی صفوں میں کھڑے نظر آنے لگے ہر طرف کفر وشرک اور ظلم کی سیاہی تھی ایسے حالات اور ماحول میں سنی حقوق اور مظلوم عوام کی حمایت میں آواز حق بلند کرنا موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ لیکن درویش صفت مرد مجاہد نے خدا کے توکل پر انتہائی اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ بغیر کسی دنیاوی وسائل کے ارب پتی وڈیروں اور جاگیرداروں کے خلاف علم جہاد بلند کر دیا۔ مولانا جھنگویؒ کی جرأت وبہادری بے خوفی اور باکردار روشن زندگی کو دیکھ کر لوگ دیوانہ وار پروانوں کی طرح آپ کے گرد جمع ہونا شروع ہو گئے۔ مظلوم عوام کو مولانا حق نواز جھنگویؒ کی صورت میں ''نجات دہندہ'' اور ''مسیحا'' مل چکا تھا۔ ایک مسجد کے خطاب اور درویش صفت انسان کا ان کے مقابلہ میں ایمان وعقائد اور دلائل ونظریات کی دولت سے ''مسلح'' ہو کر تن تنہا میدان میں آنے سے عوام حیران اور تمام باطل قوتیں پریشان دکھائی دینے لگیں۔ لوگوں نے آوازیں کستے ہوئے کہا کہ یہ غریب کسان کا بیٹا، جدید علوم سے بے بہرہ، طوفانی جذبات میں بہنے والا میدان سیاست میں نو وارد، فلسفہ جمہوریت سے عاری، جس کی کوئی مؤثر لابی نہیں، رائے عامہ پر اثر انداز ہونے والے مشہور ومعروف صحافیوں سے علیک سلیک نہیں جس کے پاس مال ودولت کی فراوانی نہیں وہ ان جاگیرداروں اور وڈیروں سے مظلوم، یرغمالی عوام، کو کیسے آزاد کروائے گا؟ باطل قوتوں کا راستہ کیسے روکے گا؟ مگر چشم فلک اور اہل نظر نے دیکھا کہ اس جدید علوم سے ناواقف ''مولوی'' نے وقت کے فرعونوں کو ایسا للکارا کہ جس سے ان کی کمین گاہیں اور ٹارچر سیل لرز کر رہ گئے، کفر کے محلات کی یلغار سے زمین بوس ہوتے ہوئے نظر آنے لگتے ہیں۔

مولانا حق نواز جھنگوی لالچ وطمع، خود غرضی، مال ودولت، شہرت، ہوس نام کی کسی چیز سے آشنائی نہ رکھتے تھے، مصلحت، حالات سے سمجھوتہ فساد پرستی خوف بزدلی نام کا کوئی لفظ ان کی لغت میں نہ تھا، مولانا جھنگوی کی زندگی اتنی سادہ کہ بے اختیار ان کی سادگی پر پیار آنے لگے اور وہ عجیب شان وبے نیازی اور بے خوف طبیعات کے مالک تھے کہ ان کی بے خوفی پر بھی خوف آنے لگتا، مولانا جھنگوی پیشہ ور مقرر خطیب کے بجائے صاف اور حق گو انسان تھے، وہ حق بات کو بغیر کسی مصلحت اور لگی لپٹی کے بے خوف ہو کر عوام کے سامنے پیش کرتے تھے ان کی یہی ادا عوام کو بڑی پسند تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام، اور ازواج مطہرات کے ساتھ عقیدت ومحبت آپ کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ جس کی وجہ سے ان کا انداز خطابت

باقی خطیبوں سے جدا اور منفرد تھا آپ فرقہ واریت کے سب سے بڑے دشمن اور اتحاد بین المسلمین کے عظیم علمبردار تھے اسی وجہ سے انہوں نے اسلام کے تحفظ کے لئے تمام مسلم مکاتب فکر کو کفر کے خلاف سپاہ صحابہ کے پرچم تلے جمع کر دیا تھا۔

بعض لوگ مولانا حق نواز جھنگوی کو محض ایک جذبات اور شعلہ نواز مقرر کے طور پر جاننے کی کوشش کرتے ہیں جبکہ حقیقت میں اللہ نے مولانا جھنگویؒ کے دل میں عجیب تڑپ وطلب اور کفر کے خلاف نفرت کر بھر دیا تھا۔ جس کا اظہار ان کی تقریروں میں الفاظ کی صورت میں ہوتا ہے، جس کی وجہ سے عام لوگ ان کو جذباتی مقرر وخطیب سمجھنے لگے مولانا جھنگوی جب اپنے مخصوص انداز اور پرسوز آواز میں شان صحابہ بیان کرتے ہوئے اپنے احساسات وجذبات کو دکھ درد اور کرب کے ساتھ اظہار کرتے تو وہ غیرت فاروقی کی عملی تصویر دکھائی دیتے اس وقت ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جھنگوی کے جسم میں خون نہیں آگ دوڑتی ہے ان کے منہ سے الفاظ نہیں شعلے نکلتے چلے جارہے ہیں کفر کے ایوانوں کو بھسم کرتے چلے جارہے ہیں۔ مشکل سے مشکل الفاظ بھی بڑی خوبصورتی اور تسلسل وروانی کے ساتھ تسبیح کے دانوں کی طرح ایک خاص ترتیب سے آپ کے منہ سے نکلے اور جب دوران تقریر آپ اپنے موقف ومشن کے حق میں اور باطل قوتوں کے کفر پر بڑی بے خوفی اور جرأت وبہادری کے ساتھ "قرآن وسنت" سے دلائل کے انبار لگاتے چلے جاتے تو ان کو دیکھنے اور سننے والا ان کی قوت استدلال پر حیران ہو کر انگشت بدنداں رہ جاتا۔

پھر مولانا حق نواز جھنگوی کی آواز سرزمین جھنگ سے نکل کر چہار دانگ عالم سنائی دینے لگی ان کے فکر ونظر کی روشنی ہر طرف پھیلنے لگی جس کی وجہ سے حکمران بھی چونک اٹھے اور باطل قوتیں پریشان نظر آنے لگیں، اور پھر باطل قوتوں نے اپنے کفر کو چھپانے کے لئے مولانا جھنگوی کے خلاف فرعونی اور نمرودی ظالمانہ راستہ اختیار کرنے کا فیصلہ کیا اور پھر مولانا جھنگویؒ کے وجود پر ظلم وتشدد کے پہاڑ توڑے جانے لگے اور ایسے ایسے مظالم ان کے وجود پر ڈھائے کہ جس کو انسانی عقل تسلیم کرنے سے انکاری ہے، ان کو مادرزاد برہنہ کر کے پیٹا گیا، جیل کی کال کوٹھڑیاں اس کا مسکن رہیں، ہتھکڑیاں اور بیڑیاں اس کے دست وپا کو چومتی رہیں موت اس کے گرد وپیش گھومتی رہی، اسے 302 جیسے قتل کے جھوٹے مقدمات میں پھنسا کر پس دیوار زندان کیا جاتا رہا۔ اس کی زندگی کا چراغ گل کرنے کیلئے قاتلانہ حملے کرائے گئے ان انسانیت سوز مظالم کے باوجود ان کی آواز حق کو دبایا نہ جاسکا، ان کو ترغیب وتحریص جوڑ توڑ، دھونس دھاندلی جیسے ہتھکنڈوں پر مٹوں اور پلاٹوں کے سبز باغ دکھا کر بھی اس کو خریدا نہ جاسکا، اپنوں نے اس کو تشدد کہا بے ادب اور عقل وخرد سے عاری اور حکمت ودانائی سے خالی کہا، حکمرانوں نے اس کو فسادی تخریب کار اور دہشت گرد کے القابات سے نوازتے ہوئے قانون شکن کہا آپ پر جھوٹے الزامات کی بارش ہونے لگی، آخر اسلام دشمن قوتوں نے فیصلہ کیا کہ آپ کو مقدمات، مشکلات رکاوٹوں اور مخالفتوں کا الاؤ بڑھ کر اس میں بھون دیا جائے۔ مگر ملت ابراہیمی کے عظیم فرزند نے کمال ابراہیمی استقلال وثابت قدمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے حالات کے الاؤ اور مخالفت کی چتا تو برداشت کر لی، مگر نمرودی رویوں سے جوڑ توڑ یا مصالحت پر آمادہ نہ ہوئے۔ لوگوں نے دیکھا کہ جو آگ مولانا حق نواز جھنگوی کے لئے جلائی گئی مقدمات، جیل، مخالفت، الزامات، طعنے، بیڑیاں، اور نوع نوع کے ایندھن ڈال کر جس کا الاؤ بڑھایا گیا، تو مولانا کی غیرت ایمانی اور اولوالعزمی کی وجہ سے وہ آپ کے لئے گلزار بن گئی، اب مولانا جھنگوی کو راحت ہی

اسی میں تھی کہ وہ اپنے زمانہ کا سب سے مشکل ترین کلمہ حق کہیں اور اس کلمہ حق کی پاداش میں بڑی بڑی مصیبت کو گلے لگائیں جیل رہتے، بیسوں مقدمات میں الجھے ہونے اور دسیوں قسم کی مخالفت کے باوجود مولانا کو اپنے زمانہ کا مشکل ترین کلمہ کا اظہار میں کوفت کا احساس ہونے کے بجائے لذت کا احساس ہونے لگا مولانا کی آواز حق کو ہر طرح سے دبانے کی کوشش کی جانے لگی مگر مولانا نے ہر مصیبت برداشت کر کے حق کا وہ کلمہ جس کے اظہار سے اپنی عملی زندگی کے آغاز سے کیا تھا اس کو آخر وقت تک ورد زبان رکھا، بعض لوگوں نے مولانا جھنگوی شہیدؒ کو صرف فن خطابت کے حوالہ سے دیکھا اور وہ اسی شناخت سے مولانا کو دیگر ہم عصروں اور ہم عمروں پر بھاری سمجھتے ہیں۔ اور یہ بھی اپنی جگہ حقیقت ہے کہ ہے عقیدے کی محبت اور دین کے ساتھ لگاؤ اور نظریہ سے والہانہ پیار اور تعلق کی وجہ سے ان کی خطابت کو روانی خطابت سے ہٹا کر ایک منفرد طرز عطا کی تھی، حقیقت صرف اتنی سی ہے کہ مولانا جھنگوی نے سچائی کو بغیر لاگ لپٹ کے پیش کیا، دشمنان صحابہ کو دعوت مبارزت دی، ان کو دلائل کے میدان میں گھسیٹنا چاہا، انہیں بار بار للکارا کہ ہائی کورٹ، سپریم کورٹ یا قومی اسمبلی میں میرے موقف کو باطل نہیں بنایا جاسکتا اور نہ ہی اس طرح باطل کو حق باور کرایا جاسکتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ ایک حق گو انسان کی زندگی کا خاتمہ کیا جاسکتا ہے اگر تم حق پر ہو اور میں باطل پر ہوں تو دلائل کے میدان میں آؤ! مگر ان کی دعوت مبارزت نہ قبول کی جاسکتی تھی نہ کی گئی دلیل کا جواب جو کہ دلیل سے نہیں دیا جاسکتا تھا اس لئے گولی سے دیا گیا اور اسلام دشمن قوتوں نے ایک خونی سازش کے تحت 22 فروری 1990 کو مولانا حق نواز جھنگوی کو گولی مار کر شہید کر دیا۔

.....

حب صحابہ رضی اللہ عنہم — بغض صحابہ لعنت اللہ

فنا فی اللہ کی تہہ میں بقا کا راز مضمر ہے
جسے مرنا نہیں آتا، اُسے جینا نہیں آتا

امیر عزیمت، امیر کاروانِ ناموسِ صحابہؓ، شیر اسلام

مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

اور اُن کے باوفا جانشینوں
مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ، مولانا ضیاء الرحمن فاروقی شہیدؒ
مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ، مولانا علی شیر حیدری شہیدؒ

اور دیگر سینکڑوں شہداء ناموسِ صحابہؓ کی عظمت کو سلام پیش کرتے ہیں

امیر کاروان، قائد تحریک انقلاب، جانشین شہداء حضرت مولانا محمد احمد لدھیانوی
اور ان کے رفقاء و معاونین پر مکمل اعتماد کا اظہار کرتے ہیں

امیر عزیمت شہیدؒ کی یاد میں خصوصی اشاعت کے اہتمام پر
سالنامہ سرخرو کی انتظامیہ کو خراج عقیدت
پیش کرتے ہیں

پہلوان کھسہ اینڈ زری ہاؤس
ہمارے ہاں مہروزی، کوہاٹی چپل، ہر قسم کے کھسے، شادی بیاہ کیلئے
سونے چاندی کے کھسے بھی بازار سے بارعایت دستیاب ہیں
نقشی، کورا، موتی وغیرہ
سعید احمد پہلوان ○ حامد علی شیخ
0301 7796396 — 0301 7724457

اتحاد بین المسلمین کے حقیقی داعی

جناب چوھدری محمد بشیر عکاشہ صاحب

انہیں ڈھونڈتی ہیں نگاہیں ہماری
جو خود چھپ گئے ساری محفل سجا کے
وہ اُٹھے تو افسردگی چھائی ایسی
دیے بزم کے بُجھ گئے جھلملا کے

امیر عزیمت مولانا حق نواز شہید رحمہ اللہ ایسی شخصیت کے مالک تھے جن کی خوبیوں کا احاطہ کرنا کسی قلمکار کے بس کی بات نہیں۔ آپ کو جس زاویہ سے بھی دیکھا جائے آپ کے اندر اچھائیوں کے علاوہ کچھ نہ ملتا۔ آپ کا تعلق علماءِ حق کے ہراول دستہ سے تھا۔ اسلام کے خلاف اٹھنے والی ہر آواز کا تعاقب کرنا آپ کا شیوہ تھا۔

آپ نے شرک و بدعت کے خلاف آواز اٹھائی۔ آپ رسومات اور بدعات سے بیزار تھے۔ لوگوں کو صحیح العقیدہ بنانے کی ترغیب آپ کی اولین ترجیح تھی۔ ''اللہ کون ہے'' جیسا عظیم بیان سادہ الفاظ، پُر تاثیر اندازِ بیاں ہزاروں لوگوں کو راہِ راست پر لانے کا ذریعہ بنا۔ یہ بیان ہر دیہاتی، کم پڑھے لکھے آدمی یا گریجویٹ ہر کسی کے دل پر یکساں اثر کرتا ہے، اور یہ اندازِ بیان صرف اور صرف آپ کو ہی جچتا تھا اور آپ کا ہی طرۂ امتیاز تھا۔

بیسویں صدی عیسوی میں دو فتنوں نے عروج حاصل کیا۔ ایک فتنہ مرزائیت، مرزا غلام احمد قادیانی کذاب، جھوٹے مدعی نبوت کا جس نے انگریز سرکار کی سرپرستی میں اپنے پَر پُرزے نکالے اور مرزا کذاب نے برصغیر میں جو گل کھلائے وہ سب پر عیاں ہیں، علماءِ حق نے اس کذاب کا راستہ روکا، لاکھوں قربانیوں کے بعد آخر کار ۱۹۷۴ء میں اس ناپاک ذریت کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا۔

دوسرا فتنہ جو گذشتہ صدی کا خطرناک ترین فتنہ تھا وہ مسٹر خمینی کا شیعہ انقلاب تھا، جس کا اسلام کے ساتھ دور کا تعلق بھی نہ تھا۔ جب ایران میں خمینی انقلاب نے جڑیں مضبوط کر لیں تو انہوں نے اس شیعہ انقلاب کو ایران سے باہر دوسرے اسلامی ممالک میں اس انقلاب کو مسلط کرنا شروع کر دیا۔ عراق ایران جنگ اسی شیعہ انقلاب کا شاخسانہ رہی، بالآخر ایرانی

گماشتوں کو شکست فاش ہوئی، عراق سے رسوائی کے بعد خلیجی ممالک میں بھی مداخلت کی گئی لیکن وہاں کی مضبوط حکومتوں کی وجہ سے انہیں اپنے مذموم عزائم میں کامیابی نہ ہو سکی۔ بالآخر جھوٹے انقلاب کے دعوے داروں نے اپنے چہرے سے تقیہ کا نقاب اُتارا اور دورانِ حج بیت اللہ شریف پر قبضہ کر لیا اور سینکڑوں اللہ کے مہمانوں کو شہید کر دیا۔ سعودی حکومت کی بہترین حکمت عملی کی وجہ سے اس فتنہ کا نہ صرف بیت اللہ شریف سے صفایا کر دیا گیا بلکہ ان ایرانی گماشتوں پر سعودی عرب آنے پر بھی پابندی لگا دی گئی۔ تمام اسلامی ممالک میں ناکامیوں کے بعد پاکستان کی سرزمین کو اس جھوٹے انقلاب کے لئے انتہائی مناسب سمجھا گیا۔

علماءِ سوء کی بڑی تعداد کو ایران کے دورے کرائے گئے اور ان کی جیبوں کو ڈالروں سے بھرا گیا، ان کے نام نہاد دینی اداروں کو مالی امداد دی گئی اور ان کے نام نہاد علماء اور دانشوروں نے ملک میں مسٹر خمینی کے قصیدے پڑھنا شروع کر دیئے۔ ملک میں بڑے بڑے شہروں میں ایرانی خانہ ہائے فرہنگ ثقافتی مراکز کے نام پر کھلنا شروع ہو گئے۔ جن کا کام اصحاب پیغمبر رضی اللہ عنہم، اُمہات المومنینؓ کے متعلق انتہائی غلیظ اور گستاخانہ تحریروں کی اشاعت کرنا، شیعہ تنظیموں کو اسلحہ اور مالی معاونت فراہم کرنا تھا۔ اور جن شیعہ مصنفوں کو کوئی ملک میں جانتا نہیں تھا انہیں مالی امداد دے کر اصحاب رسول کے خلاف کتب لکھوائی گئیں، خمینی اور باقر مجلسی کی گستاخانہ کتابوں کے تراجم چھپوا کر ملک میں عام کیے گئے۔ غلام حسین نجفی جیسے ملعون نے تو صحابہؓ کے خلاف انتہائی غلیظ ترین کتب لکھیں، ملک میں اصحاب پیغمبر کو گالی دینا کوئی معیوب عمل نہ سمجھا جانے لگا، ہر طرف صحابہؓ پر تبرا شروع کر دیا گیا، جگہ جگہ شیعہ گماشتے دندناتے پھر رہے تھے، ان شیعہ کتابوں میں غلیظ ترین عبارتوں نے مسلمان نوجوانوں کے اندر اضطراب پیدا کر دیا اور ہر سنی مسلمان بے چین ہو گیا۔

اسی اثناء میں جھنگ کی ایک چھوٹی سی مسجد سے جس کا نام پپلیاں والی مسجد تھا، آوازِ حق بلند ہوئی، اس وقت سنیت خوابِ خرگوش کے مزے لوٹ رہی تھی، علماءِ پاکستان گہری نیند سو رہے تھے۔ اور اس آوازِ حق نے انہیں اس نیند سے جھنجھوڑا اور مسلمانوں کے خلاف ہونے والی سازشوں سے انہیں آگاہ کیا اور کفر کے ایوانوں تک یہ آواز پہنچائی "جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا".....

سنی قوم کو جگانے والی اس شخصیت کا نام امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ تھا۔ آپ نے اس فتنہ کے مقاصد کو بھانپ لیا اور اس کے خلاف کام کرنا اپنی زندگی کا مقصد بنا لیا۔ گلی گلی، قصبہ قصبہ، شہر شہر آپ نے روافض کا تعاقب کرنا شروع کر دیا اور اپنی پُر اثر اور گرجدار آواز سے کفر کو للکارنا شروع کر دیا۔ مولانا جسمانی طور پر کمزور سی شخصیت کے مالک تھے، آپ کا چہرہ پُر رعب تھا، دیکھنے والا پہلی نظر میں ہی آپ کا گرویدہ ہو جاتا تھا۔ جب آپ سٹیج پر اصحاب پیغمبر ﷺ کا ذکر کرتے تو ایک عجیب کیفیت پیدا ہو جاتی، ہر شخص کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے، دلوں کی دھڑکن تیز ہو جاتی، آنکھیں پُرنم ہو جاتیں، ہر طرف سناٹا ہی سناٹا چھا جاتا، لوگ ایسے بیٹھے ہوتے جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔ بچے نوجوان بوڑھے سب اصحاب پیغمبر کی محبت میں غرق ہو جاتے۔ مولانا حق نواز شہید کی آواز میں اتنا درد تھا کہ سننے والے کے دل میں ایسی بے قراری پیدا ہوتی جیسے طوفان آنے کے بعد سمندر کی لہروں میں اضطراب اور بے چینی پیدا ہوتی ہے اور سنی نوجوانوں کے اندر شیعہ سے نفرت اور انتقام کی لہریں اٹھتی تھیں۔

CamScanner

امیر عزیمتؒ نے مسلمان نوجوانوں کو بامقصد زندگی گزارنے کا سبق دیا۔ لاکھوں نوجوان جو دنیا کی رنگینیوں میں گھرے ہوئے تھے آپ کی صدائے حق پر لبیک کہتے ہوئے کفر کے ایوانوں سے ٹکرا گئے۔ آپ نے لاکھوں نوجوانوں کی زندگیوں کو بدل دیا۔ آپ کی آواز کو جس نے سنا اس نے اپنا تن من دھن دین پر قربان کر دیا۔ آپ نے اس راستہ میں بے پناہ مشکلات برداشت کیں، آپ پر جھوٹے مقدمات بنائے گئے، جیل میں آپ پر بے پناہ تشدد کیا گیا اور آپ کو قتل کے جھوٹے مقدمات میں پھنسایا گیا لیکن ان تمام حربوں کے باوجود نہ آپ کو جھکایا جا سکا اور نہ اپنے موقف سے ایک انچ پیچھے ہٹایا جا سکا۔ آپ جو بات بھی کہتے ڈنکے کی چوٹ پر کہتے، کفر کے ایوانوں میں زلزلہ برپا کر دیتے۔

آپ مسلمانوں کے تمام فرقوں کے اتحاد کے بڑے داعی تھے۔ آپ نے اپنے پلیٹ فارم پر دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث علماء اور نوجوانوں کی بڑی تعداد کو اکٹھا کیا۔ جو بھی آپ کی تقریر ایک دفعہ سن لیتا آپ کا گرویدہ بن جاتا۔ پھر تحفظِ ناموسِ صحابہؓ پر اپنی جان کو لٹا دیتا مگر پیچھے نہ ہٹتا۔

خمینی فتنہ کے سامنے مولانا کی تقریروں نے بند باندھ دیا اور شیطان کی اس ذریت کے تمام خواب چکنا چور ہو گئے اور پاکستان کی سرزمین کو اپنے لیے انتہائی موزوں کہنے والوں کو مولانا نے لوہے کی لگام چڑھا دی۔

مولانا شہیدؒ کی انہی کوششوں کے نتیجے میں ہر گھر سے اصحابِ پیغمبر کی محبت کے نغمے بلند ہونا شروع ہو گئے۔ مسلمانوں کے دلوں میں صحابہ کی محبت گھر کر گئی، صحابہ کا دشمن دینِ اسلام کا دشمن یہ سب کچھ برداشت کیسے کر سکتا تھا، آخر کار صحابہ کے اس سب سے بڑے محب کو ۲۲ رفروری ۱۹۹۰ء کو شہید کر دیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

دشمنِ صحابہ جس آواز کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند کرنا چاہتا تھا وہ آواز تو مسلمان نوجوانوں کے دلوں میں پیوست ہو چکی تھی، پھر چشمِ فلک نے دیکھا کہ مولانا حق نواز شہید کی آواز نے دشمن کا نہ صرف پاکستان بلکہ پوری دنیا میں تعاقب کیا اور خمینی اور اس کی ذریت کو پوری دنیا میں رُسوا کیا۔ اور پھر مسلمان نوجوانوں کے سامنے رافضیت ٹھہر نہ سکی۔ کل جو نفاذ فقہ جعفریہ کا نعرہ لگتا تھا آج نعرہ لگانے والے بھی نظر نہیں آتے۔ کل جو گولی کی بات کرتے تھے اور ظلم و تشدد سے مولانا شہید کا راستہ روک رہے تھے آج بلوں میں دُم دبائے بیٹھے ہیں۔ آج کسی شیعہ مصنف کی جرأت نہیں کہ اصحابِ پیغمبر کے خلاف کوئی تحریر لکھ سکے۔ ایرانی انقلاب کو سنی نوجوانوں نے پوری قوت سے پاکستان کی سرحدوں سے باہر دھکیل دیا۔

اس پروگرام پر مولانا شہید سے مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ تک شہادتوں کا سلسلہ جاری ہے، پابندیاں، جیلیں، ہتھکڑیاں، بیڑیاں، پھانسیاں، نوجوانوں کو حق نواز شہیدؒ کے بتلائے ہوئے راستے سے نہ ہٹا سکیں۔ آج بھی مولانا حق نواز شہید رحمہ اللہ کا کارواں رواں دواں ہے۔

آج امیر عزیمت مولانا حق نواز شہید کو ہم سے بچھڑے انیس سال گزر گئے ہیں لیکن آج بھی ہمارے دلوں میں

دھڑکن کی طرح بس رہے ہیں، ہزاروں شہادتوں، لاکھوں اسیریوں کے باوجود آج بھی مولانا کی لگائی ہوئی آواز پورے ملک میں گونج رہی ہے۔

آج بھی آپ کی جماعت زندۂ جاوید ہے، ہر گلی، ہر قصبے، شہر میں آپ کے نام لیوا زندہ ہیں، صحابہ کی محبت کے نغمے آج بھی گونج رہے ہیں۔ دشمنِ صحابہ کا تعاقب آج بھی جاری وساری ہے۔

سینکڑوں طوفانوں کے باوجود آج اس کارواں کی قیادت محفوظ ہاتھوں میں ہے، تمام تر سازشوں کے باوجود مولانا شہیدؒ کے دیوانے آج بھی ایک پلیٹ فارم پر جمع ہیں اور قائد اہل سنت مناظر اسلام حضرت مولانا علی شیر حیدری دامت برکاتہم اور جرنیل کارواں مولانا محمد احمد لدھیانوی، محترم جناب ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں کی قیادت میں یہ کارواں رواں دواں ہے۔

اللہ رب العزت ہم سب کو منزلِ مقصود پر پہنچائے۔ آمین

مولانا حق نواز شہید اکثر فرماتے تھے:

فنا فی اللہ کی تہہ میں بقا کا راز مضمر ہے
جسے مرنا نہیں آتا اُسے جینا نہیں آتا

❁❁❁❁

حب صحابہؓ رحمۃ اللہ — بغض صحابہؓ لعنت اللہ

❁ فنا فی اللہ کی تہہ میں بقا کا راز مضمر ہے جسے مرنا نہیں آتا، اُسے جینا نہیں آتا ❁

امیر عزیمت، امیر کاروانِ ناموسِ صحابہؓ، شیر اسلام

مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

اور اُن کے باوفا جانشینوں
مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ، مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ
مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ، مولانا علی شیر حیدری شہیدؒ

اور دیگر سینکڑوں شہداء ناموسِ صحابہؓ کی عظمت کو سلام پیش کرتے ہیں

من جانب
مولانا ریحان محمود ضیاء
مہتمم
جامعہ عمر فاروق الاسلامیہ
سمندری ضلع فیصل آباد

امیر کارواں، قائد تحریک انقلاب، جانشین شہداء، قائدین
حضرت مولانا محمد احمد لدھیانوی
اور ان کے رفقاء، ومعاونین پر مکمل اعتماد کا اظہار کرتے ہیں

امیر عزیمت شہیدؒ کی یاد میں خصوصی اشاعت کے اہتمام پر
سالنامہ سرخرو کی انتظامیہ کو خراجِ عقیدت
پیش کرتے ہیں

میرا پیارا قائدؒ

تحریر: مولانا اورنگ زیب فاروقی مدظلہٗ

وہ دن میری زندگی کا قیمتی ترین تھا دفاع صحابہؓ کی ناقابل فراموش اور لازوال تحریک سے وابستگی کے بعد کا ہر دن یقیناً قیمتی، باسعادت، توشۂ آخرت ہے۔ ایک عجیب سماں تھا سوئے قسمت کہ آنکھوں کو پھر ایسا نظر دیکھنے کو نہیں ملا۔ دفاع صحابہؓ کے لئے بولنے والی ہر زبان، چلنے والا ہر قدم، سوچنے والا ہر دماغ یقیناً وہ بہت قیمتی ہے۔

لانڈھی مکہ مسجد کا وہ پرکیف منظر آج بھی میری نظروں کے سامنے ہے لانڈھی میں حضرت امیر عزیمتؒ کا یہ پہلا اور آخری خطاب لاجواب تھا، راقم اس وقت اگرچہ چھوٹی عمر کا تھا اس کے باوجود امیر عزیمتؒ کے سامنے سٹیج پر بولنے کا شرف حاصل ہوا تھا، امیر عزیمتؒ کے سامنے چونکہ میرا یہ پہلا دن (تقریر) تھا چنانچہ مولانا کے دل سے نکلی ہوئی ان دعاؤں کا اثر ہے کہ اس دن سے لیکر تادم تحریر بفضل اللہ تعالیٰ ختم نبوت کا سٹیج ہو یا دفاع صحابہؓ (سپاہ صحابہؓ) کا سٹیج ہو بندہ کو امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کے دیئے ہوئے مشن پر چلتے ہوئے دشمنان اسلام دشمنان اصحاب رسول کو للکارنے کا شرف حاصل ہوتا رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔ انشاء اللہ

کسی بھی تحریک کی کامیابی کی ضمانت اس قائد کی صلاحیتوں میں مضمر ہوتی ہے کوئی بھی تحریک یا تنظیم اس وقت تک کامیابی کے زینوں کو طے نہیں کر سکتی جب تک اس کے بانی و محرک میں اخلاق بدرجۂ اتم موجود نہ ہو، امیر عزیمتؒ اخلاص اخوت کا مرقع و مسجع تو تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ کارکنوں پر اتنے ہی مشفق و مہربان بھی تھے۔

امیر عزیمتؒ نے جس موضوع پر اور جہاں بھی جس وقت بھی بیان کیا اس موضوع کا حق ادا کر دیا، ان کی حیات مستعار میں کسی باطل فرقہ کی جرأت نہ تھی کہ وہ اہل حق کو کسی بھی مسئلہ پر چیلنج کر سکے، امیر عزیمت رحمۃ اللہ اپنے مشن کے ساتھ باقی فرقہ باطلہ پر بھی کڑی نظر رکھتے تھے۔ خداداد صلاحیتوں کے مالک امیر عزیمتؒ نے اپنی حیات سعید میں اپنے کارکنوں کو اصلاح و خوف کا بھی درس دیا ہے۔

امیر عزیمت کو رب لم یزل نے ایسی نظر عطا کی تھی کہ وہ اپنوں کے بارے میں آنے والے غیروں کو دور سے پہچان لیتے تھے۔ کبھی کبھی میں سوچتا ہوں کہ اللہ رب العزت نے اس دور ناتواں میں کیسا انسان دیا ہے ہمیں، احقاق الحق اور ابطال

الباطل کا فریضہ سرانجام دینا گویا ان کی حیات مستعار کا خاصہ تھا۔ جہاں وہ دشمن اسلام، دشمن اصحاب رسول کو للکارتے تھے، وہاں وہ اپنوں کی کج رویوں کو بھی دور کرنے کی کوشش کیا کرتے تھے، امیر عزیمتؒ کے اخلاص کی بدولت اور ان کے مشن کی حقانیت کی وجہ سے آج پیغام حق پوری دنیا کے تقریباً 30 ممالک میں مکمل ہو چکا ہے، ان کا نظریہ وسوچ اتنا سچا اور اٹل ہے کہ جو بھی سنتا ہے وہ قائل ہوئے بنا نہیں رہ سکتا وہ ہر مدعی کے واسطے کہاں دار و رسن یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا۔

امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگویؒ کی سیاسی بصیرت اتنی وسیع تھی کہ جس کا اندازہ آج کے دور میں با آسانی لگایا جا سکتا ہے۔

ملعون زمانہ رشدی کی توہین رسالت پر مبنی کتاب کے منظر عام پر آجانے کے بعد امیر عزیمت نے بھی آج سے تقریباً 18 سال پہلے اس پر صدائے احتجاج بلند کی تھی۔ انہوں نے اس وقت یورپیوں کو للکارا تھا جب کہ کچھ لوگ آج کے دور میں ملعون رشدی کے خلاف بیان دے کر یہ سمجھ رہے ہیں کہ انہوں نے بہت بڑا جہاد کر لیا، صرف نظر اس کے کہ واقعی ملعون زمانہ سلمان رشدی کے خلاف کسی بھی طور پر صدائے احتجاج بلند کرنا ایمان کا حصہ ہے لیکن یہ بھی تو ایک حقیقت ہے جسے ماننا ہوگا کہ اس عاشق نے آج سے کئی برس پہلے اسے للکار کر اپنی ایمانی غیرت و محبت کا برملا ثبوت دیا تھا۔

اسکے ساتھ اس نے پاکستان میں پائے جانے والے رشدیوں کو بھی للکارا کہ ان کی نیندیں حرام ہو گئیں۔

دراین چہ شک کہ سلمان رشدی کی توہین آمیز کتاب پر جس سطح پر بھی احتجاج ہوا وہ قابل ستائش ہے لیکن سلمان رشدی کی ایک کتاب پر صدائے احتجاج بلند کرنے والے یہ پاکستان میں چھپنے والی سینکڑوں توہین آمیز کتابوں کی توہین پر کیوں خاموش ہیں؟

سلمان رشدی کی توہین آمیز کتاب پر ہر طبقہ نے ہر سیاسی و مذہبی جماعت نے صدائے احتجاج بلند کیا ہے، مسلم لیگ ہو پیپلز پارٹی ہو ہر کسی نے اس کے خلاف جلسہ و جلوس، ریلی اور احتجاج کیا ہے اور کرنا بھی چاہئے۔

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سلمان رشدی کے خلاف احتجاج کرنا اگر ان کی دینی و ملی غیرت کا مظاہرہ ہے تو پھر اس طرح گستاخ کے خلاف جلسہ، جلوس، ریلی یا احتجاج مظاہرہ کرنا یہ دہشت گردی، تخریب کاری، اور انتہا پسندی ہو سکتی بلکہ یہ ایمان کا حصہ ہے، کہ دشمن رسول و گستاخ رسولؐ کے خلاف جلسہ، جلوس ریلی اور احتجاج کرنا چاہئے۔

مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ صرف امیر عزیمت ہی نہیں تھے بلکہ وہ ایک عظیم سیاستدانوں اور مدبر بھی تھے۔

انہوں نے حالات کو بالاطاق رکھتے ہوئے اپنی حیات مستعار میں گستاخ رسولؐ اور گستاخ اصحابؓ کے خلاف احتجاج کیا، انہوں نے ہر جگہ ہر وقت اسلام کے لئے عملی جدوجہد کا مظاہرہ کیا ہے۔

جس طرح انہوں نے ملعون سلمان رشدی اور انڈیا میں شہید کی جانے والی بابری مسجد کی شہادت کے خلاف مؤثر آواز اٹھائی، اسی طرح انہوں نے ملا باقر مجلسی اور شیخ ثقیفہ کے مصنف علی اکبر شاہ اور غلام حسین نجفی اور خمینی جیسے ملعونوں کے خلاف بھی نہ صرف صدائے احتجاج بلند کی بلکہ ان کی غلاظت سے بھری ہوئی گندی ذہنیت کا پول پوری دنیا پر آشکارہ کرتے

ہوئے ان کے کفر و دجل کو ننگا کر دیا۔

میرا پیارا قائد یہی تو کہتا تھا کہ کفر کے خلاف آواز اٹھانا دہشت گردی نہیں ہے چہ جائیکہ کہ کفر برطانیہ کا ہو یا ایران کا، اور وہ رشدی ملعون کی صورت میں ہو یا غلام حسین نجفی کی صورت میں ہو۔ اس کے خلاف آواز اٹھانا عین ایمان کا حصہ ہے اگر رشدی کے خلاف آواز اٹھانا ایمان کا حصہ ہے تو وہ لوگ جو اس کے خلاف تو سراپا احتجاج بنے ہیں وہ لوگ اسی پاکستان کے علاقہ چنیوٹ کے اندر بنائے جانے والے خاکوں پر خاموش کیوں ہیں۔

وہاں احتجاج کرنے والے غلام حسین نجفی ملعون کی گندی تحریروں پر خاموش کیوں ہیں؟ وہاں ایمانی غیرت کا مظاہرہ کرنے والے ملا باقر مجلسی کی شیطنت پر خاموش کیوں ہیں؟ بابری مسجد کی شہادت پر احتجاج کرنے والے اسلام کی شہید کی جانے ولی مساجد پر خاموش کیوں ہیں؟

اگر وہاں احتجاج کرنا غیرت ایمانی ہے ایمان کا حصہ ہے تو یہاں پر بھی وہ غیرت ایمانی ہونی چاہئے۔

یہ وہ سوال ہے جو ہر اس شخص کی زبان پر ہے جس نے سلمان رشدی کے خلاف بھی مظاہرہ کیا اور شیخ تقیہ اور کئی دوسری کتابوں پر بھی اس نے احتجاج کیا چاہئے اس کے کال کوٹھڑی کا سامنا کرنا پڑا تو کر گیا۔

جیلوں میں جانا پڑا تو چلا گیا تختہ دار پر جھومنا پڑا تو جھول گیا مگر وہ دنیا کو بزبان کمال سالالپوری یہ پیغام دے گیا کہ:

مایوسیوں کے سامنے تیغ و سپر نہ ڈال
اِن ظلمتوں میں صبحِ درخشاں تلاش کر
ہر کفر کو حرارتِ ایماں سے دوچار کر
ہر مرگ میں حیات کا عنواں تلاش کر

میں کبھی کبھی سوچتا ہوں کہ مکتب عشق کے دستور بڑے نرالے ہوتے ہیں جس میں زندگی اور مال و متاع سے زیادہ موتِ شہادت کو ترجیح دی جاتی ہے۔

بے شک امیر عزیمتؒ نے 22 رفروری کو جان کا نذرانہ دے کر عاشق صادق ہونے کا عملاً ثبوت دیتے ہوئے محبت والفت کی شمع کو فروزاں کر دیا اب ہر شمع ان کے خون جگر کے ایندھن سے روشن ہو کر ہمیشہ ضوفشانی کرتی رہے گی کٹی بھی ہیں اور عاشقوں کی گردنیں کٹتی بھی رہیں گی اسی شمع اور مشعل کی روشنی میں نمازیوں کا قافلہ قدم قدم ہر قدم منزلوں کی طرف بڑھتا رہا ہے رہے گا۔ انشاء اللہ

بس اک شعلہ جلا دو کسی صداقت کا
زمانہ آپ ہی صدیوں تلک ہوارے گا

CamScanner

تکبیر — بسم اللہ — صحابہ نمبر

اہل سنت والجماعت کی عظیم، تعلیمی، روحانی، ادبی و دینی درسگاہ

جامعہ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم

رجسٹرڈ کبیر والا

ملحقہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

جاری شعبہ جات

سنگ بنیاد: حبر الامت ضیغم اسلام علامہ شہید علی شیر حیدری رحمۃ اللہ علیہ

زیر سرپرستی: پیر طریقت رہبر شریعت حضرۃ مولانا محمد نواز سیال مدظلہ العالی
مہتمم جامعہ قادریہ غوثیہ صادق آباد ملتان

حفظ و ناظرہ ○ تجوید و قرأت ○ علوم شرعیہ ○ علوم عصریہ

کی تعلیم ماہر اور محنتی اساتذہ کی نگرانی میں دی جاتی ہے۔

جاری منصوبہ جات

خوبصورت مسجد زیر تعمیر ہے۔ درسگاہیں، لائبریری، دارالاقامہ، وضو خانہ کی تعمیر جاری ہے۔

اپیل

سیمنٹ، سریا، بجری، اینٹ، ریت اور لیبر چارجز کے لئے نقدی سے تعاون فرما کر عنداللہ ماجور ہوں

الداعی الی الخیر (مولانا) عبدالخالق رحمانی بانی و مہتمم جامعہ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم

نزد نیالاری اڈا خانیوال روڈ کبیر والا ضلع خانیوال پنجاب۔ پاکستان

فون: 0300-6880213, 0301-7873313

جرأت وخودداری کا پیکر

جناب حاجی محمد رفیق صاحب (کوئٹہ)
صوبائی راہنما سپاہِ صحابہ بلوچستان

خون دل دے کے نکھاریں گے رُخ برگ گلاب
ہم نے گلشن کے تحفظ کی قسم کھائی ہے

تاریخ اسلام کی اوراق گردانی سے یہ حقیقت ہر قاری پر واشگاف ہو جاتی ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کو جتنا نقصان شیعیت نے پہنچایا ہے کسی دوسرے کفر سے نہ ہو سکا۔

شیعیت مذہبی اور سیاسی دونوں محاذوں پر دین اسلام کی بیخ کنی میں برسرپیکار رہی ہے ایک طرف تو ان بے بنیاد کفریہ عقائد کو اسلام کا نام دے کر دُنیا کے سامنے پیش کیا، جو عقائد یہودیوں اور عیسائیوں کے عقائد کو بھی مات دے جاتے ہیں اور دوسری طرف ہر اسلامی حکومت کے خلاف صف اول کے سپاہی کا کردار ادا کیا۔ اس کے پیچھے بھی ان کا وہ نظریہ کارفرما تھا کہ بارہویں امام کے نماز سے نکلنے اور حکومت بنانے تک جو بھی حکومت بنے گی وہ طاغوتی اور باطل حکومت ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ ہر اسلامی ملکوں کے زوال میں ہمیشہ شیعہ کا ہاتھ نظر آتا ہے۔

یمن کا عبداللہ بن سبا ہو یا بغداد کا علقمی اور طوسہ، صلاح الدین ایوبیؒ کے خلاف سازشیں ہوں یا فاطمیوں کی چیرہ دستیاں۔ مغلیہ سلطنت میں نور جہاں رافضیہ کا تسلط ہو یا مسلمانوں کی ابتداء کے زمانہ میں میر جعفر اور میر صادق کا کردار یا قریب کی تاریخ میں سکندر مرزا اور یحییٰ خان کی اسلام اور پاکستان دشمن پالیسیاں ہوں یا مشاہد حسین اور فیصل صالح حیات کی علمائے حق کی شہادتوں میں خدمات ہر جگہ اور ہر وقت شیعیت نے کھل کر اسلام اور اسلامی حکومتوں کی بنیادوں پر تیشہ چلایا ہے۔

ان حالات میں جب بیوروکریسی میں شیعہ جراثیم پوری طرح سرائیت کر چکے تھے حکمران طبقہ حق بات کہنے اور اپنے عقیدہ کے تحفظ کا اظہار کو فرقہ واریت اور ملک دشمنی قرار دیتا تھا اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ اُسے تنگ نظری گردانتا تھا۔ انتظامیہ نقص امن کے طعن اور تیر چلاتی رہی۔ شیعہ وڈیرے سر چڑھ کر بولتے تھے۔ کون تھا جس نے اپنے علم کے اظہار کو ضروری سمجھا اور حدیث کی روح سے اللہ رب العزت، ملائکہ اور تمام انسانیت کی لعنت سے محفوظ کر لیا۔ وہ ایک ہی شخصیت ہے۔

سُنیت کا بے تاج بادشاہ، قاطع رافضیت، وکیل صحابہؓ شہید عفت امی جان عائشہؓ امیر عزیمت حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ۔

۱۔ میرا تعارف

میرا مولانا حق نوازؒ سے پہلا تعارف دُبئی میں سپاہ صحابہؓ کے قیام سے ان کی ایک تقریر اشاعت حق سُن کر ہوا۔ راقم کو مختلف علماء کرام کی تقاریر جمع کرنے کا جنون تھا لیکن حضرت جھنگوی شہید کی یہ تقریر سُنی تو دل و دماغ پر یہ الفاظ نقش ہو گئے کہ واقعی (بات جو دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے) اس کے بعد مولانا شہیدؒ کے بیانات سُننے اور جمع کرنے کا ایک نشہ سا ہو گیا اور دل میں اس مرد قلندرؒ سے ملاقات کے لئے بے تاب رہنے لگا۔

حضرت شیخ القرآنؒ کے نواسے جناب برادرم ارشد محمود صاحب دُبئی آئے تو ان سے بطور خاص حضرت جھنگوی شہیدؒ کے حالات معلوم کیے اور ان کا رابطہ نمبر لیا۔ حضرت سے پہلی بار رابطہ ہوا حال احوال دریافت کیا اور دُبئی میں تحریک کا کام کرنے کی ترتیب دریافت کی، جس پر جناب نے فرمایا کہ وہاں کے ساتھیوں کے ساتھ رابطہ میں رہیے اور وہاں تقاریر اور لٹریچر کے ذریعے لوگوں میں شعور اُجاگر کیجئے۔

بلاشبہ حضرت جھنگویؒ کا انداز مجددانہ تھا۔ جس نے ایوان کفر پر ایسا وار کیا۔ جو انشاء اللہ اس عالمی کفر کے لئے آخری وار ثابت ہوگا۔ انہوں نے شیعیت کو صحابہ کرامؓ کے ایمان کو جانچنے کے بجائے اپنے ایمان اور اسلام کے فکر میں لگا دیا اور مسلمانوں کو ایسی لائن دے دی کہ اب وہ اصحاب رسولؐ پر شیعہ کے الزامات کے جوابات کے بجائے خود شیعیت کے کفریہ عقائد از بر کروا دیئے۔

۲۔ سپاہ صحابہؓ کا قیام

بلاشبہ سپاہ صحابہؓ کا قیام وقت کی اہم ترین ضرورت تھی۔ کفر کو سر عام ننگا کر کے تقیہ کی چادر سے باہر کر دیا گیا اور اسلامی عقائد کے خلاف ایک خونریز اور سفاک سیلاب کی صورت اختیار کر چکا تھا۔ جس کے آگے بند باندھنے کے لئے مولانا حق نواز جھنگویؒ نے سپاہ صحابہؓ کے جانثاروں کی فوج کھڑی کر دی اور خود اس کے سپاہ سالار بن گئے۔ سپاہ صحابہؓ کے پلیٹ فارم سے جھنگوی شہیدؒ نے مسلمان قوم کو جو نعرہ دیا وہ آج بھی شیعہ کو ہر وار سے زیادہ کاٹ دیتا ہے۔ تعلیم القرآن پنڈی کے جلسہ عام میں فرمایا کہ اس کافر کافر شیعہ کافر پر میں جان دینا چاہتا ہوں۔

مولانا حق نوازؒ کی ایسی جرأت مندانہ خطبات سُن کر ایک عجیب سی کیفیت ہو گئی۔ ۱۹۸۶ء میں پاکستان آمد پر ان کا دیدار اور ملاقات ذہن پر چھایا ہوا تھا۔

چنانچہ کوئٹہ سے فقیر والی اور پھر جھنگ کا سفر شروع کیا۔ پروگرام یہ طے ہوا کہ فقیر والی پہنچ کر فوراً مولانا امین صفدر اوکاڑویؒ کے بیانات لے کر جھنگ میں مولانا حق نوازؒ کی زیارت کے لئے جھنگ حاضری ہوگی۔

فقیر والی جاتے ہوئے راستے میں جب گاڑی قائم پور کے ایک بازار میں رکی تو سامنے ہی سپاہ صحابہؓ کے دفتر کے بورڈ پر نظر پڑی۔ وہاں دفتر سے معلوم ہوا کہ مولانا حق نوازؒ نے اس دن وہاں آنا تھا۔ دفتر کا افتتاح اور تقریر کا پروگرام تھا لیکن انتظامیہ نے اُن پر پابندی لگا دی ہے اور معلوم ہوا کہ آپ اس وقت خیر پور میں ہیں۔ اس پر دل بہت رنجیدہ ہوا کہ کتنی آسانی سے یہاں ملاقات ہو سکتی تھی اور ساتھ یہ مغالطہ بھی لگا کہ وہ خیر پور (سندھ) میں ہیں۔ حالانکہ وہ خیر پور ٹامیوالی (پنجاب) میں تھے جو کہ قریب ہی تھا۔ چنانچہ اللہ رب العزت کو یہ ملاقات منظور نہ تھی۔ ہم نے سمجھا کہ وہ سندھ میں ہیں وہاں کیسے پہنچ سکتے ہیں۔ فقیر والی روانہ ہوئے وہاں معلوم ہوا کہ مولانا حق نوازؒ صرف جمعہ کے دن جھنگ میں مل سکتے ہیں۔ اب تو اور بھی پریشانی بڑھی کہ جمعہ میں چار پانچ دن باقی ہیں اور کوئٹہ میں گھر پر بیٹا بھی بیمار تھا۔ اس لئے ناچار اور نا اُمید ہو کر فقیر والی میں ایک رات گزار کر جب قائم پور اُسی دفتر کے پاس رُکے تو دفتر پر پرچم لہرا رہا تھا۔ جو کہ پچھلے روز نہیں تھا۔ معلوم کرنے پر اطلاع ہوئی کہ مولانا جھنگوی صاحب کل یہاں تشریف لا کر دفتر کا افتتاح اور تقریر بھی کر چکے ہیں۔

تیرے دیدار کی امید تھی بر آ نہ سکی
شب فراق کو مطلوب سحر آ نہ سکی

اور مزید دو سال تک مولانا شہیدؒ سے ملاقات نہ ہو سکی لیکن ٹیلی فون کے ذریعے حال احوال ہوتا رہتا تھا۔

آزمائش

دُبئی میں حضرت فاروقی شہیدؒ نے آ کر مجھے میزبانی کا شرف بخشا اور سپاہ صحابہؓ اور مولانا حق نواز شہیدؒ پر مصیبتوں کے انبار آن پڑے۔ جرأت اور استقامت کے جو واقعات ہم کتابوں میں پڑھتے تھے اس دور میں مولانا حق نوازؒ نے حق اور صداقت کی خاطر ان ساری مصیبتوں کو برداشت کیا۔ جو ایسے دیوانوں اور حق پرستوں کا مقدر ہوا کرتی ہے۔ ہتھکڑی، جیل، بیڑی، سفاک تشدد، ضلع بندی، زبان بندی اور مقدمات میں نامزدگی، ساتھیوں پر تشدد اور ظلم کارکنوں اور علمائے کرام کی شہادت سب کو اس صراط مستقیم پر برداشت کر گئے لیکن پائے استقلال میں ذرا برابر جنبش نہ آئی۔

۴۔ سیاسی راہنما

۱۹۸۸ء میں دُبئی سے واپسی پر پھر مولانا سے ملاقات کی ترتیب بنائی۔ یہ الیکشن کا زمانہ تھا اور الیکشن سے چند دن قبل رائیونڈ کا سالانہ اجتماع تھا اجتماع میں شرکت کے بعد آخری دن پروگرام کے مطابق جھنگ کے تبلیغی ساتھیوں کے ساتھ جھنگ مولانا کے ساتھ میری ملاقات کرائیں گے ابھی یہ ترتیب بن رہی تھی کہ فاروقی شہیدؒ دو تین ساتھیوں کے ہمراہ نظر آئے اور دُعا کے فوراً بعد سمندری کے لئے گاڑی میں نکل پڑے اور حضرت فاروقی شہیدؒ نے ایک انتخابی جلسے سے خطاب کیا رات کھانا آپ کے گھر کھا کر جھنگ کے لئے روانہ ہو گئے۔ جھنگ سٹی پہنچے تو جلسہ کی اسٹیج پر حضرت مولانا حق نوازؒ بیٹھے ہوئے تھے اور مائیک پر شاعر سپاہ صحابہؓ (طاہر برادران) طاہر اور خالد نظم پڑھ رہے تھے۔ جلسہ ختم ہونے کے بعد پہلی مرتبہ حضرت مولانا حق نوازؒ سے

ملاقات کی اور دلی تڑپ پوری ہوگئی۔ حضرت فاروقی شہیدؒ نے میرا تعارف کرایا، یقین نہیں آرہا تھا کہ جو شخص تقاریر میں ایسے لکارتا یلغار کرتا، کفر کے ایوانوں میں اپنے گرج سے بجلیاں گراتا ہے، وہ ایسا نفیس، لاغر اور دُبلا پتلا پینتیس (35) سال کا سنجیدگی اور فکر غم سے لبریز جوان ہوسکتا ہے۔ اتنے کم گو کہ زبان سے لفظ مشکل سے نکلتا تھا۔ لیکن جب بات آتی اللہ کی توحید، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت وختم نبوت، قرآن کی عظمت کی، اصحابؓ واہل بیتؓ کی تقدیس اور شرافت کی اور اماجان عائشہؓ کے دوپٹے کی عظمت کی تو پھر یہ کم گو انسان شیر کی مانند دھاڑتا، بجلی کی مانند گرجتا بپھرے ہوئے دریا کی مانند چلاتا اور کفر پر سیدنا خالد بن ولیدؓ کی ننگی تلوار کی طرح برستا۔

مولانا صبح کو گھر پر ملنے کا کہہ کر باب عمرؓ جلسہ کی راہ لی میں بھی فاروقی شہیدؒ کے ہمراہ جلسہ گاہ پہنچا یہ الیکشن کا آخری جلسہ تھا مسلمانوں کا ایک جم غفیر تھا یہ ایک تاریخی جلسہ تھا جو صبح فجر تک چلتا رہا۔

فجر کی نماز پڑھ کر ایک ساتھی کے گھر آرام کیا اور دن چڑھنے پر مولانا فاروقی شہیدؒ کے ہمراہ محلہ پپلیانوالہ (موجودہ حق نواز شہید محلہ) میں بیت جھنگوی پر حاضر ہوئے۔ مولانا غسل فرما رہے تھے غسل میں کچھ وقت لگا اور باہر آئے تو حضرت فاروقی شہیدؒ نے عجیب جملہ انہیں کہا جن سے مجھے اکابرین کے تعلق کا احساس ہوا۔ مولانا نے رات کے کھانے پر عہد لیا اور میں فاروقی شہید کے ساتھ فیصل آباد گیا۔ جہاں حضرت ضیاء القاسمیؒ سے ملاقات کی اور حضرت فاروقی شہیدؒ کو الیکشن کے سلسلے میں کچھ کام بھی کرنے تھے۔ امور نمٹاتے نمٹاتے رات ہوگئی رات کی وجہ سے سفر کرنا مناسب نہیں چنانچہ حضرت جھنگوی شہیدؒ کو فون پر معذرت کی اور اگلی صبح حاضری کی اطلاع دی۔ صبح جب جھنگ دفتر پہنچے تو حضرت جھنگویؒ خود ہی لوگوں کے فون سُن رہے تھے۔ دفتر میں کافی چہل پہل تھی۔ لوگ آجا رہے تھے اور دفتر میں حضرت جھنگوی شہیدؒ کے کہنے پر ایک نوٹس بھی آویزاں کردیا گیا تھا کہ

"صوبائی سیٹ کے بارے میں بات کرنا منع ہے"۔

والدہ کی بیماری کی وجہ سے اُسی روز حضرت جھنگوی شہیدؒ اور حضرت فاروقی شہیدؒ سے رخصت لے کر ملتان کی بس میں بیٹھ کر کوئٹہ روانہ ہوا اور دل میں مولانا کے ساتھ اکٹھے بیٹھ کر ان کے گھر کا کھانا نصیب نہ ہونے کا قلق تھا۔

مولانا حق نوازؒ میں خودداری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ حرص وطمع ان کے پاس سے بھی نہ گزری تھی۔ کبھی بھی اپنی دینی خدمات اور صفات کو دُنیاوی آسائش کے لئے سودا نہیں کیا۔

دُبئی میں ہمیں اس بات کا تجربہ ہوا کہ جب بھی وہاں سے پاکستان کسی مدرسہ، مسجد یا کسی تنظیم کے لئے چندہ کی رقم بھیجتے تو جواب میں لمبا چوڑا شکریہ نامہ موصول ہوتا کہ دوسرے ساتھیوں کو بھی اس کار خیر کے لئے آمادہ کریں۔ لیکن حق نوازؒ کی تنظیم سپاہ صحابہؓ کے لئے جب بھی دُبئی سے رقم بھیجی تو ہمیں کچھ عرصہ بعد خود ہی ان سے رابطہ کر کے اطمینان کرنا پڑتا کہ رقم موصول ہوگئی یا نہیں۔ انہوں نے اس چیز کو کبھی بھی اہمیت اور وقعت نہیں دی۔ شہادت سے چند دن پہلے ۱۵ر فروری ۱۹۹۰ء کو میں نے انہیں فون پر بتایا کہ یہاں دُبئی کے ساتھیوں نے چندہ جمع کر کے بیس ہزار =/20000 روپے اور عطر فرزند شیخ

القرآن جناب قاضی احسان صاحب کے حوالے کر دیئے ہیں۔ پنڈی میں اُن سے وصول کر لیں تو فرمایا کہ مجھے مقدمات کی پیروی کرنے سے فرصت نہیں۔ اس سلسلے میں کبھی لاہور اور کبھی ملتان اور کبھی کہروڑ پکا، لیہ وغیرہ کے عدالتوں کے چکر لگتے ہیں۔ اوپر سے جلسوں میں خطاب بھی کرنا ہوتا ہے اس لئے مجھے فرصت نہیں، میں نہیں جا سکتا۔ اس پر میں نے کہا کہ پھر قاضی صاحب خود ہی پہنچا دیں گے لیکن اس کی نوبت نہیں پہنچی۔ کیونکہ دُنیاوی عطر لگانے سے پہلے ہی وہ جنت کے مُشک وعنبر میں نہا گئے اور ۲۲ رفروری ۱۹۹۰ء کو شہید کر دیئے گئے۔

اس ٹیلی فون کے رابطہ میں نے انہیں اس کے قتل کی سازش کی اطلاع دی تھی۔

ہوا یوں کہ ۱۵ رفروری ۱۹۹۰ء جمعرات کی صبح میں نے مولانا حق نواز کے گھر فون کیا، فون بھابھی نے اُٹھایا اور بتایا کہ مولانا دفتر کو ابھی نکلے ہیں دفتر فون کیا تو یوسف مجاہد نے فون اٹھایا اور کہا کہ وہ مولانا ابھی آ گئے اور ریسیور اُن کے حوالے کر دیا سلام اور دُعا کے بعد میں نے عرض کیا:

مولانا صاحب ۲۰ تا ۲۵ رتاریخ کے درمیان احتیاط کریں۔

مولانا: خیر تو ہے۔

میں: قاتلانہ حملے کا خطرہ ہے۔

مولانا: کس نے کہا۔

میں: یہ ہمارے ساتھی محمود (سرگودھا والے) نے کہا کہ آپ کا رابطہ تو مولانا صاحب سے ہوتا ہے انہیں یہ پیغام پہنچا دیجئے کہ یہاں دُبئی میں مولانا حق نوازؒ، مولانا منظور احمد چنیوٹی اور غلام عبدالستار تونسوی کے قتل کا منصوبہ تیار ہو چکا ہے۔ جس میں پاکستان، ایران اور عرب کے شیعہ شامل ہیں۔

مولانا: اللہ خیر کرے۔

میں: اور پھر وہ پیسے بھیجنے کی بات ہوئی۔ اس سے اگلے روز جمعہ کی تقریر میں آپ نے فرمایا کہ مجھے مصدقہ اطلاع ہے کہ میری، عبدالستار تونسوی اور منظور احمد چنیوٹی کے قتل کا منصوبہ تیار ہو چکا ہے۔

اور پھر ۱۹ رفروری کو کہروڑ پکا کے جلسے میں بھی یہ بات پھر دُہرائی۔ آپؒ نے اُس وقت کے صدر غلام اسحٰق خان کو خط بھی لکھا تھا جس میں اُسے اس ناپاک منصوبے کی اطلاع دی گئی تھی۔ اس کے باوجود تقریر میں فرمایا:

"یہ بھول جائے عائشہؓ کی دشمن کہ میں موت سے ڈر کر اُس کے کفر پر پردہ ڈال دوں گا"۔

مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ نے بتایا تھا کہ جب آپ نے مولانا جھنگوی شہیدؒ کو اس منصوبے سے باخبر کیا تو مولانا نے اپنے ساتھ جو گن مین رکھے ہوئے تھے ان کو فارغ کر دیا۔

CamScanner

فتنہ شیعیت کے آگے سدّ سکندری

تحریر:۔ حضرت مولانا اللہ وسایا صدیقی مدظلہ

محترم قارئین! اس وقت جو تحریر آپ کے سامنے ہے۔ یہ تحریر اس مرد قلندر کے بارے میں ہے کہ جس نے پانی جان پر کھیل کر سنی حقوق کا تحفظ کیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اسلام کے دشمنوں کو بے نقاب کیا۔ اس راستہ کا انتخاب کیا جو راستہ کانٹوں سے پر تھا، اس راستہ میں جو بھی رکاوٹ بنا چاہے وہ حکومت تھی یا پولیس یا فوج، وہ شخص تمام مصلحتوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے سب سے ٹکرا گیا۔ مگر دین پر سودے بازی نہیں کی اور سنی حقوق کی بات کرنے سے باز نہ آیا اور مسلمانوں کو جینے کا سلیقہ سکھا گیا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد فتنہ سبائیت اٹھا۔ جس کا بانی ایک یہودی عبداللہ ابن سبا تھا۔ اس فتنے نے اپنی جڑیں پھیلانی شروع کیں۔ یہ ایسا فتنہ تھا جس نے آگے جا کر دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نا قابل تلافی نقصان پہنچایا۔ اس گروہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن پر سب وشتم کو جائز قرار دیا اور ان عظیم ہستیوں کے کردار کو داغدار کرنے کی کوشش کی مگر ہر دور میں اس فتنے کی سرکوبی کے لئے علماء میدان میں آئے اور اس فتنے کے آگے بند باندھا۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایسے لوگوں کو آگ میں جلا دیا، حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فتویٰ دیا کہ حکومت پر ان لوگوں کو قتل کرنا واجب ہے۔ امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم ان تینوں علماء نے اپنے اپنے ادوار میں شیعیت کے قتل کا فتویٰ دیا۔ اسی طرح علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے فتویٰ دیا کہ ہمارا کوئی رافضیہ کے ساتھ لڑتے ہوئے مارا جائے وہ شہید ہے اگر رافضی کو مار دے تو غازی ہے۔

غرض ہر دور میں علماء اس فتنے کو روکنے کی کوشش کرتے رہے۔ حتی کہ یہ فتنہ سبائیت جب ہندوستان میں داخل ہوا تو یہاں بھی اس کی روک تھام کے لئے علماء میدان میں آئے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستان کے مسلمانوں میں اس فتنے کے خلاف شعور بیدار کرنے کے لئے ''تفہیمات الٰہیہ'' لکھی۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''تحفۂ اثنا عشریہ'' لکھی، اسی طرح مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''تائید اہل سنت رد الرفضہ'' لکھی، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ''ہدیۃ الشیعہ'' لکھی، اس طرح ہندوستان میں روافض کے خلاف سب سے زیادہ کام حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا اور مسلمانوں میں شیعیت کے خلاف شعور بیدار کیا اور اس فتنے کی سرکوبی

CamScanner

کرتے رہے۔

جب پاکستان معرض وجود میں آیا تو اس ملک میں اکثر جاگیردار شیعہ تھے جو کہ اہل سنت پر مظالم ڈھایا کرتے تھے اور طرح طرح سے بہانے بنا کر اہل سنت پر تشدد کے لئے مواقع کی تلاش میں رہتے تھے۔

اسی دوران ایران میں خمینی انقلاب آیا تو پاکستان میں بھی انقلاب کی راہ ہموار کی جانے لگی اور شیعہ اتنا دلیر ہو گیا کہ اہل سنت پر مظالم کی انتہاء کر دی گئی، کوئٹہ میں سنی بچیوں کے پستان کاٹے گئے۔ گلگت میں اہل سنت پر مظالم کی انتہاء کر دی گئی۔ پارہ چنار میں اہل سنت کے گھروں کو جلا دیا گیا، صحابہ کرام رضی اللہ اللہ عنہم کو کھلے عام تنقید کا نشانہ بنایا جانے لگا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر کھلے عام کفر کے فتوے لگائے جانے لگے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ماں، بہن، بیٹی کی گندی غلیظ گالیاں سر عام دی جانے لگیں، یہ وقت تھا کہ اگر اس شیعہ طوفان کے سامنے بند نہ باندھا جاتا تو پاکستان کو "شیعہ اسٹیٹ" بنانے کا مکمل بندوبست کیا جا چکا تھا۔

اللہ رب العزت نے اس ملک کے سنی عوام پر احسان عظیم کیا اور پنجاب کے ایک شہر جھنگ سے ایک مرد قلندر کو اس کفر کے مقابلے کے لئے کھڑا کیا جس کو آج دنیا امیر عزیمت علامہ حق نواز جھنگوی شہیدؒ کے نام سے جانتی ہے یہ وہ مرد قلندر ہے جس نے رخصت کا رستہ چھوڑ کر عزیمت کا رستہ اختیار کیا اور خمینی انقلاب کا راستہ روکنے کے لئے اور اس کفر کا پردہ چاک کرنے کے لئے "انجمن سپاہ صحابہؓ" کی بنیاد رکھی۔ اور پھر پورے ملک میں ہنگامی دورے کر کے اہل سنت عوام کو شیعہ کے کفر سے آگاہ کیا۔ حضرت جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ نے شیعیت کے کفر کا بیس سال مطالعہ کیا شیعوں کی ہر کتاب ہر چھوٹا بڑا رسالہ پڑھا۔ وہ خود فرمایا کرتے تھے:

> "میں نے اپنی اس تھوڑی سی عمر میں شیعیت کا بیس سال مطالعہ کیا ہے شیعہ کا ہر چھوٹا بڑا رسالہ پڑھا ان کی تاریخ کا مطالعہ کیا ہے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ شیعہ کائنات کا بدترین غلیظ ترین کافر ہے"۔

حضرت جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ جب شیعہ کا کفر بیان کرتے تو انداز والہانہ ہوتا تھا کہ سخت دل بھی موم ہو جایا کرتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان سن کر اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف شیعہ کتب کے حوالہ جات حضرت جھنگوی شہید کی زبان سے سن کر حاضرین جلسہ کی یہ کیفیت ہو جاتی تھی کہ دل کرتا تھا "یا تو مر جائیں یا دھرتی سے شیعیت کو مٹا دیں" یہ ان کا خلاص تھا کہ ان کی بات فوراً دل پر اثر کرتی تھی ایک جگہ فرمایا:

> "جس طرح قادیانیت پاکستان کی نیشنل اسمبلی میں زیر بحث آئی تھی۔ اسی طرح شیعہ کا کفر بھی اسمبلی میں زیر بحث آئے گا اور لایا جائے گا میری زندگی میں نہ سہی میری موت کے بعد سہی لیکن یہ کفر اسمبلی میں زیر بحث آئے گا"۔

اور شیعوں کو چیلنج کرتے ہوئے فرمایا:

> "شیعو! اگر تم نے اپنی ماں کا دودھ پیا ہے بوتل کا نہیں تو تم مجھے ہائی کورٹ میں سپریم کورٹ میں چیلنج کرو..... میں تمہیں اعلانیہ کافر کہتا ہوں اور اس بنیاد پر کہتا ہوں جو تم نے خود تیار کی..... تم نے نماز میں

صحابہ پر لعنت کی..... تم نے نماز میں امہات المؤمنین کو گالیاں دیں..... تم نے خود لکھا ہے کہ تمام صحابہ مرتد ہو گئے تھے..... اگر تم مسلمان ہو اور صحابہ کافر ہیں تو کوئی الو کا پٹھا ہی ہوگا..... جو تم کو مسلمان کہے ..... تمہیں مسلمان ماننے کا مطلب یہ ہوگا کہ..... صحابہ کو کافر مانا جائے۔"

حضرت جھنگوی شہیدؒ نے جگہ جگہ شیعیت کو چیلنج کیا مگر جواب میں جیل میں ڈالا گیا، ہتھکڑیاں اور بیڑیاں پہنائی گئیں، مقدمات قائم کئے گئے، مگر یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا دیوانہ اپنے مشن سے ایک انچ پیچھے نہ ہٹا۔ تمام مصائب تکلیفیں سہ کر بھی شیعیت کے کفر کو بے نقاب کرتا رہا اہل سنت عوام کے دل میں شیعہ کی اتنی نفرت بٹھادی کہ جن مسلمانوں نے شیعوں کے ہاں رشتہ داریاں کی ہوئی تھیں انہوں نے رشتہ داریاں ختم کر ڈالیں۔ شیعوں سے تعلقات لین دین ختم کر ڈالا۔ یہاں تک کہ اہل سنت کا آٹھ سال کا بچہ بھی شیعہ کے کفر کا اعلان کرنے لگا۔

جب شیعہ ذریت نے حضرت جھنگوی شہید کا یہ انداز دیکھا تو سمجھ گیا کہ اگر یہ شخص چند سال اور زندہ رہا تو شیعیت کا نام ونشان پاکستان سے مٹ جائے گا۔ خمینی انقلاب جو کہ پاکستان میں آنا چاہتا تھا حضرت جھنگوی شہید نے اس انقلاب کا راستہ روک دیا اور اس طوفان کے سامنے سد سکندری بن کر کھڑے ہو گئے نتیجہ کے طور پر جھنگوی شہید کو قتل کی دھمکیاں دی گئیں اور دشمن نے گولی کا راستہ اختیار کیا اور اس مرد قلندر کو ۲۲ رفروری ۱۹۹۰ کو گولیاں مار کر انتہائی بے دردی سے شہید کر دیا گیا۔

حضرت جھنگوی شہیدؒ کی شہادت کے بعد شیعہ ذریت یہ سمجھی کہ اب ہمارے خلاف کوئی آواز نہیں اٹھے گی وہ نعرہ جو حضرت جھنگوی شہیدؒ نے لگایا تھا دنیا نے دیکھا کہ وہ نعرہ پاکستان کی عدالتوں میں گونجا، پاکستان کی نیشنل اسمبلی میں گونجا اور آج بھی دنیا میں وہ نعرہ گونج رہا ہے۔ یہ حضرت علامہ حق نواز جھنگوی شہیدؒ کا اخلاص ہی تھا کہ آج وہ پودا جسے بڑی محنت سے حضرت جھنگوی شہیدؒ نے لگایا تھا، اب وہ تن آور درخت بن چکا ہے۔ جس کو کاٹنا اب شیعہ کے بس میں نہیں ہے۔

اللہ رب العزت ہمیں بھی اس مشن جھنگویؒ کے ساتھ مخلص بن کر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

.....

.....بقیہ از صفحہ ۳۶۷.....

ہم عزم کرتے ہیں کہ قائد شہید کی راہ پر چلتے ہوئے اس کے مشن کو کامیابی سے بتوفیق اللہ ہمکنار کریں گے اور اس کے متعین کردہ دشمن کا نظریاتی، مذہبی، سیاسی، تعاقب جاری رکھیں گے۔ اور اسی جیسی زندگی، اسی جیسی موت کی تمنا رکھیں گے۔

گر حضرت مولانا علامہ حق نواز جھنگوی شہیدؒ نہ ہوتے تو سینکڑوں سے ہزاروں، ہزاروں سے لاکھوں کیسے بنتے؟

جھنگوی بنتے جا رہے ہیں اور انشاء اللہ کروڑوں بنیں گے۔ اس لئے کہ

شہید کا لہو وہ خون ہے جس کی تجلی سے
یقین افراد کے قوموں کے مستقبل سنورتے ہیں
اسی کی تابشوں سے آسمانِ فکر ودانش پر
نئی صبحیں بکھرتی ہیں نئے سورج ابھرتے ہیں

امیر عزیمت شہیدؒ

تحریر:۔ مولانا تصدق حسین مدظلہ۔ صدر سپاہ صحابہ آزاد کشمیر

امیر عزیمت علامہ مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کو بس ایک ہی مرتبہ گوجرانوالہ جلسہ میں سنا تھا۔ حضرت شہیدؒ نے مجھے اپنی سچی آواز سے خرید لیا۔ اب سوچتا ہوں وہ لمحات کتنے حسین وانمول تھے کتنے ذیشان تھے کاش کہ وقت اپنی گردش روک لیتا۔ حضرت کی زبان ہوتی بھری ہوئی عوام ہوتی وہیں کہیں اپنی بھی جان ہوتی، دیدار بھی ہوتا رہتا، باطل کا پندار بھی ٹوٹتا رہتا۔ اے کاش! وہ گولی نہ چلتی حضرت شہید کو چھلنی نہ کرتی، کاش! کچھ ہی مدت کے لئے سہی حضرت اس جہاں میں رہتے آوازِ دل سناتے رہتے حق کا بربط بجاتے رہتے، ہمارے دلوں میں ایمان کو بڑھاتے رہتے۔ ابھی عمر ہی کیا تھی نوجوان تھے، کتنی زندہ لاشیں اب بھی خدا کی دھرتی پر بوجھ بنی ہوئی ہیں جن سے زمینِ خدا بھی تنگ ہے۔ لیکن کیا کیا جائے موت ایک اٹل حقیقت ہے۔ ﴿اذا جاء اجلھا لا یستاخرون ساعۃ ولا یستقدمون﴾ موت کو آنا ہی ہوتا ہے اور آ کر ہی رہتی ہے۔ کانٹوں کی سیج ہو یا پھولوں کا بستر ہو شاہی محل ہو یا مٹی کا گروندا ہو تختِ شاہی ہو یا تختہ دار ہو پھر سوچتا ہوں حضرت شہید ہوئے ہیں مرے تو نہیں کہ رویا جائے۔ ماتم میرے مذہب میں حرام ہے۔ پھر کیوں رویا جائے مرا قائد تو ایک عظیم مشن پر چلتے ہوئے شہید ہوا ہے دفاعِ اصحاب پیغمبر کے جرم میں خاک وخون میں تڑپا ہے میرا قائد تو امی عائشہ صدیقہ کے دوپٹہ کی حفاظت میں مارا گیا

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اور یوں کہا جائے کہ

گزرے ہیں ترے بعد بھی کچھ لوگ اِدھر سے — لیکن تیری خوشبو نہ گئی راہ گزر سے
امجد نہ قدم روک کہ وہ دور کی منزل — گزرے گی کسی روز اسی گردِ سفر سے

ہاں میرا قائد تو چلا گیا پر اصحابِ رسول کا دفاع جرأت وبہادری سے کر کے بتا گیا کہ

زندہ رہنا ہے تو پھر خود کو مٹانا سیکھو
گھٹ کے مرتے ہیں سدا جان بچانے والے

..... بقیہ صفحہ نمبر ۳۶۶ پر.....

CamScanner

دو منفرد سعادتیں

امیر عزیمت، وکیل صحابہؓ، عالم باعمل، خطیب بے مثال

تحریر: حاجی غلام مصطفیٰ خان جدون۔ صدر سپاہ صحابہ

حضرت علامہ حق نواز جھنگوی شہیدؒ کی ذات گرامی بے شمار خوبیوں کا مجموعہ تھی۔ ان کی حیات وخدمات پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور آئندہ بھی یہ سلسلہ جاری رہے گا کہ ایسی شخصیات زمین پر عطیۂ خداوندی ہوتی ہیں اور نہیں موت بھی مار نہیں سکتی، بلکہ وہ اپنے نظریات کروڑوں لوگوں کے سپرد کر کے دار الفنا سے دار البقا کی طرف ہجرت کر جاتے ہیں۔ میں نے جہاں تک امیر عزیمت شہیدؒ کی حیات وخدمات کا مطالعہ ان کی سعادت سے شہادت تک کیا ہے میں نے ان کے حصے میں آنے والی سعادتوں میں سے دو سعادتیں بڑی منفرد پائی ہیں۔

پہلی یہ کہ حضرت شہیدؒ سے قبل بھی اہل تشیع کے رد اور اصحابؓ پیغمبرؐ کے دفاع کا سلسلہ چودہ سو سال سے چلا آرہا تھا۔ مگر اس کا انداز اہلسنت کی طرف سے دفاعی ہوتا تھا مثلاً اہل تشیع اصحابؓ واہلبیتؓ پر اعتراضات کرتے تھے اور اہلسنت کی طرف سے ان اعتراضات کا جواب دیا جاتا تھا اور یہ ایک مناظرانہ انداز تھا۔ جس میں فریق مخالف اصحابؓ پیغمبر جیسی قدسی صفات شخصیات پر جرح کرتا تھا اور ہماری طرف سے اصحابؓ واہلبیتؓ کی صفائی پیش کی جاتی تھی۔ حضرت امیر عزیمت شہیدؒ نے اس دفاعی پوزیشن سے آگے نکل کر اہل تشیع کو خود ان کے کفریہ عقائد ونظریات کے دفاع کی سعی لاحاصل کے راستے پر لگا دیا اب دنیا بھر میں کہیں بھی شیعہ سنی مکالمہ، مناظرہ یا مباحثہ ہوتا ہے تو اس کا عنوان اصحابؓ واہلبیتؓ نہیں ہوتے بلکہ خود مذہب شیعت اس کا عنوان ہوتا ہے اور اہل تشیع کے کفریہ عقائد موضوع بحث ہوتے ہیں۔ انداز وطریقہ کار کی یہ تبدیلی حضرت شہیدؒ کے حصے میں آنے والی منفرد سعادت ہے۔

دوسری یہ کہ اس دنیا میں بڑی بڑی قائدانہ صلاحیتوں کی حامل اور قد آور شخصیات جب دنیا سے رخصت ہو جاتی ہیں تو جانشینی کی وجہ سے ایک تعطل اور خلا پیدا ہو جاتا ہے۔ مگر مولانا شہیدؒ کے دنیا سے جانے کے بعد آج تک جبکہ بیس سال گزر چکے ہیں ان کے جانشین نمبروار اس علم کو لہراتے ہوئے اپنی جانیں قربان کرتے جا رہے ہیں آدھے درجن کے قریب جانشینوں کی شہادت کے بعد بھی کہیں تعطل وخلا پیدا نہ ہوا یہ مولانا شہیدؒ کی دوسری منفرد سعادت ہے!

میرا روحانی باپ

جناب چوہدری طارق افضال صاحب

مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ سے میری ملاقات 1984ء کے آخر میں رشید پور قصبہ کے ایک جلسہ میں ہوئی اس سے پہلے میں بھی عام لوگوں کی طرح مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کو لڑائی دنگا اور شر پھیلانے والا مولوی سمجھتا تھا مگر پہلی ملاقات کے بعد جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ کی سچائی کا جادو اس طرح چلا کہ میں ان کے قدموں سے کبھی جدا نہ ہو سکا۔ مولانا شہید نے مجھے کہا کہ تم کچھ وقت مجھے دو۔ میں نے عرض کی حضرت میں ہر وقت حاضر ہوں اس کے بعد 1984ء اور 1987ء تک دن رات پورے ملک میں مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جلسوں جلوسوں اور سپاہ صحابہؓ کے یونٹ کے افتتاح میں گذارے۔ ڈرائیور مقبول نعت خواں فقط فلک شیر اور میں ہفتہ کے دن جھنگ سے چلتے مختلف شہروں میں جلسے کانفرنسیں کرتے ہوئے جمعرات کو جھنگ آجاتے مولانا شہید جمعہ پڑھاتے اور میں جمعہ کو گھر رشید پور چلا جاتا ہفتہ کو پھر معمول کے مطابق دورے پر نکل جاتے۔

جون 1987ء میں مولانا شہید نے ایک قریبی قصبہ موضع ملیانہ میں اہل سنت کی مسجد پر شیعہ اور شیعہ نوازوں کے قبضہ کرنے پر مجھے وہاں بھیجا اور خود مظفر گڑھ جلسہ پر چلے گئے مظفر گڑھ کے بعد لیہ جلسہ کیا اور رات کو DC لیہ کے حکم پر مولانا شہید کو گرفتار کر لیا جب مولانا شہید کے گرفتار ہونے کی اطلاع ملی تو میرے ساتھ مولانا ایثار القاسمی بھی تھے ہم نے تمام مرکزی ساتھیوں سے میٹنگ کی اور 19 جون کو ایک بہت بڑا جلوس جھنگ سے لیہ روانہ ہوا لیہ کی سرحد پر AC محمود اختر پولیس کی بھاری نفری کے ساتھ کھڑا تھا۔ آخر کار مولانا شہید کو رہا کر دیا گیا 27 اگست کو مولانا شہید رہا ہوئے 28 اگست کو جمعہ کے اجتماع میں جھگڑا ہوا اور دو آدمی جاں بحق ہوئے اس کیس میں بھی مجھے مین ملزم بنایا گیا 28 اگست کو رات کو مولانا شہید کے گھر پولیس کی بھاری نفری داخل ہوئی اور مولانا صاحب کو گرفتار کر لیا گیا گرفتاری کے وقت اور بعد مولانا شہید پر اس قدر تشدد کیا گیا کہ مولانا شہید چار مرتبہ بے ہوش ہوئے۔ مجھے علی الصبح مولانا کی گرفتاری کی اطلاع ملی۔ مجھے بتایا گیا کہ مولانا پر تشدد کی انتہاء کر دی گئی ہے۔ میں اپنے اوپر قابو نہ رکھ سکا۔

29 راگست دوپہر 12 بجے میں نے اپنے آپ کو پولیس کے حوالے کر دیا۔ میری گرفتاری کے بعد مجھے علم ہوا کہ

CamScanner

مولانا صاحب کو میانوالی جیل بھجوا دیا گیا ہے۔ اس کے بعد مجھے مسلسل 43 دن تک جسمانی ریمانڈ پر رکھا گیا۔ طرح طرح کے تشدد کیے گئے۔ لالچ دیا گیا، دباؤ ڈالا گیا کہ میں مولانا شہید پر وعدہ معاف گواہ بن جاؤں مگر اللہ کا شکر ہے کہ خدا نے مجھے ہر قسم کے تشدد کے سامنے ثابت قدم رکھا۔ میرا جواب ایک ہی تھا کہ میں پھانسی کے تختے پر چڑھ سکتا ہوں مگر مولانا پر مظہر ہیں۔ وعدہ معاف گواہ نہیں بن سکتا۔ آخر خدا خدا کر کے 43 دن کے بعد مجھے جھنگ جیل بھیجا گیا۔ اگلے دن لیہ پولیس AC اغواء کیس میں ریمانڈ پر تحصیل چوبارہ لے گئی۔ 14 دن چوبارہ تھانہ میں ریمانڈ پر رہا وہاں بھی عجیب وغریب تشدد کیا گیا۔ عجیب بات یہ تھی کہ لیہ کے اعلیٰ افسر بھی اپنے سامنے مجھ پر تشدد کرواتے اور کہتے کہ اب بتاؤ تمہارا پروگرام کیا تھا۔ آخر تنگ آ کر میں نے کہا کہ میرا پروگرام DC لیہ کو اغواء کرنے کا تھا وہ نہ ملا میں نے AC کو اغواء کر لیا۔ 14 دن کے بعد مجھے لیہ جیل بھیجا گیا۔ وہاں مولانا ایثار القاسمی صاحب پہلے ہی گرفتار ہو کر بند تھے۔ کئی ماہ تک لیہ اور مظفر گڑھ جیل رہا۔ بیڑیاں لگا دی گئیں جو کئی ماہ تک لگی رہیں۔ آخر کار مجھے چکیوں میں بند کر دیا گیا۔ مولانا ایثار القاسمی کی ضمانت ہو گئی۔ کچھ عرصے بعد مجھے جھنگ جیل بھیج دیا گیا۔ وہاں یوسف مجاہد۔ اشفاق اور حاکم پہلے ہی پہنچ چکے تھے۔

مولانا شہید کی ضمانت ہونے کے بعد مولانا شہید رہا کر دیئے گئے مولانا شہید نے مجھے سینے سے لگا کر میرا ماتھا چوما۔ مجھے یوں محسوس ہوا کہ میری تمام مصیبتیں اور دکھ ختم ہو گئے ہیں۔ پھر ہمارا کیس لیہ منتقل ہو گیا۔ میں پولیس کی حراست میں لیہ جاتا۔ مولانا شہید سے وہیں ملاقات ہوتی۔ مولانا شہید اکثر جیل میں بھی ملاقات کے لئے آیا کرتے تھے۔ مولانا صاحب سے جب بھی ملاقات ہوتی مولانا صاحب 100 روپے مجھے اور 100 روپے حاکم کو دیتے۔ کبھی کبھار زیادہ بھی دیتے۔ ان کے دیئے ہوئے آخری 150 روپے آج بھی میرے پاس محفوظ ہیں اور مولانا شہید کی محبت کے مظہر ہیں۔ حاکم اور میں جھنگ جیل میں علیحدہ علیحدہ بند تھے۔ کیونکہ 1988ء میں کامیاب ہونے والے جھنگ کے ایک ایم پی اے نے حاکم کو بی کلاس کی سہولت دلا دی تھی اور میں ساڑھے تین سال کے لگ بھگ حفاظتی سیل میں ہی بند رہا۔

آخر وہ منحوس رات میری زندگی میں آ گئی کہ رات ساڑھے گیارہ بجے ایک جیل ملازم کے ذریعے اطلاع ملی کہ ہمیں یتیم کر دیا گیا ہے۔ چکی نمبر 3 میں تنہا بند تھا ساری رات لوہے کی سلاخوں سے سر ٹکراتا رہا اور ذہن میں یہ تصور کرتا رہا کہ مولانا کی شہادت کی خبر غلط ہو گی۔ میرا قائد میرا روحانی باپ میرا مرشد مجھے جیل کی سلاخوں کے پیچھے تنہا چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔ مگر اگلا سورج میری برباد یا اور یتیمی لے کر ابھرا۔ کاش وہ دن دیکھنے سے پہلے مجھے موت آ گئی ہوتی۔

مگر جو کچھ مقدر میں لکھا ہوا ہے ٹالا نہیں جا سکتا۔ پنجاب کی ظالم اور سفاک حکومت نے مجھے اپنے باپ کے سفر آخرت میں بھی شریک نہ ہونے دیا۔ میں سلاخوں کے پیچھے بند تھا اور میرے باپ کا جنازہ مجھ سے 500 گز کے فاصلے سے گزر رہا تھا۔ اس قدر بدقسمت بیٹا کوئی نہ ہو گا جو 3 سال تک اپنے قائد باپ اور اپنے مرشد کے ساتھ دن رات سفر کرتا رہا مگر اس کے آخری سفر میں شریک نہ ہو سکا۔ میرے غیور سنی بھائیو حق نواز شہید سے محبت اور عقیدت کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہم جھنگوی شہید کے مشن کے لئے تن من دھن قربان کرنے کا عزم کریں اور اس مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچائیں۔

CamScanner

مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ (دیدہ وشنیدہ)

حافظ آفتاب احمد کاشر جنرل سیکرٹری سپاہ صحابہؓ آزاد کشمیر
خطیب مرکزی جامع مسجد فاروق اعظمؓ، فاروق آباد جنڈالی، تحصیل راولاکوٹ ضلع پونچھ آزاد کشمیر

سو پیکاں تھے پیوست گلو جب چھیڑی ساز کی لے ہم نے
سو تیر ترازو تھے دل میں جب ہم نے رقص آغاز کیا

تاریخ میں ہزاروں انسان گزرے کچھ دیر جن کا طوطی بولتا رہا۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کی آواز صدا بصحرا ثابت ہوئی کیونکہ افکار کتنے ہی اعلیٰ کیوں نہ ہوں اخلاقی گراوٹ پستی کی کھائی میں گرا دیتی ہے۔ کائنات ہست وبود میں صداقت ہی کامیاب رہتی ہے۔ شجاعت ہی کا سر اونچا ہوتا ہے سچائی اور نظریہ سے انتھک لگاؤ کسی بھی لیڈر کا وہ امتیازی وصف ہوتا ہے جو منزلوں کو قریب لاتا ہے۔ تاریخ ایسے کم ہی لوگوں سے واقف ہے جنہوں نے حق کے سفر میں اپنا سارا مال ومتاع تج کر دیا ہو، راتوں کے سکون سے روٹھ گئے ہوں، دنوں کے اجالوں کے علی الرغم دلوں کے اجالوں کے متلاشی ہوں تو جلوۂ محبوب کے لئے سوختہ جان ہوں، جنکی ساری کامیابی بس ایک وصال کی طلب ہو، یہ لوگ تاریخ کے ماتھے کا جھومر بن کر اس کو جگمگا دیتے ہیں، انہیں اگر تلاش کریں تو..... کبھی یہ محبت کی بھٹیوں میں پستے ہیں اور امام اعظم ابوحنیفہؒ کہلاتے ہیں..... کبھی یہ مشقت کے پانی میں غسل کرتے کرتے امام احمد بن حنبلؒ بن جاتے ہیں۔ کبھی یہ جرأت انکار کی حدوں کو چھوتے ہیں اور شیخ احمدؒ سرہندی پکارے جاتے ہیں..... کبھی یہ کشتۂ محبت بن کر مولانا قاسم نانوتویؒ کی صورت پہچانے جاتے ہیں..... کبھی یہ رموزِ سیاست کو محمدی فکر کی دریوزہ گری پر مجبور کر کے سید حسین احمدؒ مدنی ومفتی محمودؒ ہوتے ہیں۔ اور کبھی یہ باطل کے چہرہ سے چادر سرکا کر مولانا عبدالشکور لکھنویؒ ہو جاتے ہیں..... اور ہاں کبھی یہ باطل کے اوپر سے چادر فریب اتار کر تار تار کر کے مجمع عوام میں باطل کو ننگا کر کے حق والوں کے لئے قلبی فرحت وانبساط کا سماں پیدا کرتے ہیں۔ الفت حق میں حق کو جاں سپرد کرتے ہیں یوں اپنی صداقت وشجاعت پر مہر تصدیق ثبت کر دیتے ہیں اور (تیری آواز میری آواز حق نواز حق نواز) بن جاتے ہیں۔ اکابرین اہلسنت کی تاریخ عزیمت دیکھنے سے یوں لگتا ہے کہ امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ اسی قافلہ حریت کے بچھڑے ہوئے فرد ہوں۔ حضرت جھنگوی شہیدؒ کے حوالہ سے دو واقعات زیب قرطاس ہیں ایک دیدہ اور ایک شنیدہ ہے۔ غالباً

1990 کی بات ہے راولپنڈی بنی چوک میں سپاہ صحابہؓ کا جلسہ تھا۔ احباب باصرار ہمیں بھی جلسہ میں لے گئے ہمارا بچپن تھا اور خاندانی پس منظر خالص دنیا دارانہ ہونے کی وجہ سے گھر میں علماء کی محبت و پہچان ندارد تھی۔ ہم نے اپنے حفظ کے استاد قاری فضل الرحمٰن شاکر صاحب سے حضرت جھنگوی شہیدؒ کا صرف نام سن رکھا تھا، خیر جلسہ گاہ پہنچے تو تقاریر کا سلسلہ جاری تھا۔ کچھ ہی دیر کے بعد ایک نحیف جسم والا انسان سر پر جناں کیپ سجائے سادہ، میلے رنگ کا لباس زیب تن کئے ہوئے (وہ بھی کہنیوں سے پھٹا ہوا) نمودار ہوا فضا نعروں سے لبریز ہو چلی، میری آواز تیری آواز حق نواز حق نواز۔ حضرت کی تقریر شروع ہوئے 15 منٹ گذرے کہ سماں بندھ گیا۔ دور دور تک سناٹا چھا گیا عمارتوں کی چھتوں اور دیواروں پر لوگ ایک اژدھام..... بس خطیب بولتا تھا اور کانوں میں رس گھولتا تھا خرد کی گرہیں کھولتا تھا اصحابؓ پیغمبرؐ کی مدح میں زبان کی تسبیح سے الفاظ کے دانے رولتا تھا..... وفورِ مسرت سے دل بول اٹھا یا اللہ! یہ کیسے عالم ہیں عرصہ تک تقریر کے بارعب الفاظ کی باز گشت سماعت سے ٹکراتی رہی بس ملزم ہو گیا کہ صرف عالم ہی نہیں بنیں گے بلکہ انہی کے مشن کی عظیم عمارت میں بجری کا ایک کنکر بن کر اس عمارت کی تعمیر میں حصہ ڈالیں گے۔

۲:۔ عباس پور کے ایک دوست نے حضرت کی شہادت کے بعد ایک واقعہ سنایا کہ ابھی تازہ تازہ سپاہ صحابہؓ کی بنیاد ڈالی گئی تھی حضرت شہید کی شعلہ نوائی کے چرچے عام تھے جھنگ حضرت شہید کے کسی جلسہ میں وقت لینے گیا رات بارہ بجے حضرت شہیدؒ کے گھر پہنچا حضرت نے دروازہ کھولا اور مجھے اسی چارپائی پر حضرت جس پر آرام فرماتے سلایا گیا میں نے سوچا کہ حضرت خود کسی دیگر بیڈروم میں محوِ استراحت ہو گئے ہوں گے لیکن سحری کے وقت گویا میرے پاؤں تلے زمین نکل گئی، دیکھا کہ حضرت مسجد میں چٹائی پر موجود ہیں بعد از فجر مدعا عرض کیا تو حضرت نے کمال شفقت سے ڈائری سامنے کی اور گویا ہوئے مت سمجھنا کہ نخرے کرتا ہے ایک سال تک کے اوقات تو لگے ہوئے ہیں ایک سال کے بعد جو تاریخ چاہو لکھدو حاضری دوں گا لیکن ایک شرط ہوگی، حضرت وہ کیا؟ فرمایا صرف چپاتی ودال مونگ کھاؤں گا۔ تکلف کرنا ہے تو معذرت ہوگی، سال گزر گیا جب میں حاضر ہوا تو پہلا سوال فرمایا شرط یاد ہے میں نے عرض کیا کہ یاد ہے۔ حضرت تشریف لائے خطاب فرمایا اور واپس تشریف لے گئے..... کسی کی علمی وجاہت وعظمت کے باوست ایسی مثال فی زمانہ ڈھونڈنے سے بھی ملنا محال ہے۔ حضرت شہید ہم سے جدا ہو گئے لیکن اپنے افکارِ عالیشان ہمارے درمیان ناطق چھوڑ چلے۔

کب یاروں کو تسلیم نہیں — کب کوئی عدو انکاری ہے
اس کوئے طلب میں ہم نے بھی — دل نذر کیا جاں واری ہے
زخموں سے بدن گلزار سہی — پر ان کے شکستہ تیر گنو
خود ترکش والے کہہ دیں گے — یہ باری کس نے ہاری ہے
جب سازِ سلاسل بجتے تھے — ہم اپنے لہو سے سجتے تھے
وہ رسم ابھی تک باقی ہے — یہ رسم ابھی تک جاری ہے

آخر میں اپنی ایک نظم کے اشعار حضرت شہیدؒ کی زندگی کی نذر کرتا ہوں شاید کہ یہی ذریعہ نجات روز محشر ہو جائے۔

وہ حق کا پرستار تھا حق نواز
عظمتوں کا سزوار تھا حق نواز

نہیں مانتا تھا جبر کا نظام
اس کو سب مانتے تھے خواص و عام

بغاوت کا سردار تھا، حق نواز
شرف میں پس زندان بڑھتا گیا

محبت کے زینوں پہ چڑھتا گیا
رہا جو سرِ دار تھا حق نواز

دوستوں کے لئے وہ سراپا نیاز
علم وعرفان میں کتنا فیاض

دشمنوں پہ مگر بار تھا حق نواز
آندھیوں کے تھا بل رہا شعلہ بار

صفِ دشمنان میں بنا خلفشار
تمغ جرأت کا حقدار تھا حق نواز

عمر ساری وہ جیلوں کی زینت رہا
اس کو آرام جان کبھی نہ ملا

مسافرِ راہ پر خار تھا حق نواز
آبلے پاؤں میں اور سفر بھی رواں

پھر بھی قندیل حق پہ بجھی ہے کہاں
کتنا رشتہ یہ دشوار تھا حق نواز

اہل سنت کو ہر دم جگاتا رہا
دوستی کے ترانے وہ گاتا رہا

آتشی کا بنا ہار تھا حق نواز
دبی جس کی آواز اور نہ دبے

جو مشعل جلی ہے کبھی نہ بجھے
بڑھے جس کے افکار تھا حق نواز

جس کی آواز عرب وعجم نے سنی
لگی سب کو گفتار کتنی بھلی

دلائل کا انبار تھا حق نواز
لاکھوں جھنگوی بنیں گے تیری فکر سے

روح کو طلاقت ملے حیدری فقر سے
فاروقیؓ، طارقؒ وایثارؒ تھا حق نواز

ہم مشن سے تمہارے کبھی نہ ہٹیں
چاہے بازو و گردن ہمارے کٹیں

تجھ کو دین سے بڑا پیار تھا حق نواز
اولادِ رسولؐ اور جماعت پیغمبرؐ

ازواجِ رسولؐ اور ذات پیغمبرؐ
ان کی عظمتوں پہ کاشر وہ قربان ہوا

شاملِ خلدِ پاس شہیداں ہوا
ماں کا کتنا وفادار تھا حق نواز

.....یہ ایک حقیقت ہے

جناب ڈاکٹر خالد نواز فاروقی صاحب
ایڈمنسٹریٹر باب السلام میڈیکل اینڈ سرجیکل سنٹر ہنگو

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ جیسی شخصیات صدیوں میں ایک بار پیدا ہوتی ہیں۔ کمال کی شخصیت، جس زاویے سے دیکھیں کمال ہی کمال۔ مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ اُن چند شخصیات میں ایک ہیں کہ جن کی زندگی کا ہر لمحہ، ہر ساعت صرف اور صرف انسانی قلب میں وہ وجدان پیدا کرنے کے لئے جس سے انقلاب آتا ہے بھرپور تھا۔ کیونکہ آج بھی مولانا شہیدؒ کی تقریر سن کر انسانی وجود پر ایک لرزا طاری کرتا ہے۔ اور لرزا کیوں نہ طاری ہو کہ میرے قائد کی ہر سوچ، ہر فکر، ہر نظر، ہر ادا حُبِّ صحابہ، ہر قدم، ہر نعرہ اور ہر آواز حُبِّ صحابہ، ہر تقریر، ہر بات، ہر جستجو حُبِّ صحابہ، لڑکپن سے شہادت تک حُبِّ صحابہؓ سے سرشار تھا۔

یقیناً میرے قائد ہی تھے جو ایک ہی وقت میں ایک جذبہ، ایک تحریک تھے۔ جہاں ادیانِ باطلہ کے خلاف امیر شریعتؒ، مفتی محمودؒ، مولانا احمد علی لاہوریؒ اور دیگر اکابرین نے بنیاد رکھی ہے وہیں امیر عزیمتؒ بنیاد کو اٹھا کر ایک عمارت تعمیر کرتا نظر آ رہا ہے کیونکہ ایرانی انقلاب کے بعد اگر امیر عزیمتؒ تحریک تحفظ ناموسِ صحابہؓ کی بنیاد نہ ڈالتے، نجانے آج کتنے جواں بے راہ روی کا شکار ہوتے۔ اس لئے یہ لکھنے میں مجھے کوئی عار نہیں کہ مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ اس صدی کے سب سے بڑے مناظر، سب سے بڑے مجاہد، سب سے بڑے خطیب تھے۔ آپ کی شخصیت کمال کی جامعیت اور اکملیت کا مجسمہ تھی۔ آج بھی دشمنانِ صحابہؓ جھنگویؒ کے نام سے خائف ہیں۔ جنہوں نے امیر عزیمتؒ کو دیکھا وہ بھی فدا اور جنہوں نے نہیں دیکھا وہ بھی فدا ہیں۔

حق بات کہے پھر ڈٹ جائے پھر چاہے سر بھی کٹ جائے
جب خون بہے دُشمن بولے کردارِ صحابہؓ زندہ ہے

.....☆.....

قائد ملت اسلامیہ

علامہ حق نواز جھنگوی شہیدؒ

مولانا محمد عبداللہ سندھی مدظلہٗ۔ کھوسکی

علامہ حق نواز شہیدؒ ایک عظیم، نڈر، مخلص اور درد دل رکھنے والے عالم دین تھے جو کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ علامہ شہید کو دنیا کے طول وعرض میں خال خال جانا جاتا تھا مگر جب قائد شہید نے دفاع صحابہؓ کا بیڑا اٹھایا تو دشمنانِ اصحابؓ رسولؐ کو کھلے الفاظ میں خبردار کر کے للکارا اور یہ للکار طول وعرض جہاں میں پہنچی تو اہلسنت کہلوانے والے طلملا اٹھے اور جوق در جوق قافلہ امیر عزیمت میں شامل ہو کر غلامی صحابہؓ پر ناز کرنے لگے۔ دنیاء رفض کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کا حوصلہ پکڑنے لگے اور پورے ملک میں حضرت نے دن رات سفر کر کے اپنے مشن کو عام کیا۔ (راقم) حالات سے بالکل بے خبر سندھ کی مشہور دینی درسگاہ دارالعلوم الحسینیہ شہداد پور میں ابتدائی علوم کے حصول میں کوشاں تھا کہ ایک دن خلاف توقع ہمارے مولانا سلیم صاحب آئے اور کہا آج ٹرین سے مولانا حق نواز صاحب گزر رہے ہیں لہٰذا ہم ان کو اسٹیشن پر صبح کا ناشتہ کروائیں گے میں سوچ میں پڑ گیا یہ کون ہوگا؟ واقعتاً کوئی شخصیت ہوگی اور میں بھی اپنے استاد مکرم کے ساتھ چل پڑا اور یہ سب کچھ ان ہونا تھا ہم اسٹیشن گئے گاڑی آئی مگر ہمارا مقصود نہ تھا۔

ایک لمبی تلاش کے بعد واپس آ گئے۔ دل میں ایک حسرت اور ہوس جمع ہونے لگی یہ حق نواز مولوی کون ہوگا؟ یہ کیسا ہوگا؟ ان سے ایک دفعہ ضرور ملوں گا۔ ایک مرتبہ مولانا شہیدؒ شہداد پور مدرسے تشریف لائے معانقہ کرنے اور زیارت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی اس کے بعد دوبارہ ملاقات نصیب میں نہ آسکی اس کے بعد حضرت شہداد پور جلسہ میں تشریف لائے مگر مدرسہ کی طرف سے جلسہ میں شرکت کی نہ صرف سخت ممانعت کی گئی بلکہ طلبہ کو روکنے کے لئے کڑے انتظامات بھی کیے گئے تھے۔ میں اپنی کوشش میں ناکامی کے بعد مدرسہ کی چھت پر کھڑا ہو کر مولانا کا بیان سنا پھر اس کے بعد مولانا کی ریکارڈ شدہ بیانات سنتا رہا۔ تا حال کہ عشق بھی جوان ہو چکا تھا۔ بالآخر تکمیل عشق میں مولانا کی شہادت کے بعد دارالعلوم کبیر والا پہنچا اور سپاہ صحابہؓ کا تعارف ہو گیا اور اس سے جینے مرنے کا عہد کر لیا اور الحمدللہ تادم شہادت عزم زندہ رہے گا۔

CamScanner

علامہ حق نواز جھنگوی شہیدؒ کا احسان کوئی مانے یا نہ مانے مگر وہ ہم کو مسلمان سے پورا مسلمان بنا گئے۔ ورنہ ہم عوام و خواص سب غافل تھے خمینی ملعون کے انقلاب کی ساری تیاری پاکستانی شیعیت کر چکی تھی اور انہیں یہ احساس تک نہ تھا کہ امت مسلمہ میں اتنا جوش اسلام بیدار ہوگا اور بات اتنی آگے بڑھ جائے گی کیونکہ خمینی ملعون کو سب اسلام کا ہیرو اور اسلامی انقلاب کا علمدار کہتے تھے اس کے کفر کو مینارہ نور کہا جا رہا تھا کہ علامہ شہید نے اس کی مکاری وعیاری عیاں کر دی اس کے کفر پر سے پردہ چاک کر دیا سنیت کی غیرت کو بیدار کیا اور خواب انقلاب خمینی ملعون شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا اور آج جب شیعیت کا کفر واضح ہو چکا تو شیعیت حق نواز کی ضرب کاری سے لگے زخم کو کتے کی طرح چاٹ رہے ہیں مگر وہ اب کبھی ٹھیک نہیں ہو سکے گا اور جھنگوی شہیدؒ کے پروانے اس کو ٹھکانے لگا کر دم لیں گے اور اس وقت حق نواز کے نام لیوا دنیا میں بے شمار پیدا ہو چکے ہیں جو صحابہؓ کے غلام کو اپنا امام مانتے ہیں اور غلامی صحابہؓ میں جان دینا سعادت سمجھتے ہیں اور مشن حق نواز وہاں تک جا پہنچا جہاں تک حق نواز کی سوچ بھی نہ پہنچی ہوگی میں جس علاقہ سے یہ مضمون لکھ رہا ہوں یہ پاکستان سرحدی علاقہ ہے جو انڈیا کے بارڈر سے کم فاصلے پر ہے اور میرے قائد نے کھوکی اور بدین کا نام تک بھی نہ سنا تھا مگر اس کے مشن کے دیوانے یہاں ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں اور اس کے علاوہ ہم مشن کو لے کر جہاں بھی پہنچے وہاں ہم کو حق نواز شہید کے مشن کے دیوانے پہلے سے موجود ملے اور اس مشن حق نواز کی حقانیت کی خاطر جیل، گولی، ہتھکڑی، بیڑی، شہادتیں بے شمار آئی مگر رکاوٹ الحمدللہ نہ آسکی پابندیاں سختیاں روپوشیاں مقدمات اور نہ جانے کیا کیا مگر ہر طرف سے آواز آئی۔

ہری ہے شاخ تمنا ابھی جلی تو نہیں　　دبی ہے آگ جگر مگر بجھی تو نہیں
جفا کی تیغ سے گردن وفا شعاروں کی　　کٹی ہے بر سر میدان مگر جھکی تو نہیں

اور نہ انشاء اللہ جھکی ہے نہ جھکے گی۔ اللہ آپ تمام کو مجھے بھی اس پر استقامت نصیب فرمائے۔ آمین

.....بقیہ از صفحہ ۳۷۹.....اس کے بعد پھر رافضیت کے خلاف اللہ نے اس مجاہد سے بہت کام لیا ہے۔ اس کے بعد بھی جو ہماری قیادت ہے علامہ علی شیر حیدری، مولانا احمد لدھیانوی دیگر جتنے احباب ہیں، ہمیں ان پر مکمل اعتماد و بھروسہ ہے۔ انشاء اللہ ان کے ہوتے ہوئے جماعتی کاز مشن کو نقصان نہیں پہنچ سکتا، اور میں بھی اس وقت سے جماعت کا بنیادی کارکن ہوں جب سے مولانا جھنگوی شہیدؒ نے بنیاد رکھی تھی آج تک اسی جماعت سے وابستہ ہوں اور اسی جماعت کے مشن کے لئے تین ماہ اسیری میں گذاری ہیں۔ مشن سچا ہے! اپنی زندگی اسی مشن کے نام کی ہوئی ہے۔ جب تک زندہ ہیں مشن جھنگوی کے ساتھ ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری قیادت کا سایہ ہمارے سروں پر تادیر قائم رکھے۔ اور تمام سنیت کو متحد ہونے کی توفیق عطاء فرمائے۔

حضرت اکثر یہ شعر اپنے جلسوں میں درد دل سے پڑھا کرتے تھے۔

فنا فی اللہ کی تہہ میں بقا کا راز مضمر ہے
جسے مرنا نہیں آتا اسے جینا نہیں آتا

امیر عزیمت کے بارے میں فقط اتنا کہوں گا۔ ''جینے کا انداز حقوانز.....مرنے کا انداز حقوانز''.....!

امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ

تحریر:۔ خالد محمود ارشد کراچی

بندہ کا بچپن کا زمانہ تھا۔ اور اسکول کی زندگی سے نکل کر دینی مدرسہ کا رخ کیا نہ کسی جماعت کے بارے میں علم تھا اور نہ ہی کسی لیڈر کے بارے میں معلومات تھی۔ بندہ دارالعلوم عیدگاہ کبیر والہ ضلع خانیوال میں درجہ اولیٰ کا طالب علم تھا۔ اپنی تعلیمی مصروفیات میں مصروف تھا کہ اچانک ایک ساتھی نے بتلایا کہ مدرسہ میں مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ تشریف لائے ہوئے ہیں۔ تو شوق دیدار نے انگڑائی لی معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ مولانا جھنگویؒ مدرسہ کے مہمان خانہ میں تشریف رکھتے ہیں۔ بندہ بھی وہاں پہنچ گیا مولانا شہید کے اردگرد طلباء کا مجمع لگا ہوا تھا اور وہ طلباء مولانا سے ان کے مشن اور کاز کے حوالے سے مختلف سوالات کر رہے تھے اور جھنگوی شہیدؒ بڑے پرسکون انداز میں اپنے مشن اور کاز کے بارے میں سوالات کا جواب دے رہے تھے اور اس عزم کا اظہار فرما رہے تھے کہ میں اصحاب پیغمبر ﷺ کے دفاع میں اس قدر آگے چلا جاؤں گا کہ اگر جان دینی پڑی جان دے دوں گا اور بچے قربان کرنے پڑے تو قربان کرنے کو تیار ہوں لیکن اصحاب پیغمبر ﷺ کے دشمن کو گالی بنا چھوڑوں گا۔ اور مرد قلندر نے جو کہا سچ کہا اور ثابت کر دکھایا کہ۔

ارادے جن کے پختہ ہوں نظر جن کی خدا پر ہو
تلاطم خیز موجوں سے وہ گھبرایا نہیں کرتے

انہوں نے دفاع صحابہ کرام پر اپنی جان بھی دے ڈالی اور ان کے بعد ان کی اولاد بھی اسی مشن دفاع صحابہؓ پر قربان ہو گئی۔

اس دوران وہیں دارالعلوم کے مہمان خانہ میں کچھ طلبہ صوبہ بلوچستان سے تعلق رکھنے والے تھے انہوں نے مولانا پر سوالات اور اعتراضات کی بھرمار کر دی اور سوال کیا کہ ایک جماعت کے ہوتے ہوئے (یعنی جمعیت علماء اسلام) دوسری جماعت سپاہ صحابہؓ بنانے کی کیا ضرورت تھی۔ وغیرہ وغیرہ آپؒ اس طرح صحابہؓ دشمن کے سامنے بند باندھ لیں گے وغیرہ۔ مختلف سوالات اور اعتراضات اور طنزیہ جملے مولانا کے سامنے رکھے کہ مولاناؒ سے محبت کرنے والوں اور چاہنے والوں کو برا محسوس ہوا لیکن مولانا جھنگویؒ نے بڑی تسلی کے ساتھ جواب دیئے۔ جوابات اتنے مدلل تھے کہ وہ اعتراض کرنے والے طلبہ

ایک ایک کر کے مجلس سے راہ فرار اختیار کرنے لگے مولانا نے اپنے مشن پر جو جوابات دیئے وہ زبانی الفاظ نہ تھے بلکہ دل سے نکلے ہوئے اتنے پر اثر اور دل میں گھر کر جانے والے الفاظ تھے کہ آج بیس سال بعد بھی وہ الفاظ دل و دماغ پر حکومت کر رہے ہیں۔ اور وہ وہی چاشنی اور لذت محسوس ہوتی ہے۔ بس کیا تھا مولانا جھنگویؒ کے مشن کا راہی اور آپؒ کا مرید اس دن سے ہوں اور انشاء اللہ رہوں گا اور اسی پر موت کو گلے لگانے کا عزم مصمم ہے۔ اس کے بعد مختلف پروگرامات میں حضرت جھنگویؒ کے خطاب سننے کا موقع ملا، ہر خطاب میں اپنے مخصوص انداز میں دفاع صحابہ گفتگو فرماتے اور سامعین پر سحر طاری فرما دیتے اور ہر سامع آپ کی پر خلوص دعوت پر لبیک کہتا۔ اور روایتی خطباء سے اظہار بیزاری کر دیتا۔ بہر حال جھنگوی شہیدؒ اپنی حیات مستعار کو جنکے نام کیے ہوئے تھے ان ہی کے نام پر قربان ہو کر یہ پیغام دے گئے کہ

فنا فی اللہ کی تہہ میں بقا کا راز مضمر ہے
جسے مرنا نہیں آتا اسے جینا نہیں آتا

جھنگوی شہیدؒ صحابہ کرام خصوصاً امی عائشہ صدیقہؓ کا تذکرہ بڑے عجیب انداز میں کرتے اور فرماتے تھے کہ امی حق نواز کٹ جائے گا لیکن امی کے دوپٹے کا تحفظ کر جائے گا۔ خود بھی تڑپتے اور سامعین کو بھی تڑپاتے انہوں نے جو کہا وہ سچ ثابت کر دکھایا 22 فروری 1990ء کو امی عائشہؓ کے دوپٹے اور صحابہؓ دفاع میں قربان ہو کر جنت کے راہی بن گئے۔

☆

فنا فی اللہ کی تہہ میں بقا کا راز مضمر ہے
جسے مرنا نہیں آتا، اسے جینا نہیں آتا

امیر عزیمت، امیر کاروانِ ناموسِ صحابہؓ، شیر اسلام
مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

اور اُن کے باوفا جانشینوں
مولانا ایثار القاسمی شہید، مولانا ضیاء الرحمن فاروقی شہید
مولانا محمد اعظم طارق شہید، مولانا علی شیر حیدری شہید

اور دیگر سینکڑوں شہداء ناموس صحابہؓ کی عظمت کو سلام پیش کرتے ہیں

من جانب
مولانا عبدالحمید قاسمی
مدرسہ عربیہ انوار الصحابہؓ
سیدنا ٹاؤن ۱۰ نمبر چونگی صادق آباد
ضلع رحیم یار خان 0302-6819197

حضرت مولانا محمد احمد لدھیانوی
اور ان کے رفقاء ناموس صحابہؓ پر مکمل اعتماد کا اظہار کرتے ہیں

امیر عزیمت شہیدؒ کی یاد میں خصوصی اشاعت کے اہتمام پر
سالنامہ سرخرو کی انتظامیہ کو خراج عقیدت
پیش کرتے ہیں

حضرت چنیوٹی رحمہ اللہ کے رفیقِ خاص

"جینے کا انداز"

تحریر:۔ مولانا طارق مسعود خطیب جامع مسجد ابو ہریرہؓ صدر سپاہ صحابہ ضلع ملیر کراچی

مولانا حق نواز شہیدؒ سے ملاقات طالب علمی دور سے شروع ہوئی۔ ایک بار نہیں حضرت صاحب سے کئی بات ملنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ مولانا چنیوٹ مولانا منظور احمد نعمانی چنیوٹی کے مدرسے جامع عربیہ میں تشریف لائے تھے۔ وہاں حضرت صاحب سے ملاقات ہوئی تھی ایک ملاقات ایسی تھی مولانا چنیوٹیؒ کے والد وفات پا گئے۔ تو جنازہ کے لئے جھنگویؒ شہید مدرسہ میں تشریف لائے۔ تو میں مولانا جھنگوی شہیدؒ کو تانگے پر بیٹھا کر مولانا چنیوٹی صاحب کے گھر لے کر گیا۔ اور اس کے بعد جب مولانا نے انجمن سپاہ صحابہؓ کی بنیاد رکھی تو سب سے پہلے جھنگ میں دفاع صحابہؓ کانفرنس کا انعقاد کیا اس کانفرنس کو کامیاب کرنے کے لئے جنگ سطح پر جتنے دینی مدارس تھے تمام مدارس کا ہنگامی دورہ کیا۔ اس میں بریلوی، دیوبندی، اہل حدیث تمام کو کانفرنس میں مدعو کیا۔ جہاں پر دیگر مسالک کے لوگ جمع تھے، اسی طرح چنیوٹ سے بھی تین گاڑیاں مولانا عبدالوارث صاحب کی قیادت میں کانفرنس پہنچیں یہ سعادت اللہ نے مجھے بھی اس قافلے کے ساتھ نصیب فرمائی۔ اور جب ہم جھنگ میں جلسہ گاہ کے قریب پہنچے تو پنڈال لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ ہر طرف کافر، کافر، شیعہ کافر کا نعرہ بلند تھا۔ اس وقت سے لیکر تادم تحریر ہر جگہ، ہر وقت ہر جلسہ میں یہی نعرہ بلند ہو رہا ہے اور یہ نعرہ لگانے کا مقصد صحابہؓ کے ناموس کے تحفظ کے لئے ہے۔ مولاناؒ نے یہ نعرہ لگا کر اپنی سنی قوم کو بیدار کیا ہے۔ اور نعرہ کی خاطر مولاناؒ نے بہت مصائب برداشت کئے ہیں مقصد صرف یہ تھا کہ ملک پاکستان میں خلافت راشدہ کا نظام رائج ہو۔ مولانا کی شہادت کے بعد یکے بعد دیگرے کئی قیادتیں مولانا ایثار القاسمی، مولانا ضیا الرحمٰن فاروقی، مولانا شعیب ندیم، کراچی سے قاری سعید الرحمٰن، مولانا اعظم طارق شہید صرف اس مشن کے لئے اپنی جانیں قربان کر گئے۔ لیکن جھنگوی شہیدؒ کا مشن نہیں چھوڑا۔ مولانا اعظم طارق شہید نے بھی جماعت کے لئے بے پناہ قربانیاں دیں۔ کیونکہ مولانا اعظم طارق شہید شروع ہی سے بے باک، نڈر تھے کیونکہ میں ان کو اپنے طالب علمی دور سے ہی جانتا ہوں۔ ہم نے کچھ وقت ایک ساتھ مدرسہ جامع عربیہ میں مولانا چنیوٹی کے زیر سایہ گذارا ہے۔ مدرسہ دور میں مولانا اعظم طارق شہید نے قادیانیت کے خلاف بہت کام کیا ہے۔

بقیہ صفحہ نمبر ۳۷۶ پر

صحابہ زندہ باد | یا اللہ مدد | خمینی زندہ باد

حب صحابہ رحمت اللہ

بغض صحابہ لعنت اللہ

ہو رزمِ کفر و حق تو بدر ہے نمازِ زندگی
خمینیت ہو سامنے تو حق نواز زندگی

ہم

امیر عزیمت، امیر کاروانِ ناموسِ صحابہؓ، شیر اسلام

مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

اور ان کے جانشین

شہید ناموس صحابہ حضرت مولانا ایثار القاسمی رحمۃ اللہ علیہ ایم این اے

شہید ملت اسلامیہ حضرت علامہ ضیاء الرحمن فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

شہید ناموس صحابہ حضرت مولانا محمد اعظم طارق رحمۃ اللہ علیہ ایم این اے

حمی الامت ضیغم اسلام علامہ علی شیر حیدری رحمۃ اللہ علیہ شہید

اور دیگر سینکڑوں شہداء کارکنان کی عظمت کو سلامِ عقیدت پیش کرتے ہیں

امیر کاروان انقلاب حضرت مولانا محمد احمد لدھیانوی حفظہ اللہ صاحب

سرپرست قافلہ حق خلیفہ حضرت عبدالقیوم حفظہ اللہ صاحب

شاہین اہل سنت جناب ڈاکٹر خادم حسین حفظہ اللہ ڈھلوں صاحب

قائد پنجاب حضرت مولانا شمس الرحمن معاویہ حفظہ اللہ صاحب

کی قیادت پر مکمل اعتماد کے ساتھ ان کی خدمات کو

پیش کرتے ہوئے تحریک ناموسِ صحابہ کی

خراجِ تحسین کامیابی کے لئے دعا گو ہیں

مولانا عبدالرحمن صاحب
مہتمم جامعہ قاسمیہ
لاہور روڈ چوکی لکسیاں ضلع سرگودھا
0300 9601985

امیر عزیمتؒ میری نظر میں

محترم جناب انجینئر الیاس زبیر صاحب۔ کراچی

میں نے حضرت مولانا حق نواز جھنگویؒ صاحب کو پہلی مرتبہ کراچی میں دیکھا تھا۔ حضرت مولانا محمد اعظم طارقؒ نے کراچی میں بابری مسجد کے سلسلے میں حضرت مولانا حق نواز جھنگویؒ کی قیادت میں (ناگن چورنگی) جامع مسجد صدیق اکبرؓ سے سہراب گوٹھ تک ایک احتجاجی جلوس نکالنے کا پروگرام بنایا تھا، تو حضرت مولانا جھنگویؒ نے جمعہ کی تقریر اور نماز جامع مسجد صدیق اکبرؓ میں ادا کی اور پھر وہاں سے ایک کفن پوش جلوس حضرتؒ کی قیادت میں نکالا میں چونکہ نیا نیا حضرتؒ کی تحریک میں دفاع صحابہؓ میں شامل ہوا تھا اس لئے میں حضرتؒ کی جمعہ کی تقریر اور احتجاجی پروگرام کی تقریر سن کر بہت ہی حیران ہوا۔

کہ ایک جھنگ کا چھوٹے سے قد کا مولوی جو کہ عام جسمانی طور پر بھی کمزور نظر آرہا ہے اور مالی حیثیت بھی نظر نہیں آرہی ہے۔ اور کوئی بڑا مدرسہ اور گاڑیاں بھی نہیں ہیں، تو یہ اپنے ہی ملک میں رہنے والے ایک طبقے پر الزامات کی بھرمار کر رہے ہیں۔

میں یہ سوچنے پر مجبور ہوا کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ملک اسلام کے نام پر وجود میں آیا ہو جس کا نعرہ ہی یہ تھا کہ پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللہ جس ملک کے لئے ہمارے آباء واجداد نے اپنی عزتیں تک پامال کروادیں اس پاکستان میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ جن کو اللہ نے خود نبی کی شاگردی اور تحریک کے لئے چنا ان کو کوئی گالی دے سکتا ہے؟

میں نے اس بات کی تحقیق شروع کردی تو میں اس انتہا کو پہنچا کہ واقعی اس وطن عزیز میں عیسائی، ہندو، پارسی، یہاں تک کہ یہودی کی جرأت نہیں ہے کہ وہ ان کو گالی دے سکے تو یہ مخصوص طبقۂ فکر ان برگزیدہ ہستیوں کو گالیاں کیوں دیتے ہیں۔ جب میں نے مزید تحقیق کی تو میں ششدر رہ گیا کہ ان کی اذان، نماز، روزہ، کلمہ سب الگ ہے۔ یہ صحابہؓ سے دشمنی نہیں کر رہے بلکہ یہ تو اللہ اور محمدؐ سے دشمنی کر رہے ہیں۔ تو میں سمجھا کہ مولانا حق نواز جھنگویؒ تو اس صدی کا سب سے بڑا کام کر رہے ہیں اس مشن کے لئے مال و دولت اور گاڑیوں سے زیادہ ایمان و جرأت اور بہادری کی ضرورت ہے حضرتؒ میں بدرجۂ اتم موجود ہے۔ اسلئے کہ اس کام کو نہ سیاست دان نہ مفکر اور نہ ہی دانشور اور نہ ہی کوئی اور بڑے درجے والے مولوی صاحب کر رہے ہیں۔

اس لئے مولانا تمام مکاتب فکر کو یکجا کر کے اسلام کے نظام خلافتِ راشدہ کے پلیٹ فارم پر جمع کر کے تمام امت کے ایمان کی حفاظت کر رہے ہیں کیونکہ اگر لوگ صحابہؓ دشمن طبقہ سے دوستی، رشتہ داری کرتے ہیں تو ایمان باقی نہیں رہتا ہے۔ لہٰذا میں نے یہ فیصلہ کیا کہ مولانا حق نواز جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک دفاع صحابہؓ میں بھرپور طریقے سے کام کروں گا تاکہ میری بھی عاقبت اور دنیا سدھر جائے۔

CamScanner

میرا عظیم قائد.....امیر عزیمتؒ

استاذ العلماء مولانا محمد عبدالوارث صاحب مدظلہ۔ چنیوٹ

مولانا حق نواز شہیدؒ شروع سے ہی اصحاب رسول اکی محبت میں مدہوش تھے۔ اللہ تعالیٰ نے گویا آپ کے خون کے اندر جہاں باقی طاقتیں رکھی تھیں وہیں اللہ کریم نے آپ کے خون کے قطرے قطرے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت کا رس بھی ملا دیا تھا۔ بچپن میں ہی آپ نے صحابہ کرامؓ کی عظمت کا لوہا منوانے کا عزم مصمم کر لیا تھا۔ کیونکہ آپ کے والد محترم نے اپنی زمین کے لئے جو مزارع رکھا ہوا تھا وہ عقیدہ اور مذہب کے لحاظ سے شیعہ تھا۔ ایک دن جب وہ ہل چلا رہا تھا تو اچانک بیل بیٹھ گیا۔ اس نے اسے اٹھانے کی بہت کوشش کی مگر وہ نہ اٹھا تو غصے میں آ کر مزارع کہنے لگا: ''اٹھ کیا تو بھی معاویہ کی طرح ہو گیا ہے۔'' (نعوذ باللہ)

مولانا نے جب یہ سنا تو آگ بگولہ ہو گئے اور کہنے لگے کہ اتنا مولوی تو ضرور بنوں گا کہ تمہارے کفریہ نظریات سے پردہ اٹھا سکوں۔ اس کے علاوہ آپ نے دیکھا کہ جلوس میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پتلا جلایا گیا اور جھنگ شہر کی گلیوں میں سیدۂ کائنات اُم المومنین طاہرہ مطہرہ، حرم رسول حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مبارک نام لکھ کر کتیا کے گلے میں ڈال دیا جاتا ہے۔ ان حالات کے پیش نظر مولانا حق نوازؒ نے عظمت صحابہؓ کو تسلیم کرانے کے لئے ان کے خلاف ہر قسم کی تحریری و تقریری تبرا بازی کو بند کرانے کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی۔ چنانچہ آپ نے علمائے کرام کی کتب اور فتاویٰ کا مطالعہ شروع کر دیا۔ آپ نے اتنا گہرا مطالعہ کیا کہ آپ کے سامنے یہ حقیقت آشکار ہو گئی کہ دیوبندی، بریلوی، اہلحدیث مکاتب فکر کے جن علمائے کرام نے بھی شیعیت کا مطالعہ کرنے کے بعد ان کے بارے میں کچھ لکھا ہے تو وہ یہی لکھا ہے کہ: ''ان کا مذہب اسلام سے دور کا واسطہ بھی نہیں ہے اور یہ خارج از اسلام ہیں''۔

اور اس بات پر اہل حق کے تمام مکاتب فکر دیوبندی، بریلوی، اہلحدیث متفق ہیں اور تمام نے اپنی کتابوں میں اسی پر فتویٰ صادر فرمایا ہے۔ تو شیر اسلام مولانا حق نوازؒ قول کے بجائے عمل پر یقین رکھتے تھے، آپ سوچ میں پڑ گئے کہ حضرات علماء کرام نے کتابوں میں فتاویٰ تو لکھ دیے ہیں مگر زبان سے بیان کرنے کی جسارت کسی نے بھی نہیں کی۔ دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث میں سے کسی کے اسٹیج پر بھی ان فتاویٰ کو بیان نہیں کیا جاتا۔ کتابوں میں لکھے گئے فتاویٰ جات کا تو صرف ان حضرات کو

فائدہ ہوگا جوان کتابوں کو پڑھیں گے۔ مگر جو سادہ لوح مسلمان کتابوں کو پڑھیں گے نہیں، انہیں کیسے علم ہوگا۔ تو مولانا نے ان فتاویٰ کو زبان دی اور اس بات کا پکا ارادہ کیا کہ میرے بزرگوں نے جو بات کتابوں میں لکھی ہے میں اپنے بزرگوں کی اس بات کو ہر ایک مسلمان تک پہنچاؤں گا۔ لہٰذا اسی مقصد کو لے کر آپ نے اپنے منبر جامع مسجد پپلیاں والی جھنگ صدر سے اس کا آغاز کیا اور خطابت کے ایسے جوہر دکھائے کہ دنیائے کفر میں زلزلہ طاری ہوگیا۔ مولانا حق نواز جھنگویؒ لالچ وطمع، خودغرضی، مال ودولت، شہرت وہوس نام کی کسی چیز سے آشنائی نہ رکھتے تھے۔ مصلحت، حالات سے سمجھوتہ، مفاد پرستی، خوف، بزدلی نام کا کوئی لفظ ان کی لغت میں نہ تھا۔ مولانا کی زندگی اتنی سادہ کہ بے اختیار ان کی سادگی پر پیار آنے لگے اور وہ عجیب شان وبے نیازی اور بے خوف طبیعت کے مالک تھے کہ ان کی بے خوفی پر بھی خوف آنے لگتا۔ مولانا جھنگوی پیشہ ور خطیب ومقرر کی بجائے صاف دل اور حق گو انسان تھے، وہ حق بات کو بغیر کسی مصلحت اور لگی لپٹی کے بے خوف ہوکر عوام کے سامنے پیش کرتے تھے، ان کی یہی ادا عوام کو بڑی پسند تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ اور ازواجِ مطہراتؓ کے ساتھ عقیدت ومحبت آپ کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی جس کی وجہ سے ان کا اندازِ خطابت باقی خطیبوں سے جدا اور منفرد تھا۔ آپ فرقہ واریت کے سب سے بڑے دشمن اور اتحاد بین المسلمین کے عظیم علمبردار تھے، اسی وجہ سے انہوں نے اسلام کے تحفظ کے لئے تمام مکاتب فکر کو کفر کے خلاف سپاہِ صحابہؓ کے پرچم تلے جمع کر دیا تھا۔

حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے مولانا جھنگوی کے دل میں عجیب تڑپ اور کفر کے خلاف نفرت کو بھر دیا تھا۔ جس کا اظہار ان کی تقریروں میں الفاظ کی صورت میں ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے عام لوگ آپ کو جذباتی مقرر وخطیب سمجھنے لگے۔ مولانا جب اپنے مخصوص انداز اور پُرسوز آواز میں شانِ صحابہؓ بیان کرتے ہوئے احساسات وجذبات کو دُکھ درد اور کرب کے ساتھ کھولتے تو وہ غیرتِ فاروقی کی عملی تصویر دکھائی دیتے۔ اس وقت ایسا محسوس ہوتا کہ مولانا جھنگوی کے جسم میں خون نہیں آگ دوڑ رہی ہے، ان کے منہ سے الفاظ نہیں شعلے نکلتے چلے جارہے ہیں جو کفر کے ایوانوں کو بھسم کرتے چلے جارہے ہیں۔ مشکل سے مشکل الفاظ بھی بڑی خوبصورتی اور تسلسل وروانی کے ساتھ تسبیح کے دانوں کی طرح ایک خاص ترتیب سے آپ کے منہ سے نکلتے اور جب دورانِ تقریر آپ اپنے موقف ومشن کے حق میں اور باطل قوتوں کے کفر پر بڑی بے خوفی اور جرأت وبہادری کے ساتھ قرآن وسنت سے دلائل کے انبار لگاتے چلے جاتے تو ان کو دیکھنے اور سننے والا ان کی قوتِ استدلال پر حیران ہوکر انگشت بدنداں رہ جاتا۔ مولانا کی آوازِ حق جھنگ سے نکل کر چہار دانگ عالم میں سنائی دینے لگی۔ ان کے فکر ونظر کی روشنی ہر طرف پھیلنے لگی۔ جس کی وجہ سے حکمران پریشان ہوگئے اور باطل قوتیں بھی چونک اٹھیں۔ باطل قوتیں اپنے کفر کو چھپانے کے لئے فرعونی اور نمرودی راستہ اختیار کرنے لگیں۔ یہودیت کا پروردہ سبائی ٹولہ یلغار کرنے پھر میدان میں اُتر آیا لیکن مولانا بات کے پکے اور قول کے سچے تھے، ان نمرودی اور فرعونی طاقتوں کے اوچھے ہتھکنڈوں سے آپ کے پایۂ استقلال میں ذرا بھی فرق پیدا نہ ہوا۔ آپ نے اپنے مقصد کو مزید قوت دینے کے لئے ایک راستہ اختیار کیا اور ۶ ستمبر ۱۹۸۵ء کو سپاہِ صحابہ کا قیام عمل میں لایا۔ سپاہِ صحابہ کا حقیقی مقصد ناموسِ صحابہؓ واہل بیت عظامؓ کا تحفظ تھا، آپ نے ناموسِ صحابہ واہل بیت کے تحفظ کو قانونی حیثیت دینے کے لئے مشہور وڈیرہ خاندان شاہ جیونہ کی اُمیدوار عابدہ حسین کے مقابلہ میں الیکشن میں حصہ لیا۔ باوجود

اس کے کہ شاہ جیونہ کا ایک صدی سے جھنگ پر تسلط تھا مولانا نے ۳۹ ہزار سے زیادہ ووٹ حاصل کیے، صرف چند ہزار ووٹوں کی کمی سے آپ اسمبلی میں نہ پہنچ سکے۔ مولانا کی الیکشن میں اس قدر غیر معمولی مقبولیت سے جھنگ کے وڈیروں اور جاگیرداروں کی نیندیں حرام ہوگئیں۔ انہوں نے اس مردِ مجاہد کو جس نے نہ صرف جھنگ بلکہ عالمِ اسلام کے سوئے ہوئے مسلمانوں کو جگایا راستے سے ہٹانے کا منصوبہ بنالیا اور آپ پر قاتلانہ حملہ کروایا جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو محفوظ رکھا لیکن ان اوچھے ہتھکنڈوں سے ڈرنے کی بجائے آپ کے پایۂ استقامت میں اور زیادہ مضبوطی آئی جس کا اظہار قاتلانہ حملہ کے بعد ہونے والے احتجاجی جلسہ کے دوران ہوا۔ جس میں مولانا نے واضح طور پر اپنے قاتلوں کی نشاندہی کرتے ہوئے غیر متزلزل طور پر اپنے مقصد سے پیچھے نہ ہٹنے کا عزم کیا تو وہاں پر موجود ہر انسان مولانا کی استقامت اور اولوالعزمی کی داد دے رہا تھا۔

راقم الحروف نے مولانا کی صحابہ واہل بیت رضی اللہ عنہم سے والہانہ محبت اور عقیدت کو دیکھتے ہوئے اسی موقع پر اپنے خطاب کے دوران سب سے پہلے مولانا جھنگویؒ کو امیر عزیمت کا خطاب دیا۔ اس کے بعد مولانا جھنگویؒ نے اپنے مقصد کی کامیابی کے لئے دن رات ایک کردیا اور جلد ہی آپ کی جماعت سپاہِ صحابہ ملک بھر کی بڑی جماعتوں میں شمار ہونے لگی۔

آخر کار ۲۲ رفروری ۱۹۹۰ء بمطابق ۲۷ ررجب شبِ معراج، اصحابِ رسول واہل بیت رضی اللہ عنہم کا یہ عاشق، مردِ مجاہد اور مردِ قلندر اپنے گھر کی دہلیز پر دشمنانِ اصحابِ رسول کے ناپاک منصوبے کا نشانہ بن کر جامِ شہادت نوش فرمانے کے بعد جنت الفردوس میں اصحابِ رسول ﷺ کے پاس پہنچ گیا۔

☆

امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ

محترم جناب غلام رسول شاہ صاحب بخاری مدظلہٗ

حال اسیر سنٹرل جیل گوجرانوالہ

گوشۂ قفس میں ایک مرتبہ پھر ۲۲ رفروری کا دن آن پہنچا ہے جو مجدد العصر، امیر عزیمت حضرت مولانا حق نواز جھنگویؒ کا یومِ شہادت ہے۔ زندانوں کی اوٹ میں پڑے ہوئے میرے ہم سفر، پَر بُریدہ، زخم چشیدہ، طائرانِ اسلام غلامانِ صحابہؓ اپنے دلوں میں حُبِّ اصحابِ رسول کی شمع جلائے ہوئے آج بھی اس ''مشنِ حق'' پر جرأت اور جوانمردی کے ساتھ قائم ہیں جو ''مشنِ حق'' ایک ''قیمتی متاع'' کی صورت میں امیر عزیمت شہیدؒ نے ہمیں دیا تھا اور اس ''قیمتی متاع'' Valueable property کی حفاظت کرتے ہوئے امیر عزیمتؒ نے ۲۲ رفروری ۱۹۹۰ء کو اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیا۔

آتی ہی رہے گی تیرے انفاس کی خوشبو
گلشن تیری یادوں کا مہکتا ہی رہے گا

امیر عزیمت کا تاریخی اور سنہرا کردار عرصہ 20 سال کے دوران کبھی بھی اہلِ ایمان اور اہلِ دل لوگوں کی نظروں سے اوجھل نہیں ہوا اور نہ ہی آئندہ کبھی اوجھل ہوگا۔ لیکن ہر سال بعد آنے والا ۲۲ رفروری کا دن امیر عزیمتؒ سے وابستہ بہت سی یادوں کو تازہ کر دیتا ہے۔ لیجئے یہ سال ۲۰۱۰ء کا ۲۲ رفروری ہے گویا کہ ہمارے محبوب قائد، اہل سنت مسلمانوں کے بے تاج بادشاہ، صحابہ کرامؓ کے عاشقِ صادق، مجدد العصر، امیر عزیمت شہیدؒ کو ہم سے جدا ہوئے ۲۰ سال کا عرصہ بیت چکا ہے مگر دل نہیں مانتا کہ حضرت امیر عزیمتؒ ہم سے جدا ہو چکے ہیں بلکہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ آج بھی ہمارے ہم سفر ہیں۔ جی ہاں! وہ ہر لمحے، ہر گھڑی، ہر صبح، ہر شام ایک مقدس مشن اور نظریہ کی صورت میں ہمارے ساتھ ہیں، جو مقدس مشن اور نظریہ ہر مسلمان کا عقیدہ اور ایمان ہے کہ..... ''صحابہ کرامؓ نبوتِ محمدی ﷺ کے عینی گواہ ہیں'' ..... ''صحابہ کرامؓ بطحا کے اُفق سے روشن ہونے والے چاند کے تابندہ ستارے ہیں'' ..... تحریک دفاعِ ناموسِ صحابہؓ کے عنوان پر جب بھی اور جہاں بھی تذکرہ ہو تو امیر عزیمت کی شخصیت اور آپؒ کا کردار، بلا تاخیر لاشعور سے تحت الشعور میں آ جاتا ہے۔ سچ فرمایا تھا سالارِ اہل سنت حافظ محمد ریاض بسرا (شہیدؒ) نے ایک یادگار اور تاریخی اجلاس میں، جب فخرِ اہل سنت محترم جناب ملک محمد اسحاق صاحب نے اپنی تحریکی مہم کو ''حضرت جھنگویؒ'' کے نام سے منسوب کرنے کی تجویز پیش کی کہ:

''حضرت جھنگوی شہیدؒ کا نام ایک عالمگیر نام ہے اور حضرت (ملک صاحب) نے ہماری مہم کا انتساب حضرت جھنگویؒ کے نام سے کر کے ہماری بہت سی رکاوٹوں کو دور کر دیا ہے کیونکہ اس نام کے ساتھ منسوب ہونے کے بعد ہمیں کسی کو بھی اپنی مہم کے اغراض و مقاصد بتلانے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ دنیا پہلے ہی جان چکی ہے کہ حضرت جھنگویؒ کا مشن اور پروگرام دفاع ناموسِ صحابہؓ ہے گویا کہ جیسا عالمگیر مشن ویسا ہی عالمگیر نام۔ چنانچہ جناب ملک محمد اسحٰق صاحب کی تجویز اور حضرت بسراء شہیدؒ کی تائید سے تحریکی مہم کا انتساب حضرت جھنگویؒ کے نام سے ہوا۔''

وہ ماں باپ بھی کتنے خوش بخت اور سعادت مند تھے جن کے گھر میں حق نواز جیسے عظیم فرزند نے جنم لیا اور ماں باپ نے اپنے لختِ جگر کا نام ''حق نواز'' رکھ کر بہت سی سعادتوں کو حاصل کیا اور اسی حق نواز نے اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد عملی زندگی میں قدم رکھا تو ''اسم بامسمّٰی'' کے طور پر سامنے آئے یعنی امیر عزیمت اسم بامسمّٰی تھے اور جس کو ''حق'' نے نوازا ہو اُس کا اسم بامسمّٰی ہونا کوئی حیران کن امر نہ ہے بلکہ یہ تو انتخابِ خداوندی ہے۔ حق تعالیٰ جس کو نوازنے پہ آتے ہیں اُسے اپنی نعمتوں اور انسانی صفات کا وافر حصہ عطا فرماتے ہیں۔

امیر عزیمتؒ کو حق نے نوازا..... علم و عمل کا سمندر بنا کر، اِخلاص کی دولت سے مالا مال کر کے، جرأت و استقامت کا پیکر بنا کر، دنیاوی جاہ و جلال سے بے نیاز کر کے، خطابت کا بادشاہ بنا کر، عمل کی چاشنی دے کر، اصحابِ رسولؐ سے کمال درجہ کا عشق دے کر، حاکمانِ وقت سے بے خوفی دے کر، راست گوئی کا حوصلہ دے کر، تلخیوں کے جام خوش ہو کر پینے کی ہمت دے کر، ظلم و جبر سے پنجہ آزمائی کرنے کا فن دے کر، شوقِ شہادت کی صفت سے متصف کر کے الغرض میرے قائد کو ''حق'' نے نوازا اسی لئے میرا قائد سر سے پاؤں تک، ظاہر سے باطن تک اصحابِ رسولؐ کی سیرت کا عکس اور کردار کا پَرتو لئے ہوئے تھا۔

علماء کرام انبیاء کے وارث ہوتے ہیں۔ عصرِ حاضر میں میرے قائد امیر عزیمتؒ نے انبیاء کے وارث ہونے کے طور پر علمائے حق کی تاریخ میں ایک انوکھے باب کا اضافہ کیا ہے۔ امیر عزیمتؒ کا کردار اہلِ حق کی تاریخ کا تسلسل ہے۔ میرا قائد اُن علمائے حقہ میں سے ہے، جن کے سونے کو عبادت پر فضیلت حاصل ہے اور جن کے زہد و تقویٰ پر مسلمانی ناز کرتی ہے وہ دنیا میں رہتے ہوئے بھی دنیا سے لاتعلق رہتے ہیں اور موجزن دریاؤں میں چلتے پھرتے بھی اُن کے تقویٰ کا لباس خشک رہتا ہے۔ اُن کی خلوت پر جلوت قربان جاتی ہے اور اُن کی جلوت کے سامنے بڑے بڑے سخن وروں کے چراغ بُجھ جاتے ہیں۔ وہ دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کرتے ہیں اور وہ محوِ سفر ہوں تو مقدس مخلوق اُن کے راستے میں اپنے پَر بچھا دیتی ہے۔ یہ علماء حق ہی تھے جنہوں نے طعنے اور گالیاں سُن کر، بھوکے پیاسے رہ کر، کوڑوں کی ضربیں سہہ کر، جلاوطنی اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر کے، مصائب کی وادیوں سے گزر کر اور مرحلہ وار دار و رسن سے گزر کر دینی مراسم کی نگہبانی کی اور کسی درباری مولوی یا متعہ کی پیداوار کو شریعت میں تحریف کا موقع نہ دیا، ان میں سے کسی کا جنازہ جیل خانے سے اُٹھا، کسی کو سواری پر بٹھا کر شہر میں مجرم کی حیثیت سے گشت کروایا گیا، کسی کی ننگی پیٹھ پر کوڑے مارے گئے، کسی کو ہمیشہ کے لئے وطن سے جلاوطن کر دیا گیا، کسی کی نعش

درختوں سے جھولتی ہوئی ملی اور کسی کے اہل وعیال کو اُس کی نظروں کے سامنے ذبح کر دیا گیا، ہاں! یہی وہ اہلِ جنوں کا آبلہ پا کارواں تھا جس نے ایمانی بہاروں پر اپنی آبرو، جوانی، مال ودولت، اہل وعیال، عیش وراحت اور سرخی خون سمیت سب کچھ لُٹا دیا۔

مبارک ہوائے علماء کرام! عصرِ حاضر میں امیر عزیمتؒ نے تمہاری لاج رکھ لی، اکابر کی تاریخ کو دُہرایا، اسلاف کی یاد کو تازہ کیا، اور نہ صرف اپنی جان کا نذرانہ راہِ خدا میں پیش کر دیا بلکہ اپنے رفقاء علماء کرام میں قربانی دینے کے جذبہ کو بیدار کیا، پھر چشمِ فلک نے دیکھا کہ امیر عزیمت کے جانشین مولانا ایثار القاسمی نے راہِ حق میں بے دھڑک اپنا گرم خون بہا کر حق و صداقت کے پرچم کو اور بلند کر دیا، پھر مؤرخ اسلام علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ نے پولیس کی حراست میں بم دھماکہ میں جان دے کر پرچم کو سرنگوں نہیں ہونے دیا، پھر جرنیلِ سپاہِ صحابہؓ مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ نے متعدد حملوں میں زخموں سے چُور ہونے کے باوجود راہِ حق کو نہ چھوڑا بالآخر وہ بھی خاک وخون میں لت پت ہو کر درسِ وفا دے گئے، پھر صحابہؓ کے دشمنوں کا تعاقب کرتے ہوئے امامِ اہل سنت حضرت علامہ، مولانا علی شیر حیدری شہیدؒ بھی قربان ہو گئے۔ امیر عزیمت کے قافلہ کو رواں دواں رکھتے ہوئے سیکڑوں کارکنوں نے بھی اپنی جانوں کے نذرانے پیش کئے۔ حضرت جھنگوی کا قافلہ رواں دواں ہے اور منزل کے حصول تک رواں دواں رہے گا۔ (ان شاء اللہ ثم ان شاء اللہ)

۲۲ر فروری ۲۰۰۴ء کو جب راقم الحروف سنٹرل جیل ملتان کے سیکورٹی وارڈ نمبر 2 (جہاں امیر عزیمت حضرت جھنگویؒ بھی قید گزار چکے ہیں) میں قیدِ تنہائی کے دن بسر کر رہا تھا تو راقم الحروف نے حضرت جھنگوی شہیدؒ کی زندگی اور شخصیت و کردار پر روشنی ڈالی۔ وہاں پر موجود ایک مشقتی (جیل میں کام کرنے والے سزا یافتہ قیدی کو مشقتی کہتے ہیں) نے امیر عزیمتؒ کے حالات وواقعات سُن لینے کے بعد سرائیکی زبان میں برمحل اور برجستہ تبصرہ کیا کہ امیر عزیمتؒ زبانِ حال سے یوں کہتے ہوئے تاریخ کے سینے پر اَنمٹ نقوش چھوڑ گئے کہ:

میڈے راہ تے دولت بہوں پئی ہائی سر جھکدا ہا، میں میلی نہیں
میڈا ویر ضمیر وی کوئی شے ہے ہر شخص کراڑ دا بیلی نہیں

"میرے راستے پر دولت بکھری ہوئی تھی لیکن میں نے دولت اکٹھی نہیں کی کیونکہ دولت اکٹھی کرنے کے لئے سر کو جھکانا پڑتا تھا اور میرا ضمیر اِس بات کی اجازت نہیں دیتا۔ میرے دوست! ہر شخص ہندو بنیے کی طرح دولت کا پُجاری نہ ہے۔"

واقعی یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ اگر امیر عزیمتؒ مال ودولت کے خواہاں ہوتے تو دولت کے انبار آپ کے قدموں میں ڈھیر کر دیے جاتے لیکن امیر عزیمتؒ نے دولت پر اپنا سر جھکانے کی بجائے اپنا اور اپنی سُنی قوم کا سر فخر سے بلند رکھنے کو ترجیح دی اور دولت کے پجاریوں کو یہ کہتے ہوئے خودداری اور اپنے مذہبی تشخص کو برقرار رکھا کہ ضمیر بھی آخر کسی چیز کا نام ہے۔ ہر شخص ضمیر فروش نہیں ہوا کرتا۔ جی ہاں! امیر عزیمتؒ نے صرف دولت کو ہی نہیں ٹھکرایا بلکہ دامن کش ہونے والے دنیاوی آسائش وراحت کے تمام ذرائع کے بڑھے ہوئے ہاتھ جھٹک کر جنون کی حد تک "اصحابِ رسولؐ سے محبت" کا انتخاب

کیا ورنہ امیر عزیمت ؒ ایک انسان تھے جو اپنے سینے میں نرم خو، شفیق اور مہربان دل رکھتے تھے۔ اُن کے بھی حقیقی بھائی تھے جو اُن سے ٹوٹ کر محبت کرتے تھے، اُن کی اہلیہ تھی جو اُن پر جان چھڑکتی تھی، کلیوں اور گلاب جیسے خوبصورت بچے تھے جن کی مہکار سے پورے وجود میں خوشبو پھیل جاتی تھی۔ آرام دہ گھر تھا جس کے وہ بلاشرکت غیرے مالک تھے اور جہاں انہیں زندگی کی ہر سہولت میسر تھی، جھنگ اور ملک بھر میں محبت وعقیدت کے جذبہ سے سرشار خدام کی کثیر تعداد تھی جو اشارۂ ابرو پر ہر خدمت بجا لانے کیلئے تیار رہتے تھے لیکن امیر عزیمتؒ نے اِن ساری محبتوں، ساری چاہتوں اور جملہ آسائشوں کو صحابہؓ کی جوتیوں پر قربان کر دیا اور تحریک دفاعِ ناموسِ صحابہؓ کو اپنا مقصدِ حیات بنالیا۔ جب وہ اپنے گھر سے چل پڑے تھے تو وطن کی یاد بہت دور تک اُنہیں سمجھانے آئی تھی، معصوم بچوں کی محبت نے دامن پکڑ پکڑ کر پوچھا تھا کہ ہمیں زندہ باپ کے یتیم بچے کیوں بنا رہے ہو، حقیقی بھائیوں اور اہلیہ نے سوال کیا تھا کہ ہمیں کس کے سہارے پر چھوڑ کر جا رہے ہو، یہ سب کچھ بچشم خود دیکھتے ہوئے اور بگوشِ خود سنتے ہوئے میرے قائد نے پورے قد کے ساتھ کھڑے ہو کر دل کی اتھاہ گہرائیوں سے صدا بلند کی کہ:

"میں اپنی زندگی اور موت صحابہؓ کے حصے میں لکھ چکا ہوں۔ سُنی بھائیو! سُنی عزیزو! میری اور کوئی وصیت نہیں۔ یہی وصیت اولاد کو ہے، یہی وصیت بیوی کو ہے، یہی وصیت رشتہ داروں کو ہے اور یہی وصیت آپ (کارکنانِ سپاہِ صحابہ) کو ہے کہ میری زندگی اور موت صحابہؓ کے حصے میں لکھی جا چکی ہے، میں اِس راستہ میں زندہ رہوں چاہے مر جاؤں، بہرحال صحابہؓ کے نام پر دھبہ نہیں آنے دوں گا۔"

امیر عزیمتؒ نے بار بار اپنے اس عزم کا اظہار کیا اور عمل کر کے دکھایا۔ ایک دیگر موقع پر اپنے عزم کا اظہار اِن الفاظ میں کیا کہ:

"یوسف مجاہد کو میں نے اولاد کے نام وصیت لکھ دی ہے کہ میرا وجود بھی بھول جاؤ، تمہارا رب مالک۔ میں صحابہؓ کی عظمتوں کے لئے جان دے جاؤں گا۔ آگے رب جانے، اُس کی پیاری مخلوق جانے۔ سپاہِ صحابہ کے ہر کارکن کی یہ ڈیوٹی ہے کہ مفادات سے بالاتر ہو کر اِس کفر (شیعہ) کی راہ روکنے کے لئے لائن ہموار کرے۔ اپنی صفوں میں نظم وضبط لائیں۔"

پھر پلٹ کر اور دُہرا دُہرا کر، زور دے کر کہا تا کہ دنیا والوں کو کوئی ابہام نہ رہے کہ:

"ربِ محمد کی قسم! اُس رب کی قسم جو زمین وآسمان کا رب ہے، میں اپنی امی کی عزت وآبرو کے تحفظ کے لئے وصیت لکھ چکا ہوں اپنی اولاد کے نام کہ مر مٹوں گا لیکن پیغمبر ﷺ کی ازواجِ مطہراتؓ کے خلاف بھونکنے والے کافر کو لوہے کی لگام دے کر مروں گا۔ وہ بھی مٹے گا، میں بھی مٹوں گا پر زیادہ دیر اِس دھرتی پر امی کے خلاف، نبی کی آبرو کے خلاف یہ کفر قابلِ برداشت نہیں ہے۔"

امیر عزیمتؒ کی قربانیوں اور خطابت کے چراغ آج بھی بزدلوں کو زندگی کا راستہ دکھاتے ہیں۔ کیا خوب کہا ہے کسی نے کہ:

وہی اُجالے جنہیں اُبھارا تیری خطابت کی برتری نے
مزاجِ دوراں بدل رہے تھے، مزاجِ دوراں بدل رہے ہیں

امیر عزیمتؒ کے خطابات کو ''الٰہ دین کا چراغ'' قرار دیتے ہوئے بہاولپور میں سپاہِ صحابہؓ کے ڈویژنل کنونشن میں جرنیلِ سپاہِ صحابہ مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ نے فرمایا کہ:

''عام طور پر کسی کو چیلنج کرتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ تیرے پاس کوئی الٰہ دین کا چراغ ہے جو تو آناً فاناً یہ کام کر دے گا۔ جی ہاں! سپاہِ صحابہؓ جماعت کے پاس حضرت امیر عزیمتؒ کے خطابات کی صورت میں الٰہ دین کا چراغ موجود ہے۔ کوئی مسلمان خواہ کسی شعبہ سے تعلق رکھتا ہو، سپاہِ صحابہؓ کا سخت مخالف ہو، میرا چیلنج ہے کہ اُسے حضرت جھنگویؒ کے خطابات سناؤ، یہ خطابات الٰہ دین کے چراغ سے بھی زیادہ مؤثر ثابت ہوں گے لیکن میری جماعت کے کارکن یہ کام کریں تو سہی!'' (تربیتی کنونشن بمقام بہاولپور سال ۱۹۹۲ء)

اے غلامانِ صحابہؓ! تمہیں بھی مبارک ہو، تمہاری قیادت تمہارے لئے باعثِ فخر ہے۔ تمہیں اپنی روشن تاریخ اور تابناک ماضی پر بجا طور پر ناز ہے اور ہونا بھی چاہئے کیونکہ امیر عزیمتؒ نے دفاعِ ناموسِ صحابہؓ کے مقدس مشن پر مشتمل جو ''قیمتی متاع'' ہمارے حوالے کی تھی اُس ''قیمتی متاع'' کی حفاظت کرتے ہوئے امیر عزیمتؒ کے چار جانشین یکے بعد دیگرے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر چکے ہیں اور سیکڑوں کارکنان خاک و خون میں لت پت ہو کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کامیاب ہو چکے ہیں اور لاکھوں جوانوں نے اِس ''قیمتی متاع'' کو حرزِ جاں بنایا ہوا ہے۔

آیئے قدم بقدم آگے بڑھیے۔ حُبِّ اصحابِ رسولؐ کے جذبوں سے سرشار ہو کر تجدیدِ عہد کریں اور عملی کام کے لئے کمربستہ ہو جائیں۔ سپاہِ صحابہؓ کا پیغام زندگی کے تمام شعبوں اور طبقات کے ہر مسلمان تک پہنچائیں، جُہدِ مسلسل کو اپنا شعار بنائیں۔ ؎

اُٹھ باندھ کمر کیوں ڈرتا ہے
پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے

اللہ پاک ہمارا حامی و ناصر ہو۔ آمین

.....بقیہ از صفحہ ۳۹۳.....

حیف در چشم زدن محبت یار آخر شد　　روئے گل سیر ندیدم کہ بہار آخر شد

مولانا حق نواز شہیدؒ کو اللہ تعالیٰ نے بہادری و جرأت کے ساتھ ساتھ قوتِ بیانی و خطابت سے بھی نوازا تھا اور ملک کے نامور خطیب تھے۔ بلند آوازی اور حوصلہ مندی اور اس ہمت و حوصلہ کو سامعین کے ذہنوں اور دلوں پر اُنڈیل دینا یہ ان کا خاص ملکہ تھا۔ درحقیقت یہ ان کا اخلاص تھا اور جدوجہد کے ساتھ ان کی لگن تھی اور ان کے دل کی یہ تڑپ تھی اس لئے ان کی دل سے خلوص سے نکلی ہوئی بات دلوں پر حاوی ہو رہی تھی۔ ؎ از دل خیزد بر دل ریزد

لوگوں کے دلوں میں آپ کے لئے اللہ تعالیٰ نے محبت و محبوبیت پیدا کر دی تھی۔ علماء کی نگاہوں میں بھی آپ محبوب بنا دیے گئے تھے۔ پاکستان میں آپ جب کسی مجمع میں آتے تھے تو پورے مجمع پر آپ چھا جاتے تھے، بس یہ بھی حق کا رعب تھا مخلوق کی چیز نہیں تھی۔

؎ ہیبتِ حق است بس از خلق نیست

عظیم انسان اور عظیم قائد

محترم جناب سید پریل شاہ بخاری مدظلہ۔ خیر پور سندھ

مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ ایک عظیم انسان اور عظیم قائد تھے، جنہوں نے ساری زندگی بقائے اسلام اور اس کے تحفظ کے لئے مصائب و آلام کی وادیوں کو عبور کرتے ہوئے شہادت کا تاج پہنا، ان کی خطابت کا ایک خاص انداز تھا جس سے مردہ جذبات بیدار ہو جاتے تھے۔ ان کے اندازِ بیان نے نامعلوم کتنے مردہ دلوں کو گرم کر دیا اور کتنے کمزوروں کو عزائم کا پہاڑ بنا دیا اور کتنے گمراہوں کو راہ پر لگا دیا۔ مولانا حق نواز کتمانِ حق سے سخت نفرت کرتے تھے۔ وہ قول کی بجائے عمل پر یقین رکھتے تھے۔ وہ گفتار کے بجائے کردار کے غازی تھے۔ جھنگ کے مخصوص مذہبی حالات، جاگیرداروں، وڈیروں اور نوابوں کے مظالم کو دیکھتے ہوئے آپ نے مظلوم عوام کی حمایت کی اور سنی حقوق کے تحفظ کے لئے جاگیرداروں اور وڈیروں سمیت تمام استحصالی قوتوں سے ٹکرانے کا فیصلہ کیا۔ اس کے لئے مولانا حق نوازؒ نے سرفروش نوجوانوں پر مشتمل تنظیم "انجمن سپاہ صحابہؓ پاکستان" کی بنیاد ۶ ستمبر ۱۹۸۵ء کو مسجد پپلیانوالی میں رکھی۔ مولانا حق نواز نے اللہ کا نام لے کر کام شروع کر دیا۔ مولانا یہ چاہتے تھے کہ دشمنِ صحابہؓ کا منہ توڑ جواب ہونا چاہئے اور شیعہ کی اصحابِ رسول کے خلاف گستاخانہ سرگرمیاں بند ہونی چاہئیں۔ مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر بیمار کے لئے تریاق کا کام دیتی ہے جب بھی کوئی عقل مند انسان ان کی تقریر سنتا ہے تو وہ انسان یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ مولانا حق نواز کو اللہ نے سنی قوم کے لئے مسیحا بنایا تھا ان کے ایک ایک حرف میں صداقت ہے۔ اگر مولانا حق نواز جھنگویؒ اس انداز میں کام شروع نہ کرتے تو پاکستان بھی شیعہ اسٹیٹ بن جاتا جس طرح پاکستان کا پڑوسی ملک ایران ہے۔ مولانا حق نوازؒ نے بارہا شیعہ کو چیلنج کیا کہ اگر واقعی تم مسلمان ہو تو میرے خلاف ہائی کورٹ، سپریم کورٹ میں رٹ دائر کرو کہ یہ مولوی ہمیں کافر کہتا ہے اگر میں تمہیں کافر ثابت نہ کر سکا تو میں جلاوطنی قبول کر لوں گا۔ تمہیں پابندی عائد کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ لیکن انہوں نے چیلنج قبول نہیں کیا اور اپنے آباؤ اجداد کا طریقہ اپنایا، سازشوں کے جال، ایک طرف مولانا دلیل اور منطق کی زبان میں گفتگو کر رہے تھے عقل اور دین کی روشنی میں اپنا موقف عوام کے سامنے پیش کر رہے تھے اور دوسری طرف مخالف فرقہ اپنی سیاسی اثر رسوخ، مال و دولت، ایرانی حکومت کی سرپرستی اور دیگر تمام وسائل بروئے کار لاتے ہوئے اس مشن کی راہ روکنے کے لئے وہ تمام ہتھکنڈے استعمال کرنا شروع کر دیے جو حق و صداقت سے تہی دامن فرقوں کا ہمیشہ سے وطیرہ رہا ہے۔ مولانا پر طرح طرح کے مقدمات بنائے گئے۔ قتل کے جھوٹے مقدمات میں الجھایا

گیا۔ سودا بازی کی کوشش کی گئی۔ ان کی آواز دبانے کے لئے فرقہ واریت کا طعنہ اور نعرہ اُچھالا گیا۔ جماعتی کارکنوں کو ہراساں کرنے کے لئے ان پر طرح طرح کے مقدمات بنائے گئے۔ کارکنوں کو قتل کیا گیا اور مولانا پر متعدد بار قاتلانہ حملے کیے گئے مگر مولانا نے ان پر کبھی توجہ نہ دی اور اپنے قافلے کو پُر امن رہنے کی تلقین جاری رکھی۔

آپ کا کہنا تھا کہ ہماری جدوجہد جتنی آگے بڑھے گی اتنا ہی ہم پر سختیاں بڑھیں گی اور جتنی سختیاں بڑھیں گی اتنا ہی ہم پر صبر واستقلال ضروری ہوگا۔ فریق مخالف ہمارے مشن کو تشدد کی راہ پر ڈال کر ہماری منزل کھوٹی کرنا چاہتا ہے مگر ہم اس کی یہ چال کامیاب ہونے نہیں دیں گے۔ ہمارا سفر نہایت پُر امن طریقے سے جاری رہے گا بلکہ یہ سفر جاری ہی اس وقت تک رہے گا جب تک پُر امن رہے گا۔ اس لیے سپاہِ صحابہؓ کے کارکن یہ بات ذہن نشین کرلیں کہ اگر وہ صحابہ کرامؓ کے ناموس کے تحفظ ودفاع کے لئے ہمارے ساتھ چلے ہیں تو پھر انہیں امن اور صبر کے ساتھ منزل پر پہنچنا ہوگا اور جو لوگ تشدد کی راہ اپنائیں گے وہ اس مشن کو تاراج کرنے کے موجب ہوں گے۔

مولانا حق نوازؒ نے اپنے پُر امن مشن کو دو حصوں یا دو مرحلوں میں تقسیم کیا۔ پہلا مرحلہ عوامی رائے عامہ ہموار کرنے کا تھا کہ عوام الناس کو اس عظیم فتنہ سے آگاہ کیا جائے اور دوسرا مرحلہ قانون ساز اسمبلی سے ناموسِ صحابہؓ کے تحفظ کے لئے بل منظور کروانے اور دشمنِ صحابہؓ ومنکرین قرآن کو قادیانیوں کی طرح آئین پاکستان میں غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے کا تھا اور ان دونوں مرحلوں کی کامیابی کا عقلی تقاضا یہ تھا کہ دونوں مراحل امن وآشتی کی فضا میں مکمل کئے جائیں کیونکہ نہ تو عوام لاٹھی کے زور سے کوئی نظریہ قبول کرنے پر آمادہ ہوسکتے ہیں نہ ہی قانون ساز اسمبلی اتنا اپاہج ادارہ ہے کہ دہشت وتخریب کے بل بوتے پر اس سے کوئی قانون اور وہ بھی ایسا قانون منظور کروایا جاسکے جس کے رو سے ایک فرقے کو مستقل طور پر اسلام کے پاکیزہ جسم سے نکال پھینکنے کا فیصلہ کیا جارہا ہو۔

چنانچہ مولانا حق نوازؒ نے سپاہِ صحابہؓ کی تحریک کو شروع سے آخر تک پُر امن رکھا اور مخالفین کی طرف سے درجنوں کارکنانِ سپاہِ صحابہؓ کے قتل کے باوجود کسی ایسی پالیسی کی حمایت وتائید نہیں کی جو تشدد وتخریب کی آئینہ دار ہو۔

یہاں تو مسئلہ ایک خالص ایمانی موضوع کو اسمبلی میں تسلیم کروانے کا تھا جس کے لئے عوام کی تائید اور اسمبلی کا قائل ہونا ضروری تھا۔ مسئلہ ختم نبوت کی طرح یہ مسئلہ بھی خالص ایمانی تھا اور اس کو عوامی بنانے کی مجبوری صرف قانون سازی کے لئے تھی مگر ختم نبوت کی طرح یہاں بھی سپاہِ صحابہؓ کے خلاف وہی زہر افشانیاں کی گئیں جو تحریکِ ختم نبوت کے لئے کی گئی تھیں۔

ہمیں وہ ''نام نہاد تعلیم یافتہ'' اور ''بزعمِ خود دانشور'' بخوبی یاد ہیں جو اسمبلی کی قانون سازی سے پہلے قادیانیوں کو مسلمانوں کا ایک فرقہ قرار دیتے اور ان کے کفر سے آگاہ کرنے والے علماء کو متعصب، متشدد اور تخریب کار اور نجانے کن کن ناموں سے نوازتے تھے مگر جب قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا تو پھر انہیں علماء کے دیرینہ موقف کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے ایک بار بھی اپنی سابقہ غلطی پر ندامت کا اظہار کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔

مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کا موقف بھی امتِ مسلمہ کا اجماعی اور متفقہ موقف تھا۔ اس میں اہل سنت والجماعت کے تمام مسالک یک زبان ہیں مگر جب تک اسے قومی اسمبلی تسلیم نہیں کرتی تب تک بزعمِ خود دانشور اسے تسلیم کرنے پر تیار نہیں

ہوں گے اس لئے مولانا کی شروع سے یہ کوشش تھی کہ رائے عامہ ہموار کرنے کے فوراً بعد اس مسئلہ کو اسمبلی سے منظور کروایا جائے بلکہ رائے عامہ کی ہمواری کا مقصد بھی اسمبلی سے اس کی منظوری ہی تھا۔ اسی مقصد کے تحت مولانا نے ۱۹۸۸ء کے الیکشن میں حصہ لیا اور اسی ایک نعرے پر جو سپاہِ صحابہؓ کے مشن کی بنیادی اور امتیازی نعرہ ہے وہ الیکشن لڑا مگر بوجوہ اس الیکشن کا فیصلہ آپ کے حق میں نہ ہوا اور مولانا اس الیکشن میں ۴۰ ہزار ووٹ حاصل کئے۔ الیکشن میں ناکامی کے بعد مولانا نے اپنے مشن کو مزید آگے بڑھایا مگر الیکشن کے دوران جس طرح آپ کی سیاسی قوت سامنے آئی تھی جاگیرداروں کی نیندیں حرام ہو گئیں اور جاگیرداروں نے اس خطرے کو بھانپ لیا تھا۔ انہیں محسوس ہو چلا تھا کہ اب حق نواز محض مذہبی لیڈر نہیں جس کی بات فرقہ واریت کا شور مچا کر دبا دی جاتی بلکہ مستقبل میں وہ جھنگ کی قسمت کا مالک بن چکا ہے۔ لہٰذا جب تک اس خطرے کو ہمیشہ کے لئے دبایا نہیں جاتا تب تک ہماری سیاسی زندگی اور بقا خطرے میں رہے گی۔ اس لئے انہوں نے اس مردِ مجاہد کو (جس نے نہ صرف جھنگ بلکہ عالمِ اسلام کے سوئے ہوئے مسلمانوں کو جگایا) راستہ سے ہٹانے کا منصوبہ بنالیا۔

آخر کار ۲۲ر فروری ۱۹۹۰ء بمطابق ۲۷ر رجب (شبِ معراج) کو ان کے گھر کے باہر شہید کر دیا، آخر کار اس طرح آسمانِ علم کا یہ قطبی ستارہ دارِ فانی کو خیر باد کہہ کر دارِ بقاء یعنی جنت الفردوس کا سفر باندھ گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اللہ ان کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین

حب صحابہؓ رحمۃ اللہ — بغض صحابہؓ لعنت اللہ

فنا فی اللہ کی تہہ میں بقا کا راز مضمر ہے
جسے مرنا نہیں آتا، اُسے جینا نہیں آتا

امیر عزیمت، امیر کاروانِ ناموسِ صحابہؓ، شیر اسلام

مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

اور اُن کے باوفا جانشینوں
مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ، مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ
مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ، مولانا علی شیر حیدری شہیدؒ

اور دیگر سینکڑوں شہداء ناموسِ صحابہؓ کی عظمت کو سلام پیش کرتے ہیں اور موجودہ قیادت پر مکمل اعتماد کا اظہار کرتے ہیں

بدر العلوم حسینیہ تالپور کالونی خیر پور

جامعہ میں 150 طالب علم زیرِ تعلیم ہیں جن میں 50 سے زائد مسافر ہیں۔ دو اساتذہ شب و روز تعلیم میں مصروف ہیں۔ طلباء کیلئے رہائش ناکافی ہے، اوپر دوسری منزل تعمیر کرنی ہے۔ مطبخ کی ضروریات بھی کافی زیادہ ہیں۔

مسجد بیت المکرم کا فرش وغیرہ کافی کام رہتا ہے۔ بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔

من جانب
مولانا بدر الدین حسینی
مہتمم
بدر العلوم حسینیہ
تالپور کالونی خیر پور

امیر عزیمت حضرت مولانا حق نواز شہیدؒ

حضرت مولانا قاری خلیل احمد بندھانی مدظلہٗ، ناظم جامعہ اشرفیہ سکھر

حضرت مولانا حق نواز شہید رحمہ اللہ مخلص مردِ مجاہد اور بہادر تھے اور بڑی جرأت کے مالک تھے۔ جرأت کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پسند فرمایا کرتے تھے اور میرے استاد شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان برّد اللہ مضجعہٗ ایسے جری لوگوں کی حوصلہ افزائی فرماتے تھے ان سے محبت رکھتے تھے۔

مولانا حق نواز شہیدؒ نے بلاخوف لومۃ لائم جان کی پرواہ کیے بغیر عظمتِ صحابہؓ کے لئے شب و روز کام کیا، یہ وہ دور تھا کہ جب مولوی پر طنز اہلِ حق اہلِ سنت پر تبرا برملا کیا جاتا تھا کیونکہ پڑوس کے ملک میں ایک متعصبانہ انقلاب آچکا تھا، اس کے پیروکار پاکستان کی گلیوں اور کوچوں میں شہروں اور دیہاتوں میں دندناتے پھرتے تھے اور بزعمِ خویش وہ لوگ پاکستان کو بھی اپنے باپ کی جاگیر تصور کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ مولانا شہیدؒ کے درجات بلند کرے انہوں نے نوائے حق بانگ دہل دی، یہ ان کا اخلاص تھا اور صحابہ کی عظمت تھی مسلمانوں کے دلوں میں ایمان کی وہ چنگاری تھی جو چمک اٹھی۔

میرے شیخ حضرت شیخ القرآن نوّر اللہ مرقدہٗ نے توحید و سنت، عظمتِ صحابہؓ کے لئے خود بھی جان فشانی و جدوجہد فرمائی، سیکڑوں کی تعداد میں ان کی تقاریر ہیں جو انہوں نے مختلف علاقوں میں فرمائیں، اسی طرح حضرت ان کام کرنے والوں کو داد اور حوصلہ دلاتے تھے۔ چنانچہ شہادت سے کچھ عرصہ پہلے مولانا حق نواز شہیدؒ جب سکھر کانفرنس میں تشریف لائے، ایسے وقت میں ہم آپس میں گفتگو کر رہے تھے، مولانا شہیدؒ نے مجھے فرمایا کہ حضرت قاری خلیل صاحب! آپ کے استاد شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خانؒ ہمارے اس کام عظمتِ صحابہؓ کے تحفظ کی جدوجہد کی بڑی قدر فرمایا کرتے تھے اس لئے آپ سے میری دوستانہ درخواست ہے کہ ہمارے نوجوانوں پر شفقت کا ہاتھ رکھیں اور اگر ان سے غلطی بھی ہو جائے تو ان کو مشن پر لگائے رکھیں اور ان کے ہاتھوں کو آپ تھامے رکھیں۔ یہ تھا مولانا کا اپنے مشن عظمتِ صحابہؓ میں مخلص ہونا۔ مولانا نے اس کام کیلئے اپنے تو اپنے پرایوں سے بھی تائید اور حمایت حاصل کی۔ اور پورے ملک میں انہوں نے دورے کئے۔ حقیقتِ حال سے عوام الناس کو آگاہ کیا اور علماء کی خدمت میں جا کر ان کی دعائیں اور تائیدات حاصل کیں۔ .....بقیہ صفحہ ۳۸۹ پر.....

میرا قائد، میرا رہبر

جناب مولانا عثمان فاروق ضیاء، ابن علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ

میرے کم سنی کے ایام میں ایک دفعہ گھر میں بڑا شور وغل، بڑی چہل پہل تھی، والد محترم بڑے خوش تھے کہ ان کے دیرینہ دوست، ساتھی، ہم جولی مولانا حق نواز جھنگوی ہمارے ہاں تشریف لا رہے تھے۔ قاسم بازار میں عشاء کے بعد ان کا خطاب تھا۔ تو مقررہ وقت پر بڑے ہی دھیمے دھیمے انداز میں حضرت نے بیان شروع فرمایا، اس وقت تو نا سمجھ اور بچہ تھا، توجہ نہ کی، جوں جوں وقت گزرتا گیا مولانا شہیدؒ کا تذکرہ، ان کا نام ہر جانب گونجتا نظر آیا کہ اک میانہ قد، دبلا پتلا جسم نوجوان اس حد تک امی عائشہؓ کے دشمن کو للکارے گا، ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر نبرد آزما ہوگا کہ اس کی آواز کفر کے ایوانوں میں ہل چل مچاتی ہوئی دیارِ غیر تک جا پہنچے گی۔ اس بات کا اندازہ نہ تھا کہ وہ مردِ قلندر اپنے مشن کی صداقت دنیا کے کونے کونے میں پہنچا دے گا، بچے بچے کی زبان پر جس کی محنت، لگن اور تڑپ کے تذکرے ہوں گے..... ہاں ایسا کیوں نہ ہوتا اس نے جو اپنا تن من دھن صحابہ کرامؓ کی غلامی کے لئے وقف کر دیا تھا اور دشمن کا کون سا حربہ تھا جو اس کو مشن سے روکنے کے لئے نہ آزمایا گیا ہو۔ وہ حق نواز تھا حق کہتا چلا گیا، طوفان کے تھپیڑوں سے ٹکراتا، اُلجھتا، ظلم وستم کے دریاؤں کو عبور کرتا، اپنوں کے طعنے، دشمن کی بربریت، حکومتی جبر وقہریت کو سہتا رہا اور اپنی آواز سے محلّہ سے شہر تک، شہر سے صوبہ اور صوبہ سے ملک تک ہر علاقے میں جا کر لوگوں کو خوابِ غفلت سے بیدار کرتا رہا اور انہی الفاظ کا مصداق بنا۔

مصائب میں نہ گھبرانا یہی مومن کی پہچاں ہے ستم ہنس کے جو سہہ جائے وہی کامل مسلماں ہے

دوسرے الفاظ میں یوں کہہ لیجئے کہ۔

مصائب سے اُلجھ کر مسکرانا میری فطرت ہے مجھے ناکامیوں پر اشک برسانا نہیں آتا

آہ!!! میرے قائد آج بھی تیری گفتگو کا جادو سننے والوں کے سینوں کو چیرتا ہوا دلوں پر لرزہ طاری کر دیتا ہے۔ تو چلا گیا جھنگ کی منوں مٹی تلے مگر تیرا کارکن وہی جذبہ، وہی ولولہ لیے آج بھی طوفانوں کے گرداب میں پھنسا ہوا ہے۔ تیری عدم موجودگی میں بھی تیری آواز، تیرا مشن آئندہ نسلوں تک پھیل رہا ہے، تیرے لاکھوں عقیدتمند روحانی فرزند تجھے اپنی خصوصی دعاؤں میں یاد رکھتے ہیں اور تیرا مشن کیسٹوں، سی ڈیز اور لٹریچر کی صورت میں آگے پہنچانے کا عزم رکھتے ہیں۔ آج بھی جس کے دل میں حرارت اور ایمان کی کمی محسوس ہوتی ہے وہ تیری آواز سے اپنے ایمان کو تازگی اور روح کو طمانیت بخشتے ہیں۔ تیرا وہ بیان جو سوتے ہوؤں کو میدان میں لا کھڑا کرتا ہے آج بھی جب میں تیرا درد سنتا ہوں تو اک بے خودی کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور ناگہاں دل سے اک آہ نکلتی ہے کہ جھنگوی زندہ ہے.....!!!

بانیٔ سپاہِ صحابہؓ.....مولانا حق نواز شہیدؒ

محترم جناب محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ۔ جھنگ

اسے اتفاقِ زمانہ ہی کہا جاسکتا ہے کہ جب میں اپریل ۱۹۷۳ء میں L.L.B (قانون کی ڈگری) کا امتحان دے کر لاہور سے واپس جھنگ آیا تو انہی دنوں مولانا حق نواز شہید (جو کہ ان دنوں مولوی حق نواز تھے) اپنی دینی تعلیم مکمل کر کے جامع مسجد پپلیانوالی (موجودہ جامع مسجد حق نواز شہیدؒ) میں امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ ان دنوں مولانا حق نواز شہید کو صرف محلہ پپلیانوالہ کے لوگ جانتے تھے، شہر کے دوسرے علاقوں کے افراد مولانا سے ناواقف تھے اور کسی شخص بلکہ شاید مولانا کو بھی یہ علم نہ تھا کہ ایک دن ایسا بھی آئے گا کہ وہ بین الاقوامی شہرت حاصل کرلیں گے۔ مولانا کے اندر جو نایاب جوہر موجود تھے، وہ ابھی ظاہر ہونا شروع نہیں ہوئے تھے۔ ان جوہر کو ظاہر ہونے کا ابھی کوئی موقعہ نہ آیا تھا۔ اللہ کا کرم سمجھئے یا شاید قادیانیوں کی بدبختی کہ ۱۱رمئی ۱۹۷۴ء کو جب ربوہ اسٹیشن پر ٹرین میں موجود نشتر میڈیکل کالج کے سٹوڈنٹس پر قادیانیوں نے مسلح حملہ کردیا جس سے متعدد طلباء شدید زخمی ہوگئے تو پورے ملک میں اس کا شدید ردعمل ہوا جس کے نتیجہ میں قادیانیوں کے خلاف ملک گیر تحریک شروع ہوگئی۔ اس تحریک کے نتیجہ میں ۷رستمبر ۱۹۷۴ء کو پاکستان کی قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔ یہ تحریک تقریباً ۴ ماہ جاری رہی۔ ملک کے دوسرے حصوں کی طرح جھنگ میں بھی زبردست تحریک چلی۔ جلسوں اور جلوسوں کا سلسلہ شروع ہوا تو مولانا حق نوازؒ کو اپنے جوہر ظاہر کرنے کا بھرپور موقع ملا۔

مولانا اپنے مخصوص انداز میں مرزا غلام احمد قادیانی اور قادیانیوں کا اس طرح پوسٹ مارٹم کرتے تھے کہ لوگوں نے آپ کو "ایٹم بم مولوی" کہنا شروع کردیا۔ گویا دینی حلقوں میں مولانا کو خوب پذیرائی حاصل ہوئی۔

اب مولانا کو اپنے سیاسی جوہر دکھانے کے موقعہ کی تلاش تھی۔ ۷رمارچ ۱۹۷۷ء میں بے نظیر کے والد ذوالفقار علی بھٹو نے الیکشن میں ریکارڈ دھاندلی کی، جس کے خلاف پیپلز پارٹی کی حریف جماعت پاکستان قومی اتحاد (جس میں ملک کی ۹ بڑی سیاسی جماعتیں شامل تھیں) نے اس دھاندلی کے خلاف زبردست تحریک چلائی جو کہ بعد میں تحریک نظامِ مصطفیٰؐ سے مشہور ہوئی۔ یہ تحریک جو کہ ۱۲رمارچ ۱۹۷۷ء کو شروع ہوئی تھی ۵رجولائی ۱۹۷۷ء کو اس وقت ختم ہوئی جب جنرل ضیاء الحق نے اس ملک میں مارشل لاء لگا دیا۔ اس تحریک میں مولانا حق نواز شہیدؒ نے بھرپور کردار ادا کیا۔ مولانا کی پُرجوش تقریریں

سیاسی کارکنوں میں جوش وجذبہ پیدا کرتی تھیں۔ گویا کہ مولانا نے سیاسی میدان میں بھی اپنا لوہا منوالیا۔

تحریک ختم نبوت اور تحریک نظام مصطفیٰ میں مولانا پر متعدد مقدمات دفعہ 188ت پ۔، 16ایم پی او، 49ڈی پی آر قائم ہوئے۔ اور متعدد بار جیل جانا پڑا۔ خاکسار کی مقامی علماء کرام سے تو ایک شہری ہونے کے ناطے واقفیت پہلے ہی تھی، البتہ ۱۹۷۴ء اور ۱۹۷۷ء کی تحریک میں کام کرنے کی بناء پر خصوصی طور پر علماء کرام کے مقدمات کی پیروی کرنے کی بناء پر مولانا حق نواز شہید رحمہ اللہ سے بھی قربت حاصل کرنے کا موقعہ میسر ہوگیا۔

اب مولانا ملکی سطح کے مذہبی لیڈر بن چکے تھے۔ ۱۹۷۹ء میں جب ایران میں خمینی انقلاب آیا اور ایران سے عربی اور فارسی کتابوں کا اُردو ترجمہ ہو کر وہ کتابیں پاکستان میں آئیں اور علماء کرام نے خصوصی طور پر مولانا شہیدؒ نے ان کتب کا مطالعہ کیا تو مولانا کا ذہن یکسر تبدیل ہوگیا۔ کیونکہ ان کتابوں میں صحابہ کرامؓ اور ازواج رسولؐ پر کھلم کھلا تبرا کیا گیا تھا۔ اور بقول مولانا حق نواز اِن کتابوں کے مطالعہ سے میری رات کی نیند اور دن کا سکون حرام ہوگیا۔ جس کی بناء پر مولانا نے رافضیت کے ایرانی انقلاب وسیلاب کو روکنے کے لئے ۶ ستمبر ۱۹۸۵ء کو انجمن سپاہ صحابہ کی بنیاد رکھی۔

سپاہ صحابہ کی بنیاد رکھنے کے بعد موقع پر موجود ۲۹ افراد جس میں شیخ حاکم علی، محمد یوسف مجاہدؒ، حافظ اللہ دتہ، شیخ افتخار احمد، نسیم صدیقی، اکرام الحق صدیقی، محمد اقبال صدیقی و دیگران کے علاوہ خاکسار بھی شامل تھا۔ مولانا نے سب افراد سے قرآن پاک پر جماعت اور اس کے مشن کے ساتھ وفاداری کا حلف لیا۔

بعد میں جب مولانا کا حلف دینے کا وقت آیا تو سب انتظار میں تھے کہ دیکھیں مولانا کس کو حلف دیتے ہیں۔ تو اچانک مولانا نے اس خاکسار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ مجھ سے سلیم بٹ حلف لیں گے۔ چنانچہ مولانا نے مجھے حلف دیا۔ اس طرح اس ناچیز کو مولانا سے حلف لینے کا شرف حاصل ہے۔ جو کہ میرے لیے ایک بہت بڑے اعزاز کی بات ہے۔ اس روز مولانا شہیدؒ نے مجھے سپاہ صحابہؓ کا قانونی مشیر مقرر کردیا۔

انجمن سپاہ صحابہؓ کے قیام کے بعد مولانا نے سپاہ صحابہؓ کے مشن کو پھیلانے کے لیے پورے ملک کا طوفانی دورہ شروع کیا۔ جس سے رافضیت کے ایوانوں میں زلزلہ آ گیا اور انہوں نے مولانا کو قتل کرنے کے منصوبے بنانے شروع کردیے۔ اور جلتی پر تیل نے اس وقت کام کیا جب مولانا نے اصحاب رسول ﷺ کی عظمت کو قومی اسمبلی میں اُجاگر کرنے کے لئے اور ناموسِ صحابہؓ کے لئے قانون سازی کے لئے اکتوبر ۱۹۸۸ء کے عام انتخابات میں حصہ لینے کا اعلان کیا۔ شہر کی قومی اسمبلی کی سیٹ کے لئے جدی پشتی جاگیردار عابدہ حسین کے مقابلے میں مولانا نے M.N.A کا الیکشن لڑنے کا فیصلہ کیا۔ جس کے نتیجہ میں مولانا نے ۳۹ ہزار ووٹ حاصل کیے اور جب کہ عابدہ حسین جو کہ جدی ایم این اے چلی آ رہی تھی اس نے ۴۷ ہزار ووٹ حاصل کیے، اور اگر اس وقت مولانا ایم پی اے کے الیکشن لڑتے تو ۱۰۰ فیصد کامیاب ہوتے، کیونکہ شہر سے مولانا بھاری اکثریت سے کامیاب ہوئے تھے۔

مولانا کی اس ہر دلعزیزی کی وجہ سے سیاسی پنڈتوں پر لرزہ طاری ہوگیا۔ اور انہوں نے مولانا کے مخالف مذہبی عنصر

سے ساز باز ہو کر ایک سازش کے تحت ۲۲ رفروری ۱۹۹۰ء کو مولانا کو شہید کرا دیا۔ مولانا جس وقت شہید ہوئے اس وقت میرے پاس موجودہ ریکارڈ کے مطابق مولانا کے خلاف قتل کے 2 مقدمات کے علاوہ دفعہ 188 ت پ اور 16 ایم پی او کے تقریباً 80 مقدمات زیر سماعت تھے۔ لیکن مولانا صاحب نے کبھی بھی اس کی پرواہ نہ کی تھی۔ بلکہ مولانا کہا کرتے تھے کہ جھگڑی تو ہمارا زیور ہے۔ مولانا کے جھنگ میں زیر سماعت تمام مقدمات کی پیروی کرنے کا اعزاز بھی اس ناچیز کو حاصل رہا ہے۔ مولانا عوامی مسائل کے حل کے لیے جب مقامی انتظامیہ سے ملاقات کے لئے کچہری آتے تو سب سے پہلے اس خاکسار کے چیمبر میں تشریف لاتے، وہاں لوگوں سے درخواستیں وصول کرتے اور اس کے بعد مطلوبہ دفتر جاتے۔

مولانا کی شدید خواہش تھی کہ کسی طریقہ سے رافضی عدالت عظمیٰ یا عدالت عالیہ جائیں تا کہ میں عدالت میں ان کا کفر ثابت کروں۔

مولانا کی زندگی میں تو یہ کام نہ ہو سکا البتہ مولانا کی شہادت کے بعد جس طرح مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ اور مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ نے قومی اسمبلی میں عظمت اصحاب رسول ﷺ کے پھریرے بلند کر کے مولانا کی خواہش پوری کی اسی طرح قائد اہل سنت حضرت علامہ علی شیر حیدری شہید رحمہ اللہ نے ۱۹۹۸ء میں اس وقت کے چیف جسٹس آف پاکستان سید سجاد علی شاہ کی عدالت میں رافضیت کا کفر بیان کر کے مولانا کی خواہش کی تکمیل کر دی۔

اللہ تعالیٰ مولانا حق نواز شہیدؒ سمیت تمام شہداء کی قربانی قبول فرما کر ہم سب کو بھی عظمت اصحاب رسول کیلئے دن رات محنت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ بانیٔ جماعت مولانا حق نواز شہیدؒ سمیت تمام شہداء پر کروڑ ہا رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین!

✿✿✿✿

.....بقیہ از صفحہ ۳۹۸.....

آئے روز قائدین کی شہادت اور کارکنوں پر مصائب کے پہاڑ ان کے مشن کو نہ روک سکے۔ والد صاحب فرماتے ہیں کہ میں ملک کے نامور اور جید علماء کرام کے ساتھ رہا ہوں، وہ تو نماز بھی نہ پڑھتے تھے اور بغیر وضو سٹیج پر چڑھ کر لمبی لمبی تقریریں کر دیا کرتے تھے۔ میں تو ان کی فرمائشیں پوری کر کر کے تنگ آ چکا تھا۔ لیکن مولانا جھنگویؒ کی زندگی نے ہماری زندگی بھی بدل ڈالی۔ مولانا جھنگوی کا وہی فیض آج تک ہمارے گھر پر جاری ہے۔ مولانا جھنگوی شہیدؒ سے لے کر مولانا علی شیر حیدری شہیدؒ تک اور تمام قائدین کا دست شفقت رہا ہے اور موجودہ قائدین مولانا محمد احمد لدھیانوی، ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں و دیگر قائدین کا خصوصی پیار آج بھی اس گھر کے ساتھ ویسے ہے جیسے پہلے قائدین کا تھا اور ہماری زندگیاں بھی مشن جھنگوی کے لئے وقف ہیں۔ دعا ہے کہ مولانا جھنگوی شہیدؒ کا فیض اس گھرانے پر اسی طرح چلتا رہے۔ آمین

.....☆.....

CamScanner

امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ

تحریر :جناب یاسر اقبال قاسمی صاحب

میری عمر تقریباً آٹھ سال کے لگ بھگ ہوگی جب مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ نے سپاہ صحابہ کی بنیاد رکھی اور وہ شیعہ کے کفر کا اعلان کرنے لگے، ان کی اس پرجوش خطابت نے ہزاروں نوجوانوں کو ان کا دیوانہ بنا دیا، یوں تو مولانا حق نواز جھنگویؒ سے میری کوئی زیادہ شناسائی نہ تھی لیکن ہمارا گھرانہ چونکہ شروع سے ہی مذہبی گھرانہ تھا، ملک کے بڑے بڑے نامور علمائے کرام اکثر ہمارے گھر تشریف لایا کرتے تھے اسی دوران مولانا جھنگوی کا چرچہ زبان زد عام تھا، والد گرامی قدر حاجی محمد اقبال آہیر صاحب مولانا جھنگوی کی تقریریں سننے کے لئے دور دراز کا سفر کیا کرتے تھے۔ وہ مولانا جھنگوی کی خطابت اور حق گوئی سے اتنے متاثر ہوئے کہ وہ مولانا جھنگوی شہیدؒ کے ہی ہو کر رہ گئے۔ ایک دفعہ وہ مولانا جھنگوی کی تقریر سننے کے لئے مانکوٹ کے علاقے میں تشریف لے گئے اور ان کا خطاب سنا تو دل میں تڑپ اٹھی اور انہوں نے مولانا جھنگوی شہید کا قادر پور راں میں خطاب کے لئے ٹائم لے لیا اور جب وہ گھر آئے تو انہوں نے مولانا جھنگوی کے ٹائم کا تذکرہ کیا تو جوں ہی قادر پور راں میں وڈیروں اور جاگیرداروں کو پتہ چلا تو انہوں نے ایک طوفان کھڑا کر دیا لیکن والد صاحب اپنے کام میں مگن رہے۔ وڈیروں کو اپنی چلتی ہوئی نظر نہ آئی تو انہوں نے بڑے اباجی اور دادی اماں کے ذریعے والد صاحب پر جلسہ کو کینسل کرنے کے لئے دباؤ ڈلوایا، والد صاحب دادی اماں اور بڑے اباجی کے سامنے بے بس ہو گئے۔ جلسہ کی تاریخ آ پہنچی، مولانا جھنگوی شہید قادر پور راں پہنچ آئے لیکن قادر پور راں میں انہیں ملنا تو درکنار کسی نے پانی تک نہ پوچھا۔ مولانا جھنگوی لوگوں سے جلسہ کی جگہ پوچھتے رہے لیکن کسی نے بھی مولانا جھنگوی کو جگہ نہ بتائی، آخر کار مایوس ہو کر واپس چلے گئے۔ پھر ایک موقع ایسا آیا والد صاحب مولانا جھنگوی شہید کا قادر پور راں میں جلسہ کے لئے دوبارہ ٹائم لینے کیلئے شجاع آباد گئے، مولانا کا وہاں خطاب تھا۔ خطاب کے بعد مولانا جوں ہی فارغ ہوئے تو والد صاحب ان سے ملے اور قادر پور راں کے لئے دوبارہ ٹائم دینے کی درخواست کی۔ قربان جاؤں اس مرد قلندر پر جس نے بغیر کسی ناراضگی کے اظہار کئے ٹائم دے دیا اور اس بار وہ قادر پور راں تشریف لائے اور ایک تاریخی جلسۂ عام سے خطاب کیا۔ یہ تھی مولانا جھنگوی کی اپنے مشن کے ساتھ لگن اور اخلاص..... جس نے مولانا جھنگوی کو لالچ سے کئی گنا دور رکھا اور اسی اخلاص کی بدولت آج ان کا مشن اسی طرح جاری و ساری ہے جس طرح ان کی زندگی میں تھا۔

.....بقیہ صفحہ نمبر ۳۹۷ پر ملاحظہ کریں.....

امیر عزیمت حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ

حضرت مولانا عبدالغفور حقانی مدظلہ۔ مدیر جامعہ خلفائے راشدینؓ بھکر

حضرت مولانا حق نواز بن ولی محمد رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ کے القاب شیر جھنگ، شیر اسلام، وکیل صحابہؓ، امیر عزیمتؒ، مجدد خطابت، آپ سپرا قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کا خاندان جھنگ صدر سے ۲۵ میل شمال مغرب کی طرف تھانہ مسن کے قصبے موضع چیلہ چاہ بوہڑ والا دریائے جہلم کے کنارے آباد ہے۔ مولانا حق نواز شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جولائی ۱۹۵۲ء کو صبح صادق کے وقت پیدا ہوئے۔

تعلیم وتربیت

آپ ابھی ایک سال کے تھے کہ والدہ محترمہ کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور آپ اپنی پھوپھی جان کی پرورش میں آ گئے چونکہ نہایت لاغر اور اکہرے بدن کمزور صحت کے مالک تھے اس لئے سات سال کے بعد بھی پانچ سال کے ننھے مُنے سے لگتے تھے۔ ساتویں سال میں آپ کو گورنمنٹ پرائمری سکول موضع چیلہ میں داخل کرایا گیا۔ جہاں خداداد ذہانت وذکاوت سے ایک سال میں اول دوم پاس کر کے جماعت سوم میں پہنچ گئے، یوں اس بچے کی تعلیم وتربیت کی ابتداء ہوئی۔ ابھی پرائمری پاس نہیں کی تھی کہ ایک مرتبہ رمضان المبارک میں موضع چیلہ میں شبینہ کا اہتمام تھا، آپ بھی سننے والوں میں شامل تھے۔ وہیں آپ کا دل مچل گیا اور سکول چھوڑ کر حفظ قرآن کی طرف متوجہ ہو گئے۔ چنانچہ آپ کے ماموں حافظ جان محمد نے اپنی شاگردی اور نگرانی میں لے لیا اور آپ نے دو سال اور چند ماہ میں مکمل قرآن کریم حفظ کر لیا پھر آپ نے جامع مسجد شیخاں والی میں حضرت قاری تاج محمدؒ سے مشق تجوید کا داخلہ لے لیا جہاں آپ نے تجوید وقرأت پڑھی۔ وہاں سے فراغت کے بعد ملک کی مشہور دینی درسگاہ دارالعلوم کبیر والا ضلع خانیوال میں درجہ کتب کی تعلیم کے لئے داخلہ لے لیا۔ اور تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ، منطق و فلسفہ، ادب وتاریخ، صرف ونحو اور دیگر علوم میں مکمل دسترس حاصل کرنے کے بعد جامعہ خیر المدارس ملتان سے دورۂ حدیث کیا اور امتیازی حیثیت کے ساتھ سندِ فراغت حاصل کر کے عالمِ دین کے منصب پر فائز ہوئے۔

تعلیم فنِ مناظرہ

دورانِ تعلیم ہی آپؒ نے مشہور مناظر اسلام علامہ دوست محمد قریشیؒ اور حضرت مولانا عبدالستار تونسوی مدظلہ سے علمِ

مناظرہ میں مہارت تامہ حاصل کی۔

اندازِ خطابت

تقریر وخطابت کا ملکہ قدرت نے فطری ودیعت رکھا تھا، اس لئے آپ کو خطابت کا مجدد مانا جاتا ہے۔ آپ کی تقریر تسلسل کے ساتھ رُعب دار لہجے میں ہوتی تھی، تقریر کا آغاز اور خطبہ انتہائی سادہ انداز میں ہوتا تھا۔ آہستہ آہستہ جوش جذبہ اور رُعب پیدا ہونے لگتا، ایک مقام پر اگر آپؒ ایک مضمون بیان کرتے پھر دوسری جگہ وہی مضمون بیان کرنا ہوتا تو اس کو نئے انداز سے مزین فرماتے، اسی وجہ سے آپؒ کی ہر تقریر نئی تقریر معلوم ہوتی تھی اور تقریر میں آپؒ انتہائی مدلل گفتگو فرماتے تھے۔

دینی مشغلہ

علومِ دینیہ سے فراغت کے بعد آپ ٹوبہ ٹیک سنگھ کے چھوٹے سے مدرسہ میں بطور کتابی مدرس کام کرنے لگے۔ مگر جس قدر قدرت نے صلاحیتیں ودیعت کر رکھی تھیں، وہ چھوٹا سا مدرسہ اس کے لئے کافی ثابت نہ ہوسکا۔ چنانچہ ایک سال کام کرنے کے بعد وہ جگہ چھوڑ دی۔ بالآخر آپؒ ۲۳ راگست ۱۹۷۳ء میں بروز جمعرات جھنگ محلہ پپلیانوالی کی مسجد (موجودہ مسجد حق نواز شہیدؒ) بطور خطیب وامام تشریف لائے۔ آپ کی تقریر عقائد ونظریات کی اصلاح، ردّ کفر وشرک، رسوم ورواج اور بدعات پر مشتمل ہوتی تھی۔ علمی وجاہت، دلائل براہین اور جرأت وبہادری سے مزین سحر انگیز خطابت، وسعت مطالعہ اور بے پناہ صلاحیتوں کی وجہ سے پڑھے لکھے اور باشعور نوجوانوں کا حلقہ دیوانہ وار آپ کے اردگرد جمع ہونے لگا۔ مولانا حق نواز شہیدؒ قول کے بجائے عمل پر یقین رکھتے تھے اور وہ گفتار کے بجائے کردار کے غازی تھے۔ جھنگ کے مخصوص حالات، جاگیرداروں، وڈیروں اور نوابوں کے ظلم کو دیکھتے ہوئے آپؒ نے اہل سنت کے حقوق کے تحفظ اور مظلوم عوام کی حمایت کے لئے تمام باطل اور استحصالی قوتوں سے ٹکرانے کا فیصلہ کیا..... یہاں سے مولانا حق نوازؒ کا عزیمت کے راستہ پر سفر شروع ہوجاتا ہے۔ مصائب ومشکلات، تکالیف وآلام کی گھاٹیاں منہ کھولے آپ کی طرف بڑھنے لگیں۔ اپنے اور بیگانے مخالفوں کی صفوں میں کھڑے نظر آنے لگے، ہر طرف کفر وشرک اور ظلم کی تاریکی وسیاہی تھی۔ ایسے حالات وماحول میں اہل سنت کے حقوق اور مظلوم عوام کی حمایت میں آوازِ حق بلند کرنا موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا..... لیکن اس درویش صفت انسان نے انتہائی اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ بغیر کسی دنیاوی وسائل کے اَرب پتی وڈیروں اور ظالم جاگیرداروں کے خلاف علمِ جہاد بلند کردیا۔ مولانا حق نوازؒ کی جرأت وبہادری، بے خوفی اور باکردار روشن زندگی کو دیکھ کر لوگ گرویدہ ہوگئے۔ مظلوم عوام کو مولانا حق نواز جھنگویؒ کی صورت میں نجات دہندہ اور مسیحا مل چکا تھا..... ایک مسجد کے خطیب اور درویش صفت انسان کے ان کے مقابلہ میں ایمان وعقائد اور دلائل ونظریات کی دولت سے مسلح ہوکر تنِ تنہا میدانِ عمل میں آنے سے باطل قوتیں پریشان اور عوام حیران دکھائی دینے لگے۔ آپؒ پیشہ ور مقرر وخطیب کے بجائے صاف اور حق گو انسان تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم، اہل بیتؓ اور صحابہ کرامؓ سے والہانہ عقیدت ومحبت آپ کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ جس کی وجہ سے آپ کا اندازِ خطابت باقی خطیبوں سے جدا اور منفرد نظر آتا تھا۔ آپؒ فرقہ واریت کے زبردست مخالف اور اتحاد بین المسلمین کے عظیم داعی تھے۔ اسی وجہ سے آپؒ نے ناموسِ رسالت اور عظمتِ صحابہؓ کے تحفظ کے لئے تمام مسلم مکاتب فکر کو ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونے کی دعوت دی۔

CamScanner

جماعتی سرگرمیاں

ایران سے اٹھنے والی تحریک خمینی انقلاب جسے اسلامی انقلاب کا نام دیا گیا تھا، نے اسلام کے اصلی چہرہ کو مسخ کر دیا تھا، نعرہ تو اسلام کا تھا مگر درحقیقت اسلام کی مقتدر شخصیات سے سادہ لوح مسلمانوں کو متنفر کرنے کا ایک وسیع جال بنا جا رہا تھا۔ مولانا حق نواز جھنگویؒ نے اپنی بالغ نظری کے پیشِ نظر اس حقیقت کا ادراک کر لیا تھا کہ اگر اس فتنہ کا استحصال نہ کیا گیا اور مسلمانوں کی اولین جماعت صحابہ کرامؓ کے خلاف پروپیگنڈے کی مہم کو یوں جاری رہنے دیا گیا تو اسلام کے پلے کچھ نہیں رہے گا۔ یقیناً مولانا شہیدؒ اس فتنے کا سدِ باب تنہا نہ کر سکتے تھے۔ پس مولاناؒ نے ایک مضبوط اور فعال جماعت قائم کرنے کا مصمم ارادہ فرما لیا۔ چنانچہ آپؒ نے ۶ ستمبر ۱۹۸۵ء کو سپاہِ صحابہ کی بنیاد رکھی۔ ابتداءً اگرچہ اس کا قیام مقامی سطح پر عمل میں آیا تھا مگر مشن کی صداقت اور مولاناؒ کے خلوص کی برکت سے چند دنوں میں یہ جماعت ملکی سطح پر پھیل گئی اور پھر ملک سے نکل کر بیرون ممالک میں بھی اس کو خوب پذیرائی حاصل ہوئی۔ آپ اس جماعت کے تاحیات سرپرست اعلیٰ منتخب ہوئے۔ آپؒ نے اس جماعت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا..... حتیٰ کہ جب حق نوازؒ کی آوازِ حق چہار دانگ عالم سنائی دینے لگی تو باطل قوتوں نے مولانا حق نوازؒ کے خلاف ظالمانہ اور فرعونی راستہ اختیار کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ انہیں راہِ حق سے ہٹانے کے لئے ہر قسم کے حربے استعمال کیے گئے، ان کی زندگی کا چراغ گل کرنے کیلئے ان پر قاتلانہ حملے کیے گئے، اس کے باوجود بھی ان کی آوازِ حق کو دبایا اور مٹایا نہ جا سکا۔ ان کو ترغیب و تحریص، جوڑ توڑ، دھونس دھاندلی جیسے فرعونی ہتھکنڈوں، پرمٹ اور پلاٹوں کے سبز باغ دکھا کر بھی خریدا نہ جا سکا۔ ملتِ ابراہیمی کے اس عظیم فرزند کے صبر و استقلال، ثابت قدمی، غیرت ایمانی اور اولوالعزمی کی وجہ سے باطل کی آتشِ ظلم و تشدد اس کے لئے گل و گلزار بن گئی۔ اب مولانا حق نوازؒ کو اسی میں راحت اور اطمینانِ قلبی حاصل ہوا کہ وہ اپنے زمانہ کا مشکل ترین کلمہ حق کے اظہار میں کوفت کے بجائے لذت محسوس کرنے لگے..... مولانا حق نواز جھنگویؒ نے حق کا وہ کلمہ جس کے اظہار سے اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا تھا اس کو آخری وقت تک وردِ زبان رکھا۔

مقدمات و نظر بندیاں

جب مولانا حق نوازؒ نے سپاہِ صحابہؓ کی بنیاد رکھی تو جہاں آپ کی شہرت کو مزید چار چاند لگنے لگے، وہاں مصائب و آلام بھی آپ کی طرف مزید رُخ کر آئے، پورے ملک میں جہاں بھی آپ خطابت فرماتے آپ کے خلاف 16 ایم پی او کے تحت دفعہ 22 کی خلاف ورزی پر مقدمہ درج کر دیا جاتا حتیٰ کہ آپ کو قتل جیسے سنگین مقدمات میں بھی ملوث کیا گیا۔ گرفتاری و نظر بندی زبان بندی، ضلع بندی ایک معمول بن گیا۔

قاتلانہ حملے

آپ نے دشمنانِ اصحابِ رسول ﷺ کو متعدد بار چیلنج کیا کہ آپ میرے مشن و موقف کو پاکستان کی عدالت عالیہ میں چیلنج کریں، اگر تمہارا کفر ثابت نہ کر سکوں تو میرا خون معاف ہے۔ مگر دشمن کو یہ جرأت تو نہ ہو سکی، البتہ اس کے برعکس آپ کو راستے سے ہٹانے کے منصوبے شروع کر دیے، چنانچہ ۲۹ اکتوبر ۱۹۸۹ء کو آپ رات کے وقت بھیرہ ضلع سرگودھا سے جھنگ

واپس تشریف لا رہے تھے، آپ ٹیوٹا کار پر سوار تھے۔ چوہدری محمد یوسف مجاہد جو اس وقت سپاہ صحابہؓ کے جنرل سیکرٹری تھے بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ جب آپ کی گاڑی نے جھنگ سے سرگودھا روڈ پر چنڈ بھروانہ پل کو کراس کیا تو پیچھے سے آنے والی کار پر سوار غنڈوں نے آپ کی گاڑی پر فائرنگ شروع کر دی۔ آپ کی گاڑی کے ڈرائیور مقبول مرحوم نے پھرتی سے گاڑی وہاں سے نکال لی اور دشمن کو مزید پیچھا کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔

سانحۂ شہادت

۲۲ر فروری ۱۹۹۰ء کی شام کو آپ اپنے گھر میں تشریف فرما تھے، تھوڑی دیر بعد آپ نے ایک محلے دار کی شادی میں شریک ہونا تھا۔ سوا آٹھ بجے کے قریب دروازے پر دستک ہوئی۔ آپ باہر تشریف لائے، تاک لگائے ظالموں نے آپ پر ریوالور تان لیے اور فائرنگ شروع کر دی۔ آپ کے سر، پیٹ اور چھاتی میں گولیاں پیوست ہوئیں۔ جسم سے لہو کے فوارے پھوٹ پڑے اور آپ اسی جگہ اپنے گھر کے دروازے سے چند قدم کے فاصلے پر دراز ہو گئے اور جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

دوسرے دن اسلامیہ ہائی سکول کے وسیع و عریض گراؤنڈ میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی، ہزاروں کی تعداد میں عقیدت مندوں نے آپ کی نماز جنازہ میں شرکت کی۔ جھنگ کے گلی کوچوں میں سناٹا چھایا تھا، ہر طرف سسکیوں اور آہ و بکا کی آوازیں تھیں۔ اس پُرسوز منظر کو دیکھ کر آسمان سے بھی نہ رہا گیا، عین جنازہ کے وقت ہلکی ہلکی بوندا باندی شروع ہو گئی جو آپ کے جنازہ ادا ہونے کے بعد ختم ہو گئی۔ جامعہ محمودیہ (جس کی آپ نے خود بنیاد رکھی تھی) جھنگ صدر میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ اسی وجہ سے آپؒ کے لگائے ہوئے پودے جامعہ محمودیہ کو گلشنِ جھنگوی شہیدؒ کے نام سے جانا پہچانا جاتا ہے۔

کس کی بات دل پر اثر کرتی ہے؟

مولانا محمد عبدالحیٔ عابد سودھا، حبیب الرحمٰن غوری: مدرس مدرسہ خلفاء راشدینؓ اوچ شریف ضلع بہاولپور

ایک عالم دین میں ایمان، تقویٰ، غیرت، شجاعت اور کمال علم پایا جائے تو وہ جس فورم پر بھی بات کرے تو اس کی بات دل پر اثر کرتی ہے۔ امیر عزیمت حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ میں یہ تمام صفات کامل مکمل طور پر پائی جاتی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ تمام صفات پائے جانے کے بعد حضرت کی شہادت کے بعد بھی اگر کوئی بھی کیسٹ کے ذریعے سنے تو اب بھی دل پر اثر کرتی ہے۔

انہوں نے جو مشن آگے بڑھایا وہ نیا مشن نہیں بلکہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ سے بھی پہلے کا تھا۔ انہوں نے اپنے اکابر علماء دیوبند سے حاصل کیا ہوا علم منبر و محراب پر اسی شجاعت و غیرت کے بل بوتے پر عوام و خواص کے سامنے آشکارا کیا۔ دعا ہے اللہ سے کہ رب کریم ہم کو اس مشن کے ساتھ تا قیامت منسلک رکھیں۔ آمین

حق نوازؒ کی حق نوازی

حضرت مولانا منیر احمد اختر مدظلہ العالی۔ جہانیاں

حضرت مولانا حق نواز ایک سچے عاشقِ رسول ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے سچے غلام تھے۔ یوں تو دنیا میں بڑے بڑے ضرب المثل نامور مجاہد، عاشق اور خطباء اور واعظین مقررین آتے رہے اور اپنے مخصوص دل نواز انداز میں اپنی خطابت کا لوہا منواتے رہے لیکن چشمِ فلک نے ایک ایسا منفرد عبقری شخصیت کا حامل، بے بدل خطیب، ثانیٔ امیر شریعتؒ، امیر عزیمتؒ شہید ناموسِ صحابہؓ علامہ حق نواز جھنگوی بھی دیکھا جنہوں نے فکرِ لکھنویؒ کو اُجاگر کرنے کا عزم بالجزم کر لیا۔ حالات و واقعات، مصائب و آلام، مشکلات و بلیات کی یلغاروں نے سامنا کرنا چاہا لیکن اس سچے عاشق نے تمام آنے والے مصائب و آلام کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ ایک تقریر میں صداقتِ صدیق اکبرؓ بیان کرتے ہوئے وجد میں آ کر فرمایا:

ساری دنیا مجھے کہتی ہے تیرا سودائی ہے
اب میرا ہوش میں آنا تیری رُسوائی ہے

جن ناگفتہ بہ نامساعد حالات میں پاکستان کی دھرتی پر جس پہلے مردِ قلندر نے دیوانہ وار، پُرخلوص اور نہایت ہی جرأت و بہادری اور لایخافون لومۃ لائم کا مصداق بن کر اور استقلال کے ساتھ سرِ عام دشمنانِ صحابہ کے کفریہ عقائد کو ننگا کر کے امتِ محمدیہ کو ازلی دشمن سے روشناس کرایا وہ مولانا حق نوازؒ ہی تھے۔ حق نواز پر حق گوئی اور حق نوازی کے جرم میں ظلم و تشدد ہوتا رہا۔ مصائب و مشکلات آتے رہے، قید و بند اور جھوٹے مقدمات کا سامنا بارہا کرنا پڑا لیکن آپ نے ان تمام صعوبتوں کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ تاریخ کے درخشندہ صفحات پر صبر و استقامت، عزم و استقلال، عشق و وفا کی شاندار انمٹ داستان رقم کر کے عشقِ رسول اور صحابہ کی خاطر جان جانِ آفرین کے حوالہ کر چھوڑی۔ حضرت جب بھی جہانیاں تشریف لاتے تو بندہ کے ہاں قیام ہوتا۔ جماعت کے قیام سے قبل بھی میرے ہاں آیا کرتے تھے۔ بندہ تقریباً پورا ہفتہ پروگرام کے سلسلہ میں ساتھ رہا۔ مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ سے میرا تعارف حضرتؒ نے ہی کرایا تھا۔

آخری ملاقات

شہادت سے تقریباً ایک ہفتہ قبل آخری ملاقات ہوئی۔ آپ جہانیاں میں پروگرام بھگتا کر آ گئے تھے اور علی الصبح ناشتہ کر کے جھنگ جلدی جانا تھا چونکہ جمعہ پڑھانا تھا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میری بڑی بیٹی اسماء اور بیٹے وقاص منیر کو پیار

کیا، واسکٹ کی جیب سے کچھ پیسے نکالے، بیس روپے اسماء اور بیس روپے وقاص منیر کو دیے پھر مقبول ڈرائیور کو فرمایا چلو۔ بس کار میں بیٹھ کر روانہ ہو گئے..... یہ ہماری آخری ملاقات تھی۔ اب جب بھی وہ منظر یاد آتا ہے آنکھیں ساون بھادوں کا نقشہ پیش کر دیتی ہیں۔

وہ تھا ایک مگر کارواں سا لگتا تھا
وہ تھا خاک نشیں مگر آسماں سا لگتا تھا
درد صدمے بھی آئے نہ پر ملال ہوا
وہ استقامت کا کوہِ گراں سا لگتا تھا
ہزاروں گل ہیں جو میرے چمن کی زینت ہیں
وہ امیر عزیمتؒ تو خود گلستاں سا لگتا تھا

احترام علماء اور مولانا حق نوازؒ

احترام علماء کرام آپ بہت ہی کیا کرتے تھے۔ اس کی مثال احقر خود ہے۔ واقعہ یوں ہوا غالباً جماعتی اجلاس ہو رہا تھا اُس اجلاس میں کسی پوائنٹ پر جناب ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں صاحب اور بندہ کے درمیان تو تو میں میں ہو گئی۔ ہم دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ دونوں اپنی اپنی ضد پر قائم تھے، واپسی کے تمام راستے مسدود محسوس ہو رہے تھے۔ احباب نے بہت سی کوششیں کیں لیکن ساری کاوشیں بے سود ثابت ہوئیں۔ جناب ڈاکٹر صاحب اُس وقت جہانیاں کے صدر تھے اور احقر سرپرست، ہمارے اختلاف کا کسی طریقے سے حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمہ اللہ کو علم ہو گیا، مجھے اُس وقت پتہ چلا جب ڈاکٹر خادم حسین صاحب میرے سامنے بیٹھ گئے اور پاؤں پکڑ لیے کہ خدا کے لئے مجھے معاف کر دو، غیر مشروط معافی مانگنے آیا ہوں۔ میں حیران تھا کہ آج میں خلاف توقع کیا دیکھ رہا ہوں۔ میری آنکھوں کا یہ دھوکا تو نہیں، یہ واقعی ڈھلوں صاحب ہیں؟ ڈاکٹر صاحب غمناک ہو کر فرمانے لگے مجھے قائد محترم مولانا جھنگوی نے حکماً فرمایا ہے کہ مولانا منیر احمد اختر کو مناؤ، تم ان کے پاس جاؤ وہ ایک عالم دین ہیں، علماء کا احترام کرنا ہمارا جماعتی فریضہ ہے۔

آج میری عمر پچاس سے اوپر ہو چکی ہے، آج تک بہت سے دوستوں کا داغ مفارقت دے جانے سے میں خاموش آنسو بہانے سے غم غلط کرتا رہا لیکن دو آدمیوں کو بہت ہی رویا اور آج بھی جب یاد آتی ہے تو آنسو بے قابو ہو جاتے ہیں۔ آنکھیں برس پڑتی ہیں۔ ایک قائد جمعیت، امام اسلامی انقلاب مفکر اسلام میرے اُستاد حضرت مولانا مفتی محمود نور اللہ مرقدہٗ و برد مضجعہٗ، چونکہ حضرت سے بندہ نے مدرسہ قاسم العلوم ملتان میں بخاری شریف پڑھی تھی۔ دوسری شخصیت امیر عزیمت شہید ناموسِ صحابہ حضرت مولانا حق نواز جھنگویؒ..... یہ شیخ القرآن علامہ علی شیر حیدری شہید رحمہ اللہ کی شہادت فاجعہ سے پہلے کی بات تھی اب تیسری شخصیت بھی میری آنکھوں سے بہتے ہوئے بلکہ نہ رکنے والے آنسوؤں میں شامل ہو گئی ہے۔

خداوند قدوس تمام شہداء ناموسِ صحابہؓ کی قبروں پر رحمت کی موسلا دھار بارش برسائے اور قبروں کو نور سے منور فرماوے۔ آمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امیر عزیمت شیر اسلام مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

خصوصی اشاعت

پانچواں باب

امیر عزیمت شہید رحمۃ اللہ علیہ

اہل علم و دانش کی نظر میں

ماہنامہ سرخرو

امیر عزیمتؒ اور ان کی تحریک

پس منظر، تہہ منظر، پیش منظر اور ثمرات وعواقب

حضرت مولانا محمد الیاس بالاکوٹی صاحب زید مجدہٗ۔ جھنگ

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ ومن تبعھم اجمعین. اما بعد!

مشیت ایزدی کے عجب نرالے دستور وانداز ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم پر کرم کرنا چاہیں تو بے آب وگیاہ خشک دھرتی کو بارانِ رحمت سے نئی زندگی اور بہار سے ہم کنار کر دیتے اور پھر ان کے دالانوں میں پھل ومیوہ جات کا ذخیرہ آ پہنچتا ہے اور جس کو قسمت اور ادبار دینی مقصود ہوتی ہے لمحوں میں بساط لپیٹ دیتے ہیں۔

قرآن کریم میں حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے بارے میں ارشاد ہے: وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا. الآیۃ کہ جب ہمارا کمزور وپسی ہوئی قوم پر احسان ومروت کا ارادہ ہوا تو اپنے ایک مصلح بندے موسیٰ علیہ السلام کو ان کے اندر اٹھایا اور پھر.....

گویا کہ جس قوم کی قسمت جاگ جائے تو اس میں سے کوئی مردِ شناور اٹھا کر ان کی حیاتِ نو کا سامان کر دیتے ہیں۔ ہمارے درسگاہوں میں یہ جملہ عام ضرب المثل چلتا ہے "لِكُلِّ فِرْعَوْنٍ مُوْسٰى" ہر فرعونِ وقت کیلئے کوئی موسیٰ سامنے آ جاتا ہے۔ فی الوقت ہم جھنگ ضلع کا ایک عشرہ پہلے کے پس منظر پہ نگاہ ڈالتے ہیں، جہاں مسلمان کہلانے والی قوم معاشی، مذہبی، سماجی ہر لحاظ سے پسماندگی، بے مائیگی اور ذلت کی اتھاہ گہرائیوں میں گر کر اپنی شناخت بھی کھو چکی تھی۔ مشیتِ خداوندی نے اس پر کرم گستری کی تو اس زوال پذیر ماحول میں ایک دیدہ ور مردِ حق شناس، حق آگاہ، حق گو پیدا کر کے اس کی اصلاح پر متعین فرما دیا۔ اس میں وہ ملکات وصلاحیتیں ودیعت فرما دیں اس کے دل میں اس قوم کی نیا گرداب سے نکالنے کا زبردست داعیہ ابھرا اور وہ اس راہِ وفا پر چل پڑا۔

پس منظر

حضرت امیر عزیمتؒ نے جس دور میں حق کا پھریرا بلند کیا اس کی ہلکی سی جھلک پیشِ خدمت ہے۔ جھنگ صدر کے

غربی حصہ جو دوآبہ اور نہایت زرخیز و شاداب ہے۔ دریائے چناب اور جہلم کی وقتاً فوقتاً طغیانیوں سے اٹھکیلیاں لینے والے یہاں کے لوگ نہایت سادہ لوح اَن پڑھ دیہی آبادی کے باشندے شہری ماحول اور سہولتوں سے بھی ناآشنا اور دلوں کے بھی ویران، ایمانی جذبوں کی جولانیوں سے بھی عاری تھے، چنانچہ اپنی ناسمجھی میں اہل سنت ہونے کے دعاوی کے باوصف رافضیت اور صحابہ دشمنی سے شناسا اور حقیقی ایمانی اور مذہبی قدروں سے قطعی نابلد بے خبر تھے۔

اس طویل و عریض ضلع میں بیشتر آبادی دیہاتی ہے، شہر چنیوٹ (اب ضلع) جھنگ اور شورکوٹ تھے اور وہ بھی نہایت چھوٹے، یہاں تک کہ انہیں ضلع کہنا بھی عجیب لگتا تھا۔ ان دیہاتوں (پنڈ۔ گوٹھ) میں سادہ معاشرت، غربت و افلاس کے ماحول میں پلنے بڑھنے والے باشندے اپنے ضلعی ہیڈکوارٹر، جھنگ صدر کی دید کو بھی بہت اہم زندگی کا واقعہ سمجھتے تھے۔ ان لوگوں کی ثقافت ایک بدنام زمانہ رسوائے علاقہ (مائی ہیر) کا سالانہ میلہ جس میں میلہ مویشیاں اور دستکاریوں کی نمائش وغیرہ شامل ہوتی، پر حاضری اور اپنا دیہی ساختہ نوع بنوع گڑ، پنیر، جلیبی کھانا ہوتا تھا۔

مزار پر حاضری

مزار پر سلام عرض کرنا، وہاں پہ بٹتے لڈو کھانا، خوردہ کھانا (خوردہ اس علاقے کی اصطلاح میں مزارات پہ رکھے مٹی کے ڈھیلے یا جلی سڑی کچی پکی روٹی وغیرہ) مزارات پر دھمال، کبڈی، گتکا، چھلانگ اور جگنی پڑھنا سننا تھا۔

جھنگ کے دونوں اطراف میں دو بزرگ ہستیوں کے مزارات واقع ہیں۔ شمالی طرف سیال شریف جو حضرت خواجہ ضیاء الدین کا، اور جنوبی طرف حضرت سلطان باہو رحمہما اللہ کے مزارات ہیں۔ یہاں کی حاضری، نذر نیاز، دیگ چڑھانا اور اپنی حاجات روائی کیلئے پکارنا، دہائی دینا، پکارنا، سجدہ ریزی، نوراتا گزارنا (جاہل عورتیں نوراتیں مزار پر معتکف ہوتی ہیں) ریچھ، کتے لڑانا، ان کا تماشا دیکھنا، یہی اس قوم کی روایات، ثقافت اور یہی مذہبی شناخت تھی، یہ رذالت و ضلالت ایک طویل عرصہ تک اس قوم پر مسلط رہی، ان مذکورہ نگارشات کا انکار ناممکن ہے۔

گھریلو مذہبیت کی حالت یہ تھی کہ بعض گھروں میں قرآن کریم محض بطور تبرک رکھا ہوتا، جہاں قسم، فیصلہ یا واسطہ ڈالنے کیلئے درمیان لایا جاتا۔ منت عموماً مزارات کی مانی جاتی، ہاں چھوٹی موٹی منت یہ ہوتی کہ قرآن مجید پر غلاف چڑھا دیا جاتا۔

مسجد

ان علاقوں کے بڑے بڑے دیہاتوں میں بھی کوئی ایک آدھ جھگی سی مسجد کے نام سے بنی ہوتی جو ویران پڑی رہتی، نہ اذان نہ نماز، امام ان کا میاں جی کہلاتا وہ صاحب گو کہ چھوٹے جم کی موٹی روٹی لینے موقع بہ موقع یا جمعرات شریف کو ضرور پہنچ جاتا اور دیگر خاص تہواروں پر وصولی اس کا حق سمجھا جاتا جو وہ طعن تشنیع کر کے بھی لے لیتا۔

موت

اہل سنت کہلانے والے کی موت واقع ہونے پر میاں جی ہی کی مردہ نہلانے، کفنانے، کفن پر کفنی لکھنے اور رسوم و رواج ادا کرنے کی ڈیوٹی ہوتی، یہ ان کا اہم موقع ہوتا۔

ارواح دینا

تدفین کے بعد قبر پر اذان دینا اور پھر ایک مسلسل ایصال ثواب کے نام سے عمل جاری رہتا۔ ستھر، دعاء، فاتحہ، تیجہ، ساتا، چالیسواں، یہ میاں جی کے فرائض منصبی میں شامل تھا۔ اس اثناء میں ان قرب و جوار کے دیہاتوں میں کوئی اور فوتگی ہوگئی تو اسے دوہری ذمہ داری نبھانی ہوتی اور کھائی پی کیلئے اس کا پورا کنبہ موج لوٹتا، بلکہ میاں کی گائے بھینس بھی روٹیاں، حلوے، مانڈے کھاتی اور پھر بھی بچ رہتیں۔

اس کے علاوہ کسی کے ہاں ارواح دینا، گیارہویں شریف، ختم پاک، میلاد شریف، مولود پاک، محفل میلاد منانا اور متعدد امور مذہب اہل سنت کے اعمال میں شمار ہوتے تھے۔ جہاں تک اصل اعمال نماز، روزہ و دیگر عبادات کا تعلق ہے تو وہ ثانوی درجہ رکھتے تھے بلکہ بعض مولودی میاں جی تو چند رٹے رٹائے مسائل بڑی روانی سے محفل میلاد میں بیان کرتے مگر علم و عمل سے بیچارے کورے ہوتے، یہ سرسری سا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

دوسرا مذہبی طبقہ

دوسرا مذہبی طبقہ یہاں شیعہ کا تھا جو خیر سے سادات کا مذہب کہلاتا تھا اور اہل تشیع ہونے پر فخر کرتا اور دوسرے تمام طبقات کو کمی، امتی یا نیچ تصور کرتا۔ یہ گروہ اس تمام علاقے پر تسلط رکھے تھا، یہ یہاں کے جاگیرداروں، تمن داروں، امراء اور کھاتے پیتے لوگوں کا مذہب تھا، ان کی اجازت سے تمام مذہبی، سماجی اور دیگر شادی بیاہ کی تقریبات منعقد ہوتیں۔ یہ اعلیٰ طبقہ کامل بارسوخ تھا، ان کی اپنی مجالس، برسی، مجلس عزا، پُرسہ دہی، یاد کربلا وغیرہ منعقد ہوتیں تو مذکور بالا سنیوں کی جنس بالالتزام اس میں شریک ہوتی اور ان کے اپنے شیعوں کے رنگ میں رنگ کر..... تمام نذریں، نیازیں، چڑھاوے شیعہ سے بڑھ کر یہ سنی ادا کرتے اور سادات کی رعایا کہلاتے فخر محسوس کرتے۔

ان کے ذاکر، مجلسیے، سوزی جو تبرا بازی کرتے، جو خرافات بکتے، کھلے عام بیہودہ فحش اور لچر باتیں کہتے اور یہ لوگ سنتے اور سر دھنتے..... یہاں شیعہ سنی باہمی رشتے ناطے، ازدواجی زندگی سبھی ایک سی تھی اور لین دین بھی برادرانہ رہتا، دونوں اسلامی فرقے کہلاتے۔

فرق

باہمی مسلکی فرق صرف اصطلاحوں کا تھا۔ اہل سنت کہلانے والے مجلس مولود، میلاد، ایصال ثواب، عرس شریف، ختم گیارہویں شریف، روضہ شریف اور تیجا، چالیسواں، پیر فقیر مولوی، میاں جی، عبادت گاہ مسجد شریف کہلاتی۔ اور شیعہ کا مجلس عزیٰ، نوحہ، بی بی کی صحنک، پٹکا، سینہ کوبی، ماتم، پُرسہ وغیرہ اور عبادت کی جگہ امام باڑہ کہلاتا تھا۔

CamScanner

البتہ نماز جنازہ علیحدہ علیحدہ ہیئت کی ہوتی جیسا کہ مشاہدہ ہے سنی ہاتھ باندھ کر نماز ادا کرتے اور شیعہ ہاتھ چھوڑ کر، شیعہ مردہ نہلانے کا طریقہ بھی بڑا فحش وگندا ہوتا ہے۔ اس لئے مردہ نہلانے میں بھی فرق تھا۔ محرم الحرام میں وہ تمام رسوم جو کرتے اہل سنت کہلانے والے پورے اہتمام کے ساتھ وہی کرتے اور شریک رہتے البتہ منجا، پیڑا الٹانا نہ ہوتا۔ (رافضیہ کے گھروں میں محرم میں چار پائیاں الٹادی جاتی ہیں اور فرشی بچھونا ہوتا ہے) میت کا چہلم مشترکہ اساس تھی۔

اس طرح ملاں جی، میاں مولودی چنے، پھلیاں، تپاشے، لاچی دانہ وغیرہ موغات پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر وناظر بیان کرنے کے بعد انہیں موجود سمجھ کر ختم کے اختتام پر معاً ایستادہ سلام پڑھتا جو معروف ہے "یا نبی سلام علیک، یا رسول سلام علیک" اور "دم بدم پڑھو درود، حضور بھی ہیں یہاں موجود" اس موقع پر مولودی صاحب پر نقدی پیسے تکے نچھاور کیے جاتے۔ مذکورہ تمام امور نہایت ضروری اور مذہبی قدریں شمار ہوتیں اور ان بدعات ورسومات پر نکیر کرنے والا گستاخ، بے ادب، وہابی، دشمن خدا وغیرہ القابات سے یاد کیا جاتا۔

ایک دوسرا پہلو

ضلع جھنگ میں جیسا کہ اوپر ذکر ہوا بڑے بڑے جاگیردار، امیر ودولت مند بیشتر شیعہ تھے اور ہیں۔ یہ بڑے بے باک، جری اور سنی تبرائی قسم کے تھے، یہ خبیث بدباطن اپنے کتوں، جانوروں کے نام صحابہ کرامؓ کے ناموں سے پکارتے، سرعام گالی دینا ان کا وطیرہ تھا اور شیعہ کے علاوہ سنی کہلانے والے ان کے ملازمین، باجگزار، مزارعین، راہکھ وغیرہ سب ان کی خرافات اپنے کانوں سے سنتے مگر نہ غیرت ایمانی اور نہ ہی شعور دینی کسی احتجاج پر آمادہ کرسکتا۔

کچھ پیش رو اور کچھ موجودین کے نام قارئین سنتے پڑھتے رہتے ہیں مثلاً محمد علی شاہ (سابق وزیر ریلوے) تقی شاہ فیصل صالح حیات (وزیر رہے اور اب بھی قومی اسمبلی کے ممبر ہیں) عابد حسین اور اس کی بیٹی عابدہ حسین جو وزیر، مشیر، سفیر ہر بلا رہی، میجر مبارک جو انگریزی اعزاز یافتہ تھا ورنہ نہ فوج میں بھرتی ہوا نہ گیا، ان کے اور ان کے بڑوں کے دور میں جھنگ میں کیا کچھ نہیں ہوا۔ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا پتلا بنا کر اس پر سنگ باری کی گئی، تبرا ہوا، پھر وہ پتلا جلایا گیا۔ ایک عالم دین مولانا دوست محمد نامی اس پتلا سازی والے علاقے کے محض تحفظ ناموس صحابہؓ کی صدا لگانے کے جرم میں بے دردی سے قتل کردیے گئے، ایسے ہی ایک حافظ قرآن صاحب اسی جرم بے گناہی میں مسجد میں تلاوت قرآن کریم کرتے شہید کیے گئے، اس کے علاوہ ان علاقوں میں مدح صحابہ ایک جرم قرار دیا جاتا، جو کچھ مدح صحابہ کرام ہوتا یا ایسے موضوع پر جلسہ وغیرہ وہ شہر میں ہوتا اور وہ بھی جو سنتے دبے اور زیردست ہونے کے باعث اظہار پر قدرت نہ رکھتے۔

شاہ جیونہ جھنگ ہی کے علاقے کا مشہور واقعہ ہے کہ محرم الحرام میں بعض اہل سنت راکھوں، مزارعین نے کچھ علماء کے وعظ وتلقین سے متاثر ہوکر ایک سال خلاف معمول اپنے مالکانی شیعہ جاگیردار کا تعزیہ (بت خانہ) اٹھانے سے انکار کردیا اور کہہ دیا ہم اہل سنت ہیں، آپ اپنے شیعوں سے یہ کام لیں، تو ان کے مالک صاحب (تقی شاہ نامی) نے انہیں اپنے غنڈوں، پالتو بدمعاشوں سے اس قدر پٹوایا کہ جسم کی کھال ادھڑ گئی، بازو ٹوٹ گئے، پھر ان لہولہان مزارعین کو اپنی خودساختہ

جیل میں قید کروادیا۔ اس ظلم کے خلاف جب ان کی خواتین نے احتجاج کیا، وہی نوحہ، رونا، دھونا کچھ اثر نہ ہوا پھر خدا اور رسول کے واسطے ڈالے نہ مانے، پھر جب دھرنا دیا تو ان عورتوں کو الف ننگا کر کے چوکوں میں مارا پیٹا گیا اور جو اس پر مستزاد ہوا نہ لکھنے کا نہ بیان کرنے کا!

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر تبرا بازی بھی مذہبی رسم سمجھی جاتی تھی، خصوصاً حضرات خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین اور سیدنا امیر معاویہ ابن ابی سفیان، حضرت سیدنا عمرو ابن العاص پر سَبّ وشتم اور ہر مرحلہ پر انہیں مطعون کرنا، ان کی مجلسوں کا ایک اہم حصہ تھا۔ اعاذنا اللہ منہ

یہاں جھنگ شہر کا بھی مشہور واقعہ ہے، جھنگ سٹی کے ایک دوراہے "باب عمرؓ" پر سات محرم کے جلوس کے دوران غلاظت پھینکی گئی، جوتیاں برسائی گئیں، مغلظات بکی گئیں، چونکہ جلوس سے قبل پولیس نے یہاں کے اہل سنت والجماعت باشندوں کو دور ہٹا دیا تھا یہ سب کچھ بڑی دیدہ دلیری سے کیا گیا، ادھر پولیس میں بھی زیادہ تر شیعہ افراد تھے لہٰذا بڑی دیر تک یہ خبیث عمل جاری رہا اور جب اس غمناک سانحہ پر خواتین نے واویلا کیا تو ان پر آوازے کسے گئے اور مغلظات بکی گئیں۔ اس اثناء میں اہل سنت افراد پہنچے، احتجاج ہوا تو ایک عالم دین (مولانا شیریں گل سواتی) سمیت پانچ افراد گولیوں سے بھون دیے گئے اور متعدد دیگر شدید زخمی کر دیے گئے۔ اس پر جھنگ میں عرصۂ دراز تک احتجاج، جلوس، ہڑتالیں، اظہار افسوس ہوتا رہا مگر کوئی نتیجہ نہ نکل سکا۔ اتنی داستاں سرائی کا مقصد قارئین کو جھنگ میں شیعیت کی غنڈہ گردی، سینہ زوری اور اثرات سے باخبر کرنا ہے۔

مذکورہ بالا سرسری جائزہ سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جھنگ ضلع کا باوا آدم ہمیشہ نرالا رہا۔ جھنگ کی ایک تحصیل چنیوٹ (اب نیا ضلع بن گیا) میں شیعہ جاگیرداروں کے اثر ورسوخ کے علاوہ معروف قصبہ "ربوہ" مرزائی گڑھ تھا۔ جسے ملک میں ایک آبادی ہونے کے باوجود گویا کہ علیحدہ ریاست کی حیثیت حاصل تھی۔ اہل علم جانتے ہیں کہ مرزائی سابقہ ادوار میں کس قدر سرچڑھی قوم تھی، ان کے جلسوں اور اجتماعات کو پاکستان ایئر فورس کے طیارے سلامی دیتے تھے، گویا ربوہ متبادل اسلام آباد تھا۔ ربوہ کے مرزائی اور جھنگ کے شیعہ اور بریلی کے قبر پرست پجاری اس جھنگ کا ٹرائکا تھے۔ البتہ شہروں میں جیسا کہ مذکورہ ہوا اہل حق علماء کی محفلیں رنگ نور بکھیر رہی تھیں۔ خصوصاً حضرت فدائے ختم نبوت مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمہ اللہ کے معرکے نہایت بہار آور ایمان افروز تھے۔

آمدم برسرِ مطلب

اس ماحول، ان احوال میں حضرت امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہید نے آنکھ کھولی اور یہ ایمان سوز، اسلام دشمن صورت احوال کا مشاہدہ کیا، اس دوران انہوں نے علم وعرفان کے مراکز ودارالعلوموں سے فیض بھی حاصل کیا۔ عین یہی دور تھا کہ ایران میں فتنہ خمینی ازم ظہور پذیر ہوا اور آتش کدۂ ایران کو نئی آنچ دینے کیلئے جناب آیۃ اللہ خمینی ایرانیوں کے رہبر بن کر مطلع سیاست وسیادت پر نمودار ہوئے۔ امیر عزیمت شہید رحمہ اللہ خمینی کی خون آشامی، آدم خوری، اسلام دشمنی اور سیاسی ومذہبی رویوں پر یورش کو گہری نظر سے دیکھتے رہے اور شیعیت کا مطالعہ بھی امعان نظر سے کرتے رہے۔

CamScanner

خمینی تحریک قدیم زرتشتی فکر کی جدید آبیاری اور بجھے آتش کدۂ ایران کو نئی جلا دینے کی ایک مخفی کوشش تھی، یہ خمینی ایران سے جلاوطن کردہ فرانس میں روپوش پناہ گزین ایک شیعی مذہبی راہنما گردانے جاتے تھے۔ یہ صاحب ایران ہی کے سابق مدعی نبوت بہاء اللہ (بہائی مذہب کے بانی) کے نقوش پہ نقالی کر کے اپنے آپ کو آگے لانے اور شہرت حاصل کرنے میں لگے رہے۔ چنانچہ جس طرح برطانوی سامراج نے مرزا غلام قادیانی کو نبوت سے سرفراز کر کے پشت پناہی اور اسلام اور مسلمانوں پر ضرب کاری لگائی بعینہٖ جناب خمینی کو فرانس کی سرپرستی میسر آ گئی، اس لئے ہم خمینی کی اس تحریک کو رافضیت، شیعیت کی تجدیدی شکل کہہ سکتے ہیں۔ آیت اللہ روح الخمینی نے دعوائے نبوت تو نہ کیا کہ یہ نہ چل سکتا مگر اس نے قائم آل محمد کا اقنوم اور امامِ زمانہ جو شیعہ کے ہاں نبی اور رسول سے بھی بڑھ کر درجہ رکھتا ہے کے مرتبہ پر فائز ہونا ظاہر کیا اور پھر یہ سکہ چلا لیا گیا قوم کو بے وقوف بنا کر پورے طمطراق سے ایرانیوں کو اپنے پیچھے لگا لیا۔

نیز قوم سابق شاہِ ایران رضا شاہ پہلوی جو اپنے وقت میں کسریٰ فارس سے کم نہ تھا کے ستے دبے، بیزار تھے جلد ہی انہیں نجات دہندہ سمجھ کر ہم نوا ہو گئے اور خمینی کی گڈی چڑھ گئی اور بہت آسانی سے پہلوی خاندان کا اقتدار ختم کرنے میں کامیاب ہو گئے اور ہمہ مقتدر ہو کر خود بھی مطلق العنان باجبروت باختیار سیاسی و مذہبی قائد بن گئے۔ یہ صاحب اب اس شان، آن بان سے ایران پر حکمرانی کرنے لگے کہ بظاہر تشکیل میں مقتدرہ حکمران دوسرے مگر پوری دنیا جانتی اور مانتی تھی کہ ایران پر اقتدار اعلیٰ صرف اور صرف خمینی کا ہے۔ آیت اللہ خمینی ایران پر مسلط کیا ہوئے پوری دنیا میں ایک تہلکہ مچ گیا۔ گویا کوئی غیر ایٹمی دھماکہ ہو گیا، یہاں تک کہ متعدد ممالک بمع وطنِ عزیز پاکستان کے ذرائع ابلاغ، ریڈیو، ٹی وی، اخبارات و رسائل بیک زبان خمینی کے ترانے گانے لگ گئے۔ خمینی صاحب کے سوانحی خاکے، ملفوظات اور وہاں ایران میں اقدامات اور نظریات پر توصیفی اور تعریفی ڈونگرے برسائے جانے لگے۔ پناہ بخدا ! چنانچہ کچھ عرصہ تک تو ہر طرف خمینی صاحب اور خمینی ازم کے ترانے گونجتے رہے اور یہ صاحب صرف شیعیت کے ہی نہیں پورے اسلام، عالمِ اسلام کے علمبردار گردانے جانے لگے۔ ادھر خمینی صاحب تقیہ کے پردہ میں اس نہج سے اسلام اور مذہبی قدروں پر وار کرتے رہے، متقدمینِ اسلام اور اہلِ حق پر بہیمانہ یلغار کرتے رہے، ہمارے ملک کے بیشتر مذہبی سیاسی و قومی راہنمایان، مولوی و پیر و جوان ان کی انقلابی شخصیت کے گرویدہ اور ثناخواں ہو گئے اور وہ اپنے غلیظ افکار پھیلاتے رہے۔

جناب خمینی کی اور اس کے ازم کے پرستاروں روسیاہوں نے کچھ ایسی جعل سازی، مکر و فریب کے جالے تن رکھے تھے کہ ان کا اصلی رنگ و روپ باہر کی فضا سے اندر اور اندر سے باہر کی کیفیت دکھائی دینا تقریباً ناممکن ہو گیا تھا۔

تا آنکہ خود جناب خمینی صاحب کا خبث باطن باہر آنا شروع ہو گیا، ان کی غلیظ، متعفن تحریریں، تقریریں، تدبیریں اور ظالمانہ اقدامات نے ان کا بھانڈا پھوڑا اور ان کی اصلیت ہر فرد و بشر کے لئے آشکارا ہوئی، پھر وطنی علماء اور ادباء و شعراء مداحوں کی آنکھیں کھلیں، اب تو اس موضوع پر اتنا کچھ لکھا جا چکا ہے کہ مزید تفصیلات کی ضرورت ہی نہیں رہی۔

خمینی نے جب پر پرزے نکالنے شروع کئے تو اسلامی ممالک اور ان کے مقتدرہ خصوصاً پاکستان کے اور جناب ضیاء الحق مرحوم اور سعودیہ اور وہاں کے حکمرانوں کو آڑے ہاتھوں لیا۔ عالمِ اسلام اور ان کے زیر اثر دیگر اقوام کو اپنی تنقید و مذمت کا

نشانہ بنایا اور سب کو گردن زدنی قرار دیا، ایک ایک کا تختہ الٹنے کا عندیہ دیا، یہاں تک کہ ان کے اہداف میں حرمین کریمین سرفہرست آ گئے۔ خمینی کے نظریات واقوال اور ارشادات ان کی شہہ پر وطن عزیز کے دارالحکومت اسلام آباد کو ایک مرتبہ روسیاہ بدباطن رافضیہ نے اپنے نرغہ میں لے لیا تھا اور اپنے مطالبات منوا کر چھوڑا۔ اسی طرح صوبہ بلوچستان پر ایرانی گماشتوں، غنڈوں (پاسداران) نے حملہ کر کے صوبائی دارالحکومت کوئٹہ میں سکولوں، کالجز کے لڑکوں کو خوب پیٹا، نوجوان طالبات کو ننگا کیا، پستان کاٹے، عزتیں پامال کیں، پولیس کو جان سے مارا، ہزارہ قبیلہ کی شیعہ پولیس نے ان کا خوب ساتھ دیا۔ چنانچہ اہل سنت مسلمان پولیس کی لاشیں چوکوں چوراہوں میں لٹکائی گئیں، یہاں تک کہ حالات کنٹرول سے باہر ہو گئے تو افواج پاکستان نے بڑھ کر امن وامان بحال کیا۔ ٹرکوں کے ٹرک جدید ترین اسلحہ برآمد کیا اور ایرانی غنڈوں کو گرفتار کیا، مگر یہ بھی ریکارڈ پہ ہے کہ اس وقت کے وزیر ریلوے محمد علی شاہ (یہ جھنگ کے شیعہ ہیں) نے ان مداخلت کاروں، قاتلوں، اس قدر ننگا ظلم وجور روا رکھنے والوں کو باعزت طور پر ایران کے شہر تفتان پہنچا دیا۔ اندازہ کیجئے شیعیت کس قدر سر چڑھی ہو رہی تھی کہ وطن کا امن وامان تہ وبالا کرنے پر بھی وہ اعزاز واکرام کے مستحق گردانے جا رہے ہیں۔

امیر عزیمت قدم اٹھاتے ہیں

اس گھمبیر وہولناک فضا میں جس مرد درویش نے جرأت رندانہ سے اس فتنہ خمینی کے سامنے بند باندھا اور اس خطرناک و ناپاک ناسوری راہ روکی وہ مرد قلندر حضرت امیر عزیمت نابغۃ العصر مولانا حق نواز جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ تھے۔

معروضات بالا میں بندہ نے جو ہلکی سی عکاسی کی ہے اس سے قارئین بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جو طبقہ وزارتوں، صدارتوں، سیاستوں پر براجمان ہو، جو دارالحکومتوں کو قابو کر سکے، جو سب سے اہم ترین مراکز کو آسان شکار بنا سکے اور پوری گورنمنٹ کو انگلیوں پہ نچا لے، ایسے عنصر کے خلاف آواز اٹھانا ممولے کا باز سے لڑنا اور شیر سے پنجہ آزمائی کرنا تھا۔ مگر قدرت کا یہ شاہکار عظیم بندہ بلا جھجک خم ٹھونک کر میدان میں اترا اور اس تہکے سے سامنا کیا کہ تنہا تھا بلکہ یار لوگ تو اسے ناسمجھ، اپنی جان کا دشمن کہنے لگے۔ ایک دانشور صاحب نے لکھا کیا حق نواز سا بے وسیلہ عالم دین اس عفریت کا مقابلہ کر سکے گا؟ جبکہ بڑے بڑے علماء، بااثر راہنما و دانشور اس آتش نمرود میں کودنے سے گھبراتے ہیں۔

عبقری انسان

مگر امیر عزیمتؒ وہ عبقری آدمی ثابت ہوئے جنہوں نے وقت کی نبض پر بروقت ہاتھ رکھا اور ماہر نباض کی طرح معالجہ شروع کیا۔ حضرت جھنگویؒ میں رب ذوالجلال نے وہ جوہر وملکات ودیعت کر رکھے تھے جو اس موذی ومہلک مرض کے علاج ومحاسبے کے لئے ضرورت تھے۔

رن کانپ اٹھا

ہمت وحوصلوں کا یہ کوہ گراں، سخن شناس، دلنواز، علم وعمل کا شناور جب میدان کارزار میں اترا تو پھر رن کانپ اٹھا۔

قدرت نے مولانا کو طلاقت لسانی، فصاحت بیانی، حُسنِ بیان کی روانی سے بہرہ ور فرما رکھا تھا۔ چنانچہ پوری جرأت و بے باکی سے یہ پیکر انسانی آگے بڑھنے لگا، قوم کی بروقت درست سمت راہنمائی صرف اسی کا حصہ تھی اور کی۔

اوّلاً قوم کی متوترہ مرض کی صحیح تشخیص اور خمینیت زدہ اذہان وافراد پر ضرب کاری لگائی جہاں جہاں یہ مہلک زہر پھیل چکا تھا اس کا اپریشن کیا (حضرت کا خطاب آپریشن کی کیسٹیں اب بھی موجود ہیں) اور جہاں زخم گہرا نہ تھا وہاں مرہم پٹی سے کام چل سکتا تھا وہاں مرہم رکھا اور جہاں صحت مند افراد میں خمینیت کے زہریلے جراثیم پھیلنے کا خدشہ تھا ان کا ذہن صاف کر کے انہیں اپنا ہم نوا بنا کر میدان میں لا کھڑا کیا اور جس علاقے میں اس وباء کے پھیلنے کا خدشہ محسوس کیا انہیں قبل از وقت متنبہ کرنا شروع کیا۔

ہاتفِ غیبی

پھر یوں ہوا کہ قوم کے ہونہار نوجوانوں نے انگڑائی لی۔ عوام کا بھی احساسِ زیاں جاگا، علماء و مقررین کے بھی کان کھڑے ہوئے، مذہب کے سچے پرستاروں کو "ہاتفِ غیبی" کی صدا نے متوجہ کیا اور ہلچل مچ گئی۔ اب مذہبِ حقہ کی شفاف چادر پر قبیح داغ و دھبے ڈالنے والوں کی سازشوں کے تار و پود بکھرنے لگے۔ کٹھ حجتوں کی حجت بازیوں کے درون در کے راز طشت از بام ہونے لگے۔ بودے و لچر الزامات کی نیا کے سواروں کو ڈوبنے کے خدشات نے آن گھیرا۔ اہلِ حق کے اس پاسبان نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے خلاف بازاری زبان عام استعمال کرنے والوں کا ناطقہ بند کر کے رکھ دیا۔ سوئی ہوئی قوم کو بیدار کر دیا۔ اب تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کے جواب میں سپاہِ صحابہ پاکستان میدان میں اُتری اور پوری برق رفتاری سے منظم و مربوط ہوگئی اور ہر طرف جہانِ نو کی نوید برپا ہوتی نظر آنے لگی۔ جلد ہی خمینی کا خمار اُترنے لگا اور جعلی غازہ سے اصلی چہرہ کی شکل نظر آنے لگی۔

فتنہ خمینی جس قدر اپنی قہرمانیاں دکھا کر اپنا دبدبہ دکھا چکا اب ریت کا ٹیلا اور ڈھیر اور بھوس کی راکھ میں تبدیل ہوتا نظر آنے لگا۔ حضرت جھنگویؒ اخلاص، مطالعہ اور زورِ بیان اور اَن تھک محنت اور آپ کی سرپرستی میں نو تشکیل شدہ جماعت نے کایہ پلٹ کر رکھ دی۔ وہ لوگ جو کل کلاں اسے دیوانے کی بڑھ اور ناکام جدوجہد سے تعبیر کر رہے تھے وہی حیرت و استعجاب سے انگشت بدنداں تھے، علیٰ رؤس الاشہاد معترف ہو کر حقیقت کا اقرار کرنے اور داد دینے پہ مجبور ہو گئے۔

فتنہ خمینیت جس قدر منظم اور پوری حکومت ایران کی سرپرستی میں حملہ آور تھا اس کے ساتھ تاریخی ریکارڈ شاہد ہے کہ شیعہ طبقہ بنیادی طور پر دہشت گرد، خونی، جنونی اور غداری میں مسلّم فرقہ ہے، نیز خمینی پوری دنیائے اسلام کو چیلنج کر رہا تھا، اس نے اپنے اہداف و عزائم مخفی بھی نہیں رکھے تھے اس لئے اک فقیر بے نوا، خواہ وہ علم کا بحرِ ذخار کیوں نہ ہو مگر ہے تو بے وسیلہ، اس کی آواز کو طوطی کی آواز نقار خانے سمجھی گئی مگر جب عزم و ہمت کا یہ کوہِ گراں بڑھا تو بڑھتا ہی گیا، چڑھا تو چڑھتا ہی گیا، آگے نکلا تو اپنے درد و اخلاص کی بنیاد پہ دنوں مہینوں میں پوری ملکی بساط پر چھا گیا اور سیاست، سیادت، طاقت، دولت، اسباب و وسائل کی پشت پناہی نہ ہونے کے باوصف شہرت و قبول کا پھریرا لہرانے لگا اور یہ تمام دورِ حاضر کی بنیادی ضروریات اس کے دوائر

میں خود بخود منڈلاتی نظر آنے لگیں۔ سبحان اللہ

پھر کچھ لوگوں نے اس حد تک خطرہ محسوس کیا کہ اگر یہ شخص چند سال اس طرح گرجتا برستا، بڑھتا اور چھاتا گیا تو ہمارا مستقبل تاریک کر کے چھوڑے گا۔ امیر عزیمتؒ کا موضوع سیاست نہ تھا مگر قوم کا خون چوسنے والی موروثی جونکوں کو تو اپنا حساب و کتاب خطرے میں محسوس ہونے لگا۔

اب صورت یہ بن گئی کہ سرمایہ و دولت کے بل بوتے پر قوم کی قسمت سے کھیلنے والے بھی مولانا کی مخالفت پر تل گئے اور خم ٹھونک کر اس گستاخ کی زبان بند کرنے پر ادھار کھانے لگے۔ اس کے علاوہ حاشیۂ اقتدار کے حلیف اور خود حاشیہ نشین اور گورنمنٹ بھی مولانا کے بڑھتے قدم اور چڑھتے اثر و رسوخ سے برافروختہ ہوگئی۔ اب امیر عزیمت کو چوکھی لڑائی لڑنی پڑ گئی۔ تاہم ملت کا یہ غم خوار وہ جنس نہ تھا جس کا نشہ ترشی اتار دے۔ اب انہیں دبانے، جھکانے، ڈرانے کے مختلف حربوں سے آزمانے کا مرحلہ آ گیا مگر ہمت و حوصلوں کا یہ پیکر نہ دبا نہ جھکا، نہ پس پا ہوا نہ راہ سے ذرا ہٹا، نہ مرعوب ہی ہو سکا۔ فکرِ انجام گلستان میں گھلنے والا یہ شاہکار بندہ غم خوار ملت اب جیلوں، اذیتوں، بیڑیوں، سلاخوں سے گزرنے لگا مگر اس نے اسے بھی اپنی تحریک کا ایک حصہ سمجھ کر خوش دلی سے قبول و برداشت کیا۔

اس نے اس راہِ وفا پہ مار کھائی اور اس قدر کہ جسم کا انگ انگ زخمی زخمی ہوا، یہاں تک کہ مارنے و ظلم و جور روا رکھنے والے ہمت ہار گئے، مارنے اور سزا دینے والوں کے مار مار کر بازو شل ہو گئے مگر اس کے نہ بازو شل ہوئے نہ زبان رُکی نہ گنگ ہوئی، نہ بند ہوئی۔ وہ مسلسل بلال رضی اللہ عنہ کی سنت تازہ کرتا اور حضرت یاسر رضی اللہ عنہ کی طریق کی یاد دلاتا اور وفا نبھاتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔

وہ ہر وار سہہ کر نئے ولولے اور نئے حوصلے سے میدان میں اترتا، جیلیں، بیڑیاں، ہتھکڑیاں، اذیتیں اس کا کچھ نہ بگاڑ سکتیں۔ ہم جیسوں کو بھی اس کے اس کردار سے سبق ملا اور یہ بھی سمجھ آیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نام لینا، ان کی مدح کرنا، ان کے کردار پر کچھ لکھنا پڑھنا آسان مگر ان مقدسین کی سیرت پر اترنا بلالؓ و سمیہؓ، خبیبؓ و یاسرؓ، سیدنا حمزہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سرگزشت بیان کرنا اور چیز ہے اور ایسے احوال آ جائیں تو ان پر پورا اترنا چیزے دیگر.....

بہر نوع حق نواز جھنگویؒ وہ مردِ خدا کار نکلے کہ دشمن نے کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ یہ مضمون تفصیلات کا متحمل نہیں تاہم پوری قوم ان کے کردار و اطوار سے مطلع ہو چکی ہے۔

حضرت امیر عزیمتؒ کے خلاف حسد و بغض کی آندھیاں بھی اٹھنے لگیں، کچھ زبانیں اور تحریریں بھی مخالفت پر کمربستہ ہو گئیں۔ مگر آوازۂ حق کو جو قبول و عروج اللہ تعالیٰ نے دینا تھا وہ دے کر اپنے پاک باز نفوس قدسیہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثاروں، صحابہ کرام کی عزت و ناموس کے تحفظ کے لئے ان کا ان کی جماعت کا انتخاب فرما دیا تھا، سو ہو کر رہا۔ اور اس تابناک جاندار اور مضبوط کردار کے انمٹ نقوش آج پوری دنیا پر ثبت ہو رہے ہیں اور مثبت اثرات کا جائزہ لینے کئی ادارے، متعدد افراد اور گروپ مصروف ہیں۔ ملک اور بیرون ملک ایسے بے وسیلہ دور افتادہ علاقے کے نوخیز نوجوان کے پس

منظر میں نہ حکومتی حمایت، نہ دولت وثروت کی ریل پیل، نہ قوم وبرادری کا اثر ورسوخ، نہ ذاتی وجاہت وشوکت کا ٹھکا، گویا کہ اکابرین کی یہ بات علیٰ رؤس الاشہاد ثابت ہوگئی کہ اخلاص وللّٰہیت اور توکل ایمان ویقین اور جہد وعمل سے بڑھ کر کوئی ذریعہ وسبب زیادہ مؤثر وکارگر نہیں ہوسکتا۔

میرے مطالعہ اور مصاحبت وقرب اور اذعان میں حضرت امیر عزیمت کو خراج عقیدت ان الفاظ میں زیادہ موزون نظر آتا ہے ''امی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا اِس دورِ پُرفتن میں وفادار وفدا کار بیٹا''..... انہیں شیدائے حق وصداقت، فدائے ناموسِ نبویؐ وصحابہؓ کہنا ہی بہترین سچی اور حقیقی اظہارِ عقیدت ہے۔ واللہ اعلم

عزائم واہداف

حضرت امیر عزیمت جھنگوی شہیدؒ کے عزائم ونظریات اور ان کی تحریک کے مقاصد واہداف پر بندہ نے ان کی سوانح حیات موسوم بہ ''امیر عزیمت'' میں تفصیل سے روشنی ڈالی ہے، یہاں اتنا عرض کرنا کافی ہے، حضرت ایک وسیع النظر، وسیع مطالعہ آدمی تھے، ملک میں سنی شیعہ مصنفین کی ہفوات وخرافات، بدبخت ناہنجار ذاکروں کی تبرابازی اور مقدسینِ اُمت پر بازاری زبان کا استعمال، عزاداری کے نام سے دل آزار حرکات وسکنات اور نت نئے فتنے وطوفان، مذہب بیزار، اسلام دشمن اداکاروں کی شیعہ مذہب کی روٹ میں تقیہ بازی کے پردہ میں اصحابِ پیغمبر رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ناموں اور کردار کو فلموں کے ذریعہ مسخ کرکے نفرت پھیلانے اور فاحشہ عورتوں کے تقیہ کے نام سے لائسنس یافتگی ایسے انتہائی خوفناک افسوسناک کردار سے بڑے کرب واضطراب میں مبتلا ہوجاتے اور بعض مرتبہ بڑی بے بسی کا اظہار کرتے، انہیں علماء اُمت سے بھی شکوہ رہتا کہ وہ دیگر تمام امور یہاں تک کہ اسمبلیوں اور سیاسی جھمیلوں میں بھی بڑھ چڑھ کر اپنا کردار ادا کرتے ہیں لیکن اس کفر جہار اور اسلام دشمن پروہ جاندار کردار ادا کرنے سے نہ یہ کہ قاصر ہیں الٹا بعض علماء مجھے مطعون کرتے ہیں۔ فواسفا

بلکہ علماء سوء کا ایک گروہ برابر ان اسلام دشمن اعدائے صحابہ کا ہم نوا بنا ہوا ہے، ان کا ہم نوالہ، ہم پیالہ، ہم سفر ہے اور سرکاری مراعات پاکر ایجنسیوں کا آلہ کار بن کر ریشہ دوانیوں میں مصروف تھا۔ بعض تو شیعہ کی محافل میں جا دھمکتے اور حق نواز جھنگویؒ کی دشمنی میں ان کی رونق بڑھاتے اور حضرت جھنگویؒ کو گالی اور کوسنے دے کر دل کی بھڑاس نکالتے۔

مولانا شہید فرماتے مجھے گالی دو، طعن وتشنیع کے تیر ونشتر برساؤ، اس سے اگر تمہاری قدر ومنزلت بڑھتی ہے تو مجھے کیا اعتراض ہوسکتا ہے؟ خوب اپنا مول وقیمت لگواؤ مگر یہ سوچ لو کہ اس طرح تمہاری کہیں عاقبت برباد تو نہیں ہورہی۔ کل کلاں سرورِ کونین، فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا منہ دکھاؤ گے، حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ثمرۂ محنت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مخالفین کے زمرے میں شمردگی.....

حضرت امیر عزیمتؒ جید علماء کرام اور محدثین ومفتیان عظام کی سرپرستی کے لئے ہمیشہ کوشاں رہتے اور جب بھی موقع میسر آتا اس علاقے کے بزرگوں سے ملتے، ملاقات کرتے، جماعت سپاہِ صحابہ کے مقامی یونٹوں کو یہ ہدایت ہوتی کہ علماء حق کی سرپرستی میں چلو اور بڑھو۔ مولانا شہید کے اس سلسلہ میں اور کئی عزائم تھے مگر بات حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری

رحمہ اللہ کے قول پر ختم کریں:

عمر دراز مانگ کر لائے تھے چار دن
دو ریل میں کٹ گئے دو جیل میں

مولانا کو جیلوں، سفروں، عدالتوں، کچہریوں، بیڑیوں، ہتھکڑیوں سے فرصت ملتی تو پرستاروں کا ہجوم گھیرے ہوتا، یا پروگراموں پر پہنچتے وہاں بھی سرکاری درباری پابندیاں، جھگڑ بندیاں راہ روکے کھڑی ہوتیں، جنہیں پاؤں کی ٹھوکر مار کر آگے بڑھنا پڑتا۔

قلم ایں جا رسید و سر بہ شکست

ہم کیا چاہتے ہیں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے یاروں کے ناموس کے خلاف اٹھنے والا ہاتھ، چلنے والی زبان، لکھنے والا قلم، لکھا گیا حرف، چلنے والی زبان، بڑھنے والا قدم، سوچنے والا دماغ، پناہ دینے والا وجائے پناہ کٹ جائے۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی راہِ عمل کو قائم رکھنے کی توفیق دیے رکھے۔ آمین

سراغ رساں ابنِ سراغ رساں!

تحریر:۔ پروفیسر جناب قاضی محمد طاہر الہاشمی مدظلہٗ
حویلیاں۔ہزارہ

سپاہ صحابہؓ کے بانی، وکیل صحابہ، شیر اسلام، امیر عزیمت اور شہید ناموس صحابہؓ مولانا حق نواز جھنگویؒ 1952ء میں دریائے چناب کے پل کے ذرا آگے جھنگ سے قریباً 20 میل دور واقع ایک چھوٹے سے گاؤں "چاہ کھجی والا موضع چیلہ" تھانہ مسن تحصیل وضلع جھنگ میں نیک سیرت وکردار کے حامل ولی محمد مرحوم کے ہاں پیدا ہوئے۔ ولی محمد مرحوم کھوجی تھی یعنی چوروں کی سراغ رسانی ان کا مشغلہ یا پیشہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بیٹے کو بھی سراغ رسانی کا ذوق ودیعت کر دیا اور انہیں دین متین کی عمارت میں نقب لگانے والوں کے خلاف سراغ رسانی کا مشن سونپ دیا۔

جھنگ کے دو شیعی مراکز شاہ جیونہ ورجوعہ کی زیر سرپرستی اور شیعہ حکمرانوں وجاگیرداروں کی ملی بھگت سے صحابہ کرام رضی اللہ کے خلاف تبرابازی کھلے عام اور بلا روک ٹوک جاری رہتی تھی جس کی وجہ سے اس شہر میں متعدد مرتبہ شیعہ وسنی تصادم ہوا۔

1960ء میں "حسوبلیل" میں حضرت عمر فاروقؓ کا پتلا جلایا گیا 1970ء کے عام انتخابات سے قبل یعنی 1969ء میں جھنگ شہر میں "باب عمرؓ" کا سانحہ پیش آیا جس میں مولانا شیریں سمیت 6 سنی جام شہادت نوش کر گئے۔

یہ وہ دور تھا جب مولانا محمد ذاکر نے سنیوں کو سیاسی طور پر منظم کرنے کے لئے "متحدہ سنی محاذ" قائم کیا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ شیعہ جاگیردار سنی اکثریت کے باوجود حکومت کرتے ہیں۔ اس اجارہ داری کو ختم ہو جانا چاہئے۔ ان کی یہ تحریک کامیابی کے ساتھ جاری تھی کہ بیگم عابدہ حسین نے قومی اسمبلی کی اپنی ہی خالی کردہ نشست پر سنی رہنما مولوی رحمت اللہ کو اپنا امیدوار نامزد کر دیا اور وہ اپنی انتخابی تقریروں میں "شیعہ سنی بھائی بھائی" کا پیغام دیتی رہی اس طرح مولانا محمد ذاکر صاحب کی تحریک بظاہر گوشہ عافیت میں چلی گئی۔ اس کا اندازہ 1988ء کے عام انتخابات کے نتائج سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ ضلع جھنگ کی قومی اسمبلی کی پانچ نشستوں میں سے چار نشستوں پر شیعہ امیدوار کامیاب ہوئے جن میں سے ایک نشست پر مولانا حق نواز بیگم عابدہ حسین کے مقابلے میں تقریباً چالیس ہزار ووٹ لینے کے باوجود شکست کھا گئے مگر وہ اپنے ووٹ بنک کی ایک مضبوط بنیاد قائم کر گئے۔ جس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے مولانا ایثار القاسمی اور مولانا اعظم طارق یکے بعد دیگرے اسمبلی میں

CamScanner

اہلسنت کی ترجمانی کرتے رہے۔

1979ء میں خمینی انقلاب کی صورت میں جدید تاریخ میں پہلی مرتبہ خالص ایک شیعہ ریاست وجود میں آئی جس سے ملت جعفریہ میں زندگی کی نئی لہر دوڑ گئی بالخصوص پاکستان میں انہیں مزید شہہ ملی۔

گڑھ مہاراجہ میں اہل تشیع نے قرآن پاک کو آگ لگادی۔ دھڑا دھڑ تحریف قرآن اور تکفیر صحابہؓ پر مشتمل غلیظ لٹریچر منظر عام پر آنے لگا۔ علاوہ ازیں اپریل 1979ء امام خمینی کے حکم پر اہل تشیع نے پنجاب کے شہر بھکر میں جمع ہو کر تحریک نفاذ "فقہ جعفریہ" کی بنیاد رکھی جو آج بھی ایرانی حکومت کی زیر سرپرستی اپنی تحریک جاری رکھے ہوئے ہیں۔ اس تنظیم نے دو فیصد ہونے کے باوجود فقہ جعفریہ کے نفاذ کی پرتشدد تحریک شروع کردی۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے نصف درجن سے زیادہ مسلح تنظیمیں بنائیں، مثلاً امامیہ سٹوڈنٹس آرگنائزیشن (آئی، ایس، او) مختار فورس، سپاہ اولیاء، اہل ملیشیا، حسینی فورس، شیعہ یوتھ فورس، اور سپاہ محمد وغیرہ۔

ان مخصوص مذہبی حالات کے پیش نظر مولانا حق نواز نے "مدح صحابہؓ اور رد قدح صحابہؓ" ہی کو اپنا مرکزی عنوان اور موضوع قرار دیتے ہوئے اپنی تمام صلاحیتیں ناموس صحابہؓ کے تحفظ کے لئے وقف کردیں۔

یہ موضوع ان کا اپنا اختراعی نہیں تھا بلکہ برصغیر کے خاص تاریخی حالات کے تناظر میں اکابر علماء مجدد الف ثانیؒ، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ، قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، مفتی رشید احمد گنگوہیؒ، امام اہل سنت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ، مولانا حسین احمد مدنیؒ، مولانا احتشام الدین مرادآبادیؒ، حافظ عبدالشکور مرزاپوریؒ، سید نورالحسن شاہ بخاریؒ، علامہ دوست محمد قریشیؒ، علامہ عبدالستار تونسوی، قاضی مظہر حسینؒ، مولانا محمد اسحٰق سندیلویؒ، مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ، خاندان بنو ہاشم کے گل سرسید ابن امیر شریعت سید عطاء المنعم شاہ بخاریؒ اور ان کے معتقدین کا خاص موضوع رہا ہے۔

جس شخص نے بھی اس موضوع کے متعلق اکابر کی کتب کا مطالعہ کیا ہے یا ان کی تقاریر سنی ہیں اور وہ مولانا حق نواز کے کام اور مشن سے بھی آگاہ ہے تو اسے یہ اعتراف کرنا پڑے گا کہ موصوف نے اس موضوع کے بدلتے ہوئے حالات کے تقاضے کے عین مطابق اپنے پیش ورا کابرین سے کئی گنا زیادہ نکھارا ہے اور ایک سعادت مند پیروکار کی طرح ان کے مشن کو آگے بڑھا کر ان کی روح کو شاد اور مطمئن کیا ہے۔

مولانا حق نوازؒ کے نزدیک ناموس صحابہؓ کی حفاظت اور ان کے خلاف کئے جانے والے پروپگنڈے کی تردید بجائے خود بھی ایک اہم دینی و شرعی فریضہ ہے کیونکہ صحابہ کرامؓ کے مجروح ہو جانے کے بعد قرآن، حدیث، اسلام، اور سیرت پیغمبرؐ سب ہی مشکوک ہو جاتے ہیں۔

موصوف نے جب یہ محسوس کیا کہ علمی رسائل و کتب سے استفادہ کا حلقہ بہت ہی محدود ہے تو انہوں نے دررافضیت وسبائیت کو انتہائی جرأت کے ساتھ عوامی سطح پر بطور مشن اپنایا اور اہل تشیع کی شرعی و اسلامی حیثیت کو کسی چار دیواری یا نجی محدود محفل میں بیان نہیں کیا بلکہ سرعام اور جلسہ ہائے عام میں واضح کیا کہ ان کا حقیقی اور اصلی اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے حالانکہ وہ

بخوبی جانتے تھے کہ اس مؤقف کو پاکستان میں بیان کرنے کی ایک قیمت ہے اور وہ ان کی زندگی بھی ہو سکتی ہے۔ اسی لئے وہ اپنی ہر تقریر کا اختتام اس شعر سے کرتے تھے۔

فنا فی اللہ کی تہہ میں بقا کا راز مضمر ہے
جسے مرنا نہیں آتا اسے جینا نہیں آتا

جنرل ضیاء الحق کے دور میں اہل تشیع ایرانی حکومت کی شہہ پر پاکستان میں مسلسل اپنے اسلاف کے کارنامے دہراتے رہے اور اس دوران انہوں نے چاروں صوبوں میں سینکڑوں مسلمانوں کے خون سے اپنے ہاتھ رنگین کئے۔ بالخصوص 6 جولائی 1985ء کا سانحہ کوئٹہ ان کی سفاکی اور بربریت کی واضح مثال تھا۔

تعلیمی اداروں میں یہ فرقہ ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں ہی اپنے لئے شیعہ دینیات بطور نصاب منظور کرا چکا تھا جس سے اس کے حوصلے بڑھ گئے تھے۔ چنانچہ اس نے جنرل ضیاء الحق کے دور میں پاکستان میں فقہ جعفریہ کے نفاذ کا صرف مطالبہ ہی نہیں کیا بلکہ اس کے لئے ایک خونی تحریک بھی شروع کر دی۔ جنرل ضیاء الحق نے جب زکوٰۃ و عشر کا قانون نافذ کیا تو اہل تشیع نے مارشل لاء کے ضابطوں کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے وفاقی سیکرٹریٹ پر قبضہ کر لیا اور اس وقت وہ وہاں سے ہٹے جب ان کا مطالبہ منظور کرتے ہوئے یہ حکم جاری کیا گیا کہ "اہل تشیع کے لئے جداگانہ زکوٰۃ آرڈیننس" نافذ کر دیا گیا ہے۔ اس طرح ایک ہی ملک میں دو اذانوں، دو کلموں اور دو دینیاتوں کی طرح زکوٰۃ کے بھی دو قانون تسلیم کر لئے گئے۔ مستم بالائے ستم یہ کہ ملکی قانون کے مطابق انہیں زکوٰۃ دینے سے تو مستثنیٰ کر دیا گیا مگر خود ان کے ملکی خزانے سے زکوٰۃ لینے پر کوئی پابندی عائد نہیں کی گئی۔

اس ننگی شیعہ جارحیت و بربریت کے سامنے جب فوجی حکومت بھی بے بس و لاچار ہو گئی تو اس وقت اہل سنت کے چند ہم "درد" علماء نے حکومتی ایماء پر (کیونکہ یہ حضرات سکرپٹ کے عین مطابق اپنا کردار ادا کرنے کے بعد پھر منظر عام پر بہت کم دیکھے گئے) 4 اگست 1985ء کو جامعہ اسلامیہ راولپنڈی میں ایک ملک گیر "سنی کنونشن" کے انعقاد کا اعلان کر دیا جسے کامیاب بنانے کے لئے علماء کرام نے مختلف اضلاع کے طوفانی دورے کئے۔ مولانا قاری سعید الرحمان (صدر لال مسجد علماء ایکشن کمیٹی) اور مولانا سید چراغ الدین شاہ (سربراہ اتحاد امت) جیسے ہم "درد" علماء اس کنونشن کے منتظم اور میزبان تھے۔

اس "سنی کنونشن" میں مولانا سمیع الحق، مولانا اسفند یار خان، مولانا عبدالستار تونسوی اور مولانا حق نواز جھنگوی سمیت ملک بھر کے جید اور ممتاز علمائے کرام نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ اسی کنونشن میں راقم الحروف کی امیر عزیمت کے ساتھ پہلی بالمشافہ ملاقات ہوئی پھر 8 اگست 1985ء تک مسلسل پانچ دن راولپنڈی، ہری پور، حویلیاں، ایبٹ آباد، مانسہرہ اور شنکیاری میں منعقدہ دینی تقریبات میں موصوف کی معیت حاصل رہی یہ تعلق ان کی شہادت تک قائم رہا جو مشن مؤقف کے ساتھ وابستگی کی حد تک الحمدللہ اب بھی قائم ہے۔

موصوف ایک مرتبہ صبح صبح بغیر کسی پروگرام کے غریب خانے پر تشریف لے آئے اور عشاء کی نماز تک ٹھہرے رہے۔ اس دوران مطالعہ کے علاوہ مختلف موضوعات پر تبادلہ خیال کرتے رہے۔ پھر ایک دوسرے موقع پر مولانا ابوالکلام

آزاد کی سیدنا معاویہؓ کی توہین پر مبنی ایک تحریر سے متعلق حوالہ کی تلاش میں گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج ایبٹ آباد میں راقم کے پاس تشریف لائے اور الہلال میں دل آزار مضمون پڑھ کر برابر اظہار تاسف کرتے رہے۔

1987ء میں موصوف جب حویلیاں تشریف لائے تو فرمایا کہ میں جھنگ سے یہاں تک جہاں جہاں ٹھہرا احباب سے نذیر احمد شاکر کی کتاب ''شمائل علیؓ (مشکلات حضرت مشکل کشا) کے متعلق دریافت کرتا رہا جسے بنیاد بنا کر غلام حسین نجفی نے صحابہ کرامؓ اور ازواج مطہرات پر تحریراً وتقریراً خوب تبرا کیا لیکن افسوس وہ کتاب مجھے نہیں مل سکی۔ راقم نے عرض کیا کہ میرے پاس اس کا ایک ہی نسخہ ہے اور حوالے کے لئے اس کی اکثر ضرورت پڑتی رہتی ہے۔ فرمایا کہ وہ کتاب مجھے دے دیں میں کل راولپنڈی جا رہا ہوں دوران سفر مطالعہ کر کے اگلے دن ہری پور کے پروگرام میں واپس لوٹا دوں گا۔ چنانچہ وہ کتاب ساتھ لے گئے اور حسب وعدہ واپس بھی کر دی بعد میں راقم کو اس بات کا شدید قلق رہا کہ مطلوبہ کتاب دیگر کتب کی طرح انہیں ہدیہ کیوں نہیں کی؟

بہر حال جامعہ اسلامیہ راولپنڈی میں سنی کنونشن کے انعقاد کے ایک ماہ بعد مولانا حق نواز جھنگویؒ نے ناموس صحابہ واہل بیتؓ کے تحفظ اور اس ننگی شیعی جارحیت وبربریت کو روکنے کی خاطر 20 ذی الحج 1405ھ بمطابق ستمبر 1985ء بروز جمعۃ المبارک جامع مسجد پیلیانوالی جھنگ صدر میں چند نوجوانوں پر مشتمل ایک تنظیم ''سپاہ صحابہؓ پاکستان'' کی بنیاد رکھ دی۔ چار، پانچ ماہ کے قلیل عرصے میں یہ تنظیم پورے ضلع میں سب سے بڑی تنظیم کے طور پر ابھر کر سامنے آئی۔ اس نے اپنے مؤقف کو ملک گیر بنانے کے لئے اپنے قائد کی سرپرستی میں 28 ربیع الثانی 1406ھ بمطابق 10 جنوری 1986ء بروز جمعۃ المبارک جھنگ میں آل پاکستان دفاع صحابہ کانفرنس کے انعقاد کا اعلان کیا جو بھارت میں شیخ الہند سیمینار کی وجہ سے ملتوی ہوگئی پھر 26 جمادی الثانیہ 1406ھ بمطابق 7 فروری 1986ء بروز جمعۃ المبارک منعقد ہوئی۔ انتظامات اور مقصدیت کے اعتبار سے یہ کانفرنس زندگی بھر نہیں بھلائی جا سکتی۔

اس کانفرنس میں مولانا خان محمد صاحب، مولانا حافظ غلام حبیب نقشبندی، مولانا فداء الرحمان درخواستی، مولانا فضل الرحمان، مولانا عبدالستار تونسوی، مولانا ضیاء القاسمی، مولانا عبدالغفور حقانی اور مولانا ضیاء الرحمان فاروقی جو شرکاء کانفرنس کے سخت دباؤ کی وجہ سے اسی دن عدالتی تعطیل کے باوجود ضمانت پر رہا کئے گئے تھے) کے علاوہ سینکڑوں علماء کرام نے شرکت کی جبکہ دیگر شرکاء کی تعداد ایک لاکھ سے بھی متجاوز تھی۔

اس کانفرنس میں مولانا عبدالستار تونسوی نے مولانا حق نواز جھنگوی کو ''شیر اسلام'' کا لقب دینے کے علاوہ امام خمینی کو مناظرہ کا چیلنج دیتے ہوئے حکومت سے درخواست کی کہ اگر وہ پاکستان نہیں آسکتے تو مجھے ایران بھجوایا جائے۔ کانفرنس میں سپاہ صحابہؓ کے مؤقف پر مبنی نعروں سے فضاء گونجتی رہی۔ مولانا فداالرحمان درخواستی نے اپنے خطاب میں یہ تجویز دی کہ:

> ''اگر کسی علاقے میں ایک سنی، شیعہ کے ہاتھوں قتل ہو تو دوسرے علاقے میں دس شیعہ افراد قتل کئے جائیں جس سے شیعہ کی جارحیت خود بخود رک جائے گی۔''

مولانا فضل الرحمٰن نے اپنے مفصل خطاب میں کہا کہ۔

"ناموس صحابہؓ کے تحفظ کے لئے کسی قسم کی "قربانی" سے دریغ نہیں کریں گے"

کانفرنس کی آخری نشست سے مولانا حق نوازؒ اور علامہ ضیاء الرحمان فاروقی نے اپنے مخصوص انداز میں اپنے مشن اور موقف پر مدلل اور مفصل روشنی ڈالی اس کانفرنس کے اثرات دیرے ملک میں مرتب ہوئے اور مختلف مقامات پر سپاہ صحابہؓ کے یونٹ قائم ہونا شروع ہو گئے۔ اس طرح جھنگ شہر سے ان کا دائرہ نہایت ہی سرعت کے ساتھ پھیلتا چلا گیا۔

مولانا حق نواز کی اقدامی حکمت عملی کی بناء پر جارح شیعہ ایک دفعہ پھر دفاعی حکمت عملی اختیار کرنے پر مجبور ہو گیا اور وہ اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے خوف وہراس، قتل وغارت، پروپیگنڈے اور دہشت گردانہ وچھاپہ مار کارروائیوں پر اتر آئے، امیر عزیمت اور ان کے مخلص ساتھیوں کو قتل کے مقدمات سمیت دیگر بیسوں جعلی مقدمات میں الجھا دیا گیا جن کے نتیجے میں وہ متعدد مرتبہ پابند سلاسل ہوئے جبکہ مختلف شہروں میں اس دوران ایک درجن سے زائد کارکنوں کی شہادت کے واقعات بھی رونما ہوئے۔

ضمانت پر رہائی کے بعد پھر اپنے مشن میں مشغول ہو گئے۔ انہوں نے ملک بھر میں عموماً اور جھنگ میں خصوصاً نوجوانوں کے گروہ کو منظم کیا اور سپاہ صحابہؓ کے کفن ﴿﴾ جلوس نکالے۔ ان کی مداحوں کی عقیدت اور سرگرمی کا اس بات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ جب جیل میں جاتے تو پندرہ دن تک جیل کے سامنے دیگیں پکتیں جن سے تمام قیدیوں، جیل کے عملے اور دیگر افراد کی دعوت کی جاتی، نظر بندی کی مدت ختم ہونے پر یا ضمانت پر جب انہیں رہائی ملتی تو انہیں ہار پہنا کر جیل سے باہر لایا جاتا۔ سپاہ صحابہؓ کے کارکنوں نے گڑھ مہاراجہ کے کیس میں انہیں رہا کرانے کے لئے اے سی کو بھی اغوا کر لیا تھا۔ ایک مرتبہ رہائی کے موقع پر کارکنوں کے جذبات کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے امیر عزیمت کی وہ کار جس میں وہ سوار تھے اپنے کندھوں پر اٹھالی تھی۔

مولانا حق نواز اعدائے صحابہؓ کے تعاقب میں کسی مداہنت، سیاست، اور مصلحت بینی کے روادار نہیں تھے۔ انہیں مروجہ لادین سیاست میں بلند ترین مناصب اور نفع بخش سیاسی قیادت کی پیش کش کی گئی جس کے سامنے بڑے بڑے صاحبان دستار وجبہ کے قدم بھی ڈگمگا جاتے ہیں۔ انہیں ترغیب اور ترہیب یعنی طمع ولالچ اور ڈرانے دھمکانے کے صدہا طریقوں سے آزمایا گیا مگر وہ جب کسی طرح بھی لادین مغربی سیاست اور جمہوریت زدہ فقیہ مصلحت بین کے چنگل میں نہ رہ سکے تو انہیں تنہا چھوڑ دیا گیا مگر صد آفرین کہ انہوں نے اپنے مشن کی خاطر سب کچھ داؤ پر لگا دیا مگر حق وصداقت پر مبنی موقف سے سرمو نہ ہٹے۔

موصوف کی سب سے بڑی خوبی ان کی جرأت ودلیری تھی فیاض حقیقی نے انہیں بے پناہ جرأت اور شجاعت سے نوازا تھا۔ وہ جس موقف کو کتاب وسنت کی روشنی میں اپنا لیتے تو اس سے کسی صورت پہلو تہی نہ کرتے۔ وہ جس راستے پر چلنے کو حق سمجھ لیتے پھر کسی کی بات ماننا یا نہ ماننا، کسی کا ساتھ دینا یا نہ دینا کسی کی ناراضگی، رضامندی، کسی کی تحسین یا ملامت حتی کہ کوئی زلزلہ اور بھونچال بھی ان کے پائے استقامت میں کوئی لرزش نہیں ڈال سکتی تھی۔ انہیں گھنٹوں چونے کے ڈرموں میں

کھڑا رکھا گیا تھانوں میں مادر زاد ننگا کر کے گھسیٹا گیا، طرح طرح کی اذیتیں پہنچائی گئیں۔ ان پر بار ہا قاتلانہ حملے ہوئے، متعدد مرتبہ پابند سلاسل رہے کئی بار پولیس دیواریں پھلانگ کر چادر اور چار دیواری کا تقدس پامال کر کے ان کے چھوٹے سے گھر میں داخل ہوئی اہل خانہ کی بے حرمتی کی گئی، ان کا لباس تار تار کیا گیا حتی کہ ایک بنیان اور دھوتی میں اٹھا کر لے جایا گیا پھر نو ماہ تک مسلسل جیل میں رکھا گیا۔ یہ جیل بھی کوئی چشمہ کینال ریسٹ ہاؤس یا راول ڈیم ریسٹ ہاؤس جیسی "سب جیل" نہ تھی اور اس حقیقی جیل میں بھی ان کے ساتھ ڈاکوؤں، مجرموں اور قومی غداروں جیسا سلوک روا رکھا گیا۔ یہ تمام تکالیف، مصائب اور صعوبتیں جھیلنے کے باوجود اپنے مؤقف پر سختی اور مضبوطی کے ساتھ قائم رہے اور اپنے عظیم مشن کو شب و روز قریہ قریہ اور شہر شہر پہنچانے میں پہلے سے بھی زیادہ مستعدی سے سرگرم عمل رہے۔ انہیں موت کا خوف کبھی بھی دامن گیر نہیں رہا انہوں نے متعدد مرتبہ عظیم الشان کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ

"میں رب جلیل سے اپنی جان کا سودا کر چکا ہوں۔ میں اپنی بیوی بچوں کو اللہ کے حوالے کر چکا ہوں، میں نے تہیہ کر لیا ہے میں نے پختہ عزم کر رکھا ہے یا میں نہیں رہوں گا یا کوئی ایسا بدزبان نہیں رہے گا جو اصحاب پیغمبر پر سب و شتم کرے، ان پر کیچڑ اچھالے اور ان کی ردائے محفوظیت پر چھینٹے اڑائے۔"

پھر وہ شرکاء کانفرنس سے استفسار کرتے کہ:

"لوگو! اگر تمہارے بیوی بچے ہیں تو کیا میرے بیوی بچے نہیں؟ تم میٹھی نیند سونا چاہتے ہو کیا میں نہیں چاہتا؟ تم عزت و مرتبت کے طلب گار ہو تو کیا میں اس کا طلب گار نہیں ہوں تمہیں جیل جانے سے تکلیف ہوتی ہے کیا مجھے نہیں ہوتی؟ پھر کیا وجہ ہے کہ میں اکیلا ہی تڑپتا ہوں اور تم نہیں تڑپتے، میں باطل کو للکارتا ہوں تم اس سے صلح کرتے ہو۔ میں موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرتا ہوں اور تمہارے جسم پر موت کے خوف سے لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔

امیر عزیمت فرمایا کرتے تھے کہ:

"میں اتنی قربانیاں دوں گا، باطل کے خلاف اس قدر بے جگری سے لڑوں گا کہ لوگوں کو اسلاف کی قربانیوں کا یقین آ جائے۔ لوگ جان لیں گے کہ اگر کچھ لوگ قومیت کے نام پر خون دے سکتے ہیں، لسانی اور گروہی تعصبات کے لئے گردنیں کٹا سکتے ہیں تو کچھ دیوانے ایسے بھی ہیں جو محض حق کی خاطر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر سکتے ہیں۔

یقیناً موت ایک بھیانک لفظ ہے، لیکن آج ایک آواز کہ "تم وطن کے لئے ہو، تم قوم کے لئے ہو، تم سیاسی جماعت کا اثاثہ ہو، جمہوریت کو تمہارے خون کی ضرورت ہے" وغیرہ، اگر موت کی تلخی کو دھو دیتی ہے اگر حب وطن کے منتر سے موت کی کلفت لذت بن جاتی ہے، قوم اور جمہوریت کے نام سے مرگ کا پیالہ جب امرت بن جاتا ہے، تمہارے لئے اگر اپنے سیاسی لیڈر کی خاطر اپنی قوم کی خاطر، اپنے وطن کی خاطر حتی کہ الیکشن مہم میں اپنے امیدوار کی خاطر مرنا آسان ہے تو پھر دنیا کو یہ پیغام کیوں نہیں سنایا

جاتا کہ وطن اور قوم جس کے لئے..... آسمان وزمین جس کے لئے..... ذرہ سے لے کر آفتاب تک جس کے لئے ہے ﴿للّٰہ ما فی السّمٰوات والارض﴾ اس مقدس نام پر، اس کا کلمہ سربلند کرنے کے لئے، اس کے حبیب ﷺ اور (آپ ﷺ کی) ازواج مطہرات وجان نثاران مصطفیٰ کے ناموس کے تحفظ کے لئے مرنا کس قدر آسان ولذیذ ہوگا اور اس کی روح کی بے تابی کا کیا حال ہوگا؟ جمہوریت زدہ ''سیاسی دینی طبقہ'' اسے شاعری سمجھے گا لیکن یہ بالکل سچ ہے کہ حق وباطل کے معرکوں میں اہل حق کے لئے اس ''پیغام وندا'' نے موت کو جتنا شیریں اور جتنا لذیذ کر دیا تھا کبھی نہیں کیا۔

ان معرکوں میں موت کیا تھی؟ ایک تماشا تھا جس کا سب کچھ ہے اور جس کی طرف سب جا رہے ہیں ﴿انا للہ وانا الیہ راجعون﴾ اس کے لئے اسی کی طرف جانے کے لئے موت کی سواری کی تلاش کس بے تابی کے ساتھ کی جاتی ہے؟

امیر عزیمت اسی سواری کی تلاش میں حکومت اور اپنوں کی طرف سے رکاوٹوں اور پابندیوں کے باوجود اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر بالخصوص 6 ستمبر 1985ء سے لیکر 22 فروری 1990ء تک ملک بھر میں مارے مارے پھرتے رہے۔

ایک دفعہ چیچہ وطنی میں تقریر کا پروگرام تھا وہاں کے ناموافق حالات کے پیش نظر انتظامیہ نے اس پر پابندی لگا دی اور ان کی گاڑی شہر سے باہر روک کر احکامات سے مطلع کر دیا۔ موصوف نے ان احکامات کی فوٹو کاپی کرانے اور منتظمین جلسہ سے معذرت کرنے کی اجازت طلب کی۔ جب انتظامیہ کے متعلقہ افراد نے بداعتمادی کا اظہار کیا تو انہوں نے سخت الفاظ میں کہا کہ

''میں تو چاہتا تھا کہ تمہارے احکامات پر عمل کر ہی لیا جائے مگر چونکہ تم نے مجھ پر اعتماد نہیں کیا اس لئے اب یہ تقریر ضرور ہوگی۔''

یہ کہہ کر واپس چلے آئے۔ کمالیہ پہنچ کر گاڑی کو ایک کارکن کے گھر چھپا دیا۔ اپنے احباب کو خاص ہدایت دے کر ریل اور بس کے ذریعے چیچہ وطنی پہنچنے کو کہا اور خود کشتی کے ذریعے رات پونے بارہ بجے دریا عبور کر کے کئی میل موٹر سائیکل پر طے کر کے پولیس کو چکمہ دینے کے بعد بالآخر جلسہ گاہ تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ تقریر کے بعد پھر نامعلوم راستوں سے ہوتے ہوئے واپس جھنگ پہنچ گئے، انہیں اس طرح کے واقعات میاں چنوں، گوجرانوالہ اور کئی دوسرے مقامات پر بھی پیش آئے۔

گزشتہ سطور میں یہ بات گزر چکی ہے کہ ''سپاہ صحابہ'' کی تشکیل سے قبل جمعیت علماء اسلام درخواستی گروپ سمیت (اس وقت جمہور علماء دیوبند اسی گروپ کے ساتھ وابستہ تھے جبکہ فضل الرحمٰن گروپ اقلیت میں تھا) علماء دیوبند کی دیگر تمام تنظیمیں 4 اگست 1985ء کو جامعہ اسلامیہ راولپنڈی میں ''سنی کنونشن'' کے موقع پر شیعی سیلاب کو روکنے کے لئے باہم متفق ہو گئی تھیں پھر سپاہ صحابہ کے قیام کے بعد 7 فروری 1986ء کو جھنگ میں آل پاکستان دفاع صحابہ کانفرنس میں دیگر مشاہیر علمائے دیوبند کے علاوہ مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے بھی نہ صرف شرکت کی بلکہ بعد از نماز جمعہ جلسہ عام سے خطاب کر کے واشگاف الفاظ میں ان کے مؤقف ومشن کی تائید بھی کی۔

امیر عزیمتؒ کی گرفتاری کے بعد مولانا خان محمد صاحب زید مجدہ کی دعوت پر 11 جولائی 1987ء کو ملتان میں ''سنی

کنونشن" منعقد ہوا جس میں تمام اہم دینی جماعتوں کے نمائندے شریک ہوئے اور مشترکہ جدوجہد کے لئے ایک "سنی کمیٹی" قائم کی۔

بعدازاں جمعیت علماء اسلام درخواستی گروپ کی زیر میزبانی 10.11 جنوری 1988ء کو شیرانوالہ گیٹ لاہور میں مولانا محمد اجمل خان کی زیر صدارت ایک "قومی سنی کنونشن" منعقد ہوا جس میں ماسوائے مولانا فضل الرحمٰن چاروں صوبوں، قبائلی علاقہ جات اور آزاد کشمیر سے سپاہ صحابہ سمیت تمام اہم دینی تنظیموں اور سرکردہ شخصیات نے شرکت فرمائی۔

اس قومی سنی کنونشن میں متفقہ طور پر "متحدہ سنی محاذ پاکستان" کا قیام عمل میں لاکر ملک کی ممتاز شخصیت مولانا مفتی احمد الرحمٰن مہتمم جامعۃ العلوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کو امیر، مولانا زاہد الراشدی رابطہ سیکرٹری اور قاری حنیف جالندھری کو ڈپٹی رابطہ سیکرٹری کے طور پر منتخب کیا۔ کنونشن سے خطاب کرتے ہوئے "متحدہ سنی محاذ" کے نومنتخب امیر مفتی احمد الرحمٰن صاحب نے کہا کہ:

"ہم اپنے جائز حقوق مانگ رہے ہیں اور کسی قسم کا تشدد نہیں کرنا چاہتے۔ تشدد ہمارے خلاف ہو رہا ہے جسے حکومت کی پشت پناہی حاصل ہے اس لئے اگر حکومت نے روش تبدیل نہ کی تو حالات کی ذمہ داری اس پر ہوگی۔"

مولانا زاہد الراشدی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ:

"شیعہ جارحیت کا مسئلہ اب فرقہ وارانہ مسئلہ نہیں رہا بلکہ خالص سیاسی مسئلہ بن گیا ہے کیونکہ ایرانی انقلاب کے بعد ایران کی مذہبی قیادت اردگرد کے ممالک میں شیعہ اقلیت کو منظم و مسلح کر کے ہنگامے کروا رہی ہے۔ اور ایرانی انقلاب کا دائرہ وسیع کرنے کے لئے تشدد اور دہشت گردی کا سہارا لیا جا رہا ہے۔ نہ صرف پاکستان بلکہ جنوبی ایشیا اور مشرق وسطیٰ کی تمام مسلم ریاستوں کو ایرانی دہشت گردی کا سامنا ہے اور اس کے سدباب کے لئے مشترکہ جدوجہد وقت کا اہم تقاضا ہے۔"

کنونشن میں قاری حنیف جالندھری کی طرف سے پیش کردہ قرارداد کو متفقہ طور پر منظور کر لیا گیا جن میں سے چند حسب ذیل ہیں:

۱۔ محرم الحرام اور صفر کے دوران بدامنی اور فساد کا باعث بننے والے جلوسوں پر مکمل پابندی عائد کی جائے۔

۲۔ چونکہ شیعہ حکومت کو زکوٰۃ نہیں دیتے اس لئے زکوٰۃ و عشر کمیٹیوں اور متعلقہ محکموں سے شیعہ ارکان و افسران کو فی الفور الگ کیا جائے اور جب وہ زکوٰۃ نہیں دیتے تو شیعہ اداروں اور افراد کو بھی زکوٰۃ نہ دی جائے بالخصوص شیعہ ادارہ فاطمیہ ٹرسٹ کے لئے زکوٰۃ فنڈ میں سے مخصوص کی گئی ایک کروڑ روپے کی امداد منسوخ کی جائے۔

۳۔ اعلیٰ ملازمتوں اور کلیدی اسامیوں میں شیعہ ملازمین کو ان کی آبادی کے تناسب کے مطابق جگہ دی جائے۔

۴۔ زکوٰۃ و عشر کی جگہ شیعہ آبادی پر متبادل ٹیکس عائد کیا جائے۔

۵۔ صحابہ کرامؓ کی توہین اور تنقیص پر مشتمل لٹریچر ضبط کر کے مؤلفین مترجمین اور ناشرین کے خلاف کاروائی کی جائے

CamScanner

اور تحفظ ناموس صحابہ واہل بیت آرڈیننس کو مؤثر طور پر نافذ کیا جائے۔

۶۔ قرآن کریم کی حفاظت اور اشاعت کی کمیٹیوں سے شیعہ ارکان کو الگ کیا جائے۔

۷۔ عالم اسلام ایرانی عازمین حج کی طرف سے حرمین شریفین میں خون ریزی اور بدامنی کی کاروائیوں کا نوٹس لے اور حرمین شریفین میں فسادیوں کا داخلہ ممنوع قرار دیا جائے۔

۸۔ قیام پاکستان کے بنیادی مقصد کی تکمیل اور نفاذ اسلام کے لئے ملک کی اکثریتی سنی آبادی کے حقوق کا تحفظ کرتے ہوئے فقہ حنفی کو بطور واحد پبلک لاء نافذ کر کے جمہوری اصولوں کا احترام کیا جائے۔

{ہفت روزہ ترجمان اسلام لاہور ص 4.10 22 جنوری 1988ء}

ایران میں خالص شیعہ انقلاب کے بعد عالم اسلام کی ممتاز علمی و دینی شخصیت مولانا محمد منظور نعمانی نے پیرانہ سالی میں انتہائی ضعف اور کمزوری کے باوجود اپنی عظیم تصنیف ''ایرانی انقلاب اور'' خمینی اور اثنا عشریہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ'' کی اشاعت کو بقول خود نہ صرف وقت کا اہم فریضہ جانا بلکہ بعض خاص وجوہات سے اپنے حق میں فرض عین سمجھا۔

مؤخر الذکر کتاب کو ماہنامہ الفرقان، ماہنامہ بینات اور ماہنامہ اقراء ڈائجسٹ نے خصوصی اشاعت اور شیعیت نمبر کے طور پر شائع کیا۔

شیعہ فرقہ اثنا عشریہ کی تکفیر کے بارے میں مولانا محمد منظور نعمانی صاحب کے مرتب کردہ استفتاء پر ہندوستان میں مفصل جواب محدث جلیل علامہ العصر مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی صاحب نے مدلل طور پر تحریر کیا جبکہ پاکستان میں مفتی اعظم مولانا ولی حسن صاحب کو اس فرقہ کے کفر کو بے نقاب کرنے کی سعادت حاصل ہوئی اور ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش اور برطانیہ میں مقیم سینکڑوں جید اور ممتاز علمائے کرام اس متفقہ فتویٰ کی تائید کی۔

مولانا محمد یوسف لدھیانوی، مولانا منظور نعمانی کی اس عظیم تالیفی کاوش کو بجا طور پر پندرہویں صدی کے اوائل کا تجدیدی کارنامہ قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''عام غلط فہمی یہ ہے کہ شیعہ مذہب بھی اسلام کے اندر مسلمانوں ہی کا ایک فرقہ ہے۔ یہ غلط فہمی اس لئے ہوئی کہ شیعہ مذہب پر تقیہ کی سیاہ چادر تنی رہی۔ ورنہ شیعہ مذہب نہ صرف یہ کہ بے شمار ضروریات دین اور متواترات اسلامی کا منکر ہے بلکہ اس کا کلمہ بھی جو دین کی اولین اساس ہے مسلمانوں سے الگ ہے اور قرآن کریم جو دین کا سرچشمہ ہے یہ اس کی تحریف کا بھی قائل ہے، جس گروہ کا کلمہ اور قرآن تک مسلمانوں سے الگ ہو ان کو مسلمان کہنا خود اسلام کی نفی ہے۔''

(ماہنامہ بینات و ماہنامہ اقراء ڈائجسٹ شیعیت نمبر تحت بصائر و عبر)

ڈاکٹر مفتی نظام الدین شامزئی شہیدؒ تو ایسے کافروں کی عیادت و تعزیت اور ان کے ساتھ سماجی تعلقات رکھنے کے بھی روادار نہیں چنانچہ وہ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ ''اگر کسی کافر کے ساتھ سماجی تعلقات رکھنے میں یہ خطرہ ہو کہ عام مسلمان دھوکے میں مبتلا ہو کر ان تعلقات کی وجہ سے ان کو بھی مسلمان سمجھنے لگ جائیں گے جیسے قادیانی یا شیعہ عام طور پر اس قسم کے تعلقات سے غلط فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اپنے غلط عقائد کی تبلیغ بھی کرتے ہیں اور دوسروں کے سامنے ان تعلقات کو

دلیل کے طور پر پیش کر کے اپنے کو مسلمان ظاہر کرتے ہیں۔ حالانکہ ان دونوں گروہوں کا اسلام سے کوئی واسطہ اور تعلق نہیں ہے۔ اگر کوئی ایسی صورت حال ہو تو پھر سماجی اور معاشرتی تعلقات رکھنا جائز نہیں ہوگا۔ کیونکہ ان تعلقات سے دین کو نقصان پہنچنے کا قوی اندیشہ ہے کیونکہ یہ لوگ کفر کو تسلیم بھی نہیں کرتے بلکہ اسلام کے دعویدار ہیں۔ نیز یہ کہ یہ لوگ مسلمانوں کے ساتھ ذمی بن کر نہیں رہتے کہ ان کے حقوق کا تحفظ کیا جائے یا ان کے ساتھ سماجی اور معاشرتی تعلقات رکھے جائیں اس لئے یہ کفار محاربین کے حکم میں ہیں۔" (ماہنامہ بینات ص 26۔ دسمبر 1991ء)

ایرانی انقلاب کے بعد مولانا عبدالقادر آزاد خطیب شاہی مسجد لاہور اور صدر مجلس علماء پاکستان بھی اپنی تقریر و تحریر کے ذریعے اس فتنے کو "الفتنة الخمينيه، الفتنة الكبرىٰ، الفتنة العظيمه، الفتنة الوبائية اور الفتنة المشؤمه" جیسے الفاظ سے موسوم کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"انہی اسلام دشمنوں سے ایک امام خمینی بھی ہیں جو اس دور کے دشمنان صحابہؓ کے سربراہ اور مقدمۃ الجیش ہیں جنہوں نے اپنے عقائد کی ترویج کے لبادے میں دین اسلام پر کاری ضرب لگائی ہے اور اپنی اسلام دشمنی اور بغض صحابہؓ کے عقیدے کو وحدت و اتحاد کے پروپیگنڈوں میں چھپانے کی کوشش کی ہے۔ خمینی صاحب کی موجودہ تحریک اہل سنت کی نیست و نابودی کی ایک خفیہ سازش ہے۔ آخر میں تمام مسلمانوں سے استدعا ہے کہ خمینی جیسے تقیہ صفت مکاروں کے پروپیگنڈوں سے دھوکہ نہ کھائیں یہ دشمنان اسلام کے ایجنٹ، رسول اکرمؐ، صحابہ کرامؓ اور امت مسلمہ کے مخالف ہیں۔ لیکن انتہائی افسوس ہے کہ تمام اسلامی ممالک کے سربراہ اور ان کے علماء اس وبائی فتنہ سے مکمل طور پر غافل ہیں اور جس نے سب سے پہلے اس فتنے کو سمجھا وہ مصر کے انوار السادات تھے۔ (استاد خمینی اپنی کتابوں اور عقائد کے آئینے میں ص 24، 4 الفتنۃ الخمینیہ ص)

مولانا حق نواز جھنگوی نے نہ صرف مفتیان کرام اور اکابر امت کے اس متفقہ فتویٰ کو اپنی تقاریر کے ذریعہ ہر خاص و عام تک پہنچایا بلکہ شیعیت کے تاریخی دجل کو بھی اپنے مخصوص انداز میں نہایت ہی مضبوط استدلال کے ساتھ طشت از بام کیا۔ علماء کرام اور مفتیان عظام تو کانفرنسیں کر کے اور فتویٰ دے کر اپنی دینی اور شرعی ذمہ داریوں سے "سبک دوش" ہو گئے لیکن امیر عزیمت نے اپنا تن، من دھن اس مشن پر قربان کر دیا۔

انہوں نے فنِ خطابت کو ایک منفرد انداز بخشا۔ وہ میدان خطابت میں اپنی قلندرانہ اور مجاہدانہ شان کے ساتھ نہایت ہی جرأت و بہادری اور پورے طمطراق و جاہ و جلال کے ساتھ اترتے۔ وہ جب اپنے مخصوص انداز کے ساتھ لوگوں سے مخاطب ہوتے تو خود بخود مردہ جذبات بیدار ہو جاتے تھے اور خوابیدہ عزائم انگڑائیاں لینے لگتے تھے۔ ان کی خطابت میں ان کا دل سلگتا اور خون بولتا تھا۔ وہ آگ نہیں شعلے برسایا کرتے تھے۔ وہ لگی لپٹی رکھنے کے عادی نہ تھے۔ کاتمین حق اور درباری مولویوں پر وہ دو حرف بھیجتے تھے۔ خوشامدانہ انداز سے وہ کوسوں دور تھے۔ ان کے لہجے کی کاٹ تلوار سے بھی زیادہ تیز تھی۔ وہ بغیر کسی تصنع کے خود بھی تڑپتے اور دوسروں کو بھی تڑپاتے تھے۔ انہیں سیاسی مصلحتیں، معاشی حالات، اپنوں کی ناراضگی، غیروں کا غضب، اقتدار کا خوف، وڈیروں کی سازشیں اور قید و بند کی صعوبتیں اپنا مؤقف دوٹوک انداز میں بیان کرنے سے روک نہیں سکتی

تھیں۔ان کا خمیر صحابہؓ کی عظمت ومحبت سے اٹھایا گیا تھا۔وہ جب بڑے سوز اور درد کے ساتھ سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی عظمت اور مظلومیت کو بیان کرتے ہوئے امی امی پکارتے تو فضا سسکیوں اور چیخوں سے معمور ہو جاتی تھی۔

وہ اکثر تقاریر میں کہتے تھے کہ:

''مولویت ٹاؤٹی کا نام نہیں، مولویت کاسہ لیسی کا نام نہیں، مولویت رشوت خوری اور دلالی کا نام نہیں، مولویت مصلحت پسندی اور عقیدے ومذہب کو بیچنے کا نام نہیں بلکہ مولویت مجدد الف ثانیؒ کی یلغار کا نام ہے۔مولویت شاہ ولی اللہؒ کی تفکر کا نام ہے۔مولویت شاہ اسماعیل شہیدؒ کے جہاد کا نام ہے۔مولویت عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی خطابت کا نام ہے، مولویت حسین احمد مدنیؒ کی جرأت وشجاعت کا نام ہے۔

تم چند ٹاؤٹوں کو جنہوں نے داڑھیاں رکھوالی ہیں ان کو مولوی مت سمجھو۔حقیقتاً ان کو مولویت اور دین سے کوئی تعلق نہیں ہے۔مولوی..... مولوی ہو دین بیچے؟..... مولوی ہو اور رشوت خوری اور دلالی کرے؟..... مولوی ہو اور ڈپٹی کمشنر کا ٹاؤٹ بنے؟..... میں اسے دین کا لفنگا اور اسلام کا غدار تصور کرتا ہوں، اسے مولوی کہنا حرام سمجھتا ہوں''۔

امیر عزیمت ایک موقع پر اہل سنت کو جھنجوڑتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

''آج کی تاریخ نوٹ کیجئے، اگر سنیت بیدار نہ ہوئی تو وہ دن آنے والا ہے جب تم اقلیت میں ہوؤ گے اور شیعہ اکثریت میں ہوگا۔تاریخ کا مطالعہ کیجئے۔ایران فاروق اعظمؓ نے فتح کیا تھا لیکن آج وہاں شیعہ اکثریت میں ہیں۔ہائے سنیت مٹ گئی۔شیعیت چھا گئی، آپ بتلائیں، خدارا دیوبندیت بتلائے، بریلویت بتلائے، غیر مقلد بتلائے اور سنیت کے نام سے پلنے والی نسل تم بتلاؤ۔رب ذوالجلال کی قسم یہ بتلاؤ تم میں غیرت کتنی ہے؟..... تمہاری زندگی میں ابوبکرؓ وعمرؓ کا شیطان سے بڑا جہنمی ہونا لکھا جائے، اور تم زندہ ہو؟..... وہ قوم دھنس کیوں نہیں جاتی اور آسمان ٹوٹتا کیوں نہیں؟..... اس زمین میں یہ قوم غرق کیوں نہیں ہو جاتی جس کی زندگی میں یہ بکواس ہو اور وہ کوئی لائحہ عمل تیار نہ کرے؟..... میں آج اپنی سنی قوم کو غیرت دلانے آیا ہوں۔سنی بچے تیری ماں کے دودھ کا واسطہ دے کر تیری غیرت کو للکارتا ہوں کہ سر پر کفن باندھ، میدان میں آ اور اس کفر کا راستہ روک لے۔

صوفیو! مولویو! مرشدو! تم بتاؤ کہ اس کفر کے خلاف زبان بند کرنا بے غیرتی نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ تمہاری مائیں محفوظ، تمہاری بہنیں محفوظ، تمہاری بیٹیاں محفوظ، ہائے یارو، صحابہؓ ہی لاوارث رہ گئے کہ چودہ سو سال بعد ان کی ماں کو گالی دی جائے اور تم لمبی چادر تان کر سو جاؤ۔سنی بچو! یا ہم مٹ جائیں یا صحابہؓ کے دشمن سے دھرتی کو پاک کر دیں گے۔''

موصوف ایک تربیتی اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"تمام وظیفوں کے ساتھ ایک وظیفہ یہ بھی ہے۔ صدیق اکبرؓ کے دشمن کو کافر سمجھنا ایمان ہے اور اس کو مومن سمجھنا کفر ہے۔ اگر آپ صدیق اکبرؓ کی صحابیت کے منکر کو کافر نہیں سمجھتے تو میں تمہیں مسلمان سمجھنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ ایک بات بطور تحدیث نعمت کہتا ہوں کہ سٹیج پر شیعہ کے کفر کو اعلانیہ امام اہل سنت علامہ عبدالشکور لکھنویؒ کے بعد اس برصغیر میں حق نواز نے بیان کیا ہے اور اس راہ میں جتنی مشکلات آئی ہیں برداشت کی ہیں، یہ لفظ کہنا آسان نہیں تھا۔ سچ سمجھ کر کہا ہے۔ قرآن وسنت کے دلائل کی روشنی میں کہا ہے۔ کہا تھا، کہتا ہوں اور کہتا رہوں گا، کہ شیعہ کل بھی کافر تھا، شیعہ آج بھی کافر ہے، قیامت کی صبح تک کافر رہے گا۔

تمام علماء نے رئیس المناظرین علامہ محمد منظور نعمانی کے استفسار کے جواب میں شیعوں کو کافر تحریر کیا ہے۔ پاکستان بھر کے مقتدر علماء کرام ان کے کفر کا فتویٰ دے چکے ہیں۔ جمعیت علماء اسلام فضل الرحمٰن گروپ کے سربراہ مولانا عبدالکریم بیر شریف شیعوں کے کفر پر دستخط کر چکے ہیں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے سربراہ خانقاہ سراجیہ کے جانشین مولانا خان محمد صاحب شیعوں کے کفر پر دستخط کر چکے ہیں۔ اللہ مولانا منظور احمد نعمانی کو سلامت رکھے (موصوف اس وقت بقید حیات تھے) جنہوں نے پندرہویں صدی میں بڑے بڑے علماء کی گردنیں جھکا چھوڑی ہیں کہ شیعیت کفر کا نام ہے ہم اسی فتوے کو ہتھ کڑی پہن کر بیان کر رہے ہیں۔ ہم اسی فتوے کو مقدمات برداشت کر کے بیان کر رہے ہیں۔ ہم نے کوئی شدت پیدا نہیں کی۔ ہم نے کوئی نیا راستہ اختیار نہیں کیا۔

شیعہ اگر کافر نہیں تو میں آج رک جاتا ہوں، اگر شیعہ کافر ہیں اور یقیناً کافر ہیں اور شیعہ کے متعلق علماء کا فتویٰ بھی یہی ہے تو میری زبان کٹ سکتی ہے، جان جا سکتی ہے، کلیجہ نکالا جا سکتا ہے قتل کیا جا سکتا ہے، گھر برباد کیا جا سکتا ہے، بچے برباد کرا سکتا ہوں لیکن شیعہ کو دجال کہنے سے، شیعہ کو کافر کہنے سے نہ باز آیا تھا نہ باز آؤں گا"

لوگ آواز بلند کرتے ہیں کہ عورت مملکت کی سربراہ بن گئی، ظلم ہو گیا..... میں بھی کہتا ہوں کہ ظلم ہو گیا لیکن عورت، عورت میں فرق ہے، ایک عورت مسلمان ہو کر سربراہ ہو، ایک عورت عورت ہونے کے ساتھ ساتھ کافر بھی ہو، یہ دگنا ظلم ہے، بے نظیر صرف عورت ہی نہیں شیعہ عورت ہے۔ عام شیعہ نہیں ایرانی النسل ہے، شیعہ عقائد کی بنیاد پر بے نظیر کافرہ عورت ہے۔ ڈر کر نہیں کہتا رب پر بھروسہ کر کے جرأت، دلیری، بہادری، کے ساتھ کہتا ہوں کہ بے نظیر کا تختہ الٹ دینا فرض عین ہے۔ اگر بے نظیر شیعہ نہیں تو تردید کرے اس کا نکاح ایرانی رسم ورواج کے مطابق کیوں ہوا تھا؟ اس کا نکاح شیعہ فقہ کے مطابق کیوں ہوا ہے؟

CamScanner

ایران کے آئین میں خمینی نے تحریر کیا ہے کہ ایران کا صدر اور وزیر اعظم صرف شیعہ اثنا عشریہ ہو سکتا ہے، سنی مسلمان نہیں ہو سکتا۔ اگر ایران میں میرا سنی مسلمان بھائی صدر اور وزیر اعظم نہیں بن سکتا تو پاکستان کے سنیو! تم ہی بے غیرت ہو کہ تم نے پاکستان میں شیعوں کو کلیدی عہدے سونپ رکھے ہیں۔ اٹھو، شیعوں کو اقتدار سے دور کر دو۔ اٹھو شیعوں کو کلیدی عہدوں سے الگ کر دو۔ یہ میرا اور آپ کا بنیادی حق ہے۔ یہاں سنیوں کی اکثریت ہے لہٰذا اسے سنی اسٹیٹ ہونا چاہئے۔ صدر اور وزیر اعظم سنی ہونے چاہئیں۔

امیر عزیمت نے اپنی تحقیق کے مطابق بے نظیر کو شیعہ قرار دیا ہے اور اس نے بھی اپنے نکاح سے متعلق مذکورہ اشکالات کا جواب نہیں دیا۔ البتہ اس نے اپنے شیعہ ہونے کی تردید کی ہے اور سنی ہونے کا اقرار کیا ہے۔ اس نے اپنی آخری کتاب ''مفاہمت، اسلام جمہوریت اور مغرب'' میں یہ اقرار کیا ہے کہ میں اور میرے والد سنی تھے جبکہ میری ماں شیعہ ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس نے اپنی ایک دوسری کتاب ''ڈاٹر آف ایشیا'' میں اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ ''میں اپنی ماں کے ساتھ شیعہ مجالس میں شرکت کرتی رہی ہوں'' (بحوالہ روزنامہ خبریں 28 جون 1993ء)

امیر عزیمت کی شہادت کے بعد بے نظیر بھٹو نے جب 1993ء میں دوبارہ وزارت عظمیٰ کا منصب سنبھالا تو ان کے دور میں ایران کے صدر ہاشمی رفسنجانی نے 15 مارچ 1995ء کو سفارت اسلامی جمہوریہ ایران اسلام آباد میں قاضی حسین احمد، حافظ حسین احمد، پیر آصف گیلانی، ساجد نقوی، آغا مرتضیٰ پویا اور سینیٹر سید محمد جواد ہادی کی موجودگی میں شیعہ، سنی علماء کرام اور مشائخ عظام کے اجتماعی خطاب کے دوران یہ انکشاف کیا کہ

''کل آپ کی وزیر اعظم مجھ سے کہہ رہی تھیں، میری والدہ اور شوہر شیعہ ہیں جبکہ میں خود سنی ہوں۔ جب ایک گھر میں ہم متحد ہو کر رہ سکتے ہیں تو ایک شہر یا ملک میں لوگ اس طرح کیوں نہیں رہ سکتے؟''

(ماہنامہ وحدت اسلامی ص ۱۹ مارچ 1995ء سفارت اسلامی جمہوریہ ایران اسلام آباد)

بے نظیر بھٹو کی گواہی سے آصف علی زرداری کا شیعہ ہونا واضح ہو گیا ہے۔ علاوہ ازیں آصف علی زرداری کی حقیقی ماں مشہور شیعہ رہنما سندھ کے سر سید اور سندھ مدرسۃ الاسلام کے بانی حسن علی آفندی کی لڑکی ہے جبکہ سوتیلی ماں پطرس بخاری اور آل انڈیا ریڈیو اور ریڈیو پاکستان کے سینئر براڈ کاسٹر اے بخاری کی بہن ہے۔

(بحوالہ روزنامہ ایکسپرس 15 فروری 2008ء)

اس تفصیل سے یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ کم از کم آصف علی زرداری کے شیعہ ہونے میں ذرہ برابر شک نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ بات ضرور باعث تعجب ہے کہ آصف علی زرداری جمعیت علمائے اسلام ''س'' اور ''ف'' کے قائدین مولانا سمیع الحق اور مولانا فضل الرحمٰن کی بھرپور اور اعلانیہ حمایت و اعانت سے صدر پاکستان منتخب ہوئے ہیں اور جمعیت علمائے اسلام کے ممبران صوبائی اسمبلی، قومی اسمبلی اور سینٹ نے باقاعدہ طور پر شیعہ امیدوار کے حق میں اپنے ووٹ استعمال کر کے مولانا منظور نعمانی، ان کے تصدیق کنندگان اور شہدائے ناموس صحابہؓ کی ارواح کو خوب تڑپایا ہے۔

اک طرز تغافل ہے سو وہ ان کو مبارک

اک عرض تمنا ہے سو وہ ہم کرتے رہیں گے

مقام شکر ہے کہ مولانا حق نواز پہلے ہی جام شہادت نوش کر گئے اور متحدہ مجلس عمل کی تشکیل، اس کا پانچ سالہ دور حکومت اور سانحہ لال مسجد جیسے مناظر نہیں دیکھے ورنہ ان کے ٹارگٹ کلنگ کی نوبت ہی نہ آتی۔

سپاہ صحابہؓ کے قائدین اور کارکنان نے تو بڑی قربانیاں دے کر علمائے دیوبند کے فتوے کی لاج رکھی ہے لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ صاحبانِ دستار و جبہ اور علماء اسلام نے نہ صرف خود اپنے فتوے کی اپنے قول و عمل سے تردید کی بلکہ انہوں نے اپنے اکابر کے فتوے کی دھجیاں بھی فضا میں بکھیر دیں۔ خمینی حکومت نے برسر اقتدار آتے ہی ایرانی شیعی انقلاب کو دیگر اسلامی ممالک اور بالخصوص پاکستان میں منتقل کرنے کا اعلان کیا تھا جس سے دنیا بھر کے اہل تشیع میں زندگی کی نئی لہر دوڑ گئی اور وہ اس اعلان کو عملی صورت دینے کے لئے تگ و دو میں پوری طرح جت گئے۔ یہ صرف اور صرف سپاہ صحابہؓ کے قائدین اور کارکنان کی بے پناہ جدوجہد اور قربانیوں ہی کا نتیجہ ہے کہ آج 10 رجنوری 2009 تک جبکہ ایران میں خمینی انقلاب برپا ہوئے تیس سال گذر چکے ہیں یہ منحوس انقلاب نہ صرف پاکستان بلکہ کسی بھی دوسرے اسلامی ملک میں منتقل نہیں کیا جاسکا البتہ یہ ضرور ہوا کہ خود ایران میں بھی اس کی جڑیں اب کھوکھلی ہو چکی ہیں۔

مولانا حق نواز کے والد ولی محمد اپنے دور کے مشہور کھوجی تھے وہ پاؤں کے نشانات دیکھ کر چوروں اور مجرموں کا سراغ لگا لیا کرتے تھے۔ مشہور عربی مقولہ ہے ﴿الولد سرٌ لابیہ﴾ بعض لوگ اسے حدیث کے طور پر بیان کرتے ہیں حالانکہ یہ اور اس کے ہم معنی ساری روایتیں بے اصل اور جعلی ہیں۔ یعنی بیٹا اپنے باپ پر ہی جاتا ہے۔ اس اعتبار سے مولانا حق نواز شہید بھی اپنے دور کے عظیم کھوجی تھے۔ انہوں نے کھوج کے ایسے اصول اور انمٹ علامات و نشانات بتائے کہ قیامت تک کوئی چور پردہ خفاء میں نہیں رہ سکتا۔

والد نے تو صرف مال چرانے والوں کی کھوج لگائی تھی جبکہ عظیم بیٹے نے دین میں نقب لگانے والے دشمنانِ صحابہ و اہل بیتؓ کے "نقشِ پا" کی ایسی نشاندہی کی کہ وہ نہ تو کسی امام باڑے میں چھپ سکتے ہیں اور نہ ہی ایوان صدر میں۔

یہ عجیب اتفاق ہے کہ امیر عزیمت کے والد ولی محمد جب نماز کی ادائیگی کے دوران حالت سجدے میں فوت ہوئے تو ان کا گھوڑا ایک غریب آدمی کا سامان چرانے والے چوروں کا سراغ لگانے کے لئے تیار کھڑا تھا۔

اسی طرح عظیم بیٹے کی کار بھی شہادت سے پہلے مرکز اسلام، دین اسلام، گواہان اسلام اور خلافت راشدہ کی عمارت میں نقب لگانے والے چوروں کی کھوج لگانے کے لئے شورکوٹ روانگی کی خاطر بالکل تیار کھڑی تھی۔

امیر عزیمت اس راستے کے انتخاب سے پہلے اس کے انجام بھی بخوبی آگاہ تھے۔ جسے اس بات کا خوف ہوتا ہے وہ اس وادی میں قدم ہی نہیں رکھتا۔ البتہ وہ شہادت کی موت کی تمنا و دعا ضرور کرتے رہے۔ میاں والی جیل میں دورانِ اسارت تہجد کے بعد یہ دعا کرتے کہ:

"اے اللہ اگر موت دینی ہے تو شہادت کی موت ہی دینا"۔

ایامِ اسیری میں اکثر اپنے احباب سے شعر سنا کرتے تھے اور ان کے اصرار پر وہ خود ایک ہی شعر سناتے:

چراغ زندگی ہوگا فروزاں ہم نہیں ہوں گے — چمن میں آئے گی فصلِ بہاراں ہم نہیں ہوں گے
ہمارے بعد ہی خونِ شہیداں رنگ لائے گا — یہی سرخی بنے گی زیبِ عنواں ہم نہیں ہوں گے
نہ تھا اپنے نصیبے میں طلوعِ مہر کا جلوہ — سحر ہو جائے گی شامِ غریباں ہم نہیں ہوں گے

بالآخر وہ اندوہ گین، قیامت خیز گھڑی اور وقت موعود آ ہی گیا جو ہر ذی روح پر آنا مقدر ہے کہ 26/رجب المرجب 1410ھ مطابق 22/فروری 1990ء شب جمعہ بوقت آٹھ بجے اپنی رہائش گاہ کے دروازے پر اہل سنت کا بے تاج بادشاہ، امیر عزیمت، شیر اسلام، وکیل صحابہؓ واہل بیتؓ اور سپاہ صحابہؓ کے بانی وسرپرست اعلیٰ مولانا حق نواز جھنگوی بعمر 38 برس کافر وظالم اور وحشی وسفاک قاتلوں کی گولیوں کا نشانہ بن کر جام شہادت نوش کر گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون. عاش سعیدا ومات شہیدا

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدم کہ بہار آخر شد

قتل کے بعد 17 گھنٹوں تک پوسٹ مارٹم کی آڑ میں نعش ورثاء کے حوالے نہیں کی گئی۔ بعد ازاں اسلامیہ ہائی سکول کے وسیع گراؤنڈ میں احتجاجی جلسہ عام کے بعد بروز جمعۃ المبارک بوقت عصر حافظ القرآن والحدیث مولانا محمد عبداللہ درخواستی کی زیر امامت نماز جنازہ ادا کی گئی۔ جگہ جگہ ناکوں، پابندیوں اور سارا شہر سیل ہونے کے باوجود نماز جنازہ کا اجتماع جھنگ کی تاریخ کا سب سے بڑا اجتماع تھا۔

نماز جنازہ کے بعد 27/رجب کی شب (یعنی شب معراج بشرط صحت روایت) جامعہ محمودیہ میں تدفین عمل میں لائی گئی۔ اس طرح موصوف اپنی دعا وآرزو کے مطابق شہادت کے بلند رتبے سے سرفراز ہو کر ان کے ہاں پہنچ گئے جن کے دفاع میں ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ ہوتا تھا۔

مت سوچ جھنگوی نہیں ارباب وطن میں — یہ دیکھ فضا شعلہ فشاں ہے کہ نہیں ہے
جو آگ سلگتی رہی اس شیر کے دل میں — اس آگ سے ہر روح تپاں ہے کہ نہیں ہے

آہ..... آج اٹھارہ سال کے بعد بھی بزم عرفان سونی ہے۔ محراب انسانیت بے نور ہے مسند خطابت کی رونق جا چکی ہے، جو جانتے ہیں انہیں تو بتانا کیا اور جو نہیں جانتے انہیں کیسے بتایا جائے کہ اس ایک ذات سے محروم ہو کر ہم کس دولت سے محروم ہو گئے۔

آہ..... وہ اسلاف کی جیتی جاگتی یادگار، وہ مجسم زہد وایثار، وہ پیکر غیرت وحمیت، وہ کوہ استقامت جسے دیکھ کر ایمان کے بجھے ہوئے ذرات میں تازگی پیدا ہوتی تھی، جس کا قرب پا کر دلوں میں ذوق عمل اور تعلق باللہ کی امنگ بیدار ہوتی تھی، جس نے گوشۂ خلوت میں بیٹھ کر نہیں بلکہ کارزار حیات کے ان میدانوں میں رہ کر اپنے دامن تقدس کو بے داغ رکھا۔ جس نے عصر حاضر میں عزیمت واستقامت کی ان مثالوں کو دہرایا جو ارباب عزیمت کی تاریخ میں امام مالکؒ وامام احمدؒ اور دیگر اکابرین نے نقش کی ہیں یہ شاعری یا عقیدت کی کرشمہ کاری نہیں بلکہ حقیقت کا سچا اظہار اور واقعات ومشاہدات کے حقیقی تاثرات ہیں

اور جس شخص نے بھی کھلے دل کے ساتھ موصوف کی کتاب حیات دیکھنے کا کچھ موقع پایا ہو وہ یہ اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

اگرچہ امیر عزیمت کی شہادت کے بعد گزشتہ اٹھارہ برسوں میں بڑی تبدیلیاں رونما ہوئیں، ان کا عظیم ترکہ یعنی سپاہ صحابہؓ اپنوں کی اعانت سے ظالم حکمرانوں نے غصب کرلیا بعدازاں ملت اسلامیہ بھی پابندی کی زد میں آگئی مگر اس کے باوجود ان کے مخلص جانشین مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی، مولانا ایثار القاسمی، مولانا اعظم طارق، علامہ شعیب ندیم (رحمہم اللہ) اور دیگر سینکڑوں علماء وکارکنان جان کی بازی لگا کر سورہ احزاب کی آیت نمبر 23 ﴿من المومنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ فمنھم من قضٰی نحبہٗ﴾ کا مصداق ہوگئے۔

جبکہ علامہ علی شیر حیدری، مولانا محمد احمد لدھیانوی، ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں اور دیگر احباب ﴿ومنھم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا﴾ کے تحت اپنی اپنی باری کے انتظار کے ساتھ ساتھ اس عظیم مشن کو نامساعد حالات میں بھی جاری رکھے ہوئے ہیں۔ امیر عزیمتؒ نے تحفظ ناموس صحابہؓ کے جس مقدس مشن کی خاطر شب وروز محنت کی اور آگ اور سمندر کے خون سے گزر کر ایثار قربانی کی جن عظیم روایات کو زندہ کیا وہ مشن یقیناً زندہ ہے اور جب تک یہ مشن زندہ ہے امیر عزیمت کی خدمات اور ایثار وقربانی کی روایات اور نام بھی زندہ رہے گا۔

جھنگوی دلوں کو جلاتا رہا، اخوت کے پرچم اڑاتا رہا
ہوا جب کبھی ذکرِ مہر و وفا، بڑی دیر تک یاد آتا رہا

حب صحابہؓ رحمۃ اللہ — بغض صحابہؓ لعنت اللہ

شہداء ناموس صحابہؓ کی عظمت کو سلام پیش کرتے ہیں اور موجودہ قیادت پر مکمل اعتماد کا اظہار کرتے ہیں

جامعہ خلفاء راشدینؓ بھکر — جامعہ بناتِ عائشہ صدیقہؓ

بنیاد: نمونۂ اسلاف حضرت مولانا پروفیسر محمد عبداللہ صاحب سابق پرنسپل بھکر

بنیاد: جبلِ استقامت مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ
افتتاح: مخدوم العلماء، پیر طریقت حضرت خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ
بیاد: مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ، مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ

جاری شعبہ جات
☆ شعبہ حفظ وناظرہ، طلباء وطالبات ☆ درسِ نظامی ☆ مڈل تک عصری تعلیم ☆ دارالافتاء، ☆ فنِ خطابت طلباء وطالبات ☆ صحت وتعلیم واخلاقیات پر خصوصی توجہ ☆ سال بھر میں عوام کیلئے جلسوں کا انعقاد ☆ شعبان ورمضان میں دورۂ صرف ونحو ☆ ہفتہ میں ایک دن تربیتی بیان

مزید شعبہ جات
☆ ردِ فرقِ باطلہ کیلئے شعبان، رمضان میں خصوصی کورس کا انعقاد ☆ تفسیر قرآن کیلئے دورۂ تفسیر کا اجراء ☆ میٹرک تک عصری تعلیم ☆ ڈسپنسری کا قیام ☆ دستکاری سکول ☆ قصر امیر معاویہؓ کی تعمیر
اساتذہ ودیگر خدام مدرسہ کی تعداد 15، معلمات جامعہ 12

من جانب مولانا عبدالغفور حقانی مہتمم جامعہ ہذا

مقامی ومسافر طلباء کی تعداد 450 تعاون فرما کر عنداللہ ماجور ہوں
محلہ حبیب آباد خلفاء راشدینؓ روڈ نزد گرڈ اسٹیشن بھکر 0333 8056691

تقیہ شگاف ورافضیت شکن

پروفیسر مولانا خواجہ ابوالکلام صدیقی مدظلہ العالی

جامعہ خیر المدارس ملتان کا سالانہ جلسہ تھا، رات کی نشست سے پہلے جلسہ گاہ کے اردگرد پولیس کی کثرت اور مستعدی غمازی کر رہی تھی کہ اس نشست کا کوئی مقرر ایسا ہے جس کے بارے میں سرکاری انتظامیہ کی کوشش ہے کہ وہ جلسہ گاہ میں داخل نہ ہو سکے جبکہ دوسری طرف جلسہ کی انتظامیہ کا سکون واطمینان کچھ اور ظاہر کر رہا تھا۔ حاضرین جلسہ کا اشتیاق وانتظار مایوسی کو چھونے ہی لگا تھا، کہ سٹیج سے مقرر کے نام کا اعلان ہوا۔ یہ نام سنتے ہی دل ودماغ نے ان شنیدہ واقعات کی تصدیق کر دی جو اسی مقرر یعنی امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کے سرکاری اور باطل قوتوں کی رکاوٹوں کے باوجود کہیں بھیس بدل کر، کہیں راستہ بدل کر، کہیں سواری بدل کر، کہیں رسول اللہ ﷺ کی فتح مکہ کے موقع پر مخالف سمت سفر اختیار کرنے کی سنت کو تازہ کرتے ہوئے اور کہیں گمان میں نہ آنے والا ذریعہ اختیار کر کے مقامِ موعود تک پہنچنے کے بارے میں بیان کئے جاتے تھے۔

مولانا کے سٹیج پر آتے ہی پنڈال ''جیوے جیوے حق نواز'' اور ''کافر کافر شیعہ کافر'' کے فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھا، جامعہ خیر المدارس کی محتاط روش مؤخر الذکر نعرہ روکنے سے عاجز وبے بس دکھائی دے رہی تھی۔

تقریر کیا تھی؟ اخلاص کی فراوانی، جذبات کی طغیانی، دلائل کی روانی کا ایسا حسین امتزاج جو نہ صرف ہمہ تن گوش مجمع کے دلوں کو پگھلا رہا تھا بلکہ شیعہ عقائد ونظریات کے حوالے اذہان کو بھی فکر کی دعوت دے رہے تھے، عموماً جذباتی تقریروں میں دلائل مفقود نہیں تو محدود ضرور ہوتے ہیں اور مدلل گفتگو میں جذباتیت نہیں ہوتی مگر یہاں دونوں اپنے اپنے حسن کے ساتھ موجود تھے۔ یہی وہ انداز بیان تھا جس نے فتنہ رافضیت کی تقیہ کے پیچھے چھپی گندگی کو اہل حق خواص کا ہدف اور حقیقت فہم عوام کا مشاہدہ بنا دیا۔

اگرچہ میں اس سے پہلے مولانا شہید کی کیسٹیں سن چکا تھا اور ان کی حیرت انگیز اور قابلِ رشک استقامت سے بھی آشنا تھا مگر ان کی زیارت کا شرف پہلی بار حاصل کر رہا تھا، دوسری بار اُن کی تقریر قاسم باغ ملتان میں سنی جو ان کی آخری تقریر تھی یا آخری تقریروں میں سے تھی۔ اس کے کچھ دنوں بعد ۲۶ رجب المرجب ۱۲۱۰ھ/ ۲۲ فروری ۱۹۹۰ء آٹھ بجے شب اپنے گھر کے باہر اس گروہ کے ہاتھوں شہادت سے سرفراز ہو گئے جس کی سازش کا پہلا نشانہ دوسرے خلیفۂ راشدہ رسول اللہ ﷺ

کے خسر اور حضرت علیؓ کے داماد فاروقِ اعظمؓ، حضرت عمر بن خطابؓ بنے جن کے مجوسی الاصل قاتل ابولؤلؤ فیروز کو آج بھی اہلِ تشیع بابا شجاع کے نام سے تقدس واحترام سے یاد کرتے ہیں۔

مولانا حق نواز جھنگویؒ کا تعلق جھنگ سے تھا ان کے والدین نے ان کے نام میں بطور شکر اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ''حق'' اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ ''لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ'' (اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں ضرور بڑھاؤں گا) کے مطابق ان کو آتش نوا خطابت عطا فرما کر انہیں اپنے کلمات کے ذریعے حق کو واضح کرنے اور باطل کو مٹانے کے عظیم کام کے لئے چن لیا۔

عزیمت، رخصت کی ضد اور عزم بمعنی پختہ ارادہ سے ماخوذ ہے، انہوں نے تعاقب کے لئے اُسی فتنے کو چُنا جو موجودہ تمام فتنوں میں سب سے زیادہ قدیم، سب سے زیادہ گہرا اور سب سے زیادہ پُر فریب ہے۔

قادیانیت بہت بڑا فتنہ ہے مگر ''ایرانی انقلاب'' کے مؤلف مولانا محمد منظورؒ کی تحقیق کے مطابق شیعیت اس سے بڑا فتنہ اور اس سے بڑا کفر ہے۔ قادیانیت کو ایک تو صدیوں کا تسلسل حاصل نہیں جبکہ رافضیت کسی نہ کسی شکل میں اسلام کے آغاز ہی سے چلی آرہی ہے۔ دوسرے یہ کہ نبوت کے دعویٰ کی وجہ سے اس کا کفر ثابت کرنا نسبتاً آسان ہے اور اس کے لئے صرف ایمانی شعور کافی ہے، جب کہ رافضیت کا انکارِ ختم نبوت عقیدۂ امامت میں لپٹا ہوا ہے جسے سمجھنے کے لئے صرف ایمانی شعور کافی نہیں بلکہ عقلِ سلیم اور نگاہِ بصیرت بھی ضروری ہے۔ تیسرے یہ کہ قادیانی جملہ عقائد وعبادات میں مسلمانوں سے مختلف نہیں وہ عقائد میں صرف ختمِ نبوت کے اور اعمال میں صرف جہاد کے منکر ہیں جب کہ رافضیت کلمہ سے لے کر موت تک تمام عقائد واعمال میں اسلام سے یکسر مختلف ہے۔

انکارِ حدیث کا فتنہ آغاز میں معتزلہ کے نام سے سامنے آیا جس کی بنیاد خبر کی بجائے عقل پر رکھی گئی۔ اس گروہ نے اپنی عقل کو معیارِ حق قرار دے کر بظاہر اس سے ٹکرانے والی خبر واحد کا انکار کر دیا اور خبرِ تواتر اور قرآنی آیت میں تاویل کر لی اگرچہ اس گروہ کے نظریاتی اثرات علمی اور کتابی صورت میں تو موجود رہے مگر اس دور کے علماء کی قربانیوں کی وجہ سے ان کا عملی اور گروہی وجود مٹ گیا۔ صدیوں بعد دوبارہ یہ فتنہ برِعظیم پاک وہند میں سرسید احمد خاں کے ذریعے نیچریت کے نام سے سامنے آیا جس نے بتدریج پرویزیت کے معروف نام سے مربوط اور منظم صورت اختیار کر لی، اس لئے ایک تو یہ فتنہ بھی صدیوں کا تسلسل نہیں رکھتا اور دوسرے یہ کہ اس کی حقیقت سے آگاہی کے لئے کسی وسیع علم کی ضرورت نہیں، ایمانی شعور کے ساتھ صرف عقلِ سلیم اور اجمالی علم کا ہونا کافی ہے جب کہ رافضیت کی تقیہ پوشی صرف ان ذریعوں سے بے نقاب نہیں ہو سکتی۔

تیسرا نمایاں فتنہ غیر مقلدیت ہے ایک تو یہ قدیم نہیں جدید ہے جو انیسویں صدی عیسوی/ تیرھویں صدی ہجری میں وجود میں آیا۔ جس کے وجود کا ایک ذریعہ سرسید احمد خاں کی نیچریت اور دوسرا ذریعہ یہ رافضیت ہے جس نے غیر مقلدیت کو ''قولِ صحابی حجت نیست'' (صحابی رضی اللہ عنہ کی بات حجت نہیں) کی بنیاد فراہم کر کے مسلمانوں کو سبیل المومنین سے جدا کرنے کی کوشش کی ہے، برِعظیم میں اولین غیر مقلد عبدالحق بنارسی ہے جس نے بنارس کے شیعہ دیوان گلشن علی سے کہا کہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت مسلمانوں کے دل سے نکالنے کا جو کام آپ صدیوں میں نہیں کر سکے وہ میں نے اس جملے کے ذریعے دنوں میں حاصل کر لیا ہے۔ جس پر دیوان نے اس کا اُس دور میں جب غالباً ایک روپے کی ایک بکری آتی تھی، تیس روپے ماہانہ وظیفہ مقرر کیا کیونکہ غیر مقلدیت حدیث پر عمل کا دعویٰ اور اس کی دعوت رکھتی ہے، اس لئے اس فتنے سے آگاہی کے لئے ایمانی شعور اور عقلِ سلیم کے علاوہ علم کی وسعت اور اس میں فقاہت یعنی صحیح فہم کی صلاحیت کا ہونا بھی ضروری ہے۔ جبکہ شیعیت ورافضیت وہ فتنہ ہے جس کو سمجھنے کے لئے مذکورہ بالا چیزوں کے علاوہ تاریخی واقعات سے ان کی سازشوں کی پہچان کی بصیرت اور ان کے عقائد ونظریات کے پسِ پردہ مذموم مقاصد ومحرکات کا ادراک رکھنے والی ایمانی بصیرت کا ہونا بھی ضروری ہے، جس کا اندازہ ان کے درج ذیل عقائد ونظریات اور طریقۂ دعوت کے اجمالی تجزیہ سے کیا جا سکتا ہے۔

(الف) نظریۂ امامت

اہل تشیع کا نظریۂ امامت ان اجزاء پر مشتمل ہے:

۱۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی سی عصمت (نبی کریم ﷺ کے بعد آنحضرت کے بارہ خلیفے تھے..... جس طرح نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے نبیؐ بنایا اسی طرح..... بارہ اماموں کو خدا نے بنایا ہے یہ بارہ امام نبی کریم ﷺ کی طرح ہر گناہ سے پاک ہیں۔ کیا ناصبی مسلمان ہیں؟ از غلام حسین نجفی ص ۲۵۳)

۲۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے منصوص یعنی نامزد ہونا۔

۳۔ ان پر ایمان فرض اور ان کا انکار کفر ہونا۔

۴۔ ان سے معجزات کا ظہور ہونا۔

۵۔ ان پر وحی کا نزول ہونا۔

۶۔ ان کو حرام وحلال کے اختیارات حاصل ہونا (یہ اختیار تو اللہ تعالیٰ کے نبی علیہ السلام کو بھی حاصل نہیں کیونکہ وہ حرام و حلال کے فیصلے نہیں کرتے صرف اللہ تعالیٰ کے فیصلے بیان کرتے ہیں)۔

۷۔ قرآن مجید کے احکام منسوخ کرنے کا اختیار ہونا (جب کہ اللہ تعالیٰ نے "الیوم اکملت لکم دینکم" میں اشارہ فرما دیا کہ پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کی شریعت اپنے دور کے لحاظ سے مکمل ہونے کے باوجود بعد کے ادوار میں منسوخ ہونے والی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین ذاتی اور دور دونوں لحاظ سے مکمل ہونے کے علاوہ ناقابلِ تنسیخ بھی ہے)

۸۔ ائمہ کرام کا مرتبہ میں رسول اللہ ﷺ کے برابر اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام سے افضل ہونا۔

(i) امامت کا مرتبہ نبوت کے مرتبہ سے بالاتر ہے۔ (بینات خصوصی شمارہ ص ۷۸، بحوالہ حیاۃ القلوب ملا باقر مجلسی ج ۳ طبع ایران ۱۔۲)

(ii) ہمارے مذہب کی ضروریات یعنی بنیادی عقائد میں یہ عقیدہ بھی ہے کہ ہمارے اماموں کا وہ مقام ہے کہ اس تک کوئی مقرب فرشتہ اور کوئی نبی مرسل بھی نہیں پہنچ سکتا۔ (ایضاً ص ۷۹، بحوالہ الحکومت الاسلامیہ از خمینی طبع ایران ص ۵۲)

CamScanner

(iii) حضرت علی کو فضیلت کا وہی درجہ اور مقام حاصل ہے جو محمد ﷺ کو حاصل تھا۔ (ایضاً ۱۰۹، بحوالہ اصول کافی)

۹۔ ماکان وما یکون کا علم ہونا اور ان پر کوئی چیز مخفی نہ ہونا۔

۱۰۔ اپنی موت کا وقت کا علم ہونا اور اسے آگے کرنے کا اختیار ہونا۔ (یہ تمام اجزاء اصول کافی، بحار الانوار اور حق الیقین سے ماخوذ ہیں)

رسول اللہ ﷺ پر نبوت مکمل ہوگئی اور نبوت کے چھ لوازمات (بشریت، رجولیت، عصمت، وحی، پیغام رسانی اور نمونہ عمل میں سے چار نبی اور غیر نبی میں مشترک ہیں جبکہ صرف دو یعنی) عصمت و وحی ایسے امتیازی وصف ہیں جو نبوت کے ساتھ خاص ہیں اس لئے امام میں ان دو اوصاف کا ماننا درحقیقت ختم نبوت کا انکار ہے۔ دوسرے یہ کہ نبی ﷺ کے بعد نئے نبی کے آنے کا سلسلہ ختم ہوگیا اور مسلمانوں کی راہنمائی اور نگرانی کے لئے خلافتِ راشدہ کا آغاز ہوا، اہلِ تشیع نے دین میں سازشی تغیر و تبدل کے لئے پہلے تین خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی خلافت کے انکار اور چوتھے خلیفۂ راشد رضی اللہ عنہ کی امامت کا نظریہ تراشا۔ خلافت پر امامت کی فوقیت کے لئے امام کے بارے میں وحی کے نزول اور عصمت کا عقیدہ گھڑا اور شاہی خاندان سے محبت اور وفاداری کے ایرانی رجحان کی وجہ سے اہلِ ایران کی ہمدردیاں اور حمایت حاصل کرنے کیلئے امامت کو خاندانِ نبوت سے مخصوص کر دیا۔

(ب) اہلِ بیت کی محبت کا سازشی اور پُر فریب دعویٰ

اس گروہ نے اہلِ بیت سے محبت کا دعویٰ ان سے سچی اور ایمانی محبت کی وجہ سے نہیں بلکہ اہلِ ایمان کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کاٹنے کے لئے کیا۔ اس کے لئے پہلے تو اہلِ بیت کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مدِ مقابل بنا کر پیش کیا (حالانکہ جن کو یہ گروہ امام مانتا ہے وہ سب کے سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت کے معترف اور ان کی عقیدت و محبت سے سرشار تھے) اور پھر اہلِ بیتؓ کے حقیقی مفہوم ہی کو بدل ڈالا۔

پہلے طبقے کے اہلِ بیت یعنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن جو اُمہات المومنین ہیں ان کے نہ صرف اہلِ بیت ہونے کا، بلکہ اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کے ایمان کا بھی انکار کر دیا، اور یہ دلیل پیش کی کہ کسی نبی علیہ السلام کی بیوی کا مسلمان ہونا ضروری نہیں جیسا کہ خود قرآن سے حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیویوں کا کافر ہونا ثابت ہے۔ حالانکہ قرآن مجید میں پارہ نمبر ۲ سورۃ البقرہ میں "ولا تنکحوا المشرکاتِ" اور "ولا تنکحوا المشرکین" کا واضح حکم موجود ہے جس سے معلوم ہوا کہ اس سے پہلے کافر مرد اور کافر عورت سے نکاح کی جو اجازت تھی وہ منسوخ کر دی گئی ہے اور اس کے بعد نہ تو اہلِ ایمان میں سے کسی مرد اور عورت کا نکاح کسی کافر سے ہو سکتا ہے اور نہ ہی پہلے کیا ہوا نکاح باقی رکھا جا سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ کافرہ عورت سے نکاح اُمتی کے لئے حرام ہے تو پھر خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں بھی کوئی کافرہ کیسے رہ سکتی ہے؟ یقیناً

رسول اللہ ﷺ کی بیویوں کا کامل الایمان ہونا ہی نہیں بلکہ دوسری مسلمان عورتوں سے بھی ایمان میں زیادہ پختہ ہونا ضروری ہے۔ اس سے جہاں حضرت عائشہ و حفصہ رضی اللہ عنہما کے ایمان کی تصدیق ہو رہی ہے وہاں حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی

اللہ عنہما کا بھی ایمان والا ہونا ثابت ہو رہا ہے کیونکہ اول الذکر سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی ام کلثوم کا اور مؤخر الذکر سے خود رسول اللہ ﷺ نے یکے بعد دیگرے اپنی دو بیٹیوں یعنی رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما کا نکاح فرمایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق ان میں سے دوسری بیٹی کے انتقال پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر میری چالیس بیٹیاں ہوتیں اور وفات پاتی جاتیں تو میں انہیں عثمانؓ کے نکاح میں دیتا چلا جاتا۔

اس گروہ نے دوسرے طبقے کے اہلِ بیت یعنی آپ ﷺ کی اولاد میں شامل چار بیٹیوں کو ان میں سے تین کا انکار کر کے صرف ایک بیٹی تک محدود کر دیا، اور تیسرے طبقے کے اہلِ بیت یعنی اولاد کی اولاد کو پانچ نواسوں اور چار نواسیوں میں سے صرف حسن و حسین رضی اللہ عنہما اور پھر ان کے بعد صرف بارہ اماموں تک مخصوص کر دیا، حالانکہ اگر اہلِ بیت سے مراد اولاد کا پورا سلسلہ لیا جائے تو پھر باقی نواسے نواسیوں کے علاوہ ان دونوں کی قیامت تک کی اولاد کو بھی اہلِ بیت میں شامل ہونا چاہیے اور اگر یہ سلسلہ نواسوں اور نواسیوں تک بند کرنا ہے تو پھر ان کی اولاد میں جن کو امام مانا جا رہا ہے ان کو بھی اہلِ بیت میں شامل نہیں کرنا چاہیے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ سے امت میں دین، ایمان، قرآن، سنت، حدیث اور حکمت یعنی فقہ منتقل کرنے کا واحد ذریعہ ہیں، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاداتِ گرامی میں ایمان و عمل دونوں میں ان کا واجب الاقتداء ہونا بیان فرمایا ہے اور ان کو نا قابلِ اعتبار قرار دینا درحقیقت پورے دین کا انکار ہے اور یہی اہلِ تشیع کا مقصود ہے۔

(ج) قرآن مجید کے بارے میں تحریف کا عقیدہ

قرآن مجید دینِ اسلام کی اساس اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بنیادی معجزہ ہے جس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود لی ہے مگر ان کے نزدیک اصل قرآن مجید ان کا بارہواں امام (جو کہ حقیقت میں وجود نہیں رکھتا ہے) اپنے ساتھ غار میں لے گیا ہے جو سترہ ہزار آیات کا مجموعہ ہے اور موجودہ قرآن مجید صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مرتبہ ہے جس میں کمی کرنے کے علاوہ بعض تبدیلیاں کی گئی ہیں اور بعض کلمات و آیات کا اضافہ کر دیا گیا ہے اور اس کی ترتیب بھی اصل نہیں ہے۔ (قرآن مجید کے بارے میں یہ عقائد ان کی معتبر کتابوں اصول کافی، احتجاج طبرسی اور فصل الخطاب وغیرہ سے ماخوذ ہیں)

اتنے بڑے فتنے کی سرکوبی عزمِ صمیم، جرأتِ رندانہ، عافیت سوزی اور انجام سے بے نیازی کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ مصلحت گریزی اور ارادی ابتلا گزینی کی اس کیفیت کو عزیمت کہتے ہیں۔ مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ نہ صرف خود راہِ عزیمت پر گامزن ہوئے بلکہ دوسروں کو بھی اس کی دعوت دی۔ چھ ستمبر ۱۹۸۵ء میں سپاہِ صحابہ کے نام سے اہلِ عزم کے منظم ہونے والے قافلے کے بانی تھے، اس وجہ سے ان کو امیر عزیمت کہا جاتا ہے۔

ان کا عظیم کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے ایسے وقت میں اس فتنے کی سرکوبی کے لئے قدم اٹھایا جب خمینی انقلاب کو متعدد اہلِ نظر مسلمان زعماء بھی اسلامی انقلاب سمجھ رہے تھے۔ اور اس انقلاب کے بڑھتے ہوئے اثرات پاکستان کے اہلِ تشیع کے حوصلے بلند کر رہے تھے اور پاکستان کو شیعہ ریاست بنانے کے خواب دیکھے جا رہے تھے، اہلِ حق علماء کے قتل کا سلسلہ شروع

ہو چکا تھا اور مسلمانوں کی ہلاکت وتباہی کے وہی حالات پیدا کئے جا رہے تھے جو اس سے پہلے مختلف تاریخی ادوار میں شیعہ اقتدار میں پیدا کیے گئے تھے۔ مثلاً

۱۔ جب سلطان صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ عیسائیوں سے جہاد کر رہے تھے، اہل تشیع نے مجاہدین کے بچے اغوا کر کے عیسائیوں کے ہاتھ فروخت کر دیے۔ اس صورت میں سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے ضروری سمجھا کہ عیسائیوں سے پہلے اہل تشیع سے جہاد کیا جائے۔ ان سے فارغ ہونے کے بعد پھر وہ دوبارہ عیسائیوں کی طرف متوجہ ہوا اور ان سے بیت المقدس آزاد کرایا۔

۲۔ ۶۵۶ھ میں خلافتِ عباسیہ کے رافضی وزیر اعظم ابن علقمی نے ہلاکو خان کے رافضی مشیر نصیر الدین طوسی کے ساتھ مل کر ہلاکو خان سے بغداد پر حملہ کرایا جس کے فتنے میں مسلمانوں کی مرکزیت یعنی خلافت عباسیہ کا خاتمہ ہو گیا۔ اور لاکھوں مسلمان مقتول ہوئے۔

۳۔ آٹھویں صدی ہجری میں عیسائیوں سے نبرد آزما فاتح یورپ سلطان بایزید یلدرم کے خلاف رافضی امیر تیمور نے (جو تیمور لنگ کے نام سے معروف ہے اور تعزیہ کے جلوس کا بانی ہے) فوج کشی کی اور اسے شکست دے کر یورپ میں عیسائیوں کے خلاف مسلمانوں کی مزاحمتی قوت کو ختم کر دیا اور کم وبیش بارہ لاکھ مسلمانوں کو شہید کیا۔

۴۔ دسویں صدی ہجری میں صفوی خاندان کے اسماعیل اول نے ایران میں صفوی خاندان کی حکومت قائم کرتے ہی سب سے پہلا کام شیعہ مذہب کو سرکاری مذہب قرار دینے کا فیصلہ کیا۔ اس وقت سے آج تک وہاں شیعہ مذہب کو سرکاری مذہب کی حیثیت حاصل ہے۔ اس نے ایران میں حنفی المسلک مسلمانوں کی اکثریت کو قتل کر کے یا جبراً شیعہ بنا کر اقلیت میں تبدیل کر دیا اور تقریباً دس لاکھ مسلمانوں کو شہید کیا اور زندگی بھر مسلمانوں کی مرکزیت یعنی خلافتِ عثمانیہ کو نقصان پہنچانے میں کوشاں رہا، اس کے بعد اس کے جانشین بھی اسی طرح خلافت عثمانیہ کو ختم کرنے کی کوشش میں لگے رہے اور اس نے پہلے تین خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم پر خطبوں میں علانیہ تبرا شروع کرایا اور مسلمانوں کو دہشت زدہ رکھنے کے لئے ان کے علماء کی قبریں کھدوا کر ان کی ہڈیوں کو جلا کر راکھ کیا۔

جب نصیر الدین ہمایوں شیر شاہ سوری سے شکست کھا کر ایران میں پناہ گزین ہوا تو صفوی حکمران طہماسپ شاہ نے پہلے اسے مہمان رکھ کر اس کی ذہن سازی کی اور پھر اسے دوبارہ اقتدار حاصل کرنے لئے ایرانی فوج دی اور اس ذریعے سے شیعیت کے مذہبی اور ثقافتی اثرات شمالی ہندوستان میں منتقل ہو گئے جبکہ اس سے پہلے جنوبی ہند میں عادل شاہی، قطب شاہی اور نظام شاہی تین شیعہ حکومتیں موجود تھیں، اس دور سے لے کر دور حاضر تک اہل تشیع کی سازشوں اور قتل وغارت کے ننگ انسانیت واقعات بیان کرنے کے لئے بھی آنکھوں سے خون بہانے کا حوصلہ چاہیے۔

جھنگوی شہیدؒ کا دوسرا عظیم کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کی سلگتی چنگاریوں، ان کی عظمت سے منور ستاروں اور ان کی عقیدت سے مزین جواہرات کو ایک لڑی میں پرو کر ان کی دفاع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایمانی کوششوں کو منظم اور ان سے استفادہ آسان کر دیا مثلاً بحر العلوم علامہ علی شیر حیدری جیسی نابغۂ عصر شخصیت کی علمی وتحقیقی

افادیت جو سندھ تک محدود تھی، اسے ملکی ہی نہیں آفاقی بنادیا۔ جملہ استقامت مولانا اعظم طارق شہیدؒ کی بصیرت وفراست کو محرک ومتحرک کردیا، مولانا ایثار قاسمیؒ اپنے اسم کا مصداق بن گئے، مولانا ضیاء الرحمان فاروقیؒ کی مفکرانہ، مؤرخانہ صلاحیت کو کتنے نوجوانوں کو دلائل سے مسلح کرنے کا ذریعہ بنادیا، مولانا ضیاء القاسمیؒ جو اپنی بعض سیاسی پالیسیوں کی وجہ سے مقبولیت کو برقرار نہ رکھ سکے تھے، انہیں اس عظیم کام سے وابستگی کا موقع فراہم کرکے مقام محبوبیت پر دوبارہ کھڑا کردیا، بلکہ وہ پہلے سے بھی بلند مقام ہوگئے۔ ان کے درد دل اور سوز عیاں نے ریاض بسرؒ جیسے وہ شاہکار تیار کیجن کی ہیبت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر علانیہ تبرا کرنے والے لرزہ براندام ہوکر پردہ نشین ہوگئے۔

جھنگوی شہید کا تیسرا عظیم کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے اسلاف واکابر کی اہل تشیع کے کفر سے آگاہ کرنے کی محنتوں اور کاوشوں کو علم خواص سے نعرۂ عوام بنادیا۔

مولانا کی عظمت اور ان کی خدمات کے اعتراف واظہار کے لئے مناسب نہیں کہ دیگر حضرات مثلاً مولانا عبدالشکور لکھنویؒ، مولانا عبدالستار تونسوی، پروفیسر ڈاکٹر علامہ خالد محمود اور تنظیم اہل السنت کے دیگر افراد کی خدمات جلیلہ کا انکار کردیا جائے کیونکہ جس طرح امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات کو اپنے دور کے تقاضوں کے لحاظ سے نمایاں ہونے کے باوجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی علمی خدمات کے تسلسل سے جدا نہیں کیا جاسکتا اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا محدثانہ کام اپنی انفرادیت کے باوجود ان کی نقل کردہ احادیث کی اسناد میں شامل محدثین کی خدمات کا تسلسل ہے اسی طرح مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کے عظیم کام کی اساس اکابر ہی کی خدمات ہیں۔

جس طرح بعض حضرات مولانا کی عقیدت میں دیگر حضرات کی خدمات کا انکار کردیتے ہیں اسی طرح بعض حضرات مولانا شہیدؒ کے بارے میں یہ تاثر رکھتے ہیں کہ انہوں نے اکابر سے انحراف کیا ہے حالانکہ مولانا نے کوئی نئی بات پیش نہیں کی بلکہ اہل تشیع کے کفر پر ہر دور کے تقیہ شناس علماء حق مثلاً جلیل القدر تابعی امام شعبی، تبع تابعین کے دور میں مدینہ منورہ کے محدث وفقیہ امام مالکؒ، پانچویں صدی ہجری کے ابن حزمؒ اندلسی، چھٹی صدی ہجری کے قاضی عیاض مالکیؒ، شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، امام رازیؒ، ساتویں صدی ہجری کے علامہ ابن ہمام حنفیؒ، آٹھویں صدی ہجری کے ابن تیمیہؒ، نویں صدی ہجری کے صاحب فتاویٰ بزازیہ، دسویں صدی ہجری کے علامہ ابوالسعودؒ مفتی اعظم سلطنت عثمانیہ، گیارھویں صدی ہجری کے علامہ علیؒ قاری حنفی، مجدد الف ثانیؒ، بارھویں صدی ہجری کے شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، تیرھویں صدی ہجری کے شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ، قاضی ثناء اللہؒ پانی پتی، علامہ ابن عابدینؒ شامی، مولانا عبدالباریؒ فرنگی محلی، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، چودھویں صدی ہجری کے مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ، مولانا احمد رضا خان بریلوی، مولانا محمد انور شاہ کاشمیریؒ، مولانا عبدالشکور لکھنویؒ، پندرھویں صدی ہجری کے مولانا محمد منظور نعمانی، مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی، مفتی خلیل احمد قادری، مولانا عبیداللہ رحمانی اور دارالعلوم دیوبند، مظاہر العلوم سہارنپور، دارالعلوم ندوۃ العلماء، مدرسہ امینیہ دہلی وغیرہ متعدد مدارس کے مفتیان گرامی، مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سمیت ہر مکتب فکر کے علماء نے اہل تشیع کے کفر کا جو فتویٰ دیا ہے، مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ نے اسی کو اپنے خون جگر سے زبان زد عام کردیا ہے۔

CamScanner

مولانا جھنگوی شہید کی خدمات کا محور اور ان کی اضطرابی ایثاری کاوشوں کا مقصد صرف اور صرف یہ تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں اہلِ باطل کی زبانیں خاموش ہو جائیں اور ان کے قلم رُک جائیں اور ان کی پیدا کی ہوئی غلط فہمیاں اور بدگمانیاں اپنی موت آپ مر کر خود ان کے گلوں میں پڑ جائیں۔ ہر صاحبِ ایمان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت کی حقیقت سے آگاہ، ان کی محبت سے سرشار اور ان کی اتباع سے خوش انجام ہو جائے، اسی مقصد کا نام جھنگوی مشن ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ ان کی قبولیت کی دلیل ہے کہ اس مشن کا نام جھنگوی مشن ہو گیا، وگرنہ درحقیقت یہ مشن ہر ایمان والے کا مشن ہے جسے قلباً، ذہناً اور عملاً اختیار کرنا اس کے لئے اُخروی نجات اور دنیاوی سربلندی کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ مولانا جھنگوی شہیدؒ اور ان کے تمام رفقاء کی شہادتوں کو قبول فرمائے، ان کی سعی کو مشکور بنائے، ان کو اجرِ عظیم اور ثوابِ کثیر سے سرفراز فرمائے، جنت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی معیت نصیب فرمائے، ان کے مشن سے وابستہ افراد کے دلوں کو اخلاص سے مزین اور اپنی رضا کی طلب سے معمور فرمائے، ان کی کوتاہیوں سے درگزر فرمائے، ان کی کمزوریوں کو اپنی نصرت سے ہمکنار فرمائے، ان کو استقامت نصیب فرمائے۔ ان کی کوششوں کو حقیقی کامیابی کے ساتھ ساتھ ظاہری کامرانی سے بھی سرفراز فرمائے۔ اور ہم سب کو اپنے دین کے لئے ایسے قبول فرمائے جیسا کہ اس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قبول فرمایا، ہمارے دلوں کو ان کے دلوں کی طرح ایمان سے منور فرمائے اور ہمیں اُن کے طریقے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

بغض صحابہ لعنت اللہ — باللہ مدد — حب صحابہ رحمۃ اللہ

سلام عقیدت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیلئے جنہوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا سب کچھ قربان کر دیا
اور شہداء کاروانِ ناموسِ صحابہؓ پر جنہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اپنا سب کچھ قربان کر دیا

ہم

امیر عزیمت، امیر کاروانِ ناموسِ صحابہؓ، شیرِ اسلام

مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

اور ان کے باوفا جانشینوں

شہید ناموسِ صحابہ حضرت مولانا ایثار القاسمی رحمۃ اللہ علیہ ایم این اے

شہید ملتِ اسلامیہ حضرت علامہ ضیاء الرحمن فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

شہید ناموسِ صحابہ حضرت مولانا محمد اعظم طارق رحمۃ اللہ علیہ ایم این اے

شہید امت، نیرِ اسلام حضرت علامہ علی شیر حیدری رحمۃ اللہ علیہ

کی عظمت کو سلام پیش کرتے ہیں

امیر کاروان، قائد سنی انقلاب، جانشین شہداء قائدین حضرت مولانا محمد احمد لدھیانوی اور ان کے رفقاء و معاونین پر مکمل اعتماد کا اظہار کرتے ہیں

امیر عزیمت شہیدؒ کی یاد میں سالنامہ سرخرو کی خصوصی اشاعت کے اہتمام پر

مدیر اعلیٰ جناب خادم حسین صاحب مدظلہ — مدیر جناب مولانا ابو محمد ثناء اللہ سعد عثمانی

کو مبارک باد پیش کرتے ہیں

من جانب عمیر حیدری وہاڑی

امیر عزیمت شہیدؒ اور اُن کی تحریک

چند حقائق..... چند وضاحتیں..... چند گزارشات

ابو محمد مولانا ثناء اللہ سعد شجاع آبادی

فکر ونظر کا اختلاف ہر دور میں ہوتا چلا آیا ہے اور اگر اس کی بنیاد اخلاص وتقویٰ پر ہو تو اس کے محمود ہونے میں بھی اہلِ بصیرت کو کبھی تردد نہیں رہا، اور عموماً اس اختلاف کا شکار ہر دور میں چوٹی کے رجال کار ہی رہے ہیں۔

دوسری طرف تنگ نظر لوگوں کی کسی بھی دور میں کمی نہیں رہی، ہمارے دور کا دامن تو سابقہ ادوار کی نسبت کچھ زیادہ ہی تنگ نظری سے اَٹا ہوا ہے، کسی کی خدمات کا اعتراف محض اس بناء پر بھی نہیں کیا جاتا کہ اس سے اپنی شخصیت کا بت لرزتا دکھائی دیتا ہے۔ تاہم "وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ" کے مصداق اللہ رب ذوالجلال نے عصرِ حاضر میں اپنے جن بندوں کو بے پناہ عزت سے سرفراز فرمایا ان میں مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمہ اللہ اور ان کے جانشینوں کے اسماءِ گرامی نمایاں ہیں، البتہ مولانا حق نواز شہیدؒ کو اپنے جانشینوں پر یہ امتیاز بھی حاصل ہے کہ وہ بلاشبہ ان اصحابِ عزیمت کے امیر ہونے کے سبب سے بھی نہ صرف "امیرِ عزیمت" بلکہ "امیر اصحابِ عزیمت" کہے جانے کے مستحق ہیں۔

"عزیمت" کس مقام ومنصب کا نام ہے، یا اس پر فائز ہستی کس مقام ومرتبت کی حامل ہوتی ہے اس کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے مولانا ابوالکلام آزادؒ کے قلم سے نکلا ہوا یہ شہ پارہ ملاحظہ فرمائیے:

> "اصحابِ عزیمت کی دنیا باقی تمام اہلِ دنیا سے الگ تھلگ ہے، کائناتِ ہستی کا ایک بالکل الگ گوشہ ان کا مستقر ہے، جہاں کے احکام وقوانین کو دنیا کے اعمال ومعمولات پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ ان کی قوتیں الٰہی، اور ان کی ترقیاں لازوال ہوتی ہیں، غیر اللہ سے خوف کا تو کیا ذکر! وہ تو موت کو آنکھوں کے سامنے دیکھ کر بھی خائف نہیں ہوتے، ان کی پرواز نہایت بلند اور سوچ نہایت عمیق ہوتی ہے، وہ میدانِ شجاعت کے شہسوار ہوتے ہیں۔ اللہ کی حکمت والوہیت انہیں تمام خلق اللہ میں سے چن لیتی اور بحکم "واللہ یختص برحمتہ من یشاء" مختلف قسم کے عجائب وخوارق ان کیلئے مخصوص کر دیتی ہے۔ ان کے معاملات میں نہ تو کسی کا سا جھا ہوتا ہے نہ کسی مدعی کی وہاں تک رسائی ہوتی ہے۔"

''جس وقت بڑے بڑے اصحاب اموال واسباب کے ساتھ نہ دینے پر شکوہ کناں ہوتے ہیں، صاحب عزیمت اٹھتا اور یہ کہتا ہے کہ میں وقت کو ساتھ لے کر چلوں گا..... اگر مال واسباب نہیں ہیں تو میں اپنے وسائل خود تلاش کروں گا..... اگر زمین موافقت نہیں کرتی تو آسمان کو اُتر کر میرا ساتھ دینا چاہئے..... اگر آدمی نہیں ملتے تو جنات اور فرشتوں کو میرا ہم نوا بننا چاہئے..... اگر انسان کی زبان گنگ ہوگئی ہے تو پتھروں اور زمین کے ذرات کو میری حمایت میں چیخنا اور درختوں کو دوڑنا چاہئے..... آسمانوں کی بجلیاں میں اپنے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کرنے والوں کے دلوں پر گراؤں گا تاکہ ان کے خرمن خاکستر ہو جائیں..... وہ وقت کا مخلوق نہیں بلکہ خالق، اور اپنے عہد کا پروردگار ہوتا ہے۔ وہ زمانے کے حکموں پر نہیں چلتا بلکہ خلقِ خدا آتی ہے کہ اس کی جنبشِ لب کا انتظار کرے۔ وہ دنیا کی نعمت ہائے انواع واقسام پر للچائی ہوئی نظریں نہیں ڈالتا کہ کس کس کو اپنے دامن میں بھر لے، بلکہ دنیا اس کے سامنے دامنِ عجز و نیاز پھیلاتی ہے کہ اس کے فیض سے مستفید و مستنیر ہو۔'' (''تذکرہ'' سے ترمیم ماخوذ)

جس دور سے ہم گزر رہے ہیں کیا اس دور کے اصحابِ علم وفضل دیگر ادوار کی نسبت قلیل ہیں؟ کیا مدارس اور مدرسین سرزمین پاک وہند میں کمیاب یا نایاب ہو گئے ہیں؟ یا سابقہ تمام ادوار سے دورِ حاضر میں ان کی تعداد فزوں تر ہے؟ بحمد اللہ آج بھی بڑی بڑی دینی شخصیات اور بڑے بڑے جبال العلم والتقویٰ موجود ہیں، مسندِ علم وعرفان آج بھی آباد ہے، قرآن وسنت کے جواہر ویواقیت آج بھی لٹائے جا رہے ہیں۔ یقیناً یہ سب کچھ اسی دور میں موجود ہے، لیکن حق یہ ہے کہ یہ دور اس ''حق نواز'' کا ہے جس نے عصرِ حاضر میں چودہ صدیوں کی بے مثال تحریک ناموسِ صحابہؓ کو جنم دیا، اور آج اس کا نام ہر دَر و بام پہ گونجتا ہے۔ اور ایک عالم میں اس کا غلغلہ بلند ہے۔ عرب وعجم میں اس کا پیغام عام ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حق نواز اپنے دور کے نمرود کے مقابل جذبِ ابراہیمی کا پیکر ہے، فراعنۂ مصر کے دربار میں جلالِ موسوی کا مظہر ہے، حضرتِ حق نے اسے ذوقِ فاروقی ودیعت فرمایا ہے، وہ نہ صرف صاحبِ عزیمت ہے بلکہ بلاشبہ امیرِ عزیمت ہے۔

کفر کی گھنگھور گھٹائیں ایران سے چل کر پاکستان کی فضاءِ بسیط پر چھا گئیں اور ایمان کی کھیتیوں کو غرقاب کرنے لگیں تو حق نواز اکیلا اس طوفانِ بلاخیز کے آگے بند باندھنے کو اُٹھ کھڑا ہوا۔ حالات کی ناموافقت کا عذر تراشنے، وسائل کی عدم دستیابی کو سدِ راہ قرار دینے اور کسی بہت بڑے کارواں کی ہمراہی کے انتظار میں وقت ضائع کرنے کی بجائے اس مردِ حق شناس نے خود کو آتشِ نمرود میں جھونکتے ہوئے اسلام کے لبادے میں چھپے کفر کے خلاف کھلی بغاوت اور عداوت کا اعلان کر دیا۔

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی!

جب راہنمایانِ ملک وملت ایرانی انقلاب کی مدح وتوصیف میں رطب اللسان تھے اس نے اسے خالص کفریہ انقلاب قرار دیا..... اس نے دشمنِ دین وملت ''روح اللہ خمینی'' کے قد کاٹھ اور اس کے انقلابی افکار سے متاثر ومرعوب ہونے

کی بجائے ان کے تار و پود بکھیرنے کا فیصلہ کرلیا۔

جب قائدینِ ملت نے فتنۂ رافضیت کی گھاتوں اور وارداتوں سے آگاہی کے باوجود بھی گومگو کی پالیسی اور کفر خالص کے ساتھ مصالحانہ اور ''برخوردارانہ'' رویہ اختیار کیا تو حق نواز جانباز سربکف ہوکر میدانِ عمل میں اترا اور اُحد و بدر کی داستانیں دہرانے لگا۔ اس کی زبان حق کی ترجمان تھی..... اس کی آواز حق و صداقت کی آواز تھی..... وہ خود تو پاکستان سے باہر نہ جاسکا لیکن اس کی آواز بہت جلد عالمِ اسلام کے گوشے گوشے میں پہنچی اور جہاں جہاں پہنچی وہاں اس نے ناموسِ صحابہؓ کی سرفروش تحریک کو جنم دیا۔

بعض وہ حضرات جنہوں نے ایرانی انقلاب کا بغور جائزہ نہیں لیا، مولانا حق نواز شہید رحمہ اللہ کو متشدد قرار دیتے اور ایک عام مسلمان کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ ''سپاہِ صحابہؓ کی متشددانہ سرگرمیوں نے شیعیت کو منظم ہونے پر مجبور کردیا، اور وہ ہتھیاروں سے لیس ہوکر ان پر چڑھ دوڑی، ورنہ تو پاکستان میں اس جیسی بے ضرر مخلوق ہی اور کوئی نہیں تھی!''

مؤدبانہ گذارش ہے کہ یہ نقطۂ نظر فی الواقع قابلِ اصلاح ہے، اور عموماً وہ لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہیں، جو اس سے قبل فی نفسہٖ تاریخ شیعیت سے ناواقف ہونے کی بناء پر صدیوں سے اسلام اور ملتِ اسلامیہ کے مفادات پر ضربیں لگاتی ہوئی شیعیت کو بھی بے ضرر گردانتے اور اس کے ساتھ پیار کی پینگیں بڑھاتے ہیں۔ اگر ان لوگوں نے سیدنا فاروقِ اعظم اور سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہما کی شہادت کے اسباب و عوامل سے لے کر صدیوں تک پھیلی ہوئی شیعی دسیسہ کاریوں کا مطالعہ کیا ہوتا تو یقیناً وہ شیعیت کو ایک فتنۂ کبریٰ قرار دیتے اور ایرانی انقلاب کے قائدین اور بالخصوص بانیٔ انقلاب کے افکار و عزائم کا بغور مطالعہ کیا ہوتا تو ان کیلئے اس فتنۂ عظیمہ سے صرفِ نظر کرنا ممکن نہ رہتا۔ لاعلمی کی ''نعمت'' سے لطف اندوز ہونے والے ان حضرات کی اطلاع کیلئے عرض ہے کہ دورِ فاروقِ اعظمؓ میں مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہونے کے بعد دسویں صدی ہجری، یعنی کم و بیش ایک ہزار سال تک کا ایران واضح سنی اکثریت کا ملک تھا، سوائے چند شہروں کے اس ملک میں ہر طرف خلفاءِ راشدین رضی اللہ عنہم کی عظمت و تقدیس کے ترانے گونجا کرتے تھے۔ اسماعیل صفوی اور اس کے جانشینوں نے دھونس، دھمکی، قتل و غارت، ڈنڈے اور تلوار کے زور پر لاکھوں سنی گھرانوں کو شیعی عقائد اپنانے پر مجبور کیا، اور صرف ایران ہی نہیں بلکہ ہندوپاک کے بیسیوں اضلاع میں شیعیت کی ترویج ڈنڈے کے زور پر ہی ہوئی ہے۔

سلطنت اودھ میں واجد علی شاہ کے دور تک اور بعد ازاں لکھنؤ میں اٹھنے والے تبرا ایجی ٹیشن کا مطالعہ ہی کرلیا جائے، تو شیعیت کی خود تراشیدہ تصویر غلاظت میں لتھڑی ہونے کے باوجود اتنی ہیبت ناک نظر آتی ہے کہ رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب و احباب کی شرعی حیثیت و اہمیت کو تسلیم کرنے والا کوئی شخص اس خطرے سے آنکھیں نہیں چرا سکتا!

.....☆.....

جہاں تک میں سمجھتا ہوں مولانا حق نواز شہیدؒ کے ناقدین نے ان کی شخصیت سے انصاف نہیں کیا، صرف یہی نہیں بلکہ اصل المیہ یہ ہے کہ ان بے چاروں کی اکثریت نے ''اصحابِ رسول'' سے بھی انصاف نہیں کیا، ورنہ ملعون خمینی اور اس کے

برپا کردہ انقلاب کی مدح سرائی کا کوئی جواز نہیں تھا۔ مولانا حق نواز شہیدؒ کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ پختہ کار عالم نہیں محض جذباتی خطیب اور شعلہ نوا مقرر تھے، انہوں نے اپنی خطابت سے آگ لگا دی اور چلے گئے۔ راقم کے نزدیک ان اقوال کی حیثیت "تلک امانیھم" سے بڑھ کر نہیں ہے۔ مولانا شہیدؒ نے دارالعلوم کبیر والا کے اساتذہ سے کسب فیض کیا اور جامعہ خیر المدارس ملتان میں شیخ الحدیث علامہ محمد شریف کشمیریؒ، حضرت مفتی عبدالستارؒ، حضرت مولانا محمد صدیق جالندھری اور دیگر کاملین فن اساتذہ سے دورۂ حدیث شریف کے اسباق مکمل کر کے سندِ فراغت اور دستارِ فضیلت حاصل کی، اور دورۂ حدیث کے امتحان میں جو عالیشان کامیابی حاصل کی اس کی تفصیلات شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد صدیق زید مجدہم نے اپنے مضمون میں پیش کر دی ہیں، بعد ازاں مولانا شہیدؒ نے قطب الاقطاب مولانا محمد عبداللہ بہلوی نقشبندی رحمہ اللہ سے قرآنِ کریم کی تفسیر پڑھی، ساتھ ہی تنظیم اہل سنت ملتان کے دارالمبلغین سے امام المناظرین مولانا عبدالستار تونسوی اور علامہ دوست محمد قریشیؒ سے ردِّ رفض و بدعت کے موضوع پر مناظرہ کی تربیت حاصل کی، بنیادی تعلیم کے یہی وہ اجزاء ہوتے ہیں جن سے دین کے مختلف شعبوں میں کام کرنے کی صلاحیت اُجاگر ہونے کے علاوہ دینی کارکن کی زندگی کا رُخ بھی متعین ہوتا ہے اور بعد ازاں یہی اجزاء کسی بھی دینی شخصیت کی تکمیل کا سبب بھی بنتے ہیں۔

قدرت انسانوں سے تقسیمِ کار کے اصول کے تحت کام لیتی ہے، اس اصول کے تحت قدرت کو چونکہ مولانا شہیدؒ سے میدانِ تدریس یا تصنیف و تالیف کی بجائے ردِّ فرق باطلہ اور بالخصوص تردیدِ سبائیت کے موضوع پر کام لینا مقصود تھا، تو انہیں خطابت اور قوتِ استدلال سے نواز دیا گیا، مولانا شہیدؒ ان جواہر سے مالا مال ہو کر جھنگ میں خطیب کی حیثیت سے تشریف لائے تو اپنے ذوق کی نشو و نما برابر جاری رکھی، جس کا ثبوت ان کی لائبریری ہے، جو آج بھی جھنگ جا کر ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ مولانا خود فرمایا کرتے تھے کہ "میں نے شیعیت کا پندرہ سال مطالعہ کیا ہے، اور کوئی چھوٹی بڑی کتاب میں نے مطالعہ کئے بغیر نہیں چھوڑی"۔

مولانا شہیدؒ کے اس دعوے کو مدِّ نظر رکھا جائے تو ان کو کسی کم علمی کا طعنہ کیونکر دیا جا سکتا ہے؟ کام کرنے والے کسی بھی فرد کے لئے پندرہ سال کا مطالعہ اور غور و خوض کچھ کم نہیں ہے، البتہ مقصد محض مطالعہ کرنا ہو (نا کہ کام کرنا) تو بلاشبہ اس کے لئے زندگی کی صدیوں پر مشتمل ساعات بھی ناکافی ہیں۔

مولانا کے ذوقِ مطالعہ کا اس سے بڑھ کر ثبوت کیا ہوگا کہ آپؒ حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کی مشہور کتاب "تحذیر الناس" کا ۱۹۸۴ء تک آٹھ بار مطالعہ کر چکے تھے۔ چنانچہ ۱۹۸۴ء میں جب آپ اپنی مسجد میں سلسلہ وار سیرت النبیؐ کے موضوع پر جمعہ کی تقاریر کر رہے تھے، ایک تقریر بہ عنوان "مقامِ نبوت تحذیر الناس کی روشنی میں" فرمائی، یہ تقریر بڑی ولولہ انگیز ہے، اس تقریر میں خود فرماتے ہیں:

> "جتنا مجھ سے ہو سکتا تھا یا میں مطالعہ کر سکتا تھا، یا جہاں تک میرا دماغ، میری نظر، میرا شعور، میری عقل کام کر سکتی تھی، یا جتنا از خود مطالعہ کر سکتا تھا یا کسی سے تحقیق کر سکتا تھا، یا بڑے بڑے جید علماء کے لٹریچر کا

مطالعہ کر کے معلومات لے سکتا تھا، یا اساتذہ سے پوچھ سکتا تھا، یا تاریخ کا مطالعہ کر سکتا تھا یا جہاں تک مختلف فرقوں کے لٹریچر کا مطالعہ میرے بس میں تھا، میں نے ایک طویل مدت سے اس کا مطالعہ کیا ہے، طالب علمی کے زمانہ میں مطالعہ کیا، فارغ ہونے کے بعد آج تک پندرہ بیس سال کی طویل مدت مطالعہ میں گزری اور یہ مطالعہ مسلسل جاری ہے۔ میرے اس مطالعہ اور تعلیمی استطاعت کے مطابق میرے سامنے کوئی ایسی مدلل کتاب، اس سوال کے جواب میں سوائے مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی کتاب کے اور کوئی نہیں آئی، جو انہوں نے اس موضوع پر لکھی کہ آخر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلسلۂ نبوت کا اختتام کیوں ہوا، کسی اور نبی پر اس کا خاتمہ کیوں نہیں ہوا اور یہ کہ یہ سلسلہ ختم کیوں کیا، یہ سلسلہ برابر جاری کیوں نہ رہا؟ چنانچہ ذمہ داری کے ساتھ خانۂ خدا میں کھڑے ہو کر عرض کر رہا ہوں کہ کم از کم اس کتاب کو، جو اُردو زبان میں ہے میں نے آٹھ مرتبہ پڑھا ہے۔ (پھر کئی سال بعد کی بعض تقاریر میں فرمایا کہ پندرہ مرتبہ پڑھا ہے..... سعد)

چنانچہ ۲۶/اپریل ۱۹۸۴ء کو جنرل ضیاء الحق کی طرف سے جاری کردہ امتناع قادیانیت آرڈیننس کے نفاذ کے بعد گوجرہ میں منعقد ہونے والی ختم نبوت کانفرنس میں حضرت خواجہ خواجگان مولانا خان محمد صاحب امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی زیر صدارت آپؒ نے ''عقیدۂ ختم نبوت تحذیر الناس کی روشنی میں'' کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ یہ خطاب اس قدر مؤثر، دلپذیر اور جامع تھا کہ حضرت خواجۂ خواجگان کی نظریں آپ کے چہرے سے نہیں ہٹتی تھیں۔ بعد میں حضرت اقدس مختلف مقامات پر اس تقریر☆ کی مدح میں رطب اللسان نظر آئے۔ حتیٰ کہ آج ۲۵ سال گذر جانے کے باوجود بھی وہ تقریر حضرت خواجۂ خواجگان کے ذہن سے محو نہیں ہوئی، اور اب بھی مختلف مقامات پر اس کا حوالہ دیتے رہتے ہیں۔

اس سے مولانا کے ذوقِ مطالعہ اور محنت کا اندازہ ہوتا ہے۔ مولانا شہیدؒ کی محنت، ذہانت و ذکاوت اور استعداد و

☆..... اس تقریر کی لذت کا عالم دیکھئے کہ بعد ازاں لاہور کے کسی مقام پر منعقد ہونے والی ختم نبوت کانفرنس میں علماء کرام نے ایک دفعہ پھر فرمائش کر کے آپ سے وہ تقریر کروائی، یہ قیامِ سپاہِ صحابہؓ سے قبل کا زمانہ تھا اور آپ شہرت و عظمت کی ان بلندیوں پر ابھی فائز نہیں ہوئے تھے جو قدرت نے بعد میں آپ کو نصیب کیں۔ چنانچہ آپ کی تقاریر کی ریکارڈنگ کا انتظام کم ہوا کرتا تھا۔ تاہم لاہور والی تقریر ریکارڈ ہوئی۔ بعد ازاں ۲۰۰۰ء میں بندہ کے عم مکرم مجاہد ختم نبوت مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی زید مجدہم نے اس تقریر کو ''خطباتِ ختم نبوت'' میں شامل کر کے شائع کیا۔ اور بندہ نے بھی ''خطباتِ امیر عزیمت'' میں اس تقریر کو شائع کرنے کا شرف حاصل کیا۔ اس تقریر کی اصل اہمیت اس بناء پر ہے کہ یہ ''تحذیر الناس'' کی روشنی میں کی گئی ہے! اور ''تحذیر الناس'' حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کی وہ مشہور کتاب ہے جو اثباتِ عقیدۂ ختم نبوت کے موضوع پر لکھی گئی۔ لیکن بعد ازاں یہ کتاب مولانا احمد رضا خان کے ہتھے چڑھی تو انہوں نے تین مختلف مقامات سے قینچی مار کر عبارات اکٹھی کیں اور انہیں آپس میں جوڑ کر ایک ہی عبارت بنا کر اس سے مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کو منکر ختم نبوت قرار دے کر کفر کا فتویٰ عائد کر دیا، اس کتاب کی اردو عبارت اتنی ثقیل ہے کہ اسے پڑھتے اور سمجھتے ہوئے بڑے بڑے اہل علم کی جان جاتی ہے، مولانا حق نواز شہیدؒ نے اس کو حل کرنے کے لئے بار بار مطالعہ کیا اور کوزے میں بند اس سمندر کی تہہ سے ایسے موتی نکالے جن سے اس کتاب اور صاحب کتاب کی حقیقی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس بناء پر پورے دیوبندی مکتب فکر کو مولانا شہیدؒ کا ممنونِ احسان ہونا چاہئے!

صلاحیت کا ایک شاہکار وہ مناظرہ بھی ہے جو سپاہِ صحابہؓ کے قیام سے کم وبیش چھ سال قبل جھنگ میں بریلوی علماء اشرف سیالوی وغیرہ سے ہوا تھا۔ بلاشبہ اس مناظرہ پر جو فیصلہ جج صاحبان نے صادر فرمایا اس میں مولانا شہیدؒ کی ''شکست'' دکھائی گئی ہے، لیکن اس مناظرہ کے بعد بریلوی حضرات میں جو کھلبلی مچی اور نوبت ایک دوسرے کے پول کھولنے تک پہنچی تو خانقاہ گولڑہ شریف والے پیر سید نصیر الدین مرحوم کو بھی تسلیم کرنا پڑا کہ شکست مولانا حق نواز کو نہیں اشرف سیالوی کو ہوئی ہے۔ پیر صاحب کی عبارت ملاحظہ ہو:

''مقابل مناظر (مولانا حق نواز) نے ان (مولانا اشرف سیالوی) کے ایک ممدوح (مولانا احمد رضا) کی جس عبارت کو گستاخانہ قرار دیا تھا، سات گھنٹے جاری رہنے والے اس مناظرے میں سیالوی قبلہ نہ اس کی صفائی پیش کر سکے اور نہ اسے ثابت فرما سکے۔'' (لطمۃ الغیب علی ازلۃ الریب ص ۹۴)

نیز اس مناظرے کے بعد پروفیسر طاہر القادری نے مولانا جھنگوی شہیدؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے خلاف مناظرہ میں شمولیت اور معاونت پر معافی طلب کی، پھر اسی مناظرہ کے نتیجہ میں ہی پرانی عیدگاہ والی مسجد کے خطیب مولوی محمد صدیق کو جھنگ سے کوچ کرنا پڑا۔ جبکہ مولانا شہیدؒ کی جھنگ کے عوام میں مقبولیت روز افزوں ترقی کرتی چلی گئی۔ ادھر اسی دوران ۱۹۷۹ء میں ایران میں برپا ہونے والے شیعی انقلاب کے بعد پاکستان بھر میں شیعیت کی ایک لہر اٹھ کھڑی ہوئی۔ جس کے مقابلے کے لئے قدرت مولانا شہیدؒ سے کام لینے کا فیصلہ کر چکی تھی۔ چنانچہ پہلے پہل کچھ عرصہ تک مولانا شہید شیعوں کے لٹریچر کا مطالعہ کرتے اور حالات کا جائزہ لیتے رہے، بعد ازاں جھنگ میں تحفظ ناموسِ صحابہ کمیٹی تشکیل دی، اور جب حالات بہت زیادہ گھمبیر ہو گئے تو ۱۹۸۵ء میں سپاہِ صحابہ کی بنیاد رکھی، جس کا دائرہ کار آہستہ آہستہ وسیع تر ہوتا چلا گیا۔ علمی وسعت کے پندار میں مبتلا ''راہب'' کسی ایک موقع پر بھی مولانا شہید کو کسی عربی یا فارسی عبارت کا غلط ترجمہ پیش کرتے ہوئے یا کسی بھی موقع پر کسی بھی عبارت سے غلط استدلال کرتے ہوئے نہیں دیکھیں گے۔ پھر مولانا شہیدؒ کو علمی حیثیت کمزور ہونے کا طعنہ دینا اور اصحابِ رسول کے دشمن کو دانت نکالنے کا موقع فراہم کرنا چہ معنی دارد!

نہ شود نصیب دشمن کہ شود ہلاکِ تیغت
سرِ دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی!

.....☆.....

مولانا حق نواز شہیدؒ کی تحریک کے بنیادی اہداف صرف دو ہی تھے (۱) ملک میں سیلاب کی سی تیزی سے بڑھتے ہوئے ایرانی شیعی انقلاب کا سدِ باب (۲) سنی انقلاب برپا کر کے ملک میں اسلامی نظام بطرز ''خلافتِ راشدہ'' کا قیام!

اس میں قطعاً کوئی مبالغہ آرائی نہیں کہ ایرانی انقلابی حکومت پاکستانی شیعوں کو استعمال کر کے پاکستان میں شیعی انقلاب برپا کرنا چاہتی تھی۔ اس مقصد کے لئے زبردست تیاریاں کی گئیں، پاکستانی شیعوں کی اکثریت ۱۹۷۹ء تک سنیوں کے دروازوں پر بھیک مانگتی دکھائی دیتی تھی۔ لیکن انقلاب کے بعد ان پر ایران کا سیال سونا بے دریغ لٹایا گیا، بے نام ونشان شیعی ذاکر اچانک لمبے چوڑے القاب کے ساتھ مجتہد کا لباس پہن کر نمودار ہونے لگے۔ پچانوے فیصد سے زائد سنی اکثریت

کے ملک میں ''تحریک نفاذ فقہ جعفریہ'' کا قیام عمل میں لایا گیا اور اسلام آباد میں پارلیمنٹ کا گھیراؤ کر کے ضیاء الحق کے مارشل لائی اقتدار سے اپنے مطالبات منوالئے گئے۔ پارلیمنٹ کا گھیراؤ دراصل انقلاب کی ریہرسل تھی، آغا مرتضیٰ پویا جیسے اشخاص جو ایرانی انقلابی عمل کے دوران خمینی کے ساتھ رہے تھے، باقاعدہ تربیت دے کر بھیجے گئے جو آتے ہی پاکستان کے سیاسی منظر پر چھا گئے۔ مختلف اضلاع میں خانہ ہائے فرہنگ ایران نے اپنی سرگرمیوں میں ہنگامی بنیادوں پر ہوش ربا اضافے کئے، اور ان سب سرگرمیوں کے پس منظر میں ایران کی دولت کام کر رہی تھی۔ کوئٹہ میں ایرانی پاسداران انقلاب نے اچانک دھاوا بول دیا۔ راقم الحروف اپنی زیر طبع ''تاریخ شیعیت'' میں اس تمام منصوبے کی تفصیلات پیش کر چکا ہے۔ اہل علم کے لئے تو خیر یہ سب کچھ کسی نئے انکشاف کی حیثیت نہیں رکھتا تاہم اب جبکہ وہ سب عزائم چکنا چور کر دیئے گئے ہیں، بعض بھولے بادشاہوں کی بصیرت و بصارت ایرانی انقلاب کی پاکستان میں درآمدگی کی بات سن کر باچھیں کھلا کر ہنستی ہے۔ حالانکہ ایسے بھولے بادشاہوں کی سادگی یا ڈھٹائی پر زمانے کو ہنسنا چاہئے جن کو آج تک دوست اور دشمن کا ادراک نہیں ہو سکا۔ اور یہ لوگ آج بھی اپنی آستینوں میں سانپوں کی پرورش فرما رہے ہیں۔ یہ مولانا حق نواز شہیدؒ اور ان کے رفقاء فکر ہی تھے جنہوں نے ایرانی عزائم کے سامنے بند باندھا اور پاکستان میں شیعیت کو خطرے کی لکیر سے بہت پیچھے دھکیل کر اس مقام پر لا کھڑا کیا جہاں اسے اپنی بقاء کی جدوجہد کرنا پڑ رہی ہے چنانچہ بحمد اللہ ملک شیعی انقلاب کے خطرے سے محفوظ کر دیا گیا ہے اور اب شیعیت کو بھی اس کا یقین ہے کہ کسی قسم کی تخریب کاری سے انقلابی مقاصد بہر حال حاصل نہیں کئے جا سکتے۔ چنانچہ اب پاکستان میں شیعیت کی سیاسی سرگرمیاں ماند پڑ گئی ہیں، اور اپنی بقاء کے لئے اسے سنی سیاسی قوت کے زیر سایہ پناہ لئے بغیر چارہ نہیں! نفاذ فقہ جعفریہ کی بات بھی قصۂ پارینہ ہو چکی ہے، اور اب ایرانی شیعیت نے بعض دیگر ممالک کو اپنے نظریات کی جولانگاہ بنایا ہوا ہے جہاں سے اسے منہ کی کھانی پڑ رہی ہے۔ اس سلسلے کی دو اہم خبریں ملاحظہ فرمائیے:

(۱) مراکش نے ایران سے سفارتی تعلقات توڑ لئے!

مراکش نے ایران کے ساتھ اپنے سفارتی تعلقات یہ کہتے ہوئے منقطع کر لئے ہیں کہ ایرانی سفارت خانہ اکثریتی سنی مملکت میں اپنے عقائد کو فروغ دینے میں ملوث ہے۔ مراکش کی وزارت خارجہ کی طرف سے جاری کردہ بیان میں الزام لگایا گیا ہے کہ ایرانی سفارت خانہ ملک کے اندرونی معاملات میں ناقابل برداشت حد تک مداخلت کر رہا ہے۔ اور ایسی سرگرمیوں میں ملوث ہے جس سے ملک کے مذہبی اتحاد کو سنگین خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔ ایران کے وزیر خارجہ منوچہر متقی نے مراکش کے اس اقدام کو غیر متوقع قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ یہ حیران کن ہے اور اس کے بارے میں سوال کیا جا سکتا ہے۔ واضح رہے کہ مراکش کے ذرائع ابلاغ حالیہ چند برسوں سے ایران پر الزام لگا رہے تھے کہ وہ مراکش میں اپنے مذہبی عقائد کو فروغ دینے میں ملوث ہے۔''

(ہفت روزہ اخبار جہاں کراچی۔ ۱۶ تا ۲۲ مارچ ۲۰۰۹ء ص ۱۰)

(۲) ایران سے بھیجی ہوئی ۲۶ ہزار کتب افغان حکام نے دریا برد کر دیں

(امت نیوز) افغان حکام نے تصدیق کی ہے کہ انہوں نے ایک بڑی اور جامع تصدیق کے بعد ایران سے شائع کر کے افغانستان بھیجی جانے والی ۲۶ ہزار سے زائد درسی کتب کو دریا برد کر دیا ہے۔ جس میں افغانستان کے اکثریتی مذہبی طبقے کی دل آزاری پر مبنی مواد شامل کیا گیا تھا۔ کرزئی کی جانب سے ان متنازعہ کتب کو دریا برد کرنے کے اس اقدام کو امریکی اور اتحادی ممالک نے سراہا ہے۔ اور کہا ہے کہ یہ افغانستان کے تمام مذہبی مسالک کے مابین رواداری کو فروغ دے گا۔ کابل سے اپنی ایک رپورٹ میں امریکی اخبار واشنگٹن کے نمائندۂ خاص کا کہنا تھا کہ یہ کتب جن کے بارے میں مقام علماء کا کہنا تھا کہ ان میں دل آزاری پر مبنی باتیں شامل کی گئی ہیں، ایران سے شائع ہو کر نیمروز اور ہلمند میں لائی گئی تھیں۔ نیمروز کے گورنر غلام دستگیر آزاد نے صدر حامد کرزئی کو بتایا تھا کہ ان کی تحقیق کے مطابق ان کتب میں ایسا مواد ہے جس کی تشہیر ہوئی تو یہ کتب طالبان کی گولیوں سے زیادہ خطرناک ثابت ہوں گی۔ گورنر غلام دستگیر آزاد کا استدلال تھا کہ ان کتب کو جلانے کی بجائے دریا برد کرنا زیادہ مناسب رہے گا۔ آئندہ نجی اداروں و تنظیموں کو اس بات کا پابند کیا جائے کہ وہ باہر سے کتب منگوانے کی بجائے ملکی اداروں اور پبلشرز کی جانب سے شائع کی جانے والی کتابوں کو اپنے نصاب کا حصہ بنائیں۔ گورنر نیمروز کے ترجمان حاجی نذیر کا کہنا ہے کہ یہ کتب چھ ماہ پہلے ایران سے لائی گئی تھیں لیکن متنازعہ مواد کے باعث انہیں نصاب میں شامل کرنے کی بجائے ان پر علماء کرام اور ماہرین کی آراء وصول کر کے انہیں دریا برد کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ کیونکہ ان کتب سے افغانستان میں مذہبی ہم آہنگی کو نقصان پہنچنے کا خدشہ تھا۔

امریکی اخبار کا کہنا تھا کہ ضائع کی جانے والی کتب تاریخ اور دینیات کی تھیں۔ جن کے بارے میں کابل کے کتب فروشوں کا دعویٰ ہے کہ ایسی ۲۲ ہزار کتب کو ضائع کیا گیا ہے جن کا تخمینہ ۴۰ ہزار امریکی ڈالر لگایا گیا ہے، نیمروز کے گورنر غلام دستگیر کے ترجمان حاجی نذیر کا کہنا تھا، ہم نے تمام متنازعہ کتب کو ضبط کر کے انہیں ویئر ہاؤس میں رکھا تھا۔ جس میں سے کچھ نمونے وزارت تعلیم اور اسلامی تحقیق کو بھیجے تھے، اور ان کی آراء طلب کی تھیں۔ ان کی جانب سے ان کتب کو متنازعہ قرار دیئے جانے پر دریائے ہلمند میں ڈال دیا گیا۔ (روزنامہ امت کراچی)

.....☆.....

مولانا حق نواز شہیدؒ نے پاکستان میں ایرانی انقلاب کو روکنے کے لئے عوامی قوت کے استعمال کا فیصلہ کیا کیونکہ عوامی قوت کے بغیر عوام میں بڑھتے ہوئے شیعی انقلاب کے خوفناک ریلے کو نہیں روکا جا سکتا تھا۔ اس لئے سپاہ صحابہ طرز کی ایک

زوردار تحریک کا قیام ہی ضروری تھا۔ اور عوام کی طرف بڑھتے ہوئے اس خطرے کے سدِ باب کیلئے عوام ہی کو کھڑا کر دینے کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں تھا۔ اس کے پسِ منظر میں جہاں قادرِ مطلق کے تکوینی فیصلے کا عمل دخل تھا وہاں ظاہراً یہ مولانا شہید کا اپنا اجتہاد بھی تھا جس میں اگر وہ غلطی پر ہوتے تب بھی ایک نیکی کے حق دار قرار پاتے، لیکن جہاں تک راقم السطور کی فکر کا تعلق ہے تو وہ اس میں ان کے اس اجتہاد کو نہائت صائب قرار دیتا ہے۔ اور ان کی شہادت کے بعد سے تا حال پیش آنے والے احوال و واقعات کی بناء پر ان کے اس فیصلے کو خراجِ تحسین پیش کرتا ہے۔ یہ عوامی قوت تھی جس نے ان کی صدائے درد پر لبیک کہا اور آنے والے وقت کی مانگ پوری کرتے ہوئے بے دریغ اپنی جانوں کے نذرانے پیش کئے۔ جہاں تک علماء کرام کی دینی اور معاشرتی اہمیت کا تعلق ہے، ان کی افادیت اور برکات سے انکار کوتاہ اندیشی کے سوا کچھ نہیں، لیکن گذشتہ چند عشروں میں پیش آمدہ حالات کی بناء پر راقم کا تجزیاتی تاثر یہی ہے کہ عصرِ حاضر میں حضرات علماءِ کرام اپنے علمی وقار کو مجروح ہونے سے بچانے کے لئے بعض اوقات (یا شاید اکثر اوقات) حالات کی سنگینی کا مقابلہ مصلحت بینی اور دور اندیشی سے فرمانے کی کوشش کچھ اس قدر خلوص سے کرتے ہیں کہ نتیجتاً اندیشے تو دور ہوتے ہی ہیں، ساتھ ہی تحریکیں بھی تاریکی میں کھو جاتی ہیں۔

''تحریک سوادِ اعظم اہل سنت'' کے عنوان سے اٹھنے والی تحریک ایرانی انقلاب کے تناظر میں ایک واضح مثال ہے۔ جس کے بانیین اور محرکین بفضل اللہ تعالیٰ تا حال بزمِ ہستی میں پوری علمی آن بان اور شان کے ساتھ زندہ و تابندہ ہیں، جبکہ بیچاری ''تحریک سوادِ اعظم'' اسی دور میں ہی ان کی عظمت پر قربان ہو کر جامِ شہادت نوش کر گئی تھی۔ بعد میں اس مرحومہ کے بعض لواحقین نے کاروانِ حق نواز کے بعض ''دہشت گردوں'' کی مخبری کے ذریعے انہیں ناحق پسِ دیوارِ زنداں عقوبت خانوں میں بھجوا کر وطنِ عزیز میں بحالیٔ امن کے سلسلہ میں اپنی خدمات پیش کیں اور حکمرانوں سے اپنی خدمات کا صلہ پایا۔

مسافرانِ شبِ غم ، اسیرِ دار ہوئے
جو راہنما تھے پکے اور شہر یار ہوئے!

بعض تقدس مآب ہستیاں اب بھی سال بہ سال ''دورۂ فارس'' پر تشریف لے جاتی ہیں اور وطن واپسی پر ''اخوان الصفاء'' سے ملاقاتوں اور اپنی ''حق گوئی'' کی روداد پر مشتمل سفرنامے تحریر فرما کر قوم کی خدمت میں سرمۂ بصیرت پیش فرماتی رہتی ہیں۔ ان سفرناموں میں دیانت کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے جہاں ان کی ''بعض'' زیادتیوں یا مظالم کا تذکرہ کیا جاتا ہے وہاں ان کی خوبیوں کا بیان بھی ضروری ہوتا ہے، اور پیش بندی کے طور پر محاسن کا یہ تذکرہ معائب پر حاوی ہو جانے کی بناء پر تمام قسم کے ''منفی'' تاثرات کو بہا لے جاتا ہے! لہٰذا تحریکوں کا تاریکی میں گم ہو جانے کا تمام تر جواز اسی ''علمی وقار'' اور ''دیانت کے تقاضوں'' کا رہینِ منت ہوتا ہے!

جبیں پہ داغِ ریائی ، زباں پہ مہرِ سکوت
فقیہِ شہر فقیروں کی بات کیا جانے
حرم فروش ''شہادت'' سے باخبر ہی نہیں
خطیبِ شہر مقامِ حیات کیا جانے!

مولانا حق نواز شہیدؒ نے علیٰ وجہ البصیرت اس تحریک کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں رکھی، اور نوجوانوں کو اپنا ہم سفر بنانے کو ترجیح دی، لیکن ساتھ ہی علماء کرام کا مکمل احترام واکرام ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے انہیں بار بار یہ گزارش کی کہ آپ حضرات میری تحریک کی سرپرستی فرمائیں اور نوجوانوں کے سر پر دست شفقت رکھیں۔ چنانچہ کم وبیش ہر تحصیلی وضلعی تنظیم کی سرپرستی کی سعادت علماء کو میسر رہی اور باقی مناصب پر مختلف طبقات سے تعلق رکھنے والے نوجوانوں نے فائز ہو کر تحریک کو اٹھایا اور دیکھتے ہی دیکھتے بام عروج پر پہنچا دیا۔

عوامی تحریکوں کا مطالعہ رکھنے والے حضرات اس حقیقت کا ادراک رکھتے ہیں کہ ایسی تحریکوں میں مختلف طبقات سے تعلق اور مختلف اذہان رکھنے والے لوگ شامل ہو جاتے ہیں جنہیں مکمل کنٹرول میں رکھ کر ان سے اپنا کام نکلوانا نہایت مشکل ہوتا ہے، لیکن مولانا حق نواز شہید رحمہ اللہ کو قدرت کی طرف سے یہ قائدانہ صلاحیت ودیعت ہوئی تھی کہ انہوں نے ملک کے طول وعرض میں ان لاکھوں نوجوانوں کو اپنی مٹھی میں رکھا، اور جب تک وہ موجود رہے ارض وطن امن وامان کا گہوارہ بنی رہی، حالانکہ وہ اگر چاہتے تو ان مشتعل نوجوانوں کو ایک ہی اشارہ کافی ہوتا اور صحابہ کرامؓ کے خلاف آئے روز تبرا بکنے والے ذاکر، کتابیں لکھنے والے مصنف پہلے ہی مرحلے میں چن چن کر جہنم واصل کر دیے جاتے، مگر مولاناؒ نے یہ راستہ اختیار کرنے کی بجائے ایک بھرپور عوامی تحریک برپا کر کے صحابہ دشمنوں کے خلاف قانون سازی کی راہ ہموار کرنے کا فیصلہ کیا تاکہ مستقل بنیادوں پر اس فتنے کا سدّ باب کیا جا سکے! لیکن جونہی نوجوان کھڑے ہوئے شیعیت مولانا شہیدؒ کے اس طرز عمل کو بھانپ گئی، اور اسے اندازہ ہو گیا کہ ردّ عمل کی شدت عمل کی شدت سے کم نہیں ہے، اور یہی قانون فطرت ہے! شیعیت کے شاطر دماغوں کو احساس ہوا کہ قانون سازی کا پُرامن مطالبہ اگر اقتدار کے ایوانوں تک پہنچ جاتا ہے تو اس کی ذلت کے تمام تر اسباب موجود ہیں۔ چنانچہ پہلے پہل تو تحریری وتقریری دھمکیوں سے مولانا کو ڈرانے کی کوشش کی، بعد ازاں قاتلانہ حملوں کے ذریعے.....اور بالآخر فی الواقع قتل کرنے کا فیصلہ کیا تاکہ سنی شیعہ فسادات کا سنگ بنیاد رکھ کر سنی نوجوانوں کو بھی تخریب میں مبتلا کر دیا جائے، یوں کوئی ایک فریق ''مظلوم نہیں رہے گا'' اور دونوں کا وزن برابر قرار دے کر ملکی قانون اور عوام کی نظر میں دونوں کو ہی مجرم قرار دے دیا جائے۔ یوں مسئلہ ایک طویل عرصے تک نہ صرف لٹکایا جا سکتا ہے، بلکہ ایک جمہوری ملک کے عوام کو اس سے متنفر بھی کیا جا سکتا ہے!

چنانچہ پہلے مرحلے میں شیعیت نے مولانا شہیدؒ کو دھمکانے کا جو انداز اختیار کیا، اس کے بیسیوں شواہد میں سے ایک، وہ خط ہے جو شیعوں کے ''صدر العلماء، حضرت، علامہ، مفتی، سید، نصیر الاجتہادی کی نوجوانان ملت جعفریہ سے اپیل'' کے عنوان سے شیعوں کے ایک ہفت روزہ ''عظیم کراچی'' کی جلد نمبر ۷، شمارہ نمبر ۲۸، ۲۹ بمطابق مورخہ ۸ تا ۱۶ نومبر ۱۹۸۷ء کی اشاعت میں صفحہ اول پر چھپا، اس کے دو اقتباس ملاحظہ فرمائیے اور ''صدر العلماء'' کا لب ولہجہ دیکھئے، لکھتے ہیں:

''میں اپنی قوم کے تمام افراد سے اور بالخصوص نوجوانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اپنے حقوق کے تحفظ کے لئے کمربستہ ہو جائیں، اور زندہ اقوام کی طرح اپنے سماجی اور شرعی حقوق کے لئے اٹھ کھڑے

ہوں، کیونکہ قرآن اور تاریخ کا یہی فیصلہ ہے کہ انہی قوموں کو زندہ و تابندہ رہنے کا حق ہے جو اپنے حقوق کی ہر قیمت پر حفاظت کرنا جانتے ہیں۔ ہماری جنگ نہ کسی فرقہ سے ہے نہ ہی حکومت سے ہے۔ لیکن ہمیں زندہ رہنا ہے اور ایک غیرت مند قوم کی طرح رہنا ہے۔ اس کے لئے ہمیں جو کچھ کرنا ہے وہ کریں گے ہم اس ملک میں دوسرے درجہ کے شہری یا زیردست ملت کی طرح زندہ رہنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے ہیں۔ بحمد اللہ ہم تعداد، صلاحیت، دولت، علم کسی اعتبار سے کسی سے کم نہیں ہیں۔ پھر ہم اپنے حقوق سے محروم کیوں رہیں، اور اپنا حق کیوں نہ حاصل کریں۔ ہماری راہ میں کسی کو بھی حائل ہونے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے۔ ہم تیس سال سے اپنے حقوق کی پامالی کا مشاہدہ کر رہے ہیں اور ہر چیز کی طرح صبر کی بھی ایک حد ہوتی ہے، اب ہم ہر قیمت پر اپنے حقوق حاصل کر کے رہیں گے خواہ ہمیں اس کی کتنی بڑی ہی قیمت کیوں ادا نہ کرنی پڑے، جو لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم متفرق و منتشر ہیں وہ احمقوں کی جنت میں رہتے ہیں ہم میں خواہ کتنی جماعتیں اور ادارے ہوں مگر ان سب کا ایک ہی مقصد ہے، ایک ہی ہدف ہے کہ ہم اس دنیا میں محمدؐ و آل محمدؐ کے احکام کی روشنی میں زندگی گزاریں۔ ہم دوسروں کو اس کے لئے مجبور نہیں کرتے لیکن اپنی زندگی اور طریق کار میں دوسروں کی اجازت کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ ہمیں کسی سیاسی جماعت کی پشتی بانی اور حمایت کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم خود ایک عظیم قوت ہیں، ہر سیاسی جماعت ہماری محتاج ہے، ہم کسی کے محتاج نہیں، ہر فیصلہ میں ہمارا ہی فیصلہ حرف آخر ہوگا۔"

چند سطروں کے بعد پھر لکھتے ہیں:

"آپ کے علاوہ یہاں ایک اور ملت بھی رہتی ہے جس کی تعداد ڈھائی کروڑ ہے، اس کو گرجنا ہی نہیں برسنا بھی آتا ہے، چمکنا ہی نہیں بجلی بن کر گرنا بھی آتا ہے، جب ہم بولیں گے تو پہاڑوں کو پسینہ آ جائے گا اور ستاروں کو نیچے اتر کر ہماری گفتگو سننا پڑے گی، جس پاکستان کو ہمارے دماغ اور دولت نے بنایا ہے اس میں ہم یتیموں اور غلاموں کی طرح رہنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ ہم دوسرے درجے کے شہری کی حیثیت سے یہاں نہیں رہیں گے۔ ہم یہاں ایک معزز اور برابر کے شہری کی حیثیت سے رہنے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ ہم پر کسی قسم کی برتری کا دعویٰ صرف پاگل کر سکتے ہیں، ہمارے بغیر پہلے بھی کچھ نہیں ہو سکا اور اب بھی کچھ نہ ہوگا، عقلمندوں کو ماضی کے تجربات سے فائدہ اٹھانا چاہئے جس قوم کے پیش نظر صبح و شام کربلا ہو، اس کو کس طرح سے ڈرایا جا سکتا ہے؟ اور جس ملت کا ذہن ہر آن قید خانہ شام کا طواف کرتا ہو، اس کو کون ہراساں کر سکتا ہے؟ لوگ اگر نوشتۂ دیوار نہیں پڑھ سکتے تو آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھنا چاہئے شاید ان کو کچھ نظر آ جائے ورنہ ہم ان کو دکھائیں گے جو وہ دیکھنا نہیں چاہتے، مگر وہ دیکھیں گے۔

میں نہ تو کسی قوم کو ڈرانا چاہتا ہوں نہ دھمکی دینا چاہتا ہوں، میں تو صرف اپنی قوم سے بات کر رہا ہوں کہ وہ اٹھے اور اس طرح اٹھے کہ تمام طوفان بیٹھ جائیں۔ چلے اور اس طرح چلے کہ ہواؤں کی

سانس رک جائے۔ ہم ملک میں اسلام، عدل، آزادی کا اقتدار چاہتے ہیں، کسی پارٹی یا جماعت کا نہیں۔ ہم نظامِ مصطفیٰ ﷺ اور تشریح آلِ مصطفیٰ کے ماتحت زندگی گزارنا چاہتے ہیں۔ نہ کسی کی سروری تسلیم کرنے پر تیار ہیں، نہ برتری، برابری چاہتے ہیں۔ جیو اور جینے دو کے اصول پر جینا اور مرنا چاہتے ہیں"۔

اس سید الحمقاء کے لب و لہجے پر غور کیجئے، یہ لب ولہجہ یہود و ہنود کیلئے نہیں بلکہ پاکستان کی سنی اکثریت کیلئے استعمال کیا جارہا تھا۔

"ہم پر کسی قسم کی برتری کا دعویٰ صرف پاگل کر سکتے ہیں" اور "کسی کی سروری تسلیم کرنے پر تیار ہیں نہ برتری..... برابری چاہتے ہیں"۔

..... کیا مطلب؟ پاکستان تو واضح سنی اکثریت کا ملک ہے پھر اس ملک میں آبادی کے تناسب سے، اور جمہوری قوانین کے مطابق اہل سنت کو برتری حاصل کیوں نہ ہو! اس میں کون سا پاگل پن ہے! اور برتری کس چیز کی؟ آٹے میں نمک کے برابر ہونے کے باوجود یہ دعویٰ کہ "ہم تعداد، صلاحیت، دولت، علم، کسی اعتبار سے کسی سے کم نہیں ہیں"..... کتنا بڑا جھوٹ ہے؟ کیا شیعیت اس بات پر راضی ہے کہ مذہبی بنیادوں پر مردم شماری کرائی جائے تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی سامنے آجائے اور پھر دودھ میں سے مکھی کو نکال پھینکا جائے!

اِس سے قبل کہ مولانا حق نواز شہیدؒ قول سے آگے بڑھ کر کسی سائنٹفک سیاسی عمل کے ذریعے شیعیت کو اس کے صحیح حدود اربعہ سے آشنا کردیں، یہاں پر قوم کی ایک اور بدنصیبی جنم لیتی ہے، وہ یہ کہ ناموسِ صحابہ اور سنی حقوق کے مسئلہ پر اہلِ سنت والجماعت علماءِ دیوبند کی وہ قابلِ احترام شخصیات جو ایک طویل عرصے سے اس موضوع پر محنت کرتی چلی آرہی تھیں لوہا گرم دیکھ کر چوٹ لگانے کی بجائے محض اس بناء پر کہ سنی نوجوانوں کا رُخ یکسر مولانا حق نواز کی طرف بدل گیا ہے، آہستہ آہستہ گوشہ نشین ہوتی چلی گئیں، بعض حضرات کو یہ شکایت بھی پیدا ہوئی کہ مولانا کے کاروان کے بعض ناسمجھ اور جوشیلے نوجوانوں کی طرف سے انہیں بے احترامی کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ ان کی یہ شکایت بجا اور نہایت قابلِ افسوس ہے! لیکن میں یہاں بصد ادب یہ گزارش کروں گا کہ کیا محض اتنی سی شکایت پر مولانا حق نواز کو میدان میں تنہا چھوڑ دینے کا جواز نکل آتا ہے! ایک طرف صحابہ کرامؓ کے خلاف آئے روز بیہودہ لٹریچر کی بھرمار اور شب و روز تبرا بازی کی یلغار، نیز اٹھانوے فی صد سنی اکثریت کے ملک میں دو فیصد اقلیت کی طرف سے ایک نامانوس و ناپائیدار فقہ کے نفاذ کا اصرار، دوسری طرف آپ حضرات کی طرف سے نوجوانوں کی معمولی لغزشوں پر روٹھ کر میدان میں آنے اور اپنا کردار ادا کرنے سے انکار چہ معنی دارد! کیا ناموسِ صحابہ جیسے اہم مسئلے کو اپنے شخصی وقار کی بھینٹ چڑھا دینا ہی..... وفاداری ہے؟.....

ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

میرے خیال میں کئی اور آپشن بھی موجود تھے، مثلاً یہ کہ آپ کا شخصی اور علمی وقار آپ کو مولانا حق نواز جیسے "جذباتی محض" اور "مجنون" کے ساتھ چلنے کی اجازت نہیں دیتا تھا تو کیا مولانا اور ان کے ساتھیوں نے آپ کو کسی بھی قسم کا کردار ادا

کرنے سے روک دیا تھا؟..... کیا یہ نہیں ہوسکتا تھا کہ آپ اکابر واعاظم حضرات مل بیٹھ کر کوئی لائحہ عمل مرتب کرتے اور قوم کو گائیڈ لائن دیتے کہ مولانا اور ان کے ساتھی ''جذباتی اور کم عقل'' لوگ ہیں، ان کی تحریک کے جارحانہ انداز سے مستقبل میں مسائل پیدا ہوں گے۔ قوم ان کے پیچھے چل کر کسی غلط انجام سے دوچار ہونے کی بجائے اپنے بڑوں پر اعتماد کرے۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ جب مولانا حق نوازؒ اپنے ''جذباتی پن'' کی بناء پر ملک بھر کی پولیس اور انتظامیہ کے افسران سے اُلجھتے اور جلسوں میں چیخ وپکار کرتے پھر رہے تھے، یا بعد میں جب مولانا شہید کر دیئے گئے اور ملک میں قتل وغارت کا طوفان اُٹھ کھڑا ہوا، یا جب مساجد اور امام باڑوں میں فائرنگ کے ذریعے خونریزی ہو رہی تھی اور ملک میں ہر سُو آگ کے شعلے بھڑک رہے تھے، آپ حضرات اس قتل وغارت کا سبب بنے والے لٹریچر کے صندوق بھر کر ☆ وقت کے صدر مملکت یا وزیر اعظم یا اراکین پارلیمنٹ سے ملاقاتیں کرتے اور انہیں اصحابِ رسول کے خلاف پاکستان میں ہونے والی تحریری وتقریری جارحیت سے آگاہ فرما کر قائل کرتے کہ ملک میں فرقہ واریت کا طوفانِ بلاخیز برپا ہونے کا اصل سبب یہ لٹریچر ہے، جس پر پابندی اور مصنفین کو سزاؤں کا آرڈر جاری کر دیا جائے تو ملک میں سب ٹھیک ہو جائے گا''..... لیکن افسوس اور صد افسوس کہ ربع صدی کے طویل دورانیے میں ان سنجیدہ ومتین اکابر کی طرف سے اس طرح کی کوئی بھی سنجیدہ کوشش آج تک سامنے نہیں آئی! چنانچہ حکومتوں نے اس پچیس سالہ تاریخ میں پیش آمدہ واقعات کو سپاہِ صحابہ اور فقہ جعفریہ کا مسئلہ سمجھ کر حل کرنے کی بجائے دبانے کو بہتر سمجھا اور ڈنگ ٹپاؤ پالیسیوں کے ذریعے وقت گزاری میں عافیت محسوس کی! اگر کم از کم دیوبندیت ہی کے علماء اس مسئلے کو سنجیدگی سے لے لیتے تو اِسے دو تنظیموں کی بجائے دو مسلکوں اور دو قوموں کا معاملہ باور کرا کر بہترین نتائج حاصل کئے جا سکتے تھے!

.....☆.....

سپاہِ صحابہ کی تاسیس ۶ ستمبر ۱۹۸۵ء سے مولانا حق نواز کی شہادت ۲۲ فروری ۱۹۹۰ء تک ساڑھے پانچ سال کا عرصہ مولانا شہید کے بھرپور فیلڈ ورک پر مشتمل ہے۔ مولانا شہیدؒ نے تکفیر شیعیت پر مشتمل چودہ صدیوں کے اکابر کا فتویٰ برسرِ منبر ہی نہیں بلکہ چوکوں اور چوراہوں پر واشگاف طور پر سنایا لیکن ساتھ ہی یہ بھی ہر تقریر میں کہا کہ شیعیت کو میرے طرزِ گفتگو اور دعویٰ ودلائل پر اعتراض ہے تو اسے عدالتِ عالیہ میں میرے خلاف رٹ کرنی چاہئے۔ عدالت مجھے ملزم کی حیثیت سے طلب کرے، اور اپنے طریقہ کار کے مطابق تسلی کے ساتھ دو چار پانچ سال یہ کیس سماعت کرنے کے بعد فیصلہ سنائے، مجھے عدالت کا ہر فیصلہ منظور ہوگا۔

اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ مولانا کا طرزِ گفتگو انتہائی جذباتی ہوتا تھا لیکن اس حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں کہ انہوں نے جوش اور ہوش میں تصادم کی کیفیت کبھی پیدا نہیں ہونے دی اور نوجوانوں کو مکمل طور پر اپنی گرفت میں رکھا۔ یہی وجہ ہے کہ ساڑھے پانچ سال کے اس دورانیے میں ملک بھر میں کہیں بھی کسی سُنی نے کسی شیعہ کو قتل نہیں کیا۔ اگر شیعہ حضرات میں واقعتاً کوئی انصاف پسند موجود ہے تو اسے اس حقیقت پر غور کرنا چاہئے تاکہ اس سوال کا جواب تلاش کیا جا سکے کہ آخر ملک میں

☆..... جیسا کہ سابقہ ادوار میں ردِّ قادیانیت کے محاذ پر احرار رہنماؤں بالخصوص حضرت قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمہ اللہ کا ایک خوبصورت طرزِ عمل رہا تھا۔

قتل وغارت کی ابتداء کیوں ہوئی اور کس نے کی!

۱۹۸۸ء میں تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کے قائد عارف الحسینی کے قتل کا واقعہ پیش آیا، جنہیں پشاور کے ایک شیعی مدرسے میں قتل کیا گیا تھا۔ موقعۂ واردات سے کسی آدمی کی گرفتاری تو عمل میں نہیں آئی البتہ مقتول کے ایک محافظ نے اسی وقت خود کو گولی مار کر ہلاک کر دیا تھا۔ جس کی وجہ اپنے قائد کی جدائی کا صدمہ بتائی جاتی ہے، عین ممکن ہے کہ خودکشی کرنے والا ہی اپنے قائد کا قاتل ہو، تاہم قتل کی ایف آئی آر میں صوبہ سرحد کے مرد آہن اور سابق گورنر جنرل فضل حق کو اصل ملزم قرار دیا گیا، اور پھر موقع ملنے پر اکتوبر ۱۹۹۱ء میں جنرل فضل حق کو بھی انتقاماً قتل کر دیا گیا۔ اس واقعہ سے اس حقیقت کی طرف اشارہ مقصود ہے کہ عارف الحسینی کا قتل تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کے مطابق ایک سیاسی قتل تھا اور اس کے ملزم کم از کم مولانا حق نواز شہیدؒ یا ان کے ساتھی ہرگز نہیں تھے۔ ملک میں مذہبی یا فرقہ وارانہ قتل و غارت گری کا سراغ لگانا قطعاً ناممکن نہیں ہے، اس سلسلے کا آغاز ۲۲ رفروری ۱۹۹۰ء کی شام کو ہی ہوا، اور اس سلسلے کے سب سے پہلے مظلوم مقتول مولانا حق نواز شہیدؒ ہی ہیں۔

ایک لمحے کیلئے تمام تر وابستگیاں اور عقیدتمندانہ جذبات کو بالائے طاق رکھ کر سوچیے، آخر انہیں قتل کیوں کیا گیا؟ فریق مخالف نے انہیں گولی کا نشانہ بنانا ہی کیوں ضروری سمجھا! کیا ایسا ممکن نہیں تھا کہ انہیں عدالت میں لا کر دیوانہ، مجنون، متشدد اور غیر معقول انسان ثابت کر کے سزا دلوائی جاتی، انہیں عدالت ہی "مسلمانوں" کو کافر کہہ کر فرقہ واریت کی آگ بھڑکانے والا مجرم ثابت کر کے قابلِ گردن زدنی قرار دیتی اور ان کی تحریک کو بلا جواز قرار دے کر اُسی وقت ہی اس پر پابندی کا حکم جاری کر دیا جاتا! عدالت دونوں فریقوں کے دلائل سُنتی اور مولانا جھنگوی کے دلائل کو ناقص و بیکار قرار دے کر دنیا کے سامنے ان کی غیر معقولیت واضح کر دی جاتی اور انہیں ہمیشہ کے لئے جلاوطن کر دیا جاتا۔

ایک بار پھر سوچئے آخر ایسا کیوں نہیں کیا گیا!..... ۱۹۸۸ء میں بے نظیر بھٹو برسرِ اقتدار آ چکی تھیں، اور مولانا شہیدؒ نے ان کے خلاف چوکوں اور چوراہوں پر خوفناک تقاریر کی تھیں۔ کیا بے نظیر صاحبہ کے لئے ان تقریروں کا نوٹس لے کر اپنے خلاف عوامی جذبات بھڑکانے والے ایک "بے حیثیت" مولوی کو سزا دلوانا ممکن نہیں تھا؟ چلیں بے نظیر بھٹو صاحبہ بزعمِ خویش ملک کی مقتدر شخصیت ہونے کے سبب ایک کمتر حیثیت کے مالک مولوی کے منہ لگنا اپنی ہتک شان سمجھتی تھیں تو پیپلز پارٹی کا کوئی اور شیعہ راہنما ہی یہ قدم اٹھا لیتا۔ ہمارے ملک کی عدالت طاہر القادری کے خلاف ایک خوبصورت فیصلہ سنا چکی تھی، اسی طرز کا کوئی فیصلہ مولانا حق نوازؒ کے خلاف سنا کر انہیں ڈی گریڈ کیا جا سکتا تھا۔ اور اس میں تحریک نفاذ فقہ جعفریہ یا "ملتِ جعفریہ" کو بے پناہ فائدہ ہوتا۔

لیکن آہ! کہ ایسا نہیں کیا گیا! مگر ایسا کیوں نہیں کیا گیا! کیا واقعتاً اس میں کوئی راز پنہاں ہے؟ بعد ازاں پیش آمدہ واقعات سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ سنی اکثریت کے ملک میں "تحریک نفاذ فقہ جعفریہ" کے عنوان سے تحریکیں چلانا اور پارلیمنٹ کا گھیراؤ کر کے مطالبات منوا لینا آسان مگر عدالت میں پیش ہو کر اپنی صفائی پیش کرنا مشکل محسوس ہوتا ہے تو اس راز کی گرہ کشائی ہونے میں دیر نہیں لگتی، کہ جب انسان کے پاس دلائل کی قوت نہ ہے تو اس کے لئے گولی کا استعمال آسان ہو جاتا ہے۔

چنانچہ ۲۲ رفروری ۱۹۹۰ء کی شام کو دلائل سے عاجز آنے والی قوم نے یہی آسان طریقہ استعمال کیا، اور مولانا حق نواز شہید کو ان کے گھر کے دروازے پر ہی جام شہادت پلا دیا گیا۔ شیعیت کا یہ عمل چودہ صدیوں کی تاریخ کا تسلسل تھا۔ اس فرقہ نے تاریخ اسلام کے چودہ سو سالہ سفر میں دلائل کی جنگ کبھی نہیں لڑی، اور جب بھی موقع ملا اُمت کے حلقوم پر چھری پھیرنے سے ہرگز دریغ نہیں کیا۔

اے کاش! شیعیت نے یہ سفاکانہ رویہ اختیار نہ کیا ہوتا۔ مولانا حق نواز شہید رحمہ اللہ کو عین اس وقت راستے سے ہٹایا گیا جب وہ محبوبیت اور مقبولیت کی انتہاؤں کو چھو رہے تھے، ایسے وقت میں ان کا قتل پوری ملت کے قتل کے مترادف تھا۔ اگر قتل و غارت کی ابتداء مولانا حق نواز یا ان کے ساتھیوں کی طرف سے ہوئی ہوتی تو یقیناً قصوروار بھی وہی قرار پاتے، لہٰذا جنہوں نے ابتداء کی انہیں اس کی ذمہ داری بھی قبول کرنی چاہئے۔

مولانا حق نواز کا قتل امن وامان کا قتل ثابت ہوا، اور ملک میں اس خوفناک خانہ جنگی کی ابتداء ہوگئی جس نے بعد میں دونوں فریقوں کے ہزاروں افراد کو بھسم کر دیا۔ یہ خانہ جنگی حادثاتی نہیں تھی بلکہ شیعیت کے شاطر دماغوں کی سوچی سمجھی سکیم تھی۔ شیعیت ایک سرتاپا سازش اور مکر وفریب کا نام ہے، جس نے نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کوفہ میں بلا کر کربلا کے ریگزاروں میں شہید کرا دیا اور بعد ازاں توابین کے نام سے تحریک کھڑی کر کے مختار ثقفی جیسے بوالہوس کی قیادت میں انتقامِ حسین کے عنوان پر گناہگاروں کے ساتھ ساتھ ہزاروں بے گناہوں کو خاک وخون میں تڑپا دیا، لیکن افسوس کہ ہمارے کم علم نوجوانوں نے شیعیت کی اس سائیکی کو نہیں سمجھا، چنانچہ مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کے بہیمانہ قتل کے بعد یہ بیچارے اس صدمے کو سہہ نہ پائے اور شیعیت کے ''دام ہمرنگ زمین'' کا شکار ہو گئے۔ انہوں نے شیعیت کے ''بندے'' مارنے کو ہی شیعی جارحیت کا توڑ سمجھا اور پھر جن کو مارا، وہ ''بندے'' تھے ہی نہیں! اگر یہ نوجوان کچھ عرصہ دل کڑا کر کے شیعیت کے وار کو سینے پر سہتے لیکن جوابی کارروائی نہ کرنے کا عزم کر لیتے، اور مختلف ذرائع سے ایک وقتِ معین تک پُرامن احتجاج کے ذریعے ملک کے تمام پست وبالا طبقات کو اپنی مظلومیت باور کرانے میں کامیاب ہو جاتے، تو نتائج مختلف ہوتے۔

ممکن ہے بعض دوستوں کو میرے اس تجزیے سے اتفاق نہ ہو اور بعض کو تکلیف پہنچے، لیکن اس سے زیادہ تکلیف دہ حقیقت یہ ہے کہ قتل کا جواب قتل سے دے کر شیعیت کو مزید قتل کا جواز فراہم کیا گیا۔ یہ آگ بھڑکی اور مساجد ومدارس تک جا پہنچی، یہ ملک سنی اکثریت کا ملک تھا جس میں شیعوں کو یہ حوصلہ ہوا کہ ہمارے مدارس اور ہماری مساجد میں فائرنگ کر کے ایک ایک وقت میں درجنوں نمازیوں کو شہید کیا گیا۔ ملتان کی جامع مسجد الخیر کا سانحہ کتنا دلگداز ہے، کراچی میں ہر دلعزیز راہنما قاری سعید الرحمٰن کو نمازِ عشاء کے بعد درسِ قرآن دیتے ہوئے نشانہ بنایا گیا۔ جہاں درجن بھر اور نمازی بھی شہید ہوئے۔ لاہور میں انارکلی کی مسجد فائرنگ کی زد میں آئی، ملک بھر میں درجنوں مقامات پر مساجد اس جارحیت کا نشانہ بنیں، پھر تاجروں کا نمبر لگا۔ لاہور کے حاجی محمد طیب شہید سمیت بیسیوں تاجر اور بعد ازاں ڈاکٹر، پھر وکلاء الغرض مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے قطعی بے گناہ افراد شیعی جارحیت کا نشانہ بنے۔ ادھر یہی حالت شیعوں کی بھی ہوئی۔ اس بے دریغ خونریزی سے ہمارے

تنظیمی فنڈز شیعیت کے خلاف خرچ ہونے کی بجائے سینکڑوں بیوگان، ہزاروں قیدیوں اور ان کی مقدمہ بازی پر خرچ ہونے لگے یوں ہم نے خواستہ نخواستہ اپنے فنڈز سے ایک ایسے ''نظامِ عدل'' کی پرورش بھی کی جو سراسر ظالمانہ اور حضرات خلفاء راشدینؓ کے نظامِ عدل سے سراسر متضاد تھا، جہاں انصاف مہنگے داموں خریدنا پڑتا اور جہاں باقاعدہ جج فروخت ہوتے تھے، یہی وہ نظامِ عدل ہے جس نے آج تک ہماری قیادت کے قاتلوں کو دار کا حق دار نہیں تسلیم کیا اور وہ آج بھی دندناتے پھرتے ہیں، ادھر ہمارا تنظیمی عمل تنزلی کا شکار ہو گیا۔ ہماری حیثیت عوام میں بُری طرح مجروح ہوئی اور بالآخر ہم عملی طور پر مفلوج ہو کر رہ گئے! شیعیت یہی تو چاہتی تھی کہ وہ ظالم ہو کر بھی مظلوم کہلائے، ہمارے کم عقل بے لگام نوجوانوں نے اس کا کام آسان کر دیا۔ حالانکہ ہونا یہ چاہئے تھا کہ قائد کی شہادت کے بعد ہمارے نوجوان اگر واقعی ان کے قتل کا بدلہ لینا چاہتے تھے تو پہلے پہل حکومت کو ایک مقرر وقت تک مہلت دیتے اور جب دی گئی مہلت تک قاتل انصاف کے کٹہرے میں نہ لائے جاتے تو حکومت پر اتمامِ حجت کے بعد پہلے پہل قاتلوں پر ہاتھ ڈالا جاتا اور بعد ازاں ملک بھر میں پھیلے ہوئے شیعہ مصنفین، جنہوں نے اصحابِ رسول کے خلاف کتابیں لکھی تھیں، ان کی گردنیں دبوچی جاتیں اور وہ بھی اس طرح کہ انہیں قتل کر کے مظلوم بنانے کی بجائے ان کی تبرا باز زبانیں واقعتاً گدی سے اسی طرح کھینچ لی جاتیں جس طرح جہانگیرؒ نے نور اللہ شوستری ملعون کی زبان کھینچ لی تھی۔ یہ کارنامہ سرانجام دینے والا مجاہد اس ملعون شاتمِ صحابہؓ کی زبان لے کر چوک میں آ کر مجمع لگاتا اور لوگوں کے سامنے علی الاعلان اس زبان کو کتوں کے آگے ڈالتا، خود گرفتاری دیتا اور پھانسی کے پھندے پر جھول جاتا۔ اس سارے عمل کے دوران صرف اصل مجرم ہی کو ٹارگٹ بنایا جاتا اس کے کسی ساتھ والے کو خراش بھی نہ آنے دی جاتی۔ اس طرح کے اگر دو چار واقعات بھی ہو جاتے تو ملک سے تبرا بازی کا بیج ختم کیا جا سکتا تھا۔ ہمارا تنظیمی عمل بھی ارتقاء کی جانب جاری و ساری رہتا، ہمارے فنڈز قوم کی فلاح، عقائد کی اصلاح اور لٹریچر کی اشاعت پر صرف ہوتے اور جس طرح ہماری اُٹھان تھی، آج ہم ایک زبردست دینی، مذہبی اور سیاسی قوت ہوتے، امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہید علیہ الرحمۃ آج سنی قوم کے مسلمہ غیر متنازعہ، ہر دلعزیز اور ہر دل میں بسنے والے راہنما ہوتے۔ لیکن افسوس کہ ہمارے نوجوان ساتھیوں پر امیر عزیمت شہیدؒ کی جدائی کا صدمہ ''دماغ شکن'' ثابت ہوا اور وہ اس شرابِ غم کو پی کر بہک گئے! ادھر ہمارے شہید قائد کے خلفاء کرام مولانا ایثار القاسمی، مولانا فاروقی اور مولانا محمد اعظم طارق شہید رحمہم اللہ حالات کو سنبھالتے سنبھالتے خود ان حالات کی چکی میں پیس دیئے گئے۔

آج ہمارے سامنے ان کے معصوم بچوں کے پھول جیسے چہرے ہیں جن پر داغِ یتیمی دور سے سجا ہوا دکھائی دیتا ہے!!

میں ایک بار پھر اعادہ کروں گا کہ یہ ہم ہی تھے جنہوں نے ایرانی انقلاب کا راستہ روکا اور ہمیں اس پر فخر ہے! یہ ہمارے شہیدوں کے خون کی برکت ہی تھی کہ خمینی کی طرف سے پاکستان میں کھڑی کی جانے والی انقلابی ٹیم کو ''تحریک نفاذِ فقہ جعفریہ'' سے نام بدل کر ''تحریک جعفریہ'' تک محدود ہونا پڑا۔ یہ کریڈٹ کسی اور کو نہیں مل سکتا! لیکن ہم ایک زندہ اور باشعور قوم کی حیثیت سے صرف اسی کریڈٹ پر مطمئن رہ کر ناپائیدار زندگی کی باقی ماندہ ساعتیں نہیں گزار سکتے! امیر عزیمت شہیدؒ کے مشن کی اصل کامیابی ملک میں سنی انقلاب کا قیام ہے، اگر ہم اپنے ہاتھ پاؤں میں ''اندیشہ ہائے دور دراز'' کی زنجیریں

نہیں ڈال چکے تو ہمیں اپنی منزل کی طرف فکر و شعور، تدبر و تفکر کے ساتھ قدم بڑھانا ہوگا۔ تب شاید ہم روح حق نواز کا قرض اتار سکیں گے۔

میں نے گذشتہ سطور میں امیر عزیمت شہیدؒ کی تحریک کے دو بنیادی مقاصد ذکر کئے، اوّل الذکر مقصد بحمد اللہ پورا ہو چکا لیکن دوسرے مقصد کا حصول ابھی باقی ہے اور میرے خیال میں یہ مقصد کسی قسم کی تخریبی سرگرمیوں کی بجائے فقط تعمیری سرگرمیوں سے ہی حاصل ہوگا۔ جن میں سب سے اوّلین مرحلہ تنظیم کا ہے، ایک ایسی تنظیم جس کا ایک ادنیٰ رضا کار بھی سیرت و کردار کے حوالے سے صحابہ کرامؓ کا شیدائی اور فدائی ہو! نظم و ضبط کا مکمل پابند اور اخلاصِ عمل کا ایک چلتا پھرتا نمونہ، جسے دیکھ کر دنیا پکار اٹھے کہ یہ ہے اصحابِ رسول کا حقیقی وارث! پھر وقت آنے پر اس کا قائد اسے اٹھا کر آگ کے الاؤ میں جھونک دے یا اپنے مقدس نظریے کی حفاظت کے لئے تعمیر کی جانے والی کسی دیوار کی اینٹ سمجھ کر اس میں چنوا دے تو اس کے وجود میں جنبش تک نہ ہو! اس طرح کے چند سو کارکن بھی میسر ہو جائیں تو سنی اکثریت کے ملک میں سنی انقلاب کوئی امرِ محال نہیں بشرطیکہ قیادت بھی اپنے کارکن کی قدر و قیمت سے واقف ہو اور اس کا مصرف جانتی ہو! یاد رکھئے فسق و فجور کی دنیا کا باسی اگر کسی دینی تنظیم کا رُخ کرتا ہے تو اس کے اپنے مقاصد ہوتے ہیں، اور جب وہ اپنے مقاصد حاصل کر چکتا ہے تو ایک لمحہ کی تاخیر کئے بغیر تنظیم کو دھوکا دے کر اپنی دنیا میں واپس چلا جاتا ہے، لیکن جب وہ جا چکتا ہے تو احساس ہوتا ہے کہ وہ ہمارا کیا کچھ لوٹ کر لے گیا ہے۔ اس کے لئے ہمیں اپنے ماضی میں مسلسل جھانکتے رہنا ہوگا!

.....☆.....

دین کا رشتہ تمام رشتوں سے گہرا اور مضبوط ہوتا ہے۔ دنیا کے تمام رشتے اس کے سامنے ہیچ ہیں۔ دین کی بنیادی تعلیمات ایک مومن کو دوسرے مومن کے بارے میں بدگمانی سے منع کرتی اور حسنِ ظن کی تلقین کرتی ہیں۔ لیکن ہمارا قومی المیہ یہ بھی ہے کہ دین کا علم اور اس سے گہری وابستگی رکھنے والے افراد اور بعض تنظیموں میں یہ مرض بڑی تیزی سے پھیل رہا ہے کہ خود کو مخلص اور باقیوں کو مفلس قرار دیتے ہوئے ان کے بارے میں بغض و عناد پالنا اور ان کے کام پر نقد و جرح کی مشق فرماتے رہنا اپنا حق باور کیا جاتا ہے! یہ حضرات "اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ" کی تشریح و تفسیر بیان کرنے بیٹھیں تو رازیؒ و غزالیؒ کا پَرتو دکھائی دیتے ہیں، لیکن "ظَنُّوا الْمُؤْمِنِيْنَ خَيْرًا" پر عمل کے بارے میں انہیں آج تک شرح صدر نہیں ہوا!

میں جانتا ہوں جماعت کا حشر کیا ہوگا
مسائلِ نظری میں اُلجھ گیا ہے خطیب

مولانا حق نواز شہیدؒ اور ان کے رفقاء اپنی حیاتِ دنیوی میں تو ان کے اسی غلط رویے کا خصوصی ہدف تھے ہی، اپنے نظریے پر مرمٹنے کے بعد بھی ان کی حیاتِ جاوداں ان بیچاروں کی بے لگام زبانوں کا ہدف بنی رہی ہے! اپنی شکل و صورت اور وضع قطع سے "گربہ مسکین" دکھائی دینے والے یہ گرگے آج تک اپنی نجی مجالس میں موقع بہ موقع اپنے سینے کا کینہ نکالتے رہتے ہیں اور آج بھی ان کے دسترخوان پر شہداءِ ناموسِ صحابہ کا گوشت بڑی رغبت سے کھایا جاتا ہے۔

CamScanner

دراصل ہوا یوں کہ مولانا حق نواز شہید رحمہ اللہ کو قدرت کی طرف سے جو عروج ملا، وہ ان بیچاروں کی بہت سی تمناؤں کا خون کر گیا، کئی ایسے خطباء جن کی خطابت فی گھنٹہ کے حساب سے ہزاروں میں فروخت ہوتی اور جن کے ناز نخرے اور ہوائی جہازوں کی فیسیں قوم کیلئے وبالِ جان بنی ہوئی تھیں، مولانا حق نواز شہیدؒ کا طلوع ان کا غروب ثابت ہوا، قوم نے یوں ان سے منہ موڑا جیسے کبھی انہیں جانتی بھی نہ تھی۔ یہ "کاروباری خسارہ" ان سے برداشت نہ ہو سکا تو وہ ان دیوانگانِ عشق کے تذکرے پر متعفن کلمات کی قے کرنے لگے۔

ہر نظر بس اپنی اپنی روشنی تک جا سکی
ہر کسی نے اپنے اپنے ظرف تک پایا مجھے

بعض دوسرے حضرات کو یہ زک پہنچی کہ حق نوازؒ ان سے کم عمر اور بزعمِ خویش کم علم اور "کل کا چھوکرا" تھا لیکن اس نے فتنہ رافضیت کے خلاف اتنی بڑی جست لگا کر چند ہی سالوں میں اتنا بلند مقام حاصل کر لیا کہ یہ حضرات اس کو دیکھنا بھی چاہتے تو ایڑیاں اٹھا کر، گردن اتنی بلند کرنا پڑتی کہ دستارِ فضیلت قدموں میں آ ٹھہرتی، چنانچہ جب انہوں نے ستر اسی سالہ بوڑھوں کو بھی جھوم جھوم کر "ہم بیٹے کس کے؟ جھنگوی کے" نعرے لگاتے دیکھا تو سہہ نہ پائے اور "المعاصرة بنت المنافرة" کی عملی تصویر بن گئے۔

ایک تیسری کیٹا گری میں بعض وہ حضرات شامل ہیں جنہوں نے سابقہ دینی و سیاسی تحریکوں میں روافض کو اپنے ساتھ ملا کر کام کیا تھا۔ ان کا یہ اقدام شیعیت پر ان کا احسان سمجھا جانا چاہئے، لیکن شیعیت نے گذشتہ چودہ صدیوں میں پہلے کسی کا کب احسان تسلیم کیا ہے کہ ان کا تسلیم کرتی اور ختم نبوت کے اوّلین پاسبان سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور ان کی لختِ جگر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ام المومنین کے خلاف ایرانی انقلابی حکومت کے ایماء پر غلیظ لٹریچر تحریر کرنے سے باز رہتی؟..... فارس کی شراب کا نشہ سر چڑھا تو ذاکروں کی تحریری و تقریری بدزبانی نے پاکستان کے حالات میں تلاطم برپا کر دیا۔ ادھر ان حضرات کا تعلق ذاتی یارانوں کی کیفیت اختیار کر گیا تھا، جب ناموسِ صحابہ کی تحریک کھڑی ہوئی تو حالات کا تقاضہ یہ تھا کہ صحابہ کرامؓ سے وفاداری نبھانے کے لئے یہ حضرات اپنے پرانے یارانے قربان کر دیتے اور مولانا حق نواز شہیدؒ کا کھلم کھلا ساتھ دیتے، اور اگر ایسا ناممکن تھا تو علیحدہ سے کوئی پلیٹ فارم تشکیل دے کر ناموسِ اصحابِ رسول کے سلسلے میں اپنا کردار ادا کرتے، یا کم از کم خاموشی اختیار کر لیتے کیونکہ یہ تحریک کوئی خفیہ مقاصد نہیں رکھتی تھی، یہ ایرانی انقلاب اور پاکستانی شیعہ مصنفین کی غلیظ تحریروں کا ردِ عمل تھا، لیکن ان حضرات نے مولانا حق نواز شہید رحمہ اللہ کو طعن و تشنیع اور ہتک و توہین آمیز کارروائیوں کا نشانہ بنا لیا، مولانا حق نواز شہیدؒ ان کی کانفرنسوں میں تشریف لے جاتے تو انہیں خطاب کے لئے مناسب اور موزوں وقت دینے کی بجائے نظر انداز کرنے کی کوشش کی جاتی، اور بعض اوقات انہیں "مسئلہ ختم نبوت" کی اہمیت سمجھانے کے لئے ان کی تقریر سے پہلے یا بعد میں "ع غ کراریوں" کی تقریریں کرا دی جاتیں، جو نہایت عیاری کے ساتھ اتحادِ اُمت اور سنی شیعہ میں عدمِ تفریق پر زور دیتے اور بھیگی بلی بن کر مولانا کے عوامی بیانات کے اثرات کو زائل کرنے کی کوشش کرتے۔

اخلاقی گراوٹ کی اس سے بھونڈی مثال کیا ہوگی کہ متعدد مواقع پر مولانا شہیدؒ کو "کھانا طلب کرنے پر" دیگوں میں بچی ہوئی کھرچن لا کر کھانے کو پیش کی گئی اور سوکھے ٹکڑے لا کر ان کے سامنے رکھے گئے۔ مولانا شہیدؒ ان ساری کارروائیوں کو مسکرا کر سہتے رہے اور کبھی شکوہ تک نہ کیا! یہاں تک کہ ۲۲ رفروری ۱۹۹۰ء کی شب خلعت شہادت زیب تن کر کے اپنے خالق کے حضور سرخرو ہو گئے لیکن "خبطِ عظمت" میں مبتلا یہ لوگ پھر بھی باز نہ آئے۔ اب انہوں نے مولانا شہیدؒ کے ساتھ ساتھ ان کے رفقاءِ فکر پر بھی دھول اڑانی شروع کر دی، کبھی اپنے یاروں عیاروں کی زبان میں زبان ملاتے ہوئے انہیں تخریب کار اور دہشت گرد کہا اور کبھی موقع ملا تو ادھر اُدھر دیکھ کر انہیں ایجنسیوں کا ایجنٹ بھی کہہ ڈالا۔

ایجنسیوں کی ایجنٹی کیا ہوتی ہے! یہ تو انہی باخبر حضرات کو معلوم ہوگی، جو اپنی معلومات کے پھول بکھیرنے لگتے ہیں تو اس قدر سچ بولتے ہیں کہ خود اندر کے آدمی لگتے ہیں، کیونکہ باہر کا آدمی ایسی معلومات سے کبھی واقف ہو ہی نہیں سکتا۔ پھر حیرت کی بات ہے کہ سلمان رشدی ملعون نے توہینِ رسالت کا ارتکاب کیا تو دنیا بھر میں احتجاج ہوا۔ مرزائیوں نے توہینِ رسالت پر مشتمل کتابیں چھاپیں، ان کے خلاف احتجاج بجا طور پر ایمان کا تقاضہ قرار پایا، شیعیت نے وہی راستہ اپنایا اور ایک ایک ملعون نے صحابہ کرامؓ کے خلاف کئی کئی غلیظ کتابیں لکھیں، ان لوگوں کے کان پر جوں تک نہ رینگی، نہ ہی ان کتابوں کے خلاف ان کی طرف سے کوئی احتجاج ہوا، اور مولانا حق نواز شہید رحمہ اللہ یا ان کے رفقاءِ فکر نے ان کے خلاف آواز اٹھائی تو وہ ایجنسیوں کے ایجنٹ قرار پا گئے!! انا للہ وانا الیہ راجعون

.....☆.....

جیسا کہ ہر شخص جانتا ہے، ایرانی انقلاب کے آغاز میں ہی برپا ہونے والی ایران عراق جنگ کے دوران پاکستانی شیعوں کی تمام تر ہمدردیاں ایران کے ساتھ تھیں، اور ملکِ عزیز کا ہر صغیر و کبیر شیعہ جہاں خمینی کی مدح سرائی میں زمین و آسمان کے قلابے ملاتا تھا وہاں بیچارے صدام حسین کے خلاف تبرا بازی بھی عام تھی، جس کے اثرات بہر حال پاکستانی معاشرے پر پڑنے یقینی تھے۔ چنانچہ صدام حسین کی خواہش تھی کہ پاکستان سے کوئی ایسا مؤثر نمائندہ میسر آ جائے جو پاکستان کی رائے عامہ کو اس کے حق میں ہموار کر سکے، تلاش شروع ہوئی تو صدام حسین کی نظر انتخاب پاکستان کے اس عالم دین پر جا ٹھہری جو عجمی ہونے کے باوجود عربی کا قادر الکلام خطیب اور مصنف ہونے کی بناء پر عجم سے زیادہ عرب میں اپنی شناخت رکھتا تھا اور سنی شیعہ مذہبی اختلافات کے تناظر میں شیعیت کے خلاف اس کی تصنیف کا غلغلہ عرب دنیا میں گونج رہا تھا۔ چنانچہ موصوف کی خدمات حاصل کی گئیں، انہیں تحریر و تقریر کے ذریعے اپنے حق میں آواز اٹھانے کا مشن سونپا گیا اور شرقپور شریف کے قریب ایک وسیع و عریض قطعۂ اراضی ان کے نام الاٹ ہوا، آج ان کی اولاد عیش و راحت کی زندگی بسر کر رہی ہے۔

مولانا حق نواز شہید رحمہ اللہ بھی کسی ایسی شخصیت یا کم از کم کسی "ایجنسی" ہی کے ایجنٹ ہوتے تو ان کے ہاں بھی دولت کی ریل پیل ہوتی، انہیں زندگی میں جن مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑا، ان سے یقیناً محفوظ رہتے۔ ایجنسیوں کی ایجنٹی کا مقصد دنیاوی آسائشیں خرید کر اپنا اور اپنے بچوں کا مالی مستقبل سنوارنا ہی ہو سکتا ہے، مولانا جب شہید ہوئے ان کا کوئی بینک

بیلنس نہیں تھا۔ محض تین لاکھ میں قسطوں پر خریدی گئی کار کی کئی قسطیں واجب الاداء تھیں، اُسی کار کو بیچ کر قسطیں ادا کی گئیں۔ ڈھائی مرلے کا مکان بھی غالباً جامع مسجد کی انتظامیہ نے بنوا کر دیا تھا، ان کے بچوں نے خیراتی اداروں میں تعلیم اور پرورش پائی، یتیمی کا کرب آج بھی ان کے چہروں پر جھلکتا ہے۔

اور پھر مولانا حق نواز شہیدؒ کے مقدمہ میں تو کوئی ایسی پیچیدگی بھی نہیں کہ جو سمجھ میں نہ آتی ہو، ہر صاحب علم کو معلوم ہے کہ پاکستانی شیعیت نے ایرانی انقلاب کی ترنگ میں آ کر چودہ صدیوں کی تاریخ میں پہلی مرتبہ اصحاب رسول کے خلاف زہریلا لٹریچر اتنی وافر مقدار میں پھیلایا اور خیر القرون کی ان مقدس ہستیوں (جن میں خلفاءِ ثلاثہؓ اور اُمہات المومنین سرفہرست ہیں) کو غلیظ گالیوں اور کھلی فحش کلامی کا ہدف بنایا تھا! جس کی مثال ایران میں صفوی دورِ حکومت میں بھی نہیں ملتی..... تو آخر اس مرض کا علاج اور عمل کا ردِّ عمل کیا صرف یہی ہو سکتا تھا کہ دیگر بہت سے علماء کرام کی طرح مولانا حق نواز شہید بھی نہایت سکون و اطمینان سے اپنے خوبصورت مزین، منقش اور تمام تر سہولیات سے آراستہ دفتر میں بیٹھ کر استغفار کی تسبیحات پڑھتے یا پھر ان تحریری مغلظات کے جواب میں ایک آدھ تصنیفی خدمت سرانجام دے دیتے..... اور اے جماعت ناقدین! اگر آپ واقعتاً اسی پر ہی اکتفا کرنے کو درست اور کافی عمل قرار دیتے ہیں تو کیا پھر آپ نے یہ خدمات سرانجام دیں؟ افسوس کہ اس کا جواب بھی نفی میں ہی ہے۔ فروری ۱۹۷۹ء سے اٹھنے والے اس طوفانِ بلاخیز کے آغاز سے فروری ۲۰۰۹ء تک کے تیس سالوں میں آپ کا جو لٹریچر ناموسِ صحابہؓ کے حوالے سے منصۂ شہود پر آیا ہے وہ صحابہ دشمنوں کے لٹریچر کا عشر عشیر بھی نہیں، اس پر طرہ یہ کہ وہ بھی مولانا مہر محمد میانوالوی جیسے فقیرِ بے نوا کے قلم سے، جو اپنے درد و اخلاص کی بناء پر کچھ لکھ بھی بیٹھیں تو چھپوانے کیلئے رقم درکار نہ ہو، اور آپ کو بھی اس سے کوئی سروکار نہ ہو! قوم کے فراہم کردہ سارے وسائل آپ لوگوں کے پاس تھے اور ہیں، مگر احساس نام کی کوئی چیز آپ کو چھو کر بھی نہ گزری،..... صد افسوس، کس قدر قابلِ شرم ہے آپ کا یہ بھولپن اور آپ کی یہ ''غیر جانبداری''! کہ آپ صحابہ کرام اور امہات المومنین کی عزت و ناموس کے مسئلہ پر بھی غیر جانبدار رہے! کیا آپ امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی ''تفہیمات'' سے لے کر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کی ''تصریحات'' تک سے بے خبر ہیں کہ انہوں نے شیعیت کے عقیدۂ امامت کو انکارِ ختم نبوت قرار دیتے ہوئے شیعیت کی کھلی تکفیر کی ہے۔ آپ ''ختم نبوت'' کے عجیب پہریدار ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے بعد بارہ اشخاص کو ''بالاتر از مرتبۂ پیغمبر'' قرار دینے والوں کو آپ کی ہمدردیاں حاصل ہیں اور ان کے خلاف آواز اٹھانے والے آپ کے مغضوب اور معتوب ہیں، تو کیا آپ ہی ہیں کہ جنہیں ''ورثۃ الانبیاء'' قرار دے کر تاجپوشی کا مستحق جانا جائے؟ نامعلوم آپ کس ''ایجنسی'' کے زرخرید ہیں جس نے آپ کو آسائشیں فراہم کر کے آپ کی حمیت دینی کو فریز کر دیا ہے، اور قوم آپ کی بدفکری کا تابوت اپنے کندھوں پر اٹھائے پھرتی ہے!

مولانا جھنگوی شہیدؒ، مشن دفاعِ صحابہؓ اور.....اس کی ضرورت واہمیت

حضرت مولانا مفتی خالد محمود الفاروق بہلوی مدظلہٗ
دارالافتاء جامعہ قاسمیہ چوک سرور شہید

بروز دوشنبہ مورخہ 04/01/010 میرے علم میں آیا کہ آنجناب ''بانی سپاہ صحابہؓ، قافلہ عشاقِ صحابہؓ واہلِ بیت کے حدی خواں، جبل استقامت جانشینِ شیخ الہند، امیر عزیمت مولانا سیدنا حق نواز جھنگوی شہید نور اللہ مرقدہ کو خراج عقیدت ومحبت پیش کرنے کے لئے ایک مستقل خصوصی نمبر شائع فرمارہے ہیں یہ جان کر دل سے دعا نکلی کہ اللہ آپ کو کامیاب فرمائے اور اس کا بہترین صلہ اپنی شایانِ شان عطا فرمائے مخدوم ومکرم! بندہ نے حضرت جھنگوی شہید نور اللہ مرقدہ کی نہ زیارت کی ہے کہ ان کے دیدار سے آتش عشق کو ٹھنڈا کر سکے اور نہ ہی بالمشافہ خطابت کے جواہر سے لطف اندوز ہوا لیکن مولانا شہیدؒ کی کیسٹیں خوب سنیں۔ اور چند ایک سی ڈیز بھی دیکھیں جس سے حضرت شہید کا عشق، تڑپ اور حضرات صحابہ کرامؓ کے ساتھ دیوانگی کی حد تک تعلقِ خاطر کا اندازہ ہوا۔ یقین جانئے مولانا شہیدؒ نے اپنے سینے میں موجزن عشق ومحبت صحابہ ونفرت وبغضِ دشمنانِ صحابہ ودین ہمارے سب مسلمانوں، بچہ بچہ، مرد وعورت میں منتقل کر دیا۔

جس سینے نے یا اللہ دل پھونک دیے لاکھوں
اس سینے میں یا اللہ کیا آگ لگی ہوگی

جناب گرامی جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں کہ بندہ نے نہ تو مولانا کو ان آنکھوں سے دیکھا نہ ان کانوں سے ان کے جوش خطابت کو ملاحظہ کیا اور نہ ہی سپاہ صحابہؓ کا کاغذی کارکن ہوں لیکن اس کے باوجود چشم دل سے بارہا مولانا شہیدؒ کے رخ زیبا کے دیدار سے مشرف ہوا۔ ان کی خطابت کے سمندر سے فیض یاب ہوا۔ دفاعِ صحابہؓ واہل بیت اور مولانا شہیدؒ کے مشن کو دل وجان سے جان کر تحریروں کے ذریعے اور اپنے متعلق لوگوں، دوست احباب اور جاننے والوں اور دیگر لوگوں کو اس مشن سے آگاہ کیا۔ جس طرح حضرات صحابہ کرامؓ میں سے مختلف حضرات کو اللہ تعالیٰ نے تکوینی طور پر ایسے ایسے ذوق خاص عطا فرمائے تھے اور انفرادی خصوصیات سے نوازا تھا کہ ان میں سے ہر ایک کا ذوق اور خاصہ آگے چل کر دینی محنت کے حوالہ سے مستقل

شعبہ اور انجمن کی حیثیت اختیار کر گیا۔ اللہ تعالیٰ کو یہ ذوق اور خصوصیات بھا گئیں کہ اس قادر مطلق نے انہی مبارک خصوصیات اور اذواق طیبہ پر امت کے اجتماعی نظام کی بنیاد رکھ کر عظیم الشان طبقات کی عظیم الشان عمارت کھڑی کر دی۔ حضرت صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اذواق اور خصوصیات ملاحظہ فرمائیں۔

مثال کے طور پر خلیفہ اول بلا فصل، یار غار والمزار سرور رسول جناب سیدنا صدیق اکبرؓ میں بے لچک اور غیر متزلزل ایمان، دینی غیرت ونصب وپختگی ویقین، حضرت سیدنا فاروق اعظم عمرؓ بن الخطاب حق وباطل کے مابین امتیاز کی علامت کے اندر ملی حمیت اور اجتماعی، انفرادی وسیاسی تدبیر وتعمق، خلیفہ ثالث صاحب نورینؓ جامع القرآن میں شرم وحیاء وایثار بدرجۂ اتم، خلیفہ چہارم فاتح خیبر داماد پیغمبر سیدنا علی المرتضیٰ حیدر کرار میں شجاعت وقضاء فقہ حنفی کی بنیاد، سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ میں تفقہ فی الدین، قرآن مجید کی تفسیر وتاویل میں شہنشاہت سے عبداللہ بن عباسؓ سرفراز ہوئے۔ روایت حدیث میں حافظ الحدیث سیدنا ابوہریرہؓ، فرائض ومیراث اور کتابت میں یکتائی سیدنا زید بن ثابت، سنت نبوی کی تفصیلات وجزئیات کی حفاظت واتباع کی دولت میں سیدنا عبداللہ بن عمرؓ، دینی احکام کے اسرار اور حکمتوں کی تفصیل وتوضیح میں ام المومنین، صدیقہ کائنات حرم رسول اکرم سیدتنا وسیدۃ المومنین والمومنات حضرت عائشہؓ، سیدنا ابی بن کعبؓ میں قرآن مجید کے حفظ وقرأت، سیدنا خالد بن ولید میں عسکری مہارت، سیدنا عمرو بن العاصؓ میں سفارت کاری، اور سیاست، سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف میں تجارت سیدنا ابوعبیدہ بن الجراحؓ میں امانت، سیدنا ابوذرؓ میں استغفار، خودداری، زہد، سیدنا ثابت بن قیس بن شماسؓ میں خطابت کا فن، سیدنا حسان بن ثابتؓ میں شعر وشاعری اور سیدنا معاویہ بن سفیانؓ میں سیاسی بصیرت کے امتیازات وتخصیصات پر ایک نظر ڈالئے اور پھر دیکھئے کہ امت کا آخر وہ کون سا طبقہ اور شعبہ ہے جو اپنے معاملات میں راہ نمائی کیلئے سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے تیار کردہ اور پروردہ حضرات میں سے کسی نہ کسی صاحب ذوق اور ماہرین شخصیت کی قیادت سے بے پرواہ اور خود کفیل ہے؟ تاہم ان سب نفوس قدسیہ جن کو اصحاب پاک کے پاک ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے کہ قافلۂ بے نظیر میں سے سیدنا حذیفہ بن ایمانؓ کو اللہ تعالیٰ نے سب سے منفرد، مختلف اور یکتا ذوق سے نوازا تھا جو ان کے بقول لوگ یعنی صحابہؓ جناب رسول اکرم سے خیر کے بارے میں دریافت کرتے اور میں شر کے بارے میں پوچھا کرتا تھا۔ الغرض فتنوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنا، ان سے دوسرے مسلمانوں کو خبردار کرنا، معاشرہ میں پیدا ہونے والی خرابیوں پر نظر رکھنا اور ان کی نشان دہی کر کے ان کے سامنے بند باندھنا سیدنا حذیفہ بن ایمانؓ کا ذوق خاص بن گیا تھا۔ سیدنا حذیفہؓ کے اس ذوق پر امت میں ایسے علماء کرام اور مجاہدین اسلام کے ایک مستقل طبقہ کی بنیاد رکھی گئی جس نے فتنوں کی کھوج کرید، خرابیوں کی نشاندہی، خطرات سے خبرداری اور امت کے ایمان واعمال کی حفاظت کو اوڑھنا، بچھونا بنالیا اور کسی لالچ، خوف اور ملامت کی پرواہ کئے بغیر امت کے کسی بھی طبقہ میں پیدا ہونے والی خرابی اور فتنے کی نشاندہی بلکہ تعاقب اور سرکوبی کر کے سیدنا حذیفہؓ کے تسلسل کو قائم رکھا۔

بانی سپاہ صحابہؓ شہیدؒ ناموس صحابہ واہل بیت امیر عزیمت سیدنا ومولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کا تعلق بھی میرے نزدیک انہی علماء کرام کے اسی گروہ سے تھا جنہوں نے نہ صرف خود فتنوں کے تعاقب اور نشان دہی کا مہتم بالشان کام زندگی

کے آخری لمحے تک سرانجام دیا بلکہ ہزاروں علماء اور لاکھوں کروڑوں کارکنوں کو مسلسل تقریروں اور بیانات کے ذریعے تیار کرتے رہے۔ نیز سیدنا حذیفہؓ کی پیروی میں شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی وفات سے ۱۲ روز پیشتر جمعیۃ علماء دیوبند کے اجلاس منعقدہ دہلی کے خطبہ صدارت میں یہ پیغام دیا تھا کہ

اسلام صرف عبادت کا نام نہیں، بلکہ وہ تمام مذہبی، تمدنی، اخلاقی اور سیاسی ضرورتوں کے متعلق ایک کامل اور مکمل نظام رکھتا ہے جو لوگ زمانہ موجودہ کی کشمکش میں حصہ لینے سے کنارہ کشی کرتے ہیں اور صرف حجروں میں بیٹھ کر رہنے کو اسلامی فرائض کی ادائیگی کے لئے کافی سمجھتے ہیں وہ اسلام کے پاس وصاف دامن پر ایک بدنما داغ لگاتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت شیخ الہند نور اللہ مرقدہ کے تلامذہ میں ایسے صفات کے جامع افراد ملتے ہیں جنکی زندگی میں حضرت استاذ محترم کا جہاد، علم، عمل، زہد فی الدنیا، معرفت الٰہی، ایثار وقربانی اور کسی بھی باطل سے نبرد آزما ہونے، ڈٹ جانے، اور سینہ سپر ہونے کا حوصلہ ملتا ہے۔

حضرت جھنگوی شہیدؒ نے محض شیعیت ورافضیت کے خلاف ہی تجدیدی کام نہیں کیا بلکہ بندہ کے علم کے مطابق مشرکین ومبتدعین زمانہ اور معتزلۂ زمانہ مماتی فرقہ کے خلاف بھی حضرت شہیدؒ کا خاطر خواہ مواد بیانات اور تقریرات کی صورت میں موجود ہے۔ لیکن یہ اس بات سے شاید ہی کوئی صاحب انکار کر سکے کہ جو کام انہوں نے رفض وتشیع کے بے دینی کے سیلاب کے آگے بند باندھنے کے لئے سرانجام دیا اور رفقاء کار حضرت فاروقی شہیدؒ، مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ، مولانا اعظم طارق شہیدؒ اور مولانا علی شیر حیدری شہیدؒ کی صورت میں تیار کئے شاید ہی ایک پوری جماعت مل کر سرانجام دے سکے۔ شیعہ چونکہ بقول جھنگوی شہیدؒ اینٹی اسلام اور تخریب اسلام کا نام تھی اور ہے اور اسلام کی بنیاد کو گرانے اور ختم کرنے کی کوشش میں کوشاں رہی ہے اور جبکہ لیبل اسلام کا لگائے ہوئے تھے اس لئے جھنگوی شہیدؒ نے بعد ازاں تادم شہادت اسی کے مکائد اور اسلام دشمنی کو طشت ازبام کیا جو مشن یہودیت وابن سبا ملعون کا تھا وہی مشن رفض وتشیع کا تھا اور ہے۔ رفض وتشیع کی اسلام، قرآن اور اولین حاملین قرآن حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین دشمنی درج ذیل حوالہ سے واضح ہے۔ مثلاً

1۔ شیعہ اثنا عشری کے بنیادی عقائد میں سے ایک عقیدہ حضرات شیخینؓ (ابوبکرؓ وعمرؓ) کے بارے میں یہ ہے کہ وہ معاذ اللہ نہ صرف یہ کہ کافر ومنافق بلکہ اگلی امتوں اور اس امت کے خبیث ترین کافروں میں سے تھے مثلاً فرعون، معاماں، نمرود، ابولہب، ابوجہل حتی کہ شیطان ملعون ومردود جو کہ کفر وشرک اور تمام برائیوں کا منبع اور سرچشمہ ہے سے بھی تر درجہ کے کافر تھے اور جہنم میں سب سے زیادہ عذاب انہیں کو ہوگا چنانچہ ان کی مستند ترین کتب میں ان کے ائمہ معصومین کے ارشادات ان کے مجتہدین علماء کے بیانات سے روز روشن سے بھی زیادہ واضح ظاہر وباہر ہے مثال کے طور پر ہم ان کی ایک دو کتابوں کے حوالہ جات سپرد قرطاس کرتے ہیں۔ مذکورہ عقائد کے حاملین کی معتبر ترین کتاب جو (بزم خویش) قرآن مجید اور بخاری شریف کے برابر ہے کے آخری حصہ کتاب الروضہ میں ان کے ساتویں امام معصوم ابوالحسن موسیٰ کے طویل مکتوب میں شیخینؓ کے بارے میں ہے:

فلعمری لقد نافقا قبل ذالک ورد علی الله جعل ذکر الله کلامه وهزیا رسول الله صلی الله علیه وآله وهما الکافران علیهما لعنة الله والملائکة والناس اجمعین. (کتاب الروضة ص ۶۲)

نیز باقر مجلسی نے جو شیعہ کے مجتہد اعظم ہیں لکھا ہے۔

"در جہنم تابوت پست کہ دوازدہ کس در آں تابوت مستند شش کس از گذشتگان وشش از ایں امت واں تابوت در چاہیست در قعر جہنم وبر سر آنچاہ سنگی افتادہ است کہ ہرگاہ حق تعالیٰ می خواہد کہ جہنم مشتعل میشود از حرارت آں چاہ پس من در حضور شما پرسیدم کہ آنہا کیستند؟ فرمود کہ اما از پیشیاں پس ایں شش نفر قابیل، فرعون ونمرود وبی کنندۂ ناقۂ صالح ودو کس از بنی اسرائیل کہ بعد از عیسیٰ وموسیٰ دین ایشاں را تغیر دادند وامت ایشاں را گمراہ کردند۔ اما ازیں امت پس دجالست وپنج نفر کہ نامہ نوشتند وبا یکدیگر پیمان کردند کہ نگزارند کی خلافت بر وصی من قرار گیرد یعنی ابوبکر وعمر وابوعبیدہ جراح وسالم مولا حذیفہ وسعید بن العاص پس عثمان گفت کہ ای اے ابوالحسن ایا در حق من چیزی شنیدۂ حضرت فرمود کہ مکرر شنیدہ ام کہ حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم ترا لعنت کردو نشیدم کے برای تو استغفار کردہ باشد۔" (جلاء العیون ج ۱ ص ۲۲۲ مطبوعہ تہران ایران)

اس کفریہ غلیظ ترین اور جہنمی کتاب کی جہنمی عبارت میں مذکورہ عقائد کے حاملین کے جہنمی اعظم باقر مجلس تخم ابلیس نے بکواس کی ہے کہ جہنم کے انتہائی قعر میں ایک آتشیں تابوت میں بارہ افراد بند ہیں ان میں بڑے بڑے کافروں مثلاً فرعون، ہامان، نمرود، قابیل اور دجال وغیرہ کے ساتھ (نعوذ باللہ نقل کفر، کفر نباشد) ابوبکرؓ، عمرؓ، ابوعبیدہ بن الجراحؓ، سالم مولی حذیفہؓ اور سعد بن ابی وقاصؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین بند ہیں (وکذا فی حق الیقین ۲۔۵)

اسی جہنمی عبارت میں جناب عثمانؓ ذوالنورین کے بارے میں بھی بکا ہے کہ جناب علیؓ نے فرمایا کہ تجھ پر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مکرر لعنت کرتے ہوئے سنا۔

مذکورہ تخم ابلیس جہنمی اعظم باقر مجلس) نے اسی کتاب کی دوسری جگہ بکواسات کی ہیں کہ وآں ملعون روسیاہ سبقت عذاب الٰہی اختیار کردہ خلاف را قبول کردہ اکثر مہاجرین وانصار وصیت احمد مختار وبیعت علی کرار، را منظور نداشتہ از خدا شرم نکردند وبآں ملعون بیعت کردند (جلاء العیون ج ۱ ص ۲۱۲)

(نقل کفر کفر نباشد) اس ملعون (ابوبکرؓ) روسیاہ نے عذاب الٰہی میں بھی سبقت کر کے خلافت کو قبول کر لیا اور اور اکثر مہاجرین وانصارؓ نے نبی احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کو پس پشت ڈال دیا اور علیؓ کرار کی بیعت کو منظور نہ کیا اس ملعون کی بیعت کر کے خدا سے شرم نہ کی"۔

وگفت ایضاً مذکورہ جہنمی ای باقر مجلسی ملعون در صفحہ مذکورہ

لاچوں سید اوصیا از دفن سرور انبیاء فارغ شد بیوفائی اصحاب وکفر ونفاق ایشانرا مشاہدہ نمود غمگین گردید (ایضاً)

ترجمہ: کہ جب سید الاوصیاء (مراد حضرت علیؓ ہیں) سرور انبیاء کے دفن سے فارغ ہوئے تو ان اصحاب کا کفر، نفاق اور بے وفائی مشاہدہ میں آئی جس سے سید الاصیاء غمگین ہو گئے۔

وگفت ایضا مذکورہ جہنمی یعنی باقر مجلسی تخم ابلیس بصفحہ آئندہ

چوں عمر دید کہ جمیع مہاجر وانصار بغیر از حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام وچہار نفر از خواص اصحاب آں حضرت دین بدنیا فروختند وبآں ملعون بیعت کردند بابوبکر (ص ۲۱۲ ایضاً)

(نقل کفر کفر نباشد) جب عمر نے ملاحظہ کیا کہ جمیع مہاجرین وانصار نے سوائے جناب علیؓ اور آپ کے چار خاص ساتھیوں کے دین کو دنیا کے بدلہ فروخت کر کے اس ملعون کی بیعت کر لی۔

ایک اور تخم ابلیس شیخ حاجی عباس قمی لکھتا ہے

کہ شیخ کشی از امام محمد باقر علیہ السلام روایت کردہ کہ فرمود ارتد الناس الا ثلث نفر سلمان وابوذر والمقداد قال الراوی فقلت عمار قال کان خاص خیصہ ثم رجع قال ان اردت الذی لم یشک ولم یدخلہ شیء فالمقداد (یعنی حضرت امام باقر علیہ السلام فرمود کہ مردم مرتد اشدند مگر سہ نفر کہ آں سماں وابوذر ومقداد است (منتہی الآحال ص ۱۱۸ ج ۱)

شیخ کشی امام باقرؒ سے روایت کرتا ہے کہ آپؒ نے فرمایا کہ تمام لوگ سوائے سلمانؓ، ابوذرؓ، مقدادؓ کے مرتد ہو گئے۔ بجز چند ایک صحابہؓ کے سب کے سب کافر، مرتد، منافق، جہنمی ہو گئے۔ خصوصاً شیخینؓ (ابوبکرؓ وعمرؓ) میں تو ذرہ بھی ایمان نہ رہا (اصول کافی مطبوعہ ایران ۲ ص ۴۲۰، ۲۲۶ ج ۲ وشرح صافی حصہ دوم ص ۹۸)

ابوبکرؓ وعمرؓ ملعون ہیں (نعوذ باللہ) کتاب الروضہ ص ۱۱۵ مطبوعہ لکھنو)

ظالم ہیں (حق الیقین ص ۵۱۰)

ان کے ساتویں امام کا فرمان کہ ابوبکر وعمر منافق اور اللہ اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی ان پر لعنت ہے۔
(کتاب الروضہ ۶۳ مطبوعہ لکھنو)

عام صحابہ کو بھی کافر لکھا ہے (فروع کافی ج ۱۳/ کتاب الروضہ ص ۱۱۵، ج ۲ ص ۲۴۶)

باقر مجلسی تخم ابلیس نے بکا ہے بجز چند صحابہ باقی سارے مرتد ہو گئے (حیات القلوب ج ۲ ص ۸۳۷ نقلاً عن شیخ مفید وشیخ طوسی وشیخ طبرسی ورجال کشی ص ۸، تنقیح المقال ج ۱ ص ۲۱۶)

شیعہ کے ماسوا تمام لوگ کنجریوں کی اولاد ہیں (کافی کتاب الروضہ مطبوعہ ایران ج ۸/ ص ۲۸۵)

سنی کتوں سے بھی بدتر مخلوق ہیں (حق الیقین ص ۵۱۶)

ان کے تیرھویں امام خمینی اخبث الخبائث کی کشف الاسرار میں ہے کہ

"ہم اس خدا کو نہیں مانتے جس نے یزید، معاویہ، عثمان جیسے چپاولچی غنڈوں اور بدقماشوں کو حکومت دے دی (کشف الاسرار ص ۱۰۳)

خمینی ملعون بھی دوسرے اخبث الخبائث شیعوں سے پیچھے نہ رہا اور اس کی ''شرافت'' بھی واضح ہوگئی نیز اس نے جو ایران کے مظلوم سنیوں پر مظالم ڈھائے اور مسلسل ان میں اضافہ ہوا ان کا انکار تاریخ کا انکار ہے۔

موجودہ دور کے شیعہ کے مجتہد اعظم (جہنمی اعظم) حجۃ الاسلام (قامع الاسلام) غلام حسین نجفی ملعون ابلیس کی نسل فاضل عراق، سرپرست ادارۂ تبلیغ اسلام H بلاک ماڈل ٹاؤن لاہور کی جہنمی زبان بھی ملاحظہ فرمائیں، لکھتا ہے۔

''کیوں کہ ابوبکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ کی خلافت کے بارے میں جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ یہ خلاف حق ہے وہ عقیدہ بالکل گدھے کے عضو تناسل کی مثل ہے''۔ (حقیقت فقہ حنفیہ بجانب فقہ جعفر ص ۷۲)

(2) رفض واہل تشیع کا دوسرا عقیدہ بدتحریف قرآن کا عقیدہ ہے یعنی موجودہ قرآن محرف ہے اس میں تحریف واقع ہے بعینہ وہ کتاب نہیں ہے جو رب نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ نے اتاری تھی مذکورہ عقائد کے حامل افراد کے اکابر محدثین ومجتہدین کے بیان کے مطابق دو ہزار سے زائد روایات ائمہ معصومین کی موجود ہیں جن سے موجودہ قرآن کا محرف ہونا ثابت ہوتا ہے اختصار کے پیش نظر ان کی کتب معتبرہ سے چند روایات باحوالہ قرطاس کرتے ہیں۔

سورۃ بقرہ کے شروع ہی میں آیت نمبر ۲۳ ہے ﴿وان کنتم فی ریب مما نزلنا علیٰ عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ﴾ اس آیت کے بارے میں رافضیوں کی اصح الکتب اصول کافی میں ان کے پانچویں امام معصوم امام باقر کا یہ ارشاد منقول ہے۔

فنزل جبرئیل بھٰذہ الاٰیۃ علیٰ محمد صلی اللہ علیہ والہٖ ھٰکذا وان کنتم فی ریب مما نزلنا علیٰ عبدنا فی علیٍ فاتوا بسورۃ من مثلہٖ.

یعنی اصل آیت تو مما نزلنا علیٰ عبدنا فی علیٍ نازل ہوئی تھی لیکن ابوبکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ نے اس سے فی علی کے الفاظ نکال دیے۔

اصول کافی سے اسی طرح کی کثیر تعداد میں آیات نقل کر کے سپرد قرطاس کی جاسکتی ہیں کہ ان کے ائمہ معصومین نے قسمیں کھا کھا کر دعویٰ کیا کہ قرآن مجید میں قطع وبرید واقع ہوئی ہے مثلاً ان کے چھٹے امام معصوم کا ارشاد ہے: عن ھشام بن سالم عن ابی عبداللہ قال ان القرآن الذی جاء جبریل علیہ السلام الیٰ محمدٍ (صلی اللہ علیہ وسلم) سبعۃ عشر الف اٰیۃ. (اصول کافی: ۶۱۷)

یعنی اصلی قرآن میں سترہ ہزار آیات تھیں مطلب یہ کہ قرآن کے جامعین نے دو تہائی قرآن غائب کر دیا۔ چنانچہ اصول کافی کے شارح علامہ قزوینی نے اسی روایت کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے:

''مراد اینست کہ بسیارے ازاں ساقط شدہ ورد مصاحف مشہورہ نیست''۔ (صافی شرح کافی ج ۶ ص ۷۵)

(3) اہل رفض وتشیع کا تیسرا عقیدۂ بدقذف ام المومنین حبیبۂ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ ان کے عقائد میں داخل ہے کہ جناب عائشہ ام المومنین متہم بالزنا تھیں بلکہ اس سے بھی شدید ترین گناہ اور جرم کی تہمت لگاتے ہیں کہ ام المومنین جناب حفصہ اور ام المومنین عائشہ سلام اللہ علیہما اور ان کے والدین گرامی ابوبکرؓ وعمرؓ نے باہم سازش کر کے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دیا تھا جس کی وجہ سے آپ شہید ہوئے چنانچہ شیعہ کے مجتہد اعظم خاتم المجتہدین جہنمی اعظم نے لکھا ہے:

''وعیاشی بسند معتبر از حضرت صادق روایت کردہ است کہ عائشہ وحفصہ آنحضرت رابزہر شہید کردند۔''
ان دونوں امہات المؤمنین نے نعوذ باللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دے کر شہید کیا۔ (حیات القلوب ۲ ص ۷۰۰ مطبوعہ تہران ایران)

ایک دوسری جگہ باقر مجلسی نے لکھا ہے کہ پس آں دوملعون ودوملعونہ با یکدیگر اتفاق کردند کہ آں جناب رابزہر شہید کنند۔ (حیات القلوب ۲ ۶۱۰)

پس ان دونوں ملعونوں (معاذ اللہ ابوبکرؓ وعمرؓ) اور ملعونات (معاذ اللہ عائشہؓ، حفصہؓ) نے با یکدیگر اتفاق کرلیا کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دے کر شہید کردیا جائے۔

نیز لکھا ہے حق تعالیٰ دراین آیت کریمہ کفر ونفاق عائشہ وحفصہ واتفاق ایشاں رابرایذا واضرار حضرت رسول بروجھی ظاہر وھویدا گردانیدہ کہ برھیچ عاقل مستور ومخفی نیست ودرنہایت صراحت آیات درکفر ایشاں است۔ (حیات القلوب ج ۲ ص ۶۱۰)

ترجمہ:۔ حق تعالیٰ نے ان آیات میں عائشہ وحفصہ کے کفر ونفاق اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی واضرار پر ان کے اتفاق کو ایسے طریقہ پر ظاہر وہویدا کیا ہے جو کسی عاقل پر مخفی ومستور نہیں ہے اور نہایت صراحت سے ان آیات میں ان دونوں کا کفر واضح ہے۔

اسی باب پچپن (۵۵) میں کثیر جگہ پر باقر مجلسی ملعون نے مذکورہ امہات المومنین اور ہر دو کے آباء گرامی ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہم کو ملعون وملعونہ لکھا ہے۔

(4) روافض واہل تشیع کا ایک عقیدۂ بدالوہیت علیؓ کے قائل ہونے کا بھی ہے۔

(5) نیز ان کا عقیدۂ بدغلط فی الوحی کا بھی ہے یعنی اسبات کے قائل ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام کو حکم ہوا کہ جناب علیؓ پر وحی لے جائیں لیکن جبرائیل علیہ السلام نے بھول کر جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل کی ان عقائد باطلہ وشنیعہ کے علاوہ اور بھی ان جہنمی لوگوں کے عقائد کثیرہ ہیں جن سے ان کی اصول کی اور ان کے مذہب کی بنیادی کتب بھری پڑی ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ ایسے عقائد ہیں جن کو پڑھ کر، سن کر ہر وہ شخص جس کے سینے میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہے اس کا خون کھول اٹھتا ہے۔ اور غیظ وغضب سے بے قابو ہو جاتا ہے۔ مزید یہ کہ ان مدقماشوں اور جہنمی لوگوں نے اسی پر بس نہیں کی بلکہ سرعام تبرا بازی، دشنام طرازی، لعنت لعنت کے وظیفے اور اسلام وصحابہ دشمنی کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ ہر جگہ، ہر محل، ہر آن انہوں نے یہ کار بدسرانجام دیا۔

حتیٰ کہ نوبت بایں جارسید کہ جھنگوی شہیدؒ کے شہر جھنگ میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پتلے بنا کر نذ آتش کئے گئے۔ بازاری زبان استعمال کی گئی اس کی باقاعدہ مہم شروع ہوگئی۔ ان حالات میں حضرت جھنگوی شہیدؒ نے اس کا بیڑا اٹھایا۔ چونکہ فتنہ بہت اشد اور سخت تھا تو حضرت جھنگوی شہیدؒ نے دن رات کے آرام کو تج کر کے حوالہ جات کے انبار سے مسلح ہو کر پورے ملک میں کام شروع کیا دن ہو یا رات، گرمی ہو یا سردی، صبح ہو یا شام طوفانی دورے اور تقریروں پر تقریریں کیں

نہایت ہی سختی سے شیعہ اثنا عشریہ کے کافرانہ ملحدانہ افکار ونظریات اور عقائد بد کو مسلمانوں کے سامنے آشکار کیا ارباب اقتدار اور ارکان حکومت پر بھی شیعیت کا کفر واضح کیا چنانچہ ہر جگہ، کراچی سے خیبر تک شیعیت کے کفر کے نعرے بلند ہوئے یہاں تک کہ شیعہ کہلوانا گالی بن گیا۔ کیا بوڑھا، کیا جوان، اور بچہ کیا مرد اور کیا عورت، پڑھا ان پڑھ مسلم وغیر مسلم سب پر روز روشن کی طرح اس ٹولے کا کفر ہویدا ہو گیا۔

یہ بھی واضح رہے کہ روافض واہل تشیع کو کافر کہنے میں (ان کے عقائد کی بناء پر) جھنگوی شہیدؒ تنہا نہ تھے بلکہ تمام اہلسنت والجماعت کی کتب فقہ وفتاویٰ، عقائد وکلمہ، قرآن وحدیث کی سینکڑوں بلکہ ہزاروں عبارات وجود ہیں جن سے مذکورہ عقائدِ بد کے حاملین کافر ہونا صراحتاً ثابت ہوتا ہے۔ مشتے نمونہ از خروارے چند حوالہ جات پیش کرنے پر اکتفاء کرتا ہوں۔ مزید تفصیل بڑی کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

چونکہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وخصوصاً حضرات خلفاء ثلثہؓ اور ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ رضوان اللہ علیہم کی شان اور رفعت وبلندی میں نصوص قطعیہ اور احادیث معتبرہ، صحیحہ، صریحہ اور متواترہ موجود ہیں لہٰذا ان پر تبرا کرنے سے نصوص قطعیہ، احادیث معتبرہ، صحیحہ، صریحہ اور اخبار متواترہ کا انکار لازم آتا ہے۔ اس بناء پر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، خلفاء راشدین (خلفاء ثلثہ) خصوصاً حضرات شیخینؓ (ابوبکرؓ وعمرؓ) اور ام المومنین سیدہ عائشہ پر سب کرنا، جناب ابوبکرؓ کی صحابیت وخلافت کا انکار کرنا، قذف عائشہ کا قائل ہونا شرعاً کفر ہے ایسے حضرات دائرہ اسلام سے خارج ہیں مسلمان نہیں ہیں۔ چنانچہ مجدد الف ثانی امام شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں۔

"ہم یقیناً جانتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ مومن ہیں اور خدا تعالیٰ کے دشمن نہیں اور ان کو جنت کی خوشخبری دی گئی ہے لہٰذا ان کو کافر کہنے سے کفر لازم آتا ہے جو کہ کہنے والے کی طرف لوٹے گا۔ (رد رفض ص ۳۷)

وقال ایضاً جب شیعہ ان بزرگوں کی مذمت کرتے ہیں تو گویا وحی کی مخالفت کرتے ہیں اور وحی کی مخالفت کھلا کفر ہے (رد رفض ص ۱۱،۱۲) وکذا قال القاضی عیاض المالکی نور اللہ مرقدہ فی الشفاء ج/۲۔

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ رقمطراز ہیں:

وقال القاضی ابویعلی الذی علیه الفقهاء فی سبّ الصحابة ان کان مستحلّا کفر وان لم یکن مستحلا فسق ولم یکفر سواءً کفراً وطعن فی دینهم مع اسلامهم..... وقطع طائفة من الفقهاء من اهل الکوفة وغیرهم بقتل من سبّ الصحابة وکفر الرافضیة قال محمد یوسف الفریابی وسئل عمن شتم ابابکر قال کافر قیل فیصلّٰی علیه قال لا..... قال ابوبکر بن هانی لا توکل ذبیحة الرافضة والقدریة کما لا توکل ذبیحة المرتد مع توکل ذبیحة الکتابی لان هؤلاء المرتد (الصارم المسلول ص ۵۷۵)

(مطبوعه دار الفکر بیروت ص ۵۶۹)

"یعنی قاضی ابویعلی نے کہا سب صحابہ کے بارے میں جس قول پر حضرات فقہاء کا اجماع ہے وہ یہ ہے کہ اگر قائل سب صحابہؓ کو حلال اور جائز سمجھتا ہو تو کافر ہے..... فقہاء کوفہ وغیرہم کی ایک جماعت نے قطعی حکم لگایا ہے کہ صحابہ کرامؓ کے شاتمین کے قتل کا اور روافض کے کفر کا قطعی فیصلہ کیا ہے۔ محمد یوسف فریابی سے ابوبکر صدیقؓ کو گالی دینے والے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا ایسا شخص کافر ہے مزید فرمایا کہ اس پر نماز جنازہ بھی نہ پڑھی جائے نیز جیسے مرتدین کا ذبیحہ حرام ہے بعینہٖ اسی طرح روافض کا ذبیحہ بھی حرام ہے کیونکہ یہ مرتد ہیں"۔

نیز مذکورہ کتاب میں یہ بھی ہے کہ اگر یہودی اور روافض کا ذبیحہ موجود ہو تو یہودی کا ذبیحہ کھانا جائز ہے۔ رافضی کا ذبیحہ کھانا حرام ہے لانہٗ مرتد عن الاسلام..... لان هؤلاء المرتد وأهل الذمة يقرون على دينهم وتوخذ منهم الجزية (الصارم المسلول ۵۷۰)

محقق علی الاطلاق محقق ابن الہمام فرماتے ہیں:

وفي الروافض..... ان انكر خلافت الصديق او عمر رضي الله عنهما فهو كافر.

(فتح القدیر مطبوعہ بیروت ج ۱/ص ۳۰۴)

رافضی اگر صدیق اکبر یا فاروق اعظم کی خلافت کا انکار کریں تو وہ کافر ہیں۔

ابوحنیفۂ ثانی علامہ ابن نجیم حنفیؒ فرماتے ہیں:

الرافضي اذا كان يسبّ الشيخين ويلعنهما العياذ بالله فهو كافر. (البحر الرائق ج۵/ص ۱۳۱ وكذا في فتاوى بزازية للامام ابن بزاز الكردري ج۶/۳۱۸)

رافضی جب شیخین کو سب کرے یا لعنت کرے نعوذ باللہ تو کافر ہو جائے گا۔

خاتم المحققین علامہ ابن زین العابدین اشامیؒ اپنے شہرہ آفاق فتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

وبه ظهر ان الرافضي ان كان ممن يعتقد الالوهية في علي اوان جبريل غلط في الوحي او ينكر صحبة الصديق او يقذف السيدة الصديقة فهو كافر لمخالفة القواطع المعلومة من الدين بالضرورة بخلاف ما اذا كان كان يفضل عليا..... فانه مبتدع لا كافر. الخ (شامية ج ۲/ص ۲۸۹)

یعنی اسی سے رافضی کا حکم بھی ہویدا ہو گیا کہ تو علی المرتضیٰؓ کی الوہیت کا قائل ہو یا جبرائیل علیہ السلام سے وحی میں غلطی واقع ہونے کا قائل ہو یا صدیق اکبر کی معیت کا منکر ہو یا سیدہ صدیقہ پر تہمت کا قائل ہو تو شرعاً کافر ہے کیونکہ یہ ضروریات دین میں سے قطعیات کا منکر ہے اور قطعیات کا منکر کافر ہے لہٰذا رافضی بھی کافر ہے۔

علامہ الامام طاہر بن عبدالرشید الحنفیؒ اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں۔

وفي الروافض ..... وان أنكر خلافت الصديق فهو كافر. (خلاصة الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۴۹)

CamScanner

اگر رافضی صدیق اکبرؓ کی خلافت کا انکار کرے تو وہ کافر ہے۔

علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

قال القاضی ابویعلی من قذف عائشة بما برأها الله منه کفر بلا خلاف وقد حکی الاجماع علی هذا غیر واحد، وصرح غیر واحد من الائمة بهذا الحکم.

(الصارم المسلول دار الفکر: ص ۵۶۶)

یعنی جس معاملے سے اللہ تعالیٰ نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برأت اور صفائی و پاکدامنی کو آشکار کیا اس کے بارے میں جو سیدہ کو متہم کرے بلا خلاف اتفاقی طور پر وہ کافر ہے کثیر علماء نے تو اس مسئلہ کو اجماعی بتلایا ہے بہت سارے ائمہ نے اسی حکم کی تصریح فرمائی ہے۔

ان حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ شیخینؓ (ابوبکرؓ و عمرؓ) کو سب و شتم کرنا، سیدہ صدیقہ کائناتؓ پر تہمت کا قائل ہونا، حضرات صحابہ پر تبرا کرنا اور الوہیت علیؓ کا قائل ہونا یہ سب کفر ہے۔ پہلے یہ ثابت ہو چکا ہے روافض و اہل تشیع ان اقوال شیعہ و اقوال بد ہیں۔ لہٰذا شرعاً یہ کافر ہیں ان کا حکم عام مرتدین سے بھی اشد ہے۔ کیونکہ نام اسلام کا لیتے ہیں ان کے کام اور عقائد سب قرآن و سنت کے خلاف ہیں۔

پہلے یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ مذکورہ فرقہ تحریف قرآن کا بھی قائل ہے جبکہ تمام اہل اسلام کا اس پر اتفاق و اجماع ہے۔ اور پختہ عقیدہ ہے کہ جو قرآن جبرئیل علیہ السلام نے بحکم خداوندی ۲۳ سال کے عرصہ میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ زادہما اللہ شرفاً و غیرہما مختلف مقامات میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا اور اتارا وہی قرآن مجید اج مسلمان کے پاس اصلی شکل میں موجود ہے۔ اور قیامت تک اسی اصلی شکل میں موجود رہے گا۔ جسمیں نہ ہی کسی ایک حرف کی کمی بیشی، تغیر و تبدل اور حذف و اضافہ ہوا اور نہ ہوگا۔ حضرت فقہاء کرام و محدثین عظام نے بصراحت بیان فرمایا ہے کہ تحریف قرآن کے قائلین بھی شرعی نقطۂ نگاہ سے کافر ہیں چند عبارات ملاحظہ فرمائیں۔

چنانچہ ملا علی قاری رحمہ الباری لکھتے ہیں:

من جحد القرآن ای کلمة او سورة منه او آیة (فهو کافر). (شرح فقہ اکبر ۵۳)

جو شخص قرآن کے محض ایک حرف کا یا سورۃ کا یا آیات کا انکار کرے وہ کافر ہے۔

بحر العلوم علامہ لکھنویؒ لکھتے ہیں۔

فمن قال بهذا القول فهو کافر لانکاره الضروری فافهم اھ (فواتح الرحموت ۶۱۷)

جو تحریف قرآن کا قائل ہو تو وہ کافر ہے کیونکہ اس سے ضروریات کا انکار لازم آتا ہے خوب سمجھ لیں۔

علامہ ابن حزم اندلسی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

ومن قول الامامیة کلها قدیما وحدیثا ان القرآن مبدلٌ زید فیه ما لیس منه ونقص منه کثیر وبدل کثیر. (الفصل فی الملل الاھواء والنحل: ۱۸۲/۳)

وقال ایضاً ان الروافض یزعمون ان اصحاب نبیکم بدلوا القرآن واسقطوا منه وازادوا فیه ..... واما قولهم فی دعوی الرفض تبدیل بتبدیل القراات فان الروافض لیسوا من المسلمین (ایضاً ۲/۷۸)

یعنی امامیہ شیعہ نئے، پرانے سب اس پر متفق ہیں کہ قرآن پاک تبدیل شدہ ہے جو باتیں نہیں تھیں وہ زیادہ کردی گئی ہیں اور جو تھیں وہ اس سے کم کردی گئی ہیں اور بہت سی آیات تبدیل کردی گئی ہیں۔

ان کا یہ بھی گمان ہے کہ تمہارے نبی کے اصحابؓ نے قرآن مجید کو تبدیل کردیا ہے اور اس میں کمی بیشی کردی ہے۔

لہٰذا رافضی مسلمانوں میں شامل نہیں ہیں۔

مذکورہ تفصیل سے خوب واضح ہوگیا ہے کہ جھنگوی شہیدؒ نے دلائل وبراہین کے پیش نظر روافض کے کفر کا اعلان کیا تھا۔

یہ بھی واضح رہے جھنگوی شہیدؒ کی تحریک سے پہلے بھی رافضیت کے خلاف کام ہوتا رہا اور اب بھی ہو رہا ہے۔ مثال کے طور پر حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کی معرکۃ الآراء اور لاجواب کتاب ''تحفہ اثنا عشریہ'' امام المناظرین علامہ عبدالشکور لکھنویؒ کی کتب، سلطان المحدثین والمناظرین مولانا وسیدنا خلیل احمد السہارنپوریؒ کی ہدایات الشیعہ، مولانا سید مہدی حسنؒ کی آیات بینات، حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی ہدیۃ الشیعہ، مولانا گنگوہیؒ ابوحنیفۂ وقت کی ہدایۃ الشیعہ، مولانا سید نور الحسن شاہ بخاریؒ کی کشف الحقائق، مولانا منظور احمد نعمانیؒ کی ایرانی انقلاب، مولانا دوست محمد قریشیؒ کی اہل سنت پاکٹ بک، حضرت اقدس علامہ تونسوی زید مجدھم ودامت برکاتہم کا مناظرہ باگڑ سرگانہ ودیگر رسائل اور غیر مقلد عالم مولانا احسان الٰہی ظہیرؒ کی الشیعۃ والتشیع نیز ہمارے حضرت اقدس مجاہد اسلام مرشد پاک مولانا عزیز الرحمٰن صاحب ہزاروی مدظلہ کی کتاب ''دو بھائی'' اور سنی موقف اور سپاہ صحابہؓ کا مجلہ خلافت راشدہ، تنظیم اہل سنت حضرت تونسوی صاحب مدظلہ کا اور قاضی مظہر حسین صاحبؒ کی کتب، اور بحر العلوم علامۂ وقت ڈاکٹر پروفیسر خالد محمود زیدہ مجدہ پی ایچ ڈی لندن کی عبقات اور خلافت راشدہ، علامہ مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ کی تاریخی دستاویز، نیز ان کے علاوہ ہمارے علماء کے فتاویٰ جات مثلاً حضرت اقدس سراپائے خیر مولانا خیر محمد جالندھریؒ کی نگرانی میں لکھے گئے فتاویٰ جات الموسوم بہ خیر الفتاویٰ ج اول، حضرت مفتی رشید احمد لدھیانویؒ کے احسن الفتاویٰ ج اول، حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ اکوڑہ خٹک کے دارالعلوم سے شائع شدہ فتاویٰ حقانیہ، حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانویؒ کے آپ کے مسائل اور ان کا حل، اور شیعہ سنی اختلافات اور صراط مستقیم اور محمود ملت حضرت مفتی محمودؒ کے ''فتاویٰ مفتی محمود'' میں تو شیعیت کی جگہ جگہ خبر لی گئی ہے۔ ان کے علاوہ بھی شیعیت کے رد میں ہزاروں سے زائد صفحات پر لکھا گیا ہے۔ خود بندہ نے فتاویٰ کی شکل میں سینکڑوں صفحات پر شیعیت کا رد لکھا ہے۔ (اللہ قبول فرمائے اور اشاعت کی توفیق عطا فرمائے آمین)

مزید برآں عربی فتاویٰ جات اور علماء اہل سنت (احنافؒ، مالکیہؒ، شوافعؒ، اور حنابلہؒ بلکہ اصحاب ظواہر تک) کی کتب متداولہ میں بھی سب شیخینؓ وقذف عائشہؓ، الوہیت علیؓ کا قائل ہونا یا جو شخص کسی بھی ایک صحابی کو سب وشتم کرتا ہے نہایت ہی وضاحت اور صراحت سے ایسے شخص کے احکام موجود ہیں بندہ نے بہت ہی اختصار سے کچھ لکھا ہے۔ شائقین درج ذیل کتب میں مراجعت کرسکتے ہیں۔ مثلاً حضرت قاضی عیاض مالکیؒ کی ''الشفاء'' شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی ''الصارم المسلول علی شاتم الرسول''

حضرت علامہ ابن حجر مکی شافعیؒ کی الاعلام فی قواطع الاسلام، امام زرکشیؒ اور امام سبکیؒ کی کتب تلک الکتب لائمۃ المذاہب الثلاثۃ۔ علمائے احناف کثر اللہ سوادھم کے درج ذیل فتاویٰ جات میں مذکورہ عقائد بد کے حاملین کا حکم دیکھا جا سکتا ہے۔

مثلاً علامہ عالم بن العلاء الہندیؒ کا فتاویٰ ''التاتارخانیہ'' علامہ الامام ابن بزازؒ الکردری کا ''فتاویٰ بزازیہ'' علامہ الامام طاہر بن عبدالرشید السجاوندی الحنفیؒ کا ''خلاصۃ الفتاویٰ'' خاتمۃ المحققین علامہ ابن ''زین العابدین الامام السید'' المعروف شامی کا فتاویٰ ''ردالمحتار معروف بہ فتاویٰ الشامیہ'' رسائل ابن عابدین میں اس پر مستقل ''تنبیہ الولاۃ والحکام علی احکام شاتم خیر الانام اوسابّ احد الصحابۃ الکرام'' محقق علی الاطلاق محقق ابن الہمام کی ''فتح القدیر'' ابوحنیفہؒ ثانی ابن نجیم حنفی کی ''البحر'' ملا علی قاریؒ کی ''شرح فقہ علی الاکبر'' نیز حادی قدسی وغیرہم ذالک من الکتب المعتمدۃ لائمۃ الحنفیۃ والفقہاء الحنفیۃ۔ فارجع ان شئت۔

ان کثیر حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ روافض کو کافر کہنے کے معاملے میں حضرت جھنگوی شہیدؒ تنہا نہ تھے بلکہ چاروں مذاہب کے ائمہ کے فتاویٰ جات اور ان کی کتب کلامیہ وعقائد اس سے بھری پڑی ہیں۔

مذکورہ عقائد بد کے حاملین کے خلاف دوسرے علماء وائمہ نے بھی اگرچہ کام کیا ہے لیکن حضرت جھنگویؒ شہید نے تو امام ابوحنیفہؒ اور امام ابن حنبلؒ کے سے استقلال وعزم سے کام لیتے ہوئے عزیمت پر عمل کر کے شہادت والی نعمت سے سرفرازی حاصل کی۔ درحقیقت قسام ازل نے جھنگوی شہیدؒ کو اسی کام ہی کے لئے چنا اور منتخب فرمایا تھا۔ حضرتؒ نے بھی اس انتخاب کی لاج رکھی اور ایسی دیوانگی عشق ومحبت وجانثاری وجانفشانی سے کام کیا کہ حیرت ہوتی ہے۔ بندہ نے تو صرف کیسٹیں ہی سنی ہیں اس سے جو تاثر لیا وہ یہی کہ جھنگوی شہیدؒ کو صرف مشن دفاع صحابہؓ سے ہی کام تھا آپ کی خطابت عام خطابت نہ تھی بلکہ ایک جادو تھا جو سننے والوں کو اپنے سحر میں جکڑ لیتا تھا۔ میں نے ایک دو دفعہ ایک دوست کے موبائل میں جھنگوی شہیدؒ کی سی ڈی سنی اور دیکھی ہے خدا کی قسم، خدا کی قسم خدا کی قسم لگتا تھا کوئی دیوانہ ہے۔ اس جہاں میں نہیں ہے خود نہیں بول رہا بلکہ اس سے الفاظ کہلوائے جا رہے ہیں ہم تو جب بھی جھنگوی شہیدؒ کی تقریر سنتے کلیجہ منہ کو آنے لگتا، دل پھٹنے کے قریب ہو جاتا۔ آنکھیں خون کے آنسو رونے لگتیں، یہ تو کیسٹیں سننے والوں کا حال ہوتا ہے خدا جانے جو آمنے سامنے سنتے اور دیدار سے مشرف ہوتے ہونگے ان کی کیا حالت ہوتی ہوگی۔ حضرت مفتی محمد حفیظ اللہ صاحب مدظلہ بھکر کے بقول دارالعلوم کبیر والہ میں جھنگوی شہیدؒ کے استاذ مکرم اور ہمارے استاذ مولانا علی میاں صاحب نے جب جھنگوی شہیدؒ کی تقریر سنی تو دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ سیدۃ الصدیقہ امی عائشہ کا جب تذکرہ آتا تو امی، امی، امی، اس انداز میں کہتے لگتا کہا بھی ماں کی عزت وناموس میں کلیجہ وجگر پھٹے گا اور روح قفس عنصری سے پرواز کر جائے گی۔ درحقیقت جھنگوی شہیدؒ ایک طوفان بلاخیز تھے جو آناً فاناً اٹھے کفر ورفض وفتنہ سبائیت کو خس خاشاک کی طرح بیخ بیخ کر دکھ دیا۔ رہتی دنیا تک ان شاء اللہ اس کو گالی بنا کر خود تھم کر تہ خاک سعادت کی موت کو گلے لگا کر جا بسیرا کیا۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را
ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

✿✿✿✿

علامہ حق نواز جھنگوی شہیدؒ اور.....مقام مجددیت

ایم آئی صدیقی

مجدد کی ضرورت کو اس بات سے سمجھ لینا چاہئے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے اور ان کو اپنے قرب ورضا اور جنت کا مستحق بنانے کیلئے نبوت ورسالت کا سلسلہ جاری فرمایا اور انسانی دنیا کے آغاز سے لے کر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک یہ سلسلہ اس طرح جاری رہا کہ جب اور جس خطۂ زمین میں انسانوں پر گمراہی کا غلبہ ہوا اور انہیں آسمانی ہدایت کی ضرورت ہوئی تو حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنا کوئی نبی ان میں بھیج کر ان کی رہنمائی اور دستگیری فرمائی، اس طرح ہزاروں سال یہ سلسلہ جاری رہا حتیٰ کہ اب سے تقریباً چودہ سو سال قبل حکمت الٰہی نے فیصلہ کیا کہ اب ایک ایسی کامل ہدایت اور ایسا مکمل دین پوری انسانی دنیا کو عطا فرما دیا جائے جو سب قوموں کے حسب حال ہو اور جس میں آئندہ کسی ترمیم و تنسیخ کی ضرورت نہ ہو اور ایک ایسے نبی ورسول کے ذریعے اس ہدایت اور اس دین کو بھیجا جائے جو سب ملکوں اور سب قوموں کا نبی ہو۔ اور پھر اس نبی پر نبوت کے اس سلسلہ کو ختم کر دیا جائے۔

حکمت خداوندی نے اس فیصلہ کے مطابق حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین بنا کر مکمل ہدایت اور کامل دین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اور ان کے ذریعہ بھیجی ہوئی مقدس کتاب قرآن مجید میں ختم نبوت اور تکمیل دین کا اعلان بھی فرما دیا لیکن حکمت خداوندی کا فیصلہ یہ بھی تھا کہ دوسرے نبیوں کی طرح خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی عمر طبعی دی جائے گی۔ چنانچہ بعثت کے تیئس سال بعد تریسٹھ سال کی عمر میں آپ ﷺ اس دار فانی سے پردہ فرما گئے، آپ کے بعد قیامت تک کیلئے آپ کے لائے ہوئے اس دین متین کی حفاظت کا ذمہ خود حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے لے کر اس کا ایک ظاہری انتظام یہ فرمایا کہ اس امت کے علمائے کرام کو انبیائے عظام کا تبلیغی مشن سپرد فرما دیا اور رسول اللہ ﷺ کے ارشاد گرامی سے ان کو یہ بشارت دی گئی کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل یعنی میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی مانند ہیں۔ چنانچہ ماضی کی تاریخ اور حال کا مشاہدہ گواہ ہے کہ ہر دور میں اس امت میں ایک بڑی تعداد ایسے لوگوں کی رہی ہے جنہوں نے دین کے تعلیم وتعلم اور حفاظت اور خدمت ہی کو اپنا خاص مشغلہ اور وظیفہ بنایا لیکن مرور زمانہ کے ساتھ قدرتی طور پر یہ بات بھی ناگزیر تھی کہ جس

طرح پہلے نبیوں کے ذریعے آئی ہوئی آسمانی تعلیم وہدایت میں طرح طرح کی تحریفیں اور آمیزشیں ہوئیں اور عقائد واعمال کی بدعتوں نے ان میں جگہ پائی اسی طرح اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی اس آخری ہدایت وتعلیم میں بھی تحریف وتبدیلی کی کوششیں ہوں گی اور فاسد مزاج عناصر اس کو اپنے غلط خیالات اور اپنی نفسانی خواہشات کے مطابق ڈھالنے کے لئے حقائق دینیہ کی غلط تاویل کریں گے اور سادہ لوح عوام ان کے دجل وتلبیس کا شکار ہوں گے اور اس طرح یہ امت بھی عقائد واعمال کی بدعات میں مبتلا ہو جائے گی۔ اس لئے یہ سلسلۂ نبوت ختم ہو جانے کے بعد اس دینِ حق کی حفاظت کیلئے یہ بھی ضروری تھا کہ ہر دور میں کچھ ایسے بندگانِ خدا پیدا ہوتے رہیں جن کو حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف سے دین کی خاص فہم وبصیرت عطا ہو جس کی وجہ سے وہ اسلام اور غیر اسلام اور سنت وبدعت کے درمیان امتیاز کی لکیر کھینچ سکیں اور اسی کے ساتھ دین کی حفاظت کا خاص داعیہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے دلوں میں ڈالا جائے اور اس راہ میں ان کو ایسی عزیمت بھی عطا فرمائی جائے کہ ناموافق سے ناموافق حالات میں بھی وہ اس قسم کے ہر فتنہ کا مقابلہ کرنے میں سینہ سپر ہو جائیں اور دین حق کے چشمۂ صافی میں الحاد وبدعت کی آمیزش نہ ہونے دیں اس کی بیخ کنی کے لئے اپنی پوری قوت کے ساتھ جدوجہد کریں کوئی لالچ اور کوئی خوف ان کے قدم نہ روک سکے۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنے دین کی حفاظت کے لئے اس ضرورت کو بھی اپنے ذمہ لے لیا اور حکمت الٰہی کے اس فیصلہ کا اعلان خاتم الانبیاء ﷺ نے مختلف مواقع پر فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ میری امت میں قیامت تک ایسے لوگ پیدا کرتا رہے گا جو دین کی امانت کے حامل وامین اور محافظ ہوں گے، وہ افراط وتفریط کی تحریفات اور اہل زیغ وہویٰ کی تراشی ہوئی بدعات اور حق ناآشنا مدعیوں کی تاویلات سے دین کو محفوظ رکھیں گے اور اس کو اس کی بالکل اصلی شکل میں (جس میں کہ وہ ابتداء میں خود حضور کریم ﷺ کے ذریعہ آیا تھا) امت کے سامنے پیش کرتے رہیں گے اور اس میں نئی روح پھونکتے رہیں گے۔ اسی کام کا اصطلاحی عنوان "تجدیدِ دین" ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے جن بندوں سے یہ کام لے وہی مجددین ہیں۔

آیتِ تجدید

تجدید واحیائے دین کے بارے میں جو آیات واحادیث وارد ہوئی ہیں حاضر خدمت ہیں:

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون. (آل عمران: ع ۱۱)

"اور تم میں سے ایک ایسی جماعت کا ہونا ضروری ہے جو خیر کی طرف لوگوں کو بلایا کرے اور نیک کام کرنے کو کہا کرے اور بُرے کاموں سے روکا کرے اور ایسے لوگ پوری طرح کامیاب ہوں گے۔"

حدیثِ تجدید

آں حضور سرورِ کائنات ﷺ کا مجددین کی بعثت اور ان کے ظہور کے متعلق ارشاد ہے:

ان اللّٰہ عزّوجل یبعث لھٰذہ الامّۃ علٰی رأس کل ماۃ سنۃ من یجدّد لھا دینھا.

(اخرجہٗ ابوداؤد فی باب ما یذکر فی قرن الماۃ)

یعنی اللہ تعالیٰ اس امت کی اصلاح کے لئے ہر صدی کے سرے پر مجدد (ایسے بندے) بھیجتا رہے گا جو اس کے لئے اس کے دین کی تجدید (تازہ) کرتے رہیں گے۔"

حدیثِ تجدید کی تخریج

اس حدیث کو حاکم نے بھی اپنی مستدرک میں روایت کیا ہے (ج۴ص۵۲۲) اور ملا علی قاریؒ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ابوداؤد اور حاکم کے علاوہ طبرانی کی معجم اوسط کا بھی اس حدیث کی تخریج کے سلسلہ میں ذکر کیا ہے اور سند و رجال کے بارے میں لکھا ہے "وسندہٗ صحیح ورجالہٗ کلّھم ثقات و کذا صحّحہ الحاکم" ۔(مرقاۃ ج۱ص۳۰۲) اور کنز العمال میں اس حدیث کو روایت کرنے والے محدثین میں امام بیہقی کا اور ان کی کتاب معرفۃ السنن کا بھی حوالہ دیا ہے۔ (کنز العمال ج۶ص۲۳۸) اور حضرت مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ نے مجموعۃ الفتاویٰ میں اس حدیث کی تخریج کے سلسلہ میں ان کے علاوہ حلیہ ابونعیم اور مسند بزار اور مسند حسن بن سفیان اور کامل ابن عدی کا بھی ذکر کیا ہے (مجموعۃ الفتاویٰ ج۲ص۱۵۱) تخریج کے یہ سارے حوالے حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن صاحب شاہ جہاں پوری کے اس مقالہ سے ماخوذ ہیں جو الفرقان کے مجدد نمبر ۱۳۵۷ھ میں شائع ہوا تھا۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ اس حدیث تجدید کے بارے میں مرقاۃ الصعود میں لکھتے ہیں "اتفق الحفاظ علٰی تصحیحہٖ" یعنی حفاظِ حدیث اس کی صحت پر اتفاق رکھتے ہیں۔

اب یہاں کئی سوال پیدا ہوتے ہیں اول یہ کہ تجدید سے کیا مراد ہے؟..... دوم یہ کہ مجدد کون ہوسکتا ہے؟..... سوم یہ کہ مجدد شروع صدی میں ہی آنا ضروری ہے یا وسط اور آخر میں بھی آسکتا ہے؟..... چہارم یہ کہ کیا ایک وقت میں ایک ہی مجدد ہوسکتا ہے یا متعدد بھی ہوسکتے ہیں؟..... وغیرہ وغیرہ..... ان سوالات کے جوابات ذیلی عنوانات کے تحت درج کیے جاتے ہیں۔

تجدید دین سے مراد

حضرت علامہ ملا علی قاریؒ اپنی کتاب مرقاۃ میں اس حدیثِ تجدید کی شرح میں لکھتے ہیں:

ای یبیّن السنۃ من البدعۃ ویکثر العلم ویعزّ اھلہٗ ویقمع البدعۃ ویکسر اھلھا.

"یعنی مجدد کی صفت یہ ہے کہ وہ سنت کو بدعت سے ممتاز و نمایاں کردے گا اور علم کو بکثرت شائع کرے گا اور اہلِ علم کی عزت کرائے گا اور بدعت کا قلع قمع کرے گا اور اہل بدعت کا زور توڑ دے گا۔"

اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اپنی کتاب لمعات التنقیح عربی ص۲۹۳ اور اشعۃ اللمعات فارسی ج۱ص۱۸۲ میں

اس حدیث کی شرح میں مجدد کی صفت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں جس کا اردو ترجمہ یہ ہے کہ "وہ تجدید و نصرت دین اور ترویج و تقویت سنت اور قلع قمع بدعت اور اس کی تضعیف و نشرِ علوم اور اعلائے کلمۂ اسلام کے ساتھ اپنے اہلِ زمانہ میں ممتاز ہوگا۔"

مجدد کی پہچان

اخص الخواص اولیاء اللہ میں بھی عام اولیاء اللہ اور خواص اولیاء اللہ ہوتے ہیں۔ یہ حضرات دعوت و عزیمت کے لوگ ہوتے ہیں۔ حدیث شریف میں وارد ہے:

افضل الجهاد كلمة حقّ عند سلطانٍ جائر وفي رواية كلمة عدل.

یہ حضرات اس حدیث پر پوری طرح عمل کرتے ہیں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت اور کسی ایذا رساں کی ایذا رسانی سے بے خوف ہو کر اقامتِ دین و احیائے سنت و ازالۂ بدعت کا فریضہ انجام دیتے رہتے ہیں۔ ایسے زمانہ میں جب کہ دین بہت کمزور ہو گیا ہو اپنے اور اغیار ہدمِ دین میں دن رات لگے ہوئے ہوں۔ شریعت کے احکامات پر چلنا آگ پر چلنے کی طرح مشکل ہو گیا ہو، بدعات کا ہر طرف زور ہو، علماء سوء و صوفیات خام کا زور ہو، انہی اخص الخواص اولیاء اللہ میں سے ایک شخص یا ایک جماعت ظاہر ہوتی ہے جو دعوتِ اسلام و تنقیح اسلام کا کام اس انداز میں سرانجام دیتی ہے کہ دین نئے سرے سے زندہ ہو جاتا ہے اور لوگ احکامِ شریعت پر عمل کرنے لگتے ہیں اور قانون شرعی کی بالادستی حاصل ہو جاتی ہے۔ ایسے ہی ایک شخص یا جماعت پر حدیث کی رو سے مجدد کا اطلاق ہوتا ہے اس کی معرفت کیلئے ضروری ہے کہ اس کے عقائد اہل سنت والجماعت کے مطابق ہوں، علومِ شرعیہ میں مہارتِ تامہ اور اتباعِ سنت میں کمال حاصل ہو، اخلاص کی دولت سے مالا مال ہو، اخص الخواص سے عام مومنین تک اس کو مقبولیت حاصل ہو، اقامت دین و احیائے سنت و ازالۂ بدعت میں اس کی خاص شان ہو۔ مجدد کا پتہ اس کی دینی خدمات سے چلتا ہے اس کے ہم عصر علماء قرائن اور ظن غالب سے اس کی دینی خدمات اور اس کے علم و فضل کو دیکھ کر اس کے مجدد ہونے کا حکم لگا سکتے ہیں۔

زمانۂ مجدد

حدیث مذکور کے لفظ "علیٰ رأس كل مأة سنة" کی تشریح میں ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں: "**اى انتهاه او ابتداه اذا قلّ العلم والسنة وكثر الجهل والبدعة**" (یعنی ایک صدی کے آخر یا دوسری کے ابتداء میں جبکہ علم اور سنت کی کمی ہو جائے اور جہل و بدعت کی کثرت ہو جائے)۔ اور شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اس کی تشریح میں لکھتے ہیں: "**المراد بالرأس اخر المأة او قريب من اخرها**" (یعنی رأس سے مراد صدی کا آخر یا اس کے آخر کا قریبی زمانہ ہے) جن حضرات نے اس حدیث کے لفظ رأس کی وجہ سے کسی کے مجدد ہونے کے لئے بطور شرط کے یہ ضروری قرار دیا ہے کہ اس کا تجدیدی کام صدی کے سرے پر (یعنی صدی کے شروع یا آخر میں) جاری ہونا چاہئے۔ انہوں نے صدی سے یہی معروف ہجری صدی مراد لی ہے جیسا کہ مولانا عبدالحیٔ قدس سرہٗ بھی مجموعۃ الفتاویٰ ص ۱۵۱ میں فرماتے ہیں "مجدد کے لئے ضروری ہے کہ ایک

صدی کا آخر زمانہ اور دوسری صدی کا اوّل زمانہ اس طرح پر پائے کہ اس سے علوم مشتہر ہوں اور انتفاع عام طور پر شائع ہو، پس اگر اس نے آخر صدی کو نہ پایا اس سے اس زمانہ میں شریعت کو زندہ کرنے کا انتفاع حاصل نہ ہوا تو وہ شخص مجددین سے خارج ہوگا اور اس حدیث کے مفہوم میں داخل نہیں ہوگا''۔ لیکن بعض محققین کی رائے یہ ہے کہ اس سے معروف ہجری صدی مراد نہیں ہے اس لئے کہ سنہ ہجری کا یہ نظام تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت سے قائم ہوا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں تو یہ نظام تھا ہی نہیں اور یہ اصطلاح اس وقت وضع ہی نہیں ہوئی تھی، اس لئے اس حدیث کے لفظ مائۃ سنۃ سے ہجری صدی مراد لینا صحیح نہیں ہوسکتا بلکہ اس کا مطلب کل قرن ہوگا اور حدیث میں رأس کی قید کو اتفاقی کہنا پڑے گا۔ بالفاظِ دیگر اس کو مقحم ماننا پڑے گا جیسا کہ عربی میں علی رؤس الاشہاد میں رؤس کا لفظ مقحم ہے اور فارسی یا اردو میں برسرِ منبر و برسرِ مجلس میں سر کا لفظ مقحم ہے، اس بناء پر حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ ہر قرن اور ہر دور میں اس امتِ مسلمہ میں ایسے بندے پیدا کرتا رہے گا جو اس امت کے لئے دین کی تجدید کرتے رہیں گے۔ چنانچہ اس امت کی تاریخ گواہ ہے کہ ایسے بندے ہر دور میں برابر پیدا ہوتے رہے ہیں اور دین کی تجدید کا یہ سلسلہ مسلسل جاری ہے اور ہماری دینی تاریخ ہی اس کی بھی شاہد و مصدق ہے کہ تجدید کا یہ کام کبھی اور کسی ملک میں ہجری صدی کی ابتداء میں ہوا ہے کبھی اور کہیں وسط میں اور کبھی اواخر میں۔ لیکن اکثر محققین کے نزدیک وہی پہلا قول یعنی مجدد کا صدی کے سرے پر ہونا ہی معتبر ہے۔

تعددِ مجدد

بعض لوگوں کی باتوں سے محسوس ہوتا ہے کہ مجددیت کے بارے میں ان کا تصور کچھ ایسا ہے کہ گویا وہ نبوت سے چھوٹے درجہ کا کوئی خاص منصب ہے اور ہر صدی میں اللہ تعالیٰ کسی ایک خاص بندے ہی کو اس منصب پر فائز کرتا ہے اور اس صدی کے مسلمانوں کی فلاح و سعادت اور دینی و روحانی کمالات کا حصول اس پر موقوف ہوتا ہے کہ وہ اپنی صدی کے اس مجدد کو پہچانیں اور اس کا اتباع کریں لیکن مجددیت کے اس تصور کی کتاب و سنت میں کوئی اصل و بنیاد نہیں مل سکی مجددیت کے متعلق جو حدیث اوپر درج کی گئی اس میں جو مَـــــنْ کا لفظ ہے وہ جس طرح واحد اور فرد کے لئے استعمال ہوتا ہے اسی طرح جمع اور جماعت کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ شارحینِ حدیث علامہ سیوطیؒ و ملا علی قاریؒ وغیرہما نے اس کی تصریح کی ہے لہٰذا یہ قطعی طور پر لازمی نہیں کہ ایک صدی میں ایک ہی مجدد ہو بلکہ ایک سے زائد بھی ہو سکتے ہیں بہر حال ہر صدی میں ایک مجدد کا وجود تو ضروری ہے۔

ملا علی قاریؒ "من یجدّد لها دینها" کی تشریح میں لکھتے ہیں "علماء نے اس لفظ مَن کی تاویل میں مختلف طریقہ پر کلام کیا ہے اور ہر ایک نے اپنے مذہب کے عالم کی طرف اشارہ کیا ہے اور حدیث کو اس پر محمول کیا ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ اس کو عموم پر محمول کیا جائے کیونکہ لفظ من واحد و جمع دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے اور اس کو فقہاء کے لئے بھی مخصوص نہیں کرنا چاہئے اگرچہ فقہائے کرامؒ سے امت کو بہت نفع پہنچا ہے لیکن اولوالامر و محدثین و قراء و واعظین اور زاہدین سے بھی امت کو بہت بہت نفع پہنچا ہے، چنانچہ دین اور قوانینِ سیاست کی حفاظت اور عدل و انصاف کا پھیلانا اولوالامر کا کام ہے اور اسی طرح

قراء و محدثین قرآن اور احادیث کا ضبط کرتے ہیں جو کہ شرع کے اصول اور دلائل ہیں اور واعظین اپنے مواعظ سے لوگوں کو فائدہ پہنچاتے ہیں اور تقویٰ کی ترغیب دیتے ہیں۔ الیٰ قولہ اور میرے نزدیک اظہر یہ ہے کہ مَن یجدد سے مراد صرف ایک شخص نہیں بلکہ ایک جماعت مراد ہے، ان میں سے ہر ایک کسی ایک ملک میں علوم شرعیہ کے کسی ایک فن یا کئی فنوں میں جس قدر ہو سکے گا، تقریر یا تحریر کے ذریعے دین کی تجدید کرے گا اور اس کی بقا کا باعث ہوگا اور اس کے ذریعہ سے دین مٹ جانے اور ختم ہو جانے سے محفوظ رہے گا یہاں تک کہ امر الٰہی آ جائے۔" (مرقاۃ ج ۱ ص ۳۰۲)

دراصل اس ارشاد سے رسول اللہ ﷺ نے امت کو یہ اطمینان دلانا ہے کہ اس دین میں کبھی تحریف نہیں کی جا سکے گی اور نہ ہی زیادہ زمانہ گزرنے سے بوسیدہ ہوگا اور نہ زمانے کے انقلابات اس کی حقیقت کو بدل سکیں گے بلکہ اللہ تعالیٰ اس کی بقا و حفاظت اور تجدید کا انتظام برابر کرتا رہے گا۔ اور ہر دور اور ہر قرن میں ایسے بندے پیدا ہوتے رہیں گے جو دین سے اس گرد و غبار کو جھاڑتے رہیں گے جو زمانے کی ہواؤں سے اس پر پڑے گا اور اس کی کہنگی سے بچانے کے لئے اپنی جدوجہد سے اس کی رگوں میں تازہ خون دوڑاتے رہیں گے۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اس حدیث تجدید کی وضاحت و تشریح میں اس حدیث کو پیش فرماتے ہیں جو کتب حدیث میں مروی ہے کہ "میرے لائے ہوئے اس علم یعنی دین کی امانت کو ہر زمانے کے اچھے اور نیک بندے سنبھالیں گے اور اس کی خدمت و حفاظت کا حق ادا کریں گے وہ غلو کرنے والوں کی تحریف اور کھوٹے سکے چلانے والوں کی طمع کاریوں اور جاہلوں کی فاسد تاویلوں سے اس دین کی حفاظت کریں گے"۔

ان سب امور کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس امت ہی میں سے ایسے بندے ہر دور میں پیدا کرتا رہے گا جو اللہ و رسول کی اس امانت کی حفاظت کریں گے اور اس کو اس کی اصلی شکل میں پیش کرتے رہیں گے اور اس دین کی حقیقت تحریفوں اور تاویلوں کے پردوں میں کبھی اس طرح گم نہ ہو سکے گی جس طرح پہلے نبیوں کے ذریعہ آئی ہوئی ہدایتیں دنیا سے گم ہو گئیں۔

اس توضیح سے معلوم ہو گیا کہ امت میں مجددین کی تعداد صرف تیرہ چودہ ہی نہیں ہوگی بلکہ اللہ کے ہزاروں بندے جن سے اللہ تعالیٰ نے دین کی ایسی خدمتیں مختلف زمانوں اور مختلف ملکوں میں لی ہیں، سب ہی اس کارنمایاں میں حصہ دار ہوں گے اور سب ہی کا مجددین میں شمار ہوگا، اس طرح وہ اختلاف بھی ختم ہو جاتا ہے جو مجددین کے تعین میں امت کے مختلف گروہوں اور حلقوں میں پایا جاتا ہے کہ ہر حلقہ اپنے ہی کسی بزرگ کے مجدد ہونے پر اصرار اور دوسروں سے تکرار کرتا ہے۔

مختلف صدیوں میں جس قدر مجدد گزرے ہیں کوئی مجدد دین کے تمام شعبوں کا مجدد نہیں ہوا بلکہ خاص خاص شعبوں کے مجدد ہوتے رہے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ایک وقت میں متعدد مجدد نظر آتے ہیں، کوئی علم حدیث کا، کوئی فقہ کا، پھر اس میں بھی کوئی فقہ حنفی کا مجدد ہے کوئی شافعی کا مجدد ہے، کوئی علم کلام کا مجدد ہے اور کوئی سلوک و احسان (تصوف) کا۔ اس کے باوجود ایسا بے شک ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی زمانہ میں اپنے کسی بندے سے کوئی بہت بڑا تجدیدی کام لیا ہے اور اس کے ذریعہ دین کے بہت سے شعبوں کی تجدید کرائی ہے اور کبھی کسی سے اس سے کم درجہ کا اور دین کے کسی خاص شعبہ میں تجدید کا کام لیا ہے اور یہ فرق ایسا ہے جیسا کہ نبیوں اور رسولوں کے کاموں میں اور ان کے درجات میں بھی رہا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: تلک

الرّسل فضّلنا بعضهم علٰی بعضٍ۔

ایک اور بات بھی ذہن میں رہنی چاہئے کہ صدی کے سرے پر مجدد کی پیدائش ہونا ضروری نہیں بلکہ اس وقت اس کے تجدیدی مشن کا آغاز ہوتا ہے، جس کو حدیث میں بعثت کے لفظ سے ادا کیا گیا ہے۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پیدائش کے چالیس برس بعد مبعوث ہوئے جس طرح قرآن کریم نے انبیاء کرام کے لئے ..... من اللہ کا لفظ استعمال کیا ہے اسی طرح حدیث تجدید میں "یبعث لهذه الامة" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ انبیائے کرام کو بھی اللہ تعالیٰ مبعوث فرماتے ہیں مجدد کو بھی لیکن ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ نبوت اصل اور تجدید اس کا ظل ہے، نبی کی ذات منصوص من اللہ اور تائید الٰہی کے ذریعہ مشخص ہوتی ہے اور نبی کا کشف قطعی ہے جس کو وحی کہتے ہیں۔ مجدد کی شخصیت منصوص من اللہ نہیں ہوتی اور اس کا کشف والہام ظنی ہوتا ہے، نبی کا منکر خارج از اسلام ہے مجدد کا منکر خارج از علم وتقویٰ ہے۔ بہر صورت مجددیت نبوت کا ایک نہایت روشن اور درخشاں پرتو ہے۔

منصب تجدید

منصب نبوت کا ظل ہے اس لئے شئون تجدید بھی شئون نبوت سے بہت کچھ ملتی جلتی ہیں۔ انبیائے کرام علیہم السلام جامع کمالات ہونے کے باوجود غالب طور پر وہی کمال لے کر آتے ہیں جس کی اس دور کو ضرورت ہوتی ہے، ان کے تمام اصلاحی پروگرام میں اسی اصلاحی نقطہ کا زیادہ غلبہ اور زور ہوتا ہے جو اس زمانہ کے مخصوص مفاسد کے مٹانے میں مؤثر ہو۔ مثلاً حضرت ہود علیہ السلام نے قوم عاد کو فرمایا:

اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ O وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ O وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ. (الشعراء: ع۷)

"کیا تم ہر اونچے مقام پر ایک یادگار کے طور پر بلاضرورت عمارت بناتے ہو اور بڑے بڑے محل تیار کرتے ہو جیسا کہ تم کو دنیا میں ہمیشہ رہنا ہے اور جب کسی پر داروگیر کرتے ہو تو بالکل جابر اور ظالم بن کر داروگیر کرتے ہو۔"

اور حضرت صالح علیہ السلام نے قوم ثمود کو فرمایا:

اتتركون فی ما هٰهنا اٰمنين O فی جنت وعيون وزروع ونخلٍ طلعها هضيم O وتنحتون من الجبال بيوتًا فٰرهين O (الشعراء: ع۸)

"کیا تم کو دنیا کی ان چیزوں یعنی باغوں چشموں کھیتوں اور ان کھجوروں میں جن کے گوشے خوب گندھے ہوئے ہیں بے فکری سے رہنے کے لئے چھوڑ دیا جائے گا اور کیا پہاڑوں کو تراش تراش کر اتراتے اور فخر کرتے ہوئے مکان بناتے رہو گے۔"

حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو فرمایا:

اتأتون الذکران من العلمین O وتذرون ما خلق لکم ربکم من ازواجکم بل انتم قومٌ عادونO (الشعراء: ع۹)

''کیا دنیا جہان والوں میں سے تم یہ حرکت کرتے ہو کہ مردوں سے بدفعلی کرتے ہو اور تمہارے پروردگار نے تمہارے لئے جو بیویاں پیدا کی ہیں ان کو چھوڑ دیتے ہو بلکہ دراصل تم حدِ انسانیت سے نکل جانے والی قوم ہو۔''

بہر حال قوموں میں جن روحانی مفاسد و باطنی اغراض کا غلبہ رہا ہے اسی قسم کے خصوصی معالجات لے کر انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ہر ایک نبی نے اپنی قوم کو اسی ذہنیت کے مناسب اعجازی دلائل بھی دکھائے ہیں۔

امت میں صدیوں اور زمانوں کے گزرتے رہنے سے جس جس قسم کے فتن ظہور کرتے رہے اسی قسم کے اصلاحی طرق لے کر مجددین امت بھی مبعوث ہوتے رہے، پھر نفسانی فتنوں کے ساتھ آفاقی فتنے بھی جس نوع کے آئے مجددینِ وقت کو اسی قسم کے فتنوں کے استیصال کی زیادہ سے زیادہ صلاحیت دے کر بھیجا گیا۔ کسی نے فتنہ شیعیت کو ختم کیا کسی نے فتنہ باطنیت کو، کسی نے ادعاء نبوت کے فتنوں کا تار پود بکھیرا اور کسی نے عیسائیت کی وسوسہ اندازیوں کا استیصال کیا کسی نے شرک کا تانا بانا اُدھیڑا، کسی نے وثنیت کے ستون ڈھائے اور کسی نے ثنویت کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیا۔ غرض یوں سمجھنا چاہئے کہ انبیائے سابقین میں نبوت کی جس جس رنگ کی نسبتیں تھیں اتنی اور اسی رنگت میں ولایت کی نسبتیں امت کے مجددوں کو عطا فرمائی گئیں تاکہ امت کے ہر طبقہ کی اصلاح اس کے مناسب طریقوں سے ہو.....۔

یہی وجہ ہے کہ جس طرح اُممِ سابقہ میں بیک وقت مختلف قوموں اور علاقوں میں جدا جدا نبی مبعوث ہوئے ان کے اصلاحی و تبلیغی پروگرام بھی ان کی امتوں کی اصلاحی ضروریات کے لحاظ سے مختلف رہے ہیں، اگرچہ اصول اور مجموعی اصلاحی پروگرام میں وہ سب متفق ہیں اسی طرح ایک ہی صدی میں مختلف علاقوں میں الگ الگ مجدد مبعوث ہوئے اور ان کے اصلاحی و تبلیغی پروگرام بھی اپنے اپنے اہلِ علاقہ کے لحاظ سے مختلف رہے ہیں اگرچہ اصول و مجموعی اصلاحی پروگرام میں وہ سب متفق ہیں۔ اور جس طرح حضور انور سرورِ کائنات، فخرِ موجودات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور آپ کا دین خاتم الادیان ہے اسی طرح اس امت میں قیامت سے پہلے خاتم المجددین کا ظہور ہوگا جس کی تجدیدی شان اکمل المجددین کی ہوگی اور اس کے اثرات و فیوضات سے تمام دنیا اسلام کی آغوش میں آباد ہو جائے گی اور صدرِ اسلام کی طرح خلافت علیٰ منہاج النبوت قائم ہو کر عدل و انصاف اور امن و امان کی حکومت ہوگی، وہ خاتم المجددین امام مہدی موعود اور مہدیٔ آخر الزمان کے لقب سے معروف و مشہور ہیں۔

جھنگوی شہیدؒ کا زمانی و مکانی علاقائی و عالمی پس منظر

جھنگوی شہیدؒ نے ضلع جھنگ میں جب آنکھ کھولی تو چودھویں صدی کے تقریباً ستر سال گزر چکے تھے، ہوش سنبھالا تو اپنے آپ کو اہل سنت کے ایک غریب گھرانے میں پایا جو ظاہراً کوئی علمی گھرانہ نہ تھا، بس ایک قریبی عزیز بزرگ (ماموں)

جان محمد تھے جو حافظِ قرآن تھے، والد محترم مہر ولی محمد علاقہ تھانہ مسن کے معروف کھوجی تھے۔ اور معمولی زمیندار تھے۔ بھائی بھی زراعت پیشہ تھے۔ ان کا علاقہ دریائے جہلم و چناب کے درمیان میں ہونے کی وجہ سے اکثر سیلاب کی زد میں آتا رہتا تھا، خصوصاً دریائے جہلم تو ان کے زیادہ قریب تھا۔ ضلع جھنگ اپنے دیگر قریبی اضلاع کے مقابلہ میں بہت زیادہ پسماندہ ہے اور پھر تھانہ مسن کا علاقہ تو ذرائع آمد و رفت، دینی و دنیاوی علوم کی سہولیات و بہتر معاشی مواقع سے قطعی محروم تھا۔ پورا علاقہ جاگیردارانہ نظام کی لپیٹ میں تھا۔ جاگیردار بھی زیادہ تر متعصب قسم کے شیعہ تھے جو غریب عوام خصوصاً اہل سنت پر ظلم و جور کے ریکارڈ قائم کرنے میں ایک دوسرے سے مقابلے کرتے تھے۔ کوئی اہل سنت مقامی جاگیرداروں کی مرضی کے خلاف ذاتی جائداد نہ بنا سکتا تھا، کسی کی عزت و آبرو محفوظ نہ تھی۔ قریب ہی علاقہ کے ایک بڑے شیعہ جاگیردار علی اصغر شاہ نے اہل سنت خواتین کو برسرِ عام برہنہ کر کے ناچنے پر مجبور کیا تھا۔ پورے ضلع میں اقتدار شیعیت کے قبضہ میں تھا۔ اگرچہ شیعوں کے بھی ایک سے زیادہ سیاسی گروپ تھے لیکن اہل سنت کا کوئی گروپ نہ ہونے کی وجہ سے علاقائی چھوٹے موٹے سیاستدان کو کسی نہ کسی شیعہ گروپ میں ہی شامل ہونا پڑتا تھا جس کا تمام تر فائدہ شیعہ قیادت کو حاصل ہوتا تھا۔

صحابہ کرامؓ پر تبرا اور سب و شتم عام تھا کتوں کے گلے میں صحابہ کرامؓ کے نام لکھ کر بازاروں میں پھرایا جاتا تھا صحابہ کرامؓ کے پتلے جلائے جاتے تھے۔ حسو بلیل نامی ایک گاؤں میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا پتلا جلایا گیا تھا، جس پر علماء کرام نے ایک تحریک چلائی تھی اور کافی تعداد میں اہل سنت گرفتار کیے گئے تھے۔ ککی نو نامی گاؤں میں شیعہ جاگیرداروں نے حافظ محمد نواز کو قتل کر دیا تھا۔ باب عمرؓ جھنگ سٹی پر ۵ اہل سنت افراد شہید کیے گئے تھے۔ روڈ و سلطان کے مولانا دوست محمد کو صحابہ کرامؓ کی مدح بیان کرنے پر شیعوں نے قتل کر دیا تھا۔ جب لکھنؤ میں شیعوں نے صحابہ کرامؓ کے خلاف تبرا بازی کو اس قدر فروغ دیا کہ دوسرے شہروں سے بھی شیعوں کو دعوت دی گئی تو جھنگ جیسے دور دراز علاقہ سے بھی عابدہ حسین کا والد کرنل عابد حسین شاہ شیعہ تبرا بازوں کی جماعت لے کر لکھنؤ پہنچا، گویا جھنگ پنجاب کا لکھنؤ ثانی تھا۔

ان حالات میں ایک غریب معمولی کاشتکار نے اپنے بیٹے کو کھیتی باڑی کے ذریعہ اپنا مدد و معاون بنانے کی بجائے دینی تعلیم دلوانے کا فیصلہ کیا جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ مولانا حق نوازؒ کا خاندان کوئی دینی گھرانہ نہ تھا جس کے اثرات کے تحت ان کو دینی مدارس کے حوالہ کیا گیا تھا۔ بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے اپنے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس جماعت صحابہ کرامؓ کے تقدس کے تحفظ کا کام لینے کیلئے ان کو منتخب فرما لیا تھا۔ حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ نے دورۂ حدیث مکمل کرنے کے بعد کچھ عرصہ ٹوبہ میں خدمات انجام دیں پھر اپنے ضلع جھنگ میں تشریف لے آئے اور محلہ پپلیانوالہ کی جامع مسجد پپلیانوالی جو اس وقت چھوٹی سی مسجد تھی میں بطور خطیب اپنے فرائض سرانجام دینے شروع کیے۔

ابتداء میں انہوں نے مسئلہ توحید کو اپنے مخصوص مدلل انداز میں سمجھایا شرک و بدعت کے رد میں کافی محنت کی لیکن پھر انہوں نے محسوس فرمایا جس کا وہ اکثر اظہار بھی فرمایا کرتے تھے کہ قرآن و حدیث اور دین کے جملہ احکامات ہم تک سینہ بسینہ نقل در نقل بہت سے واسطوں سے پہنچے ہیں جن میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے متصل واسطہ صحابہ کرامؓ کا ہے، ان تمام

واسطوں کا معتبر اور ثقہ ہونا ضروری ہے تا کہ ان کی روایت کردہ روایات کو معتبر اور ثقہ قرار دیا جا سکے۔ ایک طبقہ صدیوں سے صحابہ کرام حتیٰ کہ عشرہ مبشرہ تک کی اس حد تک تحریری وتقریری کردار کشی کرتا چلا آ رہا ہے کہ ان کے ایمان کا بھی انکار کرتا ہے، ازواج مطہرات کو منافقہ کافرہ اور خبیثہ تک لکھ رہا ہے اور یہ سارا کچھ وہ کسی کفر کے نام پر نہیں بلکہ اسلام کا نام لے کر کر رہا ہے اور اپنے آپ کو بلکہ صرف اپنے آپ کو مومن سمجھتا ہے اور جو اس کے نظریات کو تسلیم نہ کرے اس کو کافر سمجھتا ہے، مذکورہ طبقہ عرف عام میں شیعہ کہلاتا ہے۔

آیا انقلاب لانے والا خمینی تھا، اس نے انقلاب کو اسلامی انقلاب قرار دیا، اس نے نعرہ لگایا لاسنی ولا شیعہ۔ اسلامیہ اسلامیہ..... خمینی خود ایک متعصب قسم کا شیعہ تھا جس نے کشف اسرار میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو زندیق لکھا تھا اس کے علاوہ بھی اس نے کئی کتب تحریر کی تھیں جن میں انتہائی قابل اعتراض اور کفریہ تحریریں موجود تھیں۔ اس نے ایران میں سابق حکمران شہنشاہ ایران کی حمایت کا فرضی انکار کیا، اور ایسا نظام مسلط کیا کہ راتوں رات فوجی عدالتیں قائم ہوتیں، راتوں رات سماعت ہوتی، راتوں رات سینکڑوں لوگوں کے خلاف فیصلہ سنا کر گولی مار دی جاتی۔ یہ تھا ایران کا نظام عدل جس کو وہ اسلام سے منسوب کر رہے تھے اور اس انقلاب کو پاکستان کی کئی دینی جماعتیں بھی آئیڈیل قرار دے رہی تھیں وہ اسے عین اسلامی انقلاب ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی تھیں اور اسے پوری دنیا میں اسلامی انقلاب کے لئے سنگ میل قرار دے رہی تھیں، ایسی جماعتوں کے لئے ایران نے اپنی تیل کی دولت کے دہانے کھول دیئے۔ ایران تمام اہم اسلامی ممالک میں شیعیت یعنی بالفاظ دیگر یہودیت کا غلبہ چاہتا تھا اور اپنے توسیع پسندانہ عزائم کے لئے دیگر ممالک کی جماعتوں سے اخلاقی ہمدردی چاہتا تھا، اسے پاکستان میں بھی ایک وسیع حلقہ ایسا مل گیا جو ایرانی انقلاب کو پاکستان اور دیگر اسلامی ممالک میں درآمد کرنے کا حامی تھا۔

ایران نے حالات کو سازگار پاتے ہی پاکستان میں جدید اسلحہ سے لیس اپنے تربیت یافتہ تخریب کار کمانڈوز بھیجنے شروع کر دیئے اور اس نے نظریاتی محاذ پر ایران سے قدیم وجدید شیعہ لٹریچر چھاپ کر دھڑا دھڑ پاکستان بھیجنا شروع کر دیا تا کہ دونوں محاذوں پر مکمل تیاری کے بعد کسی بھی وقت ایران کی طرح پاکستان میں حکومت کا تختہ الٹ کر اسلام کے نام پر شیعہ نظریاتی حکومت قائم کر کے یہودیت کے راستہ کی ایک بہت بڑی رکاوٹ کو دور کر دیا جائے۔ کوئٹہ میں ایک شیعہ سنی فساد میں بہت سی اہل سنت طالبات اور پولیس ملازمین کو قتل کر دیا گیا۔ حکومت بلوچستان نے حملہ آوروں کا آپریشن کیا تو دیواروں میں چھپا ہوا جدید ترین اسلحہ بڑی تعداد میں برآمد ہوا، حکومت کے خفیہ اداروں کی رپورٹوں کے مطابق مختلف مقامات پر شیعوں کو جدید اسلحہ استعمال کرنے کی ٹریننگ دینے کے لئے تربیتی مراکز قائم کیے گئے۔ ضلع جھنگ میں تحصیل چنیوٹ میں رجوعہ کے قریب جبکہ تحصیل جھنگ میں تھانہ قادر پور کے علاقہ کے ایک گاؤں کرن میں ٹریننگ سنٹر قائم کیے گئے تھے۔ نہ جانے پورے ملک میں کہاں کہاں تھے۔

نظریاتی محاذ پر لٹریچر کی بھرمار کر دی گئی، بہترین قیمتی کاغذ پر بڑی خوبصورت لیکن اندر سے انتہائی بدبودار کتابیں مارکیٹ میں برساتی مینڈکوں کی طرح نکل آئیں۔ صحابہ کرام کو ایسی غلیظ گالیاں دی گئیں کہ قلم لکھنے سے قاصر ہے، صحابیات کو

ایسی ایسی ننگی گالیاں دی گئیں اور ان بازاری قسم کی عورتیں اور پیشہ ور زانیہ تک لکھا گیا۔ اسلام کے عظیم سپہ سالاروں مثلاً حضرت خالد بن ولید، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عمرو بن العاص، حضرت امیر معاویہ وغیرہ رضی اللہ عنہم کے خلاف تو دل کھول کر غلیظ ترین تحاریر لکھ کر ایران، شام، مصر و دیگر ممالک فتح کرنے کی سزا دی گئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تو بات چھوڑیں انبیاء کرام حتیٰ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک کو معاف نہ کیا گیا، ان کی انتہائی توہین کی گئی۔ خمینی نے اپنی کتاب اتحاد و یک جہتی کے صفحہ ۱۵ پر لکھا کہ ''دنیا میں جتنے پیغمبر بھی آئے نظامِ عدل و انصاف قائم کرنے کے لئے آئے لیکن ان میں سے کوئی بھی اس مقصد میں کامیاب نہ ہوا، سب ناکام ہوئے حتیٰ کہ حضرت محمد ﷺ بھی ناکام گئے۔'' خمینی نے ایک جگہ یہ بھی لکھا کہ جتنے وفادار پیروکار اسے ملے ہیں ایسے نبی اکرم ﷺ کو بھی نہ ملے تھے۔

ان تمام زہریلی گولیوں پر چینی کی ایک تہہ چڑھائی جا رہی تھی تاکہ زہر کی کڑواہٹ محسوس نہ ہو اور میٹھی گولیاں سمجھ کر ہر کوئی منہ میں ڈالنا پسند کرے، وہ میٹھی تہہ کیا تھی؟ وہ ایک میٹھا پراپیگنڈہ تھا کہ ایران میں شرافت کا دور دورہ ہے، عورتوں کو بغیر پردہ کے پھرنے کی اجازت نہیں ہے۔ شراب پر پابندی ہے، انگریزی زبان کی حوصلہ شکنی کی جا رہی ہے۔ شیعہ سنی کا کوئی اختلاف نہیں ہے حالانکہ یہ تمام باتیں بھی خلاف واقعہ تھیں۔ شیعہ سنی کا اختلاف ایران میں خمینی کے دور میں عروج پر تھا۔ اہل سنت کو چن چن کر قتل کیا جاتا تھا۔ پورے تہران میں اہل سنت کو کوئی مسجد بنانے کی اجازت نہ تھی۔ ایران کی اسمبلی میں اہل سنت کو نمائندگی کا کوئی حق نہ تھا۔ عورتوں کی عزت و آبرو کے تحفظ کی حالت یہ تھی کہ خمینی کے دور میں ایران میں متعہ کو سرکاری سرپرستی حاصل ہو گئی تھی۔

پاکستان کے علاوہ اہم اسلامی ممالک میں سعودی عرب، عراق، لبنان، شام، مصر، ترکی، انڈونیشیا اور ملائیشیا تھے جن میں سے ترکی اور عراق سے ایران کی سرحدات ملتی تھیں جبکہ سعودی عرب میں حج کے بہانہ سے ایرانی عوام کا آنا جانا تھا، مصر پہلے ہی اسرائیل کے ساتھ کیمپ ڈیوڈ معاہدہ کر کے اسرائیل کی حکومت کو تسلیم کر چکا تھا اور یہودیت کے لئے بے ضرر ہو گیا تھا۔ شام میں طویل عرصہ سے حافظ الاسد حکمران ہے جو نصیری شیعہ ہے۔ نصیری شیعوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت علیؓ خدا ہیں اور حضرت علیؓ نے قرآن پاک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا تھا، قرآن کریم کو محرف اور مبدل کہا جاتا ہے، لبنان کے غدر عام میں شیعہ امل ملیشیا نے فلسطینی مجاہدین کو کئی ماہ تک کیمپوں میں محصور رکھ کر بلیوں کتوں تک کا گوشت کھانے پر مجبور کر دیا تھا۔ لبنان باہمی خانہ جنگی کی وجہ سے پہلے ہی کافی کمزور ہو چکا تھا اور پھر لبنان میں شیعہ امل ملیشیا کا ہیڈ کوارٹر تھا۔ یہ شیعہ تنظیم قائم ہی لبنان میں کی گئی تھی۔ امل دراصل ا۔م۔ل کا مجموعہ ہے جس سے افواج المقاومۃ البنانیہ بنتا ہے۔ جو اب شیعہ امل ملیشیا کہلاتی ہے۔

ترکی پہلے ہی یورپی تہذیب کا مرکز ہے وہاں برائے نام اسلام ہے، ایسے اسلام سے امریکہ، اسرائیل اور ایران کو کیا خطرہ ہو سکتا ہے۔

انڈونیشیا اور ملائیشیا سے نہ تو ایران کی سرحدیں ملتی ہیں اور نہ کسی بہانے سے وہاں آنے جانے کا عام موقع میسر ہے، اس لئے ایران نے سر دست انڈونیشیا اور ملائیشیا سے کوئی تعرض نہیں کیا ہے، اب باقی دو ممالک سعودی عرب اور عراق بچ جاتے ہیں جو قوت کے اعتبار سے بھی اور مسلم ممالک میں احترام کے اعتبار سے بھی اہمیت رکھتے تھے اور ان دونوں ممالک کی

CamScanner

قیادت اہل سنت کے ہاتھوں میں تھی چنانچہ ایران نے ان دونوں ممالک کو اپنی عالمی غنڈہ گردی کا نشانہ بنایا۔ سعودی عرب میں کئی سال تک حج کے موقع پر ایرانی غنڈوں نے جو شورش برپا رکھی وہ کسی سے مخفی نہیں، ایک حج کے موقعہ پر تو سعودی حکومت کا تختہ الٹنے کی مکمل تیاری کر لی گئی تھی، آخر سعودی حکومت ایرانی حاجیوں پر پابندی لگانے پر غور کرنے لگی۔ جب ایران کی سازشوں کو سعودی حکومت نے کچل دیا تو ایرانی حکومت نے وقتی طور پر تقیہ کرتے ہوئے خاموشی اختیار کر لی۔

عراق کے ساتھ تو ایران نے تقریباً ایک عشرہ تک مسلسل جنگ جاری رکھی جس سے لاکھوں انسان قتل ہو گئے آخر ایران کو ہزیمت اٹھانا پڑی، یہ تھے وہ حالات جن سے مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کو واسطہ پڑا تھا۔ سب سے زیادہ دکھ کی بات یہ تھی کہ یہ تمام کفر اسلام کے نام پر پھیلایا جا رہا تھا اور تقریباً تمام اہم اسلامی ممالک کے اندرونی معاملات میں مداخلت ہو رہی تھی، وہ انقلاب دراصل صرف ایرانی انقلاب تھا اسلامی نہ تھا بلکہ کفریہ انقلاب تھا۔ مولانا حق نواز جھنگویؒ نے شیعیت کا بغور مطالعہ شروع کیا، ان کی قدیم وجدید اصولی وفروعی کتب اور ان کے رَد میں لکھی گئی اپنے اکابرین کی کتب کا مطالعہ کیا اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ شیعیت کا بنیادی مقصد صحابہ کرامؓ کی ذواتِ قدسیہ کو متہم کرنا نہیں ہے بلکہ قرآن وحدیث اور دین کے جملہ احکامات کے راویوں میں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے متصل اور اہم ترین واسطہ کو مجروح کر کے دراصل دین کی پوری عمارت ہی کو منہدم کرنا ہے۔ صحابہ کرامؓ کی حیثیت نبی اکرم ﷺ کے دعویٰ نبوت، نزولِ وحی اور ان کے اسوۂ حسنہ کے عینی گواہوں کی ہے، اگر ان گواہوں کو مجروح کر دیا جائے تو ان کی بنیاد پر ثابت کئے جانے والا دعویٰ نبوت ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ انہوں نے شیعیت کے عمیقانہ نگاہ سے مطالعہ کے بعد یہ بھی نتیجہ اخذ کیا کہ شیعیت دراصل اسلام کے مقابلہ میں ایک بنیادی اور متوازی مذہبی تحریک ہے جس کی جڑیں یہودیت میں پھیلی ہوئی ہیں۔ شیعیت نے اپنی سیاسی تحریک یعنی پورے عالم میں یہودیت پھیلانے کی تحریک اور کفر پر حُب اہل بیت کی مٹھاس چڑھا رکھی ہے اس طرح انہوں نے زہر کی گولی پر (Sugar Coated) چینی لگا کر اپنے زہر کو چھپا رکھا ہے۔ ان کے چار بنیادی عقائد ایسے ہیں جن کی بنا پر وہ کافر قرار پاتے ہیں:

۱۔ انکارِ صحابیت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ۔
۲۔ عقیدۂ تحریف قرآن
۳۔ افکِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
۴۔ فضیلت کلی ائمہ کرام بر انبیاء کرام علیہم السلام

یہ چاروں عقائد قرآن وحدیث اور اجماع امت کے صریحاً خلاف ہونے کی بناء پر کفریہ عقائد بنتے ہیں۔

انتہائی دُکھ کی بات یہ تھی کہ شیعیت کے اپنے عقائد کفریہ ہونے کے باوجود وہ خلفائے راشدین، ازواج مطہرات بلکہ صحابہ کرامؓ کی تمام جماعت کو کافر کہنے کا اہتمام کئے ہوئے تھی اور ہمارے اکابرین صدیوں سے صحابہ کرام کا دفاع کرتے چلے آ رہے تھے اور صحابہ کرام کا ایمان ثابت کرتے چلے آ رہے تھے۔ بہت کم اکابرین نے شیعیت کو اس کے کفریہ عقائد کی بناء پر اُمت مسلمہ سے خارج قرار دیا تھا۔ وجہ اس کی یہ بھی تھی کہ شیعیت اپنے عقیدۂ تقیہ کی وجہ سے مستور تھی، ان کی کتابیں اتنی

عام نہ تھیں اس لئے شیعیت کی صحیح تصویر سب کے سامنے نہ آسکی تھی۔

اب ذرا حضرت جھنگوی شہیدؒ کے زمانہ کے عالمی حالات پر بھی نظر ڈالئے۔ چودھویں صدی ختم ہونے میں ایک دو سال باقی تھے کہ ایران میں مذہب کے نام پر ایک انقلاب برپا کیا گیا جس کی تشہیر اسلامی انقلاب کے نام پر کی جارہی تھی اور پوری دنیا میں شیعیت کے روپ میں یہودیت کو غالب کرنے کے پروگرام پر تیزی سے عمل درآمد کیا جارہا تھا۔ اس سارے عمل کو ایرانی امریکی، اسرائیلی، شامی اور لبنانی حکومتوں کی سرپرستی حاصل تھی۔ بلکہ پاکستانی حکومت بھی ان کے شدید دباؤ میں تھی۔ اسلام آباد میں مرکزی سیکرٹریٹ پر قبضہ کر کے اہل تشیع نے سرکاری طور پر زکوٰۃ کی کٹوتی سے اپنے آپ کو مستثنیٰ قرار دلوا لیا تھا اور سیکرٹریٹ پر قبضہ کرنے والوں کے خلاف کوئی کاروائی نہ کی گئی تھی۔ جنرل موسیٰ فخر امام، اس کی بیوی عابدہ حسین، اجلال حیدر زیدی، نصرت علی شاہ، شجاعت حسنین قریشی، افتخار علی بخاری اور ان کے علاوہ بہت سے شیعہ جاگیردار ملکی پالیسی سازی میں پوری طرح دخیل تھے۔ ملٹری میں اہم عہدوں پر شیعہ کمانڈر چھائے ہوئے تھے۔ بیوروکریسی پر ان کا مکمل ہولڈ تھا۔ حدود آرڈیننس پر عمل درآمد کو رکوا دیا گیا تھا۔

یہ تھے وہ حالات جو اسلام اور مسلمانوں کے وجود کو اسلام ہی کا نام لینے والوں کے ہاتھوں ختم کرنے کے لئے فیصلہ کن وار کرتے نظر آرہے تھے۔ اسلام و اُمتِ مسلمہ کے وجود کے لئے مہیب خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ اتنے بڑے خطرہ سے نمٹنے کے لئے بڑی ٹھوس جرأت مندانہ اور پُرعزیمت جدوجہد کی ضرورت تھی جس کے لئے کسی ایسے قائد کی ضرورت تھی جو خلوص و للّٰہیت سے سرشار ہو۔ خدا کا خوف تو بہت زیادہ رکھتا ہو لیکن مخلوق سے بالکل نہ ڈرتا ہو۔ ہر قسم کی مصیبتیں، صعوبتیں و پریشانیاں خندہ پیشانی سے برداشت کر سکتا ہو، جو نہ صرف اپنی ذات کے اعتبار سے کوہِ مصائب سر کر سکتا ہو بلکہ اپنے مخلص اور قریب ترین ساتھیوں کو بھی الٹا لٹکتا دیکھ کر اپنے پروگرام اور مشن میں ذرا سی بھی لچک پیدا نہ کرے۔ قید و بند، ہتھکڑیاں، بیڑیاں، برہنہ کر کے مارنا، تشدد کرنا، الٹا لٹکانا، گھسیٹنا، اس کے سامنے اس کے گھر میں گھس کر خواتین کی بے عزتی کرنا یہ سب کچھ اس کے ساتھ بیتے، موت اس کے سامنے ہر وقت کھڑی ہو۔ بار بار قاتلانہ حملے کئے جائیں۔ قتل کی دھمکیاں دی جائیں۔ اس کے قتل پر لاکھوں کا انعام مقرر ہو، اپنے بھی اس کا ساتھ نبھانے کی ہمت نہ پا رہے ہوں بلکہ مختلف شرحوں و تاویلوں کے ذریعے اس کو اسلام کے عالمی دشمنوں سے نہ ٹکرانے کا مشورہ دے رہے ہوں لیکن وہ پھر بھی کہے کہ صحابہ کرامؓ کے دشمنوں کے چہرہ سے اسلام دشمنی کا نقاب اُتارنا میں اپنی زندگی کا مقصد بنا چکا ہوں۔ میں زندہ رہوں اور امی عائشہ رضی اللہ عنہا کو گالی دی جائے؟..... موت قبول کر لوں گا لیکن امی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو گالی برداشت نہیں کروں گا۔

یہ تمام صفات مجددانہ صفات ہیں جن کا حامل یقیناً مجدد کہلانے کا مستحق ہے۔ آئیں ذرا دیکھیں کہ شیعیت کی اس عالمی جارحیت اور غنڈہ گردی کا مذکورہ بالا انداز میں مقابلہ کس نے کیا؟ سوئی ہوئی سنی قوم کو کس نے جگایا؟ کس نے اس کو اس کے حقوق کے تحفظ کے لئے بیدار کیا؟..... اس مشن پر محنت کرتے ہوئے آپ کو دورِ حاضر اور ماضی قریب میں کئی ہستیاں نظر آئیں گی۔ امامِ اہل سنت مولانا عبدالشکور لکھنوی، مولانا دوست محمد قریشی، مولانا سید نور الحسن شاہ بخاری، حضرت مولانا اللہ

یار خان چکڑالوی، مولانا عبدالشکور دین پوری رحمۃ اللہ علیہم، حضرت مولانا عبدالستار تونسوی مدظلہ العالی اور حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) نے شیعیت کا چہرہ بے نقاب کرنے اور صحابہ کرامؓ کی عظمت کے تحفظ کے لئے یقیناً گراں قدر خدمات انجام دیں لیکن جس نے شیعیت کے بھیانک چہرہ سے عوامی انداز میں پردہ اُتار کر تار تار کر دیا، جس نے شیعیت کو حملہ آور (OFFENCIVE) پوزیشن سے پیچھے ہٹا کر دفاعی (Defencive) جنگ لڑنے پر مجبور کر دیا، جس نے شیعیت کو کہا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان دار ہونے کے ثبوت بہت دیئے جا چکے، اب شیعیت اپنے ایمان کو ثابت کرے۔ جس نے بچہ بچہ کی زبان پر کافر کافر شیعہ کافر کا نعرہ عام کر کے شیعیت کو قابلِ نفرت بنا دیا، جس نے خمینی کو مشعلِ راہ اور اسلام کا عظیم ہیرو اور آیت اللہ سمجھنے والے کم فہم اہل سنت قائدین کو خمینی کے اسلام دشمن چہرہ سے روشناس کرایا، جس نے صحابہ کرامؓ کے تقدس کے دفاع کیلئے اہل سنت کے تمام مسالک میں اتحاد کی داغ بیل ڈالی۔ جس کی آواز جس کا پیغام جس کا مشن آج پاکستان میں ہی نہیں بلکہ ایشیا، یورپ اور افریقہ تک کے ممالک میں پہنچ چکا ہے، جس نے اس عظیم جدوجہد کو اپنانے کے بعد بار بار جیل کاٹی، ہتھکڑیاں پہنیں، بیڑیاں پہنیں، اس کو برہنہ کر کے گھسیٹا گیا، اس کے ساتھیوں کو الٹا لٹکا کر مارا گیا اور پھر اس کو کہا گیا کہ مشن چھوڑو، شیعیت کی مخالفت چھوڑو، اسلام کے تحفظ کا بیڑا نہ اٹھاؤ، صحابہ کرامؓ کا دفاع بھول جاؤ، امی عائشہؓ کا دوپٹہ تار تار ہونے دو، مسلم ممالک پر یہودیت کے قبضہ کی راہ ہموار ہونے دو، شیعیت کو اسلام کے نام پر چھا جانے کے راستہ میں رکاوٹ نہ بنو، لیکن اس نے جان تو دے دی امی عائشہ رضی اللہ عنہا کے دوپٹہ کا پرچم سرنگوں نہ ہونے دیا۔ وہ کون تھا؟..... کیا اب بھی یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ اس عظیم کام کے لئے تجدید دین کیلئے، اسلام کے تحفظ کیلئے، شیعیت کے خاتمہ کی بنیاد قائم کرنے کے لئے، اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے امیر عزیمت علامہ حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ کو اس دنیا میں مقامِ مجددیت پر فائز فرما کر بھیجا۔ ان کو تمام مجددانہ صفات سے نوازا۔ ان کو مقبولیت اور محبوبیت کا مقام عطا فرمایا۔ اگرچہ انہوں نے اپنی زندگی میں کبھی بھی اشارۃً وکنایۃً مجدد ہونے کا خود دعویٰ نہیں کیا لیکن راقم کو یاد ہے اور بھی بہت سے پرانے جماعتی ساتھیوں کو یاد ہوگا جماعت کی ایک بھرپور میٹنگ ہو رہی تھی ملک کے تمام علاقوں سے علماء کرام وعہدیداران شریک تھے، ایک بزرگ عالم مولانا جلال الدین بھیروی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ علامہ حق نواز عمر میں مجھ سے کافی چھوٹے ہیں لیکن جس مجددانہ انداز میں انہوں نے شیعیت کے عالمی اور خطرناک ترین فتنہ کا مقابلہ کیا ہے میں انہیں مجدد کہے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اور پھر اس کے بعد کی زندگی جس انداز میں گزری اور تمام ہوئی، ایک مولانا جلال الدین بھیروی رحمہ اللہ ہی نہیں بہت سے جوہر شناسوں کو یہ تسلیم کرنا پڑا تھا کہ علامہ حق نواز جھنگوی شہید رحمہ اللہ پندرہویں صدی کے مجدد تھے، جس کے ذمہ اللہ تعالیٰ نے فتنہ سبائیت کی سرکوبی کا کام لگایا تھا اور وہ اس فتنہ کی جڑیں اکھاڑ کر نذرِ آتش کرنے کی ایسی راہ ہموار کر کے اس دنیا سے تشریف لے گئے کہ عنقریب شیعیت، سبائیت، یہودیت کو انشاء اللہ سر چھپانے کی جگہ نہیں مل سکے گی۔

جھنگوی شہیدؒ کا تجدیدی کارنامہ

جھنگوی شہید رحمہ اللہ نے شیعیت کے خطرناک ترین عالمی فتنہ کا عمومی اور عوامی سطح پر مقابلہ کرنے کیلئے پندرہویں

صدی کے اوائل یعنی ۱۴۰۵ھ (۶ ستمبر ۱۹۸۵ء) میں علماء کی سرپرستی میں نوجوانوں کی ایک جماعت انجمن سپاہ صحابہ قائم فرمائی، اس کے پورے ملک میں یونٹ قائم فرمائے حتیٰ کہ بہت جلد اس نے بیرون ممالک میں بھی اپنا اثر قائم کرلیا۔ جھنگوی شہیدؒ نے مسلسل شب و روز محنت فرما کر جلسوں میں تقاریر کے ذریعے، لٹریچر کے ذریعے، کیسٹوں کے ذریعے، تربیتی کنونشنوں کے ذریعے، قرآن و حدیث اور اقوالِ سلف صالحین و فقہائے امت کے مضبوط و عام فہم دلائل پیش فرما کر عوام الناس خصوصاً نوجوان طبقہ کو یہ ذہن نشین کرادیا کہ شیعہ بدترین اور غلیظ ترین کافر ہے۔ شیعیت ایک انٹی اسلام تحریک ہے۔ شیعیت عالم اسلام کے خلاف ہمیشہ سازشیں کر کے نقصان پہنچاتی چلی آرہی ہے۔ اور اب پھر امت مسلمہ کو مٹانے کیلئے ضرب کاری لگانے کی تیاری کر رہی ہے۔ ایرانی انقلاب اسلامی انقلاب نہیں کفریہ انقلاب اور عالم اسلام پر یہودیت کے غلبہ کی تیاری ہے۔ خمینی اسلام کا ہیرو نہیں بلکہ دشمن ہے۔ شیعیت کو اسلامی فرقہ سمجھنے کی وجہ سے بہت سے لوگ شیعوں سے رشتے ناطے کر چکے تھے اور مزید سلسلہ جاری تھا، حضرت مولانا جھنگوی شہیدؒ نے اس بات پر خصوصی محنت کی کہ شیعہ کافر ہونے کی وجہ سے سنی اور شیعہ کا نکاح نہیں ہوسکتا، اگر کوئی کرے گا تو وہ ساری عمر زنا کا مرتکب ہوگا۔ لوگ بازاروں میں اور عیدالاضحیٰ کے موقع پر شیعوں سے جانور ذبح کراتے تھے، ان کو بتایا گیا کہ شیعہ کا ذبیحہ حرام ہے، اپنی رقم خرچ کر کے حرام کھاتے ہو۔ حضرت جھنگوی شہیدؒ نے اس بات پر بھی محنت فرمائی کہ شیعہ کو مالی نفع نہ پہنچاؤ کیونکہ وہ آپ سے کمائی ہوئی رقم امام باڑوں اور ذاکروں پر خرچ کرے گا۔ جہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر تبرا بازی ہوگی اس طرح آپ بالواسطہ طور پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر تبرا بازی کرانے کا سبب بنتے ہو۔ چنانچہ حضرت جھنگوی شہیدؒ کی اس عظیم جدوجہد کے نتیجہ میں آئندہ کیلئے سنی اور شیعہ کے درمیان نکاح کے سلسلہ میں بہت حد تک رکاوٹ پیدا ہوگئی۔ اہل سنت نے شیعہ قصائی سے گوشت لینا اور ذبح کرانا ختم کردیا اور غیور اہل سنت نے کافی حد تک شیعہ تاجروں سے سودا خریدنا ترک کردیا۔ شیعہ مذہب میں تقیہ اور متعہ کی وجہ سے تمام خواہشات کی آزادی اور چارم CHARM تھا، نوجوان خاص طور سے کافی تعداد میں مائل ہوجاتے تھے، کیونکہ وہ سمجھتے تھے "رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت بھی گئی" ..... چنانچہ اب وہ سمجھتے ہیں کہ جنت تو گئی کیوں نہ اب من مانی سے زندگی گزاری جائے۔

شیعوں کو مسلمانوں ہی کا فرقہ سمجھنے میں ایک مصیبت یہ بھی تھی کہ جو لوگ عیسائیت، مرزائیت، ہندومت یا کسی اور مذہب سے تائب ہو کر اسلام قبول کرتے تو ان میں سے بعض نومسلم شیعیت کو اسلام ہی کا ایک فرقہ سمجھ کر شیعیت اختیار کرلیتے تھے۔ اس طرح وہ غیر مسلم کے غیر مسلم ہی رہتے تھے لیکن اپنے تئیں وہ مطمئن ہوجاتے تھے کہ انہوں نے اسلام قبول کرلیا ہے۔ اور وہ اس بات کی فکر بھی نہیں کرتے تھے کیونکہ وہ شیعیت کو کفر سمجھتے ہی نہیں تھے۔ حضرت جھنگوی شہیدؒ نے نومسلموں کو ایک سوچ مہیا کی اب ان کے کانوں میں پہلے سے ہی یہ آواز پڑ چکی ہوتی ہے کہ شیعہ سوادِ اعظم اہل سنت کے نزدیک مسلمان نہیں ہیں۔ چنانچہ وہ اسلام قبول کرنے کے بعد شیعیت کو اختیار کرنے میں احتیاط کرتے ہیں۔ بہت سے بڑے بڑے ذمہ دار افسران اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ اگر مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمہ اللہ اور سپاہ صحابہ کے بعد کے قائدین نے شیعیت کے خلاف اتنی مصیبتیں اٹھا کر محنت نہ کی ہوتی تو اب تک پاکستان میں بھی ایرانی انقلاب آچکا ہوتا۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ سپاہ صحابہ

CamScanner

سے قبل ان پر صرف شیعوں کا دباؤ ہوتا تھا اور ان کو شیعوں کی ہر بات ماننی پڑتی تھی اب وہ اتنے مجبور نہیں ہیں۔ یہ محنت بروقت نہ کی جاتی تو آئندہ نسلیں یہ ضرور سوچتیں کہ اگر ایرانی انقلاب اسلامی انقلاب نہ ہوتا، اگر شیعیت اسلام کا فرقہ نہ ہوتی تو علماء کرام خصوصاً علماء دیوبند (جنہوں نے ہر باطل فتنہ خواہ وہ مذہبی رنگ میں یا سیاسی رنگ میں ہو، ان کا ہمیشہ بروقت اور مؤثر مقابلہ کیا ہے) ایرانی انقلاب اور شیعیت کے خلاف بھی آواز اٹھاتے۔ حضرت جھنگوی شہید رحمہ اللہ نے آئندہ نسلوں کے ایمان کی بھی حفاظت فرمانے کا اہم فریضہ سرانجام دے کر علماء حق کی طرف سے فرضِ کفایہ ادا کیا ہے۔

جھنگوی شہیدؒ کی مقبولیت ومحبوبیت عنداللہ

اقامت دین، تفریق بین الاسلام والکفر، احیائے سنت وازالۂ بدعت کرنے والے کے لئے علوم شرعیہ میں مہارت تامہ اور اتباع سنت میں کمال کا حصول لازمی ہے اور اس کی پہچان کے لئے یہ بھی دیکھنا ضروری ہے کہ خواص واخص الخواص اکابر امت میں اس کی مقبولیت کیسی ہے۔ مسلم شریف کی حدیث میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بلاشبہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ اپنی محبت کے اظہار کا ارادہ فرماتا ہے تو جبرئیل علیہ السلام کو پکارتا ہے اور فرماتا ہے کہ میں فلاں شخص کو دوست رکھتا ہوں تو بھی اس کو دوست رکھ۔ پس جبرائیل علیہ السلام اس کو دوست رکھتا ہے، پھر جبرئیل علیہ السلام (اللہ تعالیٰ کے حکم کے بموجب) آسمان میں ندا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص کو دوست رکھتا ہے تم بھی اس کو دوست رکھو، پس اس کو تمام آسمان والے دوست رکھتے ہیں۔ پھر اس کے لئے قبولیت (یعنی آثار محبت) زمین میں رکھ دی جاتی ہے (کہ زمین والے جن وانس اس سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں)۔

جس طرح آسمان پر پہلے اللہ تعالیٰ، پھر جبرائیل علیہ السلام پھر اس کے اعلان کرنے پر ملائکہ مقربین، پھر ملاء اعلیٰ کے دیگر ملائکہ اس شخص سے محبت فرماتے ہیں اسی طرح اہل زمین میں بھی اس کی محبت پہلے اخص الخواص پھر دیگر اولیاء اللہ اور پھر عامۃ المومنین میں پیدا ہوتی ہے۔

حضرت شہید جھنگوی رحمہ اللہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے اخص الخواص اور پھر عامۃ المومنین میں انتہائی مقبولیت اور محبوبیت عطا فرمائی تھی۔ جب بھی کسی مقدمہ میں گرفتار ہو جاتے تو پورے ملک میں مشائخ عظام وعلماء کرام اور عامۃ المومنین تڑپ اٹھتے، ان کے لئے خصوصی دعاؤں کا اہتمام شروع ہو جاتا۔ ان کی رہائی کے لئے لوگ بڑی بڑی منتیں مانتے۔ احتجاجی جلسے جلوس اور مظاہرے شروع ہو جاتے۔ عورتیں گھروں میں خصوصاً اوراد وادعیہ کا اہتمام کرتیں۔ شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ العالی (خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف) انتہائی محبت کا اظہار فرماتے۔ سرتاج الاولیاء حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا حق نواز صاحب کے حالات سن کر بڑی دیر تک دعائیں فرماتے۔ مرشد عالم حضرت مولانا غلام حبیب صاحبؒ، شیخ المشائخ حضرت سید محمد علاؤالدین جیلانی نقشبندیؒ اور پیر طریقت رہبر شریعت حضرت مولانا عبدالحئی شجاع آبادی رحمہ اللہ کی مولانا حق نواز شہیدؒ کے ساتھ محبت وشفقت بیان کرنے کے لئے الفاظ کہاں سے لاؤں۔

اخص الخواص میں سے ایک شخصیت تبلیغی جماعت کے انتہائی بلند مقام بزرگ قطب دوراں حاجی عبدالوہاب

صاحب مدظلہ العالی حضرت جھنگوی شہیدؒ کے حالات جھنگ سے رائے ونڈ جانے والے احباب سے اکثر پوچھتے۔ ان کے لئے خصوصی دعائیں فرماتے۔ حضرت جھنگوی کی تحریک کے ابتدائی دنوں میں جھنگ کے تبلیغی جماعت کے کچھ افراد کو ان کی تحریک پر اشکالات تھے، ان میں سے ایک شخص نے رائے ونڈ میں حاجی عبدالوہاب صاحب مدظلہ العالی سے ان اشکالات کا ذکر کیا جس پر حاجی صاحب نے فرمایا کہ شیعیت اس دور کا بہت بڑا اور خطرناک ترین فتنہ ہے اور مولانا حق نواز ایک ایسے عالم ہیں جو شیعیت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس فتنہ کا مقابلہ کر رہے ہیں تم ان کی قدر کرو۔ چنانچہ اس کے بعد اس شخص کو اکثر مولانا حق نواز شہیدؒ کے پیچھے جمعہ پڑھتے دیکھا گیا۔ مولانا حق نواز شہیدؒ جب میانوالی جیل میں تھے تو حاجی عبدالوہاب صاحب دامت برکاتہم نے جھنگ کے تبلیغی جماعت کے ایک بزرگ حاجی قطب الدین صاحب کے ذریعے چند خصوصی دعائیں بھجوائیں اور فرمایا کہ یہ دعائیں مولانا حق نواز صاحب تک میانوالی جیل میں پہنچاؤ، اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرمائیں گے۔ حاجی قطب الدین صاحب دام برکاتہٗ نے وہ دعائیں راقم کے حوالے فرماتے ہوئے میانوالی جیل پہنچانے کی ہدایت کی چنانچہ راقم نے حاجی عبدالوہاب صاحب کی امانت ان کے جذبات کی نمائندگی کرتے ہوئے میانوالی جیل میں حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ تک پہنچائی۔

جس وقت حضرت جھنگوی شہیدؒ کی شہادت ہوئی اسی روز شام کو جھنگ میں تبلیغی جماعت کا اجتماع شروع ہوا تھا۔ شہادت کی خبر سن کر اجتماع کے لئے تشریف لانے والے اکابرین پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ اگلے روز کے بیانات میں اکابرین کے دلوں میں اس الم ناک سانحہ پر غم واندوہ کے جذبات کی واضح جھلک نظر آ رہی تھی۔ نماز جمعہ سے قبل خطبہ دیتے ہوئے حضرت مولانا مفتی زین العابدین مدظلہ العالی کی بڑی عجیب کیفیت تھی۔ راقم جو شہادت کی خبر سے اس وقت تک انتہائی صبر وضبط کے ساتھ آنسوؤں کو روکے ہوئے تھا مفتی صاحب کے بیان کی کیفیت سے مزید صبر کا دامن نہ تھام سکا اور آنسوؤں کا سیلاب بند توڑ کر باہر نکل آیا۔

حضرت جھنگوی شہیدؒ کے جنازہ میں کرفیو اور سخت رکاوٹوں کے باوجود ملک کے تمام حصوں سے بہت ہی زیادہ تعداد میں لوگ پہنچنے میں کیسے کامیاب ہوئے، یہ بات آج تک حیران کن ہے۔ ایسے ایسے لوگ ملے جو پندرہ بیس میل تک پیدل چل کر پہنچے۔ جھنگ میں اتنا بڑا جنازہ چشم فلک نے آج تک نہیں دیکھا۔ جنازہ میں اپنی علالت اور ضعیفی کے باوجود حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمہ اللہ بھی شامل ہوئے بلکہ انہوں نے ہی نماز جنازہ پڑھائی۔ بڑے بڑے اکابرین اور بہت بڑی تعداد میں مسلمانوں کا ان کے جنازہ میں شرکت کرنا ان کی محبوبیت ومقبولیت کی واضح دلیل ہے۔

حضرت جھنگوی شہیدؒ کی شہادت شب جمعہ کو ان کا جنازہ سیدالایام جمعہ کو اور تدفین بعد از مغرب شب معراج کو ہوئی۔ یہ سعادتیں بھی ان کے حصہ میں آئیں۔ حضرت جھنگوی شہید صرف پاکستان میں ہی محبوب نہ تھے بلکہ سعودی عرب، متحدہ عرب امارات اور دیگر ممالک میں بھی اکابرین علماء اور دیگر کارکن بڑی محبت فرماتے تھے۔ ان میں سے اکثر نے حضرت جھنگوی شہید کی زیارت بھی نہ کی تھی صرف ان کی کیسٹیں سنی تھیں۔ اس کے باوجود جب بھی ان سے متعلقہ کوئی پریشانی کی بات ان تک پہنچتی حرمین شریفین میں خصوصی دعاؤں کا اہتمام فرماتے، ان کے لئے نفلی طواف فرماتے، مسجد نبوی میں نفلی اعتکاف

فرماتے۔ حضرت جھنگوی شہیدؒ کی شہادت کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی محبوبیت میں اور زیادہ اضافہ فرمادیا۔ عرب ممالک میں ان کی کیسٹوں کی مانگ میں بہت زیادہ اضافہ ہوگیا، بہت سے دیوانے ایسے پیدا ہوگئے کہ وہ گھروں میں اور دورانِ سفر مولانا حق نواز شہیدؒ کی کیسٹیں ضرور سنتے ہیں۔ کئی ایک ٹیکسی ڈرائیوروں کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ ان کے ساتھ جو سواری سفر کرے وہ اس کو مولانا حق نواز جھنگوی شہید کی کیسٹ سنا کر مشنِ جھنگوی سے آگاہ کرتے ہیں اور لوگوں کے ایمان کی حفاظت کرتے ہیں۔

مولانا حق نواز شہید کی شہادت کے بعد ایک تبلیغی جماعت نائجیریا (افریقہ) گئی، اس میں جھنگ کے بھی کئی احباب تھے، واپس آکر ان میں سے ایک ساتھی نے راقم کو بتایا کہ وہ نائجیریا میں بھارت کے ایک مسلمان انجینئر کو دعوت دینے گئے، دورانِ گفتگو اس نے کہا کہ میرے پاس پاکستان کے ایک عالم کی کیسٹ حیدر آباد دکن (بھارت) سے آئی ہے، اس عالم کا نام مولانا حق نواز ہے، اس کو شیعوں نے شہید کردیا ہے، اس کی تقریر سن کر ہمیں شیعیت کی صحیح تصویر کا ادراک ہوا، ورنہ ہم شیعوں کو مسلمانوں کا ہی ایک فرقہ سمجھتے تھے۔ بس اتنا تصور بچپن سے تھا کہ شیعہ صحابہ کرامؓ کو اچھا نہیں سمجھتے، اس حد تک معلوم نہ تھا کہ وہ صحابہ کرامؓ کی تکفیر بھی کرتے ہیں۔ جماعت کے ساتھیوں نے اس کو بتایا کہ ہم تو مولانا حق نواز کے شہر سے ہی آپ کے پاس آئے ہیں۔ ہمارا ان سے قریبی تعلق ہے۔ یہ بات ساتھ والے کمرہ سے جب اس کی بیوی نے سنی تو دوڑ کر ہمارے کمرہ میں آگئی اور اس بات پر اتنی زیادہ خوش ہوئی کہ اس کے گھر میں مولانا حق نواز جھنگوی کے شہر کے لوگ آئے بیٹھے ہیں۔ ہم حیران تھے کہ اللہ تعالیٰ نے جھنگ سے بہت دور افریقہ کے ایک ملک میں لوگوں کے دلوں میں دین دیکھے مولانا حق نواز شہید سے کتنی محبت پیدا کردی ہے۔

حضرت جھنگوی شہیدؒ کی شہادت کے بعد فوج اور سیکرٹریٹ کے بہت سے اعلیٰ افسران اور عدالت عالیہ کے جج حضرات کے متعلق معلوم ہوا کہ انہوں نے حضرت جھنگوی شہید کی کیسٹیں بطور خاص منگوا کر سنیں۔ غرض حضرت جھنگوی شہید ہر طبقہ میں محبوب اور مقبول ہیں اور اب ان کا مشن پورے عالم میں پہنچ چکا ہے۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حجازِ مقدس سے باہر دعوتِ دین کیلئے تشریف نہ لے جاسکے لیکن آپ کا دین متین پورے عالم میں پہنچ کر رہا، اسی طرح حضرت جھنگوی شہیدؒ پاکستان سے باہر کہیں تشریف نہ لے جاسکے لیکن ان کا مشن آج ایشیا، یورپ، امریکہ، افریقہ کے کثیر ممالک میں پہنچ چکا ہے۔ مندرجہ بالا دلائل کی روشنی میں یہ بات یقینی نظر آتی ہے کہ حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ پر مجدد کی علامات پوری اترتی ہیں، چنانچہ وہ پندرہویں صدی کے مجدد کہلانے کے عین مستحق ہیں۔ **ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء.....**

اگر حضرت جھنگوی شہید کی جماعت سپاہِ صحابہ اخلاص، للّٰہیت اور عزیمت کی بنیادوں پر کام کرتی رہی تو ان شاء اللہ وہ وقت قریب آچکا ہے جب صحابہ کرامؓ کے تقدس کی حفاظت کو پورے عالم میں یقینی بنادیا جائے گا اور مرزائیوں کی طرح شیعوں کو بھی غیر مسلم قرار دے دیا جائے گا۔

(اس مقالہ کی تیاری میں حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''حضرت مجدد الف ثانی'' سے مدد لی گئی ہے)

✿✿✿✿

امیرِ عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کا

مشن و پیغام مسلمانوں کی خدمت میں

مصنفِ شہیر مولانا مہر محمد میانوالوی مدظلہ العالی

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

۹۰/۱۹۸۹ء میں راقم جامعۃ العلوم الاسلامیہ ایف ٹو سیکٹر میر پور میں صدر مدرس تھا، رٹہ ڈڈیال آزاد کشمیر سے ۲۳ رفروری ۱۹۹۰ء میں جمعہ پڑھا کر واپس آ رہا تھا، ہائی ایکس میں اخبار کی جلی سرخی دیکھی کہ ''مولانا حق نواز جھنگوی کو شہید کر دیا گیا''۔ آیت استرجاع پڑھ کر آنکھیں آبدار ہو گئیں کہ ایک عاشقِ صحابہؓ پاسبانِ امی عائشہؓ، محافظِ صدیق اکبرؓ، چوکیدارِ فاروقِ اعظمؓ، نگہبانِ حیادار عثمانؓ، محبِ مولا علی المرتضیٰؓ، درباری امیر المومنین معاویہؓ بن ابی سفیانؓ، خاتم المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پوری سپاہ ''صحابہ'' اور اُمتِ محمدیہ پر دشمنوں کے حملوں کا دفاع و تدارک و مقابلہ کرنے والا اپنی جان قربان کر کے ان کی آغوشِ رحمت میں پہنچ گیا۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ ورحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً

موت تو ہر کسی پر آنی ہے، آخرت کی طرف جانے والے اس پل سے ہر کسی نے گزرنا ہے مگر وہ لوگ بڑے خوش نصیب ہیں جو شہادت کی کار میں سوار ہو کر بجلی کی طرح پل صراط عبور کر کے جنت میں بسیرا جا ڈالیں اور خدا اپنے اس سچے فرمان سایہ رحمان کی چادر ان پر ڈال دے:

''اے اطمینان وسلامتی والی ذات اپنے رب کے پاس چلی جا تو اس سے خوش ہے اور اس نے تجھے اپنا پسندیدہ بنا لیا ہے، میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں پہنچ جا۔'' (پ۳۰۔ الفجر)

مولانا حق نواز جھنگوی کی اپنے مشن و کاز، صحابہ کرامؓ سے محبت و پیار کا اندازہ اس واقعہ سے لگایئے غالباً ۱۹۸۸ء کی بات ہے چونکہ اس درویش کی زندگی بھی تحفظ صحابہ کرامؓ کے اس لق و دق دشت و صحرا میں بسر ہو رہی ہے اور قتل کی دھمکیاں بار بار سننے کے باوجود اللہ نے اپنے فضل سے ہی بچایا ہوا ہے۔ میری شہرہ آفاق کتاب ''سیف اسلام بر دشمنانِ اسلام یعنی شیعہ کے ایک ہزار سوال کا جواب'' لاہور سے چھپ رہی تھی، مگر اس کا رنگین ٹائیٹل احقر انام نے گوجرانوالہ سے چھپوایا..... مولانا

کے شیرانوالہ باغ مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ میں آنے کا علم ہوا تو راقم وہ آپ کو دکھانے اور دعا لینے کے لئے حاضر خدمت ہو گیا۔ مولانا وہ ٹائیکل لے کر اتنے خوش ہوئے کہ خوشی سے چومنے لگے اور آنکھوں سے نورانی شبنم برسنے لگی۔ پھر مجھے گلے لگایا، بوسہ دیا اور دعاؤں سے نوازا۔

غالباً ۱۹۸۷ء میں جھنگ کے بڑے پبلک گراؤنڈ میں سپاہ صحابہ کا بڑا جلسہ تھا، لاکھوں کے مجمع میں مولانا کی محبوبیت آشکارا تھی، شاید الیکشن کا ہو کہ جماعت نے کامیاب ہو کر جھنگ کا نظم ونسق اس کامیابی سے سنبھالا کہ سپاہ صحابہ کے ایم این اے نے ۵ سال میں لکھنؤ جیسے رفض کے فتنہ گڑھ جھنگ میں امن برقرار رکھا، ہر کسی کو اس کا حق ملا، کوئی بدامنی اور فرقہ وارانہ تصادم نہیں ہوا۔

امن کی مثال

یہیں سے آپ اندازہ لگائیں کہ مسلمانانِ اہل سنت اور ملت اسلامیہ کی جماعت پُرامن ہی نہیں انتہائی منصف مزاج اور ہر شہری کو خوش رکھنے والی ہے۔ قانون اسلام کا ماٹو اور بنیادی مقصد ہی یہی ہے۔ اعدلوا ھو اقرب للتقوی (کسی کے ساتھ دشمنی تمہیں بے انصافی پر نہ ابھارے) تم انصاف کرو یہی تقویٰ اور خدا خوفی کے قریب ہے۔ (پ ۵ ع ۱۴)

آج انٹی شیعہ جیسیوں پر فریفتہ چینی دوشیزاؤں سے مالشیں کرانے والے ان کے غم میں دنیا کی واحد مفت کی ۵ ہزار طالبات کی اسلامی درسگاہ جامعہ حفصہ کی ۴ منزلہ بلڈنگ کو اور سینکڑوں طالبات کو فاسفورس بموں سے بلا کفن ودفن زمین میں دھنسانے والے خاص مذہب کے یا بے دین افسر سوات ووزیرستان قبائلی علاقوں میں ہزاروں دینداروں کو دہشت گرد کہہ کر شہید کرنے والے ۳۵ لاکھ افراد کو مہاجر بنا کر بے گھر رُلانے والے، امریکہ سے دولت لے کر اپنی مسلم کشی سے اسے خوش کرنے والے، ان مظلوم ومقتول مسلمانوں کا یہی مطالبہ مان لیں کہ "پاکستان میں قرآن وسنت کا قانونِ اسلام" عدل و انصاف کا پیغام نافذ کر دو، امریکی افواج باہر نکالو، ان سے اپنی رعایا کو بچاؤ، اڈے خالی کراؤ تو پاکستان امن وامان کا گہوارہ بن جائے گا۔

مولانا کا عشق

امیر عزیمت مولانا حق نواز کی آواز امنِ عامہ قائم کرنے کے لئے خدا کا قانون نافذ کرنے کے لئے، ختم نبوت اور ناموسِ صحابہ واہل بیت کے تحفظ کے لئے امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کی آواز کی طرح ہر ضلع اور گاؤں گاؤں میں کراچی سے لے کر گلگت تک گونجتی رہی۔ پبلک آپ پر جان نچھاور کرتی رہی۔ آپ جنگل کے شیر کی طرح اعداءِ صحابہ اور دین کے دشمنوں پر حملے کرتے رہے حتیٰ کہ ان کو تقیہ کی غاروں میں روپوش کر دیا۔ ان کا کفر وشرک، مسلم دشمنی اور خود اہل بیت کشی کا عقیدہ عوام وخواص میں جما دیا۔ در ودیوار آوازیں دینے لگے "کافر کافر..... شیعہ واعداء صحابہ کافر" یہ ان کے پڑوسی ملک میں ۲۵ لاکھ کے قتل عام سے مذہبی انقلاب، پھر اس کے پاکستان میں مسلم کشی سے نفاذ کرانے کے ردِ عمل کا نتیجہ تھا

کہ مسلمان بیدار ہو گئے اور اپنے دین اور جانوں کے تحفظ کے لئے ایک تحریک چلا دی اور قربانی کی ایسی تاریخ رقم کر دی جس پر جنت اور پوری اُمت مسلمہ کو ناز ہے

؎ اسلام زندہ ہوتا ہے ہر بدر کے بعد

سوچنے کا مقام ہے مولانا جھنگوی نے اور آپ کے جانشین مولانا ایثار القاسمی نے پھر مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی اور بطلِ حریت مولانا اعظم طارق نے اور ان کے سینکڑوں جیالوں نے اپنی جانوں کی اتنی بڑی قربانی کیوں دی؟ کیا زمین کا جھگڑا تھا.....دوکانیں بانٹنی تھیں.....اغوا کے کیس تھے.....ذاتی دشمنی اور قتل کے بدلے تھے؟.....دشمن بھی مانتا ہے کہ ایسا ذاتی مال و عزت کا مسئلہ نہ تھا۔ فقط اپنے ملک اور دین و ایمان کو بچانے کا مسئلہ تھا۔ کہ صرف ۵٪ عالمی غنڈے پاکستان پر قابض ہو رہے تھے۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو دامادوں کو شہید کرنے والے، نورِ چشم فاطمۃ الزہراؓ، حسن المجتبیٰ جنتی نوجوانوں کے سردار پر اس جرم میں حملہ کرنے والے کہ انہوں نے اپنے نانا صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ''یہ میرا بیٹا سردار ہے اللہ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرائے گا'' (بخاری، مسلم، ترمذی وغیرہ) کیوں سچ کر دکھائی اور ہمارے دشمن سے صلح و بیعت کر کے ہمارا منہ کیوں کالا کیا..... ہماری ناک کاٹ کر ہمیں ذلیل کیوں کر دیا۔ (حالات حسنؓ پر ہر تاریخ کی کتاب جلاء العیون وغیرہ)

چونکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر نے بروقت مداخلت کر کے ران کٹے امام حسنؓ کو جان سے بچا لیا، اور امام حسنؓ کو اعلان کرنا پڑا کہ ''میرے لئے معاویہ اور اس کی جماعت بہتر ہے میرے ان شیعوں سے جنہوں نے مجھ پر قاتلانہ حملہ کیا، میرا مال و مصلیٰ لوٹا۔'' (جلاء العیون) ان غنڈوں نے اپنی اس ناکامی کے بعد امام حسین رضی اللہ عنہ کو سبز باغ دکھا کر بلایا، پھر غدر کیا اور باپ کی طرح شہید کر دیا۔ واپس جانے، سرحدوں پر کفار سے لڑنے اور حاکمِ وقت سے ملنے کی ایک شرط بھی نہ مانی.....اپنے پہلے کے پلان اور ارمان کو پورا کر لیا.....اب بددعائیں لے کر روتے پیٹتے توابین کہلا کر تعزیہ جلوس نکالتے ہیں۔ کوئی عالم یا افسر کہے کہ یہ خلافِ شرع حرکت نہ کرو تو اس سے لڑ کر یا اس کو امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرح شہید کر دیتے ہیں یا کوئی مومنوں کی طرح خود مردار ہو جاتے ہیں۔

سپاہِ صحابہ کی اس بے مثال قربانی نے ملک کو ان درندوں سے بچا لیا، مساجد مدارس، خانقاہوں اور دینی مراکز کی حفاظت کی اور سینئر افسروں کے علاوہ الحمدللہ مسلمانوں کی ۹۰٪ ۱۴ کروڑ آبادی اسلام پر قائم و دائم ہے۔ مغربی ممالک اور امریکی ایجنٹوں کو یہی تو دُکھ ہے کہ سپین و غرناطہ پر ہم نے حملہ کر کے مسلمانوں کی ۸۰۰ سالہ حکومت کو ایسے ختم کیا کہ غرناطہ و اشبیلیہ میں مسلمان بھی نہ چھوڑے کیونکہ وہ نجی دینی مدارس میں اپنی تعلیم نہ رکھتے تھے مگر ہم نے برصغیر کی ۸۰۰ سالہ مسلمان حکومت ختم کی تو مسلمانوں کو نہ مٹا سکے کیونکہ مغلیہ دور میں پرائیویٹ مدارس تھے، پھر صرف مسلمان علماء نے ۱۸۵۷ء میں ہمارے خلاف جہادِ آزادی لڑ کر ۲۵ ہزار علماء کو سولیوں پر لٹکوا کر گو شکست کھائی مگر ان زخمی علماء نے دارالعلوم دیوبند جیسے مدارس بنا کر اسلام اور مسلمانوں کو ہمارے کفر سے بچا لیا۔ آج یہ ۱۷ ہزار دینی مدارس پاکستان میں، ۱۵ ہزار بنگلہ دیش میں اور اتنے ہی

بھارت میں برصغیر کے ساٹھ کروڑ مسلمانوں کا دین بچائے ہوئے ہیں۔ امریکی پالیسی یہ ہے کہ مسلمانوں کی اس جڑ کو ہی کاٹ دینا چاہئے۔ چنانچہ صدر زرداری مئی ۲۰۰۹ء کے امریکی دورہ سے یہی منصوبہ لے کر آئے ہیں کہ مدارس کو بند کر دیا قبضہ میں لو اور ان کا دینی نصاب بدلو۔" (سب اخبارات)

مولانا کا پیغام

مگر مولانا حق نواز کی جماعت یا محافظ دین دیوبند کے علماء جب تک رہیں گے یہ انگریزوں کی سازش انشاء اللہ نہ چلنے دیں گے۔ اب ہم خدا اور رسول و تلامذۂ نبوت کو ماننے والے تمام مکاتب فکر کے مسلمان متحد رہیں۔ امریکی ڈرون حملے بند کرائیں، مسلمان فوج امریکی اشاروں پر اپنے ملک کی انگریز و امریکہ سے آزادی چاہنے والے دین دار مسلمانوں کو دہشت گرد کہہ کر ختم نہ کرے جن کا جرم صرف یہ ہے کہ وہ اکبر الٰہ آبادی کا یہ شعر پڑھ کر اسلام پر قائم اور بنیاد پرست ہیں

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی جا جا کر یہ تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

مولانا حق نواز جھنگوی شہید کے مشن، بقائے اسلام و تحفظ ناموسِ صحابہ و اہل بیتؓ کو زندہ رکھنے کے لئے مخلص اہل سنت مسلمانوں سے میں یہ درخواست کرتا ہوں کہ:

(۱) وہ سب سنی اور متحد بن کر رہیں، خلاف سنت نئی رسم و بدعت نہ نکالیں

(۲) دیوبندی، بریلوی، اہلحدیث، جماعت اسلامی چاروں مکاتب فکر ایک دوسرے کا احترام کریں، ناموسِ صحابہ پر جلسے کیا کریں۔

(۳) کالعدم سپاہِ صحابہ یا ملت اسلامیہ بڑی قربانی کے بعد وجود میں آئی اسے بیدار کریں، تحفظ دیں، برقرار رکھیں۔ شہداء کے بچوں اور بیوگان و والدین کی سرپرستی کرتے رہیں۔

(۴) بڑے بزرگ چھوٹے اور شہید نوجوانوں کی غلطیوں کو معاف کریں، اعلانِ جنگ سے قبل انصاری نوعمر بچوں کے دشمنِ اسلام ابوجہل پر حملہ سے ہی جنگ بدر شروع ہوئی اور پورے عرب پر اسلام کی دھاک بیٹھ گئی۔

(۵) خلفاء راشدین اور اسلام کے فاتحین پر تاریخ بدل کر سہی، پُرہجوم جلسے ضرور کیا کریں۔ ان کی تاریخ خوب نشر کرائیں۔

(۶) اہل بیت کرامؓ کے احادیث سے فضائل اور ان کے قاتل و دشمن سبائیوں کی مذمت تاریخ سے ضرور بیان کیا کریں۔

(۷) حکومت سے یہ مطالبہ بار بار کریں کہ وہ قاتلوں کے خون آلود جلوس بند کرے جیسے لکھنؤ میں فدایانِ صحابہ نے بند کرائے ہیں۔

جو قرآن و سنت تو کجا کسی فقہ میں بھی مذکور نہیں صرف اہل بیت کے قاتلوں کی بددعائیں لے کر اپنے جرم چھپانے اور بچانے کی غوغہ آرائی ہے۔ اگر اپنی فقہ جعفریہ پر عمل سے بھی بیزار اس سبائی ٹولہ نے یہ کرنی بھی ہے تو امام کے لئے

عبادتگاہ باڑہ ہی میں کریں اور جو سینہ نہ پیٹے پولیس سے پٹوائیں۔ بالفرض نکالیں بھی تو انتظامیہ یہ شرط لگادے کہ صرف باریش ۵ وقت کا نمازی امام جعفر صادق کا تابعدار شریک ہو ورنہ ایک چہلم جیل میں گزارنا ہوگا۔ ایسے باشرع شریکوں سے تصادم کا خطرہ نہ ہوگا۔ کھربوں کے مقروض ملک پر ان کے تحفظ کا کروڑوں روپے کا بوجھ نہ پڑے گا۔

مسلمان انتظامیہ اپنے عقل وانصاف سے سوچے کہ حضرت عثمان، طلحہ، زبیر، علی، امام حسن وحسین رضی اللہ عنہم کی شہادتیں صرف ایک ہی سبائی ٹولہ کی طرف سے ہوئیں۔ ایسے ۸۰ ہزار مسلمانوں کی شہادت پر ہم سب مسلمان دُکھی ہیں اگر ہم یہ احتجاج وجلوس نہیں نکالتے کہ فرقہ وارانہ پھر تصادم نہ ہوں تو پھر قاتل اہل بیت گروہ کو یہ فسادی جلوس نکالنے کا کیا حق ہے؟ کیا امام حسین کو بلانے والے پھر عذر کر کے شہید کرنے والے خود یہی نہ تھے؟ اصل مجرم شمر یا ابن زیاد خود شیعہ نہ تھا جو پہلے شامیوں سے جا کر لڑے تھے، یا کیا ابن سعد اور یزید کو ہم اچھا کہتے ہیں؟ جب ان قاتلوں اور ان کے افسروں کو کوئی اچھا نہیں کہتا تو پھر یہ جلوس کس پر احتجاج ہیں؟ امن وامان بحال رکھنے کا واحد حل صرف یہ ہے کہ امن کے لئے مقدمہ مسلمان تاریخ دان جج کے پاس جائے، وہ فریقین کی تاریخ سے اصل مجرموں کی نشاندہی کر کے فیصلہ سنائے اور ان خون آشام جلوسوں کو خلاف شرع اور باعث فساد ہونے کی وجہ سے بین کردے۔

روافض کا کفر

مولانا جھنگوی شہید شیعوں کے اہل بیتؓ پر مظالم، تمام جماعت رسول سے دشمنی اور ان کے ان کفریہ عقائد پر سراپا احتجاج تھے:

۱..... یہ لوگ کلمہ توحید ورسالت کو ہرگز کلمہ ایمان ونجات نہیں مانتے اس لئے تمام صحابہ اور مسلمانوں کو منافق کافر دوزخی جانتے ہیں۔ چوتھی صدی میں اپنے نئے کلمۂ امامت بنانے کی وجہ سے صرف اپنے آپ کو مومن ناجی جنتی فرقہ کہتے ہیں۔ سوچئے کلمۂ نبی کا مخالف نیا کلمہ ساز کیسے مسلمان رہا؟

۲..... محمد رسول اللہ کی حادیت اور کامیابی کے صاف منکر ہیں۔ تبھی تو شاگردانِ رسول کو فیل مانتے ہیں اور ختم نبوت کے بھی منکر ہیں کہ نبوت کو امامت سے کم رتبہ اماموں کو پیغمبروں سے افضل مانتے ہیں۔ کس پیغمبر نے کتنے مومن مسلمان بنائے..... اس پر ہرگز فخر نہیں کرتے۔

۳..... قرآن کو کامل صحیح واجب الاطاعت ہرگز نہیں مانتے۔ یہ وہ قرآن مانتے ہیں جو علی رضی اللہ عنہ کو پیدائشی یاد تھا اب وہ ۱۲۰۰ سال سے امام کے ساتھ غائب ہے۔

۴..... سنت واحادیث نبویہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہرگز مسلمانوں کے لئے حجت اور واجب الاطاعت نہیں مانتے۔ حجت صرف ائمہ کی احادیث ہیں۔

۵..... قیامت کو اپنے لئے یوم حساب ہرگز نہیں مانتے، ہر عامی کا صاف عقیدہ ہے کہ وہ ماتم کی وجہ سے پاک صاف اور قطعی جنتی ہے۔ جیسے وہ مذہب کے نام سے عشرہ محرم میں سڑکوں پر بھی جو خلاف شرع حرکتیں کرے انگلش کی

تابعدار انتظامیہ اسے ہرگز نہیں پکڑ سکتی۔ اس طرح ایک آنسو بہانے کی وجہ سے خدا کے فرشتے بھی اس بڑے سے بڑے پاپی کو ہرگز نہیں پکڑیں گے کیونکہ امام حسینؓ نے ہمارے لئے قربانی دے کر ہم کو بخشوا دیا ہے۔ یہ وہی عیسائی عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح کی قربانی سے ہم سب بخشے گئے ہیں۔

۶..... نماز سب سے بڑا خیر العمل ہے مگر وہ اسے اپنے اپنے وقت میں پڑھنا فرض نہیں جانتے۔ فرمانِ خدا "مومنوں پر نماز اپنے اپنے وقت میں پڑھنا فرض ہے،" (پ ۵ ع ۱۲) کے اعلانیہ منکر یا تارک ہیں۔ کبھی پڑھیں تو بیمار و مسافر بن کر اکٹھی پڑھتے ہیں۔

بطور نمونہ شیعہ کے اصولِ ستہ ہم نے بتا دیے، جب ان پر وہ مومن اور عمل پیرا نہیں تو بقیہ فروعِ دین پر وہ کیسے عمل کرتے ہوں گے۔ اگر کوئی شیعہ ان ارکانِ دین کا منکر و کافر نہیں بلکہ ان کو سچا مانتا ہے تو وہ دل کی تصدیق سے زبان سے کھلا اقرار کرلے کہ جو بھی خدا کی توحیدی صفات میں ۱۲ اماموں کو شریک مانے یا ان کو پیغمبروں سے افضل بتائے یا کلمۂ نبی کو ناقص اور غیر ایمانی کہے یا موجودہ قرآن کو بدلا ہوا غیر واجب العمل کہے یا قیامت میں اپنے کو قابلِ گرفت و حساب نہ مانے یا حضور علیہ السلام کے تمام خلفاء اور ان کی بیعت کرنے والے تمام صحابہ کو مشرک، غیر مومن اور دوزخی جانے وہ ہرگز مومن نہیں بلکہ بدترین کافر و دوزخی ..... ہم فتویٰ تکفیر واپس لے لیں گے، اسے گلے لگا کر مسلمان بھائی مانیں گے..... س ش کا اتحاد ہو گا..... ملک پر امن ..... ھل من مبارز؟

صحابہ رضی اللہ عنہم — اللہ — بغض صحابہ لعنت اللہ

عقیدت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیلئے جنہوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا سب کچھ قربان کردیا

نذر شہداء کاروانِ ناموسِ صحابہؓ پر جنہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اپنا سب کچھ قربان کردیا

ہم امیر عزیمت، امیر کاروانِ ناموسِ صحابہؓ، شیر اسلام

مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

اور اُن کے باوفا جانشینوں

ایثار القاسمی — ضیاء الرحمن فاروقی

محمد اعظم طارق — علی شیر حیدری

کی عظمت کو سلام پیش کرتے ہیں

امیر کارواں قائد سنی انقلاب جانشین شہداء قائدین

حضرت مولانا محمد احمد لدھیانوی

اور ان کے رفقاء و معاونین پر مکمل اعتماد کا اظہار کرتے ہیں

منجانب

عبدالرزاق قاسمی و اراکین کچہ رازی

تحصیل روجھان ضلع راجن پور

امیر عزیمت شہیدؒ کی یاد میں خصوصی اشاعت کے اہتمام پر

سالنامہ سرخرو کی انتظامیہ کو خراجِ عقیدت

پیش کرتے ہیں

حق کی آواز.....حق نوازؒ، حق نوازؒ

حضرت مولانا ابومعاویہ مسعود الرحمٰن عثمانی مدظلہ
مرکزی ڈپٹی سیکرٹری سپاہِ صحابہ پاکستان

نحمده ونصلي علىٰ رسوله الكريم. اما بعد ..... اعوذ بالله من الشيطن الرجيم.
بسم الله الرحمن الرحيم. بل نقذف بالحق على الباطل فيدمغه فاذا هو زاهق.....

دراصل حق کے معنی ومفہوم عربی لغت میں ثابت، قائم، مضبوط، پائیدار رہنا ہے۔ جبکہ باطل حق کا نقیض ہے جسکی فطرت میں فنائیت، مغلوبیت ومعدومیت پائی جاتی ہے۔

باطل پانی پر نقش کی مانند ہے ادھر یہ بات حق پر مبنی اور اظہر من الشمس ہے کہ اللہ پاک نے اس کائنات کی تخلیق کا منشاء ومقصد احقاقِ حق اور ابطالِ باطل بنایا ہے۔ جیسا کہ مذکورہ بالا آیت کریمہ کا مفہوم ہے کہ رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ دنیا محض کھیل تماشہ نہیں بلکہ حق وباطل کی معرکہ آرائی کا میدان کارزار ہے۔ جہاں حق وباطل کی کش مکش جاری رہی ہے اور رہے گی۔ انجام کار حق باطل کو پاش پاش کر کے خود ہمیشہ قائم وپائیدار وثابت رہے گا۔ کیونکہ مقصود بھی ابقائے حق اور افنائے باطل ہے۔ اور یہ کیوں نہ ہو کہ حق تو پھر حق تعالیٰ کی ذات بابرکات بھی ہے۔ اور وحی ربانی بھی حق ہے۔ جیسا کہ فرمان رب تعالیٰ ہے۔ فَتَعَالَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ۔

اور وحی ربانی کے متعلق فرمایا: وَالَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ اور جو کچھ آپ ﷺ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل ہوا وہ حق ہے۔

اب وحی جو کہ بصورت قرآن مجید کائنات میں موجود ہے۔ اس حق کو دنیا میں آئے ہوئے چودہ سو سال سے زیادہ زمانہ گزر گیا مگر آج تک جیسا تھا ویسا ہی قائم اور دائم دنیا میں موجود ہے۔ اس وحی اور قرآن حق کو مٹانے والے خود مٹ گئے مگر یہ قرآن حق آج تک موجود ہے اور قیامت تک رہیگا۔ اس سے بھی بڑی دلیل حق کے دوام اور بقا کی یہ ہے حق تعالیٰ کی اپنی صفت مبارکہ حق ہے فتعالى الله الملك الحق. تو اللہ کی ذات جیسے خود لافانی ہے ایسے ہی اللہ پاک کی صفات بھی لافانی ہیں لہٰذا حق ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہیگا اور اس لئے حق کو منشاء ومقصد کائنات بنایا گیا ہے۔

CamScanner

اب ربکم الحق کی پہچان اور عبادت کیلئے وحی حق یعنی قرآن مجید اور اہل حق انبیاء کرامؑ اور وارثین انبیاؑ کو پوری انسانیت کی طرف بھیجا ہے تاکہ وہ حق تعالیٰ کی ذات کو پہچان کر اسکا حق بندگی ادا کریں۔

چنانچہ پیغام حق جبرئیلؑ حق تعالیٰ سے کتب اور صحائف سماوی کی صورت میں لاکر انبیا کرامؑ کو دیتے رہے اور وہ حق کی روشنی سے پورے عالم کو منور کرتے رہے تو جب آنحضرت محمد ﷺ پر نبوت کا سلسلہ ختم ہوا تو حق کی حقانیت کو برقرار رکھنے کیلئے علماء کرام جو کہ انبیا کرام کے وارث ہیں ان کے ذریعہ اس سلسلہ کو جاری رکھا ہے جو کہ آج صدیاں گزرنے کے باجود بھی جاری ہے۔

اس سلسلہ کی ایک کڑی مجدد وقت حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کی ذات گرامی بھی ہے۔ جنکا نام بھی حق اور کام بھی حق تھا۔ حق میں خصوصیات حق بطور اتم موجود تھیں۔ وہ حق تعالیٰ کے بندے اور رسول ﷺ برحق کے امتی اور قرآن حق کے داعی حق تھے، انکا مشن ''تحفظ ناموسِ صحابہ'' مبنی برحق تھا۔ ردشیعیت میں شیعیت پر کفر کا اطلاق مبنی برحق تھا۔ اس پر پہاڑوں سے بڑے، چٹانوں سے زیادہ مضبوط جو دلائل تھے وہ برحق تھے۔ مولانا کا انداز خطابت برحق تھا۔ خطابت میں جملہ جملہ مبنی برحق تھا۔ عزم، جرأت، غیرت میں حق کی پائیداری، مضبوطی وثبات جیسے عنصر برحق موجود تھے۔ جس طرح حق میں مضبوطی، ثبات پایا جاتا ہے اسی طرح مولانا حق نوازؒ کے دلائل، آواز، کردار، خطابات، عزم، جذبے، غیرت دینیہ، حُبِّ نبوی ﷺ، حُبِّ صحابہ کرامؓ واہل بیتِ عظامؓ وغیرہ میں مضبوطی، پائیداری، ثبات موجود تھا۔ دنیا کی کوئی طاقت، کوئی حکومت، کوئی قانون، کوئی دشمن کا وار، اپنوں کا عار، ظلم وبربریت کا کوئی اطوار، جیل ہتھکڑی، بیڑی، گولی یا گالی، مولانا کو اپنے پروگرام مشن اور موقف سے ہٹا نہ سکی وہ حق کی مضبوط چٹان بن کر ڈٹے رہے۔

☆ حق وباطل کی معرکہ آرائی بھی شروع سے چلی آرہی ہے۔ باطل نے جب بھی جس بھی فتنے کی شکل میں سر اٹھایا اللہ پاک نے اسکو مغلوب منہدم ومنہزم کرنے کے لئے بھی پورے پورے انتظام فرمائے۔ ماضی میں دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ باطل نے جب بھی فرعونوں، نمرودوں، قارونوں، بوجہلوں کی صورت میں سر اُٹھایا۔ تو اللہ پاک نے انبیاء کرامؑ کی مقدس جماعت کو پیغام حق دیکر بھیجا جنہوں نے باطل کو نیست ونابود کیا اور حق کا بول بالا کیا۔ پھر باطل نے اگر اولیاء الشیطان کی صورت میں سر اٹھایا تو اللہ پاک نے اولیاء الرحمٰن کی جماعت کو مختلف ادوار میں پیغام حق دے کر میدان میں اتارا انہوں نے باطل کو مغلوب کیا۔ اسی طرح باطل نے اگر ہندویت، عسائیت، یہودیت، پرویزیت، دہریت، الحادیت، شیعیت وقادیانیت وغیرہ کی صورتوں میں ابھرنے کی کوششیں کیں تو اللہ پاک نے علما کرام جو کہ انبیاؑ کے وارث ہیں انکو پیغام حق دیکر باطل کا قلع قمع کرنے کیلئے مقرر فرمایا جو کہ ہر دور میں باطل کی سرکوبی کرتے رہے ہیں اور کر رہے ہیں۔

جہاں ایک طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے مقابل، حضرت ابراہیم علیہ السلام نمرود کے مقابل اور حضرت محمد ﷺ ابوجہل وابولہب اور دنیا بھر کے باطل کے مقابل برسرپیکار نظر آتے ہیں تو دوسری طرف باب نبوت بند ہونے کے بعد خلیفہ منصور کے مقابل امام ابوحنیفہؒ وامام مالکؒ اور مامون الرشید کے مقابل امام احمد بن حنبلؒ، تاتاری قازان وغیرہ کے مقابل

امام ابن تیمیہؒ اور فتنہ اکبری وفتنہ شیعیت سمیت متعدد باطل فتنوں کے مقابل مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ، اور فتنہ قادیانیت کے مقابل حضرت انور شاہ کشمیریؒ، علامہ یوسف بنوریؒ، سید عطا اللہ شاہ بخاریؒ، اور فتنہ شیعیت کے مقابل مجدد الف ثانیؒ، ابن تیمیہؒ، علامہ عبدالشکور لکھنویؒ، علامہ دوست محمد قریشیؒ، قائم الدینؒ عباسی، مولانا منظور نعمانیؒ سے لیکر حضرت مولانا عبدالستار تونسوی مدظلہ تک تمام علماء کرام وارثان نبوت نے باطل کو ہمیشہ ناکوں چنے چبوائے۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

چنانچہ ماضی قریب میں شیعیت کے باطل فتنہ نے جب ایک بار پھر خمینی کے ایرانی انقلاب کی صورت میں سر اٹھایا اور تیرہ زبانوں میں اسلامی عنوانات کے ٹائٹل پر مشتمل لٹریچر دنیا بھر میں پھیلانا شروع کیا جس میں شیعہ کے کفریہ باطل عقائد، یعنی اللہ کے مقابل علیؓ کے خدا ہونے، انبیا کرام اور حضرت محمد ﷺ کی رسالتوں نبوتوں کے مقابل بارہ اماموں کی افضلیت اور قرآن مجید کو غلط قرار دیکر مصحف فاطمہ کی اصلیت، صحابہ کرامؓ کے مقابل صرف اہل بیتؓ کے چند افراد کو مسلم قرار دے کر باقی سب کی تکفیر جیسے غلیظ نظریات کی تبلیغ کی گئی تھی۔ اور خمینی نے دنیائے شیعیت سے تقیہ کی چادر اتار کر اسلامی لبادہ میں اُبھرنے کی ناپاک کوشش کی، تو اس باطل فتنہ کے مقابلہ کے لئے اللہ پاک نے فوراً انتظام فرمایا اور مجدد وقت حضرت مولانا حق نواز جھنگویؒ شہید کو میدان میں اتارا۔ تو مولانا حق نوازؒ نے توفیق ایزدی سے اس باطل کو پنجہ حق کی مضبوط گرفت سے گریبان سے پکڑ کر سر کے بل ایسا زمین پر پٹخا کہ شیعیت کے باطل وکافر فتنے کا گویا سر کچل کر رکھ دیا۔ اور فرمان باری تعالیٰ بل نقذف بالحق علی الباطل فیدمغہ فاذا ھو زاھق کا مصداق بنے۔

☆ مانا کہ شیعیت کا باطل فتنہ چودہ سو سال پرانا ہے اور اہل حق کی طرف سے چودہ صدیوں سے ہی اس فتنہ کو دبانے، مٹانے کی کوششیں ہر دور میں ہوتی رہیں۔ لیکن جس انداز میں مولانا حق نوازؒ نے اس فتنہ کی خبر لی ہے اس کی مثال اس سے قبل نہیں ملتی۔

جن حضرات کو مولانا حق نوازؒ شہید کے ساتھ تحریک میں چلنے کا موقع ملا یا براہ راست خطاب سامنے بیٹھ کر سنا وہ بخوبی جانتے ہیں مولانا ایسے رعد وبرق بن کر شیعیت پر برسے کہ دنیا شیعیت کی چیخیں نکل گئیں۔ مولانا مرحوم کی لسان حق آتش فشاں سے نکلنے والے جملے یقیناً صور اسرافیل کا کام کرتے، انکی حق گوئی میں تلوار کی کاٹ، بجلی کی کڑک، بادلوں کی سی گرج طوفانوں کی سی سنسناہٹ ہوتی تھی۔

وہ جب بیان حق فرماتے تو شیروں کی طرح دھاڑتے اور سمندر کی لہروں کی طرح جذبات سے اٹکھیلیاں کرتے تھے، میں نے قریب بیٹھ کر بلکہ قدموں میں بیٹھ کر کر مولانا کو حق بیان کرتے دیکھا ہے کہ وہ جب ناموس رسالت ﷺ اور ناموس صحابہؓ واہل بیتؓ کے تحفظ کے مسئلہ پر شیعہ کے غلیظ عقائد سے پردہ ہٹاتے تو ان کی غلاظتوں سے سیخ پا ہونے کیوجہ سے آواز حق میں غیرت ایمانی کی آمیزش انکو شعلہ جوالہ بنا دیتی، وہ پھر خود بھی تڑپتے اور علماء کرام، عوام الناس، آس پاس سننے والی

ماؤں، بہنوں، بیٹیوں کو بھی تڑپاتے۔ خود بھی بھڑکتے اور سامعین کو بھی بھڑکاتے۔ وہ خود نہیں بلکہ ان کا انداز بولتا تھا۔ ضمیر کی آواز حق کا جامہ پہن کر نکلتی تھی۔ انکا دل سلگتا تھا۔ بلکہ ان کا خون کھولتا تھا۔ بالخصوص ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عصمت، عفت اور مظلومیت کا تذکرہ کرتے تو رگ حق پھول جاتی۔ ''امی۔امی۔امی عائشہ میں تیرے دوپٹہ کی عزت کیلئے، تیری ناموس کیلئے جان دے جاؤں گا'' کہتے تو سامعین کی سسکیاں بندھ جاتیں، کلیجے منہ کو آتے، آنسوؤں کی بارش ہونے لگتی، انداز والہانہ سے معلوم ہوتا کہ وہ خود حق کی خاطر باطل کے خلاف سربکف اور آمادہ پیکار تو ہیں ہی مگر سامعین کو بھی سربکف ہو کر آمادۂ پیکار بنا دیتے ہیں۔

اور جب دشمنان صحابہ شیعہ کو للکارتے ''او شیعو! تم نے پیغمبر کی مقدس جماعت صحابہ کرامؓ کو گالی دی میں تمہیں گالی بنا کر چھوڑوں گا، او شیعو تم نے اگر ماں کا دودھ پیا ہے کسی کتیا نہیں پیا تو آؤ حق نواز کو عدالت میں چیلنج کرو میں تمہیں دنیا کا غلیظ ترین کافر ثابت نہ کروں تو میری سزا گولی ہے اور میرا خون تم پر معاف ہے، او شیعو! میں سنی قوم کو اتنا بیدار کر کے تمہارے خلاف اتنی نفرت بھر جاؤں گا کہ وہ تمہیں چھٹی کا دودھ یاد دلاتے رہیں گے۔ تمہاری نسلیں یاد کریں گی۔ اس انداز سے بالکل مندرجہ ذیل آیات کی تفسیر بنتی ہوئی نظر آتی تھی جیسا کہ رب تعالیٰ فرماتے ہیں جاء الحق وزھق الباطل ''حق آیا اور باطل بھاگ گیا'' قل جاء الحق وما یبدئ الباطل وما یعید ''حق آ گیا اور باطل نہ کرنے کا رہا نہ دھرنے کا'' اور بالخصوص اس آیت کی تفسیر کا کامل نمونہ تھے بل نقذف با الحق علی الباطل فیدمغہٗ فاذا ھو زاھق ''ہم حق کو باطل پر پھینک مارتے ہیں پھر وہ اسکا بھیجا نکال دیتا ہے، پس وہ (باطل) ناگہاں فنا ہو جاتا ہے''۔ گویا کہ مولانا حق نواز اپنی زبان کے وار سے حق کو شیعہ باطل پر دے مارتے، اتنے وزنی دلائل کے ہتھوڑے کے ٹکرانے سے کفریہ عقائد، رذیلہ نظریات کا بھیجا نکلتا تھا۔

☆ آیت مذکورہ کے لغوی معانی پر غور فرمائیں کہ مولانا حق نواز شہیدؒ کے انداز بیان حق کو ان سے کتنی مناسبت ہے بل نقذف بالحق علی الباطل. قذف کے معنی کسی چیز کو دور پھینکنے کے ہیں، قذف الحجر یعنی پتھر پھینکنا۔ مولانا مرحوم حق کے وزنی دلائل شیعہ کے باطل پر پتھر کی طرح پھینکتے تھے دوسری جگہ فرمایا قذف فی قلوبھم الرعب انکے دلوں میں دہشت ڈال دی۔ یقیناً مولانا مرحوم کے بیان حق سے شیعہ باطل کے دلوں میں رعب اور دہشت کی دھاک بیٹھ جاتی تھی اور قرآن پاک میں کفار کے متعلق ایمان والوں کو حکم بھی یہی دیا گیا ہے کہ کفار سے لڑائی ایسے انداز کی ہو کہ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً..... ان کو تمہارے اندر کی سختی معلوم ہو۔

چنانچہ مولانا مرحوم اسی انداز سے شیعہ پر دلائل کے انبار لگا کر برستے کہ ایسے غلیظ کافر سے اندرونی نفرت کا اظہار ہی ہوتا اور مولانا کہا بھی کرتے کہ سنیو! میں تمہارے ذہنوں میں شیعیت کی نفرت اور تعصب کوٹ کوٹ کر بھر دونگا۔ اسی طرح قرآن پاک میں ان شیاطین کا تذکرہ ہے جو آسمان پر باتیں سننے کیلئے جانے کی کوشش کرتے اللہ کے حکم سے فرشتے ان شیاطین کو شعلے یا انگارے مارتے تھے یہاں بھی لفظ قذف ہی آیا ہے۔ ویقذفون من کل جانب دحورا..... اور ہر طرف سے ان (شیاطین) پر انگارے پھینکے جاتے۔ یہاں بھی مناسبت موجود ہے۔ کہ شیعہ کی شیطنت جو اسلام کے خلاف

ہے وہ شیطانوں سے کم نہیں تو ان شیطانی کے چیلوں پر مولانا حق نواز شہید حق کے گویا انگارے پھینکتے تھے جیسا کہ خود بھی حضرت مرحوم نے مظفر گڑھ میں بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ میں آج تقریر نہیں شیعہ پر آگ برساؤنگا۔ آگ اور شعلے کے نام سے وہ مشہور خطاب موجود ہے۔ جس سے شیعہ کے کفریہ ایوانوں میں جو آگ لگی ہے وہ خاکستر ہونے تک اس کو بجھا نہیں سکیں گے، یہ تو ہے بل نقذف بالحق علی الباطل، آگے فرمایا فیدمغہ اس باطل کا حق بھیجا نکال دیتا ہے یدمغہ کے معنی دماغ پر ضرب لگانے کے ہیں۔ دامغ کے اصل معنی دماغ توڑنے کے ہیں۔ دامغ چوٹ یا زخم کا بھیجہ تک پہنچنا اور شکست دینا۔ شجۃ دامغۃ، وہ چوٹ جو دماغ تک پہنچ جائے۔ اب ان سارے معانی پر غور فرمائیں کہ مولانا حق نواز شہیدؒ کی لسان حق سے نکلنے والے جملے اتنے وزنی، قوی اور پتھر پر لکیر اور کفر پر نکیر تھے کہ جس سے شیعہ کے کفر کا بھی اور انکے ذاتی دماغوں کا بھیجہ نکال باہر کر دیا۔

بالخصوص جب مولانا اپنے خطاب کے دوران فرماتے کہ "شیعہ کائنات کا بدترین غلیظ ترین کافر ہے، شیعہ یہودیت سے، عیسائیت سے، ہندو سے، سکھ سے، مجوسی سے، قادیانی سے بڑا کافر ہے، کافر کافر شیعہ کافر، شیعہ کافر، شیعہ کافر، تو یدمغہ شیعہ کے دماغ پر ضرب لگتی، دمغ شیعہ کے دماغ ٹوٹ جاتے، دمغ چوٹ اور زخم بھیجا تک پہنچ کر شیعہ کے دماغ اور بھیجا کو چور چور کر دیتے۔ وہ زخمی سانپ کی طرح تڑپتا تھا مگر اس سے جواب نہیں بن سکتا تھا۔

☆ اگر کوئی کہے کہ ان ضربوں اور زخموں سے تو ظاہری وار سے لگائے گئے زخم مراد ہو سکتے ہیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ ایک تو یہ بات حقیقت ہے کہ تیر و تلوار کا زخم مٹ جاتا ہے جبکہ زبان کا لگایا ہوا زخم صدیوں تازہ رہتا ہے اور اپنا اثر دکھاتا رہتا ہے، جیسا کہ عربی شاعر نے کہا۔

جراحاۃ السینان لھا تیام

ولا یلتام ماجرح اللسان

کہ "نیزے کا لگایا ہوا زخم مٹ جاتا ہے مگر زبان کا لگایا ہوا زخم باقی رہتا ہے"۔

یقین نہ آئے تو شیعہ سے جا کر پوچھ لو کہ مولانا کو شہیدؒ ہوئے بھی آج تقریباً بیس سال گزر گئے ہیں مولانا مرحوم کے لگائے ہوئے زخم تازہ ہیں کہ نہیں۔ دیکھو جواب میں وہ زخمی سانپ کی طرح تڑپ نہ گیا تو نام نہیں۔

(اگر کسی نے مولانا حق نواز کے حق کو باطل پر مار کر بھیجا نکالنے کی ظاہری معنی کی تفسیر دیکھنی ہو تو ملک محمد اسحاق دامت برکاتہم اور حافظ محمد ریاض شہیدؒ کے جرأت مندانہ کردار کو دیکھ لیں)۔

☆ اور اللہ کی ذات کو بھی یہی مقصود تھا کہ اس دور میں بھی پہلے کی طرح باطل کو جڑ سے کٹوا ڈالے ویرید اللہ ان یحق الحق بکلماتہ ویقطع دابر الکافرین "اور اللہ چاہتا تھا کہ سچا کر دے سچ (حق) کو اپنے کلاموں سے اور کاٹ ڈالے جڑ کافروں کی" لیحق الحق ویبطل الباطل "تا کہ سچا کر دے سچ کو جھوٹا کر دے جھوٹ کو"۔ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ ہو جائیں۔ چنانچہ یہ دونوں کام مولانا حق نواز شہید سے رب تعالیٰ نے لئے، اس کفر کی جڑ بھی حق کے وار سے کٹی اور جو

صدیوں سے اپنے آپ کو مسلمانوں کا فرقہ ہی منواتا تھا لوگ بھی یہ ہی سمجھتے کہ یہ ایک مسلمانوں کا بریلوی دیوبندی وغیرہ کی طرح ایک فرقہ ہے لیکن مولانا مرحوم نے منوایا کہ یہ مسلمان ہی نہیں بلکہ مکمل اینٹی اسلام ہے۔

☆ ماضی میں شیعہ باطل فتنہ کی سرکوبی کے لئے حضرات اکابر نے جو کام کیا وہ بھی قابل قدر ہے۔ جس سے شیعہ زخم خوردہ ہوئے۔ گویا کہ اس فتنہ کے کبھی بازو کٹے کبھی ٹانگیں توڑی گئیں۔ مگر پھر وہ انگریز سے زخموں کی مرہم پٹی کروا کر کھڑا ہو جاتا تھا۔ لیکن آپ جانتے ہیں۔ جس کا بھیجا نکل چکا ہو اس کے درست ہونے اور کھڑا ہو کر چلنے کے چانس ختم ہو جاتے ہیں۔ مولانا مرحوم نے اس باطل فتنہ کو صرف زخم نہیں لگائے بلکہ دماغ کی چوٹیں مار کر بھیجا دماغ کو نکال دیا ہے اب اسکا دوبارہ سر اٹھانا ممکن نہیں۔

☆ مگر برا ہو کفار کے حب دار بے ضمیر ملاؤں اور لیڈروں کا جنہوں نے اس بھیجا نکلے ہوئے فتنہ کو سہارا دے کر پھر سے ان کو کھڑا کرنے کی ناپاک کوشش کی۔ ان کو مجاہدین کے، طالبان اور طالبات کے زخموں پر رحم تو نہیں آیا کہ وہ ان کی خیر خواہی کریں۔ البتہ کفار اشرار کو زخمی حالت میں برداشت نہ کر سکے اور سپاہ صحابہ اور مولانا حق نواز شہید کی 20 سالہ جدوجہد پر شب خون مارتے ہوئے دشمنان صحابہ کرام یعنی شیعہ باطل فتنے کو سہارا دیا لیکن انکو یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ باطل کو چاہیے سہارا دو یا جو کچھ بھی کرو اس کی فطرت میں اللہ پاک نے مغلوبیت رکھی ہے وہ باطل خود بھی ڈوبے گا اور سہارا دینے والوں کو بھی ڈبوئے گا۔ پھر نہ کہنا خبر نہیں ہوئی۔

☆ سچ یہ ہے کہ مولانا حق نواز شہید خدائی للکار بن کر آئے اور معاندین صحابہؓ پر ایسے چھائے کہ انکی نسلیں بھی یاد کریں گی۔ خطابات پڑھ کر بھی اور مولانا مرحوم کی سوانح پڑھ کر بھی قارئین اندازہ فرمائیں گے کہ مولانا محض کوئی روایتی رسمی قسم کے خطیب نہ تھے جو کہ جہازوں کے ٹکٹ یا اپنے خطیبانہ الفاظ کی قیمت وصول کرتے اور شاہانہ زندگی بسر کرتے۔ قصہ گوئی، خوش لحانی، یاوہ گوئی، لطیفہ بازی، تصنع بازی جیسے قبیح جراثیم انکی خطابت کی زینت نہ تھے، نہ وہ خوش آمدی تھے نہ لالچی، بے جا مصلحت پسندی، سیاسی مصلحتیں، اپنوں کی خفگی، غیروں کا غصہ، اہل اقتدار کا ڈر خوف، وڈیروں کی سازشیں انکو حق بات کہنے سے کبھی نہ روک سکیں۔ بلکہ وہ پیغمبرانہ واکابرانہ طرز عمل کو اپنے لئے مشعل راہ بنا کر باطل کے خلاف آواز حق بلند کرنے کے خوگر تھے جو انہوں نے کر دکھایا۔ البتہ پھر حق نواز کو اس ساری حق نوازی کا صلہ بھی کچھ اس طرح بھگتنا پڑا کہ

زندگی جبر مسلسل کی طرح کاٹی ہے
جانے کس جرم کی سزا پائی ہے یاد نہیں

مولانا حق نواز شہید کی اس بے لوث اور بے خوف جرأت وشجاعت کی وجہ سے جہاں زمانہ انکا معترف ہوا وہاں دنیا دشمن جان بھی بنی۔ شیعہ، اور حکمران، حاسد ملاں آپکے سخت ترین دشمن بن گئے۔ اور یہ کوئی نئی بات نہیں اہل حق کے ساتھ یہ سلوک بھی روز اول سے جاری ہے۔ انبیا کرام، صحابہ کرام، علماء کرام کے ساتھ اپنے اپنے دور میں یہ سب کچھ ہو چکا ہے، اور تو اور مقصود کائنات فخر دو جہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اعلان حق فرمایا تھا تو سب سے پہلا مخالف آپ کا چچا بنا اور

پتھر اٹھایا مارنے کیلئے، جسے قرآن پاک نے تبت یدا ابی لھب سے ڈانٹ پلائی۔

مختصر یہ کہ مولانا حق نواز شہیدؒ کو اپنے پیش رو اکابر کی طرح حق گوئی کے جرم میں ظلم وستم کا تختۂ مشق بنایا گیا، متعدد بار جھوٹے مقدمات قائم کر کے پس دیوار زندان ڈالا گیا، دوران تفتیش گھٹیا سوالات اور پھر گالی دی جاتی۔ اُلٹا لٹکا کر تشدد کیا گیا۔ آپ کو ننگا کر کے مارا گیا، کئی کئی راتیں بیدار رکھ کر اذیتیں دی جاتیں۔ کبھی برف کے بلاکوں پر لٹا کر، کبھی جسم پر استری لگا کر، کبھی نازک حصوں کو سگریٹ سے داغ کر مشن چھوڑنے کا دباؤ ڈالا جاتا۔ کبھی گرفتاری کے وقت گھر سے گھسیٹ کر تھانہ میں پہنچایا جاتا۔ اہل خانہ کی بے حرمتی کی جاتی۔ بازار میں بھی پولیس نے گھسیٹا اور پیٹا۔ پھر اسی طرح شیعہ کی طرف سے کبھی مقدمات کی بھرمار، کبھی الزام تراشی، اور متعدد بار قاتلانہ حملے کیے گئے۔ اور سب سے بڑھ کر اپنوں کے زہریلے نشتر تعصب اور حسد کی آگ میں جل کر ملاں اور بے ضمیر سیاسی لیڈر بھی مولانا کی ڈٹ کر مخالفت کرتے رہے۔ مگر اس ساری روش سے مولانا نہ تو شیعہ کے سامنے جھکے نہ حکمرانوں کے سامنے لچک دکھائی اور نہ اپنوں کے زخم کھا کر دلبرداشتہ ہوئے بلکہ ان تمام تر زیادتیوں کوفتوں کے باوجود آپ ایک چٹان بن کر اپنے دشمن پر ڈٹے رہے۔

☆ پھر کیا ہوا وہ جو فرعونیوں نمرودیوں، بزدلوں کی روش ماضی میں رہی اسی گھناؤنی داستان کو شیعہ باطل فتنے نے بھی دہرایا کہ جب حضرت ابراہیمؑ نے کافروں کے خداؤں کے ناک، کان، کاٹے اور بازو، ٹانگیں توڑیں تو کفار نے واپس آ کر اپنے خداؤں کا یہ حشر دیکھا اور غصہ میں کہنے لگے یہ کس نے ایسا کیا ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انکو حق بات سمجھانے کیلئے کہا تم جو ان کو خدا مانتے ہو اس سے سوال بھی کرو اگر وہ بولتا ہے اور یہ بھی پوچھو کہ جو اپنی مدد نہ کر سکے وہ تمہارے کس کام آئیگا؟ (القرآن) تو جب باطل سے جواب نہ بن پایا ابراہیم علیہ السلام کے دلائل کا، تو کہنے لگے **حرقوہ وانصروا الھتکم**. کہ جلاؤ ابرہیمؑ کو اپنے خداؤں کی مدد کرو۔

باطل کا آخری حربہ غنڈہ گردی ہی ہوتا ہے

مولانا حق نواز نے پیغام حق سے شیعہ کے باطل فتنہ کو ہر لحاظ سے ہر سطح پر چیلنج کیا کہ میں تمہیں چوکوں پر، چوراہوں پر، منبر ومحراب میں، علی الاعلان کافر کہتا ہوں تم مجھے عدالت میں بلاؤ اگر تمہیں کافر ثابت نہ کردوں تو میری سزا گولی ہے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ شیعہ کے مذہب میں ذرہ بھی حقیقت اور غیرت ہوتی تو دلائل کا جواب دلائل سے دیتا مگر اس نے اپنے پیش رو باطلوں کی طرح کہا کہ اس کو راستہ سے ہٹاؤ ہمارے خلاف کیوں بولتا ہے۔ جیسا کہ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو ہٹانے کیلئے سینکڑوں بچے ہلاک کروائے، نمرود نے ابراہیم علیہ السلام کیلئے بھٹہ جلوایا۔ ابوجہل نے حضور ﷺ کو شعب میں کبھی قید کیا، کبھی شہید کرنے کی سازش کی، مگر حق کب مٹتا ہے کسی کے مٹانے سے! چنانچہ شیعہ نے مولانا حق نواز شہید کو بڑی بے دردی اور سفاکیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے 22 رفروری 1990 جمعہ کی شب 27 رجب شب معراج کو شہید کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

جان دے دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

یہ سمجھ کر کہ شاید اس طرح حق کی آواز دب جائے گی۔ حق مٹ جائے گا۔ چراغ حق گل ہو جائے گا۔ لیکن یہ اسکی بھول تھی۔

اسے بجھا نہ سکے گی ہوا زمانے کی
جلا چلے ہیں لہو سے جو ہم چراغ سحر

☆ مولانا حق نواز شہیدؒ کے مرنے سے، دنیا سے چلے جانے سے حق مرا نہیں، افراد چلے جایا کرتے ہیں نظریات زندہ رہتے ہیں۔ حق کی فطرت میں فنائیت یا مغلوبیت نہیں رکھی گئی اس لئے وہ حق نواز مرا نہیں بلکہ اپنی جان کا نظرانہ دے کر کئی افراد کو حق شناس، حق گو، حق کی للکار، حق کی زبان دے کر حق کا پیکر بنا گیا۔ جنکی زندہ جاوید مثال مولانا ضیاالرحمٰن فاروقی شہیدؒ، مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ سے لے کر حضرت علامہ علی شیر حیدری شہید تک کے قافلہ حق کی صورت میں اس دھرتی پر موجود ہے اور انشاء اللہ ہمیشہ رہے گی۔ مرنا تو سب نے ہے اللہ کی ذات صرف باقی ہے موت سے کسی کو بھی چھٹکارا نہیں لیکن موت، موت میں بھی فرق ہے۔ مولانا کی جس موت کو شیعہ نے موت سمجھا وہ درحقیقت خود شیعیت کی موت ہے۔ کیونکہ مولانا مرحوم کی شہادت والی عظیم باسعادت موت سے حق کو بقا ملی ہے، دوام ملا ہے،، مولانا کی موت سے باطل فتنوں اور قوتوں کے خلاف ولولوں اور جذبوں نے تازہ انگڑائی لی ہے، سنی قوم کو سرفرازی اور بیداری ملی ہے، اسلاف کی یادیں تازہ ہوئیں، اور کاروان حق وصداقت نئی جرأت اور غیرت مندانہ جذبوں سے سرشار ہو کر باطل کو مٹانے میدان عمل میں اتر پڑا ہے، اور سپاہ صحابہ کے نام سے لاکھوں افراد صرف پاکستان میں نہیں بلکہ پوری دنیا میں حق کی بلندی اور باطل کو مٹانے کیلئے سرگرم عمل ہیں۔ وہ ایک حق نواز راستہ سے ہٹایا گیا یہاں بچہ بچہ حق نواز بننے کو تیار ہے۔ مولانا کی شہادت سے ابھرنے والی اہل حق کی ہر آواز ہر جماعت میں تحقیق کرو گے تو حق نواز کا خون، جذبہ حق بولتا ہوا نظر آئے گا۔

ملتِ کفر سوچتی ہے کس بھنور میں آ گئی
وہ اک دیا بجھا سیکڑوں دیے جلا گیا

وہ جو دیئے جلائے ہیں انکی روشنی میں ہم نے منزل کی راہ دیکھنی ہے وہ منزل کیا ہے؟

☆ وہ منزل ہے پاکستان میں خصوصاً (اور پوری دنیا میں عموماً) نفاذ اسلام بطرز نظام خلفاء راشدین۔ جبکہ اس کی راہ میں امریکہ، برطانیہ نہیں بلکہ سب سے بڑی رکاوٹ شیعہ ہے۔ جو کہ اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اللہ کی وحدانیت اور حضور ﷺ کی رسالت، قرآن کی حقانیت، اور صحابہؓ واہل بیت کی عظمت کا انکار کرتا ہے۔ اس اعتبار سے کہ آپ جس اسلام کے نفاذ کی بات کرتے ہیں وہ اپنے آپکو مسلمان ہی کہلوا کر اس اسلام کی مخالفت کرتا ہے۔ لہٰذا مولانا مرحوم چاہتے تھے کہ اس باطل فتنہ کو شیعہ کو اس کے غلیظ عقائد ونظریات کی بنیاد پر پاکستان کی دھرتی پر سرکاری سطح پر قادیانیوں کی طرح کافر قرار دلوایا جائے اور پاکستان میں اقلیت قرار دے کر عیسائیوں والی ڈیوٹی شیعہ کی لگائی جائے۔ (بیت الخلا کی صفائی) یا کم از کم جو حقوق اور سلوک ایران میں 35 فیصد مسلمانوں کے ساتھ ایرانی شیعہ حکومت کرتی ہے وہ ہی حقوق پاکستان میں دو فیصد شیعہ اقلیت کو دیے

جانے چاہئیں۔ مزید یہ کہ پاکستان سنی اکثریتی ملک ہے اسے سنی سٹیٹ قرار دیا جائے۔ یہاں کا صدر وزیر اعظم اور دیگر کلیدی عہدیدار سب سنی ہوں۔ اور شیعہ سمیت تمام اقلیتی اپنی مذہبی رسوم جلوس اپنی عبادت گاہوں میں کریں جیسا کہ دور اول میں تھا اور خود مسلمان بھی اپنی عبادت اپنے عبادت خانوں میں کرتے ہیں۔ توہین رسالت، توہین صحابہؓ واہلبیتؓ کے مرتکب کیلئے سزائے موت مقرر ہو۔ تاکہ شیعہ کی اذان جو کہ انکار قرآن اور تبرا پر مشتمل ہے اس پر بھی پابندی ہو، اور خلفائے راشدینؓ کے ایام ہائے شہادت و وفات پر سرکاری سطح پر عام تعطیل ہو، یا پھر تمام مذہبی اور شخصی تعطیلات ختم کر دی جائیں۔ البتہ خلفائے راشدینؓ وصحابہ کرامؓ کے فضائل ومناقب پر پروگرام ضرور نشر کیے جائیں۔ اس طرح فوج میں نشانِ حیدرؓ کے ساتھ نشانِ عمر فاروقؓ وخالدؓ بن ولید اور دیگر بہادر صحابہ کرامؓ کے مبارک ناموں پر مشتمل نشان بھی مقرر کیے جائیں۔ اور اہل سنت کے مذہبی حقوق کا حصول اور تحفظ یقینی بنایا جائے یہ تھی مولانا کی فکر ومنزل۔

☆ الختصر یہ کہ مولانا حق نواز ہمیں ایک فکر، طرز عمل، اور ایک نشان منزل دے گئے ہیں، اس کو پانا اسی منزل تک پہنچنا ہمارے ذمہ لازم ہے کیونکہ ہم نے مولانا حق نواز شہید کے ساتھ عہدِ وفا کیا ہے سو اس کو پورا کرنا چاہئے۔ اور یہ گھر بیٹھے بٹھائے پورا نہیں ہوگا۔ محض تقریروں، کانفرنسوں، نعروں سے پورا نہیں ہوگا، محض مصلحتوں اور حکومت سے مذاکرات سے پورا نہیں ہوگا۔ بلکہ اس کیلئے مولانا مرحوم کی طرح قربانی دینا ہوگی۔ اپنے آپکو مولانا مرحوم اور دیگر شہدا قائدین وکارکنان کی طرح پیش کرنا ہوگا۔ اور حق کا حق والوں سے تقاضا بھی یہی ہے کہ پہلے تم حق وفا ادا کرو تو پھر حق دیکھو کیسے غالب ہوتا ہے۔ فاذا ھو زاھق شروع میں بیان کردہ آیت میں فیدمغہٗ کے بعد جملہ فاذا ھو زاھق بھی اسی بات کی دعوت دیتا ہے جس کے معنی ہیں جانے والا اور بے نام نشان ہونے والا، زھق الباطل یعنی حق نے باطل کو نیست ونابود کر دیا ہے زاھقت نفسہ یعنی رنج وغم کی وجہ سے اسکی جان نکل گئی۔ مطلب یہ ہوا کہ جس شیعہ کے باطل فتنے کا مولانا حق نواز شہیدؒ کی لگائی ہوئی شدید حق کی ضربوں سے بھیجا نکلا تھا اس کی جان بھی نکل گئی مگر اب اس لاشے کو اُٹھا کر کہیں کسی طرف دفن بھی تو کرنا ہے اور کسی ٹھکانے بھی لگانا ہے ورنہ تعفن پھیلے گا جس سے کئی نئے فتنے پیدا ہونے کا خطرہ ہے۔ مولانا مرحوم تو اپنا کام پورا کر گئے اب یہ کام ہمارے ذمہ ہے لہٰذا ہمیں اپنی ذمہ داری کو پورا کرنا چاہئے تاکہ زاھق کے معنی بے نام نشان کا ہم مصداق بنکر سرخرو ہو سکیں۔ اس کے لئے بیداری۔ احساس ذمہ داری کی ضرورت ہے۔

اس احساس ذمہ داری کی طرف متوجہ کرنے کیلئے جھنگوی شہید کی پکار آج بھی کانوں سے ٹکراتی ہوئی محسوس ہوتی ہے کہ جیسے وہ کہہ رہے ہیں۔

جھنگویؒ نے پکارا ہے تم کو فردوس کے بالا خانوں سے
ہم راہِ وفا پر کٹ آئے تمہیں پیارا ابھی تک جانوں سے

CamScanner

حب صحابہ رضی اللہ عنہم — اللہ اکبر — بغض صحابہ لعنت اللہ

فنا فی اللہ کی تہہ میں بقا کا راز مضمر ہے
جسے مرنا نہیں آتا، اُسے جینا نہیں آتا

امیر عزیمت، امیر کاروانِ ناموسِ صحابہؓ، شیرِ اسلام

مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

اور اُن کے باوفا جانشینوں

مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ، مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ
مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ، مولانا علی شیر حیدری شہیدؒ

اور دیگر سینکڑوں شہداء کارکنان کی عظمت کو سلام عقیدت پیش کرتے ہیں

امیر کارواں، قائد سنی انقلاب، جانشین شہداء قائدین

حضرت مولانا محمد احمد لدھیانوی

اور ان کے رفقاء و معاونین پر مکمل اعتماد کا اظہار کرتے ہیں

امیر عزیمت شہیدؒ کی یاد میں سالنامہ سرخرو کی خصوصی اشاعت کے اہتمام پر

مدیر اعلیٰ خادم حسین صاحب — مدیر ابو محمد شاہ اللہ سعد

کو مبارک باد پیش کرتے ہیں

عباسی اینڈ خٹک ریسٹورنٹ

لذیذ، عمدہ معیاری کھانوں کا مرکز

مین سپر ہائی وے حیدر آباد سے کراچی کی طرف 86 کلومیٹر

کراچی سے حیدر آباد کی طرف 76 کلومیٹر

حافظ محمد عقیل عباسی ◎ حافظ امان اللہ خٹک

0300-9371310 — 0333-2618656

CamScanner

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امیر عزیمت شیر اسلام مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

خصوصی اشاعت

چھٹا باب

امیر عزیمت شہید رحمۃ اللہ علیہ

معاصرین کی نظر میں

سہ ماہی سرخرو

مولانا حق نواز جھنگوی مرحوم کی شہادت

قائد اہلسنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ

جناب مولانا حق نواز جھنگوی شہید مرحوم و مغفور بانی و سرپرست سپاہ صحابہؓ پاکستان کو جھنگ میں رات کے قریباً ۸ بجے قتل کر دیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حق تعالیٰ مغفرت فرمائیں اور جنت الفردوس نصیب ہو۔ آمین۔ اخبارات میں کے اس المناک قتل کی حسب ذیل تفصیلات شائع ہوئی ہیں۔

جھنگ رات کے ۸ بجے کے قریب انجمن سپاہ صحابہؓ پاکستان کے سرپرست اعلیٰ اور جمعیۃ علماء اسلام کے رہنما مولانا حق نواز جھنگوی کو گولی مار کر ہلاک کر دیا۔ مولانا حق نواز اپنے گھر سے نکل کر قریب ہی شادی کی ایک تقریب میں جا رہے تھے کہ نامعلوم حملہ آوروں نے ریوالوروں سے گولیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ گولیاں ان کے سر، پیٹ اور گلے میں لگیں اور وہ موقع پر ہی دم توڑ گئے۔ مرحوم کے انتقال کی خبر سنتے ہی شہر میں کہرام مچ گیا اور ان کی میت دیکھنے کے لیے لوگ ہسپتال پہنچنا شروع ہو گئے۔ یاد رہے کہ انہوں نے گزشتہ جمعہ کو خطاب کرتے ہوئے عوام کو بتایا تھا کہ ان کے خلاف ایران، دوبئی اور پاکستان میں قتل کرنے کی سازش کا منصوبہ تیار ہو گیا ہے اور ان کے قتل کا منصوبہ ۲۰ اور ۲۵ فروری کے درمیان مکمل کیا جائے گا لیکن مقامی انتظامیہ نے اس کا کوئی نوٹس نہ لیا۔ مولانا بالعموم حفاظتی گارڈ اپنے ساتھ رکھتے تھے لیکن جمعرات کو ان کے ساتھ کوئی حفاظتی گارڈ نہیں تھا۔ مولانا حق نواز کی عمر تقریباً ۳۸ سال تھی اور انہوں نے پسماندگان میں بیوہ اور تین بچے چھوڑے ہیں۔

(جنگ راولپنڈی جمعہ ۲۳ فروری ۱۹۹۰ء)

اور نوائے وقت راولپنڈی ۲۳ فروری ۱۹۹۰ء کو یہ خبر شائع ہوئی کہ

انجمن سپاہ صحابہؓ کے سرپرست مولانا حق نواز جھنگوی کے قتل کی خبر شہر اور گرد و نواح میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی اور لوگ گھروں سے نکل آئے ہیں۔ مولانا کی رہائش گاہ اور ڈسٹرکٹ ہسپتال کے درمیان لوگ دیوانہ وار بھاگے پھر رہے ہیں۔ پولیس گشت کر رہی ہے۔ شہر میں سخت کشیدگی پائی جاتی ہے۔ انجمن سپاہ صحابہؓ کے کارکنوں اور مولانا کے عقیدت مندوں نے رات گیارہ بجے جھنگ سٹی میں جلوس نکالا۔ جلوس جب سبزی منڈی

کے قریب پہنچا تو سبزی منڈی سے ملحقہ جامع مسجد سے جلوس پر فائرنگ کی گئی جس سے ٹھیکیدار محمد گلزار کا جواں سال بیٹا ندیم شدید زخمی ہو گیا اور ہسپتال پہنچنے سے قبل دم توڑ گیا جبکہ آٹھ افراد زخمی ہو گئے ہیں۔ مشتعل ہجوم نے پولیس سٹیشن جھنگ سٹی کو آگ لگانے کی کوشش کی لیکن ناکام رہی البتہ تھانہ سے ملحقہ زیدی ہاؤس کو آگ لگا دی گئی۔ ادھر جھنگ صدر میں بازار کھتیانوالہ سے بھی فائرنگ کی اطلاع موصول ہوئی ہے۔ تاہم زخمی افراد کے بارے میں معلوم نہیں ہو سکا۔ (نوائے وقت راولپنڈی جمعہ ۲۳ رفروری ۱۹۹۰ء)

وزیر اعلیٰ پنجاب کا اظہارِ افسوس

وزیر اعلیٰ پنجاب نواز شریف نے عالمِ دین مولانا حق نواز جھنگوی کے سفاکانہ قتل پر گہرے دکھ اور افسوس کا اظہار کیا ہے۔ پسماندگان کے نام ایک تعزیتی پیغام میں وزیر اعلیٰ نے کہا کہ مولانا اسلام کے اعلیٰ پائے کے مبلغ تھے جنہوں نے اپنی ساری زندگی تبلیغ اسلام کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ ان کی وفات ملک میں اسلامی قوتوں کے لیے ایک عظیم نقصان ہے۔ (جنگ راولپنڈی جمعہ ۲۳ رفروری ۱۹۹۰ء)

(۲) وزیر اعلیٰ پنجاب جناب نواز شریف نے پولیس اور جھنگ کی ضلعی انتظامیہ کو ہدایت کی ہے کہ وہ مولانا حق نواز جھنگوی کے سفاک قاتلوں کو فوری طور پر گرفتاری کے لیے ہر ممکن اقدام کریں اور ظالموں کو کیفر کردار تک پہنچانے کے سلسلے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا جائے۔ وزیر اعلیٰ نے کہا کہ ایک عالم دین کے ساتھ دن دیہاڑے یہ ظلم کسی بھی صورت میں برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ جن مذموم عزائم کے پیشِ نظر دہشت گرد تخریب کاروں نے یہ انتہائی اندوہناک اور گھناؤنا اقدام کیا ہے انہیں ان شاء اللہ کسی بھی صورت میں پورا نہیں ہونے دیا جائے گا۔ وزیر اعلیٰ نے توقع ظاہر کی کہ مولانا جھنگوی کے مداح اور پیروکار صبر و ضبط کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں گے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی اس بشارت کو پیشِ نظر رکھیں گے کہ وہ قادر مطلق صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اور ظالموں کو معاف نہیں کیا جا سکتا۔

جناب نواز شریف نے انتظامیہ کو یہ ہدایت بھی کہ انہیں پولیس اور انتظامیہ کے ان اقدامات سے باخبر رکھا جائے جو سفاک قاتلوں کی فوری گرفتاری کے سلسلے میں کئے جا رہے ہیں۔ (روزنامہ "مرکز" اسلام آباد ۲۴ رفروری ۱۹۹۰ء)

صدر اسحٰق خان اور بے نظیر بھٹو نے بھی مولانا مرحوم کے قتل پر اظہارِ افسوس کیا ہے حتیٰ کہ شیعہ سیاست دانوں میں سے وفاقی وزیر بلدیات و دیہی ترقی سید فیصل صالح حیات نے بھی مولانا مرحوم کے قتل کی مذمت کرتے ہوئے اسے ملک کو غیر مستحکم کرنے کی سازش قرار دیا ہے۔ اپنے ایک بیان میں انہوں نے کہا کہ مولانا حق نواز کے قتل کا مقصد ملک میں جمہوری عمل کو سبوتاژ کرنا ہے۔ انہوں نے کہا کہ پیپلز پارٹی نے ہمیشہ تشدد کی سیاست کی مخالفت اور تحمل کی سیاست کی حمایت کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ملک میں عوام دشمن اور جمہوریت دشمن قوتوں کو اس وقت سخت دھچکا لگا جب لاکھوں عوام نے پیپلز پارٹی کے حق میں ووٹ دے کر اسے اقتدار سونپ دیا۔ انہوں نے

کہا کہ یہی عناصر مذموم عزائم کی تکمیل کے لیے اپنی سرگرمیوں کے ذریعہ جمہوری عمل کی راہ میں رکاوٹیں ڈال رہے ہیں۔ سیّد فیصل صالح حیات نے کہا کہ مولانا احسان الٰہی ظہیر، علامہ عارف حسین الحسینی کے قتل محبِ وطن عوام نے ابھی فراموش نہیں کیے تھے کہ ایک اور مذہبی عالم مولانا حق نواز کو ہلاک کر دیا گیا۔ انہوں نے کہا کہ حکومتِ پنجاب نے اپنی توجہ صرف سیاسی مخالفین کو مغلوب کرنے پر رکھی ہے لیکن امن وامان کی صورتِ حال شہریوں کی جان ومال کا تحفظ جیسے معاملات کو بے حسی سے نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ عوام بہترین منصف ہیں اور حکومتِ پنجاب کو بہت جلد اپنے جرائم کی قیمت ادا کرنی پڑے گی۔

(جنگ راولپنڈی ۲۴ر فروری ۱۹۹۰ء)

عابدہ حسین کا بیان

رکن قومی اسمبلی سیدہ عابدہ حسین نے مولانا حق نواز جھنگوی کے قتل پر گہرے دکھ کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ ان کا قتل امن عامہ کو تباہ کرنے کی سوچی سمجھی سازش ہے۔ (مرکز اسلام آباد ۲۴ر فروری ۱۹۹۰ء)

دوسرا بیان

عابدہ حسین ایم۔این۔اے جھنگ کا دوسرا بیان حسب ذیل ہے:

قومی اسمبلی کی رکن اور سی او پی کی رہنما سیدہ عابدہ حسین نے مولانا حق نواز جھنگوی کی شہادت پر گہری تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ مولانا کا قتل پاکستان دشمن قوتوں نے کرایا ہے اور اس سازش میں بھارت کا ہاتھ ہے کیونکہ بھارت مسئلہ کشمیر سے پاکستانی عوام کی توجہ ہٹانا چاہتا ہے ___ انہوں نے کہا کہ مولانا جھنگوی کے وحشیانہ قتل میں کوئی مقامی ہاتھ ملوث نظر نہیں آتا۔ دراصل یہ گھناؤنا کردار ان طاقتوں کا ہے جو پاکستان میں فرقہ وارانہ منافرت کو ہوا دینا چاہتی ہیں۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ مولانا کے قتل میں جو لوگ ملوث ہیں انہیں جلد منظرِ عام پر لایا جائے ___ انہوں نے ٹیلی ویژن، ریڈیو اور اخبارات کے کردار پر کڑی تنقید کرتے ہوئے کہا کہ اس قسم کے بیانات سے اشتعال پھیلایا جا رہا ہے اور ایسے بیانات قطعی طور پر ہمارے لیے موزوں نہیں۔

(جنگ لاہور ۱۶ر مارچ ۱۹۹۰ء)

مولانا جھنگوی کا جنازہ

مولانا حق نواز صاحب جھنگوی شہید مرحوم کے جنازے کے متعلق اخبارات میں حسب ذیل خبر شائع ہوئی ہے:

مولانا حق نواز جھنگوی کو ہزاروں سوگواروں کی موجودگی میں جمعہ کے روز جامعہ محمودیہ میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔ ان کی نمازِ جنازہ جے یو آئی (جمعیۃ علماءِ اسلام) کے سربراہ مولانا عبداللہ درخواستی نے پڑھائی۔ لوگوں نے میلوں دُور سے پیدل سفر کر کے نمازِ جنازہ میں شرکت کی کیونکہ ٹرانسپورٹ بند تھی۔ اس کے علاوہ صوبہ سرحد، بلوچستان

اور سندھ سے بھی وفود نے شرکت کی۔ الخ جنگ راولپنڈی ۲۴ رفروری ۱۹۹۰ء

احتجاجی جلسے اور جلوس

ممتاز عالم دین اور انجمن سپاہ صحابہؓ کے سرپرست اعلیٰ مولانا حق نواز جھنگوی کے بہیمانہ قتل کے خلاف پورے ملک میں احتجاجی جلوس اور جلسے منعقد کیے گئے۔ ملک کی بڑی بڑی مساجد میں نمازِ جنازہ کے بعد احتجاجی مظاہرے ہوئے جن میں قاتلوں کو فی الفور گرفتار کر کے قرار واقعی سزا دینے کا مطالبہ کیا گیا۔ (ایضاً جنگ راولپنڈی ۲۴ رفروری ۱۹۹۰ء)

مولانا جھنگوی مرحوم کے اس سانحہ کے ردعمل میں بہت زیادہ جلسے اور جلوسوں کے ذریعہ شدید مظاہرہ کیا گیا اور علماء اور سیاسی زعماء نے اس کے خلاف سخت احتجاج کیا۔ اخبار بین طبقہ جانتا ہے۔ تفصیلات کی یہاں گنجائش نہیں۔

سیاسی پارٹیوں کی سیاست کاری

ملک میں دو بڑی سیاسی پارٹیاں ہیں:

(۱) اسلامی جمہوریہ اتحاد (۲) پیپلز پارٹی

یہ دونوں پارٹیاں چونکہ ہر محاذ پر ایک دوسرے کے مقابل دکھائی دیتی ہیں اس لیے انہوں نے مولانا جھنگوی کی اس شہادت کو بھی ایک دوسرے کو مطعون کرنے کا ذریعہ بنا لیا۔ چنانچہ پیپلز پارٹی کے وفاقی وزیر فیصل حیات کا بیان پہلے گزر چکا ہے اس کے برعکس آئی جے آئی کے لیڈروں نے اس کا الزام پیپلز پارٹی پر لگایا ہے۔ چنانچہ آئی جے آئی کے پارلیمانی سیکریٹری جنرل شیخ رشید احمد نے کہا ہے کہ کشمیر سے توجہ ہٹانے کے لیے غیر ملکی طاقتیں اور پاکستان کے اندر دشمن کے ایجنٹ خانہ جنگی کی فضا پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ مولانا جھنگوی کی شہادت بہت بڑا سانحہ ہے۔ دینِ اسلام کے لیے ان کی بیش بہا خدمات ہیں۔ انہوں نے کہا کہ پنجاب میں امن وامان کو تباہ کرنے کے لیے پیپلز پارٹی ایک عرصہ سے سازشیں کر رہی ہے لیکن پنجاب کے محب وطن تخریب کاری اور دہشت گردی کی ہر کوشش ناکام بنا دیں گے۔ انہوں نے شہریوں سے کہا کہ وہ پرامن رہیں اور صبر وتحمل کا مظاہرہ کریں۔ حکومت پنجاب مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچانے کیلئے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرے گی۔ (جنگ راولپنڈی ۲۴ رفروری ۱۹۹۰ء)

قتل کے ملزم گرفتار کر لیے گئے

انجمن سپاہ صحابہؓ کے سرپرست اعلیٰ مولانا حق نواز جھنگوی کے قتل کے الزام میں گرفتار کیے گئے ملزمان طاہر سیال، کاظم، فیض اللہ اور محمد نواز کو پچھ گچھ کے لیے لاہور منتقل کر دیا گیا ہے۔ منگل کے روز یہاں ہونے والی گڑبڑ اور مکانات، دکانیں نذرِ آتش کرنے پر پولیس نے گذشتہ رات ۱۵۰ افراد کو گرفتار کر لیا تھا ان میں سے ۳۱ افراد کو جیل بھیج دیا گیا۔ پولیس نے بدھ کے روز لڈھن شاہ، سلطان والا، دھوپ سڑی کے محلوں جھنگ شہر اور دیگر علاقوں میں چھاپے مار کر مزید متعدد افراد کو گرفتار کر لیا ہے۔ (جنگ راولپنڈی یکم مارچ ۱۹۹۰ء)

CamScanner

(۲) مولانا حق نواز جھنگوی کے قتل کے چاروں ملزموں خصوصی تفتیشی ٹیموں کے حوالے کر دیا گیا ہے۔ تفتیش کی نگرانی آئی جی پنجاب چودھری منظور احمد خود کر رہے ہیں۔ یہ بھی پتہ چلا ہے کہ مقدمے کی سماعت خصوصی عدالت میں ہو گی۔ ایس ایس پی جھنگ ملک طارق مجاہد نے اخبار نویسوں کو بتایا ہے کہ تین ملزموں فیض اللہ عرف کاکا، محمد نواز اور طاہر بھٹی کو گزشتہ رات جبکہ چوتھے ملزم کاظم حسین کو آج صبح گرفتار کیا گیا ہے۔ (نوائے وقت راولپنڈی ۲۶ر مارچ ۱۹۹۰ء)

(۳) پولیس نے مولانا حق نواز جھنگوی کے تین مبینہ قاتلوں محمد نواز اور فیض اللہ عرف کاکا کو بھی آج گرفتار کر لیا ہے۔ فیض اللہ ایک سابق ایم۔ این۔ اے امان اللہ خان سیال کا چچازاد بھائی ہے۔ (مشرق ۲۶ر فروری ۱۹۹۰ء)

(۴) مولانا حق نواز کے قتل میں ملوث تین ملزموں کو گرفتار کر لیا گیا جبکہ ایک ملزم مفرور ہے۔ ملزموں میں محمد نواز، فیض اختر اور طاہر ولد ذوالفقار بھٹی شامل ہیں۔ یہ چوتھے ملزم کاظم حسین کی گرفتاری کے لیے پولیس چھاپے مار رہی ہے۔ بتایا گیا ہے کہ چاروں ملزموں کا تعلق جھنگ شہر سے ہے اور انہیں ایف آئی آر میں نامزد کیا گیا تھا۔

(نوائے وقت راولپنڈی ۲۵ر فروری ۱۹۹۰ء)

امیر حسین گیلانی کی پریس کانفرنس

جمعیۃ علماءِ اسلام صوبہ پنجاب کے امیر مولانا سیّد امیر حسین گیلانی نے آج ایک پریس کانفرنس میں مطالبہ کیا کہ مولانا جھنگوی کے قتل کے پس منظر میں کارفرما سازش اور اس کے اصل ملزموں کو بے نقاب کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ جب تک اصل قاتل نہیں پکڑے جاتے حکومت کو اس واردات کا ذمہ دار سمجھا جائے گا۔ مولانا امیر حسین گیلانی نے کہا کہ مولانا حق نواز جھنگوی نے چند روز قبل واضح طور پر بتا دیا تھا کہ ۲۰ر فروری سے ۲۵ر فروری کے درمیان انہیں ہلاک کرنے کی سازش کی گئی ہے۔ اس کے باوجود صوبائی اور ضلعی انتظامیہ نے ان کی جان بچانے کے لیے کوئی اقدام نہیں کیا _____ مولانا گیلانی نے کہا کہ قتل کے اس واقعہ سے کچھ عرصہ پہلے جھنگ میں آئی جے آئی کے رکن اسمبلی سردار زادہ ظفر عباس نے دیواروں پر پوسٹر لگوائے۔ ان میں اعلان کیا گیا تھا کہ جو شخص مولانا حق نواز کو قتل کرے گا اسے چھ لاکھ روپے نقد، دو مربع اراضی اور مقدمہ کے اخراجات دیے جائیں گے۔ اس پوسٹر کے بارے میں ضلعی انتظامیہ کو مطلع کر دیا گیا۔ ۲۸ر اکتوبر ۱۹۸۹ء کو مولانا جھنگوی پر قاتلانہ حملہ ہوا تو انہوں نے واضح طور پر اعلان کیا کہ یہ حملہ سردار ظفر عباس نے کرایا ہے۔ مولانا گیلانی نے مزید کہا کہ مولانا جھنگوی کو دوبئی سے ٹیلی فون پر بتایا گیا کہ دوبئی، ایران اور پاکستان کے بعض لوگوں نے انہیں ۲۰ر سے ۲۵ر فروری کے درمیان قتل کا منصوبہ بنایا گیا ہے۔ یہ بات ایک تقریر میں کہی گئی مگر ضلعی حکام نے اسے نظر انداز کر دیا _____ انہوں نے مزید کہا کہ قتل کے دو ملزم عابدہ حسین کے گھر سے اور ایک ملزم سابق ایم۔ پی۔ اے امان اللہ کے گھر سے گرفتار ہوا۔ اس سے معاملات کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اتنے بڑے واقعہ کے بعد جھنگ کے ڈپٹی کمشنر اور ایس پی کو اب تک تبدیل نہیں کیا گیا۔ ایسی صورت میں

CamScanner

غیر جانبدارانہ تفتیش نہیں ہو سکتی۔ انہوں نے کہا کہ مجھے اوکاڑہ میں سیّدہ عابدہ حسین کا فون آیا۔ وہ اس واقعہ پر اظہار افسوس کر رہی تھیں۔ میں نے انہیں کہا کہ جب تک اصل قاتل نہ پکڑے جائیں ہم حکومت کو ذمہ دار سمجھیں گے۔ انہوں نے کہا کہ جھنگ میں ایک طبقہ نے گھروں پر مورچے بنا رکھے ہیں اور وہاں سے گزرنے والے لوگوں پر فائرنگ کی جاتی ہے۔ یہ مورچے ختم کئے جائیں اور اسلحہ برآمد کیا جائے۔

(مشرق لاہور ۲/مارچ ۱۹۹۰ء)

عبداللہ سلفی

مولانا حق نواز جھنگوی کو پیپلز پارٹی کے ایماء پر شہید کیا گیا ہے اور اس کا مقصد پنجاب میں اسلامی جمہوری اتحاد کو ناکام بنانا اور پنجاب میں سندھ جیسے حالات پیدا کرنا ہے۔ یہ بات مرکزی جمعیۃ اہلحدیث پنجاب کے امیر مولانا عبداللہ سلفی نے ہفتہ کو ایک پریس کانفرنس کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ مولانا فیض عالم صدیقی، علامہ احسان الٰہی ظہیر اور مولانا حق نواز جھنگوی جیسے جید علماء کی تواتر سے شہادت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ملک میں اسلامی نظام کے عمل کو ناکام کرنے کی سازش کی جا رہی ہے۔ انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ علماء کا تحفظ یقینی بنایا جائے اور مولانا حق نواز جھنگوی شہید کے قاتلوں کو جلد از جلد گرفتار کیا جائے اور تحقیقات کے عمل کو تیز اور مؤثر بنایا جائے۔ انہوں نے انکشاف کیا کہ انجمن سپاہ صحابہؓ اور جمعیت اہلحدیث نے متحد ہونے کا فیصلہ کر لیا تھا جس کا رسمی اعلان ۲۶ رفروری کو کوٹ ادّو کے جلسۂ عام میں کرنا تھا۔ انہوں نے الزام لگایا کہ مولانا حق نواز جھنگوی کو صحابہؓ کے دشمنوں اور الذوالفقار نے شہید کیا ہے کیونکہ مولانا سچے عاشق رسولؐ اور صحابہ کرامؓ کے جاں نثار تھے۔ انہوں نے کہا کہ پیپلز پارٹی پنجاب میں علماء کرام کو قتل کرانے، افراتفری اور خانہ جنگی کی فضا پیدا کرنی چاہتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ علامہ احسان الٰہی ظہیر، جنرل ضیاء الحق اور مولانا حق نواز جھنگوی کی شہادتیں ایک ہی سلسلے کی کڑیاں ہیں اور اس واقعہ کے پیچھے وہی ہاتھ ہیں جنہیں یہودی، ہندو لابی اور ایک مسلم ملک کی پشت پناہی حاصل ہے اور ان کی سرپرستی پیپلز پارٹی کر رہی ہے۔ (جنگ راولپنڈی ۲۵ رفروری ۱۹۹۰ء)

کرنل اکرام اللہ کی تجزیاتی رپورٹ

کرنل اکرام اللہ مشرق لاہور میں کام کرتے ہیں اور اہل تشیع میں سے ہیں۔ انہوں نے حسب ذیل تجزیاتی رپورٹ شائع کی ہے:

"جھنگ میں کئی دنوں کے متواتر ہنگاموں کے بعد بالآخر شہر کو فوج کے حوالے کر دیا گیا۔ چونکہ صوبہ پنجاب میں یہ پہلا ضلعی صدر مقام ہے جہاں ڈپٹی کمشنر اور سپرنٹنڈنٹ پولیس کی چوبیس گھنٹہ موجودگی اور نگہداشت کے باوجود سول انتظامیہ امن وامان بحال رکھنے میں ناکام ہو گئی ہے اس لیے حالات کا تجزیہ کرنے کے لیے راقم نے جھنگ

کا مختصر دورہ کیا۔ اپنے تاثرات قارئین کے پیش خدمت ہیں: سب سے پہلی حیرت انگیز بات یہ ہے کہ موجودہ ہنگامے اور فسادات اچانک نمودار نہیں ہوئے۔ مرحوم مولانا حق نواز جھنگوی کو اپنے قتل کا خدشہ تھا اور انہوں نے پورے شہر اور انتظامیہ کو ان خدشات سے آگاہ کر دیا تھا نہ صرف یہ بلکہ انہوں نے ان لوگوں کے نام کا بھی اعلان کر دیا تھا جو ان کے قتل کی سازش میں (ان کے مطابق) ملوث تھے۔ اپنے قتل سے قبل انہوں نے نمازِ جمعہ میں خطبہ دیتے ہوئے لوگوں کو خبردار کیا۔ میرے قتل کا منصوبہ بن چکا ہے۔ اگر میں قتل ہو گیا تو میرے قاتل سردار زادہ ظفر عباس ایم۔ پی۔ اے، بی بی عابدہ ایم۔ این۔ اے اور سابق ایم۔ پی۔ اے امان اللہ ہوں گے۔ ایک عالمِ دین کے اس انتباہ سے نہ صرف ضلعی انتظامیہ کو فوراً خبردار ہو جانا چاہئے تھا بلکہ ان کا فرض تھا کہ اپنے حکام بالا کو مطلع کرتے اور صوبائی انتظامیہ سے بھی ہدایات حاصل کرتے۔ نہ صرف یہ کہ جھنگ میں ہمیشہ فرقہ وارانہ کشیدگی پیدا ہو جاتی ہے مولانا کے قتل سے چند دن قبل ایک تعزیہ کے جلانے کی کوشش ہو چکی ہے اور مقامی افسران کے علاوہ کمشنر اور ڈی آئی جی فیصل آباد راکھ میں سلگتی ان چنگاریوں سے بخوبی واقف تھے جو کسی وقت بھی بھڑک کر نفرت کے شعلوں کی حدّت میں سارے شہر کو اپنے لپیٹ میں لے سکتی تھیں، لیکن جھنگ، فیصل آباد اور لاہور ہر سطح پر انتظامیہ آنے والے دنوں میں ہوا کے رخ کو کیوں نہ محسوس کر سکے۔ مولانا حق نواز جھنگوی کے اپنے آخری خطبہ میں وارننگ کے باوجود مولانا کی حفاظت کا قطعاً کوئی بندوبست نہیں کیا گیا جبکہ اسلامی جمہوری اتحاد کے ایم۔ پی۔ اے سردار زادہ ظفر عباس نے پوسٹروں میں مولانا کے قتل کے لیے چھ لاکھ روپے کا انعام مقرر کیا تھا۔ (مشرق یکم مارچ) مولانا کے قتل کی واردات بھی ظاہر کرتی ہے کہ وہ ایک گہری سازش کا نتیجہ تھی۔ اس کی تفصیل چونکہ کسی اخبار میں شائع نہیں ہوئی اس لیے قارئین کے پیش خدمت ہے۔ قتل کے وقوعہ سے کچھ دیر پہلے مولانا مرحوم اپنے ہمسایوں کے ہاں ایک محفل بارات میں بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنے میزبانوں کو کہا کہ وہ چند منٹ میں واپس آتے ہیں۔ یہ کہہ کر وہ قریب ہی اپنے مکان میں چلے گئے اور تھوڑی ہی دیر بعد اپنے گھر سے نکلے اپنے دستور کے مطابق انہوں نے اپنے اہل خانہ کو کہا کہ اندر سے دروازہ بند کر لیں۔ اس کے بعد انہوں نے حسب عادت مڑ کر دروازہ چیک کیا کہ اندر سے بند ہو چکا ہے یا نہیں۔ تسلی ہو جانے پر کہ دروازہ اندر سے بند ہو گیا ہے وہ چلنے کے لیے مڑے۔ ابھی چلنے ہی لگے تھے کہ موٹر سائیکل پر سوار چار اشخاص نے نزدیک آ کر اچانک فائرنگ کر دی۔ مولانا شدید زخمی ہو چکے تھے۔ اس لیے پیشتر اس کے کہ ڈسٹرکٹ ہسپتال کے ڈاکٹر کچھ کر سکتے مولانا اپنے مالکِ حقیقی کے پاس جا چکے تھے۔ مولانا کی اپنے قتل کے بارے میں پیشینگوئی پوری ہو گئی تھی۔ مولانا نے اپنے مبینہ قاتلوں کی خود اپنے خطبۂ جمعہ میں نشان دہی کر دی تھی۔ اس کے قتل کی اس سازش کے پیچھے "خفیہ ہاتھوں" کو بے نقاب کرنے میں مقامی انتظامیہ کو خاص دقت پیش نہیں آنی چاہئے لیکن اگر سیاسی مصلحتیں راہ میں پہاڑ کی طرح حائل ہیں تو ان کا نتیجہ عبرتناک بھی نکل سکتا ہے۔ یہ کیسی شرافت کی سیاست ہے کہ اسلامی جمہوری

اتحاد کا ایک ممبر صوبائی اسمبلی مولانا جھنگوی کے قتل کے لیے چھ لاکھ کا انعام مقرر کرے اور صوبے کا وزیر اعلیٰ اس قتل کا ذمہ دار پیپلز پارٹی کو ٹھہرائے۔ کسی تحقیقات سے پہلے ہی فیصلہ صادر فرما دینا کہاں کا انصاف ہے۔" اسی سلسلے میں کرنل موصوف لکھتے ہیں۔ دوسرے دن بھی ہنگامے جاری رہے اور فائرنگ کے دوران اہل سنت والجماعت کا لڑکا بھی ہلاک ہو گیا۔ تیسرے دن قتل ختم ہونے پر اہل سنت والجماعت کے قائدین نے مسجد لال جھنگ سٹی سے اعلان کیا کہ ساڑھے گیارہ بجے وہ جلوس کی شکل میں تھانے کوتوالی کے علاقہ میں جائیں گے لیکن فساد کے خطرہ کے پیش نظر لوگ ٹولیوں کی شکل میں جانا شروع کر دیں۔ اس کے ساتھ ہی شیعہ علماء نے بھی اعلان کر دیا کہ اہل شیعہ اپنی امام بارگاہ اور جان و مال کے تحفظ کے لیے گلیوں کے کونوں پر مورچہ بندی کریں۔ یہ حکم ملتے ہی شیعہ حضرات بھی اپنے علاقہ میں اکٹھے ہونے شروع ہو گئے۔ ادھر سنی لوگوں نے بھی مورچہ بندی کا اعلان کر دیا اور مسجد لال جھنگ سٹی جانے والی سڑک پر بڑی رکاوٹیں کھڑی کر دیں تا کہ شیعہ طبقہ ان پر حملہ نہ کر دے۔ خانہ جنگی کی ان تیاریوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے لوکل پولیس اپنے پاس بکتر بند گاڑیوں کے ہوتے ہوئے کیوں بے بس رہی۔ جنگ کا آغاز شیعہ کیمپ کی طرف سے پایا جاتا ہے۔ اس کے بعد جوابی فائرنگ اور پھر دونوں طرف سے گولیوں کی بوچھاڑ صبح ساڑھے گیارہ بجے سے شام ساڑھے چھ بجے تک جاری رہی _____ مولانا جھنگوی کے قتل کی شدید مذمت کرتے ہوئے تحریک فقہ جعفریہ کے سربراہ علامہ سید ساجد نقوی نے کہا ہے کہ امن وامان رکھنے والے ادارے پنجاب میں فقہ جعفریہ کے لوگوں کو تحفظ مہیا کرنے میں ناکام ہو چکے ہیں۔ اس لیے دہشت گردی کے علاقوں میں شیعہ برادری کا فرض ہے کہ وہ اب اپنے تحفظ کے لیے خود انتظامات کی منصوبہ بندی کرے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ علامہ سید ساجد علی نقوی نے پنجاب انتظامیہ پر تنقید کرتے ہوئے مطالبہ کیا ہے کہ مختلف الزامات کے پیش نظر کسی محکمانہ تحقیق کے بجائے ہائی کورٹ کا ایک فل بنچ مولانا جھنگوی کے قتل اور اس کے محرکات کی تحقیقات کرے۔ انصاف کے تقاضے پورے کرنے کے لیے ہر مکتب فکر کے دانشمند علماء اور عوام علامہ سید ساجد علی نقوی کے اس مطالبہ کی پُر زور حمایت کرتے ہیں اور مطالبہ کرتے ہیں کہ اگر حکومت پنجاب اپنا یہ فریضہ ادا کرنے میں مزید تاخیر سے کام لے تو صدر مملکت یا وزیر اعظم اس اعلیٰ سطح جوڈیشل تحقیقات کا اہتمام کریں۔ (مشرق لاہور ۷ر مارچ ۱۹۹۰ء)

حامد علی موسوی کی پریس کانفرنس

اسی مشرق میں یہ شائع ہوا ہے کہ: ملت جعفریہ کے قائد آغا حامد علی شاہ الموسوی نے علی مسجد راولپنڈی میں پریس کانفرنس سے خطاب کیا۔ اخبار میں ان کا خطاب شائع ہوا ہے اس میں مارشل لاء وغیرہ کی باتیں بھی ہیں۔ ہم یہاں وہ حصہ پیش کر رہے ہیں جس کا تعلق مولانا حق نواز جھنگوی کے سانحہ سے ہے۔ ان سے سوال کیا گیا کہ:

سوال: مولانا حق نواز جھنگوی کے قتل کے بارے میں آپ کیا فرمائیں گے؟

جواب: میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ ان اقدام کے ذمہ دار وہی لوگ ہیں جو جمہوریت کا فروغ نہیں چاہتے اور افراتفری پھیلا کر ملک کو فرقہ وارانہ فسادات کی آماجگاہ بنانے کے درپے ہیں اس سلسلے میں مجھے پریس اور حکمرانوں سے شکایت ہے کہ ہوا کا رخ دیکھ کر بعض معاملات میں دباؤ قبول کر لیتے ہیں جس سے کئی مسائل پیدا ہو جاتے ہیں جیسا کہ کسی اخبار نے جھنگوی قتل کیس کے سلسلہ میں ایک خبر شائع کی تھی جس میں خدشہ ظاہر کیا گیا تھا کہ اس کیس میں شاید ایران کا ہاتھ ہوگا حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ سب کو علم ہے کہ ایران وہ ملک ہے جس نے سب سے پہلے پاکستان کو قبول کیا اور رشدی شاتمِ رسولؐ کے واجب القتل ہونے کے بارے میں فتویٰ بھی پورے عالم میں سے صرف ایران ہی سے جاری ہوا۔ علاوہ ازیں ۱۹۶۵ء کی جنگ میں بھی ایران نے مدد کی اور اب یہ مسئلہ کشمیر جو استصواب رائے سے ہم حل کرنا چاہتے ہیں اس معاملہ میں بھی پورے دنیائے اسلام میں سے کھل کر پاکستان کی تائید صرف ایران نے کی ہے۔ انصاف کا تقاضا ہے کہ ایک ایسا ملک جو مشترکہ دشمن کے خلاف کھل کر پوری قوت سے آپ کا ساتھ دیتا ہے وہ چاہے گا کہ پاکستان میں افراتفری ہو۔ یہ ان لوگوں کی سازش ہے جو پاکستان میں فسادات پھیلا کر مسئلہ کشمیر سے توجہ ہٹانا چاہتے ہیں۔

سوال: کیا مولانا جھنگوی کا قتل بھی علامہ احسان الٰہی ظہیر، علامہ عارف الحسینی اور دیگر مختلف فرقوں کے علماء کے قتل کی سازش کی ہی کڑی ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ فرقہ وارانہ فسادات کرائے جاسکیں؟

جواب: مارشل لاء دور میں جس طرح اہل تشیع کو کچلا گیا تھا اس طرح کسی کو نقصان نہیں پہنچا۔ صدہ میں ہمارے ۱۷ افراد شہید ہوئے۔ کراچی میں شیعوں کا قتل عام کیا گیا۔ لاہور میں ۲۲ مساجد اور امام بارگاہیں جلائی گئیں۔ گلگت میں اہل تشیع کو تہ تیغ کیا گیا اور نجی املاک کو نقصان پہنچایا گیا۔ پھر ڈیرہ اسمٰعیل خاں میں ہمارے دس افراد شہید کیے گئے اور علامہ عارف حسین سیّد طاہر علی شاہ جیسی شخصیتوں کو شہید کیا گیا لیکن آپ یہ بتائیں کہ اتنا جانی و مالی نقصان ہوا لیکن ہم نے کسی مسجد، مدرسے یا دینی مرکز کو آگ نہیں لگائی اور نہ کسی کو کافر کہا لیکن مقام افسوس ہے کہ ایک مخصوص شرپسند ٹولہ کافی عرصہ سے ہر بات پر اہلِ تشیع کے خلاف تکفیر کے نعرے لگا رہا ہے۔ نہ تو کسی سیاست دان نے اس بارے میں آواز اٹھائی نہ حکومت نے اس اشتعال انگیزی کا نوٹس لیا اور نہ کسی اخبار نے آج تک اس بارے میں کوئی اداریہ لکھا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس سلسلے میں سیاست دان، حکمران اور پریس اپنی ذمہ داریاں پوری کریں۔ دشمن کی تو کوشش یہ ہے کہ پاکستان فرقہ واریت کی بھینٹ چڑھے اور یہ وطن نہ رہے لیکن ہمارا عہد ہے کہ ان عناصر کی تمام سازشوں کو خاک میں ملا دیں گے۔ میں تو یہ عرض کروں گا کہ پورا ملک شرارتی چہروں سے بخوبی واقف ہے کہ یہ وہی لوگ ہیں جو پاکستان کی تشکیل کے بھی خلاف تھے اور قائداعظم جیسی ہستی کو بھی انہوں نے کافر اعظم کہا تھا۔ اس سلسلے میں میں یہ عرض کروں گا کہ پریس کو شیعہ فرقے کے ساتھ سوتیلی ماں والا سلوک نہیں کرنا چاہئے۔ اسے بھی کلمۂ حق کہنا چاہئے۔ جب سے جھنگوی کا قتل ہوا ہے اہلِ تشیع کے خلاف ایک رخ اختیار کر لیا گیا ہے جس کی

اخبارات حوصلہ افزائی کر رہے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہونا چاہئے۔ اسلام میں الزام تراشی حرام ہے خاص طور پر اخبار کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ بغیر دلیل وشاہد کے کسی کو موردِ الزام ٹھہرائیں۔

سوال: کسی اخبار نے اہلِ تشیع کے خلاف لکھا ہے؟ اخبارات میں تو آپ کے بیانات بھی آتے ہیں؟

جواب: میں خبروں کے بارے میں ہی احتیاط کرنے کے لیے کہہ رہا ہوں۔ مثلاً ایک اخبار میں یہ خبر آئی ہے کہ ایک صاحب نے بیان دیا ہے کہ اہلِ تشیع کے خلاف غیر شیعہ متحد ہو جائیں۔ ہم نے تو آج تک اہلِ تشیع کو کسی کے خلاف متحد ہونے کے لیے نہیں کہا بلکہ ہم تو کہتے ہیں کہ تمام سنّی اور شیعہ آپس میں بھائی بھائی ہیں اور جو بھی ان میں تفریق ڈالتا ہے وہ مسلمان ہی نہیں ہے۔ جو لوگ شیعہ کافر کے نعرے لگا رہے ہیں شیعہ بھی انہیں کافر کہنا شروع کر دیں تو پھر مسلمان کون رہے گا۔ آپ دیکھیں کہ رسول تو کافروں کو مسلمان بنانے آئے تھے اور پاکستان کے بعض لوگ مسلمانوں کو کافر قرار دینے پر تلے ہوئے ہیں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ اخبارات میں جب مختلف مسائل کے بارے میں اداریہ لکھے جاتے ہیں تو اس اہم مسئلے کے بارے میں اخبارات کو ضرور آواز اٹھانی چاہئے۔ اس موقع پر ان اخبارات کو خراجِ تحسین پیش کرتا ہوں جو بھائی چارے کو فروغ دینے پر زور دیتے ہیں۔ تمام اخبارات کو چاہئے کہ وہ لسانیت اور فرقہ واریت کے خاتمہ کے لیے بھی اپنے کالموں میں خصوصی طور سے لکھیں۔ حال ہی میں گلگت میں ۱۳ رجب کے موقع پر پانچ اہلِ تشیع کو اغواء کر کے شہید کر دیا گیا لیکن کسی اخبار نے اس بربریت کے خلاف آواز نہیں اٹھائی اور کوئی اداریہ نہیں لکھا۔ پاکستان کی تشکیل میں ہمارا خون شامل ہے۔ ہمیں درجہ چہارم کا شہری نہ سمجھا جائے۔ اس زمین پر ہمارا درجہ اوّل کے شہری کا حق ہے۔ ہمارے ساتھ جب بھی ظلم ہوتا ہے اس کے بارے میں ضرور ردِّ عمل ہونا چاہئے۔

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

علاوہ ازیں ۲۱ رمارچ کو پورے ملک میں جشنِ نوروز کے جلوس برآمد ہوتے ہیں۔ میں حکومت سے مطالبہ کرتا ہوں کہ ان جلوسوں کو تحفظ فراہم کرے۔ جھنگ میں حال ہی میں ہماری امام بارگاہیں اور تبرکات کو نذرِ آتش کیا گیا ہے جو ہمارے لیے ناقابلِ برداشت ہے۔ ہماری شرافت اور صبر وتحمل کو کمزوری نہ سمجھا جائے۔ ہمارا صبر اور خاموشی صرف ملکی بقاء کے لیے ہے۔ ہم نے آٹھ ماہ تک راولپنڈی میں ایجی ٹیشن کیا لیکن کسی ریڑھی یا دکان کو ذرا بھی نقصان نہیں پہنچایا گیا۔ ایک قتل کیس کی آڑ میں عبادت گاہوں کی بے حرمتی کہاں کا اسلام ہے۔ حکومت کو چاہئے کہ وہ پیمانہ لبریز ہونے سے پہلے شرپسندوں کو لگام دے۔ اس سلسلے میں علماء کرام اور لیڈروں سے کہوں گا کہ وہ اپنے کارکنوں کو قابو میں رکھیں اور کسی کو برا نہ کہیں۔ سنّی شیعہ نہ صرف پاکستان بلکہ اسلام کے مضبوط بازو ہیں جنہیں مشترکہ دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا ہوگا۔ آپس میں دست وگریباں ہونا کسی کے مفاد میں بھی نہیں ہے۔ ہم ملک میں

ہونے والی تخریب کاری اور قتل وغارت گری کی پُر زور مذمت کرتے ہیں اور عہد کرتے ہیں کہ وہ کام کریں گے جس میں پاکستان کی عزت اور عوام کا وقار بلند ہو۔ (روزنامہ مشرق لاہور ۷/مارچ ۱۹۹۰ء)

ساجد نقوی کی پریس کانفرنس

تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کے دوسرے قائد مولوی ساجد علی نقوی نے ۲۷/فروری کو اسلام آباد میں پریس کانفرنس سے خطاب کیا ہے۔ اس کا کچھ حصہ جنگ راولپنڈی ۲۸/فروری کی اشاعت میں اور مکمل متن شیعہ ہفت روزہ رضا کار لاہور ۱۶/۲۳/مارچ میں شائع ہوا ہے جس کے بعض اقتباسات حسب ذیل ہیں:

۱۔ آج میں پنجاب میں فرقہ واریت کی تازہ ترین صورت حال کے پس منظر اور مضمرات پر آپ سے تبادلہ خیالات کرنا چاہتا ہوں _____ مارشل لاء حکومت نے خاص مقصد کے حصول کے لیے فرقہ واریت کی سرپرستی کی اور بعض اندرونی اور بیرونی عوامل کے پیش نظر اس ساری مہم کا نشانہ اہل تشیع کو بنایا گیا۔ گلگت، پارہ چنار، ڈیرہ اسمٰعیل خان اور کوئٹہ میں شیعہ عوام کا قتل عام کیا گیا۔ لاہور، کراچی، ملتان، سرگودھا، فیصل آباد، سکھر، شکار پور اور دیگر درجنوں شہروں میں شیعہ املاک اور عبادت گاہوں پر مسلح حملے کیے گئے۔ پاکستان کی دیواریں نفرت انگیز نعروں سے سیاہ کر دی گئیں۔ تقریروں اور تحریروں کے وسیع سلسلوں میں غلیظ الزامات اور کفر کے فتوے جاری ہوئے۔ گلیوں اور بازاروں میں کھلے بندوں شیعہ کافر کے نعرے لگائے گئے۔ لیکن پاکستان کے شیعہ مسلمانوں نے وحدت المسلمین اور ملک وملت کے مفاد میں صبر وتحمل کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ ہم نے مقامی تھانہ انچارج سے لے کر صدر پاکستان اور وزیر اعظم اور وزرائے اعلیٰ تک کو بار بار ان مذموم اور ملک دشمن حرکتوں کی طرف متوجہ کیا اور کہا کہ فرقہ واریت کی اس لہر کو آج ہی روکیں جو زبان اور قلم کے ذریعے شدت اختیار کرتی جا رہی ہے ورنہ کل ملک دشمنوں کے ہاتھوں میں چلا جائے گا۔

۲۔ مولانا حق نواز جھنگوی کے قتل کے سلسلے میں نقوی صاحب نے کہا کہ ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ جھنگ میں ہونے والے اس حالیہ قتل کی تحقیقات ہائی کورٹ کے ججوں سے کروائے ورنہ اس مقدمہ قتل کی تحقیقات پر ہم اعتماد نہیں کریں گے۔ ہم واضح الفاظ میں کہتے ہیں کہ صوبہ پنجاب کے وزیر اعلیٰ جناب نواز شریف، ان کی انتظامیہ اور پولیس پر ہمیں قطعاً کوئی اعتماد نہیں۔ لہٰذا اگر پنجاب حکومت اس قتل میں ملوث نہیں ہے تو اسے چاہئے کہ اس قتل کی تحقیقات ہائی کورٹ کے ججوں سے کروائے اور ایسی تحقیقات کی روشنی میں قاتلوں کو، خواہ وہ کتنے ہی بااثر کیوں نہ ہوں، بلا تاخیر سزا دی جائے۔ یہاں اس بات کا ذکر بھی مناسب ہوگا کہ پنجاب پولیس کا یہ دعویٰ انتہائی غلط اور بے بنیاد ہے کہ انہوں نے قتل کے چاروں ملزموں کو چھاپے مار کر گرفتار کیا ہے حالانکہ صحیح صورت حال یہ ہے کہ وہ خود گرفتاری کے لیے پیش ہوئے ہیں۔ چونکہ ان کو ایف آئی آر میں نامزد کیا گیا ہے اس لیے شہری اور قانونی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لیے وہ قانون کے سامنے پیش ہو گئے۔

CamScanner

۳۔ ہم نے گیارہ سال صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا کہ شاید جمہوریت کے طلوع کے ساتھ ہی فرقہ واریت کے یہ منحوس سائے اپنے پر سمیٹ لیں گے مگر افسوس کہ ہماری توقعات پوری نہ ہو سکیں۔ لہٰذا اب ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ اپنے عقائد، مقدسات اور جان و مال کا دفاع ہم خود کریں گے۔ ریاستی ڈھانچہ اور ادارے اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے میں یکسر ناکام ہو چکے ہیں۔ ہم غیر معینہ مدت کے لیے تشدد کی یک طرفہ کارروائیوں کے ذریعہ مزید جانی و مالی نقصانات برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں۔ دفاع ہمارا شرعی، قانونی اور بنیادی حق ہے اور ملت جعفریہ اپنے اس حق کو بھرپور استعمال کرے گی۔ میں شیعانِ پاکستان سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اپنے عقائد دینی شعائر، جان و مال اور آبرو کے تحفظ کے لیے نہایت ہوشمندی کے ساتھ ملک کی سلامتی کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے دفاع کا حق پوری شدت کے ساتھ استعمال کریں۔ یہاں میں دیوبندی مکتب فکر کے سنجیدہ طبقات اور اسلام و مسلمین کے لیے درد رکھنے والے رہنماؤں کو بھی متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ وہ اپنی صفوں میں گھسے ہوئے ایسے تشدد اور شر پسند عناصر کی حوصلہ شکنی کریں۔ میں سوال کرتا ہوں کہ آخر یہ کونسا اسلام ہے کہ جو لوگوں کے گھروں کو لوٹنے اور جلانے کی اجازت دیتا ہے۔ میں سوال کرتا ہوں رائے عامہ کے راہنماؤں سے کہ آئیں تجزیہ کریں کہ اس قتل اور اس کے نتیجے میں ہونے والے فسادات براہِ راست فائدہ کس کو پہنچا رہے ہیں۔ کہیں یہ مسئلہ کشمیر سے اسلامیانِ پاکستان کی توجہ ہٹانے کی سازش تو نہیں؟ کہیں یہ ان غیر ملکی ایجنٹوں کا کھیل تو نہیں جو لندن میں لسانی بنیادوں پر خون کی ہولی کھیل رہے ہیں؟ اور اب پنجاب کو جہنم بنانا چاہتے ہیں۔

۴۔ مجھے یقین کامل ہے کہ کراچی، جھنگ، گلگت لاہور کے واقعات کوئی الگ الگ واقعات نہیں بلکہ ایک منظم منصوبہ بندی کی باہمی طور پر مربوط ایسی کڑیاں ہیں جس کا لازمی مقصد پاکستان کو داخلی طور پر تباہ کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ مجھے یہ بھی یقین ہے کہ اس سازش کا آخری مرحلہ ایک وسیع خارجی جارحیت کی شکل میں رُونما ہوگا۔

۵۔ اس پریس کانفرنس میں نقوی صاحب نے یہ بھی کہا کہ: لیکن ان تمام حقائق کے باوجود پاکستان میں موجود ایک قلیل گروہ اپنے بیرونی آقاؤں کے اشاروں پر شیعوں کو غیر محب وطن اور کافر قرار دے رہا ہے۔ میں یہاں صاف صاف کہتا ہوں کہ ہمیں ان الزامات کی کوئی پرواہ نہیں ہے اور نہ ہی ہم ایسے لوگوں سے اسلام کی سند حاصل کرنا چاہتے ہیں جن کا خود مسلمان ہونا مشکوک ہے اور نہ ہی ہمیں ایسے عناصر سے محب وطن ہونے کا سرٹیفکیٹ حاصل کرنے کی کوئی ضرورت ہے جن کی حب الوطنی کی داستانیں تحریک پاکستان کی تاریخ کا سیاہ باب ہیں۔

محمد عظیم صدیقی کا بیان

ہفت روزہ اسد لاہور ۱۰ مارچ ۱۹۹۰ء میں وقائع نگار خصوصی محمد عظیم صدیقی کی جو خصوصی رپورٹ شائع ہوئی ہے اس کے اہم اقتباسات حسب ذیل ہیں:

۱۔ اسلام آباد۔ پاکستان کے بلند پایہ اور شعلہ بیان عالم دین مولانا حق نواز جھنگوی کو جنہیں گذشتہ روز جھنگ میں بڑی

بے دردی سے قتل کیا گیا تھا، کے متعلق انتہائی اعلیٰ حلقوں سے یہ عندیہ ملتا ہے کہ یہ کارروائی ہندوستانی انٹیلی جنس ''را'' کی کارروائی ہے۔

۲۔ اس سے قبل ممتاز شیعہ عالم علامہ عارف الحسینی، جو ملک کے مکتب فکر میں یکساں مقبول تھے، کے قتل کے بعد مولانا جھنگوی کو قتل کر کے انہیں شیعہ برادری کے خلاف استعمال کرنے کے لیے ''را'' کے اعلیٰ دماغ نے منصوبہ بندی کی اور اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے جو انتہائی اعلیٰ تخریب کاروں کو منتخب کیا گیا انہیں اس کام کے عوض انتہائی پرکشش مراعات اور انعامات کا بھی وعدہ کیا گیا تھا۔ مولانا جھنگوی کی نماز جنازہ اور تدفین کے بعد جھنگ شہر میں فسادات کرانے کی غرض سے ایک خوفناک منصوبے کے تحت وہ تخریب کار جھنگ کے ہوٹلوں میں نہیں ٹھہرے تاکہ پولیس کے ہتھے نہ چڑھ سکیں بلکہ اس مقصد کے لیے فیصل آباد اور لاہور میں ٹھہرے اور وہاں سے آتے جاتے رہے۔ اس کام کے بعد یہ تخریب کار اب ملک کے مختلف حصوں میں پھیل گئے ہیں اور اب وہ اپنی مذموم کارروائیوں کے لیے صوبہ سرحد کا رُخ بھی کرنے والے ہیں۔

۳۔ انتہائی اعلیٰ حلقوں سے پتہ چلا ہے کہ وفاقی حکومت نے سیکیورٹی ایجنٹوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ مذہبی شخصیات کی حفاظت کے لیے خصوصی انتظامات کرے کیونکہ ''را'' اپنی آئندہ کارروائیوں کے لیے دوسری اہم شخصیتوں کو بھی نشانہ بنا سکتی ہے۔ الخ

تبصرہ

مولانا حق نواز شہید مرحوم کے سانحہ کے سلسلے میں ہم نے سیاسی علماء، زعماء اور صحافیوں کے بیانات درج کر دیے ہیں جس کے پیش نظر قارئین حضرات کسی نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں۔ ہم نے خصوصاً نفاذِ فقہ جعفریہ کے دونوں دھڑوں کے سربراہوں کی پریس کانفرنسوں کے ضروری اقتباسات بھی نقل کر دیے ہیں۔ ان دونوں سربراہوں نے اپنی مظلومیت کا رونا تو رویا ہے لیکن بعض حقائق کو یکسر نظر انداز کر دیا ہے۔

ان شیعہ زعماء کا یہ دعویٰ محل نظر ہے کہ پاکستان میں اور خصوصاً صدر ضیاء الحق مرحوم کے گیارہ سالہ دورِ حکومت میں شیعوں پر مظالم ڈھائے گئے ہیں۔ یہاں تفصیل کا تو موقع نہیں لیکن حسب ذیل معروضات سے حقیقت کا انکشاف ہو جاتا ہے۔

1۔ صدر ضیاء الحق کے دور میں محرم کی دو چھٹیاں کر دی گئیں حالانکہ پہلے صرف دس محرم کی ایک ہی چھٹی ہوتی تھی۔

2۔ 1980ء میں شیعہ مطالبات منوانے کے لئے مفتی جعفر حسین کی قیادت میں باوجود حکومت کی مخالفت کے شیعہ لاکھوں کی تعداد میں اسلام آباد میں جمع ہوئے۔ احتجاجی مظاہرے کئے حتیٰ کہ سیکریٹریٹ کا گھیراؤ کر لیا۔ پولیس کے آدمیوں کو زخمی کیا۔ اس وقت کے مذہبی امور کے وزیر کی کار روک لی۔ اس کو دھمکیاں دیں۔ صدر ضیاء الحق پر لعن طعن کی بوچھاڑ کی کیا یہ ملت شیعہ کا پرسکون مظاہرہ تھا؟ لیکن اس کے باوجود صدر مرحوم نے صبر و تحمل سے کام لیا۔

3۔ 6/جولائی 1985ء میں تحریک جعفریہ کے سابق صدر عارف الحسینی کے پروگرام کے تحت کوئٹہ میں شیعوں نے اپنی

جنگی طاقت کا مظاہرہ کیا۔ پولیس والوں کو قتل اور زخمی کیا۔ ان کی گردنیں کاٹ کر ان کے سروں کو ماتمی علموں پر لٹکایا، سکول کی طالبات کی بے عزتی کی۔ اس میں قریباً دو سو ایرانی مسلح شیعہ بھی شریک ہوئے حتیٰ کہ فوج نے آ کر کنٹرول کیا اور جدید بھاری اسلحہ برآمد کیا۔ پھر بھی صدر ضیاء الحق نے ایرانی تخریب کاروں کو بغیر کسی انتقام کے واپس ایران بھیج دیا۔

4۔ صدر ضیاء الحق کے دور میں ماتمی جلوسوں میں بہت زیادہ اضافہ ہوا۔ محرم اور چہلم میں ملک بھر میں ہزاروں ماتمی جلوس اپنی پوری ہنگامہ آرائی کے ساتھ برآمد ہوتے ہیں اور پولیس یا فوج ان کی حفاظت کرتی ہے۔ پبلک کاروبار معطل ہو جاتے ہیں۔ سرکاری کچہریاں اور عدالتیں ماتمی جلوس کے موقع پر ویران نظر آتی ہیں اور قوم کا کروڑوں روپیہ حکومت کی طرف سے ماتمی جلوس کی نذر ہو جاتا ہے۔

5۔ موجودہ ایرانی انقلاب کے بانی خمینی صاحب نے اپنے خطبہ محرم میں واضح کر دیا کہ یہ ماتمی جلوس سیاسی ہیں۔ چنانچہ لکھا:

> ''شاید یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ یہ صرف ایک گریہ ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ ہمارا یہ گریہ سیاسی، اجتماعی اور نفسیاتی مسئلہ ہے..... عاشورے کے دن جو ہمارے جلوس نکلتے ہیں ان کے بارے میں یہ خیال نہ کریں کہ اس کو ہم لانگ مارچ سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ جلوس مارچ ہیں جو سیاسی تقاضوں کے مطابق ہیں۔ یہ شعائر سابقہ روایات کی طرح بلکہ اس طرح سے بہتر طریقے پر منائیں۔ وہی سینہ زنی، وہی نوحے، وہی گریہ ہوں اور یہی ہماری کامیابی کا راز ہے۔ سید الشہداء کی مصیبت کے بارے میں جو ہم آہنگی پائی جاتی ہے، یہ دنیا میں سب سے بڑی سیاسی طاقت ہے۔'' الخ

(ہفت روزہ شیعہ لاہور یکم تا ۸ جنوری ۱۹۸۰ء)

زکوٰۃ آرڈیننس

صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق نے جب زکوٰۃ و عشر آرڈیننس نافذ کیا تو شیعوں نے اس کی مخالفت کی۔ چنانچہ شیعہ مجتہد مفتی جعفر حسین صاحب نے اسلامی نظریاتی کونسل سے استعفیٰ دیتے ہوئے یہ بیان دیا کہ:

> ''اسلامی نظریاتی کونسل کے سامنے ابھی تک دو ایسے مسائل پیش ہوئے ہیں جن میں شیعہ سنی نظریات میں اختلاف ہے۔ ایک مسئلہ زکوٰۃ اور دوسرا چور پر حد جاری کرنے یعنی ہاتھ کاٹنے کے بارے میں۔ مولانا مفتی جعفر حسین نے کہا کہ فقہ جعفریہ کے مطابق (۹) نو چیزوں پر زکوٰۃ واجب ہے۔ سونے چاندی اور نوٹوں پر زکوٰۃ نہیں بلکہ سکوں پر ہے اور پھر یہ کہ شیعوں سے زکوٰۃ پر وصول شدہ رقم شیعوں پر ہی صرف ہو سکتی ہے۔ عشر نجی زمین پر سرے سے واجب نہیں۔ یہ صرف اس سرکاری زمین پر 1/10 فیصد لگتی ہے جو مزارعین کو پٹہ پر دی جاتی ہے۔ چور کے چوری کرنے پر بائیں ہاتھ کی چار انگلیاں کاٹی

جاتی ہیں۔" (بحوالہ روزنامہ مشرق لاہور ۱۴ر فروری ۱۹۷۹ء)

صدر ضیاء الحق نے بڑی کوشش کی لیکن اہل تشیع نے زکوٰۃ دینا تسلیم نہ کیا اور آخر کار مرحوم نے ان کو زکوٰۃ آرڈی ننس سے مستثنیٰ کر دیا اور اس وجہ سے کئی اہل سنت نے بھی زکوٰۃ سے بچنے کے لئے شیعہ فارم پُر کر دیے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ صدر ضیاء الحق کی سنگین شرعی غلطی تھی لیکن شیعوں کو تو اس کا یہ احسان بھولنا نہیں چاہئے۔ جنرل ضیاء الحق نے شیعہ مطالبات پر غور کرنے کے لیے سنّی شیعہ علماء پر مشتمل ایک سٹینڈنگ کمیٹی (مجلس قائمہ) بھی قائم کی تھی جس کے ایک اجلاس میں شرکت کے بعد مفتی جعفر حسین صدر انجمن نفاذ فقہ جعفریہ پاکستان اس کمیٹی سے بھی مستعفی ہو گئے اور تحریک نفاذ فقہ جعفریہ ملک بھر میں شروع کر دی اور اسی سلسلے میں انہوں نے اسلام آباد کے گھیراؤ کا منصوبہ تیار کیا جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔

خامنائی کا دورۂ پاکستان

سابق صدر ایران خامنہ ای نے (جو اب خمینی کے بعد رہبر اور سرپرست ہیں) جنوری میں پاکستان کا چار روزہ دورہ کیا تھا۔ وہ ۱۳ر جنوری کو اسلام آباد ایئرپورٹ پر اترے تو حکومت پاکستان نے ان کو ۲۱ توپوں کی سلامی دی۔ پھر ۱۵ر جنوری کو جب وہ لاہور ایئرپورٹ پر اترے (اور ان کے ساتھ صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق بھی تھے) تو شیعوں نے بڑی تعداد میں ان کا استقبال کیا اور جہاں انہوں نے ایران زندہ باد کے نعرے لگائے وہاں ضیاء الحق مردہ باد کے بھی نعرے لگائے۔ چنانچہ اخباری رپورٹ درج ذیل ہے:

"شیعہ حضرات کا ہجوم جس نے سڑک روک رکھی تھی اور سڑک پر دورویہ بھی ایئرپورٹ سے اپر مال تک ٹولیوں میں موجود تھے صدر خامنہ ای اور ایران کے حق میں نعرے لگا رہے تھے جبکہ وہ صدر ضیاء الحق مردہ باد وزیر اعظم محمد خان جونیجو مردہ باد۔ امریکہ مردہ باد۔ امریکی کتے ہائے ہائے کے نعرے لگا رہے تھے۔ بعد ازاں یہ حضرات جب بسوں پر سوار ہو کر واپس اپنے گھروں کے لیے روانہ ہوئے تو جدھر سے گزرتے رہے حکومت پاکستان، صدر ضیاء الحق اور وزیر اعظم جونیجو کے خلاف اشتعال انگیز اور توہین آمیز نعرے لگاتے رہے۔" (نوائے وقت راولپنڈی ۱۶ر جنوری ۱۹۸۶ء)

6۔ صدر ایران خامنہ ای سے ملاقات کے لئے ایرانی سفیر نے متعدد علماء کو دعوت دی۔ ۱۳ر جنوری کو قریباً ایک سو علماء خامنہ ای کی ملاقات کے لئے جمع ہوئے جن میں اکثریت شیعہ علماء کی تھی۔ اس اجتماع میں سید اسعد گیلانی (مودودی جماعت اسلامی کے سابق ایم این اے) بھی تھے۔ بریلوی مکتب فکر کے ایک عالم قاضی اسرار الحق صاحب بھی تھے۔ اس ملاقات کی اخباری رپورٹ بعنوان "جھلکیاں" حسب ذیل ہے:

"اجلاس میں بار بار جو نعرے بلند کیے جاتے رہے وہ یہ تھے۔ مُردہ باد امریکہ، مُردہ باد روسیہ، مُردہ باد اسرائیل۔ مُردہ باد دشمن ولایت فقیہ۔ نعرہ حسینی۔ رہبر خمینی۔ ای الٰہی تا انقلاب مہدی۔ زندہ رہے خمینی۔ صلوٰت بر آل محمد۔ صلوٰۃ بر امام خمینی۔ علامہ عارف حسین اور ان کے بعض ساتھیوں نے ایک خون سے لکھا ہوا کتبہ ایرانی صدر کی آمد پر انہیں پیش کیا جبکہ سید اسعد گیلانی نے اپنی کتاب "سفرنامہ ایران" صدر ایران کو پیش کیا۔ اثنا عشری عالم صفدر

حسین نجفی نے اپنی تقریر میں حکومت پاکستان اور صدر ضیاء الحق کا براہ راست نام لیے بغیر دونو پر محاکاتی انداز میں تنقید کی اور ایران کی حکومت کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا۔ انہوں نے کہا کہ جو منافق تھے وہ بس باتیں کرتے رہے اور آخر کار یہ کہہ دیا کہ ہم دین کے نفاذ میں ناکام ہو گئے مگر جو مومنین تھے انہوں نے پہلے ہی روز سے مکمل اسلام نافذ کر کے دکھا دیا اور یہ ایسا کارنامہ ہے جس کے لیے ہمارا امام ہر تہنیت اور تحسین کا سزاوار ہے۔ ان کی تقریر کے بعد حاضرین کی جانب سے ایک نیا نعرہ بلند ہوا اور وہ یہ تھا..... دشمن دین متین۔ منافقین، منافقین۔" (نوائے وقت راولپنڈی ۱۴ر جنوری ۱۹۸۵ء)

خامنہ ای کی آمد پر صدر ضیاء الحق کی موجودگی میں ایئرپورٹ پر شیعوں کا ضیاء الحق مردہ باد کے نعرے لگانا اور خامنہ ای کے اجلاس میں منافقین منافقین کا طعنہ دینا یہ کوئی معمولی اشتعال انگیزی نہیں ہے لیکن صدر ضیاء الحق مرحوم نے بڑے حوصلہ سے برداشت کیا اور شیعوں کے خلاف کوئی انتقامی کاروائی نہیں کی لیکن اس کے باوجود بھی تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کے دونوں سربراہ ساجد نقوی صاحب اور حامد موسوی صاحب صدر ضیاء الحق کے دور کو گیارہ سالہ ظالمانہ دور آمریت قرار دیتے رہے ہیں۔ علاوہ ازیں صدر ضیاء الحق کے دور میں شیعہ مصنفین نے کھل کر اپنی تصانیف میں صحابہ کرامؓ، امہات المومنین اور خلفائے راشدینؓ کے خلاف زہر اگلا ہے لیکن صدر ضیاء الحق مرحوم نے صحابہ آرڈیننس کے باوجود کسی شیعہ مصنف پر ہاتھ نہیں ڈالا۔ یہ اس کی کمزوری تھی یا شیعوں کے ساتھ رواداری کرنے کی ایک پالیسی۔ بہرحال ضیاء دور میں شیعیت کو تقویت ہی ملی۔ اس کے باوجود اگر وہ اپنی مظلومیت کا اظہار کرتے رہے ہیں تو یہ ان کی مخصوص سیاست کا ایک اہم حصہ ہے۔

حج ۱۴۰۷ھ اور سانحہ مکہ مکرمہ

چند سالوں سے ایرانی شیعہ حج کے بہانے ہزارہا کی تعداد میں حرمین شریفین میں سیاسی مظاہرے کرتے رہے ہیں اور ۱۴۰۶ھ میں بھی ہنگامہ خیز مظاہرے کئے تھے حتیٰ کہ ان کے تھیلوں سے قریباً ڈیڑھ سو کلو دھماکہ خیز مواد بھی برآمد ہوا تھا لیکن خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد نے اپنی وسعت قلبی کی بناء پر ان سے مواخذہ نہیں کیا بلکہ حکومت کی طرف سے اس بات کو صیغۂ راز میں رکھا گیا۔ اس سے ایرانیوں کے حوصلے بڑھ گئے اور ۱۴۰۷ھ میں انہوں نے ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ تعداد میں ایام حج میں اجتماع کیا جس میں فوجی افسر اور گوریلے کثیر تعداد میں شامل تھے۔

حج سے پہلے ایرانیوں نے مدینہ منورہ میں زبردست سیاسی مظاہرہ کیا لیکن حکومت نے ان پر کوئی گرفت نہ کی پھر انہوں نے مکہ مکرمہ میں ایک خاص منصوبہ کے تحت ہنگامہ آرائی کی۔ چنانچہ ہفت روزہ حرمت (اسلام آباد) میں جو خصوصی رپورٹ شائع ہوئی ہے اس کے اہم اقتباسات درج ذیل ہیں:

1۔ 31ر جولائی 1987ء بمطابق ۷ر ذی الحجہ ۱۴۰۷ھ جمعہ کا مبارک دن تھا۔ چونکہ ۲۹ر جولائی سعودی عرب میں حج کے لئے آنے والوں کی آخری تاریخ تھی لہٰذا تمام عازمین حج نے جمعہ کی نماز حرم شریف میں ادا کی۔ اس وقت یہ بات کسی کے خواب وخیال میں بھی نہ تھی کہ اس جمعہ کے مبارک دن اور حرمت والے مہینے میں تھوڑی ہی دیر کے بعد

حرم شریف سے چند گز دور ایسا افسوسناک واقعہ رونما ہوگا جو پوری امتِ اسلامیہ کو خون کے آنسو رُلا دے گا۔ ۷/ ذوالحجہ کا یہ واقعہ حرم شریف سے چند گز دور مرکزی پوسٹ آفس کے پاس ہوا۔ جبکہ عصر کی نماز ہونے والی تھی کہ مختلف راستوں سے ایرانی حجاج اپنے روحانی پیشوا امام خمینی اور شریعت ..... کی بڑی بڑی تصویروں کے ہمراہ اور سرخ اور سبز رنگ کے بڑے بڑے بینروں کے ساتھ اپنے اپنے علاقوں اور بلڈنگوں سے باہر نکل کر اس مرکزی شاہراہ پر چلنا شروع ہوئے۔ ہر گروپ کے ہمراہ کچھ ایسے افراد تھے جن کے بازوؤں پر سرخ پٹیاں بندھی ہوئی تھیں _____ رفتہ رفتہ اکٹھا ہونے والے ہزاروں افراد میں سے بعض نے تیزی کے ساتھ کھمبوں پر چڑھ کر ایرانی لیڈروں کی تصویریں آویزاں کر دیں۔

2۔ جب عصر کی نماز کے بعد یہ جم غفیر ایک بہت بڑے جلوس کی شکل میں چلنا شروع ہوا تو سعودی سیکیورٹی فورسز کے جوان اور دوسرے اعلیٰ حکام بھی اس موقع پر موجود تھے _____ پرجوش تقریروں اور جذباتی نعروں کے بعد تقریباً چھ بجے انہوں نے اس راستہ پر چلنا شروع کر دیا جو حرم شریف کی طرف جاتا ہے۔ تقریباً ایک کلومیٹر تک امن وامان برقرار رکھنے کے ذمہ دار حکام اور سیکیورٹی فورسز کے جوان ان کے ہمراہ چلتے رہے لیکن جب فاصلہ حرم شریف کی طرف کم ہونا شروع ہوا تو سیکیورٹی فورسز کے حکام نے جلوس کے لیڈروں سے کہا کہ اب اس سے آگے جانا ٹھیک نہیں ہوگا۔ اس پر جلوس کے لیڈروں نے وعدہ کیا کہ وہ حرم شریف کے قریب ہو کر جلوس منتشر کر دیں گے۔ ساڑھے چھ بجے وہ اس جگہ پہنچے جہاں سے سیکیورٹی فورسز نے ان کو ہر قیمت پر آگے جانے سے منع کر دیا کیونکہ اگر اس جگہ پر بھی سعودی فورسز مداخلت نہ کرتے تو وہ لوگ اس جگہ پہنچ گئے تھے جہاں سے وہ سیدھے حرم شریف میں داخل ہو جاتے اور جیسا کہ بعد میں معلوم ہوا ان کا منصوبہ یہی تھا کہ وہ حرم شریف میں داخل ہوتے۔ جب سعودی فورسز کے جوانوں اور افسروں نے دوبارہ ان کو سمجھانا شروع کر دیا کہ اس سے آگے جانا مناسب نہیں ہے اور آپ کو اپنے وعدے کے مطابق جلوس منتشر کر دینا چاہئے _____ وہ مظاہرین کو نہایت نرمی سے سمجھاتے رہے لیکن جواب میں ان کو لکڑی کے ڈنڈے، پتھر اور چاقو نظر آنے لگے۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے سیکیورٹی فورسز کے ایک دو جوانوں کو چاقو کے ایسے گہرے زخم آئے کہ وہ چکرا کر گر گئے۔ سعودی فورسز کے حکام کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا تو انہوں نے واضح ہدایت جاری کر دی کہ جلد از جلد اس ہنگامے کو ختم کیا جائے۔ یہ احکامات ٹھیک چھ بج کر چالیس منٹ پر جاری ہوئے اور سات بج کر دس منٹ پر تمام جلوس منتشر ہو چکا تھا۔ اس نصف گھنٹے کی کارروائی میں چار صد دو (۴۰۲) افراد ہلاک ہوئے جس میں سعودی فورسز کے جوان، غیر ملکی عازمینِ حج اور ایرانی باشندے شامل تھے۔ مرنے والوں کی زیادہ تر تعداد ان عمر رسیدہ خواتین اور مجمع کے اندر پھنسے ہوئے لوگوں کی تھی جو بھگدڑ میں پیروں تلے کچلے گئے۔ مرنے والوں میں ۸۵ سعودی فورسز کے جوان اور سعودی باشندے جن میں سے اکثریت کو زیادہ تر زخم چاقو چھری اور سر پر آہنی سلاخوں کی شدید ضربات سے آئے۔ ۴۲ افراد دوسرے ممالک

سے آئے ہوئے حجاج تھے۔ ان کو بھی زیادہ تر زخم چاقو اور چھری کے وار سے آئے۔ ۱۲۷۵ ایرانی تھے جن میں زیادہ تر خواتین اور بوڑھے حجاج ہیں۔ یہ لوگ بھگدڑ میں پاؤں تلے بری طرح کچلے گئے۔

3۔ 3/اگست کو دو بجے دن جب حجاج کرام عرفات کے میدان میں جمع تھے اور حج کا ایک اہم رکن ادا کر رہے تھے عین اس وقت سعودی ٹیلی ویژن پر وہ فلم دکھائی جا رہی تھی جس میں ایرانی حجاج مبینہ طور پر ۱۹۵ کلو دھماکہ خیز اور تخریبی مواد لاتے نظر آ رہے تھے۔

لبیک یا خمینی

ایرانی عازمین حج نے بھگدڑ کے دوران جو سامان اپنے پیچھے چھوڑا اس میں چاقو چھریاں، پوسٹر پمفلٹ اور امام خمینی کی تصویر تو خیر عام سی بات ہے لیکن اس سامان میں سے ایسی دستی گھڑیاں بھی دستیاب ہوئی ہیں جن کے ڈائل پر لَبَّیْکَ یَا خُمَیْنِیْ نہایت جلی عبارت میں درج تھا حالانکہ حج کے موقعہ پر کروڑوں عازمین کی زبان پر صدیوں سے یہی ایک ایمان افروز جملہ ہوتا ہے۔ لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ. یہ تبدیلی کیوں کی گئی اور اس کے پیچھے کیا مقاصد کارفرما تھے یہ امر ہنوز سربستہ راز ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ یہ گھڑیاں ایرانی حکومت نے اپنے حج مشن کے توسط سے حجاج کو فروخت یا تقسیم کی تھیں الخ (ہفت روزہ "حرمت" اسلام آباد 4/تا 10/ستمبر 1987ء) سانحہ مکہ مکرمہ کی مزید تفصیلات مدرسہ اظہار الاسلام چکوال کی سالانہ روداد از یکم رجب تا جمادی الثانی ۱۴۰۸ھ میں قابل مطالعہ ہیں۔

حج ۱۴۱۰ھ

گزشتہ سال ۱۴۱۰ھ کے ایام حج میں مکہ معظمہ میں دو تین دھماکے ہوئے تھے جس کے اڑھائی ماہ بعد مجرم پکڑے گئے تھے جن کے سعودی حکومت نے سر قلم کر دیئے تھے چنانچہ اخباری رپورٹ حسب ذیل ہے:

"سعودی حکومت نے مکہ معظمہ میں حج کے موقعہ پر بم نصب کرنے کے الزام میں کویت کے ۱۶ باشندوں کو سزائے موت اور چار کو قید اور کوڑوں کی سزا دی ہے۔ وائس آف امریکہ کے مطابق سعودی عرب کی سرکاری پریس ایجنسی نے وزارت داخلہ کے ایک بیان کے حوالہ سے کہا ہے کہ جن لوگوں کو سزائے موت دی گئی ہے ان میں دس ایرانی النسل کے تھے؟ تاہم یہ تمام ۱۶ کویتی باشندے تھے اور شیعہ مسلمان تھے۔ جمعرات کے روز مکہ میں ان کے سر قلم کر دیئے گئے ____ سعودی حکومت کا کہنا ہے کہ ان ۱۶ مبینہ مجرموں نے اسلامی عدالت میں سماعت کے دوران اقرار جرم کیا تھا۔" (جنگ راولپنڈی ۲۲/ستمبر ۱۹۸۹ء)

اور نوائے وقت ۲۷/ستمبر ۱۹۸۹ء میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ:

"ایران نے مکہ مکرمہ میں دھماکوں کے الزام میں سر قلم کیے گئے ۱۶ کویتی شیعہ رہنماؤں کے سوگ میں تعزیتی تقریب جمعرات کو تہران کے بہشت زہرا قبرستان میں امام خمینی کے مزار پر منعقد کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

پارلیمنٹ کے سپیکر مہدی کربی نے ایرانیوں سے اس تقریب میں شرکت کی اپیل کرتے ہوئے کہا کہ یہ کوئی مجرم نہیں شہید ہیں۔"

منقولہ بالا واقعات وحالات سے ثابت ہوتا ہے کہ دورِ حاضر کے شیعہ تشدد اور قتل وقتال کی پالیسی پر گامزن ہیں اور وہ پاکستان کو بھی ایران بنانا چاہتے ہیں اور مولوی ساجد نقوی کا یہ بیان خلافِ حقیقت ہے کہ ہم نے گیارہ سال صبر وتحمل کا مظاہرہ کیا ہے۔الخ

جھنگوی کے قاتل کون ہیں؟

سابقہ اخباری بیانات سے واضح ہوتا ہے کہ اسلامی جمہوری اتحاد (آئی جے آئی) اس قتل کا الزام پیپلز پارٹی پر لگاتے ہیں اور پیپلز پارٹی آئی جے آئی کو اس کا ملزم ٹھہراتی ہے اور عابدہ حسین اور دوسرے شیعہ زعماء یہ بیان دے رہے ہیں کہ یہ قتل بھارت کی تنظیم "را" کے منصوبہ کے تحت ہوا ہے۔

لیکن واقعات کے پیشِ نظر ہمارا تجزیہ یہ ہے کہ یہ قتل سیاسی نوعیت کا نہیں ہے کیونکہ مولانا حق نواز شہیدؒ مرحوم کوئی سیاسی شخصیت نہیں تھے۔ اگر تخریب کار پنجاب میں فسادات کرانا چاہتے تو دو بڑے دھڑوں میں سے کسی سیاسی شخصیت کو نشانہ بناتے۔ دراصل مولانا جھنگوی مرحوم کا یہ قتل مذہبی بنیاد پر ہوا ہے اور قاتل اور منصوبہ باز غالباً وہی لوگ ہو سکتے ہیں جن کی جارحیت کے خلاف مرحوم عمومی اجتماعات میں تقریریں کرتے تھے۔

1۔ یہ بات بھی خاص طور پر قابلِ غور ہے کہ ظفر عباس ایم پی اے نے ایسے پوسٹر شائع کئے تھے جن میں مرحوم کے قتل کی ترغیب دی تھی اور قاتل کے لیے انعام مقرر کیا گیا تھا جیسا کہ کرنل اکرام اللہ کی تجزیاتی رپورٹ اور جمعیۃ علماءِ اسلام (فضل الرحمٰن گروپ) صوبہ پنجاب کے صدر مولانا امیر حسین شاہ گیلانی کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے۔

2۔ اہلِ تشیع کے مذہبی جرائد واخبارات بھی مولانا جھنگوی مرحوم کے خلاف اشتعال انگیز بیانات دیتے رہے ہیں چنانچہ

(ا) ہفت روزہ 'اسد' لاہور نے بعنوان "حق نواز جھنگوی کی فتنہ انگیزی" ایک مستقل اداریہ لکھا ہے جس کے اقتباسات حسبِ ذیل ہیں:

"(الف) حق نواز جھنگوی کا تعلق اس گروہ سے ہے جس نے آج تک پاکستان کے وجود کو صدقِ دل سے تسلیم نہیں کیا کیونکہ اس گروہ نے قیامِ پاکستان کے وقت اس کی کھل کر مخالفت کی تھی۔ (ب) ملاں حق نواز جھنگوی نے ایک تخریب کار جماعت "سپاہ صحابہؓ" کی بنیاد رکھی جس کا واحد مقصد یہ ہے کہ پاکستان میں فرقہ واریت کو ہوا دی جائے تاکہ اس ملک میں خانہ جنگی کی صورت پیدا کی جائے اور ملک کے حصے بخرے ہو جائیں۔ (ج) ہم حق نواز جھنگوی اور ان کے فسادی ٹولہ کو انتباہ کرتے ہیں کہ وہ تخریب کاری سے باز آجائیں ورنہ پاکستان کے عوام انہیں واپس ان کے آقاؤں کے پاس دھکیل دیں گے۔" (ہفت روزہ اسد لاہور ۱۸ر دسمبر ۱۹۸۹ء)

(۲) بعنوان ''حق نواز جھنگوی کو کھلا چیلنج'' لکھتے ہیں:

''ہم ایک عرصے سے آپ کی ہفوات سن رہے ہیں۔ خیال تھا کہ آپ شائد سنبھل جائیں گے مگر دن بدن شتر بے مہار کی طرح اپنی مذموم روش میں تیزی ہی اختیار کئے جا رہے ہیں۔ ہماری خاموشی محض وطن عزیز اور ملت اسلامیہ کے وسیع تر مفاد کے پیشِ نظر رہی جس سے آپ ناجائز فائدہ اٹھاتے رہے اور ''کافر کافر شیعہ کافر'' کی اسلام سوز نعرہ بازی سے اپنی دکان چمکاتے رہے۔ آپ کے مبلغ علم سے بھی ہم خوب واقف ہیں کہ آپ اپنے مسلمات سے قطعاً نابلد ہیں لیکن آپ کی اس حقیقت کو عریاں کرنے کے لئے اب ہم مجبور ہیں اور آپ کو چیلنج کرتے ہیں کہ اصول مناظرہ کے تحت شرائط طے کر کے میدان میں آیئے۔ موضوع ''ایمان اور اسلام'' ہوگا پھر دنیا دیکھ لے گی کہ تمہارا ایمان و اسلام ثابت ہوگا یا شیعہ کا۔''

سید بشیر حسین بخاری۔ صدر مرکز تحقیقات اسلامیہ بلاک ۲۰ سرگودھا (ہفت روزہ ''اسد'' لاہور ۱۸ر جون ۱۹۸۹ء)

3۔ تحریک نفاذ فقہ جعفریہ پاکستان ضلع خوشاب کے جنرل سیکریٹری ممتاز حسین بھٹی اور ضلعی سیکریٹری نشر و اشاعت ملک غلام عباس نے اپنے مشترکہ بیان میں کہا کہ ہم مسلمانوں کے درمیان نفرت پیدا کرنے والے اسلام دشمن عناصر کو اپنے مذموم مقاصد میں کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔ ہم بخوبی آگاہ ہیں کہ کچھ عرصہ سے ایک منظم سازش سے پورے ملک میں چند مفاد پرست نام نہاد مولوی ملت اسلامیہ کے درمیان تفرقہ کی فضاء پیدا کرنے میں مصروف ہیں اپنی تقاریر میں غلیظ زبان استعمال کرتے ہوئے کبھی کافر کافر سنّی کافر اور کبھی کافر کافر شیعہ کافر کے نعرے لگا کر حقیقی مسلمانوں کے جذبات مجروح کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ مسلمانوں کو کافر کہنے والے خود تو کافر ہو سکتے ہیں مگر اسلام کے ٹھیکیدار نہیں بن سکتے۔ انہوں نے گڑھ مہاراجہ ضلع جھنگ میں ایک شر پسند مولوی کی تقریر کی پرزور مذمت کی اور حکومت پنجاب کو اس واقعہ کا ذمہ دار قرار دیتے ہوئے کہا کہ پنجاب کی حکومت مسلمانوں کو آپس میں دست و گریباں کرنے کے لیے ایسے نام نہاد مولویوں کی سرپرستی کر رہی ہے۔ ہم حکومت پنجاب کو متنبہ کرتے ہیں کہ وہ ایسی ملک دشمن حرکات سے باز رہے ورنہ اس اختلافات کی آگ میں خود بھی جلے گی۔'' (ہفت روزہ ''اسد'' لاہور 2/10 فروری 1990ء)

4۔ ہفت روزہ ''شیعہ'' میں بعنوان ''عظمت اہلِ بیت کے منکروں سے جہاد کیا جائے گا'' لکھا ہے کہ: منتظر شیعہ آرگنائزیشن بھکر کے صدر صابر حسین نے ملک میں بڑھتی ہوئی فرقہ وارانہ کشیدگی کی سخت مذمت کی ہے اور کانگریسی ایجنٹوں حق نواز جھنگوی اور منظور چنیوٹی کی ملتِ جعفریہ کے خلاف بے بنیاد الزامات کی سخت مذمت کی ہے۔ صابر حسین حیدری نے کہا: یہ درباری ملاں پاکستان کے امن و امان کو تباہ کرنا چاہتے ہیں اور غیر ملکی آقاؤں کے اشارہ پر شیعہ سنّی بھائیوں کو لڑانا چاہتے ہیں MSQ کے جیالے نوجوان بخدی ملاؤں کی اسلام دشمن حرکتوں کے خلاف جدوجہد جاری رکھیں گے۔ انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ فرقہ وارانہ تنظیم ''سپاہ صحابہؓ'' پر

پابندی عائد کرے۔ انہوں نے کہا کہ ہم محمدؐ وآل محمدؐ کے غلام ہیں۔ ہماری ناصبیت کے خلاف جدوجہد جاری رہے گی۔ انہوں نے کہا کہ جو بھی یا علی مدد اور عظمت اہلِ بیت کا منکر ہوگا ہمارا اس کے خلاف جہاد جاری رہے گا۔"

(ہفت روزہ شیعہ لاہور یکم فروری ۱۹۹۰ء)

تبصرہ: صابر حسین کے اس بیان سے شیعہ عزائم بے نقاب ہو جاتے ہیں۔ غالباً ان کے جہاد کا پہلا ہدف مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ ہی بنے ہیں۔

5۔ سُنّی شیعہ بھائی بھائی کیسے بن گئے جبکہ شیعوں نے ملتِ اسلامیہ سے اپنا کلمہ بھی جدا بنا لیا ہے۔ ہر سُنّی مسلمان یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان ذوالنورین اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم چاروں برحق خلیفہ ہیں۔ لیکن شیعہ پہلے تین خلفائے راشدین کی خلافت راشدہ بلکہ ان کے ایمان واخلاص کے ہی منکر ہیں العیاذ باللہ۔ تو پھر شیعہ کس سُنّی مسلمان کے بھائی بن سکتے ہیں؟ کیا وہ حضرت علی المرتضیٰ کو باقی تین خلفاءِ راشدین کا دینی اور ایمانی بھائی تسلیم کرتے ہیں۔ (بشرطیکہ تقیہ نہ کریں)

6۔ ہفت روزہ شیعہ لاہور کے ایڈیٹر بعنوان "ایک نیا ڈرامہ" لکھتے ہیں۔ حکومت پنجاب کی توجہ کافی عرصہ سے اس امر کی طرف منعطف کرائی جاتی رہی ہے کہ انتظامیہ مولوی حق نواز جھنگوی پر نظر رکھے جو ملک میں فرقہ وارانہ فسادات کے لئے اپنی زندگی وقف کر چکا ہے۔ بعض کو فسادات کرانے کے فن میں ید طولیٰ حاصل ہوتا ہے ____ آج کل اس میدان میں مولوی جھنگوی دندناتے پھر رہے ہیں۔ گذشتہ دنوں راولپنڈی کے بنی چوک میں حاجی پرویز خاں قائم مقام میئر کارپوریشن کی زیرِ صدارت ایک جلسہ منعقد کر کے مولوی جھنگوی صاحب نے شیعوں کو خوب گالیاں دیں اور بزرگان دین کی کردار کشی کی۔ جس کا ریکارڈ انتظامیہ کے پاس ہوگا۔ لیکن شیعہ نہ تو اشتعال میں آتے ہیں نہ قاتلوں اور مفسدوں میں شامل ہونا پسند کرتے ہیں۔ امیر شام کے دور تبرّا سے آج تک وہ اسی مسلک پر قائم ہیں۔ اب ایک ایسے موقع پر جبکہ عدم اعتماد کی تحریک کی وجہ سے ملک میں غیر یقینی صورت حال ہے موقعہ کو غنیمت سمجھ کر مولوی جھنگوی نے کار پر قاتلانہ حملے کا ڈرامہ رچایا ہے اور اپنی رپٹ میں ایسے لوگوں کو ملوث کرنے کی جسارت کی ہے جو قاتلوں کے نہیں بلکہ مقتولوں اور مظلوموں کے ساتھی اور حامی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ پلان کسی اعلیٰ سطح پر تیار کیا گیا ہے۔ الخ

(ہفت روزہ شیعہ لاہور ۱۶ر نومبر ۱۹۸۹ء)

7۔ گڑھ مہاراجہ کے جلسہ میں شیعہ علماء کی طرف سے ایک یہ قرارداد بھی منظور کی گئی کہ: "فسادی ملاں حق نواز جھنگوی کی فرقہ وارانہ تنظیم انجمن سپاہ صحابہؓ پر پابندی عائد کی جائے اور اس تنظیم کے سرپرست ملاں حق نواز جھنگوی کو فوراً گرفتار کر کے اس کے منہ میں لگام دی جائے اس لیے کہ وہ اس تنظیم کے ذریعے توہینِ صحابہ کا سبب بن رہا ہے اور ملک میں غنڈہ گردی، بدامنی اور فرقہ واریت پھیلا رہا ہے جو کہ پاکستان میں جمہوریت اور ملکی سالمیت کے خلاف ایک گہری سازش ہے۔"

(ہفت روزہ "اسد" لاہور ۹/۱۰ر جنوری ۱۹۹۰ء)

8۔ جھنگ کے ایک فسادی مولوی حق نواز جھنگوی جس کے خلاف قتل اور اقدام قتل سمیت دیگر سنگین جرائم میں ملوث ہونے پر ایک درجن سے زائد مقدمات درج ہیں نے گزشتہ دنوں شیخوپورہ میں ایک جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ۱۹ نکاتی اشتراک عمل اور دس نکاتی "اعلامیہ وحدت" ان کے خیال میں مسلمانوں کے خلاف سازش ہے۔ یاد رہے کہ مولوی جھنگوی اب تک ۵ سے زائد شیعہ اور سنی مسلمانوں کو اپنے نام نہاد اسلام کی بھینٹ چڑھا چکے ہیں اور سابقہ دور میں جنرل ضیاء کے حکم پر اس وقت کے ڈویژنل کمشنر فیصل آباد نے جھنگ کی ضلعی انتظامیہ کو ان کی سرگرمیوں پر درگزر سے کام لینے کا حکم دیا تھا۔

(ہفت روزہ رضا کار لاہور ۲۴ تا ۳۱ جنوری ۱۹۹۰ء)

9۔ ادارہ عالیہ تحفظ حقوق شیعہ کے مرکزی نائب صدر ڈاکٹر بی اے جگر نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ پاکستان اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے۔ اس میں کسی مخصوص طبقہ کا اسلامی نظام نہیں بلکہ خدا و رسول کا اسلام نافذ ہوگا اور ملتِ شیعہ پاکستان میں رسول عربی کے اسلام کے رائج کرنے کا تہیہ کیے ہوئے ہے اور اگر کسی نے وفاق کی سالمیت اور سرکار مدینہ کے لائے اسلام کی مخالفت کی اور کسی ملاں کی مرضی کا اسلام لانے کی سازش کی تو ایسے عناصر کو ہر موڑ پر حسینیت سے ٹکرانا پڑے گا کیونکہ موت سے آنکھ مچولی کھیلنا ہماری عادت اور مشغلہ ہے۔

(ہفت روزہ شیعہ لاہور ۱۶ نومبر ۱۹۸۹ء)

بلاتبصرہ ہم نے شیعہ اخبارات کے بیانات نقل کر دیئے ہیں جن سے ان کی جارحیت واضح ہوتی ہے۔ اگر جواب میں یہ کہا جائے کہ مولانا حق نواز نے بھی تو "کافر کافر شیعہ کافر" کے نعرے لگوائے ہیں تو اس کا جواب بھی صاف ہے کہ ان کا یہ طرز عمل شیعہ مصنفین کی کتابوں کا ردعمل ہے جن میں انہوں نے صراحتاً حضرات خلفائے ثلثہ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان ذوالنورین وغیرہم صحابہ کرام اور امہات المومنین خصوصاً ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ اور ام المومنین حفصہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو منافق اور کافر قرار دیا ہے۔ شیعہ مصنفین کی اس قسم کی عبارتیں بطور نمونہ میں نے اپنے کتابچہ "صحابہ کرامؓ اور پاکستان" میں درج کر دی ہیں اور ماہنامہ "حق چار یار" کے سابقہ پرچوں میں بھی بعض عبارتیں نقل کر دی گئی ہیں۔ کہاں اصحاب و خلفائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور امہات المومنین کی تکفیر اور کہاں دور حاضر کے شیعوں کی تکفیر۔ شیعہ رئیس المحدثین باقر مجلسی نے جلاء[1] العیون اور حق الیقین وغیرہ میں کیا کوئی کسر چھوڑی ہے اور شیعہ تفسیر المتقین مؤلفہ امداد

---

[1] لوگوں نے جن میں عمر بھی تھے جناب امیر (یعنی حضرت علی) کا ہاتھ پکڑ لیا زبردستی اور ابوبکر نے اپنا ہاتھ دراز کر کے حضرت کے ہاتھ تک پہنچایا۔ احادیث معتبرہ میں منقول ہے جب جناب امیر کو مسجد میں لائے آپ نے مرقد مطہر جناب رسول اللہ کی طرف منہ کر کے کہا۔ یا ابن عم ان القوم ..... وکادوا یقتلوننی. اے برادر من میری قوم نے مجھے ضعیف کیا اور نزدیک ہوا مجھے مار ڈالیں۔ پس حضرت رسول کی قبر سے ایک ہاتھ نکلا۔ سب نے کہا پہچان کر یہ حضرت رسول کا ہاتھ ہے اور ایک آواز آئی سب نے پہچانی رسول کی آواز ہے اور وہ آواز یہ تھی۔ یا ابوبکر لم کفرت بالذی خلقک من تراب ثم من نطفة ثم سواک رجلا. اے ابوبکر کافر پھرا اس خدا سے جس نے تجھے خاک سے پیدا کیا الخ

(جلاء العیون مترجم جلد اول ص ۲۰۹ منیجر شیعہ بک ایجنسی اندرون موچی دروازہ لاہور) بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

حسین کاظمی کی پانچ تنقیدوں والی عبارت اپنے رسائل میں بندہ نے نقل کر دی ہے اور اس تفسیر کا اشتہار شیعہ اخبارات میں مسلسل آ رہا ہے۔ مولوی مقبول حسین دہلوی کے ترجمہ قرآن اور ضمیمہ میں خلفاء و اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کیا کچھ نہیں لکھا گیا اور مولانا حق نواز صاحب جھنگوی مرحوم عموماً اس قسم کی عبارتیں جلسہ عام میں سنایا کرتے تھے۔ عالم الغیب تو خالق کائنات ہے۔ سینوں کے راز بھی وہی جاننے والا ہے لیکن قرائن اور واقعات سے غالباً یہی ثابت ہوتا ہے کہ جھنگوی مرحوم کے قاتل اور قتل کا منصوبہ بنانے والے وہی لوگ ہیں جن کی جارحیت کی نشاندہی وہ اپنی تقریروں میں کیا کرتے تھے واللہ اعلم۔

بیوہ کو دھمکیاں

جھنگ ۵ر مارچ۔ انجمن سپاہ صحابہؓ کے سرپرست اعلیٰ مولانا حق نواز جھنگوی کی بیوہ کو ٹیلی فون پر قتل کی دھمکیاں مل رہی ہیں جس سے وہ مزید خوفزدہ ہو گئی ہیں مولانا کی بیوہ نے نمائندہ ''مشرق'' کو بتایا کہ انہیں مختلف ٹیلی فون موصول ہوئے ہیں جن میں فون کرنے والے نامعلوم افراد نے فحش گفتگو کی اور بعد میں انہوں نے کہا کہ مولانا حق نواز کے بعد اب تمہارے بڑے بیٹے اظہار الحق کی باری ہے۔ تیار ہو جاؤ ہم تمہارے خاندان کو ختم کر دیں گے۔ انہوں نے یہ تمام باتیں انجمن سپاہ صحابہؓ کے دفتر میں فوری طور پر فون کر کے بتا دیں۔ انہیں کچھ علم نہیں کہ مقامی انتظامیہ نے اس سلسلے میں کیا کاروائی کی ہے۔

(مشرق ۶ر مارچ ۱۹۹۰ء)

بیوہ محترمہ کو یہ دھمکیاں بھارت کی تنظیم ''را'' کے تخریب کاروں کی طرف سے ہیں یا شہر جھنگ سے ہی مخالفین یہ دھمکیاں دے رہے ہیں۔ غیر ملکی تخریب کاروں کو ان کی بیوہ کو دھمکیاں دینے سے کیا مطلب یہ مرحوم کے مذہبی دشمنوں کی کاروائی ہے۔

علماء کو دھمکیاں

سُنّی علماء کو بھی دھمکیاں دی جا رہی ہیں۔ چنانچہ ایک سُنّی مولانا کے نام جو خط آیا ہے اس کے اقتباسات درج ذیل ہیں:

1۔ آپ سُنائیں آپ کا کیا حال ہے اور تمہارے جھنگوی کا کیا حال ہے۔ آپ اپنی حرکات سے باز آ جائیں ورنہ تمہارا حال بھی احسان اللہ فاروقی، علامہ ظہیر اور جھنگوی سے زیادہ بھیانک اور عبرت ناک ہوگا۔ پہلا ہمارا مشورہ یہ ہے کہ ہمارا دین جو سچا ہے اور حق پر ہے قبول کر کے اس کے مبلغ بن جاؤ۔

2۔ آخری ہمارا مشورہ یہ ہے کہ اگر تمام مشوروں سے کوئی بھی ماننے کے لیے تیار نہیں ہو تو پھر اپنے انجام کے لئے تیار

.....گذشتہ صفحے سے بقیہ حاشیہ.....

(۲) اور بدترین مصیبت وہ تھی کہ پیغمبر کو تحریر وصیت سے مانع ہوئے اور آنحضرت کے روبرو آوازیں بلند کیں۔ یہاں تک کہ انتقال فرمایا۔ مولف فرماتے ہیں آیا بعد اس حدیث کے کسی عاقل کو گنجائش ہے کہ عمر کے تارک اسلام ہونے میں یا جو لوگ کہ قائل باسلام عمر ہیں ان میں شک کرے۔ .....پس نفرین خدا ان پر ہو اور ان پر کہ جو ان کو مسلمان جانیں اور ان پر نفرین میں توقف کریں (ایضاً جلاء العیون مترجم ص ۹۰) خط کشیدہ عبارت جلاء العیون جلد اول مطبوعہ لکھنؤ میں ہے البتہ جلاء العیون مترجم مطبوعہ لاہور میں یہ عبارت حذف کر دی ہے۔

ہو جاؤ _____ تم اپنے بڑے آمر کا حشر دیکھ چکے ہو۔ ساتھ اپنے جرنیلوں اور ساتھیوں کا بھی بیڑا غرق کرایا۔ یہ شخص بھی ہمارے خلیفہ حسینی کو شہید کر کے ملک میں فقہ حنفی نافذ کرنے والا تھا _____ پھر اس کا اپنے تیس ساتھیوں سمیت جو حشر کیا گیا وہ تمہارے سامنے ہے۔

3۔ تم زیادہ ہو لیکن تمہارے اوپر ہم غالب ہیں کیونکہ زیادہ پر حکومت ہماری ہے۔ صدر امام خمینی کو ماننے والا ہے۔ کوئی کسی ملک سے صدر امام کے جنازے پر نہیں گیا لیکن صرف ہمارا صدر گیا ہے کیونکہ یہ ہمارے سچے مذہب کا پیروکار ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ چیف آف دی آرمی سٹاف ہمارے مذہب کے پیروکار اور تمام اعلیٰ عہدوں پر افسران ہمارے مذہب کے بیٹھے ہوئے ہیں۔

4۔ اور وہ وقت آنے والا ہے جب تمہاری اس مسجد میں مجلس عزا ہوگی۔ امام خمینی پر درود پڑھا کریں گے۔ اس لیے پروفیسر ساجد میر کی طرح تم ہماری بات مان لو ورنہ ہمارا پانچواں منصوبہ تیار ہے _____ رمضان کے روزے تمہیں نصیب نہیں ہونے دیں گے۔ اگر تم لوگوں نے جلوس بند نہ کیے تو ۲۳ر مارچ سے پہلے پہلے ان کا یا کچھ کا تمہارے سمیت حشر جھنگوی سے بھی خطرناک ہوگا۔

(منجانب غلام وخادمین موسوی ونقوی)

موت وحیات تو قادر مطلق کے قبضہ میں ہے لیکن یہ دھمکیاں تو سنی علماء کو ان کے مذہبی دشمنوں کی طرف سے ہی دی جا رہی ہیں۔ بیرونی بھارتی تخریب کاری کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ بہر حال سنی علمائے کرام کو اپنے مقصد کی طرف مضبوطی سے گامزن رہنا چاہئے۔

جھنگ میں دھماکا

جھنگ ۲۵ر مارچ (نمائندہ خصوصی) جھنگ سٹی میں ایک مذہبی جلسہ میں بم کا زبردست دھماکہ ہوا جس کے نتیجے میں چار افراد ہلاک اور ۳۸ زخمی ہو گئے۔ یہ جلسہ انجمن سپاہ صحابہؓ کے زیر اہتمام جامع مسجد اہل الحدیث میں منعقد ہو رہا تھا۔ دھماکہ کے نتیجہ میں متعدد زخمیوں کو ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال جھنگ میں حالت نازک ہے۔ بم پھٹنے کے بعد پولیس نے موقع پر شیلنگ کی جس سے مزید افراد زخمی ہو گئے۔ واقعات کے مطابق آج شام جھنگ سٹی میں باب عمرؓ کے قریب جامع مسجد میں مولانا ایثار القاسمی تقریر کر رہے تھے۔ ساڑھے پانچ بجے مسجد کے باہر جہاں بہت سے لوگ سڑک پر کھڑے ہو کر تقریر سن رہے تھے ایک طاقتور بم پھینکا گیا جس کے پھٹنے سے چار افراد ہلاک اور ۳۸ زخمی ہو گئے۔ ہلاک ہونے والوں میں برجی والے محلہ کا محمد اسمٰعیل، مین بازار کا محمد طارق اور جھنگ سٹی کا محمد شوکت شامل ہیں _____ امکان ہے کہ بم ایک مذہبی فرقے کے کسی شخص نے پھینکا ہے؟ تاہم کسی کی شناخت نہیں ہو سکی اور نہ ہی پولیس نے کسی کو گرفتار کیا ہے۔ جمعیت اہلحدیث کے سیکریٹری اطلاعات میاں محمد جمیل نے انکشاف کیا ہے کہ جھنگ میں جمعیت کے مرکزی ناظم تبلیغ مولانا عبدالعلیم یزدانی کو ۱۲ر مارچ کو ایک گمنام خط ملا تھا جس میں دھمکی دی گئی تھی کہ ہمارا اگلا ہدف تم ہو۔ مولانا حق نواز جھنگوی کی طرح تمہیں

بھی ۳۰ مارچ تک ٹھکانے لگا دیا جائے گا۔ اس خط کی وصولی کے بعد جمعیت کے رہنماؤں نے یہ خط ڈپٹی کمشنر جھنگ اور ایس ایس پی کو بھی دکھا دیا اور ان سے فوری کارروائی کی استدعا کی اور اس خط کی ایک نقل تین چار دن قبل سیکریٹری داخلہ مہر جیون کو بھی پیش کی گئی۔ لیکن افسوس کہ انتظامیہ نے اس کا کوئی نوٹس نہیں لیا۔ بھیجنے والوں نے حسب اقرار آج اپنی کارروائی کر ڈالی لیکن ان کے ہدف اصلی مولانا عبدالعلیم یزدانی بال بال بچ گئے جبکہ ان کے برادر نسبتی (طارق) شہید ہو گئے۔ (مشرق لاہور ۲۶ مارچ ۱۹۹۰ء)

یہ واقعہ ۲۳ مارچ کا ہے۔ جنگ راولپنڈی وغیرہ میں بھی یہ خبر شائع ہوئی ہے لیکن مشرق میں اس کی مزید تفصیل آئی ہے اور اس میں یہ بھی وضاحت کی ہے کہ بم ایک مذہبی فرقے کی کارروائی ہے اور اپہلے انہوں نے خط کے ذریعہ دھمکی دے دی تھی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

سپاہ صحابہؓ کی خدمت میں

مولانا حق نواز جھنگوی شہید مرحوم و مغفور سے میری ملاقات نہیں ہو سکی۔ ان کی تقریر کی دو کیسٹیں سُنی ہیں۔ ایک تقریر سیاسی ہے دوسری مذہبی۔ اس میں مجمع عام میں کافر کافر کے نعروں کے علاوہ اور بھی نعرے ہیں۔ مولانا جھنگوی مرحوم کے حالات و واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شیعہ جارحیت کے مقابلہ میں دفاع صحابہؓ کے جذبہ سے سرشار تھے اور ان پر ایک حال غالب تھا۔ وہ غلبہ حال کی وجہ سے معذور تھے اور اسی راہ میں جان دے دی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

سپاہ صحابہ میں جو سُنّی جوان شامل ہوئے ہیں وہ بھی دفاع صحابہؓ کا ایک جذبہ رکھتے ہیں اور یہ سب کچھ شیعی جارحیت کا ردّعمل ہے لیکن ان سے یہ گزارش ہے کہ دفاع صحابہؓ اور عظمت صحابہؓ کی تبلیغ تو ہر سُنّی مسلمان کا مقصد اور مشن ہونا چاہئے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین رسالت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ کے عینی گواہ ہیں وہ مجروح ہو جائیں تو رسالت مجروح ہو جاتی ہے العیاذ باللہ۔ لیکن طریق کار افراط و تفریط سے بچتے ہوئے اعتدال پر ہونا چاہئے۔ مولانا جھنگوی مرحوم ایک حد تک معذور تھے لیکن ان کے طریق کار "کافر کافر شیعہ کافر" کے نعرے کو ایک مشن کے طور پر اب اختیار نہیں کرنا چاہئے۔ کسی شخص یا فرقے کا کافر ہونا اور بات ہے اور کافر کافر کے نعرے لگانا اس کی اور نوعیت ہے۔ تبلیغ حق فرض ہے لیکن اس کی شرعی حدود بھی ہیں۔ قرآن مجید میں حق تعالیٰ نے معبودان باطلہ کو برا کہنے سے بھی منع فرما دیا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم (سورۃ الانعام رکوع ۱۳ آیت ۱۰۸)

"اور دشنام مت دو ان کو جن کی یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں پھر وہ برا و جہل حد سے گزر کر اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کریں گے۔" (ترجمہ مولانا تھانویؒ)

مذکورہ آیت کی تفسیر میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ لکھتے ہیں:

"اوپر کے مضامین میں طریق مشرکین کا ابطال اور نیز مضامین مذکورہ کے ساتھ اس کی تبلیغ کا امر بھی کیا گیا ہے۔ آگے مشرکین کے معبودان باطلہ کو سب و شتم کرنے سے مسلمانوں کو ممانعت فرما کر تبلیغ دین کے حدود قائم کرتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ غیر قوم سے مناظرہ کرنا تو جزو تبلیغ ہے لیکن دشنامی اور دل خراش الفاظ ان کے معظمین کے حق

میں کہنا ظلوع لغیرہ ہے کہ وہ ہمارے معبود یا معظمین کی شان میں گستاخی کریں گے تو اس کے باعث ہم ہوئے۔"

(تفسیر بیان القرآن)

نیز لکھتے ہیں بتوں کو برا کہنا فی نفسہ مباح ہے مگر جب وہ ذریعہ بن جائے ایک امر حرام یعنی گستاخی جناب باری تعالیٰ کا تو وہ بھی منہی عنہ اور قبیح ہو جائے گا۔ اس سے ایک قاعدہ شرعیہ ثابت ہوا کہ مباح جب حرام کا سبب بن جاوے تو وہ حرام ہو جاتا ہے اور قرآن مجید کی بعض آیات میں جو معبودانِ باطلہ کی تحقیر مذکور ہے وہ بقصدِ سب وشتم نہیں بلکہ مناظرہ میں بطور تحقیق مطلوب واستدلال والزام خصم کے ہے جو مناظرات میں مستعمل ہے اور قرائن سے مخاطب کو معلوم ہو جاتا ہے کہ تحقیق مقصود ہے یا تحقیر۔ اوّل جائز ہے دوسرا ناجائز (ایضاً بیان القرآن) مذکورہ آیت اور اس کی تشریح کی روشنی میں ہم طریق کار کی اصلاح کر سکتے ہیں۔ شیعوں نے بھی بعض مقامات پر کافر کافر سُنّی کافر اور کافر کافر دیوبندی کافر کے نعرے شروع کر دیئے ہیں العیاذ باللہ ان کے مذہب میں تو لعن وتبرّا پر عمل کیا جاتا ہے لیکن اہل سُنّت کا یہ معمول نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے لیس المؤمن بلعان. "مؤمن لعنتیں کرنے والا نہیں ہوتا۔"

۱) حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مقابلہ میں بت پرست اور مشرکین تھے۔ جہاد کی نوبت تو آئی لیکن صحابہؓ نے ان کے خلاف اس قسم کا مظاہرہ نہیں کیا۔

۲) مجاہد کبیر امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ نے ہائی کورٹ لاہور میں بیان دیتے ہوئے واشگاف الفاظ میں فرمایا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کافر ہے لیکن قادیانی کافر کافر کے جلوس نہیں نکالے۔

۳) لکھنؤ کی تحریک مدح صحابہ میں اہل تشیع نے تو تبرا بازی کے جلوس نکالے لیکن اہل سُنّت والجماعت نے امام اہل سُنّت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ کی قیادت میں شیعہ کافر کافر کے نعرے نہیں لگائے بلکہ مثبت نعرے لگائے۔ چنانچہ احرار رضا کار جلوسوں میں یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

جن کا ڈنکا بج رہا ہے چار سو لیل و نہار
ہیں ابوبکر و عثمان و حیدر چار یارؓ

اہل سُنّت والجماعت کی طرف سے خلافت راشدہ کے جواب میں حق چار یارؓ ایک مثبت اور مؤثر نعرہ ہے جس سے قرآن کی موعودہ خلافت راشدہ کی نشاندہی ہوتی ہے اور یہی خصوصیت ہے اہلسنت والجماعۃ کی۔

ایک اعتراض کا جواب

یہ جو کہا جاتا ہے کہ حضرت معاویہؓ نے خود اور آپ کے حکم سے دوسرے خطیبوں نے مساجد کے منبروں پر حضرت علیؓ پر سب وشتم کیا ہے العیاذ باللہ تو یہ صحیح نہیں۔ تاریخی کتب میں تو روایات کی ترتیب یہ ہے کہ پہلے حضرت علیؓ نے یہ کارروائی کی اور پھر اس کے جواب میں حضرت معاویہؓ نے ایسا کیا لیکن حافظ ابن کثیرؒ نے فرمایا ہے کہ "دونوں قسم کی روایات صحیح نہیں ہے۔" اور صحابہ کرام ایسا طرزِ عمل کیونکر اختیار کر سکتے تھے جن کے حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت تزکیہ سے اخلاق فاضلہ

نصیب ہو گئے تھے۔ بہر حال اہل السنت والجماعت کوئی ایسا طرز عمل نہیں اختیار کر سکتے جو شرعی حدود سے متجاوز ہو۔

فوٹو کی خرید وفروخت

حضرت مولانا عبداللطیف صاحب زید مجدھم کے زیر اہتمام ۲۱، ۲۲، ۲۳ / مارچ کو جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام جہلم کا سالانہ جلسہ تھا۔ وہاں پر معلوم ہوا تھا کہ باہر سڑک پر جہاں مختلف مکتبوں کی کتابیں فروخت ہو رہی تھیں وہاں کوئی شخص مولانا حق نواز صاحب جھنگوی مرحوم کی تصویریں بیچ رہا تھا۔ حالانکہ اس طرح فوٹو کی خرید وفروخت ناجائز ہے۔ حج کے پاسپورٹ وغیرہ میں تو مجبوری ہوتی ہے ورنہ اس طرح تصاویر کی خرید وفروخت جائز نہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ لاہور کے جلسہ کے اشتہارات پر جھنگوی مرحوم کی میت کا فوٹو بھی شائع ہوا تھا۔ علامہ اقبال مرحوم نے کیا خوب فرمایا ہے۔

ہونگو نام جو قبروں کی تجارت کر کے
کیا نہ بیچو گے جو مل جائیں صنم پتھر کے

علماء جانتے ہیں کہ بت پرستی کی ابتداء تصویر پرستی سے ہوئی ہے۔ اگر بت کی تعظیم حرام ہے تو تصویر کی تعظیم بھی حرام ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وقالوا لا تذرون الھتکم ولا تذرن ودا ولا سواعا ولا یغوث ویعوق ونسرا ○ (سورۃ النوح:۲۳)

''اور جنہوں نے (اپنے تابعین سے) کہا کہ تم اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا اور نہ (بالخصوص) ودّ کو اور نہ سواع کو اور نہ یغوث کو اور یعوق کو اور نسر کو۔'' ترجمہ حضرت تھانویؒ

اس آیت میں ودّ اور سواع وغیرہ جن پانچ بتوں کا ذکر ہے یہ اپنے زمانہ کے اولیاء اللہ تھے۔ ان کی وفات کے بعد بطور یادگار کے ان کی تصویروں کو اپنے پاس رکھا۔ پھر ان کی تعظیم پھر پوجا شروع ہو گئی اور انہی تصاویر کے مجسمے اور بت بنائے گئے۔ دور حاضر میں تصویر پرستی عموماً رائج ہو گئی ہے لیکن مذہبی تنظیموں کو ان سے اجتناب کرنا چاہئے۔ یہ سنّی علماء کا فریضہ ہے کہ وہ سنّی جوانوں کو سمجھائیں اور ان کی تربیت کریں۔

مولانا جھنگوی کی جانشینی

اخبارات سے معلوم ہوا ہے کہ جناب مولانا حق نواز صاحب جھنگوی مرحوم کا جانشین مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب فاروقی کو بنایا گیا ہے اور بانی سپاہ صحابہؓ کی یادگار کے طور پر ماہنامہ ''خلافت راشدہ'' جاری کیا گیا ہے اور جس کے نگران اعلیٰ مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب فاروقی ہیں۔ اس کے شمارہ (مارچ ۱۹۹۰ء) کے ٹائٹل پر بھی لکھا گیا ہے۔ مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی کو مولانا حق نواز شہید کا جانشین مقرر کر دیا گیا۔ ہمیں اس جانشینی سے بھی اختلاف ہے کیونکہ فاروقی صاحب کا عقیدہ خلافت راشدہ جمہور اہل سنت کے عقیدہ کے خلاف ہے۔ انہوں نے خلافت راشدہ جنتری ۱۹۹۰ء میں بھی حکیم محمود احمد صاحب سیالکوٹی کا مضمون بہ عنوان ''حضرت معاویہؓ اور خلافت راشدہ'' شائع کیا ہے حالانکہ حکیم صاحب موصوف محمود عباسی کے

پیروکار ہیں۔ وہ یزید کو صالح اور عادل خلیفہ مانتے ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب ''سیدنا معاویہؓ شخصیت اور کردار'' میں بھی بہت زیادہ جہالتوں کا ثبوت دیا ہے جس پر ہم کسی فرصت میں بحث کریں گے ان شاء اللہ۔ حکیم صاحب موصوف نے اپنی کتاب پر بعض جید علماء کی جو تقریظیں درج کی ہیں ان میں بھی انہوں نے تلبیس اور خیانت کا ارتکاب کیا ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر، شیخ الحدیث جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ نے بھی اپنی تقریظ کے متعلق اپنے ایک تحریری بیان میں قارئین کو حقیقت حال سے آگاہ کر دیا ہے بعض دیوبندیت کی طرف منسوب علماء عباسی خارجی نظریات کی اشاعت کر رہے ہیں۔ ان حالات میں صحیح المسلک سنّی علماء پر لازم ہے کہ وہ رافضیت اور خارجیت دونوں فتنوں سے اہل سنت کو بچانے کی کوشش کریں۔ ایسا نہ ہو کہ شیعہ جارحیت کے ردعمل میں خارجیت سنّی نوجوانوں پر اثر انداز ہو جائے۔

وما علینا الا البلاغ

سنّی علماء کرام!

دشمن دھمکیاں دیتا ہی رہتا ہے۔ سنّی علماء کرام سے گزارش ہے کہ وہ بلاخوف وخطر اور بلاخوف لومۃ لائم اپنے نصب العین پر استقامت اختیار فرمائیں۔ دفاع صحابہ کرامؓ اور تحفظ عظمت صحابہ کرامؓ کے لیے پوری پوری جدوجہد کریں۔ حضرات صحابہ کرامؓ کی طرح بھروسہ صرف ایک اللہ پر ہونا چاہئے۔ جائز اور ضروری اسباب سے بھی کام لیں لیکن پاکستان کی موجودہ سیاسی حکومتوں سے کوئی توقع نہ رکھیں کیونکہ آج کل جمہوری سیاست زیادہ تر حصول اقتدار کی کشمکش پر مبنی ہے۔ کاش کہ سنّی سیاستدان اور خصوصاً سنّی سیاسی علماء اقتدار کی رسہ کشی سے بالاتر ہو کر صرف سنیت پر محنت کرتے۔ ناموس رسالت کے بعد تحفظ ناموسِ صحابہ نظام خلافتِ راشدہ کو اپنے تمام جماعتی مفادات پر مقدم رکھتے تو آج پاکستان صحیح معنوں میں پاکستان بن سکتا تھا لیکن افسوس کہ اصلی کلمہ اسلام لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے مقابلے میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ وصی رسول اللہ وخلیفۃ بلافصل کا من گھڑت کلمہ ایجاد کیا گیا۔ اذانوں میں خلیفۃ بلافصل کے اعلان سے پہلے تین خلفائے راشدین حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی موعودہ خلافت راشدہ کی نفی کی گئی لیکن الا ماشاء اللہ کسی سنّی سیاسی عالم نے اس کے خلاف آواز نہ اٹھائی۔ قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں سنّی ارکان نے سنّی عظیم اکثریت کے حقوق کے تحفظ کے لیے کوئی جرأتمندانہ قدم نہ اٹھایا اور ماتمی غیر شرعی جلوسوں کے متعلق زبان وقلم سے ایک لفظ بھی نہ نکالا بلکہ عموماً اہل تشیع کو ہی راضی رکھنے کی کوشش کی۔ بعض علماء نے شریعت بل پیش کیا لیکن اس میں بھی نقائص تھے اور اس کو بھی آج تک سنّی ارکان کی اکثریت نے پاس نہیں کیا تو وہ اسلام جو جماعت صحابہ اور خلفاء راشدین کے ذریعہ امت کو ملا ہے ان جمہوری سیاسی اسمبلیوں کے ذریعہ پاکستان میں کیونکر نافذ ہو سکے گا حق تعالیٰ ہم تمام مسلمانان اہل السنت والجماعت کو ہر محاذ پر کامرانی نصیب فرمائیں۔ آمین بجاہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

خادم اہلسنت مظہر حسین غفرلہٗ

یکم رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ/ ۲۸ مارچ ۱۹۹۰ء

شہید ناموسِ صحابہؓ

مولانا حق نواز جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ

ابن امیر شریعت، قائد احرار سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

آسماں را حق بود گر خوں ببارد بر زمیں
بر شہادت حق نواز حق نما و حق بیں

25 رجب (22 فروری 1990ء) کا سورج کیا غروب ہوا کہ تاریکیوں کا طوفان بدتمیزی گمبھیر ہو گیا ایسا اندھیرا چھایا کہ انسانوں کے دل تاریک ہو گئے شرافت ضمیر کی ظلمتوں میں دب کے رہ گئی۔ اخلاق درندگی کی وحشتوں کے سامنے تھر تھر کانپنے لگے وحشتوں نے انسانیت کا گھراؤ کر لیا اور انسانیت کراہتے اور سسکتے سسکتے دم توڑ گئی۔ مولانا حق نواز جھنگوی کو جنگل کے باسیوں نے شہید کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

ذوقِ ستم جنون کی حدوں سے گزر گیا
کم ظرف زندہ رہ گئے ، انسان مر گیا

اہل سنت والجماعت کا آفتاب گہنا گیا۔ اہل سنت والجماعت کا ہر فرد غم واندوہ کی کھائیوں میں گم صم تصویرِ حیرت بنا کھڑا ہے، سپاہ صحابہ کے جوانوں کے دل خون کے آنسو روتے ہیں وہ غم، غصہ، اور انتقام کی تہری آگ میں جل رہے ہیں۔ رو، رو کر چیخ چیخ کر حق نواز کو پکارتے ہیں، حق نواز تو کہاں چلا گیا ہم سب کو سوگوار و بے سہارہ چھوڑ کر، حق..... حق..... حق نواز سن ہم تمہیں پکارتے رہے ہیں..... ہماری صدائے غم سن لوٹ آ، خدارا پلٹ آ، پلٹ آ..... حق نواز کے بچوں کی آہ و بکا، نالہ و شیون بیوہ کے بین اور عرش ہلا دینے والی فریاد نہ سنی جاتی ہے، نہ سنائی جا سکتی ہے۔ حالتِ غم اور جدائی کا صدمہ بھلا لفظ اس کے بیان کے کیسے متحمل ہو سکتے ہیں اور مولانا حق نواز کی شہادت کا زخم تو اہلِ سنت والجماعت کے بہت سے زخم ہرے کر گیا، حکیم فیض عالم صدیقی، علامہ احسان الٰہی ظہیر، مولانا حبیب الرحمٰن یزدانی، مولانا احسان اللہ، مولانا سید منظور الحسن ہمدانی یہ سب جیالے عجمی مشرکوں کی سازش کا شکار ہوئے۔

پاکستان میں قانون نافذ کرنے والے ادارے اندھے بہرے اور گونگے ہو کر رہ گئے ان میں سے کسی کا قصاص نہیں

لیا گیا، ان میں سے کسی کے قاتل گرفتار نہیں کیے گئے، ان میں کسی کے وارثوں کی اشک شوئی نہیں کی گئی، ان میں سے کسی کے وارثوں کو اب امید تک بھی نہیں کہ کوئی سی حکومت عدل وانصاف قائم کرے گی۔ اور ان کے بے گناہ مظلوموں کی دادرسی وحق رسی ہوگی! ایسے ہول ناک واقعات اور ایسے بہیمانہ قتل اور ایسی المناک اموات دل ودماغ کو ماضی کی طرف دیکھنے پر مجبور کر دیتی ہیں، میں کھلی آنکھوں اپنا ماضی دیکھ رہا ہوں کہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ مدینۃ الرسول میں اپنے ہی دورِ خلافت میں محصور ہیں اور اپنے ہی گھر کی چار دیواری میں محبوس ہیں، پانی روٹی سب بند۔ ایسی حالت میں قتل کر دیئے جاتے ہیں، لاش تین دن بے گور وکفن پڑی رہتی ہے اور قانون نافذ کرنے والے ادارے قانون نافذ نہیں کر سکتے تھے۔ تب بھی عجمی مشرکوں نے طوفانِ بدتمیزی برپا کیا ہوا تھا۔ آج بھی عجم کے مشرکوں کی سازش، دھن، دھونس، اور دھاندلی کے مشرکانہ ہتھکنڈوں سے اہلِ حق کا ناحق خون بہایا جا رہا ہے لیکن خون بہا تک نہیں دیا جاتا۔

تب سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے قاتلینِ عثمان سے قصاص لیا اور سیدنا عثمان شہید کا خون بہا وارثوں کو ادا کیا آج بھی کوئی وارثِ معاویہ ہی مولانا حق نواز کا قصاص لے گا اور قاتلینِ حق نواز کو کیفرِ کردار تک پہنچائے گا۔ پھر مولانا حق نواز کی شہادت کا دن بھی تو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے قریب تر ہے۔ موجودہ وفاقی وصوبائی حکومتیں جن استبدادی طریقوں سے اپنی اپنی حکومتوں کی بقاء واستحکام کی سرد جنگ لڑ رہی ہیں ان سے کسی انصاف کی توقع نہیں کی جا سکتی لیکن پنجاب حکومت جو پنجاب میں حق وصداقت کا ڈنکا بجانے کی دعویدار ہے اس سے ایک ہی سوال کہ مولانا حق نواز رحمۃ اللہ علیہ سمیت پنجاب میں یہ 11 واں قتل ہے حکومتِ پنجاب کا عدل وانصاف کا دعویٰ کیا ہوا.....؟ یہاں کچھ نہیں کرو گے تو ایک بہت بڑی بارگاہ میں پیش ہو کر کیا کرو گے؟ کیا منہ لے کر جاؤ گے وہاں؟ یہی سوالات وفاقی حکومت سے بھی ہیں اور مزید یہ کہ اگر بھٹو کا قاتل ضیاء ہے تو حق نواز کا قاتل.....؟

پاکستان اور ایران

گزشتہ دنوں ایک وحشت ناک خبر قومی اخبارات میں چھپی کہ ایران کے کمانڈوز پاکستانی سرحد پار کر کے تفتان کے علاقہ میں داخل ہوئے اور سردار بلوچ خاں کو قتل کر کے بڑے آرام سے ایران واپس چلے گئے۔ اس سے پہلے بھی وہ ایک مرتبہ پاکستانی حدود میں ڈاکوؤں کی طرح آئے اور سردار بلوچ خاں کی دکان تباہ کر گئے تھے۔ (روزنامہ جنگ لاہور 16 فروری ص16) بلوچستان کی صوبائی حکومت بھی خاموش تماشائی کی طرح چپ رہی اور مرکزی حکومت نے مجرمانہ چپ سادھ لی اس قسم کے واقعات کے پسِ منظر میں جو مخفی جذبہ کارفرما ہے وہ ہم بخوبی سمجھتے ہیں۔ ہم اس پر اپنی ذاتی اور اٹل رائے محفوظ رکھتے ہیں۔

حکومتِ پاکستان نے اس سرحدی خلاف ورزی اور پاکستانیوں کے ظالمانہ قتل پر دو لفظی احتجاج تک نہ کیا؟ آخر کیوں.....؟ ہم اس خاموشی بلکہ مجرمانہ خاموشی کو وفاقی حکومت کی کھلی شیعہ نوازی سمجھتے ہیں جبکہ پی پی کے حمایتیوں میں شیعہ کمیونٹی ہراول دستہ کا کردار کر رہی ہے اور پاکستانی شیعہ کو ایران کی شیعہ حکومت نے جو شہ دی ہے اور جس طرح خانہ فرہنگ ایران پاکستانی شیعوں کی سرپرستی کر رہا ہے اور جس انداز سے پاکستان میں ایرانی انقلاب امپورٹ کیا جا رہا ہے پی پی پی کی

حکومت اس سے یقیناً غافل نہیں بلکہ اس پر راضی معلوم ہوتی ہے اور ہم تو کہتے ہیں کہ

اے بادِ صبا ایں ہمہ آوردۂ تست

جنرل مرزا اسلم بیگ کا دورۂ ایران؟

اس پر مزید ستم یہ کہ پاکستانی افواج کے چیف جنرل مرزا اسلم بیگ ایران کے دورہ پر چلے گئے اور دورہ کی غرض وغایت میں باہمی دفاعی تعاون اور دفاعی تنصیبات کا معائنہ شامل ہے۔(روزنامہ ''جنگ'' 17 فروری).....ہمیں نہیں معلوم کہ جنرل صاحب کے دورہ کی تفصیلات کیا ہیں۔

جنرل صاحب اور حکومت پاکستان لازم وملزم ہیں۔''صدر محمد اسحٰق خان کی یہ بات کہ پاکستان میں جمہوریت مرزا اسلم بیگ کی وجہ سے قائم ہے۔'' اور وزیر اعظم کے بقول ''پوری سرحدوں میں سے بلوچستان انتہائی حساس علاقہ ہے یہاں گزشتہ پانچ سالوں میں کئی ایسے حادثات رونما ہو چکے ہیں کہ ایرانی کمانڈوز بعض لوگوں کو یرغمال بنا کر لے گئے کوئٹہ میں سنی شیعہ فساد میں یہ لوگ براہِ راست شریک تھے پھر انہیں گرفتار بھی کیا گیا مگر انہیں بخیر وخوبی ایران واپس بھیج دیا گیا گزشتہ برس کراچی میں محرم کے موقع پر دھرنا مارنے والوں میں ایرانی شیعہ بھی شامل تھے۔ یہ آئے دن کی درندگی وحشت وسفاکی غنڈہ گردی کی وارداتیں کرنے والے جب چاہیں پاکستانی حدود کی خلاف ورزی کریں پاکستانیوں کو قتل کریں یرغمال بنائیں پاکستانیوں کا مال لوٹ لیں۔ دکانوں کو آگ لگا دیں آخر کیوں.....؟ اور بلوچستان کی حکومت ٹس سے مس نہ ہو وفاقی حکومت چپ سادھے رہے۔ کیا بلوچستان پاکستان کا صوبہ نہیں؟ کیا حکومت پاکستان نے فرض کر لیا ہے، کہ بلوچستان ایران کا حصہ ہے؟ اور موجودہ ایران پاکستان اور پاکستانی مسلمانوں کا خیر خواہ ہے؟ اہلِ ایران اعتقادی طور پر ہمیں کافر سمجھتے ہیں۔ نہ صرف ہم پاکستانی مسلمانوں بلکہ سعودی عرب، مصر، عراق اور دیگر تمام مسلم ممالک کی حکومتوں اور مسلمان کو کافر سمجھتے ہیں اس لئے کہ وہ غیر شیعہ ہیں۔

حکومت ایران پاکستان میں شیعہ انقلاب ایکسپورٹ کر رہی ہے خانہ فرہنگِ ایران پاکستانی شیعہ کی ہمہ جہت نگرانی تحفظ اور امداد فراہم کرتا ہے جو براہِ راست ہماری اندرونی زندگی میں مداخلت ہے حکومت پاکستان نہ تو اپنی سرحدوں کے بارے میں سوچتی ہے نہ احتجاج کرتی ہے نہ مسلمانوں کے جان ومال کا تحفظ کرتی ہے اور نہ اندرونِ ملک ایرانی مداخلت روکتی ہے اس سے کیا سمجھا جائے؟ کیا اس کا نام احتیاط ہے؟ اس کا نام رواداری ہے؟ نہیں بلکہ اس کا نام جانب داری ہے اور یہ اہل سنت والجماعت کے ملک کو نیم شیعہ حکومت بنانے کی کھلم کھلا جارحیت ہے۔ جنرل ضیاء الحق مرحوم کے دور میں سٹنگر میزائل پاکستان سے ایران پہنچے اور وہ عراق مسلمانوں کے خلاف استعمال ہوئے اور جنرل مرزا اسلم بیگ صاحب دفاعی تعاون اور تنصیبات کے باہمی معائنہ کے لئے ایران کا دورہ کر کے تشریف لائے ہیں۔ انہیں یقیناً عراق کی ایٹمی تباہی یاد ہوگی اور اس تباہی میں اسرائیل کے ساتھ تعاون کرنے والے بھی یاد ہوں گے ہم نہیں سمجھتے کہ یہ کام اسلامی جذبۂ اخوت کے ماتحت ہوا ہے۔

✿✿✿✿

سپاہ صحابہؓ ابابیلوں کی جماعت

خطیب العصر مولانا عبدالشکور دین پوری رحمہ اللہ بمقام جھنگ (عیدالاضحیٰ ۱۹۸۷ء)

مرتب:۔ مولانا وجیہ اللہ دین پوری

سنت مصطفیٰ ﷺ اور اس پر اکابر کا عمل

انجمن سپاہ صحابہؓ کے جانباز و شہباز و، سرفراز و نوجوانوں ایک لحاظ سے خوشی ہے کہ عید ہے ایک لحاظ سے بار خاطر اور غم بھی ہے۔ کہ بارات موجود ہے اور دلہا نہیں ہے۔ مقتدی ہیں امام نہیں ہے۔ سپاہ صحابہؓ موجود ہے مگر سرپرست نہیں ہے۔ حقیقت میں وہ قابل صد مبارک یاد ہے۔ وہ جیل میں نہیں ہے۔ (حق نواز) وہ سنت مصطفیٰ ﷺ جو آپ ﷺ نے شعب ابی طالب میں ادا کی تھی۔ یہی وہ سنت ہے جو امام اعظم ابوحنیفہؒ نے کوفہ کے جیل خانہ میں ادا کی۔ مجدد الف ثانیؒ نے قلعہ گوالیار میں ادا کی شاہ ولی اللہ کو پابند سلاسل کیا گیا۔ عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نو سال نو مہینے جیل میں رہے۔ احمد علی لاہوریؒ چھ سال جیل میں رہے۔ محمد علی جالندھریؒ چھ سال جیل میں رہے۔ ہمارے مولانا شیخ الہند محمود الحسنؒ اسیر مالٹا بن گئے۔ نکلے تو شیخ التفسیر بن کر نکلے۔ مولانا حق نواز اب صرف حق نواز نہیں رہا۔ بلکہ حق کی آواز بن گیا ہے۔ آج وہ جیل میں اسی سنت کو زندہ کر رہا ہے۔ میں ان کارکنوں کے جذبات دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ انہوں نے کارکنوں میں جو اسپرٹ بھری ہے۔ قوم میں جو روح پھونکی ہے ان کی رگوں میں جو خون دوڑایا ہے، وہ قابل صد مبارک بد ہے۔

حق نواز دشمن صحابہؓ کے لئے موت کا پیغام ہے، حق نوازؒ اب ایک عالم کا نام نہیں، حق نوازؒ اب ایک تحریک کا نام ہے، حق نواز اب دشمن صحابؓ کے لئے موت کا پیغام ہے، حق نواز اہل سنت کے ایک سرپرست کا نام ہے، حق نواز محمد ﷺ کے عاشق کا نام ہے، جس کا نام حق نواز ہے یقیناً وہ حق کی آواز ہے اللہ تعالیٰ ہمیں حق پر قائم فرمائے۔ (آمین)

مجلس علماء اہل سنت سپاہ صحابہؓ کی سرپرست

قربانی کا مہینہ ہے اور میں کچھ قربانی پر عرض کروں گا۔ الحمدللہ میں انجمن سپاہ صحابہؓ کا ہر لحاظ سے سرپرست، ہر لحاظ سے ان کا بھائی، ہر لحاظ سے ان کا محب، ہر لحاظ سے ان کا معاون، ہر لحاظ سے ان کا دوست، ہر لحاظ سے ان کے ساتھ ہوں،

میری پوری جماعت مجلس علماء اہل سنت ان کے ساتھ ہے، مولانا ایثار القاسمیؒ میرے مبلغ ہیں۔ انہوں نے تو رات دن اپنی زندگی وقف کر رکھی ہے، مولانا منظور حجازیؒ جنہوں نے میری جماعت کے لئے دورہ کیا ہے وہ میرے نائب صدر ہیں۔ مولانا عبدالغفور حقانیؒ میرے جنرل سیکرٹری ہیں۔

الحمدللہ ہم اس حق کی آواز کے لئے بجوش وخروش، بحواس وہوش، ان کے دوش بدوش ہیں اللہ تعالیٰ حق کو سربلند فرمائے۔ آمین

قربانی: یہ قربانی کا مہینہ ہے چند باتیں سن لیں۔

اسلام کی تاریخ میں ذوالحج میں بھی قربانی ہے۔ محرم الحرام میں بھی قربانی ہے۔ یہ ایک نبی ﷺ کی قربانی ہے۔ (ذوالحج میں) محرم میں صحابیؓ کی قربانی ہے۔ ہمارے پیغمبر ﷺ اور حضرت خلیلؑ کا ایک رشتہ اور تعلق ہے۔

ہم مذہباً حنفی ہیں، ملتاً ابراہیمی ہیں، مشرباً قادری، چشتی، سہروردی ہیں، مسلکاً دیوبندی ہیں۔ امتاً محمدی ہیں وطناً پاکستانی ہیں۔

ہم ملتاً ابراہیمی ہیں۔ حضرت انور ﷺ کو اللہ نے کہا "ملۃ ابیکم" ابراہیم تمہارے ابا ابراہیم کی ملت، حضرت ابراہیمؑ کی پشت سے چوبیس ہزار انبیاء پیدا ہوئے۔ یہ انبیاء کے جدامجد ہیں۔

خلیلؑ نے چار امتحان دیئے (۱) آزمائش

جتنا آدمی نبی کے قریب ہوتا ہے آزمائش بھی اتنی آتی ہے۔ میرے نبی ﷺ نے فرمایا "اشد البلاء علی الانبیاء"۔ بڑا امتحان انبیاء دیتے ہیں۔ کسی کو آگ میں ڈالا۔ کسی کے سر پر آرا رکھا گیا۔ کسی کو مچھلی کے پیٹ میں ڈالا گیا۔ کسی کو جنت سے نکالا گیا۔ کسی کو دریا عبور کروایا گیا۔ کسی کو یہودی تختہ دار پر لے گئے۔ فالامثل والامثل میرے محبوبؐ نے فرمایا: جو بھی انبیاء کے قریب ہوگا۔ جو رسول ﷺ کا تابعدار جانثار وفادار رضا کار ہوگا۔ وہ بھی امتحان دے گا۔

کبھی ابوبکرؓ کو مار پڑ رہی ہے۔ کبھی بے ہوش ہو رہے ہیں، کبھی خون میں لت پت ہیں، کبھی وطن سے بے وطن ہیں، کبھی تن من دھن قربان ہیں۔ کبھی فاروقؓ کے خون سے مصلیٰ رسول رنگین ہو رہا ہے۔ کبھی عثمان کا محاصرہ ہو رہا ہے۔ کبھی عمارہ بن یاسر کو شہید کیا جا رہا ہے۔ کبھی حضرت خبیب کو انگاروں پر لٹایا جا رہا ہے۔ کبھی حضرت خباب کو درخت سے لٹکایا جا رہا ہے۔ بلال پر پتھر رکھے جا رہے ہیں سمیہ کو چیرہ جا رہا ہے۔ زنیرہ کی آنکھیں نکالی جا رہی ہیں، لبینہ کو قتل کیا جا رہا ہے۔ تقریباً دو سو ساتھ صحابہ محمدؐ کے قدموں میں جان کا نذرانہ پیش کرتے ہیں۔

جتنا محمدؐ کے قریب ہوگا اتنا ہی امتحان آئے گا اور میرے محبوب کے الفاظ مجھے یاد ہیں۔ "مالیت فی سبیل اللہ مااوذی احدمن الانبیاء"۔ فرمایا جتنا مجھ کافروں سے دکھ پہنچا ہے کسی کو نہیں پہنچا۔ کبھی طائف میں پتھر برسائے گئے، کبھی مکے کی گلیوں میں پتھر برسائے گئے، کبھی شعیب ابی طالب میں بائیکاٹ کیا گیا، احد میں دندان مبارک شہید کیے گئے۔ کبھی گالیاں دی گئیں، کبھی اوپر گند ڈالا گیا۔ کبھی مصطفیٰ ﷺ کو وطن سے بے وطن کیا گیا۔ کبھی مزمم، شاعر کہا گیا، کبھی حضور اکرم ﷺ

کے بچے کو گیارہ ٹکڑے کیا گیا۔ کبھی نبی کریم ﷺ کے یاروں کی میدان احد میں ستر لاشیں دکھائی گئیں، کبھی بیر معونہ کے مقام پر پورے وفد کو شہید کر دیا گیا۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں، جو دین میں محمد ﷺ نے تکلیف اٹھائی ہے کسی نے نہیں اٹھائی۔

پیغمبر ﷺ کا تین سال تک بائیکاٹ کیا گیا۔ کھانا بند، پینا بند، بولنا بند، صحابہ کہتے ہیں ہم نے جوتوں کو بھگو کر کھایا، صحابہؓ کہتے ہیں کہ ہم نے چمڑے کھائے درختوں کے پتوں کو کھایا کھجوروں کی گٹھلیاں کھائیں۔ ہمارے پاس کھانے کو کچھ نہیں تھا۔ درخت کی جڑوں کو کھایا نہ اللہ کے قرآن کو ہم نے چھوڑا۔ جینا حضور کریم ﷺ کا غلام ہوگا۔ خادم اسلام ہوگا، جتنا پیغمبر کا عاشق صادق ہوگا۔ جتنا مصطفیٰ کا حب دار اور جانثار رضا کار وفادار ہوگا، اتنا ہی سخت امتحان آئے گا۔

مولانا حق نوازؒ جیل میں

انشاءاللہ ایک دن آپ دیکھیں گے، آج تو حق نوازؒ جیل میں نظر آ رہا ہے نکلے گا تو شہباز بن کر، جانباز بن کر، حق نوازؒ آئے گا تو حق کی آواز بن کر، آئے گا تو مجاہد اسلام بن کر۔

وہ ہمارا بچہ ہمارا بھائی ہے ہم سے بہت چھوٹا ہے مگر اللہ نے جو اس سے کام لیا ہے اٹھارہ جماعتیں اس کی تائید میں تھیں۔ مولانا خان محمد صاحبؒ کندیاں والے آنکھوں سے آنسو بہا رہے تھے، تمام علما نے ان کے موقف کی تائید کی تمام نے اس کی حامی بھری آج حق نوازؒ اکیلا نہیں بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان کا ہر حق والا عالم حق نوازؒ کی۔

خمینی بھیڑیا

اب کچھ لوگ ہیں جو ایران کے بل بوتے پر خمینی بھیڑیے کی کی آواز پر اپنے آپ کو طاقت ور سمجھتے ہیں لیکن صداقت کامیاب ہوگی۔

اب بات کھل کر سامنے آ گئی کہ یہ لوگ مکے کے دشمن ہیں۔ جو لوگ صحابہؓ کے دشمن ہیں۔ وہی لوگ قرآن کے دشمن ہیں، وہی نبی اکرم ﷺ کے فرمان کے دشمن ہیں۔ وہی پیغمبرؐ کے مدینے کی اذان کے دشمن ہیں، وہی صحیح کلمے کہ اعلان کے دشمن ہیں۔ وہی محمد ﷺ کے خاندان کے دشمن ہیں۔

نوٹ: ان دونوں ایرانیوں نے مکہ میں حملہ کر دیا تھا سرزمین مکہ کو خون سے رنگین کیا تھا جس کی سزا کے طور پر کئی سال تک ایرانیوں کا مکہ میں داخلہ ممنوع تھا۔

ابھی جو کچھ مکہ میں ہوا ہے۔ میں نے شاہ فہد کو تار بھیجا ہے کہ آپ نے جو اِن کا صفایا کیا ہے اچھا کیا ہے۔ اب تک آپ صبر کرتے رہے۔ پچھلے سال انہوں نے مدینے میں گھراؤ کیا۔ مسجد نبوی ﷺ کا امن وسکون برباد کر ڈالا جہاں لوگ درود پڑھتے ہیں وہاں یہ ایرانی نعرہ لگا رہے تھے۔ ''اللہ اکبر خمینی رھبر. اللہ ھادی خمینی مھدی. لایلہ الا اللہ خمینی روح اللہ، لاالہ الا اللہ خمینی حجۃ اللہ. ''یعنی محمد رسول اللہ ﷺ نہیں بلکہ خمینی حجۃ اللہ۔ انشاءاللہ اس ملک میں خمینیت نہیں چلے گی۔ محمدیت ﷺ چلے گی۔

انہوں نے اس وقت آنسو گیس وغیرہ پھینک کر ان کے پاس پورٹ وغیرہ چھین کر واپس کیا۔

اب کی بار ایرانی غنڈوں نے مکہ کا گھراؤ کیا۔ میرے بہت سے عزیز مکہ میں رہتے ہیں انہوں نے مجھے فون پر بتایا کہ ایرانیوں کے پاس خنجر تھے اور پتھر تھے۔ وہی حرم جس کو خدا کہتا ہے من دخلہ کان امنا۔ جہاں مکھی مارنے کی اجازت نہیں۔ جہاں کوا مارنے کی اجازت نہیں۔ جہاں جوں مارنے کی اجازت نہیں۔ جہاں لڑائی حرام ہے، وہاں انہوں نے کعبہ والوں کو گھراؤ کیا۔ نہ اندر والوں نے کہا کہ اب تمہارا دماغ زیادہ خراب ہو گیا ہے۔ اس لئے اس کا آپریشن ہونا چاہیے۔ انہوں نے گولی چلائی اور جہنم رسید کیا۔ اب ایرانی کہہ رہے ہیں کہ یہ حاجی مارے گئے۔ یہ حاجی تھے یا فسادی تھی؟ (فسادی تھے) جو سعودی عرب والوں نے قدم اٹھایا وہ ٹھیک اٹھایا کہ نہیں؟ (ٹھیک اٹھایا) یہ حاجی نہیں تھے یہ غنڈے تھے۔ ان میں عورتیں بھی تھیں۔ کئی عربوں کو انہوں نے زخمی کیا۔ یہ وہاں لبیک وغیرہ نہیں کہہ رہے تھے نہ ہی احرام میں تھے۔ ان کا مقصد ہی فساد تھا۔

عربوں نے گولی چلائی اور ان کو پہاڑوں میں جا کر پھینکا۔

اب خامنائی نے ایران میں ایک بڑا جلسہ کیا ہے۔ تقریباً دس لاکھ ایرانی، شیطانی، ویرانی وہاں جمع ہوئے۔ عرب کو چیلنج دیا ہے کہ ہم مکہ اور مدینہ پر حملہ کریں گے۔ ہم بدلہ لیں گے۔ کیا یہ مکہ اور مدینہ پر حملہ کر سکتے ہیں؟ (نہیں) مکہ اور مدینہ کا محافظ کون ہے اللہ؟ (اللہ)

یہ ہمارا عقیدہ ہے کہ بیت اللہ، کلام اللہ، صلوٰۃ اللہ، رسول اللہ، دین اللہ۔ محافظ خود اللہ ہے۔

کل جس نے ابرہ کو برباد کیا تھا ابابیلوں کے ذریعہ سے۔ آج یہ ایرانی ابرہ تھے اور اللہ نے عرب والوں کو ابابیل بنا دیا تھا۔ اپنے گھر کی نگرانی خود گھر والا کرے گا۔ اور کر رہا ہے۔ اس سے پہلے بھی حلب والوں کے چالیس افراد پر مشتمل ایک گروہ نے حضور انور ﷺ کے روضے کو توڑنے کی کوشش کی (التمش کے دور کی بات ہے) تا کی ابوبکرؓ و عمرؓ کو نبی کریم ﷺ سے جدا کر لیا جائے۔ میں پچھلے سال عمرے پر گیا میں نے آنکھوں سے وہ جگہ دیکھی۔ خدا کی قسم وہاں کالے پتھر کا نشان ہے۔ چالیس آدمیوں کو خدا نے زمین چیر کر اندر غرق کر دیا۔ فرمایا جاؤ جہنم میں کتو! قیامت تک ابوبکرؓ و عمرؓ میرے محبوب سے جدا نہیں ہو سکتے۔ وہ خدا آج بھی موجود ہے۔ یہ ایران پوری دنیا میں فساد برپا کر رہا ہے۔ مجھے وقت نہیں چونکہ عید کی نماز بھی پڑھانی ہے ورنہ آپ کو بتاؤں۔

خسرو پرویز کا واقعہ:

اس ایران کا بڑا بادشاہ خسرو پرویز تھا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کا خط پھاڑا تھا۔ صحابی عبداللہ بن رواحہؓ خط لے کر گئے۔ خسرو نے کہا مجھے سجدہ کرو۔ صحابیؓ نے کہا سجدہ نہیں کروں گا۔ اس نے کہا میرے آداب شاہی بجالاؤ، صحابیؓ نے کہا میں تیرا غلام نہیں میں محمد ﷺ کا غلام ہوں۔ خسرو نے کہا اگر تو قاصد نہ ہوتا تو گستاخی پر تجھے قتل کر دیتا۔ عبداللہ ابن رواحہؓ نے تلوار ننگی کی اور تخت کے سامنے کھڑے ہو گئے اور فرمایا او کتا! اگر مجھے محمدؐ نہ روکتے تو تجھے بھی اسی تخت پر دو ٹکڑے کر دیتا۔ خسرو پرویز نے نبیؐ کے خط کو پھاڑا۔ آپ نے تاریخ نہیں پڑھی؟ جب خط پھاڑ کر پھینک دیا تو صحابیؓ کہنے لگا اے کاش تو مجھے دو ٹکڑے کر دیتا۔

میرے محمدؐ کے خط کی نافرمانی نہیں ہوتی۔ صحابیؓ روتے ہوئے واپس آئے۔ حضور انور ﷺ کو بتایا حضورؐ نے فرمایا۔ "اللھم مزقه کل ممزق"۔ مولا جس نے محمدؐ کا خط پھاڑا۔ اس کو اور اس کے ملک کو پھاڑ دے۔ محمدؐ کی جلالی بد عا عرش چیر کر پہنچ گئی۔ اللہ نے سنی۔ اور خدا نے اس کے بیٹے کو مقرر کر دیا۔ اس کے بیٹے نے کھڑے ہو کر باپ کو تلوار مار کر دو ٹکڑے کر دیا اور لاش کو پھینک دیا اور لاش کو کتوں نے کھایا۔ اس کا تخت اتر گیا۔ محمدؐ کی دعا یک لخت قبول ہوئی۔

حضور ﷺ نے فرمایا: "ھلک کسری فلا کسری بعدہٗ" یہ کسریٰ برباد ہوگا۔ پھر ایران میں کسریٰ نہیں آئے گا۔ جس نے محمدؐ کے خط کو پھاڑا خدا ان کو پھاڑ کر دکھ دے گا۔ وہ بد دعا آج بھی گونج رہی ہے۔ یہ تباہ ہو چکے ہیں۔

شیعیت کیا ہے؟

میں کہتا ہوں شیعیت کیا ہے؟ شیعیت صحابہؓ دشمنی کا نام ہے۔ شیعیت قرآن کا انکار کا نام ہے شیعیت اہل بیت کی گستاخی کا نام ہے۔ شیعیت منافقت کا نام ہے۔ شیعیت عبداللہ بن سبا کی سازش کا نام ہے۔ شیعیت عرب دشمنی کا نام ہے۔ صحیح ہے یا نہیں؟ (صحیح ہے)

مولانا حق نواز نے جو آواز اٹھائی ہے ہم تمام اکابرین کو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے بروقت ایسی آواز اٹھائی کہ پوری دنیا کو متوجہ کیا انشاللہ یہ حق کی آواز بلند رہے گی۔ قوم کو شعور آ چکا ہے۔ سپاہ صحابہؓ پیچھے ہٹنے والی نہیں۔ یہ تو تین شہید ہوئے ہیں (یہ ۱۹۸۷ء کی بات ہے) ہم سارے اپنی جان دے سکتے ہیں مگر نہ نبی کا دامن دے سکتے ہیں نہ نبی کا قرآن دے سکتے ہیں۔ ہم ملک میں فساد نہیں چاہتے ہم امن چاہتے ہیں فساد ان کے دماغ میں ہے جو بی بی عائشہؓ پر تبرا کرتے ہیں جو عائشہ کو نعوذ باللہ کتی کہتے ہیں جو عائشہ کو باندری کہتے ہیں۔ جو کہتے ہیں کہ محمدؐ نے عائشہؓ سے نکاح نہیں کیا تھا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کو نعوذ باللہ ایسے رکھا ہوا تھا۔ جو کہتے ہیں کہ ابوبکر، عمر فرعون وھامان تھے جو کہتے ہیں کہ قرآن شرابیوں نے لکھا ہے۔

نوٹ: یہ تمام باتیں شیعوں نے اپنی کتابوں میں لکھی ہیں۔ (مرتب)

یہ چیز نا قابل برداشت ہے۔ یہی بات میرے مجاہد اسلام شیر جھنگ نے کہی، نماز قربانی ہے، روزہ قربانی ہے، حج قربانی ہے توحید قربانی ہے۔ برادری بگڑ جائے گی لوگ الزام لگائیں گے، میں حیران ہوں کہ ایک فرقے نے کعبے پر حملہ کیا۔ ایک فرقہ کہتا ہے کہ روضے والے غلط ہیں یعنی شیعہ۔ دوسرے کہتے ہیں کہ محمد ﷺ کے مصلے والے غلط ہیں کافر ہیں۔ دیوبندی کہتے ہیں دین پوری کہتا ہے کہ محمد ﷺ آپ کا روضہ بھی پاک آپ کا مصلیٰ بھی پاک۔ مدینے کی گلیاں بھی پاک مدینے کی ہواؤں کے ذرے بھی پاک ہیں۔ ہمیں حضور ﷺ کے مدینے کی گلیوں کے ذروں سے بھی پیار ہے۔

مدینہ کی دھول میں بھی شفا ہے

یہ حدیث میں نے مسجد نبی ﷺ میں بیان کی تھی۔ جو راکرم ﷺ کے روضے کے سامنے میں نے پچیس تقریریں کی تھیں۔ وہاں میں نے یہ حدیث بیان کی تھی۔ غبار المدینه شفاء من کل داء۔ حضور ﷺ نے فرمایا میرے شہر کی دھول

میں میں بھی خدا نے شفا رکھی ہے۔

کافر سب اکٹھے ہیں

الکفر ملة واحدہ جو لوگ نعرے لگاتے تھے۔ شیعہ سنی بھائی بھائی یہ بات ہمیں سمجھ نہیں آئی۔ کچھ لوگ بھائی بھائی کے نعرے لگا رہے ہیں جو صحابہؓ کے دشمن ہیں آپ کے بھائی ہو سکتے ہیں؟ (نہیں) جن کا کلمہ علیحدہ ہے، جن کی اذان علیحدہ ہے، جو بی بی عائشہؓ پر تبرا کریں۔ جو حدیث کا انکار کریں جو نماز سے لے کر تمام اسلامی عقائد میں اختلافات کرتے ہوں۔ وہ آپ کے بھائی بن سکتے ہیں؟ (نہیں)

لوگوں نے بھائی بنا لیا اور کہا کہ ہم قبر پرست ہیں تم تعزیہ پرست ہو۔ تم یا علی مدد کہتے ہو۔ ہم یا رسول اللہ مدد کہتے ہیں۔ تمہارا محرم کا جلوس ہے ہمارا میلاد کا جلوس ہے تم صحابہؓ کے دشمن ہو ہم علماء کے دشمن ہیں۔ تم کہتے ہو روضے والے غلط ہیں ہم کہتے ہیں مصلے والے کافر ہیں۔ تم نے اذان کو درمیان سے بدل ہم نے شروع سے بدل دیا میں کہتا ہوں کہ وہ لوگ اپنے عقائد اللہ ہم کو عرب سے پیار کرنے والا بنائے۔

استقامتِ خلیلؑ

ایک حدیث سن لیں بڑی قیمتی ہے۔ جب خلیل کے کپڑے اتارے گئے اور رسہ کاٹا گیا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام چھ سو پر لے کے حضرت خلیلؑ کو بچانے کے لئے آئے۔ توجہ کرنا۔ حضرت خلیل نے پوچھا۔ من؟ کون ہے یہ کس کے چھ سو پر ہیں ہیں تخت کی طرح۔ جبرائیل نے کہا پرانا وفادار آپ کا یار میں جبرائیل ہوں۔ خلیلؑ نے پوچھا کہ خود آئے یا انہوں نے بھیجا ہے؟

رسہ کٹ گیا سارا پروگرام ہٹ گیا۔ سارے سہارے ٹوٹ گئے ایک اللہ کا سہارا باقی رہ گیا۔

خلیلؑ نے پوچھا خود آئے یا اس نے بھیجا ہے؟ جبرائیل نے کہا خود آیا ہوں مجھے جلیل نے نہیں بھیجا۔ فرمایا "ما الیک فلا حاجة" ہٹ جاؤ! آپ کی ضرورت نہیں ہے۔ خلیل جانے یا جلیل جانے۔

جبرائیل نے کہا کوئی پیغام ہو تو مجھے بتاؤ۔ آج حالات خراب ہیں۔ پیچھے لشکر کفار، آگے نار ہی نار، حالات دل آزار۔ خلیل نے کہا علمہ بحالی حسبی من سوالی، جو میرے حال کو جانتا ہے اسے مجھے کہنے کی ضرورت ہی نہیں۔ اللہ نے نار کو حکم دے دیا "یا نار کونی بردًا وسلمًا علیٰ ابراھیم" خلیل امتحان سے کامیاب ہو گیا۔

اللہ نے کہا پیاری چیز دو۔ ایک سو، دو سو، تین سو اونٹ ذبح کئے تیسری رات اللہ نے چھری دکھائی کہ بیٹے کی گردن پر چلائی جا رہی ہے ابا خلیل ہے۔ بیٹا اسماعیل ہے، اماں ہاجرہ ہے۔

آج ہماری مائیں بھی کچھ آزاد ہیں۔ لیڈی فیشن ہیں۔ اس اماں نے کہا کہ خلیل یہ تو ایک بیٹا ہے اگر اللہ قربانی کے لئے مانگتا ہے تو ستر ایسے بیٹے ہوتے تو اللہ کے نام پر قربان کر دیتی۔

CamScanner

مولانا حق نواز کے والد کا جواب

میں مولانا حق نواز پر خوش ہوں۔ان کے والد سے مل کر مجھے بڑی خوشی ہوئی ہے۔میں نے کہا تیرا بیٹا جیل میں ہے؟ کہنے لگا نہیں میرا بیٹا جہاد کر رہا ہے۔

یہ وہی بات ہے جو بی بی ہاجرہ نے کہی تھی۔بی بی ہاجرہ نے بیٹے کو سنوار کر روانہ کیا۔حضرت اسمٰعیل سے ابا نے کہا بیٹا! خدا نے کہا ہے کہ ذبح کرو۔بتاؤ بیٹا بھاگ جاؤ گے۔ڈر جاؤ گے۔گھر جاؤ گے کیا کرو گے۔عرض کی "یابت افعل ماتومر"

ابا جان اس کا آڈر ہے تو دیر نہ کر کہیں رب ناراض نہ ہو جائے۔آپ میری گردن پر چھری چلا دو انشاء اللہ مجھے بے صبرا نہیں پاؤ گے۔ابا مجھے اوندھا لٹا دو میں سجدہ میں پڑ جاؤ آپ میری قربانی کر دیں۔

ابا جان میرے ہاتھ پاؤں باندھ لو تا کہ میں تڑپوں تو کہیں میری ٹانگ آپ کو نہ لگ جائے کہیں ابا کی گستاخی نہ ہو جائے۔آج لوگ باپ کی داڑھی نوچتے ہیں باپ کو کہتے ہیں بھونک نہ۔بوڑھا مرتا نہیں۔بلکہ پاکستان کے چھا اخباروں میں میں نے پڑھا کہ یہاں کے بیٹوں نے باپ کو قتل کر دیا۔

وہاں وہ بیٹا ہے ابا جان مجھے اوندھا لٹا دیں۔رسی سے میرے ہاتھ پاؤں باندھ لیں آپ اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ لیں ایسا نہ ہو کہ میرا چہرہ حسین نظر آئے۔چھری چلانے میں دیر ہو جائے آپ نرمی کر جائیں۔تھوڑا توقف کر جائیں۔کہیں رب روٹھ کر قربانی کو واپس نہ کر دے۔ابا جان میرا خون آلود کرتا اماں کو دے دینا اماں کو یقین ہو جائے کہ اسماعیل قربان ہو چکا ہے۔

ایک موتی

اور آپ کو ایک موتی دے دوں۔حضرت اسحاقؑ کی لڑی سے ستر ہزار انبیاء ہوئے۔اسماعیلؑ کی لڑی سے ایک ہی در یتیم دریکتا، در بے بہا، ایک ہی "لولومکنون" محمد رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے۔

ایک موتی لے لو۔

ہمیں خلیل سے تعلق ہے یہ صفا مروہ ہاجرہ کی یادگار ہے۔یہ جمرہ اولیٰ، وسطیٰ یہ اسماعیل کی یادگار ہے۔

یہ بیت اللہ حضرت خلیلؑ کی یادگار ہے۔مقام ابراہیم خلیلؑ کی یادگار ہے یہ منیٰ میں قربانی حضرت اسماعیلؑ کی یادگار ہے۔یہ بیت اللہ کا طواف یہ مقام ابراہیم، حضرت خلیلؑ کی یادگار ہے۔

جس کی سب سے پہلے داڑھی سفید ہوئی، جس نے سب سے پہلے اپنا ختنہ کیا، وہ خلیل ہے۔

آج ہمارا دین وہی ہے۔جو حضرت خلیلؑ کی یادگار ہے۔مقام ابراہیم خلیلؑ کی یادگار ہے یہ منیٰ میں قربانی حضرت اسماعیلؑ کی یادگار ہے۔یہ بیت اللہ کا طواف یہ مقام ابراہیم حضرت خلیلؑ کی یادگار ہے۔

جس کی سب سے پہلے داڑھی سفید ہوئی، جس نے سب سے پہلے اپنا ختنہ کیا، وہ خلیل ہے۔آج ہمارا دین وہی ہے۔جو حضرت خلیلؑ کو ملا جو دین خلیل اللہ کو ملا وہی دین محمد رسول اللہ ﷺ کو ملا۔

CamScanner

آپ ﷺ نے فرمایا خلیل کی شکل مجھ سے ملتی ہے

نبی ﷺ فرماتے ہیں معراج کی رات جب میں گیا تو تمام انبیاء سے ملاقات ہوئی جب خلیل سے ملاقات ہوئی کان اشبہ بمحمد. خلیلؑ کی شکل میرے ساتھ ملتی جلتی تھی وہ بالکل میری طرح تھے۔ میں ذرا جوان تھا وہ ذرا عمر میں بوڑھے تھے فرمایا میں نے عرش پر دیکھا کہ خلیلؑ بچوں کو پڑھا رہے تھے۔ میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ فرمایا جن بچوں نے فرش پر قرآن شروع کیا پورا کرنے سے پہلے فوت ہو گئے۔ ان کو عرش پر میں قرآن مجید مکمل کروا رہا ہوں۔ (سبحان اللہ)

دعا کرو اللہ ہماری قربانی کو قبول فرمائے۔ (آمین)

آپ مولانا حق نواز پر ہر لحاظ سے اعتماد رکھتے ہیں؟ ان کی قربانی ان کی جرأت ان کی بے باکی، ان کی بہادری۔ ان کی دینی خدمت، ان کی شجاعت پر آپ کو یقین ہے؟ (ہے) آپ ان کے حکم پر لبیک کہنے کو تیار ہیں؟ (تیار ہیں)

مولانا آئیں گے۔ قرآن سنائیں گے، جھنڈا لہرائیں گے، دین بتائیں گے، آپ کو گلے سے لگائیں گے انشاء اللہ گھبرائیں نہیں۔

تندیٔ باد مخالف سے نہ گھبرا اے حق نواز
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لئے

مولانا ایک سرفروش بن کر آئیں گے۔ داعی حق بن کر آئیں گے۔ مولانا جیل سے آئیں گے تو مجاہد جانباز بن کر آئیں گے۔ انشاء اللہ۔

ابابیلوں کی جماعت

سپاہ صحابہ پورے ملک میں ابابیلوں کی جماعت ہے۔ شہبازوں کی جماعت ہے، جانبازوں کی جماعت ہے، سرفرازوں کی جماعت ہے، سرفروشوں کی جماعت ہے اب یہ قافلہ نکل چکا ہے۔ واپس نہیں ہوگا۔ (انشاء اللہ)

ان کا تعلق مکے اور مدینے سے ہے اکابرین سے ہے، جاؤ علماء دیوبند کی قبور پر جا کر کہہ دو عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی قبر پر جا کر کہہ دو۔ کہ تیرے فرزند کبھی تیرے جھنڈے کو گرنے نہیں دیں گے۔ (انشاء اللہ)

یہ اب تحریک بن چکی ہے۔ اب کوئی زبان تبرا نہیں کرے گی انشاء اللہ۔ اب کھلے بندوں بی بی عائشہؓ پر تبرا نہیں کیا جائے گا۔ ابوبکرؓ و عمرؓ کے خلاف گالیاں نہیں سنی جائیں گی۔

تاثرات خطیب اسلام حضرت مولانا عبدالشکور دین پوریؒ (مدفن دین پور)

امیر عزیمت مولانا حق نواز نے جو کام شروع کیا ہے میں اس سے بہت خوش ہوں، میں ان کے کارکنوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوا، انہوں نے کارکنوں میں جو اسپرٹ بھری ہے قوم میں جو روح پھونکی ہے، ان کی رگوں میں جو خون دوڑایا ہے، وہ قابل صد مبارک باد ہے۔

اور میں کہتا ہوں حق نواز دشمنِ صحابہؓ کے لئے موت کا پیغام ہے۔ حق نواز ایک تحریک کا نام ہے..... حق نواز اہلسنت کے ایک سرپرست کا نام ہے..... حق نواز محمد ﷺ کے عاشق کا نام ہے..... الحمدللہ میں اس حق کی آواز کے لئے بجوش وخروش، بہ ہوش وحواس، ان کے دوش بدوش ہوں، اللہ تعالیٰ حق کو سربلند فرمائے آمین۔ مولانا حق نواز نے جو کام کیا ہے اس سے مجھ سمیت اٹھارہ جماعتیں ان کی تائید میں ہیں۔ تمام علماء نے ان کے موقف کی حامی بھری ہے۔ آج مولانا حق نواز اکیلے نہیں بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان کا ہر حق گو عالم ان کی تائید کرنے والا بن چکا ہے۔ مولانا حق نواز کی اس تحریک سے قوم کو شعور آ چکا ہے اور مولانا حق نواز کا یہی موقف ہے کہ ہم ملک میں فساد نہیں چاہتے ہم امن چاہتے ہیں، دراصل فساد ان کے دماغ میں ہے جو بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تبرا کرتے ہیں۔ یہ چیزیں ناقابلِ برداشت ہیں۔ یہی بات میرے مجاہد اسلام شیرِ جھنگ، جس سے شیعیت تنگ، اسی شیر جھنگ نے یہ رنگ دکھایا ہے کہ ایسی زبان گدی سے نکال لیں گے، ایسا ہاتھ کاٹ دیں گے، ایسی آواز دبا دیں گے جو صحابہؓ کے خلاف اٹھے گی۔ اس ملک میں صحابہؓ واہل بیتؓ کی عظمت کا جھنڈا بلند رہے گا۔ ان شاء اللہ

مولانا حق نواز ایک سرفروش بن کر آئے ہیں، داعی حق بن کر آئے ہیں، مجاہد جانباز بن کر آئے ہیں، اور سپاہِ صحابہ، صحابہؓ کے پروانوں کی جماعت، پورے ملک میں ابابیلوں کی جماعت ہے، شہبازوں کی جماعت ہے، سرفرازوں کی جماعت ہے، سرفروشوں کی جماعت ہے، اب یہ قافلہ نکل چکا ہے کامیاب ہونے سے پہلے واپس نہیں آئے گا۔ انشاء اللہ

(ماخوذ خطبات دین پوری ج ۲)

✿✿✿✿

محمد رسول اللہ — بلال اللہ — صحابہ رضی اللہ عنہم

حب صحابہ رحمت اللہ

بغض صحابہ لعنت اللہ

ہو رزمِ کفر و حق تو بدر ہے نمازِ زندگی
خمینیت ہو سامنے تو حق نواز زندگی

ہم

امیر عزیمت، امیر کاروانِ ناموسِ صحابہؓ، شیر اسلام

مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

اور ان کے جانشین

ایثار القاسمی رحمۃ اللہ علیہ — شہید ناموس صحابہ — ایم این اے

ضیاء الرحمن فاروقی رحمۃ اللہ علیہ — شہید ملت اسلامیہ — علامہ

محمد اعظم طارق رحمۃ اللہ علیہ — شہید ناموس صحابہ — ایم این اے

علی شیر حیدری رحمۃ اللہ علیہ — حمزہ امت عظیم اسلام — علامہ شہید

اور دیگر سینکڑوں شہداء کارکنان کی عظمت کو سلام عقیدت پیش کرتے ہیں

امیر کاروان قائد تحریک انقلاب — حضرت مولانا محمد احمد لدھیانوی صاحب حفظہ اللہ

کرپست قافلہ حق — حضرت خلیفہ عبدالقیوم صاحب حفظہ اللہ

شاہین اہل سنت — جناب ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں صاحب حفظہ اللہ

کی قیادت پر مکمل اعتماد کے ساتھ ان کی خدمات کو

خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے تحریک ناموسِ صحابہ کی کامیابی کے لئے دعا گو ہیں

حاجی غلام مصطفیٰ جدون و کارکنان سرحد

مولانا حق نواز شہیدؒ ایک "نفسِ مطمئنہ"

امیر عزیمت شہید کی جدائی کے موقع پر

خطیب العصر مولانا سید عبدالمجید ندیم مدظلہ کی دو یادگار تقریریں

اعوذباللہ من الشیطن الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم. ام حسبتم ان تدخلوا الجنّة ولمّا یاتکم مثل الذین خلوا من قبلھم مسّتھم البأسآء والضّرّاء وزلزلوا حتّٰی یقول الرّسول والّذین اٰمنوا معہٗ متٰی نصر اللّٰہ ؕ الآ ان نصر اللّٰہ قریب. صدق اللّٰہ العظیم.

تمہید:

عمائدین واکابرین ملت برادران اسلام بزرگان محترم انجمن سپاہ صحابہ کے عزیز نوجوانو۔ سب سے پہلے میں آپ سب حضرات کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ میری درخواست پر بہت ہی شارٹ نوٹس پر آج آپ نے بگڑے ہوئے موسم میں سنور کر دکھایا۔ دوستوں کا خیال تھا کہ صبح سے بارش کا سلسلہ بلکہ رات سے بارش کا سلسلہ شروع ہے سردی نے بھی آخر کروٹ لے لی۔ لیکن میں اللہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کہ آپ حضرات پوری ذمہ داری کے ساتھ یہاں تشریف لائے۔ مجھے آپ پر فخر ہے۔ کوئی لمبی چوڑی بات کرنے کی گنجائش نہیں۔ اگر سچ پوچھیں تو میں ل سے تقریر کرنا بھول گیا ہوں۔ کوشش کرتا ہوں بات نہیں بنتی۔

حق نواز شہید کی جدائی

جھنگ کے دوست مجھ پر ناراض ہیں۔ ان کے بار بار فون آرہے ہیں کہ آپ نہیں آئے۔ میں نے بھی ایک بات ان سے کہی ہے کہ تم نے ایک لمحے کے لئے بھی اسے تنہا کیوں چھوڑا؟ میں یہیں ہوں آپ کے لئے مجھے آپ کے جذبات کا علم ہے۔ میں نے کل آپ کو درخواست کی۔ میں نے آپ کو قابو میں رکھا اللہ آپ کو اس سے زیادہ ذوق جہاد عطا فرمائے کہ آپ نے نہ چاہتے ہوئے میری بات کو تسلیم کیا۔ حالانکہ کل کا جلوس آپ میں سے جو دوست جانتے تھے کہ عبدالمجید ندیم بھی آرہا ہے وہ ہاتھ اٹھالیں میرا خیال ہے کہ کسی کو پتہ نہیں تھا۔ جس کو یہ علم تھا کہ جلوس میں میں شرکت کر رہا ہوں وہ ہاتھ اٹھادیں

(نہیں پتہ تھا) کیوں کہ میں تو ساڑھے بارہ بجے یہاں پہنچا بارڈر کشمیر سے.... مجھے قاری عطاء الرحمان صاحب نے آتے ہی یہ دل خراش خبر سنائی میں نے اس وقت سوچا کہ میں اس وقت جنازے میں تو نہیں پہنچ سکتا۔

تو ایسے لوگوں کو گھر ہر جگہ ہوتا ہے میں نے کہا کہ میں یہیں اپنی برادری میں بیٹھ جاتا ہوں۔ میں نے کل نماز جنازہ پڑھائی دوست مجھ پر ناراض ہو گئے کہ تم حنفی نہیں ہو۔ میں نے کہا کہ پتہ نہیں میں کیا ہوں؟ مجھے معاف کر دیں۔

کچھ باتیں وجدانی ہوتی ہیں

کچھ باتیں وجدانی ہوتی ہیں۔ جن کا کتب خانوں اور لائبریریوں سے تعلق کم ہوتا ہے دل کے معاملات ہوتے ہیں۔ فاروق اعظم مدینہ کی گلیوں میں ہو کھوئے ہوئے پھرتے تھے ان کا عقیدہ تھا کہ ہر انسان پر موت آنی ہے۔ وہ حضور کو انسان سمجھتے تھے۔ لیکن وہ پھر بھی کہہ رہے تھے کہ اگر کسی نے کہا کہ حضور فوت ہو گئے تو میں اس کا سر اڑا دوں گا۔ میں علماء سے معافی چاہتا ہوں مجھے معاف کر دیں۔

مولانا ابھی فرما رہے تھے مولانا حبیب الرحمان صاحب کہ صوبائی سربراہ کہتا ہے گرفتار کرو اور مرکزی سربراہ بھی کہتے ہیں کہ گرفتار کرو۔

میں کس کے ہاتھ پر اپنا لہو تلاش کروں
تمام شہر نے پہنے ہوئے ہیں دستانے

حکومت کر رہے ہو یا شاعری کر رہے ہو۔ اپنے بیٹے کو گود میں لئے بیٹھی ہو۔ اس لئے کہتی ہو کہ گرفتار کرو تم اس ماں سے کیوں نہیں پوچھتی جس کے بیٹے کو ریزہ ریزہ کر دیا۔ تم ہمارے دل سے کیوں نہیں پوچھتی۔

اسلام کے ٹھیکیدار صاحب! وقت ہے اب بھی سیاست مت کرو۔ اسلام کے ٹھیکیدار صاحب رب کعبہ کی قسم احسان الٰہی ظہیر شہید کی طرح اگر تم نے اس کیس کو تاخیری حربوں اور اخباری بیان بازیوں کی بھینٹ چڑھایا خدا کی قسم نتائج سنگین ہوں گے۔ اور اس کی ذمہ داری تم پر ہوگی۔

میں نے آج کا یہ اجتماع اس لئے بلایا تھا کہ مجھے اس وقت کوئی گائیڈ لائن مل جائے گی اور میں آپ کو بتاؤں گا۔ لیکن یہ مسئلہ نہ تحصیل کا ہے نہ ضلع کا ہے نہ صوبے کا ہے یہ ملک وملت کا اجتماعی مسئلہ ہے۔ اور اس کے لئے میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اجتماعی طور پر جدوجہد کی جائے گی۔ مجرم زیادہ دیر تک زندہ نہیں رہ سکیں گے۔ (انشاء اللہ)

خدا کی عنائیت کی بات

ایک اس کی عنائیت کی بات بتاؤں میں نے شاہ صاحب سے کہا کہ بیٹھو کچھ باتیں کرنی ہیں۔ اس کی) خدا کی) عنائیت کی بات بتاؤں۔ جس لعنتی نے گولی چلاء ہے وہ جا کر ایک سابق ایم این اے کے ہاں پناہ گزین ہوا۔ کیوں کہ وہ دیکھا جا چکا تھا پولیس وہاں تک پہنچ گئی۔ اس کے پشت پناہ کو بھی دھر لیا۔ مجھے جھنگ کے دوستوں نے بتایا کہ وہ خود بھی پکڑا گیا اور اس کے پناہ دینے والے نے جب دیکھا کہ میں بھی نہیں بچتا ہوں تو اس نے اسی طرح خود کو گولی مار لی جس طرح فاروق اعظم

کے قاتل نے خود کو مار ڈالا تھا۔

حق نواز زندہ ہو گیا ہے

میرے عزیز نوجوانو! ایک بات میں نے کل بھی کہی تھی پھر دھرا دیتا ہوں یہ جو سینے کی آگ ہے اس کو سٹور کر کے رکھیں وقت پر اس کو ہم نے استعمال کرنا ہے (انشاء اللہ) Serious ہو جائیں۔ Please be serious

حضرت عثمانؓ پر جب صیہونی لابی کے زرخرید درندوں نے تیغ ستم کھینچی تو حضرت معاویہؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت سیدہ عائشہ صدیقہؓ یہی کہہ رہے تھے۔ قاتلوں کو ڈھیل مت دو ورنہ خود سزا بھگتو گے۔ قاتلوں کو ڈھیل نہیں ملنی چاہیے یہی کہا گیا تھا؟ (جی)۔

شاید بھول جاؤں کیونکہ میرے حواس درست نہیں ہیں۔ ابھی کچھ دوست کہہ رہے تھے حق نواز کی شہادت کے بعد یہاں کئی حق نواز پیدا ہو جائیں گے۔ مرنے کے لئے۔ مرنے کے لئے تو ہم تیار ہیں (انشاء اللہ) ایک بات بڑے آرام سے کہہ دینا چاہتا ہوں۔ سبائی لابی کے ایجنٹوں کو کہ حق نواز ان کرداروں کے پاس پہنچ گیا ہے جن سے وہ محبت کرتا تھا۔ وہ زندہ ہو گیا ہے اب تمہاری موت آ رہی ہے۔

میرے عزیز نوجوانو! اب یہ کہا کرو میرے علماء کرام برادران اب اپنے دوستوں اور رضا کاروں کو یہ کہیں کہ اب تمہیں معاویہ بن ابی سفیان کی جلالت کا سامنہ کرنا ہوگا۔ (انشاء اللہ) اب چن چن کر منافقین کا بیج مٹایا جائے گا۔ انشاء اللہ۔

اپنی صفوں کی تطہیر کریں

میرے عزیز! ایک بات یرے عزیز نوجوان نوٹ کر لیں۔ کل بھی کچھ نوجوانوں پر میری بات گراں گزری لیکن میں اس بچے کا منہ چوم لوں تو بھی میرے دل کی تسکین نہ ہوگی۔ یہ کچھ کرنا چاہتے تھے۔ لیکن میں اشارہ کرتا تھا نہیں تو آنکھیں تو برستی تھیں۔ لیکن بات میری مانتے تھے۔ یہ خوبی اپنے اندر قائم رکھو۔

کبھی ایسے ہوتا ہے کہ ارباب علم و دانش جب مفاہمت کی گفتگو آخری نہج پر پہنچی سیدنا علی المرتضیٰؓ اور سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے مابین تو مٹھی بھر شر پسندوں نے ایک تیر سے دو شکار کر لیے۔ انہوں نے کیا کیا۔ وہ ٹولیاں بن گئیں ایک ٹولی نے حضرت علیؓ کے لشکر میں تلوار چلا دی۔ اور ایک ٹولی نے حضرت سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے بیٹوں میں تلوار چلا دی۔ تھی وہی ایک ہی لابی تھی۔ اس لابی کے کچھ کردار ادھر چلے گئے کچھ کردار اُدھر چلے گئے۔ انہوں نے ادھر تلوار چلا دی انہوں نے ادھر تلوار چلا دی۔ جو ادھر گئے تھے انہوں نے کہا کہ عائشہ کیساتھ آنے والوں نے عہد شکنی کی ہے اور جو ادھر تھے۔ وہی انہوں نے کہا کہ علی والوں نے عہد شکنی کے ہے۔ منافق ذوالوجہین نہیں ہوتا۔ ذوالوجود ہوتا ہے۔ پھر پتہ ہے کیا ہوا؟ پھر چنگاری شعلہ بنی اور قرآن کے حافظ وہ مجاہدین جن کے گھوڑوں کی ٹاپوں کی قسمیں اللہ نے قرآن میں کھائیں ہیں وہ ایک دوسرے کی تلواروں میں ریزہ ریزہ ہو گئے ایک دوسرے کی تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ بارہ ہزار لاشوں کا انبار لگ گیا۔ اپنی صفوں میں

ایسے تخریب کاروں پر ہمیشہ نظر رکھنا۔ یہ میری بات ہمیشہ یاد رکھنا۔ جو تمہارے اندر گھس آتے ہیں تمہارے ساتھ نعرے بھی لگاتے ہیں۔ تم سے زیادہ جذباتی ہو کر تا کہ تم یہ سمجھو کہ ہمارے ہیں۔ لیکن وہ یہی کردار ادا کریں گے کہ آپ کا بنا بنایا کھیل بگاڑ ڈالیں۔ لہٰذا ہاتھ سے ہاتھ پکڑ کر قدم سے قدم ملا کر ہوشیار ہو کر دائیں بائیں دیکھتے ہوئے قائدین جس طرح آپ کو Line of Action دیں قائدین کی طرف سے جو آپ کو ہدایت ملیں ہر قدم اس کے مطابق اٹھائیں۔ ہر قدم اس کے مطابق اٹھائیے۔

حق نوازؒ بہادر اور اس کے قاتل گیدڑ

علماء گواہ ہیں بیر معونہ کے شہداء پر جنہوں نے تیغ ستم کھینچی تھی۔ ان کا کیا انجام ہوا تھا۔ ان پر طاعون کی وبا آئی ایڑھیاں رگڑ رگڑ کر مرے..... وہ (حق نواز) سرفراز ہو گیا ہے، بول و براز کی زندگی کو چھوڑ کر جنت الفردوس کی زندگی میں پہنچ گیا ہے۔ اب اس کے قاتلوں کی موت آئی ہے۔ انشاء اللہ۔

مجھے آپ اگر اجازت دیں مجھے ان ناموں کے اظہار پر اصرار نہ کریں اس میں حکمت ہے۔ اور اگر آپ زیادہ اصرار کرتے ہیں تو میں نام لے لیتا ہوں۔ ایک نام طاہر ہے۔ طاہر ہے وہ ایک نام جس نے گولی چلائی جس نے گولی چلائی وہ طاہر ہے۔ وہ لعنتی تو ہے۔ آپ کہیں بھی تو کیا فرق پڑتا ہے۔ اصل بات میں آپ کو بتاؤں۔ یہ لکڑی اصل چیز نہیں ہوتی۔ اصل چیز وہ ہاتھ ہوتا ہے۔ جو اس کو استعمال کرتا ہے۔ آپ اس لکڑی کو لعنتی لعنتی کہہ رہے ہیں۔ مجھے آپ کے چند نعروں سے اختلاف ہے۔ آ جذبات میں آ کر چند ٹکے کے آدمیوں کا نام لے رہے ہیں۔ آپ یہاں نعرے لگا کر اور آپ ان کو اتنا بڑا کریڈٹ دے رہے ہیں کہ ان کی مارکیٹ اَپ ہو جائے۔ آپ ان کو قیمتی بنا رہے ہیں۔ نعرے نہ لگائیں ان دو دو ٹکے کے کتوں کے۔ آپ ان کتوں کے نعرے لگا رہے ہیں۔ مولانا آپ ان کی مارکیٹ بڑھا رہا ہیں۔

حق نواز جیسے بہادر انسان کے سامنے ان گیدڑوں کا کام نہیں ہے کہ یہ مقابلے میں آتے اس کے مقابلے میں آنی والی قوت ہم جانتے ہیں وہ ہمیں معلوم ہے۔ آپ ان کو یہ کریڈٹ کیوں دیتے ہیں۔ اتنا بڑا کریڈٹ دے رہے ہیں۔ پہلوان بنا رہے ہیں تا کہ وہ اپنے حلقے میں بیٹھ کر کہیں کہ ہم اتنے قیمتی آدمی ہیں کہ ہمارے نام کے وہاں نعرے لگائے جا رہے ہیں۔ اور ہمیں لعنتیں بھیجی جا رہی ہیں۔ ہم نے کام کر کے دکھا دیا کہ نہیں دکھا دیا۔ تم ان باتوں کو نہیں سمجھتے۔

قائدین کی اقتداء کریں

ہم انشاء اللہ عنقریب ملکی سطح پر ایک نمائندہ اجلاس بلا رہے ہیں تمام مکاتب فکر کے علماء کا آپ اس وقت تک اپنے قائدین کی ہدایات پر چلیں۔ کوئی توڑ پھوڑ مت کیجئے۔ میں آپ کو پھر کہہ رہا ہوں۔ آپ کی جیت اسی میں ہے کوئی توڑ پھوڑ مت کیجئے۔ کسی کی دوکان پر اینٹ نہ ماریئے۔ اس لئے کہ جیسے بھی عباسی صاحب فرما رہے تھے۔ آپ کے پاس اینٹیں اور پتھر ہیں انہوں نے کلاشنکوفیں جمع کی ہوئیں ہیں۔ ہمیں اس سلسلہ میں لائحہ عمل تیار کر لینے دیجئے میں یہ باتیں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ آپ مانا کرتے ہیں باتوں کو میں اس لیے کہہ رہا ہوں۔ وہ دن بھی یاد ہے جب یہاں ہم نے جلوس نکالا تھا گیارہ جنوری کو۔ غالباً

چوراسی تھا۔ آپ سب کا تقاضا تھا کہ ہم جلوس لے کر جاتے ہیں۔ ہم نے آپ کو کہا تھا کہ پس آپ یہیں سے منتشر ہو جائیں اور آپ منتشر ہو گئے۔ پھر ختم نبوت کی کانفرنس اس مقام پر ہوئی۔ اس دن کے آپ کے جذبات بھی مجھے اچھی طرح یاد ہیں۔ لیکن ہم نے جو آپ سے کہا آپ نے وہی کیا آپ ایک منظم سمجھدار اور باشعور قوم ہیں۔ اللہ کے فضل وکرم کے ساتھ۔

ہم ایک نمائندہ اجتماع تمام مکاتب فکر کے علماء کو بلا رہے ہیں جن میں تمام اکابرین شرکت کریں گے۔ اس سلسلہ میں مجلس عمل بنے گی۔ اور ایک لائحہ عمل مرتب کیا جائے گا۔ فی الوقت اس اجتماع کے حوالہ سے میں پریس کے دوستوں کو کہہ دینا چاہتا ہوں انٹیلی جنس کے حضرات کو بھی کہہ دینا چاہتا ہوں کہ وہ صدر صاحب تک یہ بات پہنچائیں فوری طور پر قومی اسمبلی کا اجلاس بلایا جائے۔ اس مسئلے پر اور اسلام کا نام لینے والے جتنے ممبران قومی اسمبلی ہیں وہ سب کے سب ایک متفقہ قرارداد پیش کریں کہ دشمنان صحابہ منکرین قرآن، منکرین عصمت انبیاء اور مذہب کے لبادے میں یہ سیاسی دہشت گرد اسلام کے بھی دشمن ہیں پاکستان کے بھی دشمن ہیں، یہ بیرونی لابی کے ایجنٹ ہیں۔ اسلام کے نام لیوا تمام ممبران اسمبلی کو یہ متفقہ قرارداد پیش کرنی چاہیے کہ انہیں وہی مقام دیا جائے۔ جو قادیانیوں کو دیا جا چکا ہے۔ اسمبلی قرار دے۔

اصل کام قاتلوں کا انجام ہے

رہی ہماری بات کہ ہم کیا کرتے ہیں قاتلوں کا گرفتار ہونا اصل بات نہیں۔ میں آپ کو بتاؤں قاتل تو ہم نے ساہیوال میں بھی گرفتار کرائے تھے کیا ہوا تھا اس دن ہمارے چند جذباتی نوجوان اتھے اور انہوں نے قادیانیوں کی عبادت گاہ پر لکھا ہوا جو کچھ دینی عبارتیں تھیں۔ اسلامی عبارتیں تھی۔ وہ مٹانے کی کوشش کی۔ ہمارے ایک افسر صاحب مجھ کہنے لگے یہی، شاہ صاحب دیکھئے کچھ بھی ہو کلمہ لکھا ہوا تھا کیا ہوا یہ کلمہ کیوں مٹاتے ہیں۔ میں نے کہا کہ بیت الخلاء میں اگر قرآن کی آیت لکھی ہوئی ہو تو اس کو نہیں مٹانا چاہیے "وضع شیء فی غیر محلہ" اس نے کہا میری توبہ میری تو اب سمجھ میں آئی۔ see ان کو ذرا دیر سے بات سمجھ میں آتی ہے۔ ہمارے نوجوانوں نے جا کر وہ عبارتیں مٹانا شروع کر دیں۔ اور جیسے میں نے آپ کو پہلے کہا کہ وہ مسلح بیٹھے تھے۔ انہوں نے گولی ماری اور وہیں بھون ڈالا۔ ہم جب وہاں پہنچے تو لاشیں وہیں پڑیں تھیں۔ ہم جب ساہیوال پہنچے ہم وہاں بیٹھ گئے اور اس وقت انہوں نے قاتل گرفتار کر کے ہمیں دکھائے مجھے خود لے گئے۔ میں تھا وہاں کے ایڈووکیٹ ہیں مولانا حبیب اللہ صاحب تھے اللہ انہیں غریق رحمت کرے وہ تھے انہوں نے ہمیں وہ قاتل دکھائے کہ یہ ہیں۔ یہ لیجئے لیکن پھر پتہ کیا ہوا پھر وہی عدالتی پیچیدگیاں۔ وہی قانونی پیچیدگیاں۔ آج نتیجہ کیا ہے کہ وہ آزاد پھرتے ہیں۔ کیونکہ وہ مارشل لاء کا زمانہ تھا۔ اور انہوں نے آ کر چونکہ ملک وملت کو موسم بہار سے آشنا کیا۔ نئے حکمرانوں نے تو تمام قیدیوں کو آزاد کیا تو اس میں وہ بھی آزاد ہو گئے۔

حق نواز کی شہادت نے منزل قریب کر دی ہے

ہم نے یہ بھی مطالبہ کرنا ہے کہ گرفتاری پر ہم مطمئن نہیں ہوں گے بلکہ شرعی عدالت جو آپ نے بنا رکھی ہے اس میں اگر کوئی جان ہے شرعی عدالت میں بیٹھے ہوئے وہ جج جنہیں بنگلے بھی ملے ہوئے ہیں جنہیں تنخواہ بھی مل رہی ہے جو قوم کے

خزانے سے دی ہوئی موٹروں میں بھی گھومتے ہیں پٹرول بھی جلاتے ہیں۔ہم ان سے بھی اپیل کرتے ہیں کہ وہ اس سلسلہ میں اپنا کردار ادا کریں۔ ورنہ Ressign کریں۔شرعی عدالت میں اس کیس کو پیش کر کے اسی طرح فیصلہ کیا جائے جیسے سعودی عرب میں ہوتا ہے اس کیس پر چند سال چند مہینے چند ہفتے نہیں چند دنوں میں اس کا فیصلہ ہونا چاہیے۔ہم ساری باتیں اپنے ذہن میں رکھتے ہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے آپ مطمئن رہیں۔انشاء اللہ تھوڑا سا آپ ہمیں ٹائم دیجئے اور دعا کیجئے۔اللہ ہماری مدد فرمائے (آمین) انشاء اللہ جیسا کہ آپ کہہ رہے ہیں۔قربانیوں سے منزل قریب ہو جایا کرتی ہے۔وہ وقت بہت قریب ہے جب یہاں دشمنان صحابہ کا بیج دیا جائے گا اور اس ملک پر قرآن وسنت کی حکمرانی ہوگی۔

☆

خطبہ:۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم. بسم اللہ الرحمن الرحیم. ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ ولما یاتکم مثل الذین خلوا من قبلکم مستھم الباساء والضراء وزلزلوا حتی یقول الرسول والذین امنوا معہ متی نصر اللہ الا ان نصر اللہ قریب. صدق اللہ العظیم

تمہید

بزرگان محترم۔عزیز دوستو!

تقریروں کا دور گزر چکا ہے۔مجھے اس سفر میں تقریباً چوبیس پچیس برس ہونے کو آگئے ہیں۔یہ زخم نیا نہیں۔اگر تمہیں یاد آئے تو عثمانؓ کا خون بھی تمہیں بلا رہا ہے۔تمہارا حافظہ کام کرتا ہے۔تو محراب مسجد میں تڑپائے جانے والے فاروق اعظمؓ کا خون بھی تمہیں یاد کر رہا ہے۔اگر تم بھولے نہیں ہو تو اس مشن پر جان دینے والے شاہ عبدالعزیز محدثؒ کا خون بھی تمہیں یاد کر رہا ہے۔

وعدہ کیجئے اور وعدہ لیجئے

آج مولانا حق نواز شہیدؒ انہیں درندوں کی بربریت کا نشانہ بن گئے۔جنہوں نے ملت اسلامیہ کے سینے میں ہر دور میں خنجر گھونپا ہے۔میں نے رات بھی ایک بات کہی تھی راجہ بازار راولپنڈی میں اور آج آپ سے یہ کہنے کے لئے آیا ہوں کہ ہم تقریریں بہت کر چکے ہیں۔آپ نعرے بہت لگا چکے ہیں۔آج آپ مجھ سے ایک وعدہ کیجئے اور مجھ سے بھی وعدہ لیجئے۔

میں نے تو جب سے یہ خبر سنی ہے۔میرا اللہ جانتا ہے کہ میں اپنی زندگی میں پوری زندگی میں پچاس برس کے قریب ہونے کو ہوں۔ایک نیا ولولہ اور ایک نئی حدت محسوس کی ہے۔دل نہیں چاہتا کہ میں کھڑے ہو کر تقریریں کروں۔انتظامیہ نے ہر دور میں ریفری کا کردار ادا کیا ہے۔ہم نے بہت سے کیس دیکھے ہیں کہ قاتل پکڑے گئے۔پھر برطانوی قانون کی پیچیدگیوں میں وکلاء کی بحث وتمہید میں اور لمبی پیشیوں میں وہ کچھ عرصہ کے بعد دندناتے پھرتے ہیں۔ساہیوال کے شہداء ختم نبوت کے قاتل بھی زندہ ہیں۔سکھر کے شہداء ختم نبوت کے قاتل زندہ ہیں ان کا کچھ نہیں بگڑا۔قاتل شاید اب بھی وہ سزا نہ

پاکیں جو انہیں ملنی چاہیے۔ اور اگر انہیں فی الوواقع سزا مل بھی جائے تو حق نواز تو نہیں آئے گا۔

مجھ سے آپ یہ وعدہ کیجئے کہ ہم انشاء اللہ عنقریب قومی سطح کا اجلاس بلا کر فیصلہ کرنے والے ہیں۔ میں ذاتی طور پر کوئی بات آپ سے نہیں کہوں گا۔ قومی سطح کے اس اجلاس میں جو فیصلے ہوں گے ان فیصلوں کی تعمیل کرنے کے لئے آپ تیاری کیجئے انشاء اللہ چوبیس گھنٹوں میں چوبیس منٹ بھی غفلت میں مت گزاریے۔ نظریاتی زندگی گزارنے کے خوگر بن جائیے۔ اپنا مال اپنا بزنس اپنی ملازمت اپنی تجارت اپنی جوانی اپنی فکر اور اپنی سوچ اصحاب اہل بیت رسول کی عزت وناموس کے تحفظ کے لئے گزرارنے کا عہد کر لیجئے۔ انشاء اللہ

ہماری تاریخ قربانیوں سے بھرپور ہے

وہی قومیں زندہ رہا کرتی ہیں جو قربانیاں دینا جانتی ہوں۔ ہماری تو تاریخ ہی قربانیوں کی ہے۔ ہم قربانیاں دیں گے۔ انشاء اللہ بدر سے بیر معونہ کے شہداء سے لے کر شاملی اور بالاکوٹ تک ہماری تاریخ قربانیوں سے بھری پڑی ہے ہم قربانیاں دیں گے انشاء اللہ لیکن اس مظلوم کے قاتلوں کو جیسا کہ میں نے رات کہا تھا۔ سبائی درندوں نے عثمان ابن عفانؓ کو ذبح کیا تو وہ سمجھے کہ ہمارے راستے کا کانٹا ہٹ گیا۔ انہیں معلوم نہیں تھا کہ معاویہ بن ابی سفیان زندہ ہے اور وہ چن چن کر منافقین سے دھرتی کا سینہ چاک کرنے والا ہے۔

مین بتا دینا چاہتا ہوں یہ بات کہ اصحاب واہل بیت رسول کے دشمنوں کو اب معاویہ کے کردار کی جلالت کا سامنا ہوگا اور یہ مٹھی بھر تخریب کار جو پڑوسی ملک کے پٹرول کے کنوؤں پر آدم خور بنے ہوئے ہیں۔ وہ دیکھ لیں گے۔ کہ اس ملک کی واضح اکثریت 95 فیصد مسلمان اہل سنت والجماعت کے غیظ وغضب کا سامنا کرنا ان کے بس کی بات نہیں ہوگی انشاء اللہ۔

اصل قاتلوں کو گرفتار کرو

آپ نے بیدار ہونا ہے اور اپنی صفوں میں گھسے ہوئے ان ایجنٹوں پر بھی نظر رکھنی ہے۔ میں نے رات بھی ایک بات کہی تھی۔ جس نے گولی چلائی ہے ملعون طاہر اس کا نام ہے وہ تو پولیس نے پکڑ لیا ہے اسے لیکن طاہر کے ہاتھ میں پستول دینے والے اس کے حوصلے بڑھانے والے اس کو خریدنے والے اور اس کو بچا لینے کی یقین دہانی کرانے والے اصل عناصر وہ ہیں اصل قاتل ہوہ ہیں اور ان میں صرف مونچھوں والے ہیں کچھ داڑھیوں والے بھی ہیں۔ ان میں وہ بھی ہیں جو خود کو بظاہر اہل سنت والجماعت میں سے شمار کراتے ہیں لیکن وہی ہیں جنہوں نے انجمن سپاہ صحابہ کے مقابلہ میں اسی نام اور اسی ٹائٹل سے محاذ بنایا۔ اسی ٹائٹل سے محاذ بنا کر دھمکیاں دیں وہ سب ہمارے ریکارڈ میں ہیں میں ابھی ان کا نام لینے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔ لیکن میں یہ بات کہہ دینا چاہتا ہوں۔ صدیقہ کائنات سیدہ عائشہ صدیقہؓ مدبر اسلام سیدنا معاویہ بن ابی سفیان جن کا نام عنوان فتح وظفر ہے۔ فاتح شام وقبرص فاتح ایران سعد بن ابی وقاص، عمرو ابن عاص اور خالد بن ولید اور محمد بن قاسم کے رضا کرار اب انشاء اللہ پورے نظم وضبط اور پوری غیرت وجلالت کے ساتھ آرہے ہیں۔ انشاء اللہ تم بہت جلد پکڑے گئے تھے تم بہت جلد بے نقاب ہو گئے ہو۔ اور انشاء اللہ وہ وقت بہت قریب ہے کہ جب پاکستان کی سرزمین پر دشمنان صحابہ کے لئے کوئی

CamScanner

گنجائش نہیں ہوگی۔

عباسی صاحب فرمارہے تھے کہ ان کی عبادت گاہیں اسلحہ سے بھری ہوئی ہیں۔ یہ آج نہیں بھری ہوئیں۔ اس وقت بھی ان کی عبادت گاہیں اسلحہ سے بھری ہوئی تھیں۔ اسی اسلحہ سے انہوں نے حضرت عثمانؓ کو شہید کیا تھا اسی اسلحہ سے انہوں نے حضرت طلحہ وزبیر کے سینے میں خنجر اور تلوار اتارے تھے۔ لیکن جلالت معاویہ کا مقابلہ یہ نہیں کر پائیں گے۔ انشاء اللہ

خود سو گیا ہمیں جگا گیا

حق نواز شہید کا خون رائیگاں نہیں جائے گا۔ انشاء اللہ یہ خون بہت ساری فتوحات کی تمہید ثابت ہوگا۔ میں نے رات بھی کہا کہ وہ خود کو محبوب کرداروں کے پاس چلے گئے۔ وہ جن سے محبت کرتے تھے ان کے پاس پہنچ گئے۔ کتنے پیارے صدیق وعمر عثمان وعائشہ نے ان کا استقبال کیا ہوگا۔ یایتھا النفس المطمئنة ارجعی الی ربک ارجعی الی حبیک راضیة مرضیة فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی ۔ حق نواز خود جنت میں پہنچ کر اپنے دشمنوں کو جہنم رسید کر گیا ہے۔ وہ زمانہ دیکھے گا انشاء اللہ۔

خود سو گیا ہمیں جگا گیا۔ دشمن یہ نہ سمجھے کہ ہم بے ہوش ہیں اس کے غم میں نہیں ہم ہوش میں ہیں انشاء اللہ اور دشمن دیکھے گا کہ مسلمانان اہل سنت والجماعت کی صفوں میں کس طرح اتحاد قائم ہوتا ہے۔ انشاء اللہ۔

اور جو اس اتحاد میں نہیں آتے وہ ہم میں سے نہیں وہ منافقین ہیں ان سے اللہ ہمیں بچائے (آمین)۔

اپنی صفوں میں نظم وضبط پیدا کریں

آپ محنت کیجئے آپ سے جو غلطیاں ہوئیں ان کا ازالہ کیجئے اپنی صفوں میں نظم وضبط کی قوت پیدا کیجئے ایک دوسرے کی غلطیاں کوتاہیاں معاف کیجئے۔ ہاتھ سے ہاتھ ملا کر چلیئے قدم سے قدم ملا کر چلیئے کسی کو دکھوں میں اکیلا نہ رہنے دیجئے۔ اور اپنی خوشی میں سب کو شامل کیجئے۔

اللہ آپ کا حامی وناصر ہو۔ آپ انتظار کیجئے انشاء اللہ آپ کو ملک وملت کے دشمنوں کا صفایا کرنے کے لیے پاکستان کی نظریاتی بنیادوں کو نقصان پہنچانے والے دشمنان پاکستان کا صفایا کرنے کے لیے قومی قیادت کی طرف سے عنقریب گائیڈ لائن ملے گی۔ انشاء اللہ عنقریب آپ کو لائن آف ایکشن دی جائے گی۔ تھوڑا سا وقت دیجئے۔ انشاء اللہ اندھیرا چھٹ جائے گا۔ صبح طلوع ہوگی۔

میں نے رات بھی کہا تھا پریس والوں سے بھی کہا کہ اس کیس کو وفاق اور صوبے کی سیاسی نوراکشتی کی بھینٹ نہیں چڑھانے دیا جائے گا۔ ہم اس سلسلہ میں بھی باخبر ہیں کچھ لوگ اپنے نمبر بنانے کے لئے اس موقع پر آئی۔ جی۔ آئی کو گالیاں دے رہے ہیں۔ کچھ لوگ نمبر بنانے کے لئے پیپلز پارٹی کو گالیاں دے رہے ہیں۔ کچھ لوگ ادھر سے مال کمانا چاہتے ہیں کچھ لوگ ادھر سے مال کمانا چاہتے ہیں۔ لیکن ہم صرف اور صرف انصاف چاہتے ہیں۔ وفاق کو چاہیے کہ وہ اپنی ذمہ داریاں پوری کرے۔ اور صوبے کا بھی فرض ہے کہ وہ اپنی ذمہ داری پوری کرے۔ سب سے زیادہ ذمہ داری صوبے کی ہے کہ یہ اسلام کے

نام پر آئے ہیں۔ انہیں قوم نے اسلام کے نام پر منتخب کیا ہے۔

حق نوازؒ کی شہادت اور حکومت کی غفلت

میں اس سلسلہ میں ان سے بات کرنے والا ہوں۔ وہی جا کر کہ تم ایک فلم سٹار کی حفاظت کے لئے میں یہ خود دیکھ کر آیا ہوں گلبرگ میں پانچ چھ روز پہلے وہاں سے اچانک گزر ہوا تو وہاں ایک کوٹھی کے باہر چھ کانسٹیبل دیکھے مسلح بیس پچیس کانسٹیبل مسلح دیکھے میں نے پوچھا یہ کس کا گھر ہے؟ تو دوستوں نے ایک طوائف کا نام لیا۔ فلم سٹار کا نام لیا فلم ایکٹر کا نام لیا اس کا ہے اور بیس پچیس کانسٹیبل دن رات اس کی حفاظت کے لئے کھڑے رہتے ہیں۔ تم اسلام کا نام لیتے ہو اور فلمی اداکاروں کی حفاظت کے لئے تم بیس پچیس پولیس مین مسلح کھڑے کرتے ہو اور حق نواز تمہیں پہلے کہہ رہا ہے کہ میرے متعلق یہ سازش تیار ہو چکی ہے قاتل خریدے جا چکے ہیں۔ منصوبہ بن چکا ہے لیکن اس کے باوجود تم ایک پولیس مین بھی وہاں کھڑا نہیں کرتے ہو اس کے آگاہ کرنے کے باوجود انتظامیہ کی غفلت معنی خیز ہی نہیں پراسرار بھی ہے۔ ہم اس سلسلہ میں بھی سوچیں گے۔ انشاء اللہ یہ محض بیان بازیوں اور طفل تسلیوں سے مطمئن نہیں کیا جا سکے گا مسلمان اہل سنت کو اور مزے کی بات یہ ہے کہ

چون دلاور است دُزدے بکف چراغ دار

کچھ ان لوگوں کی زبان سے ہمدردی کے الفاظ اور بیان آ رہے ہیں کہ جن کے ہاتھوں سے مظلوموں کا خون ٹپک رہا ہے۔

دامن کو ذرا دیکھ ذرا بندے قبا دیکھ

ان کی طرف سے ہمدردی کے بیان آ رہے ہیں کہ شاید ہم بچ جائیں گے۔ تمہیں یہ سیاسی ہیرا پھیری نہیں بچا سکے گی تمہیں تمہارے انجام سے کوئی Explanation کوئی نہیں ہوگی۔ ہم بہت سبق حاصل کر چکے ہیں تمہارے وعدوں کو بھی ہم دیکھ چکے ہیں۔ علامہ احسان الٰہی ظہیر کے متعلق تم نے جو وعدے کیے ہیں وہ سارے یاد ہیں۔ آج کتنا عرصہ ہو گیا تین سال ہو گئے علامہ احسان الٰہی ظہیر کے قاتل دندناتے پھرتے ہیں ہم تمہارے وعدوں کو جانتے ہیں بہت اچھی طرح سے اسلام کا نام لینا تمہاری سیاسی مجبوری ہے۔ سادہ لوح مسلمانوں کو تاش کے پتے سمجھ کر ان کے ساتھ کھیلتے ہو۔ ان کے جذبات کے ساتھ کھیلتے ہو۔ ان کی عقیدتوں کے ساتھ کھیلتے ہو۔ چند ملاں تم نے خرید کر رکھے۔ جو تمہاری حمد و ثناء بیان کیا کرتے ہیں جو تمہاری نوافل اور تمہاری تسبیحوں کا تذکرہ کیا کرتے ہیں اطلاعاً عرض ہے کہ ہم ان میں سے نہیں ہیں۔

ہم بھی بکنے اور جھکنے والے ہیں

بکے ہوئے ہم بھی ہیں ایسی بات نہیں کہ ہم بکے ہوئے نہیں ہم بکے ہوئے ہیں لیکن اللہ اور اس کے رسول کی عزت و ناموس کے لئے بکے ہوئے ہیں ہم خدا کے ہاتھوں بک چکے ہیں۔ ہمارا خریدار ہمارا پروردگار ہے۔ اور ہم بھی جھکا کرتے ہیں لیکن حکمرانوں کے آشیانوں پر نہیں رب العالمین کے در پر جھکنے والے ہیں۔ اور جو آستانوں پر جھکنے والے تھے۔ وہ اپنا انجام دیکھ رہے ہیں۔ پہلے سیٹ گئی۔ اب جماعت سے بھی چھٹی ہو گئی۔ وقت نہیں ہے کہ میں مزید گفتگو کروں۔

CamScanner

محمد رسول اللہ — حب صحابہ رضی اللہ عنہم — اہل صحابہ سنت اللہ — صحابہ زیبر

سلام عقیدت صحابہ کرام کیلئے جنہوں نے محمد رسول اللہ پر اپنا سب کچھ قربان کر دیا
اور شہداء کاروانِ ناموسِ صحابہؓ پر جنہوں نے صحابہ کرام پر اپنا سب کچھ قربان کر دیا

ہم

امیر عزیمت، امیر کاروانِ ناموسِ صحابہؓ، شیر اسلام

مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

اور ان کے جانشین

ایثار القاسمی — ضیاء الرحمن فاروقی — محمد اعظم طارق — علی شیر حیدری

اور دیگر سینکڑوں شہداء کارکنان کی عظمت کو سلام عقیدت پیش کرتے ہیں

مولانا محمد احمد لدھیانوی صاحب حفظہ اللہ — امیر جمعیت علماء اسلام عبدالقیوم صاحب حفظہ اللہ — شاہین اہل سنت ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں صاحب حفظہ اللہ

کی قیادت پر مکمل اعتماد کے ساتھ ان کی خدمات کو

خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے تحریک ناموسِ صحابہ کی کامیابی کے لئے دعا گو ہیں

غلام مصطفیٰ بلوچ وارا کین اسلام آباد

دلبر جانی

شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا مدظلہ العالی

اس دنیائے فانی سے رخصت ہونے والے اکابر، اصاغر، رفقاء پر فقیر کچھ نہ کچھ تعزیتی مضامین لکھتا رہتا ہے۔ جانے والوں کا یہ حق ہے، ان تعزیتی مضامین میں مجھے اپنے متعلق یہ غلط فہمی ہے کہ میں "خاکہ" لکھتا ہوں۔ خاکہ لکھنے کا ایک تقاضہ یہ بھی ہوتا ہے کہ مرحوم پر جو لکھا جائے اس میں ان کی زندگی سے متعلق تمام گوشوں کا سرسری طور پر احاطہ ہو جائے۔ تاکہ کل کو ان پر کوئی کتاب لکھنا چاہیں تو یہ مضمون اشاریہ یا متن کا کام دے۔ اس کے ساتھ ایک عادت اچھی یا بُری یہ بھی ہے کہ تعزیتی مضمون لکھتے ہوئے سنی سنائی باتوں کو جمع کرنے کی بجائے جو ذاتی مشاہدات ہیں وہ قلمبند کرتا ہوں۔ خراج تحسین پیش کرنا اور خاکہ لکھنا دونوں میں بہت فرق ہے۔

مرحوم شخصیت کے متعلقین و کارکن فقیر کے تعزیتی مضامین میں خراج تحسین تلاش کرتے ہیں، مضمون میں جب یہ چیز انہیں غالب نظر نہیں آتی، تو انہیں مایوسی ہوتی ہے اور پھر ان مضامین پر جو بے رحم تبصرے ہوتے ہیں اس سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ گھر بیٹھے بٹھائے مفت میں ان کی نیکیوں سے بہرہ مند ہو جاتا ہوں۔ مولانا ضیاء القاسمیؒ، مولانا حق نوازؒ، مولانا ایثار الحق قاسمیؒ، مولانا محمد اعظم طارقؒ اور مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقیؒ پر فقیر نے کچھ نہیں لکھا۔ اس کا باعث یہ ہوا کہ ماہنامہ لولاک ملتان کے چیف ایڈیٹر مخدوم زادہ طارق محمودؒ ہوتے تھے، وہ جس شخصیت پر مضمون لکھ دیتے تھے وہ حرف آخر ہوتا تھا۔ مجلس کی نمائندگی ہو جاتی تو فقیر چپ سادھ لیتا۔ وہ نامور صاحب قلم تھے۔ ان کے مضامین جاندار ہوتے تھے۔ اس کے بعد ضرورت ہی محسوس نہ ہوتی تھی۔ ہاں اگر انہوں نے کسی شخصیت پر کچھ نہیں لکھا ہوتا تو فقیر قلم پکڑ لیتا اور کچھ نہ کچھ گھسیٹ دیتا۔ ان تمام متذکرہ افراد پر ماہنامہ لولاک کے لئے صاحبزادہ مرحوم کے مضامین آ گئے تو فقیر نے کچھ نہ لکھا۔ فقیر کے تعزیتی مضامین پر مشتمل کتاب "فراق یاراں" چھپی تو بہت سارے انجان دوستوں کے تیور بگڑے۔ حالانکہ صحیح صورت حال وہی ہے جو عرض کر دی۔

گذشتہ دو دنوں سے برادرم حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب شجاع آبادی میرے سر ہیں کہ محترم جناب ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں کا فون آیا ہے، وہ حضرت مولانا حق نواز شہیدؒ پر کوئی نمبر لانا چاہتے ہیں۔ ان کا حکم ہے کہ آپ بھی کچھ لکھیں۔ عرض کی کہ فقیر تو حسب عادت "مشاہدات یا خاکہ" لکھنے کا خوگر ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے رفقاء خراج تحسین کے تلاش

کنندگان، تو نبھے گی نہیں۔ نیا پھڈا نہ کھڑا ہو جائے۔ مولانا نے فرمایا کہ ضرور لکھیں۔ مرحوم کا حق ہے۔ مولانا شجاع آبادی کے اصرار کے باوجود ان سے وعدہ کیا نہ ارادہ بنا۔ لیکن ان کے جاتے جاتے مولانا حق نواز مرحوم کی محبت ایسی غالب آئی کہ یک دم طبیعت میں اٹھان اور اڑان کی کیفیت نے قلم پکڑنے پر مجبور کر دیا۔ لیجئے! بسم اللہ کرتا ہوں۔

مولانا حق نواز مرحوم پیرا (جٹ برادری) سے تعلق رکھتے تھے۔ جنہیں عرف عام میں "مہر" کہا جاتا ہے۔ ضلع جھنگ علاقہ چنڈ۔ تھانہ مسن موضع چیلہ میں بوہڑ والا کھوہ ان کی جائے پیدائش ہے۔ مولانا کے والد گرامی زمیندارہ کرتے تھے۔ ان کا نام مہر ولی محمد تھا۔ ان میں اللہ تعالیٰ نے "کھوجی" کی وصف رکھی تھی۔ اس سے وہ خدمتِ خلق کا کام لیتے تھے۔ مولانا حق نوازؒ کے ماموں حافظ جان محمد صاحب تھے۔ مولانا نے ان سے قرآن مجید اپنے کھوہ بوہڑ والا میں حفظ کیا۔ مولانا پیر مبارک شاہ بغدادیؒ جھنگ کے مرنجاں مرنج پیر تھے۔ انہوں نے جھنگ، ملتان کے اضلاع میں قرآن مجید کے کئی مدارس قائم کر رکھے تھے۔ مولانا حق نوازؒ نے عبدالحکیم میں پیر مبارک شاہؒ کے مدرسہ میں گردان مکمل کی۔ ابتداء سے مشکوٰۃ شریف تک کی تعلیم آپ نے ملک کے شہرہ آفاق جامعہ دارالعلوم عیدگاہ کبیر والا میں حاصل کی۔ اس زمانہ میں آپ کے اساتذہ حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ، حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم اور حضرت مولانا منظور الحق مرحوم نمایاں شخصیات ہیں۔

دورۂ حدیث شریف آپ نے جامعہ خیر المدارس ملتان سے کیا۔ حضرت مولانا محمد صدیق مدظلہ، حضرت مولانا محمد شریف کشمیریؒ، حضرت مولانا مفتی عبدالستار مرحوم آپ کے دورہ کے معروف اساتذہ کرام ہیں۔ دورانِ تعلیم آپ نے تنظیم اہل سنت کے مرکزی دفتر چوک نواں شہر میں تقابلِ ادیان کا کورس کیا۔ مناظر اسلام مولانا عبدالستار تونسوی مدظلہ اور دوسرے اساتذہ سے یہاں پر آپ نے اکتسابِ علم سے اپنے دامن کو بھرا۔ مولانا حق نوازؒ فراغت کے بعد جھنگ تشریف لائے۔ جھنگ ضلع کے باسی تھے۔ یہ علاقہ شیعہ سنی تنازعہ کی وجہ سے حساس علاقہ ہے۔ تقسیم سے قبل بھی یہی معرکہ آرائی یہاں پر رہی۔ مولانا نوجوان عالمِ دین، تازہ تازہ فارغ ہوئے، بھرپور کام کرنے کا جذبہ، زمیندارہ پیشہ سے تعلق رکھنے والے لوگ عموماً جفاکش و محنتی ہوتے ہیں۔ جھنگ ان کا آبائی ضلع تھا۔ محلہ پیلاں والا کی جامع مسجد (جامع مسجد حق نواز شہیدؒ) کے اس زمانہ میں متولی الحاج اللہ ڈتہ کھدر فروش مسلم بازار جھنگ اور حاجی اللہ وسایا لنگی فروش تھے۔ یہ دونوں حاجی صاحبان تقسیم سے قبل مجلس احرار اسلام سے وابستہ تھے۔ مسجد کے جوار میں واقع پارک "احرار پارک" کے نام سے آج بھی ان کی خدمات کا زندہ جاوید کارنامہ ہے۔

(رب کی شان اب مولانا کے جانشین مولانا محمد احمد لدھیانوی اس پارک میں ہمیں جلسہ نہیں کرنے دیتے۔ وہ ایسے کہ ہم نے پارک میں کانفرنس کا اعلان کیا۔ مولانا محمد احمد لدھیانوی نے دعا کر کے بارش کرا دی۔ مجبوراً جلسہ مولانا حق نواز شہیدؒ کی مسجد میں لے گئے۔ مولانا محمد احمد لدھیانوی نے صدارت کی۔ قارئین پریشان نہ ہوں کہ مولانا محمد احمد لدھیانوی صاحب نے دعا کر کے بارش کرا دی؟ یہ راز تب کھلا کہ مولانا محمد احمد صاحب نے پیلاں ضلع میانوالی میں فرمایا کہ فیصل آباد میں مجھے نہیں بلایا تو کانفرنس میں بارش ہو گئی۔ مولانا کی ولایت کے اعتراف کے ساتھ عرض ہے کہ آئندہ جہاں ختمِ نبوت کانفرنس کے موقع پر بارش ہوئی وہ مولانا محمد احمد لدھیانوی کی ولایت کی دلیل ہوگی۔ خدا کے ولی! ہماری توبہ۔ اب آئندہ کے

لئے بارش نہ ہونے کی تسلی کرادیں۔(جملہ معترضہ کی معافی کی درخواست کے ساتھ)

اس دور میں ایک جناب بلال زبیری مرحوم موصوف احرار رہنما تھے۔محلہ پیلاں والا کی جامع مسجد کی خطابت مولانا حق نواز کو مل گئی۔حاجی اللہ دتہؒ، حاجی اللہ وسایا، بلال زبیریؒ کی صحبت نے انہیں عملی زندگی میں کام کرنے کے گر پڑھائے۔

اُس زمانہ کے تمام احرار کارکن حضرات کی گھٹی میں ''احترامِ علماء'' کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔مولانا کی صلاحیتوں نے اُجاگر ہونا شروع کیا تو ان حضرات نے بھی دل وجان سے مولانا کو احترام دیا۔پاکستان بننے کے بعد یہ تینوں حضرات مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی مجلس عمومی کے رکن اور جھنگ کے عہدہ داران تھے۔اس زمانہ میں چنیوٹ گڑھا محلہ کے پارک میں آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس سہ روزہ دسمبر میں منعقد ہوتی تھی۔حاجی اللہ دتہ، حاجی اللہ وسایا، زبیری صاحب اس کانفرنس کے لئے سامعین کا بھرپور قافلہ لے کر جھنگ سے چنیوٹ تشریف لاتے تھے۔سن متعین کرنا تو بہت مشکل ہے۔البتہ یاد پڑتا ہے کہ کسی کانفرنس کے موقع پر حاجی صاحبان کی معرفت حضرت مولاناؒ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔

درمیانہ قد، سانولہ رنگ، چھریرا بدن، ستواں ناک، عقابی نظر، انگ انگ سے کام کرنے کا بھرپور عزم ٹپکتا تھا۔جناب کا اُنا تیکھا پنجابی محاورہ کے مصداق۔یہ پہلی ملاقات کا تاثر ہے۔کچھ عرصہ بعد معلوم ہوا کہ عیدگاہ مسجد جھنگ کے عالم دین مولانا محمد اشرف سیالوی سے دیوبندی بریلوی تنازعہ نے مناظرہ کی شکل اختیار کرلی اور فیصل آباد روڈ پر واقع تھانہ موچیوالہ ضلع جھنگ کے نواح میں مناظرہ ہوا۔نیا موضوع، نیا ولولہ، نیا علم، خوب رنگ بندھا۔واقعہ ہوا۔وقت گزر گیا۔لیکن تلخی شہر بھر میں رہی۔اس دور میں ملک بھر میں دیوبندی بریلوی مسئلہ کا خوب رن پڑا ہوا تھا۔اس بہتی گنگا میں مولانا بھی اشنان کئے بغیر نہ رہ سکے۔

دنیا اس وقت گلوبل کی شکل اختیار کر چکی ہے۔عالمی اثرات سے ہر ایک ملک متاثر ہوتا ہے۔پھر ہمسایہ ملک کی گرمی سردی، بارش آندھی کے اثرات تو فوری محسوس ہوتے ہیں۔لیجئے صاحب عراق ایران جنگ شروع ہوگئی۔خمینی صاحب کے انقلاب کے اثرات نے پاکستان میں ان کے ہم عقیدہ لوگوں کو شعلہ جوالا بنادیا۔ہر جگہ وہ اپنی ڈھب کی چھاپ لگانے کے درپے ہوئے۔تب سعودی عرب اور امریکہ عراق کے ساتھ اور ایران کے خلاف تھے۔عراق گورنمنٹ کو ایرانی انقلاب کے راستے میں سدِ سکندری گردانا جارہا تھا۔پاکستان میں جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کی حکومت تھی۔پاکستان میں شیعہ سنی تنازعہ نے بھی شدت کا انداز اختیار کرلیا۔اس سے قبل جنرل یحییٰ کے دورِ حکومت میں جھنگ میں باب عمرؓ کے حادثہ پر حالات نے نیا رُخ اختیار کرلیا تھا۔باب عمرؓ کے شہداء کے جنازہ میں مجاہدِ ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ کی غلامی میں فقیر کو بھی شرکت کی سعادت نصیب ہوئی۔پھر جھنگ شہر لال مسجد میں خطبہ جمعہ کے بعد عظمتِ صحابہؓ کے عنوان پر ایک ماہ جیل میں قید کی نعمت بھی ملی۔(قارئین ساتھ ساتھ میرے فضائل کا پاؤ پارہ بھی سنتے جائیں)

اس دور میں جھنگ کی قیادت مولانا غلام قادر، مولانا ولی اللہ، مولانا مفتی غلام حسین، مولانا سید صادق حسین شاہ، مولانا مفتی عبدالحلیم، مولانا محمد اسد اللہ قاسمی، مولانا محمد فاروق، حکیم مولانا محمد یاسین، مولانا سید غلام مصطفیٰ شاہ کے ہاتھوں میں تھی۔مؤخر الذکر دو حضرات کے علاوہ سب اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوچکے۔اللہ تعالیٰ سب پر اپنی رحمت نازل فرمائیں اور جو زندہ

ہیں اللہ تعالیٰ انہیں سلامتی دارین نصیب فرمائیں۔ آگے چل کر اس قیادت میں نئے نوجوان عالمِ دین مولانا حق نوازؒ بھی شریکِ قافلہ ہوئے اور بہت جلد قدرت نے انہیں قافلہ سالار بنادیا۔

مولانا حق نواز شہیدؒ بلا کے خطیب تھے۔ بلکہ خدا لگتی یہ ہے کہ وہ اپنے اندازِ خطابت کے موجد تھے۔ اب تو ان کے اخلاص کا صدقہ، ہمارا ہر نوجوان ان کے انداز کو اپناتا ہے۔ اس سے قبل خطباء کے کیپ میں سریلی اور مترنم آواز میں بیان کرنے کا انداز غالب تھا۔ اب بھی ترنم والے خطیب ہیں، لیکن معدودے چند۔ لیکن جو ہیں ان کی چاندی ہے کہ یہ اندازِ خطابت اب کمیاب ہے، کسی دور میں ارزاں تھا اب گراں ہے۔

مولانا حق نواز صاحبؒ کی گفتگو میں معلومات و دلائل کی فراوانی، الفاظ کا سیلاب اور جذبات کا سمندر رواں ہوتا تھا۔ وہ ہر موضوع پر تیاری کر کے آتے تھے اور دلائل و جذبات کے ساتھ موجزن ہوتے تھے وہ اپنی مربوط گفتگو اور مسلسل خطاب میں الفاظ کا بے دریغ استعمال کیا کرتے۔ بلکہ ان سے کھیلا کرتے تھے۔ جس موضوع پر اظہار کرتے، بے تکان کرتے۔ جس دریا کو عبور کرتے، انتہا کے کنارہ پر پہنچ کر وہ جس کشتی میں دریا عبور کر کے آئے ہوتے سب سے پہلے اسے جلا دیا کرتے تھے تا کہ واپسی کا شائبہ تک نہ رہے۔ اس لئے جس موضوع پر گفتگو کرتے وہ حرفِ آخر کا درجہ رکھتی تھی۔ اس کی مثال میں سعید چترو ڈگڑھی اپریشن کی تقریر کو سامنے رکھا جاسکتا ہے۔

مولانا بنیادی طور پر جمعیت علماء اسلام سے وابستہ تھے۔ جمعیت کے پنجاب الیکشن میں حصہ لیا۔ مولانا سید امیر حسین گیلانیؒ پنجاب کے امیر منتخب ہوگئے۔ خطابت اور مقبولیت کی انتہاء پر مولانا مرحوم جلوہ گر تھے۔ نوجوان رفقاء کارکن آپ کو جان سے زیادہ عزیز سمجھتے تھے۔ لیکن جمعیت کے تربیت یافتہ منجھے ہوئے نظریاتی ووٹ تو ہر معیار پر جانچ پڑتال، ناپ تول اور پرکھ کے بعد ملتے تھے۔ سو ایسے ہوا، معافی چاہتا ہوں کہ واقعات کی ترتیب قائم رکھنا مشکل ہو رہا ہے۔ ایک بار گڑھ مہاراجہ میں ایک تنازعہ میں مسجد کی توڑ پھوڑ میں قرآن مجید کے نسخے شہید ہوگئے۔ (فقیر اس زمانہ میں لولاک کی ادارتی ذمہ داریوں میں شریک تھا۔ مولانا تاج محمودؒ کے حکم پر اکیلے میں جا کر گاؤں میں پھر کر اصل مقام دیکھ کر رپورٹ مرتب کی تھی) تب مولانا محمد ضیاء القاسمی صاحب مرحوم تنظیم اہل سنت پاکستان کے سیکرٹری جنرل تھے۔ وہاں کانفرنس کا اعلان ہوگیا۔ جھنگ ضلع میں یہ جگہ واقع ہے۔ مولانا حق نواز مرحوم نے تنظیم کے پلیٹ فارم سے کانفرنس کے کامیاب انعقاد کے لئے دن رات ایک کر دیے۔ مولانا محمد ضیاء القاسمی نے پورے پنجاب کا طوفانی دورہ کیا۔ حکومت نے گڑھ مہاراجہ کانفرنس میں رکاوٹیں کھڑی کر دیں۔ پابندی لگنا واضح نظر آ رہا تھا۔ مولانا محمد ضیاء القاسمی صاحب مرحوم سرگودھا ضلع میں کانفرنس کے دعوتی عمل سے فارغ ہو کر چناب نگر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مدرسہ عربیہ ختم نبوت مسلم کالونی تشریف لائے۔ مولانا عبدالرحمٰن ظفر ان دنوں شعبہ کتب کے واحد ذمہ دار تھے۔ مولانا صاحب رفقاء کو دعوت دے کر چک جھمرہ جانے لگے تو فقیر کو ساتھ اپنی اردلی میں لے لیا۔ جھمرہ پروگرام سے فیصل آباد جا رہے تھے۔ راستہ میں دو باتیں ارشاد فرمائیں۔

۱۔ مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ نے فقیر سے فرمایا کہ مجلس تحفظ ختم نبوت بزرگوں کی جماعت، مولانا خواجہ خان محمد صاحب

دامت برکاتہم نقشبندی، مجددی، بزرگ، حضرت مجدد الف ثانیؒ احداث کے خلاف آیت من آیات اللہ، اور پھر آپ لوگوں کا چناب نگر میں ربیع الاوّل کا جلوس، سمجھ نہیں آتا۔ کس سے شکایت کروں۔ فقیر نے عرض کیا کہ قادیانیوں کو نتھ ڈالنے، ان کا غرور خاک میں ملانے کیلئے شروع کیا تھا۔ اب احرار کے حضرات نے شروع کر دیا ہے۔ ضرورت پوری ہو رہی ہے۔ کسی سے شکایت نہ کریں۔ وعدہ رہا اس سال سے ہمیشہ کے لئے ہماری طرف سے نہیں نکلے گا۔ مولانا اس پر گلِ لالہ کی طرح شگفتہ ہو گئے۔

۲۔ فرمایا کہ لگتا ہے گڑھ مہاراجہ کانفرنس پر پابندی لگ جائے گی۔ فقیر نے عرض کیا مولانا تاج محمودؒ سے رابطہ کرنے میں کیا حرج ہے۔ اتنے میں عبداللہ پور پھاٹک سے ریلوے چوک پہنچ گئے تھے۔ گاری موڑی مولانا تاج محمودؒ صاحب کے مکان پر جا کر ان سے حضرت قاسمی صاحبؒ نے پریشانی عرض کی۔ بیٹھے بیٹھے کمشنر، ڈی آئی جی سے فون پر رابطے شروع ہو گئے۔ کچھ مان لو، کچھ منوا لو۔ تصادم دونوں کے لئے نقصان دہ تھا۔ درمیانہ راستہ نکل آئے۔ دوسرے دن ڈپٹی کمشنر، ایس پی سے جھنگ میں میٹنگ طے ہو گئی۔

صبح گئے تو محلہ چنداں والا کے سکول میں تنظیم کی قیادت دھوپ سینک رہی تھی۔ لیکن اُداس چہروں کے ساتھ۔ معلوم ہوا کہ جھنگ کے ٹینٹ والوں کو حکومت نے روک دیا۔ بھکر، مظفر گڑھ سے ٹینٹ کا سامان منگوایا۔ وہ راستہ سے واپس کرا دیا گیا۔ اب علماء کے جانے پر پابندی۔ خیر مولانا تاج محمودؒ، مولانا ضیاء القاسمی گئے۔ ڈی سی، ایس پی سے گڑھ مہاراجہ سے قریب باہر منظوری مل گئی۔ راستے کھل گئے۔ جلسہ کی جگہ کی تبدیلی ہمارے حضرات نے مان لی۔ منظوری حکومت نے دے دی۔ فقیر نے پہلی بار سٹیج پر قدموں میں بیٹھ کر مولانا حق نواز کی خطابت کی جولانیوں کو دیکھا۔ پناہ بخدا ایک جیسی تیز رفتاری میں ایڑیوں کے بل کھڑے ہو کر تقریر کرتے۔ اس زمانہ میں مولانا کا شاید ہی کوئی ثانی ہو۔

تو جناب عرض ہے کہ ایران، عراق جنگ کے موقعہ پر دیوبندی، بریلوی قضیہ سے الگ ہو کر دوسرے محاذ پر مولانا نے عنانِ خطابت کو موڑا۔ نیا نعرہ، نیا نام، نئے دلائل، نیا ولولہ، پورے پنجاب کو شعلہ جوالا بنا دیا۔ اب مولانا نہ رہے۔ رہے نام اللہ کا۔ لیکن اتنی بات تو مانی جائے کہ مولانا جس میدان میں اُترے کامیابی سے سب کو ہم نوا بنا لیا۔ اس عنوان پر بہت سارے ساتھی لکھیں گے۔ فقیر نہ اس میدان کا آدمی، نہ اس راہ کا مسافر، نہ اس موضوع پر تیاری، چٹے کورے اَن پڑھ ہونے کا اعتراف۔ ہمارا میدان دوسرا، راستہ دوسرا، انداز دوسرا، مولانا حق نواز مرحوم نے ختم نبوت کے میدان میں کیا تعاون کیا؟..... اس پر فقیر کو لکھنا چاہئے تھا۔ لو صبح کا بھولا شام کو گھر آ جائے تو اسے بھولا نہیں کہتے۔ اب میں اس سلسلہ کی مولانا کی خدمات کو لیتا ہوں۔

۱۔ حضرت مولانا حق نواز مرحوم ہمارے حضرت صاحب قبلہ مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم سے بیعت تھے۔ اس پر وہ فخر کرتے تھے اور ساری زندگی نازاں رہے۔

۲۔ اسلم قریشی قضیہ کے سلسلہ میں جامع مسجد شہداء لاہور میں کانفرنس رکھی تھی۔ اس زمانہ میں ملتان تنظیم اہل سنت، مجلس علماء اہل سنت اور دیگر حضرات کی اسلامی مہینہ کے پہلے دن میٹنگ ہوتی تھی۔ اس موقعہ پر ملتان دفتر مرکزیہ میں حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم نے میٹنگ طلب فرمائی۔ تمام جماعتیں شریک ہوئیں۔ ہمیں معلوم نہ تھا کہ مولانا حق نوازؒ

کے رفقاء کی اس موقعہ پر ملتان میں میٹنگ ہوتی ہے۔اس لئے ان کو دعوت نہ دی جا سکی۔میٹنگ ختم نبوت دفتر میں قبل از ظہر ختم ہوگئی۔حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم دفتر تشریف فرما تھے۔میٹنگ کے بعد مولانا حق نواز صاحب آ گئے۔ حضرت قبلہ سے جس انداز نیاز مندی سے ملے، حضرت قبلہ نے جس محبت سے گلے لگایا، لطف دوبالا ہوگیا۔

حضرت قبلہ نے فرمایا کہ مولانا کس طرح بھولے پھرتے ہو؟

مولانا نے عرض کیا ملتان میٹنگ تھی۔آپ کی تشریف آوری کا سنا، حاضر ہوگیا۔

حضرت قبلہ نے فرمایا اچھا ہوگیا۔لاہور شہداء مسجد مال روڈ فلاں تاریخ کو کانفرنس ہے، تشریف لائیں۔

مولانا نے عرض کی، اکیلا یا جماعت سمیت؟

حضرت قبلہ نے فرمایا صرف جماعت نہیں پوری قیادت وکارکنوں سمیت۔

مولانا نے عرض کی، اجازت ہے کارکن سر پر لال ٹوپی پہن کر آئیں؟

حضرت قبلہ نے فرمایا ہاں اجازت ہے۔

فقیر نے مولانا مرحوم سے عرض کیا کہ ایک کالی ٹوپی والے کو ہم نے بھی بلایا ہوا ہے۔اس کی بھی آپ اجازت دے دیں۔اس پر مجلس کشت زعفران بن گئی۔

مولانا مرحوم نے فرمایا کہ مسئلہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ہم سب کی نمائندہ ہے اور حضرت الامیر دامت برکاتہم ہمارے امام ہیں۔جب جس کو چاہیں بلائیں۔خندہ روئی سے، قلب وجگر کی گہرائیوں کے ساتھ امنا وصدقنا، کبھی اس پر اعتراض نہ ہوگا۔اس پر ہمارے کوئی تحفظات نہیں۔اس لحاظ سے جو آپ مناسب سمجھیں اقدام کریں۔ اس پر اعتراض کرنا تو درکنار تصور اعتراض کا شائبہ بھی گناہ کبیرہ سمجھتا ہوں۔چائے پی۔حضرت قبلہ سے دعائیں لیں اور چل دیے۔اب ہر تقریر میں مولانا مرحوم نے اس لاہور کی ختم نبوت کانفرنس میں شریک ہونے کی تحریک کو معمول بنالیا۔کانفرنس میں آپ کے رفقاء تھوک کے حساب سے تشریف لائے۔مولانا خود بھی جلسہ کے شروع میں پہنچ گئے۔حضرت قبلہ کے قدموں میں سٹیج پر براجمان۔اللہ اکبر کیا خوبیوں والا انسان۔نہ کرّ وفر، نہ نخرہ، نہ فوں نافاں۔اب مہمان مقررین تشریف لانے شروع ہوئے۔سب کو اٹھ کر مل رہے ہیں۔خیر مقدم کر رہے ہیں۔اتنے میں جناب آغا مرتضیٰ تشریف لائے۔سب کے ساتھ ساتھ آپ سے بھی مصافحہ ہوا۔تقریریں جاری۔ایک کے بعد دوسرے، چوتھے، پانچویں، چھٹے مقررین کے بیان ہوتے رہے۔ (ہزاروں ساتھی اب بھی اس کے گواہ موجود ہوں گے) کہ آغا مرتضیٰ پویا کا اعلان ہوا۔مخالفانہ نعرے شروع ہوگئے۔پتہ نہیں کہ وہ لوگ کون تھے۔بظاہر مولانا کے رفقاء لگتے تھے۔جلسہ باہر کے گراؤنڈ سے مسجد کے ہال میں منتقل ہوا۔

سپیکر کا نظم درست ہوا۔مولانا حق نوازؒ نے ازخود آ کر سپیکر سنبھال لیا۔جن دوستوں نے نعرہ لگایا تھا ان سے مخاطب ہوئے۔اچھا عظمت صحابہؓ کے متوالو! تم سمجھتے ہو کہ مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم سے آپ کے دل میں عظمت صحابہؓ زیادہ ہے؟ تف ہے تمہاری سوچ پر، حیف ہے تمہارے طرز عمل پر۔تمہاری اس سوچ نے حضرت قبلہ کے سامنے مجھے

شرمندہ کیا۔ جھوٹ بولتے ہو۔ تم میرے ساتھی نہیں ہو۔ تم دشمن کے ایجنٹ ہو۔ تمہارا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔ ممکن ہے کہ الفاظ وہ نہ ہوں۔ لیکن اس پر اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہوں کہ مفہوم تقریباً یہی تھا۔ پھر خود پویا صاحب کا اعلان کیا، تقریر کرائی۔ پھر سید عطاء المومن شاہ بخاری کی تقریر ہوئی۔ آپ نے ہلڑ بازوں کو آڑے ہاتھوں لیا۔ آخری خطاب مولانا کا ہوا۔ آپ نے اس بیان میں بھی اس قضیہ پر وہ کچھ فرمایا۔ سوائے اس کے کہ یہی کہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی تربت پر موسلا دھار بارش نازل کریں۔ کمال کیا۔ ہمیں تو خرید لیا۔

۳۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۸۴ء میں ''راولپنڈی چلو'' کی کال پر جھنگ سے قافلہ لے کر چلے۔ راستہ میں ناکہ تھا۔ روک دیے گئے۔ واپس جا کر روٹ بدلا، پیدل چلے، لیکن راجہ بازار پہنچ گئے۔ بیان بھی ہوا۔ تمام مکاتب فکر جمع تھے۔ یہ ۲۶ اپریل ۱۹۸۴ء کا واقعہ ہے۔

۴۔ چناب نگر مدرسہ عربیہ ختم نبوت میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے مولانا محمد مکی مدرس الحرم کا استقبالیہ رکھا۔ مولانا محمد ضیاء القاسمی فیصل آباد سے، جھنگ سے مولانا حق نواز شریک ہوئے۔ استقبالیہ تقریب تھی۔ فقیر نے خیر مقدمی کلمات کے لئے عرض کیا، فرمایا کیا عرض کروں گا؟ فقیر نے عرض کیا کہ قادیانی فتنہ کا مرکز آپ کے ضلع جھنگ میں ہے۔ فرمایا بس۔ ٹھیک ہے اعلان ہوا۔ پانچ منٹ میں نپی تلی جان دار گفتگو سے مہمان سمیت سب کو انگشت بدنداں کر دیا۔

۵۔ چناب نگر ختم نبوت کانفرنس پر ہر سال جمعہ کے روز تشریف لاتے۔ اس سے پہلے جمعہ پر اپنی مسجد میں اعلان کرتے۔ آئندہ جمعہ چناب نگر، آپ میں ہم سب ادا کریں گے۔ پنڈال میں ادھر گھومتے رہتے۔ مہمانوں سے ملتے۔ ہم بصد منت گھیر کر سٹیج پر لاتے۔ فرماتے تقریر کے لئے نہیں حاضری کے لئے آتا ہوں۔ ہم آخر تک ان کو بٹھائے رکھتے۔ مہمان بھگتتے رہتے کہ آپ کا آخری بیان، عصر پر اجلاس ختم ہونا ہوتا تھا۔ عصر سے چند منٹ پہلے اعلان کرتے۔ آپ خطبہ کے بعد دو تین منٹ میں دو چار جملے کہہ کر اجلاس ختم کرا دیتے۔ تین سال ایسے ہوتا رہا کہ تقریباً آپ کا گویا بیان برائے نام ہوتا۔ ایک دفعہ فقیر نے عرض کیا مولانا جمعہ پر وقت محدود ہوتا ہے۔ آپ عالی ظرف کہ محسوس نہیں کرتے۔ لیکن اب تو مجھے بھی ندامت ہو رہی ہے۔ آپ براہ کرم آئندہ سال رات کے اجلاس میں تشریف لائیں۔ فرمایا بہت اچھا۔ اگلے سال جمعرات کو عصر تک بصیرہ ضلع مظفر گڑھ میں بیان کیا۔ تقریر کے بعد آپ کے نعت خواں فلک شیر کا بیان ہے کہ روٹی پر دو بوٹیاں رکھ کر جھولی میں رکھ لیا۔ گاڑی میں بیٹھ گئے۔ بیٹھے بیٹھے دو چار لقمے زہر مار کئے۔ جھنگ رُکے بھی۔ رات ایک بجے سٹیج پر چناب نگر آن دھمکے۔ مجھے تو یاد بھی نہ تھا کہ مولانا سے خود یہ وقت طے کیا ہے۔ عجیب مشکل یہ کہ مولانا علی غضنفر کراروی تشریف لائے ہوئے سٹیج پر موجود، کہ مولانا آ گئے۔ میرا سانس رُک گیا۔ کراروی صاحب جمعرات دن کے آئے ہوئے۔ مقررین کے رش کے باعث رات کا کہہ کر روک لیا۔ اب مولانا آ گئے۔ کراروی صاحب سے عرض کیا کہ اب آپ کا بیان جمعہ سے قبل کیسے رہے گا؟ وہ صورتحال کو بھانپ گئے اور ہماری مجبوری بھی ان کے سامنے تھی۔ بادل نخواستہ انہوں نے ہاں میں سر ہلا دیا۔ دو تین مقررین کی مزید تقریریں ہوئیں۔ مولانا حق نواز صاحب نے مجھے بلا کر فرمایا تھکا ہوا ہوں۔ مزید کتنا انتظار کرنا ہوگا۔ عرض کیا کہ ایک آدھ

مقرر کے بعد آپ کا بیان ہے اور وہ اس اجلاس کا آخری بیان ہوگا۔ ساتھ ہی عرض کیا کہ کراروی صاحب صبح سے تشریف لائے ہیں۔ قبل از ظہر سے بعد ظہر سے بعد العشاء کا کہا۔ اب قبل از جمعہ کے لئے عرض کیا۔ رکھ رکھاؤ والے آدمی ہیں، مان گئے ہیں۔ لیکن آپ اجازت دیں تو بیان ابھی کرادوں۔ ڈر لگتا ہے کہ آپ کے کاز کو نقصان نہ ہو۔ آنکھیں بند کئے کان میرے منہ سے لگائے سنتے رہے۔ آخری جملہ پر فرمایا کہ ختم نبوت پر سب مصلحتیں قربان۔ کرائیں بیان۔ لیجئے مولانا کی اتنی بات سے فقیر سیر سے شیر ہوگیا۔ انگڑائی کے بہانے دونوں ہاتھ فضاء میں بلند کئے، واپس کرتے ہوئے جو خطیب تقریر کر رہے تھے، ہاتھ ان کے پاؤں کو لگا کر بریک کا کام لے لیا۔ ان کی تقریر ختم ہوئی۔ جھٹ سے کراروی صاحب کا اعلان یوں کیا۔ حضرات کافی رات بیت چکی۔ ہمارے معزز مہمان اور آپ کے دلوں کی دھڑکن مجاہد اسلام مولانا حق نواز صاحب مدظلہ لیکن ان سے پہلے تشریف لاتے ہیں خطیب اہل بیت جناب علی غضنفر کراروی۔ اب نعرے مولانا حق نواز صاحب کے اور تقریر شروع ہوگئی جناب کراروی صاحب کی۔ وہ بھی بلا کے خطیب چند منٹوں میں چھا گئے۔

آخری خطاب مولانا حق نواز صاحب کا ہوا اور یہ اس کانفرنس پر ان کا آخری خطاب تھا۔ اگلے سال وہ کانفرنس سے پہلے وہاں چلے گئے جہاں ہم سب نے جانا ہے۔ دعاء حضرت خواجہ صاحب مدظلہ نے کرائی۔ کانفرنس کے اختتام پر صبح ہونے پر صرف دو گھنٹے باقی تھے۔ مولانا دن بھر کے تھکے ماندے، رات ساری بیٹھ کر آنکھوں میں کاٹ دی تھی۔ حضرت خواجہ صاحب دامت برکاتہم سٹیج سے اترے، رہائش گاہ کی طرف تشریف لائے۔ مولانا حق نواز سٹیج سے اترے، میرے کندھے پر ہاتھ رکھا اور کہا حضرت خواجہ صاحب مدظلہ سے ملنا ہے۔ دس پندرہ منٹ حضرت کی خدمت میں بیٹھے رہے، پھر اجازت لی۔ فقیر کا خیال تھا رات ایک بجے سٹیج پر آئے ہیں کھانا کھا کر آئے ہوں گے۔ سواری ساتھ ہے۔ ابھی واپسی ہو جائے گی۔ نہ کھانے کا فکر نہ رہائش کا کھٹکا۔ لیکن حضرت کے کمرے سے باہر نکلتے ہی مجھے آہستہ سے کہا کہ کھانا کھانا ہے۔ اب کھانا کھلانے والے سارے ساتھی سو چکے۔ کمرے مہمانوں سے اٹے ہوئے۔ لیکن اعصاب پر کنٹرول کر کے فقیر نے عرض کیا سب انتظام ہے تشریف لائیں۔ مدرسہ کے برآمدے میں گئے۔ قالین پر سوئے ہوئے ساتھیوں کو ادھر ادھر کیا۔ قالین سیدھا کیا اور مولانا سے کہا تشریف رکھیں۔ فقیر اب سر پر پاؤں رکھ کر بھاگا باورچی خانہ کی طرف۔ وہاں نہ بندہ نہ بندہ کی ذات۔ ڈونگہ ہاتھ میں لیا دو چار خالی دیگوں کے ڈھکنے اٹھائے کسی میں سالن کا بچا ہوا چورا مل گیا۔ ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مارے تو کچھ روٹیاں بھی مل گئیں۔ سر سے رومال اتارا روٹیاں لپیٹیں، بغیر چمچ، پلیٹ کے اکیلا ڈونگا ہاتھ میں، روٹیاں بغل میں، تیر کی طرح مولانا کے پاس جا پہنچا۔ روٹیوں والا رومال سیدھا کر کے دسترخوان بنایا۔ ڈونگا رکھا۔ مولانا سے عرض کیا بسم اللہ کریں۔ میں پانی لاتا ہوں۔ پانی لایا۔ مولانا اور ان کے نعت خواں فلک شیر کمال رغبت کے ساتھ سر جھکائے کھانا کھانے میں مصروف۔ میں نے پانی کا جگ رکھا۔ ایک روٹی اٹھائی اور ساتھ ہی جٹ گیا۔ چند منٹ میں تینوں کھانے سے فارغ۔ اب برتن اٹھانے کو تھا کہ مولانا نے فرمایا کہ آرام بھی کرنا ہے۔ ایک گھنٹہ صبح ہونے میں باقی ہے۔ اس وقت جانا خطرے سے خالی نہیں۔ چنیوٹ جا کر کسی کو اٹھانا مناسب نہیں۔ یہیں کہیں کمر سیدھی کرتا ہوں۔ گھنٹے تک آذانیں ہو جائیں گی۔ اپنی نماز پڑھ کر سفر کر لوں گا۔ میں نے سینہ تان کے کہا بہت اچھا۔ اسی قالین کے سرے کو تھوڑا سا گول کیا، سر کا رومال جس سے پہلے دسترخواں کا کام لے چکا تھا

اب بسترے کی چادر کے طور پر بچھا دیا۔ میری کمال مہمان نوازی اور ان کی عظمت کہ ٹوپی سر سے اتاری ایک ہاتھ کا سرہانہ بنایا، ٹوپی بغل میں لی اور دراز ہو گئے۔

فقیر نے باورچی خانہ میں جا کر برتن رکھے۔ تقاضہ سے فارغ ہوا۔ مین گیٹ بند کیا۔ نیند کہاں آنی تھی۔ ہزاروں مہمان لیٹے ہوئے اور اتنا بڑا مہمان کھلے بندوں لیٹا ہوا۔ مجھے نیند کہاں آنا تھی۔ واپس آیا تو مولانا گہری نیند سو چکے تھے اور فلک شیر کے خراٹے ماحول کو موسیقی سنا رہے تھے۔ بیٹھنا میرے لئے مشکل، تھوڑی جگہ مولانا کے قدموں میں بچی ہوئی تھی۔ میں نے وہاں سر ٹکا دیا۔ مجھے نیند کہاں آنا تھی۔ لیٹے لیٹے مولانا کے پہریداری کا اعزاز حاصل کرتا رہا۔ تھوڑی دیر میں مؤذن نے اللہ اکبر کہی اور مولانا شیر کی طرح اُٹھ کر بیٹھ گئے۔ میں کھسیانی بلی کھنبا نوچے کی طرح کمال مستعدی سے کھڑا ہو گیا۔ مولانا نے وضو کیا۔ تینوں نے ایک ساتھ نماز پڑھی۔

مولانا جانے کے لئے تیار، گاڑی پر آئے۔ اب میں نے ندامت مٹانے کے لئے حاتم طائی بن کر لفافہ نکالا اور پہلی بار پورا زور لگایا کہ مولانا کم از کم پٹرول کے پیسے رکھ لیں۔ مولانا کا انکار، میرا اصرار بڑھتا رہا۔ قارئین میری تمام تر کوشش کے باوجود مولانا نے ایک پیسہ بھی قبول نہیں کیا اور فرمایا یہی تو میری ایک جماعت ہے جس کے مجھ پر احسانات ہیں۔ محسن جماعت سے کرایہ لینا کیوں کر ممکن؟ مولانا کی عظمت اور بلندیٔ کردار پر آج بھی جب میں اکیلے میں سوچتا ہوں تو دلی کیفیات رقص کرنے لگ جاتی ہیں۔

۶۔ غالباً لیہ کی کسی تقریر کے ضمن میں مولانا ایک مہینہ کے لئے ملتان جیل تشریف لائے۔ اپنے مسلک کی سترہ دینی جماعتوں کا دفتر میں حضرت خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم کی زیر صدارت اجلاس ہوا۔ متحدہ سنی محاذ بنا۔ مولانا بالآخر رہا ہو گئے۔ اس عمل پر مولانا اتنے ممنونِ احسان ہوئے کہ ایک شریف النفس اور خاندانی انسان کی طرح جب بھی ملتان تشریف لاتے دفتر میں حاضری یقینی تھی۔

۷۔ مولانا جس رات شہید ہوئے اس رات مولانا کے ساتھ فقیر کا بیان شورکوٹ میں طے تھا۔ ٹوبہ سے ٹرین پکڑنا تھی۔ غلہ منڈی کی جامع مسجد میں بیٹھے ہوئے مولانا کی شہادت کی خبر سنی۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا اور ہم ابھی تک ظلمتوں کی اندھیری رات کو طے کر رہے ہیں۔ حق تعالیٰ آپ کو بلند مراتب نصیب فرمائیں۔ بہت بلند کردار اور عظمتوں والے انسان تھے۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے مولانا محمد اسماعیل صاحب کو کہ انہوں نے دل کے پرانے ساز کو چھیڑ دیا۔ داغ ہائے سینہ کاغذ پر منتقل ہو گئے۔ کچھ بوجھ ہلکا ہو گیا۔ مولانا مرحوم اللہ کے سامنے سُرخرو ہو کر گئے۔ اللہ تعالیٰ فقیر کو بھی مولانا کے سامنے سُرخرو کریں گے کہ بلا کم و کاست اَن کہی کہہ دی تا کہ سند رہے۔ اسے پڑھ کر بعض خوش ہوں گے۔ اللہ انہیں دارین میں خوش رکھے۔ جو ناراض ہوں گے وہ تو موتوا بغیظکم کی تلاوت کریں۔ بہت ہی شکریہ ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں کا، کہ انہوں نے مجھے بھی خریدارانِ یوسف میں نام لکھوانے کا موقع دیا۔ تھک گیا ہوں۔ اسی پر بس کرتا ہوں۔

وسعتِ دل ہے بہت وسعتِ صحرا کم ہے
اس لئے مجھے تڑپنے کی تمنا کم ہے

محمد نذیر — حب صحابہ رحمہ اللہ — یا اللہ مدد — بغض صحابہ لعنت اللہ — صحابہ زندہ باد

سلامِ عقیدت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیلئے جنہوں نے محمد رسول اللہ ﷺ پر اپنا سب کچھ قربان کر دیا
اور شہداء کاروانِ ناموسِ صحابہؓ پر جنہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اپنا سب کچھ قربان کر دیا

ہم

امیر عزیمت، امیر کاروانِ ناموسِ صحابہؓ، شیر اسلام

مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

اور ان کے جانشین

ایثار القاسمی — ضیاء الرحمن فاروقی — محمد اعظم طارق — علامہ علی شیر حیدری

اور دیگر سینکڑوں شہداء کارکنان کی عظمت کو سلامِ عقیدت پیش کرتے ہیں

مولانا محمد احمد لدھیانوی صاحب حفظہ اللہ — حضرت عبدالقیوم صاحب حفظہ اللہ — جناب ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں صاحب حفظہ اللہ

کی قیادت پر مکمل اعتماد کے ساتھ ان کی خدمات کو

خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے تحریک ناموسِ صحابہ کی کامیابی کے لئے دعا گو ہیں

مولانا ثناء اللہ فاروقی و کارکنانِ اہل سنت والجماعت بلوچستان

مولانا حق نواز شہید کی جدائی کے بیس سال اور

شیعہ سنی اختلاف کا تاریخی پسِ منظر

حضرت مولانا حافظ عبدالحق خان بشیر نقشبندی مدظلہ

امیر پاکستان شریعت کونسل پنجاب

حضرت مولانا عبدالحق خان بشیر صاحب حضرت امام اہل سنت مولانا علامہ محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند ہونے کے علاوہ قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ کی دامادی کا شرف بھی رکھتے ہیں نیز خود بھی نامور عالم دین ہیں۔ آپ کا تعلق علماء کرام کے اس طبقہ سے ہے جو امیر عزیمت شہیدؒ کے مشن سے متفق ہونے کے باوجود اُن کے اجتہادی اسلوبِ کار سے اختلاف رکھتا تھا۔ حضرت مولانا نے کرم فرمایا کہ زیرِ نظر مفصل مقالہ تحریر فرما کر اپنے فکر و نظر کی وضاحت فرمادی، اس مقالہ کے ذریعے قارئین کو متعدد مقامات پر حضرت مولانا کا فکری و نظریاتی ''جھول'' بھی واضح محسوس ہوگا، کہ موصوف دشمنانِ صحابہ کو ملی یکجہتی کی خاطر ہمدردانہ غور کی دعوت دے رہے ہیں۔ قارئین کو یاد ہوگا کہ ۱۹۹۴ء میں جب کالعدم سپاہ صحابہؓ نے امن و امان کی بدترین صورتحال کے پیش نظر اسی عنوان کے تحت شیعوں کے ساتھ مذاکرات کی ٹیبل پر بیٹھنا منظور کیا تھا تو اس کے خلاف تحریروں کے انبار لگ گئے تھے، جبکہ وہ صورت تو شدید مجبوری کی تھی، آج تو بحمد اللہ ایسی کوئی مجبوری بھی نہیں ہے، پھر ایک غیر مسلم کمیونٹی سے ملی یکجہتی کے نام پر ہمدردانہ غور کی دعوت کا کیا جواز ہو سکتا ہے..... تاہم مولانا کے مقالہ میں تاریخی معلومات کے حوالے سے قیمتی مواد موجود ہے۔ بناء بریں ہم اس مقالہ کو من وعن شائع کر رہے ہیں۔ (سعد شجاع آبادی)

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم. اما بعد

مولانا حق نواز شہید نور اللہ مرقدہٗ ۲۲ رفروری ۱۹۹۰ء کی شب چند شقی القلب، وحشی درندوں کے ہاتھوں اپنے گھر ہی کی دہلیز پر نہایت بے دردی کے ساتھ شہید کر دیے گئے۔ اور آج ان کو ہم سے جدائی اختیار کیے ۲۰ سال بیت چکے ہیں۔ یعنی ایک صدی کا خمس گزر چکا..... وہ کس جرم اور کس قصور کی بناء پر زندگی کی بازی ہار گئے؟..... ظالموں نے کیوں ان کے لہو میں اپنے ہاتھ رنگنے ضروری سمجھے؟..... ان کو خون میں نہلانے اور خاک میں تڑپانے کے آخر کیا مقاصد تھے؟..... یہ کوئی ایسا سربستہ راز نہ تھا جس کی تہہ تک پہنچنے اور جس کی سازش تک رسائی حاصل کرنے کے لئے ۲۰ سال کا طویل سفر طے کرنے کی ضرورت پیش آتی۔ یہ حقیقت کسی سے مخفی و پوشیدہ نہیں کہ عظمتِ صحابہؓ کا تحفظ ان کی زندگی کا مشن، اور دشمنانِ صحابہؓ کے خلاف

سنی قوم کے اندر غیرت و بیداری پیدا کرنا ان کا مقصدِ حیات تھا۔ اور یہی ان کا وہ ناقابلِ معافی جرم تھا جس کی پاداش میں وہ پوری جرأت واستقامت کے ساتھ یہ نعرۂ مستانہ لگاتے ہوئے دارِ فنا سے دارِ بقا کی طرف کوچ کر گئے کہ

کون کہتا ہے کہ موت آئی تو مر جاؤں گا

میں تو دریا ہوں سمندر میں اُتر جاؤں گا

مولانا حق نواز شہیدؒ کے اندازِ سیاست سے ہزار اختلاف ہوسکتا ہے، لیکن عظمتِ صحابہؓ واہل بیتؓ کے تحفظ کے لئے ان کے ایثار وجذبہ سے انکار وانحراف ممکن نہیں..... ان کی پالیسی اور طریقِ کار سے اختلاف کی سینکڑوں گنجائشیں موجود ہیں، لیکن ان کے نصب العین سے روگردانی ناممکن ہے..... ان کے طرزِ جدوجہد سے اختلاف ہمیں بھی تھا، اور آج تک ہے، لیکن ان کے مقصدِ جدوجہد سے کنارہ کشی کو ہم بھی حمیتِ اسلامی اور غیرتِ ملی کے منافی قرار دیتے ہیں، وہ تحفظِ ناموسِ صحابہؓ واہل بیتؓ کے جس عظیم مشن پر اپنی جان قربان کر گئے، اور ان کے بعد ان کے جانشین ورفقاء مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ، مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ، مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ اور مولانا علی شیر حیدری شہیدؒ وغیرہم اپنے اپنے وقت پر اسی مشن اور اسی راہ میں اپنی جانوں کی بازی لگا گئے۔ اس مشن کو زندہ وجاری رکھنا اور عزم وہمت کی ان راہوں کو آباد رکھنا نہ صرف وقت کی ضرورت ہے بلکہ تمام مسلمانانِ اہل سنت والجماعت کی دینی وشرعی ذمہ داری بھی ہے۔ خدا تعالیٰ توفیق بخشے۔ آمین

تحریک رافضیت کا آغاز

یہ حقیقت ہر شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ صحابہؓ دشمنی پر مبنی تحریکِ رافضیت کا وجود تاریخِ اسلامی کے قرنِ اول میں ہی عبداللہ بن سبا کی ذہنی وفکری کوکھ سے جنم لے چکا تھا۔ وہی سبائی فکر اس تحریک رافضیت کی ماتا بھی ہے اور پتا بھی۔ اسی صحابہؓ دشمن سبائی تحریک نے شیعہ سنی اختلاف کی بنیاد رکھی۔ حالانکہ اس سے قبل پوری اسلامی دنیا میں صرف اہل سنت والجماعت ہی کا ناجی اور جنتی گروہ موجود تھا۔ اور جملہ صحابہؓ واہل بیتؓ اسی ناجی وجنتی گروہ سے وابستہ تھے۔ جیسا کہ روافض کی کتب معتبرہ بھی اس بات کی واضح شہادت دیتی ہیں کہ حضرت سیدنا امام علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اہل سنت کے ناجی وجنتی گروہ سے وابستہ تھے۔ اسی کی تلقین کرتے تھے، اسی کی ترغیب دیتے تھے، اور اسی کی وصیت کرتے تھے۔ چنانچہ امام علی مرتضیٰؓ نے فرمایا کہ:

"میں تمہیں اس بات کی وصیت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ضائع نہ کرنا، اور ان دونوں ستونوں (کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ) کو تھامے رکھنا۔" (نہج البلاغہ ص ۲۸۷ قسم اول)

اور تمسک بالکتاب والسنۃ روافض کی علامت نہیں اہل سنت کی پہچان ہے۔ چنانچہ حضرت امام علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جب سوال کیا گیا کہ اہل سنت کون ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ:

وَاَمَّا اَهْلُ السُّنَّةِ فَالْمُتَمَسِّكُوْنَ بِمَا سَنَّهُ اللّٰهُ لَهُمْ وَرَسُوْلُهٗ. (احتجاج طبرسی ج ۱ ص ۲۴۶)

یعنی اہل سنت وہ ہیں جو اس راہ کو اختیار کرتے ہیں، جو راہ اللہ اور اس کے رسولؐ نے ان کے لئے

مقرر کی ہے۔

بلکہ حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو حضرت سیدنا امام معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں خلافت سے دستبرداری اختیار کرتے ہوئے جو معاہدہ کیا تھا، اس میں بصراحت یہ تحریر کیا تھا کہ:

"ہم ان (یعنی امام معاویہؓ) سے اس وقت تک کوئی تعرض نہ کریں گے، جب تک وہ لوگوں کے درمیان کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور خلفاء راشدینؓ کے طریقہ کے مطابق حکومت کریں گے۔" (جلاء العیون ص ۲۵۴)

کتب روافض کی ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ جملہ صحابہ کرامؓ اور ائمہ اہل بیت عظام علیہم الرضوان گروہ اہل سنت سے ہی وابستہ تھے۔ اسی کو حق مانتے تھے اور اسی کی بنیاد پر خلافت وحکومت کے معاہدے کرتے تھے۔

تحریک رافضیت کی بنیاد

فرقہ روافض نے اپنے مذہب ومسلک کی بنیاد حضرت امام علی مرتضیٰؓ کے استحقاق خلافت بلافصل پر رکھی۔ حالانکہ ان کا یہ نظریہ نہ صرف قرآنی آیت استخلاف اور نبوی تعلیمات وترجیحات کے خلاف تھا بلکہ خود امام علی مرتضیٰؓ کے کردار وعمل کے بھی منافی تھا۔ سیدنا امام صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت خلافت سے لے کر یزید کی ولی عہدی اور امارت تک خاندان نبوت دو چیزوں پر پوری طرح متفق رہا۔ اور دونوں چیزوں کے خلاف ائمہ اہل بیتؓ نے نہ اختلاف کیا، نہ بغاوت کی..... امام علی مرتضیٰؓ، امام صدیق اکبرؓ کے نظام سے بھی متفق تھے اور ان کے انتخاب سے بھی..... امام فاروق اعظمؓ کے نظام سے بھی متفق تھے اور ان کے انتخاب سے بھی..... امام عثمان غنیؓ کے نظام سے بھی متفق تھے اور ان کے انتخاب سے بھی۔ یہی وجہ ہے کہ ان تینوں خلفاء راشدینؓ کے دور میں انہوں نے کوئی بغاوت نہیں کی..... حضرات حسنین (امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما) امام معاویہؓ کے نظام سے بھی متفق تھے اور ان کے انتخاب سے بھی..... یزید کی ولی عہدی اور امارت کے انتخاب سے امام حسین رضی اللہ عنہ نے اختلاف کیا، نظام سے بغاوت نہیں کی۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ امام علی مرتضیٰؓ کی خلافت بلافصل کا دعویٰ، ائمہ اہل بیتؓ کا عقیدہ نہیں بلکہ سبائی ذہن کی پیداوار ہے۔ اسی لئے اہل سنت والجماعت اس بات سے کلی اتفاق رکھتے ہیں کہ

؎ علیؓ کا طرز زندگی منافقت کی موت ہے

عباسی خلافت اور تفضیلی نظریہ

خلافت بنی اُمیہ کے بعد جب عباسی خلافت قائم ہوئی تو اسلام کے اندر فتنوں کا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔ معتزلہ، جبریہ، قدریہ اور خلق قرآن جیسے فتنے سرکاری سرپرستی میں پرورش پانے لگے۔ اور ان تمام نظریات باطلہ کو طاقت کے زور سے عوام پر مسلط کرنے کی کوشش کی گئی۔ اسی دور میں "تفضیلی فرقہ" نے جنم لیا۔ جس کا عقیدہ اور نظریہ یہ تھا کہ سیدنا امام علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو سیدنا امام عثمان غنیؓ پر فضیلت حاصل ہے۔ اسی نظریہ کے حاملین کو "شیعہ" قرار دیا گیا، اور ان کے بدعتی ہونے کا فتویٰ جاری کیا گیا۔ اس بدعتی نظریہ کو قبول نہ کرنے کی وجہ سے اور اس کی تائید وموافقت نہ کرنے کے جرم میں امام مدینہ،

حضرت امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کو گرفتار کیا گیا، انہیں مصائب و آلام کا نشانہ بنایا گیا، کندھوں کے جوڑ سے ان کے بازو نکال دیے گئے، جس کی وجہ سے وہ نماز کے اندر بحالت قیام ہاتھ نہیں باندھ سکتے تھے، اور ہاتھ کھلے چھوڑ کر نماز پڑھتے تھے۔ جسے متاخرین مالکیہ نے غلطی سے ان کا مسلک سمجھ لیا۔ علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ اور بعض دیگر اہل علم کے نزدیک امام مالکؒ کے کندھے طلاق مکرہ کے فتویٰ کی بناء پر نکالے گئے۔ غرضیکہ عباسی خلافت میں غلط و باطل نظریات کی اشاعت نہ کرنے کے جرم میں اور بعض حکومتی ذمہ داریاں اور عہدے قبول نہ کرنے کی بناء پر امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام مالک بن انسؒ اور امام احمد بن حنبلؒ جیسے ائمہ اہل سنت کو اَن گنت مصائب و آلام کا نشانہ بنایا گیا، لیکن وہ اپنے کردار و عمل کے ذریعہ امت کے لئے عزم و استقامت کا ایک انمول اور قابل تقلید نمونہ چھوڑ گئے۔

فاطمی خلافت اور رافضیت کی ترویج

تحریک رافضیت کے اندر صحابہ کرام علیہم الرضوان اور اہل سنت والجماعت کے خلاف مزید شدت اس وقت پیدا ہوئی جب عباسی خلافت کے مقابلہ میں مصر کے اندر فاطمی خلافت کا ظہور ہوا۔ اسی فاطمی دور میں خلفاءِ راشدینؓ، ازواج مطہراتؓ اور اصحاب نبوت پر تبرابازی کا بازار گرم ہوا۔ اس تبرابازی کی اشاعت پر اسی دور میں بیسیوں کتب منظر عام پر لائی گئیں۔ اسی دور میں روافض نے اذان کے اندر علی ولی اللہ وصی رسول اللہ وخلیفتہ بلافصل کے الفاظ شامل کیے۔ اور اسی دور میں اس تبرابازتحریک کے خلاف علماءِ امت نے کفر کا فتویٰ جاری کیا۔ اور پھر شیعہ سنی اختلاف کی کشمکش دو مستقل مکاتب فکر کی صورت میں شروع ہوگئی۔ جب سلطان عادل سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے مصر سے فاطمی خلافت کا خاتمہ کردیا اور مصر کو بغداد کی عباسی خلافت سے جوڑ دیا تو رافضیت کی تقیہ باز تحریک ایک بار پھر "انڈر گراؤنڈ" چلی گئی۔

ایران میں صفوی خاندان کا اقتدار اور رافضیت کی نشاۃ ثانیہ

جب ایران کے اندر صفوی خاندان کا اقتدار قائم ہوا تو رافضی تحریک میں ایک بار پھر بیداری پیدا ہونے لگی۔ اور اس میں ایک نیا جوش و جنون پیدا ہونے لگا۔ صفوی حکومت نے ایران کے اندر مذہبی عصبیت اور تبرائی انتہاء پسندی کی خوفناک فضائیں پیدا کردیں، مذہبی مخالفین (اہل سنت والجماعت) کو بزور شمشیر رافضی مذہب اختیار کرنے پر مجبور کرنا شروع کردیا۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ مذہبی اختلافات کو سیاسی رنگ دے کر ترکی کی عثمانی خلافت کے ساتھ صرف اس لئے محاذ آرائی قائم کر لی گئی کہ وہ اہل سنت والجماعت حنفی عقائد و نظریات پر کاربند و عمل پیرا تھی۔ حتیٰ کہ جب عثمانی خلافت برطانوی استعمار کے خلاف برسرِ پیکار ہوئی تو ایران کی صفوی حکومت نے ترکی کی اسلامی خلافت کے خلاف برطانوی افواج اور اس کے اتحادیوں کا بھرپور ساتھ دیا۔ ان کی ہر قسم کی مدد کی، صفوی حکومت نے اہل سنت دشمنی کی بناء پر صرف ترکی کی عثمانی خلافت کے خلاف ہی محاذ آرائی قائم نہیں کی، بلکہ افغانستان پر بھی مسلح فوجی یلغار کردی۔ چونکہ افغان باشندے اہل سنت والجماعت حنفی تھے۔ اس لئے ان کی علیحدہ مملکت بھی صفوی خاندان کو گوارا نہ تھی۔ لہٰذا فوجی یلغار کے ذریعہ اس نے قندھار اور ہرات وغیرہ افغان

علاقوں پر غاصبانہ قبضہ کرلیا۔ یہ الگ بات ہے کہ افغانستان کے شیر دل سنی کمانڈروں میر ویس خان قندھاریؒ، سردار نادر شاہ درانیؒ اور ملک احمد شاہ ابدالیؒ کی سیاسی کاوشوں اور مسلح جدوجہد سے صفوی خاندان کو نہ صرف افغانستان سے اپنا تسلط ختم کرنا پڑا، بلکہ ایران کے اقتدار سے بھی ہاتھ دھونے پڑے۔

ہندوستان میں رافضیت کی آمد

مغل حکمران سلطان نصیر الدین ہمایوں کو جب سلطان شیر شاہ سوریؒ نے شکست دے کر اقتدار دہلی پر قبضہ کرلیا تو سلطان ہمایوں نے ایران کے اندر صفوی خاندان کے سایہ میں پناہیں تلاش کرلیں اور پھر ایرانی فوجی مدد کے ساتھ دوبارہ اس نے اقتدار دہلی پر قبضہ کرلیا۔ یہی وہ وقت تھا جب ایرانی روافض کو ہندوستان کے اندر آزادانہ داخلہ کا موقع ملا۔ ہمایوں کے بعد سلطان جلال الدین اکبر کے دربار میں تو روافض کی حکمرانی قائم ہوگئی۔ ملا مبارک، ملا ابوالفضل اور ملا فیضی نے دربار اکبری کے اندر رافضی تعلیمات کی ترویج واشاعت میں بھرپور کردار ادا کیا۔ اکبر کو اہل سنت والجماعت کے متواتر عقائد ونظریات سے باغی وسرکش کرکے اسے مجتہد مطلق بنانے اور اس کے لئے "دین الٰہیہ" کے نام سے نیا دستور وآئین تیار کرانے میں انہی تینوں باپ بیٹوں کی سازش وکاوش نمایاں تھی۔ اکبر کے بعد اس کے بیٹے سلطان جہانگیرؒ کے لئے تو ایران سے ایک سپیشل مجسمۂ حسن نور جہان بطور تحفہ یا بطور مشن بھیجی گئی۔ وہ نور جہان سلطان جہانگیر کے عقد میں آئی تو اس کی سرپرستی میں رافضی تحریک ہندوستان کے اندر بھی دن بدن ترقی کرتی چلی گئی۔ دہلی، اودھ اور لکھنؤ اس تبرائی تحریک کے خاص مراکز تھے۔ اس دوران ایران سے سینکڑوں شیعہ مجتہد تبرائی مشن کی ترقی وتکمیل کے لئے ہندوستان برآمد کیے گئے۔ نور جہان نے جہانگیر کا سنی مذہب تبدیل کرانے کی پوری اور سرتوڑ کوشش کی، لیکن وہ اپنے مذموم مقاصد میں کامیاب نہ ہوسکی۔ اور پھر ایک وقت ایسا بھی آیا جب سلطان جہانگیر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک سے وابستہ ہوگیا۔ اس وقت نور جہاں کی تمام سفارشوں اور تمام مزاحمتوں کے باوجود سلطان جہانگیرؒ نے ایران سے آنے والے شیعہ مجتہد قاضی نور اللہ شوستری کو صحابہ کرام علیہم الرضوان پر تبرابازی اور سب وشتم کے جرم میں اس کی زبان گدی سے کھنچوا کر اس کو قتل کرادیا، اور اس کے لئے نور جہاں کی سفارش بھی مسترد کردی۔ روافض کے ہاں قاضی نور اللہ شوستری کو "شہید ثالث" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

رافضی تحریک کے خلاف علماء حق کا ردّ عمل

سلطان ہمایوں، سلطان جلال الدین اکبر اور سلطان جہانگیرؒ کے ابتدائی دور میں رافضی تحریک برصغیر کے اندر کافی زور پکڑ چکی تھی۔ اور مختلف علاقوں میں اس کا خاصا اثر ونفوذ قائم ہوچکا تھا۔ بلکہ بعض علاقوں کا تو سیاسی اقتدار بھی ان کے ہاتھ میں تھا۔ رافضی تحریک کی اس ترقی اور تبرائی مشن میں تیزی وشدت کی بناء پر حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ، حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ، اور حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہیدؒ جیسے علماء وصوفیاء کو اصحاب رسول کی عظمت کے تحفظ کے لئے میدان میں اترنا پڑا۔ اور انہوں نے تقریراً وتحریراً اس فتنہ کی سرکوبی کے

لئے اپنی شرعی و منصبی ذمہ داریوں کو کماحقہٗ پورا کیا۔ لیکن ان اسلاف اُمت کی اس خالص دفاعی و مزاحمتی تحریک کا راستہ روکنے کیلئے روافض کی طرف سے جو جارحیت و تشدد کا طرز اپنایا گیا، اس کے زخم صدیوں بعد بھی مندمل نہ ہو سکے۔

علماء حق پر شیعہ مظالم کی شرمناک داستان

حضرت امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے جب قرآن پاک کا فارسی ترجمہ لکھا اور ''ازالۃ الخفاء عن خلافت الخلفاء'' کے نام سے چار جلدوں پر مشتمل ضخیم کتاب تالیف فرمائی جس میں خلفاء راشدین علیہم الرضوان کی موعودہ قرآنی خلافت، ان کے نظام خلافت، اور ان کی دینی و سیاسی خدمات اور علمی و فقہی تعلیمات کا مدلل انداز میں تذکرہ و اثبات کیا تو روافض کے بدقماش غنڈوں نے ان کے ہاتھوں کے جوڑ اُتار دیے، تاکہ وہ قلمی طور پر اپنے مدلل علمی افکار و نظریات کے ذریعہ سُنی مسلمانوں کی راہنمائی نہ کر سکیں..... حضرت امام شاہ عبدالعزیز دہلویؒ نے جب ''تحفہ اثنا عشریہ'' تحریر فرما کر سُنی و شیعہ عقائد و افکار کا قرآن و سنت کی روشنی میں موازنہ کرتے ہوئے رافضیت کی جہالتوں، مکاریوں اور فریب کاریوں کو عوام کے سامنے بے نقاب کیا تو رافضی غنڈوں نے ان کے جسم پر چھپکلی کا اُبٹن مَل کے ان کے بدن پر برص کی بیماری پیدا کر دی، جس سے ان کی آنکھوں کی بینائی بھی ختم ہو گئی، اور اسی حالت میں انہیں دہلی بدر کر دیا گیا..... برصغیر پاک و ہند کے نامور صوفی و عالم، حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں شہیدؒ نے جب اپنے مواعظ و بیانات اور مکاتیب و تعلیمات کے ذریعہ عظمت صحابہؓ کا تحفظ کرتے ہوئے رافضی شرپسندوں کے پردے چاک کرنے شروع کیے تو انہیں دن دہاڑے ان کی اپنی مسجد کے صحن کے اندر انتہائی بے دردی کے ساتھ گولی مار کر شہید کر دیا گیا۔

رافضیت کا سیاسی کردار

برصغیر پاک و ہند کے اندر روافض کا صرف مذہبی کردار ہی گھناؤنا نہیں رہا، بلکہ ان کا سیاسی کردار بھی بڑا شرمناک رہا ہے..... ۱۸۵۷ء کی جنگ پلاسی میں نواب سراج الدولہ شہید کے خلاف فرنگی سامراج سے خفیہ ساز باز کر کے میدانِ جنگ کا پانسہ پلٹ دینے والا میر جعفر رافضی تھا۔ (سکندر مرزا بھی اسی میر جعفر کی نسل سے تھا)..... ۱۷۹۹ء کی جنگ میسور میں سلطان فتح علی ٹیپو شہیدؒ کے خلاف فرنگی سامراج سے اقتدار کے خفیہ معاہدے کرنے والا میر صادق بھی رافضی تھا۔ شاعر مشرق علامہ ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم نے انہی کے بارہ میں فرمایا:۔

جعفر از بنگال صادق از دکن
ننگِ ملت ، ننگِ دیں ، ننگِ وطن

روہیل کھنڈ کے حافظ رحمت خان مرحوم جب فرنگی سامراج کے خلاف برسرِ پیکار ہوئے تو ریاست اودھ کے رافضی سرداروں نے فرنگی سامراج سے مل کر حافظ رحمت خان شہیدؒ کی تحریک جہاد کو ناکام بنا دیا، اور حافظ صاحب کو شہید کرا دیا..... ۱۸۳۱ء میں جب امام شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کے فتویٰ ''ہندوستان دارالحرب ہے'' کی بنیاد پر امیر المومنین حضرت سید احمد شہیدؒ

اور حضرت مولانا شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ نے پنجاب کی خالصہ حکومت اور دہلی کی برطانوی حکومت کے خلاف علمِ جہاد بلند کیا اور اٹک سے پشاور و بالاکوٹ تک اسلامی حکومت قائم کرلی تو اس وقت سرداران پشاور یار محمد خان اور سلطان محمد خان (جو دونوں رافضی تھے) نے بظاہر تقیہ کر کے سید صاحبؒ کی بیعت کرلی۔ لیکن اندرونِ خانہ سکھوں سے مل کر سید صاحب کو کھانے میں زہر بھی ملا کر دے دیا۔ اور خفیہ راستوں کی نشاندہی کر کے خالصہ فوج کو بالاکوٹ تک پہنچا دیا۔ جہاں سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ سمیت ہزاروں مجاہدین شہید کر دیے گئے۔ روافض کے اسی گھناؤنے اور شرمناک کردار کی وجہ سے ہمارے اسلاف اور بزرگوں نے انہیں کبھی کسی ایسی تحریک میں شامل نہیں کیا جس میں رازداری ضروری خیال کی گئی، چنانچہ تحریک ریشمی رومال میں (اس کی بنیاد شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ نے اٹھائی تھی۔ لیکن فرنگی انٹیلی جنس اپنی ناقص العلمی اور کم فہمی کی بناء پر اسے امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی کی تحریک قرار دیتی ہے) حضرت شیخ الہندؒ اور ان کے رفقاء نے ہندوؤں کو تو شامل رکھا، لیکن روافض کو اس میں شامل نہیں کیا، چنانچہ برطانوی انٹیلی جنس رپورٹر، سی، آر کلیولینڈ اپنی رپورٹ میں لکھتا ہے کہ:

> ''میں نے اس بات کو نوٹ کیا ہے کہ عبیداللہ (سندھیؒ) کی سکیم میں کسی شیعہ کا نام شامل نہیں ہے۔ اس نے شیعہ لوگوں پر جو بے اعتمادی ظاہر کی ہے، اس پر خاص طور سے توجہ کرنی چاہیے۔''
>
> (ریشمی رومال خطوط سازش کیس۔ ص ۲۱۱۔ از مولانا سید محمد میاں دہلویؒ)

یعنی ہمارے اسلاف نے کسی رازدارانہ تحریک میں روافض پر نہ اعتماد کیا ہے، اور نہ ان کو ایسی کسی تحریک میں شامل کیا ہے۔ روافض کی تبرائی تحریک کی انہی جارحانہ، متشددانہ اور منافقانہ کارروائیوں اور سرگرمیوں کی وجہ سے فریقین (یعنی شیعہ، سُنی) کے درمیان منافرت وعداوت، شدت اختیار کرتی چلی گئی، اور ان کے درمیان قلمی ولسانی محاذ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا۔

تعزیہ داری کے خلاف حرمت کا متفقہ فتویٰ

روافض کے خلاف کفر وارتداد کا فتویٰ تو ہر دور کے اہلِ حق علماء اپنی اپنی معلومات کے مطابق دیتے رہے، لیکن جب انہوں نے ماتمی مجالس اور تعزیہ داری کے جلوسوں کو اپنی مذہبی ومسلکی پبلسٹی کا ذریعہ بنالیا، اور فرنگی سامراج نے اپنی رسوائے زمانہ پالیسی ''لڑاؤ اور حکومت کرو'' کے تحت ان کو ماتمی جلوسوں کے ''روٹ اور پرمٹ'' بھی جاری کر دیے تاکہ مسلم سوسائٹی کے اندر یہ ماتمی جلوس ہمیشہ بدامنی وانتشار کا ذریعہ بنے رہیں۔ بدقسمتی سے قیامِ پاکستان کے بعد بھی برطانوی عہد اقتدار کے جاری کردہ روٹ وپرمٹ نافذ العمل رہے اور اس فرنگی سوغات سے ہمیں چھٹکارا نہ مل سکا۔ حالانکہ قیامِ پاکستان سے بہت عرصہ قبل ۱۹۱۰ء میں ہی پورے ہندوستان کے تمام مکاتب فکر تعزیہ کی حرمت کا متفقہ فتویٰ جاری کر چکے تھے۔ چنانچہ خواجہ محمد شمس الدین نقشبندی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے استفتاء پر علماء کرام نے درج ذیل فتوے جاری فرمائے:

1. تعزیہ بنانا بدعت، ناجائز اور حرام ہے۔
2. قرونِ ثلاثہ (عہد صحابہؓ، تابعینؒ وتبع تابعینؒ) میں تعزیہ کا کوئی وجود نہ تھا۔

4. تعزیہ بنانے والا بدعتی اور گمراہ ہے۔
5. تعزیہ بنانے والے کی بیعت اور امامت جائز نہیں۔
6. رسمِ تعزیہ کفر یا قریب کفر تک موذی ہے۔
7. تعزیہ بنانا تیمور بادشاہ رافضی کا فعل ہے۔
8. تعزیہ بنانے والا رافضی، شیعہ ہے۔
9. تعزیہ بنانے والا اہل سنت والجماعت سے خارج ہے۔
10. امام حسینؓ کا روضہ سمجھ کر تعزیہ کا دیدار کرنے والے کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔
11. تعزیہ بنانا ایمان کو زائل کرنے کا باعث بن سکتا ہے۔

یہ فتوے ۱۹۱۰ء میں حاصل کیے گئے اور ان پر اسّی (۸۰) کے قریب علماء کے دستخط موجود ہیں جن میں تمام مکاتب فکر کے علماء شامل ہیں۔ مثلاً شمس العلماء علامہ محمد شبلی نعمانیؒ، حضرت مولانا سید محمد سلیمان ندویؒ، مولانا محمد ابراہیم قادری بدایونی، مولانا عبدالمقتدر قادری بدایونی، مولانا عبدالماجد بدایونی، مولانا احمد الدینؒ چکوال، مولانا پروفیسر اصغر علی روحیؒ، مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ، مولانا مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندیؒ، شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ، مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ، مولانا مفتی امانت علی نکودریؒ، خان احمد رضا خان بریلوی، قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہیؒ (حضرت گنگوہیؒ کا ۱۹۰۵ء میں انتقال ہو چکا تھا، ان کا اس بارہ میں پہلے سے موجود فتویٰ شامل کیا گیا ہے)..... مولانا محمد منفعت علی دیوبندیؒ، مولانا محمد ذاکر بگویؒ، مولانا محمد سہول دیوبندیؒ، مولانا غلام رسول ہزارویؒ دیوبندی، مولانا علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ، مولانا مفتی عبداللطیف سہارنپوریؒ، مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ، مولانا محمد زکریا لدھیانویؒ (رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کے والد محترم)، مولانا مفتی فقیر اللہ رائے پوریؒ وغیرہم علماء کے اس پر دستخط موجود ہیں۔ یہ فتویٰ مطبوعہ ہمارے پاس موجود ہے۔ اور ۱۹۹۰ء میں ہم نے ہزاروں کی تعداد میں یہ چھپوا کے تقسیم بھی کیا تھا۔

تبرا ایجی ٹیشن کے جواب میں تحریک مدح صحابہؓ

فرنگی سامراج نے اقوامِ ہند کے درمیان انتشار و منافرت پیدا کرنے کیلئے جہاں شدھی کی تحریک اٹھا کر ہندو مسلم فسادات کی آگ بھڑکانے کی کوشش کی، وہاں شیعہ سنی اختلافات کو فروغ و وسعت دینے کے لئے روافض کی پوری پشت پناہی شروع کر دی۔ چنانچہ اس شیعہ، سنی مذہبی تصادم کو لکھنؤ کے اندر امتیازی قوانین اور جانبدارانہ پالیسی کا ایندھن فراہم کر کے سرکاری طور پر جس انداز سے ہوا دی گئی وہ ایک شرمناک سانحہ ہے۔ سرکاری طور پر یہ مفسدانہ قانون نافذ کر دیا گیا کہ:

"ماہ محرم الحرام میں حدودِ لکھنؤ کے اندر کسی چھوٹی، بڑی محفل میں اصحاب ثلاثہ (سیدنا امام صدیق اکبرؓ، سیدنا امام فاروق اعظمؓ اور سیدنا امام عثمان غنی رضی اللہ عنہم) کے فضائل و مناقب بیان کرنا قانوناً جرم ہوگا۔"

سرکار برطانیہ کی طرف سے نہ صرف یہ ایک خالص امتیازی قانون تھا، بلکہ ایک انتہائی مفسدانہ حرکت تھی۔ ماہ محرم

الحرام میں واقعہ کربلا اور شہادت سیدنا امام حسینؓ کا تذکرہ بلاشک وشبہ اپنے مقام پر نہایت اہمیت رکھتا ہے، لیکن دیگر اصحاب نبوت وخلفاء راشدینؓ کے فضائل ومناقب کے تذکرہ پر پابندی ایک سراسر ظالمانہ وجابرانہ اقدام تھا، جس سے سرکار برطانیہ کے مذموم عزائم ومقاصد کھل کر سامنے آجاتے ہیں۔ صحابہ کرام وخلفاء راشدین علیہم الرضوان پر تبرابازی، ان کے خلاف سب وشتم پر مشتمل غلیظ لٹریچر کی اشاعت، اور سرکار برطانیہ کی طرف سے ان کا تحفظ وسرپرستی، اور امتیازی ومفسدانہ قانون سازی نے علاقہ بھر کے مسلمانانِ اہل سنت والجماعت کو مشتعل کردیا۔ بدقسمتی سے روافض نے اس جانبدارانہ قانون کے پیچھے فرنگی عزائم ومقاصد پر غور کرنے اور اس کے خطرناک وتباہ کن نتائج کا جائزہ لینے کی بجائے اسے اپنی بہت بڑی کامیابی سمجھ لیا اور اپنی "تبرا ایجی ٹیشن" کے اندر خوفناک حد تک شدت پیدا کرلی۔ اور برملا طور پر تحریراً وتقریراً صحابہ کرامؓ کے خلاف تبرابازی کو اپنا خصوصی مشن بنالیا۔ یعنی واقعہ کربلا، شہادت حسینؓ اور ماتمی جلوسوں کے نام پر صحابہ کرامؓ پر سب وشتم کو انہوں نے اپنی مسلکی ذمہ داری بنالیا اور اس پوری تبرائی تحریک میں نفرت وعداوت اور سب وشتم کی آگ دہکانے اور اس آگ کو ایندھن فراہم کرنے میں بنیادی کردار روافض کے نامور مجتہد مولوی مقبول حسین دہلوی نے ادا کیا۔ انہوں نے اپنے ترجمۂ قرآن اور اس کے "ضمیمہ مقبول" میں اصحابِ نبوت کی عظمت وناموس پر جو رکیک وغلیظ حملے کئے اور جو زہریلے نشتر چلائے انہوں نے اہل سنت والجماعت کے دل زخمی زخمی کردیے۔ ان کے ایمانی جذبات مجروح کردیے اور ان کے صبر وبرداشت کا پیمانہ لبریز ہوکر چھلکنے لگا۔

حقائق وواقعات کے آئینہ میں اگر اس دور کے حالات کا جائزہ لیا جائے تو اہل سنت والجماعت پر یہ ایک انتہائی کٹھن اور مشکل وقت تھا۔ وہ شدید ترین آزمائشوں سے دوچار تھے۔ طویل ترین اور صبر آزما مدت تک جدوجہد آزادی میں مصروف رہنے کے بعد اکابرینِ اُمت اور مجاہدینِ حریت عدم تشدد کی پالیسی اختیار کرچکے تھے۔ ایک طرف فرنگی اقتدار کے خلاف عدم تشدد پر مشتمل آزادی وحریت کی تحریک تقریباً آخری مراحل میں تھی۔ ریشمی رومال اور خلافت جیسی تحریکوں کے دم توڑ چکنے کے باوجود برطانوی اقتدار ہندوستان میں آخری سانس لے رہا تھا، اور فرنگی کا شاطرانہ ذہن جاتے جاتے بھی مقامی اقوام ومکاتب فکر کے درمیان نفرت وعداوت کے بیج بودینا چاہتا تھا۔ فرنگی سامراج کے بارہ میں تو عدمِ تشدد کی پالیسی کامیاب جارہی تھی، اور انگریز اس پالیسی سے خاصا خائف ودہشت زدہ تھا۔ لہٰذا اُس نے کامیاب ڈپلومیسی کے ذریعہ ایک طرف کشمیر کے ڈوگرہ حکمرانوں کو مسلمانوں کے خلاف کھڑا کردیا، اور ان سے ایسی قانون سازی کروائی جس سے کشمیری مسلمانوں کے مذہبی وانسانی اور اخلاقی وقانونی تمام حقوق سلب وپامال ہوکر رہ گئے جس سے مجلس احرار اسلام کے پلیٹ فارم پر تحریک کشمیر نے جنم لیا، اور اس میں ۴۶ ہزار سے زائد مسلمان گرفتار ہوئے۔ دوسری طرف روافض جیسی ناعاقبت اندیش تبرائی تحریک کو مہرہ بنایا، اور شیعہ سنی فسادات کی آگ بھڑکادی۔ تاکہ ان کے واپس جانے کے بعد بھی یہ خطہ امن وسکون سے محروم رہے۔ روافض کے ناعاقبت اندیشانہ طرزِ فکر نے لکھنؤ کے سنی مسلمانوں کو روافض کی "تبرا ایجی ٹیشن" کے جواب میں "تحریک مدحِ صحابہ" چلانے پر مجبور کردیا۔ چنانچہ امامِ اہل سنت علامہ عبدالشکور لکھنوی نور اللہ مرقدہٗ کی قیادت میں تحریک مدحِ صحابہؓ کا آغاز کردیا

گیا۔ یہ ایک ظالمانہ امتیازی قانون کے خلاف احتجاجی تحریک تھی۔ مسلمانانِ اہل سنت والجماعت خلفاء راشدین اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کی مدح وتوصیف میں اشعار پڑھتے ہوئے پُر امن طریقہ سے جلوس کی صورت میں سڑکوں اور بازاروں میں نکلتے اور گرفتاریاں پیش کر دیتے۔ اس طرح گرفتاریوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

شیخ الاسلامؒ اور امام التبلیغ گرفتاری کے لئے حاضر!

اس تحریک کا سب سے دلچسپ اور ایمان افروز پہلو یہ ہے کہ اس میں گرفتاری کے لئے نام پیش کرنے والوں میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ اور امام التبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس دہلوی نور اللہ مرقدہٗ (بانی و امیر اوّل تبلیغی جماعت) سرفہرست تھے۔ لیکن قائدین تحریک نے ان حضرات کی باہر زیادہ ضرورت محسوس کرتے ہوئے ان کی گرفتاری کو قبول نہیں کیا۔ شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ نے تو ان دنوں اپنے بیانات وخطابات کا موضوع ہی "مدح صحابہ" کو بنالیا اور فرمایا مدح صحابہؓ ہمارے ایمان کا حصہ ہے، کوئی مسلمان اس سے کنارہ کشی اختیار نہیں کر سکتا۔ اس تحریک میں بھی امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور ان کی مجلس احرار اسلام کا کردار بہت نمایاں رہا۔

قیام پاکستان کے بعد

فرنگی سامراج کے منحوس قدم سرزمین ہند سے رخصت ہو گئے۔ برصغیر آزاد ہو گیا، ہندوستان تقسیم ہو گیا۔ پاکستان معرضِ وجود میں آ گیا، لیکن بدقسمتی سے قیامِ پاکستان کے بعد ملکی سیاست واقتدار کی باگ ڈور ایسے جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کے ہاتھ میں چلی گئی جو سرکار برطانیہ کے نمک خوار تھے۔ اور اپنے فرنگی آقاؤں سے اپنی وفاداریوں کا صلہ معاوضہ اور حق الخدمت کے طور پر زمینوں اور جاگیروں کی صورت میں وصول کر چکے تھے۔ انگریز کے پروردہ اور وفادار جاگیرداروں نے بھی اپنے غیر ملکی فرنگی آقاؤں کی رسوائے زمانہ ڈپلومیسی "لڑاؤ اور حکومت کرو" کا شرمناک سلسلہ جاری رکھا۔ اور اپنے سیاسی و حکومتی مقاصد ومفادات کی خاطر شیعہ، سُنی اختلافات کو ختم کرنے اور سُلجھانے کی بجائے ان میں شدت پیدا کرنے، بڑھانے اور ان کے اندر جارحیت اُجاگر کرنے کی کوشش کی۔ یہاں تک کہ وہ کھلے تصادم کی صورت اختیار کرتا چلا گیا، اور آج پوری حکومتی مشینری اس پر کنٹرول حاصل کرنے میں مکمل بے بسی محسوس کر رہی ہے۔

علماء کے بائیس نکات اور مسئلہ کا حل

قیامِ پاکستان کے بعد اگر اربابِ اقتدار واختیار کو ملکی استحکام، قومی سلامتی، ملی یک جہتی اور پاکستانی عوام کے باہمی اتحاد واتفاق سے ذرہ برابر بھی دلچسپی اور حقیقت شناسی ومعاملہ فہمی میں سنجیدگی ومتانت ہوتی تو وہ ملک بھر کے پانچوں مکاتب فکر (دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث، شیعہ اور مودودی) کے علماء واکابرین کی طرف سے مرتب کردہ ۲۲ نکات کی روشنی میں ان تمام مکاتب فکر کے درمیان اختلافات وتنازعات کا خاتمہ بآسانی کر سکتے تھے، ان ۲۲ نکات کو بنیاد بنا کر باہمی حدود وحقوق کے لئے عبادات ورسومات کے بارہ میں ضابطۂ اخلاق متعین کر سکتے تھے۔ فرنگی اقتدار کے فراہم کردہ روٹس وپرٹس پر بھروسہ

اعتماد کرنے کی بجائے نئے اصول وقیود وضع کر سکتے تھے، لیکن حالات گواہ ہیں کہ ہمارے حکمرانوں کو (قطع نظر اس سے کہ وہ جمہوری تھے یا فوجی) کبھی بھی اپنے اقتدار کو طول دینے اور اختیار کو وسعت دینے کے علاوہ کسی مسئلہ سے کوئی دلچسپی نہیں رہی، اور اس کے لئے انہوں نے کبھی بھی قومی سلامتی اور ملی یک جہتی کو داؤ پر لگانے سے گریز نہیں کیا۔ بلکہ خود انہوں نے دیدہ و دانستہ طبقاتی اختلاف اور مذہبی تصادم کی راہیں ہموار کیں۔

یک طرفہ مروّت کی ون وے ٹریفک کب تک چلے گی؟

اور پھر اس شیعہ سنی اختلاف وتصادم کا سب سے افسوسناک وشرمناک پہلو یہ ہے کہ ارباب اقتدار اور اہل تشیع نے تعزیہ کے ماتمی جلوسوں کے لئے ہمیشہ اہل سنت ہی سے ایثار ومروّت کا تقاضا ومطالبہ کیا ہے، اور خود کبھی سنجیدگی ومتانت کے ساتھ اس حقیقت پر غور نہیں کیا کہ خود ان پر بھی پاکستانی شہری کی حیثیت سے ایثار ومروّت کی کوئی ذمہ داری عائد ہوتی ہے یا نہیں!! انہوں نے ہمیشہ اہل سنت والجماعت کو تو اس بات کی تلقین کی ہے کہ وہ اپنی مساجد ومدارس کے سامنے، اپنے مکانوں اور دوکانوں کے آگے شیعہ کے ماتمی اور تعزیہ کے جلوسوں کو گوارا کریں، اتحاد ویک جہتی اور امن پسندی کا ثبوت دیں، کیونکہ ملک بڑے نازک دور سے گزر رہا ہے، لیکن خود کبھی یہ زحمت گوارا نہیں کی کہ وہ ملی یک جہتی کیلئے، قومی سلامتی کے لئے، اتحاد واتفاق کے لئے، ایثار ومروّت کے لئے اپنے تعزیہ کے ماتمی جلوسوں کو اپنے عبادت خانوں میں اور اپنے مکانوں میں محدود ومقید کرلیں۔ آخر ایثار ومروّت اور اتحاد ویک جہتی کا یہ کونسا اصول، ضابطہ اور قانون ہے کہ سب کچھ یک طرفہ ہے۔ مروّت ہے تو ایک ہی فریق کے لئے، پابندی ہے تو اسی فریق کے لئے، حدود وقیود ہیں تو اُسی فریق کے لئے، امن کمیٹیوں کے اجلاس ہیں تو اُسی فریق کے لئے، امن وامان کے درس ہیں تو اُسی فریق کے لئے، اور اس کے برعکس تمام مفادات دوسرے فریق کے لئے۔ تحفظات دوسرے فریق کے لئے، ہر قسم کی آزادی دوسرے فریق کے لئے، اس سے بڑھ کر ظلم اور ناانصافی اور کیا ہوگی کہ صرف ایک ہی اقلیتی فریق کی مذہبی خواہشات کے مطابق عمل درآمد ہو، اسی کی خواہش پر پوری حکومتی مشینری حرکت میں آجائے، جبکہ دوسرے مذہبی فریق کے مذہبی جذبات واحساسات کو امن وسلامتی، اتحاد ویک جہتی اور ایثار ومروّت کی نشہ آور گولیاں دے کر سلانے کی کوشش کی جائے۔

دنیا کا مسلّمہ اخلاقی ضابطہ

یہ ایک عالمگیر اصول اور دنیا کا مسلّمہ ضابطہ ہے کہ ایک ہی معاشرہ اور سوسائٹی کے اندر اگر مختلف مکاتب فکر آباد ہوں، اور ان کے طرز عبادت ورسوم ایک دوسرے سے مختلف ومتصادم ہوں تو اخلاقی ومعاشرتی تقاضوں کے مطابق ایک دوسرے کے جذبات واحساسات کا لحاظ رکھنا ضروری وناگزیر ہوجاتا ہے۔ ورنہ سماجی زندگی میں گھٹن اور وحشت پیدا ہونے لگتی ہے۔ جو نفرت وعداوت اور قتل وغارت تک پہنچ سکتی ہے۔ ہمارے معاشرہ کے پرانے بزرگ اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ ہندوؤں کے ہولی، دیوالی کے پروگراموں میں جب ان کی ٹولیاں بینڈ باجوں کے ساتھ گزرتیں تو کسی مسجد کے آگے سے مکمل

خاموشی اور عقیدت کے ساتھ گزرتیں۔ کیونکہ وہ مساجد کو ایک مذہبی گروہ کے عبادت خانہ کا درجہ دیتے تھے۔ اب اگر اس عالمگیر اخلاقی ضابطہ کو سامنے رکھا جائے تو یہ بات بڑی حد تک واضح ہو جاتی ہے کہ تعزیہ کا ماتمی جلوس روافض کے نزدیک عبادت ہے، جبکہ اہل سنت کے نزدیک یہ سراسر حرام و ممنوع ہے۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ روافض کا ماتمی جلوس عبادت ہے یا اس جلوس کو اہل سنت کے مکانوں، ان کی دوکانوں، ان کی مساجد، اور ان کے مدارس کے سامنے لانا عبادت ہے؟؟ ظاہر ہے کوئی بھی ذی ہوش و عقل مند انسان دوسری صورت کو عبادت نہیں شرارت ہی قرار دے گا۔ روافض کی قیادت کو بڑی سنجیدگی کے ساتھ اس نکتہ پر غور کرنا ہوگا کہ اگر وہ اپنی عبادت اپنے عبادت خانہ میں کرتے ہیں، اپنے گھر میں کرتے ہیں، اپنے ڈیرہ پر کرتے ہیں، تو واقعی ان کے مذہب کی عبادت قرار دیا جائے گا لیکن اگر وہ اپنی عبادت اپنے مذہبی مخالفین کے دروازوں پر جا کر، ان کی دوکانوں اور ان کے عبادت خانوں کے سامنے جا کر ادا کریں گے تو دنیا کا ہر ہوش مند و عقلمند اسے ان کی عبادت نہیں بلکہ شرارت و خباثت تسلیم کرے گا۔

عبادت کسی کی.....معاشی نقصان کسی کا

اس مقام پر ایک اور بڑی اہم بات قابل توجہ ہے، کہ تعزیہ کا ماتمی جلوس روافض کی عبادت ہے، اور وہ اس عبادت کے لئے بازاروں، مارکیٹوں اور تجارتی منڈیوں میں نکلتے ہیں۔ جہاں کم از کم پچانوے فی صد سے زائد دوکانیں اہل سنت کی ہیں، جنہیں ان ماتمی جلوسوں کی آمد پر جبراً بند کرا دیا جاتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ عبادت ایک فریق کی، ایک چھوٹے سے گروہ کی، لیکن اس چھوٹے سے گروہ کی غیر شرعی و غیر اخلاقی عبادت کے لئے (جس کا ثبوت ان کے ائمہ معصومین سے بھی نہیں ملتا) بازاروں اور مارکیٹ کے اس اکثریتی گروہ کی دوکانیں اور تجارتی مراکز بند کر دینا، اور ان کا اتنا بڑا معاشی نقصان کرنا آخر عبادت کا کون سا پہلو اور کون سا درجہ ہے؟ معاشی و اقتصادی حوالہ سے بھی دیکھا جائے تو روافض کی طرف سے اہل سنت کے معاشی حقوق و مفادات پر یہ ایک خوفناک شب خون ہے، اہل دانش کو مسئلہ کے اس پہلو پر خصوصی توجہ دینی چاہئے۔ ہمارے خیال میں تعلیمات اہل بیت علیہم الرضوان کا کوئی پہلو بھی اس معاشی و اقتصادی شب خون کا سبق نہیں دیتا۔

مرکزی قیادت کا تقیہ، ذیلی تنظیموں کا تبرا

شیعہ سنی اختلاف کے حوالہ سے مسئلہ کا ایک شرمناک پہلو یہ بھی ہے کہ روافض کی مرکزی اور صوبائی قیادتیں، امن کمیٹی کے ہر اجلاس میں بڑی مظلومیت کے ساتھ یہ تاثر دیتی ہیں اور یہ رونا روتی ہیں کہ ہم خلفاء راشدینؓ اور صحابہ کرامؓ پر تبرا نہیں کرتے، نہ انہیں سب و شتم کا نشانہ بناتے ہیں، یہ ہم پر غلط و بے بنیاد الزام ہے.....اولاً تو ان کی اذان ہی ان کی کذب بیانی کی شہادت دیتی ہے، اور ان کے مظلومانہ رونے کو مگر مچھ کے آنسو قرار دیتی ہے، کیونکہ اس کے اندر علی ولی اللہ، وصی رسول اللہ وخلیفتہ بلافصل کے الفاظ ہی اصحاب ثلاثہؓ پر تبرا ہیں۔ یعنی حضرت سیدنا امام علی مرتضیٰؓ کو خلیفہ بلافصل قرار دے کر اصحاب ثلاثہؓ کو العیاذ باللہ تعالیٰ ظالم و غاصب ثابت کرنے کی کوشش ہو رہی ہے۔

CamScanner

وہابیانہ اہلِ تشیع کی تمام مرکزی وصوبائی قیادتیں، ان انتہاء پرست وشدت پسند مقامی وعلاقائی تبرائی تنظیموں اور افراد کا پورا پورا دفاع کرتی ہیں، ان کو ہر قسم کا تحفظ فراہم کرتی ہیں، جو صحابہ کرامؓ وخلفاء راشدینؓ کے خلاف تبرّا بازی کرنے والی ہیں۔ ان کے خلاف غلیظ وبے ہودہ لٹریچر شائع کرنے والی ہیں، اور ایسی تنظیمیں پورے ملک میں بکھری ہوئی ہیں۔ ایسے افراد ملک بھر کے اندر پھیلے ہوئے ہیں۔ اور ان کا غلیظ وبے ہودہ لٹریچر باقاعدہ مارکیٹوں اور بازاروں میں فروخت ہو رہا ہے۔ ان حالات میں روافض کی مرکزی وصوبائی قیادتیں قومی میڈیا کے ذریعہ جو یہ پروپیگنڈہ کر رہی ہیں کہ ہم خلفاءِ راشدینؓ وصحابہ کرامؓ کے خلاف تبرّا وتنقید کو روا نہیں رکھتے تو یہ سراسر اُن کے قول وعمل میں کھلا کھلا تضاد ہے۔ اگر واقعی وہ ملی یک جہتی کے لئے مخلص اور قومی سلامتی کے لئے فکر مند ہیں تو انہیں اس حقیقت پر ہمدردانہ غور کرنا ہوگا کہ جملہ مفسدات کا خاتمہ وازالہ کئے بغیر یک جہتی کی فضائیں قائم کرنا محال وناممکنات میں سے ہے۔ اس سلسلہ میں اتحاد ویکجہتی کی فضائیں قائم کرنے کے لئے ہمارے ذہن میں چند قابلِ عمل تجاویز موجود ہیں۔ اگر ان پر سنجیدگی کے ساتھ غور کرتے ہوئے عمل کر لیا جائے تو اختلافات و تصادم کی خلیج سمٹ سکتی ہے۔

تجویز اوّل: پبلک لاء اکثریت کا حق تسلیم کیا جائے

اتحاد ویک جہتی کی فضا پیدا کرنے کے لئے ضروری وناگزیر ہے کہ مسلمہ عالمی اصولوں اور باہمی طور پر طے شدہ قواعد وضوابط کی روشنی میں ایک دوسرے کے حقوق ومفادات کا لحاظ واحترام کیا جائے، اور ان کی پابندی کی جائے۔ لیکن یہ ایک انتہائی افسوسناک حقیقت ہے کہ اس ملک کے اندر جب بھی اسلامی نظام کے احیاء ونفاذ کی کوئی تحریک اُٹھتی ہے، اور مذہبی طبقات کی طرف سے ایسا کوئی مطالبہ سامنے آتا ہے تو ایک طرف اسلام دشمن سیکولر ولبرل لابیاں اور اشتراکیت کے حامی طبقات حرکت میں آجاتے ہیں، اور دوسری طرف اہلِ تشیع اپنے لئے جداگانہ پبلک لاء کا مطالبہ شروع کر دیتے ہیں۔ حالانکہ ان کا یہ مطالبہ سراسر غیر جمہوری بھی ہے اور غیر فطری بھی، ہم مختلف زاویوں سے اس کا جائزہ لینا چاہیں گے۔ ملاحظہ فرمائیے:

(۱) قراردادِ مقاصد اور شیعہ مطالبہ

قیامِ پاکستان کے بعد ملکی قانون سازی کے لئے ''قراردادِ مقاصد'' کے نام سے ایک اساس وبنیاد قائم کی گئی۔ تاکہ اسی کی روشنی میں قانون سازی کی جاسکے۔ وہ قراردادِ مقاصد اہلِ تشیع کی طرف سے جداگانہ پبلک لاء کے مطالبہ کی سراسر نفی کرتی ہے، کیونکہ اس میں واضح طور پر یہ موجود ہے کہ دستور کی تیاری کا فریضہ جمہور کے منتخب کردہ نمائندے سرانجام دیں گے، جس میں اقلیتی فرقوں کو ''پرسنل لاء'' کی سہولت حاصل ہوگی۔ اور انہیں یہ آزادی دی جائے گی کہ وہ امن وامان اور قانون کے دائرہ میں رہتے ہوئے اور دوسرے فرقوں کے جذبات واحساسات کا احترام کرتے ہوئے اپنے مذہب ومسلک کے مطابق اپنا عقیدہ رکھ سکیں اور اس پر عمل کر سکیں۔ قراردادِ مقاصد کی یہ شقیں واضح طور پر اس حقیقت کو آشکارا کر رہی ہیں کہ ملک کا پبلک لاء ایک ہی ہوگا۔ جو اکثریت کے مذہب پر ہوگا، جسے اکثریت کے نمائندے تیار کریں گے۔ البتہ ملک کی تمام اقلیتوں کو پرسنل لاء

کی سہولت حاصل ہوگی۔ اور یہ حقیقت بھی ہر ذی ہوش و اہل علم پر واضح و آشکارا ہے کہ اس ملک کی اکثریت اہل سنت والجماعت ہیں اور حنفی المذہب ہیں۔ جن کا آبادی کے اعتبار سے تناسب پچانوے فیصد ہے۔

(۲) علماء کے ۲۲ نکات اور شیعہ مطالبہ

قیام پاکستان کے بعد جب ارباب اقتدار و اختیار اور دیگر اسلام دشمن سیکولر لابیوں نے اسلامی نظام کے نفاذ کا راستہ روکنے اور دستور اسلامی سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے اسے متنازعہ حیثیت سے متعارف کرانے کی سازش و کوشش کی اور یہ بدبودار شوشہ چھوڑا کہ ملک کے اندر کونسا اسلام نافذ کیا جائے گا..... سُنی اسلام یا شیعہ اسلام؟..... حنفی اسلام یا اہل حدیث اسلام؟..... بریلوی اسلام یا دیوبندی اسلام؟..... چکڑالوی اسلام یا مودودی اسلام؟..... تو حکمرانوں کے اس اوچھے ہتھکنڈے اور بے ہودہ و لچر اعتراض کا جواب دینے کیلئے تمام مکاتب فکر کا ایک نمائندہ اجلاس طلب کیا گیا، جس میں دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث، شیعہ اور مودودی تمام مکاتب فکر کے اکابر علماء شریک ہوئے۔ اور انہوں نے حضرت مولانا علامہ سید سلیمان ندوی نور اللہ مرقدہٗ کی قیادت و سربراہی میں متفقہ طور پر ۲۲ نکات مرتب کیے گئے، ان میں بھی قانون سازی اور پبلک لاء کیلئے جمہور (یعنی اکثریت) کا حق تسلیم کیا گیا ہے۔ اور ان پر شیعہ مکتب فکر کی طرف سے مفتی جعفر حسین اور حافظ کفایت حسین کے دستخط موجود ہیں، ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰ کے دوران جب پاکستان قومی اتحاد کے سربراہ مفکر اسلام مولانا مفتی محمود نور اللہ مرقدہٗ سے نظام مصطفیٰ کی تعبیر و تشریح کے بارہ میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ قومی اتحاد کے اندر تمام مکاتب فکر موجود ہیں، لہٰذا نظام مصطفیٰ کی وہی تعبیر و تشریح معتبر و قابل قبول ہوگی جو تمام مکاتب فکر کے اکابر راہنما ۲۲ نکات میں واضح کر چکے ہیں۔ ہم اس بارہ میں اب کوئی نئی بحث چھیڑنا نہیں چاہتے۔ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے یہ ایک انتہائی معقول اور مناسب جواب تھا، جسے تمام مکاتب فکر کے راہنماؤں نے پسند کیا، لیکن بدقسمتی سے اہل تشیع اس جواب کو ہضم نہ کر سکے۔ اور پریس کے ذریعہ اس جواب کے خلاف بیان بازی شروع کر دی۔ اور اتحاد و اتفاق سے مزین پُرسکون فضا کو انہوں نے انتشار و تفریق کی آلودگیوں سے مکدر کر کے رکھ دیا۔ جب ان سے کہا گیا کہ مفتی صاحبؒ نے جن ۲۲ نکات کا حوالہ دیا ہے وہ تو ایک متفقہ دستاویز ہے۔ تو اہل تشیع کی قیادت نے جواب دیا کہ وہ ۲۲ نکات کوئی صحیفۂ آسمانی نہیں ہیں۔ ان سے کہا گیا کہ ان پر تمہارے اکابر اور بزرگوں کے تائیدی دستخط موجود ہیں۔ تو جواب ملا کہ وہ بھی کوئی معصوم نہیں۔ اہل تشیع کی قیادت کا یہ جواب حقیقت و واقعیت پر مبنی ہو یا نہ ہو، زمینی حقائق اسے تسلیم کریں یا نہ کریں، وہ اہل تشیع کی نفسانیت و فطرت اور ان کی موروثی سوچ اور فکر کے عین مطابق ہے۔ ظاہر بات ہے کہ جو گروہ اور طبقہ اصل صحیفۂ آسمانی (قرآن حکیم) کے احکامات قطعیہ کو قبول کرنے پر آمادہ نہ ہو، خاتم المعصومین (حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے فرامین کو بھی واجب الاتباع نہ مانتا ہو، اور جس کے فکر و فلسفہ کی بنیاد "قد مات المفتی مات الفتویٰ" جیسے غیر فطری قول پر ہو، وہ ۲۲ نکات کو اپنے لئے قابل قبول کیسے مان سکتے ہیں؟ لیکن اس کے طرز عمل سے یہ بات واضح ہے کہ وہ صرف "میں نہ مانوں" کے اصول پر قائم ہے۔

CamScanner

(۳) ایران کا پبلک لاء اور شیعہ مطالبہ

ایران (جس کی مکمل سیاسی واقتصادی حمایت وپشت پناہی پاکستان کے اہل تشیع کو حاصل ہے) میں شہنشاہیت کے خاتمہ اور خمینی ازم کے ظہور ونفاذ کے بعد جو دستور وآئین دیا گیا ہے اس میں بھی پبلک لاء صرف ایک ہے یعنی فقہ جعفریہ۔ اور اثناء عشری مذہب کو دیگر تمام مذاہب پر آئینی بالادستی حاصل ہے۔ باقی تمام مکاتب فکر (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی اور زیدی وغیرہ) کو اقلیتوں میں شامل رکھا گیا ہے، اور انہیں آئینی طور پر پرسنل لاء کی سہولت فراہم کی گئی ہے۔ دستور ایران کی اصل نمبر ۱۲ ملاحظہ فرمایئے:

> ''ایران کا سرکاری مذہب اسلام اور جعفری اثناعشری ہے۔ یہ اصل ہمیشہ کے لئے ناقابل ترمیم اور تنسیخ ہے۔ اور دیگر اسلامی مذاہب حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اور زیدی سب کا پورا احترام کیا جائے گا۔ ان مذاہب کے پیروکار اپنی اپنی فقہ کے مطابق اپنی مذہبی رسومات ادا کرنے میں پوری طرح آزاد ہیں۔ تعلیم وتربیت دینی اور اپنے احوال شخصیہ مثلاً ازدواج، طلاق، میراث، وصیت اور ان سے متعلقہ دعاوی عدلیہ میں قانونی حیثیت کے حامل ہیں۔ اور ہر وہ علاقہ جہاں ان مذاہب کے پیروکاروں کی اکثریت ہوگی وہاں دوسرے مذاہب کے پیروکاروں کے حقوق کو مدنظر رکھتے ہوئے اکثریتی مذاہب کے مطابق فیصلے ہوں گے''۔ (ص ۹)

بعد میں شدید ترین بیرونی دباؤ کے تحت ایرانی اہل سنت کے مطالبہ پر اس اصل کے اندر بایں الفاظ ترمیم کی گئی:

> ''سُنی علماء کے مطالبہ پر امام خمینی نے ترمیم منظور کی ہے اور وہ یہ ہے: ایران کا سرکاری مذہب اسلام اور جعفری اثناعشری ہے۔ یہ اصل ہمیشہ کے لئے ناقابل ترمیم اور تنسیخ ہے۔ اور دیگر اسلامی مذاہب حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اور زیدی بھی ان علاقوں کے لئے جہاں ان مذاہب کے پیروکاروں کی اکثریت ہے رسمی مذہب ہوں گے۔ اور دوسرے مذاہب کے پیروکاروں کے حقوق کو مدنظر رکھتے ہوئے اکثریتی مذاہب کی فقہ کے مطابق عدالت گاہوں میں فیصلے ہوں گے۔'' (ص ۹۲)

قطع نظر اس سے کہ ایران کے سنی مسلمانوں کو پرسنل لاء کی بھی سہولت حاصل ہے یا نہیں؟ انہیں اپنے اکثریتی علاقوں میں اپنی فقہ کے مطابق فیصلے کرنے کا حق حاصل ہے یا نہیں؟ ہم فی الوقت اس پر بحث کی ضرورت محسوس نہیں کرتے، کیونکہ عالمی میڈیا ایران کے اہل سنت والجماعت کے خلاف ایرانی حکومت کے مذہبی تعصب اور ان کے انسانی ومذہبی حقوق کی پامالی کی داستان کھل کر بیان کر چکا ہے، اور ایرانی حکومت کے بے بنیاد دعوؤں کو بہت حد تک بے نقاب کر چکا ہے۔ جو حکومت اپنے مذہبی تعصب کی بناء پر اپنے ملک کی ایک ایسی اقلیت کو جو ملک کی کل آبادی کے تناسب کا ۲۵ فی صد سے زائد ہے، اپنے ملک کے صدر مقام تہران کے اندر ایک مسجد تک بنانے کی اجازت نہ دے، ان کے اکثریتی علاقوں میں ان کے دینی مدارس بلڈوز کر دے، وہ اس اقلیت کے باقی مذہبی حقوق کیا ادا کرے گی؟ ان کو باقی فیصلے اپنی فقہ کے مطابق کرنے کی کیا

CamScanner

اجازت دے گی؟؟

لیکن یہ حقیقت بہر حال واضح ہے کہ وہاں کا پبلک لاء ایک ہے، اور وہ جعفری اثناء عشری ہے، وہی ایران کا سرکاری مذہب ہے اور اسکی یہ دستوری حیثیت ہمیشہ کے لئے نا قابل ترمیم اور نا قابل تنسیخ ہے۔ ایران کے صدر کے لئے اسی اثناء عشری جعفری مذہب کا معتقد ہونا ضروری ہے (ص ٦٦) اسی مذہب کا وہ بایں الفاظ حلف اٹھاتا ہے کہ..... میں سرکاری مذہب، اسلامی جمہوریہ کے نظام اور آئین کی پاسداری کروں گا۔ (ص ٦٧)..... گویا آئینی اور دستوری طور پر ایران کے اہل سنت والجماعت کو پبلک لاء کے جداگانہ قانون کی سہولت میسر نہیں ہے۔ اور انہیں ان کی آبادی کے تناسب سے بھی پارلیمنٹ میں نمائندگی حاصل نہیں ہے۔ اس اعتبار سے پاکستان کے اندر پبلک لاء ایک کیوں نہیں ہوسکتا؟..... اگر ایران میں اکثریتی فرقہ کا یہ حق تسلیم کیا گیا ہے کہ جعفری اثناعشری مذہب کو سرکاری مذہب قرار دیا جاسکتا ہے تو پاکستان میں اہل سنت والجماعت حنفی کو سرکاری مذہب کیوں قرار نہیں دیا جاسکتا؟ حالانکہ دونوں ممالک کے اندر شیعہ سنی آبادی کے تناسب میں بہت فرق ہے۔ پاکستان کے اندر شیعہ ۵ فیصد سے بھی کم ہیں، جبکہ ایران کے اندر سنی ۲۵ فیصد سے بھی زائد ہیں۔ تناسب کے اس واضح فرق کے باوجود ایران کی اکثریت کو سرکاری مذہب کا حق حاصل ہے تو پاکستان کی اکثریت اس سے محروم کیوں ہے؟؟

(۴) پبلک لاء کے بارہ میں عالمی اصول کیا ہے؟

یہ بھی ایک مسلمہ اور نا قابل تردید حقیقت ہے کہ بین الاقوامی قانون کے مطابق بھی ایک ملک کے اندر دو پبلک لاء ہونے کا کوئی تصور موجود نہیں۔ ایک ملک کے اندر ایک وقت میں صرف ایک ہی پبلک لاء چل سکتا ہے۔ سابق صدر جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم کے دور میں جب اہل تشیع نے اپنے لئے جداگانہ پبلک لاء کا مطالبہ کیا تو حکومت پاکستان نے ایک سرکاری وفد تشکیل دیا، جو مصر، سعودی عرب اور ایران وغیرہ اسلامی ممالک میں بھیجا گیا تا کہ وہ اُن ممالک کے ملکی دساتیر کا جائزہ لے، اور رپورٹ پیش کرے کہ ان ممالک کے اندر چونکہ مختلف مکاتب فکر موجود ہیں لہٰذا معلوم کیا جائے کہ ان میں پبلک لاء ایک ہے یا ایک سے زائد؟ چنانچہ یہ سرکاری وفد دیگر اسلامی ممالک کا دورہ مکمل کر کے جب ایران پہنچا تو ایرانی حکومت نے اس پاکستانی وفد کو ایران میں داخلہ کی اجازت نہ دی، اور اسے تہران ایئرپورٹ سے ہی واپس بھیج دیا گیا۔ حیرت کی بات ہے کہ ایران کی خمینی حکومت نے شیعہ انقلاب کے بعد پاکستان سے مختلف مکاتب فکر پر مشتمل سینکڑوں وفد اپنے سرکاری خرچہ پر ایران منگوائے تا کہ وہ ان کے نظام کا مطالعہ و مشاہدہ کریں۔ لیکن جب پاکستانی حکومت نے ان کے نظام کا مطالعہ و مشاہدہ کرنے کے لئے سرکاری وفد بھیجا تو اسے ایئرپورٹ سے باہر آنے کی اجازت ہی نہ دی گئی، ایرانی حکومت کی اس کاروائی سے ان کے نظام کی حقیقت و اصلیت مکمل طور پر آشکارا ہو جاتی ہے، اور یہ بات بھی پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ پاکستان کے اہل تشیع کی پشت پناہی و حمایت میں ایران نے کبھی انتہائی قدم اٹھانے سے بھی دریغ نہیں کیا۔ اس کے اس نے نہ باہمی تعلقات کا لحاظ رکھا اور نہ سفارتی امور کا احترام کیا۔ تمام تر سیاسی تعلقات، سرحدی روابط اور سفارتی مراسم کے باوجود اس نے پاکستان کے سرکاری وفد کو ایران کے اندر داخلہ کی اجازت نہ دی جس کی وجہ صرف اتنی تھی کہ ایران کے اندر ۲۵ فی صد سے زائد

اہل سنت والجماعت کے لئے جداگانہ پبلک لاء موجود نہ تھا۔ اگر وہ پاکستانی وفد کو ملک کے اندر داخلہ کی اجازت دے دیتا، تو اس وفد کی رپورٹ پاکستان کے ۵ فیصد سے بھی کم اہل تشیع کے موقف اور مطالبہ کے خلاف جاتی۔ اس لئے ایران نے انتہائی جارحانہ وغیر اخلاقی قدم اٹھا کر اپنی سیاسی ساکھ تو داؤ پر لگا دی، لیکن پاکستانی شیعہ کے مطالبہ پر حرف نہیں آنے دیا۔ چنانچہ پاکستان کے اس سرکاری وفد نے واپس آ کر ایرانی حکومت کے ناروا غیر اخلاقی رویہ پر احتجاج بھی کیا اور دیگر ممالک کی رپورٹ بھی پیش کی کہ ان ممالک کے اندر پبلک لاء صرف اور صرف ایک ہے، اور ان ممالک کے اندر موجود اقلیتوں کو پرسنل لاء کی سہولت حاصل ہے۔

پاکستانی اہل تشیع کا غیر معقول پروپیگنڈہ

پاکستان کے اہل تشیع اور روافض کا یہ پروپیگنڈہ بھی سراسر ناقابل فہم ہے کہ اگر پاکستان کا پبلک لاء "سُنی حنفی فقہ" قرار پا جائے تو ہمارا شمار اقلیتوں میں ہوگا، اور اگر ہمارا شمار اقلیتوں میں ہو گیا تو ہمارے بارہ میں غیر مسلم ہونے کا تصور اُبھرے گا اور ہمیں عیسائیوں، ہندوؤں، پارسیوں اور قادیانیوں کے ساتھ شامل کیا جائے گا، جبکہ ہم ان فرقوں کے ساتھ شامل رہ کر صرف پرسنل لاء کی سہولت حاصل کرنا نہیں چاہتے۔ ہمیں پبلک لاء کی سہولت چاہئے۔ اہل تشیع کا یہ پروپیگنڈہ سراسر غیر معقول ہے۔ کیونکہ مسلم وغیر مسلم کا فیصلہ اقلیت واکثریت کی بنیاد پر نہیں ہوتا، بلکہ عقائد ونظریات کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ پاکستانی پارلیمنٹ نے قادیانیوں کو غیر مسلم ان کے اقلیت ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ ان کے عقیدۂ ختم نبوت پر ایمان نہ ہونے اور مرزا غلام قادیانی جیسے جھوٹے مدعی نبوت کو نبی، مسیح، مہدی اور مجدد ماننے کی وجہ سے قرار دیا۔

اور اگر اہل تشیع کا یہ فلسفہ چند منٹ کے لئے تسلیم کر لیا جائے تو پھر ان سے ہمارا سوال یہ ہے کہ ایران کے اندر ۲۵ فیصد سے زائد اہل سنت (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) کو اقلیت قرار دے کر جو پرسنل لاء کی سہولت دی گئی ہے اور انہیں پبلک لاء کی سہولت سے محروم رکھا گیا ہے تو کیا اقلیت ہونے کی بناء پر وہ ایران کے غیر مسلم شمار ہوں گے؟ اگر وہ اقلیت ہونے کی بناء پر واقعی غیر مسلم قرار پاتے ہیں تو پاکستانی اہل تشیع کو اپنے لئے یہ حیثیت اور پوزیشن قبول کرنے سے انکار وانحراف کیوں ہے؟ اور اگر وہ (یعنی ایرانی سنی) اقلیت ہونے کی بناء پر غیر مسلم قرار نہیں پاتے تو پاکستانی اہل تشیع کو کیوں اور کیسا خطرہ ہے؟ لہٰذا اگر ایرانی اہل سنت پبلک لاء کی سہولت سے محروم ہونے اور پرسنل لاء کی بھی صرف کاغذی اور غیر مؤثر سہولت حاصل ہونے کی بناء پر غیر مسلم قرار نہیں پاتے تو پاکستانی اہل تشیع کو محض اقلیت ہونے کی وجہ سے یہ خطرہ اور خدشہ کیوں درپیش ہے؟ حالانکہ مسلم و غیر مسلم ہونے کا فیصلہ اور ایمان وکفر کا مدار صرف اور صرف عقائد ونظریات پر ہے، اقلیت واکثریت ہونے پر ہرگز نہیں۔

اہل تشیع کا منفی ومتوازی طرزِ عمل

پاکستانی اہل تشیع کی فکری وعملی صورت حال بہت عجیب وغریب ہو کر رہ گئی ہے۔ ایک طرف تو وہ خود کو مسلمان ثابت کرنے کے لئے اپنی تمام توانائیاں صرف کر رہی ہے، قرآن پاک پر اپنا (تقیہ زدہ) عقیدہ وایمان ثابت کرنے کے لئے اپنے

امام معصوم (امام غائب) کی مصدقہ ''اصولِ کافی'' کی تحریفِ قرآن والی تمام روایات کو جھٹلا رہی ہے، اور دوسری طرف پاکستان کے اندر اپنے لئے جداگانہ پبلک لاء کا حق اور جواز ثابت کرنے کے لئے ایمان واعتقاد کی تمام حدیں پامال کر گئی ہے، اور ہر اعتبار سے اپنے آپ کو ملک کی غالب اکثریت اہل سنت والجماعت سے علیحدہ وممتاز رکھنے کے لئے خود کو ایک مستقل نظریاتی مکتب فکر اور فرقہ کی حیثیت سے نمایاں واجاگر کرنے کی کوشش میں مصروف ہے۔ حتیٰ کہ اس کے لئے اہلِ تشیع نے صرف اذان اور نماز کی علیحدگی پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ اپنے لئے کلمہ بھی انہوں نے الگ اور جدا کرلیا ہے۔ پورا عالمِ اسلام اپنے اَن گنت وبے شمار اصولی وفروعی اختلافات کے باوجود ایک ہی کلمۂ توحید (لا الٰہ الا اللہ محمدٌ رسول اللہ) پر متفق ومتحد تھا، حتیٰ کہ قادیانیت جیسے کافر ومرتد گروہ نے بھی کلمۂ توحید کے معنوی مفہوم ومقصود کو بدلنے کے باوجود اس کے الفاظ میں تبدیلی کی جسارت نہیں کی۔ اس گروہ نامراد کے نزدیک کلمہ کے الفاظ تو وہی ہیں لیکن ان میں محمدٌ رسول اللہ سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی ہے (العیاذ باللہ تعالیٰ) لیکن اہل تشیع نے اپنے جداگانہ تشخص کے لئے وحدتِ ملی کے اس بنیادی تصور کو بھی پارہ پارہ کر کے رکھ دیا۔ اور اپنے لئے لا الٰہ الا اللہ محمدٌ رسول اللہ علی ولی اللہ وصی رسول اللہ وخلیفتہٗ بلا فصل'' کے الفاظ پر مشتمل کلمہ بھی ایجاد کرلیا۔ ان کی مختلف مطبوعہ کتابوں کے علاوہ شیعہ نصاب دینیات کی ''راہنمائے اساتذہ'' نامی کتاب کے اندر بھی اسی جداگانہ کلمہ کو ''کلمۂ اسلام'' قرار دیا گیا ہے۔ ممتاز شیعہ راہنما جناب مظفر علی شمسی بھی اہلِ تشیع کے اس جداگانہ کلمہ کو خلافِ اسلام قرار دے چکے ہیں۔ اب اہلِ تشیع سے ہمارا سوال یہ ہے کہ آپ کی طرف سے کلمہ کی اس تبدیلی کے بعد دونوں گروہوں میں سے ایک گروہ تو یقیناً کافر ہے..... اگر آپ کا کلمہ پورا ہے تو اس میں کمی کی بناء پر اہل سنت کافر ہیں..... اور اگر اہل سنت کا کلمہ پورا ہے تو اس میں اضافہ کی بناء پر اہلِ تشیع کافر ہیں..... ویسے یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ اہلِ تشیع کے ائمہ معصومین اور اہل بیتِ رسول کے دیگر افراد سے (بحوالہ کتب شیعہ) اہلِ سنت کا کلمہ پڑھنا ہی ثابت ہے۔ اہلِ تشیع کا مذکورہ کلمہ پڑھنا کسی ایک سے بھی ثابت نہیں۔ پاکستانی اہلِ تشیع اس پہلو پر سنجیدگی کے ساتھ غور کریں کہ اگر ان کو کافر قرار دیا گیا یا دیا جاتا ہے تو ان کے اقلیت ہونے کی بناء پر نہیں، بلکہ کلمۂ توحید میں تبدیلی واضافہ کی بناء پر ان کو کافر قرار دیا جاتا ہے۔

اور پھر پاکستانی اہلِ تشیع کی طرف سے صرف کلمۂ توحید میں تبدیلی واضافہ پر ہی اکتفا نہیں کیا گیا، بلکہ اپنے لئے سکولز اور کالجز میں ''جداگانہ نصاب دینیات'' بھی منظور کرایا گیا۔ ہر ذی شعور وہوشمند شخص یہ سوچنے پر مجبور ہے کہ اہلِ تشیع اپنے اس انتہاء پسندانہ طرزِ عمل اور اپنے ان جداگانہ عقائد ونظریات کے ذریعہ باہمی اختلافات میں کمی کر رہے ہیں یا اضافہ؟ ..... ان سے اختلافات کی خلیج میں کمی آئے گی یا وہ وسیع ہوگی؟..... حیرت ہے کہ وہ کلمہ کی اس واضح تبدیلی کے بعد بھی اہلِ اسلام سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ انہیں مسلمان ہی تسلیم کریں گے؟؟ لہٰذا ضروری وناگزیر ہے کہ اہلِ تشیع ان انتہائی اقدامات اور جارحانہ طرزِ عمل سے گریز کرتے ہوئے جمہوری وفطری اصول کے مطابق ایران کی طرح پاکستان کی اکثریت اہل سنت والجماعت کا فقہ حنفی کے نفاذ کا اصولی حق تسلیم کریں اور اپنے لئے جداگانہ پبلک لاء کا غیر اصولی مطالبہ کر کے ملک کے اندر

سیکولرازم کی راہ ہموار نہ کریں۔

تجویز دوم: باہمی الزام تراشیوں کا غیر جانبدارانہ جائزہ لیا جائے

اتحاد و یک جہتی کی فضا پیدا کرنے اور شیعہ، سنی اختلافات کو تنازعات سے بچانے کیلئے ہماری دوسری تجویز یہ ہے کہ فریقین ایک دوسرے پر عائد کئے جانے والے الزامات کا سنجیدگی کے ساتھ غیر جانبدارانہ جائزہ لیں۔ اور ان کی تلافی کی ذمہ دارانہ کوشش کریں۔ سب سے پہلے ہم اہل تشیع کے اہل سنت پر عائد کیے گئے الزامات کا جائزہ لیں گے اور دیکھیں گے کہ ان کے الزامات میں کس حد تک صداقت و واقعیت ہے۔ اس بارہ میں اہل تشیع کی طرف سے اہل سنت پر دو الزامات عائد کئے جاتے ہیں۔ ہم ان دونوں کا سرسری جائزہ لیں گے۔

اہل تشیع کا پہلا الزام

اہل تشیع کی طرف سے اہل سنت والجماعت پر پہلا الزام یہ عائد کیا جاتا ہے کہ وہ اہل بیت عظام علیہم الرضوان کی شان میں توہین و تنقیص کا ارتکاب کرتے ہیں۔ ہم پورے وثوق، یقین، اعتماد اور چیلنج کے ساتھ اہل تشیع کے اس الزام کو مسترد کرتے ہیں، اور اسے ایک صریح اور بے بنیاد بہتان و اتہام قرار دیتے ہیں، کیونکہ اہل سنت والجماعت بحمد اللہ تعالیٰ اہل بیت کرام علیہم الرضوان کی ہر وہ عظمت و مقام تسلیم کرتے ہیں اور اسی پر غیر متزلزل یقین و اعتقاد رکھتے ہیں جو قرآن پاک اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے، اور العیاذ باللہ تعالیٰ ان کی ادنیٰ سے ادنیٰ توہین و تنقیص کا بھی تصور نہیں کرتے۔ ملک کے اندر جس طبقہ کی طرف سے اہل بیت عظامؓ کے خلاف لٹریچر منظر عام پر آیا ہے، اسکا اہل سنت والجماعت کے ساتھ قطعی کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہ پروفیسر محمود احمد عباسی کا خارجی ٹولہ ہے، اس خارجی ٹولہ کی طرف سے اہل بیتؓ کے خلاف جو نظریات فاسدہ سامنے آئے ہیں ہمارے اکابرین اہل سنت والجماعت کی طرف سے ان کے رَد میں متعدد کتابیں منظر عام پر آ چکی ہیں۔ جن میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب نور اللہ مرقدہٗ (سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند) اور مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع نور اللہ مرقدہٗ کے نام نمایاں ہیں۔

اور پھر یہ بات بھی غور طلب ہے کہ جس طبقہ (اہل سنت والجماعت) کی بخاری شریف اور مسلم شریف سے لے کر مکتوبات شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور ملفوظات شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ تک تمام مستند و معتمد کتب میں مناقب اہل بیتؓ کا بصراحت تذکرہ موجود ہو، اور وہ ان کو جزو ایمان و حرز جان جانتے ہوں وہ ان کی توہین کا تصور کیسے کر سکتا ہے؟..... اہل سنت والجماعت بالاتفاق اہل بیت کی محبت کو کشتی نجات قرار دیتے ہیں..... سیدنا امام علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو چوتھا برحق خلیفۂ راشد اور اسد اللہ الغالب مانتے ہیں..... حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو "سیدۃ نساء اھل الجنۃ" تسلیم کرتے ہیں۔ سیدنا امام حسنؓ اور سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے "جوانانِ جنت" کا سردار ہونے کا برملا اعتراف کرتے ہیں اور ان تمام چیزوں کا تذکرہ ان کے خطبات جمعہ و عیدین تک میں موجود و مذکور ہے۔

CamScanner

باقی رہا وہ خارجی طبقہ جو حضرت سیدنا امام علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت راشدہ کا منکر ہے، ان کے عہدِ خلافت کو عبوری دور قرار دیتا ہے اور ان کو سیدنا امام عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قتل میں ملوث قرار دیتا ہے..... حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خاتونِ جنت ہونے سے انکاری ہے..... سیدنا امام حسن اور سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے جوانانِ جنت ہونے کی نفی کرتا ہے..... معرکۂ کربلا میں یزید کو برحق اور شہدائے کربلا کو خاطی و باغی قرار دیتا ہے..... بلاشک وشبہ اہلِ سنت والجماعت اس خارجی وعباسی گروہ سے بالکل بری و بے زار ہیں۔ اور ان کو اتنا ہی گمراہ و بے دین تسلیم کرتے ہیں جتنا کہ خلفاءِ ثلاثہ (سیدنا امام صدیق اکبر، سیدنا امام فاروقِ اعظم اور سیدنا امام عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم) اور اُمہات المومنین (بالخصوص اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ، اُم المومنین سیدہ حفصہؓ اور ام المومنین سیدہ اُم حبیبہ رضی اللہ عنہن) کی توہین و تنقیص کرنے والوں اور ان کی عظمت و منقبت سے انکار کرنے والوں کو۔ کیونکہ اہل سنت والجماعت صحابہ کرامؓ و اہل بیت عظامؓ کے درمیان ایمانی حوالوں سے کسی تفریق اور تقسیم کو قبول نہیں کرتے۔ اور نہ ہی ان سب کے ان اوصاف و مناقب سے انکار و انحراف کرتے ہیں جو قرآن حکیم اور احادیث صحیحہ سے ثابت و منقول ہیں۔

اہل تشیع کا دوسرا الزام

اہل تشیع کی طرف سے اہل سنت والجماعت پر دوسرا الزام یہ عائد کیا جاتا ہے کہ وہ ان کو کافر قرار دیتے ہیں۔ اس بارہ میں اہل سنت والجماعت کا موقف و نظریہ بالکل واضح ہے۔ اہل سنت کی طرف سے اہلِ تشیع کی اگر تکفیر کی جاتی ہے تو اس کے تین بنیادی اسباب ہیں۔ اگر تشیع ان کی صراحت کر دیں تو اہل سنت اپنے فتویٰ تکفیر پر غور کر سکتے ہیں۔ لیکن ان کی طرف سے یہ صراحت عقیدۂ تقیہ کے خول سے نکل کر ہونی چاہئے۔ اور واضح و دوٹوک لفظوں میں ہونی چاہئے۔ بغیر کسی ابہام کے۔

پہلا سبب: تحریفِ قرآن

اہل سنت کی طرف سے اہلِ تشیع کی تکفیر کا پہلا سبب ان کے نظریہ تحریفِ قرآن کو قرار دیا گیا ہے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ اہلِ تشیع کی کتب میں دو ہزار سے زائد روایات ایسی موجود ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ موجودہ قرآن اصل قرآن ہی نہیں۔ یا کم از کم مکمل قرآن نہیں۔ اور ایسی روایات ان کی سب سے مستند کتاب ''اصول کافی'' میں موجود ہیں۔ اہلِ تشیع کا جوابی نظریہ یہ ہے کہ تحریفِ قرآن کی وہ تمام روایات ضعیف و کمزور ہیں۔ قطع نظر اس سے کہ ان کی طرف سے اصول کافی (جو ان کے امام معصوم یعنی امام غائب کی مصدقہ ہے) کی کسی ایک روایت یا متعدد روایات کو ضعیف و کمزور قرار دینا، اور اپنی دیگر کتب معتبرہ کی دو ہزار سے زائد روایات کو بیک جنبشِ قلم غیر مستند و غیر معتبر قرار دے دینا ان کے اپنے اصولوں کی روشنی میں کہاں تک درست اور قابلِ قبول ہے؟ ہمارا ان سے سوال یہ ہے کہ اہل سنت والجماعت تحریفِ قرآن کے قائل کو کافر قرار دیتے ہیں۔ اگر اہلِ تشیع بھی اپنے ان جملہ مصنفین و مجتہدین کو تحریفِ قرآن کی بناء پر کافر قرار دے دیں، جنہوں نے اپنی کتب کے اندر تحریفِ قرآن کی روایات بلا تنقید و جرح نقل کی ہیں، کیونکہ ظاہر بات ہے وہ مصنفین خود تو ان کی صحت کے قائل ہیں۔ اب صرف ان

CamScanner

روایات کو ضعیف و کمزور قرار دے دینے سے تو کام نہیں چلے گا۔ تو پھر اہل سنت بھی ان اہل تشیع پر تحریف قرآن کے حوالہ سے فتویٰ کفر واپس لے سکتے ہیں۔ جو تحریف قرآن کی روایات نقل کرنے والوں کو کافر تسلیم کرلیں۔ لیکن اس مقام پر اہل تشیع کو یہ بات ملحوظ خاطر رکھنی چاہئے کہ اس فتویٰ کے بعد ان کے پاس اپنا مذہب ثابت کرنے کیلئے کوئی کتاب بچے گی بھی نہیں!

دوسرا سبب: نظریۂ امامت

اہل سنت کی طرف سے اہل تشیع کی تکفیر کا دوسرا سبب ان کے نظریۂ امامت کو قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ وہ عقیدۂ ختم نبوت کے منافی ہے۔ اہل سنت کے نزدیک عصمت اور وحی لوازمات نبوت میں سے ہیں۔ ان کے نزدیک وحی تشریعی کا نزول صرف انبیاء کرام علیہم السلام پر ہوتا ہے، غیر نبی پر وحی تشریعی کا نزول نہیں ہوسکتا۔ اس اعتبار سے اہل سنت کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین بھی ہیں اور خاتم المعصومین بھی۔ نہ آپ کے بعد وحی کا نزول ہے اور نہ کوئی معصوم ہے۔ جبکہ اہل تشیع کے نزدیک ان کے بارہ اماموں پر وحی کا نزول بھی تھا۔ وہ معصوم بھی تھے۔ ان کی اتباع واطاعت بھی انبیاء و رسل کی طرح واجب ہے۔ بلکہ ایران کے شیعہ انقلاب کے بانی جناب آیت اللہ خمینی نے تو اپنی کتاب "الحکومۃ الاسلامیہ" میں اپنے ائمہ معصومین کا مقام تمام انبیاء و مرسلین سے زیادہ لکھا ہے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ) اہل تشیع اگر اپنے عصمت ائمہ کے نظریہ پر قرآنی تعلیمات کی روشنی میں دیانت و سنجیدگی کے ساتھ غور کریں گے تو انہیں بھی یہ نظریہ عقیدۂ ختم نبوت کے منافی ہی معلوم ہوگا۔ اور عقیدۂ ختم نبوت کے منکر کو اگر کافر نہیں کہا جائے گا تو کیا کہا جائے گا؟ یہ فلسفہ ناقابل فہم ہے کہ ایک شخص کسی کو معصوم قرار دے کر، اس پر وحی کا نزول مان کر، اور اس کی اتباع واجب تسلیم کرکے اسے نبی مانے تو وہ منکرِ ختم نبوت ہونے کی وجہ سے کافر، اور ایک شخص کسی میں یہی اوصاف مان کر اسے امام قرار دے تو وہ نہ ختمِ نبوت کا منکر اور نہ کافر؟؟ لہٰذا اہل تشیع کو اپنے اس نظریہ پر بھی نظرِ ثانی کرنی چاہئے۔ صرف یہ پروپیگنڈہ مناسب نہیں کہ اہل سنت انہیں کافر قرار دیتے ہیں۔

تیسرا سبب: سبِّ صحابہ

اہل سنت والجماعت کی طرف سے اہل تشیع کی تکفیر کا تیسرا سبب جو بیان کیا گیا ہے وہ ہے سبِّ صحابہ۔ یعنی اہل تشیع صحابہ کرام علیہم الرضوان کو کافر، غاصب، منافق، ظالم تک قرار دینے سے گریز نہیں کرتے (العیاذ باللہ تعالیٰ) اور یہ کوئی فرضی قصے نہیں بلکہ ان کا یہ جارحانہ طرز سینکڑوں کتب میں بکھرا ہوا موجود ہے۔ اب اہل تشیع سے اہل سنت کا بالکل سادہ سا سوال ہے کہ:

(۱) اہل تشیع خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو کافر، منافق، ظالم، غاصب اور ایمان سے تہی دامن قرار دیں (العیاذ باللہ تعالیٰ) تو وہ ان کا مسلک اور عقیدہ قرار پائے۔ لیکن اہل سنت اگر ان کے اس عقیدہ کی بنا پر انہیں کافر قرار دیں تو وہ ظالم و جارح قرار پائیں؟

(۲) اہل تشیع امہات المومنین، ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کو کافرہ، فاسقہ اور منافقہ تک قرار دیں (العیاذ باللہ

تعالیٰ) تو وہ ان کا مذہب وعقیدہ قرار پائے، اور ان کے اسی عقیدہ کی بناء پر اہل سنت ان کو کافر قرار دیں تو وہ مجرم قرار پائیں؟

یہ فلسفہ اخلاق ودیانت کے آخر کون سے تقاضوں پر پورا اُترتا ہے؟ اور حقیقت پسندی کا کون سا اصول اسے قبول کر سکتا ہے؟ جبکہ یہ سب کچھ اس رافضی لٹریچر میں موجود ہے جو پاکستان کی مارکیٹوں میں فروخت ہو رہا ہے۔ جس کا بیشتر حصہ ایران سے حاصل کیا گیا ہے۔ اور باقی پاکستان کے شیعہ مصنفین کی تحریری کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ یہی لٹریچر اختلافات میں شدت کا سبب ہے، اور یہی شیعہ سنی فسادات کا باعث ہے۔ اس سلسلہ میں فی الفور ایسی قانون سازی کی ضرورت ہے جس میں صحابہ کرام، اہل بیت عظام، خلفاء راشدین اور امہات المومنین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے خلاف تقریراً وتحریراً اور صراحتاً واشارتاً تبرابازی کرنے والے، انہیں کافر ومنافق قرار دینے والے، انہیں ظالم وغاصب کہنے والے تمام مصنفین اور مقررین کے لئے ایسی عبرتناک سزا کا تجویز ہونا ضروری ہے جس پر عمل درآمد بھی یقینی ہو کہ اس سزا کو پا کر دوبارہ کوئی ایسی شرمناک جسارت نہ کر سکے، اور ایسا تمام لٹریچر بھی ضبط ہونا چاہئے جس میں ایسا مواد موجود ہو۔ اگر ایسا ممکن ہو سکے تو شیعہ سنی تصادم کا راستہ بسہولت روکا جا سکتا ہے۔

تیسری تجویز: عبادت، عبادت خانوں تک محدود ہونی چاہئے

اتحاد ویک جہتی کی فضا پیدا کرنے کے لئے ہماری تیسری تجویز یہ ہے کہ ایثار ومروّت کی ذمہ داری فریقین پر یکساں عائد ہونی چاہئے۔ اس کا سارا بوجھ صرف ایک فریق پر ڈال دینا انصاف ودیانت کے تمام اصولوں کے منافی ہے۔ اس کے لئے ہمارے ذہن میں دو قابلِ عمل صورتیں ہیں۔ اگر اہلِ تشیع باہمی اتحاد ویک جہتی کے لئے واقعی مخلص وسنجیدہ ہیں تو انہیں ان دونوں صورتوں کو سامنے رکھ کر کوئی فیصلہ کرنا چاہئے، اور اس میں تاخیر نہیں کرنی چاہئے۔

پہلی صورت یہ ہے کہ ماتم وتعزیہ داری ان کی گروہی عبادت ہے، اور دنیا کے کسی مہذب مذہب میں ایسا کوئی عمل بھی عبادت قرار نہیں پا سکتا جو دوسروں کی اذیت کا باعث ہو۔ اور ویسے بھی ہر اجتماعی عبادت، عبادت خانہ کے اندر ہی مناسب رہتی ہے۔ لہٰذا اہلِ تشیع کو اپنی اس عبادت کی تمام رسومات اپنے عبادت خانوں میں ہی ادا کرنی چاہئیں تاکہ اس کے اندر نمائش وریاکاری کا کوئی پہلو بھی نہ ہو..... دوسروں کے لئے اذیت کا باعث بھی نہ ہو..... اور سیکورٹی کے لئے قومی خزانہ سے خرچ ہونے والے کروڑوں روپے کی بچت بھی ہو۔ ۱۹۹۰ء کی ایک سروے رپورٹ کے مطابق اس وقت صرف ایک دن (۱۰ محرم) میں ملک بھر کے ماتمی جلوسوں کی سیکورٹی کا سرکاری خرچہ ۱۰ کروڑ روپے تھا۔ اہلِ تشیع کو مذکورہ تمام پہلوؤں پر نظر رکھتے ہوئے اپنی اس عبادت کو اپنے عبادت خانوں میں بند کر لینا چاہئے۔ اسی میں ان کی بھلائی ہے..... اسی میں قوم کی بھلائی ہے..... اور اسی میں ملکی سلامتی ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اگر وہ مسئلہ کے مذکورہ پہلوؤں پر کوئی توجہ دینے کے لئے تیار نہیں تو پھر انہیں اخلاقی طور پر مروّت ورواداری کا یک طرفہ لوڈ ختم کرنا ہوگا، اور اس کا کچھ لوڈ انہیں خود بھی برداشت کرنا ہوگا۔ قیامِ پاکستان کے بعد

۶۴ سال بیت چکے، یعنی اس دوران اب تک ۶۴ ماتمی جلوس نکالے جا چکے۔ جس طرح ۶۴ سال تک (پاکستان کے اندر) اہل سنت والجماعت ان ماتمی جلوسوں کے لئے ایثار و مروّت کا ثبوت دیتے رہے، اپنی مساجد، مدارس، مکانوں اور دوکانوں کے سامنے ان ماتمی جلوسوں کو برداشت و گوارا کرتے رہے، اپنے سُنی مذہب میں ان ماتمی جلوسوں کو حرام و ممنوع جانتے ہوئے بھی صرف ملکی امن و امان کی خاطر اپنی دوکانیں، کاروباری مراکز اور تجارتی ادارے بند کر کے ہر قسم کا معاشی نقصان برداشت کرتے رہے، اسی طرح اب اتنا ہی عرصہ اگر اہل تشیع ایثار و مروّت کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے ماتمی جلوسوں کو اپنے عبادت خانوں، اپنے گھروں اور اپنے ڈیروں تک محدود کر لیں، اور اسکے بعد ایک سال اہل تشیع مروّت کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے ماتمی جلوسوں کو اپنے عبادت خانوں تک محدود رکھیں، اور ایک سال اہل سنت اپنے گھروں، دینی اداروں اور مساجد کے سامنے ان کے ماتمی جلوسوں کو گوارا کر لیں تو اس دو طرفہ ایثار و مروّت کے مظاہرہ سے باہمی اعتماد کی فضا بھی پیدا ہوگی۔ ہر سال سیکورٹی پر کروڑوں روپے ہونے والے اخراجات کی بچت بھی ہوگی۔ اور امن و سکون بھی بحال ہوگا۔ جب تک ایثار و مروّت کا یہ لوڈ دونوں فریق آپس میں تقسیم نہیں کریں گے اور ریاستی جبر کے ذریعہ اس کا تمام لوڈ ایک ہی فریق کو برداشت کرنے پر مجبور کیا جاتا رہے گا، پولیس، فوج اور رینجرز کی حفاظت میں ماتمی جلوس تو نکلتے رہیں گے لیکن امن بحال نہیں ہوگا۔ قومی سلامتی کی طرف پیش رفت نہیں ہوگی۔ فرقہ وارانہ کشیدگی میں کمی نہیں آئے گی اور ملک خانہ جنگی کی طرف بڑھتا رہے گا۔

وقت کے تقاضے.....اور.....ہماری ذمہ داریاں

اس صورت حال میں ہمیں اہل سنت والجماعت کی ذمہ داریوں کا بھی جائزہ لینا ہوگا۔ مولانا حق نواز شہید نور اللہ مرقدہٗ اور ان کے رفقاء جس مشن کے لئے قربانی دے گئے، اس مشن کے لئے ہم اپنی ذمہ داریوں کو کیسے نبھا سکتے ہیں؟ اس مشن کی حفاظت ہم کیسے کر سکتے ہیں؟ ہمیں اس پہلو پر بھی غور کرنا ہوگا۔ جذباتیت کے خول سے نکل کر ہمیں سنجیدہ راہیں تلاش کرنا ہوں گی۔ ہمیں ایک اسلام پسند مسلمان اور ایک محب وطن پاکستانی کا کردار ادا کرنا ہوگا۔ فرقہ وارانہ دہشت گردی سے زخم خوردہ معاشرہ کے لئے ہمیں زخم بھرنے والا مرہم فراہم کرنا ہوگا۔ ارباب اقتدار و اختیار کی خود غرضانہ، مفاد پرستانہ اور منافقانہ پالیسیوں کی بناء پر دہشت گردی کا خوفناک بھوت اس قدر انسانی خون چاٹ چکا ہے کہ امن و سلامتی کی فضائیں سوگوار ہو کر رہ گئی ہیں۔ خود ہماری سُنی قیادت نظریاتی سیاست ترک کر کے معروضی سیاست کے خول میں بند ہو کر رہ گئی ہے۔ ایسے حالات میں ہمارے کرنے کا کام کیا ہے؟ ہمیں کیا روش اختیار کرنی چاہئے؟ اس پر فکر و تدبر ہماری اوّلین ذمہ داری ہے۔ اور ہمارے ناقص فہم کے مطابق ہمیں دو چیزوں کی طرف بہت سنجیدہ توجہ دینی ہوگی۔

(۱) مجددی طرزِ دعوت اختیار کرنا

اس وقت شدید ترین ضرورت ہے کہ ہماری سُنی قیادت جذباتیت کے خول سے نکل کر حکمت پر مبنی طرز اختیار کرے۔ ہمارے جذباتی طرزِ عمل نے ماضی قریب میں ہمیں ناقابلِ تلافی نقصان پہنچایا ہے اور ہمارے بارہ میں ایک تشدد

پسند مکتبِ فکر کا تصور اُبھرا ہے۔ ہم نے لاتعداد قیمتی اور انمول جانوں سے ہاتھ دھویا ہے۔ اور یہ صرف اس لئے کہ ہمارے اندر ایمانی وفکری جذبہ تو تھا، لیکن طرز وطریق کی حکمت نہ تھی۔ جبکہ جدوجہد کے لئے جذبہ کے ساتھ حکمت کی بھی شدید ضرورت ہوتی ہے۔ بلکہ دعوت وتبلیغ اور جدوجہد کی بنیاد ہی حکمت پر ہے۔ اگر ہم اس حوالہ سے تاریخ برصغیر پر نظر ڈالیں تو مجددی طرز دعوت کو اختیار کئے بغیر کوئی چارہ نظر نہیں آتا۔ اکبر کے ''دینِ الٰہی'' کے خلاف جذباتیت کی بنیاد پر اٹھنے والی تمام تحریکیں دم توڑ گئیں۔ یہ تحریکیں اٹھانے والے علماء کرام یا تو قتل کر دیے گئے یا قید خانوں میں بند کر دیے گئے اور یا جلاوطن کر دیے گئے، جس کی بناء پر ان کی تحریکیں دم توڑ گئیں اور سلطان جلال الدین اکبر کے ''دینِ الٰہی'' نے قدم جما لئے۔ اور یہ نظام اکبر کی اگلی پشت ''عہد جہانگیری'' میں داخل ہو گیا۔

اسی دور میں حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی نور اللہ مرقدہٗ نے علم وشعور کی آنکھیں کھولیں۔ دینِ اکبری کی ترقی واستحکام کا جائزہ لیا، عوام کے دلوں میں چھپے ہوئے اضطراب اور خوف کو محسوس کیا۔ دینِ اکبری کے خلاف اٹھنے والی تحریکوں کی ناکامی کے اسباب پر غور کیا اور اپنی جدوجہد کی حکیمانہ راہیں متعین کیں۔ اگرچہ یہ طرز لانگ پیریڈ اور طویل المیعاد تھا۔ انتہائی صبر آزما تھا۔ لیکن حضرت مجدد کے لئے اس کے سوا چارہ نہیں تھا۔ حضرت مجددؒ نے سویلین اور فوجی عہدوں پر ماموران اعلیٰ عہدہ داروں کی فہرستیں مرتب کرانی شروع کر دیں جن کی شخصی وخاندانی بیک گراؤنڈ ایسی تھی کہ ان کی تھوڑی بہت ذہن سازی سے ان کو راہِ راست پر لایا جا سکتا تھا۔ اور پھر ان کے ذریعہ دینِ اکبری کو سرکار کے داخلی حلقوں میں کمزور و غیر مؤثر کرنا دشوار نہ تھا۔ چنانچہ حضرت مجددؒ نے فہرستیں تیار کرنے کے بعد ان سرکاری افسران سے خفیہ انفرادی ملاقاتیں شروع کر دیں۔ سرکاری افسران کی ذہن سازی کا سلسلہ طویل عرصہ تک جاری رہا۔ یہاں تک کہ انہوں نے شاہی دربار اور شاہی خاندان تک رسائی حاصل کر لی۔ اور جہانگیر کا بیٹا شاہجہان ان کے حلقۂ ارادت اور ان کی تحریک میں شامل ہو گیا۔ یہ پُرامن انقلاب کی طرف بڑھنے والی ایک خاموش تحریک تھی۔ اس تحریک کے مرکزی قائد سے لے کر ادنیٰ کارکن تک انتہائی غیر محسوس انداز سے تحریک کو آگے لے جا رہا تھا۔ اور پھر دنیا نے دیکھا کہ یہ خاموش تحریک بادشاہِ وقت جہانگیر کی شخصیت تک پہنچی۔ اور جہانگیر نے اسی تحریک کے زیر اثر اپنے ہاتھوں اپنے باپ کے دینِ اکبری کا گلا گھونٹ دیا۔ اور اکبر کا دینِ الٰہی ہمیشہ کے لئے دم توڑ گیا۔

آج پھر اسی مجددی طرز جدوجہد کی ضرورت ہے۔ انہی راستوں کی طرف لوٹنے کی ضرورت ہے۔ خطابت کے جوہر دکھا کر ہم چند افراد سے دادِ تحسین تو وصول کر سکتے ہیں۔ قلم کی جولانیاں دکھا کر ہم دوسروں سے طفل تسلیاں تو حاصل کر سکتے ہیں۔ لیکن ہمیں اس حقیقت کا ادراک جتنا جلدی ممکن ہو سکے کر لینا چاہئے کہ ان حالات میں ہم زبان وقلم سے وہ مقاصد حاصل نہیں کر سکتے جو مقاصد ہمارا ہدف ہیں۔ اس ہدف تک پہنچنے کے لئے ہمیں کلیدی عہدوں پر فائز سُنی افسروں کے اندر سنیت کو بیدار کرنا ہوگا۔ ان کے سامنے فرنگی سامراج کی اس روٹ پرمٹ سازش کو بے نقاب کرنا ہوگا۔ وہ توانائیاں جو ہم دھواں دھار تقریروں پر صرف کرتے ہیں ان توانائیوں کو سُنی افسران کی ذہن سازی کے لئے بروئے کار لانا ہوگا۔ ان کو

انفیت کے گھناؤنے اور شرمناک مقاصد سے آگاہ کرنا ہوگا۔ان کے دلوں میں عظمت صحابہؓ کے جذبات واحساسات کو اُجاگر کرنا ہوگا، اگر ہم ایسا کرسکیں تو یہ آنے والی نسلوں پر ہمارا بڑا احسان ہوگا۔

امیر عزیمت کو امام اہلسنت رحمہ اللہ کا مشورہ

ہمارے والد محترم، امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر نور اللہ مرقدہٗ کا طرز جدوجہد، مجددی طریقہ سے بہت مماثلت ومطابقت رکھتا تھا۔انہوں نے کسی بڑے سے بڑے معاملہ میں بھی پبلک کے اندر ایسی جذباتیت پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی جو خون خرابے کا باعث بن سکتی ہو۔ان کے اسی غیر جذباتی طرز جدوجہد کا نتیجہ ہے کہ گکھڑ منڈی میں آج تک روافض شہر کی حدود کے اندر نہ تعزیہ نکال سکے ہیں اور نہ ماتمی جلوس۔گذشتہ صدی کی آخری دہائی میں ضلع بھر کے شیعہ افسران نے اپنا اثر ورسوخ استعمال کر کے روافض کا جلوس شہر میں نکلوانے کی کوشش کی۔تو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے ضلعی افسران سے صرف ایک جملہ فرمایا کہ:

"یہ ماتمی جلوس میری اور میرے نو بیٹوں کی لاشوں سے گزر کر ہی نکل سکتا ہے۔"

اس ایک جملہ نے ضلع کی پوری انتظامیہ کو لرزا کے رکھ دیا۔اور ضلعی انتظامیہ کو فوری طور پر اپنے فیصلے بدلنا پڑے۔ کیونکہ وہ حضرت شیخ رحمہ اللہ کے مزاج سے اچھی طرح واقف تھے۔اور جانتے تھے کہ یہ شخص جذباتیت کے ماحول کا نہیں حقیقت کے ماحول کا آدمی ہے۔جو کہتا ہے وہ کر بھی گزرتا ہے۔اور اگر یہ میدان عمل میں نکل آیا تو گکھڑ کی پوری آبادی بلا امتیاز مسلک سڑکوں پر نکل آئے گی۔

امیر عزیمت مولانا حق نواز شہید نور اللہ مرقدہٗ نے "تحریک مدح صحابہ" کو ایک نیا رنگ دیا۔پورے ملک کے سُنی نوجوانوں کے خون میں بجلیاں دوڑا دیں۔بوڑھوں کے لہو میں جوش پیدا کر دیا۔عورتوں کے جذبات میں ولولے بھر دیے، کراچی سے خیبر تک پاسبانان عظمت صحابہ کا ایک سیلاب تھا جو اُمڈا چلا آ رہا تھا۔اور ایک ہی نعرہ ہر طرف گونج رہا تھا۔اس نعرہ سے جہاں پبلک کے اندر ایک بیداری سی پیدا ہو رہی تھی وہاں چند دور اندیش بزرگ اس نعرہ کے پیچھے خون کی بہتی ندیوں کو بھی محسوس کر رہے تھے۔انہی بزرگوں میں حضرت والد محترم نور اللہ مرقدہٗ بھی شامل تھے۔تحریک کے زمانہ عروج میں امیر عزیمت مولانا حق نواز شہید گکھڑ تشریف لائے۔اور حضرت شیخ سے ملاقات کی (مجھے کافی عرصہ بعد معلوم ہوا کہ حضرت شیخ نے خود انہیں پیغام بھیج کے بلوایا تھا) میری ڈیوٹی (چائے وغیرہ) خدمت پر تھی۔حضرت شیخ رحمہ اللہ نے امیر عزیمتؒ سے فرمایا مولانا! آپ نے اپنی تحریک کو جو جذباتی اور جوشیلا رنگ اور طرز دے دیا ہے، مجھے اس سے اتفاق نہیں، یہ راستہ مقصد کی طرف نہیں موت کی طرف جاتا ہے۔آپ نے جس تحریک کی بنیاد رکھی ہے اس کو پاؤں پر کھڑا کرنے اور مقصد کی طرف قریب تر لے جانے کے لئے بڑے صبر وحوصلہ کی ضرورت ہے۔آپ ایک تحریک کے قائد ہیں، جب کسی تحریک کا قائد خود جذباتی ہو جائے تو اس کے کارکن اور ورکر اس سے بھی زیادہ جذباتی ہو جاتے ہیں۔کارکنوں کو جوش واشتعال اور جذباتیت سے دور رکھنے کے لئے خود قائد تحریک کو اپنے جوش وجذبات پر کنٹرول کرنا بہت ضروری ہوتا ہے۔کیونکہ جو تحریک جوش وجذبات کی نذر ہو

جاتی ہے وہ مقصد سے دور اور انجام کے قریب ہوتی جاتی ہے۔ ہماری تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ کسی بھی جذباتی تحریک کا وجود ختم کرنے کے لئے کبھی بھی بیرونی قوت نے وہ کردار ادا نہیں کیا جو اندرونی جذباتیت ادا کرتی ہے۔ اور وہ تحریک اپنے جذباتی کارکنوں کی جذباتیت کے ہاتھوں ختم ہو جاتی ہے۔

میں بڑے غور سے امیر عزیمتؒ کے چہرہ کو دیکھ رہا تھا۔ جو سر جھکائے حضرت شیخؒ کی باتیں بڑی توجہ اور خاموشی سے سن رہے تھے اور ان کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسوؤں کی گود میں گر رہے تھے۔ حضرت شیخ رحمہ اللہ نے جب اپنی بات ختم کی تو امیر عزیمتؒ نے اپنی اشک بار نگاہیں اوپر اٹھائیں اور انتہائی کربناک لہجہ میں کہا: حضرت! ایسے محسوس ہوتا ہے کہ آپ نے شیعیت کا لٹریچر نہیں دیکھا۔ اس لٹریچر کے اندر صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بارہ میں وہ بکواسات ہیں جو ہم سے برداشت نہیں ہوتیں۔ ہمارے کلیجے پھٹتے ہیں۔ (اس کے بعد امیر عزیمتؒ نے چند ایرانی و پاکستانی روافض کی کتابوں کے حوالے بھی پیش کئے) حقیقت یہ ہے کہ اسی وقت امیر عزیمتؒ کے جوش و جذبہ نے ایک عجیب سا ماحول بنا دیا۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ نے امیر عزیمتؒ کی بات پوری توجہ سے سنی اور فرمایا کہ مولانا! میں نے شیعیت کا (قدیم) لٹریچر بھی پڑھا ہے، شیعیت کے خلاف اپنے اکابر کی کتب کا مطالعہ بھی کیا ہے، بالخصوص امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریرات کا ایک ایک حرف پڑھا ہے، حتیٰ کہ میں نے اپنی زندگی کی جو سب سے پہلی کتاب لکھی ہے (الکلام الحاوی فی تحقیق عبارۃ الطحاوی جو ۱۳۶۴ھ/۱۹۴۴ء میں طبع ہوئی) اس میں بطور ضمیمہ شیعیت کا اجمالی تعارف بھی کرایا ہے۔ میں شیعہ عقائد و نظریات کی غلاظت سے پوری طرح واقف ہوں، اور آپ کو میں جو چیز سمجھانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ آپ کی حیثیت صرف ایک خطیب یا مذہبی اسکالر و مناظر کی نہیں بلکہ آپ ایک جماعت اور تحریک کے قائد بھی ہیں۔ اور اس حیثیت کے حوالہ سے آپ کے سوچنے کا انداز مناظرانہ و خطیبانہ نہیں بلکہ قائدانہ ہونا چاہئے۔ امیر عزیمتؒ نے اس کے جواب میں فقط اتنا ہی کہا کہ حضرت مجھ سے شیعیت کا غلیظ لٹریچر دیکھ کر برداشت نہیں ہوتا۔ یہ امیر عزیمتؒ اور امام اہل سنتؒ کے درمیان ایک ملاقات تھی، جس پر مزید تبصرہ میں مناسب خیال نہیں کرتا۔

(۲) اہل سنت کے اندر سُنی ذہن کو اُجاگر کرنا

ہمارے کرنے کا دوسرا کام یہ ہے کہ پاکستان کے اندر موجود اہل سنت والجماعت کی اکثریت اپنے سُنی عقائد و نظریات اور سُنی فکر سے غافل و ناواقف ہے جس سے فائدہ اٹھا کر اہل تشیع ان کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کر لیتے ہیں۔ بلکہ عرصہ ہوا میرے ایک مرحوم دوست نے جو اپنی سرکاری ڈیوٹی کے حوالہ سے تمام مکاتب فکر کے اکابر و اصاغر سے رابطہ و تعلق رکھنے والا تھا، مجھے بتایا کہ مولانا آپ حیران ہوں گے کہ پورے پاکستان کے اندر خنجر زنی اور زنجیر زنی کرنے والے اور آگ کے انگاروں پہ ماتم کرنے والے شیعہ نہیں ہوتے۔ بلکہ اہل سنت کے اس پسماندہ اور مفلوک الحال طبقہ کے لوگ ہوتے ہیں جو آتشِ پیٹ بجھانے کیلئے ہر سال یہ ذلیل ڈیوٹی سرانجام دیتے ہیں۔ ان کو اپنا ظاہر کرنے کے لئے ان کے جھونپڑوں اور کچے مکانات پر سیاہ پرچم اور پنجے لگا دیے جاتے ہیں، اس طبقہ کی حالت عہدِ جاہلیت کے غلاموں کی سی ہوتی ہے۔ اسے نہ تو اہل تشیع

اپنے مذہب کا حصہ بناتے ہیں اور نہ دوسرے مذہب کی طرف ان کو رُخ کرنے دیتے ہیں۔ کیونکہ ان کو باقاعدہ اپنے مذہب کا حصہ بنا کر وہ اپنی خنجر زنی اور زنجیر زنی جیسی ضرورت پوری نہیں کر سکتے، ان کی حیثیت تاحیات صرف کرائے کے ماتمیوں کی ہوتی ہے۔۔۔اس دوست کے اس انکشاف نے مجھے لرزا کے رکھ دیا۔ اس کے بعد میں نے ماتمی جلوسوں کی بکثرت سی ڈیز دیکھیں تو یہ حقیقت مزید کھل کر سامنے آتی گئی۔ معاشرہ کے معروف اہل تشیع کا ماتم دیکھ کر ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے کانچ کا برتن کانچ کے برتن سے، یا جام جام سے ٹکرا رہا ہو۔ ان کے ہاتھ اتنی نزاکت سے سینہ کے ساتھ ملتے ہیں جیسے معصوم بچے کو ماں سلانے کیلئے تھپکیاں دے رہی ہو۔

خود میرے ساتھ ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ میں حضرت اقدس، قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین نور اللہ مرقدہٗ کے ایک کام کے سلسلہ میں لاہور گیا، کام سے فراغت کے بعد چکوال کی بس میں سوار ہوا تو ڈرائیور کی سیٹ سے پچھلی سیٹ پر ایک نوجوان زخموں سے چُور بیٹھا تھا۔ اس کے سینہ اور پشت پر زخم ہی زخم تھے، اور یہ ماہ محرم الحرام کا وسطی عشرہ تھا۔ میں اس نوجوان سے پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا، پشت کے زخموں کی وجہ سے اس کے لئے ٹیک لگانا مشکل ہو رہا تھا، اور آگے سر کی ٹیک کے لئے کوئی سہارا نہیں تھا۔ گرمی کا موسم تھا اور ململ کا کپڑا اس نے اپنے اوپر لے رکھا تھا۔ اس کی اذیت ناک حالت واقعی قابل رحم تھی۔ وہ تکلیف دہ حالت میں پہلو بدل رہا ہے۔ میں محرم الحرام اور اس کے زخموں کے حوالہ سے صورت حال کی تہہ تک پہنچ چکا تھا۔ لیکن اس کی قابل رحم حالت میرے لئے انسانی ہمدردی کے تحت واقعی تشویشناک تھی۔ چنانچہ میں نے اسے پچھلی سیٹ پر آنے کی پیش کش کر دی، تاکہ وہ اگلی سیٹ کی پشت سے سر کا سہارا لے سکے۔ وہ میرا شکریہ ادا کرتے ہوئے پچھلی سیٹ پر چلا آیا اور مجھے اس سے معلومات لینے کا موقع بھی مل گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے اس سے پوچھا کہ یہ زخم کیسے آئے؟..... کسی سے کوئی جھگڑا ہو گیا؟..... یا کوئی حادثہ پیش آیا؟..... میرے اس سوال کے جواب میں اس نے جو کچھ کہا میں اس سے چونک اٹھا، کیونکہ اس کا جواب میرے لئے سراسر غیر متوقع تھا۔ میرا خیال تھا وہ اسے لڑائی، جھگڑے یا حادثہ کا نام دے کر ٹالنے کی کوشش کرے گا، لیکن اس نے خلاف توقع بڑے کربناک، عجیب اور سنسنی خیز لہجہ میں جواب دیا کہ "نہیں! یہ بڑا کتا کام ہے".....

اس جواب سے میرا چونک اٹھنا ایک فطری امر تھا۔ میری مولویانہ حیثیت دیکھ کر اس نے یہ جواب دینے کی جسارت کیسے کر لی؟ میں نے اس کے جواب سے ہی اس کے اندرونی کرب اور نفرت کا اندازہ کر لیا۔ میرے معمولی سے اصرار و تقاضے سے وہ مزید کھل گیا اور اس نے مجھے بتایا کہ یہ تعزیہ کے جلوس کے موقع پر خنجر زنی اور زنجیر زنی کے زخم ہیں، اور ابھی میں ہسپتال سے آ رہا ہوں۔ میں نے اس سے پوچھا کہ آپ یہ جان لیوا کام کیوں کرتے ہیں؟..... تو وہ کہنے لگا اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پالنے کے لئے۔ میں نے یہ اندازہ کرنے کیلئے کہ اس کام کا آخر کتنا معاوضہ ان کو ملتا ہوگا، اس سے سوال کر دیا کہ آپ چند ہزار روپے کی خاطر اتنا خطرناک اور مہلک کام آخر کیوں کرتے ہیں؟ تو اس نے بڑی زخمی سی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا کہ

"نہیں، معاوضہ تو ہمیں معقول ملتا ہے، زخموں کے مکمل علاج و خوراک کے علاوہ پورے سال کا گھر کا خرچہ"

قرب و جوار کے مسافروں کو اپنی طرف متوجہ پا کر اس نے بڑے معذرت خواہانہ انداز میں میری طرف دیکھا اور

سر اگلی سیٹ کی پشت سے لگا کر ماحول سے بے نیاز ہو گیا۔ میں نے بھی اب اس سے گفتگو کا سلسلہ مزید جاری رکھنا مناسب نہ سمجھا۔ کیونکہ اس کی آنکھوں میں خوف جھلکتا میں محسوس کر چکا تھا۔ لیکن کم از کم ۱۸ سال کا عرصہ بیت جانے کے باوجود آج تک اس کے دو جملے میرے کانوں میں گونج رہے ہیں اور دل و دماغ میں تلاطم برپا کئے ہوئے ہیں، یعنی ..... "کتا کام اور معقول معاوضہ..... وہ نوجوان کون تھا؟ اس کی کیا مجبوریاں تھیں؟ میں نہیں جانتا کیونکہ بقیہ سارا سفر اس کا آرام میں اور میرا سوچ میں گزر گیا۔ وہ سہاوہ سے آگے چکوال روڈ کے کسی سٹاپ پر اتر گیا۔ مجھے اسے مزید جاننے کی کچھ ضرورت اور ہوش بھی نہ تھی۔ لیکن اتنی بات اس کے جواب سے مجھے معلوم ہو گئی کہ کم از کم وہ نوجوان یہ کام عبادت جان کر نہیں بلکہ پیشہ سمجھ کے کر رہا تھا۔ اور میں پورے وثوق اور یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اگر غیر جانبدارانہ اور منصفانہ عدالتی تحقیقات کرائی جائیں، اور اس کی اوپن انکوائری کی جائے تو عبادت کے نام پر اس پیشہ کے اندر ملوث اکثر و بیشتر افراد اسی ذہن کے ملیں گے..... کیا ایسے پسماندہ سُنی طبقات کے سنی ذہن کی حفاظت کی کوئی ذمہ داری بھی ہم پر عائد ہوتی ہے یا نہیں؟..... کیا یہ ذمہ داری ہم لچھے دار اور دھواں دار تقریروں کے ذریعہ پوری کر سکتے ہیں؟ ہمیں اس پہلو پر نہایت سنجیدگی سے غور کرنا ہوگا، اور عملی اقدام بھی کرنا ہوگا۔

شورش کاشمیریؒ کا فکر انگیز مقالہ

آغا عبدالکریم شورش کاشمیری مرحوم کا شمار ہمارے ملک کے ان دانشوروں میں ہوتا ہے جو مذہب اور سیاست دونوں سے گہرا تعلق رکھنے والے صحافی ہیں۔ انہوں نے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نور اللہ مرقدہٗ سے سیاسی و مذہبی تربیت پائی۔ قادیانیت کے خلاف عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے ان کی قربانیاں ناقابلِ فراموش اور قابلِ تقلید ہیں۔ ان کی سیاسی فکر اور سیاسی طرز جدوجہد سے اختلاف کیا جا سکتا ہے، لیکن عقیدۂ ختم نبوت اور اکابرین علماء دیوبند کے دفاع میں ان کی خدمات سے انکار و انحراف ممکن نہیں۔ پاکستان کے اندر شیعہ، سنی فسادات ہوں یا سیکولر لابیوں کی طرف سے اسلامی دستور سازی کی مخالفت، آغا شورش کاشمیری مرحوم کے نزدیک دونوں کا بنیادی سبب "سُنی ذہن کا فقدان" ہے، اور انہوں نے اس موضوع پر بڑے درد دل کے ساتھ لکھا، اور خوب لکھا۔ چنانچہ مارچ ۱۹۷۵ء میں انہوں نے ایک فکر انگیز مقالہ لکھا، جس کا آخری حصہ پیشِ خدمت ہے۔

سنی ذہن کی ضرورت اور اس کا فقدان

"سیاسی پلیٹ فارم پر اسلام کا نام لینے کا رواج اب بھی ہے، اور پاکستان بنانے کے لئے بھی اسی نام سے کام لیا گیا تھا مگر ہمارے سیاسی قائدین ایسے اسلام کی حمایت و نصرت کا دم بھرتے ہیں جس کا دنیا میں کوئی وجود نہیں۔ کیا آپ کسی ایسے انسان کا تصور کر سکتے ہیں، جو نہ گورا ہو نہ کالا، نہ لمبا ہو نہ ٹھگنا، نہ دبلا ہو نہ موٹا، غرض ہر تشخص و تعین سے آزاد ہو؟ اگر ایسے انسان کا دنیا میں وجود نہیں، تو ایسے اسلام کا وجود کیسے ہو سکتا ہے جو سنیت، شیعیت، قادیانیت وغیرہ ہر تشریح سے ماورا اور آزاد ہو؟ سیکولرازم کا مطلب

یہ نہیں کہ سیاسی ادارہ بددین اور دشمنِ دین ہو، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ بحیثیت ادارۂ سیاسی اس کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔ نہ وہ کسی مذہب کی حمایت یا مخالفت کرتا ہے۔ اس میں شامل ہونے والے افراد جو مذہب بھی رکھیں ادارے کو بحیثیت ادارہ اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوتا۔ یہی طرزِ عمل ہمارے سیاسی اداروں کا ہے۔ ہمارے ''سنی لیڈروں'' نے اسلام کی کوئی ایسی تعریف معلوم کر لی ہے جو ہر قید سے آزاد اور سیکولر ہے۔ وہ اسی اسلام کی حمایت و نصرت کا دم بھرتے ہیں۔ حقیقی اسلام جس کا نام ''دینِ اہل سنت'' ہے سیاست نہیں۔ وہ کبھی ان کا موضوعِ سخن نہیں بنتا۔ اسی طرزِ فکر کا نام سیکولر ذہن ہے جبکہ ہماری فلاح کے لئے سُنی ذہن کی ضرورت ہے۔

ہم سنی ہیں اور ہم اسی ذہن کو اسلام کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب قرآن پاک میں اور اللہ تعالیٰ کے آخری نبی (محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی سنت سے معلوم ہوتا ہے۔ اور سنت وہ ہے جو صحابہ کرامؓ کے ذریعہ سے ہم تک پہنچی ہے، اور جس کا عملی نمونہ مقبولانِ بارگاہِ الٰہی کی یہی اوّلین اور افضل ترین جماعت تھی۔ اسی اسلام کا دوسرا نام ''مذہب اہل سنت والجماعت'' ہے۔ جو اسلام صحابہ کرامؓ پر بے اعتمادی پر مبنی ہو، یا کتاب و سنت میں کسی دوسری کتاب یا کسی دوسرے کی سنت کا ضمیمہ لگانے کی تعلیم دے اسے ہم حقیقی اسلام نہیں سمجھ سکتے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے اوپر اُسی اسلام کی نصرت و حفاظت کا فریضہ عائد ہوتا ہے جسے ہم حقیقی اسلام کہتے ہیں۔ کسی مبہم اور سیکولر اسلام کی نصرت و حفاظت کا نعرہ بلند کر کے ہم اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔ ہم دوسرے مدعیانِ اسلام کے ساتھ شرعی حدود کے اندر رواداری برت سکتے ہیں، لیکن یہ کسی طرح جائز نہیں کہ ہم انہیں خوش کرنے کے لئے اپنے دین کی نصرت و حفاظت سے دستبردار ہو جائیں۔ ہمارے سیاسی قائدین ''سنت'' اور ''سُنی'' کا لفظ بھی اپنی زبان پر لانا ممنوع سمجھتے ہیں۔ ان میں سے گنے چنے چند لوگ کبھی کبھار قادیانیوں کے بارہ میں کچھ کہہ کر یہ ظاہر کرتے ہیں کہ وہ جس اسلام کے غلبہ کا نعرہ بلند کر رہے ہیں، اس میں قادیانیت کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے، مگر ''سُنی'' کا لفظ کبھی بھولے سے بھی ان کی زبان پر نہیں آتا۔ اور شیعوں سے مغائرت کا کوئی پہلوان کے کسی قول و اقدامِ سیاسی میں نہیں نکلتا۔ گویا وہ جس اسلام کی نصرت کے دعویدار ہیں وہ شیعیت کے اعتبار سے سیکولر ہی رہتا ہے۔

ہمارا سیاسی کاروان شروع سے ہی اسی راہ پر گامزن ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ پاکستانی سیاست ۷۰ فیصد شیعی، ۲۰ فیصد قادیانی اور ۱۰ فیصد سیکولر رہی، اور آج بھی یہی تناسب قائم ہے۔ سُنی سیاست کا اس میں کوئی جز نہیں، یہ دس فیصد سیکولر سیاست بھی درحقیقت اول الذکر دونوں سیاستوں کی خادم و معاون

ہے۔ اور اہل سنت کے لئے صرف نعرۂ اتحاد اسلامی کی ''افیون'' مہیا کرتی ہے۔ سیاسی میدان میں شیعوں اور قادیانیوں کے درمیان اتحاد کامل ہے۔ قادیانی اقلیت میں ہیں، اس لئے ارگ اس ۲۰ فیصد کو بھی ہم شیعہ سیاست ہی کا جز کہیں تو بے جا نہ ہوگا، اسے یہ امتیاز بھی حاصل ہے کہ ہماری کوئی سیاسی جماعت شیعی اثر سے خالی نہیں۔ اکثر و غالب سیاسی جماعتوں میں تو شیعہ صاحبان باوجود قلت مقدار عنصر غالب کی حیثیت سے داخل ہیں۔ بہت قلیل تعداد ایسی جماعتوں کی ہے جن میں یہ حضرات رکن کی حیثیت سے نظر نہیں آتے مگر وہ بھی ان کے زیر اثر ہیں۔ اور ان کی مرضی کے خلاف کسی اقدام کی جرأت نہیں کر سکتیں۔

حد یہ ہے کہ ان میں سے بعض دینی رنگ رکھنے کے باوجود ''سُنی'' کا لفظ زبان پر نہیں لا سکتیں۔ جب اس لفظ کے بارہ میں بھی احتیاط کا یہ عالم ہے تو اس کی کیا توقع رکھی جا سکتی ہے کہ یہ سیاسی گروہ اور یہ قائدین کرام بھی اہل سنت کے حقوق دینیہ اور تناسب آبادی کے اعتبار سے مملکت میں ان کے صحیح حصہ کے بارہ میں کوئی لفظ زبان پر لا سکیں گے؟ یا مذہب اہل سنت کی نصرت و حفاظت کے لئے کبھی کوئی قدم اٹھائیں گے؟ یہ لوگ اور تو کیا کر سکتے ان سے تو یہ بھی نہ ہو سکا کہ مملکت پاکستان کو ''سنی مملکت'' قرار دے دیتے۔ حالانکہ یہاں غالب اکثریت سنیوں کی ہے۔ مملکت کا مذہب ''سُنی'' ہونا لازم ہے۔ اسلامی نظام کے داعی ہونے کے باوجود وہ اس نظام کی صحیح نوعیت متعین نہ کر سکے۔ نہ یہ سوال کبھی ان کے ذہن میں پیدا ہوا۔

سیاسی قیادت کے اسی طرز عمل کا نتیجہ ہے کہ اجتماعی سُنی ذہن وجود میں نہ آ سکا، بلکہ انفرادی ذہن میں بھی بوسیدگی کے آثار پیدا ہونے لگے۔ اور اب تو حال یہ ہے کہ عوام تو عوام، خواص میں بھی ایسے لوگوں کی تعداد بہت قلیل رہ گئی ہے جن میں اپنے مذہب اہل سنت کے لئے محبت کا جذبہ باقی ہو۔ یا جو اپنی انفرادی زندگی میں بھی سُنی ذہن سے سوچتے ہوں، اسی ذہن کی شکست نے سلطنت مغلیہ کی فلک بوس عمارت کو زمین بوس کر دیا۔ اسی محرومی نے ہمیں پاکستان کے ایک بڑے حصہ (مشرقی پاکستان) سے محروم کر دیا۔ مگر افسوس ہے کہ ہمارے لئے کوئی حادثہ بھی عبرت انگیز اور بصیرت افروز ثابت نہ ہوا۔''

(ہفت روزہ چٹان لاہور۔ ۱۷ مارچ ۱۹۷۵ء)

اس فکر انگیز مقالہ کو بار بار ملاحظہ کرنے کی ضرورت ہے، اور اسی کی روشنی میں ہم اپنی صحیح راہیں متعین کر سکیں گے۔ صرف ہمیں یہ پیش نظر رکھنا ہوگا کہ مذکورہ مقالہ ۱۹۷۵ء کا ہے اور اسے تقریباً ۳۵ سال بیت چکے ہیں، اس طویل مدت میں مزید کیا تبدیلیاں آ چکی ہیں، ہماری سیاسی قیادت میں مزید کتنا ذہنی تغیر رونما ہو چکا ہے، اسے ضرور سامنے رکھنا ہوگا۔ اور یہی امیر عزیمتؒ کا مقصد شہادت تھا۔

خدا تعالیٰ سمجھنے کی توفیق بخشے۔ آمین یارب العالمین

مولانا حق نواز جھنگویؒ.....حیات وخدمات

حضرت مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی مدظلہ
مرکزی ناظم تبلیغ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

بعض شخصیات کو من جانب اللہ توفیق ہوتی ہے کہ وہ دینِ متین کی خدمات کرتے ہی چلے جاتے ہیں۔اور وہ اپنی زندگی کا نصب العین متعین کر کے اہداف کے حصول کیلئے شب وروز مصروف رہتے ہیں۔اور بلاخوفِ لومۃ لائم مصروفِ عمل رہتے ہیں۔ان حضرات میں سے مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ بھی تھے۔شہید نے رخصت پر عمل کرنے کے بجائے عزیمت کو اپنایا اور وقت کے فرعونوں سے ٹکرا گئے،اور جان جانِ آفریں کے سپرد کردی۔شہید کے ساتھ کام کرنے کا اگرچہ موقع نہ مل سکا، لیکن انہیں قریب سے دیکھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

انہوں نے ہوش سنبھالا تو جھنگ کی سرزمین کو رفض وتشیع کا مرکز پایا،اور دیکھا کہ جھنگ کی سرزمین پر بے دھڑک اصحابِ رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین پر زبانِ طعن دراز کی جاتی ہے،اور کوئی اگر بدزبان ذاکرین کا قولاً یا عملاً تعاقب کرتا ہے تو اسے گولیوں سے چھلنی کر کے شہید کردیا جاتا ہے۔

ایران پر خمینی انقلاب کے بعد شیعیت بے لگام ہوگئی اور پاک سرزمین سمیت تمام مسلم ممالک میں شیعی انقلاب برپا کرنے کے پروگرام تیار کئے جانے لگے۔ایران نے شیعہ ذاکرین،مجتہدین کی گستاخانہ عبارات پر مشتمل کتابیں کثرت سے شائع کر کے اسلامی ممالک میں تقسیم کرنا شروع کردیں۔

کوئٹہ میں شیعوں نے جلوس نکالا اور ظلم وستم کی انتہا کردی۔مسلمان نوجوان بچیوں کی عصمتوں کو پامال کیا گیا اور ان کے سر دھڑ سے جدا کر کے گیندوں کی طرح اچھالا گیا،نوجوان بچیوں کے پستان کاٹ کر بے حرمتی کی گئی۔

ان حالات میں مولانا جھنگوی شہیدؒ کی حساس طبیعت میدان میں آئی،اور شیعیت کو برسرِ عام للکارا اور ان کی گستاخانہ عبارات کا بھرپور تعاقب کیا۔اور ان کے کفر کو چوکوں چوراہوں پر للکارا،اور شیعیت کو دفاع پر مجبور کردیا۔اگرچہ اس محاذ پر برصغیر کے علماء کرام حضرت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ،علامہ دوست محمد قریشیؒ،حضرت مولانا سید نورالحسن شاہ بخاریؒ، حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ،مولانا عبدالشکور دین پوریؒ،حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ،سردار احمد خاں پتافیؒ،علامہ عبدالستار

تونسوی مدظلہ، مولانا سید عبدالمجید شاہ ندیم، حضرت مولانا عبداللطیف جہلمیؒ کی شکل میں شیعیت کا بھرپور تعاقب کرتے چلے آ رہے تھے، لیکن انداز دفاعی تھا۔ اور دعوت و تبلیغ کی شکل اختیار کیے ہوئے تھا۔ شیعہ جارحیت و اقدام کرتے اور مذکورہ بالا حضرات دفاع کرتے چلے آ رہے تھے۔

مولانا نے محسوس کیا کہ کب تک دفاع کیا جاتا رہے گا؟..... شیعیت کے خلاف اقدام کیا جائے تاکہ شیعیت دفاع کرنے پر مجبور ہو جائے، اور ملک کا پڑھا لکھا طبقہ بھی سوچنے پر مجبور ہو جائے کہ ظالم کون ہے اور مظلوم کون!!

گستاخ کون ہے اور محبت کرنے والا کون!!

اصحاب، ازواج و اہل بیت رسول رضی اللہ عنہم کا خادم کون اور گستاخ کون!!

نیز شیعیت کی بنیاد کن اصولوں پر رکھی گئی اور شیعیت نے تیرہ صدیوں میں کیا کرتوت کیے..... شیعہ انقلاب جہاں بھی آیا تو انہوں نے اہل سنت پر کیا کیا مظالم ڈھائے..... مولانا شہیدؒ نے جب مذکورہ بالا عنوانات کو موضوع بحث بنایا تو شیعیت تلملا اٹھی۔ مولانا پر قاتلانہ حملے کیے گئے..... مولانا کے خلاف قتل کے جھوٹے مقدمات قائم کیے گئے..... مولانا کو سالہا سال پابند سلاسل رکھا گیا..... اور کون سا ظلم تھا جس کا سامنا شہید کو نہ کرنا پڑا ہو؟..... مولانا ظلم پر ظلم سہتے چلے گئے اور اس گئے گزرے دور میں ائمہ عزیمت حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ، حضرت امام مالکؒ، حضرت امام احمد بن حنبلؒ، ابن تیمیہؒ اور شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی یاد تازہ کر دی۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور اس کے بانیان امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ، حضرت مولانا لال حسین اخترؒ، حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ سے والہانہ عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ جب بھی کسی کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی، بلا حیل و حجت قبول فرمائی اور شرکت کے لئے تشریف لے آئے۔ مجلس کے اسٹیج پر ایک عرصہ تک شیعہ بھی آتے رہے، کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ مولانا نے شیعہ مقرر کی موجودگی میں خطاب کیا اور خطاب لاجواب کیا۔ آج سے بیس پچیس سال قبل گوجرہ کے پبلک پارک میں ختم نبوت کانفرنس تھی، جس کی صدارت خواجہ خواجگان حضرت اقدس مولانا خان محمد صاحب دامت برکاتہم فرما رہے تھے، مولانا شہیدؒ نے "حضرت نانوتویؒ، تحذیر الناس اور ختم نبوت" کے عنوان پر اچھوتے انداز میں خطاب فرمایا۔ اس دوران اس طرح محسوس ہو رہا تھا کہ مولانا میں روح نانوتویؒ سرایت کر چکی ہے اور متکلمانہ انداز میں محو گفتگو ہے۔ مولانا فرما رہے تھے کہ حضرت نانوتویؒ پر اعتراض کرنے والے ان کی گرد راہ کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔ آپ نے حضرت نانوتویؒ کے ارشاد کے مطابق ختم نبوت زمانی، ختم نبوت مکانی، ختم نبوت رتبی پر سیر حاصل گفتگو فرمائی اور ایک انتہائی علمی انداز کو عام فہم انداز میں اس طرح بیان فرمایا کہ اپنوں اور پرایوں کے تمام اعتراضات ہباء منثورا ہو گئے۔

ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ اور چناب نگر

آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس چناب نگر اور اس سے پہلے چنیوٹ میں بلاناغہ شرکت فرماتے۔ چناب نگر کی کانفرنس

میں ہمارے جیسے کارکنوں نے دعوت دی، تشریف لے آئے۔ سب سے آخر میں وقت دیا گیا جو تقریباً صبح کی نماز کے قریب تھا، یا آخری نشست میں قبل از عصر اعلان ہوا۔ مقررین کی کثرت کی وجہ سے چند منٹ بیان فرمایا، اور اس پر کوئی چیں بجبیں نہ ہوئے۔ ایک سال ایسا ہوا کہ مجلس کی ساری قیادت عالمی ختم نبوت کانفرنس لندن/ برمنگھم میں شرکت کے لئے گئی ہوئی تھی، بندہ نے حاضر ہو کر دعوت دی، نہایت ہی خندہ پیشانی سے قبول فرمایا۔ بندہ نے معذرت خواہانہ انداز میں عرض کیا کہ گذشتہ سال آپ کے شایانِ شان وقت نہ دے سکے، چند منٹ گفتگو کرنے کا موقع ملا۔ تو مولانا نے فرمایا "شجاع آبادی صاحب ختم نبوت کی کانفرنس میں تو اپنی بخشش کے لئے شرکت کرتا ہوں، وقت ملے نہ ملے کبھی یہ خیال نہیں آیا"۔ بہرحال تشریف لے آئے اور مجلس کے اسٹیج کے مطابق گفتگو فرمائی۔ کسی جذباتی نوجوان نے "کافر کافر شیعہ کافر" کا نعرہ لگانے کی کوشش کی، تو انتہائی سختی سے روک دیا، کہ مجلس کے اسٹیج پر مجلس کے موقف کے مطابق صرف کافر کافر مرزائی کافر، کافر کافر قادیانی کافر کا نعرہ لگے گا۔ اور پھر خود بلند آواز سے کافر کافر مرزائی قادیانی کافر کا نعرہ لگوایا۔

مولانا کا سیاسی موقف

مولانا تعلیم کے زمانہ ہی سے جمعیت طلبہ اسلام سے وابستہ چلے آ رہے تھے۔ فراغت کے بعد جمعیت علماء اسلام کے پلیٹ فارم سے سیاست کی۔ آپ کی سیاست بھی اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے تھی۔ مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ کی وفات کے بعد جمعیت دو حصوں میں تقسیم ہوگئی۔ درخواستی گروپ اور فضل الرحمٰن گروپ۔ مولانا کا تعلق مولانا فضل الرحمٰن کے گروپ سے تھا، اور برملا فرمایا کرتے تھے کہ سیاسی میدان میں مولانا فضل الرحمان باطل کو للکارتے ہیں اور مذہبی میدان میں حق نوازؒ..... بہرحال آپ اپنے موقف پر مضبوطی سے قائم رہنے والے انسان تھے۔

مولانا کے لئے نمونہ

مولانا حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو اپنا آئیڈیل قرار دیتے تھے۔ اور شاہ جیؒ کے مجاہدانہ کارنامے بڑی جرأت، ہمت اور پامردی کے ساتھ بیان فرماتے۔ شاہ جیؒ کی روایات کی امین جماعت مجلس تحفظ ختم نبوت کو قرار دیتے تھے۔ مجلس کے عمائدین بھی انہیں اپنا ہی سمجھتے تھے۔ مجھے یہ معلوم نہیں کہ بیعت کا تعلق کس بزرگ سے تھا۔ لیکن خواجۂ خواجگان حضرت الامیر مولانا خان محمد صاحب دامت برکاتہم کا احترام شیخ و مرشد کی طرح فرماتے، اور حضرت والا بھی ان کے لئے سفر و حضر، بزم و رزم میں دعا گو رہے۔ مولانا کسی کیس میں ملوث کیے گئے تو حضرت والا نے مولانا کے گھر اور جیل کی ضروریات کا بھی خیال رکھا اور ضروریات مہیا فرماتے رہے۔ مولانا نے اپنے لئے جو مشن متعین کیا وہ پھولوں کی سیج نہیں بلکہ کانٹوں کی مالا تھا۔ قدم قدم پر رکاوٹوں، جیلوں اور سزاؤں کا سامنا کرنا پڑا جسے بڑی خندہ پیشانی سے قبول فرمایا۔

بندہ کے ساتھ محبت

وہ ایک بڑی جماعت کے قائد اور راہنما و لیڈر تھے اور بندہ ایک جماعت کا ورکر اور مبلغ، جب ملاقات ہوئی انتہائی

خندہ پیشانی سے ملے۔ جس سے طبیعت باغ باغ ہوگئی۔ ایک مرتبہ تقریباً رات کے ۹ بج رہے تھے، بندہ بہاولپور دفتر میں تھا کہ دفتر کی گھنٹی بجی، تو بندہ نے پوچھا تو برادرم فلک شیر نے اپنا نام بتلایا۔ میں نے کہا کہ اکیلے ہو یا مولانا بھی ہیں؟ تو فلک شیر نے کہا کہ حضرت بھی ہیں۔ بندہ نے دروازہ کھولا اور سیڑھیوں سے نیچے اتر کر استقبال کیا۔ دفتر چونکہ بالاخانہ میں ہے، انہیں دفتر میں لے گیا۔ گاڑی کے کھڑا کرنے کا انتظام کیا۔ نظام الاوقات دریافت کیا تو فرمایا کہ رحیم یار خاں جانا تھا کہ لیٹ ہوگیا۔ آپ کے متعلق یاد تھا کہ آپ بہاولپور میں ہوتے ہیں، بجائے کسی اور جگہ جانے کے دفتر کو اپنا گھر سمجھ کر آ گیا ہوں۔ بندہ نے خاطر تواضع کی۔ رات گئے تک مختلف مسائل پر گفتگو ہوتی رہی۔ مولانا اور بندہ کے پہلے شیخ حضرت بہلوی نور اللہ مرقدہٗ تھے۔

مولانا کے اساتذہ کرام میں استاذ جی حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ العالی سرفہرست ہیں۔ بندہ کے بھی بخاری، ترمذی، مشکوٰۃ اور ترجمہ کے استاذ استاذ جی ہیں۔ مولانا اپنے آپ کو ور کر سمجھتے رہے اور بندہ بھی مجلس کا ورکر..... مولانا کے آئیڈیل حضرت امیر شریعتؒ تھے اور میرے بھی شاہ جیؒ ..... مولانا ایک جرأت مند اور بہادر عالم دین تھے۔ بندہ کا تعلق بہادروں کی جماعت سے ہے۔ مذکورہ بالا وجوہات کی بنیاد پر مولانا تو میرے محبوب تھے ہی، لیکن آپ بھی مجھ سے محبت فرماتے۔

مولانا ہر دینی کام کو اپنا ہی کام سمجھتے اور اس کام کے کرنے والوں کو اپنا ساتھی سمجھتے تھے۔ اور ہر دینی محاذ پر کام کرنے والوں سے انتہائی محبت و شفقت سے پیش آتے تھے۔

لاہور میں ایک واقعہ

شہداء مسجد مال روڈ لاہور میں مجلس کے زیر اہتمام ایک پروگرام تھا۔ مولانا کی شہرت آسمانوں کو چھو رہی تھی۔ مجلس کے پروگرام میں معروف شیعہ خطیب علامہ علی غضنفر کراروی بھی آ گئے۔ مولانا احسان اللہ فاروقی شہیدؒ مرنے مارنے پر تل گئے حتیٰ کہ جلسہ درہم برہم ہوگیا۔ مولانا شہید نے آ کر سنبھالا اور بتلایا کہ یہ سپاہ صحابہؓ کا اسٹیج نہیں ہے بلکہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ہے۔ لہٰذا مجلس کے مہمان ہمارے ہی مہمان ہیں۔ چنانچہ حضرت شہیدؒ کی موجودگی میں عین غین کراروی کا بیان ہوا۔ غرضیکہ مولانا مرحوم میں یہ بہت بڑی خوبی تھی کہ وہ کسی ادارے کے پروگرام کو ہائی جیک نہیں کرتے تھے۔ اپنے مشن کو ضرور بیان فرماتے لیکن ادارے کی ضروریات، مسائل، مجبوریوں کا لحاظ رکھتے۔ بہت ہی عظیم خوبیوں کے مالک انسان تھے۔ کیا بیان کیا جائے اور کیا کیا نہ کیا جائے۔

عزیز محترم مولانا ثناء اللہ سعد خوش نصیب انسان ہیں کہ انہوں نے تھوڑی سی عمر میں بہت سی کتابیں تصنیف فرما لیں۔ مولانا سعد نے حکم فرمایا کہ سالنامہ "سرخرو" کا نمبر شائع کرنے کا ارادہ ہے، آپ بھی کچھ لکھ کر بھیجیں۔ بہرحال ان کی فرمائش پر چند ایک سطور تحریر کر دیں۔ اگرچہ لکھنے پڑھنے کا سلیقہ نہ پہلے آتا تھا اور نہ ہی اب تک آیا ہے۔ بہرحال بے ساختہ غیر مربوط چند واقعات لکھ دیئے ہیں تاخریداران حق نواز میں بندۂ ناچیز کا نام بھی شامل ہو سکے۔

مولانا کی شہادت کی خبر صبح کی نماز سے پہلے دارالعلوم مدنیہ بہاولپور کے ایک طالب علم نے دی۔ واقعہ یہ ہے کہ خبر

CamScanner

سُن کر زمین پاؤں تلے سے نکل گئی۔ صبح کی نماز کے بعد جامع مسجد اشرف غلہ منڈی میں مولانا کی شہادت کا اعلان کرنا شروع کیا تو اعلان نہ کر سکا۔ اور بے ساختہ آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ جاری ہو گئے۔ اللہ پاک مغفرت فرمائیں حضرت مولانا غلام مصطفیٰ بہاولپوریؒ کی قیادت میں قافلہ کی صورت میں جھنگ کے لئے روانہ ہوئے۔ جنازہ میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی اور دھکم پیل کے باوجود آخری دیدار بھی نصیب ہو گیا۔ مولانا کی شہادت سے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی عظیم الشان شہادت کی طرح قتل و غارت گری کا بازار گرم ہو گیا، اور فریقین کا خاصا جانی نقصان ہوا، لیکن اپنا نقصان بہت بڑا ہوا۔ کہ مولانا جھنگویؒ کے بعد مولانا ایثار الحق قاسمیؒ، مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقیؒ، مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ سمیت پوری کی پوری قیادت کو راستہ سے ہٹا دیا گیا۔ ان کی یاد منانے کا بہترین طرز یہ ہے کہ ان کے مشن کو جاری و ساری رکھا جائے۔

اللہ پاک ان کی جماعت، قیادت، کارکنوں اور رضا کاروں کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عنایت فرمائیں۔

آمین ثم آمین

مولانا ذوالفقار علی جھنگوی صاحب

مولانا شہید ایک شعلہ نوا خطیب تھے، آپ کی خطابت صور اسرافیل کا کام کرتی، اس میں دم عیسیٰ کی تاثیر، حق گوئی و بے باکی کے علمبردار، جرأتوں کے نشان، ہمتوں کے پہاڑ، اپنوں کے لئے ابریشم اور بیگانوں کے لئے فولاد تھے، مولانا شیروں کی طرح گرجتے اور تلواروں کی طرح برستے، آپ کی لہجے میں تلوار کی کاٹ، بادل کی گرج بجلی کی تڑک ہوتی تھی، مولانا شہید طمع سازی کے قائل نہیں تھے، درباری مولویوں پر دو حرف بھیجتے تھے، سیاسی مصلحتیں، معاشی حالات، اپنوں کی خفگی، غیروں کا غضب، اقتدار کا خوف، وڈیروں کی سازش اور قید و بند کی صعوبتیں انہیں حق بات کہنے سے باز نہیں رکھ سکتیں، ان کا سر صرف خدا کے سامنے جھکتا تھا، وہ جب وقت کو نمرودوں اور عصر حاضر کے فرعونوں للکارتے تھے، تو فضا تھرتھراتی تھی، جذبات شعلہ جوالہ بن جاتے تھے، مولانا کا مشن مدح اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھا، مدح اصحاب رسول کو روح کی غذا سمجھتے تھے، اس کے ساتھ دشمنان اصحاب رسول کو ایک لمحہ کے لئے بھی برداشت نہیں کرتے تھے، دشمن خواہ جس بھیس میں ہوتا، اس کا نوٹس لینا اپنا فرض سمجھتے تھے"۔

مولانا محمد اسلم شیخوپوری صاحب

مولانا محمد اسلم صاحب شیخوپوری جامعہ بنوریہ کراچی کے استاذ اور متعدد کتب کے مصنف ہیں آپ لکھتے ہیں "انجمن سپاہ صحابہؓ کے بانی اور صدر مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ زمانہ قریب کی ایک نمایاں شخصیت اور ممتاز خطیب تھے، ان کی خطابت کا ایک خاص انداز تھا، جس سے مردہ جذبات بیدار ہو جاتے تھے اور خوابیدہ عزائم انگڑائیاں لینے لگتے تھے، ان کے انداز بیان نے نہ معلوم کتنے دلوں کی سرد انگیٹھیوں کو گرم کر دیا اور کتنے گمراہوں کو راہ پر لگا دیا۔ (خزینہ ص ۳۵۰)

یہ ایک حقیقت ہے جسے بہر حال جھٹلایا نہیں جا سکتا کہ بھولے بھٹکے مسلمانوں کے دلوں میں صحابہ کرامؓ اور ازواج مطہراتؓ کی عظمت و محبت بٹھانے کے سلسلے میں بڑی بڑی جماعتوں اور انجمنوں نے سالہا سال میں وہ کام نہیں کیا جو کام یہ "شعلہ مستعجلہ" چند سالوں میں تنہا کر گیا۔ (ص ۳۵۱)

ان کا نام حق نواز تھا، اور واقعی "حق" نے انہیں حق گوئی کی صفت سے خوب نوازا تھا، ان کی حق گوئی سے اپنے، بیگانے بن گئے، بیگانوں نے مجسم انتقام کی صورت اختیار کر لی، اقتدار کے ماتھے پر بل پڑ گئے، وقت روٹھ گیا، زمانے نے پیٹھ پھیر لی، ہواؤں نے تیور بدل لئے، طوفانوں نے خوف و ہراس کی فضا پیدا کر دی، سموم اور صرصر کے تھپیڑوں نے راستہ روکنا چاہا، مگر وہ اللہ کا بندہ حق گوئی سے باز نہ آیا، اس نے اس اپنے موقف سے ایک قدم پیچھے ہٹنا گوارا نہ کیا، شہید مظلومؒ مولانا محمد علی جوہرؒ کے اس شعر کے مصداق تھے۔

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے

(خزینہ ص ۳۵۲)

مولانا قاضی محمد یونس انور صاحب

مولانا قاضی محمد یونس انور صاحب مسجد شہداء لاہور کے خطیب ہیں۔آپ نے فرمایا: ''میں نے بالاکوٹ کی پہاڑیوں پر حق نواز کے نام کے نعرے سنے، اس پہاڑی علاقہ میں کون کسی کو جانتا ہے، اس سنگلاخ علاقہ میں بھی حق نواز کی آواز پہنچی، میں دل کی گہرائیوں سے کہتا ہوں کہ جتنا کام اکیلے حق نوازؒ نے کیا ہماری کسی جماعت نے نہیں کیا، اور یہ بھی کہتا ہوں کہ حق نوازؒ اس صدی کا مجدد تھا۔ (تقریر جمعہ)

مولانا طاہر محمود اطہر صاحب

مولانا طاہر محمود اطہر صاحب جامعہ غزالیہ کے سابق استاذ، رحمانی مسجد مغل پورہ کے سابق امام، قرطبہ مسجد کے سابق خطیب اعلیٰ اور ادیب عالم ہیں۔ مولانا نے ''یا اللہ مدد'' کے موضوع پر ایک پمفلٹ تحریر فرمایا جس کے انتساب میں یوں رقم طراز ہیں: ''میں اس ذرہ بے مقدار کاوش کو اس عظیم المرتبت ہستی کی طرف منسوب کرتا ہوں جو ایک عرصہ تک آسمان عزیمت پر ستارۂ جرأت رندانہ بن کر چمکتا، اقلیم مدح صحابہؓ کے تاجدار، میدان تحقیق کا شاہسوار، آسمان شجاعت پر مہر درخشاں گل کدہ علم میں بلبل ہزار داستان بن کر چہکتا رہا، زمانہ پرفتن میں جس ہستی بسا غنیمت تھی، خدا کی نعمت سراپا رحمت تھی، عبقری دہر میں نابغہ روزگار بھی، صحابہؓ کی آبرو بھی، عائشہؓ کی عزت بھی، امہات المومنینؓ کی ترجمان بھی اسلاف کی یادگار بھی، جس نے عظمت صحابہؓ کو چار چاند لگائے، مسلک اہل سنت کی مانگ میں ستارے بھرے، وہ شیر جس کی آمد پر رن کانپے، وہ جس نے تقدس صحابہؓ کے پودے کو گرم گرم لہو سے خون بادی کی، جس کی ہیبت سے دشمن لرزہ براندام ہوئے۔ ہاں ہاں کون وہی فخر اہل سنت، سب سے منفرد، سب سے ممتاز، بے نیاز تحسین مستغنی اعزاز، اپنی ذات میں انجمن اور انسانیت ساز ادارہ، راتیں حق کی جستجو میں کٹیں، دن یار کی گفتگو میں، ایک زندۂ جاوید تاریخ ہے، مجسم تحریک ہے، سنیت کا سرمایہ تہذیب علم کا گرانمایہ، عزم وہمت کا پیکر جمیل، استقامت واستقلال کا کوہ گران صبر ایوبؑ کی سچی تصویر، انداز تقریر انوکھا، طرز بیان نرالا، ہر بات بادلیل، ہر لفظ بہ تحقیق، اداء قلندرانہ، جلال سکندرانہ، گفتگو رندانہ زندگی مجاہدانہ، کردار غازیانہ، انداز قاہرانہ، کون سا شہر ہے، کون سا قصبہ ہے جہاں اس کے ماننے والے نہ ہوں، ملک کا کون سا گوشہ ہے جہاں اس کی چاہت کے زمزمے نہ ہوں، اس کے دیوانے میں امیر بھی ہیں غریب بھی، شاعر بھی ہیں ادیب بھی، علماء بھی پیر بھی، تاجر بھی مزدور بھی، طلباء اور وکلاء بھی۔ اللہ اکبر ایک شخصیت میں کتنی تابندگیاں ہیں، ایک زندگی میں کتنی زندگیاں جمع ہیں، اور وہ شخصیت حق نما، حق پرست، حق بلند شہید ناموس صحابہؓ مولانا حق نواز جھنگویؒ ہیں

فقیہ مصلحت سے وہ رند بادہ خوار اچھا
نکل جاتی تھی جس کے منہ سے سچی بات مستی میں

مولانا محمد الیاس فاروقی صاحب

مولانا محمد الیاس صاحب فاروقی جامعہ اشرفیہ لاہور کے سابق مدرس ہیں، سپاہ صحابہ لاہور کے جنرل سیکرٹری ہیں لکھتے ہیں:

زندگی جبر مسلسل کی طرح کاٹی ہے　　جانے کس جرم کی پائی ہے سزا یاد نہیں

یہ الفاظ ایک مرد مجاہد اور قلندر بے باک کی لسان آتش فشاں سے ابل ابل کر پوچھ رہے ہیں، عوام سے، ارباب اقتدار سے، طلباء، علماء سے مشائخ اور گدی نشینوں سے کہ کیا تقدس صحابہؓ ناموس صحابہؓ چادر عائشہؓ اور خون محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے سینچے ہوئے گلشن کے ایک لاکھ چوبیس ہزار معصوم پودوں کی حفاظت کرنا جرم ہے۔ جنہوں نے خون کے نذرانے دے کر اسلام کے ابدی پیغام کو ہم تک پہنچایا، ان کے ان لازوال احسانات کا ذکر جرم ہے؟ ان مقدس ہستیوں کے بارہ میں قرآن کی بشارات کو لوگوں تک پہنچانا جرم ہے؟ اگر نہیں تو پھر خون ناحق پکار کر کہہ رہا ہے۔

قریب آتا ہے روز محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر　　جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

یہ الفاظ اس مرد درویش کے ہیں، جس نے اپنی حق گوئی سے لوگوں کو باور کروا لیا تھا کہ علماء حق کہنا جانتے ہیں، جو اپنی استقلال مزاجی سے چٹانوں کی مزاحمت کو بھی خاطر میں نہ لایا، جس نے اپنی شعلہ نوائی سے ایوانہائے شیعیت کو خاکستر بنا کے چھوڑا، جس کے نام سے معاندین صحابہؓ کے قلب و جان میں رعشہ و زلزلہ کی کیفیت طاری ہو جاتی، مولانا حق نوازؒ نے صحابہؓ کی تقدس کے بارے میں کسی بھی قسم کی مصلحت کوشی اور لچک کو حرف غلط کی طرح ختم کر دیا تھا، جن کی زندگی سوز و ساز رومی و پیچ و تاب رازی سے عبارت تھی۔ (الحسن لاہور)

حب صحابہؓ رحمۃ اللہ　　بغض صحابہؓ لعنت اللہ

فنا فی اللہ کی تہہ میں بقا کا راز مضمر ہے　　جسے مرنا نہیں آتا، اُسے جینا نہیں آتا

امیر عزیمت، امیر کاروانِ ناموسِ صحابہؓ، شیر اسلام

مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

اور اُن کے باوفا جانشینوں

مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ، مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ

مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ، مولانا علی شیر حیدری شہیدؒ

اور دیگر سینکڑوں شہداء ناموسِ صحابہؓ کی عظمت کو سلام پیش کرتے ہیں

امیر کاروان، قائد تحریک انقلاب، جانشین شہداء قائدین

حضرت مولانا محمد احمد لدھیانوی

اور ان کے رفقاء و معاونین پر مکمل اعتماد کا اظہار کرتے ہیں

امیر عزیمت شہیدؒ کی یاد میں خصوصی اشاعت کے اہتمام پر

سالنامہ شمشیر خسرو کی انتظامیہ کو خراج عقیدت

پیش کرتے ہیں

من جانب

مدرسہ عربیہ جامعہ قادریہ لبنات الاسلام

حفظ و ناظرہ سے شہادۃ العالمیہ تک

مولانا خلیل احمد اسعد

جلالپور پیروالا ضلع ملتان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امیر عزیمت شیر اسلام مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

خصوصی اشاعت

ساتواں باب

امیر عزیمت شہید رحمۃ اللہ علیہ

مبلغین، مناظرین اور

اصحابِ قرطاس و قلم

کی نظر میں

ماہنامہ سرخرو

شمشیر بے نیام آوازۂ حق، حق نواز شہیدؒ

خطیب اہل سنت مولانا عبدالرؤف چشتی صاحب مدظلہٗ، اوکاڑہ

کیا لکھوں، کیا چھوڑوں..... کہاں سے شروع کروں اور کہاں ختم کروں..... کیا بتاؤں، کیا چھپاؤں..... کہاں تک لکھوں، کہاں تک سناؤں..... ہزاروں ہی باتیں ہیں کیا کیا بتاؤں! دل کہتا ہے کہ بتا دے، میں پہلی مرتبہ جھنگ کب گیا تھا، میں نے کہاں کہاں تقریریں کیں، کس کس جلسہ میں شامل ہوا، اور کن کے ہاں مہمان بنا..... کس کس کو میری چاہ تھی، اور کن کن سے میری رسم وراہ تھی۔ جھنگ صدر کے محلہ حسنانہ کی مسجد میں کن دوستوں نے مجھے خطیب رکھا تھا، کب رکھا تھا اور کیوں رکھا تھا۔ دل کہتا ہے کہ یہ بھی بتا دے کہ جھنگ شہر کی لال مسجد میں خطابت کرنے والے مولانا سید غلام مصطفیٰ شاہ صاحب کے تبلیغی، سیاسی، جلسوں اور محرم میں ہونے والے پروگراموں میں حاضری کس قدر ہوتی تھی، عوام میں جوش وخروش کیسا ہوتا تھا، مولانا غلام غوث ہزارویؒ، مولانا مفتی محمودؒ، مولانا ضیاء القاسمیؒ کی تقاریر میں انسانوں کا سمندر کیسے ٹھاٹھیں مارتا تھا۔ مولانا عبدالمجید ندیم کی تلاوت قرآن پر اہل جھنگ کس طرح لٹو ہوتے تھے۔ دل تو چاہتا ہے کہ یہ بتا دوں کہ جھنگ شہر کے دروازہ پر باب عمرؓ لکھنے کے بعد سنی نوجوان کے چہرے خوشی سے کیسے تمتمائے تھے، اور اہل تشیع کے ہاں کیسے صف ماتم بچھ گئی تھی، اور جب کسی سیاہ دل نے رات کی سیاہی میں باب عمرؓ پر سیاہی پھیر کر سیدنا فاروق اعظمؓ کا نام مٹایا تھا تو یہ خبر سنتے ہی ہر سُنی کس طرح شعلۂ جوالہ بن گیا تھا، اور جب دن کے اُجالے میں سُنی نوجوانوں نے جان ہتھیلی پر رکھ کر دوبارہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام دروازہ پر لکھ دیا تھا، تو اس وقت سنی مرد، سُنی عورتیں، سُنی بچے، بوڑھے اور جوان کس طرح ایک دوسرے کو مبارکباد دے رہے تھے اور عید کی طرح گلے مل رہے تھے۔ دل چاہتا ہے یہ بھی لکھ دوں کہ اہل تشیع نے یہ اعلان کر دیا تھا کہ جب تک یہ نام لکھا ہوا ہے ہم اس دروازہ سے نہیں گزریں گے، اور پھر یہ قضیہ تحریک باب عمرؓ کے نام سے پورے ملک میں پھیل گیا تھا۔ دل چاہتا ہے یہ بھی بتا دوں کہ اس تحریک باب عمرؓ کے ہنگامہ میں مولانا شیریں اپنے چند رفقاء کے ساتھ کیسے شہید کر دیئے گئے تھے۔ دل چاہتا ہے یہ بھی لکھ دوں کہ مولانا ضیاء القاسمیؒ نے اہل تشیع کے مرکزی لیڈر کرنل عابد حسین جیسے وڈیرے کو کس طرح للکارا تھا۔ اور اسی للکار نے اغیار کی یلغار کو کس طرح تتر بتر کر کے رکھ دیا تھا۔ اور پھر اسی للکار کے بعد وہ جھنگ جہاں اہل تشیع کے خلاف زبان کھولنا ناقابل معافی جرم تھا، اسی جھنگ میں ہر سُنی نوجوان اہل تشیع کے خلاف آتش زباں بن چکا تھا۔ دل چاہتا ہے کہ پپلیانوالی مسجد

میں ہونے والے جلسوں کی کاروائی سناؤ اور احرار پارک میں ہونے والی سالانہ کانفرنس کی تفصیلات بتاؤ۔ دل تو یہ بھی چاہتا ہے کہ محلہ شیخ لاہوری کی مسجد میں ہونے والے جمعیت علماء اسلام جھنگ کے زیر اہتمام جلسے، جلوسوں اور اجلاسوں کا تذکرہ کروں۔ دل تو یہ بھی چاہتا ہے کہ ۱۹۶۸ء، ۶۹، ۱۹۷۰ء میں جھنگ صدر اور جھنگ شہر میں اپنی آمد و رفت اور مولانا غلام غوث ہزاروی کے ساتھ ہونے والے دوروں کی غرض و غایت لکھوں۔ دل تو یہ بھی چاہتا ہے بتادوں کہ جھنگ صدر کے تالاب گراؤنڈ میں جمعیت کے زیر اہتمام ہونے والے آخری انتخابی جلسہ سے مولانا ضیاء القاسمیؒ نے مولانا شیریں شہیدؒ کے معصوم بچے کو اپنے ہاتھوں پر اٹھا کر انسانوں کے سمندر سے کیا کہا تھا کہ انسانوں کا یہ سمندر چیخیں مار کر رو پڑا تھا۔ دل تو چاہتا ہے کہ سب کچھ بتادوں، سب کچھ لکھ دوں مگر عقل کہتی ہے کہ نہیں! صبر سے کام لو، یہ تمام تفصیلات تم اپنی کتاب میں لکھنا، اس لئے میں ان تمام حالات و واقعات کی تفصیلات میں جانے کی بجائے مولانا حق نواز جھنگویؒ سے متعلق چیدہ چیدہ چند واقعات عرض کرتا ہوں۔

لیکن دیکھئے میں اب یہ نہیں بتاؤں گا کہ پپلیانوالی مسجد میں مولانا حق نوازؒ سے پہلے کون خطیب تھا۔ نہ یہ بتاؤں گا کہ مولانا جھنگویؒ سے پہلے میں نے اس مسجد میں کتنی بار جمعہ پڑھایا اور درسِ قرآن دیا تھا۔ نہ یہ بتاؤں گا کہ مولانا دارالعلوم کبیر والہ میں کتنے سال پڑھتے رہے، نہ یہ بتاؤں گا کہ مولانا جھنگویؒ نے دورۂ حدیث خیر المدارس ملتان میں کیا تھا، نہ یہ لکھوں گا کہ ٹوبہ ٹیک سنگھ میں مولانا جھنگویؒ نے کتنا عرصہ تدریس کی تھی۔ نہ یہ بتاؤں گا کہ بھڑکانے والا شخص پڑھانے کے لئے کیوں بیٹھا۔ نہ یہ بتاؤں گا کہ ٹوبہ سے جھنگ صدر کیوں اور کیسے آئے تھے۔ نہ یہ بتانا ہے کہ پپلیانوالی مسجد میں مولانا جھنگویؒ ابتداء میں شرک و بدعت کے خلاف بیان کیا کرتے تھے اور ادھر میں بھی اہل بدعت کے خلاف ادھار کھائے بیٹھا تھا اور یہی چیز میری اور مولانا جھنگویؒ کی دوستی کا باعث بنی تھی۔ نہ یہ بتانا ہے کہ مولانا جھنگویؒ اہلِ بدعت کے کس طرح پرخچے اڑاتے تھے۔ اور نہ میں نے مولانا جھنگویؒ کے بریلوی علماء سے ہونے والے مناظرہ کی تفصیلات سنانی ہیں۔ نہ یہ ہی بتانا ہے کہ اس مناظرہ میں کون جیتا کون ہارا..... یہ بتانے کی اس لئے ضرورت نہیں کہ زمانہ جانتا ہے کہ قبروں کے مجاور، دریائے حق کے شناور کا مقابلہ نہیں کر سکتے، اور دنیا یہ بھی جانتی ہے کہ "متمنی ضیافت" متمنی شہادت کا سامنا نہیں کر سکتے۔ کبھی بدعت کے مچھر، حق کی آندھی کے سامنے ٹھہرے ہیں۔ میں یہ بتا کر اپنی حماقت کا اظہار کیوں کروں کہ لوگو! سورج چڑھ گیا ہے۔ بھائی جب سورج چڑھے گا، چمکے گا تو سب کو خود ہی پتہ چل جائے گا کہ سورج طلوع ہو چکا ہے۔ لہٰذا میں کیوں بتاؤں کہ حق نواز کیسے گرجتا تھا، کیسے چمکتا تھا، اور کیسے برستا تھا، یہ سب تو ایک زمانہ جانتا ہے، میں تو صرف اس رم جھم، اس پھوار کا ذکر کروں گا جو صرف مجھ سے متعلق ہے جسے شاید کوئی نہیں جانتا، اور اگر جانتے ہیں تو بہت کم لوگ جانتے ہیں۔

مولانا جھنگویؒ سے پہلی ملاقات

پپلیانوالی مسجد کو شہرت مولانا جھنگویؒ کی آمد کے بعد ملی۔ پہلے اسے پپلیانوالی مسجد کہتے تھے، مولانا کی آمد کے بعد، آپ کی شعلہ بیانی کے باعث یہ مسجد مولوی حق نوازؒ والی مسجد مشہور ہو گئی تھی۔ جھنگ کے علاقہ میں میری آمد و رفت تقریباً ۱۹۶۸ء سے جاری تھی، احرار پارک کے سالانہ جلسوں اور پپلیانوالی مسجد کے پروگراموں میں گاہے ماہے آتا رہتا تھا۔ جس

سال مولانا جھنگویؒ تشریف لائے اس سال بھی پروگرام پر آیا تو کھانے کے دسترخوان پر مولانا جھنگویؒ سے ملاقات ہوئی۔ میں جب کھانے کے لئے پہنچا تو مولانا تشریف فرما تھے، منتظمین میں سے کسی نے میرا تعارف کرایا تو مولانا معانقہ کے لئے اٹھنے لگے، میں نے دونوں کندھے دبا کر روک دیا تو مولانا نے دونوں ہاتھ میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا کہ اچھا، مصافحہ تو کرلیں کہ یہ بھی نہیں کرتا۔ میں مصافحہ کر کے ان کے قریب ہی بیٹھ گیا۔ خیر خیریت کی رسمی بات چیت ہوئی، پھر کہا آج آپ نے توحید بیان کرنی ہے اور مجاوروں کی خبر میں خود لوں گا۔ اتنے کھانا آ گیا، مولانا نے ڈونگہ میری طرف بڑھایا، میں نے تکلفاً تھوڑا سالن نکالا، اگرچہ ڈونگہ میں میری پسند کی چانپیں موجود تھیں مگر انہیں میں نے نہیں چھیڑا، چھوٹی بوٹی پلیٹ میں ڈالی اور ڈونگہ جھنگویؒ صاحب کی طرف بڑھا دیا۔ سامنے بھی دو تین مہمان تھے، مولانا نے انہیں کہا کہ سالن لیں، انہوں نے چانپ کی دو تین بوٹیاں اور شوربہ پلیٹ میں ڈال کر پلیٹ مولانا کے آگے کر دی۔ مولانا جھنگویؒ نے کہا کہ ساری بوٹیاں مجھے ہی دے دی ہیں ادھر چشتی صاحب بلاوجہ تکلف کر رہے ہیں اور یہ کہتے ہوئے ایک بہترین چانپ میری پلیٹ میں رکھ دی اور ساتھ ہی فرمایا کہ یہ آپ کی پسند ہے۔ میں نے کہا کہ آپ کو کیسے پتہ چلا مجھے چانپ پسند ہے۔ اپنے خاص لہجہ میں کہا "دسناں کیں" یعنی بتانا کس نے تھا مجھے خطیبوں کی پسند کا پتہ ہے۔ میں نے مسکراتے ہوئے سر ہلایا تو کہا کہ اور بھی آپ نے کھانی ہے اور پھر دوسری چانپ بھی میری پلیٹ میں رکھ دی۔ مولانا جلدی اٹھ گئے، جاتے ہوئے کہا کہ آپ آرام کریں، تقریر سے نصف گھنٹہ پہلے آپ کو اطلاع کریں گے۔ میرا خیال ہے کہ دوسری تقریر آپ کی ہوتا کہ ہر کوئی توحید سن لے۔ میں نے کہا بہت اچھا! پھر میں کمرہ میں لیٹ گیا۔ سوچتا رہا کہ یہ شخص کھا کر نہیں کھلا کر خوش ہوتا ہے، اگر میں اس کی جگہ ہوتا تو شائد ایسا نہ کرتا۔ میں نے دیکھا کہ جھنگویؒ ہر چھوٹے بڑے مقرر اور نعت خواں کو اس کی قد و قامت اور مرتبہ کے مطابق پروٹوکول دیتے تھے۔ دو چار چکر کمرہ میں مہمانوں کے پاس بھی لگائے اور ان سے ان کی ضروریات پوچھتے تھے۔ اور ساتھ معذرت بھی کرتے کہ میں انتظامات کی وجہ سے آپ کو زیادہ وقت نہیں دے رہا، یہ مولانا جھنگویؒ کی مہمان نوازی کا حسین انداز تھا، جو کم دیکھا ہے۔ یقین کیجئے مولانا جھنگوی میزبان بھی اچھے تھے اور مہمان بھی اچھے تھے۔ اچھا میزبان وہ ہوتا ہے جو مہمان کو ہر سہولت اور آسائش پہنچائے اور اچھا مہمان وہ ہوتا ہے جو میزبان کو نہ ستائے نہ کھپائے جو موجود ہو وہی کھائے۔

میری گرفتاری پر مولانا جھنگویؒ کا احتجاج

چک جھمرہ ضلع فیصل آباد میں ایک خطیب صاحب جو بریلوی مسلک کے متعصب مولوی تھے، خطبہ جمعہ کے علاوہ صبح درس قرآن میں بھی بلاوجہ آئے دن مسلک دیوبند کے خلاف زہر اُگلتے تھے۔ ہر تیسرے روز درس میں کہا کرتے کہ اندرا گاندھی دیوبند کے جلسہ میں گئی، وہاں اس نے تقریر کی، دیوبندی مولویوں نے اسے روکا نہیں، سب داڑھی والے ساڑھی والی کو دیکھ رہے تھے، وغیرہ وغیرہ۔ ان خرافات کا جواب دینے کیلئے دیوبندی نوجوانوں نے مدنی مسجد چک جھمرہ میں جلسہ کا اہتمام کیا، مولانا عبداللہ ثاقب کے ساتھ میرا بھی بیان تھا۔ عشاء کی نماز کے بعد جلسہ شروع کر دیا گیا، ابھی لوگ آ رہے تھے مگر میری تقریر شروع کرا دی گئی۔ مقصد یہ تھا کہ لوگ سونے سے پہلے ہماری گزارشات سن لیں اور جو جو الزام تراشیاں کی جا رہی

ہیں ان کا جواب بھی سن لیں۔ چنانچہ میں نے اپنی تقریر کی ابتداء میں ہی بریلوی مولوی کا نام لے کر کہا کہ اے فلاں صاحب! اب آپ اپنی بیوی کے پاس سے اٹھ کر اوپر مسجد کی چھت پر آ جائیں تا کہ آپ میری باتیں صحیح سن اور سمجھ سکیں، ورنہ صبح لوگوں سے پوچھتے پھرو گے کہ رات چشتی نے کیا کہا ہے؟ اب سنو! تم نے کہا ہے کہ اندرا گاندھی دیوبند کے جلسہ میں آئی اور دیوبندی علماء نے اسے نہیں روکا، ہمارا جواب یہ ہے کہ اندرا گاندھی ملک کی وزیر اعظم ہے وہ جہاں چاہے جا سکتی ہے اسے کون روک سکتا ہے؟ اور دیوبند شہر بھی اسی ملک میں ہے۔ باقی روکنے کا مسئلہ!..... تو جناب ہمارا تو عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی کچھ نہیں کر سکتا، ہمارے دیوبندی علماء کیا کر سکتے تھے، کیسے روک سکتے تھے؟ لیکن تمہارا تو عقیدہ ہے کہ تمہارے مولوی سب کچھ کر سکتے ہیں تو مجھے جواب دو کہ جب اندرا گاندھی حضرت خواجہ نظام الدینؒ اولیاء کے مزار پر گئی اور اس وقت کے گدی نشینوں نے اس کا استقبال کیا تو تمہارے مولویوں نے اندرا گاندھی کو کیوں نہیں روکا تھا؟ بلکہ روکنے کی بجائے گدی نشینوں نے اندرا گاندھی کا بھرپور استقبال کیا اور پھر مزار شریف سے چادر اتار کر اندرا گاندھی کے سر پر اوڑھا دی، جس کی تصویر اخبارات میں چھپ چکی ہے۔ اب بریلوی مسلک کا ہر مولوی بتائے اور جواب دے کہ وہ چادر جو کسی نے انتہائی عقیدت سے لا کر مزار پر چڑھائی تھی تم نے اس چادر کی یہ قدر کی کہ اسے ایک متعصب ہندو عورت کے سر پر ڈال دیا اور تمہیں خبر بھی ہے کہ چادر ماں، بہن اور بیٹی کے سر پر دی جاتی ہے، تم نے چادر کیا سمجھ کر دی تھی؟ دنیائے بریلویت مجھے جواب دے کہ ایک پاکیزہ جگہ سے چادر اتار کر ایک ناپاک ہندو عورت کے سر پر کیوں دی گئی؟..... خیر! بیان جاری تھا کہ بدعتیوں کی مساجد میں اعلانات شروع ہو گئے اور کسی جگہ جمع ہو کر انہوں نے حملے کا پروگرام بنایا اور پھر میری تقریر کے دوران ہی ہم پر پتھراؤ شروع کر دیا۔ سامعین نے مسجد کا دروازہ بند کر لیا اور باہر سے آنے والی اینٹیں، روڑے ہی واپس حملہ آوروں کو مارتے رہے۔ ادھر تھانہ میں نفری کم تھی ہنگامی طور پر فیصل آباد سے نفری منگوائی گئی۔ مدنی مسجد کا گھیراؤ کر لیا گیا، پولیس اندر آئی اور کہا کہ لوگ مشتعل ہیں آپ کی گرفتاری سے ہی معاملہ ٹھنڈا ہو سکتا ہے۔ اور مجھے چند ساتھیوں سمیت گرفتار کر لیا گیا۔ اگلے روز فیصل آباد جیل بھیج دیا گیا۔ حضرت مولانا ضیاء القاسمیؒ سفر پر تھے ایک مہینہ بعد رہائی ہوئی۔ میری گرفتاری کے دنوں میں مولانا جھنگوی نے میری رہائی کا مطالبہ کیا اور جیل میں آ کر مجھ سے ملاقات فرمائی اور مجھے تسلی دی اور میرے اہل خانہ کی مالی معاونت بھی فرمائی۔ میں سمجھتا ہوں کہ مولانا جھنگویؒ نے اس عمل سے میرے دل میں اور جگہ بنائی، میں ان کی اس محبت، ذرہ نوازی، اور دوست پروری کو کبھی فراموش نہیں کر سکتا کہ انہوں نے اپنی شدید ترین مصروفیات میں مجھے یاد رکھا۔ باقی جن حضرات کے متعلق گمان تھا کہ ملاقات ضرور کریں گے انہوں نے پوچھا تک نہیں لیکن حق نواز نے دوستی کا حق ادا کر دیا۔ رہائی کے بعد میں مولانا جھنگویؒ کا شکریہ ادا کرنے جھنگ گیا تو فرمایا اس کی کوئی ضرورت نہیں، یہ میرا فرض تھا جو میں نے ادا کیا ہے۔ مولانا جھنگویؒ کو پتہ چل چکا تھا کہ جس مسجد میں خطابت کر رہا تھا وہاں سے مجھے فارغ کر دیا گیا ہے، میں نے تفصیلات بتائیں تو مجھے یہ شعر سنا دیا۔

دیکھا جو تیر کھا کے کمیں گاہ کی طرف
اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہو گئی

جھنگ جیل میں مولانا جھنگویؒ کی مہربانیاں

غالباً ۱۹۸۴ء میں حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمہ اللہ نے اپنی مسجد میں جمعہ پر کوئی سخت تقریر کر دی جس کی پاداش میں انہیں گرفتار کر کے جھنگ جیل بھیج دیا گیا۔ اگلا جمعہ مسجد کی انتظامیہ نے مجھ سے پڑھوایا، محلہ گڑھا کی مسجد میں ویسے ہی اجتماع شاندار ہوتا تھا لیکن مولانا چنیوٹیؒ کی گرفتاری کی وجہ سے اس جمعہ پر بہت زیادہ رش ہو گیا۔ چنانچہ میں نے بھی "چونا" کچھ زیادہ ہی لگا دیا۔ اس سخت تقریر کی وجہ سے مجھے بھی گرفتار کر کے جھنگ جیل میں پہنچا دیا گیا۔ جھنگ جیل پہنچا تو تھوڑی دیر کے بعد مولانا جھنگویؒ سپرنٹنڈنٹ جیل کے دفتر پہنچ گئے اور مجھے دفتر بلوا لیا، فرمایا کہ آپ کے لئے بستر لایا ہوں اور دو وقت کھانا ایک دوست لایا کرے گا، پریشان نہ ہونا، جس شے کی ضرورت ہو نمبردار کی معرفت کھانا لانے والے کو بتا دینا۔ عزیزو! مجھے نہیں پتہ، کھانا کس کے گھر سے آتا تھا مگر میں کہتا ہوں کہ مجھے کھانا حق نوازؒ کے گھر سے آتا تھا، اللہ تعالیٰ مولانا جھنگویؒ کی قبر پر ستاروں سے زیادہ رحمتیں نازل فرمائے۔ جیل میں مولانا کی آمد سے مجھے حوصلہ ملا، تمام پریشانیاں بفضلِ خدا تعالیٰ ختم ہو گئیں، جیل انتظامیہ اور دیگر ملازمین کا رویہ بھی دوستانہ ہو گیا، میرا "ٹور" ہو گیا۔

مولانا چنیوٹی رحمہ اللہ کو جیل میں کسی اور جگہ رکھا گیا تھا، لیکن چنیوٹی صاحبؒ نے اے کلاس کا مطالبہ کر دیا اور پھر انہیں اے کلاس دے دی گئی تھی، مولانا ضیاء القاسمیؒ ہماری گرفتاری کی خبر پڑھ کر جھنگ جیل تشریف لائے اور مجھے بھی سپرنٹنڈنٹ کے دفتر میں بلوا لیا، میں جب دفتر پہنچا تو مولانا چنیوٹی رحمہ اللہ فرما رہے تھے کہ فلاں سنہ میں مجھے گرفتار کیا گیا تھا اور اس وقت مجھے "اے کلاس" دی گئی تھی، اب میری حیثیت کوئی گھٹ نہیں گئی کہ مجھے اے کلاس نہیں دی جا رہی۔ بہر حال مولانا چنیوٹیؒ نے بحث مباحثہ کے بعد اے کلاس حاصل کر لی تھی۔ حضرت قاسمیؒ صاحب نے مجھ سے حال احوال پوچھا، تسلی و تشفی دی اور تشریف لے گئے۔ مجھے اچھی طرح یاد نہیں کہ مولانا اللہ یار ارشد کب گرفتار ہو کر جیل آئے تھے، لیکن آئے انہی دنوں میں تھے، انہیں بھی علیحدہ کسی بارک میں رکھا گیا تھا۔ پھر انتظامیہ جیل نے اپنے انتظامات کے پیش نظر یا مولانا جھنگویؒ کی سفارش پر مجھے اور مولانا اللہ یار ارشد کو مولانا چنیوٹیؒ کے اے کلاس کمرہ میں بھیج دیا۔ اے کلاس کمرہ میں ایک چارپائی ایک کرسی میز تھا، ایک مشقتی دیا گیا تھا، جو مولانا چنیوٹیؒ کے کپڑے وغیرہ دھوتا تھا اور مولانا چنیوٹی کو ملنے والے خشک راشن سے مولانا کے لئے کھانا تیار کرتا تھا۔ یہ کمرہ کافی بڑا تھا اس میں ایک طرف صف بچھی تھی لہٰذا ہم دونوں نے اس صف پر اپنے بستر لگا لئے تھے۔ جب کبھی مولانا چنیوٹی ہمارے پاس چٹائی پر آ بیٹھتے تو مولانا اللہ یار ارشد کہتے کہ چنیوٹی صاحب آپ اپنی اے کلاس پر تشریف رکھیں۔ مولانا چنیوٹیؒ فرماتے "توں لچراں کرن توں باز نیں آندا" یعنی تو مذاق کرنے سے باز نہیں آتا۔ بہر حال یہاں بھی مولانا جھنگویؒ کی نوازشیں جاری رہیں، میرا دو ٹائم کھانا مستقل آ رہا تھا۔ میں بتانا یہ چاہتا ہوں کہ جیل میں مجھے بستر ملا تو مولانا جھنگویؒ کی مہربانی سے، دو ٹائم کھانا پہنچا تو مولانا جھنگویؒ کی نوازش سے اور یہ نوازشیں اور مہربانیاں میری رہائی تک جاری رہیں اور ان نیکیوں کا اجر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مولانا حق نوازؒ کے لئے جاری ہے اور نیکیوں کا اجر جاری رہتا ہے۔ میں نے جیل میں مولانا چنیوٹیؒ کے ساتھ بھی وقت گزارا ہے اور مولانا جھنگویؒ سے بھی دوستانہ تعلقات رہے ہیں، میں نے

ذاتی طور پر یہ سمجھا ہے کہ مولانا چنیوٹیؒ میں مناظرانہ صلاحیتیں تھیں، جبکہ مولانا جھنگویؒ میں قائدانہ خوبیاں تھیں۔ مولانا جھنگویؒ اپنے دوستوں کا جیل اور ریل میں بھی خصوصی خیال رکھتے تھے۔ سفر وحضر کے بہترین ساتھی تھے۔

ناشتہ میرے پاس کریں

میں ابھی اوکاڑا نہیں آیا تھا یعنی ابھی میں نے اوکاڑہ میں خطابت شروع نہیں کی تھی کہ اوکاڑا کے فوارہ چوک میں جمعیت علماء اسلام کے زیر اہتمام جلسہ تھا جس میں مولانا فضل الرحمٰن اور مولانا جھنگویؒ کا خطاب تھا، اس وقت قاری ایثار القاسمیؒ پل والی مسجد میں خطیب تھے اور انہوں نے ہی مجھے بھی دعوت دی تھی۔ میں نے اسٹیج پر مولانا جھنگویؒ کی واسکٹ کی جیب ذرا پھولی ہوئی دیکھی تو پوچھا کہ جیب میں کیا ہے؟ کہا کہ "کچھ ہے"۔ میری اگلے روز فیصل آباد پیشی تھی، میں نے سوچا کہ اوکاڑا ٹھہرنے کی بجائے مولانا کے ساتھ جھنگ چلتا ہوں، اتنے صبح ہو جائے گی اور پھر فیصل آباد چلا جاؤں گا۔ میری خوش قسمتی کہ مولانا جھنگویؒ کی گاڑی میں جگہ بھی تھی، چنانچہ جلسہ کے بعد ہم جھنگ کی طرف روانہ ہو گئے۔ میں ابھی پوچھنے ہی والا تھا کہ مولانا جھنگویؒ نے جیب سے موٹی لفافہ نکالا اور اسے کھول کر اس میں اپنی جناح کیپ ڈالی پھر اسے اپنی سیٹ کے سامنے رکھ دیا، پھر پیچھے منہ کر کے کہنے لگے آپ کو پتہ چل گیا ہے کہ جیب میں کیا ہے؟..... خیر! گپ شپ لگاتے، ہنستے ہنساتے جا رہے تھے۔ پھر راستہ میں سیدون اپ پی اور سفر شروع کر دیا۔ مجھے بھی سفر میں سونے کی عادت ہے اور مولانا جھنگویؒ خاموش ہو گئے، غالباً اونگھنے لگے اور پھر اس وقت پتہ چلا جب جھنگ قریب آ گیا۔ مولانا نے فرمایا کہ چشتی صاحب میرے ساتھ چلیں، صبح ناشتہ کر کے فیصل آباد جائیں۔ میں نے عرض کیا بہت شکریہ! مجھے آپ ایوب چوک اتار دیں میں ناشتہ ان شاء اللہ فیصل آباد جا کروں گا۔ مولانا نے ڈرائیور سے کہا کہ انہیں ایوب چوک اتار دیں۔ ایوب چوک پہنچ کر میں نے کار کے اندر ہی مولانا سے مصافحہ کرنا چاہا مگر آپ نے کہا نہیں، پھر باہر تشریف لائے، مجھ سے معانقہ اور مصافحہ کیا اور پھر گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔ اندازہ کیجئے اس شخص کے اخلاق ومروّت کا..... ایسے وقت جبکہ نیند کا غلبہ ہو اور آدمی کسی سے بات بھی نہ کرنا چاہتا ہو اور کسی کا گفتگو کرنا شاق بھی گزرتا ہو، ایسے وقت کسی کی تعظیم وتوقیر کرنا نیک روح کا ہی کام ہے اور نیک روحیں ہی جامِ شہادت نوش کیا کرتی ہیں، حالانکہ یہ کوئی بڑی بات نہیں، لیکن اس پر غور کیا جائے تو بہت بڑی بات ہے، یہ مولانا جھنگویؒ کے بلندیٔ اخلاق کی دلیل ہے۔ آج کل ایسے اخلاق کے نمونے بہت کم نظر آتے ہیں۔

فاروقیؒ، جھنگویؒ، چشتی کا اکٹھا سفر

ایک مرتبہ میں مولانا جھنگویؒ سے ملاقات کے لئے جھنگ گیا، ۲۸ر فروری ۱۹۸۷ء کو فیصل آباد پیشی سے فارغ ہو کر جھنگ پہنچ گیا، میرا پروگرام یہ تھا کہ مولانا جھنگویؒ سے ملاقات کروں گا، رات انہی کے پاس ٹھہروں گا، اگلے روز ٹوبہ ٹیک سنگھ اپنے استاد مولانا محمد عمر لدھیانوی سے ملاقات کروں گا، پھر رات کمالیہ جا ٹھہروں گا۔ وہاں دوستوں سے گپ شپ ہو گئی اور ۲ر مارچ ۱۹۸۷ء کو ماموں کانجن کے جلسہ میں شرکت کروں گا۔ لیکن جب جھنگویؒ صاحب کے پاس پہنچا تو انہوں نے پروگرام

بدل دیا اور کہا کہ صبح ملتان چلنا ہے، ہماری جماعت کی میٹنگ ہے اور صبح مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی صاحب بھی آ رہے ہیں۔ چنانچہ اگلے روز مولانا فاروقیؒ، مولانا جھنگویؒ اور میں ملتان روانہ ہو گئے۔ مولانا فاروقیؒ سفر میں سونے کے "بادشاہ" تھے۔ مولانا فاروقیؒ کا ایک لطیفہ بہت مشہور ہوا تھا، لطیفہ سے پہلے یہ بات سمجھ لیں کہ سمندری سے اگر کمالیہ جانا ہو تو راستہ میں پہلے رجانہ آتا ہے پھر کمالیہ آتا ہے اور پھر کمالیہ سے دس بارہ میل آگے چیچہ وطنی شہر ہے، یعنی "کمالیہ" رجانہ اور چیچہ وطنی کے درمیان ہے۔ اب لطیفہ سنئے۔ ایک مرتبہ مولانا فاروقیؒ نے کمالیہ میں جمعہ پڑھانا تھا، چنانچہ سمندری سے چلے، راستہ میں نیند آ گئی، چونکہ سفر میں سونے کے "ماسٹر" تھے لہٰذا کمالیہ شہر گزر گیا اور چیچہ وطنی پہنچ گئے، وہاں خود جاگے یا کسی نے جگایا تو پھر واپس کمالیہ کیلئے بس میں بیٹھے پھر نیند آ گئی اور پھر رجانہ پہنچ گئے۔ رجانہ پہنچ کر جاگ آئی تو "ماشاء اللہ" جمعہ کی نماز کا وقت ہو چکا تھا۔ اور کمالیہ والے ان کا راستہ دیکھ رہے تھے۔ خیر یہ اس وقت کی باتیں ہیں جب بسوں، ریلوں میں سفر ہوتا تھا۔ میں بتا رہا تھا کہ جھنگ سے نکلتے ہی فاروقی صاحب خراٹے لینے لگے تو مولانا جھنگویؒ نے پیچھے منہ کر کے مجھے کہا کہ چشتی صاحب! فاروقی صاحب کا خطاب آپ نے شروع کروایا ہے؟ میں نے کہا نہیں ابھی باقاعدہ کاروائی شروع نہیں ہوئی، ابھی تو سپیکر چیک کیا جا رہا ہے۔ اس پر سب ہنس پڑے اور فاروقی صاحب کی آنکھ کھل گئی۔ اور پھر لطائف سنانے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ پہلا لطیفہ خود مولانا فاروقیؒ نے ہی سنایا وہ شاید نیند ہی کے متعلق تھا، پھر میں نے دو تین لطیفے سنائے کچھ مولانا لقمان علی پوریؒ سے متعلق مزاحیہ خطیبانہ جملے تھے، جب محفل گرم ہو گئی تو مولانا جھنگویؒ نے بھی ایک دو لطیفے سنائے اور پھر ملتان آ گیا۔ ملتان میں گلڈ ہوٹل کے قریب مسجد کوثر تھی جس میں اجلاس تھا، اجلاس میں کیا دیکھا، کیا سنا، کیا بحث مباحثہ ہوا، یہ ایک علیحدہ داستان ہے، لمبی کہانی ہے۔ مختصر یہ کہ اجلاس سے فارغ ہو کر مولانا جھنگوی شاید شجاع آباد روانہ ہو گئے اور میں نے ماموں کانجن جانا تھا۔ میں یہ بتانا بھول گیا کہ راستہ میں مجھے فاروقی صاحبؒ نے بتایا تھا کہ میں نے بھی ماموں کانجن جانا ہے لہٰذا ہم دونوں پھر اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئے۔

اس شیر کو بھی جماعت میں لائیں

۲۲/اکتوبر ۱۹۸۹ء میں مولانا جھنگوی اوکاڑہ تشریف لائے۔ مولانا قاری عبدالاحد کے مدرسہ کا سالانہ جلسہ تھا، یہ تقریر بڑی مدلل تقریر تھی۔ ۲۲/اکتوبر کا یہ اجتماع بھی مثالی اجتماع تھا۔ اسٹیج پر بیسیوں علماء و خطباء کے علاوہ راقم اور قاری ایثار القاسمیؒ بھی موجود تھے۔ جلسہ کے اختتام پر کھانے کے لئے ہم تینوں یعنی مولانا جھنگویؒ، قاری ایثار القاسمیؒ اور میں بیٹھے تھے کہ سالن کا ڈونگہ آ گیا۔ مولانا نے ڈونگہ سے مرغ کی ٹانگ اٹھا کر پلیٹ میں رکھ لی اور کھانے لگے، میں نے جملہ چست کیا کہ بہت خوب! دسترخوان پہ مرغے کی ٹانگ اٹھاتے ہیں اور اسٹیج پر اپنی ٹانگ اٹھاتے ہیں۔ اور پھر قاری ایثار القاسمیؒ نے آگے دوستانہ گرہ لگائی۔ مولانا کھلکھلا اُٹھے، چونکہ روٹی تازہ پک رہی تھی اس میں قدرے دیر ہو گئی تھی اور مولانا کو جلدی تھی، اس لئے انہوں نے خالی بوٹیاں کھانی شروع کر دیں اور ہم بھی ساتھ دینے لگے۔ کھاتے کھاتے مولانا جھنگویؒ قاری ایثارؒ سے کہنے لگے کہ اس شیر کو بھی جماعت میں لائیں۔ قاری ایثارؒ نے کہا کہ آپ خود ہی انہیں دعوت دیں۔

مولانا جھنگویؒ نے مجھے کہا کہ آپ میری جماعت سپاہ صحابہ میں آجائیں۔ میں نے جواب دیا کہ آپ کی جماعت چھوڑ چھکروں کی جماعت ہے۔ پھر میں نے ایک عوامی کہاوت سنائی تو ہنس دیئے کہ ہاں بات تو کچھ ایسی ہی ہے۔ پھر سنجیدہ ہوگئے اور فرمایا کہ مذاق سے ہٹ کر بتائیں۔ میں نے عرض کیا کہ مجلس احرار اسلام، تنظیم اہل سنت، جمعیت علماء اسلام اور سواد اعظم کے ساتھ رہا ہوں، اب میں نے حضرت قاضی مظہر حسینؒ سے تعلق جوڑ لیا ہے، ان کا موقف مضبوط ہے لہٰذا حضرت قاضی صاحب کی جماعت ''خدام اہل سنت'' میں شامل ہوگیا ہوں۔ میری بات سن کر مولانا جھنگویؒ نے فرمایا ماشاء اللہ پھر تو آپ کا سکہ بند عقیدہ ہے اور آپ واقعی مضبوط لوگوں کے ساتھ ہیں۔ پھر کہا کہ قاضی صاحب بہت اچھا کام کر رہے ہیں، میں ان کی کاوش کا معترف ہوں، چکوال سے چند دوست تاریخ کے لئے آئے تھے میں نے انہیں کہا کہ مجھے تقریر کا شوق نہیں، میں وہاں جاتا ہوں جہاں کام نہ ہو رہا ہو، قاضی صاحب چکوال میں کافی عرصہ سے بہترین طریقہ سے مثبت کام کر رہے ہیں لہٰذا وہاں جانے کی ضرورت نہیں۔ ٹھیک ہے مقصد تو کام کرنا ہے آپ خدام کے ساتھ رہیں لیکن اس خادم (حق نواز جھنگویؒ) کی جماعت کے پروگراموں میں بھی بوقت ضرورت شامل ہوتے رہیں۔ میں نے عرض کیا ٹھیک ہے ان شاء اللہ جب بھی مجھے یاد کیا جائے گا حاضر ہو جاؤں گا۔ پھر چلنے لگے تو قاری ایثارؒ نے کہا کہ ذرا ٹھہریں مولانا قاری عبدالاحد صاحب آرہے ہیں۔ فرمایا کس واسطے؟ پیسوں کے لئے؟ مجھے پیسوں کی ضرورت نہیں۔ میں نے کہا آپ کو ضرورت نہیں لیکن آپ کی جماعت کو تو ضرورت ہے۔ اور پھر مولانا جھنگوی قاری عبدالاحد سے مصافحہ کر کے رخصت ہوگئے۔ میں سوچتا رہ گیا کہ جھنگوی کو فلوس کی ضرورت نہیں، جھنگویؒ کو خلوص کی ضرورت ہے اور جس کے پاس خلوص کی دولت ہو وہ کبھی اپنے مقصد میں ناکام نہیں ہوتا بلکہ کامیابی اس کے قدم چومتی ہے۔ میں پشاور جلسہ کرنے گیا تو وہاں کے دوستوں کو پارہ چنار سے فون آیا کہ ہمیں کوئی خطیب دو، لہٰذا مجھے پارہ چنار بھیجا گیا۔ میں نے راستہ میں دیکھا کہ پہاڑوں کے راستہ میں ایک جگہ چائے کا ہوٹل قائم ہے اور اس کی چھت پر سپاہ صحابہ کا جھنڈا لہرا رہا ہے اور پارہ چنار جا کر دیکھا کہ ایک مسجد کے بلند و بالا مینار کے اوپر سپاہ صحابہ کا پرچم لہرا رہا ہے۔ جو دوست مجھے لے گئے تھے انہوں نے بتایا کہ یہاں مولانا ضیاء القاسمی اور مولانا جھنگوی ابھی تک نہیں آسکے کہ جب بھی بلاتے ہیں ان پر پابندی لگا دی جاتی ہے۔ بہر حال میں بتانا یہ چاہتا ہوں کہ مولانا جھنگویؒ اخلاص کی دولت سے مالا مال تھے یہی وجہ ہے کہ جہاں خود نہیں جا سکے مگر ان کے مشن کی خوشبو کو اللہ تعالیٰ نے پہنچا دیا تھا اور نہ صرف پہنچا دیا تھا بلکہ جھنگویؒ کے نصب العین کا دیوانہ بنا دیا تھا۔

پٹرول تین سو روپے کا

ایک مرتبہ پروگرام کے لئے مولانا جھنگویؒ نے مجھے بلایا۔ گاڑی میں جلسہ کرنے لگے۔ واپسی پر انہوں نے مولانا جھنگویؒ کو چھ سو روپے دیئے اور ساتھ کہہ دیا کہ حضرت! چھ سو روپے ہیں۔ یہ سن کر مولانا جھنگویؒ نے فرمایا کہ گاڑی میں صرف تین سو روپے کا پٹرول ڈالا ہے بس تین سو روپے کافی ہیں باقی واپس لیں، اور تین صد روپے واپس کر دیئے۔ مگر انہوں نے زبردستی جیب میں ڈال دیئے۔ بھلا آج کل کوئی ایسا کرتا ہے؟..... میں حلفاً کہتا ہوں کہ فی زمانہ ایسا کوئی نہیں کرتا، میں خود ایسا نہیں کرتا، میری عادت ہے جو خدمت ہو وہ جیب میں ڈال لیتا ہوں۔ میں گنتی بھی نہیں کرتا۔ ہاں وہ حضرات گنتی کرتے ہیں جو

طے کر کے آتے ہیں۔ اگر رقم پوری ہو تو جیب میں ڈال لیتے ہیں، اگر طے شدہ فیس سے زیادہ ہوں تو ''بتیسی'' نکال کر دکھا دیتے ہیں اور اگر کم ہوں تو پھر آنکھیں نکالتے ہیں۔ بحث کرتے ہیں کہ طے شدہ رقم پوری کرو، یہ لوگ مولانا جھنگویؒ کی خاک پا کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ آج کل کے خطباء، مقررین میں کوئی ہے جو مولانا جھنگویؒ جیسا اخلاص رکھتا ہو؟ کوئی واعظ، کوئی مقرر، کوئی خطیب کیا ایسی ہمت رکھتا ہے کہ وہ مولانا جھنگویؒ سے آنکھیں ملا سکے؟..... میں خود کو بڑا ''طرم خان'' سمجھتا ہوں کہ میں نے کبھی تقریر کے لئے پیسے طے نہیں کئے، لیکن میں نے کبھی واپس بھی تو نہیں کئے، میں اپنے اندر یہ جرأت نہیں پاتا کہ حق نوازؒ سے آنکھیں چار کر سکوں۔ تو وہ لوگ حق نوازؒ کے سامنے کیسے آنکھ اٹھا سکتے ہیں جو فیسیں طے کرتے ہیں، بلاضرورت کار کا مطالبہ کرتے ہیں۔ کھانے، رہائش میں مین میخ نکالتے ہیں۔ مولانا جھنگویؒ سے آنکھیں چار کرنے کا حوصلہ مولانا قاضی مظہر حسینؒ رکھتے تھے، جو گھر سے بھنے چنے ساتھ لے کر چلتے تھے اور کھانے کا بوجھ بھی کسی پر نہیں ڈالتے تھے۔ کوئی غریب مدرسہ والے بیان کراتے تو اُن سے کچھ لینے کی بجائے انہیں چندہ دے کر آتے۔ قاضی صاحبؒ نے سائیکل پر جا کر درسِ قرآن دیا ہے۔ آج ایسے مخلص لوگ کہاں ہیں؟ میں نے خود مولانا جھنگویؒ کے ساتھ بس اور تانگے کا سفر کیا ہے۔ پھر وقت بچانے کی خاطر کار میں سفر کرتے تھے۔ میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ میں نے جتنے پروگرام مولانا جھنگویؒ کے ساتھ کئے، ان کے ہاں کئے اور ان کے ساتھ سفر کیا، میں نے انہیں ہمیشہ مخلص پایا، طمع، لالچ تو نام کو بھی نہیں تھا، بس ایک ہی لگن تھی کہ حق وصداقت کا بول بالا ہو، جب شرک وبدعت کے خلاف محاذ قائم کیا تھا تو ہمیشہ شرک وبدعت اور رسم ورواج کی دھجیاں بکھیرتے تھے اور جب عظمتِ صحابہؓ کا پرچم اٹھایا تو پھر اہلِ تشیع کے باطل نظریات کے خلاف ننگی تلوار بن گئے۔ میرے علم میں نہیں کہ جھنگویؒ نے کبھی سودے بازی کی ہو، تقریر کے لئے ''معاملات'' طے کئے ہوں۔ کھانے کے سلسلہ میں ''ہدایات'' جاری کی ہوں۔ میزبان کی کسی غفلت پر کوئی ڈانٹ ڈپٹ کی ہو، اشتہار میں نام بڑا دینے پر اصرار کیا ہو، یا اشتہار میں نام چھوٹا ہونے پر داعیٔ جلسہ کو جھاڑ پلائی ہو، اور نہ یہ میرے علم میں ہے کہ کسی جگہ تقریر کر کے دوسری جگہ جانے کے لئے انہیں پیغام دیا ہو کہ میں یہاں ہوں مجھے یہاں سے آ کر لے جاؤ۔ آج کل مشنِ جھنگویؒ کے بعض نام نہاد ''ورثا'' طے بھی کرتے ہیں، مطالبات بھی کرتے ہیں، پیغام بھی بھیجتے ہیں کہ مجھے آ کر لے جائیں۔ کیوں؟..... اس لئے کہ ؎ میرے پاؤں میں مہندی لگی ہے خود آنے کے قابل نہیں ہوں

اگرچہ قریب ہی ہوں مگر فون پر بتائیں گے کہ میں اس وقت ''لورالائی'' ہوں آپ کے جلسہ میں نہیں پہنچ سکتا۔ البتہ اگر کار کا انتظام ہو جائے یا آپ مجھے کار لانے کی اجازت مرحمت فرما دیں تو پھر پہنچ سکتا ہوں، اس طرح منتظمین جلسہ کو اضافی خرچ برداشت کرنا پڑتا ہے۔

چشتی کا چیلنج

میرا چیلنج ہے ان موجودہ دور کے خطباء کو کہ مجھے مولانا حق نوازؒ کا کوئی ایک واقعہ ہی بتا دیں جس میں انہوں نے اپنی فیس طے کی ہو، فیس طے کرنا تو درکنار، جلسہ کے بعد ملنے والے ہدیہ، وظیفہ اور کرایہ کو فیس کا نام دیا ہو۔ واللہ! میرے علم میں نہیں ہے! البتہ یہ علم ہے کہ مولانا جھنگویؒ کو لفظ ''فیس'' سے چوتھی۔ فیس کی باتیں کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے تھے۔

انہیں اور بھی کئی چیزیں پسند نہیں تھیں اور بھی کئی باتیں ایسی تھیں جو ان کے اخلاص اور مزاج کے خلاف تھیں اور ان کی وہ اصلاح کرنا چاہتے تھے۔ ایک مرتبہ میں نے خود سنا، سمندری میں جلسہ تھا، مولانا ضیاء القاسمیؒ اور مولانا حق نواز جھنگویؒ کی تقریر تھی۔ اس وقت مولانا جھنگویؒ نے مولانا قاسمیؒ سے کہا کہ کارکنوں کی تربیت کرنا بہت ضروری ہوگیا ہے، یہ اتنے جذباتی ہوگئے ہیں کہ میری بات بھی نہیں مانتے، اپنی بات منواتے ہیں۔ مولانا ضیاء القاسمیؒ نے فرمایا کہ ضرور کریں۔ اپنے تمام دوسرے کام چھوڑ کر تربیتی کنونشن منعقد کریں۔ قریب ہی کوئی شخص تھا، اس نے کہا کہ "دراصل کارکن مخلص ہیں، اس لئے"..... وہ شخص ابھی اتنا ہی کہہ پایا تھا کہ قاسمی صاحبؒ نے ٹوک دیا، فرمایا کہ ایسے کارکنوں کو میں مخلص تو کیا کارکن ہی نہیں مانتا جو اپنے قائد کی بات نہیں مانتے۔ ایسے خودسر اشخاص کو جماعت سے فارغ کردینا چاہئے۔ میں نے مولانا حق نوازؒ سے مخاطب ہوکر کہا کہ جھنگوی صاحب! چھانٹی کریں، کوئی پرواہ نہ کریں۔ سپاہ صحابہ میں دوسری جماعتوں کے شریر کارکن برائے شرارت آچکے ہیں۔ جن کا مقصد ہی جماعت کو بدنام کرنا ہے اور جو پکے دیوبندی ہیں وہ آپ سے مخلص ہیں، آپ کی بات مانتے ہیں اور نہ صرف آپ کا دل وجان سے اکرام کرتے ہیں بلکہ ہر دیوبندی عالم اور خطیب کا احترام کرتے ہیں، اور وہ اخلاص کے ساتھ جماعت میں کام کررہے ہیں لیکن ان کے علاوہ خارجی، یزیدی، مماتی اور مودودی نظریات رکھنے والے جعلی دیوبندی جو جماعت میں آچکے ہیں، وہ خودسر ہیں جو آپ کی بات نہیں مانتے اور اپنے مذموم نظریات سے جماعت کو بدنام اور ناکام کرنا چاہتے ہیں۔ یہی لوگ اپنے فیصلے جماعت پر اور جماعت سے منسلک علماء پر مسلط کرتے ہیں۔ مولانا ضیاء القاسمیؒ نے میری تائید کرتے ہوئے فرمایا کہ "چشتی ٹھیک کہہ رہا ہے"، میں اس میں اتنا اضافہ کرتا ہوں کہ آپ کے سیاسی اور مذہبی مخالفین آپ کے ہم نوا ہوکر آپ کی جماعت میں شامل ہوگئے ہیں اور جماعت کے جلسے، جلوسوں میں شامل ہوکر جماعت کی پالیسی کے خلاف گھیراؤ، جلاؤ کرکے جماعت کو بدنام کررہے ہیں، اور جب انہی لوگوں کے خلاف کوئی بات کرتا ہے تو یہ لوگ اسے سپاہ صحابہ کا مخالف کہنا شروع کردیتے ہیں اور جماعت کے مخلص کارکنوں کو باور کراتے ہیں کہ فلاں مولوی، فلاں مقرر، فلاں خطیب، فلاں قاری، فلاں شیخ الحدیث جماعت کے خلاف ہے، حالانکہ وہ جماعت کے خلاف نہیں ہوتا ان لوگوں کے خلاف ہوتا ہے۔ لہٰذا آپ اولیں فرصت میں کارکنوں کی تربیت کا بندوبست کریں۔"

مولانا جھنگویؒ نے حتمی فیصلہ کرلیا تھا کہ بہت جلد تربیتی اجلاس منعقد کئے جائیں گے، لیکن جھنگوی شہیدؒ سے ایسا نہ ہوسکا، کیونکہ وہ عمر تھوڑی اور کام زیادہ لے کر آئے تھے۔ خیر! بات اصلاح کی ہورہی تھی مگر افسوس تو یہ ہے کہ اصلاح کو اختلاف اور اختلاف کو مخالفت سمجھ لیا گیا ہے۔ جس طرح مولانا جھنگویؒ کے سٹائل کو خصائل سمجھ لیا گیا ہے۔ دوران تقریر ٹانگ اٹھانا..... یہ جھنگوی شہیدؒ کا سٹائل تھا۔ تقریر کے لئے پیسے طے نہ کرنا..... کرایہ میں کمی بیشی کی پرواہ نہ کرنا..... میزبان کو تنگ نہ کرنا..... کھانے، رہائش میں نقص نہ نکالنا..... سادہ میزبانی پر خوش ہونا..... چھوٹے بڑے کارکن کا خیال رکھنا..... وعدہ ایفا کرنا..... علماء کرام جماعتی ہوں یا غیر جماعتی یعنی سپاہ میں شامل ہوں یا نہ ہوں ان سب کا احترام کرنا..... یہ مولانا جھنگویؒ کے خصائل میں تھا۔ آج صرف سٹائل اپنا کر سمجھتے ہیں کہ خصائل کو اپنا لیا ہے۔ میں واشگاف الفاظ میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ مشن

جھنگویؒ سٹائل اپنانے سے نہیں بلکہ خصائل اپنانے سے زندہ ہوگا اور زندہ رہے گا۔ پورے ملک میں مسلکِ حق مسلکِ دیوبند سے تعلق رکھنے والے مخلص لوگ علماء طلباء موجود ہیں جو دل و جان سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے صحابہؓ و اہل بیت (رضی اللہ عنہم) سے سچی محبت و عقیدت رکھتے ہیں اور اسی نسبت سے یہ حضرات مولانا جھنگویؒ کی محبت رکھتے ہیں۔ لیکن خارجیوں، رافضیوں، یزیدیوں، مماتیوں اور مودودیوں سے نفرت کرتے ہیں اور مفاد پرست ٹولہ سے کوسوں دور بھاگتے ہیں۔ یہی لوگ سچے ہیں..... یہی لوگ سچے ہیں..... یہی لوگ سپاہِ صحابہ کے پکے کارکن ہیں۔ انہی کی بدولت اور انہی مخلص حضرات کی وجہ سے آج مشنِ جھنگویؒ زندہ ہے۔ اور یہی حضرات جب کسی شہر، بستی، قصبہ میں جاتے ہیں تو اس کے شہر کے در و دیوار پکار اُٹھتے ہیں کہ جب تک سُنی زندہ ہے مشنِ جھنگویؒ زندہ ہے۔ میں اس مظلومِ جھنگ کو سلام پیش کرتا ہوں جس نے اپنے شہر میں، اپنے محلہ میں، اپنے گھر کے سامنے جامِ شہادت نوش کیا۔ پھر جھنگویؒ کیا گیا، پورا گلشن ہی اُجڑ گیا۔ پہلے ایثار القاسمیؒ گئے..... پھر ضیاء الرحمٰن فاروقیؒ گئے..... پھر شعیب ندیمؒ گئے..... پھر اعظم طارقؒ گئے..... پتہ نہیں کون کون گیا، نہ جانے جھنگوی شہیدؒ نے جنت میں کیسی محفل سجالی ہے کہ جو بھی گیا ہے اس نے واپس آنے کا نام ہی نہیں لیا..... اور نہ ہی پھر ان جیسا کوئی نظر آیا۔

لے کے ارواح شہیدوں کی اَجل نے یوں کہا
میں نے وہ پھول چنے ہیں جو گلستاں میں نہیں

آہ! لوگ اس کی تاریخِ ولادت کاغذوں میں تلاش کرتے رہ گئے اور وہ اپنی تاریخ شہادت، سُنیوں کے سینوں پر لکھ گیا۔ کبھی کبھی میں سوچتا ہوں پتہ نہیں حق نوازؒ کے محافظوں کیلئے شادی کے پنڈال میں کرسیاں کیوں خالی نہیں تھیں؟ پتہ نہیں ان ساتھیوں کو مسجد میں کیوں بھیج دیا گیا تھا؟ پتہ نہیں پھر حق نوازؒ کو گھر کیوں بھیج دیا تھا؟..... پتہ نہیں پھر کس نے آواز دے کر باہر بلایا تھا؟..... لیکن اتنا پتہ ہے کہ جب جھنگویؒ زخمی ہوا تھا تو اس نے یقیناً کہا ہوگا "اللہ! بچپن میں والدہ داغِ مفارقت دے گئی تھی، اب مجھے اماں عائشہ کی آغوشِ محبت میں پہنچا دے۔ بچپن میں میرے سَر سے والدہ کا سایہ اٹھانے والے اللہ! مجھے امی عائشہؓ کی ردائے تطہیر کا سایہ عطا فرما دے اور پھر زمین پر گرنے والا حق نوازؒ امی عائشہؓ، امی عائشہؓ کہتا سیدہ کی آغوشِ شفقت میں پہنچ گیا ہوگا۔ محسنۂ کائنات (والدہ) کا سایۂ عاطفت کھونے والا، صدیقۂ کائناتؓ کے سایۂ محبت میں پہنچ گیا ہے۔

قافلۂ اصحابِ عزیمت کے اہم ستون

حضرت مولانا ڈاکٹر منظور احمد مینگل، سندھ

گزشتہ دو صدیوں سے رب لم یزل نے جس طرح علمائے دیوبند کو اپنے دین کی خدمت کے لئے قبول فرمایا ہے وہ برصغیر کی اسلامی تاریخ کا ایسا تابناک باب، درخشندہ پہلو اور چمکتا کردار ہے جس سے صرف نظر کرنا نہ صرف فن تاریخ کے ساتھ ظلم ہے بلکہ اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ کے ایک ایسے اہم حصے کو نظر انداز کرنا ہے جو اسلام کی ابدی صداقتوں کا امین، اس کی حقانیت پر گواہ اور اس کی بالاتری کو تمام ادیانِ باطلہ پر روزِ روشن کی طرح عیاں کرنے والا ہے۔

یوں تو چمن دین کی آبیاری میں دوسرے مسلمانوں کا بھی خونِ جگر شامل ہے لیکن چشمِ دین میں نظر پیدا کرنے کے لئے جگر لہو کرنے والے اگر ہیں تو وہ علمائے دیوبند ہیں جو ہر دور میں باطل سے ٹکرائے وقت کے فرعونوں سے بھڑے اور بڑے بڑے ظالموں اور جابروں کے سامنے آوازِ حق بلند کر کے "**افضل الجهاد كلمة حق عند سلطانٍ جائر**" کا مصداق بنے۔

ان کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ان کی خدمات کا دائرہ کار دین کے کسی ایک شعبے یا چند شعبوں تک محدود نہیں ہے، بلکہ انہوں نے دین کے ہر شعبے میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں جس پر مسلمانانِ برصغیر کو بجا طور پر فخر ہے۔

چنانچہ عقائدِ باطلہ کا مدلل رد ہو یا توحید باری تعالیٰ کا اثبات اور ختم نبوت کی پاسبانی، دعوت و تبلیغ کی محنت ہو یا جہاد فی سبیل اللہ کا میدان، درس و تدریس کی مسند ہو یا تصنیف و تالیف کی خاموش انجمن، میدان سیاست کی گرم بازاری ہو یا پھر اصلاح و ارشاد کے خانقاہی نظام کی یکسوئی۔ تاریخ کے سینے پر نقش دین کے ان تمام شعبوں میں علمائے دیوبند کی گرانقدر خدمات مسلمانانِ برصغیر مدتوں فراموش نہیں کر سکیں گے۔

یوں تو روزِ اول سے ہی اسلام کو نئے نئے فتنوں کا سامنا ہے (اور سچ تو یہ ہے کہ اگر اسلام کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود نہ لیا ہوتا تو ان فتنوں کی بھرمار کی وجہ سے اسلام کب کا قصۂ پارینہ بن چکا ہوتا) لیکن ان فتنوں میں سب سے پرانا اور شجرِ اسلام کی جڑیں کھوکھلی کرنے کی کوشش کرنے والا فتنہ رافضیت ہے جو خلیفۂ سوم سیدنا عثمان غنی رضی اللہ کے دورِ خلافت میں عبداللہ بن سبا یہودی کی کوششوں سے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر وجود میں آیا اور آج تک عالمِ اسلام اس کی سازشوں کی چھری تلے

کرا رہا ہے۔

لیکن جیسا کہ عرض کیا گیا، اسلام کے محافظ چونکہ خود اللہ تعالیٰ ہیں اسلئے اس کی سرکوبی کیلئے ہر دور میں اللہ تعالیٰ نے اہل حق میں سے ایسے اصحاب عزیمت کا انتخاب فرمایا جو نامساعد حالات کے باوجود عزیمت کی تلوار سے اس کا قلع قمع کرتے رہیں۔

چنانچہ فتنہ رافضیت کی سرکوبی میں اہم کردار کرنے والوں میں ایک طرف اگر امام ابن تیمیہؒ، ابن جوزیؒ، پیران پیر عبدالقادر جیلانیؒ، شاہ عبدالعزیزؒ، امام اہل سنت عبدالشکور لکھنویؒ سرفہرست ہیں تو دوسری طرف زمانہ قریب میں علمائے دیوبند کے عظیم فرزند امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی قافلۂ اصحاب عزیمت کے اہم ستون تھے۔ اور یہ بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ ابن جوزی، پیران پیر عبدالقادر جیلانی، ابن جزری، عطاء اللہ شاہ بخاری، رحم اللہ کا اگر واقعۃً اس زمانے میں کوئی یادگار تھا تو وہ حق نواز جھنگویؒ تھا۔

ویسے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے شمار صفات سے نوازا تھا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اصحاب رسول اور ازواج مطہراتؓ کے ساتھ آپ کا عشق مثالی تھا۔ معلومات کے اعتبار سے اور ظاہری علم میں تو آپ سے بڑے بہت ملیں گے لیکن عشق نبیؐ، عشق صحابہؓ اور عشق ازواج مطہرات میں سے بڑا دیکھنے میں نہیں آیا۔

کتب تواریخ میں ایسے بہت سے تابعین اور صحابہ کے شرک سے نفرت کے سلسلے میں واقعات مذکور ہیں کہ مشرکین سے ہاتھ ملانے پر بعد میں ہاتھ دھو لیا کرتے تھے، اسی کا مظہر رافضیہ سے نفرت میں حق نواز شہید رحمہ اللہ کو پایا۔

مولانا حق نواز جھنگویؒ نے ایسے دور میں رافضیت کے کفر کا پردہ چاک کیا، جب رافضی تقیہ کی چادر اوڑھ کر اپنے آپ کو مسلمان باور کر رہے تھے اور مسلمان ان کے دام تزویر میں آ کر ان کے ساتھ مسلمانوں جیسے معاملات کر رہے تھے یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ کسی مسلمان کو کافر کہنا موجب لعنت ہے، لیکن قطعی الکفر کو کسی مصلحت کے پیش نظر کافر نہ کہنا اس سے بڑی لعنت دنیا میں نہیں ہے۔ اور یہی مرض بعض سرکاری مولویوں میں پایا جاتا ہے جو رافضیہ کو مسلمان قرار دیتے ہیں۔ ایسے حالات میں روافض کے کفر کا بھانڈا بیچ چوراہے پر پھوڑنا یقیناً مولانا جھنگویؒ کا تجدیدی کارنامہ ہے۔ اس لئے حضرت کے اس کارنامے کی وجہ سے یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ حق چھپانے والے علماء کے بارے میں جو وعیدیں قرآن وحدیث میں وارد ہوئی ہیں ان وعیدوں سے اگر زمانہ میں بچا ہوا کوئی عالم دیکھا تو حق نواز جھنگویؒ کو دیکھا۔

آپ نے روافض کے خلاف جو تحریک شروع کی تھی اس کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ قادیانیوں کی طرح ان کو بھی سرکاری طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا، لیکن افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ اسلام کی دوسری تحریکوں کی طرح آپ کی تحریک کے ساتھ بھی یہ سانحہ پیش آیا کہ اس میں آپ کا ساتھ دینے کی بجائے جتنا نقصان اپنوں نے پہنچایا کسی اور نے نہیں پہنچایا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا کو کروٹ کروٹ رحمت وراحت نصیب فرمائیں اور ان کی تحریک کو کامیابی سے ہمکنار فرمائیں۔

✿✿✿✿

امیر عزیمت مولانا حق نواز شہیدؒ

انقلابِ ایران کی راہ میں سدِّ سکندری

استاذ العلماء، حضرت مولانا نور الہدیٰ صاحب مدظلہ۔ کراچی

نحمده ونصلي ونسلم على رسوله الكريم وعلى اصحابه البررة الكرام

۱۹۸۵ء کا ذکر ہے کراچی کے علاقے گودھرا کالونی میں شیعہ سنی فساد کی چنگاری بھڑک اٹھی۔ رفض کی تخریبی دسیسہ کاریاں منظر عام پر آنے لگیں خبث باطن توہین قرآن کی صورت میں انڈیا جلانے لگا۔ مسلمانوں کا ناحق لہو بہایا گیا اور شہر کو فسادات میں جھونک دیا گیا۔ کراچی کے ایک مشہور و معروف دینی مدرسہ میں اکابر علماء سر جوڑ کر بیٹھے ایک بڑی شخصیت نے اہل علم کے سامنے یہ مدعا رکھا کہ شیعوں کی مسلم فرقوں میں حیثیت معلوم کی جائے کہ آیا یہ مسلمان ہیں یا کافر؟ یہ سنتے ہی میں چیخ پڑا انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت مفتی ولی حسن ٹونکی رحمہ اللہ نے بے ساختہ فرمایا کیوں دوست کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت اہل علم کی بے بضاعتی اس حد کو آ گئی کہ تیرہ سو سال کے علماء فقہاء محدثین کی شیعہ کے کفر پر متفقہ آراء کے باوجود اب تک ہم اس سے لاعلم ہیں کہ شیعہ مسلمان ہیں یا کافر؟ حد تو یہ ہے کہ بعض اچھے خاصے علماء جو کہ مشار الیہ بالبنان ہیں تکفیر صحابہ سے کسی کو کافر نہیں سمجھتے۔ حضرت معاویہؓ اور دوسرے صحابہ کی تنقیص کرنے والوں کی تردید پر علماء کو مطعون کرتے ہیں فالی اللہ المشتکی۔ ظاہر ہے یہ بے خبری ہمارے علماء کی شیعہ مذہب کے عقائد و اصول سے ناواقفیت اور ان کی بنیادی کتابوں کے مطالعہ نہ کرنے کے باعث تھی۔ الحمد للہ بندہ اپنی کم مائے گی کے باوجود مذاہب باطلہ شیعہ سمیت کی کتب مہنگی داموں خریدنے اور ان کے مطالعہ کا ذوق و شوق رکھتا ہے جس کی بناء پر مجھے تکفیر شیعہ میں کوئی شبہ نہ تھا۔ اسی مجلس میں بزرگوں نے حضرت مفتی ولی حسن رحمہ اللہ سے اپیل کی کہ آپ اس موضوع پر کام شروع کر دیں اور مکمل تحقیق کر کے علماء کے سامنے پیش فرمائیں چنانچہ مفتی ولی حسن رحمہ اللہ نے اس کے بعد شیعوں کی تکفیر کے موضوع پر ایک قیمتی مدلل اور مبرہن کتاب تصنیف فرمائی جو کہ آج بھی بازار میں مل سکتی ہے۔

اللہ جزائے خیر دے جھنگ کے اس جری جوان کو جو ہم بوڑھوں سے بھی سبقت لے گیا عظیم الشان اجماعی مسئلہ کہ جس سے اس دور کے صاحبان جبہ و دستار لاعلم تھے اور بعض اب بھی لاعلم بنے ہوئے ہیں الا ماشاء اللہ، اس کو اتنا عام کیا گیا کہ

اب ہر خاص وعام کی زبان پر شیعہ کے کفر کا نعرہ چڑھ کر وردِ زبان بن چکا ہے۔اس جوان (مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ) سے میری پہلی ملاقات اس طرح ہوئی کہ ایک روز میں اپنے گھر میں تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی دروازہ کھولا تو مختصر قد وقامت کے ایک صاحب سر پر قراقلی رکھے کھڑے تھے علیک سلیک کر کے بیٹھے کچھ لمحات گزرنے کے بعد فرمایا کہ مجھے حق نواز جھنگوی کہتے ہیں بندہ کو یقین نہیں آرہا تھا کہ حق نواز نامی عبقری جوان ایک ایسی رعب ودبدبہ کی حامل ہستی میرے جیسے گمنام شخص علم و عمل سے تہی دست وتہی دامن کے غریب خانہ پر تن تنہا، نہ کارکنوں کا ہجوم اور نہ باڈی گارڈ کا گھیراؤ کس طرح تشریف لا سکتے ہیں؟ معمولی خاطر تواضع کے بعد فرمایا کہ آج رات لیاقت آباد میں سپاہ صحابہؓ کی کانفرنس ہے جس کی صدارت آپ کو کرنی ہے۔ غالباً یہ انجمن سپاہ صحابہؓ کی کراچی میں پہلی کانفرنس تھی۔ بندہ نے فوراً دعوت قبول کر لی اور میں نے کہا کہ یہ میرے لئے سعادت ہے۔اس کے بعد مولانا تشریف لے گئے رات کو جب بندہ جلسہ گاہ میں پہنچا تو یہ عجیب منظر دیکھا کہ ابتداء میں حاضرین کی تعداد نہ ہونے کے برابر تھی لیکن جب حق نواز سٹیج پر آئے اور شیر کی طرح گرجنے لگے تو پنڈال چند ہی لمحوں میں اپنی تنگ دامانی کی شکایت کرنے لگا۔ معلوم نہیں یہ انسان کہاں کہاں سے اڈا اڈ کر آرہے تھے؟ تقریر کا ایک ایک جملہ سن کر بے پایاں مسرت ہوتی تھی کیونکہ عام علماء کی عادت کے برعکس مولانا حق نواز شیعیت پر بھرپور مطالعہ رکھتے تھے، ہر دعوی مبرھن اور ہر بات بحوالہ۔دل کی گہرائیوں سے اس نوجوان کے لئے دعائیں نکلتی تھیں اور بے شمار توقعات وابستہ ہوئیں۔

۱۹۶۴ء کا ذکر ہے کہ میں اپنی فراغت سے قبل کوہاٹ میں مدرس تھا وہاں شیعہ سنی اقوام آباد ہیں۔لاعلمی اور جہالت کی انتہا یہ تھی کہ شیعوں اور سنیوں میں باہمی مناکحت کا رواج تھا۔شیعہ لڑکی سنی کے گھر اور سنی لڑکی شیعہ کے ہاں ایک عام سی بات تھی اور یہ سب کچھ اس لئے تھا کہ شیعہ کے عقائد دبیز پردوں میں پوشیدہ تھے اور یہی حال صوبہ سندھ اور صوبہ پنجاب کا بھی تھا۔مولانا حق نواز شہید رحمہ اللہ کی تحریک نے اور کوئی نتیجہ دیا ہو یا نہ دیا ہو یہ نتیجہ ضرور دیا کہ شیعہ کا کفر عوامی سطح پر طشت از بام ہوا جس سے شیعوں کے ساتھ رشتوں ناتوں کا سدباب ہوا۔واللہ الحمد! کیا یہ ایک عظیم کارنامہ نہیں؟

علاوہ ازیں ہمارے حکمران جو عموماً مذہب سے لاعلم اور لاتعلق رہتے ہیں ان کے ذہنوں میں بھی یہ بات راسخ ہوتی ہے کہ شیعہ عام اسلامی فرقوں کی طرح ایک مسلم فرقہ ہے بلکہ بہت سے تو اسے حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی فقہی اختلاف کی طرح ایک فروعی اور فقہی اختلاف سمجھتے تھے۔

مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمہ اللہ کی اس عظیم تحریک نے ان کے دل ودماغ کو اس خیال فاسد سے شفا بخشی اور پاکستان کے حکمران اور سیاسی طبقوں کے سامنے یہ آشکارا ہوا کہ شیعہ سنی اختلاف ایک حقیقی اعتقادی اور بنیادی اختلاف ہے۔ مولانا کی جدوجہد کا ایک اور اہم پہلو یہ ہے کہ ایرانی انقلاب پسپا ہونے پر مجبور ہوا حالانکہ ایرانی شیعی انقلاب کے راہنما بڑے کروفر کے ساتھ یہ خواب دیکھنے لگے تھے کہ اب یہ انقلاب جغرافیائی حدود کو پار کرتے ہوئے پاکستان اور خلیجی عرب ممالک کو اپنی لپیٹ میں لے لیگا بالآخر مکہ ومدینہ اس کی آخری منزل ٹھہرے گی۔

مگر قدرت نے اس کی پیش قدمی روکنے کے لئے ایک مردِ قلندر کا انتخاب کر لیا تھا۔ چنانچہ اپنوں اور بیگانوں کی

مخالفت اور اس راہ کے مصائب وشدائد کی پرواہ نہ کرتے ہوئے مولانا حق نواز شہیدؒ اس کی راہ میں سد سکندری بن گئے۔ جس کے نتیجہ میں اسے اپنے پہلے ہی پڑاؤ پاکستان میں منہ کی کھانی پڑی اور اپنے بل میں واپس گھسنے پر مجبور ہونا پڑا اور اب اسے وہاں یعنی ایران میں بھی چین نہیں۔ الحمدللہ!

بعض اہل علم مولانا حق نواز شہید رحمہ اللہ کی تحریک کو فرقہ واریت سے تعبیر کرتے ہیں۔ حیرت ہے کہ باطل کے چہرے سے نقاب کشائی فرقہ واریت کہلائی جاتی ہے۔ کیا قادیانیت کے خلاف جدوجہد فرقہ واریت تھی؟ دیوبندیت کی پہچان ہی رضاخانیت کی مخالفت پر ہے اور عرفاً دیوبندی بریلوی دو مدمقابل مکاتب فکر سمجھے جاتے ہیں۔ کیا دیوبندیت فرقہ واریت کے عنوان سے مطعون کی جائے گی؟ اور پھر مولانا حق نواز کی جدوجہد تو دفاعی تھی بلکہ فریادی تھی انہوں نے دلائل کا سہارا لیا۔

زیادتی کا ارتکاب شیعیت نے کیا تھا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم پر تبرابازی بلکہ فحش اور ننگی گالیوں پر مبنی لٹریچر کا سیلاب بالخصوص ایرانی انقلاب کے بعد امڈ پڑا تھا جس کے آگے بند باندھنا علماء حق کا فریضہ تھا مولانا نے سب کی طرف سے یہ فرض کفایہ ادا کیا اس پر تو ان کا شکر گزار ہونا چاہئے تھا نہ کہ ان کو مطعون کیا جاتا۔

اندازہ تھا کہ اس نوجوان نے دنیائے اسلام کے بدترین فتنے اور خطرناک ترین دشمن کو للکارا ہے۔ وہ فتنہ جس نے مذہبی محاذ پر اسلام کا حلیہ بگاڑا، سیاسی محاذ پر خلافت راشدہ کے خلاف سازشیں کیں، خلافت بنی امیہ کو جڑ سے اکھاڑ کر فتوحات اسلام کا باب بند کر دیا، خلافت بنی عباس کو تاراج کیا، خلافت عثمانیہ کے خاتمہ کی کوششیں کیں، ہند میں فرنگی سامراج کا ساتھ دیا اور آج بھی عالمی طاغوتی صلیبی قوتوں کا پس پردہ آلہ کار بنا ہوا ہے۔

وہ فتنہ عظمیٰ اس شیر دل جوان کو کیسے برداشت کر سکتا ہے؟ مگر یہ وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ اتنی جلدی اس قیمتی سرمایہ سے ہم ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہم مولانا کی زندگی میں کما حقہ ان کی قدر نہ کر سکے اور ہم ایک انتہائی قیمتی لعل سے محروم ہو گئے۔ گو ان کے بعد ان کے سچے جانشینوں نے ان کے مشن کو نہ صرف زندہ رکھا اسے ترقی دی بلکہ انہی کی دی ہوئی راہ شہادت پر گامزن رہے۔ بقول خداوندی:

رجال صدقوا ما عاهدوا الله عليه فمنهم من قضى نحبه ومنهم من ينتظر وما بدلوا تبديلا.

(الاحزاب)

آخر میں سپاہ صحابہؓ کے عمائدین سے یہ اپیل ہے کہ موجودہ حالات کے تناظر میں حق نواز جھنگوی شہیدؒ کے مشن میں سستی اور کاہلی محسوس ہو رہی ہے۔ اس کا ازالہ ضروری ہے کیونکہ اس تحریک کا مزاج ہی یہ ہے کہ اس میں حالات کو نہیں دیکھا جاتا بلکہ مشن کو جاری وساری رکھنے کے لئے تحریک کے بانی حضرات کی طرح ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار رہنا پڑتا ہے۔

CamScanner

مردِ حق.....حق نوازؒ

حضرت مولانا عبدالرشید بلال صاحب مدظلہ
صدر مدرس دینی درس گاہ خان گڑھ

شکر ہے تیرا خدایا میں تو اس قابل نہ تھا
تو نے راہ حق دکھایا میں تو اس قابل نہ تھا

غالباً ۱۹۷۳ء کی بات ہے کہ دارالعلوم عیدگاہ کبیر والہ میں استاذ العلماء جامع المعقول والمنقول حضرت علامہ مولانا منظور الحق نور اللہ مرقدہ کے دور اہتمام میں دارالعلوم کا سہ روزہ سالانہ جلسہ ہوا۔ جس کے دوسرے دن بروز ہفتہ بعد نماز ظہر کی نشست کے آخری مبلغ مناظر اسلام فاتح رافضیت ولی کامل حضرت علامہ مولانا دوست محمد قریشی برد اللہ مضجعہ صدر المبلغین تحریک تنظیم اہل السنۃ کے بیان ذیشان سے پہلے حضرت قریشیؒ کی موجودگی میں دارالعلوم کے صدر مدرس و شیخ الحدیث حضرت مولانا بابا علی محمدؒ نے مائیک سنبھال کر اعلان کیا کہ دارالعلوم کے فخر و سپوت عزیزی مولوی حق نواز جھنگوی (جنہوں نے ابتداء سے آخر تک تقریباً تعلیم اس دارالعلوم میں حاصل کی ہے۔ اور گذشتہ سال خیر المدارس ملتان سے سند فراغت حاصل کی ہے) چند منٹ بیان فرمائیں گے۔ بس اعلان کے بعد سر پر ٹوپی شلوار قمیض میں ملبوس ہاتھ میں کلہاڑی لئے ایک نحیف و کمزور دبلا پتلا نوجوان بڑی سنجیدگی سے پیر طریقت شیخ المشائخ حضرت مولانا سید خورشید احمد گیلانی صاحب خلیفہ مجاز حضرت شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مراقدہم کی زیر صدارت بیان ذیشان کرنے لگا۔ بیان تو من وعن یاد نہیں۔ ہاں اتنا یاد ہے کہ بعد از خطبہ مسنونہ مدرسہ کی توصیف و تعریف اور اساتذہ کرام کی حوصلہ افزائی پر ان کا شکریہ ادا کرنے کے بعد اپنے موضوع کی طرف آیا پھر کیا تھا کہ حضرت قریشیؒ گرجدار آواز میں نعرے لگا رہے ہیں۔ اور پورا مجمع بڑے جوش و جذبہ سے ان کا جواب دے رہا ہے۔ پھر کیا تھا کہ چند منٹوں میں پورے مجمع کو تڑپا کر داد وصول کرتے ہوئے و آخر دعوانا کہ کر یہ نوجوان پیچھے جا بیٹھا بعدہٗ حضرت قریشیؒ نے اس (اپنے ہونہار شاگرد رشید) نوجوان کے بارے میں جو پیشینگوئی والے کلمات طیبات ارشاد فرمائے۔ وہ بس انہیں کا حق تھا۔ کیونکہ۔

قدر زر زرگر بداند قدر جوہر جوہری

خیر جلسہ ختم ہوا۔ اس کے بعد اساتذہ کرام اور طلبہ وقتاً فوقتاً تقاریر و بیانات پر جو تبصرہ کرتے ان میں مولوی حق نواز جھنگوی کی تقریر کا بہت دنوں تک ذکر خیر ہوتا رہا۔ اور دار العلوم میں اس سپوت کے متعلق ان کے اساتذہ کرام اور ساتھی بڑی خوشی محسوس فرماتے رہے۔ یہ تھی فراغت کے بعد ان کی پہلی تقریر جو بندے نے سنی۔ اگرچہ اس سے پہلے امام الصرف والنحو حضرت مولانا محمد اشرف شاد (سابق مدرس دار العلوم کبیر والہ وٹھوکر چاون واشرف العلوم شجاع آباد و جامعہ رحمانیہ جہانیاں منڈی و جامعہ عثمانیہ شورکوٹ) بانی جامعہ اشرفیہ مانکوٹ، مورخ اسلام حضرت مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی، پیر طریقت سید جاوید حسین شاہ صاحب وغیرہم کے ہمراہ تاج الاولیاء قطب الاقطاب حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی نقشبندی قادری چشتی سہروردی کی خدمت میں دورہ تفسیر میں شرکت کے ذریعہ بندہ کا معمولی تعارف پہلے سے تھا۔ لیکن تفصیلی بیان سن کر اب پتہ چلا کہ مولانا حق نواز کیا ہے۔ پھر کئی سال تک کئی مقامات پر ان کے بیانات سنتے رہے تاہم گڑھ مہاراجہ ضلع جھنگ کا مشہور واقعہ پیش آیا جس میں خطیب پاکستان حضرت مولانا ضیاء القاسمی اور امیر عزیمت کا قائدانہ تاریخی کردار قرآن صحابہ کے دفاع میں کبھی نہیں بھلایا جاسکتا۔

پھر ۱۹۸۳ء میں حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب شیخ الحدیث جامعہ محمودیہ جھنگ کے مشورہ اور جامع المعقول والمنقول استاذ گرحضرت مولانا منظور الحق صدر مدرس دار العلوم کبیر والہ کے فرمان ذیشان پر حضرت جھنگوی شہید نے بندہ سے جامعہ محمودیہ جھنگ کی تدریس کے لئے حکم فرمایا۔ مگر بندہ بعض ذاتی مجبوریوں کی وجہ سے حکم پورا نہ کرسکا۔ جس پر آج تک گہرا افسوس ہے۔ آپ کے ہزار ہا یادگار واقعات میں سے آپ کا مدرسہ دینی درسگاہ خانگڑھ میں تشریف لانا اور اس کے بعد دشمنان اسلام کفار عجم کا جوابی کانفرنس کرنا کہ جس میں حضرت امیر عزیمت کو دشمنان اسلام نے ماں بہن کی ننگی گالیاں دیں تاہم صحابہ کرام کے نام نامی اسم گرامی از راہ تقیہ برائے ادب واحترام سے لیتے رہے جس کا جواب الجواب دینے اور دوسری کانفرنس کے لئے مدرسہ کے مہتمم خواجہ حافظ عبدالرحیم سرپرست سپاہ صحابہ ضلع مظفر گڑھ اور دوسرے احباب کے ساتھ ساتھ بندہ نے شجاع آباد کانفرنس میں وقت مانگا۔ تو مولانا نے یہ فرما کر سب کو خاموش کرادیا کہ میرا مقصد پورا ہوگیا کہ شیعہ شر البریہ کو اب جرأت نہیں ہوئی کہ صحابہ کرام کو گالیاں دے۔ بلکہ احترام سے نام لینے پر مجبور ہوگیا ہے۔ باقی مجھے اپنے دفاع وانتقام کی ضرورت نہیں ہے ہاں بعد میں مدرسہ اسلامیہ دینی درسگاہ خانگڑھ کے مشہور سالانہ سہ روزہ جلسہ کی آخری نشست میں بیان کی دعوت آنجناب نے قبول فرمالی۔ اور خود بنفس نفیس تاریخ اپنی ڈائری پر لکھی۔ لیکن افسوس کہ جلسہ سے پندرہ دن پہلے حضرت امیر عزیمت شہید کردیئے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

پھر حق کی آواز حضرت امیر عزیمت کے جنازہ میں سینکڑوں رکاوٹوں کے باوجود والہانہ انداز میں قافلوں کی شکل میں مسلمانوں کا شریک ہونا یہ بھی حضرت امیر عزیمت کی کرامت ہے۔ اسی طرح زیر علاج ہسپتال میں داخل شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی نور اللہ مرقدہ کو ڈاکٹروں کا روکنا اور چلنے پھرنے کی اجازت تک نہ دینے کے باوجود حضرت شیخ الاسلام کا جنازہ میں شرکت کرنا اور یہ فرمانا کہ میں آیا نہیں بلکہ بھیجا گیا ہوں پھر بوقت جنازہ عجیب انداز میں رم جھم ہونا اور

حضرت شیخ الاسلام کا حضرت امیر عزیمت کے جنازہ کو شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی نور اللہ مرقدہ کے جنازہ کے ساتھ تشبیہ دینا اور قدر زر زرگر بداند قدر جوہر جوہری فرما کر جنازہ پڑھانا کب کسی شرف و کرامت سے کم ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

پھر چند ماہ بعد ہمارے علاقہ خانگڑھ میں ہمارے ایک عزیز کی شادی خانہ آبادی پر جانشین امیر شریعت سید عطاء المحسن شاہ بخاریؒ شریک ہوئے۔ ساتھیوں کے مشورہ پر بندہ نے حضرت شاہ جی سے کچھ دیر بیان ہو جانے کی درخواست کر دی۔ جس پر حضرت شاہ جی نے چند منٹ بیان کرنے کا وعدہ کر لیا پھر جب حضرت سید عطاء المحسن شاہ صاحبؒ نے بیان شروع کیا تو کسی اہم بات پر میرے برادر خورد مولوی عبدالغفور سعدی نے نعرہ تکبیر لگا دیا۔ جس پر حضرت شاہ جی بہت خفا و ناراض ہوئے۔ اور فرمایا کہ او صوفی کیا اس طرح نعرہ لگایا جاتا ہے؟ اگر نعرہ لگانا ہے تو اس طرح لگا جس طرح امیر عزیمت مولانا حقوازؒ جھنگوی شہید نے لگایا ہے۔ بس پھر کیا تھا کہ تقریباً آدھا گھنٹہ حضرت شاہ جیؒ حضرت امیر عزیمت کی توصیف و تعریف کرتے رہے۔ خود بھی روتے رہے اور مجمع کو تڑپاتے رہے۔ اور فرمایا کہ حقوازؒ کیا تھا؟ آج تک سمجھ نہیں آیا کیونکہ خطابت ہمارے گھر کی لونڈی ہے۔ جب امیر شریعت کیا بلکہ امیر شریعت کے بیٹوں کی خطابت کا عروج تھا۔ اس وقت تو حق نواز پیدا بھی نہ ہوا ہوگا۔ لیکن قربان جائیے اس شخص نے چند لمحوں میں اپنی خداداد صلاحیت سے خطابت و قیادت میں وہ تاریخی کام کیا کہ ہم دیکھتے ہی رہ گئے۔ اور آسمان کی رفعتوں سے بھی بلند مقام پا گیا۔ اور پھر عجیب انداز سے آسمان کی طرف سر جھٹک کر دیکھا کہ شاہ جی کی ٹوپی مبارک نیچے گر گئی۔ اور فرمایا کہ اس شخص کی بلندیوں تک پہنچنا تو درکنار اس کا سوچنا بھی مشکل ہے۔ اور فرمایا کہ دفاع صحابہؓ میں امیر عزیمت نے وہ سنہرا کام کیا ہے کہ شاید امیر شریعت بھی ایسا نہ کر سکتے۔ ادھر راقم الحروف کا یہ حال کہ جب سپاہ صحابہؓ بنی تو اس وقت بعض حاسدین نے ہمارے جیسے بہت لوگوں کو باور کرایا کہ یہ سپاہ صحابہؓ (الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے کے مصداق) خمینی جیسے کافر و مکار آدمی کی شہ پر بنی ہے۔ اور اس جماعت کا سارا خرچہ ایرانی حکومت ادا کرتی ہے۔ کیونکہ ایران و امریکہ چاہتا ہے کہ ملک پاکستان میں شیعہ سنی فسادات کرا کے ملک پاکستان پر نعوذ باللہ قبضہ کیا جاوے۔ دراصل حقیقت سے بہت دور یہ عجیب شیطانی منطق حاسدانہ سوچ تھی کہ جس پر بندہ راقم الحروف نے بھی اعتماد کر لیا اور امیر عزیمت کو ایرانی ایجنٹ سے کم نہیں کہتا تھا۔ حتیٰ کہ جب مظفر گڑھ میں آگ اور شعلے نامی مشہور خطاب ہوا تو بندہ نے اپنے مدرسہ دینی درسگاہ کے طلبہ کو سختی سے اس میں شرکت سے روکا۔ یہ اور بات کہ طلبہ کے جذبات ہی کچھ اور تھے کہ میرے روکنے کے باوجود وہ کانفرنس میں شریک ہوئے اسی طرح خیر المدارس کے سالانہ پروگرام میں جب محترم قاری محمد حنیف جالندھریؒ صاحب نے مولانا محمد عبداللہؒ صاحب کے نام سے بیان کے لئے حضرت امیر عزیمت کو دعوت دی تو استاذنا المکرم مولانا محمد اشرف شاد صاحب نور اللہ مرقدہ کو ذاتی محبت کی بنا پر یہ کہہ کر کہ "یہ سب کچھ ایرانی چکر ہے لہٰذہ اس کی تقریر نہیں سننی" پہلے تو اٹھا کر ایک طرف لے گیا۔ مگر "قدر پھلاں دی بلبل جانے یا صاف دماغاں والی" کہ حضرت شاد صاحب نور اللہ مرقدہ نے جواباً فرمایا کہ

یہ سب جھوٹ ہے۔ یہ شخص (امیر عزیمتؒ) اپنے مشن میں بالکل سچا ہے وغیرہ۔ غرض یہ کہ مجھے بہت سمجھا بجھا کر تقریر سننے کے لئے پنڈال میں لے آئے جب بادل نخواستہ بندہ نے کچھ سنا ادھر حاسدین کی ذہن سازی کیوجہ سے بندہ دوران تقریر بڑبڑاتا رہا۔ اور حضرت شیخ کو اشارات کے ذریعہ متنفر کرنے کی ناپاک کوشش کرتا رہا یہ اور بات کہ حضرت شیخ الصرف کی امیر عزیمت سے محبت وعقیدت میں مزید سے مزید اضافہ ہوتا گیا۔ آخر تقریر ختم ہونے پر فرمایا کہ پہلے تو میں بھی تیری طرح کچھ تذبذب میں تھا۔ لیکن اس پُر تاثیر مبنی بر حقیقت آوازۂ حق سننے کے بعد میرے تمام اشکالات دفع دور ہو گئے ہیں اللہ تعالیٰ تجھے بھی ہدایت دے۔ لیکن پھر بھی عرصہ تک جب بھی حاسدین کے ساتھ مل بیٹھ کر گپ شپ ہوتی تو وہ لوگ اس طرح حق کے خلاف اُکساتے کہ بندہ بھی امیر عزیمت سے بغض ونفرت میں ان سے پیچھے نہیں رہتا تھا۔

آخر کار ڈیرہ غازیخان پیر قتال روڈ پر کانفرنس ہو رہی تھی کہ میرے انتہائی مخلص ومہربان بھائی مولانا محمد اصغر قریشی اور دوسرے احباب نے مجھے زبردستی ڈیرہ غازیخان لے گئے۔ میں نے دو تین کلو گنڈیریاں اس نیت سے خرید لیں کہ جلسہ گاہ سے دور پیچھے بیٹھ کر کھاتے رہیں گے۔ اور وقت گزر جائیگا تا کہ تقریر نہ سننی پڑے۔

لیکن ہوا یہ کہ شاعر انقلاب طاہر جھنگوی کی نظم ہو رہی تھی کہ حضرت امیر عزیمت جھنگوی شہید سٹیج پر تشریف لائے اور ان کا والہانہ استقبال ہونے لگا بس پھر کیا تھا کہ بندہ کے دل میں ایک عجیب سا خیال اُبھرا کہ ساتھیوں کو دور بٹھائے اور ان کو بتائے بغیر سٹیج کی طرف مجمع کو چیرتا پھاڑتا چل دیا۔ ادھر حضرت امیر عزیمتؒ نے خطبہ کیا پڑھنا شروع کیا کہ میرے دل وجگر میں ایک ایک لفظ پیوست ہوتا گیا۔ حضرت خطبہ سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ راقم الحروف سٹیج کے قریب پہنچ گیا۔ سیکورٹی والے حضرات نے مجھے سٹیج پر جانے سے مجھے روک لیا۔ جس پر حضرت امیر عزیمت کے اشارۂ اجازت پر مجھے سٹیج پر جانے کی اجازت کیا ملی گویا استقبال ہوا۔ اور برادر مکرم جناب فلک شیر صاحب نے اپنے پاس بیٹھنے کی جگہ دی۔ اور بندہ نے توجہ سے بیان سننا شروع کیا۔ بالخصوص امی عائشہ صدیقہ طاہرہ طیبہ صلوات اللہ وسلامہ علیہا کے ناموس وعفت کے بیان کرنے پر حضرت کے فریفتگی والے طرز نے اسقدر متاثر کیا کہ بندہ شرمندہ ہمیشہ کے لئے صدق دل سے توبہ تائب ہو کر فانی فی الصحابہ حضرت امیر عزیمت کا گرویدہ ہو گیا۔ پھر تو بار بار بیانات سننے اور آپ کی محافل میں بیٹھنے سے یقین ایمان کی حد تک کامل ہوتا گیا کہ اب تک کی یہ ساری نفرت شیاطین من الجن والانس حاسدین کی کارستانی اور حقیقت کی طرف گہری نظر سے متوجہ نہ ہونے کا نتیجہ تھی۔ ورنہ حق کی یہ آواز سو فیصد آواز حق تھی اور سچ ہی سچ تھی۔ اور پھر یقین ہو گیا کہ آپ کے اس طرز کے مخالفین یا تو دشمنان اسلام شیعہ شر البریہ کافر ہیں یا حسد جیسے موذی مرض میں مبتلا معاندین ہیں۔ یا پھر حضرت کے مشن کو جنہوں نے نہ سنا ہے نہ سمجھنے کی کوشش کی ہے اور نہ قرآن وسنت کا کبھی دل لگی سے مطالعہ کیا ہے۔ اور نہ کبھی شر البریہ کے خمینی شیطانی انقلاب کے بعد کلینی، مجلسی ونجفی نجس نظریات کفریہ افکار کے ننگے ہو چکنے کے باوجود ان کا مطالعہ کیا ہے۔ جس کی وجہ سے ایسے لوگ مخالفت برائے مخالفت کر رہے ہیں۔ ورنہ حق کے پرستار حق کے متلاشی حق کی آواز کی کبھی بھی مخالفت نہ کرتے۔

اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ۔ آمین

مدرسہ اسلامیہ دینی درسگاہ (رجسٹرڈ) خانگڑھ

مدرسہ ہذا تقریباً 100 سال سے زائد عرصہ سے دینی خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ مدرسہ ہذا کو تمام اکابرین اہل سنت والجماعت علماء دیوبند کثر اللہ سوادہم بالخصوص شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا خیر محمد جالندھریؒ، مولانا محمد شریف کشمیریؒ، مولانا مفتی علی محمد (کیروالہ)، حضرت شیخ درخواستیؒ، حضرت مولانا مفتی محمودؒ، حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ، امام الاولیاء حضرت عبداللہ بہلویؒ، حضرت نور الحسن شاہ بخاریؒ، امام المناظرین مولانا دوست محمد قریشیؒ، مولانا لال حسین اخترؒ، مولانا عبدالشکور دین پوریؒ، مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ، امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ، مولانا ضیاء الرحمن فاروقی شہیدؒ، جرنیل اسلام مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ، شہید اسلام مولانا محمد عبداللہؒ (اسلام آباد) حضرت مفتی نظام الدین شامزئیؒ، مولانا مفتی حبیب اللہ مختیارؒ اور امین مشن جھنگوی علامہ علی شیر حیدری شہید نور اللہ مراقدہم، انکے علاوہ جمعیت علماء اسلام، مجلس تحفظ ختم نبوت، تنظیم اہل سنت، مجلس علماء اہل سنت، سپاہ صحابہ پاکستان، ملت اسلامیہ، اہل سنت والجماعت اور تمام دینی جماعتوں کے قائدین کی سرپرستی حاصل رہی ہے۔ مدرسہ ہذا وفاق المدارس العربیہ کا رکن مجلس شوریٰ ہے۔ مدرسہ ہذا میں طالبان کے ساتھ ساتھ اہل اسلام طالبات کی

مکمل دینی تعلیم (از حفظ و ناظرہ تا دورۂ حدیث شریف) کا انتظام ہے۔

جس میں کثیر تعداد میں مسافر و مقامی طالبان و طالبات دینی تعلیم اور فنون عصریہ کی میٹرک تک تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ مدرسہ ہذا میں 18 اساتذہ کرام و معلمات تعلیم و تربیت میں شب و روز مصروف ہیں۔ الحمدللہ مدرسہ ہذا کے مزاج میں حق گوئی و بے باکی رکھ دی گئی ہے۔ مدرسہ ہذا کے ذمہ داروں نے ہمیشہ علماء حقہ کی قیادت میں ہر دینی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کی ہیں۔ اور تحریک آزادیٔ کشمیر میں طلباء نے شریک ہو کر حب الوطنی اور اعلاء کلمۃ اللہ کا ثبوت دیا ہے۔ **اللہ تعالیٰ ہمیشہ اہل حق اہل سنت والجماعت کے ساتھ دنیا و آخرت میں واسطہ رکھے۔ آمین**

نوٹ: مدرسہ ہذا کا عظیم الشان سالانہ جلسہ پورے ملک میں مشہور و معروف ہے۔ اس سال بھی 19، 20 مارچ کو انشاء اللہ منعقد ہو رہا ہے۔ جس میں ملک بھر کے جید اہل حق علماء کرام، شعراء عظام، قراء حضرات تشریف لا رہے ہیں۔

مدرسہ ھذا کے نامور تلامذہ کرام

۱۔ مناظر اسلام فاتح بریلویت ترجمان مسلک اہل سنت حضرت منیر احمد اختر صاحب جہانیاں ۲۔ حضرت مولانا مفتی عبدالرحمن ثاقب صاحب راولپنڈی ۳۔ حضرت مولانا محبوب احمد صدیقی صاحب مدرسہ جامعہ عثمانیہ کھروالی ۴۔ رئیس المدرسین حضرت مولانا احمد یار صاحب مہتمم جامعہ عثمانیہ خان گڑھ ۵۔ حضرت مولانا محمد صادق پتافی ناظم اعلیٰ جامعہ ہذا

اپیل: مدرسہ ہذا کی مستقل آمدنی کا کوئی خاص ذریعہ نہیں ہے اہل اسلام سے دردمندانہ درخواست ہے کہ مدرسہ کی زکوٰۃ، صدقات، عطیات، فطرانہ اور چرم قربانی سے خصوصی معاونت فرما کر ثواب دارین حاصل کریں

سرپرست اعلیٰ: رئیس الاخرار پیر عبدالرحیم مہتمم مدرسہ ہذا
صدر مدرس: علامہ مولانا عبدالرشید بلال دینی درسگاہ خانگڑھ
فون: 066-2610253, 0300-8634336

”رسم جو تم سے چلی باعثِ تقلید بنی“

حضرت مولانا میاں عبدالرحمٰن صاحب مدظلہٗ
خطیب مرکزی جامع مسجد المعروف تلوار والی نیو انارکلی لاہور

برصغیر پاک و ہند وہ خوش قسمت خطہ ارضی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ایسی شخصیات عطا فرمائی ہیں جن کا کردار تاریخ انسانی کے ماتھے کا جھومر ہے۔ جن کے افکار کی پاکیزگی پر فرشتے رشک کرتے ہیں۔ جن کا تذکرہ ایمان کو جلا بخشتا ہے اور جن کے لیل و نہار انسان کے مجسود ملائک ہونے کی گواہی دیتے ہیں۔ عظمتِ کردار کی معراج پہ پہنچی ان شخصیات کا سنہری سلسلہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ سے شروع ہو کر حضرت نانوتویؒ حضرت امیر شریعتؒ سے ہوتا ہوا علامہ علی شیر حیدری رحمہ اللہ تک جا پہنچتا ہے۔

اس حسین سلسلہ کی کڑیوں میں شاہ ولی اللہؒ، شاہ عبدالعزیزؒ، حضرت نانوتویؒ، حضرت گنگوہیؒ، حضرت شیخ الہندؒ، حضرت مدنیؒ، حضرت کاشمیریؒ، حضرت امیر شریعتؒ، حضرت بنوریؒ، حضرت ہزارویؒ، حضرت مفتی محمودؒ اور حضرت امیر عزیمت مولانا حق نواز رحمہم اللہ جیسے بڑے نام آتے ہیں۔

یوں تو ان شخصیات کی ہر صفت ہی لاجواب و بے مثال ہے۔ علم، تقویٰ، ورع، تدبر، استقامت، حسنِ اخلاق، سیاست، جہاد غرض ہر شعبۂ زندگی میں نمایاں نظر آتے ہیں لیکن ان کی جو صفت انہیں تمام ہم عصر لوگوں میں ممتاز کرتی ہے وہ حق گوئی اور بے باکی ہے۔ ان کی حق گوئی اور بے باکی کی داستانیں صوبائی اسمبلی، قومی اسمبلی کے فورم سے لے کر سپریم کورٹ کے کٹہرے تک، منبر و محراب سے حوالات تک، میانوالی جیل سے کالا پانی اور مالٹا کے زندانوں تک پھیلی ہوئی ہیں۔ جنہیں ان لوگوں نے اپنی حق گوئی سے آباد کئے رکھا۔

میں آج جس شخصیت کا تذکرہ کرنے چلا ہوں اس شخصیت کو بھی حق گوئی و بے باکی کی پاداش میں قید و بند کی صعوبتوں سے گزرنا پڑا۔ انسانیت سوز تشدد برداشت کرنا پڑا، داخلہ بندی، زبان بندی اور پابندی کے عذاب سہنے پڑے لیکن آپ نے اپنے اکابر کی یاد تازہ کرتے ہوئے نہ تو موقف اور مشن کو چھوڑا اور نہ ہی حق گوئی اور بے باکی میں کوئی فرق آیا۔ تا آنکہ لہو سے باوضو ہو کر، شہادت کا تاج پہن کر قبر کی پاتال میں اتر گئے۔

میری مراد امیر عزیمت، قافلہ تحفظ ناموسِ صحابہؓ و تحریک نفاذ نظام خلافت راشدہ کے بانی و سرخیل حضرت مولانا حق

نواز جھنگوی شہیدؒ ہیں۔

امیر عزیمتؒ سے میرا تعلق اس وقت سے ہے جب آپؒ درسِ نظامی کے مراحل کامیابی سے طے کرنے کے بعد جمعیت علماء اسلام کے اسٹیج پہ جلوہ گر ہوئے اور اپنی خداداد صلاحیتوں کی بناء پر دیکھتے ہی دیکھتے عام کارکن سے صوبائی نائب امیر کے عہدے تک جا پہنچے۔

ابتداء ہی سے کچھ کر گزرنے کا عزم، سنجیدہ طبیعت، وسعتِ مطالعہ، بے مثال حافظہ، اُمت کو زبوں حالی سے نکالنے کی فکر، اور اکابرین اہل سنت والجماعت علمائے دیوبند سے والہانہ عشق ومحبت نے آپ کی صلاحیتوں کو چار چاند لگا دیے۔ جس سٹیج پر تشریف لاتے اس کی جان بن جاتے۔ الفاظ ان کے سامنے ہاتھ باندھے نظر آتے۔ سامعین ان کی گفتگو کے سحر میں گرفتار ہو جاتے۔ دلائل، الفاظ، جذبات اور دردِ دل سے بھرپور گفتگو سن کر ہر شخص یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا کہ امیر عزیمت مولانا حق نواز کی خطابت کا یہ عالم ہے تو امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کی خطابت کا کیا عالم ہوگا!!

ایران میں خمینی انقلاب آیا جس کے نتیجے میں ہزاروں مسلمان تہ تیغ کر دیے گئے اور کچھ ہی عرصہ بعد اس انقلاب کو پاکستان درآمد کرنے کی تیاریاں شروع کر دی گئیں تو امام اہل سنت علامہ دوست محمد قریشیؒ، مناظر اسلام علامہ عبدالشکور لکھنویؒ اور مناظر اسلام فاتح رافضیت علامہ عبدالستار تونسوی مدظلہٗ کے اس حقیقی وارث نے اس انقلاب کے سامنے سدِ سکندری بننے کا فیصلہ کیا اور انجمن سپاہِ صحابہ کی بنیاد رکھی۔ جو کہ اب ملک کی بڑی مذہبی جماعت شمار کی جاتی ہے۔ اس جماعت کے مقاصد میں اس انقلاب کو روکنے کے ساتھ ساتھ اسلام کے نام پر بننے والے ملک میں نظامِ خلافت راشدہ کا نفاذ بھی شامل تھا۔ یقیناً اُس انقلاب کو روکنے میں اِس جماعت کا کردار ناقابلِ فراموش ہے اور نفاذ خلافت راشدہ کیلئے یہ جماعت ہزاروں قربانیاں دینے کے بعد بھی اپنے مخصوص طریقہ کار سے رواں دواں ہے، اللہ ان کی منازل کو آسان فرمائے۔

صحابہ کرامؓ سے آپؒ کی محبت کا الفاظ میں احاطہ کرنا ناممکن ہے، جب بھی آپ صحابہ کرامؓ اور خصوصاً عفیفۂ کائنات سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ کرتے ہوئے اَمی اَمی اَمی پکارتے تو آپ بے خود ہو جاتے اور مجمع پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی۔ ہر طرف آہوں اور سسکیوں کی آوازیں بلند ہوتیں۔

صحابہ کرامؓ کی عظمت کے پرچار، ان کی ناموس کے تحفظ اور نظامِ خلافت راشدہ کے نفاذ کی کوششوں کی پاداش میں اربابِ اقتدار نے آپ پر ظلم کی انتہا کر دی۔ ناجائز مقدمات بنائے گئے، پابندیاں لگائی گئیں، قید میں ڈالا گیا، انسانیت سوز تشدد کیا گیا۔ آپ کے ہم نواؤں اور ساتھیوں پر ظلم کے پہاڑ توڑے گئے لیکن آپ صحابہ کرامؓ کی خاطر یہ سب خندہ پیشانی سے برداشت کرتے رہے اور جب آپ کے بہی خواہ آپ سے کچھ نرمی کرنے کی استدعا کرتے تو جواب میں فرماتے کہ کیا مجھ پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے زیادہ ظلم کیا گیا ہے!!

ایک بات یاد آ گئی کہ جب آپ نے سپاہِ صحابہؓ کی بنیاد رکھی تو اس کو جمعیت سے اختلاف کا نتیجہ سمجھا جانے لگا تو آپ نے اپنی کسی (غالباً لیہ کی) تقریر میں وضاحت فرماتے ہوئے کہا کہ:

"اختلاف نہیں ..... تقسیمِ کار اے..... اِک سٹیج تے حق نواز یلغار کرداا ے، اِک سٹیج تے فضل الرحمٰن یلغار کرداا ے....."

بندہ کا حضرت سے نیاز مندانہ تعلق تھا، چونکہ میرے والد محترمؒ حضرت مولانا محمد ابراہیمؒ صاحب دیگر محاذوں کے ساتھ ساتھ ناموسِ صحابہ کے محاذ پر بھی حضرت قریشیؒ، حضرت تونسوی، علامہ نور الحسن شاہ بخاریؒ اور سید عطاء المنعم شاہ بخاریؒ کے ساتھ کام کر چکے تھے، مناسب ہوگا کہ قارئین کو ایک تاریخی حقیقت سے آگاہ کردوں کہ سید ابوذر ابو معاویہ بخاریؒ (جنہوں نے سب سے پہلے ۱۹۶۱ء میں یومِ سیدنا امیر معاویہؓ منا کر تحریک فضائل معاویہؓ کی ابتدا کی) کے بعد حضرت والد صاحبؒ وہ دوسرے شخص ہیں جنہوں نے ۱۹۶۲ء میں یومِ امیر معاویہؓ منایا اور ایک ماہ تک ضلع بدری کی سزا کاٹی۔ اس نسبت سے بھی حضرتؒ بندہ پر شفقت فرماتے تھے۔

مولانا حق نواز جھنگویؒ ایک فرد نہیں بلکہ ایک تحریک کا نام ہے۔ جب بھی دفاعِ صحابہ اور نفاذ نظامِ خلافت راشدہ کا تذکرہ ہوگا تو مؤرخ کا قلم سلامِ عقیدت پیش کرتے ہوئے آپ کا تذکرہ کرنے پر مجبور ہوگا، اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے اور آپ کے تحریکی جانشینوں کو آپ کا اخلاص، علم، تقویٰ، شجاعت اور درد نصیب فرمائے اور جلد از جلد منزلِ مقصود تک پہنچائے۔

.....☆.....

حبِ صحابہؓ رحمۃ اللہ — بغضِ صحابہؓ لعنۃ اللہ

فنا فی اللہ کی تہہ میں بقا کا راز مضمر ہے
جسے مرنا نہیں آتا، اُسے جینا نہیں آتا

امیر عزیمت، امیر کاروانِ ناموسِ صحابہؓ، شیر اسلام

مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

اور اُن کے باوفا جانشینوں
مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ، مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ
مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ، مولانا علی شیر حیدری شہیدؒ

اور دیگر سینکڑوں شہداء ناموسِ صحابہؓ کی عظمت کو سلام پیش کرتے ہیں

امیر کارواں، قائدِ سنی انقلاب، جانشین شہداء قائدین
حضرت مولانا محمد احمد لدھیانوی
اور ان کے رفقاء و معاونین پر مکمل اعتماد کا اظہار کرتے ہیں

امیر عزیمت شہیدؒ کی یاد میں خصوصی اشاعت کے اہتمام پر
سالنامہ سرخرو کی انتظامیہ کو خراجِ عقیدت
پیش کرتے ہیں

مدرسہ جامعہ صدیقیہ و بناتِ عائشہ صدیقہؓ
تقریباً 30 سال سے دینی خدمات، حفظ قرآن، درسِ نظامی
اور بنات کا تعلیمی نظام مکمل دورۂ حدیث تک
من جانب
عبد القیوم عثمانی ناظم جامعہ ہذا
0300-9096677
045-3422042
پنج گرائیں ضلع بھکر

خواجہ ٹریڈرز اینڈ برادرز

ہمہ قسم زرعی ادویات سمیت اعلیٰ اور معیاری بیج

کپاس۔ دھان۔ مکئی۔ باجرہ۔ جوار۔ جنتر لکڑی والی۔ موگ۔ تل۔ کدو۔ ٹنڈا۔ کریلا وغیرہ

سبزیات کے ہائی بریڈ بارعایت دستیاب ہیں

نیشنل۔ ملٹی نیشنل کمپنیز۔ جن میں بائیر۔ ایف۔ ایم۔ سی اور ریگا کیمیکل۔ سن کٹراپ۔ گرین کروپ کی

زرعی ادویات ملتان ریٹ پر دستیاب ہیں

کنگ سائیڈ۔ سونی دھرتی۔ جالندھر۔ ہیرا سائیڈ۔ پہچان سائیڈ

پنجاب سائیڈ۔ نیشنل سائیڈ کے ہائی بریڈ بیج بارعایت دستیاب ہیں

نیز کھل۔ چوکر۔ چھلکا اور ہمہ قسمی معیاری زرعی ادویات

بازار سے بارعایت دستیاب ہیں

تمام اجناس کی خرید و فروخت کا واحد مرکز

خواجہ عبدالرحیم ◎ خواجہ محمد طارق سلمان نہر بنگلہ خان گڑھ

تحصیل و ضلع مظفر گڑھ

066-2610672 , 0301-7871015

”تیرا نام لکھوں میں آنکھوں پر“

مولانا حافظ عبدالجبار سلفی صاحب مدظلہٗ
خطیب جامع مسجد ختم نبوت کھاڑک ملتان روڈ لاہور

تاریخ کا یہ عجیب وطیرہ ہے کہ جب تک ایک کردار سچائی کے لہو سے ”غسل“ نہ کرلے، اسے آغوش میں نہیں لیتی۔ جب تک ایک کردار باطل کی تلوار سے اپنا سر نہ کٹالے، اس کے ”نقوش کفِ پا“ کو روشنی عطا نہیں کرتی۔ کہتے ہیں ”انسان دنیا میں مرجائے لیکن تاریخ میں کبھی نہ مرے کہ یہ موت بڑی ”تکلیف دہ“ ہوتی ہے۔ جس عظیم اور بہادر عالم دین پر ”خامہ فرسائی“ کی جارہی ہے اس کو ”فیاضِ قدرت“ نے بے شمار صلاحیتوں سے مالا مال فرمایا اور پھر صداقت کے لہو سے غسل کروا کر اسے تاریخ میں ”زندہ وجاوید“ کردیا۔ کراچی میں علامہ سیماب اکبرآبادیؒ کے مزار پر یہ شعر لکھا ہوا ہے جو اس عظیم شخصیت پر صادق آتا ہے۔

میں مر کے بزمِ وفا میں ہوں آج بھی زندہ
تلاش کر میری محفل ، مرا مزار نہ پوچھ!

مولانا حق نوازؒ کا شمار ان شخصیات میں ہوتا ہے جو صرف پڑھے ہوئے نہیں بلکہ ”کڑھے“ ہوئے ہوتے ہیں۔ مدارس و یونیورسٹیز کے ان فارغ التحصیل افراد سے ان کا دور کا بھی تعلق نہیں تھا، جن کی بغلوں میں تو ”علمی ڈگریاں“ لیکن کھوپڑیوں میں ”جُہل کا آشیانہ“ ہوتا ہے۔ انہوں نے جو کچھ پڑھا، اُسے ہضم کیا اور اپنے وجود میں اُسے رچایا بھی ہے۔ ”سخن گوئی“ اور ”سخن سنجی“ کی دولت سے بہرہ یاب اس مردِ قلندر نے خود کو ”عزیمت اور فقر“ کے اس مقام تک پہنچا دیا تھا، جس میں فقیر کانٹوں کے فرش پر سو کر اسی ”خواب شیریں“ کے مزے لیتا ہے، جو ”راجاؤں“ کو ”نرم وخوشنما“ سیج پر ملتا ہے۔

مولانا حق نواز شہیدؒ مخالفینِ صحابہؓ کے تعاقب میں!

مولانا حق نوازؒ کہاں پیدا ہوئے؟ کب پیدا ہوئے؟ کہاں پڑھے؟ اور کہاں سے اُبھرے؟ ان عنوانات پر ”قلم کشائی“ کرنا خواہ مخواہ مضمون کی آنتیں کھینچنے کے مترادف ہے۔ کیونکہ اس پر بہت کچھ لکھا گیا۔ ہم اختصار کے ساتھ مولانا شہیدؒ کے کاز پر بحث کریں گے۔ جس منصف مزاج شخص نے مذاہب عالم کا مطالعہ کیا ہے وہ اس حقیقت کا اقرار بانگ دہل کرے گا کہ رافضیت سے بڑھ کر بدنصیب فرقہ کوئی نہیں جو آج بھی اپنے قلب وذہن میں ہر قسم کی آلائشوں اور غلاظتوں کا انبار سموئے

ہوئے ہیں۔ غور کیجئے جس مذہب میں جھوٹ کو "تقیہ" گالیوں کو "سب وشتم" اور زنا جیسے مردود فعل کو "متعہ" کا نام دے کر "حب اہل بیت" کی "لم" تراشی جائے۔ اُس مذہب کے پیروکار اُن پاک طینت ہستیوں کے ایمانوں کو "ناپنے اور ماپنے" میں بلاوجہ ہلکان ہوتے پھریں، جو چمنستانِ رسالت کے سرسبز وشاداب پھول تھے۔ جن کے تقویٰ وطہارت سے قیامت تک زمانہ مہکتا رہے گا۔ فیض یافتگان رسالت میں کوئی گلاب کے پھول جیسا ہے جس کی خوشبو اپنی جگہ روح افزاء ہے۔ کوئی موتیا کی مانند ہے۔ جو اپنے نرالے پن میں "باصرہ نواز" اور معطر کن ہے۔ کوئی چنبیلی جیسا ہے، جو روح ایمان میں وجد کو "رقص کناں" کر دیتی ہے۔ اور کوئی اس ہریالی کی مانند ہے جو صبح سویرے آنکھوں میں "لذت" اور دماغ میں "فرحت" پیدا کر دیتی ہے غرضیکہ۔

محمد مصطفیٰ ؐ کے باغ کے سب پھول ایسے ہیں
جو بن پانی کے رہتے ہیں مرجھایا نہیں کرتے

اُن "یارانِ وفا" اور "غلامانِ نبوت" کے خلاف کیسی کیسی ہرزہ سرائی کی گئی؟ یہ ایک مستقل عنوان ہے۔ عربی، فارسی اور اردو کتابوں کے اندر ایسی مغلظات موجود ہیں کہ تحریر کرتے ہوئے غیور اور باضمیر قلم "سیاہی" دینا چھوڑ دے۔ اس سلسلے میں ہم امام شعبیؒ (متوفی ۱۰۴ھ) کی ایک مبنی بر حقیقت عبارت پیش کرنے کی جسارت کرتے ہیں فرمایا "یہود ونصاریٰ اہل تشیع کے مقابلہ میں اپنے پیغمبر کے زیادہ مرتبہ شناس اور قدردان ہیں، یہودیوں سے پوچھا گیا تمہاری ملت میں سب سے بہتر کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی اور ان کے اصحاب! عیسائیوں سے پوچھا گیا تمہاری ملت میں سب سے بہتر کون ہیں؟ انہوں نے کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری! شیعوں سے پوچھا گیا تمہاری ملت میں سب سے بدتر کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (معاذ اللہ) (منہاج السنۃ حصہ اول ص ۶)

رافضیوں کے کفریہ عقائد جاننے کے لئے علماء کرام ان کی اصل کتب تک رسائی کرنے کی کوشش کریں، علماء وعوام الناس اکابرین اہل سنت کی تردید رفض میں لکھی گئی کتب مطالعہ میں رکھیں۔ جن کی ایک طویل فہرست ہے، اگر ہم "مشتے نمونہ از خروارے" بھی نام درج کریں تو "ڈاڑھی" سے "مونچھیں" بڑھ جائیں۔ قصہ مختصر یہ ایک ایسے "لاعلم" اور "مذہب" لوگوں کا ٹولہ ہے جو اپنے زعم کے مطابق اصحابؓ وآل نبیؐ پر تابڑ توڑ حملوں کا حق رکھتا ہے۔

آں کس کہ نداند و بداند کہ بداند
در جہل مرکب ابدالدہر بماند

قارئین کرام! ۱۹۷۹ء میں ایران کا "شیعی انقلاب" آیا جسے "اسلامی انقلاب" کہا جاتا ہے اور کہنے والوں میں بعض "صاحبانِ جبہ ودستار" بھی نظر آتے ہیں اور ایسے "صاحبان" ہر دور میں آٹے میں نمک کی مقدار رہتے ہیں۔ علماء کے درمیان علمی اختلاف ایک رحمت ہے بشرطیکہ وہ مخالفت نہ ہو، اختلاف ہو۔ نیز یہ تحقیق کرنے کی بھی ضرورت ہوتی ہے کہ آیا وہ علماء بھی ہیں؟ یا علماء کے بھیس میں ہیں؟ حال ہی میں کینیڈا کے شہر "ٹورانٹو" میں ایک "ہم جنس پرست" امیدوار انتخابی میدان میں اُترا اور اس کی انتخابی مہم چلانے میں پیش پیش وہاں کی مسجد "دارالسلام" کی کمیٹی کے صدر اور مسلمان راہنما ہیں، جس پر مسلمان مشتعل ہیں مگر ان صاحب کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔ یہ ساری تفصیل ماہنامہ "ضیائے آفاق" میں شائع ہوئی جو

کینیڈا سے انگلش میں اور پاکستان سے اردو میں چھپتا (بحوالہ ضیائے آفاقتمارچ ۲۰۰۸ء لاہور) ہے۔ تو کیا ہم ایسوں کو واقعی "راہنمایان دین" تسلیم کرلیں گے؟ ہرگز نہیں۔ جب بھی کوئی مخلص لوگوں پر مشتمل تحریک اٹھی تو اس کی راہ میں روڑے اٹکانے والے یعنی "ضمیر فروش" بھی آگے بڑھے، تاہم اکثریت ان علماء حق کی ہوتی ہے جو کسی اصولی یا جائز بنیاد پر اختلاف کرتے ہیں۔

ایرانی انقلاب سے پہلے پاکستان میں تنظیم اہل سنت کے اسٹیج سے دفاع صحابہؓ کا کام زور وشور سے جاری تھا۔ تنظیم اہل سنت کے ساتھ "جہابذۂ روزگار" علماء تھے اور زمام کار مولانا عبدالستار تونسوی کے ہاتھ میں تھی۔ انڈیا میں مولانا محمد منظور نعمانیؒ، مصر میں ابراہیم الجیہانؒ اور پاکستان میں مسلکِ اہل حدیث کے مولانا احسان الٰہی ظہیر شہیدؒ وغیرہم تحریری اور تقریری طور پر کام کررہے تھے۔

تونسوی صاحب سے رافضیت کو بوکھلاہٹ

چنانچہ ایک شیعہ رائٹر نے اخبار ہفت روزہ ندائے شیعہ" میں لکھا" پاکستان کی تاریخ میں مناظرانہ فضاء پیدا کرنے والے ملاں عبدالستار تونسوی ہیں، جن کی پشت پر سعودی عرب کا ہاتھ ہے اور انہی کے ایماء پر تنظیم اہل سنت کا سٹیج تیار کیا گیا۔

(ہفت روزہ ندائے شیعہ ۶ جنوری ۱۹۸۸ء)

سیّد مرتضیٰ رضوی کا واویلا

اس سے آگے بڑھ کر شیعہ عالم سید مرتضیٰ نے اپنی عربی کتاب مسمّٰی بہ "آراء علماء المسلمین فی التقیۃ والصحابۃ وصیانۃ القرآن الکریم" میں بھی ہرزہ سرائی کرتے ہوئے لکھا:

فی هذا العصر مثال! ابراهیم الجیهان، احسان الٰهی ظهیر الباکستانی، عبدالله محمد الغریب، محمد عبدالستار التونسوی، ابوالحسن الندوی، محمد احمد الترکمانی ومن لف لفهم فاشتری منهم مابقی من دینهم وضمائرهم بثمن بخس لبث السموم ونشرها علیٰ مستوی عالم. ولیعلم الافاکون، والمضللون والذین یسعون فی نشر هذه السموم ضدهذه الطائفة الشیعة الامامیه ان هذالیضرهم بشئی، الخ

(ص ۲۴۸ طبع بیروت)

"اس زمانہ میں ابراہیم جیہان، احسان الٰہی ظہیر (پاکستانی) عبدالستار تونسوی، ابوالحسن علی ندوی، محمد احمد ترکمانی اور ان جیسے کم قیمت ضمیر کے مالک لوگوں کو خرید اگیا۔ تاکہ وہ علماء امامیہ کے خلاف پروپیگنڈے کی فضاء قائم کریں۔ مگر گمراہ کن جان لیں کہ وہ مذہب امامیہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے"۔ الخ

ان تحریروں سے بخوبی علم ہوتا ہے کہ اہل سنت کے یہ علماء کام کررہے تھے اور ان کے کام سے دنیا بھر کے شیعہ علماء خائف تھے۔ لیکن ۱۹۷۹ء میں جب شیعیت ایک نئے روپ سے آئی اور انتہائی جارحیت کے ساتھ متنازعہ ترین لٹریچر ایران سے پاکستان آنے لگا تو اللہ تعالیٰ نے قوم سپاہ کو منہ توڑ جواب دینے کے لئے مولانا حق نواز شہیدؒ کو لا کھڑا کیا۔ آپ کی خطابت

نے صُور اسرافیل کا کام کیا، ملک بھر سے سینکڑوں نوجوان، جو مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھتے تھے، پروانہ وار آپ کی آواز پر آنے لگے، مولانا شہیدؒ اخلاق اور تواضع میں باکمال و بےمثال تھے۔ ہم نے اگرچہ ان کو نہیں دیکھا لیکن ان کو دیکھنے اور سننے والوں کے بقول اُن میں ہمعصر علماء کے ساتھ محبت اور عقیدت کا عنصر نمایاں تھا۔ کچھ اُن سے حسد تو کرتے تھے وہ کسی سے نہیں، کچھ ان کے مخالف تھے لیکن ان کی کسی کے ساتھ معاصرانہ چشمک نہ تھی۔ نہ تکبر و نخوت اور عالمانہ خشونت و پیوست، کلاہ نہ طرّہ، نہ جبہ نہ قبہ، نہ عباء نہ قباء، نہ خرقہ نہ مرقّع، نہ خدام و حشم نہ لاؤ لشکر، نہ نمود و نمائش کے خواہاں نہ عظمت کے اجلال کے طلبگار، ناموری کی ہوس نہ روپے پیسے کی لالچ! نہ ستائش کی تمنا نہ صلے کی پرواہ! بس عاجزی کا پیکر تھے۔ ان کی خطابت میں گھن گرج ضرور تھی لیکن چیخم دھاڑ بالکل نہیں، تسلسل تھا، بے ربطی نہیں۔ روایتی خطباء کی طرح من گھڑت حدیثیں اور داستانیں نہیں سُناتے تھے، پختہ گفتگو اور گرم جستجو کے مالک تھے۔ بعض لوگ جب جوش میں بولتے ہیں تو ہوش و حواس کھو بیٹھتے ہیں۔ لیکن مولانا شہیدؒ ہوش و حواس میں ''جوش و جذبات'' کا جادو دکھاتے تھے، آجکل بعض خطباء کرسی پر ٹانگ رکھ کر جب اپنی ''مرغ خطابت'' کا مظاہرہ کرتے ہیں تو حالت دیدنی ہوتی ہے۔ سانس پھول رہا ہوتا ہے، ''لعاب دھن'' داڑھی کے بالوں کا تقدس پامال کر رہا ہوتا ہے۔ گردن کی رگیں پھٹنے پہ آجاتی ہیں۔ رانوں پر ہاتھ مار مار کر اپنی ''جانِ حزیں'' پہ ظلم ڈھا رہے ہوتے ہیں۔ خود سوچئے! جہاں ''سٹائل'' ہوگا وہاں ''دلائل'' نہ ہونے کے برابر ہوں گے۔ جہاں ''نام و نمود'' ہوگا وہاں عقل و خرد پہ ''جمود'' ہوگا۔ جہاں اپنی خطابت کا سکہ بٹھانا ''مقصود'' ہوگا وہاں خلوص ''مفقود'' ہوگا اور جس خطیب میں ''کبر و غرور'' ہوگا اس سے ''استفادہ'' بے سود ہوگا۔ ایسوں کے متعلق یونہی تو نہیں کہہ دیا گیا۔

واعظاں کیں جلوہ بر محراب و منبر میکند
چوں بخلوت می رسند ایں کار دیگر می کنند

لیکن! مولانا حق نواز شہیدؒ درد دل رکھنے والے ایک بے باک عالم دین تھے۔ ان کی زبان سے نکلنے والے جملوں کا تعلق اُن کے ''معدے'' کے ساتھ نہیں بلکہ ''دل'' کے ساتھ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بہت جلد ''دلوں'' میں جگہ بنا گئے۔

بزرگوں کا کہنا ہے کہ ''سنگ کٹ جاتے ہیں جہاں پانی کی دھار گرے'' اور آنکھوں سے بہنے والے اشک گالوں پر جھریاں ڈال دیتے ہیں۔ مولانا شہیدؒ نے تو صحابہؓ کے عشق میں وہ آنسو بہائے کہ دلوں میں شگاف ڈال دیئے، انہوں نے جذبۂ ولولہ دے کر ''مہر بلب'' قوم کو زبان دے دی بلکہ اس ''مسکین قلمکار'' سے اختلاف نہ کیا جائے تو کہوں گا کہ اُن کی جدوجہد سے کئی ''فراموش شدہ'' پھر قوم کے سامنے آگئے۔ بہرحال انہوں نے علماء کرام کی شان و شوکت اور دبدبہ ولولہ میں ایک شاندار اضافہ کیا ہے۔

راقم الحروف تجرباتی دور میں!

راقم الحروف کو کسی بھی مذہب یا مسلک کی بنیادی اور اصل کتب جمع کرنے کا جنون کی حد تک شوق ہے۔ تاکہ علمی طور پر کسی کا رد کیا جائے تو اصل ماخذ سامنے ہو نہ کہ اِدھر اُدھر سے اخذ کر کے گزارا کیا جائے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں مذہب

شیعہ کی بنیادی کتب حاصل کرنے میں کافی حد تک کامیابی ہوئی۔ ایک دن مولانا حق نواز شہیدؒ کی چند تقریروں کی کیسٹیں اور شیعہ کتب کا ذخیرہ جمع کیا اور دوران تقریر مولاناؒ جو شیعہ کتب سے حوالہ جات پیش کرتے تھے، اُن کے بتائے ہوئے صفحات نمبر اصل کتب میں دیکھنے لگا۔ تو یقین فرمایئے کوئی ایک حوالہ بھی سیاق وسبق سے ہٹ کر نہیں تھا۔ من وعن وہی عبارت، وہی صفحہ اور مصنف کا نام! اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مولانا شہیدؒ جہاں وسیع المطالعہ تھے وہاں خوف خدا بھی کوٹ کوٹ بھرا ہوا تھا۔ کیونکہ یہ کام تقویٰ کی بنیاد پر ہی ہوسکتا ہے۔ وگرنہ نفرت آکر جذبات کی رَو میں دشمن پر کوئی بھی الزام لگا دیا جاتا ہے۔ حوالہ جات کے اندر تقطیع کردی جاتی ہے۔ مگر آپؒ بڑے اعتماد کے ساتھ حوالہ جات بیان کرتے تھے۔ جو آپ کی ثقاہت وتبحر علمی پر داد ہیں۔

راقم الحروف طبعاً مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ذوق رکھتا ہے اور اس سلسلے میں کوئی "چند ایک صفحات" بھی شائع کر چکا ہے۔ جب مولانا حق نوازؒ نے دارالعلوم کبیر والہ میں اس مسئلہ پر گفتگو کی تو دلائل کے انبار لگا دیئے چنانچہ راقم نے اس پوری تقریر کو قرطاس پر منتقل کر کے کمپوزنگ بھی کروالی اور ابتدا میں ایک "گرما گرم" مقدمہ لکھ کر "ضرب امیر عزیمت بر فتنہ مماتیت" کے نام سے پمفلٹ کی صورت میں شائع کرنے کا عزم بالجزم کر چکا تھا۔ لیکن ہمارے جذبات پر اس وقت "اوس" پڑ گئی جب کوئی مہربان وہ مسودہ لے اڑا۔ اور یہ مسکین اس مہربان کی "لسان کف آلود" سے اپنا دامن بچانے کے لئے فقط اتنا ہی کہہ سکا۔

دیکھنا ، لینا ، پکڑنا ، دوڑنا جانے نہ پائے
لے چلا میری شکیبائی وہ کافر لے چلا

مولانا حق نوازؒ کے متعلق حضرت قاضی مظہر حسینؒ کا ایک دلربا جملہ

سیدی ومرشدی مولانا قاضی مظہر حسینؒ (خلیفہ مجاز مولانا سید حسین احمد مدنیؒ) نے مولانا حق نوازؒ کی شہادت کے بعد ایک تفصیلی مضمون تحریر کیا تھا، جو ماہنامہ حق چار یارؓ لاہور میں بابت مارچ ۱۹۹۰ء میں تقریباً ۳۴ صفحات پر شائع ہوا۔ اس میں حضرتؒ نے مولانا حق نوازؒ کے متعلق بڑا گہرا اور دلربا جملہ لکھا ہے، "خشک مزاج" تو شاید نہ سمجھ سکیں، البتہ خانقاہی نظام سے تعلق رکھنے والے "حظ" اٹھائیں گے۔ حضرت قاضی صاحبؒ رقمطراز ہیں "وہ شیعہ جارحیت کے مقابلہ میں دفاع صحابہؓ کے جذبہ سے سرشار تھے اور اُن پر ایک "حال غالب" تھا۔ وہ غلبۂ حال کی وجہ سے معذور تھے۔ اور اسی راہ میں جان دے دی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون (حق چار یارؓ ص ۵۲، بابت مارچ ۱۹۹۰ء)

حال کیا ہے؟

یہ تصوف کی ایک خاص اصطلاح ہے۔ حال عمل کے ثمرہ کو کہتے ہیں، شیخ تھانویؒ کا ارشاد پڑھئے "سالک کے قلب پر جو کیفیت غیب سے نازل ہو اور اس میں اس کا کچھ اختیار نہ ہو، اس کو حال کہتے ہیں الخ (شریعت وطریقت ص ۴۱۵)

اور علامہ خالد محمود نے بھی "دل کو بھا" جانے والی عجیب بات کہی کہ "(حال) جب سالک کی کیفیت میں آجائے تو سمجھے کہ اس کا عمل قبولیت پا گیا الخ (آثار الاحسان فی سیر السلوک والاحسان ج ۲ ص ۱۹۷)

حضرت قاضی صاحبؒ سمیت اس وقت کے تمام سرکردہ علمائے کرام اور مدیران جرائد ورسائل نے مولانا کی

شہادت پر انہیں خراج تحسین پیش کیا۔

ہفت روزہ "چٹان" نے ٹائٹل پر "مولانا حق نواز جھنگویؒ کا خون ناحق" کی سرخی جمائی۔ آپ کی شہادت کو سیاسی اور مذہبی انتقام کا بدترین طریقہ قرار دیتے ہوئے مضمون نگار "ابراہیم نفیس" نے لکھا "ان کی زندگی کا مقصد و مشن صرف اور صرف شیعیت کا توڑ اور عوام کو شیعہ فرقہ کی چیرہ دستیوں سے آگاہ کرنا تھا۔ مولانا حق نواز جھنگویؒ دیوبندی مسلک کے روایتی طریقہ کار سے ہٹ کر عملی جہاد کے پیغامبر تھے۔ اور انہوں نے صحابہ کرام و صحابیات کے بارے میں شیعہ مسلک کے پوسٹ مارٹم کو اپنا شعار بنا رکھا تھا۔ الخ

("چٹان" لاہور بابت یکم تا ۷ مارچ ۱۹۹۰ء)

"محبین حق نوازؒ کی خدمت میں گزارش"

بعض جذباتی دوست مولانا شہیدؒ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے اپنوں کو "رگڑا" دے جاتے ہیں۔ ایک کتاب مسمّٰی بہ "زخم اور عزم" میں میرے فاضل دوست نے مولانا قاضی مظہر حسینؒ، مولانا تونسوی صاحب اور مولانا فضل الرحمٰن پر الفاظ کی "گولہ باری" کی ہے۔ ایک مولانا حق نواز شہیدؒ کی سوانح حیات شائع ہوئی جو ابو اسامہ محمود صاحب کی تالیف ہے۔ ان "صاحب" نے بھی مولانا فضل الرحمٰن اور مولانا عبدالحق خان بشیر کے متعلق کوئی اچھے ریمارکس نہیں دیئے۔ میرے برادر کبیر، فاضل لبیب، مصنف کتب کثیرہ و مؤلف کتب وافرہ مولانا ثناء اللہ سعدؔ نے اپنی کتاب "مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ" میں ملی یکجہتی کونسل کی بحث میں حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ پر ہلکی پھلکی تنقید کی ہے۔ میں مانتا ہوں اظہار رائے کی آزادی ہونی چاہئے لیکن اپنی رائے دینے کا انداز کیسا ہو؟ اور یہ اختیار کیسے ہو؟ میرا خیال ہے اس پر غور و خوض ہونا چاہئے۔ میں یہ بھی تسلیم کرتا ہوں کہ سپاہ صحابہؓ اور خود بانیٔ جماعت کے ساتھ بعض مرتبہ "سوتیلی ماں" کا سلوک ہوا ہے۔ اسی طرح دیگر تنظیموں کے بعض جیالے ان "دیوانوں" اور "مستانوں" سے چھیڑ چھاڑ کرتے ہیں لیکن "محبان حق نواز شہیدؒ" کو میرا مشورہ ہے کہ وہ آپس کی خلیج کو ختم کرنے کے لئے علامہ سیمابؔ کا یہ شعر کہہ کر قربانی دیں۔

تیری اس بھول کا احسان ، تیری اس یاد کا شکر
کہ مجھے بھول گیا ، میرے گناہ یاد رہے

انہی ٹوٹے پھوٹے الفاظ پر میں اپنے "قلم کے گھوڑے" کو لگام دینے کی کوشش کروں گا اور مولانا شہیدؒ کے مخالفین جو دراصل اسلام کے مخالفین ہیں سے کہوں گا کہ دلائل کا جواب گولی یا گالی نہیں ہوتی۔ قتل سے جسم ختم ہوتے ہیں، نظریات نہیں، لہٰذا مولانا حق نوازؒ کے مؤقف کا دلائل سے مجتہدین شیعہ جواب دیں اور یہ رُباعی "نگاہ کیف اثر" سے گزار لیں کہ۔

پہلے لفظوں میں رنگ بھرنا سیکھو
پھر بحرِ معانی میں اُترنا سیکھو
معلوم ہے جس قدر ہو تم پانی میں
باتیں نہ چباؤ بات کرنا سیکھو

زندگی سعادت کی موت شہادت کی

خطیب العصر حضرت اقدس مولانا عبدالکریم ندیم صاحب مدظلہ
مہتمم جامعہ امداد العلوم خان پور، ڈسٹرکٹ خطیب محکمہ اوقاف

آج اس مردِ حق، مردِ میداں، مردِ مجاہد، مردِ خدا کو ہم سے بچھڑے ہوئے، کھوئے ہوئے بیس سال کا عرصہ گزر چکا ہے، مگر آج بھی ہم ان کی محبت کے دل دادہ ہیں، کیوں نہ ہوں کہ وہ سحر بیانی میں سخن فہمی رکھتے تھے۔ اس شیر دل انسان میں بہت ساری صفات اللہ پاک نے جمع کر رکھی تھیں۔ وہ مردِ قلندر اکابر کی تمناؤں کا پیغامبر تھا، آرزوؤں کا محور تھا حوصلوں کا پہاڑ تھا، عزمِ استقلال کا نمونہ تھا، فلسفہ اسلام کا حدی خواں تھا، بے شک وہ مجموعہ محاسن تھا، بلاشبہ ان کا وجود اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت تھی، انہوں نے اپنے علم و عمل سے بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا، سحر انگیز، سخن طرازی (تقریروں) سے انہوں نے ملک کے گوشے گوشے کو محبتِ صحابہ کرامؓ سے سیراب و فیضیاب کیا، بیرونِ ملک بھی ان کے آوازۂ سخن نے غلغلہ برپا کیے رکھا۔

وہ صحابہ کرام کی شان، قدر و منزلت بیان کرتا، امی عائشہؓ کی عزت و عظمت، عفت و عصمت اُجاگر کرتا۔ منکرین و دشمنِ صحابہ کا خبث باطن ظاہر کرتا، ایرانی لعینوں کے نام نہاد اقامت کے پردے چاک کرتا، تقریر کیا ہوتی بس ایک سیلِ بے کراں ہوتا کہ جس میں حق تیرتا اور باطل غوطے کھاتا، جگر پاش نعرے وقفے وقفے سے گونجتے رہتے، دلکش اندازِ خطابت دیکھ کر امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری چشمِ تصور میں نظر آتے۔ اس کو ڈرایا گیا، دھمکایا گیا، گالیاں دی گئیں، قتل کے مقدمات قائم کیے گئے، جیل میں ڈالا گیا، لیکن وہ نہ جھکا نہ وہ بکا نہ ڈگمگایا۔ وہ سر پر کفن باندھ کر نکلا، کافر کے کفر کو اسٹیجوں پر للکارا بلکہ پاکستان کے کونے کونے میں، شہر شہر، گاؤں گاؤں، بستی بستی میں، سرِ عام ننگا کیا، مولانا کی زندگی جذبۂ دین سعی و عمل سے تابندہ و درخشندہ تھی، صحابہ کرامؓ اہل بیتؓ سے والہانہ محبت اور ان کی عظمت کی سربلندی و سرفرازی کے راستے تلاش کرنا ان کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی۔

مولانا حق نواز شہید بھی ان باکمال اور چیدہ ہستیوں میں سے ایک تھے۔ جن میں اللہ تعالیٰ نے علم اور تقویٰ کے علاوہ بہت سی صفات جمع کر رکھی تھیں خصوصاً اس قلت الرجال بلکہ قحط الرجال کے دور میں جب اللہ تعالیٰ کسی شخص کو نوازتے ہیں اور اس سے دین کا کام لیتے ہیں تو اس کے لئے ایسے اسباب جمع کر دیتے ہیں تاکہ وہ بآسانی اس مقام تک پہنچ سکے۔ بے شک وہ تو اس اعلیٰ مقام پر پہنچ چکے ہیں۔

مصلحت کو بالائے طاق رکھ کر وراثتِ نبوت کی تکمیل کرتے ہوئے جان بھی راہِ خدا میں قربان کر کے شہادت کا تاج پہن کر، شہادت ایک خاص الخاص، مزیدار، لذیذ، پُرلطف، اونچی زندگی کا نام ہے ایسی زندگی جس کا ہم شعور نہیں رکھتے۔

CamScanner

چنانچہ قرآن وحدیث کا اعلان ہے:

شہید کو مردہ نہ کہو۔ (البقرہ:۱۵۴)

شہید کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے روزی ملتی ہے۔ (البقرہ:۱۵۴)

شہید کے لئے نور ہے۔ (الحدید:۱۹)

احادیث مبارکہ:

شہید پر فرشتوں کا سایہ ہوتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

شہادت کی موت، ساری دنیا کا مالک وحکمران بن جانے سے افضل ہے۔ (احمد، نسائی)

شہید جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہوگا۔ (ابن حبان)

شہید بلا حساب جنت میں داخل ہوگا۔ (الطبرانی)

اس لئے جناب رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے بار بار شہادت مانگی، اور اس کی تمنا فرمائی۔ (صحیح بخاری، مسلم، نسائی، ابن ماجہ)

وہ اس اعلیٰ مقام پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی دعا "اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ سَعِیْدًا وَّاَمِتْنِیْ شَھِیْدًا" کا مصداق بن کر صحابہ کرامؓ کے قدموں میں پہنچ گیا "زندگی سعادت کی موت شہادت کی" پاکر۔

چند سطور اپنے بھائی ڈاکٹر خادم حسین صاحب مدظلہ کے حکم پر لکھ دی ہیں، اللہ پاک اپنی بارگاہ میں قبول فرمائیں۔ آمین

حب صحابہؓ رحمۃ اللہ — باللہ — بغض صحابہؓ لعنۃ اللہ

سلام عقیدت صحابہ کرامؓ کیلئے جنہوں نے محمد رسول اللہ ﷺ پر اپنا سب کچھ قربان کر دیا
اور شہداء کاروان ناموس صحابہؓ پر جنہوں نے صحابہ کرامؓ پر اپنا سب کچھ قربان کر دیا

ہم

امیر عزیمت، امیر کاروان ناموس صحابہؓ، شیر اسلام

مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

امیر کارواں، قائد سنی انقلاب، جانشین شہداء قائدین

حضرت مولانا محمد احمد لدھیانوی

اور ان کے رفقاء ومعاونین پر مکمل اعتماد کا اظہار کرتے ہیں

امیر عزیمت شہید رحمۃ اللہ علیہ ماہنامہ سرخرو کی خصوصی اشاعت کی یاد میں سال کے اہتمام پر

جناب ڈاکٹر خادم حسین صاحب مدظلہ وحلوں — ابو محمد شاہ اللہ سعد

کو مبارک باد پیش کرتے ہیں

شہید ناموس صحابہؓ ایثار القاسمی رحمۃ اللہ علیہ ایم این اے

شہید ملت اسلامیہ علامہ ضیاء الرحمن فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

شہید ناموس صحابہؓ محمد اعظم طارق رحمۃ اللہ علیہ ایم این اے

حمیۃ الامت عظیم اسلام علامہ علی شیر حیدری رحمۃ اللہ علیہ شہید

لاکھوں کے باوفا جانشینوں

کی عظمت کو سلام پیش کرتے ہیں

محمد ضیاء القاسمی وبرادران جہانیاں

ایک فرشتہ صفت عظیم انسان

حضرت مولانا عبید الرحمٰن ضیاء صاحب مدظلہٗ، آف کمالیہ

ہزار ہا انسان دنیا میں آئے، اپنا اپنا وقت گزار کر چلے گئے وہ لوگ بہت مختصر یادیں چھوڑ کر راہیٔ عدم ہو جاتے ہیں پھر انہیں یاد کرنے والا کوئی نہیں ہوتا، لیکن مولانا حق نواز جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ ایسی باکمال صفات سے متصف تھے کہ شہادت سے لے کر اب تک اور نہ جانے کب تک ان کی خطابت، ان کی ذہانت، ان کی بے باک قیادت، ان کی فطرتی شرافت، تیز زبان کی فصاحت، گفتگو کی بلاغت، صحابہ کی محبت رہتی دنیا تک یاد رہے گی اور زمانہ ان کے افکار سے رہنمائی حاصل کرتا رہے گا۔

آپ کے اندازِ خطابت سے اب تک ایک دنیا ایمانی طاقت حاصل کر رہی ہے۔ کڑک دار آواز، بے مثال گفتار، اعلیٰ کردار، خاموش ہوتے تو دہن غنچہ صفت، گویا ہوتے تو الفاظ موتی بن کر بکھرتے اور سامعین گھروں کو جب لوٹتے تو ان کے دامن میں عشقِ صحابہ کی ایک عظیم دولت سمٹی ہوئی محسوس کرتے، جوش میں آتے تو معلوم ہوتا کہ سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی روح بول رہی ہے، اردو میں مولانا ابوالکلام کا لہجہ، برموقع برمحل شعر پڑھتے تو میر تقی میر اور اقبال کی روحیں خراج تحسین پیش کرتی ہوئی معلوم ہوتی تھیں۔

دشمنِ صحابہ اگر بالمقابل تھا تو یہ شیر کا رول ادا کرتے، اپنے احباب خصوصاً سپاہِ صحابہ کے حلقہ میں بہت ہی نرم۔

علامہ نے خوب کہا۔

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم — رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن
افلاک سے ہے اُس کی حریفانہ کشاکش — خاکی ہے مگر خاک سے آزاد ہے مومن

اور ایسے ہی مجاہدوں کے لئے علامہ کہتے ہیں .....

الٰہی یہ تیرے پُراسرار بندے
جنہیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی

کبھی کبھی مسکراتے تھے

جب سے ایرانی لٹریچر میں اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم شروع ہوا، خمینی کی وہ کتابیں جن میں دلخراش

مواد موجود تھا آپ مطالعہ کرتے تو بہت ہی دل برداشتہ ہو جاتے اور دل پر بوجھ محسوس کرتے اور متفکر رہتے تھے، چہرے پر سنجیدگی، گفتگو میں اعتدال اور اختصار پسندی آ گئی تھی، کھل کر ہنسنے کا موقع بہت کم ملتا تھا۔

بہاولپور گھلواں کا واقعہ

ایک مرتبہ بہاولپور گھلواں حضرت کی تقریر تھی، میرا بھی وہاں بیان تھا، لوگ تھے کہ جوق در جوق کھنچے چلے آ رہے تھے۔ ستلج کے دونوں کناروں کی آبادی اپنے پورے ذوق وشوق کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ مولانا، اللہ ان کے درجات اور بلند فرمائے..... بہت ہی پیارے انداز میں گرجے اور دلائل کے ساتھ اپنا موقف پیش کر رہے تھے۔ جلسہ ختم ہوا میں بھی ان کی پرانی سی کار میں لفٹ لے کر بیٹھ گیا۔ بہاولپور دریائے ستلج کا لمبا عبور ہو رہا تھا کہ میں نے ایک دو لطیفے پیش کر دیے، کھلکھلا کر ہنس دیے اور فرمایا میرے پاس اگر گنجائش ہوتی تو آپ کو ہر جلسہ میں اپنے ساتھ رکھ لیتا۔ آج میرے کچھ غم غلط ہوئے ہیں۔ عام جلسوں میں ایسی محفلیں جمتی رہتی تھیں۔ پھر وہ بہت بڑے خطیب بن گئے اور ہمارے آپس میں فاصلے بڑھتے گئے۔

غیر ملکی بھی محبت کرتے تھے

رائے ونڈ کے اجتماع میں کچھ ایرانی دوستوں سے ملاقات ہوئی، میں ان کے پنڈال میں گیا، کسی ایرانی نے کسی عالم کا نہیں پوچھا شیر جھنگ کے متعلق سوال کرتے رہے، مجھے بھی کچھ فارسی میں ان سے گفتگو کرنے کا لطف آ رہا تھا، ایک دوست نے کہا کاش کہ ان کے متعلق یعنی ان کی شان میں ایک دو شعر فارسی کے مل جاتے تو ہم ساتھ بطور یادگار اپنے وطن لے جاتے، میں نے کہا میری ڈائری میں کچھ اشعار ہیں، مثنوی شریف کے وزن پر ٹوٹے پھوٹے الفاظ ہیں۔ گر قبول افتد زہے قسمت

وہ شعر یہ تھے:

عالمِ با عمل حق گو حق نواز — مردِ میداں شیرِ جھنگ مہماں نواز
عاشقِ ناموسِ اصحابِ رسولؐ — آں غلامِ عائشہؓ و زہرا بتولؓ
آں خطیبِ بے مثال و دلپذیر — خائف ازو وائیں نواز و بے نظیر
قلبِ او مملو از حُبِّ صدیقؓ — بود شفیق و مہرباں بر ہر رفیق

وہ ساتھی بہت خوش ہوئے اور مجھے دعائیں دیں۔

پہاڑوں میں نام

ایک مرتبہ ناچیز سرزمین ہزارہ میں تقریر کے لئے گیا، بلند پہاڑی پر دعوت تھی، سیر کے لئے ایک جگہ پتھر پر لکھا ہوا تھا: ''جب تک سورج چاند رہے گا..... جھنگوی تیرا نام رہے گا''۔

افکار کی بلندی اور ہر دلعزیزی کا یہ عالم تھا کہ میاں چنوں کے ایک گاؤں ۲۸ چک میں ایک بریلوی صاحبزادہ تقریر میں کہہ رہا تھا کہ پہلے پندرہ منٹ تو مولانا حق نواز صاحب بولتے ہیں، بعد میں جب اللہ کی جانب سے سینہ کھلتا ہے پھر پتہ نہیں

چلتا تھا ان میں کون بول رہا ہے.....

زمین کھا گئی آسماں کیسے کیسے

بے لوث تبلیغ

آپ جب بھی گھر سے نکلتے تو صرف تبلیغ دین کا جذبہ لے کر نکلتے، نہ کبھی تقریر سے پہلے کوئی مطالبہ کیا نہ کسی سے پیشگی وصول کی، اگر واپسی پر کسی نے کچھ دے دیا تو اسے گننے کی زحمت گوارا نہیں کی اور اگر کسی نے کچھ نہ دیا تو اس سے جھگڑا نہیں کیا بلکہ گھر جا کر دھمکی آمیز فون بھی نہیں کیا ورنہ آج کل مہنگائی کی وجہ سے کئی ساتھی میرے سمیت بہانہ بنا کر باتھ روم چلے جاتے ہیں، پیسے کم ہونے کی صورت میں ڈرون حملوں کی دھمکی دیتے ہیں، مگر شیر جھنگ کے ہاں خلوص ہی خلوص، محبت ہی محبت، پیار ہی پیار نظر آتا تھا۔

شہید زندہ ہیں..... کاش کوئی لوٹ کر آ سکتا ہوتا تو ہم ضرور ان کو پھر سے لے آتے..... مگر کیوں؟ وہی زندگی اصل زندگی ہے جس کا اعلان قرآن کریم میں ہے بل احیاء عند ربھم یرزقون۔ یادیں باقی رہیں گی۔

رخصت ہوا تو ہاتھ ملا کر نہیں گیا — وہ کیوں گیا یہ بھی بتا کر نہیں گیا

یوں لگ رہا ہے جیسے ابھی لوٹ آئیگا — جلتا ہوا چراغ بجھا کر نہیں گیا

فنا فی اللہ کی تہہ میں بقا کا راز مضمر ہے جسے مرنا نہیں آتا، اُسے جینا نہیں آتا

امیر عزیمت، امیر کاروانِ ناموسِ صحابہؓ، شیر اسلام

مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

اور اُن کے بلوفا جانشینوں

مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ، مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ
مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ، مولانا علی شیر حیدری شہیدؒ

اور دیگر سینکڑوں شہداء کارکنان کی عظمت کو سلامِ عقیدت پیش کرتے ہیں

اہل السنّت کی عظیم دینی درسگاہ

جامعہ محمدیہ حشمت مرالی کبیر والا ضلع خانیوال

بیاد:۔ مجاہد اسلام حضرت مولانا نذیر احمد صدیقی رحمۃ اللہ علیہ بانی جامعہ ہذا

مختصر تعارف

جامعہ ہذا وفاق المدارس العربیہ سے الحاق اور گورنمنٹ سے رجسٹرڈ شدہ ادارہ ہے۔ جس میں کثیر تعداد میں مقامی اور مسافر طلباء محنتی اساتذہ کی نگرانی میں حفظ قرآن کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ نیز مسلمان بچیوں کی تعلیم و تربیت کیلئے شعبہ بنات میں مقامی اور مسافر بچیاں تعلیم میں مصروف ہیں جن کے قیام و طعام، میڈیکل وغیرہ کے اخراجات مدرسہ ہذا برداشت کرتا ہے۔

اہل خیر سے تعاون کی درخواست ہے۔ جزاکم اللہ

منجانب قاری ظہور احمد صارم ناظم اعلیٰ جامعہ محمدیہ حشمت مرالی کبیر والا ضلع خانیوال
رابطہ: 0345-4634428

مجددِ ملت.....رفت ولے نہ از دلے ما

از :۔ فاضلِ جلیل مولانا محمد محمود عالم صفدر اوکاڑوی
برادرزادہ امام المناظرین مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ

امیر عزیمت، فخر ملت پاسبان ناموس صحابہ حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ اپنے دور کے مجددین میں سے تھے..... حق تعالیٰ جل شانہ نے آپؒ سے دفاع صحابہؓ کا جو تجدیدی کام لیا ہے وہ تا قیامت تابندہ رہے گا۔ آپؒ نے علامہ عبدالشکور لکھنویؒ کی طرح رافضیت کا عوامی کٹہروں میں پردہ چاک کیا۔ اور انہیں منہ دکھانے کے قابل نہ چھوڑا۔ رافضیت جو تقیہ کی چادر اوڑھے چودہ صدیوں سے اسلامی عمارت کے ردودیوار کو نقصان پہنچا رہی تھی، آپؒ نے ایک ہی للکار سے چادر کے تانے بانے بکھیر دیئے۔ اور شمنان صحابہؓ، عدوانِ اسلام کی نیندیں حرام کردیں۔ آپؒ کا سلسلہ تصوف چشتیہ، صابریہ، نظامیہ، امدادیہ، رشیدیہ، مدنیہ تھا۔ آپؒ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے فرزندِ اعظم حضرت مولانا اسعد مدنی نور اللہ مرقدہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے سلسلہ چشتیہ کا خاصہ سوز وگداز ہے اور فنائیت ہے اسی کی وجہ سے چشتی ہر دور میں جہاد کے علمبردار، شہرت ونام ونمود سے نفور، دنیاوی الائشوں سے دور رہے ہیں۔ مولانا میں جب اس روحانی نسبت نے اثر کیا تو وہ عظمت صحابہؓ کی طرف کھینچ کر لے گئی۔ حق تعالیٰ کی شان ہے کہ رافضیت پر پہلے کام کرنے کے جو حضرات علمبردار تھے مثلاً امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ، امام اہل سنت مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنوی، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ، استاد المناظرین مولانا دوست محمد قریشیؒ امام پاکستان سید احمد شاہ صاحب چوکیروی، حضرت مولانا اللہ یار خان صاحب چکڑالوی نور اللہ مرقدھم یہ تمام حضرات سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سے منسلک تھے۔ حق تعالیٰ نے چاہا کہ سلسلہ چشتیہ کے ارباب دل سے بھی اس میدان میں کام لیا جائے تو شیخ العرب والعجم حضرت مدنیؒ کے عظیم خلیفہ قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نور اللہ مرقدہ، نے تحریک خدام اہل سنت کی بیاد رکھی۔ ادھر آپؒ نے اس تحریک کے ذریعے شمالی پنجاب کے اہل حق کو روافض کی دسیہ کاریوں سے محفوظ رکھنے کے لئے تقریر وتحریر کا محاذ گرم کیا۔ تو دوسری طرف حضرت مدنیؒ کے دوسرے عظیم المرتبت فقید المثال تلمذِ رشید، مناظر اعظم علامہ عبدالستار صاحب تونسوی مازالت شموس فیوضہ بازغۃ علینا نے تحریک تنظیم اہل سنت کے نام پر جنوبی پنجاب کے مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت کا بیڑا اٹھایا اور اسماعیل جیسے بڑے بڑے شیعہ مناظرین کو پے در پے شکستوں سے دوچار کر کے تا قیامت غلامانِ صحابہؓ کا سر فخر سے بلند کردیا۔ آپؒ بھی سلسلہ چشتیہ سے منسلک تھے اور حضرت مدنیؒ سے بیعت تھے۔

CamScanner

پھر قدرت کو منظور ہوا کہ محاذ کا رخ بدلا جائے اور رافضیت کے خلاف سنیت کی یہ جنگ اپنا پینترا تو خدائے عزوجل کی حکمت بالغہ نے مولانا حق نواز جھنگویؒ کو لا کر اسی میدان میں کھڑا کیا۔ اور آپؒ کو وہ اخلاص، جرأت، ہمت بخشی کہ جس نے خیر القرون کی یاد دلا دی۔ اور آپؒ کی ضرب کاری سے رافضیت پر وہ برا وقت آیا کہ اسے اسکے دجالی قلعوں نے بھی پناہ دینے سے انکار کر دیا۔ اور تحریک سپاہ صحابہؓ نے جنگ کو جو رخ دیا بہت سے احباب و اکابر کی رائے اگرچہ مختلف تھی مگر بندہ کی رائے یہ ہے کہ یہ کام بہت سی تکوینی حکمتوں پر مبنی تھا۔۔ اگر تحریک کا رخ اس زور سے نہ بدلتا جو مولانا جھنگویؒ نے بدلا تو شاید آج پاکستان میں ایرانی چالیں کامیاب ہو چکی ہوتیں۔ اور مملکت خداداد میں آج ایرانی گماشتوں کی حکمت ہوتی۔ خدا مولانا شہیدؒ کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے (آمین ثم آمین) کہ آپؒ نے ہوا کا رخ بدل دیا۔ آندھیوں سے ٹکرا گئے۔ اور اسی کا نتیجہ ہے کہ آج پاکستان میں سنی سر فخر سے اٹھا کر چل رہا ہے اور باطل کو چھپنے کے لئے جگہ بھی نہیں مل رہی۔

ایک دفعہ بندہ سیدی و مرشدی و مولائی، قائد اہل سنت، وکیل صحابہ حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں بغرض ملاقات بیٹھا تھا۔ صرف بندہ اور حضرت کی ذات بابرکات تھی آہ! کیسے لوگ تھے۔ کہ آج پھر جب ان کی روحانی مجلس یاد آتی ہے تو روح کا ایک ایک انگ تڑپتا ہے۔ اور دل خون کے آنسو روتا ہے۔ آہ! ان لوگوں کے بغیر آج دنیا اندھیری ہے۔ آپؒ نے فرمایا کہ جو کام مولانا جھنگوی شہیدؒ نے شروع کیا ہے یہ جنگ ہے اور جنگ کے لئے تیاری چاہئے۔ میں یہ چاہتا تھا کہ یہ جنگ تیاری کے بعد شروع ہو مگر انہوں نے کر دی اب اس کو چلنا چاہئے۔

مولانا شہیدؒ کی بندہ کو صرف ایک دفعہ ہی زیارت ہو سکی۔ لیہ میں جناح پارک میں مولانا کا عظیم الشان خطاب تھا۔ اور بندہ ابھی بچپن کے زمانہ میں تھا۔ تقریباً 1988ء کی بات ہے ابھی بندہ حفظ میں تھا والد محترم کی عادت مبارکہ شروع ہی سے رہی ہے کہ ہم دونوں بھائیوں کو اکثر شب جمعہ اور تمام دینی پروگراموں میں ساتھ لے جاتے اور رات گئے واپس آتے۔ ان کی اسی محنت کو آج ہمارے ٹوٹے پھوٹے کام میں بڑی حد تک دخل ہے۔ خدا تعالیٰ آپ کی صحت اور عمر میں برکت عطا فرمائے (آمین) خیر بندہ نے جلسہ میں شرکت کی، بیان کے بعد والد محترم اسٹیج پر لے گئے تو مولانا شہیدؒ نے بندہ کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ اس وقت کیا معلوم تھا کہ یہ درویش وقت کا وہ قلندر ہے کہ جس کے نام کو خدا تعالیٰ نے تا قیامت روشن رکھنا ہے۔

مولانا شہیدؒ اپنے خطابات میں اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

فنا فی اللہ میں بقا کا راز مضمر ہے
جسے مرنا نہیں آتا اسے جینا نہیں آتا

فنا فی اللہ اولیاء کے ہاں ولایت کا ایک مقام ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دھلوی فرماتے ہیں کہ جو شخص اس مقام تک پہنچ جاتا ہے حق تعالیٰ اسے تا قیامت بقا نصیب فرماتے ہیں۔ اور اس کا نام تا قیامت زندہ رہتا ہے۔ شاہ ولی اللہؒ کو بھی حق تعالیٰ شانہ نے یہ مقام نصیب فرمایا تھا۔ اسی وجہ سے آپؒ کا نام زندہ ہے اور تا قیامت زندہ رہے گا۔ اس شعر کا ایک مطلب تو یہی ہے جو بیان کیا جا چکا ہے۔ اور دوسرا مطلب عوام کے اعتبار سے ہے اور مولانا شہیدؒ کی مراد بھی غالباً دوسرا مطلب ہی ہوتی تھی۔ کہ جو اللہ کے راستے میں قربان ہو جاتا ہے۔ شہید ہو جاتا ہے اسے حیات ابدی نصیب ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ خالق کائنات نے اپنی مبارک کتاب میں فرمایا ہے: "ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات، بل احیاء ولکن لا

تشعرون" کہ شہداء زندہ ہیں انہیں مردہ نہ کہو لیکن تمہیں شعور نہیں۔ مولانا شہیدؒ کو پہلا مقام حاصل تھا یا نہیں اس بارے میں تو اہل تصوف ہی کی گواہی معتبر ہوگی اگرچہ اس قدر کام حق تعالیٰ اپنے خاص بندوں سے ہی لیتے ہیں۔ مولانا لکھنویؒ کی ولایت بھی چھپی ہوئی تھی۔ مولانا ابوالحسن علی ندویؒ ان کے حالات میں لکھتے ہیں کہ "مولانا الیاس صاحب لکھنؤ تشریف لائے، مجھے یاد ہے کہ دارالعلوم کی مسجد کے وضو خانہ میں وضو کرتے ہوئے مولانا نے فرمایا کہ مولانا عبدالشکور صاحب کو یہاں وہی درجہ ہے جو ہمارے اطراف میں مولانا اشرف علی تھانوی کا۔ مولانا نے دارالمبلغین میں مولانا محمد الیاس صاحب اور ان کے رفقاء کی دعوت کی مولانا بڑے شوق سے تشریف لے گئے۔ دعا کی درخواست کی گئی تو ان الفاظ سے دعا کا آغاز کیا کہ "اولیائی تحت قبائی لا یعرفھم سوائی" جس سے اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں مولانا کا جو مقام ہے وہ سب کو معلوم نہیں۔

ایسے بڑے کام اولیاء سے ہی لیے جاتے ہیں۔ دوسرے معنی کے اعتبار سے واقعی فنا فی اللہ کے مقام پر جام شہادت پی کر فائز ہوئے اور تا قیامت آپ کا نام ان شاء اللہ باقی رہے گا۔

رئیس المناظرین، فخر المحدثین، امام المتکلمین، سرخیل احناف، پاسبان مسلک اہل سنت والجماعت حضرت اقدس مولانا محمد امین صاحب صفدر اوکاڑویؒ بھی آپؒ کی خدمات کے مداح تھے۔ مولانا شہیدؒ بھی حضرت اوکاڑویؒ سے استفادہ فرماتے تھے۔ ایک دفعہ غالباً بورے والا کے علاقہ میں اہل بدعت سے مناظرہ تھا۔ تو شرائط مناظرہ کے لئے حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرتؒ نے فرمایا کہ شرائط دو قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک وہ کہ مناظرہ ہو اور آپ کو فتح ہو۔ اور دوسری یہ کہ مناظرہ ہی سے دشمن فرار ہونے میں عافیت جانے اس پر مولانا (جھنگویؒ) بڑے حیران ہوئے۔ اور کہا کہ کیا حضرت واقعی ایسا ہے۔ تو حضرتؒ نے فرمایا بالکل، تو عرض کیا کہ دونوں شرائط لکھ کر مجھے دکھائیں۔ حضرت نے لکھ کر دے دیں۔ اس پر بہت خوش ہوئے۔ ایک دفعہ حضرت سے عرض کیا کہ میری یہ خواہش ہے کہ جس طرح "قم" ایران میں روافض کی یونیورسٹی ہے جس میں مجتہد تیار کئے جاتے ہیں۔ ہماری بھی یونیورسٹی ہو جہاں علماء کو پانچ سال لگوا کر تحقیق و تصنیف کے میدان کے لئے تیار کیا جائے۔ مولانا کی خواہش تھی کہ یہ کام جھنگ میں ہو مگر حضرتؒ کی مصروفیات نے اس کی اجازت نہ دی اور مولانا شہید ہو کر راہی دارالبقا ہو گئے۔

مولانا شہیدؒ تقریر میں بے مثل ہونے کے ساتھ ساتھ فن مناظرہ میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے۔ اور کئی مناظروں میں اہل باطل کو عبرت ناک شکست دی۔ اہل بدعت کا مشہور مناظر اشرف سیالوی بھی آپؒ کے سامنے نہ ٹھہر سکا اور شکست سے دوچار ہوا۔ افسوس کہ بعض غداروں کی غداری نے فتح کو شکست کے رنگ میں رنگنے کی کوشش کی مگر

نور خدا ہے کفر کی پیشانی پر خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

مولانا کا یہ مناظرہ تا دیر اہل بدعت کو سوچنے پر مجبور کرتا رہے گا۔ اور "فاعتبروا یا اولی الابصار" پر عمل کرواتا رہے گا۔ مولانا شہیدؒ اپنے مشن میں مخلص، جانثار اور وفادار تھے۔ عظمت صحابہؓ کی خاطر آخر اپنے خون کا آخری قطرہ بھی بہا کر پچھلوں کے لئے بھاری قرض چھوڑ گئے کہ اب اس خون کے نتائج تم نے حاصل کرنے ہیں۔ آہ! اس زمانے نے کتنے جھنگویوں کو جدا کیا۔ ؎ زمین کھا گئی آسمان کیسے کیسے.....

مولانا شہیدؒ پر مختلف کتب اور خصوصی نمبر شائع ہو چکے ہیں لیکن ان کے مطالعہ سے تشنگی باقی رہتی تھی۔ خدا جزائے خیر دے اپنے دور کے قلم وقرطاس کے شاہسوار مولانا ثناء اللہ سعد بارک اللہ فی مساعیہ کو کہ انہوں نے اس کام کا بیڑا اٹھایا۔ امید ہے جس طرح انہوں نے جرنیل سپاہ صحابہؓ مولانا اعظم طارق شہید نور اللہ مرقدہ کے خصوصی نمبر کو چار چاند لگا کر شائع کیا اور ارباب علم ودانش سے صدہا خراج تحسین حاصل کئے۔ اسی طرح یہ بھی اپنی تمام خوبیوں کے ساتھ شائع ہوگا۔ اور مولانا کے لئے جہاں اس حیات فانی میں نیک نامی کا ذریعہ بنے گا وہاں آخرت میں بھی بلندی درجات کا سبب بنے گا۔ بندہ ان دنوں کافی مصروف ہے اور مختلف تصانیف زیر قلم ہیں (۱) جامع الاسرار شرح نور الانوار (۲) احادیث ترک رفع یدین پر اعتراضات کا علمی جائزہ (۳) انوارات صفدر جلد دوم (۴) ایک کتاب زیارت روضہ اقدس کے مسائل اور ان پر مطاعن کے جوابات میں لکھی جا رہی ہے۔

قارئین سے خصوصی درخواست ہے کہ اپنی مقبول دعاؤں میں ہم خدامان علم کو بھی نہ بھولیں۔ حق تعالیٰ سے دعا ہے کہ مولانا شہیدؒ اور تمام شہداء کے توسل سے ہم سب کی دینی خدمات میں برکتیں عطا فرما کر اپنی رضا عطا فرمائے اور ہمیں بھی ان عظیم المرتبت لوگوں کی رفاقت نصیب فرمائے۔ اپنے فضل وکرم سے اور ان کو اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت نصیب فرمائے کہ یہی ان کا حق ہے۔ آمین بجاہ النبی الکریم الذی حیّ یرزق فی قبرہ علیہ الف الف تحیۃ وسلام

حب صحابہ رحمۃ اللہ — بغض صحابہ لعنۃ اللہ

سلام عقیدت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیلئے جنہوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا سب کچھ قربان کر دیا اور شہداء کاروان ناموس صحابہؓ پر جنہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اپنا سب کچھ قربان کر دیا

ہم امیر عزیمت، امیر کاروان ناموس صحابہؓ، شیر اسلام

مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

اور ان کے باوفا جانشینوں

شہید ناموس صحابہ حضرت مولانا ایثار القاسمی رحمۃ اللہ علیہ ایم این اے

شہید ملت اسلامیہ حضرت علامہ ضیاء الرحمن فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

شہید ناموس صحابہ حضرت مولانا محمد اعظم طارق رحمۃ اللہ علیہ ایم این اے

حبر الامت ضیغم اسلام علامہ علی شیر حیدری شہید رحمۃ اللہ علیہ

کی عظمت کو سلام پیش کرتے ہیں

امیر کاروان، قائد تحریک انقلاب، جانشین شہداء قائدین حضرت مولانا محمد احمد لدھیانوی اور ان کے رفقاء ومعاونین پر مکمل اعتماد کا اظہار کرتے ہیں

امیر عزیمت شہیدؒ کی یاد میں سالنامہ سرخرو کی خصوصی اشاعت کے اہتمام پر

جناب خادم حسین صاحب ڈھلوں ڈائرکٹر — ابو محمد ثناء اللہ سعد

کو مبارک باد پیش کرتے ہیں

من جانب انتظار احمد بھٹی وارا کین ضلع ساہیوال

مولانا جھنگوی شہیدؒ مجدد العصر تھے

مولانا محمد عمیر شاہین مدظلہٗ، میلسی

نسلِ ابنِ سبا یہودی جو مذہبِ حق میں دراڑیں ڈالنے کیلئے ابتداءِ اسلام ہی سے تعاقب میں ہے اہلِ بیتؓ کا نام لے کر اصحابِ رسولؐ پر تبرا بازی ان کا پسندیدہ مشغلہ رہا، ضلالت وگمراہی کی چادر اوڑھے یہ قاتلانِ امام حسینؓ کا گروہ آج انہی کا نام لیے سادہ لوح مسلمانوں کو اپنی طرف راغب کرنے کے لیے تعلیماتِ آلِ رسول کے در پردہ تخریب کاری کا بازار گرم کیے ہوئے ہے۔ انہوں نے تربیت یافتگانِ رسول کو ہدفِ طعن وتشنیع بنانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ معاندین کی یہ شورش بڑی دلسوز ہے۔ یہ اہلِ تشیع ہمیشہ شجرِ اسلام کی جڑ کاٹنے کو تیار رہے۔ ابنِ سبا نے سب سے پہلے نظریۂ امامت ایجاد کر کے اس کا خوب پرچار کیا۔ ساتھ ساتھ اس ملعون نے اصحابِ ثلاثہؓ کی تکفیر اور واشگاف انداز والفاظ میں سب وتبرا کرنے کا سلسلہ شروع کیا۔ اس بات کا اقرار ان کی نسل کے مجتہدین ملا باقر مجلسی جیسے لوگ اپنی معتبر کتب میں کر چکے ہیں۔ بلکہ شیعہ مجتہدین تو اس سے بڑھ کر اقرار کر چکے ہیں۔ **"فمن ھٰھنا قال من خالف الشیعة اصل التشیّع والرفض ماخوذ من الیھودیة"** (دیکھئے فرق الشیعہ ص ۳۰/ رجال کشی ص ۱۰۸/ تنقیح المقال ص ۸۷/ بحار الانوار ص ۲۸۷ ج ۲۵/ تفسیر مرأۃ الانوار ص ۶۲) یعنی "یہیں سے وہ لوگ جو شیعہ کے مخالف ہیں یہ کہتے ہیں کہ شیعیت ورافضیت، یہودیت سے ماخوذ ہے۔"

نیز مرزا غلام احمد قادیانی ملعون کہتا ہے:

"میرے استاد ایک بزرگ شیعہ تھے ان کا مقولہ تھا کہ وباء کا علاج فقط تولا اور تبرا ہے۔ یعنی آئمہ اہل بیتؓ کی محبت کو پرستش کی حد تک پہنچا دینا اور صحابہؓ کو گالیاں دیتے رہنا، اس سے بہتر کوئی علاج نہیں۔" (دافع البلاء ص ۷)

عبارت مذکورہ سے یہ بات سورج کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ یہ خطرناک گروہ قادیانی شیعیت کی پیداوار ہے۔ اس دشمنِ اسلام گروہ نے اصحابِ رسول کو موردِ طعن محض اس وجہ سے بنایا کہ انہیں معلوم تھا کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے چشم دید گواہ یہی جماعت ہے۔ جب عینی گواہ مجروح ہوں گے تو عمارتِ اسلام منہدم ہو جائے گی۔

عوام الناس ہمیشہ حُبِّ اہل بیتؓ کے خوشنما نعرے سے دھوکہ کھا گئے، اور اس شاطر دشمن کو مسلمانوں کا ایک فرقہ تصور کرنے لگے۔ اس غلط فہمی کی وجہ ان کی اصل کتب جو نایاب تھیں، ان کے عقائد کا کسی کو علم نہ تھا اور ساتھ ہی کتمان اور تقیہ کی سادہ چادر انہوں نے اپنے اوپر ہمیشہ تانے رکھی۔ یہ اثناء عشریہ مذہب نہ صرف بے شمار ضروریاتِ دین کا منکر ومکذب ہے بلکہ ان کا کلمہ سے لے کر قرآن مجید تک مسلمانوں سے جدا ہے۔ دائرہ اسلام میں ان کو شمار کرنا خود اسلام کی نفی ہے۔

علماءِ حق نے ہمیشہ مسلمانانِ عالم کو ان کی شقاوت، ضلالت اور کفر ونفاق سے آگاہ کیا ہے۔ علامہ ابوبکر العربی، شیخ ابن تیمیہؒ، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ، امام اہل سنت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ نے تو اثناء عشریہ کے

کفریہ عقائد کی بنیاد پر ان کی تکفیر کا فتویٰ جاری کیا، جس پر اکابرین دیوبند شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنیؒ، علامہ شبیر احمد عثمانی، مفتی محمد شفیعؒ جیسے اصحاب علم و دانش نے تصدیقی دستخط ثبت کیے ہیں۔ (دیکھئے ماہنامہ بینات۔ کراچی)

جھنگ کی سرزمین سے مردِ قلندر، خطابت کے بے تاج بادشاہ، علم و عمل کے زیور سے آراستہ، دلائل کی قوت سے لیس، مضبوط ایمان و یقین سے مزین، للکار، گرج، انداز، عزیمت، استقلال و استقامت کے ساتھ مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ میدانِ عمل میں اس وقت اُترے جب پاکستان میں ۹۸ فی صد کلیدی عہدوں پر یہ دشمنِ اسلام گروہ غالب آچکا تھا۔ قریب تھا کہ پاکستان کو سنی سٹیٹ کی بجائے شیعہ سٹیٹ قرار دے دیا جائے، سنی و شیعہ کے نکاح بغیر کسی قباحت کے عروج پر تھے۔ اصحاب رسولؐ پر تبرا عام ہو چکا تھا۔ العیاذ باللہ صدیقۂ کائنات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نام لکھ کر کتیا کے گلے میں ڈال دیا جاتا تھا۔ لاہور میں بیٹھا غلام حسین نجفی اپنی غلیظ قلم سے اصحاب رسول پر نمبر لگا کر گالیاں لکھ رہا تھا۔ کراچی سے شیخ سقیفہ جیسی کتاب کے ٹائٹل پر کتے کی تصویر بنا کر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی توہین کی جا رہی تھی، پاراچنار میں اہل تشیع کی طرف سے مسلمانوں پر وہ ظلم ڈھائے جا رہے تھے کہ جس کو دیکھ کر آسمان بھی روئے۔ کوئٹہ میں مسلمان بچیوں کے پستان کاٹے گئے۔ جھنگ کی سرزمین پر سنیوں پر جاگیرداروں کی طرف سے بازارِ ظلم گرم تھا۔ یہ سب کچھ ہونے کے باوجود سنی عوام لاشعور تھی۔ بے حس و حرکت ہو چکی تھی۔ یہ وہ اسباب تھے جب امیر عزیمت مولانا جھنگوی شہیدؒ نے منبر و محراب، چوکوں چوراہوں، گلی کوچوں میں ان کے کفریہ عقائد کو نیلام کرنے کا حق ادا کیا۔ اپنے پرائے مخالف، آندھیاں، طوفان، جیلیں، ہتھکڑیاں، مقدمات آئے، اس سب کے باوجود اس مردِ قلندر کی راہ میں کوئی آہنی دیوار بھی رکاوٹ نہ بن سکی۔ بستی محرم شجاع آباد میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

> ”تیری عمر اسّی برس کی ہو گئی ہے تو میری بات نہیں سمجھ سکتا اور نہ ہی شاید میں تجھے سمجھا سکوں، لیکن بڈھے بابا! یاد رکھ تیری یہ نسل میرے قبضہ میں آ چکی ہے۔ میری زندگی چار دن باقی رہ گئی، تیری نسل کے دل و دماغ میں صدیق اکبرؓ کی صداقت، فاروق اعظمؓ کی عدالت، عثمان غنیؓ کی شرافت، حیدر کرارؓ کی شجاعت، امی عائشہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کی عفت اس طرح کوٹ کوٹ کر بھر دوں گا کہ دشمن اگر کلیجہ چیر لے تو بھی آواز آئے گی کہ عائشہ مقدسہ ہے، مطہرہ ہے، منزہ ہے، جس کے لئے جبرئیل رب کا سلام لائے۔“

آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ علامہ جھنگوی شہیدؒ کے کام کی کرنیں پورے عالمِ اسلام میں پھیل چکی ہیں۔ اہل تشیع ایک گالی بن چکے ہیں۔ یہ وہ سزا ہے قدرت کی طرف سے جو وہ اصحاب محمد کی پاکیزہ جماعت کے ساتھ چودہ سو سال سے کر رہے تھے۔ آج اللہ نے علامہ جھنگویؒ کے واسطہ سے ان کو گالی بنا دیا ہے۔ مسلمانوں کا بچہ بچہ ان سے نفرت کر رہا ہے۔ یہ شاطر جماعت آج اس طرح دندناتے نہیں پھر سکتے جس طرح پہلے پھرتے تھے۔ ان کے چہرہ سے نقاب اٹھ چکا ہے۔ آفتاب کی سخت روشنی کی طرح ان کا مکروہ چہرہ واضح ہو چکا ہے۔ اس بات کو صرف میرا قلم نہیں لکھ رہا ہے بلکہ برصغیر کے مشائخ اس بات کا برملا اظہار کر رہے ہیں کہ علامہ جھنگویؒ نے احقاقِ حق کا حق ادا کیا ہے۔ یہ علامہ جھنگویؒ کے خلوص، جہدِ مسلسل اور خون کی برکت ہے کہ پوری دنیا کا غیرت مند مسلمان ان سے سوشل بائیکاٹ کیے ہوئے ہے۔ اور ان کو اسلام کا خطرناک ترین دشمن قرار دے رہا ہے۔ مولانا نے اپنے پیچھے ہزاروں غیور نوجوان چھوڑے جو آج بھی ہر باطل فرقہ کے آگے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنے ہوئے ہیں۔ اکابرین دیوبند کی دستاویز ”المہند علی المفند“ کے مطابق علامہ جھنگوی کے عقائد تھے، آج بھی ان عقائد کی حفاظت جھنگوی شہید کی روحانی اولاد کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ علامہ جھنگوی کی قبر پر کروڑوں رحمتیں برسائے۔ آمین

CamScanner

CamScanner

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امیر عزیمت شیر اسلام مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

خصوصی اشاعت

آٹھواں باب

امیر عزیمت شہید رحمۃ اللہ علیہ

مختلف دینی، علمی، ادبی،

سیاسی اور سماجی اداروں

اور شخصیات کی نظر میں

ماہنامہ سرخرو

وہ دنیا و عقبیٰ میں توقیر حاصل کر گئے

مولانا مخدوم منظور احمد صاحب زید مجدہٗ
سینئر نائب امیر جمعیۃ علماء اسلام پنجاب۔ لاہور

عالی جاہ محترم ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں صاحب زید مجدہٗ نے تو ایسی شخصیت کے بارہ میں قلم اٹھانے کا حکم فرمایا ہے جس سے دشمن دین و دشمنانِ صحابہ لرزہ براندام ہیں اور قیامت تک رہیں گے۔ ہمارے قلم اٹھانے اور کچھ لکھنے سے ہمیں کچھ فائدہ ہوگا اجر ملے گا تھوڑا سا قد بڑھے گا۔ مگر حضرت امیر محترم اس سے بلند و بالا ہیں رحمۃ اللہ علیہ

یہ مرتبہ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

یہ جرأت یہ ہمت، یہ ولولہ، یہ غیرت ایمانی خالق لم یزل نے سے حضرت امیر عزیمت کی قسمت لکھ دیا تھا ہر ایک کی ایسی قسمت کہاں۔ یہ خالق کائنات کی اپنی چوائس اور مرضی ہے جس کو چاہے اپنا پسندیدہ بنالے اور جس کو چاہے عروج تک پہنچا دے (وتعز من تشاء) حضرت مولانا حق نواز جھنگویؒ بھی ان پاک طینت مخصوص بندوں میں سے تھے۔ جن کو خالق لم یزل نے اپنے مخلص پاکیزہ اور خلوص سے لبریز دیندار، متقی، مومنین، مخلصوں کی صفوں میں لا کھڑا کیا اور یہ بلند و بالا مرتبہ صرف اور صرف صحابہ کرام کی والہانہ محبت و عقیدت کی بنا پر مرحمت فرمایا۔ والحمد للہ علی ذالک۔

ایک زمانہ تھا بندۂ ناچیز جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی دفتر رنگ محل میں مولانا غلام اکبر سلیمانی (جو ناظم اور انچارج تھے) کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت مولانا تشریف لائے تو مولانا غلام اکبر نے کہا کہ مخدوم صاحب مولانا کو جانتے ہو، میں نے کہا کہ نہیں کبھی نہیں دیکھا، تو فرمایا یہ جھنگ سے تشریف لائے ہیں ان کو حق نواز جھنگوی کہتے ہیں، یہ پہلی ملاقات تھی، حضرت کی نہ شہرت تھی نہ عہدہ انتہائی سادہ طبیعت اس وقت جمعیۃ علماء اسلام عروج پر تھی جمعیۃ کا دبدبہ تھا اتحاد کی برکت تھی رعب تھا کیونکہ قائد مفتی محمود حضرت شیخ درخواستی حضرت ہزاروی، حضرت مولانا عبدالحق حقانی، مولانا عبداللہ انور وغیرہ کے ہاتھ میں جمعیۃ کی باگ دوڑ تھی۔ بڑے بڑے جید علماء کرام جمعیۃ سے وابستہ تھے سواء جمعیۃ اور جماعت اسلامی کے اور کسی جماعت کا تقریباً نام و نشان بھی نہ تھا بلکہ میری دانست کے مطابق تو پورا پاکستان علماء حقہ، محدثین، مفسرین، مفکرین اینڈ مؤخرین و مشائخ

سے لبریز تھا۔ کراچی سے لے کر طورخم تک تمام علماء امتیہ یک جان و یک قالب تھے اتحاد تھا اخلاص تھا محبت تھی گویا کہ خلوص کا پیکر تھے۔ مولانا شمس الحق افغانی، مولانا احتشام الحق تھانوی، مولانا خیر محمد جالندھری، مولانا محمد علی جالندھری، استاذ المحدثین مولانا محمد رسول خان، حضرت شیخ بنوری، حضرت شیخ مولانا غلام اللہ خان، حضرت شیخ الحدیث کاندھلوی، حضرت مولانا ضیاء القاسمی غرض یہ کہ کوئی شہر، کوئی قصبہ ایسا نہ تھا جس میں راسخ فی العلم عالم دین پوری انجمن کی شکل میں موجود نہ ہو۔

بندۂ ناچیز اس وقت اگرچہ جمعیت اسلام کی مرکزی مجلس شوریٰ کا (اعزازی) ممبر تھا اور جمعیت لاہور کا کبھی سینئر نائب امیر اور کبھی جنرل سیکرٹری منتخب ہوتا تھا بایں ہمہ ہم ان شیوخ علماء عظام کی نسبت طفل مکتب تھے اس وقت حضرت امیر عزیمت کی حیثیت بھی اس سے زیادہ نہ تھی اس کے بعد ایک تڑپ اور ولولہ موجزن ہوا کہ محبت خدا و رسول اور محبت صحابہ کرام سے سرشار ہو کر خلد بریں میں غوطہ زن ہو گئے، دیکھتے ہی دیکھتے خداوند ذوالجلال نے وہ مقام عطا کیا جو بڑے بڑے شیوخ صوفیاء کرام علماء عظام حاصل نہ کر سکے (ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء) بلکہ آپ کی حیات طیبہ پر رشک کرتے رہے اور آج تک کر رہے ہیں یہ سب اللہ تعالیٰ کی کرم نوازی ہوئی، خصوصاً اصحاب رسول کی محبت اور جنون کی حد تک ان کے دفاع کا صلہ دیا گیا یا بالفاظ دیگر دشمنان صحابہ کو علیٰ وجہ البصیرۃ پوری دلجمعی جرأۃ اور غیرت ایمانی سے للکارا اس کے نتیجہ میں خداوند اقدس نے وہ مقام مرحمت فرمایا جس کی تمنا اور آرزو بڑے بڑے اکابر و شیوخ کرتے رہے مگر یہ مرتبہ انہی کی قسمت میں تھا اور انہی کو مل گیا دنیا و عقبیٰ میں عزت و توقیر حاصل کر گئے سابقہ ادوار کو دیکھا جائے تو یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ مدتوں بعد بلکہ صدیوں بعد ایسے ہیرے اور موتی پیدا ہوتے ہیں۔

حضرت کے ابتدائی دور میں ہمارے مدرسہ عربیہ تعلیم القرآن جامع مسجد کبریٰ کے مدرس قاری غلام مصطفیٰ مظفر گڑھی نے حضرت امیر عزیمت کو دوپہر کے کھانے کی دعوت دی، تشریف لائے صرف دو تین ساتھی اور بھی تھے اوپر والے کمرہ میں کھانا تناول فرمایا وہی سادگی واجبی سا لباس سر پر جالی والی ٹوپی، نہ کوئی رومال نہ چادر کندھے پر نہ ظاہری ٹھاٹھ باٹھ نہ رنگ ڈھنگ، نہ شیخی نہ غرور و تکبر، سچی بات تو یہ ہے کہ سلف صالحین کا نمونہ پیش فرما رہے تھے۔ پوری پوری متانت، رجوع الی اللہ علی وجہ الاتم موجود تھا مگر شومئ قسمت کی وجہ سے وابستگی کی بناء پر پوری پوری توجہ نہ دے سکا ملے ضرور بلکہ گلے ملے مگر جو اعزاز و اکرام بندۂ ناچیز پر واجب تھا نہ کر سکا۔ جس کا افسوس اس وقت سے آج تک ہے اور آخری دم تک افسوس رہے گا۔

اس طرح ایک مرتبہ خطیب اسلام مولانا محمد اجمل خان صاحب کو اپنے علاقہ تونسہ شریف میں ایک جلسہ کے سلسلہ میں لے جا رہا تھا، ملتان ایئرپورٹ پر اترے ہمیں لینے کے لئے میری ذاتی گاڑی بھی آ گئی ایک اور گاڑی بھی ہمارے ایک محترم شیخ صاحب نے بھیجی غالباً وہی موقعہ ہے، تو ڈرائیور نے حضرت امیر عزیمت کی کیسٹ لگا دی پھر بند کرنے لگا تو حضرت نے فرمایا بھائی چلنے دیں میں نے مولانا کی تقریر کبھی نہیں سنی چنانچہ حضرت از حد محظوظ ہوتے گئے اور داد دیتے رہے کہ واقعہ آج تک کھلے الفاظ میں مدلل دشمنان صحابہ کرامؓ کو کسی نے نہیں للکارا، حضرت امیر عزیمت نے دفاع صحابہؓ کا حق ادا کر دیا ہے۔ اللہ پاک ان کی روح کو تسکین عطا فرما دیں۔ (آمین)

صحابہ زندہ باد — اللہ اکبر — صحابہ زندہ باد

حب صحابہ رحمت اللہ

بغض صحابہ لعنت اللہ

سوئے مقتل جنہیں جانا تھا وہ جا بھی چکے
سر سر کچھ محبت کا خطیب آج بھی ہیں!!

امیر عزیمت، امیر کاروانِ ناموسِ صحابہؓ، شیرِ اسلام

ہم مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

اور ان کے جانشین

ایثار القاسمی — ضیاء الرحمن فاروقی — محمد اعظم طارق — علی شیر حیدری

اور دیگر سینکڑوں شہداء کارکنان کی عظمت کو سلام عقیدت پیش کرتے ہیں

مولانا محمد احمد لدھیانوی صاحب — عبدالقیوم صاحب — ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں صاحب — شمس الرحمن معاویہ صاحب

کی قیادت پر مکمل اعتماد کے ساتھ ان کی خدمات کو

خراج تحسین

پیش کرتے ہوئے تحریک ناموس صحابہ کی کامیابی کے لئے دعا گو ہیں

راؤ جاوید اقبال بہاولپور

کچھ یادیں، کچھ باتیں

حضرت مولانا مفتی گلزار احمد گل، حاصل پور

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی
اِک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

مخدوم ومکرم برادر اکبر، جناب خادم حسین ڈھلوں صاحب کا والا نامہ موصول ہوا، کئی دنوں سے کشمکش میں تھا۔ حکم تھا کہ امیر عزیمت شہید ناموسِ صحابہ حضرت مولانا حق نواز رحمۃ اللہ علیہ پر کچھ تحریر کریں جبکہ بندہ تحریر کا نہیں تقریر کا بندہ ہے۔ کاش کسی سیمینار ٹائپ پروگرام میں مدعو ہوتے تو گھنٹوں مولانا کی ذات پر بات کرتے، چاروناچار حکم کی تعمیل میں قلم لے کر بیٹھ گیا ہوں، سوچتا ہوں کہاں سے شروع کروں؟ ۱۹۸۰ء سے لے کر ۱۹۹۰ء تک دس سال کا عرصہ اُن کی یادوں سے بھرا پڑا ہے۔ یہ ۱۹۸۰ء کی دہائی کی بات ہے، میں نے میٹرک کے بعد دینی علوم کی تعلیم کے لئے دارالعلوم کبیر والا کا انتخاب کیا اور میں جامعہ میں داخل ہو گیا۔ رفتہ رفتہ مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کا نام کانوں میں پڑنا شروع ہوا اور یہ عین وہی وقت تھا جب ۱۹۷۹ء میں ایران میں خمینی انقلاب آیا اور اُس نے اپنے مذموم عزائم کو پوری دنیا پر مسلط کرنا چاہا، خاص کر پاکستان میں ایرانی سفارتخانوں کے ذریعے جب خمینی انقلاب کی درآمد کا پروگرام بنا تو للکارِ جھنگویؒ جھنگ کے گلی کوچوں سے نکل کر پورے ملک میں پھیل گئی۔ ہم بھی طالب علم ہونے کے باوجود اس حق کی للکار کو سننے کے لئے جمعہ کو جھنگ پہنچنے لگے۔ مقرر اور سامع کا یہ تعلق آہستہ آہستہ قائد اور کارکن کی محبت میں ڈھلتا چلا گیا، اور مولانا حق نوازؒ ہم سب کے دلوں کی دھڑکن بن گئے۔ پھر یہ تعلق اُن کی شہادت تک ذاتی تعلق میں تبدیل ہو گیا۔ گھریلو معاملات سے لے کر جماعتی امور تک کوئی ایسا مسئلہ نہ تھا جس پر وہ مجھ سے مشورہ نہ کرتے۔ اِن دس سالوں میں سینکڑوں واقعات ایسے ہیں جو ہاتھ باندھے میرے سامنے کھڑے ہیں کہ ہمیں بیان کرو، مگر میں ان کی اپنے ساتھ اپنائیت کو بیان کرتا ہوں۔

میں ایک طالب علم تھا وہ ایک جماعت کے سربراہ، مگر تعلق ایسا کہ کبیر والا کے قرب وجوار میں کوئی پروگرام ہو اور چھٹی کا وقت ہو تو مجھے ضرور ساتھ لیتے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ میں دارالاقامہ میں اپنے کمرے میں ہوتا اور لڑکے بھاگے ہوئے آتے کہ گیٹ پر مولانا حق نواز آپ کو بُلا رہے ہیں۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ قصبہ کگڑہٹہ میں پروگرام تھا، مولانا تشریف لے

آئے، اسباق ہو رہے تھے، مجھے بلوایا اور فرمایا کہ میں مہمان خانے میں ہوں، اسباق سے فارغ ہو لو گکڑ ہٹہ چلنا ہے۔ میں اسباق سے فارغ ہو کر مہمان خانے میں پہنچا تو کارکنوں نے مولانا کو اپنے گھیرے میں لیا ہوا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی چارپائی سے اٹھے میرا ہاتھ پکڑا اور مہمان خانے کے صحن میں ایک کونے میں لے جا کر فرمایا، تیرا کیا مشورہ ہے؟ سخت ناکہ بندی ہے اور پروگرام بڑا اہم ہے۔ میں نے بے ساختہ کہا چلیں گے ان شاء اللہ۔ اور تیاری شروع ہو گئی۔ مجھے آج بھی اچھی طرح یاد ہے مولانا نے لمبی دھاریوں والا گرم کرتہ زیب تن کیا ہوا تھا، مشورہ ہوا کہ آپ اپنا حلیہ بدل کر گاڑی میں بیٹھیں گے۔ چنانچہ مولانا نے جناح کیپ اُتار دی، چشمہ اُتار لیا، اور دیہاتیوں کی طرح پگڑ باندھ کر پچھلی سیٹ پر سر سیٹ کے ساتھ لگا کر بیٹھ گئے۔ ورکروں نے موٹر سائیکلوں کے جلو میں انہیں گکڑ ہٹہ پہنچایا۔ جیسے ہی جلسہ گاہ میں پہنچے وہ منظر قابلِ دید تھا لوگوں کے جوش وخروش اور انتظامیہ کی بے بسی پر ہنسی آ رہی تھی۔ مولانا نے جو وہاں خطاب کیا وہ بھی تاریخی تھا۔ خطاب کے بعد گرفتاری کا خطرہ تھا اور پروگرام پہلے ہی بن چکا تھا کہ تقریر ختم ہوتے ہی ساتھی مجھے گھیرے میں لے کر نعرے لگائیں گے اور مولانا دوسری طرف سے نکل جائیں گے۔

کچھ ہی دن گزرے تھے غالباً جمعرات کا دن تھا، میں عصر کی نماز پڑھ کر اپنے کمرے میں بیٹھا تھا کہ ایک ساتھی نے آ کر بتایا کہ مین گیٹ پر مولانا حق نواز جھنگوی آپ کو بلا رہے ہیں۔ میں جلدی جلدی پہنچا، مولانا گاڑی سے نکل کر کھڑے تھے، مجھے دیکھتے ہی اپنی زبان میں مزاحاً کہا "حافظ آ تخریب کاری کرن چلئے"..... اور میں چپ چاپ گاڑی میں بیٹھ گیا۔ چوک میتلہ پہنچ کر پتہ چلا کہ میلسی میں بعد نمازِ عشاء حضرت کا خطاب ہے اور داخلے کی سخت پابندی ہے۔ مولانا میلسی میں داخلے سے پہلے ناکے سے دور اُتر کر کھیتوں سے ہوتے ہوئے منزلِ مقصود تک پہنچ گئے اور جاتے ہی میزبانوں سے کہا کہ میرے ساتھیوں کو کھانا پہلے کھلا دینا، مجھے جلدی ہے اور وہ جو اس رات خطاب ہوا اللہ والی مسجد میں، یوں محسوس ہوتا تھا کہ آج یا آسمان ٹوٹ پڑے گا یا زمین پھٹ جائے گی۔ وہ بھی تاریخی خطاب تھا۔ میں ان کو کہاں کہاں اور کیسے کیسے یاد کروں! وہ اِس دور کا انسان نہیں وہ صحابہ کے قافلے سے بچھڑا ہوا کوئی فرد لگتا تھا۔

یہ غالباً ۱۹۸۸ء کی بات ہے، مجھے مولانا کا پیغام ملا جلالپور پیروالا پہنچو، کوئی مشورہ کرنا ہے۔ میں بھی افتاء کے بعد دارالعلوم سے فارغ ہو چکا تھا، مجھے ان سے اپنا مشورہ کرنا تھا۔ میں جلالپور پہنچا، جلسہ سے فارغ ہوئے رات کو لودھراں میں خطاب تھا، گاڑی میں بیٹھنے لگے تو فلک شیر سے کہا، تم آگے بیٹھو مجھے حافظ صاحب سے مشورہ کرنا ہے۔ ہم دونوں بھائی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ انہوں نے جو مشورہ کرنا تھا کیا۔ فارغ ہوئے، میں نے عرض کیا کہ اب میرے لئے کیا حکم ہے؟ کیونکہ میں اپنی تعلیم مکمل کر چکا ہوں۔ میں نے اپنے سارے حالات ان کے سامنے رکھے اور یہ بھی بتایا کہ "مولانا فضل الرحمٰن مدظلہٗ نے مجھے آفر کی ہے کہ لاہور میں جمعیت کو بہت بڑی مسجد مل رہی ہے، اس سے متصل دو کنال جگہ بھی ہے اور وہ مجھ سے خطیب مانگ رہے ہیں، میری نظر آپ پر ہے کہ آپ وہاں چلے جائیں"۔ انہوں نے میری ساری بات بڑے غور سے سنی اور فرمایا کہ تیری گفتگو سے دو سوال بنتے ہیں۔ ایک یہ کہ اب میں کیا کروں؟ اور دوسرا یہ کہ کہاں کروں؟ ان کا جواب میرے پاس امانت

تھا، آج یہ جواب ڈاکٹر صاحب کی وساطت سے میں پوری آنے والی نسل نو کے لئے نقل کر رہا ہوں تا کہ وہ اس سے استفادہ حاصل کریں۔ فرمایا: سُن ایس ایچ او تھانے میں جچتا ہے، وکیل عدالت میں جچتا ہے، ڈاکٹر کلینک میں جچتا ہے، انجینئر دفتر میں جچتا ہے، مولوی اپنے مدرسے اور مسجد میں جچتا ہے۔ میں نے کہا جی مدرسہ اور سیاست؟ تو جھنگوی شہیدؒ نے اپنی زبان میں فرمایا ''میں نوں کریندا پیاں'' یعنی میں نہیں کر رہا؟ ..... دوسری بات فرمائی لاہور اور کراچی جا کر تو میں بھی ولی بن سکتا ہوں، ان کو کیا پتہ (جتھے حمیاں پلیاں اوتھے بیہہ کے کم کر) یعنی جہاں پلے بڑھے ہو اس شہر میں منبر پر بیٹھ کر بات کرو، اور آپ پر کوئی انگلی نہ اٹھائے۔ میں نے ان کی اس بات کو پانی دیا اور الحمدللہ آج تک دے رہا ہوں۔ (مگر تجربے سے یہ ثابت ہوا ہے کہ دینی کام کے لئے بھی ہجرت ضروری ہے وگرنہ گھر کی مرغی تو دال برابر ہی ہوتی ہے) میں ان کی یادوں میں کہاں کھو گیا، اس کے لے تو پوری کتاب چاہئے۔ یہ مضمون لکھنا ہے۔

ہمارے شہر حاصل پور میں دیوبند کے فاضل عالم مولانا قاضی قمرالدین رحمۃ اللہ علیہ تھے، انہوں نے مجھے فرمایا کہ مولانا حق نواز کی تاریخ چاہئے اور ہو بھی فلاں تاریخ۔ میں نے ڈائری دیکھی تو تاریخ خالی تھی اور اگلے دن جھنگ عدالت میں پیشی تھی۔ میں نے عرض کیا یہ تاریخ چاہئے، فرمانے لگے کہ جان بوجھ کر میں نے خالی رکھی ہے، اگلے دن میری پیشی ہے۔ میں نے اصرار کیا تو فرمایا شرط ہے مجھے راتوں رات پہنچانا ہوگا۔ میں نے قاضی صاحب سے بات کی، انہوں نے ہاں کر دی۔ تاریخ پکی ہو گئی۔ مولانا پہنچ گئے خدا کا کرنا کہ مغرب کے بعد جو ژالہ باری شروع ہوئی رات گئے تک جاری رہی، جلسہ نہ ہو سکا۔ مولانا شہیدؒ کو کار پر روانہ کر دیا گیا۔ آج تک یہ عقدہ حل نہ ہوا کہ قصور کس کا تھا؟ ٹیکسی والے نے گاڑی خراب ہونے کا بہانہ کر کے مولانا کو ہیڈ اسلام پر اُتار دیا اور خود چلا گیا۔ بارش، طوفان اور آندھی کے اس قیامت خیز منظر میں مولانا اکیلے بے یار و مددگار ساری رات کھڑے رہے، پتہ نہیں کب کوئی سواری آئی اور مولانا کیسے جھنگ پہنچے۔ ضمانت کینسل ہو چکی تھی۔ مجھے ساری زندگی اس سانحہ کا دُکھ رہے گا۔ انہوں نے بھی کوئی رعایت نہیں کی جب جہاں ملاقات ہوئی کتنا بڑا مجمع ہوتا، فرماتے ''ایس تے مینوں مار چھڈیا ای اللہ بچایا اے'' یعنی اس نے تو مجھے مروا دیا تھا مگر اللہ نے بچا لیا۔ یہ ان کے صاف دل ہونے کی نشانی تھی۔

ایک آخری واقعہ بیان کر کے اپنی بات کو ختم کرتا ہوں، ان کی زندگی کے آخری دنوں میں جب ہم سب نے محسوس کیا کہ جمعیت اور سپاہ کے کام میں کوئی ایک کام کمزور پڑ رہا ہے تو مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ کے مشورہ سے ہم نے فیصلہ کیا کہ جھنگوی کو جمعیت پنجاب کا امیر چن لیا جائے تا کہ کام میں آسانی ہو۔ اس پر خوب ورک بھی کیا مگر انتخاب والے دن مولانا امیر حسین گیلانی رحمۃ اللہ علیہ (اللہ ان کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے) اور ان کے ساتھیوں نے مولانا فضل الرحمٰن کی شہہ پر جس طرح تاریخی دھاندلی کی، تاریخ اس پر تا قیام قیامت شرمندہ رہے گی، اگرچہ بعد میں بھی مولانا امیر حسین گیلانی رحمۃ اللہ علیہ، امیر عزیمت شہید رحمہ اللہ کے ہر مشکل وقت میں کام آتے رہے مگر جو گرہ دل میں پڑ چکی تھی وہ موت تک کھل نہ سکی۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ حضرت امیر عزیمتؒ کی شہادت کے کچھ دن پہلے مدینہ منورہ سے ہمارے ایک

دوست پاکستان آئے اور انہوں نے مولانا حق نوازؒ سے ملنے کی خواہش ظاہر کی میں ان کے ساتھ جھنگ گیا۔ مولانا نے فرمایا کچہری آ جاؤ، ہم پہنچے، سرسری ملاقات ہوئی۔ مولانا کے ساتھ عقیدت مندوں کا رش تھا، ایک دفتر سے دوسرے دفتر اور دوسرے سے تیسرے دفتر..... عصر ہوگئی..... کھانا بھی عدالت میں کنٹین پر سب نے کھایا۔ فارغ ہوئے تو مجھے طنزاً کہا "ونج اپنے گوربہ چوف نوں دس ووٹ انج ملدے نے" یعنی فرمایا جاؤ اپنے گوربہ چوف کو بتلاؤ کہ ووٹ ایسے ملتے ہیں۔ ان کی مراد مولانا امیر حسین گیلانی تھے۔ اس واقعہ کے چند دنوں بعد یہ جان لیوا خبر سننا پڑی کہ کسی شقی القلب نے امی عائشہ رضی اللہ عنہا کے روحانی بیٹے کو ہم سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جدا کر دیا۔ میں ایک بات کہہ کر اپنی بات کو ختم کرتا ہوں کہ عشق اصحاب رسول کی جو شمع انہوں نے مسلمانوں کے دل میں اپنے خون سے روشن کر دی، اب قیامت تک بجھائی نہیں جا سکتی اور میری کیفیت تو ان کے بارے میں یہ ہے کہ بقول شاعر۔

وہ کب کے آئے بھی اور گئے بھی
مگر اب تک نظر میں سما رہے ہیں
یہ چل رہے ہیں وہ پھر رہے ہیں
یہ آ رہے ہیں وہ جا رہے ہیں

حب صحابہؓ رحمۃ اللہ — بغض صحابہؓ لعنت اللہ

فنا فی اللہ کی تہہ میں بقا کا راز مضمر ہے
جسے مرنا نہیں آتا، اُسے جینا نہیں آتا

امیر عزیمت، امیر کاروانِ ناموسِ صحابہؓ، شیر اسلام
مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

اور اُن کے باوفا جانشینوں
مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ، مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ
مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ، مولانا علی شیر حیدری شہیدؒ

اور دیگر سینکڑوں شہداء ناموسِ صحابہؓ کی عظمت کو سلام پیش کرتے ہیں

امیر کارواں، قائد تحریک انقلاب، جانشین شہداء قائدین
حضرت مولانا محمد احمد لدھیانوی
اور ان کے رفقاء و معاونین پر مکمل اعتماد کا اظہار کرتے ہیں

قائد پنجاب مولانا شمس الرحمٰن معاویہ کو مبارک باد پیش کرتے ہیں

من جانب
چوہدری نصیر احمد گجر، چوہدری فاروق احمد گجر

سبحان اللہ زرعی سروس
چک سکھیرا آگے والا ضلع لودھراں
0302-7777842

امیر عزیمت شہیدؒ کی یاد میں خصوصی اشاعت کے اہتمام پر
سالنامہ سرخروؔ کی انتظامیہ کو خراجِ عقیدت
پیش کرتے ہیں

مولانا حق نواز شہیدؒ

اک مخلص اور محبِ وطن سیاستدان

مولانا محمد شاہ نواز فاروقی مدظلہ

بے اثر ہو گئے سب حرف و نوا تیرے بعد
کیا کہیں دل کا جو حال ہوا تیرے بعد
تو بھی دیکھے تو ذرا دیر تک پہچان نہ پائے
ایسی بدلی تیرے کوچے کی فضا تیرے بعد

پاسبانِ ناموسِ صحابہؓ امیر عزیمت علامہ حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان خوش نصیب اور گنے چنے افراد میں سے تھے جنہیں حق جل مجدہٗ نے بے شمار کمالات اور خوبیوں کا مرکز بنایا تھا۔ آپ نہ صرف قادر الکلام مقرر، پُرسوز مبلغ حاضر جواب صاحبِ مطالعہ عالم، جذبۂ غیرت وحمیت سے سرشار مجاہد، بے خوف لیڈر و قائد اور متبع سنت انسان تھے، بلکہ آپ ایک خدا ترس، عوام دوست، محبِ دین، زیرک، دور اندیش، حالات کو سمجھنے اور ان کے نتائج پر گہری نظر رکھنے والے اعلیٰ درجہ کے سیاست دان بھی تھے۔ آپ دین و دنیا شناس، دانشمند اور سیاسی و روحانی افکار کے حامل شخص تھے۔ وفورِ عقل، علم و تدبر، صلاح و سداد، شجاعت و سخاوت اور سنجیدگی و متانت میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔ اپنے ہر سیاسی و سماجی کام میں دینی کاموں کی طرح اخلاص وللّٰہیت کی روشن اور زندہ و جاوید تصویر تھے۔ تکلف و تصنع سے کوسوں دور، ظاہر و باطن میں یکساں، مخلص و بے ریا، ملک وملت کے خیر خواہ، انتہائی ہمدرد و فعال اور انتھک سیاسی رہنما تھے۔ جنہوں نے ہر نازک مرحلے میں ملک وملت کی فلاح و بقا، عروج وارتقاء، اور سالمیت کیلئے اپنی تمام تر صلاحیتیں صرف کر کے نمایاں کردار ادا کیا۔

لیکن اپنی سیاسی ترقی، اور کرسیٔ اقتدار کا نشہ لینے کے لئے نہ ہی ذہن سے کفر وایمان، مومن و کافر اور مذہب و مسلک کا فرق جانے دیا اور نہ ہی کبھی دنیوی اور ذاتی مفاد پر دینی اور اجتماعی مفاد کو قربان ہونے دیا بلکہ ہمیشہ دینی اور قومی و اجتماعی مفاد کی تحصیل کے لئے کوشاں رہے۔

مولانا حق نواز شہید رحمہ اللہ ایک منفرد سیاست دان تھے۔ جو دینی و مسلکی اور سیاسی کام بیک وقت سرانجام دیتے تھے۔ البتہ دینی و مسلکی کاموں کو سیاسی کاموں پر ترجیح دیتے تھے۔ ان کی مذہب و مسلک کی محبت ان کی سیاست پر اس قدر غالب اور سیاست اس قدر مغلوب تھی کہ ان کا سیاسی تشخص ان کے مذہبی تشخص کے بوجھ تلے دب کر رہ گیا تھا۔ وہ سیاست کو سواری اور غلبۂ اسلام اور ناموسِ صحابہ کرامؓ کے آئینی تحفظ کو اپنی منزل سمجھتے تھے۔ وہ سیاست کی سواری پر سوار ہو کر غلبۂ اسلام کی منزل تک پہنچنا چاہتے تھے۔ نہ کہ مذہب و مسلک کی سواری پر سوار ہو کر دورِ حاضر کے سیاست دانوں کی طرح کرسی اقتدار کی خودساختہ، کمزور اور عارضی منزل کو حاصل کرنا چاہتے تھے۔ الغرض آپ مسلک و مذہب کو سیاست کے خول میں بند کرنا نہیں چاہتے تھے۔ بلکہ آپ جہاں تقریری و تبلیغی جدوجہد کے ساتھ وسیع پیمانے پر ترویج و اشاعت دین اور عظمتِ اصحابؓ و اہل بیتؓ کے پھریرے لہرانا چاہتے تھے، وہیں پر اپنی سیاسی جدوجہد سے ملک پاکستان کو سنی اسٹیٹ قرار دلوانا اور فقہ حنفی کو بطور پبلک لاء نافذ و تسلیم کروانا چاہتے تھے۔ قیامِ پاکستان کے مقصد کی تکمیل اور قیامِ پاکستان کے مقصد لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں زیادتی کرنے والے پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللہ..... کے منکرین کو دین اور ملک و ملت کے دشمنوں کی صفوں میں پہنچانا چاہتے تھے۔ آپ غلبۂ اسلام اور شعائر اسلام کے تحفظ کے خواہاں تھے۔ صحابہ کرام کی گستاخی کرنے، عقیدۂ امامت کی صورت میں ختمِ نبوت کا انکار کرنے اور قرآن کریم کی تحریف کا قول کرنے والوں کو کافر قرار دلوانا اور ان کی شرعی سزا کا قانون بنوانا چاہتے تھے۔ آپ نے اپنے ان دینی مقاصد کی تکمیل و تحصیل کے لئے بڑے بڑے دنیوی اور وقتی مفادات کو پسِ پشت ڈال دیا لیکن اپنے مقاصد کو قربان ہونے دیا اور نہ ہی اپنے مشن اور موقف پر آنچ آنے دی۔ جس کی ایک واضح مثال ۱۹۸۸ء کا الیکشن ہے جو مولانا حق نواز شہید رحمۃ اللہ علیہ نے جمعیت علماء اسلام کے ٹکٹ پر حلقہ این اے ۶۸ جھنگ سے لڑا۔ اس الیکشن میں آپ کے مدمقابل شیعہ اُمیدوار سیدہ عابدہ حسین تھی۔ اس الیکشن کی انتخابی مہم کے دوران مولانا حق نواز شہید رحمہ اللہ کو ایک شیعہ جاگیردار کا فون آیا کہ مولانا آپ بخوبی جانتے ہیں کہ میں سیدہ عابدہ حسین کا خاندانی دشمن ہوں، میں جان تو دے سکتا ہوں لیکن سیدہ عابدہ حسین کو ووٹ نہیں دے سکتا، اس لئے اگر آپ ایک مرتبہ میرے ڈیرے پر آ جائیں تو میری لاج بھی رہ جائے گی اور میں آپ کو مکمل یقین دہانیوں کے ساتھ اپنے خاندان کے سینکڑوں ووٹ بھی دلوا دوں گا۔ اس پر مولانا حق نواز شہید نے بڑی بے پرواہی اور شانِ قلندری سے جواب دیتے ہوئے فرمایا:

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا حق نواز اور شیعہ کے ڈیرے پر جائے..... یہ سیاست نہ ہوئی بلکہ ضلالت ہوئی۔" (تاریخ عزیمت)

کسی نے کیا خوب کہا۔

عزائم کو سینوں میں بیدار کیا تو نے
نگاہِ مسلماں کو تلوار کیا تو نے

اب رہا یہ اشکال..... کہ سپاہِ صحابہ کا سیاسی اشتراک جمعیت علماء اسلام (ف) کے ساتھ رہا ہے حتیٰ کہ مولانا حق نواز

شہید جمعیت کے صوبائی نائب امیر بھی رہے ہیں اور دوسری طرف جمعیت علماء اسلام (ف) نے آل پارٹیز کانفرنس میں تحریک جعفریہ کو دعوت بھی دی تھی، اور خود جمعیت (ف) ایم آر ڈی میں بھی شامل تھی اور ایم آر ڈی میں شیعہ بھی موجود تھے، اس طرح جمعیت علماء اسلام (ف) کے ساتھ سیاسی اشتراک کی وساطت سے صغریٰ، کبریٰ ملا کر نتیجتاً سپاہ صحابہ کا اشتراک شیعہ سے ہو گیا.....اور جب یہ ہوا تو اس وقت مولانا حق نواز کی سیاست اور ضلالت کی تفریق کہاں تھی؟.....

اس اشکال کے جواب میں اختصار کے پیش نظر صرف اتنا کہنا چاہوں گا کہ قائد جمعیت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہ اپنے کیے کے جواب دہ خود ہیں، نہ کہ مولانا حق نواز شہید۔ کیوں؟.....اس لئے کہ مولانا حق نواز شہید سطور بالا میں ذکر کردہ صورت حال کے وقت.....

☆ جمعیت کے صوبائی نائب امیر نہ تھے.....

☆ جمعیت کی مرکزی شوریٰ کے رکن بھی نہ تھے.....

☆ یہ مولانا حق نواز شہیدؒ کی پالیسی بھی نہ تھی.....

☆ اور نہ ہی اس وقت سپاہ صحابہ کا قیام عمل میں آیا تھا.....!!

لیکن اس کے باوجود مولانا حق نواز شہیدؒ اپنے موقف اور نظریہ کے اتنے پختہ تھے کہ کسی بھی ایسی مجلس میں ہرگز شریک نہ ہوتے تھے جس میں کوئی شیعہ موجود ہوتا تھا۔ کیوں؟.....اس لئے کہ مولانا حق نواز شہید سمجھتے تھے کہ سیاست ہمارا مقصود نہیں ہے بلکہ مقصود تک پہنچنے کا ذریعہ اور وسیلہ ہے اور عقلمند انسان مقصد کو ضرورت پر قربان نہیں کرتا۔ اور تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ جن سیاست دانوں نے اپنی سیاست کو چار چاند لگانے اور محض کرسی اقتدار کو بچانے کیلئے مذہب اسلام سے غداری کی، حقوق اہل سنت کی پامالی پر دنیوی مفادات کی تحصیل کے لئے خاموشی اختیار کی، ان کے نام تک کو گالی بنا دیا گیا۔

لیکن مولانا حق نواز شہیدؒ تو ایسے مخلص سیاست دان تھے جنہیں ہمہ وقت یہ فکر دامن گیر رہتی تھی کہ کس طرح نیشنل اسمبلی کے فورم پر اصحاب رسول، اہل بیت نبی اور اہل سنت کے حقوق کے تحفظ کی بات کی جا سکتی ہے۔ کس طرح ان کے گستاخ کی شرعی سزا کو قانونی شکل دلوائی جا سکتی ہے اور کس طرح ملک پاکستان کے مقصد کی تکمیل اور اسے سنی اسٹیٹ قرار دلوانے کے لئے کامیاب اور نتیجہ خیز قانونی و آئینی جنگ لڑی جا سکتی ہے.....ان مقاصد کی تحصیل کے لئے بطور ضرورت اور وسیلہ کے حضرت نے میدان سیاست میں قدم رکھا۔ یوں لگتا تھا جیسے شاعر مشرق علامہ محمد اقبالؒ نے آپ ہی کے لئے کہا ہے کہ۔

اس کی اُمیدیں قلیل اس کے مقاصد جلیل — اس کی ادا دل فریب اس کی نگاہ دلنواز
نرم گفتگو، گرم گفتگو، ہر دم جستجو — رزم ہو یا بزم پاک دل، پاک باز

☆..... قارئین کرام! مولانا حق نواز شہید رحمہ اللہ اس وقت افق سیاست پر تابندہ ستارے کی طرح نمودار ہوئے۔ جب سرزمین پاکستان پر ۱۹۶۹ء میں سابق پاکستان فیلڈ مارشل لاء ایوب خان کی جانب سے عائلی قوانین کا نفاذ ہوا۔ اور جمعیت علماء اسلام نے اس کے خلاف ایک سرگرم اور فعال تحریک چلائی۔ مولانا حق نواز شہید رحمہ اللہ اس وقت دار العلوم عیدگاہ کبیر والا

میں اکتسابِ فیض کر رہے تھے۔ لیکن اس کے باوجود آپ نے اس تحریک میں ایک مخلص، بے ریا، فعال اور انتھک سیاسی کارکن کا کردار پیش کر کے لوگوں کی توجہ اپنی طرف موڑ لی۔ اور ۱۹۶۹ء کو پہلی بار اسی تحریک میں پسِ دیوارِ زنداں ہوئے، اس کے بعد بزمِ یاراں میں آپ کی محبوبیت و مقبولیت اور بھی بڑھ گئی۔

☆..... رہائی کے بعد مولانا حق نواز شہید رحمہ اللہ دینی میدانِ سیاست میں نئے عزم و حوصلہ سے وارد ہوئے اور ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں بیگم سیدہ عابدہ حسین کے والد کرنل عابد حسین کے مقابل سُنی امیدوار کی ایک عام سیاسی کارکن کی حیثیت سے نہ صرف بھرپور حمایت کی بلکہ شیعہ امیدوار کو شکست سے دوچار کر کے سُنی امیدوار کو کامیاب کروایا۔

قوم کی زُلفِ پریشاں کو سنوارا تُو نے
ڈوب کر کشتیِ ملت کو اُبھارا تُو نے

☆..... اور جب ۱۹۷۴ء میں تحریک ختم نبوت چلی تو اس وقت بھی آپ السابقون الاوّلون میں تھے اور ہر مشکل گھڑی میں پیش پیش تھے۔ آپ نے اپنے ولولہ انگیز خطابات اور درد و محبت سے لبریز تقاریر کے ذریعے کارکنانِ تحریک میں نئی روح پھونکی، ان کے جذبوں کو جلا بخشی، ان کے لہو کو خوب گرمایا، خود بھی تڑپے اور اہلِ اسلام کو بھی تڑپایا۔ یہاں تک کہ آپ ایک بار پھر اس جذبۂ عشق و محبت سے پابندِ سلاسل ہوئے کہ۔

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجۂ یثربؐ کی حرمت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

☆..... اور یہ حقیقت بھی روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ جب سرزمینِ پاکستان میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ و خیر خواہانہ، منصفانہ و عادلانہ نظام کے نفاذ کے لئے قومی اتحاد نے تحریک نظامِ مصطفیٰ کے نام سے ایک منظم تحریک چلائی اور سابق وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو کے بارے میں دوٹوک فیصلہ کیا، تو مولانا حق نواز شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اس تحریک میں بھی دامے درمے قدمے سخنے ہر اعتبار سے حصہ لیا۔ نظامِ مصطفیٰ ﷺ کی ضرورت و اہمیت پر ولولہ انگیز اور تاریخ ساز تقریریں کیں اور انمٹ نقوش چھوڑے، چنانچہ ایک بار پھر ملک و ملت کے سچے حب دار، اور دین دوست سیاست دان کو گرفتار کر کے پسِ دیوارِ زنداں بھیج دیا گیا، لیکن مولانا حق نواز شہیدؒ بڑی راسخ العزمی اور بلند ہمتی کے ساتھ بزبانِ حال یوں گویا ہوئے کہ۔

مصیبت آشنا ہیں ہم ازل سے اے چمن والو
ہمیں آرام آیا بھی تو زیرِ دام آئے گا

☆..... اور اس بات سے بھی ملکی سیاسی تاریخ سے دلچسپی رکھنے والا ہر باشعور پاکستانی بخوبی واقف ہے کہ ضیاء الحق کے مارشل لاء کے دوران جب گیارہ سیاسی جماعتوں نے مل کر مارشل لاء نظام کے خاتمہ اور جمہوری حکومت کے قیام کے لئے ایم آر ڈی کی تحریک چلائی، تو مولانا حق نواز شہیدؒ نے ملک و ملت کی سالمیت و بقاء کے لئے اس تحریک میں بھی بھرپور حصہ لیا، اور جنرل ضیاء الحق کے خلاف دھواں دار تقریریں بھی کیں جنہوں نے تحریک میں اِک نیا رنگ پیدا کر دیا۔

اور یہ بات لامحالہ غور طلب ہے کہ اگر مولانا حق نواز شہیدؒ جذبۂ حب الوطنی کی وجہ سے ایم آر ڈی میں دیگر قائدین کے شانہ بشانہ چلے، تو دوسری طرف اصحابِ رسولؐ سے محبت اور دینی غیرت وحمیت کی وجہ سے ہر اس مجلس میں شرکت سے بھی باز رہے جس میں کوئی شیعہ موجود ہوتا۔ خواہ آپ کی عدمِ شرکت سے کتنا ہی بڑا نقصان کیوں نہ جنم لے لیتا۔ جبکہ قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہ العالی کی پالیسی شیعہ کے بارے میں ہمیشہ نرم اور ڈھیلی ہی رہی ہے۔ مگر مولانا حق نواز شہیدؒ کا مزاج بقولِ شاعر یہ تھا کہ۔

باطل کا ساتھ دے نہ کسی مرحلے میں تو — حق بات کائنات میں کھل کر پکار دے
پھر شعلہ زن ہے آتشِ نمرود ہر طرف — پھر صدقِ ابراہیمؑ کو اس میں اتار دے

باقی رہا جمعیت کے ساتھ سیاسی اشتراک کی وساطت سے ایم آر ڈی میں شریک شیعہ کے ساتھ منطقی انداز میں سپاہ صحابہ کا اشتراک..... تو اس کا تفصیلی جواب ہم سطورِ سابقہ میں سپردِ قلم کر چکے ہیں۔

☆..... بالآخر ایم آر ڈی کی کاوشوں اور دیگر اسباب کی بناء پر ضیاء الحق شہید نے رسمی طور پر مارشل لاء اٹھا کر ایک حد تک جمہوریت بحال کر دی اور ۱۹۸۵ء میں غیر جماعتی انتخابات کا اعلان کر دیا۔ جس کا دیگر جماعتوں کی طرح جمعیت علماء اسلام نے بھی بائیکاٹ کیا۔ چنانچہ اس صورتِ حال میں اگر مولانا حق نواز شہیدؒ جماعتی بائیکاٹ کی وجہ سے انتخابات میں حصہ نہ لیتے تو شیعہ اُمیدوار بلا مقابلہ منتخب ہوتا تھا اور اگر حصہ لیتے تو جماعتی ڈسپلن سبوتاژ ہوتا تھا، چنانچہ مولانا حق نواز شہیدؒ نے انتہائی دانش مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے جماعت کے سامنے اپنی علاقائی صورتِ حال رکھی اور اجازت لے کر شیعہ اُمیدوار کے مقابلہ میں غلام محمد نامی ایک سنی اُمیدوار کو کھڑا کر دیا۔ اگرچہ یہ سنی امیدوار الیکشن تو نہ جیت سکا، البتہ شیعہ اُمیدوار کی بلا مقابلہ جیت بھی نہ ہو سکی۔ اور انتخابی مہم میں مولانا حق نواز شہیدؒ کے فکری اور ولولہ انگیز خطابات کے ذریعے جہاں آئندہ انتخابات کے لئے قبل از وقت ہی راہ ہموار ہونے لگی وہیں پر کثیر التعداد مسلمان آپ کے ہم خیال اور جان نثار بھی بن گئے۔ اسے اہلِ دانش نے نہ صرف آپ کی کامیابی قرار دیا بلکہ آپ کی بصیرت کی داد بھی دی۔

☆..... اور جس وقت جولائی ۱۹۸۵ء میں سینیٹر مولانا سمیع الحق صاحب اور مولانا قاضی عبداللطیف صاحب نے سینٹ میں شریعت بل پیش کیا تو مولانا حق نواز شہیدؒ نے سینٹ میں پیش کیے گئے شریعت بل کا اوّل تا آخر مطالعہ فرما کر بڑی دانش مندی کے ساتھ احباب کو اس کے سُم سے مطلع کیا اور فرمایا کہ اس بل سے شیعیت اور مودودیت کا کام تو آسان ہو گا لیکن اہل السنت والجماعت کے عقائد ونظریات کا کامل تحفظ نہیں ہو سکے گا۔ کیونکہ

(۱) یہ بل خلفاءِ راشدینؓ کے نظامِ خلافت کے نفاذ کے ذکر سے خاموش ہے۔

(۲) اس میں فقہ حنفی بطور پبلک لاء کی بات تک نہیں ہے۔

(۳) ملک کو سُنی اسٹیٹ بنانے کا ذکر بھی نہیں ہے۔

(۴) اس میں مطلقاً صحابہ کرام کا لفظ ہے، ان کی وضاحت نہیں ہے کہ کون، کتنے، اور کیا..... اس سے شیعہ فائدہ اٹھا

کر صحابہ کرامؓ پر دُشنام تراشی کریں گے لہٰذا اس پل پر غور و فکر کیا جائے..... ورنہ۔

اُٹھ گئے ہم تو زمانہ یہ کہے گا
چلے گئے وہ بات گُر کی بتانے والے

☆..... اس کے بعد ۱۷ اگست ۱۹۸۸ء کو سانحہ بہاولپور پیش آیا جس میں صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق تقریباً ۳۰ آرمی افسروں کے ساتھ خالقِ حقیقی سے جا ملے اور غلام اسحٰق خان نے کرسی صدارت سنبھالنے کے بعد جماعتی الیکشن کا اعلان کر دیا، اس الیکشن میں مولانا حق نواز شہیدؒ کو بھی جمعیت کی طرف سے جھنگ کے حلقہ این اے ۶۸ کے لئے ٹکٹ ملا۔ اور مولانا حق نواز شہیدؒ نے بے سروسامانی کے عالم میں مال و دولت، زر اور زور والوں کا ایسی دانش مندی، ذہانت، اور توکل کے ساتھ مقابلہ کیا کہ تا قیامِ قیامت یاد رکھا جائے گا، مولانا حق نواز ایک حق گو، بے باک اور ظاہر و باطن میں یکسانیت کے حامل انسان تھے، آپ دنیوی مفادات کی سیاست کے نہیں بلکہ دینی میدانِ سیاست کے شہسوار تھے۔

شاید اسی وجہ سے آپ کا نام پاکستان کے سیاست دانوں کی فہرست میں نہ ہونے کے برابر ذکر کیا جاتا ہے۔ کیونکہ آپ کا سر کسی بھی غلط بات اور خلافِ شرع اَمر پر اس کے اثبات میں کسی جابر کے سامنے خوف یا لالچ کی وجہ سے اوپر سے نیچے اور نیچے سے اوپر (طولاً) حرکت میں نہ آتا تھا۔ بلکہ فوراً دائیں سے بائیں اور بائیں سے دائیں (عرضاً) حرکت میں آ کر قولِ باطل پر خطِ تنسیخ کھینچ دیتا تھا۔ اس لئے کہ ؎

نشانِ حق تھا وہ اسلاف کا نمونہ تھا
کسی بھی آمر و جابر کے سامنے نہ جھکا

اس بات کا اندازہ یہاں سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ جب آپس کی خاندانی اور قبائلی دشمنی اور عداوت کی بنیاد پر بڑے بڑے شیعہ جاگیرداروں نے آپ کو اپنے ڈیرے پر بلانا چاہا، اور الیکشن میں نہ صرف ووٹ دینے بلکہ ہر طرح کے تعاون کی خواہش کا اظہار کیا (جس کی ایک مثال پہلے بیان ہو چکی ہے) تو مولانا حق نواز شہیدؒ نے برسرِ عام اعلان فرمایا کہ مجھے کوئی شیعہ اور صحابہ کا دشمن ووٹ نہ دے۔ میں الیکشن دفاعِ صحابہؓ کے لئے لڑ رہا ہوں اور صحابہ کے غلاموں کا ہی ووٹ لینا چاہتا ہوں۔ اللہ اکبر کبیرا، قیامِ پاکستان سے لے کر اب تک شاید ہی کوئی سیاست دان ایسا گزرا ہو گا جس نے ہار اور جیت کے اس نازک موڑ پر بھی اپنی دینی حمیت و غیرت پر حرف نہ آنے دیا، باوجود تعاون اور ووٹ کی پیشکش کے۔

مولانا حق نواز شہیدؒ ووٹوں کے اعتبار سے اگرچہ الیکشن نہ جیت سکے کیونکہ ان کے ووٹ اُنتالیس ہزار (۳۹۰۰۰) اور بیگم سیدہ عابدہ حسین کے بیالیس ہزار (۴۲۰۰۰) تھے لیکن اس اعتبار سے وہ جیت بھی گئے کہ ابتداء میں ان کے ساتھ گنتی کے چند افراد تھے جو ان کے موقف کے حامی تھے، لیکن اس الیکشن میں ۳۹۰۰۰ افراد نے رافضیت کے کفر پر مہر لگا کر اُن کے موقف کی صداقت کا علم بلند کیا۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا حق نواز شہید کو اس الیکشن کی شکست پر کوئی ملال نہ تھا، اور وہ مستقبل میں کامیابی کو اس سے بھی کئی گنا بڑھ کر دیکھ رہے تھے۔ یہاں تک کہ شہادت سے چند روز قبل فروری میں فوارہ چوک جھنگ میں

کشمیریوں سے اظہار یکجہتی کے لئے نکلنے والی ریلی میں دورانِ خطاب فرمایا کہ اگلے الیکشن میں سپاہ صحابہ بلدیہ کی چیئرمینی بھی لے گی، بلدیہ کے واٹر ٹینک پر پرچم بھی لہرائے گی اور اگلے الیکشن میں قومی وصوبائی اسمبلی کی نشستیں بھی جیتے گی۔ تاریخ اس بات کی شاہد عدل ہے کہ جیسے امیر عزیمتؒ نے فرمایا قدرت نے ویسے ہی کر دکھایا، کسی نے کیا خوب کہا:

قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید

مولانا کی شہادت کے بعد بلدیہ ٹینک پر پرچم بھی لہرا دیا گیا۔ ساری بلدیہ سپاہ صحابہ کے کنٹرول میں بھی آ گئی۔ مولانا ایثار القاسمی شہید اور مولانا محمد اعظم طارق شہید رحمہما اللہ نے صوبائی اور قومی دونوں نشستوں پر الیکشن جیت کر مولانا حق نواز شہیدؒ کے قومی اور صوبائی اسمبلی کی نشستوں کو جیتنے کا خواب بھی شرمندۂ تعبیر کر دیا..... یہ سب مولانا حق نواز شہید رحمہ اللہ کی صداقت، بصیرت اور دینی سیاست واستقامت کا نتیجہ تھا جو الیکشن ہار جانے کے باوجود بھی یہ صدا لگاتے رہے کہ۔

مقدر پہ نہ کر شکوہ تدبّر آزماتا جا
نہ ڈر منزل کی دوری سے قدم آگے بڑھاتا جا

☆..... مولانا حق نواز شہیدؒ نے ملک میں امن وامان برقرار رکھنے اور اسے امن کا گہوارہ بنانے کیلئے بھی اہم کردار ادا کیا، یہاں تک کہ سندھ میں مہاجر اور سندھی کے نام پر لسانی اور گروہی عصبیت کے خاتمہ کے لئے متعدد بار سندھ کا سفر بھی کیا اور فریقین کو مہاجرین وانصار کی باہمی محبت کے واقعات سنا کر انہیں خاتمۂ عصبیت کی دعوت اور مہاجرین وانصار کے تحفظ کے لئے ایک ہو جانے کا درس بھی دیا۔

☆..... اور جب ۳؍جون ۱۹۷۹ء کو خمینی کی موت پر پاکستان کی نیشنل اور صوبائی اسمبلیوں میں خمینی کے لئے تعزیتی قراردادیں پیش کی گئیں تو مولانا حق نواز شہیدؒ نے خمینی کے ایران کے سُنیوں پر ڈھائے گئے مظالم، اس کے کفریہ عقائد و نظریات، ایران کی سیاسی و مذہبی حالت اور اس کے مذہبی تعصب کو بیان کر کے تعزیتی قراردادوں پر پورے ملک میں شدید احتجاج کرتے ہوئے پاکستانی سیاست دانوں کو اپنی سیاست کا قبلہ درست کرنے کی ترغیب دے کر محبِ وطن، غیرت مند اور دین دوست سیاست دان ہونے کا ثبوت فراہم کیا۔

اور اگر کوئی دل کی بات پوچھے تو.....

آج کے اس فتنہ وفساد، صحابہ کرام کی اعلانیہ تنقیص، حقوقِ اہل سنت کی پامالی، سنی عوام کی مظلومیت، حکومتی جانبداری اور اقلیتوں کی پشت پناہی کے بدترین دور میں پھر ضرورت ہے کثیر تعداد میں مولانا حق نواز شہید، مولانا ایثار القاسمی شہید اور مولانا اعظم طارق شہید رحمہم اللہ جیسے حق گو، بے باک، مخلص اور محبِ دین وملت سیاستدانوں کی اور حضرت جھنگوی شہید رحمہ اللہ کے طرزِ سیاست کی۔

☆..... جس میں مذہب ومسلک اور سیاست ایک دوسرے سے جدا نہیں

☆..... جس میں سیاست ضرورت اور غلبۂ اسلام وتحفظ ناموسِ صحابہ کرام مقصود ومنزل ہیں

☆.....جو سوچ وفکر کے زاویے بدل دیتا ہے

☆.....جو ایمان، اتحاد اور نظم کا بہترین معلم ہے

☆.....جو مسلک ومذہب اور ملک وملت پر قربان ہونے کا جذبہ پیدا کرتا ہے

☆.....جو محبت، ایثار، ہمدردی، صلہ رحمی اور جذبۂ اخوت کا سبق دیتا ہے

☆.....جو ظالم کی بغاوت اور مظلوم کی حمایت کا خوگر بناتا ہے

☆.....جو حقوقِ اہل سنت کا محافظ وپاسبان ہے

☆.....جو دینی حمیت وغیرت کا واضح نشان ہے

☆.....جو ارضِ پاک کو سُنی اسٹیٹ قرار دلوانے کا عمدہ وسیلہ ہے

☆.....جو فقہ حنفی کو بطور پبلک لاء نافذ وتسلیم کروانے کا بہترین ذریعہ ہے

☆.....جو ملک وملت کا اندرونی وبیرونی دشمنوں سے حفاظت کا ضامن ہے.....!!

اللہ تعالیٰ اسلام اور مسلمانوں کی اِن تمام ضروریات کو خزانۂ غیب سے پورا فرمائے۔ آمین یارب العالمین

حب صحابہ رضی اللہ — بغض صحابہ لعنت اللہ

سلامِ عقیدت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیلئے جنہوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا سب کچھ قربان کردیا

نذر شہداء کاروانِ ناموسِ صحابہ پر جنہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اپنا سب کچھ قربان کردیا

ہم

امیر عزیمت، امیر کاروانِ ناموسِ صحابہؓ، شیر اسلام

مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

اور ان کے بارہ جید فرزندوں

شہید ناموسِ صحابہؓ — ایثار القاسمی رحمۃ اللہ علیہ — ایم این اے

شہید ملت اسلامیہ — ضیاء الرحمن فاروقی رحمۃ اللہ علیہ — علامہ

شہید ناموسِ صحابہؓ — محمد اعظم طارق رحمۃ اللہ علیہ — ایم این اے

شہید امت مسلم اسلام — علی شیر حیدری رحمۃ اللہ علیہ — علامہ شہید

کی عظمت کو سلام پیش کرتے ہیں

امیر کاروان، قائد انقلاب، جانشین شہداء، قائد ملت

حضرت مولانا محمد احمد لدھیانوی

اور ان کے رفقاء ومعاونین پر مکمل اعتماد کا اظہار کرتے ہیں

امیر عزیمت شہید رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں سہ ماہی سرخرو کی خصوصی اشاعت کے اہتمام پر

جناب خادم حسین صاحب — جناب ابو محمد سعد اللہ صاحب

کو مبارک باد پیش کرتے ہیں

منجانب قاری محمد اصغر میلسی

امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی رحمہ اللہ

ایک انقلابی اور عہد ساز شخصیت

مولانا محمد ثناء اللہ چنیوٹی مدظلہ، فرزند ارجمند مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمہ اللہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم. امابعد

حضرت جھنگوی شہیدؒ کے بارہ میں مجھ سا ناکارۂ خلائق، طالب علم اور تحریک کے میدان سے بالکل ناآشنا کیا لکھ سکتا ہے لیکن پھر بھی اس امید پر کہ شاید یہی تحریر کردہ چند نقوش بندہ کے لئے باعث نجات بن جائیں اور ناچیز بھی ثواب حاصل کرنے کے لالچ میں بغیر سوچے ہی لکھنا شروع ہو گیا ہے اور میرے لئے باعثِ مسرت وفخر ہے کہ میرا نام بھی حضرت جھنگوی شہیدؒ کے محبین کی فہرست میں آجائے، اور پھر یہ لکھنے کا حکم برادر مکرم میدان تحریر وتقریر وتصنیف کے شہسوار اور مشن جھنگویؒ کے صحیح پاسبان اور ترجمان مولانا محمد ثناء اللہ سعد شجاع آبادی کی طرف سے بار بار آیا تو چند نقوش سپرد قرطاس کر رہا ہوں۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

کسی نے صحیح کہا تھا کہ "ایسے بیٹے مائیں کبھی کبھی جنتی ہیں" اور یہ مقولہ حضرت جھنگوی شہیدؒ کی ذات پر بالکل پورا فٹ آتا ہے۔ مولانا حق نواز جھنگویؒ کے اوصاف احاطۂ تحریر میں لانے کی اگر کوشش کی جائے تو اس سے کئی کتب بن سکتی ہیں لیکن طوالت کے خوف کو مدنظر رکھتے ہوئے ان میں سے بعض کمالات وحقائق کا تذکرہ ضروری ہے۔

مولانا جھنگوی شہیدؒ اسم بامسمیٰ ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت دلیر، جری، بہادر، صاف گو، حق گو مشن کے ساتھ جنون اور دیوانگی کی حد تک لگاؤ، اخلاص کا مجسمہ اور اپنے سینے میں غیرت والا دل رکھتے تھے۔ "ظالم بادشاہ کے سامنے کلمۂ حق بیان کرنا" کے جائز مصداق تھے۔ جیسا بھی دور آیا وہ بے باکی اور جواں مردی کے اعلیٰ وصف سے متصف نظر آئے۔ مذہبی میدان ہو یا میدانِ سیاست ہر طرح وہ ایک قائدانہ کردار ادا کرتے تھے۔ ہمارا علاقہ چونکہ شیعہ ازم کی لپیٹ میں آنے کی وجہ سے ایک حساس علاقہ کا روپ دھار چکا تھا اس لئے اس پورے ضلع میں بطور خاص اور پورے ملک میں بطور عام وہ ایک عقابی نگاہ رکھتے جہاں کہیں سے بھی حضرت کو اصحاب رسولؐ یا امہات المومنینؓ کی شان میں گستاخی کرنے کی ناپاک جسارت کرنے والوں کی دل آزار اطلاع پہنچتی تو وہ مولانا پر بجلی بن کر گرتی جس سے وہ اور ان کا دل ودماغ ایک بے قرار روح کی طرح تڑپنے لگتے اور

سنی حضرات کے وکیل کے طور پر اس مسئلہ کو آڑے ہاتھوں لیتے اور اس کو نتیجہ پر یعنی اس کے منطقی انجام تک پہنچا کر دم لیتے۔ ملک بھر میں سینکڑوں واقعات ایسے ہیں جو مولانا کی بصیرت، دھمکی، گونج اور موقعہ پر خود پہنچنے کی وجہ سے بڑے حادثات سے محفوظ ہو گئے۔ گزشتہ تقریباً 60 سالوں سے شیعہ سنی آپس میں کاروبار، راہ ورسم میں شریک تھے لیکن خمینی کے خون ریز انقلاب کے بعد جب اہل تشیع نے ایک گہری سازش کے تحت صحابہؓ پر طعن تشنیع اور سب وشتم کا ناپاک بازار گرم کیا تو ردعمل کے طور پر حضرت شہیدؒ نے ''انجمن سپاہ صحابہ'' جماعت قائم کی جو شیعی لٹریچر وکتب کا مطالعہ کرنے کے ان کے کفریہ عقائد ونظریات پر تڑپ اٹھے اور ملک کے ہر فورم پر اسکے تدارک کے لئے سرگرم ہو گئے۔ شیعہ کے اصل چہرے اور عقائد سے جب آپؒ نے نقاب اتارا تو دنیا میں ایک حقیقت پسندی کا انقلاب برپا ہو گیا اور لوگ شیعیت کے مکروعزائم سے آگاہ ہو گئے یہی وجہ تھی کہ شیعہ ایک نفرت کی علامت اور گالی بن گیا۔ کفر اور اسلام کے مابین واضح فرق عوام کے ذہنوں میں ثبت ہو گیا شیعہ سنی کے درمیان حائل پردے کے ہٹ جانے سے حق حق اور باطل باطل ہو گیا۔ کروڑوں دلوں پر حکومت کرنے والے اس بے تاج بادشاہ نے اپنی زندگی کو اصحاب رسولؐ کے تحفظ کے لئے ایسا وقف کر رکھا تھا کہ یہی ان کا اوڑھنا، بچھونا تھا، کفریہ سازشوں کا ناطقہ کیسے بند کیا جائے یہی فکر ہر وقت انہیں دامن گیر رہتی تھی۔ عظمت اصحاب رسول اللہ کی چاکری کرتے ہوئے ان کے نام پر قربان ہو گئے۔

آج سے کافی عرصہ پہلے جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ چنیوٹ کے چند حضرات نے توحید وسنت کے موضوع پر ''غنچۂ توحید'' نامی ایک پمفلٹ شائع کیا جس میں اہل بیت کے اسماء مبارک کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے ایک غیر ارادی ترتیب سے ایک غلطی سرزد ہو گئی جس پر چنیوٹ کے شیعہ اور بریلوی مکتبۂ فکر نے شدید ترین احتجاج اور پرزور مطالبہ کرنا شروع کر دیا کہ اس کتابچہ کے مصنفین کو توہین اہل بیت کے جرم میں پھانسی کی سزا دی جائے'' معاملہ جب گفت وشنید مذاکرات افہام وتفہیم سے حل نہ ہو سکا تو انہوں نے اپنا مطالبہ برسرعام جلسوں جلوسوں میں برملا کرنا شروع کر دیا روز احتجاج، ہڑتال دھرنے دوسرے شہروں سے اپنے ہر قسم کے مقررین منگوا کر دیوبندیوں کے خلاف نفرت آمیز تقریریں کروا کر شہر کے امن کو تہہ وبالا کر دیا شہر کے حالات سخت کشیدہ ہو گئے۔ ملزمان کے خلاف مقدمات درج ہو گئے وہ روپوش ہو گئے تقریباً تین ماہ سے لوگوں کی دکانیں، مارکیٹیں، بازار شہر بند اور کشیدگی کی لپیٹ میں تھا، ہر کسی کا غصہ عروج پر تھا روزانہ شیعوں اور بریلویوں کے نت نئے مقررین نئے نئے الزامات لیکر نفرت بھڑکاتے تھے۔ سنی دفاعی پوزیشن پر تھے وضاحت کے لئے یہ حضرات بھی اپنی کوشش میں مصروف تھے۔ بات کسی طرح حل نہیں ہو رہی تھی چنیوٹ کے سنی حضرات نے آخری حربہ اور امید کی آخری کرن مولانا کو سمجھتے ہوئے جھنگ جا کر صورت حال سے آگاہ کیا مولانا نے دو تین دن کے وقفے کا چنیوٹ کے لئے ٹائم دے دیا، اعلانات کروا دیئے گئے، جامع مسجد صدیق اکبرؓ محلہ گڑھا چنیوٹ میں حضرت جھنگویؒ کا وہ تاریخی بیان ہوا کہ وہ بیان کیا تھا وہ تو چنیوٹ کے عوام پر بہت بڑا احسان تھا۔ مولانا کا بریلویوں اور شیعوں کو دھمکی آمیز بیان کارگر ثابت ہوا۔ ان کے بیان کی وجہ سے گویا ان کی ماں مر گئی سانپ سونگھ گیا ان کا مطالبہ بالکل ختم ہو گیا، حالات معمول پر آ گئے شہر کی رونقیں بحال ہو گئیں، ہر

طرف امن چمن ہوگیا آج تقریباً تیس 30 سال کا عرصہ گزرنے کے بعد لوگ اس واقعہ کو بھول گئے۔ شیعہ اور بریلوی تو اس واقعہ کو یاد کرنے سے بھی کتراتے ہیں۔

اس جیسے بے شمار واقعات ہیں جن کی تفصیل کی حاجت نہیں ہے۔ طوالت کا خوف مانع ہے۔ حضرت والد گرامی (مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمہ اللہ) کا حضرت جھنگویؒ سے جو تعلق تھا وہ بھی اپنی مثال آپ تھا، جتنے بھی کٹھن حالات آئے انہوں نے ایک دوسرے کا خوب خوب ساتھ دیا ایک دوسرے کی سرپرستی کی اور ہاتھ بٹایا دکھ درد میں برابر شریک رہے۔

بے باکی اور حق گوئی ان کا طرۂ امتیاز تھا، کلمہ حق بیان ببانگ دہل بیان کرنا شیوہ تھا اسی کی پاداش میں ان کی زندگی کا اکثر حصہ گزرا، جیلیں، بیڑیاں ہتھکڑیاں قید و بند، تشدد کبھی بھی ان کے پایۂ استقلال میں لغزش نہ لا سکا بار بار جیلوں میں جانے کی وجہ سے وہ کندن بن چکے تھے۔

صدر جنرل محمد ضیاء الحق کے دور حکومت میں مولانا مرحوم نے ایک مرتبہ اپنی مسجد میں نماز جمعہ پر خطاب کرتے ہوئے شدید ترین الفاظ میں تنقید کرتے ہوئے حاکم وقت کو غنڈہ، بدمعاش، ظالم اور نہ جانے کیسے کیسے سخت الفاظ اور القابات سے نوازا فوجی دور حکومت تھا اسی وقت گرفتار ہوگئے۔ ان کی کیسٹ سننے پر پابندی لگ گئی حضرت والد صاحبؒ اچانک چنیوٹ سے غائب ہوگئے ہم گھر والے سخت پریشان تھے کہ کہاں گئے جمعہ والی رات گزری ہفتے کا دن بھی گذر گیا رات کے وقت اچانک پہنچ گئے بعد از بسیار کوشش اور ہمارے شدید اصرار سے پوچھنے پر بتایا کہ "مولانا حق نواز جھنگویؒ نے جمعہ کے موقعہ پر خطاب کرتے ہوئے صدر ضیاء کے خلاف سخت ترین تقریر کی تھی میں نے محسوس کرلیا کہ اگر آج رات ہی رات وہ رہا ہو گئے تو بچ سکتے ہیں اس میں چند لمحات کی تاخیر کی توقع نہ تھی کہ چھوڑ دیتے یا وہ ایسے غائب کرتے یا گرفتار کرتے کہ فوج کا مقابلہ ہمارے لئے مشکل تھا، اسلئے میں رات ہی رات اسلام آباد چلا گیا تھا وہاں پر موجود میں نے اپنے اہم ترین دوستوں اور اعلیٰ ترین مؤثر حکومتی ذرائع اور شخصیات کو استعمال کر کے مولانا کو چھڑوالیا ہے۔ میرے چونکہ ان شخصیات سے موثر رابطے تھے ان کو استعمال میں لایا ہوں تو الحمد للہ کام بن گیا ہے۔ ہفتے کی رات کو پتہ چل گیا کہ مولانا مرحوم رہا ہوگئے ہیں۔ میں اس زمانے میں گوجرانوالہ زیر تعلیم تھا چونکہ ان کی کیسٹ سننے پر پابندی تھی اس لئے وہ چھپتے چھپاتے گوجرانوالہ لے جانے میں کامیاب ہوگیا۔ وہاں سے وہ دینی کارکنوں میں پورے ملک میں مشہور ہوگئی۔ مذہبی حالات جب بھی کشیدہ ہوجاتے تو مشورہ کے لئے حضرت والد صاحب یا تو خود جھنگ تشریف لے جاتے اور یا پھر مولانا کو جھنگ سے چنیوٹ بلا لیتے اور باہم مشاورت ہوتی حکومتی اجلاسوں اور میٹنگز جو ریسٹ ہاؤس چنیوٹ یا دیگر مقامات پر منعقد ہوتیں وہاں یہ دو حضرات سنیوں کی وکالت، ترجمانی، نمائندگی اور سرپرستی فرماتے تھے ان کے ہوتے ہوئے کسی کو فکر یا کوئی پروا نہیں ہوتی تھی ان کے جانے کے بعد ہر کوئی اپنے آپ کو یتیم اور بے سہارا سمجھتا ہے۔ اور ان کے سایہ عاطفت کو یاد کر کے حسرت بھری آہوں سے اس گم ہوجانے والی قیمتی سرمایہ پر کف افسوس ملتے رہتے ہیں۔

جھنگ اور چنیوٹ کے عوام برملا اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ اگر یہ دونوں حضرات اس علاقے میں نہ ہوتے تو

آج جھنگ اور چنیوٹ آدھا شیعہ اور آدھا قادیانی ہوتا یہ ان حضرات کی شب و روز کی اَن تھک کاوشیں ہیں کہ علاقہ کی عوام اس بہت بڑی گمراہی میں پڑنے سے بچ گئی یہ ان دونوں شخصیات کا علاقہ پر نہ بھولنے والا احسان ہے ان کی وفات سے پیدا ہونے والا خلا کبھی پر نہ ہو سکے گا ان کی عدم موجودگی اور قیادت کے فقدان کی وجہ سے عوام تذبذب کا شکار اور سخت مایوس ہیں کیونکہ ان کے دنیا سے اٹھ جانے کے بعد پھر انہیں اس قدر مخلص اور فکر مند قیادت میسر نہیں آسکی۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

میری آخری ملاقات.....! میری آخری خوش نصیبی.....! میری بدنصیبی.....!

مولانا حق نواز سے میری آخری ملاقات ان کی قیام گاہ پر ہوئی یہ ان کی زندگی کے آخری ایام تھے حضرت والد صاحب ان دنوں ایم، پی، اے تھے اور بیرون ملک سفر پر تھے، سپیکر پنجاب اسمبلی جھنگ میں ایک پروگرام پر آیا ہوا تھا والد صاحب کی نیابت کے لئے بندہ اور مولانا محمد عبدالوارث شرکت کے لئے گئے تو پہلے مولانا جھنگویؒ سے ملنے ان کی رہائش گاہ پر چلے گئے ملاقات ہوئی ان دنوں بھی دشمنانِ صحابہؓ نے تازہ تازہ کوئی ہرزہ سرائی کی ہوئی تھی، اس پر مولانا جھنگویؒ سخت رنجیدہ اور افسردہ تھے، منہ سے بات نہیں نکل رہی تھی، آہستہ سے اس کی کچھ تفصیل مولانا محمد عبدالوارث صاحب کے کان میں بتا کر خاموش ہوئے تو مولانا عبدالوارث ایک جھرجھری لے کر رہ گئے۔ میرے پوچھنے پر دوبارہ بتانے کی ہمت نہ کر سکے بے بسی اور افسوس کی وجہ سے خاموش ہو گئے کچھ دیر بعد ہم وہاں سے واپس آگئے اس کے بعد کوئی ملاقات نہ ہو سکی اور میں واپس سعودیہ چلا گیا۔ میری خوش نصیبی یہ ہے کہ مولانا حق نوازؒ کی ویڈیو کیسٹیں سب سے پہلے سعودی عرب پہنچانے کی سعادت بندۂ ناچیز کو حاصل ہوئی پھر اس سے کاپیاں کرواتے کرواتے پورے سعودیہ اور وہاں سے مختلف ملکوں میں پھیل گئیں۔ اور وہاں کے لوگ بھی گرویدہ ہوتے گئے اس طرح سپاہِ صحابہ کا موقف بھی پوری دنیا میں سمجھا جانے لگا۔

میری بدنصیبی وہ اس طرح کہ جن دنوں مولانا جھنگویؒ کی شہادت ہوئی میں ان دنوں کنگ سعود یونیورسٹی الریاض میں زیر تعلیم تھا پاکستان میں شام چھ بجے ریڈیو پر نشر ہونے والی خبریں سعودیہ کے وقت کے مطابق رات آٹھ بجے ریڈیو پر نشر ہوتی تھیں اور وہی وقت ہمارے رات کے کھانے کا بھی ہوا کرتا تھا اگر اس وقت کھانا کھاتے تو ریڈیو کی خبریں گزر جانے کا خوف اور خبریں سننے کے لئے بیٹھ جائیں تو کھانے کے ٹائم کے گزر جانے کا خوف ہوتا تھا اس کا ہم نے یہ انتظام کیا کہ ہر روز ایک ساتھی کی ڈیوٹی ہوتی کہ خبریں آپ نے ریکارڈ کرنی ہیں۔ جب کھانے سے واپس لوٹتے تو اکٹھے بیٹھ کر خبریں سنتے 22 رفروری 1990ء بروز جمعرات ہم یونیورسٹی کے میس میں اپنے خوش کن ماحول میں بیٹھے کھانے میں مشغول تھے کہ وہ ذمہ دار ساتھی روتا ہوا آیا اور یہ اندوہناک غمناک مولانا جھنگویؒ کی وفات حسرت آیات کی خبر سنائی تو سب دوست سکتے میں آگئے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ہاتھ میرا لقمے والا منہ کے بالکل قریب تھا کہ جہاں تھا وہیں کا وہیں رک گیا اور لقمہ منہ میں نہ جا سکا، ہم لوگ بھاگے بھاگے کمرے میں گئے اور خبریں سنی تو کچھ تفصیل معلوم ہوئی۔ اگلے روز اخبارات سے سارے واقعہ کا علم ہوا۔

میری بدنصیبی کی بات یہ ہے کہ اتنا گہرا تعلق اور عشق ہونے کے باوجود سعودیہ میں ہونے کی وجہ سے مولانا کے جنازہ میں شریک نہ ہوسکا۔ جسے میں اپنے لئے بہت بڑی بدنصیبی اور حسرت سمجھتا ہوں۔ اور اسکا افسوس زندگی بھر ستاتا رہے گا اور دل کڑھتا رہے گا۔ کہ ان کے جنازے میں شریک ہونے کی سعادت سے محروم رہا ہوں اور یہ حسرت میں دل میں لئے ہی دنیا سے رخصت ہوجاؤں گا اور یہ یاد باقی رہے گی میں سمجھتا ہوں میری ان سے والہانہ محبت عشق اور مذہبی عقیدت جو میرے دل میں پائی جاتی ہے میرا یہ تعلق ہی میری نجاتِ اُخروی کا باعث بن جائے تو میرے لئے یہی کافی ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے جو انہیں عروج دیا ہے یہ صرف اور صرف ان کے صحابہ کرام سے سچی محبت اخلاص اور عقیدت کا اور اپنے مشن کے برحق ہونے کے لئے یقین کا ثمر ہے، یہ رتبہ کسی کسی کو ملتا ہے۔ مولانا چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ سمیت بہت سے علماء کرام سے میں نے سنا ہے کہ مولانا حق نواز جھنگویؒ اس صدی کے ''مجدد'' تھے۔

اللہ تعالیٰ انہیں کروٹ کروٹ جنت الفردوس کے اعلیٰ مقامات سے نوازیں ان کے درجات کو بلند فرمائیں ان کی حسنات کو قبول فرمائیں اور مشن کو ان کے لئے باعث نجات بنائیں۔ آمین

حب صحابہ رحمۃ اللہ — بغض صحابہ لعنت اللہ

سلامِ عقیدت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیلئے جنہوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا سب کچھ قربان کردیا
اور شہداء کاروانِ ناموسِ صحابہؓ پر جنہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اپنا سب کچھ قربان کردیا

ہم
امیر عزیمت، امیر کاروانِ ناموسِ صحابہؓ، شیر اسلام
مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ
امیر کارواں، قائد انقلاب، جانشین شہداء، قائد
حضرت مولانا محمد احمد لدھیانوی
اور ان کے رفقاء و معاونین پر مکمل اعتماد کا اظہار کرتے ہیں

شہید ناموس صحابہؓ
ایثار القاسمی رحمۃ اللہ علیہ
ایم این اے

شہید ملت اسلامیہ
ضیاء الرحمن فاروقی رحمۃ اللہ علیہ
علامہ

اور ان کے بارہ جانشینوں

شہید ناموس صحابہؓ
محمد اعظم طارق رحمۃ اللہ علیہ
ایم این اے

حبر الامت شیخ اسلام
علی شیر حیدری رحمۃ اللہ علیہ
علامہ شہید

کی عظمت کو سلام پیش کرتے ہیں

امیر عزیمت شہیدؒ کی یاد میں سہ ماہی سرخرو کی خصوصی اشاعت کے اہتمام پر

جناب ڈاکٹر خادم حسین صاحب ڈھلوں — جناب مولانا ابو محمد شاء اللہ سعد عثمانی

کو مبارکباد پیش کرتے ہیں

من جانب
اہل سنت والجماعت تحصیل ملتان

حب صحابہؓ رضی اللہ عنہم — بغض صحابہؓ لعنت اللہ

فنا فی اللہ کی تہہ میں بقا کا راز مضمر ہے
جسے مرنا نہیں آتا، اُسے جینا نہیں آتا

امیر عزیمت، امیر کاروانِ ناموسِ صحابہؓ، شیرِ اسلام

مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

اور اُن کے باوفا جانشینوں

مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ، مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ
مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ، مولانا علی شیر حیدری شہیدؒ

اور دیگر سینکڑوں شہداء کارکنان کی عظمت کو سلامِ عقیدت پیش کرتے ہیں

علوم دینیہ کی عظیم دینی درسگاہ

جامعہ اسلامیہ فاروقیہ

نزد چنیوٹ موڑ سیٹلائٹ ٹاؤن روڈ جھنگ صدر

بانی: شہید ملت اسلامیہ مؤرخ اسلام حضرت علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید رحمۃ اللہ علیہ

موجودہ مہتمم: مجاہد اسلام فخر جھنگ حضرت علامہ عبدالغفور صاحب جھنگوی مدظلہ

مختصر تعارف

جامعہ ہذا میں کثیر تعداد مقامی و مسافر طلبہ زیر تعلیم ہیں ان کے قیام و طعام میڈیکل اور دیگر اخراجات کا کفیل مدرسہ ہے

مخیر حضرات سے تعاون کی اپیل ہے۔ جزاکم اللہ

منجانب: مولانا محمد افضل جھنگوی خادم جامعہ ہذا 0301 3969236

شہید ناموس صحابہؓ قائد اہل سنت حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ

تاریخ کے جھروکوں سے

خطیب کوہسار، قاری سیف اللہ سیفی صاحب، امیر جمعیۃ علماء اسلام تحصیل مری

تاریخ اسلام میں کوئی دور ایسا نہیں جس میں داعیانِ اسلام کو آزمائش کا سامنا نہ کرنا پڑا ہو، زندانوں سے لیکر موت کی وادی تک کربناک لمحات سے انہیں گزرنا پڑا، نبی آخر الزمان ﷺ کی ذات عالی کو مصائب اور مشکلات سے گزرنا پڑا ہے، سب سے زیادہ دکھ اور مصائب آپ ﷺ نے جھیلے اور پھر آپ کے رفقاء صحابہ کرامؓ نے بھی مصائب اور اذیتیں برداشت کیں۔ حضرت سعید بن جبیرؒ سے لیکر امام ابوحنیفہؒ تک پھر ائمہ احادیث سے لیکر امام ابن حنبلؒ تک، حضرت مجدد الف ثانیؒ سے لیکر شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ تک اور ان کے فرزند شاہ عبدالعزیز دہلویؒ سے لیکر شہداء بالاکوٹ حضرت سید احمد شہیدؒ اور سید اسماعیل شہیدؒ تک، حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے، اسیر مالٹا شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ، مولانا عبداللہ سندھیؒ سے لے کر شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنیؒ، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، قطب الاقطاب مولانا احمد علی لاہوریؒ امام اہلسنت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ اور قائد ملت اسلامیہ حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ تک علماء دیوبند کی تاریخ ساز جرأت اور لازوال قربانیوں کے نقوش پر گزشتہ صدی کے آخر میں قائد اہل سنت، پروانہ ناموس صحابہؓ مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کی عظیم المرتبت، لازوال قربانی اہل حق کے لئے مشعل راہ ہے۔

1979ء کے انقلاب ایران کے بعد مختلف تیرہ زبانوں میں صحابہ کرامؓ کی مقدس جماعت کے خلاف توہین آمیز لٹریچر شائع کیا گیا تو پاکستان سمیت دنیا بھر میں اس کے خلاف شدید ردعمل ظاہر ہوا، مصر میں ڈاکٹر محطمی، ہندوستان میں مولانا محمد منظور نعمانی صاحبؒ اور پاکستان میں مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ نے اس کے خلاف بھرپور آواز حق بلند کیا۔ چنانچہ ردعمل میں ستمبر 1985 میں آپؒ نے سپاہ صحابہؓ کے نام سے ایک جماعت قائم کی۔ جو مولانا حق نواز جھنگویؒ کا مشن ناموس صحابہ کے تحفظ اور غلبہ اسلام کی جدوجہد کے لئے تھا انہوں نے خلفاء راشدین صحابہ کرامؓ کی گستاخی کرنے والوں کا راستہ روکا۔ گستاخان صحابہ کی جارحیت ہر دور میں رہی۔ عبداللہ بن سبا اور اس کے گروہ کی صحابہ دشمنی شہادت امام مظلوم سیدنا امام عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے لیکر آج تک جاری ہے۔ مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ جیسے نحیف وکمزور انسان اور محدود وسائل رکھنے والے عالم کی یہ بر

وقت آواز تھی جس نے نسل نو کو دشمنان صحابہؓ سے آگاہ کیا۔ مولانا بظاہر کمزور جسم رکھتے تھے مگر ان کے عزائم میں پختگی تھی وہ خدام الصحابہ تھے ان کی محنت سے کراچی سے خیبر تک کشمیر سے درہ بولان تک در و دیوار نے صحابہؓ کی محبت کے گیت گائے اور گستاخانِ صحابہ کا راستہ روکا۔ وہ ایک مدلل اور محقق عالم دین تھے۔ ان کی گفتگو ابتداء سے انتہاء تک کوئی بات بغیر دلیل کے نہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے محققانہ بیان کے بعد مخالف بھی صامت اور ساکت ہو جاتا، انہوں نے بیداری کی ایک ایسی لہر پیدا کی جس سے آج تک ان کے رفقاء نظریاتی چوروں کا محاسبہ کر رہے ہیں۔ مولانا جھنگوی شہیدؒ نے اپنی جماعت کی بنیاد ستمبر 1985ء میں رکھی جو خالصتاً نظریاتی اور مذہبی سطح پر تھی، 22 فروری 1990ء کو انہیں بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا گیا۔ گذشتہ پانچ سال کے دوران پورے ملک میں کہیں بھی فرقہ وارانہ فسادات نہ ہوئے مگر ان کی شہادت کے بعد مذہب کے نام پر فسادات وقوع پذیر ہوئے۔

مولانا کی جماعت کا حقیقی مقصد صحابہ کرامؓ خلفاء راشدین اور اہل بیت عظام کی عظمت و تقدس کو عام کرنا ہے، جماعتِ رسولؐ پر تنقید کرنے والے درحقیقت ذاتِ رسولؐ پر انگشت نمائی کے مرتکب ہو رہے ہیں، مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کی ساری جدوجہد تحفظ ناموس صحابہؓ سے عبارت ہے، اسی وجہ سے ناموس صحابہؓ کے تحفظ کے جرم میں ان پر 300 سے زائد مقدمات بنائے گئے۔ ہزاروں افراد زندانوں میں ڈالے اور بے شمار مقدمات کارکنان پر قائم کئے گئے، مولانا نے ساری زندگی، ذاتی مفاد پر نظریاتی مشن کو مقدم رکھا، انہوں نے اپنے مقدس خون سے ناموس صحابہؓ کی ایک ایسی تاریخ لکھی جو آج تک رواں دواں ہے۔ وہ آندھی کی طرح آئے اور طوفان کی طرح چلے گئے مگر عجیب بات ہے کہ ان کے بعد آنے والی نسلیں ان سے محبت کرتی چلی جا رہی ہیں۔ مولانا کا جرم یہی تھا کہ وہ نبوت کے گلستان کے محافظ تھے اس کو اجاڑنے والوں کا تعاقب دن رات انہوں نے کیا، ان کے مشن سے کسی کو انکار نہیں ملک میں فرقہ وارانہ مناظرات کے خاتمہ کے اسباب کا ختم ہونا ضروری ہے۔ جو لوگ صحابہؓ پر سب و شتم کرتے ہیں ان کے لئے مؤثر قانون بنا کر انہیں عبرتناک سزا دی جائے۔ صحابہ و اہل بیت دشمنی پر مبنی تمام مواد ضبط کر کے مصنفین کو قرار واقعی سزا دی جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس تلخی کا خاتمہ ہو جائے۔ جو لوگ مصلحت پسندی کا شکار ہو کر حقائق سے آنکھیں چراتے ہیں وہ حقیقت میں کوئی خدمت سرانجام نہیں دے رہے ہیں۔ مولانا جھنگوی شہیدؒ سے میری ملاقات برادر اکبر شیر مری قاری محمد اسد اللہ عباسیؒ کے ساتھ راولپنڈی کے شہر میں ایک عظیم جلسہ کے دوران ہوئی جو سنی چوک سابقہ نبی چوک میں منعقد ہوا تھا، ان کا تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ کا پر اثر خطاب ایک یادگار خطاب تھا ہزاروں کی تعداد میں سامعین ہمہ تن گوش ان کے خطاب کو سن رہے تھے۔ انہوں نے اپنے خطاب کی ابتداء میں ایک جملہ کہا کہ اگر ہزاروں کے اس اجتماع میں کسی بھی ایک شخص کو میرے موقف سے اختلاف ہوا تو وہ برملا اظہار کرے۔ میں اس وقت تک نہیں جاؤں گا جب تک اسے مطمئن نہ کر سکوں، تقریر کے اختتام پر ایک مشہور شعر ہمیشہ کی طرح انہوں نے یہاں پر بھی پڑھا، جو یہ ہے

فنا فی اللہ کی تہہ میں بقا کا راز مضمر ہے
جسے مرنا نہیں آتا اسے جینا نہیں آتا

دسمبر 1989ء میں اسلام آباد میں قائد جمعۃ مولانا فضل الرحمٰن صاحب سے مولانا جھنگوی شہیدؒ کی ملاقات ہوئی جس میں راقم الحروف بھی وہاں تھا، مولانا جھنگویؒ نے مجھ سے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ مری میں ایک پروگرام عظمت صحابہ کے عنوان سے رکھا جائے، میں نے ان سے آنے والے سیزن کا وعدہ لیا، اس دوران میں سفر حج پر چلا گیا واپسی پر مشاورت ہوئی، شومئیقسمت 22 فروری 1990ء کو مولانا کو شہید کر دیا گیا اور پروگرام تشنہ رہ گیا۔

مولانا جھنگوی شہیدؒ کے مشن کو مخالف آج تک جھٹلا نہ سکے، طریقہ کار سے اپنوں کو بھی اختلاف رہا مگر مشن کی صداقت سے انکار کی گنجائش نہیں۔ انہوں نے صحابہ کے دشمنوں کے خلاف پتھروں کو بھی قوت گویائی عطا کی۔ اس میں شک نہیں کہ مادر وطن مذہبی انارکی کا متحمل نہیں، مگر اسلام کے اولین مخاطبین صحابہ کرام پر ہرزہ سرائی ناقابل معافی جرم ہے۔ اس لئے ناموس رسالت اور ناموس صحابہؓ واہلبیتؓ کے لئے مؤثر قانون سازی ضروری ہے۔

مولانا جھنگویؒ نے جھنگ کی سرزمین پر سیاست میں بھی اپنا لوہا منوایا، پہلی مرتبہ ملک کی سب سے بڑی دینی وسیاسی جماعت جمعیۃ علماء اسلام کے پلیٹ فارم سے الیکشن میں حصہ لے کر پنجاب کی بنجر زمین سے 38000 ووٹ حاصل کر کے سیاسی جغادریوں کو حیرت میں ڈال دیا۔ اگر وہ کچھ سال مزید زندہ رہ جاتے تو ملک کے آئین ساز ادارے پارلیمنٹ میں پہنچ کر گراں قدر خدمات سرانجام دیتے اخیر دم تک وہ جمعیۃ علماء اسلام سے وابستہ رہے اور پنجاب کے نائب امیر کی حیثیت سے اپنی ذمہ داری نبھاتے رہے ان کی شہادت کے بعد ملک بھر کے علماء کا ایک ملک گیر کنونشن خطیب پاکستان مولانا ضیاء القاسمی نے فیصل آباد میں طلب کیا جس میں راقم الحروف بھی موجود تھا، داعی اسلام مفتی زین العابدین کا بیان حضرت جھنگویؒ کی شہادت کے حوالے سے مثالی اور حیران کن تھا، ان کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ قرآن پاک اور ہزاروں احادیث کے حافظ، حافظ الحدیث امیر جمعیۃ علماء اسلام پاکستان مولانا عبداللہ درخواستی نے ان کے نماز جنازہ کی امامت کرائی۔ جھنگ کی تاریخ میں اتنا بڑا جنازہ نہ پہلے کسی کا ہوا اور نہ آئندہ ہوگا۔

جھنگوی شہیدؒ شاہین کی طرح اڑ کر جنت کے بالا خانوں اور صحابہؓ کے جھرمٹ میں جا پہنچے، مگر ان کا مشن آج بھی زندہ ہے اور ان سے محبت غیر معمولی حد تک آج بھی موجزن ہے۔ آخیر میں ان کے چند اشعار

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی
اک شخص تھا جو سارے شہر کو ویران کر گیا
اے فدائے دین حق اے اہلسنت کے چراغ
عمر بھر مٹنے نہ پائیں گے تیری رحلت کے داغ

وہ چمن کا حُسن کدھر گیا!

جناب قاری حفیظ الرحمٰن صاحب۔ ہری پور

یہ قدم قدم بلائیں یہ سوادِ کوئے جاناں
وہ یہیں سے لوٹ جائے جسے زندگی ہو پیاری

اس نے یہ کہا اور آگے بڑھتا چلا گیا، جو بھی اس کے قریب آتا اس کی دردِ دل سے نکلی دل سوز آواز کا گرویدہ ہو جاتا، وہ اپنی زبان وحال سے ہر سامع کو یہی کہتا ''میرے ساتھ وہی چلے جو سر اٹھا کے چلے''۔

وہ کہتا تھا کہ میرے ساتھ چلنے والوں کو پھولوں کی سیجوں سے نہیں گزارا جاتا بلکہ انہیں سوچ سے ماوراء سزا دی جاتی ہے۔ وہ اپنوں کے طعنوں کو خندہ پیشانی سے لیتا تھا مگر پھر بھی وہ اپنوں کے ہوتے حصے اور بنتے گروپ نہیں دیکھ سکتا تھا۔ وہ اپنے سچے مشن وکاز کے آگے دشمن کی دھمکیوں کو ایک دھول سمجھتا تھا۔ اپنوں کی باتیں ہوں یا غیروں کے پروپیگنڈے اس کو جادۂ مشن سے منحرف نہیں کر سکتے تھے۔ دھمکیوں، قید وبند کی صعوبتوں سے وہ برق رفتاری سے گزرتا چلا گیا مگر مختصری حیاتِ مستعار میں وہ اپنا مشن وموقف ملک کے طول وعرض میں پھیلا گیا۔ جی ہاں جب وہ چلا گیا تو گنگ زبانیں بول اٹھیں اور طاق میں رکھے قلم نے یہ لکھ دیا۔

سپرد کر دے جو بہر دیں سر بھی سینہ بھی
مبارک اس کا مرنا بھی مبارک اس کا جینا بھی

تاریخ اسلام کی ورق گردانی کرنے والا ہر صاحب انصاف یہ نتیجہ اخذ کر سکتا ہے کہ چمنستان اسلام کو جب بھی اہل وفا وجود وسخا کی ضرورت پڑی تو اللہ رب العزت نے فی زمانہ ایسے کار رجال کا چناؤ کیا کہ جنہوں نے زندگی کی پرواہ نہ کرتے ہوئے تحریفات وتاویلات، دہریت ورافضیت اور قادیانیت تک کا راستہ اپنے پائے استقلال سے بند کیا ہے۔ زمانہ قریب میں آنکھوں نے ایسے ہی قافلۂ حق وصداقت کے اس درویشِ خدامست کو بھی دیکھا جسے دنیا ''حق نواز جھنگوی'' اور قافلۂ سخت جاں کے پروانے ''جینے کا انداز، مرنے کا انداز، حق نواز حق نواز'' کے نام سے جانتی اور پکارتی ہے۔

کرامت بھی اعلیٰ چیز ہے مگر استقامت اس سے بھی بڑھ کر..... امیر عزیمتؒ میں بیک وقت یہ دونوں صفات موجود تھیں۔ کال کوٹھریوں اور تاریک سیلوں میں اگر وہ استقامت کا جبلِ اُحد تھا تو، مصلحتوں کے سبقوں اور بڑی بڑی پیشکشوں کے آگے وہ کوہ ہمالیہ بنا استقامت کا مظاہرہ کرتا رہا تو چودہ صدیوں سے تقیہ کی چادر میں چھپے چور کو اپنے مختصر عرصہ

حیاتِ مستعار میں بے نقاب ہی نہیں بلکہ ننگا کر کے گلی گلی کوچہ کوچہ پھیلاتے ہوئے امت سے اس فرضِ کفایہ کو ادا کرتا گیا۔

اس مردِ قلندر کی تشکیل کردہ سپاہ کو اس کا سایہ چھ سال تک ہی نصیب ہوا مگر کرامتِ تہی الوقت کا یہ حال ہے کہ اس نے جو، جب، جہاں کہا وہ حرف بہ حرف پورا ہو رہا ہے۔

امیر عزیمتؒ کی آواز نے اگر پاکستان کی نیشنل اسمبلی میں اپنا آپ منوایا ہے جرنیل شہید اعظم طارقؒ کی صورت میں، تو دوسری طرف اسی امیر عزیمتؒ کی آواز پاکستان کی سپریم کورٹ میں بھی گونجی ہے مولانا علی شیر حیدری مدظلہٗ کی صورت میں۔ آپ کی آوازِ حق اگر اک طرف پاکستان کے چپے چپے تک پہنچی ہے تو دوسری طرف منبر رسول ﷺ سے شیخ حذیفی مدظلہٗ کی صورت میں بلند ہوئی ہے۔ امیر عزیمتؒ کی آوازِ باز گزشت اگر عراق میں ابو مصعب الزرقاویؒ کی صورت ظاہر ہوئی ہے تو دوسری طرف مکہ میں شیخ مکی مدظلہٗ کے دروس کی صورت میں بلند ہوئی ہے۔

اگر امیر عزیمت کی آوازِ باصفا افغانستان کے کہساروں میں ملا محمد عمر مجاہد کی صورت میں پھیلی ہے تو دوسری طرف لندن میں مولانا خالد محمود کی صورت میں متحرک بالعمل ہے۔

جی ہاں یہی وہ شخص تھا جس کا پایۂ استقلال کبھی دشمن کی دھمکیوں سے تزلزل کا شکار نہیں ہوا تھا۔ وہ سحر آفریں خطابت کا شہزادہ جس کی خطابت اہل علم و دانش، اہل قلم و صحافت کی صفوں کو انگشت بدندان ہونے پر مجبور کرتی تھی۔

بقول شاعر

گر صداقت ہو تو دل سینوں سے کھنچ آتے ہیں واعظ — حقیقت خود کو منوا لیتی ہے مانی نہیں جاتی
میں خود غرض نہیں میرے آنسو پرکھ کے دیکھ — فکرِ چمن ہے مجھ کو غمِ آشیاں نہیں

وہ جھوٹے نعروں و تعریفوں کی خرخشوں سے آزار تھے۔ وہ ٹھوس شخصیات کی طرح جھوٹے مور پنکھوں سے دور رہتے تھے، وہ قلبِ حساس اور ذہنِ رسا رکھنے والے ایسے عالمِ حق و صداقت تھے کہ مصلحت کشی اور حیلہ جوئی کو کبھی اپنے پاس نہیں پھٹکنے دیا۔ قزاق رافضیت کے خلاف شمشیرِ برہنہ بن کر میدانِ کارزار میں اترنے والے اس مردِ میدان کے جلسے کا منظر عدیم المثال ہوا کرتا تھا، ان کی ایک ایک تقریر سے مجمع کشتِ زعفران بن جاتا تھا، وہ جہاں جہاں جاتا تھا انسانی سروں کا بحرِ بیکراں اس کا منتظر ہوا کرتا تھا، وہ زہرِ ہلاہل کو قند کہنا نہیں جانتا تھا۔ اس کی ہر تقریر میں صحابہ کرامؓ کا مبارک، معطر و مشک بو تذکرہ اس کے ہونٹوں پر رہتا تھا۔ وہ زوال دیدہ روافض کی شیطنت عوام کے سامنے رکھتے ہوئے کہا کرتا تھا:

جنگل سے آ کے شہر کی تقدیر لے اڑے
ہتیارے میرے دیس کی تنویر لے اڑے

اسی امیر عزیمتؒ کے ساتھ پرائے لوگوں نے جو ظلم کی انتہا کرنی تھی کر لی مگر اپنوں نے بھی کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا لیکن پھر بھی اس صابر و شاکر لیڈر کے سامنے جب اپنوں کی مخالفت کے قصے پہنچائے جاتے تو پہلے تو یہ عظیم قائد ہمہ تن گوش سنتا رہتا، پھر بے لاگ گفتگو کرتے ہوئے سمجھاتا کہ کیا ہم اپنی توانائیاں اپنوں پر صرف کریں؟ اپنوں سے گتھم گتھا ہو جائیں؟ اس طرح شماتتِ اعداء کا باعث بنیں۔ عزمِ عظیم کے بانیؒ نے ملتان کے قلعہ کہنہ قاسم باغ میں ایک تقریر کے دوران فرمایا تھا کہ مولانا سمیع الحق اور مولانا فضل الرحمٰن ایک ہو جائیں، مولانا فضل الرحمٰن اور بے نظیر اگر ایک اسٹیج پر بیٹھ سکتے ہیں، مولانا اور عارف الحسینی

(رافضی) اگر بغل گیر ہو سکتے ہیں، تو کوئی وجہ نہیں کہ مولانا فضل الرحمٰن اور مولانا سمیع الحق ایک دوسرے کے ساتھ نہ بیٹھ سکیں۔ انہوں نے یہ اتحاد کی صدا اس وقت لگا کر ثابت کر دیا تھا کہ میں اپنوں کے ہوتے حصے وگروہ نہیں دیکھ سکتا۔ انہوں نے اس دور میں کلمہ حق کہا کہ جب اقتدار کی بارگاہوں کی چکا چوند نے کئی درویشانِ خدامست کی نگاہوں میں بھی حریصانہ چمک پیدا کر دی تھی اور جب منبر ومحراب کی وراثت خس وخاشاک سیاست ہوتی جا رہی تھی، بالآخر ۲۲ رفروری ۱۹۹۰ء کو وہ بطلِ جلیل وعظیم رہنما، شیرِ اسلام کی تمنائیں دل میں لئے رخصت ہو گیا۔ کفر کو تگنی کا ناچ نچانے والا یہ مردِ قلندر اپنے بعد ایک نہ ختم ہونے والا کارواں چھوڑ گیا۔

کفر ناچا جن کے آگے بارہا تگنی کا ناچ
جس طرح جلتے توے پر ناچ کرتا ہے پتنگ

اس کے جانے کے بعد چمن کی بہار میں مسکراتی بلبلوں نے خزاں کی خشک ٹہنیوں پر ترنم کا سوگ گایا ہوگا، باغ کی سرسبز شادابیوں پہ کھلتے پھول، بہیمانہ گرم ہواؤں کی تند وتیز وتند خو جلن سے راکھ ہوئے ہوں گے۔

دریا میں گل کنول کا تبسم ذرا سی دیر میں سلبِ آب پر نوحہ کناں ہوا ہوگا، خوشیوں نے غموں سے وابستگی جوڑی ہوگی۔ بہار نے خزاں کی آغوش میں پناہ لی ہوگی۔

جو بہار ملتی تو پوچھتا کہ کہاں وہ کیفِ نظر گیا
وہ صبا کی شوخیاں کیا ہوئیں وہ چمن کا حسن کدھر گیا

صحابہ رضی اللہ عنہم — حب صحابہ رحمۃ اللہ — بغض صحابہ لعنت اللہ

سلامِ عقیدت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیلئے جنہوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا سب کچھ قربان کر دیا
نذر شہداء کاروانِ ناموسِ صحابہ رضی اللہ عنہم پر جنہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اپنا سب کچھ قربان کر دیا

ہم

امیر عزیمت، امیر کاروانِ ناموسِ صحابہ، شیرِ اسلام

مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

اور ان کے باوفا جانشینوں

ایثار القاسمی — شہید ناموسِ صحابہ رضی اللہ عنہم

ضیاء الرحمٰن فاروقی — شہید ملتِ اسلامیہ

محمد اعظم طارق — شہید ناموسِ صحابہ رضی اللہ عنہم

علی شیر حیدری — شہید ملتِ اسلامیہ

کی عظمت کو سلام پیش کرتے ہیں

امیر کارواں قائد سپاہ صحابہ جانشین شہداء قائدین حضرت مولانا محمد احمد لدھیانوی

اور ان کے رفقاء ومعاونین پر مکمل اعتماد کا اظہار کرتے ہیں

منجانب

چوہدری محمد سعید اینڈ اراکین

اہل سنت والجماعت

ضلع چنیوٹ

امیر عزیمت شہیدؒ کی یاد میں خصوصی اشاعت کے اہتمام پر

سالنامہ سرخرو کی انتظامیہ کو خراجِ عقیدت

پیش کرتے ہیں

عاشقِ رسولؐ، فدائے صحابہؓ

مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ

محترم جناب ابومعاویہ حافظ یحییٰ احمد عاصم صاحب

محترم قارئین کرام! سب سے پہلے برادر مکرم مولانا ثناء اللہ سعد حفظہ اللہ تعالیٰ کو خراج عقیدت پیش کرتا ہوں جنہوں نے گذشتہ سال جرنیل اسلام، فخر علماء دیوبند حضرت مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ نمبر شائع کر کے سنی قوم خصوصاً جھنگوی شہیدؒ کے مشن سے وابستہ نوجوانوں پر احسانِ عظیم فرمایا اور اب بانیٔ سپاہِ صحابہ امیر عزیمت حضرت جھنگوی شہیدؒ کی جدوجہد اور لازوال قربانیوں پر مشتمل خصوصی نمبر شائع کرنے کی جسارت کر رہے ہیں۔ اللہ پاک ہر دور میں کچھ ایسے رجال پیدا فرماتے ہیں کہ فرقۂ باطلہ کا تعاقب کرتے رہتے ہیں۔ ان میں ایک برادرم مولانا ثناء اللہ سعد صاحب بھی ہیں۔ یہ کوئی معمولی کام نہیں بلکہ میں تو یہ محض صحابہ کرامؓ کی برکت سمجھتا ہوں کہ اس مشکل ترین دور میں مشنِ جھنگوی کا پرچار کر رہے ہیں حالانکہ آج کئی لوگ جھنگوی شہیدؒ کے نام سے بھی ڈرتے ہیں۔ موصوف کے زریں قلم سے اب تک بیسیوں قیمتی کتب منظر عام پر آ چکی ہیں جن میں باطل قوتوں کی دجل وفریب کا پوسٹ مارٹم کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سعد صاحب کو عظیم اجر سے نوازے۔ موصوف نے دو دن قبل فون پر بندہ ناکارہ کو حکم فرمایا کہ علامہ حق نواز جھنگوی شہیدؒ کی شخصیت پر ترتیب شدہ نمبر عنقریب شائع ہونے والا ہے آپ کچھ تحریر کرنا چاہیں تو فوراً بھیج دیں۔ بندہ نہ کوئی ادیب ہے اور نہ کوئی قلم کار، لیکن کچھ تحریر اس غرض سے کیا ہے کہ شاید اللہ پاک اس کے طفیل نجات کا فیصلہ فرما دیں اور آخرت میں صحابہ کرامؓ کے ساتھ رفاقت نصیب فرما دیں۔

راقم الحروف کا جھنگوی شہید سے ملاقات نہ ہو سکا لیکن ان کی یاد آج تک ستاتی ہے کیونکہ مولانا نے اپنی ساری زندگی تحفظِ ناموسِ صحابہ کی خاطر گزاری۔ ۲۲ر فروری ۱۹۹۰ء بمطابق ۲۶ر رجب ۱۴۱۰ھ کا دن سنی قوم کبھی فراموش نہیں کر سکتی کہ اس روز سنی عوام کا بے تاج بادشاہ عاشقِ رسول مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ نے جامِ شہادت نوش کیا۔ راقم الحروف نے حضرت جھنگوی شہیدؒ کے جگر گوشہ، شہید ابنِ شہید مولانا اظہار الحق جھنگوی شہیدؒ کو اسٹیج پر گرجتے ہوئے دیکھا تو بے اختیار زبان پہ آ جاتا کہ جب بیٹے میں اتنی جرأت اور صحابہؓ کی محبت ہے تو والد کا کیا کہنا۔ اللہ نے جھنگوی شہیدؒ کی زبان میں تاثیر رکھی تھی کیونکہ جو الفاظ جھنگوی شہیدؒ زبان عام پر کہتے تھے اخلاص وللّٰہیت اور صحابہ کی محبت سے لبریز ہوتے تھے۔ اگر زندگی میں حضرت جھنگوی کی زیارت نصیب نہ ہوئی تو جب ان کے لائق فرزند مولانا اظہار الحق جھنگویؒ کی صورت میں حضرت جھنگویؒ کی نشانی اور جرأت دیکھی تو ہماری حسرت اللہ نے پوری کر دی۔ لیکن صحابہ کے دشمنوں نے یہ مہکتا ہوا پھول بہت جلد ہی ہم سے

چھین لیا۔ اللہ ان کی شہادت کو قبول فرمائے۔ آمین

اور جھنگوی شہیدؒ کے یہ الفاظ آج بھی ریکارڈ میں محفوظ ہیں، فرمایا کرتے تھے کہ اگر ناموسِ صحابہ کی خاطر بیوی بچوں کو قربان کرنا پڑا تو دریغ نہیں کروں گا۔ قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید

کیونکہ جھنگوی شہیدؒ کے یہ الفاظ صحابہ کی محبت سے سرشار ہو کر ہوتے تھے۔

صحابہ کرامؓ وہ مقدس جماعت ہے جنہوں نے اسلام کی سربلندی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت پر جان قربان کی، تو اللہ پاک نے قرآن مجید کے تیس پاروں میں ان کا ذکر خیر کیا، اور یہ تمغے عنایت فرمائے۔ کہیں فرمایا **اولٰئک ھم الراشدون، اولٰئک ھم المفلحون، اولٰئک ھم المھتدون، اولٰئک فی قلوبھم الایمان** اور دنیا کا سب سے عظیم سرٹیفکیٹ و پروانہ "رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ" ان کو عطا فرمایا۔

تو حضرت جھنگوی شہیدؒ نے صحابہ کی عظمت کے گن گاتے ہوئے جس طرح صحابہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس پر جان قربان کی حضرت جھنگوی شہیدؒ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عزت و ناموس پر اپنی جان قربان کی۔ اللہ نے وہ موت عطا فرمائی جس کی تمنا اور آرزو حبیب کبریا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ اکثر کیا کرتے تھے۔ یعنی شہادت کی موت۔ لطف کی بات یہ ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کیا سعادت ہو سکتی ہے کہ جھنگوی شہید کو دوہری شہادت ملی کیونکہ روایات میں آتا ہے کہ شب جمعہ کی موت ایک قسم کی شہادت کی موت ہے۔ مولانا جھنگوی فضیلتوں والی رات یعنی شب جمعہ کو شہید ہوئے، جنازہ سید الایام جمعۃ المبارک حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمہ اللہ نے مسنون وقت عصر کو پڑھائی اور آپ کی تدفین عظیم المرتبہ رات شب معراج میں ہوئی:

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

جھنگوی شہیدؒ ایسی شخصیت کا نام ہے کہ جس نے خوابیدہ انسانیت کو خواب غفلت سے بیدار کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ اور سُنی نوجوانوں میں صحابہ کرامؓ کی عظمت اور شان کو راسخ کیا۔

میں اتنا کروں گا ماؤں کی عظمتوں کو بلند
دل کے ٹکڑوں کو شہادت کی دعا دینی پڑے

۱۱ر فروری ۱۹۷۹ء کو ایران میں خمینی بدبخت نے انقلاب برپا کیا، خمینی نے اس شیعی انقلاب کو اسلامی انقلاب کا نام دیا۔ دنیا بھر کے مسلمان خمینی کے پروپیگنڈہ سے انتہائی متاثر ہوئے۔ لیکن ایک سال بعد جب خمینی کی تصانیف کے تراجم ہو کر سامنے آئے تو دنیائے اسلام حیران و ششدر رہ گئی۔ اس کی کتب کے اندر قرآن، خدا اور رسول ﷺ کی توہین اور صحابہ کرام خصوصاً ابوبکر، عمر، عثمان اور معاویہ رضی اللہ عنہم کو کھلم کھلا معاذ اللہ کافر، منافق، لالچی اور اسلام کے غدار کے طور پر پیش کیا تو پاکستان میں حضرت جھنگوی شہیدؒ نے اس کفر و دجل سے پردہ اٹھانے کیلئے ۶ر ستمبر ۱۹۸۵ء کو جھنگ شہر میں تحفظِ ناموسِ صحابہ کی تحریک شروع کی۔

حضرت جھنگوی شہیدؒ نے جب شیعیت کے خلاف کھلم کھلا نعرہ لگایا تو غیروں کے علاوہ اپنے نے بھی طعنے دینا شروع

کر دیے، کسی نے کہا کہ اس کا دماغ خراب ہے، کسی نے کہا یہ پاگل ہو گیا، لیکن حضرت جھنگوی شہیدؒ نے صحابہؓ کا دفاع قرآن سے ثابت کیا اور کسی کی پرواہ کیے بغیر اپنا مشن جاری رکھا۔ آج الحمدللہ ان کی قربانی اور للّٰہیت نے رنگ دکھایا، ایک جھنگوی کے جانے کے بعد ہزاروں جھنگوی پیدا ہو گئے ہیں۔ جیسے جھنگوی شہیدؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں شیعیت کو گالی بنا کر چھوڑوں گا، جھنگوی شہیدؒ نے یہ بات سچ کر دکھائی۔ خود ہمارے بڑے ہمیں کہتے ہیں کہ ہمیں بھی شیعیت کے بارے اتنی معلومات نہیں تھیں، کہ یہ کافر ہیں۔ بس ایک فرقہ سمجھتے تھے۔ لیکن بچہ بچہ اب شیعیت کے کفر کا پرچار کر رہا ہے۔ ناموسِ صحابہؓ کا پرچم اٹھائے ہوئے ہر شہر ہر بستی، ہر قریہ میں دیوانے نظر آئیں گے۔

شیر اسلام کا لقب

شہادت سے کچھ سال قبل امیر عزیمتؒ نے جھنگ میں آل پاکستان دفاع صحابہ کانفرنس کے انعقاد کا اعلان کیا۔ اس کانفرنس میں عوام کے علاوہ ہزاروں کی تعداد میں علماء کرام شریک تھے۔ خاص طور پر شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب، پیر طریقت حضرت مولانا حافظ غلام حبیب صاحب نقشبندی قابلِ ذکر ہیں۔ اب سب حضرات کی موجودگی میں مناظر اسلام مولانا عبدالستار تونسوی صاحب نے مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کو شیر اسلام کا لقب دیا اور تمام علماء کرام نے اس کی تائید کرتے ہوئے مسرت کا اظہار کیا۔

امیر عزیمت کا خطاب

تنظیم کے ایک معزز رکن اکرام الحق صاحب نے مولانا حق نواز کو امیر عزیمت کا لقب دیا، اس وقت متفقہ طور پر امیر عزیمت کا خطاب دیا گیا۔ مولانا حق نواز جھنگوی کی آنکھوں کے سامنے بڑے بڑے حوادثات کے طوفان آئے، آندھیاں چلیں، لیکن مولانا کے پایۂ استقلال میں ذرا سی جنبش یا حرکت نہیں آئی بلکہ آندھیوں کے طوفان دیکھ کر مسکرا دیتے۔ آپ کی جرأت و بہادری، استقلال و عزیمت کی داستانوں کو آبِ زر سے لکھا جائے تو بھی کم ہے۔ آپ نے اپنی جان پر کھیل کر ایمان کی پیشانی پر صحابہ کا قصیدہ رقم کیا اور ثابت کیا کہ جو مومن ہوگا اس کے دل و جگر میں صحابہ کی محبت ضرور ہوگی۔

(از تاریخ امیر عزیمت مولانا حق نواز مشن مؤقف اور نصب العین۔ ابو اُسامہ محمود)

اس طرح مشنِ جھنگوی کے علمبردار، جرنیلِ اسلام مولانا اعظم طارق شہید رحمہ اللہ کو "انٹرنیشنل دفاع صحابہ و حق نواز شہید کانفرنس" ملتان میں ۱۹۹۹ء میں شیخ الحدیث مولانا شفیق الرحمٰن درخواستی رحمہ اللہ نے ہزاروں علماء کی موجودگی میں امیر المومنین کے خطاب سے نوازا۔ یہ سب کچھ اس وقت ہوتا ہے جب انسان دین کی خاطر سب کچھ برداشت کرتا ہے اور خندہ پیشانی سے مصائب و آلام کا مقابلہ کرتا ہے۔

اے فدائے دینِ حق اے اہل سنت کے چراغ
عمر بھر مٹنے نہ پائیں گے تری رحلت کے داغ

اللہ تعالیٰ مجھے مشنِ جھنگوی سے آخری دم تک وابستہ فرمائے اور شہادت کی موت نصیب فرمائے۔ آمین

✿✿✿✿

علاقہ کمالیہ کی عظیم دینی درسگاہ

مدرسہ جامعہ فاروقیہ

مختصر تعارف، ضروریات وخدمات

جامعہ ہذا کی بنیاد حافظ صدر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے رکھی تھی

آج الحمد للہ ان کا لگایا ہوا پودا پورے علاقہ کو اپنے فیض سے سیراب کر رہا ہے

گزشتہ سالوں میں جامعہ سے شعبہ حفظ میں 450 طلبہ وطالبات اور شعبہ فاضلات سے 70 طالبات نے سند فراغت لی جبکہ دورۂ حدیث کی ۱۵ طالبات نے تکمیل کی۔ گزشتہ سال 25 طلبہ وطالبات نے حفظ قرآن مجید کی تکمیل کی اور شعبہ فاضلات سے ۳ طالبات فارغ ہوئیں۔ مدرسہ جامعہ فاروقیہ میں گزشتہ 7 سالوں سے درس نظامی کا آغاز کر دیا گیا ہے۔ درس نظامی برائے طلبہ درجہ متوسطہ، اولی، ثانیہ اور ثالثہ طالبات کے لئے درجہ عامہ، درجہ خاصہ، درجہ عالیہ اور دورہ حدیث شریف میں داخلہ جاری ہے۔

☆ جامعہ میں اس وقت 450 طلبہ وطالبات زیر تعلیم ہیں۔

☆ 175 مقیم طلبہ وطالبات کے دو وقت کا کھانا، رہائش، قیام، لباس وعلاج وغیرہ کا مدرسہ کفیل ہے۔

☆ ہنگامی وتعمیری اخراجات وگندم کے علاوہ جامعہ کے سالانہ اخراجات 12 لاکھ سے زائد ہیں۔

اپیل

جامعہ کا اہتمام توکل علی اللہ ہے۔ تمام اخراجات اللہ تعالیٰ کی مدد ونصرت اور مخیر حضرات کے تعاون سے پورے ہوتے ہیں۔ آپ اپنے عظیم ادارہ کے لئے تمام شعبہ جات میں زکوۃ، صدقات، عشر، چرمہائے قربانی وغیرہ کے ذریعے فراخدلانہ تعاون فرماتے رہیں اور اپنی دعاؤں، توجہات اور تعاون میں مزید اضافہ فرمائیں اور دیگر اہل خیر کو بھی اس طرف متوجہ فرماتے رہیں۔ **اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت میں اس کا بہترین بدلہ عطا فرمائیں گے۔**

منجانب حضرت مولانا محمد احمد لدھیانوی مدظلہ مہتمم مدرسہ جامعہ فاروقیہ کمالیہ

فون: 0300 6637755 0300 6637755 046 3412066

امیر عزیمت حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمہ اللہ کی آخری تمنا

پاکستان کو سنی سٹیٹ قرار دیا جائے

حضرت الحاج مولانا بشیر احمد شاد صاحب زید مجدہٗ

امیر جمعیۃ علماء اسلام پنجاب

کل کیا ہونے والا ہے، اس کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اس نظریہ اور عقیدے کا بار بار مجھے احساس اس وقت ذہن نشین ہوتا رہا جس دن ڈاک کے ذریعہ مجھے اہل سنت والجماعت کے عظیم رہنما جناب ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں صاحب کا والا نامہ موصول ہوا، لفافہ کھولا تو ڈاکٹر صاحب کا حکم نامہ پڑھا کہ امیر عزیمت حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمہ اللہ کی زندگی کے لمحات پر کچھ جملے تحریر کروں، یہ حکم نامہ پڑھتے ہی اپنی زندگی کے ماضی میں کھو گیا اور زمانہ طالب علمی کی ویڈیو میرے دماغ میں لحہ بہ لحہ چلنی شروع ہو گئی اور سوچ وبچار کے سمندر میں غوطہ زن ہونا شروع ہو گیا کہ امیر عزیمتؒ کی حیات مبارکہ تو ایک تاریخ کی حیثیت رکھتی ہے، میں اس جرنیل کی زندگی کے کس پہلو پر قلم چلانا شروع کروں۔ جس کی زندگی کا ایک ایک دن آنے والے دن سے روشن تھا، تو بالآخر امیر عزیمت شہیدؒ کی میرے ساتھ زندگی کی پہلی ملاقات اور آخری ملاقات پر چند جملے لکھنے کے لئے میرے دل نے میرا ساتھ دیا۔

میری امیر عزیمت حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ سے پہلی ملاقات ۱۹۷۰ء میں ہوئی جب تنظیم اہل سنت والجماعت پاکستان نے ملتان کی بجائے کوٹ ادو میں مذاہب باطلہ کے خلاف دو ماہ میں دورہ کرانے کا اعلان کیا اور اس سال تعلیمی سنٹر مناظر اسلام امام اہل سنت حضرت مولانا علامہ دوست محمد قریشی رحمہ اللہ کی قیام گاہ کو قرار دیا تو ملک بھر کے طول و عرض سے فارغ التحصیل علماء کرام اور درجات عالیہ کے طلباء عظام نے کوٹ ادو کا رُخ کیا۔ اس سال حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ اور راقم الحروف درجات عالیہ کے طلبہ میں شمار ہوتے تھے۔ امیر عزیمت شہیدؒ دار العلوم کبیر والا ضلع خانیوال میں زیر تعلیم تھے اور شیخ الحدیث یادگار اسلاف حضرت مولانا علی محمد صاحب رحمہ اللہ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد المجید لدھیانوی صاحب دامت برکاتہم العالیہ و دیگر اکابر مشائخ سے استفادہ فرماتے تھے جبکہ راقم الحروف اُس دور کے ترجمان دار العلوم دیوبند دار العلوم جامعہ رشیدیہ غلہ منڈی ساہیوال میں خلیفہ مجاز حضرت رائپوریؒ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبد اللہ رائے پوریؒ، استاذ العلماء حضرت مولانا علامہ غلام رسولؒ، بطل حریت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ اور

سفیر اسلام شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید انورؒ و دیگر اکابر و مشائخ کے ہاں زیر تعلیم تھا اور تربیت کے لئے راقم الحروف کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے مشن مربی بطل حریت حضرت مولانا فاضل حبیب اللہ رشیدیؒ مہتمم دارالعلوم جامعہ رشیدیہ کی سعادت نصیب فرمائی۔ دارالمبلغین تنظیم اہل سنت والجماعت نے ہم دونوں اور ہمارے دیگر رفقاء کو ایک ہی جذبہ و مشن کے تحت یہاں جمع کر دیا اور یہاں ہم آنے والے طلبہ کو امسال جن مذاہب باطلہ کے خلاف دورہ پڑھایا گیا تھا وہ رد عیسائیت، ردّ قادیانیت، ردّ رافضیت اور ردّ شرک و بدعت پر تھا، ہمارے لیکچر دینے والے اساتذہ کرام میں حضرت مولانا پروفیسر عبدالرحیم منہاج"، مناظر اہلسنت حضرت مولانا علامہ دوست محمد قریشی"، مناظر اسلام امام اہل سنت حضرت مولانا علامہ عبدالستار تونسوی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے ہمارے قلب وجگر میں اس انداز سے روح پھونکی ہے۔

تو نے کیا آتشِ حل کردہ پلا دی ساقی
پھونک ڈالا جگر آگ لگا دی ساقی

ملک بھر سے مناظرہ کے لئے دورہ کرنے والے طلبہ کثیر تعداد میں تھے لیکن علامہ دوست محمد قریشی رحمہ اللہ کی نظر انتخاب نے میرا اور امیر عزیمت حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کا چناؤ کیا اور نماز عصر کے بعد اکثر و بیشتر ہم دونوں کا مناظرہ ہوتا۔ مناظر اہل سنت حضرت مولانا علامہ دوست محمد قریشی" جملہ طلبہ کی کلاس کے ساتھ کرسی ڈال کر بیٹھ جاتے اور جہاں ہماری عملی تربیت فرماتے وہاں فیصل وجج کا کردار بھی ادا کرتے۔ میرے ذمہ اکثر باطل نظریات کے اعتراضات کی بوچھاڑ کرنا ہوتا تھا اور امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ مذہب اہل سنت کے دلائل و براہین کی روشنی میں مدلل جوابات سے نوازتے اور کبھی کبھی اس کے برعکس بھی ہوتا اور راقم الحروف کے ذمہ مذہب اہل سنت کے جوابات ہوتے اور جب ہماری گفتگو جذبات کے بھرپور انداز میں ہوتی تو ہماری حوصلہ افزائی کے لئے استاذ مکرم مناظر اہل سنت حضرت العلامہ مولانا دوست محمد قریشی رحمہ اللہ اپنے مخصوص انداز میں داد دیتے ہوئے فرماتے "واہ بھئی واہ"!

ان دو ماہ میں رات دن مذاہب باطلہ کے خلاف دلائل و براہین اساتذہ کرام کی طرف سے ہمارے قلب وجگر میں پیوست کیے جاتے رہے، انہی ایام میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے استاذ مکرم حضرت العلامہ دوست محمد قریشی" کو طویل عرصے کے بعد ایک چاند سا بیٹا عنایت فرمایا تھا جس کا نام علامہ قریشی صاحبؒ نے محمد عمر تجویز کیا اور اس نام تجویز کرنے کی حضرت خود وضاحت فرماتے تھے کہ میرا اکثر و بیشتر مناظرہ بریلوی مکتب فکر کے مناظر مولانا محمد عمر اچھروی سے ہوتا رہتا ہے، مولانا عمر اچھروی نے اپنے بیٹے کا نام عبدالوہاب رکھا اور اپنی کنیت ابووہاب لکھا کرتا اور کہتا کہ میں وہاب کا باپ ہوں۔ تو علامہ قریشی صاحبؒ کو اللہ تعالیٰ نے بیٹا دیا تو انہوں نے اپنے بیٹے کا نام محمد عمر تجویز کر کے اپنی کنیت ابوعمر رکھی اور فرماتے کہ میں عمر کا باپ ہوں۔ ان ایام میں مجھے اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ موقع بھی فراہم کیا کہ ایک نہایت دُبلے پتلے اس وقت کے صاحبزادہ محمد عمر کو متعدد مرتبہ اپنی گود میں کھلانے کا شرف عطا فرمایا، یہ کس کو خبر تھی کہ جس محمد عمر کو میں اپنی گود میں کھلا رہا ہوں یہ مستقبل میں حضرت مولانا محمد عمر کے نام سے پکارے جائیں گے اور جس اپنے ساتھی حق نواز کے ساتھ مناظرہ کے مناظر دکھا رہا ہوں وہ اپنے دور کا امیر عزیمت اور امام انقلاب کی حیثیت اختیار کرے گا۔ دو ماہ کی رفاقت میں جو قرب ہوا وہ زندگی بھر کے آخری

لمحات تک الحمدللہ ہم نبھاتے رہے۔ جب بھی امیر عزیمتؒ نے یاد کیا راقم الحروف نظریاتی اور مشنی ساتھی ہونے کے ناطے حاضری دیتا رہا، تنظیمی سطح پر چونکہ میرا تعلق پہلے دن سے ہی کل پاکستان جمعیۃ علماء اسلام سے تھا اور میں پاکستان کے مشرقی اور مغربی دونوں بازوؤں میں شیخ الاسلام حافظ الحدیث والقرآن حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ جانشین شیخ التفسیر امام الہدیٰ حضرت مولانا عبیداللہ انورؒ، بطل حریت حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ، مفکر اسلام قائد جمعیۃ حضرت مولانا مفتی محمود نور اللہ مرقدہٗ کی قیادت وسیادت میں جمعیۃ علماء اسلام کے پلیٹ فارم پر اپنی جدوجہد جاری رکھے ہوئے تھا حالانکہ مناظر اہل سنت حضرت مولانا دوست محمد قریشی رحمہ اللہ نے میرے دورۂ حدیث ۷۱/۱۹۷۰ء میں فراغت کے بعد ایک سال تک ملک بھر میں اپنا رفیق سفر رکھا اور اسٹیج کی دنیا میں دعوت وتبلیغ کے عنوان سے میری تربیت فرماتے رہے اور ملک بھر کا مجھے دورہ کرایا اور بعدازاں چھ ماہ تک بطور مبلغ تنظیم اہل سنت والجماعت پاکستان تنظیم کے پلیٹ فارم پر دعوت اور تبلیغ کے پروگراموں میں شرکت کرتا رہا، اسی دوران ایک دن راقم الحروف نے اپنا بیگ اٹھایا اور مرکزی دفتر تنظیم اہل سنت والجماعت پاکستان کے مرکزی دفتر نواں شہر ملتان سے اپنے گھر چشتیاں واپس آ گیا، استاذ مکرم حضرت مولانا دوست محمد قریشیؒ کو جب علم ہوا کہ بشیر احمد شاد گھر واپس چلے گئے ہیں تو حضرت علامہ دوست محمد قریشیؒ ملتان سے میرے گھر چشتیاں تشریف لائے اور تین دن تک میرے گھر تشریف فرما رہے اور مجھے واپس جانے پر ترغیب دیتے رہے لیکن میں نے اپنے استاذ مکرم سے درخواست کی کہ حضرت عظمت صحابہؓ، دفاع صحابہؓ پر اپنی نظریاتی جدوجہد زندگی کے آخری سانس تک کرتا رہوں گا اور یہی میرا مشن میری نجات کا ذریعہ بنے گا ان شاء اللہ، لیکن جماعتی اور تنظیمی سطح پر میں صرف اور صرف جمعیۃ علماء اسلام کے پلیٹ فارم پر جدوجہد جاری رکھنا چاہتا ہوں اور اسی فیصلے کے پیش نظر میں نے امیر عزیمتؒ کو بھی متعدد مرتبہ یہی عرض کیا کہ تنظیمی سطح پر میرا تعلق جمعیت سے ہی وابستہ رہے گا۔ چنانچہ الحمدللہ اسی بنیاد پر خود امیر عزیمتؒ بھی جمعیت علماء اسلام کے پلیٹ فارم پر کام کرتے رہے اور سیاسی میدان میں جمعیت کے پلیٹ فارم سے ہی حصہ لیا، زندگی بھر کا سفر گزرتا رہا تا آنکہ امیر عزیمتؒ کے آخری ایام میں مولانا قاری عبدالاحد صاحب جنرل بس سٹینڈ اوکاڑہ والوں نے مورخہ ۲۲/اکتوبر ۱۹۸۹ء کو ایک کانفرنس کا انعقاد کیا جس میں راقم الحروف اور مولانا جھنگوی شہیدؒ کو مدعو کیا گیا تو ہم دونوں ساتھی وہاں جمع ہوئے۔ پہلے میرا بیان تھا بعدازاں مولانا جھنگوی شہیدؒ کا خطاب ہوا۔ کانفرنس سے فراغت کے بعد ہم دونوں ساتھی ایک ہی کمرہ میں رات کو قیام پذیر ہوئے اور کافی دیر تک رات کو باہمی مشورہ جات چلتے رہے اور اس وقت کے حالات کی روشنی میں جو فرقہ واریت کے نام پر قتل وغارتگری کا ایک بازار گرم تھا اس کی روک تھام اور امن وامان کے قیام کے لئے تجاویز زیر بحث چلتی رہیں۔ جذباتی نعروں پر بھی غور وخوض کرتے رہے کہ ان پر کنٹرول کے لئے کیا کیا جائے۔ بحث وتمحیص کے آخر میں امیر عزیمتؒ نے خود اس بات کو تسلیم کیا کہ میں اپنی تحریک کے نوجوانوں میں جذباتی نعرے کی بجائے مثبت انداز میں پاکستان کو سنی سٹیٹ قرار دینے کا نعرہ لگاتا تو زیادہ مفید اور نتیجہ خیز ثابت ہوتا اور اس نعرے کے نتیجہ میں ہماری تحریک کی کامیابی کی منزل بہت جلد قریب تر ہو جاتی اور تمام سنی العقیدہ مسالک کے لوگ یعنی دیوبندیت کی تمام جماعتیں بریلوی مسلک کے افراد اہلحدیث نظریہ کے طبقات سب جمع ہو جاتے اور اس صورت میں کاش پاکستان ایک سنی سٹیٹ بن جاتا تو میری زندگی کی آخری خواہش وتمنا پوری ہو جاتی۔ امیر عزیمتؒ چونکہ ایک

مشن کے وارث تھے اس لئے ملک میں امن وامان کا قیام اور اپنی تحریک کی کامیابی ان کا لیل ونہار کا جذبہ تھا اور اس جذبہ میں اخلاص تھا یہی وجہ ہے کہ آج اُس تحریک اور نظریہ کے ساتھ ملک بھر میں کروڑوں سنی العقیدہ مسلمان قلب وجگر کی گہرائیوں سے امیر عزیمتؒ سے محبت رکھتے ہیں۔ اوکاڑہ کانفرنس کی ملاقات میری زندگی کی آخری ملاقات اس وقت ثابت ہوئی کہ جب ٹھیک چار ماہ بعد امیر عزیمتؒ کی شہادت کی خبر جنگل میں آگ کی طرح جب چشتیاں میرے پاس پہنچی تو فوراً اپنی زندگی کے ساتھی کا آخری دیدار اور نماز جنازہ میں شرکت کی غرض سے چشتیاں سے روانگی کی لیکن ٹوبہ ٹیک سنگھ اور جھنگ کے درمیان پولیس چوکی پر پولیس نے مجھے اپنی حراست میں لے لیا اور جنازہ میں شرکت سے روک دیا۔ نماز مغرب کے بعد میری پابندی ختم کر کے جب مجھے آزاد کیا تو میں نے جھنگ میں حاضری دی، عین اُسی وقت قائد جمعیت مولانا فضل الرحمٰن تشریف فرما ہوئے اور ہم دونوں نے امیر عزیمتؒ قافلۂ حق کے سالار حضرت مولانا حق نواز شہیدؒ کی مسجد کے حجرے میں بیٹھ کر رفقائے کرام سے تعزیت کی اور شہید کی زندگی بھر کی دینی ملی، قومی، سماجی جرأت مندانہ خدمات کو خراج تحسین پیش کر کے دعائے مغفرت کے جملوں کے ساتھ اجازت طلب کی۔ اور جامعہ محمودیہ جھنگ میں شہید کی قبر اطہر پر جا کر دعائے مغفرت کی اور سلامِ عقیدت پیش کیا۔ اور ان دعائیہ جملوں سے شہید کے مرکز کو الوداع کہا:

الٰہی عاقبت محمود گرداں
بلائے بود را نہ بود گرداں

✿✿✿✿

حب صحابہؓ رحمۃ اللہ — بغض صحابہؓ لعنت اللہ

فنا فی اللہ کی تہہ میں بقا کا راز مضمر ہے جسے مرنا نہیں آتا، اُسے جینا نہیں آتا

امیر عزیمت، امیر کاروانِ ناموسِ صحابہؓ، شیر اسلام

مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

اور اُن کے باوفا جانشینوں

مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ، مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ
مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ، مولانا علی شیر حیدری شہیدؒ

اور دیگر سینکڑوں شہداء ناموسِ صحابہؓ کی عظمت کو سلام پیش کرتے ہیں

من جانب

اہل السنّت والجماعت

تحصیل احمد پور شرقیہ

ضلع بہاولپور

امیر کارواں، قائد سنی انقلاب، جانشین شہداء قائدین

حضرت مولانا محمد احمد لدھیانوی

اور ان کے رفقاء ومعاونین پر مکمل اعتماد کا اظہار کرتے ہیں

امیر عزیمت شہیدؒ کی یاد میں خصوصی اشاعت کے اہتمام پر

سالنامہ سرخرو کی انتظامیہ کو خراجِ عقیدت

پیش کرتے ہیں

وہ جو..... حق نوازؒ تھا

اس نے خون دے کر اپنے موقف کے ساتھ اخلاص کی شہادت دی

مولانا عبدالرؤف فاروقی۔ سیکرٹری جنرل جمعیت علماء اسلام پنجاب

مولانا حق نواز شہیدؒ ایک ذات اور ایک شخصیت نہیں، ہمارے دور کی ایک تحریک کا عنوان ہے اور وہ مقدس تحریک ہے "تحفظِ ناموسِ صحابہ رضی اللہ عنہم"۔

تحفظ ناموسِ صحابہ ایک عقیدہ بھی ہے اور عبادت بھی۔ عقیدہ وہ جس پر اسلام کی خوبصورت عمارت قائم ہے اور عبادت وہ جو تمام عبادات میں روح کا درجہ رکھتی ہے۔ اس عقیدے اور اس عبادت کے تحفظ کی جدوجہد ہر دور میں وہ منتخب افراد کرتے رہے جو استقامت، غیرت، حمیت اور صبر و تحمل کا شاہکار تھے۔ پہاڑ تھے۔ ہمارے دور کے لوگوں نے احمد بن حنبلؒ، ابن تیمیہ، احمد سرہندی، شاہ عبدالعزیز اور عبدالشکور لکھنوی رحمہم اللہ اجمعین کی زیارت نہیں کی لیکن آندھی اور طوفان کی طرح اٹھنے اور سب کو بہالے جانے والے ایک شخص کو دیکھا جو ان تمام بزرگوں کی روحانی و علمی خدمات کا ترجمان اور متادبن کر اٹھا اور انہیں عوامی زبان دے کر اس دنیا سے رخصت ہو گیا..... وہ تھا مولانا حق نواز شہیدؒ!

مولانا حق نواز شہیدؒ سے میری شناسائی کا تعلق اُس وقت سے ہے جب انہوں نے اپنی عملی و تبلیغی زندگی کا آغاز کیا۔ شروع میں انہوں نے دارالعلوم دیوبند کی فکری جدوجہد کے اُس پہلو پر اپنے سفر کا آغاز کیا جس میں شرک و بدعات اور تکفیری مہم کا رَد تھا اس پہلو پر کام کی ایک مستقل تاریخ ہے..... شرک و بدعات کو مذہبی سہارا دینے اور پھر علماء دیوبند کے خلاف تکفیری مہم چلانے والی رضا خانی تحریک کا انہوں نے صحیح ادراک کیا اور پھر اپنی پوری جذباتی قوت کے ساتھ اُس پر ٹوٹ پڑے۔ لیکن بہت جلد جھنگ کے معروضی حالات نے اور خطے میں ایران کے خمینی انقلاب کے اثرات نے اُس راستے پر ڈال دیا جو انتہائی کٹھن، صبر آزما اور دشوار گزار ہونے کے ساتھ ایمان و عقیدے کے اعتبار سے ایسا راستہ تھا جس کی نشاندہی انبیاء و صحابہؓ نے کی تھی اور اس راستے پر سُرخرو ہونے کے لئے بالآخر لہو رنگ اور اپنے ہی خون سے سُرخ رو ہونا پڑتا ہے۔

مولانا حق نواز اس راستے پر جس جاہ و جلال اور جس جوش و جذبے سے چلتے رہے، زمانہ اس کا گواہ بھی ہے اور معترف بھی! انہوں نے اپنے اخلاص اور قوتِ عمل سے تحفظ ناموسِ صحابہؓ کی تحریک کو پاکستان کے گلی، کوچہ و بازار سے لے کر صحراؤں اور پہاڑی علاقوں تک جس طرح بیان کیا اس کی بازگشت پوری دنیا میں سُنی گئی اور ایک جہان اس تحریک میں شامل ہو

گیا.....قوتِ عمل کا مشاہدہ تو ہر کسی نے کھلی آنکھوں سے کیا لیکن اخلاص کا تعلق دل سے ہے اور اُسے کوئی نہیں دیکھ سکتا سوائے اللہ تعالیٰ کے.....مولانا حق نواز کے طریق کار سے اختلاف اپنی جگہ پر، اُن کے اخلاص پر طعنہ زن ہونے کا کسی کو کوئی حق حاصل نہ تھا لیکن یہ میدان ایسا ہے اور سپاہی تحریک سے وابستہ افراد کی ذہنیت اس انداز میں ترتیب پائی ہے کہ بدزبانی اور بدگمانی سپاہی تحریک کے خمیر میں شامل ہے۔ اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ جس طرح ایک یہودی النسل "پولوس" نے عیسائی مذہب کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا، دوسرے یہودی النسل "ابن سباء" نے اسلام کو اپنی شیطانی چال سے مسخ کرنے کی مذموم لیکن ناکام کوشش کی..... وہ ابلیسی تدابیر جس طبقے کے خمیر میں موروثی طور پر منتقل ہوئی ہوں اُس نے اس مردِ قلندر مولانا حق نوازؒ کے خلاف پروپیگنڈے کے کیا کیا حربے استعمال کئے، اُن کے تصور سے ہی انسانی روح کانپ اٹھتی ہے لیکن مولانا حق نوازؒ نے اپنے نصب العین پر اپنے اخلاص کا ثبوت اس پر قربان ہو کر پیش کیا اور اس انداز سے پیش کیا کہ اپنے حیران اور پرائے مبہوت ہو کر رہ گئے۔

ایک اور بات جسے میں بڑی شدت سے محسوس کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ مولانا حق نواز شہید کو کئی اعتبار سے مماثلت حاصل تھی شہید بالاکوٹ شاہ اسمٰعیل شہید کے ساتھ، بالاکوٹ پہنچنے والے مجاہدین کے قافلے کے امیر المجاہدین تو بلاشبہ حضرت سید احمد بریلوی تھے تاہم شاہ اسمٰعیلؒ اس قافلۂ حق کے سپہ سالار اور حدی خوان تھے، جس طرح انہوں نے اس انداز سے حدی خوانی کی کہ سر کٹانے کا جذبہ اُن میں سے ہر ایک کے جسم میں خون کی طرح سرایت کر گیا اور جو اُس سنگلاخ مقتل میں شہید ہو گئے وہ تو شہید ہو گئے لیکن جو بچ گئے انہوں نے جذبۂ جہاد کو پورے برصغیر میں لازوال کر دیا۔ اسی طرح تحفظ ناموسِ صحابہؓ کی تحریک تو تاریخ میں اپنے کئی مراحل طے کرتے ہوئے چلی آ رہی تھی اور اس قافلہ کی قیادت ہر دور میں اپنے وقت کا کوئی ولی اور قطب کرتا رہا.....لیکن ملتِ اسلامیہ کی رگوں میں خون کی طرح گردش کرنے والے جذبے کو مولانا حق نوازؒ نے اپنی آتش بیان اور شعلہ نوا، حدی خوانی سے اس طرح کی ایمانی حرارت بخشی کہ مولانا حق نوازؒ کے بعد بھی اب تک کتنے مسلمان ہیں جو ہتھیلیوں پر سر رکھے مقتل میں کھڑے ہیں.....کہ

سر کٹانے کی تمنا اب ہمارے دل میں ہے
دیکھنا ہے زور کتنا بازوئے قاتل میں ہے

اور قرآن کی اس صداقت کی عملی تفسیر پیش کر رہے ہیں کہ:

رجال صدقوا ما عاهدوا الله عليه فمنهم من قضى نحبه ومنهم من ينتظر وما بدلوا تبديلا.

"کتنے مرد (حق آگاہ) ہیں جنہوں نے پورا کر دکھایا اپنا وہ عہد جو انہوں نے اللہ سے باندھ رکھا تھا، پھر کچھ تو اُن میں سے اپنی منزل سے ہمکنار ہو گئے اور کچھ وہ ہیں جو ابھی منتظر ہیں اور (انہوں نے اپنا راستہ) ذرہ برابر بھی تبدیل نہیں کیا۔"

مولانا حق نواز شہیدؒ پر اور مقتل میں کھڑے، اُن کی راہ پر چلنے والے مجاہدین کی روحوں پر سلام ہو، ہماری طرف سے.....ہمارے دور کے تمام سلیم الفطرت مسلمانوں کی طرف سے.....اور ہماری نسلوں کی طرف سے.....کہ

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا سید عبدالضبیر آزاد مدظلہ

خطیب و امام بادشاہی مسجد لاہور

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

عالمِ اسلام میں کچھ ایسی ممتاز شخصیات ہیں جن کے تذکرہ کے بغیر تاریخ اسلام نامکمل ہے، میری مراد وہ شخصیت جن کو دنیا امیر عزیمت کے نام سے پہچانتی ہے، حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمہ اللہ جو کہ اپنے فنِ خطابت کی وجہ سے اپنا ایک منفرد مقام رکھتے تھے وہ نہ صرف جید عالمِ دین تھے بلکہ ایک شعلہ نوا خطیب، حق گوئی و بے باکی کی اپنی مثال آپ تھے۔ ایثار و قربانی، جرأت، بہادری، عظمت و استقلال کے پیکر، عاشقِ رسول ﷺ اور عظمتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاسبان اور رفعتِ اہلِ بیتِ اطہار کی ترجمانی کرنے والے بے باک خطیب تھے۔ آپ کے فنِ خطابت میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے اندازِ خطابت کی جھلک نظر آتی تھی، آپ نے قریہ قریہ بستی بستی، گاؤں گاؤں، شہر شہر جا کر عظمتِ صحابہ و اہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین کا پیغام پہنچایا جس کی وجہ سے آج کے نوجوان بچوں اور بچیوں کے ۷۰ فی صد اسماء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام پر رکھے جاتے ہیں۔ یہ ان کا عظیم کارنامہ ہے کہ انہوں نے امتِ مسلمہ میں صحابہ و اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کی عظمت کو اُجاگر کیا اور ہر میدان میں صحابہ کرام و اہل بیت اطہار کی عظمت کا دفاع کیا اور ان کی عزت و حرمت کی پاسبانی کی، حتیٰ کہ وہ اپنے اس عظیم مشن عظمتِ صحابہ پر اپنی جان بھی قربان کر دی، ان کی ان خدمات کو ہمیشہ تاریخ اسلام میں سنہری حروف میں لکھا جائے گا۔ مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمہ اللہ اخلاص، للّٰہیت اور جرأت و بہادری کے پیکر تھے، ہمیں آج ان کی عظمتِ صحابہ و اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کے سلسلہ میں خدمات کو اُجاگر کرنے کی ضرورت ہے، اللہ ہمیں اخلاص کے ساتھ دینِ اسلام کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

تری لحد پر خدا کی رحمت تری لحد پر سلام پہنچے
مگر تری مرگِ ناگہاں کا مجھے ابھی تک یقیں نہیں ہے

✿✿✿✿

مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ.....اور

تحفظ ناموسِ صحابہ کی جدوجہد

محترم جناب صاحبزادہ حافظ ابتسام الٰہی ظہیر صاحب

ناظم اعلیٰ جمعیت اہل حدیث پاکستان

مولانا حق نواز جھنگوی بلاشبہ مکتب دیوبند سے تعلق رکھنے والے متحرک خطیب و عالمِ دین تھے، انہوں نے ضلع جھنگ کے علاقہ میں اپنی خطابت اور تبلیغ کے ذریعے لوگوں کی بہت بڑی تعداد کو متاثر کیا اور عوام کی کثیر تعداد کو اپنا گرویدہ بنالیا، ان کا اثر ورسوخ صرف مذہبی حلقوں تک محدود نہیں تھا بلکہ جھنگ کی سیاست کے اوپر بھی آپ کے گہرے اثرات مرتب ہوئے۔ گو کہ مولانا حق نواز جھنگویؒ خود تو انتخابات میں کامیاب نہ ہو سکے لیکن ان کی جدوجہد کے نتیجے میں ان کے دو ساتھی مولانا ایثار القاسمیؒ اور مولانا اعظم طارق" تادیر رکن پارلیمنٹ کے طور پر اپنی ذمہ داریوں کو انجام دیتے رہے۔

مولانا حق نواز جھنگویؒ کے افکار ونظریات سے چاہے کوئی اتفاق کرے یا اختلاف۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مولانا ایک پُر اثر خطیب اور بے باک عالم دین تھے اور انہوں نے عظمت ناموسِ صحابہؓ کے لئے جس لگن اور خلوص سے کام کیا اس کے اثرات صرف ضلع کی حد تک محدود نہیں رہے بلکہ پورے ملک میں آپ کو قدر کی نگاہ سے دیکھنے والوں کی کثیر تعداد موجود ہے اور مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کا نام تحفظ ناموسِ صحابہؓ کی جدوجہد کرنے والوں میں ہمیشہ سرِ فہرست اور خطابت اور علم کی دنیا میں ہمیشہ زندہ رہے گا۔

شہباز علی
ذخیرہ
مارکٹ اسلام آباد

سلام اُس قائد پر

جنہوں نے مجھ جیسے لاکھوں مسلمانوں کا ایمان بچایا

حکیم محمد ابراہیم قاسمی سابق ایم پی اے سرحد

زمانہ طالب علمی کی بات ہے کہ اُس وقت میرے گھرانے کا تعلق ایک دینی سیاسی جماعت جمعیت علماء اسلام سے ہوا کرتا تھا اور ہمارے گاؤں میں ایک واحد ہمارا ہی گھر ہوا کرتا تھا جس پر جمعیت کا جھنڈا لگا ہوا ہوتا تھا اور اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ شروع ہی سے ہمارے بڑے علماء سے تعلق رکھتے تھے اور ایک دینی سوچ وفکر والے تھے اُن دنوں چونکہ پیپلز پارٹی اور جمعیت کا اتحاد ہوا تھا تو میں نے اپنے حجرے میں جو جمعیت کا دفتر بھی تھا، ایک طرف مولانا مفتی محمود اور مولانا فضل الرحمٰن اور دوسری طرف بے نظیر اور خمینی کی تصاویر لگائی ہوئی تھیں۔ بے نظیر اور فضل الرحمٰن کی تصویر تو اتحاد کی وجہ سے اور خمینی کی تصویر محبت کی وجہ سے لگائی تھی کیونکہ اُنہی دنوں خمینی کے کفریہ انقلاب کے ہر طرف چرچے ہو رہے تھے۔ بندہ گنہگار بھی اُس لعین کی دل لگی میں گرفتار ہو چکا تھا۔ اُس وقت میں سکول میں پڑھتا تھا اور شعر وشاعری سے مجھے بہت لگاؤ تھا اور چند دن پہلے میں نے پشتو میں نعت رسول مقبول لکھی تھی اور دیگر تحریر پر کوشش کر رہا تھا کہ خمینی لعین کی مدح میں میں نے آٹھ نظمیں تحریر کیں اور نظم اس وقت لکھی جاتی ہے جب کسی کے ساتھ حد سے زیادہ محبت ہو، اُس وقت میری خمینی لعین سے محبت تھی بلکہ معاذ اللہ اس کمینے کو میں اسلام کا ہیرو سمجھ بیٹھا تھا اور اس کے خلاف کسی قسم کی بے ادبی گوارا نہیں کرتا تھا۔

کچھ وقت بعد ہمارے گاؤں کے ایک شخص قاضی کفایت مرحوم نے مجھے میرے والد کی موجودگی میں بتایا کہ کیا تم نے پنجاب کے مولانا جھنگوی کی تقریر نہیں سنی؟ خمینی کی جو تصویر لگائی ہے علماء نے تو اس پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے، یہ اُتار دو۔ اس پر میں سخت ناراض ہوا، بہر حال میری ناراضگی کے باوجود انہوں نے میرے سامنے خمینی کی تصویر اُتار کر آگ لگا دی، میں وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا۔ بعد ازاں بڑے بھائی وزیر محمد نے بھی یہی بات دُہرائی لیکن میں کسی کی نہ سن رہا تھا۔ کچھ دنوں بعد امیر عزیمت حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کا پشاور چوک میں یادگار خطاب ہو رہا تھا، بڑے بھائی نے مجھے ساتھ جانے کا کہا لیکن میں نے کہا کہ آج جمعیت اور پیپلز پارٹی کا مشترکہ جلسہ ہے میں وہاں جاؤں گا۔ اور اس وجہ سے ان کے دیدار کی سعادت سے محروم رہا۔ بھائی جلسہ سے واپسی پر مجھے کہنے لگا کہ تم جو خمینی کی دن رات تعریف کرتے پھرتے ہو، مولانا حق نواز

جھنگوی نے تو اس کے بارے میں فرمایا کہ وہ صحابہ کرامؓ کا گستاخ ہے جس کی بنا پر وہ کافر ہے، تو میں نے اس کے ساتھ مباحثہ کیا لیکن پھر بھی ذہن میں کچھ اشکالات پیدا ہو گئے جس کی بناء پر صبح سکول میں ساتھیوں کے ساتھ بحث مباحثے ہوئے، اس بحث مباحثے میں مجھے ایک لڑکے نے کہا کہ آپ جھوٹ بولتے ہو، میرے پاس شیعوں کی ایک کتاب ہے اُس میں صحابہ کرامؓ کی تعریف ہے۔ پھر اُس نے مجھے وہ کتاب دے دی کتاب کا نام تھا "اصحاب رسول کی کہانی قرآن وحدیث کی زبانی" عاشق حسین نقوی مرتد کی لکھی ہوئی تھی، وہ کتاب جب میں نے دیکھی اس کے اوپر گنبد خضریٰ کی تصویر بھی بنی ہوئی تھی، وہ میں اپنے ساتھ لے گیا اور اس کا مطالعہ شروع کیا لیکن کتاب جب آدھ تک پہنچی تو اس میں مصنف نے اپنی غلیظ قلم کے ساتھ جس چالاکی اور ہوشیاری کے ساتھ گمراہ کن پروپیگنڈہ کیا تھا اُس کی زد میں مَیں آ گیا، اور باوجود اس کے میرا اُٹھنا بیٹھنا علماء طلباء کے ساتھ پھر بھی صحابہ کرامؓ کے متعلق میرا ذہن گندا ہو گیا اور میرا ذہن صحابہؓ کے خلاف بدظن ہو گیا اور اتنی حد تک متاثر ہو گیا کہ میں کہنے لگا کہ شیعہ ٹھیک کہہ رہے ہیں اور ہمارے سُنی علماء غلط کہہ رہے ہیں۔ جب گھر میں آیا تو بھائی کو سارا قصہ سنایا کہ اسی طرح میں نے یہ کتاب پڑھ لی ہے۔ تو اُس نے کہا کہ یہ تم نے غلط کیا ہے۔ بہرحال اُس نے مجھے امیر عزیمت حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کی تقریر (صحیح عقیدہ) دے دی۔ اُس مردِ قلندر کی آواز جب میرے دل ودماغ تک پہنچی بس اُس آواز کا سننا تھا کہ میری زندگی بدل گئی اور میری زندگی میں اک انقلاب برپا ہوا۔ شیطان کی دل لگی، رحمان کی دل لگی میں تبدیل ہوئی، کفر سے اسلام اور تاریکی سے اُجالے میں داخل ہو گیا اور میری زندگی کا ایک نیا باب کھل گیا اور حق وصداقت کے قافلے کے ساتھ وابستہ ہو گیا اور یہ عزم کیا کہ آج کے بعد میرا جینا اور مرنا ناموسِ صحابہؓ کے لئے مشنِ جھنگویؒ میں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ اُس عظیم المرتبت انسان حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کو غریقِ رحمت کرے کہ اُس کی وجہ سے میں گمراہی سے بچ گیا ورنہ آج میری وجہ سے پتہ نہیں کتنے اور مسلمان بھی گمراہ ہوتے۔ لیکن اُس مردِ آہن اور حق پرست عالمِ دین نے آج میری طرح ہزاروں مسلمانوں کی زندگی بدل ڈالی بلکہ اگر آج میں یہ کہہ دوں کہ امیر عزیمت نے ہمارے ہر سُنی کی ماں، بہن، بیٹی کی عزت وناموس کی حفاظت کی ہے تو غلط نہ ہوگا۔

یہ تو میں نے اپنا قصہ سنایا لیکن میں آپ کو ایک پشاور کے سُنی پولیس آفیسر DSP خان رازق شہید جو کہ بم دھماکے میں فوت ہو چکے ہیں اُن کے ساتھ تھانہ کابلی جو کہ ابھی اُن کے نام سے منسوب ہے بیٹھے تھے، میں نے کہا کہ ہمارا بہت نقصان ہو چکا ہے اور ہمارے بڑے بڑے علماء شہید ہو چکے ہیں۔ تو انہوں نے کہا قاسمی صاحب! آپ یہ نہ کہیں کہ ہماری قیادت شہید ہو گئی اور ہمارا نقصان ہو گیا، شہادت تو بہرحال ہونا ہی تھی لیکن جو کام مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کر گئے ہیں وہ شاید کوئی نہ کر سکا اور آج اُنہی کی برکت ہے کہ آج خان رازق کی بیوی شیعوں کے گھوڑے کے نیچے سے نہیں گزرتی ورنہ خان رازق کی بیوی شیعوں کے گھوڑے کے نیچے سے گزرتی، منت مانگتی، اللہ کے سوا غیروں کے در پر جھکتی۔ اگر آج وہ ایک اللہ کے سامنے جھکتی ہے تو وہ اُن کی برکت ہے اور اگر سچ پوچھو تو میرا تو دل چاہتا ہے کہ میں وردی اُتار کر مولانا جھنگوی شہیدؒ کی قبر پر سلوٹ کروں کہ انہوں نے اتنا بڑا کام کیا ہے کہ ہزاروں بلکہ لاکھوں لوگوں کو بے راہ روی سے بچا کر سیدھے راستے پر لگا لیا ہے اور پاکستان کو شیعہ سٹیٹ بننے سے بچا لیا ہے۔

.....بقیہ صفحہ نمبر ۶۹۵ پر.....

آہ! مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ

تحریر:۔علامہ ارشد حسن ثاقب۔لاہور

بوڑھے آسمان نے کتنی شخصیات کو اس دھرتی پر جنم لیتے اور اپنی اپنی عظمت وشوکت کا لوہا منواتے دیکھا ہے اور ساتھ ہی ساتھ فطرت کے اٹل قانون کا نظارہ بھی کیا ہے کہ ہر ہستی اپنا اپنا کردار ادا کر کے مادر گیتی کی پُر امن پناہ گاہ میں اوجھل ہوگئی۔ چشم فلک نے پیغمبرانِ ذی وقار کو دیکھا اور ان کی اولوالعزمی وثابت قدمی کا نظارہ کیا۔ فاتحین کو دیکھا اور ان کی جرأت وہمت، شجاعت وبسالت کا مشاہدہ کیا۔ بادشاہوں کو دیکھا اور ان کے تخت وتاج کی عظمت وشوکت اور دبدبہ وجبروت کے مناظر دیکھے۔ مصلحین کو دیکھا اور ان کے اخلاص وولولہ کا تماشہ کیا۔ خوش بیان خطیبوں کو دیکھا اور ان کی سحر طرازیوں سے لطف اندوز ہوا۔ اہل قلم کو دیکھا اور ان کی نکتہ سنجیوں اور دقیقہ آفرینیوں کی داد دی۔

عزت وشوکت، عظمت وتقدیس، جرأت وبسالت اور اولوالعزمی وشجاعت کے لاکھوں شیش محل چشم فلک نے بنتے اور اُجڑتے دیکھے۔ مگر ہمارے عہد کا ایک عظیم مینارۂ عزیمت چشم فلک سمیت تمام دیکھنے والی آنکھوں کیلئے اپنے اندر جاذبیت اور کشش کے وہ ہزار پہلو لئے ہوئے تھا کہ جس نے اس کو ایک بار دیکھا وہ دیکھتا رہ گیا جس نے جتنی بار دیکھا اسے اس کے حسن میں ایک نئی رعنائی کے انکشاف کا احساس ہوا جس نے جتنے قریب سے دیکھا اسے اس کے جمال کے نئے زاویے منکشف ہوتے محسوس ہوئے۔ والدین نے اس مینارۂ عظمت کا نام حق نواز رکھا۔ اور اس نے "حق نوازی" کا حق ادا کرنے میں اپنی جان وار دی۔

وہ لوگ تاریخ میں پڑھے اور افسانوں میں لکھے جاسکتے ہیں جنہیں بیک وقت عزت کے ساتھ اخلاص، شہرت کے ساتھ انکساری، عظمت کے ساتھ تواضع، علم کے ساتھ عمل، خطابت کے ساتھ استدلال، بھرپور عملی زندگی کے ساتھ ملنساری اور اعلیٰ ترین سیاسی وسماجی مقام کے ساتھ اپنے چاہنے والوں سے حقیقی محبت کی دولت میسر ہو۔ ایسے لوگوں کو ہم صرف تاریخ کا حصہ جانتے ہیں جو افسانوں میں قارئین کی ذہنی آسودگی کیلئے ایسی شخصیات کا مفروضہ کھڑا کیا کرتے ہیں لیکن ہمیں جاگتی آنکھوں سے ایک ایسی شخصیت، گوشت پوست کے زندہ ومتحرک ایک انسان کی صورت میں دکھائی بھی دے گی، جس کا ہم تصور بھی نہیں کرسکتے۔

ہم اپنی عملی زندگی میں جو دیکھتے ہیں وہ اس افسانوی آئیڈیل سے یکسر مختلف بلکہ متضاد چہرے ہوتے ہیں۔ یہاں

اگر کہیں عزت نظر آتی ہے تو اخلاص معدوم ہوتا ہے۔ شہرت دکھائی دیتی ہے تو انکساری کنارہ کر لیتی اور اس کی جگہ نخوت و کبریائی ڈیرے ڈال لیتی ہے۔ عظمت تواضع سے محروم، علم عمل سے بیگانہ، خطابت استدلال سے عاری، بھرپور زندگی ملنساری واخلاق فاضلہ سے تہی دامن متمنی جاہ ومنصب اور دوستوں کی محبت سے خالی نظر آتا ہے۔

ہمارا مشاہدہ کمال اور محرومی کے ان مرکبات کو دیکھ دیکھ کر ان کا اتنا عادی ہو چکا ہے کہ حقیقی صاحب کمال شخصیت کا تصور ہم نے محض تاریخ اور افسانے کا حصہ سمجھ رکھا ہے اور یہ آس ہی توڑ دی ہے کہ ایسی شخصیت عالم واقعہ میں ہمیں نظر بھی آ سکتی ہے۔ لیکن جس کسی نے مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کو دیکھا اور ان کے ساتھ کچھ وقت گزارا ہے اس نے یہ محسوس کیا اور بجا محسوس کیا کہ تاریخ نے اپنے آپ کو دھرایا ہے اور افسانوی شخصیت محسوس دنیا میں ہم نے پالی ہے۔

مولانا جھنگوی کو اللہ تعالیٰ نے وقت کے جید ترین اساتذہ سے کسب فیض کا موقعہ نصیب فرمایا۔ جن سے انہوں نے قرآن وسنت، فقہ وتاریخ، تقابل ادیان وفن مناظرہ، اصول فقہ واصول تفسیر اور دیگر دینی علوم میں کمال حاصل کیا۔ انہوں نے اپنے علم کو محض تعلیم وتدریس کا کھلونا بنانے کی بجائے اسے عوامی سطح پر عوام کی زبان میں پیش کیا۔ علم کی پختگی، تبلیغ دین کا جذبۂ فراواں، اور قوت اظہار کا اعجاز وہ خاص انعامات تھے جو قدرت کی طرف سے انہیں عطا ہوئے تھے۔

انہوں نے مناظرانہ موضوعات کو عوامی موضوع بنا دیا۔ علمی بحثوں کو جلسہ ہائے عام کا موضوع سخن بنا دیا اور منطق و استدلال کو خطابت کا معیار بنا دیا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی ایک تقریر سن کر..... صرف ایک تقریر..... ہر شخص ان کے مشن کی صداقت کو نہ صرف تسلیم کر لیتا بلکہ ان کے قافلے میں شریک ہو جاتا ہے۔

عام طور پر یہ کہا اور سمجھا جاتا ہے کہ مولانا جھنگویؒ شعلہ نوا خطیب تھے۔ میرے خیال میں ان کی خطابت پر یہ بہت بڑا بہتان اور ان کے فن تقریر کا یہ سراسر غیر حقیقت پسندانہ تجزیہ ہے ان کی تقریر کی اصل طاقت ان کی وہ قوت استدلال تھی جس کے زور سے انہوں نے انتہائی کم مدت میں لاکھوں انسانوں کو اپنا گرویدہ بنا لیا اور ان کی خطابت کی روح وہ للّٰہیت تھی جو انہیں عام مقررین اور خطباء سے ممتاز کرتی تھی۔

وہ تقریر برائے تقریر، یا تقریر برائے اظہار ذات نہیں کرتے تھے۔ نہ کبھی انہوں نے محض اپنے فن خطابت کی دھاک بٹھانے کے لئے دھواں دھار تقریر کی۔ وہ زمانے کا سب سے بڑا سب سے کڑوا اور سب سے مشکل سچ لوگوں تک پہنچانا چاہتے تھے۔ اس سچ کو پہنچانے کے لئے ان کے دل میں ایک تڑپ تھی اور وہی تڑپ کبھی استدلال کا روپ دھار لیتی اور کبھی جذبات کا۔ وہ جذبۂ فراواں جو انہیں امت تک عصر حاضر کا سب سے مشکل سچ پہنچانے پر مسلسل آمادہ ومجبور کر رہا تھا۔ وہ اخلاص جو انہیں ملک کے گوشہ گوشہ، قریہ قریہ گھما رہا تھا۔ وہی ان کی تقریر کا حقیقی محور تھا۔

مولانا حق نواز جھنگوی نے ایک صداقت کو کتابوں کے اوراق میں محبوس دیکھا اور اسے الماریوں کے زندانوں سے نکال کر عوامی ذہن کی آزاد فضا میں لے آئے۔ انہوں نے ایک سچ کو تحریر اور فتویٰ کے روپ میں دم توڑتے دیکھا تو اپنی تقاریر سے اس میں نئی روح پھونک دی اور وہ سچ آج دنیا بھر کے مسلمانوں کی زبان پر جاری ہو گیا ہے۔

CamScanner

اللہ تعالیٰ نے مولانا جھنگویؒ سے دینِ حنیف کی جتنی خدمت لینا تھی لے لی اور اس کے بعد ان کی خدمت کا نقد صلہ شہادت فی سبیل اللہ کی صورت میں عطا فرما دیا۔ مولانا کا مشن کامیابی کا آخری زینہ کب طے کرتا ہے۔ اس کی تعیین تو نہیں کی جا سکتی لیکن پورے وثوق سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ جس پامردی واستقامت سے مولانا نے حق وصداقت کی یہ صدا بلند کی ہے ان شاء اللہ ایک وقت آئے گا کہ مولانا کی خواہش اور آرزو کے عین مطابق پُرامن طریقے سے یہ قضیہ پاکستان کی قانون ساز اسمبلی سے حل ہو جائے گا۔

مولانا کے فکری ورثاء کو بھی چاہئے کہ صرف ان کے مشن ہی کو نہیں بلکہ ان کے منہج اور طریق کار کو بھی مدنظر رکھیں۔ مولانا نے بیسیوں تقاریر میں اسی خواہش کا اظہار کیا ہے کہ یہ مسئلہ ہائی کورٹ سپریم کورٹ یا قانون ساز اسمبلی کے ذریعے حل ہو۔ اور ان کی درجنوں تقاریر اس بات کی گواہ ہیں کہ مخالفین لاکھ تشدد پر اتریں وہ صرف قانون کا راستہ اختیار کریں گے۔ ضلع جھنگ اور شہر جھنگ کے درجنوں واقعات مولانا کے اس اندازِ فکر کی عملی تائید کرتے ہیں۔

مولانا اور ان کے مشن کے مخالفین کو بھی چاہئے کہ تشدد اور تخریب کی بجائے قانون کا سہارا لیں۔ اسمبلی میں تحریک استحقاق پیش کریں یا ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ میں سے کسی اعلیٰ عدالت کی طرف رجوع کریں۔ اگر فریقین سنجیدگی سے اس مسئلہ کو قانونی طریقہ سے حل کرنے پر آمادہ ہو جائیں تو ملک کو ایک بہت بڑے عفریت سے دائمی نجات مل سکتی ہے۔

✿✿✿✿

.....بقیہ از صفحہ ۶۹۲ .....

امیر عزیمتؒ نے حالات کی پرواہ کیے بغیر امتِ مسلمہ کی رہنمائی کی اور تمام سنی مسلمانوں کے ایمانوں کا تحفظ کیا۔ اور صحابہ کرام کی عزت وعظمت وناموس کی خاطر طرح طرح کی صعوبتوں سے گزرے لیکن اپنے مشن اور موقف پر کبھی بھی سودے بازی نہیں کی اور اُمتِ مسلمہ کو ایک جھنڈے تلے جمع کیا اور اتحاد بین المسلمین کا عملی کردار ادا کرتے ہوئے شیعہ رافضی کے کفر پر دیوبندی، بریلوی اور اہلحدیث مکاتب فکر کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا۔ پورے ملک میں صحابہ کرامؓ کا بول بالا کیا اور کفر کا منہ کالا کیا اور الحمدللہ آج شیعہ کی اسلام دشمنی کے خلاف امیر عزیمتؒ کی کاوشوں اور جدوجہد کی وجہ سے شیعہ کا نام گالی بن چکا ہے اور سپاہِ صحابہ کا کوئی ساتھ دے یا نہ دے لیکن سُنی مسلمانوں کی اکثریت کی حمایت سپاہِ صحابہ کو حاصل ہے اور سلام اُس قائد پر جن کے نام کی برکت سے مجھ جیسا ناچیز بھی اسمبلی کا ممبر بنا اور الحمدللہ وہاں پر مشنِ جھنگویؒ کے لئے اپنی بساط کے مطابق بھرپور کوشش کی اور دشمنانِ صحابہ کا تعاقب وہاں بھی جاری رکھا۔

اللہ تعالیٰ اس عظیم ہستی کی برکت سے دفاعِ صحابہ کا قانون ملک میں بنوائے اور خلفائے راشدینؓ کا نظام ہمیں نصیب فرمائے۔ آمین

✿✿✿✿

CamScanner

صحابہ زبیر — باللہ مدد — محمد پیغمبر

بعض صحابہ لعنت اللہ

جب صحابہ رحمت اللہ

سوئے مقتل جنہیں جانا تھا وہ جا بھی چکے
سر بسر کچھ محبت کا خطیب آج بھی ہیں!

امیر عزیمت، امیر کاروانِ ناموسِ صحابہؓ، شیر اسلام

ہم مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

اور ان کے جانشین

شہید ناموس صحابہؓ — ایم این اے — ایثار القاسمی رحمۃ اللہ علیہ

شہید ملت اسلامیہ — علامہ ضیاء الرحمن فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

شہید ناموس صحابہؓ — ایم این اے — محمد اعظم طارق رحمۃ اللہ علیہ

محافظ ختم نبوت — علامہ علی شیر حیدری شہید رحمۃ اللہ علیہ

اور دیگر سینکڑوں شہداء کارکنان کی عظمت کو سلامِ عقیدت پیش کرتے ہیں

امیر کارواں، قائد سنی انقلاب، جانشین شہداء قائدین

حضرت مولانا محمد احمد لدھیانوی

اور ان کے رفقاء و معاونین پر مکمل اعتماد کا اظہار کرتے ہیں

امیر عزیمت شہید کی یاد میں

سالنامہ سرخرو

کی خصوصی اشاعت کے اہتمام پر

شاہین اہل سنت — جناب ڈاکٹر خادم حسین حفظہ اللہ صاحب ڈھلوں — ایڈیٹر — مولانا ابو محمد شاء اللہ سعد عثمانی — مدیر

کو مبارک باد پیش کرتے ہیں

منجانب

حضرت قاری شہزاد قمر صاحب مہتمم و قاری محمد عبداللہ اختر نائب مہتمم

جامعہ حنفیہ صدیقیہ تجوید القرآن جی ٹی روڈ پنجن کسانہ تحصیل کھاریاں ضلع گجرات

0300-9516761, 0300-5437137, 0300-6287008

میرا عظیم قائد

جناب محمد احمد ندیم بن مولانا عبدالکریم ندیم صاحب

ہم پہ تھا حق کی نوازش حق نواز
دین کی تابندہ تابش حق نواز
اہل سنت کے لئے آب حیات
تھا برائے رفض آتش حق نواز

میں امیر عزیمت حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کی زندگی سے خاص واقفیت تو نہیں رکھتا کیونکہ حضرت جب شہید ہوئے تھے تقریباً ایک سال قبل میری پیدائش ہوئی میں نے اپنے والد محترم خطیب اسلام حضرت مولانا عبدالکریم ندیم صاحب مدظلہ سے حضرت شہیدؒ کے بہت سارے واقعات سنے ہیں لیکن دل میں یہ حسرت رہے گی کہ اس عظیم قائد کے دیدار سے محروم رہا ہوں۔

ہوتا ہوں میں خوش تذکرۂ حق نواز سے
لیکن میری آنکھیں ہیں محروم لذت دیدار سے

چند دن قبل میری ملاقات مجاہد اسلام حضرت مولانا شہ عبدالعزیز مجاہد سابق ممبر قومی اسمبلی وہ فرمانے لگے اے محمد احمد بھائی سانحہ لال مسجد کے موقع پر مجھے گرفتار کر کے اڈیالہ جیل بھیجا گیا تو ساتھ والی کیبن میں تین چار نوجوان تھے میں نے ان سے پوچھا آپ کا تعلق کس جماعت سے ہے انہوں نے بتایا ہمارا تعلق سپاہ صحابہؓ سے ہے ہم تقریباً سات سال سے جیل میں ہیں ہم پر کئی مرتبہ سزائے موت کا اعلان ہوا ہے لیکن ہم اپنے شہید قائد کے مشن سے غداری کبھی نہیں کریں گے شاہ صاحب فرمانے لگے ان صحابہ کے دیوانوں کی باتیں سن کر میں اپنے آپ پر قابو نہ پا سکا اور میری آنکھوں سے آنسوں جاری ہو گئے ان جوانوں کی جرأت و ہمت جذبے اور حوصلے کو دیکھ کر یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ کیسے عظیم انسان ہیں اور ان کا قائد کیسا عظیم ہوگا مرد قلندر ہوگا اور میں سوچتا ہی رہ گیا۔ میرے عظیم قائد کے تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ ایک دن حضرت جھنگویؒ فیروزہ شہر سے خطاب کر کے بہاول پور جا رہے تھے ابو جان فرماتے ہیں حضرت گاڑی کی اگلی سیٹ پر بیٹھے تھے اور میں حضرت کیساتھ جا رہا تھا راستے میں احمد پور شرقیہ سے آگے نماز مغرب کا وقت ہو گیا حضرت جھنگویؒ نے فرمایا گاڑی روک دو اور نماز پڑھ لیں ابو جان فرماتے ہیں

میں نے عرض کیا حضرت اردگرد کوئی آبادی نہیں بہت خطرناک علاقہ ہے آپ کی جان قیمتی ہے دس منٹ کے فاصلے پر بہاول پور کا شہر ہے وہاں پہنچ کر نماز پڑھ لیں گے حضرت نے پیچھے مڑ کر غصہ کے عالم میں فرمانے لگے مولانا صاحب کیا تمہیں اپنی زندگی پر دس منٹ یقین ہے اگر ہمیں یہاں موت واقع ہو جائے تو کیا رب کا قرض ہم پر باقی نہیں رہے گا؟ حضرت جھنگویؒ کا علماء اور اپنے نوجوانوں پر شفقت و محبت کا یہ عالم تھا کہ ابو جان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرا اور حجرت کا علی پور سہر میں خطاب تھا میں نے ساتھیوں سے کہا کہ میری تقریر حضرت سے پہلے کرا دیں کیونکہ میرا تقریروں کا ابتدائی دور تھا اور میں نے سوچا کہ شاید میں حجرت جھنگویؒ کے سامنے تقریر نہ کر پاؤں ساتھی حضرت کو لے کر سٹیج پر آ گئے کارکنوں نے حضرت کا پرتپاک استقبال کیا اور میں احتراماً بیٹھ گیا۔

حضرت جھنگویؒ نے سٹیج سیکرٹری سے فرمایا جو نوجوان تقریر کر رہا تھا اور اس کو بلاؤ اور اس سے کہو کہ اپنی تقریر مکمل کریں۔ ابو فرماتے ہیں کہ میں مشاجرات صحابہ پر گفتگو کر رہا تھا اور میں تقریر کر کے چلا گیا میں نے کہیں اور جانا تھا ساتھیوں نے مجھے بتایا کہ حضرت جھنگویؒ نے آپ کی تقریر پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ میں سوچا کرتا تھا میں نے جس کام کی ابتداء کی ہے بعد میں اسے کوئی آگے لے کر چل سکے گا یا نہیں لیکن آج اس نوجوان کی تقریر سن کر مجھے یقین ہو گیا اللہ نے میری زندگی میں ایسے نوجوان پیدا کر دیے ہیں جو میرے مشن کو لے کر آگے بڑھیں گے اور کفر کے ایوانوں میں جا کر حق و صداقت کی آواز بلند کرتے ہوئے صحابہ کی عظمت و تقدس کی خاطر جان لٹانے سے گریز نہیں کریں گے۔ بزرگوں سے محبت کا یہ عالم تھا ایک مرتبہ استاذ الخطباء مولانا عبدالشکور دین پوریؒ کی عیادت کے لئے وکٹوریا ہسپتال بہاول پور تشریف لے گئے حجرت جھنگویؒ حجرت دین پوریؒ کے کمرے میں داخل ہوئے تو حضرت دین پوریؒ نے اپنے رفقاء سے کہا مجھے اٹھاؤ مرد قلندر آیا ہے حضرت دین پوری نے حجرت جھنگویؒ کا ماتھا چوم کر ہا اے حق نواز تیرے انداز سے تیرے ولولہ انگیز خطاب سے، تیرے سوز و گداز سے، معلوم یہ ہوتا ہے تجھے یہ قوم معاف نہیں کرے گی اور تجھے شہید کر دے گی تو حجرت جھنگوی نے فرمایا اے حضرت دین پوری آپ کا تعلق ولیوں کے خاندان سے ہے آج میری شہادت کے لئے ہاتھ اٹھاؤ عجیب اتفاق ہے جب دونوں بزرگوں نے ہاتھ اٹھائے تو وہ جمعرات تھی اور جب حضرت جھنگوی کا جنازہ اٹھا تو وہ بھی جمعہ کی رات تھی۔

ان دونوں بزرگوں کا آپس میں تعلق و محبت کا یہ عالم تھا حضرت جھنگوی کی زندگی کی آخری تقریر تحصیل خانپور کے قصبہ فیروزہ میں ہوئی اور حضرت دین پوریؒ کی زندگی کی آخری تقریر بھی احرار پارک جھنگ میں ہوئی۔

ہمارے خانپور والوں کو ایک اور نسبت بھی ملی ہے حضرت جھنگوی سے وہ یہ کہ حضرت جھنگویؒ شہید کا جنازہ شیخ الاسلام حافظ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے پڑھائی حضرت درخواستیؒ نے فرمایا میں نے مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ تعالیٰ کے جنازہ پر دیکھا تھا کہ آسمان سے فرشتے اتر رہے تھے اور آسمان اور ہا تھا یا آج میں نے وہی منظر حضرت جھنگویؒ کے جنازے پر دیکھا ہے۔

جس طرح آذان و نماز قیامت کی صبح تک ہوتی رہے گی اسی طرح سپاہ صحابہؓ قیامت کی صبح تک رہے گی (انشاء اللہ) اور میرے عظیم قائد حق نواز جھنگویؒ کا نام روز روشن کی طرح زندہ و تابندہ رہے گا۔

میں ہمیشہ اپنے دوستوں سے کہتا ہوں میرے عظیم قائد نے اپنی مختصری زندگی میں وہ کچھ کیا جو صدیوں میں لوگ نہیں کر سکتے میرا قائد تو وہ ہے جو بجلی کی طرح کڑکا ہواؤں کی طرح اڑا اور بادلوں کی طرح گرجا قوس وقزاح کی طرح چمکا اور اچانک غائب ہو گیا آنکھوں سے لیکن دل میں موجود ہے۔

میرے عظیم قائد فرمایا کرتے تھے میں اس دنیا سے چلا گیا تو میرا کام رکے گا نہیں میرے بیٹے قربانیاں دیتے رہیں گے۔ اور ایک وقت آیا دنیا نے دیکھا حضرت جھنگویؒ کے حقیقی اور روحانی بیٹوں نے حضرت جھنگویؒ کی بات کو سچ کر دکھایا دعا ہے رب تعالیٰ سے آپ کی اولاد حسنین نواز سرور نواز اور آپ کے تمام روحانی اولاد کو آپ کے نقشِ قدم پر چلائے اور آپ کے مشن کی صحیح ترجمانی کرتے رہیں۔

اور آخر میں مولانا ثناء اللہ سعد شجاع آبادی جنہوں نے پہلے اعظم طارق نمبر شائع کیا یقیناً دل کو بہت اچھا لگا اور اب امیر عزیمت شہید نمبر شائع کر رہے ہیں یقیناً یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے اور ان کا قلم علماء کے افکار اور تاریخی کارناموں کو اکٹھا کرنے میں چلتا رہتا ہے۔ اللہ رب العزت اس مرد مجاہد سے مزید دین کا کام لیں ان کو ہمیشہ خوش اور سلامت رکھے اور ان کا قلم ہمیشہ حق وسچ لکھتا رہے۔ آخر میں اس شعر کیساتھ اجازت چاہوں گا

اے شہید حق مثال شمس تابندہ ہے تو
کل بھی زندہ تھا تو قائد آج بھی زندہ ہے تو

حب صحابہؓ رحمۃ اللہ — بغض صحابہؓ لعنت اللہ

سلام عقیدت صحابہ کرامؓ کیلئے جنہوں نے محمد رسول اللہ ﷺ پر اپنا سب کچھ قربان کر دیا
نذر شہداء کاروانِ ناموسِ صحابہؓ پر جنہوں نے صحابہ کرامؓ پر اپنا سب کچھ قربان کر دیا

ہم

امیر عزیمت، امیر کاروانِ ناموسِ صحابہؓ، شیر اسلام

مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

اور اُن کے باوفا جانشینوں

شہید ناموس صحابہؓ ایثار القاسمی ایم این اے

شہید ملت اسلامیہ علامہ ضیاء الرحمن فاروقی

شہید ناموس صحابہؓ محمد اعظم طارق ایم این اے

شہید ملت اسلامیہ علامہ علی شیر حیدری

کی عظمت کو سلام پیش کرتے ہیں

امیر کارواں قائد سنی انقلاب جانشین شہداء قائدین حضرت مولانا محمد احمد لدھیانوی

اور ان کے رفقاء ومعاونین پر مکمل اعتماد کا اظہار کرتے ہیں

منجانب

اراکین اہل سنت والجماعت ضلع ملتان

امیر عزیمت شہیدؒ کی یاد میں خصوصی اشاعت کے اہتمام پر

سالنامہ سرخرو کی انتظامیہ کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں

حق کی نوازش.....حق نوازؒ

خطیب نوجوان، مولانا محمد ابوبکر شاہ صاحب، شورکوٹ سٹی

ابتدائے آفرینش سے دنیا کی ہر قوم اپنے مذہبی رہنماؤں اور مقتداؤں کی سوانح نگاری کو ایک اہم فریضہ سمجھتی چلی آ رہی ہے۔ اسی طرح مسلمانوں نے بھی اپنے رہنماؤں کے تذکرۂ حیات کو ہمیشہ اپنے سینوں سے چمٹائے رکھا اور اُن کو سفینۂ قرطاس پر منتقل کر کے محفوظ کرتے رہے تاکہ آنے والی نسلوں کیلئے یہی تذکرہ اور داستانِ حقیقت ان کی بھولی ہوئی راہوں کے لئے مینارۂ نور ثابت ہوں۔ ایسی ممتاز اور مقدس ہستیوں میں سے ۲۲ر فروری ۱۹۹۰ء کو سرزمینِ جھنگ میں علم و فضل، جرأت و بہادری، غیرت و حمیت کا ایک ایسا آفتاب و مہتاب غروب ہو گیا جس کی ضیاء باریوں سے پاکستان نہیں بلکہ پوری دنیا مستنیر ہوتی رہی اور ہوتی رہے گی۔ اسلاف کے کاروانِ علم و فضل کے فردِ فرید دنیائے خطابت و شریعت کے گوہرِ تابندہ، محقق بے بدل امیر عزیمت حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمہ اللہ مرتبۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اُجالوں کو بھلا رستہ نہ پائے ناممکن ہے — مقابل تیرگی کے صرف ڈٹ جانا ضروری ہے
جہانِ رزم گاہِ شوق میں جامِ شہادت کو — صراحی کی ضرورت ہے نہ پیمانہ ضروری ہے
ضمیریں بیچ کر جینا بھی تائب ہے کوئی جینا — اگر جینے میں ذلت ہو تو مر جانا ضروری ہے

کون مولانا حق نواز جھنگویؒ..... وہ خیر القرون کی یادگار تھے۔ سلف صالحین کا نمونہ تھے۔ اسلامی مزاج و مذاق میں جیتی جاگتی تصویر تھی۔ ان کی حیات کا ہر قول و فعل قابلِ صد تحسین ہے۔ بالخصوص اصحابِ رسول کا تحفظ اس مبارک مشن اور نظریہ کو چھیننے کیلئے دشمن نے ہر حربہ استعمال کیا، جبر و تشدد کی خوفناک اور گھناؤنی شکلیں ان کے سامنے لائی گئیں، انہیں گھنٹوں اُلٹا لٹکایا گیا، جسم پر رولر پھیرے گئے، تشدد سے ہونے والے زخموں پر مرچیں اور نمک چھڑکا گیا، بوری میں بند کر کے سڑکوں پر پھینکا گیا، کمال تو یہ ہے کہ اتنے ظلم کے باوجود وہ اپنے مشن سے منحرف نہیں ہوئے۔

ہم پہ تھا حق کی نوازش حق نواز — دین کی تابندہ تابش حق نواز
اہل سنت کے لئے آبِ حیات — تھا برائے رفض آتش حق نواز

اختصار کے درپے دعا گو ہوں کہ اللہ پاک ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ان کا مشن تا قیامت آباد رہے۔

CamScanner

جبلِ استقامت حضرت علامہ حق نواز جھنگوی شہیدؒ

مولانا عبداللہ خادم صاحب مدظلہ، سربراہ بزم فکر اسلاف پاکستان

یوں تو ہمارے اسلاف کی تاریخ اَن گنت سنہرے کارناموں سے بھری پڑی ہے، ہر بزرگ اپنی اپنی جگہ انجمن کا درجہ رکھتا تھا، لیکن ہمارے دور میں جو شخصیت سب سے زیادہ سحر انگیز تھی، جو نوجوانوں سے لے کر بوڑھوں تک، مذہب سے سیاست تک، خوشحالی سے مشکلات تک، بصارت سے بصیرت تک، فکر و تدبر سے نتیجہ تک، پھول سے خوشبو تک، فروع سے اصول تک، ذہانت و ذکاوت سے خطابت تک اپنی مثال آپ تھا، جس کو ہر باشعور فرد مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کے نام سے یاد کرتا ہے۔ حضرت جھنگوی شہید فکر ولی اللّٰہی کے امین تھے، وہ خود سب سے زیادہ بطلِ حریت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے سیاسی و مذہبی افکار و نظریات اور اُن کے تحریکی انداز کو پسند کرتے تھے۔

حضرت جھنگوی شہید ابتدائی دور میں وہی انداز اپناتے تھے جو احراری اپنے عروج کے دور میں اپنایا کرتے تھے۔ پہلے پہلے آپ نے ہاتھ میں کلہاڑی تھامے جذبۂ عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور محبت اصحابِ رسولؐ سے سرشار تحریکی ذہن کے ساتھ نظریاتی پروگرام کو جگہ جگہ پھیلانا شروع کر دیا، دیکھتے ہی دیکھتے حضرت امیر عزیمتؒ کے خلوص کی بدولت ایک مستقل پلیٹ فارم سپاہِ صحابہؓ کے نام سے متعارف ہو گیا۔

جھنگ والوں کو ایک مخلص، بے باک، بے لوث، انتھک، باہوش، پُر جوش قائد مل گیا، جو بیک وقت دھن، دولت، جاہ و حشمت، سرمایہ و جاگیر کی بدمستی میں مست و مخمور افراد کے خلاف بھی تھا، اور مظلوم و مقہور مجبور، بے کس و بے بس لوگوں کے دلوں کی آواز بھی تھا، یعنی شاعرِ مشرق، علامہ اقبالؒ کے بقول "جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی" کے عین مطابق مسلّمہ لیڈر تھا۔ اُس کی للکار سے جہاں سرمایہ دار و جاگیردار اور استحصالی طبقہ پریشان ہوتا، وہاں مفلس و غریب اور عام لوگ اپنے حقوق کے تحفظ کی بات کرنے لگے۔ حضرت جھنگوی شہیدؒ نے جہاں عام لوگوں کے حقوق کے حصول کیلئے عملاً اپنی سرگرمیاں تیز کر دیں وہاں منظم طور پر جان نثارانِ نبوت، اسلام کی مقدس ترین ہستیاں حضرات صحابہ کرامؓ کے خلاف ہرزہ سرائی کرنے والوں کے لئے قانون سازی کی مہم بھی تیز کر دی۔ پھر دنیا نے دیکھا کہ حضرت جھنگوی شہیدؒ کی یہ مخلصانہ تڑپ صرف جھنگ تک محدود نہ رہی، بلکہ پورے ملک میں یہ صدا اس انداز میں بلند ہوئی کہ ہر سویا ہوا سُنی بیدار ہو گیا۔ یہ بیداری روز بروز پھیلتی گئی، قافلہ بنتا گیا، پروگرام پورے ملک میں جلسوں کی شکل میں نظر آنے لگے، جن میں شرکت کرنے والوں کی

تعداد بلا مبالغہ لاکھوں اور ہزاروں میں ہوتی تھی۔ عشاء کے بعد نماز فجر تک لوگ ٹکٹکی باندھے مقررین کے خطابات سے محظوظ ہوتے خاص کر جب جھنگوی شہیدؒ خود سٹیج پر جلوہ افروز ہوتے تو سامعین کے دلوں کی دھڑکن حضرت جھنگوی شہیدؒ کے خطاب کے زیر و بم کے مطابق تیز ہوتی جاتی تھی۔

جھنگوی شہیدؒ کا خطاب دراصل شورش کاشمیریؒ کی گھن گرج، امیر شریعتؒ کی سحر انگیزی، علامہ انور شاہ کشمیریؒ کا خلوص، مولانا عبدالشکور لکھنویؒ کے دلائل و براہین، حضرت درخواستیؒ کی روحانیت، مفتی محمودؒ کی فکر، جذبات و نظریات، تڑپ و غیرت سے مُرقع و مُسجع ہوتا تھا۔ جو ہر سامع کے دل میں اُترتا جاتا تھا۔ خصوصاً جب اصحاب رسول کی عظمت کا ذکر اپنے مخصوص دل سوز انداز میں کرتے تو خود بھی تڑپتے تھے اور سامعین کو بھی تڑپاتے تھے۔

اُن دنوں سپاہ صحابہ کا شباب تھا، بہت سے نامور علماء کرام جماعت اور جماعت کے قائدین کے ساتھ چلنے کو اپنے لئے باعث فخر سمجھتے تھے، کچھ ہی عرصہ بعد سیدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ کی سنت کی ادائیگی کا وقت آیا، تو بہت سے لوگ "برساتی مینڈک" ثابت ہوئے۔

لیکن یہ ایک لافانی حقیقت ہے کہ خلوص و جذبہ کی خوشبو چند روزہ نہیں ہوتی، بلکہ تمام تر دشمنوں کی سازش کے باوجود یہ خوشبو پھیلتی جاتی ہے۔ منافقین نے "طریقۂ کار" کا بہانہ بنا کر مشن کی جڑیں کھوکھلی کرنے کی سازشیں کیں، مگر صداقت و شرافت کی چادر اوڑھنے والوں نے ہمت نہ ہاری اور "پیوستہ رہ شجر سے اُمیدِ بہار رکھ" پر خلوص سے عمل پیرا رہے۔ عصری حالات پر گہری نظر رکھنے والے زمینی حقائق کو سمجھ رہے ہیں کہ تمام تر مصائب و آلام کے باوجود آہستہ آہستہ ہی سہی مگر جھنگوی شہید کا مشن رواں دواں ہے۔

حضرت جھنگوی شہیدؒ ہمہ صفت موصوف، دور اندیش، فکر اہل سنت کے امین اور صاحب تدبر تھے، ان کا یہ شہرہ آفاق اور غیر متزلزل خطاب کا کچھ حصہ پڑھئے اور سوچئے.....

> "میری زندگی میں شاید بریلوی، دیوبندی، اہل حدیث اکٹھے نہ ہوں لیکن جونہی میں مر گیا یا قتل کر دیا گیا، تو یقیناً تمام اہل سنت ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو کر میرے موقف کی تائید کرنے لگیں گے۔ آج جو نعرہ لگتا ہے اس پر بھی کئی نام نہاد علماء اور سیاست دان ناک منہ چڑھاتے ہیں لیکن وہ دن دور نہیں جب ہم اپنے موقف کو اتنا واضح اور روشن کر کے ہر گھر تک پہنچا دیں گے اور عام مسلمان بھی کھلے عام ہماری تائید کرتے ہوئے نظر آئیں گے۔ کیونکہ حقائق تلخ ہونے کے باوجود بھی اپنا اثر رکھتے ہیں۔"

حضرت جھنگوی شہیدؒ پر لکھتے لکھتے ہم تھک جائیں گے، مگر ان کے کمالات ختم نہ ہوں گے۔ بیس برس گزر جانے کے باوجود حضرت جھنگوی شہیدؒ کا یہ شعر مجھے آج بھی تڑپاتا ہے، جو وہ عام طور پر تقریر کے آخر میں پڑھا کرتے تھے:

فنا فی اللہ کی تہہ میں بقا کا راز مضمر ہے
جسے مرنا نہیں آتا اُسے جینا نہیں آتا

خون کے سمندروں کا شناور مولانا حق نواز شہیدؒ

تحریر:۔ محمد جمیل خالد۔ عبدالحکیم

۲۲ فروری کا دن ہر سال یادوں کے چراغ جلانے آتا ہے۔ اس روز تاریخ میں بہت سے اہم واقعات پیش آئے۔ جو کتب دانیہ میں مرقوم ہیں۔ حجۃ الوداع کے لئے حضورؐ کے ساتھ عسکر اسلام کی مدینہ منورہ سے روانگی اسی روز ۲۲ فروری کو ہوئی۔ اسی طرح حضرت مولانا ابوالکلام آزاد جن کا اصل نام محی الدین احمد تھا اور جس نے آزادی ہند میں ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔ آپؒ کی وفات بھی اسی روز ۲۲ فروری ۱۹۵۸ء کو ہوئی۔

۲۲ فروری کا دن اس لئے بھی فضیلت و مناقب اور تاریخی حیثیت رکھتا ہے کہ اس دن صحابہ کرامؓ کا سچا عاشق ام المومنین سیدہ عائشۃ الصدیقہؓ کا روحانی بیٹا، اکابرین اسلاف کا بہادر سپوت، جاگیرداروں کو للکارنے والا، غریبوں کو جینا سکھانے والا، ظلم وستم اور جبر واستکبار کے طوفانوں سے ٹکرا جانے والا، خون کے سمندروں کا شناور عظیم قائد حضرت مولانا علامہ حق نواز جھنگویؒ شہادت کے عظیم مرتبہ پر فائز ہوا۔

آپؒ نے اپنی جوانی علوم دینیہ کے حصول میں اور حیات امام الانبیاء اور آپ کے رفقاء کی تقدیس بیان کرنے میں صرف کردی۔ آپ نے دس سال کے عرصہ میں علوم دانیہ میں مکمل دسترس حاصل کر لینے کے بعد ۲۱ سال کی عمر میں خطابت کا آغاز کیا۔

آپ کا انداز خطابت قدیم خطباء سے الگ تھلگ تھا۔ قدیم خطباء باطل فرقوں کے عقائد باطلہ کے مطالعہ کے بعد بھی خطابت میں نرم لہجہ استعمال کرتے تھے۔ اور بعض نام نہاد مسلمان باطل فرقوں کے جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کی وجہ سے اپنی زبانیں نہیں کھولتے تھے۔ اور شیعہ فرقہ کو حکمرانوں کی سرپرستی حاصل ہونے کی وجہ سے سنی مسلمان انکا خوف لئے بیٹھے تھے۔ اور ان کے عقائد باطلہ پر کوئی احتجاج نہ کرتے تھے۔ اور اگر کوئی نوجوان خدا پر بھروسہ کر کے شیعیت ورافضیت کے خلاف آواز حق بلند کرتا تو اسے جاگیردار طبقہ گولیوں سے چھلنی کر دیتا۔ اگر سنی نوجوان ابوبکر وعمر کا نام لے لیتے تو انہیں سزا میں ابدی نیند سلا دیا جاتا۔ جھنگ میں چند سنی نوجوانوں نے کھیوہ گیٹ پر باب عمر فاروق لکھ دیا تو یہود کے خود کاشتہ پودوں نے پانچ سنی نوجوانوں کو گولیوں سے چھلنی کر دیا اور وہ نوجوان حضور اکرمؐ کے عظیم المرتبت اور جلیل القدر صحابی حضرت سیدنا فاروق اعظمؓ جنہوں نے ۲۲ لاکھ مربع میل پر اسلام کا پرچم لہرا دیا کے تقدس پر جان قربان کر کے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قبر کی پاتال میں گم ہو گئے۔ جھنگ کا شیعہ کاغذ کے ٹکڑے پر حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ کی نیک سیرت بیٹی اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی طاہرہ مطہرہ منزہ ام المومنین سیدہ عائشۃ الصدیقہؓ کا نام لکھ کر (نعوذ باللہ) کتیا کے گلے میں ڈال دیا کرتا تھا۔ مگر اس بے

حیائی اور شیطنت کو روکنے کی کوئی جرأت نہ کرتا تھا۔

مولانا حق نواز شہیدؒ نے ان حالات میں اپنی خطابت کا آغاز کیا۔ آپؒ جب صحابہ کرام کا تقدس بیان کرتے اور ام المومنین سیدہ عائشۃ الصدیقہ کی تقدیس اور پاکدامنی بیان کرتے ہوئے وجد میں آکر "امی امی امی" کہنے لگتے تو زلفیں بکھیر لیتے، مجمع پر سناٹا چھا جاتا۔ اور جب آپ شیعیت کی کتب سے ان کا کفر اور دجل بیان کرتے ہوئے مغموم لہجہ میں کہتے کہ اس حد تک بھی ظلم ہونا تھا کہ ہماری زندگیوں میں صحابہ کرام کی ماؤں کو گالی، اور بہنوں کو گالی کیا اس حد تک صحابہؓ لاوارث ہو گئے۔ سنیو! تم بتلاؤ میں کس در پر جاؤں۔؟ میں کہاں جاؤں۔؟ میں مرنے کو پھر رہا ہوں۔ آپ کی اس درد بھری صدا پر لوگ دھاڑیں مار مار کر رونے لگتے۔ اور جب آپ جاگیرداروں اور حکمرانوں کے خوف سے بے نیاز ہو کر سٹیج پر شیعیت کا کفر طشت از بام کرتے تو دنیائے شیعیت لرز جایا کرتی تھی۔ اور حکمرانوں کے ایوانوں میں زلزلہ برپا ہو جایا کرتا تھا۔

یہی وجہ ہے کہ شیعیت کی سرپرستی کرنے والا حکمران طبقہ آپ کو اپنے راستہ سے ہٹانے کی کوششیں کرنے لگا۔ آپ کو متعدد بار جھوٹے مقدمات میں ملوث کر کے جیلوں میں بند کر دیا جاتا۔ اور آپ کے لاغر جسم پر تشدد کیا جاتا مگر آپ کی استقامت میں کبھی لغزش نہ آئی۔ اور آپ حق پر کاربند رہے۔ امیر عزیمت، شعلہ جلیل اور جوانمرد مجاہد، وجیہ صورت نور خطیب علامہ حق نواز کو ۲۲ فروری ۱۹۹۰ء بمطابق ۲۶ رجب المرجب کو شہید کر دیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

☆

حب صحابہؓ رحمۃ اللہ — اللہ — بغض صحابہؓ لعنت اللہ

سلام عقیدت صحابہ کرامؓ کیلئے جنہوں نے محمد رسول اللہ ﷺ پر اپنا سب کچھ قربان کر دیا
اور شہداء کاروان ناموس صحابہؓ پر جنہوں نے صحابہ کرامؓ پر اپنا سب کچھ قربان کر دیا

ہم

امیر عزیمت، امیر کاروان ناموس صحابہؓ، شیر اسلام

مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

اور ان کے باوفا جانشینوں

ایثار القاسمی — ضیاء الرحمن فاروقی

محمد اعظم طارق — علی شیر حیدری

کی عظمت کو سلام پیش کرتے ہیں

امیر کارواں قائد سنی انقلاب جانشین شہداء قائدین حضرت مولانا محمد احمد لدھیانوی

اور ان کے رفقاء و معاونین پر مکمل اعتماد کا اظہار کرتے ہیں

منجانب

مولانا عبدالرحمن طلحہ اینڈ اراکین

اہل سنت والجماعت
ضلع فیصل آباد

امیر عزیمت شہیدؒ کی یاد میں خصوصی اشاعت کے اہتمام پر
سالنامہ شرر خیبر کی انتظامیہ کو خراج عقیدت
پیش کرتے ہیں

مدحِ صحابہؓ سے.....سپاہ صحابہؓ تک

جناب گلزار احمد تبسم بوسال۔ منڈی بہاؤالدین

پتھر پہ لگی لکیریں کب مٹی ہیں جو اب مٹیں گی
کتنے نادان ہیں مشنِ جھنگوی کو مٹانے والے

بچپن میں ہم سُنا کرتے تھے کہ ہمارا تعلق علماء دیوبند سے ہے اکابر علماء دیوبند کے حالات وواقعات سنتے پڑھتے کہ شیخ الہندؒ ایک نڈر جرأتمند انگریز سے ٹکرانے والے تھے۔ حضرت قاسم نانوتویؒ حاجی امداد اللہ مکیؒ بھی ہر باطل کو للکارتے رہے۔ ابوالکلامؒ سیسہ پلائی دیوار استقامت کے پہاڑ سفر میں چلتے ہوئے بھی ایک منٹ خطاب میں (ربنا اللہ ثم استقم) ڈٹ جاؤ کا درس دیتے چلے جارہے ہیں۔ حسین احمد مدنیؒ ہیں کہ عدالتوں میں کفن لہراتے نظر آتے ہیں۔ عطاء اللہ شاہ بخاریؒ جیل کی کال کوٹھڑیوں میں بھی چکی پیستے ہوئے کلمۂ حق بلند کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ ابن تیمیہؒ کلمہ حق کے لئے اپنے جسم کو کوڑوں کے حوالے کر گئے۔ امام ابوحنیفہؒ ہیں کہ جنازہ جیل کی کال کوٹھڑیوں سے باہر آتا ہے۔

عبدالشکور لکھنویؒ مدح صحابہؓ کی تحریک چلا کر جذبہ ایمانی پیدا کر رہے ہیں کہ غازی علم دین شہید تختہ دار پر جھولتا نظر آتا ہے۔

کوئی اسیر مالٹا ہے تو کوئی کالا پانی کی تاریخ رقم کرتا جارہا ہے۔

کوئی تحریک ریشمی رومال کا سالار تو کوئی بالاکوٹ کے پہاڑوں کو اپنے خون سے رنگین کرنے والا کوئی درس وتدریس کی مسند پر متمکن ہے۔ کبھی نظام مصطفیٰؐ کے لئے مفتی محمودؒ ایوان میں گرجتا سنا گیا تو کبھی مقام مصطفیٰؐ اور عظمت اسلام پر کٹی لاشے خون میں لت پت ہوئے، کئی معصوم بے سہارا ہوئے، کتنے سہاگ اجڑ گئے، کتنے کربناب غم واندوہ میں گم ہو گئے نہ جانے کیا کیا نہ ہوا۔

کہا جاتا رہا کہ یہ علماء حق، علماء دیوبند کی لازوال قربانی ہے۔ نصف صدی قبل جب ہم گردوپیش نظر دوڑاتے ہیں تو دیوبند کی حقیقت واشگاف ہو جاتی ہے۔

سپاہ صحابہؓ کی بنیاد کے بعد وہ منظر جو ہم نصف صدی قبل یا اس سے بھی پہلے کے حالات وواقعات کسی کی تقریر وتحریر میں سنتے پڑھتے رہے کوئی ذی شعور صاحب عقل، اہل قلم تعصب کی عینک سے بالاتر ہو کر کل اور آج کا موازنہ ومشاہدہ کرے گا

تو دیوبند برصغیر لکھنؤ کا تسلسل قافلۂ حق کے امراء امیر عزیمت علامہ حق نواز جھنگوی شہیدؒ، مورخ اسلام جانشین امیر عزیمت علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ، جرنیل سپاہ صحابہؓ مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ، وکیل صحابہؓ حافظ احمد بخش ایڈووکیٹ شہیدؒ، حافظ غازی حق نواز شہیدؒ، آبروئے علماء دیوبند سلطان المناظرین، فاتح رافضیت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کی صورت میں حالات خود بتا رہے ہیں ویسے تو گلستانِ صحابہؓ کا ہر سپاہی باکردار جرأت و بہادری کی مثال آپ ہے۔

علامہ عبدالشکور لکھنویؒ نے مدح صحابہؓ کے ذریعہ سرزمین لکھنؤ میں شیعت کی نیندیں حرام کردیں تو سرزمین پاکستان پر کافر کافر شیعہ کافر کا نعرہ لگا کر امیر عزیمت نے خمینی وذریت کے درودیوار ہلا کر رکھ دیئے۔

اصحابؓ رسولؐ کے دشمنوں کی نشاندہی کرتے ہوئے امیر عزیمت فرمایا کرتے تھے کہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باغ کا مالی ہوں، چوکیدار ہوں۔

صحابہ کرامؓ باغ ہیں جب رافضی شجر اسلام کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں تو میں چیختا ہوں، چلاتا ہوں، کوئی چور ڈاکو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باغ کو کاٹنے کی کوشش کرتا ہے تو حق نواز پیروں، فقیروں، لیڈروں اور عوام کو آواز دیتا ہے کہ یہ دیکھو! شاخ صدیقیؓ کو نقصان پہنچا رہا ہے۔ شاخ فاروقیؓ، شاخ عثمانیؓ، شاخ حیدریؓ کو کاٹا جا رہا ہے۔

لوگ کہتے کہ کیا ہوگا؟ حق نواز کہتا ہے کہ شاخیں نشاندہی کرتی ہیں شجر اسلام کی یعنی صحابہؓ نبوت کے عینی گواہ ہیں۔ جس وقت صحابہؓ کو اسلام کے شجر سے معاذ اللہ کاٹ دیا جائے گا تو گواہی کون دے گا؟ جس وقت گواہ نہ ہوں گے تو نبی کریمؐ کی نبوت مشکوک ہوجاوے گی۔ اس لئے آؤ حق نواز کے ساتھ باغ محمدیؐ کی چوکیداری میں شامل ہوجاؤ۔

اسی لئے باغ محمدیؐ کی چوکیدار تنظیم کا نام امیر عزیمتؒ نے (سپاہ صحابہؓ) رکھا۔

دنیا گواہ ہے کہ امیر عزیمتؒ نے جمیع صحابہ کرامؓ، امہات المومنینؓ، بنات رسولؐ اور اہل بیتؓ رسول کے چوکیدار ہونے کا ثبوت دیا۔

صیاد کو اپنے انجام سے ڈر لگتا ہے
قیمتیں مقرر ہوں جو سر کی تو سر لگتا ہے
یہ قید و سلاسل ، بیڑیاں اسیری کیا ہے
چاند گرہن ہو تو پھر بھی قمر لگتا ہے
میری ہزار زندگیاں قربان اک اشارے پر
محسنِ جھنگویؒ پر فنا امر لگتا ہے

☆☆☆☆☆☆☆

مجددِ وقت حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہید اور فرقہ واریت

رفیع الدین قریشی، سرائے صالح

سراپا لاغر جسم، جرأت و بسالت سے معمور چہرہ، حریتِ فکر کی حامل سوچ، جمال و جسامت کی مجسم فکر، عظمت کردار کی رعنائی، بے خوف گونج سے چمکنے والی گویائی، فصاحتِ علم اور بلاغتِ عمل کی زیبائی، گلشنِ خیال کی نغمہ سرائی سے آراستہ ایک شخص افقِ مشرق سے سپیدۂ سحر کی مانند نمودار ہوا تھا۔ حصولِ علم کے لئے عبدالحکیم، کبیر والا اور ملتان کے مدرسہ ہائے فکر و نظر سے حظ وافر لے کر معرفت و فضل کے خلعت مرصع سے لیس ہو کر جھنگ کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں علومِ الٰہیہ کے دیپ جلانے لگا، شمشیر آزما سورماؤں سے ہم کلام ہوا، طوفانوں سے نبرد آزما ہوئے، جبر و شکست ایک طرف، استقلال و استقامت دوسری طرف، معرفتِ علم کی گنج گراں مایہ ایک جانب اور توکل سرمدی کا سرمایہ دوسری جانب، وہ اس قدر مخلص تھے، صاف نیت تھے، اس کا اندازہ ان کے جنازے سے لگایا جا سکتا ہے۔ اس شہید کے خون کی سرخی سے کیا جا سکتا ہے۔ کہ وہ تنہا تھے اب کروڑوں مسلمان اس پر اشکبار ہیں، ان کی جدائی پر دل زخمی ہیں، اب وہ تنہا نہیں لاکھوں کروڑوں کیلئے میر کارواں تھے، ان کو دنیا امیر عزیمت حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کے نام سے جانتی ہے۔

جھنگوی دلوں کو جلاتا رہا اُخوت کے پرچم اڑاتا رہا
ہوا جب کبھی ذکرِ مہر و وفا، بہت دیر تک یاد آتا رہا

مولانا حق نواز جھنگوی شہید کی تحریک "سپاہِ صحابہ" کے پھیلاؤ سے حکومتی مشنریوں اور شیعی ایوانوں میں جب کھلبلی مچی تو اس وقت شیعی سازشوں نے اپنے دفاع کی خاطر ایک بدنام نعرہ ایجاد کیا کہ سپاہِ صحابہ اور مولانا حق نواز فرقہ واریت پھیلاتے ہیں۔ حق نواز متعصب ہے، حق نواز شرارتی ہے، شیعہ کے ایوانوں اور امام بارگاہوں سے اٹھنے والی سمع خراش آواز نے مصلحت کوشوں، سیاسیوں اور صلح کلیوں کو اپنا ہم خیال بنانے میں بڑا کردار ادا کیا۔ کیا سیاسی کیا نیم مذہبی رہنما سب یہی کہنے لگے کہ ملک میں فرقہ واریت اچھی نہیں ہے۔ فرقہ واریت سے ملک میں انتشار پھیلے گا۔ خانہ جنگی کا خطرہ ہے۔ سنی شیعہ فساد کا اندیشہ ہے، اہل اقتدار اپنے ذرائع ابلاغ سے اور شیعیت ایران کے ریڈیوں کے ذریعے مولانا حق نواز کی منظم تحریک کے خلاف سرگرمِ عمل ہو گئی۔ سادہ لوح مسلمانوں کو تو اس نعرہ کی ایجاد سے بھول بھلیوں میں اُلجھانا کوئی مشکل یا پیچیدہ معاملہ نہ تھا، لیکن جن لوگوں پر غیرتِ ایمانی اور حُبِ مصطفوی کا رنگ چڑھ چکا تھا وہ اس کے دامِ تزویر میں کبھی نہیں آ سکتے تھے۔

مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ نے کئی بار اس نعرہ کا پس منظر اور پیش منظر اپنے عام خطبات میں واضح کیا کہ شیعیت کو اصحابِ رسول سے عداوت ہے، دشمنی ہے، ان کے بارے میں ان کے دلوں میں کھوٹ ہے، دینِ اسلام کے بارے میں شیعہ قطعی غیر مخلص ہے، شیعہ قرآن کے دشمن ہیں، اصحابِ رسول کے دشمن ہیں، آلِ نبیؐ کے دشمن ہیں، پوری جماعتِ محمدیؐ سے عداوت و دشمنی اِن کے دین کا اہم عنصر اور حصہ ہے۔ شیعہ اس نعرہ کی تشہیر سے ہمیں اپنے موقف سے ہٹانا چاہتا ہے۔ حکومتی میڈیا اسی نعرے سے ہمیں بدنام کرنا چاہتی ہے۔ مولانا نے فرمایا:

> ''لیکن یہ بات واضح ہے اور دوٹوک ہے کہ اگر اصحابِ رسول کا دفاع فرقہ واریت ہے، قرآن کی عظمت کا پرچار فرقہ واریت ہے، آلِ نبیؐ کی محبت کی علمبرداری فرقہ واریت ہے، مدحِ رسول بیان کرنا فرقہ واریت ہے، حق گوئی فرقہ واریت ہے، تو پھر ہم بانگِ دہل کہنا فخر سمجھتے ہیں کہ سپاہِ صحابہؓ اسی فرقہ واریت کی مداح ہے، اس کی داعی ہے..... اگر یہ فرقہ واریت ہے، اگر یہ جرم ہے تو ہم ایک بار نہیں بار بار اس جرم کا ارتکاب کرتے رہیں گے۔''

حق کی نغمہ سرائی کرنے والا، کفر کو للکارنے والا، مسلم اُمہ کو خوابِ خرگوش سے جگانے والا، کفر سے روبرو گفتگو کرنے والا، گلی گلی عظمتِ صحابہ کے گیت گانے والا، مظلوموں کا ساتھی، جور و جفا کی چکیوں میں پستا رہا..... توحید و سنت کے سرور گاتا رہا..... مدحِ صحابہ کا پرچار کرتا رہا..... طوفانوں کے مقابل چٹان بنا رہا..... بالآخر ۳۸ سال کی قلیل عمر گزار کر دارِ فانی سے دارِ بقاء کی جانب چل بسا.....!!

امیر عزیمت حضرت مولانا حق نواز جھنگوی کو ۲۲ رفروری ۱۹۹۰ء رات سوا آٹھ بجے کے قریب اپنے ہی دولت کدے کے دروازے پر شیعہ جاگیرداروں کے زرخرید غنڈوں نے سفاکیت و بے دردی سے حملہ کر کے شہید کر دیا۔ گولیاں مولانا کے سر، پیٹ اور چھاتی میں پیوست ہو گئیں اور مولانا کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

یہ شعر حضرت کی ہر تقریر کا حصہ ہوا کرتا تھا:

فنا فی اللہ کی تہہ میں بقا کا راز مضمر ہے
جسے مرنا نہیں آتا اُسے جینا نہیں آتا

الحیدری میڈیا

CamScanner

امیر عزیمت علامہ حق نواز جھنگوی شہیدؒ

غازی مولانا مقبول الرحمٰن صاحب

امیر عزیمت علامہ حق نواز جھنگوی کا نام نامی اسم گرامی جب لیا جاتا ہے جب ان کی تحریک کا ذکر کیا جاتا ہے جب ان کی جماعت کے علماء کا بے مثال کردار عدیم المثال گفتار اور حق گوئی و بے باکی کا تذکرہ چھڑتا ہے تو جہاں ایک طرف اہل حق کے شاداں و فرحاں ہوتے ہیں اور ان کی امیدوں کے ٹمٹماتے چراغ روشن ہو جاتے ہیں اور عزم و ہمت کے نئے نئے زینے ان کے لئے کھلتے جاتے ہیں تو دوسری طرف کچھ باطل پرست، شکم پرور اور ایمان کی آڑ لئے ڈاکو لرزہ براندام ہو جاتے ہیں علامہ حق نواز جھنگوی کی سحر انگیز خطابت اور پہاڑوں سے زیادہ مضبوط دلائل ان کے مضبوط قلعوں کو زمین بوس کر کے رکھ دیتے ہیں باطل اور باطل پرست پھر چیخ اٹھتے ہیں، بلبلا اٹھتے ہیں، واویلا اور شور شرابا ہوتا ہے پھر چہار سو شدت پسندی، رجعت پسندی، بنیاد پرستی اور دہشت گردی کی قیامت خیز پراپیگنڈہ مہم کا آغاز ہو جاتا ہے جو کسی قیامت سے کم نہیں ہوتا۔ لیکن اس سب کچھ کے باوجود کلمہ حق کی صدا بلند ہوتی رہی اور انشاء اللہ تا قیامت جھنگوی شہیدؒ کے دیوانے پروانے صدائے حق کو بلند کرتے رہیں گے۔

تمام ذاتیات اور جذبات کو ایک طرف رکھ کر تاریخی اعتبار سے اگر اس تمام.....کو دیکھا جائے تو روز روشن کی طرح ملت اسلامیہ پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ شیعہ سُنی تنازعہ آج کی پیداوار نہیں ہے بلکہ حضور علیہ السلام کے زمانہ میں بھی یہودیت کی کوکھ سے ایک ایسے فرقہ نے جنم لیا جس نے دین اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اسلام اور مسلمانوں کی پیٹھ میں خنجر گھونپے۔ میں نے کبھی بھی بخل سے کام نہیں لیا۔

حضرت علامہ حق نواز جھنگوی شہیدؒ کی تحریک اور نظریات کو سمجھنے کے لئے کچھ تاریخی پس منظر کی ایک جھلک دیکھنا اور اس کا مطالعہ بھی ضروری ہے۔ آیئے ہم تاریخ کے آئینے میں چودہ سو سالہ تاریخ کو دیکھیں جہاں پر ہمیں ہر کردار اور ہر چہرا بڑا صاف اور شفاف نظر آئے گا۔

حضور علیہ السلام کی رحلت کے بعد نبوت کے دعویداروں کا اٹھ کھڑا ہونا اور ان کے گرد ہزاروں افراد کے مجمع کا جمع ہونا، پھر منکرین زکوٰۃ کا شورش برپا کرنا اور صحابہ کرام کے ہاتھوں ان سرکشوں اور فتنہ پرور گروہوں کا قلع قمع ہونا۔ پھر خلفاء

راشدین کے زمانہ خلافت میں اس گروہ کی زمین دوز کارروائیاں اور قتل وغارت کی مہم جوئیاں جس کے نتیجہ میں سیدنا فاروق اعظمؓ کی شہادت یکم محرم الحرام کو بعدازاں ۱۸ رذی الحجہ کو سیدنا عثمان غنیؓ کا چالیس روز تک بلوائیوں کے محاصرہ میں رہنا اوران کی مظلومانہ شہادت کا روح فرسا واقعہ کا وقوع پذیر ہونا اس کے بعد خوارج اور روافض کے نام پر اس گروہ کا منظر عام پر آنا اور سیدنا علی المرتضیٰؓ اور سیدنا امیر معاویہؓ کے درمیان جنگ صفین کی صورت میں غارت گری کروانا باوجود یہ کہ سیدنا علی المرتضیٰؓ اور سیدنا امیر معاویہؓ کے درمیان صلح کا معاہدہ ہو چکا تھا اس معاہدے کو ثبوتاژ کرنا اور سیدنا علی المرتضیٰؓ کے افواج سے بیس ہزار روافض کا باہر نکل کر عثمان غنیؓ کے قتل کی ذمہ داری قبول کرنا اور اس بات کا اعلان کرنا کہ ہم دیکھیں گے کون ہم سے عثمانؓ کے قتل کا قصاص لے گا۔ اس گروہ کا ذور آور ہو کر گستاخانہ لہجہ اختیار کرنا اور حضرت علیؓ کے سامنے سینہ زوری کرنا باوجود یہ کہ یہ گروہ اپنے آپ کو شیعان علی کہتا تھا اور پھر حضرت علیؓ کا اس گروہ کو یہ کہنا کہ اپنے آپ کو شیعان علی بھی کہتے ہو اور میرے سامنے گستاخانہ طریقے سے اونچی اونچی باتیں بھی کرتے ہو تم دھوکہ باز ہو اور تم بے وفا ہو آگے چل کر سیدنا امام حسنؓ کو کوفہ کی جامع مسجد سے بے آبرو کر کے اس گروہ کے ہاتھوں نکالا جانا بعدازاں ہزاروں خطوط لکھ کر بیعت کا جھانسہ دے کر مسلم بن عقیل کو کوفہ بلانا بیعت کرنا اور پھر بے یار و مددگار چھوڑ کر بھاگ جانا اور سیدنا امام حسینؓ کو کربلا میں بلا کر شہید کروا کر اُلٹا چور مچائے شور کے مصداق کوفہ میں ماتم کرنا، گریبان پھاڑنا اور واویلا مچا کر خود کو اس جرم عظیم، بے وفائی اور غداری کے جرم سے مکھن سے بال کی طرح نکال کر بے گناہ ثابت کر کے امام حسینؓ کا حقیقی وارث ثابت کرنا۔ مزید آگے چل کر اسی گروہ کی تالیف وتصنیف میں تاریخ صبری، مسعودی وغیرہ میں صحابہ کرام کی کردار کشی کرنا اور جھوٹ موٹ کا..... کھڑا کرنا پھر نورالدین زنگی کے ساتھ بے وفائیاں اور غداریاں کرنے کے بعد اسلام کے اس عظیم فاتح کو زہر دے کر شہید کرنا پھر سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کے زمانہ میں حشیشن کے نام سے کرائے کے قاتلوں کے نام سے اس گروہ کا ظاہر ہونا اور ایمان فروشی اور قتل وغارت گری اور غداری کی تاریخ رقم کرنا مزید آگے چل کر ہندوستان میں مغلیہ خاندان کے اندر انتشار وافتراق پیدا کر کے قتل وغارت گری کا بازار گرم رکھنا سلطان نواب سراج الدولہ کے ساتھ غداری کر کے انگریز سے مراعات حاصل کرنا پھر سلطان فتح علی ٹیپو کے ساتھ غداری کر کے اس کو شہید کروانا اور انگریز سے مراعات حاصل کرنا اور پھر کشمیر میں ۱۴۸۷ء میں میر شمس الدین عراق کا افغانستان سے کشمیر آنا اور سلاطین کشمیر دور میں چک خاندان کو اپنا ہمنوا بنا کر اپنی لڑکیاں سلاطین کے دربار میں داخل کر کے قتل وغارت گری مچانا اور پھر کشمیر کے نامور مفتی اعظم قاضی موسیٰ کو شہید کر کے اس کے جسد خاکی کو ہاتھی کی دُم کے ساتھ باندھ کر سرینگر کی گلی کوچوں میں پھیرنا اور پھر اہلسنت والجماعت کا قتل عام کروانا مساجد اور شہروں کو جلا کر خاکستر کرنا۔ بعدازاں اس فتنہ پرور گروہ کا اپنے محسن سلاطین کشمیر سے اقتدار چھیننا اور ان کے آخری سلطان حبیب کو برسرے دربار معزول کر کے اس کی آنکھوں میں سلائیاں پھیرنا اور پھر چک خاندان کا سلاطین کشمیر کے اقتدار کا خاتمہ کر کے خود کشمیر کے اقتدار پر قبضہ کر کے وسیع پیمانے پر قتل وغارت گری کرنا اور لوگوں کو دین اسلام سے منحرف کر کے شیعہ مذہب قبول کرنے پر مجبور کرنا اور پھر میر شمس الدین عراقی کی کتاب ''احوت'' کو قرآن عظیم کے مقابلہ میں پرسنل لاء بنانے کی کوشش کرنا مزید یہ کہ قیام پاکستان کے وقت بھی یہ گروہ انگریز اور

ہندو کا نمک خوار رہا اور پھر قیام پاکستان کے بعد 1971ء میں پاکستان کو دولخت کرنے کے ذمہ دار یہی گروہ تھا اس خونین اور دلخراش واقعہ کا مرکزی کردار یہی گروہ تھا بعدازاں 1979ء ایران میں خمینی انقلاب کے بعد اس گروہ نے پاکستان میں بھی برسرے عام اپنے کفریہ عقائد کا اعلان کر دیا کیونکہ خمینی نے تقیہ کا حکم منسوخ کرتے ہوئے صحفہ توری میں اعلان کیا کہ میں نائب امام ہونے کی حیثیت سے اب تقیہ کا حکم منسوخ کرتا ہوں لہٰذا ہمارے تمام پیروکار اب اعلانیہ اپنے مذہب کا پرچار کریں خمینی نے اس اعلان کے بعد ایران سے لاکھوں کتابیں شائع کروا کر پوری دنیا میں تقسیم کروائیں جن میں صحابہ کرامؓ کو ماں بہن تک کی ننگی گالیاں بکی گئیں تھیں چودہ سو سال بعد یہ گروہ برسر اقتدار آیا تو اس نے اعلانیہ اپنے عقائد، نظریات اور مذہب کا پرچار شروع کیا تقیہ کی سیاہ چادر اب اُتر چکی تھی اور پوری دنیا میں یہ گروہ ننگا ہو چکا تھا۔ انہیں تحریروں کے ردعمل میں پاکستان میں امیر عزیمت علامہ حق نواز جھنگوی شہیدؒ نے خمینی اور اس کے پیروکاروں کو چوکوں اور چوراہوں میں للکارا اور دین اسلام اور صحابہ کرامؓ کی عزت و ناموس کی حفاظت کا بیڑا اٹھایا اور پھر جیلوں میں پابند سلاسل ہوئے ہتھکڑیوں اور بیڑیوں کو زیور بنایا اور زندانوں کو اپنا مسکن بنایا پھر وہ بے انتہا تشدد کیے گئے ظلم و ستم، جبر و استبداد کے تمام حربے اُن پر استعمال ہوئے لیکن وہ مرد قلندر مرد آہن چٹان کی مانند اپنے موقف پر ڈٹا رہا اور اس نے اس بے دین و کافر گروہ کو چیلنج کر دیا کہ آؤ اپنا مقدمہ عدالت میں لڑو، سپریم کورٹ میں لڑو اگر میں اپنا موقف عدالت میں ثابت نہ کر سکا اور تمہارا کفر ثابت نہ کر سکا تو میری سزا گولی ہے۔ 1980ء میں پاکستان میں تحریک نفاذ فقہ جعفری کا قیام عمل میں آیا تو ردعمل میں سپاہ صحابہؓ کے نام سے بھی تحریک کا قیام عمل میں آ گیا جب حالات نے کشیدگی اختیار کی تو اس وقت کے وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف نے تمام مکاتب فکر کے علماء کو بلایا اجلاس میں شیعہ، اہلحدیث، دیوبندی، بریلوی چاروں مسالک کے ساڑھے چار سو علماء جمع ہوئے بحث و مباحثہ ہوا اور علماء حق نے حکومت کے سامنے شیعہ کی وہ تمام کتابیں پیش کیں اور حوالے دکھائے جس میں شیعہ کے کفریہ عقائد موجود تھے مقبول مولانا فاروقی شہیدؒ اس موقع پر میاں محمد نواز شریف کے کانوں کو ہاتھ لگا کر کہا کہ واقعی شیعہ کافر ہیں بعدازاں میاں نواز شریف نے مولانا عبدالستار خان نیازی کی قیادت میں ایک کمیٹی تشکیل دی جس نے آئندہ سفارشات مرتب کر کے حکومت کے سامنے پیش کرنی تھیں اور پھر حکومت نے فیصلہ کرنا تھا لیکن بعد میں پاکستان پر ایران حکومت نے شدید دباؤ ڈالا جس کی وجہ سے یہ سب کچھ پس پردہ ڈال دیا گیا۔ بعدازاں شیعہ کی طرف سے حالات کشیدہ کیے جاتے رہے اور جب حالات زیادہ سنگین صورت اختیار کر گئے تو اس وقت کے چیف جسٹس آف پاکستان جناب جسٹس سجاد علی شاہ نے شیعہ سنی فسادات کا ازخود نوٹس لیتے ہوئے کارروائی کی اور فریقین کو عدالت میں طلب کیا تاکہ دونوں فریقوں کا موقف سننے کے بعد اس قضیہ کا عدالتی فیصلہ کیا جائے۔

اس موقعہ پر مولانا اعظم طارق شہیدؒ اور ان کے دیگر رفقاء کرام نے شیعہ کی کتب اور وہ تمام حوالہ جات جن میں کفر بکا گیا تھا عدالت میں پیش کر دیا (یہ مواد اب سنی موقف کے نام سے کتابی شکل میں بھی چھپ گیا ہے) لیکن ہوا وہی جس کا خدشہ تھا شاید کہ جسٹس سجاد علی شاہ کو بھی یہ ازخود نوٹس لینا مہنگا پڑا اور ان کو ڈس مس کر دیا گیا۔ یہ نادیدہ قوتیں کون سی ہیں جو پیارے پاکستان میں فرقہ واریت کی آگ کو بھڑکا رہی ہیں اور کسی اسٹیج پر آ کر دلائل کے میدان میں بات کرنے کی جرأت نہیں

کرتیں۔

القصہ مختصر کہ شیعہ سنی فسادات آج کی پیداوار نہیں ہے بلکہ چودہ صدیاں پہلے بھی یہ گروہ کسی نہ کسی شکل میں موجود رہا اور تقیہ کی سیاہ چادر میں چھپا رہا لیکن اس کے باوجود بھی جب کبھی یہ گروہ اپنی اصل شکل میں نمودار ہوا اور اس کے کفریہ عقائد امت کے اہل علم کے سامنے آئے تو علماء امت نے بیانگ دہل اس گروہ کے کفر کا اعلان کیا اور کبھی بھی مصالحت سے کام نہیں لیا۔

چنانچہ امام ابن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ قاضی عیاض مالکیؒ متوفی ۵۴۴ھ پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ متوفی ۵۶۱ھ شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ علامہ علی قاری متوفی ۱۴۱۰ھ علامہ بحرالعلوم لکھویؒ، علامہ کمال الدین متوفی ۶۸۱ھ فتاویٰ عالمگیری (جس کو پانچ سو علماء کی نگرانی میں اورنگزیب عالمگیر نے تیار کروایا) مجدد الف ثانی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، علامہ احسان الٰہی ظہیر، علماء اہلحدیث کے تیس نامور اور سرکردہ علماء کا فتویٰ مطبوعہ ۱۹۰۶ء کے علاوہ ماضی قریب کے چودھویں صدی عیسوی کے اکابر علماء اہلسنت میں سے مولانا عبدالشکور لکھنوی دیوبند کے مفتی مولانا ریاض الدین، شیخ الاسلام حسین احمد مدنی، مولانا سید اصغر حسین، مولانا اعزاز علی، مولانا محمد ابراہیم بلیاوی، مفتی محمد شفیع دیوبندی علامہ شبیر احمد عثمانی، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی ان تمام نامی گرامی علماء کی تصدیقات امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۵۸۴ پر محفوظ ہیں علاوہ ازیں بریلوی مکتب فکر کے امام اور پیشوا نے تو یہاں تک کہا کہ جو شخص شیعہ کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ الغرض مذکورہ بالا امت کے نامور مذہبی پیشواؤں نے شیعہ کے کفر کے اعلان میں بخل سے کام نہیں لیا۔ القصہ مختصر اس گروہ کا کفر جب اور جس زمانے میں بھی علماء امت کے سامنے آیا تو علماء نے اپنا حق ادا کرتے ہوئے اس گروہ کے کفر کا اعلان بیانگ دہل کیا جیسا کہ..... بالا کے نامور متقدمین اور متاخرین علماء کے فتاویٰ جات سے ظاہر ہوتا ہے۔

الغرض امیر عزیمت شہید ناموس صحابہ حضرت علامہ حق نواز جھنگوی نے کوئی نئی راہ اختیار نہ کی تھی اور نہ ہی نئے عقیدے کا پرچار کیا تھا بلکہ اسی تخریب کار گروہ کی نشاندہی کی تھی کہ مسلمانو یہ گروہ ہمیشہ سے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں کی پیٹھ میں خنجر گھونپتا چلا آ رہا ہے اور اسلام اور مسلمانوں کی تخریب میں مصروف ہے لہٰذا اس دشمن دین و دشمن ملت کو پہچانو اور حکمرانوں کے دروازہ کھٹکھٹا کر صدا لگائی کہ حکمرانو اگر تم نے خلفاء راشدین کے نظام کو نافذ نہ کیا تو ملک میں تباہی اور بربادی ہو گی اور یہ گروہ ایک وقت آئے گا ملک پر بھی قابض ہو جائے گا۔ لیکن حکمرانوں نے ہر دور میں اہل حق کے اس طبقہ سے دشمنی مول لئے رکھی، قتل جیل ہتھکڑیاں اور بیڑیاں ان اسلام کے سرفروشوں کا مقدر بنی رہیں تاہم کاروان حق بیڑیوں اور ہتھکڑیوں کی جھنکار میں شہادتوں کے راستے پر اب تک گامزن رہے اور خون کے آخری قطرے تک اس کارواں کا ہر مجاہد اپنا سفر جہاد جاری رکھے گا۔ انشاء اللہ

جھنگوی نے بتایا ہے بزبان جرأت..... زندگی کیا ہے تمنائے شہادت کرنا اور کیونکہ.....

فنا فی اللہ کی تہ میں بقا کا راز مضمر ہے
جسے مرنا نہیں آیا اسے جینا نہیں آتا

ستم کا آشنا تھا وہ سبھی کے دل دُکھا گیا

حضرت مولانا مفتی غلام مصطفیٰ صاحب۔ تونسہ شریف

وہ شخص کون تھا جس کی شہادت پہ اکابرینِ اُمت اور مدارس کے معصوم طلباء آنسوؤں کے سمندر میں ڈوبے ہوئے تھے؟..... وہ شخص کون تھا جس کی وفات پر پوری سنی قوم میں غم کی لہر دوڑ گئی؟..... وہ شخص کون تھا جسے خطابت کا ہیرا یا اُسے خود خطابت کہا جاتا تھا؟..... وہ شخص کون تھا جو باطل کی آنکھ میں آنکھ ڈال کر بپھرے ہوئے شیر کی طرح ایسے گرجتا کہ باطل تھر تھر کانپنے لگتا تھا اور ظالموں پہ ایسے جھپٹتا کہ مظلوم کو ظالم کا گریبان پکڑنے کی جرأت پیدا ہو جاتی تھی؟..... وہ شخص کون تھا جو اس شعر کا حقیقی مصداق تھا کہ.....

دے گیا چڑیا کے بچوں کو عقابی بال و پَر
اِک پرندہ اُڑ گیا آندھی کے منہ پہ تھوک کر

وہ استقامت کا ہمالیہ، جرأت و بہادری کا نقیب، شہنشاہوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے والا، اِسلام کا بطلِ جلیل، زندانوں اور ایوانوں میں یکساں حق و صداقت کے علم لہرانے والا، ملتِ اسلامیہ کا قابلِ فخر فرزند، پُر رعب چہرہ، پُر نور سیاہ داڑھی، جس میں سفیدی کی جھلک نمایاں ہو گئی تھی، شگفتہ چہرہ، باہمت و بلند حوصلہ، مجاہدانہ چال، شیرانہ گرج، رضائے الٰہی پر شاکر، صبر و استقامت کی علامت، علم کے ساتھ حلم، جذبے کے ساتھ صبر، مصائب و آلام کی گھنگھور گھٹاؤں میں استقامت کا کوہِ گراں، کردار میں بلندی، ظاہر و باطن میں یکسانیت، فہم و فراست کے بلند مینار، قوت و فیصلہ کی انتہا، مقصد کی لگن، زندگی کی پاکیزگی، اقلیمِ خطابت کا شہنشاہ، اسلاف کے نقشِ قدم پر گامزن، عرب کے مشہور شاعر متنبی کے اس شعر کا حقیقی مصداق

"زمانے گزر گئے لیکن زمانے اس کی مثال نہ لا سکے، اور وہ جب آ گیا تو زمانے اُس کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہیں۔"

جی ہاں! وہ مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ تھے۔

۲۲ رفروری ۱۹۹۰ء کا دن حق نوازؒ کے لہو میں نہایا ہوا دن ہے، اس دن کی چمک قافلۂ ناموسِ صحابہؓ کی ہمیشہ رہنمائی کرتی رہے گی۔ تاریخ اُس کی حفاظت میں کبھی کوتاہ نگاہی کا ثبوت نہیں دے گی، اور نہ ہی کوئی مؤرخ اس کی اہمیت کم کر سکے گا۔ ۲۲ رفروری دن چڑھتے ہی اس کی شہادت کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پورے ملک میں پھیل چکی تھی۔ ہر آنکھ اشکبار تھی، چاہنے والے رو رہے تھے، آہیں بھر رہے تھے، سسکیاں لے رہے تھے، ہر طرف سکوتِ مرگ طاری تھا، سب کے دل بجھے

ہوئے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے محفل اجڑ گئی، چمن سونا ہو گیا، تحفظِ ناموسِ صحابہؓ کا قافلہ صحرا کی ہلاکت خیز وادیوں میں تنہا رہ گیا..... یہ آنسو بجا..... سسکیاں برمحل..... یہ آہیں اپنی جگہ مگر سچ یہ تھا کہ مولانا عبدالشکور لکھنویؒ کا وارث، اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا وفادار بیٹا، شہادت کا متمنی سر پہ شہادت کی قبا لگائے، سینے پہ گولیوں کا ہار سجائے..... خلوص کا آفتاب بے مثال ہمیشہ ہمیشہ کے لئے غروب ہو چکا تھا!!

وہ ایسا باکمال تھا کہ جو اس سے منسلک ہوا وہ بھی باکمال بن گیا..... وہ ایسا آفتاب تھا جو ذروں کو چمکا گیا..... وہ ایسا معمار تھا جو کنکریوں کو موتیوں کا لبادہ اوڑھا گیا اور شعلوں کو شبنم کا لباس پہنا گیا..... صحراؤں میں گلستان لہرا گیا..... آبشاروں کو ترنم اور لالہ زاروں کو تبسم بنا گیا..... اور وہ ایسا چراغ تھا کہ رہِ صحابہؓ پہ چلنے والوں کو راستہ بتا گیا۔

اس مردِ قلندر نے جس راہِ وفا کا انتخاب کیا تھا، وہ راستہ پھولوں کا نہیں کانٹوں کا راستہ تھا، وہ راستہ ایسا پُر خطر، جس کی وحشتوں کو دیکھ کر بڑے بڑے سورما ہمت ہار جائیں، وہ راستہ ایسے طوفانوں، آندھیوں اور عقوبتوں کا تھا کہ اس راستے کی سختیوں کو دیکھ کر بڑے بڑے بہادروں کے حوصلے پست ہو جائیں۔

مگر کیا مجال اِن وحشتوں، طوفانوں، آندھیوں، صعوبتوں اور عقوبتوں کی جو اس مردِ بے مثل کے پائے ثبات میں لغزش ڈال سکتیں..... وہ سربکف تھا اور سربکف ہی رہا..... جہاں کھڑا تھا آخر تک وہیں کھڑا رہا..... نہ بکا، نہ دبا، نہ جھکا، نہ ٹلا، نہ ہلا..... عقوبتوں کے سیل میں جو سربکف کھڑا رہا..... جو قید مدتوں رہا، رہا کبھی کبھی ہوا۔

اس مردِ مجاہد نے جس عشق کی وادی میں قدم رکھا تھا، وہ قدم قدم قیامتوں، صعوبتوں، مسافتوں، مشقتوں، شہادتوں کی وادی تھی۔ جس پر وہی مردِ مجاہد سُرخروئی سے چل سکتا ہے جو جنون آشنا ہو، جسے زندگی سے نہیں موت سے پیار ہو، جو عارض و رخسار سے نہیں جو مسلک و نظریہ سے دیوانگی کی حد تک عشق رکھتا ہو، اور حالات سے نمٹنے کے لئے قدرت نے اسے بے پناہ حوصلہ دیا ہو اور جو اِس راہ میں مال و متاع، دولت و پراپرٹیاں، وطن و برادری اور اولاد و متعلقین سے ہی نہیں، قلب و نظر اور جان تک کا نذرانہ پیش کرنے کو تیار ہو۔

یہ قدم قدم قیامت یہ سواد کوئے جاناں
وہ یہیں سے لوٹ جائے جسے زندگی ہو پیاری

وہ ایک شعلہ جوالہ تھا جو دَب دَب کے بھڑکتا رہا، بالآخر ایسا اُٹھا کہ پوری دنیا پہ چھا گیا۔ وہ اپنی جادو اثر زبان سے سامعین کے دل موہ لیتا تھا۔ وہ جب تقریر کرتا تھا تو سیلِ رواں کی طرح چلتا تھا، شیر کی طرح دھاڑتا تھا، برق کی طرح چمکتا تھا، رعد کی طرح کڑکتا، بادل کی طرح گرجتا اور برستا تھا..... اُس کی تقریر سن کر دماغ اُلٹ جاتے تھے، طبیعتیں پلٹ جاتی تھیں، دل بدل جاتے تھے..... سامعین کی نبض پر اس کا ہاتھ ہوتا تھا، وہ ان کو اپنے ساتھ لے کر چلتا تھا، اگر وہ چاہتا تو اپنی نوجوان تنظیم کے نوجوانوں کے زور پر وطن عزیز کو دشمن کے ناپاک قدموں سے پاک کرا دیتا..... مگر نہیں! کیونکہ وہ تخریب کاری پر قطعاً یقین نہیں رکھتا تھا، یہی وجہ تھی کہ ہمیشہ وہ اپنے مخالف کو ٹیبل ٹاک کی دعوت دیتا رہا۔ وہ دُھن کا پکا، قول کا سچا، اور سیرت کا اُجلا انسان تھا، وہ اسلام کا ایک ٹمٹماتا ہوا چراغ تھا، اُسے بجھانے کے لئے لاکھ جتن کیے گئے مگر وہ طوفانوں میں بھی راہِ وفا پہ چلنے والوں کو راستہ دکھاتا رہا، اُسے اپنے مشن سے ہٹانے کے لئے اتنا درد دیا گیا کہ خود درد کو درد ہونے لگا۔ اس کو اس کے مشن سے

ہٹانے کے لئے اس پر اتنا ظلم ڈھایا گیا کہ خود ظلم بھی ان بیتے ہوئے ایام کی سختیوں پر نوحہ کرنے لگا۔ مگر قربان قائد تیری شان ..... کہ ظلم کے ان مرغزار شعلوں میں بھی تو مسکراتا رہا۔ کئی بار ایسے ہوا تھا کہ دشمن کی گولیاں اُس کے جسم کو چھوتے ہوئے گزر گئی تھیں۔ برچھیوں کی اَنیوں نے اُس کی کھال چیر دی تھی، وہ کبھی ڈرا نہیں تھا، جسم کو چھو کر گزرتی گولیوں اور برچھیوں نے اس کے جسم پر ایک ثانیے کے لئے بھی لرزہ طاری نہیں کیا تھا، موت کئی بار اُس کے ساتھ لگ کر گزر گئی تھی اُس کے احساسات میں ذرا سی بھی ہلچل پیدا نہیں ہوئی تھی۔

یہ اس کے ہی خلوص کی برکت ہے کہ آج صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دشمن دنیا کے چپے چپے پہ کافر کی حیثیت سے جانا اور پہچانا جاتا ہے۔ وہ جاں سے گزر گیا مگر اس کا بہتا ہوا خون نوخیز سنی نوجوانوں کے لئے ایک پیغام چھوڑ گیا۔ وہ پیغام یہ تھا کہ جو موت سے ڈرتے ہیں موت انہیں کھا جاتی ہے، اور جو موت کو مارتے ہیں وہی زندگی کے لطف اٹھاتے ہیں۔

المختصر..... میرے شہید قائد ہم نے تیری ہی جرأت سے جینا اور مرنا سیکھا ہے..... ہم جئیں گے تو جھنگوی تیری ہی طرح جئیں گے، مریں گے تو تیری ہی طرح مریں گے..... سرفروشی کے چلن کو عام کر جائیں گے۔

جذب شوقِ شہادت کا کیا کیجئے، اب تو ہم نے بھی ہاتھوں میں سر لے لیا
قتل ہونے سے آخر ڈریں کب تک، قاتلوں کے محلوں میں گھر لے لیا

..... بقیہ از صفحہ ۷۱۸ .....

آخر کب تک.....! وہ وقت بھی آپہنچا کہ دشمنوں نے مولانا حق نواز جھنگوی شہید کو عشق اصحاب رسول بیان کرنے کی پاداش میں 22 فروری 1990 بروز جمعرات بڑی بے دردی سے شہید کر دیا۔

تھا جس کے دل میں ولولہ اللہ کی دید کا
اللہ نے دے دیا اس کو رتبہ شہید کا

مولانا کی شہادت کی خبر سنتے ہی یوں محسوس ہوا جیسے ہر طرف اندھیری رات چھا گئی ہو ہر طرف خاموشی کی لہر دوڑ گئی ہو آباد بستیاں قبرستان دکھائی دینے لگیں، جنگل و پہاڑ سنسان نظر آنے لگے۔ ہر طرف پریشان کن فضائیں جھومنے لگیں، موت العالم کا منظر دکھائی دے رہا تھا آسمان اس قدر دل کھول کر رویا کہ اس کے آنسوؤں سے زمین جل تھل ہو گئی کیونکہ مولانا شہید کی موت ایک انسان کی نہیں ایک عالم کی موت تھی یہ مولانا کے خون کی کرامت ہے کہ ان کی شہادت کے بعد سپاہ صحابہ اتنی تیزی سے پھیلی کہ تقریباً 30 ممالک کے اندر شاخیں قائم ہو گئیں اور پاکستان کے کونے کونے میں سپاہ صحابہؓ کے یونٹ بن گئے ہیں۔ انشاء اللہ ہم مولانا حق نواز شہیدؒ کے مشن کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کا عزم کرتے ہیں اور اپنے خون کا آخری قطرہ تک بھی یہ کہتے ہوئے بہا دیں گے۔

فنا فی اللہ میں بقا کا راز مضمر ہے
جسے مرنا نہیں آتا اسے جینا نہیں آتا

محمد رسول اللہ — یا اللہ مدد — صحابہ کبار

حب صحابہ رحمت اللہ

بغض صحابہ لعنت اللہ

ہو رزمِ کفر و حق تو بدر ہے نمازِ زندگی
خمینیت ہو سامنے تو حق نواز زندگی

امیر عزیمت، امیر کاروانِ ناموسِ صحابہؓ، شیر اسلام

ہم مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

اور ان کے جانشین

شہید ناموس صحابہ رضی اللہ عنہ — ایثار القاسمی رحمۃ اللہ علیہ — ایم این اے

شہید ملت اسلامیہ رضی اللہ عنہ — علامہ ضیاء الرحمن فاروقی رضی اللہ عنہ

شہید ناموس صحابہ رضی اللہ عنہ — حضرت مولانا محمد اعظم طارق رضی اللہ عنہ — ایم این اے

صلاح امت شیر اسلام رضی اللہ عنہ — علامہ علی شیر حیدری شہید رحمۃ اللہ علیہ

اور دیگر سینکڑوں شہداء کارکنان کی عظمت کو سلامِ عقیدت پیش کرتے ہیں

امیر کاروان قادری اشاعت — حضرت مولانا محمد احمد لدھیانوی صاحب حفظہ اللہ

سرپرست قافلہ حق — حضرت خلیفہ عبدالقیوم صاحب حفظہ اللہ

شاہین اہل سنت — جناب ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں صاحب حفظہ اللہ

قائد پنجاب — حضرت مولانا شمس الرحمن معاویہ صاحب حفظہ اللہ

کی قیادت پر مکمل اعتماد کے ساتھ ان کی خدمات کو

خراج تحسین پیش کرتے ہوئے تحریک ناموسِ صحابہ کی کامیابی کے لئے دعا گو ہیں

مولانا عبدالغنی

مدرسہ عربیہ دارالاسلام

قائم پور تحصیل حاصل پور ضلع بہاولپور

امیر عزیمت شہید اسلام بانی سپاہ صحابہ

حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ

حضرت مولانا سید محمد امین شاہ مدظلہ العالی، سانگھڑ۔ سندھ

برصغیر پاک و ہند میں علماء حق نے دین اسلام کی سربلندی کے لئے کبھی کسی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔ بلکہ اسلام کی ترویج واشاعت کے لئے دین حق کی سربلندی کے لئے پیش آمدہ مشکلات، تکلیف کو خندہ پیشانی سے قبول کیا اس راہ میں موت کو اپنی خوش قسمتی اور اللہ کی کرم نوازی سمجھتے ہوئے خوشی خوشی جام شہادت نوش کر گئے اور تاریخ گواہ ہے کہ قانون فطرت بھی ہے کہ بڑا آدمی بڑی ضرورت کے وقت ہی پیدا ہوتا ہے۔ لیکن بعض اوقات یوں بھی ہوتا ہے کہ اپنی تعمیر کردہ عمارت میں آخری اینٹ لگانے سے قبل ہی دنیا سے پردہ کر جاتا ہے۔ وہ گھڑی کس قدر کٹھن ہوتی ہے جب باغبان نے اپنی تمام تر توانائیاں گل بوٹوں کے تخم ریزی اور آبیاری کے لئے خرچ کر ڈالی ہوں اور جب شب و روز کسی مسلسل جدوجہد اس کو مجبور کر دے کہ وہ باسموم کی ستم طریقوں سے ان کی حفاظت کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھے لیکن وہ گل بوٹے شباب کی دہلیز پر قدم رکھ رہے ہوں تو باغبان کو ان سے ہمیشہ کے لئے جدا کر دیا جائے۔ نوشتہ تقدیر مولانا حق نواز جھنگویؒ کو ایسے حالات سے گزارا ہے کہ مورخ بھی اس موڑ پر آ کر انگشت بدنداں رہ جاتا ہے لکھنے کے لئے جب بھی قلم اٹھایا جاتا ہے تو ذہن میں ایک ایسی سوچ پیدا ہوتی ہے کہ ان شخصیات کے بارے میں لکھنا کتنا مشکل ہے کہ جو اپنی آرام دہ اور پرسکون زندگی کی بہاروں سے منہ موڑ کر سنگین حالات کی پرواہ کئے بغیر زندانوں کی ویرانیوں کو مرحبا کہا ہے۔ آہنی زنجیروں کو چوما ہو جن کی ڈکشنری میں راہ حق میں مصلحت نام کا کوئی لفظ نہ ہو۔ امیر عزیمت مولانا حق نواز شہید ایسے حالات کے افق پر ابھرے کہ جب بھی قوم سنیت کے نام سے ناآشنا ہوتی چلی جا رہی تھی کہ غیرت حیران ہو کر مسلم نوجوانوں کا منہ تک رہی تھی کہ یہی اس قوم کے بے خبر فرزند ہیں ایسے حالات میں ضرورت تھی امیر شریعت کے کسی روحانی فرزند کی کہ جو انہیں کی زبان میں اس سوئی ہوئی قوم کو بیداری کا درس دے اور انہی کے لہجے میں کفر کی آنکھ میں آنکھ ڈال کر اسے للکار سکے ایسے حالات میں ضرورت تھی کسی ایسے مرد آہن کی جس کی گرج میں شیروں کا سا وقار، گفتار میں بجلی جیسا کردار، حوصلوں میں افلاک کی سی بلندی اور ارادوں میں پہاڑوں کی سی پختگی اور جذبات میں سمندروں کے طوفان مچل رہے ہوں ایسے حالات میں ضرورت تھی راہ وفا کے کسی ایسے مسافر کی جو اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر صدا لگا دے اگر یوں کہہ دیا جائے کہ ایسے حالات میں ضرورت تھی مولانا حق نواز شہیدؒ کی تو بے جا نہ ہوگا۔

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

امیر عزیمت حب صحابہ کرامؓ گوزادہ راہ بنا کر عزم اور ارادے کی پیراہن میں گھر سے نکلے اس طویل سفر میں قدم قدم پر جن سنگلاخ وادیوں سے ان کا گزر ہوا اس منزل کا ہر موڑ گواہ ہے اور اس راہ کی ہر شے شہادت دے گی کہ بادسموم کے تند و تیز جھونکے بھی اس مرد آہن اور مرد قلندر کے عزم و استقلال میں ادنیٰ سی لعزش بھی نہ لا سکے۔

مولانا حق نواز جھنگویؒ ایک شعلہ نوا خطیب تھے آپ کی خطابت صور اسرافیل کا کام کرتی تھی۔ اس میں دم عیسیٰ کی تاثیر حق گوئی و بے باکی کے علمبردار جراتوں کے نشان ہمتوں کے پہاڑ اپنوں کے لئے ابر رحم اور بیگانوں کے لئے فولاد تھے۔

ہم شمع یقین کے پروانے شعلوں سے محبت کرتے ہیں اے زیست ہماری راہ سے ہٹ ہم موت کی عزت کرتے ہیں۔

مولانا شہید شیروں کی طرح گرجتے تھے اور تلواروں کی طرح برستے تھے آپ کے لہجے میں تلوار کی کاٹ بادل کی گرج اور بجلی کی کڑک ہوتی تھی مولانا شہید ملمع سازی کے قائل نہ تھے سیاسی مصلحتیں معاشی حالات اپنوں کی خفگی غیروں کا غضب، اقتدار کا خوف وڈیروں کا سازش اور قید و بند کی صعوبتیں بھی انہیں حق کی بات کہنے سے باز نہیں رکھ سکتی تھی۔

حق بات کہے اور ڈٹ جائے پھر چاہے سر بھی کٹ جائے
جب خون گرائے دشمن بھی کہے کردار مجاہد زندہ ہے

تاریخ شاہد ہے کہ انہیں حق گوئی کے جرم میں بیسیوں بار گرفتار کر کے سخت تشدد کا نشانہ بنایا گیا سینکڑوں قتل کے جھوٹے مقدمات میں ملوث کر کے زبان بند کرنے کی کوشش کی گئی ایک دفعہ وقت کے فرعون حکمرانوں کے ایماء پر آپ کو گرفتار کر کے میانوالی میں تھانے میں الف ننگا کر کے الٹا لٹکا کر سخت تشدد کا نشانہ بنایا گیا مگر مجال ہے کہ آپ مشن سے ایک انچ بھی ہٹے ہوں ان کا سر صرف خدا کے آگے جھکتا تھا وہ جب وقت کے نمرودوں اور عصر حاضر کے فرعونوں کو للکارتے تو فضا تھراتی اور جذبات شعلہ بن جاتے تھے مولانا حق نواز جھنگوی شہید کا عشق اصحاب رسول تھا کہ وہ نوجوان جو معاشرہ میں اپنا مقام وجود کھو کر بری راہ چل پڑے تھے وہ نوجوان جن کا مقصد صرف سینما آباد کرنا، ٹی وی، وی آر دیکھنا آوارہ گردی کرنا تھا دیکھتے ہی دیکھتے سر پر ٹوپیاں رکھا کر ہاتھ میں عظمت اصحاب رسول کا پرچم لیکر گلی گلی میں عظمت اصحاب رسول واہلبیت کے ترانے گاتے ہوئے نظر آنے لگے اور مولانا کے اشارے پر اصحاب رسول ازواج مطہرات واہلبیت کے تقدس اور ناموس کے لئے اپنی جان قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاتے تھے۔ مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کے مشن کی صداقت اور سچائی عیاں ہے کہ اب تک سینکڑوں اس مشن پر قربان ہو چکے ہیں اور ہزاروں ابھی تک پابند سلاسل ہیں مگر مجال ہے کہ ان کے پایہ استقلال میں لعزش آئی ہو بندہ ناچیز خود بھی مشن جھنگوی کے لئے چار ماہ کا عرصہ سینٹرل جیل کوٹ لکھپت لاہور گزار کر آیا ہے مگر میں نے وہاں ایسے پانچ پانچ سال کے طویل عرصہ سے قید شاہین صفت مجاہد دیکھے قلم کا بے تاج بادشاہ مولانا مجیب الرحمٰن انقلابی خطابت کا عظیم جو ہر محمود اقبال اور پرسوز آواز رکھنے والا حافظ غلام فرید جن کو عرصہ پانچ سال ہو چکے ہیں۔ مگر مجال ہے کہ مشن کے لئے کبھی کسی سے سودے بازی کی ہو۔ یہ سب مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔

جذبوں کی صداقت زندہ ہے ایمان کی حرارت زندہ ہے
جب تک ہے سلامت سر میرا صدائے شہادت زندہ ہے

.....بقیہ صفحہ نمبر ۷۱۵ پر.....

ترس گئے تری دل کشا صدا کے لئے

مولانا رب نواز حنفی۔ امیر انجمن دعوت اہلسنت والجماعت

''وہ آیا، اس نے دیکھا اور فتح کر لیا'' یہ جملہ ایسی نابغۂ روزگار اور عبقری شخصیت کے بارے میں کہا جاتا ہے جس کا مشن انتہائی اہم بھی ہو اور دشوار ترین بھی، جس کو اپنے مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے پھولوں کی سیج پر نہیں بلکہ کانٹوں کے دشتِ بے اماں سے گزرنا پڑتا ہو، جسے اہل زمانہ کی محبتوں، قربتوں اور وفاداریوں کے موسمِ بہار کا نہیں بلکہ ان کی حماقتوں، بے رخیوں اور منافقتوں کے صبر آزما طوفانوں کا سامنا کرنا پڑتا ہو، جسے اپنے بھی جھنجھوڑتے ہوں اور پرائے بھی کانٹوں پر کھینچتے ہوں، لیکن اس کے باوجود، جی ہاں! اس کے باوجود مصائب اور تکالیف کا نہ تھمنے والا یہ طوفانِ بدتمیزی نہ اس کے پایۂ استقامت میں کوئی لغزش لا سکتا اور نہ ہی اس کو جادۂ مشن سے سرِ مو منحرف کر سکتا ہو، بلکہ وہ اپنے ہاتھوں میں کامیابی کا علم لہراتا ہوا برق رفتاری کے ساتھ منزلِ مقصود کی طرف بڑھتا چلا جا رہا ہو، تا آنکہ وہ انتہائی قلیل عرصے میں اپنے سفینۂ مشن کو کامیابی کے ساحل سے ہمکنار کرنے میں کامیاب ہو جائے۔

قارئین کرام! اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ کے اوائل میں اس خیرِ امت میں ایک فتنہ پرور اور اسلام دشمن طبقہ ''بغل میں چھری اور منہ میں رام رام'' کے بمصداق اپنے کفریہ عقائد اور بدبودار نظریات سے اسلام کے صحن کو آزردہ رنگ کر رہا تھا۔ آستین کا سانپ بن کر اسلام کے لبادے میں پھلنے والے اس کالے طبقے کا تعاقب ہر دور کے علمائے حق اپنی اپنی بساط کے مطابق کرتے رہے، لیکن پوری دنیا میں اس فتنے کی منافقت تقیے کی ڈھال لے کر اپنا زہر اہلِ اسلام میں سرائیت کرتی رہی اور خمینی کے ایرانی انقلاب کے بعد تو اس فتنے کو مسلمانوں میں داخل ہونے کا اور بھی زیادہ موقع ملا۔ جس کی بنیادی وجہ رافضیت کا تقیہ کی چادر میں لپٹے رہنے کے ساتھ ساتھ علمائے اہلسنت کی شیعہ مذہب سے عمومی ناواقفیت تھی اور جب علماء کا یہ حال رہا تو عوام اور آج کی صحافی اصطلاح میں ''دانشور'' کہلانے والے حضرات کا کیا ذکر اور کسی سے کیا شکایت!

چنانچہ مولانا منظور نعمانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

''اس عام ناواقفیت کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب روح اللہ خمینی صاحب کی قیادت میں ایران میں یہ انقلاب برپا ہوا اور انہوں نے اس کو ''اسلامی انقلاب'' کا نام دے کر اور پورے عالمِ اسلام بلکہ پوری دنیا میں یہی انقلاب برپا

کرنے کا نعرہ لگا کر اپنا ساتھ دینے کے لئے ساری دنیا کے مسلمانوں کو پکارا اور اس کے لئے پروپیگنڈے کے وہ سب وسائل وذرائع استعمال کئے جن کا اوپر ذکر کیا گیا۔ تو یہ بات معلوم اور آشکارا ہونے کے باوجود کہ امام خمینی نہ صرف یہ کہ شیعہ ہیں بلکہ شیعوں کے اُس درجہ کے مذہبی پیشواؤں میں ہیں جن کو ''آیۃ اللہ'' کہا جاتا ہے۔ ہندو پاکستان اور بعض دوسرے ملکوں کے بھی ایک خاص ذہن رکھنے والے حلقوں کی طرف سے ایسے جوش وخروش سے اندازہ ہوتا تھا کہ ان حضرات کے نزدیک اس انقلاب کے نتیجے میں ایران میں عہد نبویؐ اور خلافت راشدہ کے نمونے کی ''حقیقی اسلامی حکومت'' قائم ہوگئی ہے جس کے ولی الأمر (امیر المؤمنین) امام خمینی ہیں پھر یہ حلقے چونکہ اہل سنت ہی میں شمار ہوتے ہیں اور خاص کر ان جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں کی ایک خاصی تعداد جن کو آج کل ''اسلام پسند'' کہا جاتا ہے، ان کے معروف زعماء اور قائدین کو دین کا رازداں اور دینی رہبر سمجھتی ہے، اس لئے ان کے اس رویہ سے ان کا یہ عقیدہ بن گیا ہے کہ ''آیۃ اللہ روح اللہ خمینی'' اس وقت اسلام اور عالم اسلام کے گویا امام ہیں''۔ (ایرانی انقلاب ص:۲۶،۲۵)

اس افسوسناک صورتحال کی وجہ سے قریب تھا کہ دنیا اسی طبقے کو اسلام کا حقیقی ٹھیکیدار سمجھ لیتی کہ اچانک عالم اسلام میں ایک ایسی شخصیت ابھری جس نے صرف پانچ سال کے عرصے میں اسلام کے لبادے میں بڑھتے ہوئے شیعیت کے کفر کو پوری دنیا کے سامنے آشکارا کر کے جرأت وعزیمت کی ایک نئی داستان رقم کردی اور اس مشہور مثال کی مصداق بنی: ''وہ آیا، اس نے دیکھا اور فتح کرلیا''۔

جی ہاں! وہ عظیم شخصیت امیر عزیمت، مجدد ملت، حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تھی، جنہوں نے انتہائی مختصر وقت میں وہ عظیم تجدیدی کارنامہ سرانجام دیا جس کی اس امت کو کئی صدیوں سے ضرورت تھی۔

مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ نے ۱۹۸۵ء میں ''انجمن سپاہ صحابہؓ'' نامی ایک تنظیم کی بنیاد رکھی جبکہ مولانا خود ۱۹۹۰ء میں جام شہادت نوش فرما گئے۔ مولانا کی جدوجہد کا عرصہ صرف چھ سالوں تک محدود ہے اور پھر ان چھ سالوں میں سے اگر ان کی کئی کئی ماہ کی گرفتاریوں، پابندیوں اور روپوشیوں کے اوقات بھی نکال دیئے جائیں تو باقی وقت ہی کیا بچتا ہے! لیکن مولانا کی کرامت ملاحظہ فرمائیں کہ اس مختصر عرصے میں انہوں نے نہ صرف برصغیر میں، بلکہ دنیا کے کئی ممالک میں چودہ صدیوں سے دھوکہ کی چادر میں چھپا رافضیت کے کفر کا کالا چہرہ بے نقاب کر کے پوری امت کی طرف سے فرض کفایہ ادا کیا ہے۔ اس کو مولانا جھنگوی شہیدؒ کی کرامتِ طبقی الوقت کہا جاسکتا ہے۔

حضرت جھنگوی شہیدؒ کے مشن کی عنداللہ قبولیت کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک عالم فرمانے لگے: کہ ایک مرتبہ عمرے کی ادائیگی کے لئے میرا حرمین شریفین جانے کا اتفاق ہوا۔ جب میں مدینہ منورہ میں مسجد نبویؐ کے پارکنگ ایریے کے قریب سے گزرا تو ایک کار میں مولانا حق نواز جھنگویؒ کے بیان کی کیسٹ چل رہی تھی، تب میں نے سوچا کہ جس شخص کی آواز مسجد نبویؐ کے دروازے تک پہنچ گئی اس کی آواز کو، اس کے مشن کو اور اس کے پروگرام کو کوئی نہیں دبا سکتا۔

مولانا کی یہ آواز نہ صرف مسجدِ نبویؐ کے دروازے تک پہنچی، بلکہ ان کی آواز اللہ رب العزت نے امام مسجدِ نبویؐ شیخ عبدالرحمان حذیفی حفظہ اللہ کی صورت میں دروازے سے بھی بہت آگے منبرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچادی، اب جس کی بات منبرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان ہو، اس کے مشن کو کون دبا سکتا ہے؟

یہ حضرت جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ کی آواز ہی تو تھی جو ان کے بعد مولانا ایثار القاسمیؒ، مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقیؒ اور مولانا اعظم طارقؒ کی صورت میں بلند ہوئی اور عجم سے نکل کر عرب دنیا میں شیخ حذیفی سے ہوتی ہوئی عراق کی سرزمین پر شیخ ابومصعب الزرقاویؒ کی صورت میں گرجتی ہوئی دنیائے کفر کے نشیمن پر بجلی بن کر گری اور آج یہی آواز علامہ علی شیر حیدری مدظلہٗ کی قیادت میں لاکھوں مسلمانوں کی آواز بن چکی ہے اور سینوں کے سینوں پر نقش یہ شعر حقیقت بن کر سامنے آیا۔

یہ بازی خون کی بازی ہے یہ بازی تم ہی ہارو گے
ہر گھر سے جھنگوی نکلے گا تم کتنے جھنگوی مارو گے

مولانا چونکہ اپنے مشن میں مخلص تھے اس لئے ان کے اخلاص کا اثر ان کی ہر تقریر سے جھلکتا تھا۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ ''مقررین زبان سے تقریر کرتے ہیں لیکن مولانا شہیدؒ دل سے تقریر کیا کرتے تھے''۔ ان کی تقریر کیا ہوتی تھی؟ دریاؤں کے دل جس سے دہل جائے وہ طوفان!!!۔

ادھر کہتا گیا وہ ادھر آتا گیا دل میں
اثر یہ ہو نہیں سکتا کبھی دعوائے باطل میں

ان کی تقریر کا ایک ایک لفظ سامعین کے کانوں میں محبتِ اصحابِ رسول کا رس بن کر دل سے ہوتا ہوا خون میں کچھ اس طرح سرایت کر جاتا کہ پھر وہ لفظ جسم کا حصہ بن جاتا۔

مولانا نے اپنی تقریروں کے دوران کچھ ایسی پیشین گوئیاں اور الہامی باتیں بھی ارشاد فرمائی تھی جو بعد میں حقیقت کا روپ دھار کر سامنے آئیں کہ۔

قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید

مثلاً ایک مرتبہ فرمایا: ''شیعیت کا کفر قومی اسمبلی میں آئے گا'' چنانچہ ان کی یہ پیشین گوئی مولانا اعظم طارقؒ کے ذریعے پوری ہوئی۔

مولانا نے ایک اور موقع پر فرمایا تھا: ''شیعیت کا کفر سپریم کورٹ تک جائے گا'' ان کی یہ پیشین گوئی علامہ علی شیر حیدری صاحب مدظلہٗ کے ذریعے پوری ہوئی، جب سپریم کورٹ کے چیف جسٹس سجاد علی شاہ تھے۔

آپؒ نے فرمایا تھا: ''میں شیعیت کو گالی بنادوں گا'' نیز ''میں شیعیت کے کفر کو اتنا ننگا کردوں گا کہ کوئی چھپانا بھی چاہے تو نہیں چھپا سکے گا'' چنانچہ تقیہ کی چادر اوڑھ کر اسلام کے نام پر اپنے کفریہ عقائد کی پرچار کرنے والی قوم کا کفر ایسا کھل کر سامنے آیا کہ ہر مسلمان کے لئے ہندو، مجوسی، سکھ اور شیعہ سب کفر میں برابر ہوگئے۔

CamScanner

اسی طرح ایک مرتبہ آپؒ نے فرمایا تھا: ''میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے دشمن کو اپنے دفاع پر لگا دوں گا'' چنانچہ کل تک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کفر اور اسلام کے بارے میں سنیوں کو چیلنج کرنے والے شیعہ آج چیخ چیخ کر اپنے آپ سے کفر کی نفی کر کے مسلمان باور کرانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

قارئین کرام! مولانا جھنگویؒ جیسی شخصیات صدیوں میں پیدا ہوتی ہیں، فلک برسوں پھرتا ہے تب ایسے لوگ وجود میں آتے ہیں۔ ان کی زندگی طفولیت کی گمنامی سے آغاز کرتی ہے، جدوجہد کی نوخیزی طے کرتی ہے، صعوبتوں اور مشقتوں کی منزل شباب سے گزرتی ہے، ترقی کے زینے عبور کرتی ہے اور دارین کی فلاح و بہبود کی منزل پر سفرِ حیات کا اختتام کرتی ہے۔

ایسے لوگ مر کر بھی زندہ رہتے ہیں، زمانہ چاہے جتنی کروٹیں لے، گردشِ افلاک ہزار تغیرات ظاہر کرے، دنیا انقلابات و تغیرات کے ایک دور سے گزرے، کچھ بھی ہو جائے لیکن ایسے لوگ کبھی بھی پرانے نہیں ہوتے، ان کی یادیں ہر دم تازہ رہتی ہیں۔

مولانا وہاں گئے جہاں سب گئے، سب کو جانا ہے، لیکن ان کی تقریروں کا جرأتمندانہ انداز اور عظمتِ صحابہؓ کی دفاع کا تابناک کردار مدتوں رلاتا رہے گا، تڑپاتا رہے گا۔

پکار وادیٔ خاموش سے خدا کے لئے
ترس گئے ہیں تری دل کشا صدا کے لئے

✿✿✿✿

.....بقیہ از صفحہ ۷۲۵.....

یہ نہ صرف عدل و انصاف کے خلاف ہے، بلکہ جمہوریت کے بھی خلاف ہے۔ وہ کھلم کھلا اور علی الاعلان یہ بات کہتے تھے کہ جس طرح ایرانی دستور کی رو سے ایران میں سربراہ مملکت، وزیر اعظم اور تمام کلیدی عہدوں کے لئے شیعہ ہونا شرط ہے، اسی طرح پاکستان میں بھی ان تمام عہدوں کے لئے سنی ہونا یہاں کے جمہور کا جمہوری اور آئینی حق ہے۔ سابق وزیر اعظم کے شیعہ ہونے کی وجہ سے وہ ان کو بھی اس عہدہ کا مستحق نہیں سمجھتے تھے۔ ان کو اپنے اس نقطہ نظر کے اظہار کا آئینی اور جمہوری حق تھا مگر ان کی یہی حریت پسندی اور جرأت و بے باکی ان کے لئے پیام موت ثابت ہوئی اور انہیں مسجد کے سائے میں گولیوں سے چھلنی کر دیا گیا۔ ان کے قاتل بلاشبہ انتہائی وحشی اور سفاک ہیں، جنہوں نے مولانا جیسے مبلغ حق کو صرف نظریاتی اختلاف کی بناء پر نہایت بہیمانہ انداز میں قتل کیا، لیکن اگر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ مولانا کو ختم کر کے وہ ان کے دشمن کو ختم کر دیں گے تو یہ ان کی بھول ہے۔ تمام دشمنان اسلام کو کان کھول کر سن لینا چاہئے کہ نظریاتی شخص کو ختم کرنے سے نظریات ختم نہیں ہوا کرتے۔ آج بھی انجمن سپاہ صحابہؓ اپنے زندہ جاوید شہید سالار کے مشن سے مسلح، باطل کی یلغار کا مقابلہ کرنے کے لئے زندہ و پائندہ ہے۔

CamScanner

امی عائشہ صدیقہؓ کا بیٹا

حضرت مولانا سید محمد معاویہ امجد شاہ صاحب مدظلہ العالی
خلف الرشید قطب العصر امام الاولیاء حضرت اقدس مولانا سید محمد امین شاہ صاحبؒ

اپنے وقت کا عظیم مجاہد جس کو دنیا جھنگوی شہید کے نام سے یاد کرتی ہے اپنے لئے ایسی سنہری تاریخ چھوڑ کر گیا ہے جس کی مثال کتب تاریخ کے اوراق میں خال خال ہی ملتی ہے۔ تاریخ کا طالب علم جب ایسے نفوس قدسیہ کے حالات کا مطالعہ کرتا ہے تو وہ حیرت و پشیمانی کی گھاٹیوں میں کھو جاتا ہے کہ خدایا کیا تیری زمین پر ایسے لوگ بھی آئے کیا چشم فلک نے ایسے باکرداروں کو بھی دیکھا جنہوں نے جان کی بازی کھیل کر اپنے مشن کو زندہ رکھا۔ مولانا شہید یقیناً انہیں گنی چنی ہستیوں میں سے تھے۔ آپ کو ذات باری تعالیٰ نے عظمت صحابہ کا پھریرا لہرانے اور رفض و بدعت کے قلعوں کو مسمار کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ آپ کے وجود نے بتلا دیا کہ ابھی ماؤں کی کوکھیں بانجھ نہیں ہوئیں ان سے ابھی بھی قافلہ حریت کے جرنیل آندھیوں سے ٹکرا کر مسکرانے والے سپوت پیدا ہو رہے ہیں۔ ہر دور میں ایسے لوگ امت کو نصیب ہوتے رہتے ہیں جو تجدید دین کا علم اٹھاتے ہیں۔

فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے ﴿ان اللّٰہ یبعث علی رأس کل مأۃ سنۃ من یجدّد لھا دینھا﴾ کہ اس امت میں ہر سو سال کے بعد کوئی نہ کوئی مجدد پیدا ہوتا رہے گا جو دین کی تجدید کرے گا۔ مجدد ایک بھی ہوتا ہے اور ایک وقت میں ایک جماعت بھی مجددین کی ہو سکتی ہے۔ اکابرین علمائے دیوبند مجددین میں سے ہیں جنہوں نے دین کے چار اہم شعبوں میں تجدید دین کا کام کیا۔ (۱) تدریس (۲) تبلیغ (۳) دفاع دین۔ دفاع دین خواہ سیف و سنان کے ذریعے ہو، توپ و تفنگ کے ذریعے ہو یا قلم و لسان کے ذریعے۔ ان تمام میدانوں کو بحمد اللہ اکابر دیوبند نے ہی سنبھالا اور اس کا حق ادا کرنے کی کوشش کی۔ مولانا شہید نے دفاع دین کے اہم ترین شعبہ رد روافض پر لسانی جہاد کر کے وہ تاریخ رقم کی کہ قیامت تک آپ کے نقش قدم پر چلنے کو فخر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔ آپ کو حق تعالیٰ نے اخلاص جرأت و ہمت مردانگی و جفاکشی سوز دل و جذبہ ایثار کے اس مقام پر پہنچایا تھا کہ اپنے وقت کے تمام اولیاء کرام کے نزدیک آپ مقبول و محبوب تھے۔ والد مکرم قطب العصر امین العلماء سرتاج الاتقیاء حضرت اقدس مولانا محمد امین شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ خلیفہ اعظم حضرت پیر سید خورشید احمدؒ خلیفہ اعظم شیخ العرب والعجم حضرت سید حسین احمد مدنیؒ آپ کے بڑے مداح تھے، فرمایا کرتے تھے کہ مولانا جھنگویؒ کے انگ انگ میں امی عائشہؓ کی محبت بس گئی ہے، کبھی فرماتے جس مشن کو وہ لے کر چلا تھا اور اس پر اس نے جان دے کر ثابت کر دیا کہ آپ کا قول و فعل ایک تھا جو کہتے اسے کر گزرتے، وقت کے ایک قطب کی آپ کے بارے میں عظیم شہادت ہے۔

بندہ کی طرف سے برادرم مولانا ثناء اللہ سعد شجاع آبادی صاحب اس عظیم کام کے کرنے پر مبارک باد کے مستحق ہیں ہم ان کے شکر گذار ہیں کہ انہوں نے فرض کفایہ ادا کیا۔ حق تعالیٰ ان کے قلم میں اور مساعی جمیلہ میں برکتیں عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

CamScanner

شہید ناموس صحابہؓ مولانا حق نوازؒ

جناب مفتی محمد طاہر المکی صاحب

''مجھ سے پوچھا جاتا ہے کہ تمہارا مشن کیا ہے؟ میں نے اس کا بار بار جواب دیا ہے اور اب پھر کہتا ہوں تا کہ ہر وہ شخص سن لے جو میرے ساتھ چلنا چاہتا ہے کہ میرا مشن صحابہ کرامؓ کا علم بلند کرنا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے برپا کردہ صحابی معاشرہ کو دوبارہ قائم کرنا ہے۔ میرا مشن وہی ہے، جس کا اعلان خلافتِ فاروقی میں ایرانی لشکر کو اسلام کی دعوت دیتے ہوئے صحابہ کرامؓ کے نمائندے نے ستم کے سامنے کیا تھا کہ ہمارا مقصد دنیا سے ظلم وجور کو ختم کرنا، اور انسان کو مخلوق کی غلامی سے نکال کر خالق کی بندگی کی طرف لانا ہے۔ سن لو! ہم موجودہ غلیظ معاشرے کو تقیہ ومنافقت سے بھرپور زندگی کو اور فحاشی وعریانی سے ملوث ماحول کو اس کی جڑوں سے اکھاڑ کر اسے صحابہ کرامؓ کے جنتی معاشرے کے نقش قدم پر چلانا چاہتے ہیں۔ وہ صحابہؓ جو خدا کے پرستار تھے، رسولؐ کے دیوانے تھے، شمع صداقت کے پروانے تھے، نیکی کے نقیب اور بھلائی کے داعی تھے، بدی کے دشمن اور ظلم کے مخالف تھے۔ جو مسکینوں کو کھانا کھلانے والے، مسافروں کی خبر گیری کرنے والے، یتیموں اور بیواؤں کے سروں پر دستِ شفقت رکھنے والے تعیشات سے بچنے والے، اور بے ہودہ حرکتوں سے کنارہ کش رہنے والے تھے، جو سنجیدگی ووقار کے پیکر اور شائستگی وسلیقہ کے مجسمے تھے۔ جنہوں نے سچائی کی خاطر بہادرانہ شان سے جبر کے وار سے، خوشی خوشی فاقے کاٹے، صبر کے موقع پر انتہا درجہ کا صبر دکھایا اور مقابلہ کیا۔ احد کہتے کہتے گرم ریت پر لیٹ گئے اور فُزْتُ بِرَبِّ الْكَعْبَةِ (رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہوگیا) کا نعرہ لگاتے ہوئے سولی پر لٹک گئے۔ ہاں وہی صحابہؓ جن کی تعریف توراۃ میں آئی۔ جن کی مدح میں انجیل نے نغمہ سرائی کی، جنہیں قرآن مجید نے مومنوں حقا کہا، جنہیں ھم الراشدون کا سرٹیفکیٹ عنایت کیا، جنہیں رضی اللہ عنھم کا تمغہ عطا کیا، جن کے نقش قدم پر چلنے کو ہدایت کی راہ بتایا (فقد اھتدوا) اور جن کے مخالفین کو منافق جہنمی فرمایا (نصلہ جھنم) انہیں صحابہؓ کے نقشِ قدم کی طرف دعوت دینا میرا مشن ہے۔

ان کے اسوۂ حسنہ کی طرف لوگوں کو بلانا میری تحریک ہے اور انہیں کے معاشرے کو دوبارہ زندہ کرنا میری زندگی کا مقصد وحید ہے۔ میں اس کی خاطر جینا چاہتا ہوں اور اس کی خاطر مرنا چاہتا ہوں۔ اگر اس راہ میں میری جان چلی جائے تو میں خود کو کامیاب ترین انسان تصور کروں گا''۔

CamScanner

یہ ایمان افروز اقتباس شہید راہ حق مولانا حق نواز جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک تقریر کا ہے، جنہیں 22 رفروری ۱۹۹۰ء بروز جمعرات آٹھ بجے شب ان کی مسجد کے سامنے گولیوں کی بوچھاڑ کر شہید کر دیا گیا۔

انجمن سپاہ صحابہؓ کا یہ سالار اعظم جس نے ابھی اپنی زندگی کا چوتھا عشرہ بھی مکمل نہیں کیا تھا منافق دشمنان اسلام کی نگاہوں میں خار کی طرح کھٹکتا تھا۔ اس کے جوش وجذبے، مقصدِ خطابت اور پرخلوص محنتوں کے نتیجے میں کراچی سے کشمیر تک صحابہ کرامؓ کے جانثاروں میں ایک نئی لہر پیدا ہوگئی تھی۔ ان کی شہادت پر لوگوں میں جتنے بڑے پیمانے پر ہیجان پیدا ہوا، اس سے ان کے کام کی وسعت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ان کے چوکس اور منظم دشمن کو بھی ان کے کام کی اس قدر گیرائی اور گہرائی کا اندازہ نہیں تھا اور انشاء اللہ شہید حق نواز، جسمانی طور پر زندہ حق نواز کے مقابلہ میں دشمنانِ اسلام کے لئے زیادہ بھاری ثابت ہوگا۔

شہید مرحوم مولانا حق نواز جھنگوی فطری خطیب تھے۔ یہ ان کی خوش قسمتی تھی کہ دارالعلوم کبیر والہ ملتان سے فارغ التحصیل ہونے کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے انہیں صحابہ کرامؓ اور ان کے جنت بداماں معاشرے کی مداحی ومنادی کے لئے چن لیا۔

برصغیر میں یہ کام بطور مشن اور تحریک کے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے شروع کیا تھا اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ازالۃ اور قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین لکھ کر اس تحریک کو نئی زندگی عطا کی، جسے ان کی اولاد اور شاگردوں نے آگے بڑھانے کی کوشش کی، مگر اس تحریک کو علماء اور دینی مدارس کے حلقوں سے آگے بڑھا کر عوام اور جمہور تک پہنچانے کی سعادت امام اہلسنت مولانا عبدالشکور لکھنوی کو حاصل ہوئی۔ جنہوں نے اپنے رسالہ النجم اپنے ادارے دارالمبلغین اور مدح صحابہؓ کے جلوسوں کے ذریعہ عام مسلمان کے دل ودماغ میں بھی صحابی معاشرے کی تڑپ پیدا کی اور ان کے نقش قدم پر چلنے کا جذبہ بیدار کیا۔

پاکستان میں اس تحریک کو عوامی سطح تک لانے کا سہرا مولانا حق نواز جھنگوی کے سر رہا۔ اس کام کے لئے شہید مرحوم نے اپنے آپ کو فنا کر دیا تھا اور دیوبندی، بریلوی، اہلحدیث ہر طبقے تک خود پہنچ کر منت وزاریاں کر کے ان سے تعاون حاصل کیا۔ اپنے مشن کے لئے ان کا یہی خلوص تھا جس نے انہیں عظیم الشان کامیابیاں عطا کیں۔ وہ قرآنی ارشاد اشداء علی الکفار رحماء بینھم کا مصداق تھے اور علامہ اقبال کے اس شعر کا پیکر مجسم تھے کہ

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

مولانا مرحوم جمہوریت کے بہت بڑے علمبردار تھے۔ جمعیت علماء اسلام (فضل الرحمٰن گروپ) پنجاب کے نائب صدر تھے اور جمہوری نقطہ نظر ہی کی بنا پر تحریک نفاذ فقہ جعفریہ قسم کی فرقہ وارانہ تحریکوں کو ملک وملت کے لئے تباہ کن سمجھتے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ ایران میں وہاں کی شیعہ اکثریت کو جو حقوق حاصل ہیں، پاکستان میں یہاں کی سنی اکثریت کو وہی حقوق حاصل ہونے چاہئیں۔ ایران کی اکثریت کے لئے کچھ اصول.....

.....بقیہ صفحہ نمبر ۷۲۲ پر.....

محبت صحابہ — اللہ اکبر — صحابہ پرست

بغض صحابہ لعنت اللہ

حب صحابہ رحمت اللہ

سوئے مقتل جنہیں جانا تھا وہ جا بھی چکے
سر سر کچھ محتاط خطیب آج بھی ہیں!

امیر عزیمت، امیر کاروانِ ناموسِ صحابہؓ، شیر اسلام

ہم مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

اور ان کے جانشین

ایثار القاسمی — ضیاء الرحمن فاروقی — محمد اعظم طارق — علی شیر حیدری

اور دیگر سینکڑوں شہداء کارکنان کی عظمت کو سلام عقیدت پیش کرتے ہیں

امیر کارواں، قائد سنی انقلاب، جانشین شہداء قائدین

حضرت مولانا محمد احمد لدھیانوی

اور ان کے رفقاء و معاونین پر مکمل اعتماد کا اظہار کرتے ہیں

امیر عزیمت شہید کی یاد میں

سالنامہ سرخرو

کی خصوصی اشاعت کے اہتمام پر

جناب خادم حسین حفظہ اللہ صاحب وحلوں — مولانا ابو محمد شاہ اللہ اسعد شجاع آبادی

کو مبارکباد پیش کرتے ہیں

محمد اکرم جہانیاں سابق تحصیل کونسلر

امیر عزیمت شہیدؒ

شخصیت اور کردار کے آئینے میں

محمد ممتاز فاروقی متعلم جامعہ محمودیہ جھنگ صدر

مولانا حق نواز..... ایک فرد کا نام نہیں بلکہ ایک فکر ایک تحریک اور ایک مشن کا نام ہے پہاڑوں کی طرح بلند عزائم اور ستاروں کی طرح تابناک خیالات کا نام ہے چاند کی طرح شفاف کردار اور سورج کی طرح نور افشانی کا نام ہے۔ سمندر کی طرح وسیع علم اور دریاؤں کی طرح رواں دواں طبیعت کا نام ہے اسلامی دنیا کی اس نابغہ روزگار شخصیت کا نام ہے جس نے خواب غفلت میں محو ملت اسلامیہ میں حریت فکر کی بنیاد ڈالی ضلالت اور گمراہی کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکا عالم اسلام میں مردہ ہو جانے والے جذبہ ایثار کو نئی زندگی دی مسلمانوں کے قلوب میں مفقود روحانی ولولے کو زندہ کیا۔ ظلمت کفر میں حق وصداقت کا چراغ روشن کیا اسلام کے لیبل میں اسلام کو کھوکھلا کرنے والی سازشوں پر سے پردہ اٹھایا اسلام کی اساس کے تحفظ کا علم بلند کیا اور اسے مکمل جرأت واستقامت سے سربلند کیا زندانوں میں شب وروز گزار کر طعنے سہہ کر، دکھ اٹھا کر، کرب میں مبتلا ہو کر، مشکلات کے سمندر کو عبور کر کے مصائب کی گھاٹیوں سے نبرد آزما ہو کر عواقب کے اندھیروں سے نکل کر حتیٰ کہ تختہ دار کو بھی قریب سے دیکھ کر اس نے دامن کو سمیٹے رکھا اس کی کاٹ دار آواز نے کفر کے گھروندوں میں شگاف ڈالے اور باطل کے ایوانوں میں زلزلہ پیدا کر دیا انتہائی سفاکانہ مظالم اخلاق باختہ تشدد اور شرمناک اذیتیں اسے حق گوئی سے باز نہ رکھ سکیں فقط اسلام ناموس کی خاطر اس نے تمام مصائب وآلام کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا اور بالآخر اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے نہ صرف خود قیامت جاوداں پائی بلکہ اپنے اعلیٰ وارفع نصب العین کو قیامت تک کے لئے زندہ کر لیا۔

مولانا حق نواز جھنگوی ۱۹۵۲ء میں ضلع جھنگ کے ایک پسماندہ گھرانے میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی اور اعلیٰ دینی تعلیم کے لئے مختلف درسگاہوں کا رخ کیا جہاں جید علماء سے تحصیل علم کا شرف حاصل کیا تقریباً ۲۲ سال کی عمر میں علوم دینیہ سے فارغ ہوئے ۱۹۷۳ء میں جھنگ ہی میں امامت وخطابت شروع کی ابتدا توحید ورسالت کے مسئلے پر سخت محنت فرمائی اور عوام الناس کے عقائد کی اصلاح فرماتے رہے۔ جھنگ جاگیردار تسلط والا علاقہ تھا جہاں کے باشندوں پر برسوں سے جاگیرداروں کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ یہاں کے رہائشی عملی طور پر

جاگیرداروں کی رعایا بنے ہوئے تھے۔ان کی نسلیں جاگیرداروں کی غلامی میں بندھی ہوئی تھیں۔

مولانا جھنگوی نے عوام کو مذہبی سیاسی اور معاشرتی طور پر انتہائی متعصب جاگیرداروں کے پنجہ غلامی سے آزادی کا درس دیا

ان میں دینی حمیت پیدا کی اور سیاسی شعور کو بیدار کیا ان کی عزت نفس کو اجاگر کیا اور کو خودداری کے ساتھ جینے کا حوصلہ پیدا کیا المختصر مراعات یافتہ طبقات کے ہاتھوں پسے ہوئے لوگوں کو قوت گویائی عطا کی نتیجتاً لوگ جرأت وحمیت کے اس پیکر کی طرف بڑھنے لگے۔ایک تنہا شخص کے خلوص اور جرأت نے لوگوں کے دلوں کو مسخر کیا ہجوم در ہجوم اور فوج در فوج مفلسوں کے اژدھام اس کے گرد جمع ہونے لگے۔مجبور ومحکوم طبقات نے متحد ہو کر جاگیرداری تسلط کی بنیادیں ہلا دیں اور جاگیرداروں کے کمزور ہونے سے غریب عوام پر ظلم وجبر کے بازار کا خاتمہ ہوا یہ سب کچھ اس مرد قلندر کی مساعی کا ثمر اور اس کے بابرکت وجود کا فیضان تھا۔

مولانا حق نواز شہید کسی مقصد اور نصب العین کے تحت میدان عمل میں اترے تھے اس کی وضاحت وہ اپنے الفاظ میں یوں کہتے ہیں۔

میرا مشن صحابہ کرامؓ کا علم بلند کرنا ہے رسول اللہ ﷺ کے برپا کردہ معاشرے کو دوبارہ قائم کرنا ہے۔میرا مشن وہی ہے جس کا اعلان خلافت فاروقی میں ایرانی لشکر کو اسلام کی دعوت دیتے ہوئے صحابہ کرامؓ کے نمائندے نے رستم کے سامنے کیا تھا کہ ہمارا مقصد دنیا سے ظلم وجود کو ختم کرنا اور انسان کو مخلوق کی غلامی سے نکال کر خالق کی بندگی کی طرف لانا ہے سن لو! ہم موجودہ معاشرے کو اور فحاشی وعریانی پر مبنی ماحول کو اس کی جڑوں سے اکھیڑ کر اسے صحابہ کرامؓ کے جنتی معاشرے کے نقش قدم میں چلانا چاہتے ہیں وہ صحابہ جو خدا کے پرستار تھے رسول اللہ کے دیوانے تھے نیکی کے نقیب اور بھلائی کے داعی تھے بدی کے دشمن اور ظلم کے مخالف تھے جو مسکینوں کو کھانا کھلانے والے مسافروں کی خبر گیری کرنے والے یتیموں اور بیواؤں کے سروں پر دست شفقت رکھنے والے فحشات سے بچنے والے اور بیہودہ حرکتوں سے کنارہ کشی رہنے والے تھے جو سنجیدگی ووفاداری کے پیکر اور شائستگی وسلیقہ کے مجسمے تھے جنہوں نے سچائی کی خاطر بہادرانہ شان سے جبر وار سہے،خوشی خوشی فاقے کاٹے،صبر کے موقع پر انتہا درجے کا صبر دکھایا اور مقابلہ کرنے کا وقت آیا تو فولادی پنجوں سے مقابلہ کیا احد احد کہتے کہتے گرم ریت پر لیٹ گئے۔رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا کا نعرہ لگاتے ہوئے سولی پر لٹک گئے ہاں.....وہی صحابہ جن کی تعریف تورات میں آئی جن مدح میں انجیل نے نغمہ سرائی کی جنہیں قرآن مجید نے مومنون حقا کہا،جنہیں ھم الراشدون کا سرٹیفکیٹ عنایت کیا جنہیں رضی اللہ عنہم کا تمغہ ملا۔جن کے نقش قدم پر چلنے کو ہدایت کی راہ بتلایا اور ان کے مخالفین کو منافق وجہنمی فرمایا،انہی صحابہؓ کے نقش قدم کی طرف دعوت دینا میرا مشن ہے۔ان کی اسوۂ حسنہ کی طرف لوگوں کو بلانا میری تحریک ہے اور ان کے معاشرے کو دوبارہ زندہ کرنا میری زندگی کا مقصد وحید ہے میں اسی خاطر چلنا چاہتا ہوں اور اس کی خاطر مرنا چاہتا ہوں اگر اس کی راہ میں میری جان چلی جائے تو میں خود کو کامیاب ترین انسان تصور کروں گا۔

مولانا حق نواز شہید میں عشق مصطفیٰ اور حب صحابہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا ان کے خطبوں میں متاثر کن خطابت کے

تمام محاسن موجود تھے ان کی سحر انگیز خطابت سے مجمع پر وجد طاری ہو جاتا۔

وہ مختلف مقامات پر ایک ہی تقریر کی ریہرسل نہیں کیا کرتے تھے بلکہ ان کا ہر خطبہ پہلے خطبے سے مختلف ہوتا اور نئے دلائل اور عہدہ الفاظ سے مزین ہوتا وہ ان خطیبوں کی طرح نہیں تھے جو نمائشی باتوں کے بل بوتے پر لوگوں کو اپنا گرویدہ بنانے کی کوشش کرتے ہیں اور قول و فعل کی یکسانیت کا اہتمام نہیں کرتے وہ ان نام نہاد خطیبوں میں سے نہیں تھے جو خطابت کی دکان سجاتے اور الفاظ کی قیمت وصول کرتے ہوائی جہازوں میں سفر کرنے اور شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ سے زندگی گزارتے ہیں بلکہ مولانا شہید ایک بے لوث انسان تھے جو انتہائی سادگی کے ساتھ زندگی گزارتے تھے بسوں اور ریل گاڑیوں پر سفر کرتے تھے اور جلسہ کے منتظمین پر بوجھ نہیں بنتے تھے انہوں نے باوجود بے پناہ قبولیت کے خطابت کو کاروبار نہیں بنایا اور اپنے جملوں اور الفاظ کی قیمت وصول نہیں کی۔

مولانا حق نواز شہیدؒ مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے بعد اسلامی دنیا میں اپنی نوعیت کے واحد خطیب تھے۔

جس طرح حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ مرزا غلام احمد قادیانی ملعون کی جھوٹی نبوت کے خلاف ختم نبوت کے تحفظ کا علم لے کر اٹھے تھے اسی طرح حضرت امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ بھی صحابہ دشمن فتنے کی سرکوبی کے لئے نبوت کے گواہان کی ناموس کی علمبردار فکری و نظریاتی تحریک کے بانی اور پیامبر تھے۔ وہ درد کی ایک تصویر تھے۔ ان کی آواز مظلوم کی آواز تھی وہ اسلام کے بنیادی عقائد اور برگزیدہ شخصیات کے تحفظ کے لئے میدان میں اترے تھے وہ اسلام کی مظلومیت کا رونا رو رہے تھے اور پوری ملت اسلامیہ کے ضمیر کو جھنجھوڑتے رہتے تھے اور شیر کہہ رہے تھے۔ کہ خوابگاہوں سے نکلتے ہوئے ڈرتے ہو کیوں دھوپ اتنی تو نہیں کہ پگھل جاؤ گے۔

حقیقت میں مولانا حق نواز شہیدؒ کی خطابت صور اسرافیل کا کام کرتی تھی اور اس میں دم عیسیٰؑ کی سی تاثیر تھی، ان کا دل سلگتا اور خون بولتا تھا وہ لگی لپٹی کے قائل نہ تھے اور الفاظ کے ہیر پھیر سے ناواقف تھے وہ دوٹوک بات کہتے اور ڈنکے کی چوٹ پہ کہتے تھے ان کے لہجے میں تلوار کی کاٹ، بادل کی گرج، بجلی کی کڑک اور طوفانوں کی سنسناہٹ ہوتی۔ وہ شیروں کی اور سمندر کی لہروں کی طرح جذبات سے اٹھکیلیاں کرتے وہ خود بھی تڑپتے اور دوسروں کو بھی تڑپاتے۔ ان کے ظاہر و باطن میں مکمل یکسانیت تھی اسی لئے وہ اپنے موقف میں چٹانوں سے بڑھ کر مضبوط تھے۔

ان کا خمیر صحابہؓ کی عظمت و محبت سے اٹھایا گیا تھا۔ اس لئے ان کے رگ و پے میں جانثاران مصطفیٰ کا عشق سمایا ہوا تھا اور وہ امہات المؤمنین اور خلفائے راشدین کا تذکرہ ایسے والہانہ انداز میں کرتے کہ لوگ عش عش کر اٹھتے تھے وہ جب سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی عصمت و مظلومیت کو بیان کرتے ہوئے امی.....امی کہتے تھے جلسہ گاہ کی فضا سسکیوں اور چیخوں سے معمور ہو جاتی تھی۔

پھر وہ مجمع سے خطاب کرتے کہ لوگو! اگر تمہارے بیوی بچے ہیں تو کیا میرے بیوی بچے نہیں تم میٹھی نیند سونا چاہتے ہو تو کیا میں نہیں چاہتا تمہیں جیل جانے سے تکلیف ہوتی ہے مجھے نہیں ہوتی، پھر کیا وجہ ہے کہ اکیلا ہی تڑپتا ہوں اور تم نہیں تڑپتے۔

CamScanner

بزدل نہ بنو بزدل کے لئے جینا بھی گراں مرنا بھی گراں
جینے کو بھی ہمت لازم ہے مرنے کو بھی جرأت لازم ہے

میں باطل کو للکارتا ہوں تم اس سے صلح کرتے ہو، میں موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرتا ہوں اور تمہارے جسم پر موت کے خوف سے لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔

منفعت پسندی اور ضمیر فروشی کے اس دور میں انہوں نے شاندار اولوالعزمی اور استقامت کا مظاہرہ کیا اور کسی بھی قسم کی لالچ کے عوض دین مبین کی آبرو کا سودا کرنے سے انکار کر دیا اس لئے اسلام کے ستم پیشہ مخالفین نے اپنی پرانی روش کے مطابق مقدمات، مشکلات اور مصائب ورکاوٹوں کا الاؤ بھڑکا دیا تا کہ اس میں انہیں بھون دیا جائے مگر ملت ابراہیمی کے اس عظیم فرزند نے کمال ابراہیمی استقلال اور پامردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے حالات کا الاؤ اور مخالفت کی چٹانوں کو برداشت کی مگر نمرودی رویوں اور طاغوتی طاقتوں سے جوڑ توڑ اور مصلحت پر آمادہ نہ ہوئے دراصل وہ ابدی راحت کا سودا کر چکے تھے اور اس مقصد کے لئے تمام مصائب خوش دلی سے جھیل رہے تھے ان کے پیش نظر اللہ کی خوشنودی اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کا فروغ تھا۔ وہ پوری قوت سے اپنے زمانے کا مشکل ترین کلمہ حق ادا کر رہے تھے اس جرم میں وہ مہینوں پابند سلاسل رہے انہیں بے تحاشا مارا پیٹا گیا۔ انہیں زنجیروں سے جکڑا گیا، الٹا لٹکا کر ان پر تشدد کیا گیا اور ایک وقت وہ بھی آیا کہ جب انہیں برہنہ کر کے اذیت کا نشانہ بنایا گیا یہ سب کچھ برداشت کر کے انہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے سچی وفاداری نبھائی اور صحابہ کے دفاع کی خاطر صحابہ ہی کے نقش قدم کو اپنایا انہوں نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ اسلام کی ناموس کے تحفظ اور اسلام کے غلبے کی جدوجہد میں گزارا اور ہر قسم کی ملامت اور دشمنی سے لاپرواہ ہو کر خود کو اسلام کے لئے وقف کر چکے تھے۔ مولانا حق نواز شہید نے اپنے عظیم مشن کی خاطر اپنی جوانی لوٹائی راحت لٹائی اور بالآخر اپنی زندگی بھی لٹا دی۔ حقیقت یہ ہے کہ (بالفاظ مولانا محمد اسلم شیخوپوری مدظلہ) انہوں نے اپنی متاع حیات یوں لٹائی ہے کہ سارے زمانے کو یقین آ گیا کہ وہ اپنے مشن اور پروگرام میں انتہائی مخلص اور سچے تھے۔

لوگ چومیں گے تیرے نقش کف پا کی خوشبو
نعرے غیرت کے سردار سنانے والے
لوٹ آؤ ہے زمانے و ضرورت اب بھی
پھول صحرا میں عزیمت کے اگانے والے
دربار صحابہؓ میں بعد شوق جھکا کر گردن
نغمات صحابہؓ کی بڑائی کے سنانے والے
موت کھاتی ہے شجاعت کی تمہاری قسمیں
اپنے سینے سے شہادت کو لگانے والے

وہ گنجِ گراں مایہ

ابوالحسن جناب مفتی محمود احمد قریشی (ہری پور ہزارہ)

چھٹی صدی عیسوی سے پہلے کبھی انسانی معاشرہ بگاڑ اور باطل عقائد ونظریات کی لامتناہی حدود کو چھونے لگتا تو خالقِ ارض وسماء اُس کی ہدایت کے لیے اپنے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرماتا، جو بے ربط معاشرے کو ازسرِ نو ترتیب دیتے اور انسانیت کو نظم وضبط کے اصولوں کی پابندی سکھاتے۔ پھر ایک وقت آیا کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور دینِ فطرت کی اکملیت کا اعلان کرتے ہوئے خالق نے ہمیشہ کے لئے سلسلۂ نبوت کو ختم کر دیا۔ اس کے بعد آج تک انسانی معاشرہ نشیب وفراز کی منازل کو طے کر رہا ہے اور قیامت کی صبح تک حق وباطل کا میدان سجتا رہے گا۔ ماضی اور حال میں اگر فرق ہے تو صرف اتنا..... پہلے ایسے قافلوں کی قیادت انبیاء علیہم السلام کرتے تھے اور اب ختمِ نبوت کی وجہ سے ایسے جاں نثاروں کی قیادت علماء اور فقہاء کرتے ہیں:

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

تاریخِ اسلام نے ایسے ہزاروں واقعات وحادثات اپنے سینے میں محفوظ کر رکھے ہیں۔ جب بھی باطل نے حق کا لبادہ اوڑھ کر اسلام کی بنیادوں پر حملہ کرنے کی کوششیں کیں، تاکہ اس مضبوط عمارت کو کمزور کر کے گرایا جائے، اُس کی یہ جدوجہد کامیاب نہ ہو سکی کیونکہ اسلام کی حفاظت ربِ کائنات نے خود اپنے ذمہ لی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام گزشتہ چودہ صدیوں سے نہ صرف اپنی پوری شان کے ساتھ برقرار ہے بلکہ قیامت کی صبح تک اس نے رہتی دنیا سے اپنی حقانیت کا لوہا منوانا ہے۔

اگر ہم صرف ہندوستان کی تاریخ پر ایک طائرانہ نظر ڈالیں تو صرف تحاریک اور قابلِ ذکر شخصیات کے نام تحریر کرنے کے لئے بھی ایک مختصر کتابچہ کی ضرورت ہے، جنہوں نے باطل نظریات کے مقابلہ میں علمِ صداقت کو بلند کیا۔ مؤرخ اِن مجاہدین کو غازی یا شہید کا نام دیتا ہے۔ تاریخ کا سینہ اِن بہادر اور کامیاب انسانوں کے تذکروں سے خوشی کے مارے پھول جاتا ہے۔ اور کبھی اِن میں سے چند کا ذکر کرتے ہوئے وہ انہیں فخریہ "مجدد" کا خطاب دیتی ہے۔ (تجدید کرنے والا، یعنی پرانے کو نیا کرنے والا، نئی روح پھونک دینے والا) جو حالات کے خونی منظر سے نہیں گھبراتا، جو اسلام کی حقانیت کے پرچار

کے سوا کسی قیمت پر راضی نہیں ہوتا، اور اپنے موقف میں وہ عام انسانوں کی طرح مصلحت سے نا آشنا ہوتا ہے۔

خدا نے کیا خبر کیا چیز میرے اندر رکھ دی
جو مجھے سمجھوتہ حالات سے کرنے نہیں دیتی

جب ہم "مجدد" کا ذکر کرتے ہیں تو تاریخ برصغیر میں سولہویں صدی عیسوی کا ایک نام ہمارے دل و دماغ پر دستک دیتا ہے، جسے دنیا "مجدد الف ثانی" (۱۵۶۴.....۱۶۲۴ء) کے نام سے یاد کرتی ہے۔ کسے خبر تھی کہ "سرہند" کی بستی میں عبدالماجد (والد گرامی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ) کے گھر پیدا ہونے والا "احمد" ایک براعظم کے حکمران (اکبر) کو بدری صحابہ جیسی بے سروسامانی کے عالم میں للکارے گا، جس نے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر باطل نظریات کو حق سے ملا دیا تھا۔ کون کہہ سکتا تھا کہ یہ بے سروسامان اور تنہا بادشاہِ وقت کو مجبور کر دے گا کہ وہ اپنے باطل نظریات کی نفی کرے اور باطل کو حق سے نہ ملائے۔ اُس وقت کسے اندازہ تھا کہ طاقت کے نشے میں مست نظریہ بھی ہار مان لے گا۔ یہ تسلیم کرلے گا کہ اسلام روشنی ہے۔ اندھیرا اس کے دامن میں نہیں سما سکتا۔ اسلام سورج ہے اور رات کا اس سے کیا لینا دینا۔ اسلام پاکی ہے اور اُسے ناپاکی سے کیا نسبت، اسلام خوشبو ہے اور بدبُو سے اُس کو کیا تعلق.....

کم نظر ہو کہ کج خیال کوئی میرے ہم راہ چل نہیں سکتا
اب مری آستین کے سائے کوئی سانپ پل نہیں سکتا

۱۹۷۹ء کو ایران میں انقلاب آیا، اس انقلاب کے محرک وہ لوگ تھے جن کے مذہب کی بنیاد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس جماعت صحابہؓ پر تبرا تھا، اگرچہ گزشتہ چودہ صدیوں سے علمائے اہل سنت اس کا تعاقب جاری رکھے ہوئے تھے لیکن اب اس کے خطرناک عزائم کتب اور خواص سے نکل کر براہِ راست عام مسلمانوں کے بنیادی عقیدے پر اثر انداز ہو رہے تھے، اس لئے ضروری تھا کہ کوئی ایسا مردِ قلندر اٹھے جو لفظ "مجدد" کے معیار اور مفہوم پر پورا اُترتا ہو۔ جو حق کے ساتھ ملائے گئے باطل کو جدا جدا کر دے اور فضاءِ بدر پیدا ہو..... جب نظریہ کی بنیاد پر بھائی بھائی اور باپ بیٹا الگ الگ جماعت تصور ہو..... جو اس فتنہ کو لوہے کے چنے چبوائے جو اسلام کا لبادہ اوڑھے اور حبِ اہل بیتؓ کی چادر میں چھپ کر اسلام کی بنیاد (صحابہ کرام کے کردار) پر ابتداءِ اسلام سے حملہ آور ہے، وہ ابنِ عمرؓ آئے جس کی آمد سے کسریٰ کے در و دیوار پر پھر سے لرزہ طاری ہو.....

کسے خبر تھی کہ موضع چیلہ ضلع جھنگ میں علی محمد (والد گرامی امیر عزیمتؒ) کے گھر پیدا ہونے والا حق نواز (۱۹۵۲۔۱۹۹۰ء) تاریخ اسلام میں ایک نئی تاریخ رقم کر دے گا۔ ایک بے سروسامان خطیب ایک ایسی تنظیم کی بنیاد ڈال دے گا جو نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا کے تین درجن سے زائد ممالک میں ناموسِ اصحابِ رسول ﷺ کے لئے قربانیوں کی ایسی تاریخ رقم کرے گی جو اپنے نظریہ اور کاز کے لئے دی گئی اصحابِ پیغمبر کی قربانیوں سے مشابہ ہوگی۔ میں یہاں پوری تاریخی ذمہ داری کے ساتھ ایک فقرے کا اضافہ کرنا چاہتا ہوں، آپ تاریخ اسلام کی تمام معلوم تاریخ پر نظر ڈالیں، اصحابِ رسول کے بعد کسی نظریہ کے تحفظ کے لئے سب سے زیادہ قربانیاں جس جماعت نے پیش کیں وہ تحریک ناموسِ صحابہؓ کی تحریک ہے جس کی بنیاد مجدد العصر مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ نے ۶ ستمبر ۱۹۸۵ء کو رکھی۔ ممکن ہی نہیں کہ صفحۂ قرطاس اس جماعت کے

کارکنوں اور قائدین کی قربانیوں کے تذکروں سے کبھی آگاہ ہو سکے..... بس اتنا بتا دیتا ہوں ہر شہر کے قبرستان اس تحریک کے شہیدوں کے لہو سے معطر ہیں..... ہر زنداں اُن کی زندگی پر گواہ ہے..... خبیب رضی اللہ عنہ کی سنت کی پیروی پر پاکستانی تختۂ دار بھی سر اونچا کر سکتے ہیں..... اگر اُحد کے دامن میں لاش کے ٹکڑے بکھرے ہوئے ہیں تو اسلام کی عظمت کے لئے دی گئی قربانی پر مارگلہ کا دامن بھی فخر کر سکتا ہے..... اگر ماضی کے ماہ و سال فخر کرنا چاہیں تو یہ اُن کا حق ہے کہ اُن کی ہر نئی صبح و شام نے اسلام کی خاطر اصحابِ پیغمبر رضی اللہ عنہم کے بہتے لہو کا نظارہ کیا اور اگر حال اور ماضی قریب کے روز و شب سر اُٹھا کر کہیں تو یہ بھی غلط نہیں کہ اس کے ہر دن اور رات کو بھی یہ شرف حاصل ہو چکا کہ تحریک ناموسِ صحابہؓ کے پروانوں نے سال کا کوئی مہینہ اور مہینے کا کوئی دن اپنی قربانی کی داستان سے خالی نہ جانے دیا (مُحب اور محبوب نے مشابہت کی نئی تاریخ رقم کی ہے)۔

میں تفصیل کیا لکھوں..... میرے اپنے چھوٹے سے شہر "ہری پور ہزارہ" میں ۱۹۹۸ء کے رمضان المبارک میں ۱۳ شہیدوں کے جنازے ایک ساتھ اُٹھے۔

یہ شہادت گہِ اُلفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا

حضرت مولانا حق نواز شہید رحمۃ اللہ علیہ کی پوری زندگی اصحابِ پیغمبر ﷺ کی عظمت و دفاع میں گزری..... دن رات دیوبند کا یہ روحانی فرزند اپنے اکابر کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے باطل کو شیر کے لہجے میں للکارتا رہا اور پھر وہ وقت بھی آ گیا جب ۳۸ سال کا یہ جوان ۲۲ر فروری ۱۹۹۰ء کی شام صدیوں جتنی عمر کا کام سرانجام دینے کے بعد رخصت ہو گیا۔

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کیے

آیئے! آخر میں اصحابِ پیغمبر، اہلِ بیت اور اُمہات المومنین (رضی اللہ عنہم و عنہن اجمعین) کے سچے عاشق کی ایک تقریر سے چند جملے پڑھ کر اپنے ایمان کو حرارت دیتے ہیں۔

امیر عزیمتؒ نے فرمایا:

"جس دور میں اصحابِ پیغمبر کی عزت و ناموس محفوظ نہ ہو، ازواجِ مطہرات کی عزت محفوظ نہ ہو تو اُس دور میں کسی کے زندہ باد کا نعرہ نہ لگے، اُس دور کا مولوی خاموش ہو تو مولوی مردہ باد، پیر و مرشد خاموش ہو تو وہ بھی مردہ باد، اور شیخ الحدیث و شیخ القرآن خاموش ہے تو وہ بھی مردہ باد ہے۔ اگر اصحابِ پیغمبر کی ناموس محفوظ نہیں تو سب مردہ باد ہیں، اُس وقت تک مردہ باد ہیں جب تک اصحابِ پیغمبر ﷺ کی عظمت کے لئے سر پر کفن باندھ کر میدان میں نہیں آتے"۔

یہ کیفیت اُسے ملتی ہے جس کے ہو مقدر میں
مئے اُلفت نہ خم میں ہے نہ شیشہ میں نہ ساغر میں

صحابہ نمبر — یا اللہ مدد — خدام نمبر

حب صحابہ رحمت اللہ

بغض صحابہ لعنت اللہ

سوئے مقتل جنہیں جانا تھا وہ جا بھی چکے
سر سر کچھ محبت کا خطیب آج بھی ہیں!

امیر عزیمت، امیر کاروانِ ناموسِ صحابہؓ، شیر اسلام

ہم مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

اور ان کے جانشین

ایثار القاسمی — ضیاء الرحمن فاروق — محمد اعظم طارق — علی شیر حیدری

اور دیگر سینکڑوں شہداء کارکنان کی عظمت کو سلامِ عقیدت پیش کرتے ہیں

مولانا محمد احمد لدھیانوی صاحب — عبدالقیوم صاحب — خادم حسین ڈھلوں صاحب — شمس الرحمن معاویہ صاحب

کی قیادت پر مکمل اعتماد کے ساتھ ان کی خدمات کو

خراج تحسین

پیش کرتے ہوئے تحریک ناموسِ صحابہ کی کامیابی کے لئے دعا گو ہیں

حاجی منیر احمد شاہد پہلوان

سابق چیئرمین بلدیہ جھنگ

اسلام کے سچے سپاہی

مولانا مفتی رفیق احمد قاسمی صاحب مدظلہ
مدرس جامعہ عبداللہ بن مسعودؓ خان پور

اسلام دین برحق اور دستور غیور ہے اور انسانیت کیلئے دستور حیات بلکہ آب حیات ہے۔ اس کی بقاء کائنات کی بقا ہے۔ اجزا و اوصاف کے اعتبار سے مکمل بلکہ اکمل ہے۔ مدلل و مفصل ہے، زندگی کے ہر شعبہ کے لئے مشعل راہ ہے۔ سواء السبیل اور سواء الطریق ہے۔ جس کے محافظ خود رب المنن ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی اشاعت و تبلیغ کے لئے انبیاء اور رسولوں کو منتخب فرمایا اب چونکہ سلسلہ نبوت و رسالت ختم ہو چکا ہے اب اس کی اشاعت کی ذمہ داری وارثان انبیاء پر ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ ہر دور میں علماء دین نے اس ذمہ داری کو فرض عین سمجھ کر شجر اسلام کی ہر شاخ کی نگرانی کی ہے اور کر رہے ہیں۔ جب کبھی کسی باطل نے تحریراً اسلام پر ڈاکہ ڈالنے کی مذموم کوشش کی تو علماء اہل قلم نے اپنی قلمی استعداد سے ان کی ناپاک سازشوں کو بے پردہ کیا اور اہل ایمان و اسلام کے دین کے نگہبان ٹھہرے اور جب کبھی باطل نے مناظرہ اور مباہلہ کا چیلنج کیا تو چشم فلک اس پر شاہد ہے کہ علماء حقہ میدان مناظرہ و مباہلہ میں کود پڑے اور باطل کو دندان شکن جوابات دے کر رسوا کیا۔ ان خوش نصیبوں اور خوش بختوں میں سے ایک نام نامی اسم گرامی اس مرد مجاہد و مرد درویش کا ہے جو سورج کی طرح چمکا، ستاروں کی طرح دمکا اور پھولوں کی طرح مہکا۔ جو جھنگ کی بستی سے اُٹھ کر پورے عالم پہ چھایا، اہل اسلام کو جینا اور مرنا سکھلایا، تبلیغ اسلام میں لیل و نہار ایک کر کے اشاعت دین کا حق ادا کیا، اہل ستم اہل حشم کے سامنے سیسہ پلائی دیوار کی طرح رہا، جیلیں، بیڑیاں، ہتھکڑیاں چومیں مگر نہ جھکا نہ بکا نہ ڈرا، بلکہ اپنی سعی مسلسل میں حیات لگا دی۔

میری مراد خطابت کے بادشاہ، فصاحت و بلاغت کے بحر بے کراں، صحابہؓ اور اہل بیتؓ کا دیوانہ مستانہ، شہید اسلام حضرت اقدس امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی رحمہ اللہ کی عظیم الشان شخصیت ہے جو قلیل القلیل مدت میں صدیوں کا کام کر کے شہادت کے منصب عظیم پر فائز ہو کر اس دار فانی سے دار باقی کی طرف چل بسے۔

ابھی جام عمر بھرا نہ تھا کفِ دست ساقی چھلک پڑا
رہیں دل کی دل میں ہی حسرتیں کہ نشاں قضا نے مٹا دیا

مولانا جھنگویؒ کی انجمن میں فاروقیؒ، قاسمیؒ، اعظمؒ اور حیدریؒ جیسی شخصیات کا اشتراک آپ کی بصارت و بصیرت کی روشن دلیل ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مولانا کے چمنستان کو شاداں شاداں فرحاں فرحاں رکھے۔ آمین

ساری امت کو بیدار کر گئے

مولانا محمد عرفان اللہ اختر مدرس مدرسہ شعبہ کتب، جامعہ امداد العلوم خانپور

اللہ جل شانہ اپنے فضل وکرم سے ایسے افراد پیدا فرماتے ہیں جن سے دین اسلام کی تائید ونصرت علوم دینیہ اور اعمال صالحہ میں ترقی ہوتی ہے اور مسلمانوں کے قلوب، فرق باطلہ اور مبتدعین کے افکار سے محفوظ رہ سکیں۔ حضرات علمائے دیوبند سے اللہ تعالیٰ نے بہت زیادہ دینی خدمات لیں۔ انہوں نے تفسیریں لکھیں، احادیث کے شروح لکھیں، اور احادیث کے تراجم بھی، فقہ وفتاویٰ میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، بدعات کی بھی تردید کی، باطل فرقوں سے بھی مقابلہ کیا، یہود ونصاریٰ اور ان کے جانشینوں سے بھی مناظرے اور مباہلے کئے اور ان کے چھکے چھڑائے۔

امیر عزیمت شہیدؒ ناموسِ صحابہ حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کو بھی اللہ تعالیٰ نے منتخب فرمایا۔ انہوں نے بے پناہ کام کیا۔ اپنے پیچھے ایک عظیم زندہ تحریک چھوڑ کر امت مسلمہ کو ایک بہت بڑے سانحے سے بچالیا۔ مولانا شہیدؒ مدح اصحاب رسول کو روح کی غذا سمجھتے تھے۔ اس کے ساتھ دشمنانِ اصحاب رسول کو ایک لمحہ کے لئے برداشت نہیں کرتے تھے۔ مولاناؒ کی شہادت نے ساری امت کو بیدار کردیا اور خود ہر دل عزیز بن کر اللہ رب العزت کے ہاں سرخرو ہوگئے۔

اس پر محترم ومکرم حضرت ڈاکٹر خادم حسین ڈھیروں مبارک باد کے مستحق ہیں کہ وہ اس دور میں نسل نو کو قلندر اہلبیت کے خلاف آواز حق اٹھانے والے مرد قلندر کی حیات وخدمات کو ایک خوبصورت دستاویز بنا کر سالنامہ سرخرو کا "امیر عزیمت شہید" شائع کرکے آگاہ کررہے ہیں، اللہ پاک اس مبارک مقصد میں آسانی، برکتیں، اخلاص اور مکمل کامیابی عطا فرمائے۔ (آمین)

اک حق نوازؒ تھا وہ

یعنی صدائے حق تھا، اک حق نوازؒ تھا وہ
اصحابؓ کا دیوانہ اک جان باز تھا وہ

جیلوں میں گنگنایا، اصحابؓ کے ترانے
گھبرایا وہ نہ لیکن اک شہباز تھا وہ

بیگانے اور اپنے مدح سرا ہیں اُسکے
خورشید کی طرح سے ذرہ نواز تھا وہ

ہوا پاش پاش باطل، ٹکرایا جب بھی جھنگویؒ
باطل کے بالمقابل فطرت کا راز تھا وہ

وہ عجب تھا مرد میداں نقشِ عطائے یزداں
میداں کا تھا وہ فاتح، اک شیرباز تھا وہ

نہ جھکا کسی کے آگے، غیور تھا بہادر
کیا شانِ بے نیازی، حق کا شہباز تھا وہ

قدرت کا تھا رماز اِک سرفراز تھا وہ
کالی گھٹاؤں میں اک نجم عباز تھا وہ

کیا شادبخت تھا وہ کیا دلنواز زاہد
شبنم سے باوضو تھا روحِ نماز تھا وہ

ضیاء اللہ زاہد شجاع آبادی

امیر عزیمت مولانا حق نواز شہیدؒ

صحابہؓ کا ایک عظیم سپاہی

جناب محمد جمیل اختر انقلابی صاحب، رحمانی مسجد آبپارہ اسلام آباد

بانی سپاہ صحابہ شہید ناموس صحابہؓ، قائد سنی انقلاب، حضرت مولانا علامہ حق نواز شہیدؒ 1952ء میں تھانہ مسن تحصیل وضلع جھنگ میں نیک سیرت کردار کے حامل شخص ولی محمد مرحومؒ کے ہاں پیدا ہوئے۔ ابتدائی عصری تعلیم گاؤں سے حاصل کی اور درس نظامی دارالعلوم عیدگاہ کبیر والہ اور دورہ حدیث خیر المدارس ملتان سے 1971ء میں مکمل کیا۔ دوران تعلیم ہی رئیس المناظرین مولانا عبدالستار تونسوی اور مولانا دوست محمد قریشیؒ سے علم مناظرہ میں مہارت حاصل کر لی تھی۔ مولانا حق نواز بچپن سے ہی نہایت حق پرست تھے۔ زمانہ طالب علمی میں بھی مختلف جماعتوں مثلاً تحریک نفاذ نظام مصطفیٰ، جمعیت علمائے اسلام، تحریک ختم نبوت صصص وغیرہ میں فعال کردار کر چکے تھے۔ اور رافضیت سے ان کے عقائد کی وجہ سے حضرت کو ابتداء ہی سے بہت نفرت تھی۔ لیکن جب 1979ء میں ایران میں خمینی انقلاب آیا تو وہاں خالص شیعہ ریاست معرض وجود میں آئی جس سے دنیا میں اہل تشیع کو مبینہ تقویت ملی بالخصوص پاکستان میں محض دو فیصد شیعہ اقلیت نے اپنی متنازعہ فقہ کے نفاذ کی عملی کوششیں شروع کیں اور پروپیگنڈے کے ذریعے ایک خاص فضا بنائی جانے لگی۔ فرقہ وارانہ فسادات کی آگ بھڑکائی گئی۔ ملک بھر میں نت نئی سازشیں پروان چڑھنے لگیں اور نعوذ باللہ صحابہ کرامؓ اور اہل بیت عظام جیسی عظیم شخصیات پر سر عام تبرہ بازی ہونے لگی۔ تو مولانا حق نوازؒ نے مدح صحابہؓ اور رد قدح صحابہؓ کو اپنا عنوان اور موضوع قرار دیتے ہوئے اپنی تمام تر صلاحیتیں ناموس صحابہؓ کی خاطر وقف کر دیں۔ یہ مدح صحابہؓ کا موضوع کوئی ان کا اپنا ایجاد کردہ نہیں تھا بلکہ برصغیر پاک وہند کے جید علمائے کرام مشائخ عظام بالخصوص حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ، مجدد الف ثانی، قاسم نانوتویؒ، عبدالشکور لکھنویؒ، دوست محمد قریشی، یوسف لدھیانویؒ، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور ان کے عقیدت مندوں کا خاص موضوع رہا ہے۔ جس شخص نے اس عنوان پر اکابرین کی کتب کا مطالعہ کیا ہے اور مولانا حق نوازؒ کو اصلاح کی نیت سے سنا ہے تو اس نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ مشن حقوازؒ کوئی نئی بات نہیں بلکہ یہ تو شاہ ولی اللہؒ کی آواز ہے، یہ مجدد الف ثانی کی آواز ہے۔ یہ انور کاشمیریؒ کی آواز ہے۔ اور واقعی حق نوازؒ نے کوئی نئی بات نہیں کی بلکہ وہ بات ہے جو پورے برصغیر پاک وہند کے دارالفتاؤں اور خانقاؤں میں اپنے نقیب کے انتظار میں برسوں سے بطور امانت پڑھی تھی اٹھا کر عوام کے

سامنے لے آئے۔ مولانا حق نوازؒ نے نہ صرف مفتیان کرام، مشائخ عظام کے اس متفقہ فتویٰ کو اپنی تقریروں کے ذریعے ہر عام وخاص تک پہنچایا بلکہ انہوں نے شیعیت کے سیاہ چہرہ سے اپنے مخصوص انداز میں نہایت ہی مضبوط استدلال کے ساتھ پردہ اٹھایا۔ علمائے کرام، مفتیان عظام فتویٰ دے کر اپنی اپنی ذمہ داری پوری کر چکے تھے۔ لیکن امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگویؒ نے اپنا تن، من، دھن اس مشن پر لگا کر اس فتوے کی اپنے خون سے آبیاری کردی۔ امیر عزیمت جب اپنے مخصوص انداز اور پرسوز آواز میں عظمتِ صحابہؓ اور اہل بیت بیان کرتے تھے تو اس وقت غیرت فاروقیؓ کی عملی تصویر دکھائی دیتی تھی۔ میں خود حضرت کو بالمشافہ تو نہیں مل سکا لیکن جب میں نے حضرت کی پہلی ویڈیو سی ڈی یادگار چوک پشاور والی دیکھی تو اس وقت میری عمر تقریباً 16,17 سال تھی۔ میں اس سے پہلے سپاہ صحابہؓ کے چند علمائے کرام کو سن چکا تھا لیکن جب میں نے مولانا حق نوازؒ کو عظمتِ صحابہؓ اور اہل بیتؓ بیان کرتے ہوئے دیکھا بالخصوص اپنے موقف اور مشن پر قرآن وحدیث سے دلائل کا انبار لگاتے ہوئے دیکھا تو میں انگشت بدندان ہو کر رہ گیا۔ اور میں نے اسی دن اس جماعت کے ساتھ اسی مشن کی خاطر جینے اور مرنے کا عزم کر لیا تھا۔ مولانا حق نوازؒ کی آواز حق جب دنیا کے کونے کونے میں سنائی دینے لگی اور ان کے افکار کی روشنی اذہان انسانیت پر پھیلنے لگی تو باطل قوتوں نے مولانا حق نوازؒ کے خلاف ظالمانہ رویہ اختیار کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اور پھر ظالموں نے مولانا حق نوازؒ کے وجود پر ظلم وتشدد شروع کر دیا اور انہیں طرح طرح کی سزائیں دیں انہیں برہنہ کر کے پیٹا گیا۔ جیلوں میں الٹا لٹکا دیا گیا۔ ہتھکڑیاں اور بیڑیاں ان کا مقدر بنیں۔ لیکن حق نواز حق ہی کو نوازتے رہے۔ حق نوازؒ کو کوئی باطل نواز نہ بنا سکا۔ وہ ان سب مشکلات ومصائب میں صبر استقلال، ثابت قدمی، صحابہؓ کی غلامی اور حق نوازی میں اپنی مثال آپ رہے۔ مولانا حق نوازؒ نے ہمیشہ کا کلمہ کہا اور دلائل سے بات کی۔ لیکن جب رافضیت ان کے دلائل سے نہ دے سکی تو رافضیوں نے ان کے دلائل کا جواب گولی سے دینے کا فیصلہ کر لیا اور پھر ایک گہری سازش کے تحت 22 فروری 1990ء کی شام کو مولانا حق نواز جھنگوی شہید کو ان کے گھر کی دہلیز پر گولی مار کر شہید کر دیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون. اور بالآخر صحابہ کا ایک عظیم سپاہی مولانا حق نوازؒ جھنگوی شہید کلمہ حق کہتے ہوئے اپنی جان آفرین کے سپرد کر گئے اور زبان حال سے اپنے مشہور شعر کا مصداق بن گئے۔

فنا فی اللہ کی تہہ میں بقاء کا راز مضمر ہے
جسے مرنا نہیں آتا اسے جینا نہیں آتا

وہ لمحہ ابھی تک مجھے یاد ہے

جناب عبدالرحیم ساجد صاحب۔کوئٹہ

6رجولائی 1985ء کا دن صوبائی دالحکومت کوئٹہ کے باسیوں کے لئے قیامت صغریٰ سے کم نہیں تھا جبکہ خمینی نے اپنے چند غنڈے بنام پاسدارانِ انقلاب کو مقامی اہل تشیع کی مدد سے بلوچستان کو اپنا کالونی بنانے کے لئے بھیجا۔جو کہ درجنوں پولیس والوں کی شہادت اور اسلامیہ گرلز اسکول کی بچیوں کے پستانوں کے کاٹنے پر ختم ہوا۔مگر حکومت وقت نے چند چھوٹے کاروائیوں کے سوا کچھ نہیں کیا بلکہ گرفتار ایرانی غنڈوں کو رہا کر کے ایران بھیج دیا۔ایک طرف سے اتنا بڑا ظلم بربریت اور دوسری طرف سے ردعمل نہ ہونے کے برابر بلوچستان کے کئی روشن ضمیروں کو فکر مند کر دیا ان میں سے ایک میں تھا۔اللہ کے فضل وکرم سے اس علاقہ کے کچھ مدت بعد اسی سال میں دشمنان اصحاب رسولؐ، قاتلان اہلسنت والجماعت اور غدارانِ پاکستان کا ایک عالم دین بنام حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ نے آواز اٹھائی۔اب دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ اس کے دیدار کوئی سعادت سے کم نہیں ہے۔اسی غرض سے پنجاب کے رحیم یار خان کے مدرسہ میں داخلہ لیا مگر دو سال کے طویل انتظار کے بعد تحصیل خان پور میں ملاقات نصیب ہوئی اور ساتھ ہی یہ خوش نصیب واقعہ پیش آیا کہ جب میں نے نعرہ لگایا تو میرے سر پر رکھی ہوئی بلوچی ٹوپی گر گئی جسے امیر عزیمتؒ نے خود اپنے ہاتھوں سے اٹھا کر میرے سر پر رکھا اور مجھے تھپکی دے کر کہا کہ خان صاحب اسی نعرہ کے عنوان سے بلوچستان میں جا کر کام کرو۔اسی یادگار لمحہ کو آج تک میں نہیں بھلا سکا۔

اس واقعہ کے بعد ہر بندہ بخوبی اندازہ لگا سکتا ہے کہ علامہ حق نواز جھنگوی شہیدؒ کے دل کے اندر کس قدر اخلاص اور کس قدر دین اسلام کی محبت موجود تھی اور اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتا ہے کہ اپنے مشن حق پر اپنا خون پانی کی طرح بہایا اور ہمیں یہ سبق دے کر گیا۔

فنا فی اللہ کی تہہ میں بقاء کا راز مضمر ہے
جسے مرنا نہیں آتا اسے جینا نہیں آتا

صحابہ رضی اللہ عنہم — رضی اللہ عنہ — رضی اللہ عنہم

حب صحابہ رحمت اللہ

بغض صحابہ لعنت اللہ

ہو رزمِ کفر و حق تو بدر ہے نمازِ زندگی
خمینیت ہو سامنے تو حق نواز زندگی

امیر عزیمت، امیر کاروانِ ناموسِ صحابہؓ، شیر اسلام

ہم مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

اور ان کے جانشین

شہید ناموس صحابہ رضی اللہ عنہ ایثار القاسمی رحمۃ اللہ علیہ ایم این اے

شہید ملت اسلامیہ رضی اللہ عنہ علامہ ضیاء الرحمن فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

شہید ناموس صحابہ رضی اللہ عنہ محمد اعظم طارق رحمۃ اللہ علیہ ایم این اے

محو الامت عظیم اسلام علامہ علی شیر حیدری رحمۃ اللہ علیہ شہید

اور دیگر سینکڑوں شہداء کارکنان کی عظمت کو سلامِ عقیدت پیش کرتے ہیں

سرپرست اعلیٰ تحریک حضرت مولانا محمد احمد لدھیانوی حفظہ اللہ صاحب

سرپرست قافلہ حق حضرت خلیفہ عبدالقیوم حفظہ اللہ صاحب

شاہین اہل سنت جناب ڈاکٹر خادم حسین حفظہ اللہ صاحب ڈھلوں

قائد پنجاب حضرت مولانا شمس الرحمن معاویہ حفظہ اللہ صاحب

کی قیادت پر مکمل اعتماد کے ساتھ ان کی خدمات کو

خراجِ تحسین

پیش کرتے ہوئے تحریک ناموسِ صحابہ کی کامیابی کے لئے دعا گو ہیں

مولانا عبدالغفور جھنگوی صاحب ○ مولانا محمد ارشد قاسمی صاحب

جھنگ صدر

میرا بے مثل قائد

تحریر: جناب محمد بن عبیداللہ (وھاڑی)

امیر عزیمت علامہ حق نواز جھنگوی شہیدؒ کو ہم سے بچھڑے ہوئے بیس سال پورے ہو رہے ہیں، یہ عجب اتفاق ہے کہ اسی سال سپاہ صحابہؓ کو زندگی کے بھی پچیس سال پورے ہو رہے ہیں۔ یوں سمجھئے کہ 2010ء سپاہ صحابہؓ کی سلور جوبلی کا سال ہے۔ پچیس سال کا عرصہ کسی بھی جماعت کو زندگی میں بڑی اہمیت کا حامل ہوا کرتا ہے امیر عزیمت علامہ حق نواز جھنگوی شہیدؒ کی زندگی تمام کارکنوں کے لئے ایک نمونہ ہے۔ اس کے رکن کا تعلق چاہے کسی بھی طبقۂ زندگی سے ہو۔ چند مثالیں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ علامہ حق نواز جھنگوی شہیدؒ دین کے عالم اور عامل تھے۔ تو علماء وطلبہ کے لئے انہوں نے اپنی زندگی کا یہ نمونہ پیش کیا کہ ان کے ہم عصر علماء بتاتے ہیں کہ علامہ شہیدؒ مطالعہ کے بے پناہ شوقین تھے۔ حتیٰ کہ آپ دوران طالب علمی غیر نصابی کتابوں کا بھی بے حد مطالعہ کیا کرتے تھے۔ مگر کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپؒ نے نصابی کتب پر غیر نصابی کتب کو ترجیح دی ہو۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ آپؒ نے اپنے بے پناہ مطالعہ سے ہی یہ اخذ کیا کہ مستقبل میں میرے لئے دفاع صحابہؓ کا میدان مناسب رہے گا یا اس میں کام کرنے کی زیادہ ضرورت ہے۔ سیاست میں آپ نے قدم رکھا اور عوامی خدمت کو ہمیشہ مقدم رکھا۔ فن خطابت میں قدم رکھا تو خطابت کے روایتی انداز یکلخت ماضی کا حصہ بننے لگے۔ میدان مناظرہ میں قدم رکھا تو باطل قوت آپ کے مدمقابل آنے گریزاں ہونے لگے۔ اسیری مقدر میں آئی تو استقامت کے نئے باب رقم کر دیئے، امانت، دیانت صداقت، شرافت اور شرم وحیاء کے مادے آپؒ کی ذات میں کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے تھے۔ احقاق حق اور ابطال باطل کے بیان کرنے میں آپ اس قدر جری تھے کہ پولیس اور انتظامیہ کا خوف آپ کی محض جرأت کے بل بوتے پر ہی عوام کے دلوں سے دور ہونے لگا۔ باوجود یہ کہ آپ کا تعلق ایک دیہاتی علاقہ سے تھا مگر دوران تقریر اردو لغت کے مشکل ترین الفاظ آپ کے جنبش لب کے مشتاق رہتے تھے۔ آپ کا اخلاص تو ضرب المثل تھا۔ آپ اپنے کارکنوں کا بے حد خیال رکھتے تھے۔ اکثر مقام پر ایسا ہوا کہ آپ سفر کے پیسے بھی وصول نہ فرماتے تھے۔ آپ کو اپنی عزت نفس کا بڑا لحاظ تھا۔ بڑی سے بڑی رقم پر بھی آپ نے کبھی نظر التفات نہ ڈالی تھی۔ اسی طرح کا ایک واقعہ سپاہ صحابہؓ کے مرکزی جوائنٹ سیکرٹری اور علامہ حق نواز شہیدؒ کے قریبی دوست حاجی محمد رفیق صاحب کوئٹہ والے بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم نے دبئی سے علامہ شہیدؒ کو 26 ہزار روپے بھیجے اور عرض کیا کہ فلاں ساتھی سے منگوالیں مگر آپ نے انکار کر دیا اور کہا کہ اگر جماعت کے لئے ہیں تو خود پہنچاؤ اور اگر میری ذات کے لئے ہیں تو مجھے ضرورت نہیں۔ سپاہ صحابہؓ کے کارکن اپنی زندگی کو اپنے اکابر کے نقش قدم پر گزارنے کی کوشش کریں اللہ تعالیٰ ہمیں سعادت والی زندگی اور شہادت والی موت عطاء فرمائے۔ آمین

آہ! میری زندگی بدلنے والا

میرا پیارا قائد علامہ حق نواز جھنگوی شہیدؒ

جناب مولانا ثناء اللہ فاروقی صاحب مدظلہ۔ صدر سپاہ صحابہ بلوچستان

بندہ کو گھر میں ایک دینی ماحول میسر آنے کی وجہ سے دین اسلام سے سخت لگاؤ تھا کبھی جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم کے چند اسلامی اعلانات سے متاثر ہو کر اس کا گن گنا شروع کیا اور کبھی جمعیت طلباء اسلام کے پلیٹ فارم سے اشاعت اسلام کے لئے عملی جدوجہد کا آغاز کیا لیکن زیادہ دیر تک دل نہ لگنے کی وجہ سے پریشان حال تھا۔ بالآخر سانحہ ۲۲ فروری ۱۹۹۰ء نے بندہ کو ایک نئی امید اور قابل اعتماد فکر انقلابی دے کر پوری زندگی بدل ڈالی۔ ہاں..... ہاں..... مجھے اچھی طرح سے یاد ہے کہ یہ ۲۳ فروری کا ہی اخبار جنگ تھا جو میرے سامنے تھا۔ جب میں جماعت ہشتم میں زیر تعلیم تھا۔ میرے والد گرامی (مفتی بلاد ثلاثہ خطیب مرکزی جامع مسجد چاغی حضرت مولانا عبدالوہاب دامت برکاتہم) نے میرے سامنے یہ اخبار رکھا جس میں امیر عزیمت علامہ حق نواز جھنگوی شہیدؒ کی شہادت کی تازہ تصویر موجود تھی جس کے بارے میں والد گرامی نے صرف اپنی معلومات کی بناء پر کہا کہ بیٹا یہ ایک شیر، بہادر اور بڑا نڈر عالم دین تھا جسے شیعیت نے شہید کر دیا۔ اس کے دو روز بعد جب میں نے امیر عزیمت شہیدؒ کے دو کیسٹیں سنیں تو میرا دل خوشی سے باغ باغ ہو گیا کیونکہ میرا مقصد پورا ہو چکا تھا۔ جس چیز (حق) کی تلاش تھی وہ اب مجھے مل چکا تھا۔ یہ صرف اللہ پاک کا فضل و کرم تھا کہ صرف دو کیسٹوں پر اکتفاء کر کے اپنی زندگی اور مستقبل کا رخ متعین کر لیا لیکن بحمد اللہ بیس سال کا ایک طویل عرصہ گزرنے کے باوجود کبھی پشیمانی نہیں ہوئی بلکہ دن بدن متعین کردہ نصب العین کی صداقت نکھارتا چلا آ رہا ہے اور یقین بڑھتا جا رہا ہے۔ اور پھر زمانے نے بھی ثابت کر دیا کہ حق نواز جھنگوی شہیدؒ نہ صرف ایک قائد تھا بلکہ اس صدی کا عالم باعمل، مدبر، محقق، پیشوا، مفکر، ولی کامل اور ایک عظیم سیاستدان تھا۔ اور اخلاص للہیت کا یہ عالم تھا کہ اس کی سوچ بڑی مختصر مدت میں نہ صرف قومی (پاکستان) بلکہ ایک عالمی سوچ بن گئی۔ اور دوسرا یہ کہ مرد تو مرد عورتوں نے بھی اپنی جانیں اس مقدس مشن میں نچھاور کرنے کے لئے پر تول رہے ہیں۔

آہ! میرے قائد تیرے بعد علامہ ایثار القاسمی شہیدؒ، علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ، علامہ محمد اعظم طارق شہیدؒ اور علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ جیسے مناظر اسلام نے تیرے مشن کی خون سے آبیاری کر کے تمام سنیوں کے دلوں کی دھڑکنیں بن گئے۔ اور علامہ محمد احمد لدھیانوی، ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں، خلیفہ عبدالقیوم اور مولانا مسعود الرحمٰن عثمانی گولیوں کی بوچھاڑ میں گلی گلی، بستی بستی من کو پہنچا کر سنیوں کے دلوں کی دھڑکن بن رہے ہیں۔

بقول شاعر۔ تیرے چمن کا ہر پھول خوشبودار ہے

آپ کا یہ پیغام بقول شاعر۔

کلیوں کو میں خون جگر دے کے چلا ہوں صدیوں مجھے گلشن کی فضا یاد کرے گی

میری زندگی میں انقلاب لانے والی شخصیت

تحریر: عبید اللہ عثمانی۔ وھاڑی

ہر دور میں امت مسلمہ کی خوش قسمتی رہی کہ اسے راہنمائی کے لئے ایسے رجال کار میسر رہے کہ جنہوں نے امت مسلمہ کو ایسے وقت میں رہنمائی کہ جب وہ فکری یا نظریاتی انتشار کا شکار ہو کر اندھیروں کی طرف بڑھ رہی ہوتی ہے اور امت مسلمہ کسی ایک مرد قلندر کے انتظار میں ہوتی ہے۔ ایسے ہی برصغیر کی تاریخ گواہ ہے کہ اس خطہ میں مدح صحابہؓ کی تحریک ہر دور میں کسی نہ کسی انداز میں پروان چڑھتی رہی۔ اور جن محسنان قوم نے کڑے وقتوں میں اپنی قوم کی رہنمائی کی ان میں مولانا عبدالشکور لکھنویؒ حضرت مجدد الف ثانیؒ، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، مولانا حسین احمد مدنیؒ، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، مولانا اشرف علی تھانویؒ جیسی عبقری شخصیات قابل ذکر ہیں۔ اسی طرح بریلوی مکتبہ فکر سے مولانا احمد رضا خان بریلوی کا نام نامی بھی مدح صحابہؓ کی تحریک میں تحریری شکل میں سامنے آیا۔ اسی طرح تقسیم برصغیر کے بعد یہ تحریک ایک نئے انداز سے اٹھی۔ جس کو امام کار امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ کہا تھا کہ مستقبل میں ہمیں خاص مدح صحابہؓ کے عنوان پر کام کرنا پڑے گا اور کئی حضرات کو آپ نے حکماً کہا تھا کہ اس عنوان پر تیاری شروع کریں۔ اسی طرح مولانا غلام غوث ہزارویؒ، مفتی محمودؒ جیسی عظیم شخصیات تحریک ختم نبوت کی رہنمائی اور اپنی گوناگوں سیاسی اور علمی مصروفیات کے باوجود اپنے اکابر کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مدح صحابہؓ پر اپنے حصے کا کام کرتے رہے۔ 1979ء میں ایران میں خمینی انقلاب کے بعد جو صورت حال پیش آئی اور جو تبرا بازی کا بازار گرم ہوا۔ جو دشنام ترازی کے نئے نئے پہلو متعارف کروائے گئے اور ایران کی سرکاری سرپرستی نے اسے بام عروج پر پہنچا دیا۔ حتیٰ کہ ابن سباء کی غلیظ ذریت کے قدم بڑھتے بڑھتے وطن عزیز کی پاک فضاؤں کو داغدار کرنے لگے تو یہ وہ وقت تھا جب ایسے کٹھن حالات میں اللہ رب العزت نے امت مسلمہ میں اپنی سنت ایزدی کے مطابق امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگویؒ کو امت کی راہنمائی کے لئے کھڑا کر دیا۔ اور اصحاب نظر جانتے ہیں کہ اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں مدح صحابہؓ و ناموس صحابہ کی تحریک تو ہر دور میں کسی نہ کسی انداز میں چلتی رہی مگر شیعہ کے یوں منظر عام پر آنے کے بعد جو توانا آواز مولانا حق نواز شہیدؒ نے بلند کی اس کی نظیر تاریخ میں کم کم ملتی ہے۔ اور پھر جس طرح آپ کے موقف کو پوری دنیا کے علمی حلقوں میں پذیرائی ملی اور حرمین شریفین سے آپ کے موقف، مشن اور کاز کی آواز بلند ہوئی یہ سب تائید ایزدی تھی۔

آج اگر کچھ لوگ بے سروپا باتیں کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مشن حق نواز کو اکابر کی سرپرستی یا تائید حاصل نہیں تو اسے بے وقوفی یا حقائق سے نظریں چرانے کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے؟ کیونکہ جو متفقہ فیصلہ علماء کرام کا قوم کے سامنے آیا ہے وہ آج

واپس تو نہیں ہو سکتا۔ اور یہی مشن حق نواز کی سب سے بڑی تائید ہے کہ برصغیر پاک و ہند و دیگر براعظم کے تمام بڑے بڑے مفتیان اور ہزار ہا علماء کرام نے متفقہ طور پر شیعہ کو خارج اسلام قرار دیا ہے۔

بہر حال اللہ رب العزت نے تحفظِ ناموسِ صحابہؓ کے لئے موجودہ زمانے میں مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کو قبول فرمایا اور انہیں شہادت کی نعمت عظمہ عطاء فرما کر اپنے مقبول بندوں اور انعام یافتہ لوگوں کی صف میں کھڑا کر دیا۔ چند ماہ قبل بہاولپور میں سپاہ صحابہؓ کی ضلعی راہنمائی بھائی اسلام الدین کو شہید کیا گیا تو ان کے جنازہ کے موقع پر مولانا عبدالخالق رحمانی نے تقریر کرتے ہوئے اچانک ایک چھوٹے سے بچے کو اپنے ساتھ کھڑا کیا اور کہا لوگو! آج مشن حق نواز اس انداز میں پوری دنیا میں عام ہو چکا ہے کہ آج کا یہ بچہ جو کہ آنکھ کھلتے ہی کافر کافر شیعہ کافر کے نعرے سن رہا ہے یہ جب جوان ہوگا تو آج جس طرح بوڑھے لوگ ہم سے پوچھتے ہیں کہ شیعہ کافر کیوں ہے یہ بچہ جس کے شعور میں شیعیت کا کوز رچ بس چکا ہے اسے جب کوئی جوانی میں کہے گا کہ شیعہ تو مسلمان ہے تو یہی بچہ آج کے بوڑھے کی طرح حیرت سے سوال کرے گا کہ شیعہ مسلمان کیوں اور کیسے ہے۔ تو یہ سوچ اور نظریہ کی کامیابی ہے۔ آج اگر کچھ لوگ سپاہ صحابہؓ کے کام کے طریقہ کار سے متفق نہیں تو یہ سوال تو بہر حال موجود ہے کہ پھر دوسرا طریقہ کونسا ہے اور اس پر آپ نے خود کتنا کام کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ موجودہ زمانے میں بے لچک موقف سامنے لائے بغیر قوم کو حقیقت حال سے پوری طرح آگاہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ نے مختلف مکاتب فکر کے علماء کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر کے اس مشن کی اہمیت بڑے خوبصورت اور واضح لفظوں میں دردِ دل کے ساتھ قوم کے سامنے رکھی۔ سپاہ صحابہؓ کا عروج آپ کے مقدس خون کی برکت ہے۔ میری خوش قسمتی یہ ہے کہ 6/7 سال کی عمر میں 1990 فروری کے مہینہ میں امیر عزیمت شہیدؒ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ زندگی کی ابتداء کے یہ سال ہمارا طالب علمی کا زمانہ تھا جب امیر عزیمت اپنی زندگی کے آخری ایام میں جامعہ حنفیہ بورے والا ضلع وہاڑی تشریف لائے تھے اور آپ نے وہاں تاریخ ساز خطاب فرمایا تھا۔ گو کہ اس وقت عمر بہت کم تھی مگر اس جلسہ کے تمام نقوش آج بھی ذہن پر تازہ ہیں۔

؎ نامِ صحابہؓ سے خوشبوئے وفا آتی ہے

اور ہم نے اس خوشبو پر اپنے اکابر کو قربان ہوتے دیکھا ہے۔ ہم نے امیر عزیمت کو قربان ہوتے دیکھا ہے۔ ہم نے جرنیل اول ایثار القاسمی کو قربانی ہوتے دیکھا ہے۔ قائد ملت اسلامیہ علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ کو بموں کے دھماکوں میں قربان ہوتے دیکھا ہے۔ علامہ شعیب ندیم شہیدؒ کی چڑھتی جوانی کو نام صحابہؓ پر ٹکڑے ٹکڑے ہوتے دیکھا ہے۔ ہم نے جبلِ استقامت، جرنیل ثانی، شہزادۂ اہلسنت مولانا اعظم طارق شہیدؒ کو دشمن کے مقابلے میں آہنی دیوار بنتے اور راہِ وفا پر قربان ہوتے دیکھا ہے۔ اور اب امام اہلسنت تصویر بخاری علامہ علی شیر حیدری کی قبر سے خوشبوئے وفا کے جھونکے اٹھتے دیکھے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج کوئی جابر سپاہ صحابہؓ کے دیوانوں، پروانوں اور مستانوں کو جھکانے، خریدنے یا دبانے میں کامیاب نہیں ہو سکا ہے۔ آج جبکہ امیر عزیمت علامہ حق نواز جھنگوی کی شہادت کو بیس سال پورے ہو رہے ہیں تو چشمِ فلک نظارہ کر رہی ہے کہ شہادتوں سے قبرستان آباد ہو گئے۔ سینکڑوں ماؤں کی گودیں ویران ہو گئیں۔ ہزاروں بہنیں اپنے بھائیوں کی راہیں تکتے مایوس ہو گئیں۔ کتنی عفت مآب بہنوں کے سہاگ اجڑ گئے مگر خدا کی قسم جانے والے اپنے خون سے ایک تحریر لکھ گئے۔

.....بقیہ صفحہ نمبر ۷۵۱ پر.....

امیر عزیمت نے راہِ عزیمت میں قدم رکھا

محترم جناب تاج محمد حنفی صاحب

ہمارے ہمسایہ ملک میں ایک شخص نے لاشیعۃ ولاسنیۃ اسلامیہ اسلامیہ کا نعرہ بلند کیا اس نعرے کو اہلسنت سے تعلق رکھنے والے عوام تو عوام خواص بھی لاعلمی کی وجہ سے حقیقت سمجھ کر اسلامی نظام کے لیے اس شخص کے ساتھ میدان میں آئے قربانیاں دیں زندانوں کو آباد کیا۔ پھر اس جدوجہد کے نتیجے میں ۱۹۷۹ء کو ہمسایہ ملک میں اسلام کے نام پر خالص کفریہ انقلاب آیا۔ یہ لاشیعۃ ولاسنیۃ کا نعرہ بلند کرنے والا شخص نائب امام بن بیٹھا۔ ایوانِ اقتدار میں داخل ہو کر طاقت ہاتھ میں لینے کے بعد تقیہ کی چادر بھی اتار دی۔ اہلسنت عوام اور علماء کرام پر سابق حکومت کی حمایت کا جھوٹا الزام لگا کر قتل کرا دیا۔ راتوں رات فوجی عدالتیں قائم کی گئیں، راتوں رات سماعت ہوئی اور سینکڑوں بے گناہ سنی مسلمانوں کے خلاف بغاوت کا فیصلہ سنا کر گولی ماردی جاتی۔ انقلاب کے بعد قانون بنایا گیا کہ ایران کا صدر وزیر اعظم چیف جسٹس اور کوئی اعلیٰ عہدیدار سنی نہیں بن سکتا۔ اہلسنت کتب لکھنے اور چھاپنے پر پابندی عائد کی گئی۔ اس کے باوجود پروپیگنڈے کے زور پر اس شیعی انقلاب کو اسلامی انقلاب باور کرانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا گیا۔ اس مقصد کے لئے ملکی سرمایہ پانی کی طرح بہایا گیا اور اس انقلاب کو اسلامی، اس حکومت کو اتحاد بین المسلمین کا داعی ثابت کرانے کے لیے بعض مفاد پرست سیاسی مذہبی افراد کو خریدا گیا اُن کے لیے تیل کی دولت کے دھانے کھول دیئے۔ قلم کاروں سے ایرانی انقلاب کو اسلامی ثابت کرنے کے لیے اخبارات رسائل وجرائد میں مضامین شائع کروائے۔ بعض دینی مذہبی افراد سے کتابیں لکھوا کر اُن کتابوں کو کثیر تعداد میں شائع کر کے مفت تقسیم کرنے کا اہتمام کیا گیا۔ یوں ایک وسیع حلقے کو حمایتی بنا کر اصل مقصد کی طرف آگے بڑھے وہ مقصد اس انقلاب کو پاکستان میں درآمد کرنے کا تھا۔ اس مقصد اور منصوبے میں کامیابی کے لیے پاکستان میں ایک جماعت تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کی بنیاد رکھی گئی اور ہمسایہ ملک کے حکمرانوں نے اُن کی سیاسی اخلاقی حمایت کے ساتھ ساتھ بھرپور مالی مدد کر کے ان کو منظم کیا اور نظریاتی محاذ پر ہمسایہ ملک نے قدیم وجدید شیعی کتابیں چھاپ کر پاکستان بھیجنا شروع کر دیا۔ اعلیٰ کاغذ خوبصورت ٹائٹل لیکن اندر انتہائی بدبودار کفریہ کتابیں اسلام کا لیبل لگا کر مارکیٹ میں لائی گئیں جن میں گواہان نبوت حضرات صحابہ کرامؓ کو (نعوذ باللہ) کافر تک لکھا گیا تھا بلکہ اس انقلاب کے بعد طاقت اور ہمسایہ ملک کی بھرپور حمایت عوام اہلسنت کی غفلت اور علماء کرام کی مصلحت.....اور رخصت سے پاکستان میں صحابہ دشمنوں کے حوصلے بڑھ گئے۔ 2% ہونے کے باوجود وہ بے خوف ہو

کر تمام ذرائع سے اپنے کفریہ عقائد ونظریات پھیلانے لگے بلکہ مسلمانوں پر مسلط کرنے لگے۔ پاکستان کی سرزمین پر اصحاب رسول پر علی الاعلان تبرّا ہونے لگا۔ صحابہ کرامؓ پر.....وستم عام سی بات ہونے لگی کتوں کے گلے میں اصحاب رسول کے نام لکھ کر بازاروں میں پھرایا گیا۔ صحابہؓ کے پتلے تک بنا کر جلائے گئے۔ پندرہ اہلسنت افراد کو شہید کیا گیا۔ المختصر پاکستان کے حالات بڑے عجیب تھے ہر طرف تاریکی ہی تاریکی تھی، ظلمت ہی ظلمت تھی، اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ کفر اسلام کے نام پر پھیلایا نہیں بلکہ مسلط کیا جارہا تھا۔

اور دوسری طرف غفلت ہی غفلت تھی، خوف تھا، خاموشی تھی، مصلحت پسندی کا درس تھا رخصت ہی رخصت۔ مولانا عید میلاد النبیؐ منانے جلوس نکالنے میں مصروف تھا۔ اُسی شہر کے چوک میں ازواج النبیؐ کو گالیاں دی جارہی تھیں۔ سنی عالم زکوٰۃ کے مسائل پڑھانے میں مصروف تھے، شیعہ اسلام آباد میں سیکرٹریٹ کا گھیراؤ کر کے زکوٰۃ نہ دینے کا مطالبہ حکومت سے منوا رہے تھے۔ مولانا قرآن خوانی میں مصروف تھا ذاکر قرآن کی صداقت کو مشکوک بنا رہا تھا۔ مناظر اہلسنت نبی کا سایہ ہونے نہ ہونے پر علمی دلائل کا انبار لگا رہے تھے، مجلس میں ذاکر ائمہ کا درجہ نبیوں سے بڑھ رہا تھا بلکہ اپنے امام غائب کے ہاتھ امام الانبیاء سے بیعت کروا رہا تھا۔ مولانا آمین بالجہر، رفع الیدین کے مسائل پر احادیث جمع کرنے میں مصرف تھا۔ مجلس میں ذاکر حدیث نبویؐ کے اولیں رواۃ پر (نعوذ باللہ) کفر کا فتویٰ لگا رہا تھا۔ مفتی وقت فقہ حنفی کا مطالعہ کر رہا تھا (کیونکہ کل اُس نے پڑھانا تھا) شیعہ ملک میں فقہ جعفریہ کے نفاذ کا مطالبہ لے کر اسلام آباد کی طرف مارچ کرنے والا تھا۔ تاریخ کی کتابیں لائبریریوں کی زینت بن چکی تھیں۔ قوم کے سامنے حقائق بیان کرنے والا کوئی مؤرخ نہ تھا۔ صحابہ دشمنوں کے خلاف اکابرین کے فتاویٰ جات ضخیم جلدوں پر مشتمل کتابوں کی صورت میں دارالافتاء کی الماریوں میں ضرور موجود تھے، مگر اُن فتاویٰ کو عوام کے سامنے لانے والا کوئی نہ تھا۔ کفر اسلام کے نام پر پھیلایا جارہا تھا اس کو روکنے والا کوئی صاحب عزیمت نظر نہیں آرہا تھا۔ ان حالات میں ایک مرد قلندر سچا عاشق رسول، وکیل صحابہؓ، مجسم خلوص، پیکر وفا، جید عالم دین حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ انتہائی غور اور باریک بینی سے حالات کا جائزہ لے رہا تھا وہ غافل نہ تھا وہ ان کے قدیم وجدید اصولی وفروعی کتب کا مطالعہ بھی کر چکا تھا۔ ان کی تاریخ سے بھی واقف تھا ان کے رد پہ لکھی گئی اکابرین امت کی جملہ کتب اُن کو ازبر تھے۔ وہ خاموش تھا مگر اس کفر سے غافل نہ تھا، وہ اس کفر کا مقابلہ کرنے کے لئے منصوبہ بنا رہا تھا، وہ سوچ رہا تھا اگر علماء رخصت پر عمل کرتے رہے عوام اہلسنت کی غفلت اور مصلحت پسندی کا یہ سلسلہ جاری رہا، شیعیت کے خلاف لکھی گئی کتابیں کتب خانوں میں ہی رہیں، اکابرین ملت کے قیمتی فتاویٰ دارالافتاء میں ہی رہے تو اسلام اور اہل اسلام کا کتنا نقصان ہوگا؟ وہ سوچ رہا تھا کیا پھر اس نقصان کا ازالہ بھی ہو سکے گا؟ امیر عزیمت غور وفکر کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ دشمنان صحابہؓ کا بنیادی مقصد صحابہ کرامؓ کی ذوات کو متہم کرنا ہی نہیں بلکہ قرآن وحدیث اور دین کے جملہ احکام کے راویوں سے نبیؐ سے متصل اور اہم ترین رواۃ کو مجروح کر کے دراصل دین کی پوری عمارت ہی کو منہدم کرنا ہے، وہ جانتا تھا صحابہ کی حیثیت نبیؐ کے دعویٰ نبوت اور نزول وحی کے عینی گواہوں کی ہے اگر ان گواہوں کو مجروح کر دیا جائے تو ان کی بنیاد پر ثابت کیا جانے والا دعویٰ ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ امیر عزیمت یہ بھی خوب

جانتے تھے دشمنان صحابہؓ اپنے عقائد کفریہ کے باوجود خلفائے راشدین، ازواج مطہرات اور صحابہ کرامؓ کے ایمان وایقان پر حملہ کرتے آرہے ہیں اور علماء حق صدیوں سے رخصت پر عمل کرتے ہوئے صحابہ کے ایمان کا دفاع کرتے آرہے ہیں۔ امیر عزیمت خاموش تھا، غافل نہ تھا، نہ کتمان حق کا قائل تھا بلکہ وہ اس کفر کا راستہ روکنے کے لئے طریقہ کار کا تعین کر رہا تھا، وہ مؤثر راہ کا تعین کر رہا تھا، وہ لائحہ عمل ترتیب دے کر میدان عمل میں آنا چاہتے تھے اب اُس نے منصوبہ بنالیا لائحہ عمل طے کرلیا اُس کے سامنے رخصت اور عزیمت کے دو ہی راستے تھے اول الذکر راستہ نسبتاً محفوظ تھا اس پر کسی نہ کسی طرح عمل بھی ہو رہا تھا فائدہ تھا مگر مستقل حل نہ تھا۔ ثانی الذکر راستہ پُر اثر بھی تھا کامیاب بھی تھا اور اس کا مستقل حل بھی، مگر عزیمت کا راستہ مصائب کا، آلام کا اور قربانیوں کا راستہ تھا، پھولوں کا نہیں کانٹوں کا راستہ تھا۔ آرام کا نہیں شہادت کا راستہ تھا۔ اس راستے میں جھگڑی تھی، بیڑی تھی، قید تنہائی تھی، زندان تھا، اپنوں کے شکوے تھے، اغیار کے طعنے تھے، حکمرانوں کی مخالفت اور دشمنوں کی سازشیں تھیں مگر ..... یلغار ایرانی افکار اور اس کفریہ انقلاب کو روکنے اور مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت کا مؤثر راستہ کامیاب علاج یہی تھا۔

اس لیے امیر عزیمت تمام حالات آنے والے مصائب سے بے نیاز ہو کر دفاع صحابہؓ (جو حقیقت میں دفاع اسلام ہے) کے لیے راہ عزیمت کا انتخاب کیا۔ دلائل سے لیس ہو کر ۶ ستمبر ۱۹۸۵ء کو حق نواز نے عزیمت کی راہ میں قدم رکھا اور پہلی مرتبہ دفاعی حکمت عملی کی بجائے آگے بڑھ کر حملہ آور ہونے کی پالیسی اختیار کرتے ہوئے۔ بڑی بڑی کانفرنسوں میں آکر دشمنان صحابہ کے کفر کا اعلان کیا اور دنیائے رفض کو چیلنج کیا کہ تم عقیدہ..... تحریف قرآن، عقیدہ امامت وغیرہ کی بنیاد پر کافر ہو۔ اگر میرے اس اعلان سے تکلیف ہوتی ہے تو تم مجھے کسی بھی عدالت میں بلاؤ تم اپنا ایمان ثابت کرو میں تمہارا کفر ثابت کروں گا اگر میں تمہارا کفر ثابت نہ کرسکوں تو مجھے گولی مار دو میرا خون معاف ہے۔

یوں امیر عزیمت راہ عزیمت پہ چل پڑے۔ اہل عزیمت ملتے گئے کارواں بنتا گیا دنیائے رفض پر لرزہ طاری ہو گیا۔ وہ ایمان صحابہ پر بات کرنے کی بجائے اب اپنے ایمان کا دفاع کرنے لگے، وہ دفاع کرنے لگے مگر امیر عزیمت نے دلائل کی طاقت سے اُن کو بھاگنے سر چھپانے پر مجبور کر دیا۔ امیر عزیمت کی اس حکمت عملی نے دشمنان صحابہ کو دفاعی پوزیشن میں آنے پر مجبور کر دیا۔ وہ دلائل جھنگویؒ کے سامنے بے بس ہو کر امیر عزیمت کو دبانے اور جھکانے کی کوشش کرتے رہے مگر وہ تو امیر عزیمت تھے اہل عزیمت کہاں جھکتے ہیں۔ اہل عزیمت تو باطل کو جھکنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ امیر عزیمت پر تشدد کیا گیا مگر وہ بلال کے نقش قدم پہ چلتا رہا، اسے جبر وتشدد سے متزلزل کرنے کی کوشش کی گئی مگر وہ ثابت قدم رہا۔ آخر کار ظلم کرنے والے ظلم کرتے کرتے تھک گئے مگر جھنگویؒ گرجتا رہا، یلغار کرتا رہا، وہ تنہا جماعتوں کا کام کر کے صدیوں کا کام چند سالوں میں انجام دے کر صحابہؓ کے دشمنوں کا کفر عوام کے سامنے لا کر کفریہ انقلاب کا راستہ ہمیشہ کے لیے روک کر فاروقی تا حیدری کئی علماء کو راہ عزیمت پہ لگا کر نوجوانوں کو دفاع صحابہؓ کا سپاہی و پہرے دار بنا کر اہل عزیمت کی طرح راہ عزیمت میں جان دے کر حیات جاوداں پا گئے ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء اُس کا قافلہ عزیمت ہزار مصائب کے باوجود آج بھی رواں دواں ہے۔ اللہ امیر عزیمت کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین!

شیر اسلام امیر عزیمت

حضرت علامہ حق نواز جھنگوی شہیدؒ

جناب نجم الدین مجاہد صاحب

کل نفس ذائقة الموت "ہر انسان کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے"۔ اس دُنیا میں جو بھی انسان آیا ہے اُسی کو ایک دن موت سے ملاقات کرنی ہوتی ہے۔ کوئی انسان اس فانی دُنیا سے رخصت ہوتا ہے تو ان کے عزیز و اقارب تین دن کا سوگ پر بیٹھ جاتے ہیں اور پھر کچھ دنوں کے بعد یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے وہ اس دنیا میں آیا ہی نہیں تھا کوئی ان کے آثار نظر نہیں آتے۔ لیکن کچھ انسان ایسے بھی ہیں کہ اگر وہ اس دنیا سے رخصت بھی ہو جاتے ہیں تو صدیوں تک گلشن انہیں یاد کرتی ہے۔ ان کا کردار لاکھوں انسانوں کے لئے آئیڈیل ہوتا ہے۔ ایک بڑے عرصے کے بعد بھی یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ کل ہی اس دُنیا سے رخصت ہوئے ہیں۔ ان حضرات کا نام کا تذکرہ جب ہوتا ہے تو کتنے ہی انسان اپنے آنسوؤں پر کنٹرول نہیں کر سکتے۔ جذبات کی رُو میں بہہ جاتے ہیں۔ ایک آواز گونجنا شروع ہو جاتی ہے کہ۔

جب تک سورج چاند رہے گا
جھنگوی تیرا نام رہے گا

نام تو صرف ایک پاک ذات خداوندی کا آخر اور دائم رہتا ہے لیکن انسان کے بے باک کردار کی وجہ سے ان کو صدیوں تک گلشن بھی یاد رکھتا ہے۔ ایک آواز بھی گونجتی ہے کہ تیری آواز میری آواز حق نواز حق نواز۔

میں فرسٹ ایئر میں پڑھتا تھا چھٹی ملنے کے بعد ایک سندھی اخبار "کاوش" کو پڑھ رہا تھا کہ ایک خبر اخبار میں یہ تھی کہ جھنگ میں کرفیو نافذ کیا گیا ہے۔ مولانا حق نواز جھنگوی شہید کے جنازے پر پورے ملک سے افراد کی شرکت ہو رہی ہے۔ کرفیو کے نفاذ کے باوجود بھی لاکھوں انسانوں کا سمندر جنازے پر موجود ہے۔ میرے بچگانہ ذہن میں ایک بات ابھری کہ ایک ایسا انسان جس کے جنازے کی نماز کے لئے پورے ملک کے دور دراز علاقوں سے لوگ کرفیو کے نفاذ کے باوجود شریک ہو رہے ہیں یہ کون سی شخصیت ہے۔ یہ پہلا اخباری تعارف تھا اگرچہ امیر عزیمت شہید ناموس صحابہؓ مولانا حق نواز جھنگوی سے زندگی میں میری کوئی بھی ملاقات نہیں ہوئی لیکن آڈیو کیسٹ "آگ اور شعلے" سنی تو میری آواز بھی "حق نواز" ہو گئی۔

پشاور کی یادگار چوک کی آڈیو اور وڈیو کیسٹ میں نے سنی اور دیکھی تو میں بھی جانثاران کے قافلے میں باقاعدہ شریک

ہو گیا۔ ایک ایسے انسان کی گونج جو کہ قول اور فعل سے یہ ثابت کر گئے کہ "امی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حق نواز مٹ تو سکتا ہے لیکن کسی گستاخ کو امی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گستاخی کی اجازت نہیں دے سکتا! جھنگوی شہید نے جب اپنی تقریروں میں زوردار آواز سے پکارنا شروع کیا کہ "بریلیو، اہلحدیثو، دیوبندیو باقی بحثیں چھوڑ دو یہ کفر دندنا کر بڑھ رہا ہے۔

پاکستان میں شیعہ انقلاب لایا جا رہا ہے تو میں نے کم سنی کی سوچ سے سوچنا شروع کیا کہ یہ کیسے انقلاب آ رہا ہے کہ وہ تو صرف 2% ہیں۔ اہلسنت 98% ہیں۔ اقلیت کیسے اکثریت پر انقلاب لائے گی لیکن عصر وقت نے ثابت کر دیا کہ حضرت شہیدؒ کے یہ الفاظ اور فکر لفظ بہ لفظ صحیح اور حق پر مبنی تھی کیونکہ عصر حاضر میں اہلسنت والجماعت نے ایک سالانہ مہم "علیؓ اور معاویہؓ بھائی بھائی اور سیرت امیر معاویہؓ کے جلسوں کی ملک بھر اور سندھ میں مہم شروع کی تو انتظامیہ کی طرف سے یہ کہہ کر پروگراموں پر پابندی لگانے کی کوشش ہوئی کہ مخالف فریق کے اس عنوان اور ان جلسوں پر اعتراضات ہیں اس لئے اس عنوان کے تحت جلسوں کی اجازت نہیں دے سکتے۔

میرے بھائیو قرآن مجید کی رو سے سارے مسلمان آپس میں بھائی ہیں لیکن اس ملک میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک دوسرے کے بھائی نہیں کہہ سکتے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ "کاتب وحی" قرآن مجید کو لکھنے والے ہیں ان کی سیرت اور دینی کردار کو بیان نہیں کر سکتے۔ انتظامیہ مخالف فریق کے اعتراض کی وجہ سے اجازت دینے کو تیار نہیں۔ اگر کسی نے اس عنوان کے تحت انتظامیہ کی اطلاع کے بغیر کیا تو ان کے خلاف ایف آئی آر درج ہوتی کہ فلاں مولوی نے اپنے جلسے میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپس میں بھائی بھائی کہا ہے۔ لہٰذا مخالف فریق کی دل آزاری ہوتی ہے یہ الفاظ حضرت جھنگوی شہیدؒ نے 18 برس پہلے فرمائے تھے۔ آج ہمارے سامنے سچ کا روپ دھارے ہوئے ہیں کہ اس ملک میں رافضی انقلاب آ رہا ہے جس کو علم، عمل، تدبر اور فکر سے روکنے کی ضرورت ہے۔ آج ہم سیرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جلسہ نہیں کر سکتے۔ جلیل القدر اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قرآن مجید کی رو سے آپس میں بھائی نہیں کہہ سکتے تو میرے بھائی کل کو اگر پھر یہ اعتراض ہو کہ مسلمانوں کے کلمہ سے مخالف فریق کی دل آزاری ہوتی ہے لہٰذا آج کے بعد دل آزاری کا یہ سلسلہ بند ہونا چاہئے تو پھر کیا بس رہ گیا ہمارے لئے پھر اذان پر اعتراض ہو تو کیا ہو سکتا ہے؟

حضرت علامہ حق نواز جھنگوی شہیدؒ نے ایک فکر قوم کو دیا، رافضیت کے ارادے کو بھانپ لیا تھا اور پھر تمام مسلمانوں کو فرقہ واریت کے ناسور کو ختم کرنے کے لئے ایک متحدہ پلیٹ فارم مہیا کر کے ایرانی انقلاب کے راستے کو دلائل اور علم و عمل سے روکنے کی فکر قوم کے سامنے رکھی۔ قوم کو بیدار کرنے کے لئے ہر تکلیف کو برداشت کر کے اپنی جان کے نذرانے کو پیش کر کے یہ ثابت کر دیا کہ۔

فنا فی اللہ کی راہ میں بقا کا راز مضمر ہے
جسے مرنا نہیں آتا اُسے جینا نہیں آتا

کون للکارے گا باطل کو ترے لہجے میں

جناب اقبال معاویہ صاحب۔ پنجگرائیں ضلع بھکر

22 رفروری 1990 کا دن تھا جنت کو آراستہ پیراستہ کیا جارہا تھا ملائکہ استقبال کے لئے موجود تھے، حوریں آنے والے خوش نصیب جنتی کا بڑی بے چینی سے انتظار کررہی تھیں حضور ﷺ اپنے خلفاء راشدین کے ہمراہ امی عائشہؓ کے روحانی فرزند کا خیر مقدم کرنے کے لئے موجود ہیں فرشتے آسمان سے زمین تک پاکیزہ روح کو سلام پیش کرنے کے لئے پھیل گئے ہیں۔ زمین پر جھنگ کی فضاء میں صبح ہی سے سوگواری کیفیت چھائی ہوئی تھی، لاکھوں مسلمانوں کے دل نجانے کیوں کسی انجانے خطرے کی وجہ سے بے چین اور پریشان تھے، شورکوٹ کی سرزمین پر سپاہ صحابہؓ کے کارکن اور ہزاروں مسلمان کسی شخصیت کا انتظار کررہے تھے کہ اچانک مسلمانوں کو اس خبر نے رلا کے رکھ دیا کہ امیر عزیمت شہید اسلام وکیل صحابہ مجدد العصر حضرت علامہ حق نواز جھنگویؒ بانی و سرپرست سپاہ صحابہ کو ان کے گھر کے دروازے پر شیعہ دہشت گردوں نے گولی مار کر شہید کردیا۔ سنی مسلمانوں کے دل و دماغ نے ایک مرتبہ اس خبر کی تصدیق کرنے اور ماننے سے انکار کردیا اور کسی کو یقین نہیں آرہا تھا مگر علامہ حق نواز جھنگوی شہیدؒ کا خوشبودار مقدس خون فضا کو معطر کرتے ہوئے بتا رہا تھا کہ جھنگوی شہید بہت بلند ہو چکے ہیں اور تو حوروں کے جھرمٹ میں رب کے دربار میں پہنچ کر رب العزت سے جان کے بدلے جنت کا سودا کر چکے ہیں اور انہوں نے اس فانی زندگی کے بدلے ہمیشہ کی کامیاب زندگی حاصل کرلی ہے اور اپنی زندگی کے مختصر وقت میں ناموس رسالت و ناموس صحابہ و اہل بیت و ازواج مطہرات کے تقدس کی جنگ لڑتے ہوئے اور شیعہ کے کفریہ انقلاب کا راستہ روکتے ہوئے اپنے لہو کے دریا میں تیرتے ہوئے یہ کہہ کر لیلائے شہادت سے ہم آغوش ہو گئے کہ

فنا فی اللہ کی تہہ میں بقا کا راز مضمر ہے
جسے مرنا نہیں آتا اسے جینا نہیں آتا

آہ! علامہ جھنگوی شہید تجھے شہید لکھتے ہوئے ہمیں کتنا عجیب محسوس ہوتا ہے کہ جو بھی دنیا میں آیا اس کو مقرر وقت پر واپس بھی جانا ہے لیکن وہ کتنے خوش قسمت اور عظیم انسان ہوتے ہیں جو اپنی اس مختصر سی زندگی میں لاکھوں لوگوں کو راہ ہدایت کی طرف کرنے اور مردہ ضمیروں کو بیدار کرنے کا سبب بن جاتے ہیں ایسے انسان آنے والے انسانوں کے لئے مشعل رہ بن جاتے ہیں اور پھر وہ خود شہادت کا تاج پہن کر حیات جاویداں حاصل کرلیتے ہیں جن کے بارے میں خدا تعالیٰ نے فیصلہ دیا ہے کہ ان کو مُردہ مت کہو وہ تو زندہ ہیں اور اپنے رب کے پاس خوش ہیں۔ علامہ جھنگوی شہید انہیں خوش نصیب انسانوں میں سے ہیں۔

ایک فرقہ کی طرف سے جب حکومتی وسائل کے ذریعے اسلام کی اصل صورت تبدیل کرنے کی کوشش کی گئی اور اسلام کے نام پر حضرات خلفائے راشدین اور ازواج مطہرات کو کافر و مرتد تحریر کرکے مختلف زبانوں میں شائع کیا گیا اگر اسی پر خاموشی کا مظاہرہ کیا جاتا تو آنے والی نسلیں جب یہ پڑھتیں کہ اسلام کے نام پر کہ معاذ اللہ صحابہ رضی اللہ عنہ ایسے تھے اور عہد صحابہ کا زریں دور کافرانہ قرار پاتا اور وہ بھی

اسلام کے نام پر تو اسلام کی حفاظت کا وہ تصور جس پر ساری عظمت اسلام کا مدار ہے خاک میں مل جاتا امیر عزیمت ہی تھے جنہوں نے اس کفر کے خلاف بے سروسامانی کے عالم میں آواز اٹھائی تو جواب میں کوئی پھول کی بارش نہیں تھی لوگ پھولوں کے ہار لئے استقبال کے لئے موجود نہیں تھے جب علامہ جھنگوی شہید نے عظمت صحابہ کے تحفظ کے لئے مشن کا آغاز کیا تو آپ پر مصائب اور تکالیف کا باب کھل گیا۔ مولانا پر طرح طرح کے مقدمات بنائے گئے قتل کے جھوٹے مقدمات میں الجھایا گیا سودا بازیوں کی کوشش کی گئی ان کی آواز کو دبانے کے لئے فرقہ واریت کا نعرہ اچھالا گیا ان کے تنظیمی ساتھیوں کو ہراساں کرنے کے لئے طرح طرح کے مقدمات بنائے گئے اس کے اوپر وقت کے جابر حکمرانوں نے ہر وہ ستم کیا جو ان سے ہو سکا۔

زبان بندی، پابندی، ضلع بندی، اور ناکہ بندی جیسے کالے قانون لاگو کر دیئے گئے۔ متعدد قاتلانہ حملے کئے گئے مگر امیر عزیمت نے ان میں سے کسی ایک چیز پر بھی توجہ نہ دی اور اپنے قافلے کو پر امن رکھا آپ کہا کرتے تھے ہماری جدوجہد جتنی آگے بڑھے گی ہمارے اوپر اتنی ہی سختیاں بڑھیں گی۔ فریق مخالف ہمارے مشن کو تشدد کی رہ پر ڈال کر ہماری منزل کھوٹی کرنا چاہتا ہے لیکن ہم اس کی یہ چال کامیاب ہونے نہیں دیں گے۔ علامہ جھنگوی شہیدؒ نے مظفر گڑھ میں ایک تقریر میں کہا تھا، بڑے ظلم اور تشدد کے بعد میں آج آپ کو گواہ بنا کر کہنا چاہتا ہوں کہ اس رب کی قسم جو محمد ﷺ کا رب ہے اور اس رب کی قسم جو کعبہ کا رب ہے میں اپنی اولاد کو وصیت کر چکا ہوں کہ تم میرے وجود کو بھول جاؤ۔ کیوں بھول جاؤ! اگر میری جان بھی اس راہ پر لگتی ہے اور میری جان کے لگ جانے سے سیدہ کائنات طیبہ طاہرہ عفیفہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے دوپٹے کا تحفظ ہو جاتا ہے تو اس سے بڑی نعمت میرے لئے رب کی اور کوئی نہیں ہے۔ تصنع نہیں ہے رب مجھے اس سے معاف رکھے، بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ قیامت کے دن میرے یہ الفاظ حقیقت بن کر آپ کے سامنے آئیں گے۔ آج شاید ہماری زبان پر کوئی یقین نہ کرے لیکن یقین کرنے کا ایک ہی دن باقی ہے آنے والے دن کو میرے ان الفاظ کی حقیقت معلوم ہو جائے گی کہ میں نے دل سے کہا تھا زبانی جمع خرچ کیا تھا۔ اللہ رب العزت ہمیں مشن جھنگوی پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

✿✿✿✿

.....بقیہ از صفحہ نمبر ۷۴۴.....

ایک پیمان لکھ گئے جو آنے والوں کے لئے راہ عمل متعین کرتا رہے گا۔ جس طرح مناظر اسلام مولانا منظور احمد نعمانی کے فتویٰ پر ہزارہا علماء نے دستخط کر کے اس حدیث کو عملی جامہ پہنایا کہ علماء کے قلم کی سیاہی اور شہداء کا خون اپنی قدر و قیمت میں یکساں ہے۔ مولانا منظور احمد نعمانی نے شیعہ کو کافر سمجھ کر فتویٰ پر سب سے پہلے دستخط کئے اور باقی علماء نے ان کی اقتداء کی، اسی طرح امیر عزیمتؒ نے علماء اور مفتیان کرام کے فتویٰ پر سب سے پہلے اپنا خون پیش کر کے آج کے نوجوانوں سے اس فتویٰ کی تصدیق کے لئے خون مانگا۔ آج تاریخ گواہ ہے کہ یہ خون ایک مقدس خون ہے۔ یہ تحریک ایک مقدس تحریک ہے۔ آیئے بحیثیت کارکن میں آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ اگر آپ عالم ہیں تو آپ کو اکابر کے قلم کی سیاہی دعوت فکر دے رہی ہے آیئے اس دعوت کے دست و بازو بن کر اصحابؓ رسولؐ کے سامنے سرخرو ہو جائیں اور اگر آپ کا تعلق علماء کے علاوہ کسی بھی طبقہ سے ہے تو علماء کے قلم کی سیاہی کیلئے اپنا خون یعنی اپنی ہمہ قسم قربانی دینے کا عزم کر لیں تا کہ کل قیامت کے میدان میں ہم شاداں و فرحاں آقا کے دربار میں حاضر ہو سکیں۔ اللہ تعالیٰ امیر عزیمت شہیدؒ کی لحد پر کروڑوں رحمتیں برسائے اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

تیری خوشبو نہیں ملتی ، تیرا لہجہ نہیں ملتا
چہرے تو بہت ہیں تیرا چہرہ نہیں ملتا
میں تیری خوبیوں کے ہنر کس کس کو بتاؤں
مجھے تو کوئی شخص بھی تیرے جیسا نہیں ملتا

صحابہ رضی اللہ عنہم — یا اللہ مدد — حب صحابہ رحمت اللہ

بغض صحابہ لعنت اللہ

سوئے مقتل جنہیں جانا تھا وہ جا بھی چکے
سر بسر کچھ محبت کا خطیب آج بھی ہیں!

امیر عزیمت، امیر کاروانِ ناموسِ صحابہؓ، شیر اسلام

ہم

مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

اور ان کے جانشین

شہید ناموس صحابہ رضی اللہ عنہ ایثار القاسمی ایم این اے

شہید ملت اسلامیہ رضی اللہ عنہ علامہ ضیاء الرحمن فاروقی رضی اللہ عنہ

شہید ناموس صحابہ رضی اللہ عنہ مولانا محمد اعظم طارق رضی اللہ عنہ ایم این اے

ترجمان تنظیم اسلام علامہ علی شیر حیدری شہید رحمۃ اللہ علیہ

اور دیگر سینکڑوں شہداء کارکنان کی عظمت کو سلامِ عقیدت پیش کرتے ہیں

امیر کارواں، قائد سنی انقلاب، جانشین شہداء قائدین

حضرت مولانا محمد احمد لدھیانوی

اور ان کے رفقاء و معاونین پر مکمل اعتماد کا اظہار کرتے ہیں

امیر عزیمت شہید کی یاد میں

سالنامہ سرخرو

کی خصوصی اشاعت کے اہتمام پر

ناشر: جناب ڈاکٹر خادم حسین صاحب حفظہ اللہ ڈھلوں

مرتب: مولانا ابو محمد ثناء اللہ سعد عثمانی

کو مبارکباد پیش کرتے ہیں

حافظ خالد محمود جھنگوی جھنگ صدر

غلبۂ اسلام کی عالمگیر جدو جہد میں
مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کا اساسی کردار

جناب محمد حامد متراوی صاحب۔ اسلام آباد

نگہ بلند سخن دلنواز جاں پُر سوز
یہی ہے رختِ سفر میر کارواں کے لئے

22 رفروری 1990ء کو سپاہ صحابہ کے بانی مجدد العصر امام انقلاب امیر عزیمت حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ نے غلبہ اسلام کے عالمگیر نصب العین کی خاطر اپنے لہو کا نذرانہ پیش کیا تھا۔ استعماری قوتوں نے یہ سوچ کر کہ دنیا میں غلبہ اسلام میں جدو جہد رک جائے گی، اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے ایک عظیم علمبردار کو راستے سے ہٹانے کا فیصلہ کر لیا اور اپنے تئیں عالمِ اسلام کو اس مایہ ناز سپوت سے محروم بھی کر دیا، لیکن دنیا کے حالات جس طرح آج پلٹا کھا رہے ہیں، ہر کوئی جان گیا ہے کہ حضرت امیر عزیمت کا پیش کردہ نظریہ جو کہ قرآن وسنت سے نکلتا ہے ہر کلمہ گو نے قبول کر لیا تھا اور ان کی پُر سوز اور پُر اثر آواز سے فرزندانِ اسلام کے سینوں میں جذبات کا جو سمندر موجزن تھا اب وہ چہار دانگ عالم میں مہک رہا ہے۔ عالمی سامراج کے تمام ایجنٹ انگشت بدنداں ہیں کہ وہ مولانا حق نواز جھنگوی کو شہید کر کے جو خواب سجائے بیٹھے تھے وہ کیسے چکنا چور ہو رہے ہیں اور اسلام کا عالمگیر غلبہ کم ہوتا نہیں دکھائی دیتا۔ صیہونیت جس نے تمام اسلام اور مسلمان طاقتوں کو اپنے پنجے میں جکڑ رکھا ہے اپنی چودہ سو سالہ خفت مٹانے کے لئے اسلام کے ساتھ فیصلہ کن معرکے کی تیاری کر رہی ہے۔ امیر عزیمتؒ کے سانحہ شہادت میں اسی کا ہاتھ تھا اور مقصد ظاہر ہے یہی تھا کہ کسی طرح امتِ مسلمہ کو بیدار نہ ہونے دیا جائے۔ ۲۲ رفروری ۱۹۹۰ء کو ملتِ اسلامیہ پر صیہونیت نے جو شب خون مارا تھا وہی اب اس کی نابودی کی وجہ بن رہا ہے۔ بزورِ طاقت نہ تو آج تک حق دبایا جا سکا ہے اور نہ تا قیامت دبایا جا سکے گا۔

یہ ایک طے شدہ حقیقت ہے کہ جو نظریہ مبنی برحق ہو، اس کا پیش کرنے والا اپنے اندر اخلاص رکھتا ہو اور اس کے اپنانے والے یقین محکم سے آگے بڑھیں تو دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت بھی انہیں جھکانے یا مٹانے میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ مولانا حق نواز نے غلبہ اسلام کا جو تصور پیش کیا تھا، اسے نہ تو غلط ثابت کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی کسی طریقے سے خریدا جا سکتا ہے۔ اغیار اپنے ایجنٹوں، اپنی دولت اور اپنے اسلحہ کے باوجود نامراد ہی رہے۔ اور ثابت ہوا کہ نظریاتی تحریکیں ظلم وتشدد سے ختم نہیں ہوتیں بلکہ مزید ابھرتی ہیں۔

بعض لوگ مولانا حق نواز کی شخصیت کو محدود نظر سے دیکھتے ہیں اور انہیں صرف شیعہ سنی تناظر میں پرکھتے ہیں حالانکہ

حقیقت اس سے یک سر مختلف ہے در اصل مولانا حق نواز نے غلبہ اسلام کا جو تصور ملت اسلامیہ کو دیا تین مرحلوں کے بعد ہی ممکن تھا۔

اول یہ کہ مسلمانان عالم کو اتحاد و اخوت کی لڑی میں پرو دیا جائے۔

دوئم یہ کہ خلفاء راشدین، اصحاب پیغمبر اور اہل بیت عظام جن کے توسط سے دین اسلام ہم تک پہنچا ہے ان کے مقام و عظمت کو تحفظ دلایا جائے۔

سوم یہ کہ دنیا کے تمام نظاموں سے اعراض کرتے ہوئے قرآن و سنت کا عطا کردہ نظام خلافت نافذ کیا جائے۔

ان تین مقاصد کے حصول کے بعد غلبہ اسلام کی اصل منزل تک پہنچا جا سکتا ہے۔

انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ صدیوں سے ایک ایسا فتنہ موجود ہے جو خلفائے راشدین، صحابہ اور اہل بیت پر طعن تشنیع اور تنقید و تبرا کو عبادت سمجھتا ہے اور دور حاضر میں جدید وسائل اور نت نئے ذرائع سے مسلم نسل کے ایمان کو تباہ کرنے میں مصروف ہے۔ اس گروہ منافقین کی اصلیت کا پردہ چاک کرنا بھی ایک بنیادی ضرورت تھی اور اسی صورت اسلام کو محفوظ اور نظام خلافت راشدہ کے نظریہ کو بے عیب بنا کر دنیا کے سامنے پیش کیا جا سکتا تھا۔ امیر عزیمتؒ نے اس ابتدائی نقطے پر کما حقہ توجہ دی۔ چونکہ گروہ منافقین کے پاس مولانا کے دلائل کا کوئی جواب نہ تھا اس لئے اس نے روائتی طریقہ اختیار کر کے امیر عزیمت کی شخصیت کو مسخ کر کے پیش کرنے کی کوشش اور بالخصوص حکمران طبقے میں ان کے متعلق جو منفی تاثر پایا جاتا ہے وہ اسی گروہ منافقین کی سازش کا نتیجہ ہے مولانا حق نواز شہید اس سازش سے بخوبی آگاہ تھے کہ استعماری قوتیں اسلام کی بنیادوں کو کھوکھلا کمزور اور مشکوک بنا کر عالم گیر غلبہ اسلام کو روکنے میں مصروف ہیں۔ اس لئے وہ اسلام کو مسخ کرنے والی تمام سازشوں کی بیخ کنی کے لئے جان ہتھیلی پر رکھ کر میدان عمل میں اترے اور امت مسلمہ کو بیدار کرنے کے لئے کمر بستہ ہو۔ انہوں نے ملک کے طور و عرض کے دورے کر کے خوابیدہ ملت کے ضمیر کو بیدار کرنے کی مخلصانہ سعی کی اور اس میں بھرپور طور پر کامیاب رہے انہوں نے دلائل و براہین کا انبار پیش کر کے اسلام کی حقانیت کا دفاع کیا اور ثابت کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رفقاء اور جانثاروں پر بہتان تراشیاں صیہونیت کی منظم کارستانی ہیں۔ یہ اسلام کے پردے میں اسلام کی جڑیں کاٹنے کی منصوبہ بندی ہے اور اس مذموم سازش کا حصہ بننے والوں کا اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں انہوں نے اس ضمن میں دین متین پر غیر متزلزل اعتقاد اور اصحاب و اہل بیت سے مضبوط ایمانی تعلق پر زور دیا اور ان کو باور کرایا کہ اگر صحابہ کرام خلفائے راشدین، اہل بیت عظام اور ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت متنازعہ بنائی گئی تو نظام خلافت راشدہ کا تصور بے معنی ہو جائے گا جس سے غلبہ اسلام کی منزل کی سربلندی و سرفرازی اور باطل قوتوں کی نابودی کے لئے مسلمانوں کے تمام مکاتب و مسالک کو متحد ہونے کی دعوت دی۔ انہوں نے عامتہ المسلمین کو تعلیم دی کہ وہ اعلیٰ دافع مقاصد کے حصول کے لئے فرقہ واریت سے مکمل اجتناب کریں اور عالم کفر نفاق کو عبرت ناک شکست دینے کے لئے سیسہ پائی ہوئی دیوار بن جائیں۔

درحقیقت اخلاص سے دی جانے والی قربانی کبھی رائیگاں نہیں جاتی اور بالخصوص ایک عالم ربانی کا لہو نہ صرف نوع انسان کی انفرادی زندگیوں کو بدل دیتا ہے بلکہ کرہ ارض اسلامی انقلاب کا بھی پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے۔ مولانا حق نواز کا لہو بارہ گاہ ایزدی سے شرف پا چکا تھا۔ اس لئے ان کی شہادت کے بعد اسلام دشمن قوتوں کی مسلم دشمن پالیسیوں میں تیزی نے مسلمانوں میں بیداری کی لہر میں بھی تیزی پیدا کر دی۔

CamScanner

کویت کی آزادی کی آڑ میں کفریہ طاقتوں کی نئی صف بندی نے مسلم امہ کو اپنی خودداری فکر پر مجبور کر دیا عراق پر آگ برسانے کے بعد اقتصادی پابندیوں کا جال بچھانے سے یورپی وامریکی سورماؤں کی اصلیت آشکارا ہوگئی بعدازاں لیبیا اور افغانستان بھی اقتصادی ناکہ بندی کے دائرے میں آگئے۔ فلسطین وکشمیر میں یہود ہنود کے مظالم اور صومالیہ وبوسینا میں مسلم کش کاروائیوں نے حقوق انسانی اور جمہوریت کے بین الاقوامی ڈھنڈورچیوں کا بھانڈا پھوڑ دیا۔ الجزائر میں منتخب اسلامی حکومت کا قیام رکوانے اور ترکی میں پہلی اسلام نواز حکومت کے خاتمہ کے بعد مسلمان بڑی حد تک نیو ورلڈ آرڈر کی حقیقت کو بھانپ گئے۔ چیچنیا اور داغستان کی تاریخ آزادی نے جہادی جذبے کو مزید ابھارا جبکہ دوسری طرف پاکستان سمیت عالمی مالیاتی اداروں کے شکنجوں میں کسے گئے مسلمان ممالک کے عوام گوناگوں معاشی مسائل سے دوچار ہو کر بلبلانے لگے۔ الغرض پوری امت ایک ایسے نجات دہندہ کی منتظر ہوگئی جو نہ صرف مسلمانوں کی جان اور ایمان بچائے بلکہ اسلامی استبداد کے پنجہ غلامی سے بھی امت مسلمہ کو آزادی دلائے۔

حالات میں سرزمین افغانستان میں نصرت الٰہیہ کا نزول ہوا اور امارات اسلامیہ کے قیام کی صورت میں امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد کی امارت وامامت میں نظام خلافت راشدہ کا ایک بار پھر احیا ہوگیا جو کہ غلبہ اسلام کی عالم گیر جدوجہد میں امیر عزیمت کا مطمع نظر تھا۔

کرہ ارض پر نظام خلافت کے آغاز نے اسلامی دنیا میں بیداری کی نئی جہت دی اور واضح ہوا کہ دنیا میں رہنے کے لئے طاغوت کا ایجنٹ بننا ضروری نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی غلامی کی بدولت ہی دنیا وآخرت میں عزت وسرفرازی نصیب ہوسکتی ہے۔ مولانا حق نواز جھنگوی امت مسلمہ کو قرون الٰہی کے جن مناظر سے جوڑنا چاہتے تھے، طالبان نے جو کر کے دکھایا ہے قندھار سے اٹھنے والا علم خلافت اب زمانے کے دھارے میں بدلتا ہوا دکھائی دے رہا ہے طالبان کے بین الاقوامی پالیسیوں سے مسلمان تو عش عش کر اٹھے ہی تھے کفار بھی محسور شک ہیں عرب مجاہد اسامہ بن لادن سے طالبان نے جو وفا نبھائی ہے وہ عرب وعجم کے عظیم تر اتحاد کا پیش خیمہ بن چکی ہے۔ مولانا مسعود اظہر کی رہائی نے جہاں دنیا بھر کی آزادی پسند اسلامی جہادی تحریکوں کو نیا ولولہ دیا ہے وہیں اب امید ہو چلی ہے کہ امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد اور مجاہد اسامہ بن لادن کے بعد بطل حریت مولانا مسعود اظہر کا افق عالم پر جلوہ گر ہونا عالمگیر غلبہ اسلام کے اس مشن کی تکمیل کا اشارہ ہے، جس کے لئے امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ اور ان کے قافلے نے ایک لہو رنگ تاریخ رقم کی تھی۔

دراصل مولانا حق نواز نے اپنے لہو سے مشن کی آبیاری کی ہے۔ ان کی شہادت کے بعد غلبہ اسلام کا علم بلند کرنے والوں کو کوئی کمی نہیں ہوئی بلکہ ہر خون کے بعد ایک نیا خون اسلام پر نچھاور ہونے کو بے چین نظر آتا ہے۔ ان کے جانشینوں جس طرح ان کی مسند کی وراثت کا حق ادا کیا ہے ان کے رضا کاروں نے جس طرح اپنے قائد ومربی نے وفاداری نبھائی ہے اس سے یقیناً قرون اولیٰ کی یاد تازہ ہوئی ہے ان کی آواز جو ان کی زندگی میں محدود سطح پر بلند رہی تھی، ان کی شہادت کے بعد دنیا کے کونے کونے میں گونجتی ہے ان کا پیغام بین الاقوامی سطح پر متعارف ہوا ہے۔

امیر عزیمت نے غلبہ اسلام کا جو نصب العین ملت اسلامیہ کو دیا اس کے نصیبوں کو قدم قدم پر حوادثات زمانہ سے ٹکرانا پڑا اور مصائب وآلات کی بھٹیاں ان کے راستے میں سلگائی جاتی رہیں لیکن ملت ابراہیمی کے یہ فرزند وقت کی آتش نمرود میں

گل گلزار کے مزے لیتے رہے اور دار و رسن کی صعوبتوں کو جوانمردی سے سہہ کر کندن بنتے گئے۔ دشمنوں کا کوئی بھی حربہ ان کے جذبوں کو سرد اور عزائم کو نرم نہ کر سکا۔ قائد ملت اسلامیہ، رئیس المناظرین، حضرت مولانا علی شیر حیدری دامت برکاتہم جیلوں اور عقوبت خانوں کی آزمائشوں سے گزر کر آج بھی امیر عزیمتؒ کی میراث کی حفاظت کر رہے ہیں اور جرنیل سپاہ صحابہ مولانا محمد اعظم طارق (رحمۃ اللہ علیہ) طویل قید و بند سے گزرنے کے بعد اسی جذبے سے امیر عزیمتؒ کا پیغام سنا رہے ہیں جبکہ ایک ہزار کے قریب نوجوان غلبۂ اسلام کے مقصد پر اپنی جانیں قربان کر چکے ہیں۔

ہمیں امیر عزیمت کی لازوال جدوجہد سے درس ملتا ہے کہ ہم عالمگیر غلبۂ اسلام کے لئے زندگیوں کو وقف کر دیں اور مسلم اُمہ کو حقوق دلانے کے لئے اپنا کردار ادا کریں۔ مولانا حق نواز جھنگوی کا طرز زندگی ہمیں پیغمبر اسلام کے جان نثار صحابہ کرام کے نقش قدم پر چلنے کی دعوت دیتا ہے۔ مزید برآں ایک ہونے کے لئے ان کے مجاہدانہ کردار، مظلومانہ شہادت سے امت مسلمہ کو یہ سبق ملتا ہے کہ غلبۂ اسلام کی عالمگیر جدوجہد اور صیہونیت کے پروردہ فتنوں کی سرکوبی کے لئے اللہ پر توکل کر کے آگے بڑھنا ہوگا اور اگر اس راستے میں جان جاتی ہے تو اس کو ہمیں اپنی سعادت سمجھنا چاہئے۔

جھنگوی مُرشد

تحریر:۔ کلیم ایوب فاروقی (چکوال)

حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ بہت جرأت مند اور غیرت مند انسان تھے اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ دو صفات دے کر دفاع صحابہؓ کا عظیم کام لیا۔ آج سے چودہ سو سال پہلے بھی سب سے پہلے صحابہؓ کی غلامی ایک شیر نے کی تھی۔ حضرت سفینہ سفر کے دوران ایک جنگل سے گزر رہے تھے کہ سامنے ایک شیر آ گیا تو حضرت سفینہ نے اس شیر سے کہا اے شیر میں حضرت محمدؐ کا غلام ہوں تو اس شیر نے سر جھکا دیا اور حضرت سفینہ کے آگے آ کر بیٹھ گیا حضرت سفینہ اس پر سوار ہو گئے اس شیر نے حضرت سفینہ کو مدینہ شہر کے باہر تک پہنچا دیا۔ حضرت جبرائیلؑ نے آ کر یہ واقعہ حضورؐ کو سنا دیا۔ جب حضرت سفینہؓ حضورؐ کے پاس پہنچے تو یہ واقعہ سنایا اور ایک سوال کیا کہ جب میں شیر پر سوار تھا تو شیر منہ ہی منہ میں کچھ بول رہا تھا حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ وہ کہتا تھا اے سفینہ تو محمدؐ کا غلام ہے تو میں تیرا غلام ہوں۔ آج کے دور میں بھی جب ایک فتنہ صحابہؓ کی توہین کر رہا تھا اور ان کو روکنے والا کوئی نہ تھا تو مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ اس شیر کی مانند اٹھے اور صحابہ کی غلامی کی وہ شیر بھی نڈر یہ شیر بھی نڈر۔ ہر عمل میں دو درجے ہوتے ہیں ایک ہے رخصت اور ایک ہے عزیمت اسی طرح ہمارے اہل حق علماء نے اپنی کتابوں میں رافضی فتنہ کے خلاف فتوے دیئے اس عمل کو رخصت کہتے ہیں اور جھنگوی شہیدؒ میں غیرت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اس لیے وہ صحابہؓ کی توہین برداشت نہ کر سکے اور اس فتنہ کے خلاف عزیمت کے درجے میں کام کیا۔ سوئے ہوئے مسلمانوں کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر بتایا کہ جس کے دل میں صحابہ کا بغض ہے اس پر جہنم واجب ہے آپ نے بہت ہی مشکلات میں زندگی گزارتے ہوئے صحابہ کا دفاع کیا اور جام شہادت پا لیا۔ آپ کی آواز میں ایک ایسی گونج تھی جو کہ شاید اب قیامت کی صبح تک جائے گی انشاء اللہ۔ آپ صرف ایک خطیب ہی نہیں بلکہ کامل مرشد بھی تھے۔ جھنگوی مرشد زندہ باد۔

✿✿✿✿

شہیدِ راہ حق

جناب گلزار احمد ایم۔اے، تاندلیانوالہ

امیر عزیمت حضرت علامہ حق نواز جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ گزرے ہوئے چند لمحات

محترم قارئین یہ تو سبھی جانتے ہیں کہ دنیا فانی ہے۔اس میں جو شخص بھی آتا ہے اسے ایک روز لوٹ کر بھی جانا پڑتا ہے۔بعض لوگ اتنا نام پیدا کرتے ہیں کہ دنیا میں ان کے نام کا ڈنکا بجتا ہے لیکن جب وہ یہاں سے کوچ کر جاتے ہیں تو کوئی ان کا نام لیوا نہیں ہوتا۔کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی ان کا نام ہمیشہ زندہ وجاوید رہتا ہے۔ تاریخ ان شخصیات کو کبھی فراموش نہیں کرتی۔کیونکہ ایسے لوگوں کے اعمال اور کارنامے اس قسم کے ہوتے ہیں کہ بھلانے سے بھی نہیں بھولتے۔اور انہیں کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

معزز قارئین! انہی اشخاص میں سے ایک ''شہید راہ حق حضرت مولانا حق نواز جھنگوی'' بھی ہیں جنہیں گذشتہ سال 22 فروری کو شہید کر دیا گیا۔

بچھڑا تو کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی
ایک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

یہ ستمبر 1987ء کی بات ہے۔میں نے اور میرے چند دیگر ساتھی بی۔اے کے امتحان سے فارغ ہوئے تھے۔ مولانا محمد آصف فاروقی صاحب (سرپرست انجمن سپاہ صحابہ تاندلیانوالہ) نے ہمیں مشورہ دیا کہ ہمیں ایک انجمن بنانی چاہئے جو لوگوں کو دینی امور سے آگاہ کر سکے۔لہٰذا ہم نے ''انجمن خدام اہل سنت'' کے نام سے ایک تنظیم کی بنیاد رکھی۔ستمبر 1987ء سے لے کر جون 1989ء تک تقریباً آٹھ دس جلسے کروائے۔لیکن جب بھی جلسہ ہوا جلسہ کے بڑے خطیب کسی نہ کسی وجہ کی بناء پر جلسہ میں تشریف نہ لائے۔لہٰذا میرے ساتھی اس وجہ سے بڑے پریشان ہوئے۔ان دنوں ہمیں مولانا حق نواز جھنگوی کے متعلق خبریں پہنچتی رہتی تھیں۔لہٰذا ہم نے مولانا کے مشن سے مکمل آگاہی حاصل کی۔ ہمارے تمام ساتھیوں نے خصوصاً محمد ظفر جامی (موجودہ صدر انجمن سپاہ صحابہؓ تاندلیانوالہ) اور طارق خان نے یہ تجویز دی کہ ہمیں مولانا حق نواز سے تاندلیانوالہ کے لئے جلسہ کی تاریخ لینی چاہئے اور یہاں بھی انجمن سپاہ صحابہؓ کی بنیاد رکھنی چاہئے۔لہٰذا تمام ساتھیوں نے اس تجویز کی تائید کی۔اور ہم دو تین ساتھی مولانا صاحب سے تاریخ لینے کے لئے جھنگ روانہ ہوگئے۔ہمیں انجمن سپاہ صحابہؓ مرکزی دفتر جھنگ

والوں نے بتایا کہ مولانا پر قاتلانہ حملے ہوئے ہیں۔ان کی وجہ سے مولانا کو صرف ضلع اور تحصیل کی سطح پر جلسہ کرنے کا پابند کیا گیا ہے۔اس لئے آپ کو تاریخ ملنا مشکل ہے۔ہم نے کہا آپ ایک بار ہمیں مولانا سے مل لینے دیں۔لہٰذا ہم مولانا صاحب کے پاس پہنچے تو مولانا نماز جمعہ سے فارغ ہی ہوئے تھے۔اور بہت سے لوگ آپ سے مل رہے تھے۔لہٰذا ہم نے مولانا صاحب سے مصافحہ کیا اور مقصد بیان کیا۔ہم نے انہیں بتایا کہ تاریخ لئے بغیر ہم واپس نہیں جائیں گے۔ مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی صاحب بھی تشریف فرما تھے۔ان سے سفارش کرنے کو کہا۔انہوں نے بھی ہماری تائید کی۔پھر مولانا صاحب نے ہمارا اشتیاق دیکھتے ہوئے ہمیں 7 جولائی 1989ء کے لئے تاریخ دے دی۔میں اور میرے ساتھی مولانا صاحب کے حسن سلوک سے بڑے متاثر ہوئے۔ہم نے واپس آکر جلسے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اس وقت تاندلیانوالہ میں تھانہ انچارج شیعہ تھا۔ انتظامیہ اور مقامی شیعہ حضرات نے جلسے کی اجازت کے سلسلے میں بڑی رکاوٹیں کھڑی کیں۔لیکن ہم سب ساتھیوں نے فیصلہ کر لیا چونکہ مولانا نے ہمارے اصرار پر اپنا شڈول تبدیل کرتے ہوئے تاریخ دے دی تھی۔اس لئے ہم انشاء اللہ تعالیٰ اپنی جانوں پر کھیل کر بھی جلسہ ضرور کرائیں گے۔خیر اللہ تعالیٰ کے فضل سے 7 جولائی 1989ء کا دن آپہنچا۔ہم نے جلسہ کے لئے اسٹیج لگوایا اور تمام علاقے میں اشتہارات اور لاؤڈ سپیکر کے ذریعے مولانا صاحب کی آمد کا اعلان کر دیا۔بعض لوگ ہمیں کہہ رہے تھے کہ مولانا صاحب تشریف نہیں لائیں گے۔لیکن ہمیں یقین تھا کہ مولانا صاحب اپنا وعدہ ضرور پورا کریں گے۔کیونکہ انہیں اپنے مشن کے ساتھ لگن تھی۔اس کی خاطر انہوں نے بڑی تکالیف برداشت کیں تھیں۔لیکن مشن کی راہ میں پیش آنے والی ہر رکاوٹ پاؤں کی ٹھوکر سے اڑا دی تھی۔وقت مقررہ پر مولانا صاحب تشریف لے آئے۔انجمن تمام ساتھیوں اور دیگر اہلیان شہر کے باہر ہی مولانا صاحب کو خوش آمدید کہا اور ایک بہت بڑے جلوس کی شکل میں جلسہ گاہ تک لائے جو کہ تاندلیانوالہ کی تاریخ میں کسی مذہبی راہنما کا مثالی استقبال تھا۔

جب مولانا صاحب کار سے اترے تو ان کے ہمراہ کوئی باڈی گارڈ وغیرہ نہ تھا یہ توکل اللہ علی مظاہرہ ان کی شخصیت کا پہلا متاثر کن پہلو تھا۔اس کے بعد تمام ساتھیوں کے ساتھ ہی کسی درویش کی طرح چٹائی پر تشریف فرما ہو گئے۔اتنا بڑا لیڈر اور تکلف کا نشان تک نہیں یہ ان کی شخصیت کا دوسرا متاثر کن پہلو تھا۔ہم نے دیگر لیڈروں اور مقرروں پر قیاس کرتے ہوئے مولانا صاحب کو بڑے اعلیٰ مشروبات پیش کئے لیکن مولانا نے بڑی مشکل سے پیپسی کی آدھی بوتل پی۔اس کے بعد ہمارے ساتھ ایک دوست کی طرح باتیں کرتے رہے۔اور ہمیں اپنے مشن سے تفصیلاً آگاہ کیا۔لڑکوں نے بڑے تنقیدی سوالات بھی کئے لیکن آپ نے بڑے احسن طریقے سے جواب دیتے ہوئے سب کے دل جیت لئے۔اس کے بعد مولانا صاحب نے تمام ساتھیوں کے ساتھ بیٹھ کر سنت نبوی کو ادا کرتے ہوئے ایک چپاتی پر تھوڑا سا سالن ڈال کر بڑے بے تکلفی کے ساتھ کھانا شروع کیا۔ان کی شخصیت کا یہ ایک اور متاثر کن پہلو تھا۔جسے دیکھ کر سب ساتھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔کہ اتنا بڑا لیڈر جس نے پانچ سال میں اتنا عروج حاصل کیا اور یہ سادگی اور شان بے نیازی؟اس کے بعد مولانا صاحب تقریر کے لئے اسٹیج پر تشریف لائے۔بڑی آہستگی کے ساتھ آپ نے تقریر کا آغاز کیا۔لیکن کچھ ہی دیر بعد یوں محسوس ہوا کہ اس شیر کی گرج سے

کفر کے ایوان ابھی اور اسی وقت ملیا میٹ ہو جائیں گے۔ چونکہ آپ پہلی مرتبہ اس شہر میں تشریف لائے تھے لہٰذا آپ نے پہلے اپنا مشن واضح کیا اور ساتھ ہی ساتھ شیعیت کے کفر کو بھی بے نقاب کرتے رہے اور سنیت کو بھی خواب غفلت سے بیدار کرتے رہے۔

یہاں ایک بات بتاتا چلوں کہ جب ہم سٹیج لگا رہے تھے۔ تو بہت سے لوگ مولانا کے مشن سے واقف نہیں تھے۔ ہمیں کہنے لگے کہ یہ مولانا صاحب فسادی ہیں ہم نے انہیں سمجھایا اور ساتھ ہی انہیں مولانا صاحب کا خطاب سننے کی خصوصی دعوت بھی دی۔ اب میں مولانا صاحب کے خطاب کے دوران دیکھ رہا تھا کہ مولانا صاحب نے شیعہ کی کتابوں سے ان کے کفریہ عقائد بیان کیے تو یہی لوگ زمین سے کئی فٹ اچھل کر نعرے لگا رہے تھے۔ اور شیعیت کے بارے میں اپنے غم وغصہ کا اظہار کر رہے تھے۔ اور ایسا کیوں نہ کرتے مولانا صاحب کی زبان میں ایسی تاثیر تھی کہ جب آپ شیعیت کا کفر کھول کر بیان کرتے تو سننے والوں کے دل ودماغ میں آگ بھر جاتی تھی۔ اور وہ زبان کے ساتھ ساتھ نعرے لگا لگا کر اپنا ابال نکالتے اور اپنے ایمانی جوش کا مظاہرہ کرنے پر مجبور ہو جاتے تھے۔ اپنے خطاب کے دوران مولانا نے شیعیت کے کفر پر خوب ضربیں لگائیں۔ اور عین خطاب کے عروج پر یہ کہتے ہوئے کہ

فنائی اللہ کہ تہہ میں بقا کا راز مضمر ہے
جسے مرنا نہیں آتا اسے جینا نہیں آتا

اپنا خطاب ختم کر دیا۔

اس کے بعد جب مولانا صاحب رخصت ہونے لگے تو ہم نے انہیں کچھ رقم بطور ہدیہ دینا چاہی لیکن آپ نے لینے سے انکار کر دیا اور آخر ہم نے بڑی منت سماجت کے بعد کہا کہ آپ نے اسے جماعت کے لئے قبول کر لیں۔ پھر آپ نے وہ رقم قبول کی اور جاتے ہوئے ہم پر اپنی شخصیت کا ایک اور متاثر کن پہلو نمایاں کر گئے۔ آج مولانا صاحب کو شہید ہوئے اتنا عرصہ بیت چکا ہے۔ لیکن جب بھی ہمارے ساتھی آپ کا ذکر کرتے ہیں تو تمام ساتھیوں کے چہرے آپ کی جدائی کی وجہ سے اداس ہو جاتے ہیں اور یاس وحسرت چہروں پر نمایاں ہو جاتی ہے۔ لیکن پھر سب تہیہ کرتے ہیں کہ انشاء اللہ ہم مولانا کے خون سے بے وفائی نہیں کریں گے اور ان کے مشن کو مرتے دم تک زندہ رکھیں گے اور اس مشن کی خاطر شب وروز کام کرتے رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کی لحد پر رحمتوں کا نزول فرمائے اور جنت میں ان کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں ان کے مشن سے لگن عطاء فرمائے۔ آمین ثم آمین

(میں جناب محمد آصف فاروقی صاحب سرپرست اعلیٰ انجمن سپاہ صحابہ تاندلیانوالہ اور اپنے بڑے بھائی جناب محمد ظفر جامی صاحب کا بڑا ممنون ہوں کہ انہوں نے ان تمام واقعات کو تحریر میں لانے کے لیے میری مدد کی۔)

CamScanner

صحابہ زندہ باد — یا اللہ مدد — صحابہ پرست

حب صحابہ رحمت اللہ

بغض صحابہ لعنت اللہ

شورِ مقتل جنہیں جانا تھا وہ جا بھی چکے
سر بسر کچھ مختلط خطیب آج بھی ہیں!

ہم

امیر عزیمت، امیر کاروانِ ناموسِ صحابہؓ، شیر اسلام

مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

اور ان کے جانشین

ایثار القاسمی — ضیاء الرحمن فاروقی — محمد اعظم طارق — علی شیر حیدری

اور دیگر سینکڑوں شہداء کارکنان کی عظمت کو سلامِ عقیدت پیش کرتے ہیں

امیر کاروان، قائد ملی انقلاب مولانا محمد احمد لدھیانوی صاحب حفظہ اللہ

سرپرست قافلہ حق حضرت خلیفہ عبدالقیوم صاحب حفظہ اللہ

شاہین اہل سنت جناب ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں صاحب حفظہ اللہ

کی قیادت پر مکمل اعتماد کے ساتھ ان کی خدمات کو

خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے تحریک ناموسِ صحابہ کی کامیابی کے لئے دعا گو ہیں

عبدالغفار غفاری وارا کین ضلع پاکپتن

استقامت وعزیمت کا مردِ آہن

جناب محمد افضل خان بلوچ

مولانا حق نواز جھنگویؒ کی ذات گرامی کمالات کا مجموعہ تھی۔ آپؒ آج کے اس پُرفتن دور میں اپنے اسلاف کا عملی نمونہ تھے۔ آپ کے کردار میں ایک نمایاں پہلو شہرت سے بے نیازی تھی، اسی کا اثر تھا کہ ان کی جبیں کبھی کسی کے آگے نہیں جھکی۔ آپ ہمیشہ سربلند رہے۔ سیاست میں جاہ ومنصب کی طلب ایک بڑی خرابی ہے، کم ہی لوگ ہیں جن کا دامن اس آلودگی سے بچا ہوا ہو۔ مولانا حق نواز جھنگویؒ نے خود ہی فرمایا تھا کہ "میں کسی کا قائد نہیں، میں بھی سپاہِ صحابہ کا ادنیٰ رضا کار ہوں اور اس پر فخر کرتا ہوں۔" (خطاب آف مظفر گڑھ)

مولانا کے اس بیان سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ آپ کس قدر مخلص تھے اور جاہ ومنصب سے بے نیاز تھے۔ شہید قائدؒ نے اس قدر محنت سے کام کیا کہ اب حق نواز ایک فرد کا نام نہیں بلکہ ایران میں خمینی انقلاب کے بعد اصحابِ رسول کے خلاف غلیظ کفریہ لٹریچر کی روک تھام کیلئے احتجاجی تحریک کا نام ہے۔ حق نوازؒ میں عزم وحوصلہ، جرأت واستقامت کی دنیا آباد تھی آپ کی ہمہ گیر شخصیت بہادری وشجاعت کی تمام بلندیوں سے آشنا تھی، آپ کی جرأت اور حق گوئی نے نہ صرف دشمنانِ اصحابِ رسول کے عزائم خبیثہ خاک میں ملائے بلکہ مسلمانوں کی مذہبی عبرت کی آبیاری اپنے خون سے کر گئے۔

مولانا اپنے ہم مسلک علماء سے بھی خفا تھے، اپنے ذاتی مفاد کے لئے نہیں بلکہ حق گوئی میں رکاوٹیں پیدا کرنے کی وجہ آپؒ کے لئے پریشانی کا باعث بنی رہی، آپ کے ہاں سیاسی مصالحتیں، مذہبی غیرت، حق کو بیان کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے اور تاحیات اسی پر عمل پیرا رہے۔

جس کے سبب بعض قد آور لوگ مولانا کو اپنے سیاسی مقاصد میں استعمال کرنے سے ناکام رہے، اس ناکامی پر اپنی اصلاح کرنے کی بجائے وہ بھی مولانا سے نالاں تھے لیکن اس تمام تر کے باوجود مولانا حق نوازؒ اپنے موقف پر جمے رہے۔ آپؒ حق گوئی میں ایسے مقام پر نظر آتے ہیں جہاں وہ تنہا ہیں اور آپ کا کوئی ہم سر نہیں۔ آپؒ نے ہر حال میں یہی کہا:

> "مجھے صدیق اکبرؓ کی صداقت سے کوئی زیادہ عزیز نہیں۔ میں صحابہؓ کا ہوں، دشمنانِ اصحابِ رسولؐ سے کسی سطح پر اتحاد ناممکن ہے ان مقدس شخصیات کا دشمن اسلام سے خارج ہے ملک اور ملک کا امن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جوتوں کی نوک پر قربان کئے جا سکتے ہیں۔"

اپنوں کو مخاطب ہو کر فرمایا:

"سپاہِ صحابہ غیرت وجرأت کا نام ہے، سپاہِ صحابہ ایک جماعت کا نام ہے، سپاہِ صحابہ واضح اور ٹھوس موقف لے کر میدانِ کارزار میں اُتری ہے، ہم کسی کی چچہ گیری برداشت نہیں کریں گے۔ ہم عظمتِ صحابہؓ کے دفاع اور تحفظ کیلئے نہ اپنوں کو معاف کریں گے نہ غیروں کو برداشت کریں گے۔"

حق نواز اور حق گوئی لازم وملزوم ہیں، جسے آپ نے حق سمجھا ڈنکے کی چوٹ بیان کیا، ایسا سنگین وقت بھی آیا کہ آپ پر قتل کے مقدمات بنے، جبکہ قانون توڑنے کے بیسیوں مقدمات بھی ساتھ پریشانی کا باعث تھے، ان حالات میں حکمران طبقہ نے خریدنا چاہا، مولانا سمیع الحق سینیٹر نے مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ سے ملاقات کی اور وزیر اعلیٰ پنجاب کا پیغام دیا کہ نواز شریف تمام مقدمات واپس لیتا ہے شرط یہ ہے کہ آپ آئی جے آئی میں شامل ہو جائیں۔ ان حالات میں شہید قائد نے جو جواب دیا وہ انہی کی زبانی سنئے:

"مولانا! میں تختۂ دار پر چڑھ سکتا ہوں لیکن اپنے مشن کی سودا بازی نہیں کر سکتا۔"

کسی نے خوب کہا ہے:

ہزار خوف ہوں لیکن زبان ہو دل کی رفیق
ازل سے یہی رہا ہے قلندروں کا طریق

مولاناؒ احباب اور بیوی بچوں کے مستقبل کا خیال کئے بغیر اپنے مشن پر گامزن رہے۔ نہ کبھی ماں باپ کی شفقت حائل ہو سکی نہ ذاتی مفاد راستہ روک سکا اور نہ ہی مشکلات ومصائب ان کے عزم کا راستہ روک سکے۔ آپؒ نے زندگی کی راحتوں اور لذتوں کو اظہارِ حق کے لئے قربان کیا۔ اس معیار کو سامنے رکھ کر جب ہم شہید جھنگویؒ کی زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں تو پوری زندگی حق گوئی کے جہاد میں مصروف نظر آتے ہیں۔ دیگر علماء کرام جو کہ اصحابِ رسول کے خلاف توہین آمیز لٹریچر کے مطالعہ کے باوجود صرف تقریریں کرنے اور چندہ وصول کرنے پر اکتفا کر رہے تھے، مولانا حق نوازؒ نے ان کا غیظ وغضب برداشت کیا لیکن اپنے خیالات اور دلائل سے جنہیں آپ صحیح سمجھتے تھے ایک قدم پیچھے ہٹنا گوارہ نہ کیا۔ اپنے اسلاف کی تاریخ دہرا گئے اور یہ شرف صاحبِ عزیمت ہستیوں ہی کو حاصل ہوتا ہے۔ "اِنَّ ذَالِکَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ"

اعلانِ صداقت وحقیقت کے راستے میں حکومت کی ہیبت ناکیاں ہمیشہ رکاوٹ ثابت ہوتی رہتی ہیں لیکن مولانا حق نواز شہیدؒ کے لئے حکومت کی رکاوٹیں اور حکومت کا قہر کوئی حقیقت نہ رکھتا تھا۔ آپؒ کی طبیعت پر حق کا عشق اس قدر غالب تھا کہ آپؒ نے ہر خوف سے بے پرواہ ہو کر تمام پابندیوں کے توڑنے کا سلسلہ جاری رکھا۔ یہ بات بھی ڈھکی چھپی نہیں۔ اس حق گوئی کے نتیجہ میں آپؒ پر بے پناہ تشدد ہوا، بازاروں میں گھسیٹا گیا، ننگا کر کے تھانوں میں پیٹا گیا۔ جیلوں میں الٹا لٹکایا گیا۔ ان تمام تر تکالیف کے باوجود آپ پہلے سے زیادہ اپنے موقف پر شدت اختیار کرتے گئے اور پکارتے رہے کہ.....:

"میں زندگی اور موت برابر کر چکا ہوں، میں اپنی ہر تقریر زندگی کی آخری تقریر سمجھ کر کرتا ہوں۔ مجھے میری بیوی، بچے صدیق رضی اللہ عنہ کی عزت سے زیادہ عزیز نہیں۔ ایسا ملک اور ایسا امن نہیں چاہئے جس میں صحابہؓ کا تقدس اور امی عائشہؓ کی عفت محفوظ نہ ہو!! امی عائشہؓ! امی، امی، امی..... حق نواز جان دے دیگا لیکن تیری عظمت کے پھریرے لہرا چھوڑے گا"۔

CamScanner

اک مصافحہ کی لمس

جناب محمد مظہر عباس مہار۔ سرائے سدھو

کہیں مدت میں ساقی بھیجتا ہے ایسا مستانہ
بدل دیتا ہے جو بگڑا ہوا دستور مے خانہ

آہ.....امیر عزیمتؒ کی زندگی اور کردار پر کچھ لکھتے ہوئے عجیب کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ کچھ سمجھ نہیں آتا کہ کیا لکھوں، کہاں سے شروع کروں، کہاں ختم کروں۔ جھنگوی شہیدؒ نے جہاں اصحابؓ رسول کی حرمت کے لئے بے مثال محنت اور عظیم قربانی پیش کر کے قرون اولیٰ کی مثال قائم کی وہیں غریب اور مظلوم سنی مسلمانوں میں کردار صحابہؓ کی سچی روح بیدار کی اور سنی نوجوانوں کو ظالم جاگیرداروں اور فرعون صفت وڈیروں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کی جرأت پیدا کی۔

دے گیا چڑیا کے بچوں کو عقابی بال و پر
اِک پرندہ اڑ گیا آندھی کے منہ پر تھوک کر

وہ وڈیرے جو عام لوگوں کو بڑی حقارت کی نظر سے دیکھا کرتے تھے، اب کسی باریش نوجوان کو دیکھ کر لرز سے جاتے ہیں۔ اور ان کے چہروں سے معلوم ہونے لگتا ہے کہ جیسے ان کی رگوں میں خون کی گردش جم سی گئی ہے۔ سیدنا عمر فاروقؓ کے یہ الفاظ کہ تم نے کب سے لوگوں کو اپنا غلام بنا لیا ہے جب کہ ان کی ماؤں نے انہیں آزاد جنا ہے۔ اس عظیم شخصیت کی اس عظیم سوچ کو امیر عزیمت نے اس معاشرے کی سوچ بنا دیا اس القاب کے ساتھ ساتھ امیر عزیمت نے اپنے ایک خاص نظریے کے علاوہ اپنے مکتب فکر کو ایک خاص قوت اور ایک بڑی تعداد ایسے نوجوانوں کی جو کہ پہلے مذہب اور عقائد سے کوسوں دور تھے ان کو اہل حق کا شیدائی اور اسلام کا سچا سپاہی بنا دیا۔

اگر گستاخی محسوس نہ ہو تو عرض ہے کہ باقی اکابرین اور جماعتوں کی جدوجہد اور اخلاص سے انکار نہیں لیکن اتنا ضرور ہے کہ مولانا حق نواز جھنگویؒ کی دو تین سالہ جدوجہد نے تعداد کے لحاظ سے جتنا نتیجہ دیا اتنا بہت ساری جماعتوں اور لوگوں نے پچھلی نصف صدی میں حلقہ احباب پیدا نہیں کیا۔

اب ذرا میں اپنے حوالے سے بطور مثال اور ساتھ ساتھ امیر عزیمت کی یادوں کی غرض سے عرض کرتا ہوں۔

میرا تعلق ایک ایسے دیہاتی گاؤں سے ہے جہاں پورے گاؤں اور قرب جوار میں مذہبی حالت انتہائی ڈراؤنی

حالت کی تھی پورا علاقہ مذہبی بدعات اور درباری مجاوروں شرکیہ لپیٹ میں بری طرح لپٹا ہوا تھا۔ اہل حق کا نام لوگ گالی سمجھ کر لیتے تھے اور مثالیں دیکر سناتے تھے کہ فلاں علاقہ میں ایک نئے مذہب کے لوگ ہیں وہ ایسے کرتے ہیں وہ ایسے کہتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اور خاص کر میرے قبیلے کے لوگوں کا یہ حال تھا کہ پورے قبیلے میں چھوٹے بچوں سے لیکر بوڑھوں تک کسی کو نماز تو دور کی بات ہے اکثریت کو کلمہ کے الفاظ نہیں آتے تھے۔ پورے علاقے کے جنازہ وغیرہ کے لئے دو تین کلومیٹر دور ایک قصبہ سے ایک مولوی صاحب آتے تھے۔ جن کے چہرے پر باریک مشین سے تراشی ہوئی معمولی سی داڑھی ہوتی تھی اور بغل میں ایک تھیلا جس میں مختلف سالن اور کھانے وغیرہ کے برتن۔ غالباً 1987ء کی بات ہے میں اس وقت چھٹی کلاس میں پڑھتا تھا عشاء کے وقت ٹیوشن پڑھنے قریبی قصبہ سرائے سدھو جا رہا تھا کہ شہر میں سامنے سے ایک پرانی سی کار گذری جس میں مولوی حضرات سوار تھے میرے ایک کلاس فیلو نے شور مچایا کہ مولانا حق نواز جھنگوی صاحبؒ جا رہے ہیں۔ اور یہ محلہ اسلام آباد میں مولانا عبدالستار رحمانی کے پاس جا کر دفتر کا افتتاح کریں گے۔ میرا وہ کلاس فیلو کار کے پیچھے بھاگنے لگا اور میں بھی اس کے ساتھ وہاں پہنچ گیا۔ اس سے قبل میں نے حضرت جھنگوی صاحب کا نام نہیں سنا تھا خیر ہم متعلقہ مقام پر پہنچے تو جھنگوی صاحب وہاں دفتر میں دس پندرہ افراد کے سامنے کھڑے ہو کر باتیں کر رہے تھے۔ ہم نے وہاں جھنگوی صاحب سے مصافحہ کیا جس کی لمس میں آج تک محسوس کر رہا ہوں۔ اس کے بعد دوبارہ ٹیوشن پر چلے گئے مجھے نہیں معلوم کہ مولانا صاحب کیا فرما رہے تھے اور نہ ہی مجھے اس کا شعور تھا اس سے کچھ عرصہ بعد ایک دوست کی زبانی معلوم ہوا کہ موضع ارجانی کے ایک گاؤں میں جلسہ ہے ایک عجیب سے کشش نے کھچاؤ شروع کر دیا کہ جلسہ میں شامل ہونا چاہئے۔ تاریخ مقررہ پر بذریعہ سائیکل ظہر کے وقت جلسہ کے مقام پہنچ گیا تو وہاں لوگ ایک طرف اکٹھے ہو کر بحث و تکرار کر رہے تھے معلوم ہوا کہ مولانا صاحب ابھی نہیں پہنچے اور علاقہ کا ایک زمیندار جو کہ یہاں کے سیاسی وڈیروں جو کہ ملک کے مشہور رافضی ہیں کا خاص پالتو تھا جلسہ کینسل کرنے پر بضد تھا۔ جلسہ کروانے والے بے چارے غریب رعایا تھے۔ کافی پریشانی کا ماحول تھا۔ اتنے میں مولانا صاحب تشریف لے آئے کچھ باہر کے لوگوں کے اسرار پر مقامی زمیندار نے اس شرط پر تقریر کی اجازت دی کہ مقامی سیاست اور رافضیت کے متعلق کوئی بات نہیں ہوگی۔ مقامی لوگوں نے جھنگوی صاحب کو صورت حال سے آگاہ کر دیا مولانا صاحب نے بیان شروع کر دیا اور وہ زمیندا مولانا کے سامنے مجمع میں بیٹھ گیا۔ مولانا صاحب نے جب حق و باطل میں تمیز بتانی شروع کی تو زمیندار سے برداشت نہ ہو سکا اور وہ کھڑا ہو کر بارعب انداز سے بات کرنے سے روکنے لگا۔ مولانا نے یہ صورت حال دیکھی تو مولانا نے اس کو بیٹھ جانے کو کہا زمیندار نے آگے بڑھ کر مولانا پر ہاتھ اٹھانے کی کوشش کی تو مولانا نے اپنے ہاتھ میں لی ہوئی مخصوص کلہاڑی کا زمیندار پر وار کر دیا جسے لوگوں نے لپک کر پکڑ لیا۔ اس کے بعد تمام لوگ اس زمیندار کو پکڑ کر دھکے دے کر مجمع سے باہر نکال لائے اور مولانا نے اپنی تقریر جاری رکھی وہ زمیندار وہاں سے سیدھا مقامی تھانہ پہنچا۔ کچھ دیر بعد S.H.O دیگر پولیس اہلکاروں کے ہمراہ جلسہ میں پہنچ گئی۔ مولانا سے S.H.O کی باتیں ہوئیں۔ قصہ مختصر کہ ایس۔ ایچ۔ او صاحب نے باتیں سننے کے بعد زمیندار کی بے عزتی کی اور واپسی پر پولیس اپنے تانگہ میں مولانا صاحب کو بٹھا کر لاری اڈا سرائے سدھو چھوڑ گئی۔ مجھے خطاب کی کوئی

خاص سمجھ نہ آئی مگر اتنی بات تو سمجھ آگئی کہ حضرت محمدؐ، علیؓ، حسنؓ، حسینؓ کے علاوہ بھی کوئی قابل احترام صحابہ بھی ہیں۔ اور شیعہ مذہب غلط ہے یعنی جتنا میرا شعور تھا۔ خیر جلسہ سے واپس آگیا گھر آکر میں نے ذکر کیا تو گھر والوں رشتہ داروں اور علاقہ کے لوگوں نے بہت ڈانٹا کہ تو جلسہ پر کیوں گیا اس کے بعد عرصہ دراز تک اس سلسلے میں کوئی بات نہ ہوئی۔ اس کے بعد میں 9 ویں جماعت میں تھا تو ایک دن باگڑ سرگانہ ہائی سکول میں بیٹھے ہوئے تھے کہ قریبی مسجد سے علان سنا کہ مولانا حق نواز جھنگویؒ شہید ہو گئے ہیں یہ اعلان سننا تھا کہ دل غمگین ہو گیا اور احساس پیدا ہوا کہ میرا کوئی اپنا مر گیا ہے۔ کئی دن تک اداسی چھائی رہی۔ گھر آکر میں نے اپنے ایک دوست رب نواز مہار کے سامنے اس غم کا اظہار کیا تو رب نواز جو کہ دوسرے ماحول کا متاثر تھا اس نے مولانا کے متعلق نازیبا لفظ کہا تو میں تیش میں آگیا اور میں نے اسے تھپڑ دے مارا اور دھکے دینا شروع کر دیا (نوٹ:۔ اب رب نواز باشرع نوجوان اور مولانا کا دیوانہ ہے) اس کے کچھ عرصہ بعد سکول سے واپسی پر آتے ہوئے معلوم ہوا کہ قریبی علاقہ جھلار مدینہ پر مولانا جھنگوی کی جماعت کا جلسہ ہے جس میں علامہ علی شیر حیدری اور دیگر حضرات کا خطاب ہے میں وہاں سے سیدھا جلسہ میں چلا گیا۔ حیدری صاحب کے خطاب سے دل کی دنیا بدل گئی اس وقت میں باشعور تھا۔ بات ذہن میں آگئی گھر آکر لوگوں سے میں نے بحث شروع کر دی میں لوگوں میں پاگل، دیوانہ اور مرتد مشہور ہو گیا۔ مگر اس راستے مضبوط ہوتا گیا۔ بہت ساری رکاوٹوں اور مجبوریوں کے باوجود دور دور تک علامہ ضیاء الرحمان فاروقی شہیدؒ، علامہ اعظم طارق شہیدؒ، اور دیگر قائدین اور اکابر علماء کے بیانات سنتا رہا اور کتابیں پڑھتا رہا اور ساتھیوں سے ملتا رہا کچھ عرصہ بعد میرا وہ دوست رب نواز میرا ہمسفر بن گیا پورے علاقہ میں ہم دو ساتھی ہو گئے۔ قصہ مختصر آج یہ صورت ہے کہ ہر گھر میں ایک ایک، دو دو ساتھی تیار ہو گئے ہیں ہماری برادری اور اہل علاقہ کے بچے اہل حق کے مدارس میں حافظ اور عالم بن رہے ہیں۔ اہل حق علماء ہمارے علاقہ کی تمام مذہبی تقریبات کی زینت ہیں۔ جاہل ملاؤں کا عرصہ سے داخلہ بند ہے۔ اور یہ اتنی بڑی تبدیلی فقط امیر عزیمتؒ کی صرف ایک زیارت کی برکت سے ہوئی اب وطن عزیز کے موجودہ حالات کو دیکھتا ہوں تو کسی امیر عزیمت کا منتظر ہو جاتا ہوں اور دل جب حالات کو دیکھ کر ڈوبنے لگ جاتا ہے تو امیر عزیمتؒ کے دور کے حالات کا نقشہ سامنے آتا ہے تو ایک امید سے پیدا ہو جاتی ہے اور دل کو دلاسا دیتے ہوئے پکارتا ہوں

بہار کی بد نصیب بلا رہی ہیں چلے بھی آؤ
کسی ستارے کا روپ بن کر کسی کے دل کا قرار بن کر

اللہ تعالیٰ مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں معاویہ اعظم، اور مسرور نواز کی شکل میں ایک اور جھنگوی اور اعظم نصیب فرمائے اور ہمیں ان کے دیئے ہوئے راستے پر آخر دم تک ثابت قدم رکھے۔ علامہ علی شیر حیدری، اور مولانا احمد لدھیانوی کو ثابت قدمی کے ساتھ تا قیامت زندہ رکھے۔ (آمین)

ختم نبوت زندہ باد | یا اللہ مدد | خلافت راشدہ حق چار یار

جامعہ حسینیہ علی پور

بانی ادارہ

حضرت مولانا منظور احمد الحسینی رحمہ اللہ
مجاہد ختم نبوت، ولی کامل
امیر مرکزی مجلس تحفظ ختم نبوت

حضرت مولانا غلام محمد رحمہ اللہ
مجاہد ختم نبوت
بانی مدرسہ امیر حمزہ سید سلطان شاہ علی پور

سرپرست ادارہ

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب جلالپوری
مدظلہم العالی
مہتمم جامعہ حسینیہ علی پور

مختصر تعارف

جامعہ حسینیہ پنجاب کے پسماندہ علاقہ علی پور ضلع مظفر گڑھ میں واقع ہے۔ اس کی بنیاد خالصتاً رضائے الٰہی اور علوم قرآنیہ کو عام کرنے کے لئے حضرت اقدس مولانا منظور احمد الحسینیؒ اور مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا غلام محمدؒ نے رکھی۔ تعلیمی نگرانی ہماری درخواست پر جامعہ خیر المدارس ملتان کے مشفق اساتذہ کرتے ہیں۔

مختصر کوائف و خصوصیات ایک نظر میں

☆ درجہ کتب کے اساتذہ کی تعداد 10 ☆ شعبہ حفظ و گردان کے اساتذہ کی تعداد 6 ☆ درجہ عالیہ تک شعبہ کتب کی منظم تعلیم ☆ امسال فارغ ہونے والے حفاظ 35 ☆ طلباء کیلئے دو وقت کے معیاری کھانے کے ساتھ صبح کا ناشتہ ☆ ماہانہ خرچ (علاوہ تعمیرات و کتب) 4 لاکھ روپے ☆ سالانہ امتحان میں ممتاز اور حاضر باش طلباء کو مکمل سال ماہانہ اعزازی وظیفہ ☆ 150 مقامی طلباء ☆ 600 مسافر طلباء ☆ 2 ناظم ☆ 3 باورچی ☆ شعبہ حفظ کی 6 کلاسیں ☆ صاف ستھرا تعلیمی ماحول ☆ طلباء کے لئے ڈسپنسری کی سہولت ☆ یتیم طلباء کو امدادی وظیفہ ☆ یومیہ گندم خرچ 5 من

جامعہ کو شدید مسائل

☆ جامعہ میں درس گاہوں کے بلاک کی تعمیر کی فوری ضرورت ہے، جس میں قال اللہ وقال الرسول کی صدائیں گونجیں گی۔ ☆ طلباء کے لئے باشل کی ضرورت ہے۔ ☆ طلباء جن کمروں میں تعلیم حاصل کرتے ہیں انہی میں رہائش رکھتے ہیں۔ ☆ لائبریری کی شدید ضرورت ہے۔ ☆ جامع مسجد جس کی نقشہ کے لحاظ سے لمبائی 130 فٹ اور چوڑائی ہال 63 فٹ، برآمدہ 18 فٹ، صحن 75 فٹ ہے، جامع مسجد کی تعمیر اور جامعہ کی ترقی میں بھرپور توجہ دیں۔

مخیر حضرات تعاون فرما کر اپنے لئے صدقہ جاریہ کا اہتمام فرمائیں۔ جزاکم اللہ

کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 12045 بنام جامعہ حسینیہ نیشنل بنک برانچ کوڈ (0446) علی پور ضلع مظفر گڑھ پنجاب پاکستان

فون نمبر: 0099-66-2700926 موبائل نمبر: 0300-6348279 فیکس نمبر: 066-2700173

منجانب حضرت مولانا محمد اجود حقانی مہتمم جامعہ حسینیہ ہائی وے پنجند روڈ علی پور ضلع مظفر گڑھ

سچی آواز لگانے والے عالم کی موت اور مقام

حضرت مولانا قاضی محمد اسرائیل گڑنگی مدظلہٗ۔ مانسہرہ

حدیث مبارکہ میں ہے:

☆..... فضل المومن العالِم علی المومن العابد بسبعین درجة. (ابن عدی)

''مومن عالم کی فضیلت مومن عابد پر ستر گنا زیادہ ہے۔'' (احیاء العلوم ص ۳۹)

☆..... بین العالم والعابد مأة درجة بین کلّ درجتین حضر الجوّاد المضمر سبعین سنة.

(اصفهانی فی الترغیب والترهیب ، دیلمی فی مسند الفردوس. احیاء العلوم ص ۳۹)

''عالم اور عابد کے درمیان سو درجوں کا فرق ہے۔ اور دو درجوں کے درمیان اتنی مسافت ہے جتنی ایک تیز رفتار گھوڑا ستر برس میں طے کرے۔''

☆..... لموت قبیلة ایسر من موت عالِم. (بخاری و مسلم . احیاء العلوم جلد اول ص ۳۷)

''ایک عالم کی موت کے مقابلہ میں ایک قبیلے کا مرجانا زیادہ آسان ہے۔''

ایک عالم لوگوں کے ایمان کی حفاظت کرتا ہے، عالم لوگوں کو بُرائی سے بچا کر جنت میں پہنچاتا ہے۔ ان کے عقائد اور اعمال کی نگرانی کرتا ہے۔ ہر باطل فتنہ سے آگاہ کرتا ہے۔ عالم کا یہ بھی کام ہے اچھوں کی تعریف کرے اور بُروں پہ نظر رکھے۔ رسولوں کے بعد اللہ کی زمین پہ سب سے اچھے لوگ صحابہ کرام اور اہل بیت عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ ان کی عزت وناموس کا دفاع کرنا اصل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع اور چوکیداری ہے۔

اہلِ ہنر اور اہلِ نظر

جہاں میں روز ہوتے ہیں اہلِ ہنر پیدا
مگر صدیوں میں ہوتا ہے اہلِ نظر پیدا

کسی کو کیا پتہ کہ یہ پیدا ہونے والا بچہ کیا بنے گا، کیا انقلاب لائے گا؟ کیا سوچ رکھے گا؟ کیا فکر ونظر رکھے گا؟ میں اہلِ دل کے پھولوں کو دیکھ کر کہا کرتا ہوں، بچے سب ہی اچھے مگر مسلمان بچے سب سے اچھے۔ اس بچے کو دیکھ کر ابھی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا کہ کیا بننے والا ہے۔ یہ پھول جو مسلمان کے گھر کھلا ہے، زبان بول پڑی ہے اور دل گواہی دیتا ہے:

خداوندِ عالم کے قربان میں
کرم جس کے لاکھوں ہیں ہر آن میں

وہ بچہ ابھی ماں کی گود میں ہے، ماں دعا کرتی ہے میرے اللہ میرے نورِ نظر کو دنیا بھر کے بچوں سے جدا شان عطا کر، میرے اللہ میرا بچہ وہ کام کرے جو دنیا کا کوئی بچہ نہ کر سکے۔ وہ ایسی صدا لگائے جو کوئی نہ لگا سکے۔ بچہ ابھی ماں کی گود ہی میں ہے مگر اس کی نگاہ کا انداز نرالا ہے اس کا کردار بے مثال ہے۔ وہ جب گفتگو کرنے لگتا ہے تو معصوم زبان سے کلمہ کی ضربیں لگاتا ہے۔ ماں کے چہرے کو دیکھتا ہے تو پھر دیکھتا ہی رہتا ہے۔ ہاتھوں کی حرکت اس طرح کرتا ہے جو کوئی بے مثال خطیب مجمع میں وعظ کرتا ہوا کرتا ہے، آنکھوں کی چمک بتا رہی ہے کہ کسی فکر و سوچ میں گم ہے۔ ماں بچے کی حرکت کو دیکھ کر مسکراتی ہے اور منہ سے لگاتی ہے اور دعا کرتی ہے۔ جا میرے بچے سرتاج العلماء بن جا۔ بچہ ابھی گفتگو کرنے لگتا ہے، ماں کو اور پیار آتا ہے۔ اس بچے کا والد بھی ایک بے مثال کھوجی ہے۔ اپنے فکر و نظر اور اللہ کے کرم سے آثار و قرائن کو دیکھ کر بتا دیتا ہے کہ یہ بندہ اس طرف سے گزر گیا ہے۔ باپ کمال کا ذہین ہے ماں کمال کی عبادت گزار ہے، دونوں اپنی مثال آپ ہیں۔ ماں باپ دونوں نے مل کر سوچ و فکر کے بعد نام ایسا رکھا کہ حق اور باطل کے درمیان تمیز کرنے والا، پھر حق پہ ڈٹ جانے والا۔ پھر نام کا اثر کام پہ ہوا۔ باپ کی طرح یہ بھی ایسا کھوج لگا گیا اور اس چور کو ایسا ننگا کیا کہ وہ چھپ کر زندگی گزارنے لگا۔ پھر چوک میں، مسجد میں، بازار میں، وطن کے کونے کونے میں اس کھوجی کی سچی آواز گونجی "چور یہ ہے، میں نے صحیح پہچان لیا ہے"۔ چور اپنا دفاع عدالت میں کرے میں دلائل لاؤں گا۔ اگر میں ثابت نہ کر سکا تو میرا خون معاف ہے۔ مجھے چوک میں پھانسی دے دی جائے۔

وہ یہ آواز لگاتے لگاتے شہادت پا گیا اور جنت میں گھر بنا گیا۔ جو آواز لگائی اس میں کسی قسم کی کمزوری نہیں کی، مار کھاتا رہا مگر سچی آواز لگاتا رہا۔ ہائے..... کٹ گیا مگر ثابت کر گیا، میں نے جس ماں کا دودھ پیا ہے اس صاف اور پاک دودھ سے میں وفا کروں گا۔ اس کو مارا گیا، اس کے جسم کو چیر کر مرچ ڈالی گئی، اس کے ناخن نکالے گئے، اس پہ ظلم ڈھائے گئے، اس پہ سختی کی گئی مگر وہ اپنی آواز پہ ڈٹ گیا اور اس موقف پہ کٹ گیا۔ مگر دنیا میں یہ نیا انداز چھوڑ گیا کہ وفاداری بھی بڑی چیز ہے۔ اس کے لئے سب کچھ قربان کیا جا سکتا ہے۔

قارئین محترم! اس جھلک کو دیکھنے کے بعد آپ کے ذہن میں آیا یہ شخص کون ہو سکتا ہے؟..... جی ہاں! ذہن کی سکرین اس طرف گھوم جاتی ہے کہ یہ تو امیر عزیمت، مجدد عصر حضرت مولانا حق نواز جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، جن کی وفائیں اور ادائیں، کردار اور مجاہدات، تاریخ اسلام کا ایک سنہرا باب ہے۔ آئندہ نسلوں کے لئے ایک داستانِ عجیب ہے۔ اللہ ان کی قبر کو منور فرمائے۔ آمین

ان کے سامنے کوئی باطل فتنہ آیا، اس کی خبر لی اور محراب و منبر کا حق ادا کر دیا۔ اس کی آواز میں تڑپ تھی..... اس کی آواز میں درد تھا..... اس کی آواز میں تاثیر تھی..... ابتداء میں آواز نرم تھی، جوں جوں مجمع بڑھتا گیا آواز بڑھتی گئی، تڑپتے ہوئے بولتے اور مجمع کو تڑپا جاتے۔ جہاں بولتے اور پورے مجمع کو ساتھ ملا لیتے۔ تنہا آواز لگائی تھی پھر یہ آواز مسجدِ نبوی ﷺ سے حضرت حذیفی کی آواز میں گونجی اور اعلیٰ عدالتیں بھی بول پڑیں۔ دیر و سویر کے بعد ان کی سچی آواز دنیا کے کونے کونے سے گونجے گی۔ اب آثار بتا رہے ہیں کہ وہ وقت قریب ہے کہ مولانا حق نواز رحمۃ اللہ علیہ کی آواز دنیا کے ہر گھر سے گونجے گی۔ آواز سچی ہے، آواز لگانے والا سچا ہے۔ بس سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ اللہ توفیق دے۔ آمین

جھنگوی شہیدؒ صحابہ کرامؓ کے نقش قدم پر

جناب محمد قاسم ضیاء شجاع آبادی

اب کس کو ڈھونڈتے ہو چراغ وفا لئے
ایک جھونکا تھا باد نسیم کا آیا اور چلا گیا

یقیناً مسبب الاسباب بڑا ہی بے نیاز اور تدبیروں والا ہے اس کا کوئی کام بھی حکمت سے خالی نہیں ہوتا جب وہ کسی فعل کا حکم صادر کرتا ہے تو اس میں کوئی نہ کوئی حکمت ہوتی ہے چاہے اس کو عقل تسلیم کرے یا نہ کرے اور اس کام پر کام موقع کی مناسبت سے ہوتا ہے کیونکہ وہ عالم الغیب جاننے والا ہے۔

تو خالق لم یزل نے ماہ جنوری میں ایک ایسی شخصیت کا وجود دنیا والوں کو عطا کیا جو حقیقتاً اللہ رب العزت کی عطا کردہ نعمت تھی جو صفات و اخلاق کے اعتبار سے کہیں آگے تھا اور اس نے آگے جا کر ایک ایسی چیز کی حفاظت کرنی تھی جس کی حفاظت اسی کا کام تھا چنانچہ وہ وجود بڑھتے بڑھتے اپنی نشو ونما میں مکمل ہوا۔ 1985ء میں اپنی ذمہ داری کا اعلان کیا وہ کیا تھی کہ اماں عائشہؓ کا تقدس پامال نہ ہو صحابہ کرامؓ کے خلاف اٹھنے والی زبان کو گدی سے کھینچ دیا جائے ان کے خلاف جو قدم اٹھتے ہیں وہ متزلزل ہو جائیں جو ہاتھ اس کے خلاف اٹھے کاٹ دیا جائے جو آنکھ غلط طریقہ سے ان کو دیکھے وہ پھوڑ دی جائے پھر یہیں تک نہیں کہ اعلان کر کے چھوڑ دیا بلکہ اپنے کاز کو اپنے مشن کو پورا کرنے کے لئے گلی گلی نگر نگر کوچہ کوچہ بستی بستی کونہ کونہ میں اپنے بزم کو لہرایا اور ان سنیوں کو جو اماں عائشہ کے ازلی دشمنوں کے ساتھ مل کر زندگی بسر کر رہے تھے نہ کھانے میں فرق نہ پینے میں فرق نہ اٹھنے میں فرق نہ بیٹھنے میں فرق کہنے کا مقصد کہ یہ نعرہ ان پر صادق آتا تھا شیعہ سنی بھائی بھائی

اس سنی قوم کو بیدار کیا اور اس مشن کو پورا کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی ہر وقت اسی فکر میں رہتے کہ میری ماں کا تقدس پامال نہ ہو چاہے اس کے لئے میری بیوی بیوہ ہوتی ہے ہو جائے بچے یتیم ہوتے ہیں ہو جائیں میری زندگی مصائب والم کا ذریعہ بنتی ہے بن جائے حتیٰ کہ اگر میری جان بھی اس راستے پر ختم ہوتی ہے تو سودا سستا ہے۔ گویا کہ وہ حضرت بلالؓ والا عزم مصمم لے کر نکلے کہ جس کو امیہ بن خلف جیسے بڑے کافر متزلزل نہ کر سکے ان کو مارا پیٹا گیا تپتے ہوئے صحراؤں میں ڈالا گیا اور ان کو انگاروں پہ لٹایا گیا لیکن حضرت بلالؓ نے جو مشن اپنایا تھا اس میں شگاف نہ پڑنے دیا اسی طرح جھنگوی شہیدؒ نے جو مشن اپنایا تھا اس میں شگاف نہ پڑنے دیا حتیٰ کہ اس کے لیے ان کو جیلوں میں جانا پڑا ہتھکڑی پہننا پڑی بیڑی پہننا پڑی ان ساری تکلیفوں کے باوجود وہ کہہ رہے تھے

تم لاکھ طوالت دو اندھیروں کو
ہم میں دم ہوا تو خود ہی سحر کر لیں گے

ملتِ اسلامیہ کا ترجمان حق نوازؒ

جناب محمد امجد ساجد۔ جھنگ

وقت کی رفتار جاری رہے گی انسان پیدا ہوتے اور مرتے رہیں گے۔ کائنات اپنے لگے بندھے نظام کے تحت چلتی رہے گی۔ سورج اِسی طرح طلوع ہوتا رہے گا اور ڈوبتا رہے گا۔ رات کے بے خواب آنچل پر ستارے اپنی محفل یونہی سجاتے رہیں گے، چاند اپنی تابانیوں سے رات کو منور کرتا رہے گا مگر جو سورج ۲۲ رفروری ۱۹۹۰ء کو جھنگ کی سرزمین پر غروب ہوا وہ کبھی آسمانِ دنیا پر طلوع نہیں ہوگا، میری مراد امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگویؒ کی شہادت سے ہے۔ امیر عزیمت اِن اکابر میں سے تھے جو روز روز پیدا نہیں ہوتے۔ سورج لاکھوں بار گردش کرے تب کہیں ایسے لوگ پیدا ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے انتقال پر اپنے ہی نہیں غیر بھی اشکبار اور سوگوار ہو جاتے ہیں۔ وہ خود تو وصالِ محبوب کے مُسرت آگیں تصور سے مسکراتے ہوئے بزمِ ہستی سے رخصت ہو جاتے ہیں لیکن اپنے پیچھے آنسوؤں کا طوفان چھوڑ جاتے ہیں اُن کے چاہنے والے اُن کی یاد میں، اُن کے فراق میں تڑپتے رہ جاتے ہیں۔ آہ! مولانا حق نواز جھنگویؒ بھی وہاں چلے گئے جہاں سے کوئی لوٹ کر نہیں آیا۔

یہ تجھ میں اشک و آہ کا طوفاں ہے کس لئے — اے دل بتا کہ آج پریشاں ہے کس لیے
اندوہ گیں ہیں جھنگ کے دیوار و در تمام — اے دل ہجومِ حسرت و اَرماں ہے کس لئے

امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگویؒ دریائے چناب کے پُل سے ذرا آگے جھنگ سے قریباً بیس میل دور تھانہ مَسن کے ایک چھوٹے سے گاؤں موضع چیلہ رجانہ کے چاہ بوہڑ والا میں جولائی ۱۹۵۲ء صبح صادق کے وقت پیدا ہوئے۔ مولانا جھنگویؒ کی جائے پیدائش کا نقشہ جھنگ کے مشہور شاعر مہر محمد ریاض نے اِن الفاظ میں کھینچا ہے:

بطرفِ غرب جھنگ، تیس میل کے قریں قریں — ہیں چیلہ کی فضائیں خوش نما بہار آفریں
مکان خام ہیں، مکیں ہے نکتہ دان و نکتہ گیں — یہ سرزمیں حَسیں ترین عظمتوں کی ہے اَمیں
ہیں چیلے سامراج کے بھی بااثر یہاں مگر — جواں مجاہدوں نے ان کو کر دیا ہے بے اثر
قریب چاہ بوہڑ والا چند گھروں کا نام ہے — قلندری نے جس کو بخشی شہرتِ دوام ہے
مدینے کا عرب میں جیسے منفرد مقام ہے — بعینہٖ یہ ارضِ پاک میں ذی احتشام ہے
کھجوروں میں گھرا ہوا یہ نقش ہے حجاز کا — یہ دیس حق نوازؒ کا، عمرؓ کے شاہباز کا

امیر عزیمتؒ کے والد محترم کا نام ولی محمد تھا جو اپنے علاقے کے مشہور و معروف کھوجی تھے اور اپنے حُسنِ اخلاق اور کردار کے باعث اچھی شہرت رکھتے تھے، ان کا خاندان ایک سیدھا سادا اور اَن پڑھ خاندان تھا، امیر عزیمتؒ ابھی اپنی پیدائش کے دوسرے ہی سال میں تھے کہ والدہ محترمہ کے سایۂ عاطفت سے محروم ہو گئے۔ پھوپھی صاحبہ نے اپنے سایۂ شفقت میں پروان چڑھایا۔ حضرت امیر عزیمتؒ تین بھائیوں میں سے دوسرے نمبر پر تھے۔ انہوں نے چار جماعتیں پاس کی تھیں اور پانچویں میں زیرِ تعلیم تھے کہ گاؤں کے باہر ایک چھوٹی سی مسجد میں محفلِ شبینہ کا اہتمام ہوا۔ دوسرے لوگوں کی طرح چھوٹا سا حق نواز بھی قرآن سنتا رہا، یہیں سے اس کی دنیا بدل گئی، اگلی صبح دس سالہ حق نواز نے سکول جانے سے انکار کرتے ہوئے قرآنِ پاک حفظ کرنے کی خواہش کا اظہار کیا چنانچہ اُن کے ماموں حافظ جان محمد نے قرآن پاک حفظ کرانا شروع کر دیا۔

حق نوازؒ نے ذہانت اور شوق کے بَل پر قرآن پاک جلد ہی حفظ کر لیا اس کے بعد وہ قرأت سیکھنے کے لئے ملتان کے علاقے عبدالحکیم کی جامع مسجد میں قاری تاج محمدؒ کے پاس چلے گئے، کچھ عرصہ وہاں گزارا، پھر دارالعلوم کبیر والا میں داخل ہو گئے۔ اس علمی درسگاہ میں مولانا علی محمدؒ، مولانا عبدالمجید، مولانا منظور الحقؒ، مولانا ظہور الحقؒ اور مولانا صوفی محمد سرورؒ سے علم حاصل کیا۔ پھر دورۂ حدیث مکمل کرنے کے لئے ملتان کی معروف درسگاہ جامعہ خیر المدارس میں داخلہ لیا۔ جہاں مولانا مفتی عبدالستارؒ، مولانا محمد شریف کشمیریؒ اور مولانا محمد صدیق جالندھری جیسے اکابرین اور اساتذہ سے علمِ حدیث حاصل کیا۔ اپنی افتادِ طبع اور تحقیقی مزاج کی تشفی کے لئے کوٹ اَدو چلے گئے جہاں کچھ عرصہ مولانا دوست محمد قریشی رحمہ اللہ اور مولانا عبدالستار تونسوی دامت برکاتہم سے ردِّ رفض اور ردِّ شرک و بدعت اور قادیانیت پر مناظرہ پڑھا۔

علومِ دینیہ سے فراغت کے بعد ٹوبہ ٹیک سنگھ کے ایک چھوٹے سے مدرسہ میں بطور کتابی مدرس کام کیا مگر صرف ایک سال بعد ہی وہ جگہ چھوڑ کر جھنگ آ گئے جہاں گوجرہ روڈ پر رانا کالونی میں ایک عزیز کے ہاں قیام کیا۔ جامع مسجد پپلیانوالی کے خطیب حافظ احمد بخش صاحب فوت ہو گئے، مسجد انتظامیہ کو ایک مستقل مزاج صاحبِ علم کی ضرورت تھی۔ چنانچہ مولانا محمد اسداللہ قاسمی کی وساطت سے پپلیانوالی مسجد کی انتظامیہ سے بات ہو گئی، آپ ۲۳ راگست ۱۹۷۳ء بروز جمعرات محلہ پپلیانوالا محلہ کی ایک چھوٹی سی مسجد میں بطور خطیب و امام مقرر ہوئے۔ بعد ازاں مسجد کی تعمیر نو کی گئی۔ مولانا کی شہادت کے بعد اس کا نام تبدیل کر کے جامع مسجد حق نواز شہید رکھا گیا جو اَب اسی نام سے جانی پہچانی جاتی ہے اور اسی مسجد کے منبر و محراب سے وہ توانا اور جرأت مندانہ آواز اٹھی جس نے آنے والے وقتوں میں صحابہ دشمن طبقہ کی صفوں میں کھلبلی مچا دی۔

مارچ ۱۹۷۷ء میں آپ کی شادی آپ کی ماموں زاد سے ہوئی، آپ کی اہلیہ پرائمری پڑھی ہوئی ہیں اُردو لکھ پڑھ اور سمجھ سکتی ہیں۔

۱۱ رفروری ۱۹۷۹ء کو ایرانی لیڈر خمینی کے برپا کردہ شیعہ انقلاب کے بعد سے پاکستان میں شیعہ جارحیت بہت زیادہ بڑھ گئی اور شیعہ اس ایرانی انقلاب کی طرز پر پاکستان میں بھی ایسے ہی انقلاب کے خواب دیکھنے لگے اور اِنہیں اس سلسلہ میں ایرانی گورنمنٹ کی بھرپور امداد حاصل تھی۔ شیعہ کے بڑھتے ہوئے اس اثر و رسوخ کو مولانا حق نواز نے شدت سے محسوس کیا۔

اور اس انقلاب کی قلعی کھولنے کے لیے آپ نے تقریری اور عملی جہاد شروع کر دیا۔ مولانا جھنگوی اِس انقلاب کو شروع سے ہی ایک شیعہ انقلاب تصور کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ پوری دنیا پر واضح ہو گیا کہ ایران کا نام نہاد "اسلامی انقلاب" درحقیقت شیعہ انقلاب تھا اور اس انقلاب کے ذریعے شیعہ اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل چاہتے تھے۔ چنانچہ مولانا حق نواز نے شیعہ عزائم اور عقائد کو نہایت مدلل اور مضبوط طریقے سے عوام کے سامنے بیان کیا۔

علومِ اسلامیہ کی بنیاد مدارس ہوا کرتے ہیں، مولانا شہید بھی اس حقیقت سے آگاہ تھے چنانچہ نئی نسل کی ذہن سازی کے لیے ۱۷ر ستمبر ۱۹۸۲ء کو جھنگ گوجرہ روڈ پر "جامعہ محمودیہ" کے نام سے اپنے اساتذہ مولانا مفتی عبدالستارؒ اور مولانا محمد شریف کشمیریؒ کے ہاتھوں سنگِ بنیاد رکھوایا گیا۔ جامعہ محمودیہ نام رکھنے کی وجہ مفکرِ اسلام قائد تحریک نظامِ مصطفیٰ مولانا مفتی محمود نور اللہ مرقدہٗ سے عقیدت واحترام تھا۔ چنانچہ مفتی محمودؒ کے نامِ نامی پر مدرسہ کا نام "جامعہ محمودیہ" رکھا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ جب اس مدرسہ کا سنگِ بنیاد رکھا گیا تو مولانا جھنگوی پابندِ سلاسل تھے اور مزید دلچسپی کی بات یہ ہے کہ مولانا مفتی محمودؒ کے نام پر مدرسہ کا نام رکھا گیا تو سنگِ بنیاد کے وقت مفتی محمودؒ کے فرزند مولانا فضل الرحمٰن بھی اُس وقت طویل نظر بندی کاٹ رہے تھے اس لیے اس موقع پر دونوں موجود نہ تھے۔

خمینی انقلاب کے بعد شیعیت چونکہ پوری دنیا میں اپنی حاکمیت تصور کر بیٹھی تھی چنانچہ جھنگ میں بھی شیعیت نے غنڈہ گردی شروع کر دی۔ مسلم مکاتبِ فکر کے علماء نے انکے سدِ باب کے لئے "تحفظ ناموسِ صحابہ کمیٹی" کے نام سے ۱۹۸۳ء میں ایک ایکشن کمیٹی تشکیل دی۔ یہ کمیٹی ہم سب نے مل کر قائم کی اور اس کمیٹی نے اڑھائی تین سال تک بڑا کام کیا، مولانا حق نواز کا کردار بھی اس کمیٹی میں اہم رہا۔ بعدازاں اختلافات کے باعث یہ کمیٹی ختم ہو گئی۔

کمیٹی تو ختم ہو گئی مگر جس خطرے کے پیشِ نظر بنائی گئی تھی وہ خطرہ نہ صرف باقی تھا بلکہ اس میں مزید تیزی آ گئی تھی۔ ایرانی سفارت خانے اور خانہ فرہنگ ایران جیسے ثقافتی سنٹروں کی مداخلت ملک پاکستان میں خطرناک حد تک بڑھ گئی تھی۔ سنی حقوق کی زبردست پامالی ہو رہی تھی۔ مولانا جھنگوی کی تقاریر قوت نہ ہونے کی وجہ سے رائیگاں جا رہی تھیں، ضرورت اس امر کی تھی کہ سُنی قوت کو ایک پلیٹ فارم پر مجتمع کر کے شیعہ جارحیت کے آگے بند باندھا جائے۔ چنانچہ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے ۲۰ر ذی الحجہ ۱۴۰۵ھ بمطابق ۶ر ستمبر ۱۹۸۴ء کی ایک شام جامع مسجد پپلیانوالی (موجودہ نام جامع مسجد حق نواز شہید) جھنگ صدر کے صحن میں ۳۰/۳۵ نوجوانوں کے مختصر گروپ پر مشتمل ایک انجمن قائم کی گئی جس کا نام "انجمن سپاہِ صحابہ" تجویز ہوا۔ مولانا حق نواز اس کے سرپرستِ اعلیٰ مقرر ہوئے۔ سپاہِ صحابہؓ کے مقاصد میں درج ذیل باتیں شامل تھیں۔ (۱) شیعہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانا (۲) نظامِ خلافتِ راشدہ کا احیاء (۳) پاکستان کو سُنی سٹیٹ قرار دلوانا (۴) خلفائے راشدین کے ایام سرکاری طور پر منانا (۵) غیر ملکی مداخلت اور مذہبی جانبداری ختم کروانا (۶) انبیاءؑ، صحابہؓ و اہل بیتؓ کے گستاخ کو سزائے موت مقرر کروانا اور قومی اعزازات کو اعیانِ امت کے نام معنون کروانا۔

علماء کرام کی ملک گیر تائید وحمایت اور رہنمائی حاصل کرنے کے لئے ہم سب کے مشورے سے ۷ر فروری ۱۹۸۶ء کو

محلہ چندانوالہ جھنگ صدر کے وسیع وعریض گراؤنڈ میں ''انجمن سپاہ صحابہؓ'' کے زیر اہتمام ایک عظیم الشان کانفرنس منعقد کی گئی جس میں کثیر تعداد میں علماء کرام اور پاکستان بھر سے عوام الناس نے شرکت کی۔ یہ کانفرنس مشنِ جھنگوی کو آگے بڑھانے میں سنگِ میل کی حیثیت اختیار کر گئی۔ ہم لوگوں کو اور بالخصوص نوجوان علماء کرام کو شیعہ نظریات سے بھرپور آگاہی ہوئی۔ اس کانفرنس کی کامیابی نے شیعہ کے ایوانوں کو ہلا کر رکھ دیا اور مولانا جھنگوی شیعہ کی آنکھوں میں بُری طرح چُبھنے لگے۔ شیعہ آپ کی کردار کشی پر اُتر آیا۔ اور آپ کے خلاف طرح طرح کے منصوبے بنانے لگے۔ مقصد یہ تھا کہ مولانا جھنگوی شیعہ عقائد وعزائم کو طشت از بام کرنا بند کر دیں، اور یہ تقیہ کی دبیز چادر میں دبے رہیں مگر مولانا جھنگوی دیوانہ وار ان عقائد وعزائم کو ملک کے چاروں صوبوں میں طشت از بام کرنے میں مصروف تھے اُن کا کہنا تھا کہ سُنی نوجوان کے ذہن میں صحابہ کرامؓ کی محبت اتنی بھر دی جائے کہ وہ صحابہؓ کے دشمن سے خود بخود نفرت کرنے لگے۔

شیعہ مسلسل سازشوں میں مصروف تھے چنانچہ ایک سازش کے تحت مولانا جھنگوی پر ۳۰۲ کا جھوٹا مقدمہ درج کرایا گیا۔ مختصر حالات یہ ہیں کہ ۳۱ رمئی ۱۹۸۶ء بمطابق ۲۱ رمضان ۱۴۰۶ھ کو جامع مسجد قاضیانوالی جھنگ صدر کے قریب شیعہ نے اپنے امام باڑہ میں معاہدہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے وقت سے پہلے لاؤڈ اسپیکر پر مجلس کی کیسٹ لگا دی جبکہ مسجد مذکورہ میں ابھی تراویح کی نماز جاری تھی۔ جب انہیں معاہدہ کی پاسداری کے لئے کہا گیا تو طے شدہ منصوبہ کے تحت شیعہ بپھر گئے، فائرنگ، مسجد پر قبضہ، اعتکاف والوں کو مسجد سے بے دخل، ملحقہ دکانوں کی توڑ پھوڑ جیسے واقعات پیش آئے۔ رات دو بجے پولیس نے دونوں فریقوں کو علیحدہ علیحدہ کیا، پولیس نے کنٹرول سنبھال لیا۔ شیعہ نے اپنی سبکی دور کرنے کی خاطر صادق نامی خاکروب کو ورغلا کر قتل کر دیا، اور صبح اس کا الزام جھنگوی شہید پر لگا دیا۔ شواہد وحقائق کے برعکس مولانا اور ان کے دیگر ۷ رفقاء پر ۳۰۲ کا جھوٹا مقدمہ قتل درج کر کے گرفتار کر لیا گیا۔ دو ماہ تک مسلسل عوامی دباؤ اور قائد جمعیت مولانا فضل الرحمٰن دامت برکاتہم کی ذاتی کوششوں سے بالآخر یہ جھوٹا مقدمہ واپس لیا گیا۔ اس طرح مولانا جھنگوی کو منظر سے ہٹانے کی شیعہ سازش ناکام ہو گئی۔

مولانا حق نواز چونکہ شیعیت کے خلاف سرگرمِ عمل تھے اور آئے دن اسی لیے شہر در شہر مسلسل دورے کر کے سُنی عوام کو شیعہ جارحیت سے مطلع کرنے میں مشغول تھے، اسی سلسلہ میں ۱۲ رجون ۱۹۸۷ء کو لیہ میں مولانا کی تقریر ہونا تھی، لیہ انتظامیہ نے اُنہیں ضلع میں آنے سے منع کیا مگر اپنے مشن کے لئے آپ نے انتظامیہ کی پابندی کی پرواہ نہ کی بلکہ انتظامیہ پر واضح کر دیا کہ پابندی بلا جواز ہے، اس لیے تقریر لازماً ہو گی۔ تقریر کے بعد ضلعی انتظامیہ نے اپنی خفت مٹانے کے لئے آپ کو گرفتار کر لیا۔ مولانا جھنگوی پر بے پناہ ظلم وتشدد کیا گیا اور نظر بند کر دیا گیا۔ چونکہ نظر بند کی ضمانت نہیں ہوتی اس لیے مولانا کو عرصہ دراز تک رہا نہ کیا جانا قرار دیا۔ اس دوران احتجاج، جلسے، جلوس، مطالبات کی مہم جاری رہی۔ مگر انتظامیہ کے کان پر جُوں تک نہ رینگی۔ بالآخر تنگ آ کر ۱۹ رجون ۱۹۸۷ء جمعہ کے دن انجمن سپاہ صحابہؓ کے کارکنوں پر مشتمل ایک شاندار جلوس لیہ کی طرف روانہ ہوا۔ مختصراً لیہ پہنچ کر مظاہرہ اور جلسہ ہوا، انتظامیہ سے طے یہ پایا کہ مولانا کو پرسوں رہا کر دیا جائے گا۔ اتنے بڑے

جلوس کو پُر امن احتجاج کر کے جاتے دیکھ کر انتظامیہ لیہ نے اپنے لیے بہت بڑا چیلنج تصور کیا۔ چنانچہ چوبارہ نامی جگہ پر پولیس کی بھاری نفری نے جلوس کو گھیر کر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی اور ایسا سماں پیدا کر دیا کہ چوبارہ کی سرزمین میدانِ جنگ نظر آنے لگی۔ چنانچہ اس المناک واقعہ میں تین کارکنان قاری ضیاء الرحمٰن ساجد فیصل آباد، صوفی عبدالغفار عبدالحکیم اور جناب محمد بخش کبیر والہ پولیس کی غنڈہ گردی کا نشانہ بن گئے۔ کئی ٹانگوں سے معذور کر دیے گئے کئی شدید زخمی ہوئے۔

ڈی سی لیہ نے محرم الحرام کے نزدیک آنے پر عوامی دباؤ کے تحت ۲۸ راگست ۱۹۸۷ء جمعرات کی صبح کو ملتان جیل سے جھنگوی شہید کو رہا کر دیا۔ مولانا کے استقبال کے لئے لوگ سڑکوں پر نکل آئے، کارکنوں کے جوش وخروش کا یہ عالم کب کسی نے جھنگ کی سرزمین پر دیکھا تھا؟ ایک مرحلہ پر جذبات سے پُر نوجوانوں نے مولانا کی وہ کار جس میں آپ سوار تھے اپنے کاندھوں پر اٹھالی۔ ایسا والہانہ استقبال مخالفین کے دلوں پر مزید نمک چھڑک گیا۔ چنانچہ باقاعدہ سازش کے تحت دوسرے دن جمعہ کی نماز کے دوران جامع مسجد پپلیانوالی کے نمازیوں پر خشت باری کی گئی جس سے کئی افراد زخمی ہو گئے، اتنے میں جانبین سے فائرنگ کا تبادلہ بھی ہوا، اسی اثناء میں دو افراد کے مرنے کی خبر پھیل گئی۔ مولانا حق نواز پہلے ہی انتظامیہ کے روبرو پیش ہو کر اس واقعہ کی تحقیقات کے لئے کہہ چکے تھے اور انتظامیہ کے افراد آپ کو بے گناہ قرار دے چکے تھے مگر رات گئے مولانا حق نواز کے مکان پر پولیس نے دھاوا بول دیا۔ دروازے توڑ دیے گئے، مولانا کو گھسیٹ کر گاڑی میں ڈال کر تھانہ میں لے جا کر تشدد کا نشانہ بنایا۔ خواتین کی بے حُرمتی کی گئی، محلّہ والوں پر مظالم کے پہاڑ توڑے گئے۔ سینکڑوں افراد کو گرفتار کر لیا گیا۔ ایک بار پھر مولانا اور ان کے گیارہ ساتھیوں پر ۳۰۲ کا مقدمہ درج کر لیا گیا۔

مذکورہ دہشت گردی اور خوف وہراس کے ماحول میں محرم گزر گیا۔ ڈی سی جھنگ، ایس پی وغیرہ سے جب بھی علماء اور دیگر معززین ملے جواب ملا کہ مولانا کی بے گناہی کا ہمیں یقین ہے مگر ہم معذور اور مجبور ہیں یہ سب کچھ شریف برادران کی پنجاب حکومت کے ایماء پر کیا جا رہا ہے۔ اس گرفتاری میں مولانا جھنگوی پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے گئے۔ اپنے حق میں جھکانے کے لئے ہر مکروہ ہتھکنڈا استعمال کیا گیا..... مگر.....

وہ یخ پر کباب کی طرح رہا حیات میں — جو بیڑیاں تھیں پاؤں میں تو ہتھکڑی تھی ہاتھ میں
جو اہلِ زر تھے تاک میں تو اقتدار گھات میں — مگر وہ عزمِ غزنویؒ بکا نہ سومنات میں

جھنگ میں حالات اس قدر بدتر ہو گئے کہ جب آپ کی رہائی کے آرڈر ہوئے تو رہائی کے باوجود جھنگ میں نہ لایا گیا بلکہ لاہور پہنچا دیا گیا بعد ازاں آپ کو معاہدات کا پابند بنا کر جھنگ بھیج دیا گیا۔

مولانا حق نواز کا تعلق اس طبقۂ فکر کے ساتھ تھا جو مذہب کے ساتھ ساتھ سیاست میں حصہ لینا بھی ایمان کا حصہ سمجھتے تھے۔ کیونکہ اُن کا مقصد خلافتِ راشدہ کا دوبارہ اِحیاء تھا اور اس کے لئے عملی سیاست میں حصہ لینا ناگزیر ہے۔ مولانا جھنگوی زمانۂ طالب علمی ہی سے علماء حقہ کی واحد نمائندہ سیاسی جماعت "جمعیت علماء اسلام" سے وابستہ تھے۔ مولانا جھنگوی سمجھتے تھے کہ علماء کی یہی جماعت ملک میں اسلامی انقلاب کی راہ ہموار کر سکتی ہے کیونکہ اِسی جماعت کے رہنماؤں نے برصغیر

سے انگریزی استبداد کے خاتمے کے لئے اپنی جانوں تک کا نذرانہ پیش کیا ہے اور قیامِ پاکستان کے بعد ہر ظالم و جابر کے جابرانہ، ظالمانہ اور قبیح ہتھکنڈوں کے خلاف علمِ حق کو بلند کیا ہے۔ وہ چاہے ایوب خان کے عائلی قوانین ہوں یا زیڈ اے بھٹو کی ظالمانہ کاروائیاں، جنرل ضیاء کا آمرانہ نظامِ حکومت ہو یا نام نہاد ریفرنڈم، غرض ہر سطح پر جمعیۃ علماء اسلام نے ظالم کے خلاف علمِ حق بلند کر کے واضح کر دیا کہ یہی وہ جماعت ہے جو ملک میں اسلامی انقلاب کی راہیں ہموار کر رہی ہے۔ مولانا حق نواز جھنگوی نے ۱۹۸۸ء کا الیکشن جمعیت علماء اسلام کے ٹکٹ پر قومی اسمبلی کے انتخابات میں حصہ لینے کا فیصلہ کیا۔ حق نواز الیکشن میں سامنے آیا تو عابدہ حسین غیر شعوری خوف کی بنیاد پر ایک کی بجائے دو سیٹوں پر سامنے آئی۔ مولانا حق نواز نے جھنگ کی سیٹ پر ۳۹ ہزار ووٹ لیے۔ شہری حلقہ میں انہیں پندرہ ہزار ووٹوں کی برتری حاصل تھی۔ سیٹ کا دیہاتی حلقہ مولانا کی شکست کا باعث بنا۔ ایک اور بات یہ ہوئی کہ یہاں پی پی پی کے اُمیدوار ذوالفقار بخاری تھے جو عابدہ حسین کے کزن ہیں۔ دونوں سرگرمِ عمل رہتے تو نتیجہ مختلف ہوتا، لیکن غیر مرئی مخلوق متحرک ہوگئی۔ جن میں امریکی سفارت خانہ کی مسز نینسی پاؤل بھی شامل تھی۔ اس غیر مرئی مخلوق کی کاوشوں سے بخاری بغیر اعلان الیکشن سے دستبردار ہو گئے۔ امریکی سفارت خانے کے ساتھ ایران کے ''آیت اللہ'' بھی سرگرمِ عمل نظر آئے یقیناً انہوں نے بھی ''بہن بھائی'' کو سمجھایا ہوگا کہ تمہاری لڑائی سے مولوی جیت جائے گا۔..... وہ مولوی جو تاریخ میں ابنِ تیمیہؒ، شاہ عبدالعزیزؒ، مرزا مظہر جانِ جاناںؒ، محمد قاسم نانوتویؒ جیسے اساطینِ ملت کا رول ادا کر کے شیعہ کا سازشی ذہن بے نقاب کر رہا تھا اور جھنگ کو شیعہ سٹیٹ بنانے والوں پر کاری ضرب لگا رہا تھا۔ المختصر یہ کہ مولانا جھنگوی الیکشن ہار گئے جس کا کارکنوں کو از حد صدمہ ہوا، مگر مولانا جھنگوی نے اپنی ایک تقریر میں ارشاد فرمایا:

> ''لوگ مجھے یہ کہتے ہیں کہ آپ الیکشن ہار گئے..... نہیں، نہیں لوگو! میں الیکشن میں کھڑا ہی اس لیے ہوا تھا کہ شیعیت کے کفر کو واضح کروں اور الحمدللہ شیعیت کا کفر لوگوں پر واضح ہو چکا ہے..... آپ کہتے ہیں میں الیکشن ہار گیا..... نہیں آپ ایک اور رُخ سے دیکھیں کہ چالیس ہزار ووٹروں نے مجھے ووٹ دے کر شیعیت کے کافر ہونے پر مُہرِ تصدیق ثبت کر دی ہے کہ شیعہ واقعی کافر ہے۔''

الیکشن کے بعد جہاں ایک طرف شیعہ کی ریشہ دوانیوں اور عقائد و نظریات پر مولانا جھنگوی گرفت فرما رہے تھے وہیں عوامی سطح پر فلاحی کاموں پر بھی آپ کی توجہ کافی بڑھ گئی تھی۔ آپ کی اِن سرگرمیوں کی وجہ سے سیاسی حلقوں میں یہ بات بڑے وثوق سے کہی جا رہی تھی کہ آئندہ الیکشن میں مولانا کو کامیاب ہونے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ یہی وجہ تھی کہ علاقہ کے جاگیردار اور پیشہ ور سیاستدان آپ کو اپنے راستے کی رکاوٹ سمجھنے لگے تھے جس کی بناء پر آپ کے خلاف متعدد مرتبہ ۳۰۲ کے مقدمات درج ہوئے اور آپ کو جیل کی سختی برداشت کرنا پڑی لیکن آپ کے پایۂ استقلال میں لغزش نہ آئی۔

امیر عزیمتؒ کو ۱۵ر فروری ۱۹۹۰ء کو بیرونِ ملک سے ایک ذمہ دار عقیدت مند کا فون آیا کہ آئندہ ۲۰ تا ۲۵ فروری کے درمیان آپ کے قتل کا منصوبہ ترتیب پا چکا ہے اور اس منصوبہ میں پاکستان کے علاوہ ایران اور دوبئی کے اعلیٰ سطح کے منصوبہ سازوں نے حصہ لیا ہے، میری استدعا ہے آپ محتاط رہیں۔ مولانا نے جمعۃ المبارک کے روز خطبۂ جمعہ میں اس سازش کو بے

نقاب کیا، اور اس سلسلے میں صدر پاکستان کے نام خط بھی لکھا اور انہیں اس سازش سے آگاہ بھی کیا لیکن قضا و قدر سب سے بڑی حقیقت ہے..... کون ہے جو یہاں دم مار سکے، زندگی موت کی امانت ہے، موت کا وقت، دن اور گھڑی اٹل ہے۔

۲۲ رفروری ۱۹۹۰ء بمطابق ۲۵ ررجب ۱۴۱۰ھ بروز جمعرات نماز عشاء کے بعد تقریباً سوا آٹھ بجے یہ دلخراش واقعہ پیش آیا کہ مولانا جھنگویؒ گھر سے نکلے ہی تھے کہ سفاک قاتلوں نے آتشیں اسلحہ سے گولیوں کی بوچھاڑ کردی، گولیاں آپ کے سر، سینہ اور پہلو میں لگیں اور آپ وہیں گر گئے، قبل اس کے کہ طبی امداد پہنچائی جائے بیقرار روح کو قرار آ گیا۔

میخانہ ہے ویران کوئی جام نہیں ہے — رندوں کی بھری بزم میں اِک نام نہیں ہے
طوفان کی رُکتی ہوئی نبضیں ہیں بتاتی! — جو پیڑ گرایا ہے کوئی عام نہیں ہے!!

اماں عائشہ صدیقہؓ کی عفت کا پاسدار، خلفائے راشدینؓ کا پہرے دار، خاندانِ اہل بیتؓ کا خادم اِس دنیا سے رخصت ہوگیا، آج وہ زبان بند کردی گئی جو اَمی اَمی عائشہ اَمی کہہ کر مجمع میں کہرام مچادیا کرتی تھی:

فطرت کے حسیں خواب کا شہکار تھا جھنگویؒ — حکمت کے خفی راز کا اظہار تھا جھنگویؒ
جس موت کے طالب تھے صحابہؓ و نبیؐ بھی — اُسی موتِ شہادت کا طلبگار تھا جھنگویؒ

ایک سیلاب تھا جو جنازہ کے ساتھ چل رہا تھا، آدمی قدم خود نہیں اٹھا رہے بلکہ خواہ مخواہ قدم اٹھ رہے تھے۔ عاشقِ رسول کا جنازہ جا رہا تھا آسمان بھی آنسو بہا کر موجودہ عہد کے عظیم انسان کو خراجِ عقیدت پیش کر رہا تھا۔ جنازہ جھنگ کے مشہور سکول گورنمنٹ اسلامیہ ہائی سکول کے وسیع گراؤنڈ میں لایا گیا، حافظ القرآن والحدیث مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمہ اللہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور آہوں، سسکیوں کے ساتھ شہید حق نواز کو پورے اعزاز سے جامعہ محمودیہ کے ایک کونے میں سپرد خاک کردیا گیا۔

ملتِ اسلامیہ کا ترجماں تھا حق نوازؒ
دوستوں کے دل کی دھڑکن، روحِ جاں تھا حق نوازؒ
تاابد زندہ رہے گا دین کی تاریخ میں
جو کبھی نہ مٹ سکے گا وہ نشاں تھا حق نوازؒ

✿✿✿✿

مشن جھنگوی شہیدؒ

جناب صہیب معاویہ۔(ساہیوال)

اک اک آیت قرآن کی تلاوت کرنا　　جان پر کھیل کر اظہار صداقت کرنا
جھنگ والے نے بتایا ہے بزبان جرأت　　زندگی کیا ہے بس تمنائے شہادت کرنا

ہائے کیا لکھوں اس عظیم قائد کو کس انداز میں خراج تحسین پیش کروں جب میں سوچتا ہوں کہ وہ تو اس قدر عظیم ہے کہ الفاظ ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو جاتے ہیں جب اس کا نام آتا ہے تو دل پر ایک عجیب سا جھٹکا لگتا ہے کہ اس کو بھی اتنی کم عمری میں ہم سے چھین لیا جائے گا شاعر اس کی منظر کشی اس انداز سے کرتا ہے کہ

اے ظالم تو نے ظلم کیا تجھ سے نادانی ہوئی　　پھول تو نے وہ توڑا جس سے پورے گلشن کی ویرانی ہوئی

مگر یہ سوچ کر قلم اٹھایا اور لکھنے لگا کہ وہ بڑھیا یوسفؑ کو خریدنے کے لئے ایک گٹھڑی لائی تھی جب کسی پوچھنے والے نے پوچھا اماں تو کیا لینے آئی ہے تو اماں نے کہا کہ یوسفؑ کو خریدنے آئی ہوں سائل نے جواب دیا یوسفؑ اس گٹھڑی کی قیمت سے تو خریدے گی اس پر اماں رو کر کہتی ہے مجھے پتہ ہے کہ میں یوسفؑ کو نہیں خرید سکتی لیکن میرا نام بھی یوسفؑ کے خریداروں میں آجائے گا اسی طرح میں اس قابل نہیں کہ میں اپنے اس قائد کو خراج تحسین پیش کروں لیکن شاید اسی بہانے میری بخشش ہو جائے ورنہ

ایں سعادت بزور بازو نیست

جب میں اپنے قائد کے علم کو دیکھتا ہوں تو مجھے علامہ انور شاہ کشمیریؒ یاد آجاتے ہیں جب میں ان کے جذبات کو دیکھتا ہوں تو مجھے ابوبکر صدیقؓ کا وہ جملہ یاد آتا ہے فرمایا کہ دین میں کمی آئے اور ابوبکر زندہ رہے اسی طرح میرے قائد نے کہا کہ امی عائشہؓ کی چادر تار تار ہو اور جھنگوی زندہ رہے۔

جب میں اس کے کردار کو دیکھتا ہوں تو "رحماء بینھم" کا مصداق نظر آئے اور جب میں اس کی خطابت کو دیکھتا ہوں تو عطاء اللہ شاہ بخاریؒ یاد آتے ہیں اس سے بھی بڑھ کر کہوں کہ "اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا" کا مصداق معلوم ہوتے ہیں۔

اگر اس کے مشن اور کاز کو دیکھتا ہوں تو سوچتا ہوں کہ یہ کس مٹی کا بنا ہوا انسان ہے کہ جس کو اس بات کا علم ہے کہ میرا مقابلہ کسی عام آدمی سے نہیں بلکہ بڑے بڑے جاگیرداروں سے ہے اور ان لوگوں سے ہے جن کی بات حرف آخر ہے اور جس کے پاس دولت مال و متاع ہے اور ہر طرح کی سہولت دستیاب ہے اور اس کے پاس نہ تو جائیداد ہے نہ مال و دولت ہے نہ کوئی اور ایسی سہولت موجود تھی جس کے ذریعہ اس دشمن کا مقابلہ کیا جا سکتا تھا مگر اس کے پاس ایک جذبہ تھا جس کے ذریعہ وہ کچھ کر

دینا چاہتا تھا اس نے آٹھ سال کا عرصہ اصحابؓ صفہ کے غلاموں کے قدموں میں بیٹھ کر گزار کر یہ سیکھا تھا کہ جو بات حقیقت ہو حق ہو تو اسے صاف صاف علی الاعلان کہہ دو اگرچہ کسی کو کڑوی لگے۔ جب اس نے اپنی نسبت کو دیکھا تو اس بات کا پختہ عزم کر لیا کہ اپنی اس نسبت کی مکمل لاج رکھے گا پھر اس نے اس بات پر پورے اترنے کے لیے اپنے مسجد کے محراب سے ابتدا کی اور اسی طریقہ سے جیسے میرے مدنیؒ نے دعوت کا آغاز ایک پہاڑی پر کھڑے ہو کر کیا تھا اسی طرح اپنے کاز کا اعلان حق نواز شہید مسجد سے شروع کیا اور وہاں پہاڑی پر آپؐ اکیلے کھڑے تھے اسی طرح یہاں مسجد میں میرا قائد اکیلا کھڑا تھا جیسے اس اعلان کے بعد آپؐ پر مصائب کے پہاڑ توڑے گئے اسی طرح اس اعلان کے بعد جھنگوی شہید پر بھی مصائب کے پہاڑ توڑے لیکن جیسے آپؐ نے سب کچھ برداشت کر کے طائف کے پتھر کھا کے اپنے اوپر مصائب کی بارش کروا کے مشن کو نہیں چھوڑا حتیٰ کہ فتح آپ کا مقدر ہوئی اسی طرح میرے قائد حضرت حق نواز جھنگوی پر بھی اس اعلان کے بعد مصائب کے پہاڑ توڑے گئے حتیٰ کہ اس کے راستے میں جیل آئی وہ عبور کر گیا ہتھکڑی آئی اس نے چوم لی اس کے اوپر قتل کے مقدمات بنائے گئے لیکن وہ اپنے مشن اور کاز کے اوپر پختہ عزم رہا پھر اس نے 1985ء کے اندر منظم اور مستحکم طریقہ سے ایک تحریک کا آغاز کیا جب یہ تحریک سامنے آئی تو دشمن کی آنکھیں کھل گئیں اور اس کی رات کی نیندیں اُڑ گئیں وہ اپنے آپ کی حفاظت کے لیے چیخ و پکار کر کے اپنی خاص عادت کو پورا کرتے ہوئے 22 رفروری کو اسے رستے سے ہٹا دیا گیا اس مرد قلندر کے بارے میں ہی کسی نے کہا تھا

سکندر سمندر کی موجوں کے اندر سو سمندر اک مرد قلندر

.....

بقیہ از صفحہ نمبر ۷۸۲.....

رکھتے ہیں جو اوروں کے لئے وفا کا جذبہ
وہ لوگ کبھی ٹوٹ کر بکھرا نہیں کرتے

بے شک امیر قافلہ حق جھنگوی شہیدؒ اپنی حیات مستعار میں عزیمت پر رہے اور بلاشبہ ان کا دشمن ہر وقت ہر آن ہزیمت پر رہا، انہیں دفاع صحابہؓ میں مار کھاتے ہوئے بھی دشمن کا ماتھا ٹھنکا ہوا نظر آتا تھا۔ دشمن کیا جانے وہ ختم تو نہیں ہوئے بلکہ وہ ایک بیج کی طرح زیر زمین ہوئے۔ اور کئی سارے اپنی طرح عیاں کر گئے۔ انہیں راستے سے ہٹانے کی ناپاک کوشش کی گئی مگر

وہ چنگاری خس و خاشاک سے کس طرح دب جائے
جسے حق نے کیا ہو نیستان کے واسطے پیدا

رب المجاہدین زبان و قلم کو ہر قسم کی تکسیر سے بچا کر ایسی تاثیر دے جب وہ لکھے اور بولے تو احقاق الحق اور ابطال الباطل کا تاحیات فریضہ سرانجام دیتے ہوئے مشن حقہ پر ہی دعا خلیفہ ثالثؓ کا مصداق بن جائے:

بس اک شعلہ جلا دو کسی صداقت کا
زمانہ آپ ہی صدیوں تلک ہوا دے گا

امیر عزیمت علامہ حق نواز جھنگوی شہیدؒ

جناب قاری محمد احسان الحق مدظلہ، باغ آزاد کشمیر

خالق کائنات نے ہر دور میں اپنے دین متین کی حفاظت کے لئے ایسے ایسے کہنہ مشق افراد کا انتخاب فرمایا کہ جن سے رب العزت نے دین کی حفاظت کا عالی فریضہ انجام دلوانا تھا تو انہیں عزم وحوصلہ اور ہمت بھی اسی قدر عطا فرمائی۔ جب 6/فروری 1979ء کو ایران میں خمینی انقلاب آیا اور خمینی نے اسلامی انقلاب کے نام پر مسلمانان عالم کو دھوکہ دینے کی کوشش کی اور اسی انقلاب کے پس پردہ ایران میں باطل پروپیگنڈہ شروع ہوا اور صحابہ کرامؓ و مسلمانوں کے خلاف لٹریچر کی اشاعت شروع ہوئی۔ خمینی کے اس باطل نظریے کو امت مسلمہ نے غلط فہمی کے باعث محسوس نہ کیا اور اس طرح یہ باطل نظریہ آگے بڑھتا گیا اور اس انقلاب کی راہیں ہموار ہوئیں۔ الغرض جب ان باطل نظریات کی نشر واشاعت میں کوئی رکاوٹ ودشواری نظر نہ آئی تو خمینی نے باقاعدہ ان نظریات باطلہ کی اشاعت شروع کردی اور پھر اس نے ایسی ایسی کتابیں لکھیں جو تعلیمات اسلامی کے سراسر خلاف تھیں اور مسلمانوں کے عقائد کو تباہ کرنے والی تھیں ان کتابوں میں اللہ تعالیٰ اور نبی کریمؐ پر اعتراضات کئے گئے تھے اور صحابہ کرامؓ پر کفر کے فتوے لگائے گئے تھے۔ ایرانی انقلاب کے بعد یہ کفر 13 مختلف زبانوں میں شائع ہو کر دیگر ممالک میں جانے لگا اور اس کفر سے قریب ترین مسلم ممالک کا متاثر ہونا یقینی تھا لیکن عین اسی وقت اللہ تعالیٰ نے دین متین کے دفاع کے لئے اک مرد قلندر، ایک پیکر اخلاص وفا شخصیت کا انتخاب کیا جس نے اپنا تن، من، دھن وار کے اسلام میں اس کفر کی آمیزش نہیں ہونے دی اور خمینی جیسے ملعون کو اسلام کا جھوٹا ہیرو بننے سے روک دیا اور اس کے باطل نظریات کے آگے سد سکندری بن کے ڈٹ گئے۔ دنیا اسی شخصیت کو امیر عزیمت شہید ناموس صحابہؓ علامہ حق نواز جھنگویؒ کے نام سے یاد کرتی ہے۔ شاہ جیونہ کے ایک غریب گھرانے میں پیدا ہونے والا یہ مرد قلندر جس نے ابوالکلام آزادؒ اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی سنت کو دوبارہ زندہ کیا اور کفر کے ایوانوں میں لرزہ طاری کردیا۔ امیر عزیمت علامہ جھنگوی شہیدؒ کے ضلع جھنگ میں ابتدا ہی سے شیعہ سنی فسادات ہوتے رہتے تھے اور یہ وہ ضلع تھا جہاں پر برسوں سے شیعہ وڈیرے اور جاگیردار فرعونوں کی طرح آمرانہ زندگی بسر کررہے تھے اور شاہ جیونہ ہمیشہ سے شیعہ وڈیروں کا اڈہ رہا ہے تمام الیکشنز میں وہاں کے شیعہ بلا مقابلہ منتخب ہوجاتے اکثر اوقات میں ضلع جھنگ کے سنی مزارع ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرجاتے تھے۔ ایسے حالات میں اللہ تعالیٰ نے مظلوم سنیت کی دادرسی کے لئے امیر عزیمت کو کھڑا کیا اور ان سے وہ کام لیا جو رہتی دنیا تک تاریخ کا اہم کردار رہے گا۔ جھنگ میں ایک بڑے دروازے کا نام باب عمرؓ ہے شیعہ جب بھی اپنا جلوس اس دروازے سے گزارتے تھے تو سب سے پہلے باب عمرؓ کے الفاظ پر کپڑا ڈال دیتے تھے تاکہ حضرت عمرؓ کا نام نظر نہ آئے اور پھر گھنٹوں وہاں کھڑے ہو کر حضرت عمرؓ پر بھونکتے تھے اس وقت مولانا حق نوازؒ ایک کچی مسجد کے خطیب تھے اور آپ جرأت واستقامت کا پہاڑ بن کر دس محرم کو ایک بہت بڑے جلوس کے سامنے اسی دروازے پر اکیلے ڈٹ گئے اور فرمایا کہ جب تک حق

نواز زندہ ہے حضرت عمرؓ پر تبرا نہیں کیا جا سکتا اس وقت اس گفتار و کردار کے غازی کو ظالم پولیس نے اتنا مارا کہ مولانا بے ہوش ہو گئے اور کافی عرصہ جیل میں رہے۔ امیر عزیمت کی جدوجہد کا آغاز یہی واقعہ ہے۔ اصحاب رسول کو معیار حق و صداقت ثابت کرنا ان کی گفتگو کا محور ہوتا تھا امیر عزیمت اسلام کے عظیم سکالر، مفکر، علامہ، شعلہ بیان مقرر اور صحابہ کے وکیل تھے اکثر فرمایا کرتے تھے کہ کیا وجہ ہے کہ اگر ..... یا ہماری ماں بہن کو کوئی گالی دے تو ہم برداشت نہیں کرتے مگر صحابہ کرامؓ اور ازواج مطہرات کو گالی دی جائے تو ہم خاموش ہو جاتے ہیں آخر یہ کیوں ہے؟ صحابہ کرامؓ اتنے لاوارث کیوں ہیں۔ امیر عزیمت علامہ حق نواز جھنگویؒ نے ملت اسلامیہ کے پائندار و درست نظریے کو جس انداز سے نوجوان نسل کے ذہن میں راسخ کیا یہ انہی کا کمال تھا۔ اس راستے میں مولانا پر اس قدر مظالم ڈھائے گئے کہ جن کا بیان کرنا مشکل ہے صرف ایک اس مثال کو دیکھا جائے کہ جیل میں مولانا کے جسم کے سارے بال کھینچ کھینچ کر اکھاڑے گئے جلتے سگریٹوں سے جسم کو داغا گیا ڈاڑھی سے پکڑ کر گھسیٹا گیا اور کئی کئی دن بغیر کھانے پانی کے رکھا گیا مگر صد آفریں اس فرزند اسلام پر کہ کبھی بھی پائے استقلال میں جنبش نہیں آئی۔ یہ حضرت امیر عزیمت جھنگوی شہیدؒ کے اپنے بلند ترین مقاصد پر تن، من، دھن سب کچھ لٹانے کے جذبے کا نتیجہ ہے کہ امیر عزیمت کی کفر کے خلاف پکار بہت قلیل عرصہ میں پوری دنیا میں پھیل گئی اور ان کی مذہبی و سیاسی خدمات میں خلوص کی انتہا کی وجہ سے ہی آج بھی عوام جب امیر عزیمت کا ذکر سنتے ہیں تو اشکبار ہو جاتے ہیں۔

امیر عزیمتؒ نے 1985ء میں انجمن سپاہ صحابہؓ کا قیام جھنگ صدر کی جامع مسجد میں کیا اور تھوڑے ہی عرصہ میں سپاہ صحابہؓ ملک کی ایک بڑی جماعت بن گئی یہ مولانا کے خلوص کا نتیجہ تھا اسی دوران آپ ملتان کی جیل میں اڑھائی ماہ تک قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے اور جس دن رہا ہوئے تو جھنگ کے در و دیوار ایک عجیب خوشی کا سماں پیش کر رہے تھے 25 ہزار کے جم غفیر نے مولانا کی کار کو کندھوں پہ اٹھا لیا جس سے ایوان ہائے اقتدار میں کھلبلی مچ گئی سنی عوام کی طرف سے عقیدت کا اتنا بڑا مظاہرہ اپنی مثال آپ تھا دو گھنٹے کا سفر پانچ گھنٹوں میں طے ہوا۔ اُس سے اگلی رات رات ڈیڑھ بجے وزیر اعلیٰ پنجاب کی ہدایت پر مولانا پر قتل کا مقدمہ درج کر دیا گیا اور گرفتار کر کے میانوالی جیل میں بند کر دیا گیا ایک بنیان اور چادر میں مولانا کو مار مار کر بے ہوش کر دیا گیا۔ 1988ء کے انتخابات میں مولانا نے بیگم عابدہ حسین کے مقابلہ میں ایم این اے کا الیکشن لڑا اور 36 ہزار ووٹ حاصل کئے پاکستان کی حزب اختلاف اور حزب اقتدار دونوں کو مولانا کی بڑھتی ہوئی اس مقبولیت سے خطرہ تھا کہ کہیں یہ آدمی اسمبلی میں نہ آ جائے اور یوں پاکستان و ایران کے شیعہ بھی مولانا کی جان کے دشمن بن گئے اور امیر عزیمت کو راستے سے ہٹانے کی نت نئی راہیں تلاش کرنے لگے۔ مولانا شہیدؒ پر کئی بار قاتلانہ حملے بھی ہوئے اور دندانِ مبارک بھی شہید ہوئے مگر آپ مشن پر ڈٹے رہے۔

امیر عزیمتؒ نے اپنی شہادت سے چند روز قبل انکشاف کیا تھا کہ میرے قتل کی سازش تیار ہو گئی ہے اور مجھے 20 سے 25 فروری تک قتل کر دیا جائے گا مگر مولانا کے اس انتباہ پر ایوان ہائے اقتدار میں بیٹھے ہوئے لوگوں نے کوئی توجہ نہ دی اور اسلام کے اس عظیم سکالر کو 22 فروری 1990ء کو گولیوں سے چھلنی کر دیا گیا۔

مولانا اکثر یہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں مر کر صدیقؓ کے کھاتے میں لگ جاؤں تو یہ سودا سستا ہے مہنگا نہیں۔

اپنے لہو سے روشن کر دیں گلیاں اس ویرانے کی
گرچہ تنگ بہت تھیں راہیں شہر وفا کو جانے کی
جان تھی سو وہ بھی حاضر کر دی پھر بھی رہے شرمندہ سے
دل والے خود ہی لکھ دیں گے کہانی اس افسانے کی

وہ لوگ بزمِ دہر سے نایاب ہو گئے

جناب عظمت علی رحمانی صاحب۔ کراچی

کفر کفر ہی ہوتا ہے چہ جائیکہ وہ کسی بھی بھیس میں ہو، مرزا قادیانی کی صورت میں ہو تب، سبائیت کی زریت شیعیت کی صورت میں ہو تب کفر کفر ہی کہلائے گا، کفر و باطل کا مقابلہ ہر دور میں ہوتا رہا ہے رہے گا۔ (انشاء اللہ) کفر کے گندے اذہان سے پھوٹنے والی گندی سوچوں اور اثرات رطب و یابس کا مقابلہ کرنے کے لئے رب کائنات نے ہر دور میں انفراداً یا مجموعاً ایسے دیدہ ور شخصیات کا چناؤ کیا ہے، جنہوں نے جان کی پرواہ کیے بغیر احقاق الحق اور ابطال الباطل کی ایسی ناقابل فراموش داستانیں اپنے خونِ سعید سے رقم کی ہیں کہ ان کی نظیر قریب قریب میں نہیں ملتی رب المجاہدین کا یہ نظام ہے کہ اس نے گویا ہر دور میں فرعونیت کے لئے موسویت کی ضرب کاری کا بندوبست کیا ہے رب لم یزل ولا یزال نے سخت سے سخت زہر آلودہ کے لئے تریاق کا انتظام بھی کیا ہے۔

یوں تو سبائیت کی بیخ کنی اکابرین ارشاد الشیعہ، ہدیۃ الشیعہ، اجوبہ اربعہ وغیرہ لکھ کر کرتے رہے ہیں لیکن ماضی قریب میں یکا یک ایک ایسی مجددانہ آواز گونجی جس نے شیعیت کے کفریہ ایوانوں میں زلزلہ برپا کر دیا، زبانِ زدِ عام ہے کہ یہ آواز کس کی تھی؟ یہ آواز حق امیر عزیمت حق نواز جھنگویؒ کی تھی، اس مردِ قلندر کی حیاتِ مستعار پر کیا لکھا جائے، ان کی خدمات، حالات و واقعات پر لکھنے کے لئے بڑے دل گردے والا قلم چاہئے کیونکہ بعض قلمکاروں کے قلم راہِ حق کے دیدہ وروں، غازیوں اور شہیدوں کے قصیدے لکھنے سے پرہیزی ہوتے ہیں۔ میں کیا لکھوں میری تو عمر اُن کے خون سے پھوٹنے والی تحریک جتنی بھی نہیں پھر بھی میری سعادت کہ قلم ہاتھ میں ہے ورق سامنے ہے موضوع و عنوان کے لئے دل و دماغ باوضو بھی ہے لیکن الفاظ، استعاروں کا حسین سنگھار لئے تصور کے میدان میں صف بند ہو جاتے ہیں۔ بہر کیف آج الفاظ اپنی رونق اور استعارا اپنی رینت گویا کہ کھو چکے ہیں۔

یہ نوعمر قلم قرطاس کے مصلے پر ایک ایسی شخصیت کے لئے سجدہ ریز ہے جس کی للکار پر کفر تلملا اٹھتا ہے تھا ایسی نابغۂ روزگار ہستی پر کچھ رقم کرنے کے لئے الفاظ کا حسین سنگھم و ذخیرہ میرے دل و دماغ کے آخری کونے تک دامن کی تنگی کا ثبوت دے رہا ہے۔ کاش یہ سارے موتیوں جیسے تعریفی و توصیفی الفاظ لمحات، جملے بن کر میرے دل و دماغ کی ترجمانی کرتے! میرا وجدان ایسی دوات بن جاتا کہ میں نوعمر قلم کو پوروں سے سہارا دے کر صفۂ ذہن کی استعانت لیتے ہوئے کچھ نہ کچھ الفاظ و نقاط کا مجموعہ نوکِ قلم لا سکتا، بظاہر ایسا بھی ممکن ہے مگر شاید ایسے ہی ہو جاتا کہ میرا دل دھڑک سے سینے سے بیزاری کا اعلان کرتے ہوئے باہر آ جاتا پھر اسے سلسلہ غیب سے نطق و گویائی مل جاتی پھر وہ اپنی کیفیت اپنے احساسات اپنی آرزوؤں کو الفاظ کے روپ میں ڈھالتا وہ گویا ہوتا کہ یارو سنو ایسی بڑی شخصیات کے چلے جانے سے نرگسیں کیوں روتی ہیں، کلیاں پھولوں سے کیوں خفا خفا رہنے لگتی ہیں، پھول کیوں مرجھا جاتا ہے جب ایسے لوگ داغِ مفارقت دیتے ہیں تو جسم کے انگ انگ کیسے روتے ہیں اور راگ کیسے رستی ہے پھر شاید کسی کو احساس ہو جاتا ہے کہ عشق

ووفا کا اظہار کیسے ممکن ہوتا ہے۔

مؤرخ نہیں کہ ان کی پوری تاریخ کو رقم کر ڈالوں شاعر بھی نہیں کہ ان کی مداح میں شعر گوئی کرتا ہاں مگر اتنا ضرور ہے کہ قلم سے رشتہ استوار رکھنا چاہتا ہوں۔ بعض لوگ اس قلم کی حرمت واہمیت سے نابلد ہونے کے باعث اس سے بڑی گندی تحریریں لکھ جاتے ہیں اپنے ذہنوں کی خباثت کو نوک قلم لے آتے ہیں اسی پس منظر میں ہم نے قلم کو پیش نظر رکھا ہوا ہے۔ جو حقیقت اور سچائی دل میں مضمر ہوتی ہے اسے سپرد قلم وقرطاس کرتے ہیں۔ دامن اگرچہ خالی ہے مگر کچھ کلیاں ساتھ ساتھ لئے ہوئے ہیں جو دہ ہدیہ دے سکتا ہوں امیر عزیمتؒ کے بارے میں قلمکاروں نے لکھا ہے لکھیں گے (انشاء اللہ) مداح سراؤں نے بیان کیا اور کریں گے بھی (انشاء اللہ) میری آنکھیں مولانا کو نفس بنفس دیکھنے کی سعادت سے محروم رہی ہے آج بھی ان کی تقریر دل پذیر سن کر میرا وجدان قسم کو ہو جاتا ہے اور ان جیسا مخلص متقی فکر مند، نگہبان، شفیق، ثابت قدم حاضر دماغ وجواب، وسیع النظر، بلیغ البصر کشادہ دل کے مالک، سخی، ہمہ گیر استقامت، جرأت ہمت کی کوہ ہمالیہ حالات پر کڑی نظر رکھنے والے کہے ہوئے پر ڈٹ جانے والے کفر کے ایوانوں میں لرزا برپا کر دینے والے صحابہ کرام جیسی مقدس ہستیوں پر تبرا کرنے والے دشمنوں کی نیندیں حرام کرنے والے کارکنوں کے لئے اخلاص کا سمندر رکھنے والے مشن سے اتنی محبت کہ سب سے پہلے خود جان قربان کرنے والے اس شہید راہ حق شہید ناموس صحابہؓ امیر عزیمت حق نواز جھنگویؒ کے علاوہ اس دور میں کسی تحریک کو ایسا قائد ملنا مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہے میں نے سب سے پہلے ان کی کبیر والہ کی تقریر لاجواب سنی تھی انہوں نے بڑے محققانہ اور مدلل انداز میں اکثر تقریر کرتے ہوئے احمد سعید ملتانی کو اپنی زبان بند رکھنے کو کہا تھا۔ امیر عزیمت اپنے مشن وکاز کی لگن میں مگن رہے دن ہفتوں کا اور ہفتے مہینوں کا اور مہینے سالوں کا لبادہ اوڑھتے چلے گئے بالآخر ماضی قریب میں اسی احمد سعید ملتانی کا دجل وفریب اس کی مکاری وعیاری ''قرآن مقدس بخاری محدث'' کی صورت میں سب پر عیاں ہوگئی۔ شیخ سعدیؒ کا قول معروف ہے ''قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید'' اسی حق نواز جھنگوی مرد قلندر نے آج سے کئی سال پہلے اپنی قلندرانہ صدا اس چتر وڈگڑھی کے خلاف بلند کر کے بتا دیا تھا کہ اگر اس شخص کی زبان کو بند نہ کیا گیا تو آنے والے وقت میں یہ گستاخ مزید گستاخی کی جسارت کر سکتا ہے۔ قلندرؒ کی اس وقت کی بات آج سچ ثابت ہو چکی ہے آج اپنے ہوں تب، غیر ہوں تب ''قرآن مقدس بخاری محدث'' کے منظر عام پر آنے کے بعد سب کا وہی انداز ہے جو آج سے بیس سال قبل اس مرد قلندر حق نواز جھنگوی شہیدؒ کا اس سے بھی اس وقت زیادہ تھا۔ آج اس مرد قلندر کی ہر طرف بڑی شدت سے کمی محسوس کی جا رہی ہے۔ ایک بڑی جماعت (جمعیۃ علماء اسلام) کا مختلف دھڑوں میں بٹ جانا ایک انتہائی قابل افسوس بات ہے، کہیں ''س'' و ''ف'' ہیں تو کہیں نظریاتی، قادری تو دوسری طرف درخواستی گروپ ہے۔ میرا وجدان کہتا ہے کہ اگر امیر عزیمتؒ زندہ ہوتے تو شاید منظر یوں نہ ہوتا کیوں کہ انہوں نے ایک دفعہ اک بہت بڑے مجمع عام میں کہا تھا کہ اگر تم میرا ساتھ دو تو میں سین وفاء کو یکجا کر دوں گا مگر سوئے قسمت کہ وہ اتحاد شرعی کا داعی جلدی سفر آخرت پر روانہ ہو گیا ہے

وہ جن کے دم سے جنس وفا تھی گراں بہا
وہ لوگ بزم دہر سے نایاب ہو گئے

دوسروں کے لئے اخلاص ووفا کا انتہاء کا جذبہ رکھنے کی وجہ سے ہی آج ایجنسیوں اور دشمنوں کی لاکھ لاکھ کوششوں کے باوجود کوئی بھی باز گرنے کو بلکہ تند وتیز طوفانوں میں ڈگمگاتا ہوا بھی نظر نہیں آتا دوسروں کے لئے اسی جذبے کی بدولت آج تک تحریک دفاع صحابہؓ (سپاہ صحابہؓ) میں نا تو دھڑے بندی ہو سکی نہ ہی انشاء اللہ ہو گی (انشاء اللہ)

.....بقیہ صفحہ نمبر ۷۷۸ پر.....

امیر عزیمت حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ

محمد سلیم متعلم جامعہ محمودیہ گلشن جھنگوی شہیدؒ جھنگ صدر

برتر از اندیشہ سود و زیاں ہے زندگی ہے کبھی جان اور کبھی تسلیم جاں ہے زندگی
تو اسے پیمانہ امروز و فردا سے نہ ناپ جاوداں، پیہم رواں ہر دم جواں ہے زندگی

جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو آباد کرنے کے لئے اپنا خلیفہ بھیجنا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں سے کہا کہ میں اس زمین میں اپنا خلیفہ بھیجنا چاہتا ہوں تو فرشتوں نے اپنے رب سے کہا کہ اے اللہ کیا آپ اس مٹی سے بنے انسان کو زمین میں بھیجنا چاہتے ہیں یہ تو زمین میں فساد پھیلائے گا اور ایک دوسرے کا خون بہائے گا۔ آپ کی اگر غرض یہ ہے کہ یہ زمین میں میری تسبیح کریں گے میری حمد کریں گے میری پاکی بیان کریں گے تو اس کام کے لئے تو ہم موجود ہیں یہ سارے کام ہم کریں گے تو اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے کہا "انی اعلم مالاتعلمون" "میرے فرشتو جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔ فرشتوں کا اعتراض بھی فی محلہ درست تھا کیونکہ یہ عجیب نوعیت کی تخلیق ان کی سمجھ سے بالاتر تھی۔ یہ مشت خاک بلاشبہ اپنی نوعیت کی ایک جداگانہ تخلیق ہے اور اس میں بغاوت کے آثار نمایاں ہیں لیکن اسی خاک کے پتلے میں وفا اور عشق کے جذبے بھی نمایاں ہیں۔ زندگی کو قربان کر دینے کا جو حوصلہ اس میں ودیعت رکھا گیا ہے وہ کسی اور مخلوق میں کہاں؟ تو انسان اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر بن عملی میدان میں اُتر پڑا اور اطراف دو عالم کو ضیا بخشی جس کی زندہ مثال ماضی قریب میں موجود ہے۔ جب اس برصغیر میں فتنہ رافضیت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں نے شب تاریک کر دی تھی دین متین کے تقدس کو پامال کرنا اُن کا مسلک تھا مسلمانوں کے اخلاق و اطوار کو زمین دوز کرنے کے لئے یہ بدعقیدہ عملی قدم اُٹھا چکے تھے۔ جس کے نتیجے میں پورے برصغیر میں عمومی طور پر اور پاکستان میں خصوصی طور پر سازشوں کا جال بچھا دیا گیا۔ ان سنگین حالات میں مسلمان اپنے سانس کو رکتا محسوس کر رہے تھے۔ اس وقت ضرورت ایک ایسی شخصیت کا تقاضا کر رہی تھی جو انسانیت کو جلا بخشے۔ وطن عزیز پاکستان کے مسلمانوں کے لئے تنگ زمین کو وسعت دے۔ اسلام کی عظمت کا پھریرا پورے عالم میں لہرا کر اس ناپاک نسل کا سدباب کرے جس کا دل محافظین اسلام اصحاب رسول کی عظمت اور محبت سے سرشار ہو جو وطن عزیز میں اسلام کی عظمت کو اجاگر کرے اور امن کا گہوارہ بنانے کے لیے اور کفار اور منافقین کی سازشوں سے محفوظ رکھنے کے لئے عملی میدان عمل میں آئے ان ابتر حالات میں اللہ تعالیٰ نے ایسی شخصیت کا انتخاب کیا دنیا جس کو امیر عزیمت حق نوازؒ کے نام سے جانتی ہے۔ یہ انتخاب الٰہی قدرت کا عظیم احسان تھا بچپن سے آپ کے اندر موجود جواہر کا ظہور ہونے لگا۔ اسلام سے محبت موروثی تھی۔ اسلام اقتدار کو پامال ہوتے دیکھ کر برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ یہی وہ اسلام سے محبت تھی جس نے آپ کو اسلامی تعلیم کے حصول کی طرف مجبور کیا۔ آپ نے اپنی تعلیمی فراغت کے بعد جلد ہی عملی میدان میں قدم رکھا۔ وطن عزیز میں ایرانی انقلاب کی بوسنیت کے لیے ایک چیلنج تھی اس کی سرکوبی کے لئے ایک ایسے پلیٹ فارم کی ضرورت

تھی جس کا مشن و مشرب ازواج رسول اور اصحاب رسول کا تقدس ہو اور رافضیت کے لئے سینہ سپر ہو۔ جب پوری شیعیت پوری طرح بیدار تھی اصحاب رسول پر تبرہ بازی ان کی زندگی کا معمول تھا دوسری طرف یہ سنیت کی غیرت کو چیلنج تھا یہ سُنی قوم جو صداقت صدیق اکبرؓ کی محافظ تھی جو غیرت فاروق اعظمؓ کو اپنی کفایت باطنی سمجھتی تھی اور اپنے آپ کو غیور کہہ کر فخر محسوس کرتی تھی ان حالات میں امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ نے وقت کی نزاکت کو بھانپتے ہوئے سُنیوں کے اندر جذبہ صداقتؓ، غیرت فاروقیؓ، حیا عثمانیؓ، جرأت حیدریؓ، جذبہ شہادت حسینیؓ اور تدبر معاویہؓ پیدا کرنے کے لئے ایک انجمن کی بنیاد رکھنے کے لئے برسرپیکار ہو گئے۔ مختلف مکاتب فکر کے علماء کو اس دجل وفریب اور مکار فتنہ کی سرکوبی کے لئے اپنے ساتھ ملایا اور جلد ہی ایک لشکر ترتیب دینے میں کامیاب ہو گئے اس کی بنیاد بھی اسی طرز پر رکھی گئی جب اسلام اور اہل اسلام کو ہر طرح کی سازشوں کا سامنا تھا تو آپؐ نے 313 کا لشکر ترتیب دے کر عزیمت کی بنیاد رکھی۔ علامہ جھنگوی شہیدؒ نے بھی اسی طرز پر سنت نبوی کو زندہ کیا جس طرح لشکر بدر کا دل محبت رسول اور عظمت اسلام سے سرشار تھا ایسے ہی یہ مختصر لشکر بھی اپنے دلوں میں محبت رسول اور محبت اصحاب رسول رکھتا تھا۔ سپاہ صحابہؓ کے قیام کا مقصد تقدس صحابہؓ وازواج مطہراتؓ تھا۔ دشمن اپنی غلیظ قلموں سے غلیظ تحریریں لکھ کر اور اپنے بیانات میں صحابہ کرامؓ پر طعن وتشنیع کر کے اپنے کلام میں چاشنی پیدا کرتا تھا تو اس مرد مجاہد نے اصحاب رسول کے خلاف اٹھنے والی آوازوں کو اور لکھنے والی قلموں کو ہمیشہ کے لئے خاموش کرانے کی ٹھان لی۔

ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں
اب ٹھہرتی ہے دیکھئے جا کر نظر کہاں

مولانا شہیدؒ کی صدا تھی مجھے اپنی اولاد عزیز ہے لیکن صدیقؓ سے زیادہ عزیز نہیں مجھے اپنی ذات عزیز ہے لیکن امی عائشہؓ کے تقدس سے زیادہ عزیز نہیں میں اصحاب رسول کے لیے اپنا سب کچھ لٹا سکتا ہوں لیکن اصحاب دشمن عناصر کو ان کے مردود موقف میں کامیاب ہونے نہیں دوں گا۔ حضرت جھنگوی شہیدؒ علامہ عبدالشکور لکھنویؒ کے علم اور اُن کی جدوجہد کے وارث تھے، شاہ ولی اللہ کی کڑھن کے جانشین تھے۔ شاہ ولی اللہؒ کے خواب کی تعبیر مولانا جھنگوی شہیدؒ کی صورت میں ظاہر ہوئی۔ حضرت شاہ صاحبؒ بھی راتوں رات رویا کرتے تھے اور اصحاب رسولؐ کے خلاف لکھی جانے والی ہرزہ سرائی کی سرکوبی کے لئے تڑپتے تھے مولانا جھنگویؒ بھی جب ان کی غلیظ عبارتوں کو پڑھتے تھے تو سر پکڑ کر رونا شروع کر دیتے تھے لیکن ان کے دل میں ایک جذبہ تھا ولولہ تھا کڑھن تھی وہ میدان عمل میں آنا چاہتے تھے۔ سپاہ صحابہؓ کے نام سے یہ بابرکت جماعت جن کا دل عظمت اصحاب رسول اور محبت اصحاب رسول سے سرشار تھا یہ لوگ صدیقؓ کی صداقت، فاروقؓ کی غیرت، عثمانؓ کے حیا، علیؓ کی جرأت اور امی عائشہؓ کے تقدس کی خاطر سر دھڑ کی بازی لگانا چاہتے تھے۔ مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ اب چوکوں، چوراہوں، بازاروں اور گلیوں میں اُن بدزبانوں کو لگام دے رہے تھے۔ مولانا شہیدؒ نے پورے ملک میں دشمن اصحاب رسول کا تعاقب کیا۔ ایرانی انقلاب کے مضبوط پنجوں کو اکھاڑ پھینکا

شاید اسی کا نام محبت ہے شفیقہ
اک آگ سی ہے سینے کے اندر لگی ہوئی

یہ حضرت جھنگوی شہیدؒ کے خلوص کی برکت تھی کہ پاکستان کے ہر سُنی بچے، نوجوان اور بوڑھے کے ہاتھ اصحاب رسول کے تحفظ کی نمائندہ جماعت سپاہ صحابہؓ کا پرچم تھا۔ پوری ساری قوم اصحاب رسول کی عظمت اور تقدس کی خاطر اپنے سر پر کفن باندھ چکے تھے۔

اس کے نتیجے میں پورے ملک میں رافضیت کے لئے یہ زمین تنگ ہوتی جا رہی تھی اب اصحاب دشمن قلمیں اور زبانیں خاموش ہو چکی تھیں پاکستان کی سرزمین میں ایرانی انقلاب جیسے انقلاب کا خواب دیکھنے والی نسل اب اپنے بلوں میں گھستی نظر آ رہی تھی

جاء الحق وزھق الباطل کی تفسیر واضح تھی۔ دشمن نے مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کا راستہ ہر طرح سے روکنے کی کوشش کی لیکن مولانا شہیدؒ ان تمام رکاوٹوں کو عبور کرتے جا رہے تھے کبھی سیف ابوبکر بن کر زندیقوں پر ٹوٹ پڑتے تھے کبھی غیرت فاروقی بن کر دشمن کے لئے یلغار ثابت ہوتے تھے کبھی قیادت عثمانؓ کے علمبردار بن کر دشمن کو بے نقاب کرتے تھے کبھی جرأت حیدری بن کر کفار پر دلائل سے کاری زخم کرتے تھے جب دشمن کے لئے تمام راستے بند کر دیئے تو پھر دشمن اپنے سابقہ مشن پر لوٹا اور تشدد پر اُتر آیا لیکن یہ مذموم کوششیں بھی رائیگاں رہیں قائد شہیدؒ کا نظریہ تھا

اپنی ملت کو قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی

ہر قسم کی صعوبتیں برداشت کیں، حکمرانوں کا تشدد بھی بے سود ثابت ہوا۔ عزیمت آپ پر رقص کرتی تھی یوں تو عزیمت کے مختلف ادوار گزرے ہیں لیکن مولانا شہیدؒ کی عزیمت تاریخ کا سنہری پہلو ہے۔ ایک مرتبہ سابق گورنر کا واقعہ جو اس نے اپنی زبانی بیان کیا قائد اہلسنت مولانا محمد احمد لدھیانوی مدظلہ خطبہ جمعہ میں یہ واقعہ بیان فرما رہے تھے اور ان کی تکلیف اور تشدد پہ رو رہے تھے اور ان کی عزیمت پہ رشک کر رہے تھے۔

سابق گورنر غلام مصطفیٰ کھر کی ایک مرتبہ میانوالی جیل میں مولانا جھنگوی شہیدؒ کی ملاقات ہوئی اس سے پہلے جب تین چار مرتبہ سابق گورنر نے مولانا شہیدؒ پر تشدد کو دیکھا تو اس سے رہا نہ گیا اس نے جیل کے سپرنٹنڈنٹ کو بلایا اور پوچھا کہ ماجرا کیا ہے؟ کہ ایک عالم کو تم اتنی بُری طرح تشدد کا نشانہ بنا رہے ہو تو اس نے جواب دیا کہ یہ مولوی اپنے موقف میں ذرا بھی لچک کا مظاہرہ نہیں کر رہا تو اس نے مولانا کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ حضرت آپ اتنا تشدد برداشت کر رہے ہیں آپ اپنے موقف میں کچھ نرمی کریں تا کہ آپ سے یہ تشدد ٹل جائے تو اس میں کیا حرج ہے؟ تو مولانا شہیدؒ نے عجیب جواب دیا تاریخ میں سنہرے حروف کے ساتھ موجود ہے۔ آپؒ نے فرمایا اگر یہاں میں یہ کہہ دوں کہ امی عائشہؓ کا دشمن کافر نہیں تو کل قیامت کے دن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت ہوگی تو اس وقت امی عائشہؓ مجھ سے یہ پوچھ لیں کہ حق نواز تو نے مار کے ڈر سے میرے دشمن کے بارے میں نرمی اختیار کی تھی تو وہاں میں کیا جواب دوں گا؟ اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ میں اس عملہ کو بھی بتا دینا چاہتا ہوں ہوں کہ جہاں تمہارے تشدد کی انتہا ہوگی وہاں سے میری محبت کی ابتداء ہے اور فرمایا کہ مجھے صحابہ کرامؓ اور ازواج مطہرات کی خاطر ماریں کھانا بھی برداشت ہیں اور اپنے کارکنوں کو پیغام محبت اور پیغام عزیمت دیا

حق بات کہو پھر ڈٹ جاؤ پھر چاہے سر بھی کٹ جائے
جب خون گرے دشمن بھی کہے کردار صحابہؓ زندہ ہے
تا خلاف کی بنا دنیا بھر میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

اللہ تعالیٰ شہید قائد کو اعلیٰ علیین میں جگہ نصیب فرمائیں۔ (آمین)

عظیم مردِ قلندر

تحریر:۔ قاری ابو معاذ نعیم غفاری صاحب

جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا وہ شان سلامت رہتی ہے — یہ جان تو آنی جانی ہے اس جان کی کوئی پرواہ نہیں
کچھ ایسے بھی بزم سے اٹھ جائیں گے جن کو — تم ڈھونڈنے نکلو گے مگر پا نہ سکو گے

اللہ رب العزت نے بے شمار انسان اس دنیا فانی میں پیدا کئے اور کئی انسان ایسے بھی ہوئے جنکو اللہ پاک نے اعلیٰ مراتب عطا فرمائے جن میں سرفہرست حضرات انبیاء کرام علیہم السلام ہیں آخر میں خدائے لم یزل نے نبی آخر الزماں، ہادی کونین، سرور سروراں، سرکار دو عالم، امی عائشہ وحفصہ کے سرتاج، زینب ورقیہ، ام کلثوم وفاطمہ کے والدِ گرامی، محبوب کبریا، جناب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور ساری کائنات سے افضل واشرف، اعلیٰ وبالا بنا کر بھیجا۔ پھر اللہ نے آپؐ کی امت میں بھی کئی ایسے اپنے برگزیدہ وپسندیدہ بندوں کو تخلیق فرمایا کہ جنہوں نے تادم حیات اسلام کی آبیاری کی، ہر قدم پر امتِ محمدیہ ان کی مرحونِ منت اور احسان مند رہی اور کئی انسانوں کی زندگیوں کو انہوں نے اپنی نورانی توجہات سے منور فرمایا اور ہر موقع پر ان کی زندگی سے امت متمتع ہوتی رہی۔ انہوں نے مسلمانوں کے قلوب واذہان کو اپنی توحید ورسالت اور عفت ناموسِ صحابہؓ پر کی گئی تقاریر سے روشن کیا۔ ان کی وفات کے بعد بھی دنیا انہیں ہمیشہ یاد رکھتی ہے اور ان کی زندگی کی ہر ہر ادا تاریخ کے سنہری اوراق پر رقم ہوتی ہے۔

اور بعض انسان ایسے بھی پیدا ہوئے جنہوں نے اپنی جان ومال، عزت وآبرو، اولاد ورشتہ دار، وطن وقوم کی پرواہ کئے بغیر اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے۔ اور کفر واسلام کے مابین تفریق کئے، عظمتِ رسولؐ وعظمتِ اہل بیتؓ وعظمتِ صحابہؓ کرام کے لئے اللہ کے حضور اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر دیا..... مگر حق وصداقت سے ایک انچ بھی پیچھے نہ ہٹے اور اپنے مشن وموقف سے ان کے پایۂ استقلال میں لغزش نہ آئی بلکہ آگے بڑھتے چلے گئے۔ انہیں برگزیدہ اور اولوالعزم اور اللہ پاک کی منتخب ہستیوں میں سے جھنگ کی سرزمین سے ایک چھوٹا سا شیر دل انسان اور نوجوان دل میں امت کی تڑپ لے کر اٹھا اور پوری دنیا پر تحریک بن کر چھا گیا..... جنہیں ہم آج بانی جماعت حضرت اقدس مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ کے نام نامی اسم گرامی سے جانتے اور پہچانتے ہیں۔

22 رفروری 1990ء بمطابق 27 رجب المرجب 1410 ہجری جمعرات کی شب 8 بجے اہلیان جھنگ کے لئے بجلی بن کر گری جس وقت مولانا حق نواز جھنگوی کو سفاک درندوں نے اپنے گھر کے دروازے کی دہلیز پر گولیوں کا نشانہ بنا کر بے دردی سے شہید کر دیا۔ آپ کی شہادت کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پورے جھنگ شہر میں خصوصاً اور پورے ملک میں عموماً پھیل گئی ہر آنکھ اشکبار تھی ہر دل غمزدہ تھا کیونکہ کسی بھی (مذہبی) تنظیم کے قائد ورہنما اور بانی کی یہ سب سے پہلی شہادت تھی۔ اس لئے اہلیان جھنگ پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے اور وہ آبدیدہ نظر آنے لگے۔ اس لئے کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

یاد داری کہ وقتِ زادنِ تو — ہمہ خنداں بدند و تو گریاں
آنچنا زی کہ وقتِ رفتنِ تو — ہمہ گریاں بودند و تو خنداں

(اے انسان کیا تجھے یاد ہے کہ جب تیری پیدائش ہوئی تو تو رو رہا تھا اور تمام لوگ خوشی سے مسکرا رہے تھے۔ اب تو اپنی زندگی اس انداز سے گزار کہ جب اس دنیا سے تیری رخصتی کا وقت آئے تو تو ہنستا مسکراتا ہو اور لوگ تیری خوبیوں کو یاد کر کے رو رہے ہوں)

جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ اس فارسی کے قطعے کا پورا اور صحیح مصداق تھے۔ قحط الرجال کے اس دور میں ایسے مخلص، عالم باعمل، جھنگوی شہیدؒ جیسا حق گو، صاحب بصیرت وتقویٰ، مجدد وقت، مشفق ومربی، پیاسی نظریں تلاش کرنے میں ناکام نظر آتی ہیں۔ اس لئے کسی نے کہا۔

بچھڑا کچھ اس طرح کہ رت ہی بدل گئی اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

لیکن دوستو! دنیا دار الفنا ہے یہاں کسی کو قرار نہیں ہر آنسو والا یہاں سے جلد یا بدیر اپنے اصلی گھر کو روانہ ہو جاتا ہے۔ یہ آمد ورفت کوئی نئی چیز نہیں بلکہ ایک دائمی دستور اور مسلمہ حقیقت ہے۔ ہم حضرت کی شہادت سے گھبرائے نہیں بلکہ آپ کی شہادت کے بعد سینکڑوں علماء وقائدین اور ہزاروں کارکنان ناموسِ صحابہؓ کی خاطر شہید ہونے والے قافلے کے ساتھ ہیں مگر ناموسِ صحابہؓ کا کام اب بھی جاری ہے۔

سپاہ صحابہؓ کی بنیاد کیوں ڈالی گئی

میں آپ کو اپنے اس مختصر مضمون میں ۳۰، ۴۰ سال پیچھے لے جاتا ہوں تا کہ آپ کو پتہ چلے کہ آپ کی یہ جماعت کیوں بنی اور آپ اس میں کیوں شامل ہوئے اور آپ نے اپنے پیاروں کی جانوں کے نذرانے کیوں دیئے۔ قارئین کرام! ۷۰، ۸۰ء کی دہائی کے درمیان جب ہمسایہ ملک ایران کے اندر خمینی نے لاشیعہ ولاسنیہ، اسلامیہ اسلامیہ کا پرفریب نعرہ لگا کر سادہ لوح مسلمانوں کو ورغلا کر اور ان کو دھوکہ دے کر اپنا ہمنوا بنا کر شاہِ ایران محمد شاہ کا تختہ الٹا اور خود تخت نشین ہوا تو اس وقت اس کا دجل وفریب اور اس کی عیاری ومکاری اور دھوکہ دہی کھل کر عوام کے سامنے آگئی جب اس نے اپنے ملک کے آئین میں شیعہ قوم کی پاسداری کی اور سنیوں کا استحصال کیا اور ان پر مظالم کے پہاڑ توڑے حتیٰ کہ ہمارے ملک پاکستان کے سب سے بڑے صوبے بلوچستان کے ہیڈ کوارٹر کوئٹہ شہر میں 80 کی دہائی میں مسلمان بچیوں کے ایرانی غنڈوں کے ذریعے پستان کاٹے گئے اور اس سے بھی بڑھ کر خمینی نے جماعت اصحاب رسولؐ پر اپنی کتابوں میں کھل کر تبرا کیا اور خصوصاً حضرات شیخینؓ کو ننگی گالیاں دیں بلکہ کافر تک لکھا اور خانہ فرہنگ ایران کے ذریعے سے ہمارے وطن عزیز میں اس لٹریچر کو ایرانی غنڈوں کے ذریعہ تقسیم کیا جانے لگا تو اس وقت جھنگ شہر کا یہ شیر دل نوجوان تڑپ اٹھا (جس نے ابھی اپنی زندگی کی صرف ۳۲ بہاریں دیکھی تھیں) چیخ اٹھا اس کفر اور اس دجل کے آگے سد سکندری بننے کا پرعزم ارادہ کیا..... تا کہ خمینی اور اس کی ذریت کا اصلی چہرہ اور صحابہ کرامؓ، اہلِ بیت عظام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے بارے میں ان کے عقائد کا برسرعام اعلان کر سکے اور ان کے کفریات کا تعاقب کر کے سنی عوام، سنی مسلمانوں اور نوجوانوں کے ایمان کا تحفظ کر سکے۔

چنانچہ حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ نے ۶ ستمبر ۱۹۸۵ کو سپاہ صحابہؓ کی بنیاد رکھی اور پھر حکومت وقت کی پابندیوں، نظر بندیوں، زبان بندیوں اور 16MPO کو خاطر میں لائے بغیر آگے بڑھتے چلے گئے۔ قید وبند کی صعوبتوں، جیل کی سلاخوں کو برداشت کر کے شیعہ کے کفر کے سامنے ننگی تلوار اور سد سکندری بن کر ڈٹ گئے۔ اور ان کی کفریات کو پورے ملک کے چپہ چپہ پر مسلمانوں کے سامنے بیان کیا۔ اور مزے کی بات یہ ہے کہ شیعیت کا کفر اور ان کا اصلی چہرہ ان کی کتابوں سے پیش کیا۔

جھنگوی شہیدؒ کی خطابت

قارئین کرام! خطابت عطیہ خداوندی ہے یہ نعمت اللہ پاک نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی الامی ہونے کے باوجود اتم عطا کی تھی اور آپ سے یہ فیض خطابت امت میں منتقل ہوا۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لے کر آج تک امت میں جاری وساری ہے۔ بڑے بڑے خطباء نے اپنے اپنے وقت میں اس فن کا خوب زور دکھایا۔ ہمارے برصغیر پاک وہند میں اللہ نے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو خطابت کا وافر ملکہ عطا فرمایا تھا۔ اس طرح باقی احراری علماء میں قاضی احسان احمد شجاع آبادی، مولانا محمد علی جالندھری، آغا شورش کاشمیری جیسے سرفیل خطباء مجلس احرار نے ماضی میں ہمیں عطا کئے جنہوں نے مرزا قادیانی کے دعویٰ باطلہ کو پاش پاش کیا۔ لیکن کچھ عرصہ درمیان میں تقریریں صرف ذاتی تسکین کا حصہ بن گئیں اور وہ جذبے اور دفاع اسلام کے وہ ولولے جو

پچھلوں میں تھے ماند پڑ گئے۔ اسی دوران اللہ پاک نے علامہ حق نواز جھنگوی شہیدؒ جیسی عظیم شخصیت کو منبر رسول کا وارث بنا کر تحفظ ناموس صحابہؓ کے لئے عملی میدان میں اتارا۔ آپؒ اپنی خلوص بھری شعلہ نوائی اور شعبدہ بازی سے ہٹ کر مقررانہ انداز تقریر سے حق گوئی اور بے باکی کے جوہر دکھائے اور عوام الناس کی سوئی ہوئی حس کو بیدار کر کے کفر کے مقابلہ میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنا دیا۔

آپ کی جاندار حق وصداقت پر مبنی گفتگو اور انداز بیان نے بہت سے واعظین وعلماء کرام کو فن گویائی سکھا دیا۔ اللہ پاک نے آپ کو قصے کہانیوں، لطیفہ گوئی سے مبرا، فصاحت، بلاغت، علمی جواہر پاروں، دلائل کے گوہر پاروں سے منزہ خطابت کا ملکہ دیا تھا۔ بلکہ مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کی تقاریر میں شیعیت کے اصلی چہرہ کو طشت ازام کیا گیا۔ ان کے چہرے سے نقاب اٹھایا گیا ان کے مکرو عزائم اور گندے عقائد ونظریات قوم کے سامنے لائے گئے آپ کی تقاریر اور خطابت میں تو یہ رونا رویا گیا کہ یہ لوگ پیغمبر اسلامؐ کی ازواج کے دشمن ہیں صحابہؓ کو گالی دیتے ہیں اور قرآن پاک کو تحریف شدہ کہتے ہیں۔ اس لئے آپؒ نے سپاہ صحابہؓ کی بنیاد ڈالی اور آپؒ کی پرخلوص وپرآواز اور للّٰہیت پر مبنی تقاریر سن کر تمام مکاتب فکر کے علماء آپ کے ساتھ مل گئے اور آپ نے ہر ایک تقریر میں سچ کے علاوہ کچھ نہیں کہا..... بلکہ ایک موقع پر شان صحابہؓ کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

> ''ہم جس طبقہ کی وکالت کرتے ہیں یا جس طبقہ سے وابستہ ہیں اس کی تعلیم یہی ہے کہ سچائی کا دامن کسی بھی وقت کسی بھی لمحہ نہ چھوڑا جائے۔ بہر حال ہماری کوشش یہی ہوگی کہ میں سچ کہوں اس میں کوئی ایسی ملاوٹ نہ ہو کہ جس کا سچ کے ساتھ تعلق نہیں ہے۔ بلکہ میں اس سے بھی گریز کرتا ہوں کہ میں کوئی لطیفہ بھی بیان نہیں کرتا عموماً۔ اگرچہ بعض اوقات بیان ہو جاتا ہے لیکن کوشش میری یہی رہتی ہے کہ کوئی ایسا لطیفہ بھی بیان نہ کروں جس کا حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق نہ ہو یہ اپنے طور پر میری ایک کوشش ہے کہ منبر ومحراب سے وہی آواز بلند ہو جو آواز کی صداقت اور سچائی میں شک اور شبہ کی کوئی گنجائش نہ ہو۔''

علمی صلاحیت، ذوق مطالعہ، جرأت، حق گوئی کی صفات کے ساتھ ساتھ واعظ، خطیب، مقرر جیسے نایاب موتی آپ کے دامن نطق میں موجود تھے۔ بچے، تلے جملے، آیات، روایات، حضور کی صفات، صحابہ کے متعلق ارشادات، شیعہ کی کفریات، کارکنوں کو ہدایت، حکمرانوں پر تنقید کی برسات کے بیان میں صحت سندر کے ساتھ درستگی الفاظ ادائیگی عبارات کا خاص خیال رکھتے تھے اور آپؒ نے کالے فرنگی کے صنم جور واستبداد اور سیاہ پوش فتنہ رفض کے راز دروں کو فاش کیا۔ گویا جہاں تاریخ احرار مکمل ہوئی وہاں سپاہ صحابہؓ کا آغاز ہوا اور آپ کی دل سے نکلی ہوئی آواز نے مسلمانوں کے ایمان کو جلا بخشی اور کفر کو ناکوں چنے چنوائے۔ آپ کی تقریر جو بھی سنتا تھا آپ کا گرویدہ ہو جاتا تھا۔

جھنگوی شہیدؒ پر تشدد

آپ کے اندر یہ تڑپ ہر وقت مچلتی تھی کہ قادیانیت کی طرح شیعیت کو بھی غیر مسلم اقلیت قرار دلوایا جائے اس کے لئے آپ نے ساری جدوجہد کی ملک کے چپہ چپہ پر قریہ قریہ بستی بستی، شہر شہر یہ پیغام اور شیعیت کا ننگا کفر بیان کیا..... بلکہ ایک موقع پر آپ نے یہ بھی فرمایا کہ

> ''میں سرخ ٹوپی پہن کر ایک لاکھ کارکنوں کے ساتھ اسلام آباد جاؤں گا وہاں حکومت کو اپنے مطالبات ماننے پر مجبور کروں گا۔ میرے مطالبات اصحاب رسول کے لئے آئینی تحفظ اور توہین صحابہؓ پر سزائے موت، خلفاء راشدین کے ایام ہائے وفات وشہادت سرکاری سطح پر منانے، ملک پاکستان کو سنی اسٹیٹ قرار دلوانے اور فوج میں نشان حیدر کی طرح نشان صدیقؓ وفاروقؓ اور نشان عثمانیؓ اور نشان خالد بن ولیدؓ جاری کرنے جیسے مطالبات ہوں گے اور میں اس وقت تک اسلام آباد سے واپس نہیں آؤں گا جب تک میرے جائز مطالبات منظور نہیں کر لئے جائیں گے۔''

اسی پاداش میں یعنی صحابہؓ کی عفت اور سنیوں کے حقوق منوانے کے لئے آپ کو بے پناہ تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ ۱۹۸۸ء

میں میانوالی جیل میں آپ کو برہنہ کر کے الٹا لٹکا کر پیٹا گیا۔ ہر جیل میں ہتھکڑیوں اور بیڑیوں کے ذریعے آپ پر تشدد کیا گیا حتی کہ سخت سردی کے موسم اور یخ بستہ راتوں میں برف کے بلاکوں پر آپ کو باندھ کر سخت تکلیف پہنچائی گئی۔ ہر موڑ پر ہر چوراہے پر ہر شہر اور ہر صوبے میں آپ کے آگے روڑے اٹکائے گئے۔ مظالم کئے گئے۔ قید تنہائی میں رکھا گیا۔ آپ نے جیل کی سلاخوں کو تو چوم لیا ہر تشدد بربریت کو تو سہہ لیا مگر مجال ہے کہ بلال حبشیؓ کی طرح آپ کے پاؤں ڈگمگائے ہوں، یا کسی پر آپ نے مصلحت کی چادر اوڑھی ہو، یا کسی حکومت سے کوئی مشن کے خلاف سمجھوتہ کیا ہو۔ بلکہ آپ کو جتنی آپشنز دی گئیں، قتل کی دھمکیاں دی گئی پھر بھی آپ ناموسِ صحابہؓ کے مشن سے ایک انچ بھی پیچھے نہ ہٹے بلکہ بڑھتے بڑھتے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے خلعتِ شہادت پہن کر عنداللہ سرخرو ہو گئے۔ اور مر کر بھی آپ حیات جاودانی پا گئے۔ قرآن پاک نے یہ جو کہا ہے کہ شہید کو مردہ نہ کہو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ مردہ نہیں ہے بلکہ اس لئے کہ اس نے اپنے خون سے کشفِ اسلام کو سیراب کیا ہے اور جان کے مالک کی رضا جوئی کے لئے اپنی جان اس کے حوالے کی ہے اس طرح شہید کا مقام عام مردوں سے بلند و بالا ہے اور عالم برزخ میں ان کو بہت اعلیٰ وارفع زندگی حاصل ہے اس لئے تم بھی اس کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کرو انہوں نے اپنی قیمتی متاع اور پیاری جان کی قربانی دے کر قوم کو زندگی بخشی ہے اور اسلام کا کلمہ بلند کیا ہے۔ اس لئے بقول عزیز!

شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات شہید کا جو خون ہے وہ قوم کی زکوٰۃ ہے

حضرت جھنگوی شہیدؒ کی بندہ کے ساتھ شفقت

جس وقت علامہ حق نواز جھنگوی شہیدؒ نے جماعت کی بنیاد رکھی اس وقت بندہ کی عمر ۸ سال تھی۔ بندہ اس وقت دارالعلوم عثمانیہ اچھرہ لاہور میں قرآن پاک حفظ کر رہا تھا اور حضرت جھنگوی شہیدؒ تقریباً ہر ماہ اجلاس و مشاورت کے سلسلہ میں بندہ کے اسی مادر علمی میں تشریف لاتے چونکہ بندہ ناچیز قاری صاحب کا غم زاد تھا اس لئے حضرت بندہ کے ساتھ بے حد شفقت اور پیار کا برتاؤ کرتے بلکہ بعض اوقات بندہ جب کہتا کہ میں بھی کار میں آپ کے ساتھ جاؤں گا (کیونکہ بچپن میں کار میں سوار ہونے کا بہت شوق ہوتا تھا اور حضرت کرائے کی کار پر تشریف لاتے) تو ایک روپیہ دے کر بندہ سے فرماتے کہ ہم تھوڑی دیر کے بعد آپ کو لے جائیں گے آپ جب تک اس روپے کی کوئی چیز لے آئیں۔ بہر حال ۱۷ اگست ۱۹۸۸ء کو جب بندہ کا حفظ قرآن مکمل ہوا تو حضرت نے تشریف لانا تھا کیونکہ قاری صاحب نے حضرت کو تاریخ بتا دی تھی۔ مگر اس وقت حضرت میانوالی جیل میں پابند سلاسل ہونے کی وجہ سے تشریف نہ لا سکے پھر مولانا ایثار القاسمی شہید تشریف لائے تھے۔ جب ۲۲ فروری ۱۹۹۰ء کو آپ کی شہادت کی جانکاہ خبر سنی تو بندہ کے پاؤں سے زمین نکل گئی اس وقت بندہ گھر پر تھا حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی بندہ کے ساتھ تھے انہوں نے تو خبر کو جھوٹا سمجھا کہ یہ نہیں ہو سکتا مگر مخبر نے بتایا کہ ابھی ابھی لوڈ اسپیکر پر اعلان ہوا ہے کہ اس وقت بندہ کے دل پر غم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے کیونکہ اس وقت بندہ متوسط درجے کا طالب علم تھا اور یہ خواہش تھی کہ پڑھ کر حضرت کی خدمت کو سعادت سمجھے گا..... مگر اس موقع پر اللہ کی رضا پر راضی رہا۔ بندہ نے حضرت کو بڑے قریب سے دیکھا اور ان کی محبتیں اور شفقتیں لیں آج تک حضرت کی وہ باتیں اور وہ لمحات بندہ کے ذہن سے محو نہیں ہوئے۔ ۲۶ فروری ۱۹۹۰ء کو حضرت نے ہمارے گھر بھی تشریف لانا تھا کیونکہ ہمارے قاری صاحب کو اللہ نے بیٹا عطا کیا تھا اس کی مبارک دینے کیلئے مگر حضرت ۲۲ فروری کو جام شہادت نوش کر گئے۔ آپ کی شہادت سے دشمن یہ سمجھا تھا کہ شاید مولانا حق نواز کو راہ سے ہٹا کر ہم کافر کافر کہلوانے سے بچ جائیں گے یا پھر ہماری تکفیر اور ہمارا اصلی چہرہ کوئی کسی کے سامنے نہ پیش کر سکے گا۔ مگر یہ اس کی بھول ثابت ہوئی اس لئے کہ مولانا کا کاروان دن بدن ترقی کرتا گیا کارکن بڑھتے گئے آج بھی سینکڑوں علماء و مفتیان کرام اور ہزاروں کارکنوں کی شہادتوں کے بعد بھی یہ کارواں اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔ اللہ ہماری جماعت کو نظر بد سے بچائے اور آپس میں اتحاد و اتفاق نصیب فرمائے (آمین) اور ہر کارکن کا یہ عزم اور ولولہ ہے جو جھنگوی شہیدؒ کے اس شعر میں مضمر ہے۔

فنا فی اللہ کی تہہ میں بقاء کا راز مضمر ہے جسے مرنا نہیں آتا اسے جینا نہیں آتا

میرا قائد جھنگوی، میرا رہبر جھنگویؒ

جناب شاہد عمران محسن بوسال۔ منڈی بہاؤالدین

اسلامی تاریخ شہداء کی قربانیوں سے بھری ہوئی ہے۔ اسلام کے بے شمار عظیم لیڈر دین حق کے لئے قربان ہو گئے۔ اور ہمارے مذہب نے ہمیں شہداء پر فخر کرنا سکھایا ہے۔ اسی لئے ہم اپنے شہداء پر ماتم نہیں کرتے بلکہ ان کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں کیونکہ وہ جو مشن جو موقف سامنے رکھ کر چلے اس مشن کو ہر حال میں سامنے رکھا۔ کبھی کروڑوں روپے دینے کی آفر ہوئی، کبھی ظلم وتشدد لیکن قربان اپنے عظیم قائد مولانا حق نواز جھنگوی شہید پر کہ وہ آخری وقت تک نہ تو لالچ میں آیا اور نہ ظلم وتشدد کی وجہ سے اس نے اپنے موقف میں نرمی پیدا کی۔

مولانا حق نواز شہیدؒ نے فرمایا تھا: سنیو! رب پر بھروسہ کر کے وعدہ کرتا ہوں کہ یہ بے لچک موقف ہے..... کہ میں امی عائشہ صدیقہ طیبہ منزہ سیدہ، کائنات کی امی کے تحفظ میں مٹ جاؤں گا..... مر جاؤں گا..... برباد ہو جاؤں گا..... بچے تباہ کروالوں گا..... لیکن اس موقف میں کبھی لچک نہیں کرنے دی جائے گی..... امی کا دشمن اصحاب رسول واہل بیتؓ رسول کا منکر شیعہ کل بھی کافر تھا..... آج بھی کافر ہے..... میرا یقین ہے کہ کامیابی اسی کو کہتے ہیں کہ جو شخص ایک راستہ اختیار کر لے اور آخری دم تک اس پر ڈٹا رہے۔ مشکل آئے تب بھی، جیل آئے تب بھی، تختۂ دار آئے تب بھی، اس لئے میں آج فخر سے کہتا ہوں کہ میرا شہید قائد اس دنیا فانی سے کامیاب وکامران گیا ہے..... کہ نہ لالچ میں آیا اور نہ ظلم وتشدد کی وجہ سے اپنا مشن چھوڑا..... اب یہ حقیقت بھی مسلّم ہے کہ خاندانِ نبوت واصحاب نبوت کا وارث وہی ہے جو حقیقی معنوں میں ان کی نظیر پیش کرے جس کے سامنے آقا کی طرح سونا آئے تو وہ سونے میں تُل نہ جائے بلکہ سونے کو ٹھکرا دے۔

دنیا اس کے پیچھے بھاگے اور وہ دنیا کو ٹھکرا دے..... مظلوم کی آواز ہو اور ظالم کو لوہے کے چنے چبوائے۔ مسلمانوں کے لئے محبت اور پیار کی مثال ہو، لیکن کفر کے ایوانوں میں زلزلہ برپا کر دینے والا ہو..... تو مسلمانانِ اہل سنت مبارک ہو! بانیٔ سپاہِ صحابہ، شہید ناموسِ صحابہ، یادگارِ اسلاف، وکیلِ صحابہ قائد اہل سنت حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ اپنے اوصاف حمیدہ سے یہ ثابت کر کے چلے گئے ہیں کہ وہ خاندانِ نبوت اور اصحابِ رسول اور اہل بیتِ رسول کا حقیقی وارث تھے۔

وہ امام احمد بن حنبلؒ، امام ابن تیمیہؒ، حضرت مجدد الف ثانیؒ اور علامہ عبدالشکور لکھنویؒ کا حقیقی روحانی فرزند تھا۔ تو پھر مایوس ہونے کی کیا بات ہے..... وہ تو شہید ہو کر جنت میں اُن باکرداروں کے پاس پہنچ گیا ہے جن سے وہ محبت کرتا تھا..... ان شاء اللہ مولانا حق نواز جھنگوی شہید اور شہداءِ ناموسِ رسالت وناموسِ صحابہ کا خون رنگ لائے گا..... ان شاء اللہ اسلام کی بہاریں ہوں گی، نوجوان میدان میں آئیں گے..... علماء سرپرستی کریں گے..... مائیں بہنیں بیٹیاں دعائیں کریں گی..... شہداء کے خون سے پوری دنیا پر اصحابِ رسول کی عزت کا پرچم بلند ہوگا..... اور ہر سُنی بچہ تحفظ ناموسِ رسالت وناموسِ صحابہؓ کے لئے اپنے آپ کو وقف کرے گا اللہ رب العزت کی ذات مولانا جھنگوی شہید اور شہداء ناموسِ صحابہ کی شہادتوں کو قبول فرمائے اور ہمیں بھی صحابہ کرامؓ کا سچا غلام بنائے اور جھنگوی شہید کے مشن کے لئے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

بحر ذخائر میں سو لعل و جواہر ڈھونڈو یا کہیں ساحل اُمید پہ گوہر ڈھونڈو
ڈھونڈنے والو اگر ڈھونڈنے نکلو پہلے میرے جھنگوی کی طرح کا کوئی رہبر ڈھونڈو

CamScanner

میرے قائد میرے محسن جھنگوی شہیدؒ

مولانا حافظ محمد اعظم طارق صاحب، خطیب خانپور

میں نے جس ماحول میں آنکھ کھولی ہے اور ہوش سنبھالا وہاں دین کا چراغ روشن تھا سادہ دیہاتی زندگی کے ہوتے ہوئے ہمارے گھروں، درختوں، کھمبوں پر سبز و لال اور سیاہ سفید رنگ کے پرچم لہراتے ہوئے نظر آتے اور ہر گھر میں مختلف علماء کرام کی تقاریر کی کیسٹیں چلتی تھی۔ مساجد کے لاؤڈ سپیکر سے جلسوں کے اعلان ہوتے تو جانے والے جھنڈے لے کر جمع ہو جاتے اور گاڑیوں پر پرچم سجا کر نعرے لگاتے ہوئے جاتے اور میرے ہم نشین صحابہ کرامؓ کی محبت سے سرشار جلسوں پر جانے کے لئے گاڑی پر سوار ہونے کی کوشش کرتے تو ہم بچنے کی وجہ سے روک دیے جاتے۔ لیکن ہمارے جذبات جوان تھے پھر مجھے امام الصرف والنحو حضرت مولانا عبدالرشید بلال صاحب کی خدمت میں بھیجا گیا وہ مدرسہ (جامعہ اسلامیہ دینی درسگاہ خانگڑھ مظفر گڑھ) میں بھی جانثاران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تذکرے ہوتے اور ہر سال اجتماع منعقد ہوتا ہے جس میں اکابرین سپاہ صحابہؓ تشریف لاتے ہیں اپنی اپنی خطابت کے جوہر دکھاتے اور صحابہ کرامؓ کی عظمت کا غلغلہ ہوتا یہ سب کچھ قائدین کے قائدسنیوں کے دلوں کی دھڑکن ہر دل عزیز کی کاوشوں کا سرچشمہ تھا کہ اس نے صحابہ کرامؓ اور امی عائشہؓ کی محبت ہر غیرت مند سنی کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھر دی تھی کون قائدین کا قائد جو اسٹیج پر نمودار ہوتے تو اہل دل بے اختیار پکار اٹھتے کہ

کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہے ہیں
دن ایک طرف چرخ کہن کانپ رہے ہیں

کون قائد جس نے کفر کے ایوانوں کی جڑوں کو ہلا کر رکھ دیا تھا دیکھ کر شیعیت ایسی بھاگ اٹھتی کہ جیسے فاروق اعظمؓ کو دیکھ کر شیطان بھاگ جاتا تھا کون قائد جن کی دلیری جرأت واستقامت کو دیکھ کر ایمان تازہ ہو جاتا تھا۔ کون قائد جن کے بزدل اور مصلحت پسند ملا بھی مخالف تھے۔ کون قائد جس پر حکومت وحکومتی گماشتوں نے بے پناہ تشدد کیا۔ کون قائد جس کو برف کے بلاکوں پر لٹا دیا جاتا۔ کون قائد جس کو حق کی پاداش میں الٹا لٹکا کر مارا جاتا اور کبھی ناک میں دھواں دیا جاتا۔ کون قائد جس کے سامنے کارکنانِ سپاہ صحابہؓ کو گولیوں سے اڑایا گیا۔ کون قائد جس کو قدرت نے رعد کی گونج، بادل کی گرج، گلاب کی مہک، طوفان کی کڑک، سمندروں کا جوش، صبا کی چال، عشق کا بانکپن، تلوار کا لہجہ، بادصبا کی شوخی، آبشاروں کے ترنم اور بہت سی متضاد چیزوں کو جمع کر کے ایک وجود بنایا جو قائدین کا قائد کہلایا۔

وہ قائد جو کہا کرتا تھا کہ اے امی عائشہؓ میں تیرے دوپٹے کے تقدس کی خاطر تیری عزت، تیری عظمت اور تیری پاک دامنی کی خاطر جان دے دوں گا، ہتھکڑی پہن کر تختہ دار پر لٹک جاؤں گا لیکن تیری عفت وعظمت اور پاکدامنی کا ڈنکا دنیا میں بجا کر چھوڑوں

گا۔ جس نے خطابت کو نیا رنگ بخش دیا۔ پھر اسی قائدین کے قائد امیر عزیمت شیر اسلام مجاہد اسلام داعی اتحاد، بین المسلمین کے عظیم ہیرو حضرت علامہ حق نواز جھنگوی شہیدؒ نے اپنے وعدے پر عمل کر دکھایا اور امی عائشہؓ کی عفت وعظمت پر قربان ہو گیا میرے قائد شہید نے یہ آواز اس وقت اٹھائی جب دنیا کفر کی اول صف میں دنیا کا سب سے بڑا کافر ہے۔ (شیعیت) اپنے مکروہ عزائم کے ساتھ اور ایک عالم اسلام کے خلاف بالخصوص ملک عزیز پاکستان میں خوف ناک پروپیگنڈہ (ایرانی انقلاب) کے نام سے لے کر پاکستان کی سرحدوں کو عبور کر چکا تھا۔ اور ایران کو شیعیت اسٹیٹ قرار دلوا کر پاکستان کو شیعہ اسٹیٹ یعنی ایرانی اسٹیٹ دلوانا چاہتا تھا۔ دوستو! اگر خدانخواستہ پاکستان اسی پروپیگنڈہ کی نظر ہو جاتا تو آج ہم بھی شاید مسلمان نہ ہوتے یہ دین کی بہاریں نہ ہوتیں۔ گویا یہ میرے قائد میرے محسن اور ملک وملت کے عظیم محسن علامہ جھنگوی شہیدؒ کی مرہون منت ہے کہ آج ہم مسلمان ہیں۔ اس مرد قلندر نے کائنات کے بدترین کافر کی تحریر جو حضرت عائشہؓ کی عفت کے خلاف لکھی تھی ایک تقریر میرے شہر مظفر گڑھ میں کی جس کی ابتداء میں (جھنگوی شہیدؒ) فرماتے ہیں ''میں آج الفاظ نہیں یعنی تقریر نہیں کروں گا بلکہ آگ اور شعلے برساؤں گا'' اس تقریر میں فرماتے ہیں۔ جس کو میں کیسٹوں سے بارہا سن چکا ہوں۔ چند الفاظ اقتباس کرتا ہوں، جھنگوی شہیدؒ فرماتے ہیں:

''امی، امی، امی، عائشہؓ اگر مجھے تیرے دشمن کو واضح کرنا مقصود نہ ہوتا تو میں یہ لفظ کبھی بھی نقل نہ کرتا۔ نقل کفر کفر نہ باشد۔ کہہ کر نعوذ باللہ کہہ کر معاذ اللہ کہہ کر فرماتے ہیں لرزتے ہوئے وجود کے ساتھ میں یہ الفاظ نقل کرتا ہوں۔ سنی بیدار ہو، سنی اٹھ کھڑا ہو، سنی غیرت کر، سنی ہوش کر سنی بے ضمیری چھوڑ، سنی جرأت لے، سنی للکار لے، وہ لکھتا ہے۔ کہ عائشہ (.....) کافر، دجال کائنات کا غلیظ ترین کیڑا امی عائشہؓ کے خلاف بھونکتا ہے، ہائے عائشہ، کون عائشہ جس کے لئے جبرائیل خدا کا سلام لے کر آئے۔ کون عائشہؓ جس کا چبایا ہوا مسواک نبوت استعمال کرے۔ کون عائشہؓ جس کا ہار گم ہو جانے کی وجہ سے اللہ تبسم کا آرڈر لائے۔ کون عائشہؓ جس کا حجرہ جنت بنے۔ کون عائشہؓ طیبہ عائشہؓ کون عائشہؓ طاہرہ، کون عائشہؓ مقدسہ عائشہؓ۔ کون عائشہؓ پاکیزہ عائشہؓ، کون عائشہؓ صدیقہ عائشہؓ، کون عائشہؓ صدیقؓ کی بیٹی عائشہ۔ کون عائشہؓ پیغمبر کی آبرو عائشہؓ، کون عائشہؓ پیغمبر کی عزت عائشہؓ، کون عائشہؓ پیغمبر کا لباس عائشہؓ، کون عائشہ امی عائشہؓ امی، امی۔''

میں نے تعلیم مکمل کرنے کے لئے حضرت درخواستی جانشین درخواستی شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا مفتی حبیب الرحمٰن صاحب درخواستی کے باغیچہ جامعہ عبداللہ بن مسعودؓ خانپور میں قدم رکھا تو وہاں بھی یہی حق کا پرچم لہراتا ہوا ملا۔ ہر سال صحابہ کرامؓ کے دیوانوں، عاشقوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر جانثارانِ صحابہؓ کی آواز پر جمع ہوتا۔ جس میں صحابہ کرامؓ کی عظمت وعزت کے نعرے گونجتے بندہ ناچیز نے بھی قائدین کی پرمغز، پراثر دلائل سے بھرپور تقاریر سن کر اور اساتذہ کے پڑھائے ہوئے سبق کو دل ودماغ میں جمع کر کے فدایانِ صحابہ کرامؓ کے لئے مجموعہ (جانثارانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن وحدیث کے آئینہ میں) تیار کیا اس میں میرا کوئی کمال نہ تھا۔ یہ صرف اور صرف قائد محترم جھنگوی شہیدؒ کا درد وغم اور قربانی کا مرہون منت ہے۔ جبکہ جھنگوی شہیدؒ نے شہادت نوش فرما کر ثابت کر دیا ہے۔ کہ انہوں نے توحید ورسالت عظمت صحابہؓ اور مسلک اہلسنت والجماعت کا جو پروگرام پیش کیا گیا اور قابل قدر لائق تعریف وتوصیف تھا لیکن جو غم اور صدمہ کہ میں قائد محترم جھنگوی شہیدؒ کی زیارت نہ کر سکا کیونکہ میں نے جب ہوش سنبھالا تو اس کام کی حقیقت کو سمجھا تو اس وقت میرے قائد میرے محسن جھنگوی شہیدؒ اس فانی دنیا سے تشریف لے جا چکے تھے۔ دعا ہے کہ اللہ پاک ان کی قبر پر کروڑہا رحمتیں نازل فرمائے (آمین) مجھے اور سب مسلمانوں کو اس مشن کے ساتھ تا قیامت جوڑے رکھے۔ آمین

قیام پاکستان اور مجدّدانقلاب

جناب عبدالباسط صفدر کشمیری

1947ء کو جب ہندوستان تقسیم ہوا تو مسلمانوں کو ایک الگ ریاست پاکستان کی صورت میں ملی جس کو لا الہ الا اللہ کی بنیاد پر حاصل کیا گیا یہی کلمہ دوقومی نظریہ کی بنیاد ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن وسنت کا قانون پاکستان میں بالاتر قانون ہوگا لیکن بدقسمتی سے آج تک ایسا نہ ہوسکا انگریز سے تو آزادی حاصل ہوگئی لیکن ان کے سیاسی معاشی اور معاشرتی نظاموں سے مغرب نواز مسلمانوں کی وجہ سے پاکستان آج تک آزاد نہیں ہوسکا اس لیے کہ ان مغرب نواز پاکستانی قائدین کے سامنے کوئی سیاسی معاشی اور معاشرتی نظام اسلامی اصولوں پر استوار موجود نہ تھا اس کی بڑی وجہ اسلام سے ناواقفیت کے ساتھ ساتھ امام شاہ ولی اللہ کے پیش کردہ اسلامی سیاسی معاشی اور معاشرتی نظاموں کو پس پشت ڈال دینا ہے۔ امام شاہ ولی اللہ ہی وہ شخصیت تھے جنہوں نے محمدی انقلاب کو بطرز خلافت راشدہ جدید دنیا کے تقاضہ جات کو سامنے رکھتے ہوئے پیش کیا ان کے بعد یہ سلسلہ چلتا رہا اور ہندوستان میں بڑے بڑے علماء اور دانشوروں نے امام صاحب کے اصولوں کو سامنے رکھتے ہوئے نئے نئے چیلنجوں کے شافی حل پیش کئے ان میں قابل ذکر امام صاحب کے چار بیٹے شاہ عبدالعزیز، شاہ عبدالقادر، شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالغنی ہیں ان کے بعد سید احمد شہید اور شاہ اسمٰعیل شہید پھر بانی دارالعلوم دیوبند مولانا قاسم نانوتوی اور دیوبند سے عمل حاصل کرنے والے بڑے بڑے علماء جن میں شیخ الہند محمود الحسن مولانا عبیداللہ سندھی مولانا حسین احمد مدنی قابل ذکر ہیں۔ جب روس میں انقلاب آیا تو یہ انقلاب امام صاحب کے بعد ایک..... معاشی انقلاب تھا اُس وقت مولانا عبیداللہ سندھی روس میں تھے انہوں نے اس انقلاب کو قریب سے دیکھا اور پھر اس معاشی انقلاب میں جو باتیں اسلامی معاشی نظام سے ٹکراتی تھیں ان کو رد کیا اور ان کے مقابلے میں اسلام کے فطری معاشی اصول بیان کئے اگر پاکستان کے زعماء امام صاحب اور ان کے افکار پر بننے والی جماعت کے پیش کردہ نظام کو پاکستان میں رائج کر لیتے تو تحریک آزادی اپنی اصل منزل تک پہنچ سکتی تھی لیکن اس بات کی ذمہ دار پاکستان کی سیاسی اور مذہبی جماعتیں تھیں۔

پاکستان کی جماعتیں

پاکستان کی سیاسی جماعتوں میں ایک تو وہ جماعتیں ہیں جو سیاسی طور پر مغربی جمہوریت اور سیکولرازم اور معاشی طور

پر سرمایہ داری اور اشتراقی نظام کی قائل ہیں۔ دوسری وہ جماعتیں ہیں جو مغربی جمہوریت کے ذریعے اسلام کا نفاذ چاہتی ہیں یہ جماعتیں معاشی اور معاشرتی طور پر اسلام چاہتی ہیں لیکن جب تک سیاسی طور پر بھی نظام خلافت کو نافذ نہیں کیا جاتا مکمل طور پر اسلام کا نفاذ نہیں ہو سکتا۔ تیسرے نمبر پر تین بڑے مسالک دیوبندی، بریلوی اور اہلحدیث یہ مسالک مکمل طور پر نفاذ اسلام کے تو قائل ہیں لیکن ان میں بریلوی اور اہلحدیث حضرات کے پاس اس جدید دور میں اسلام کے سیاسی معاشی اور معاشرتی واضح اصول موجود نہیں ہیں اور دیوبندی اپنے آپ کو امام شاہ ولی اللہ کے علوم و افکار کا امین تو کہتے ہیں لیکن بعض کے علاوہ انہوں نے بھی امام صاحب کے افکار کو پس پشت ڈال دیا ہے۔

فرقہ رافضیہ

1980ء میں ایران میں ایک انقلاب برپا ہوا جس کو اسلامی انقلاب کہہ کر دوسرے اسلامی ممالک نے بھی تسلیم کیا یہ انقلاب خمینی نے اسلام کے نام پر لایا اور اس انقلاب کو دوسرے اسلامی ممالک میں برپا کرنے کے لیے بھی کوشش شروع کر دی تو پاکستان عوام نے بھی اس انقلاب کو اپنا مسیحا قرار دیا۔ اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ چونکہ پاکستان ایران کا پڑوسی ملک تھا اس لیے اس پر زیادہ اثرات مرتب ہوئے۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ پاکستان میں پہلے بھی بہت سی اسلامی انقلاب کی تحریکیں چل رہی تھیں جن کی وجہ سے عوام میں نفاذ اسلام کا جذبہ پایا جاتا تھا اس لیے جب انقلاب کی نقل و حرکت شروع ہوئی تو پاکستان کی عوام تو عوام بڑے بڑے رہنما بھی اس طوفان کی نذر ہو گئے اور خمینی انقلاب برپا کرنے کے لیے کمربستہ ہو گئے یہ فرقہ روافضیہ (شیعہ) آج بھی پاکستان میں ایرانی انقلاب کے لیے کوشاں ہے۔ لیکن یہ گروہ مندرجہ ذیل عقائد کی بنیاد پر دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ یہ قرآن اصلی قرآن نہیں بلکہ تحریف شدہ کتاب ہے۔ امام معصوم ہوتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آتی ہے۔ اہل بیت کے علاوہ تمام صحابہ حضور اکرم علیہ السلام کے وصال کے بعد مرتد ہو گئے تھے۔ خلفاء راشدین میں پہلے تین ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کی خلافت غاصبانہ حکومت تھی۔ یہ فرقہ اگر پاکستان میں انقلاب لے آتا تو مسلمانوں کے عقائد تبدیل ہو جاتے قرآن کو تحریف شدہ کتاب قرار دیا جاتا اور نظام خلافت راشدہ جس کو چودہ سو سال سے مسلمان اپنا..... نظام قرار دیتے ہیں غاصبانہ حکومت تصور کیا جاتا اور اسلام کے کلمے تک کو تبدیل کر دیا جاتا۔ اب وہ وقت آ پہنچا تھا کہ دو سو سال چلائی جانے والی تحریک کی بدولت جو مملکت خداداد پاکستان مسلمانوں کو ملا تھا پھر کفریہ ریاست بننے سے بچایا جائے اور حضور اکرم علیہ السلام کے برپا کردہ انقلاب کو خلافت راشدہ کی طرز پر امام شاہ ولی اللہ کی جدید سیاسی معاشی اور معاشرتی اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک انقلابی تحریک کا آغاز کیا جائے جو پاکستان کو اسلامی فلاحی ریاست بنائے اور مسلمانوں کے اسلامی عقائد و نظریات اور علماء امت کے انقلابی افکار کی بھی حفاظت کرے۔

مجدد انقلاب مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ

پاکستان کو اڑتیس سال گزر چکے تھے آخر 1985ء میں جھنگ کی سرزمین سے آواز حق بلند ہوئی اور اس کی صدائے

بازگشت پاکستان کے طول وعرض میں سنی گئی یہ آواز حق نواز کی صورت میں تھی مولانا حق نواز نے جب دیکھا کہ لاکھوں شہداء کے خون کے دریاؤں سے گزرنے کے بعد جو ملک ہمیں حاصل ہوا اس میں بھی ابھی تک نہ اسلام آیا اور نہ مسلمانوں کو سیاسی معاشی اور معاشرتی آزادی حاصل ہو سکی اور ایک اور طوفان ایرانی انقلاب کی صورت میں پاکستان کے سر پہ آ کھڑا ہے ان حالات کے پیش نظر مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ نے اپنی ایک جماعت یعنی سپاہ صحابہؓ کے نام سے تحریک کا آغاز کر دیا اور نظام خلافت راشدہ کا نعرہ لگایا۔

خلافت راشدہ

اسلامی انقلاب بطرز خلافت راشدہ کا نعرہ لگانے کی وجوہات میں سے پہلی وجہ یہ تھی کہ خلافت راشدہ کا نظام حضور اکرم علیہ السلام کے انقلاب کا تسلسل اور امت مسلمہ کا متفقہ آئیڈیل نظام ہے۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ پاکستان میں بہت سی جماعتیں ایسی تھیں جو اسلامی انقلاب کی داعی تھیں لیکن خلفاء راشدین کو آئیڈیل نہ ماننے کی وجہ سے اسلامی نظام زندگی کی من مانی تشریحات کر کے امت کو گمراہ کر رہی تھیں۔

تیسری وجہ یہ تھی کہ شیعہ جو خلفاء راشدین میں ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کی حکومت کو غاصبانہ حکومت کہتے ہیں ایک من گھڑت اسلامی انقلاب کے داعی بن کر پاکستان کے دروازے پر کھڑے تھے۔

چوتھی وجہ یہ تھی کہ امام شاہ ولی اللہؒ کا سیاسی معاشی اور معاشرتی نظام جو نظام خلافت راشدہ ہی کو معیار بنا کر مدون کیا گیا تھا جس کے عملی نفاذ کے لیے دو سو سال تحریک چلنے کے بعد پاکستان وجود میں آیا تھا۔

پانچویں وجہ یہ تھی کہ پاکستان میں اسی فیصد سنی آباد ہیں اس لیے نظام خلافت راشدہ کا نفاذ ان کا جمہوری حق تھا۔

چھٹی وجہ یہ تھی کہ بعض مغربی روشن خیال مغربی جمہوریت اور ان کے معاشی اور معاشرتی نظاموں کو ہی اسلامی نظام قرار دے کر عوام کو گمراہ کر رہے تھے۔

ساتویں وجہ یہ تھی بعض لوگ اپنے آپ کو مذہبی سکالر اور دانشور کہہ کر مغربی نظام ہائے زندگی سے اسلام کو ثابت کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے تھے۔

آٹھویں وجہ یہ تھی کہ مغرب کی سیاسی معاشی اور معاشرتی یلغار کی وجہ سے اسلامی نظام زندگی کے سیاسی معاشی اور معاشرتی اصولوں سے مسلمان عملاً بیزاری کا اعلان کر رہے تھے۔

شیعہ کے کفر کا اعلان

روافض مندرجہ بالا عقائد ونظریات کی بنیاد پر دائرہ اسلام سے خارج ہیں اس لیے امت مسلمہ کو ان کے عقائد سے آگاہ کرنا ایک فریضہ تھا جو مولانا حق نواز نے ادا کیا۔ اس لیے کہ یہ فرقہ چودہ سو سال سے اپنے آپ کو مسلمان کہلوا کر مسلمانوں کے عقائد ونظریات بگاڑ پیدا کر رہا تھا باوجود اس کے کہ علماء امت کے ان کے کفر کے بارے میں فتاویٰ جات اور تحریرات

موجود تھی لیکن ان کا علم عوام کو نہیں تھا اس لئے ایک ایسی تحریک کی ضرورت تھی جو عوام میں ان کے عقائد سے پردہ اٹھائے اور عوام کے ایمان کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دے۔ دوسری بات یہ تھی کہ مسلمانوں کا آئیڈیل نظام حکومت خلفاء راشدین کا نظام ہے روافضیہ اس کو غاصبانہ حکومت قرار دیتے ہیں اس لیے ضروری تھا کہ پہلے ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوایا جائے یہ اس لیے ضروری تھا کہ یہ فرقہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے خلفاء راشدین کے نظام کے مقابلے میں خمینی کا کفریہ انقلاب پیش کر رہا تھا اور ان کی باتوں میں آ کر کئی اسلامی جماعتیں بھی خمینی انقلاب کو نمونے کے طور پر پیش کر رہی تھیں۔

دفاع صحابہؓ کا نعرہ

صحابہ کرامؓ دین اسلام کی بنیاد اور قرآن وحدیث امت تک پہنچانے والے ہیں اور ختم نبوت کے عینی گواہ اور حضور اکرم علیہ السلام کے برپا کردہ انقلاب کو بین الاقوامی سطح پر نافذ کرنے والے ہیں یعنی وہ محمدؐ کے ایک ایک لمحے کے عینی شاہد اور شارع ہیں اگر ان کو امت اور محمدؐ کے درمیان سے ہٹا دیا جائے تو امت کے پاس کچھ بھی باقی نہیں رہتا یہی حضور اکرم علیہ السلام کی تیئس سال محنتوں کا ثمر ہیں شیعہ کے بقول اگر یہ حضور اکرم علیہ السلام کے وصال کے بعد دین اسلام سے پھر گئے تھے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ محمدؐ کا دنیا میں نبی بن کر آنے کا کوئی فائدہ نہ ہوا اور وہ اپنے مشن میں ناکام ہو گئے۔ ان حقائق کے پیش نظر ضروری تھا کہ صحابہ کرامؓ کی اسلام میں مذہبی حیثیت کو قانوناً منوایا جائے تاکہ نظام خلافت راشدہ کے نفاذ میں کوئی رکاوٹ باقی نہ رہے۔

مجدد انقلاب

مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ ایک جامع شخصیت تھے ان کی جہاں دیائے کفر کی سازشوں اور اسلام دشمنی پر گہری نظر تھی تو وہاں مسلمانوں کی مظلومیت اور مغلوبیت کے اجزائے ترکیبی پر بھی مکمل دسترس رکھتے تھے اس لیے جب انہوں نے ایک ہمہ گیر تحریک کی بنیاد رکھنے کے بعد دیائے کفر کی اسلام دشمنی اور خصوصاً شیعہ کے کفر پردہ اُٹھایا تو اُن کو اس کلمہ حق کے جرم میں ہر قسم کی تکالیف برداشت کرنا پڑیں۔ کبھی ان کو دہشت گرد بنیاد پرست اور انتہا پسند کہا جاتا اور کبھی ان کو جیلوں کی کال کوٹھڑیوں میں ڈال کر ہر قسم کی تکالیف دی جاتی لیکن ان کی زبان سے حق گوئی کو نہ چھینا جا سکا اور اُن کی سحر انگیز اور بے باکانہ خطابت نے حق و باطل کو الگ الگ کر کے رکھ دیا آخر جب کوئی بھی تدبیر بھی ان کو خاموش کرنے کے لیے کارآمد ثابت نہ ہوئی تو اُن کو جھنگ کی سرزمین پر بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا گیا ان کا جسد خاکی تو دنیا میں نہ رہا لیکن مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی روح کو دنیا سے نہیں اٹھایا اس لیے کہ ان کے بعد ان کے جانشینوں نے مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ، مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ، مولانا اعظم طارق شہیدؒ، علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کے علاوہ کئی قائدین آئے جن کا جسم تو الگ تھا لیکن شجاعت و بہادری حق گوئی و بے باکی میں ان کا مکمل عکس تھے ان شخصیات کے علاوہ آج بھی اس تحریک کے قائدین اُسی کردار کے ساتھ دفاع اسلام کا فریضہ سرانجام دیتے ہوئے منزل مقصود کی طرف رواں دواں ہیں۔

CamScanner

جھنگوی شہیدؒ کی یادیں

جناب حبیب اللہ گجر (جتوئی)

پاکستان کی ساٹھ سالہ تاریخ کے اندر جتنی گالیاں صحابہ کرام کو دی گئی ہیں اتنی گالی نہ یہودیوں کو دی گئیں نہ نصرانیوں کو دی گئیں اور نہ کسی اور کو دی گئیں یہاں زبان سے قلم سے ابوبکر عمر کو کافر لکھا گیا سنیت کے سینے میں زہر آلود تیر برسائے گئے اور دیوبندی بریلوی اہلحدیث دفاع کرتے رہے۔ پاکستان کی تاریخ کا ایک حصہ اس بات کا عینی شاہد ہے کہ یہاں کے اکثر مقررین اور خطباء صحابہ کرام کی وکالت کرتے رہے ان کے فضائل ومناقب بیان کرتے رہے عرصہ دراز سے ہماری یہ روایت چلی آرہی تھی کہ ہم نے ابوبکر عمر کو عدالت کے کٹہرے میں کھڑا کر کے ہم ان کی صفائی پیش کرتے رہے کہ جب ایک عرصہ دراز اس بات کو گزر گیا اور کوئی نتیجہ اخذ نہیں ہوا تو اچانک جھنگ کی سرزمین سے ایک مرد قلندر اٹھا جس نے اپنے جذبات اور اخلاص کے ذریعہ اس لائن کو تبدیل کر دیا اور اس نے کہا کہ جس جگہ پر ابوبکر عمر کو کھڑا کیا ہے اس جگہ پر دشمن اصحابؓ کو کھڑا کیا جائے اور جو ابوبکر عمر کے ایمان کو پوچھتا ہے اس کے ایمان پر بحث کی جائے کہ وہ مسلمان بھی ہے کہ نہیں اگر وہ مسلمان ہے تو پھر تو بحث کی جاسکتی ہے اگر مسلمان نہیں تو پھر کسی یہودی یا ہندو کو کیا ضرورت ہے کہ وہ ابوبکر عمر کے ایمان پر بحث کرے جب آج سے پچیس سال قبل سپاہ صحابہؓ کے نام سے ایک تحریک کا آغاز کیا گیا جس نے یہ لائن تبدیل کر دی جونہی یہ طریقہ تبدیل ہوا تو کافر جو چودہ سو سال سے ابوبکر عمر کو کافر کہہ رہا تھا وہی اپنی صفائی دینے پر مجبور ہو گیا اور اپنے ایمان پر دلائل دینے پر مجبور ہو گیا پھر جونہی یہ لائن تبدیل ہوئی تو لوگوں میں کہرام مچ گیا سفید ریش بزرگ راستے میں کھڑے ہو گئے اور انہوں نے کہا کہ یہ راستہ تلخ ہے تو اس مرد قلندر نے کہا کہ راستہ تلخ ضرور ہے مگر صدیق اکبرؓ کی ذات پر گالی برداشت نہیں کر سکتا انہوں نے کہا جیلوں کا راستہ ہے اس نے کہا جیل جاؤں گا میں ہتھکڑی چوم لوں گا میں بیڑی پہنوں گا میں تختہ دار کا خیر مقدم کروں گا لیکن صدیق پہ بھونکنے والی زبان بند کروں گا آج میں آپ کو چیلنج کر سکتا ہوں کہ پاکستان کی تاریخ میں ایک عالم ایسا بتاؤ کہ جس پر تین سو مقدمے تقریر کے قائم کئے گئے ہوں جس کا داخلہ چھ سو ضلعوں میں بند کر دیا گیا ہو جس پر تین مقدمے قتل کے قائم کئے گئے ہوں تین مرتبہ قاتلانہ حملہ ہوا ہو وہ صرف ایک ہی مرد مجاہد ہے جس کو دنیا امیر عزیمت کے نام سے یاد کرتی ہے اس مرد قلندر کی ان قربانیوں کا صدقہ ہے کہ آج دنیا کے کونے کونے میں اس کا مشن اور کاز پہنچ چکا ہے حضرت فاروقی شہیدؒ لکھتے ہیں کہ میں حج پر گیا تو میں نے مکہ مکرمہ میں سینکڑوں نوجوان دیکھے کہ حق نواز کا نام آتا تو دھاڑیں مار مار کے روتے تھے امام کعبہ نے کہا کہ میں نے زندگی میں ایسا آدمی نہیں دیکھا کہ میں اس آدمی کو اپنی آنکھ سے دیکھا نہیں لیکن اتنے حج اور عمرے کسی آدمی کے لئے نہیں کئے گئے جتنے اس مرد آہن کے لئے کئے گئے میرے قائد جب میانوالی جیل سے رہا ہوئے تو ایک آدمی نے کہا کہ حضرت میں ٹکٹ بھیج رہا ہوں آپ عمرہ پر تشریف لے آئیں جس صدیق کی پہریداری کر رہے ہیں جس ماں کے لئے اپنی جان فدا کرنا فخر سمجھتے ہیں ان کے روضہ مبارک کی زیارت کر لیں تو آگے سے میرے قائد محترم نے فرمایا کہ ہائے وہ جواب تاریخ سنہری حروف سے لکھا جائے گا کس منہ ابوبکر عمر اور اپنی ماں کے روضہ کی زیارت کروں کہ اگر میں زیارت کے لئے جاؤں کہیں ایسا نہ ہو کہ وہاں سے آواز آجائے کہ دشمن میری عزت کو تار تار کرنے پر تلا ہوا ہے اور تو یہاں کیا لینے آگیا ہے تو میں کیا جواب دوں گا اسی طرح میرے قائد کی ساری زندگی صحابہ کرامؓ کی عظمت کو بیان کرتے ہوئے گزری۔

تیری عظمتوں کو سلام ہو.....!

محمد سیف اللہ خالد شجاع آبادی

امیر عزیمت، مجدد الملت، شہنشاہِ خطابت حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہید نور اللہ مرقدہٗ کا نام نامی اسم گرامی سب سے پہلے اس وقت سنا تھا جب میں پرائمری کلاس کا طالب علم تھا اور میرے بڑے دونوں بھائی برادر مکرم حضرت مولانا ثناء اللہ سعد اور محترم حافظ محمد عطاء اللہ صاحب شجاع آباد شاہی جامع مسجد میں استاذی، قاری القراء حضرت قاری عبدالکریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں حفظ قرآن میں مشغول تھے۔ شاہی جامع مسجد شجاع آباد میں حضرت مولانا حق نواز شہید رحمۃ اللہ علیہ کا وہ غالباً آخری پروگرام تھا، رات کے وقت جب جلسہ جوبن پر تھا، ہر طرف سے پولیس کا پہرہ اور سخت قسم کی پابندی تھی، مولانا حق نواز شہید رحمۃ اللہ علیہ اچانک جلسہ میں پہنچے اور نعرہ ہائے تکبیر بلند ہوئے۔ میں اس شوق میں بھائیوں کے ہاں گیا ہوا تھا کہ مولانا کی تقریر سنوں گا، مگر مولانا کی تقریر تو سب سے آخر میں ہوئی کہ اس سے پہلے میں سو ہی چکا۔ بہرحال..... مولانا کی تقریر آمنے سامنے سننے کا شوق طاری رہا، پھر کچھ عرصہ بعد ہمارے علاقہ بستی مٹھو میں ہمارے عم مکرم مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی مدظلہٗ نے اپنے مدرسہ میں پروگرام رکھا، دن کے وقت مولانا شہید کا خطاب ہوا، مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ عصر کے وقت مولانا شہید نے خطاب فرمایا، اس کے بعد کھانا کھانے کیلئے تشریف لے گئے تو دیگر بچوں کے ہمراہ میں نے مولانا سے ہاتھ ملایا اور مولانا کو کھانا کھاتے دیکھا..... بس! یہ وہ یادگار ہے جو مولانا کی زیارت میں نے کی تھی۔ اس کے بعد شاید کبھی کسی جلسہ میں شرکت کی بھی ہو تو یاد نہیں۔

مولانا جھنگوی شہید جس مشن کے لئے اپنی زندگی موت ایک کر چکے تھے، وہ عظمت و ناموسِ صحابہ اور امہات المومنین کی عزت و ناموس کا تحفظ تھا۔ پھر جتنا مشن بڑا..... اتنے مصائب اور اتنی ہی بڑی آزمائشیں..... کسی بھی آدمی کے لئے سب سے بڑی آزمائش یہ ہے کہ اس سے جب کسی کام کیلئے جان طلب کی جائے تو وہ اپنی جان بھی گھول دے..... سو یہ امیر عزیمت شہیدؒ نے سب سے مشکل کام سب سے آسان بنا دیا، وہ بار بار فرماتے کہ میں نے زندگی موت کے فاصلے ختم کر دیے ہیں، اب میں موت کو گلے لگا سکتا ہوں مگر اپنے مشن سے ایک لمحہ کیلئے سمجھوتہ نہیں کر سکتا۔ لہٰذا مولانا شہید نے یہ وعدہ سچ کر دکھایا اور اپنی جان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عزت و ناموس پہ قربان کر ہی دی۔

جب مولانا کی شہادت کا سانحہ پیش آیا، تو مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ۲۳ر فروری علی الصبح ہم نے مولانا کی شہادت کی خبر سنی تھی۔ ہمارے برادر مکرم مولانا ثناء اللہ سعد صاحب کا زار و قطار رونا اور گھر کے بزرگوں کا حزن و ملال اچھی طرح یاد ہے۔ مولانا حق نواز شہیدؒ کے بعد ان کی مسجد میں، ان کی مسندِ خطابت پر، ان کے نقشِ قدم پر چلنے کے لئے ایک ایسی ہستی

سامنے آئی کہ جسے مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ کہتے ہیں۔ انہوں نے اس منبر و محراب میں اپنا جانشین ہونا ثابت کیا، حتیٰ کہ امیر عزیمت شہیدؒ کے مشن کی آواز پہلی بار پاکستان کی نیشنل اسمبلی میں بھی پہنچائی۔ وہ دور بہت ہی یادگار ہے جب امیر عزیمت شہیدؒ کی مسند و محراب کا وارث اک غریب سا مولوی اپنی کم سنی میں اتنے بڑے مشن و کاز پر لاکھوں لوگوں کی آواز بن کر اسمبلی میں پہنچا اور دنیا بھر میں مشنِ جھنگوی کی آواز سنائی دینے لگی۔

.....پھر وہ جرنیل قاسمی بھی..... بہت کم عرصہ گزار کر..... اس مسند پر اپنا حق ادا کر کے شہید ہو گیا..... اپنے رب کے حضور پہنچ گیا.....

مولانا ایثار القاسمی شہید رحمہ اللہ کے حالات زندگی پر مشتمل ایک کتاب ''نقوشِ ایثار'' برادر مکرم نے تصنیف فرمائی، جو کہ طالب علمی کے زمانہ میں تصنیف کی گئی، مگر کیونکہ کتاب ایک بہت اہم عنوان سے معنون تھی، اس لئے بہت ہی مقبول ہوئی۔ میں اس وقت سے برادر مکرم کے ساتھ اللہ کے حکم سے لگا ہوا ہوں کہ ''نقوشِ ایثار'' چھپوا لینے کے بعد ہم نے رائے ونڈ کے تبلیغی اجتماع میں سٹال لگایا تھا۔

اس کے بعد تو برادر مکرم کے قائدین سے رابطے بڑھتے گئے، اور کام بھی بڑھتا گیا۔ حضرت مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید اور حضرت مولانا اعظم طارق شہید نور اللہ مراقدہما سے راہ و رسم میں اضافہ ہوتا چلا گیا اور میں بھی اپنے بھائی کے ساتھ اپنی ہمہ قسم کم مائیگی کے باوجود قائدین سے ملاقاتوں کا شرف حاصل کرتا رہا۔

حضرت علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ..... مؤرخ اسلام، بہت اعلیٰ پایہ کے مصنف، مبلغ، مجاہد، قائد اور دینی راہ نما تھے۔ سپاہِ صحابہ کی قیادت سنبھالنے کے بعد آپ نے امیر عزیمت شہید کا پیغام دنیا بھر میں پھیلایا، درجنوں کتب کے ذریعے احقاقِ حق کیا اور باطل کو بے نقاب کیا۔ حضرت فاروقی شہیدؒ ہمارے برادر مکرم کی بہت حوصلہ افزائی فرماتے اور یہ ان کی صفت تھی کہ ہر کارکن کو اس کا مقام دیتے تھے۔ ان کی ذرہ نوازی تھی کہ شجاع آباد کے پروگراموں میں تشریف آوری کے دوران دو مرتبہ ہمارے غریب خانہ کو رونق بخشی اور ہم نے جی بھر کر حضرت فاروقی شہیدؒ سے دعائیں لیں۔

اور پھر مردِ آہن، جرنیل اسلام، سنیوں کے دلوں کی دھڑکن حضرت مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ..... آہ! اس جیسا انسان تو میری نظر میں اور کوئی نہیں۔ میں اپنی بات شروع ہی اب کر رہا ہوں، پہلے تو صرف تمہید ہی تھی۔ کیونکہ جس مشن کو ہم نے اوڑھنا بچھونا بنایا ہوا ہے، جس مشن کی تگ و دو میں ہمارے شب و روز بسر ہو رہے ہیں، جس مشن کو ہم نے حق سمجھ کر جان تک قربان کر ڈالنے کا اپنے رب کے نزدیک عزم کیا ہوا ہے..... وہ مجھے دراصل مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ کی دعاؤں سے حاصل ہوا۔ مولانا شہید کی کتاب ''میرا جرم کیا ہے'' جب کمپوزنگ کے مراحل میں تھی تو حضرت شہیدؒ کے ساتھ وقتاً فوقتاً خط و کتابت ہوتی رہی اور حضرت کی مفید نصیحتیں میرے کام آتی رہیں، مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ کے دعاؤں بھرے خطوط آج بھی میرے پاس محفوظ اور میرے لئے قیمتی اثاثہ ہیں۔ شجاع آباد اور جلالپور کے پروگراموں میں تشریف آوری کے دوران مولانا شہیدؒ ہمارے گھر تین مرتبہ رونق افروز ہوئے۔ مولانا شہید کی دعاؤں سے میں نے کمپیوٹر کمپوزنگ کا فن سیکھا اور سب سے پہلے مولانا کی دوسری کتاب ''ٹوٹ گئی زنجیر'' کی کمپوزنگ میں بھرپور حصہ لیا۔ مولانا اس پر بہت خوش ہوئے، اس کے بعد تو گویا میری زندگی اسی لائن پہ لگ گئی۔ جنوری ۲۰۰۰ء سے اب تک ہزاروں صفحات پر مشتمل سینکڑوں دینی کتب کی کمپوزنگ کا

شرف حاصل ہوا ہے جن میں قرآن مجید کے خلاصے، حدیث شریف اور دیگر دینی عنوانات پر کتابیں کمپوز کرنا میری زندگی کا حصہ بن گیا ہے۔ پھر مولانا شہید کی شہادت کے ساتھ ہی ایک بہت بڑی ہستی ہم سے جدا ہوگئی۔ اور دعاؤں کا وہ تسلسل ٹوٹ گیا، وہ ایک چھت جو ہمارے اوپر سایہ کناں تھی ہٹادی گئی مگر ان کی دعائیں پوری زندگی میرے کام آتی رہیں گی۔

ستمبر ۲۰۰۷ء میں ہم نے سالنامہ "پیغام" کا خصوصی نمبر شائع کیا جس میں مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ کی حیات مبارکہ پر ملک بھر سے سینکڑوں علماء، سیاستدان، کارکنوں اور احباب نے نہایت قیمتی مضامین بھیجے، اپنی یادوں اور تاثرات کو قلم بند کیا، اور خوب خوب مولانا محمد اعظم طارق شہید کو خراج تحسین پیش کیا، اس کی کمپوزنگ کی سعادت بھی مجھے حاصل ہوئی۔ "تاریخ شیعیت مذہب وسیاست کے آئینہ میں" تقریباً ۱۶۰۰ صفحات پر مشتمل تاریخ کمپوز ہو چکی ہے اور عنقریب چھپنے والی ہے۔ سالنامہ "پیغام" کے ساتھ ہی ہم نے مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمہ اللہ پر بھی ایک خصوصی دستاویز، خصوصی نمبر شائع کرنے کا اعلان کیا تھا۔

امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمہ اللہ..... ایک ایسی ہستی کہ جو جرأت وشجاعت، غیرت وحمیت، جذبہ و جنوں، علم ودانش، فہم وفراست، خطابت وبلاغت، سیاست وقیادت کا مرقع تھے..... اب ان کی عالی ہمت ذات اقدس پر جب یہ دستاویز تیار ہونا شروع ہوئی تو اپنی سوچ سے بھی ماوراء کام طویل ہوتا چلا گیا..... اور اتنا طویل ہوا کہ تقریباً دو سال پر محیط عرصہ میں علماء، مشائخ، صلحاء، مذہبی سیاسی قائدین، جھنگوی شہید کے اساتذہ کرام، کارکنان، اہل قلم حضرات کے تاثرات وپیغامات پر مبنی یہ شاہکار تیار ہو سکا۔ امیر عزیمت شہید کی ذات اقدس کے حوالے سے کچھ لکھنا بہت مشکل ہے، کیونکہ وہ بہت بڑے تھے اور ان پر بڑے بڑوں نے بہت کچھ لکھا ہے..... میرے پاس الفاظ نہیں ہیں، میں کچھ بھی لکھنے سے قاصر ہوں۔ صرف اتنا کہوں گا:

تو عزیموں کا عدیم بھی — تو عظمتوں سے عظیم بھی
تیرے ہر قدم کی مجھے قسم — تجھے ہر قدم پہ سلام ہو
تیرا حرف حرف کمال ہے — تیرا عزم تیرا وقار ہے
تیرے دم سے سنی نہال ہے — تیرے بانکپن پہ سلام ہو
تیرے فاروقؓ، تیرے قاسمؒ — تیرے طارقؒ اور ترے حیدریؒ
تیرے جانشیں تیرے ہم قدم — تیری راہ گزر پہ سلام ہو
تیرا کاز اور تیری ہمتیں — وہ صداقتیں وہ حمیتیں
تو نے حق کیا تو نے حق کہا — تیری عظمتوں کو سلام ہو

مجھے اس شاہکار کی کمپوزنگ کرنے کا اعزاز حاصل ہے، اور اپنی محنت پر اللہ تعالیٰ کے حضور شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے ہمیں امیر عزیمت شہید کو خراج تحسین پیش کرنے والوں میں شامل کر لیا۔ میرے ساتھ اس محنت میں میرے عزیز شاگرد حافظ غلام مجتبیٰ اور سعد اللہ بھی شریک ہیں۔ میں نے حتی الوسع کوشش کی ہے کہ بھرپور توجہ اور لگن سے اس خدمت کو انجام دوں، پھر بھی جہاں کمی کوتاہی نظر آئے تو مجھے مطلع کیا جائے، تاکہ آئندہ ایڈیشن میں درستگی ہو سکے۔ میں شائقین اہل سنت محترم جناب ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں صاحب اور برادر مکرم مولانا ثناء اللہ سعد شجاع آبادی صاحب کا مشکور ہوں کہ انہوں نے یہ خدمت انجام دینے کیلئے مجھے موقع دیا۔ اللہ تعالیٰ ان ہر دو حضرات کو اپنی برکتوں اور عنایتوں سے بھر دے۔ آمین ثم آمین

CamScanner

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امیر عزیمت شیر اسلام مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

خصوصی اشاعت

نواں باب

امیر عزیمت شہید رحمۃ اللہ علیہ

اہلِ صحافت کی نظر میں

ماہنامہ سرخرو

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

اداریہ ماہنامہ مناقب لاہور

از قلم:۔ مولانا محمد عبداللہ آف بھکر سابق نائب امیر جمعیت علماء اسلام پنجاب

۲۲رفروری کو عشاء کے وقت حضرت مولانا حق نواز صاحب جھنگوی کو اُن کے مکان کے سامنے گولیوں کا نشانہ بنایا گیا اور انہوں نے موقع پر ہی جامِ شہادت نوش فرمالیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ راجعُون اللہ تعالیٰ اُن کی قربانی قبول اور درجات بلند فرمائے۔ ۱۷رفروری کو انہوں نے ہمیں بتایا تھا کہ ''دوبئی سے ٹیلی فون کے ذریعے اطلاع ملی ہے کہ ۲۰ سے ۲۵ فروری تک مجھے ختم کر دینے کا منصوبہ تیار ہو چکا ہے اور میرے ساتھ ہی مولانا عبدالستار صاحب تونسوی اور مولانا منظور احمد چنیوٹی کے لئے بھی یہی پروگرام ہے۔'' بعد میں معلوم ہوا کہ یہی بات وہ ۱۶رفروری کو جمعہ کی تقریر میں اور اُسی رات کہروڑ پکا کے جلسۂ عام میں بھی بیان فرما چکے ہیں۔ تاریخوں کے تعین کے ساتھ اتنے بڑے خوفناک منصوبے کا انکشاف ہوا، مولانا نے اپنی تقریروں میں بیان کیا لیکن انتظامیہ نے اس بات کو اہمیت نہ دی اور ان کی حفاظت کا کوئی انتظام نہیں کیا۔

مولانا کے قتل کا مقدمہ چار آدمیوں کے خلاف درج ہوا، چاروں ملزم تین چار دن میں پکڑ لئے گئے۔ تفتیش ہو رہی ہے، ابھی تک ہمیں یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ سازش کا سُراغ لگانے میں پولیس کہاں تک کامیاب ہوئی ہے۔ جن لوگوں نے مولانا کو شہید کیا، انہوں نے اپنی سوچ سے یہ کام نہیں کیا۔ وہ کسی مؤثر قوت کے آلۂ کار ہیں۔ وہ قوت کون سی ہے اور اس کے مقاصد کیا ہیں، اس کا پتہ چلانا تفتیش کرنے والے افسروں کی ذمہ داری ہے۔ اس مقدمہ کے چاروں ملزم پھانسی پر لٹک جائیں تو یہ مولانا حق نواز شہید کا بدل نہیں ہو سکتے اور نہ ہی اس سے ایسی اسلام دشمن اور ملک دشمن سازشوں کا راستہ روکا جا سکتا ہے، سازش کو بے نقاب کئے بغیر تفتیش کو کامیاب نہیں کہا جا سکتا۔

مولانا حق نواز کے سانحہ پر تمام مسلمانوں نے دُکھ اور صدمہ محسوس کیا ہے۔ پورے ملک میں اس کا شدید ردِ عمل ہوا ہے۔ جھنگ میں تو مولانا کے واقعۂ شہادت سے اگلی صبح ہی نوجوان آصف ندیم نے جان کا نذرانہ پیش کر کے مولانا کی ابدی رفاقت اختیار کر لی، جھنگ شہر میں جلوس جا رہا تھا کہ شیعوں نے جلوس پر فائرنگ کر دی جس سے آصف ندیم موقع پر شہید ہو گیا اور کئی مظاہرین زخمی ہو گئے۔ اُسی ہفتے خان گڑھ ضلع مظفر گڑھ میں ہڑتال تھی اور اہلِ سُنّت نے احتجاجی مظاہرہ کیا، سڑک پر

ایک ٹرک آ کر رکا، ٹرک کے کنڈیکٹر نے جو خوشاب کا رہنے والا تھا اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میں تھوڑی دیر کے لئے جلوس میں شرکت کرتا ہوں، وہ جلوس میں شریک ہوا، ادھر شیعوں نے جلوس پر فائرنگ شروع کر دی۔ وہ نوجوان کنڈیکٹر گولی لگنے سے موقع پر شہید ہو گیا اور کئی مسلمان شدید زخمی ہوئے اور بھی کئی مقامات پر شیعوں نے جلوسوں پر فائرنگ کی۔ ملک بھر کے اکثر بڑے اور چھوٹے شہروں میں ہڑتالیں اور مظاہرے ہوئے۔ عام مسلمانوں کے صدمے کی یہ کیفیت تھی کہ ذرا سے اشارے پر بھی وہ دکانیں بند کرتے اور احتجاج میں شریک ہوتے رہے۔

مولانا حق نواز کی شہادت کے بعد جھنگ کا نظامِ زندگی معطل ہو گیا، کئی دن کرفیو رہا، بازار مکمل طور پر بند رہے، انتظامیہ نے جانبدارانہ پالیسی اختیار کی، اہلِ سنت کے معزز اور کاروباری لوگوں کو مختلف حیلے بہانوں سے گرفتار کر کے جیل میں ڈالا گیا، عوام میں بے چینی اور بڑھی، ۶/ مارچ کو جمعیۃ علماء اسلام کی مرکزی مجلس عاملہ کا اجلاس مدرسہ علوم شرعیہ جھنگ میں ہوا۔ جس کی صدارت حضرت صاحب خانقاہ سراجیہ نے فرمائی۔ اجلاس میں جھنگ کے حالات کا تفصیلی جائزہ لیا گیا اور اجلاس کے فیصلے کے مطابق حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب اور حافظ حسین احمد صاحب ایم این اے نے صدر مملکت جناب غلام اسحاق صاحب سے ملاقات کی اور انہیں جھنگ کے حالات سے آگاہ کیا اور اس بارے میں ان کے سامنے جمعیۃ علماء اسلام کے مطالبات پیش کئے، ۷/ مارچ کو جمعیۃ علماء اسلام کا ایک وفد صوبائی امیر مولانا سید امیر حسین گیلانی کی قیادت میں وزیر اعلیٰ پنجاب میاں نواز شریف سے ملا اور بڑی تفصیل سے گفتگو کی، ہم بھی اس وفد میں شریک تھے، اس ملاقات کے بعد اہلِ سنت کے ناحق گرفتار ہونے والے لوگ جیل سے باہر آ گئے، ہمارے مطالبات میں یہ بات بھی شامل تھی کہ جھنگ کے ڈی سی اور ایس پی کو معطل کر کے شاملِ تفتیش کیا جائے، لیکن ان دو افسروں کا فوری تبادلہ بھی نہیں کیا گیا، ہمارے نزدیک جھنگ کے ڈی سی اور ایس پی مولانا کی شہادت کے واقعہ سے بھی بری الذمہ نہیں ہو سکتے اور بعد میں ہونے والی افراتفری اور بدامنی کی زیادہ ذمہ داری بھی ان دونوں پر عائد ہوتی ہے۔ ۱۶/ مارچ کو مینارِ پاکستان لاہور کے سبزہ زار میں انجمن سپاہِ صحابہ کے زیر اہتمام بہت بڑا جلسہ ہوا جس میں تمام مذہبی جماعتوں کے راہنماؤں نے خطاب کیا۔ مذہبی اجتماعات کے لحاظ سے یہ اجتماع منفرد اور مثالی تھا۔ تمام مقررین نے مولانا حق نواز شہید کو بھرپور خراجِ عقیدت پیش کیا اور قتل کی سازش کو بے نقاب کرنے کا مطالبہ کیا۔ انجمن سپاہِ صحابہ نے اپنے شہیدؒ بانی و قائد کے نصب العین کو آگے بڑھانے اور کامیاب کرنے کا عزم دہرایا۔

وقت گزرنے کے ساتھ جھنگ کے حالات کچھ معمول پر آ رہے تھے کہ ۱۷/ مارچ کو جھنگ شہر کی لال مسجد میں اچانک آگ کے شعلے بھڑک اٹھے، اہلِ سنت آگ بجھانے کو دوڑے تو ان پر شیعوں نے گولیاں برسائیں، آگ بجھائی گئی، مسجد کا زیادہ نقصان نہیں ہوا، اس موقع پر کچھ مسلمان زخمی ہو گئے، ۱۸/ مارچ کو اسی مسجد میں عصر کے وقت لوگ جمع تھے کہ پولیس ان پر پل پڑی، بے تحاشہ لاٹھی چارج کیا اور اندھا دھند شیلنگ کی جس سے لاتعداد مسلمان زخمی ہوئے اور مسجد کے در و دیوار خون سے داغدار ہوئے، اسی دن جھنگ صدر میں شیعوں نے مسجد میاں سلطان احمد والی کو آگ لگائی جس سے ایک دروازہ جلا اور آگ پر قابو پا لیا گیا۔

مقامی انتظامیہ کی جانبدارانہ پالیسی کا اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ سُنیوں کو گرفتار کرنے میں کسی موقع پر بھی ذرہ بھر تامل نہیں کیا گیا، ان پر لاٹھی چارج اور شیلنگ کا بے دریغ استعمال ہوا، لیکن اس دوران شیعوں کے خلاف کوئی قابلِ ذکر کارروائی نہیں ہوئی جس کی وجہ سے حالات اور زیادہ ابتر ہوتے چلے گئے، کاروباری لوگوں نے ظلم اور ناانصافی سے تنگ آ کر ۲۱ر مارچ کو غیر معینہ مدت کے لئے ہڑتال کر دی، سڑکیں ویران اور بازار سُنسان ہو گئے۔ ۲۳ر مارچ کو جھنگ شہر کے باب عمر کے سامنے جامع مسجد اہلحدیث میں احتجاجی جلسہ تھا، ساڑھے پانچ بجے جلسہ ختم ہوا، لوگ مسجد سے باہر نکلے تو ایک بم پھٹا جس سے تین مسلمان موقع پر شہید ہو گئے اور اکتیس زخمی ہوئے، ۲۵ر مارچ کی شام تک لاقانونیت عروج پر تھی، ناجائز اور خطرناک اسلحہ کی فروانی تھی، خوف اور دہشت چھائی تھی، رات دن ہر طرف گولیاں چلتی اور دھواں اٹھتا تھا۔ جھنگ انتظامیہ کے سربراہ مجرمانہ بے پرواہی اور انتہائی نااہلی کا ثبوت دے رہے تھے، ۲۵ر مارچ کو ڈپٹی کمشنر کو تبدیل کر دیا گیا، لاقانونیت کے مرتکب شیعوں کی گرفتاریاں شروع ہوئیں۔ ایک شیعہ وڈیرہ بھی پکڑا گیا، لوگ کچھ سکون کا سانس لینے لگے۔ اخبار میں ہے کہ ''گزشتہ رات پولیس نے چھاپہ مار کر نواب امان اللہ سیال سابق ایم این اے اور اس کے دیگر ۱۷ ساتھیوں کو بھاری مقدار میں ناجائز اسلحہ جس میں ۱۶ کلاشنکوفیں، چار ٹائم بم اور ریوالوروں سمیت گرفتار کر لیا تھا کیونکہ اس کے ڈیرے سے دن رات فائرنگ ہوتی رہتی تھی اور انجمن سپاہِ صحابہ کا بھی یہی مطالبہ تھا کہ اس کے ڈیرے پر چھاپہ مار کر ناجائز اسلحہ برآمد کیا جائے، کیونکہ اس نے اور اس کے ساتھیوں نے وہاں مورچے بنا رکھے تھے۔ رات شیخ محمد اقبال ایم پی اے اور چیئرمین بلدیہ کی کوٹھی پر بھی بم پھینکا گیا جس سے ان کے دو ملازم شدید زخمی ہو گئے ان کی ٹرانسپورٹ کو بھی نقصان پہنچایا گیا جس میں دو بسیں اور دو ویگنیں شامل ہیں۔ بتایا جاتا ہے کہ کل ایک اجلاس میں ایک مخصوص گروہ نے شیخ محمد اقبال کو وارننگ دی تھی کہ ہم تمہیں نہیں چھوڑیں گے اور نہ ہی ٹرانسپورٹ چلنے دیں گے۔ حالات کنٹرول کرنے میں مقامی انتظامیہ بری طرح ناکام ہو چکی ہے جس کی وجہ سے فوری طور پر کل مقامی ڈپٹی کمشنر کو تبدیل کر دیا گیا۔ رات نئے ڈپٹی کمشنر محمد طاہر اطہر نے چارج سنبھال لیا جنہوں نے فوری طور پر رات اپریشن کلین اپ کیا جس کے نتیجہ میں امان اللہ سیال اور اس کے ساتھی گرفتار ہوئے۔ مقامی ڈپٹی کمشنر کے تبادلہ کا لوگ عرصہ سے مطالبہ کرتے آ رہے تھے۔ انتظامیہ نے انجمن تاجران کے تمام مطالبات مان لئے ہیں جس کی وجہ سے شہر میں آج ہڑتال ختم ہو گئی ہے۔ تمام رات لوگوں نے اپنے محلوں گلیوں کی ناکہ بندی کر کے خود اپنی حفاظت آپ کی۔ تمام رات فائرنگ کا سلسلہ جاری رہا۔ لوگوں نے اپنی گلی محلوں میں رات کسی شخص یا گاڑی کو داخل نہیں ہونے دیا کیونکہ پورے شہر کی سڑکوں کو رکاوٹیں کھڑی کر کے بلاک کیا ہوا تھا۔'' (روزنامہ ڈیلی بزنس رپورٹ فیصل آباد۔ ۲۷ر مارچ ۱۹۹۰ء)

ڈپٹی کمشنر کے تبادلے سے اچھے تاثرات پڑے ہیں اور حالات میں خوش گوار تبدیلی آنے لگی ہے، پانچ دن کی مکمل ہڑتال کے بعد بازار کھلے اور لوگ کاروبار کی طرف متوجہ ہونے لگے ہیں۔ رات کو اب بھی لوگوں کو اپنے گھروں کا پہرہ دینا پڑتا ہے۔ ایس پی کے تبادلے میں اب بھی مزید تاخیر نہیں ہونی چاہئے۔ ہم نے ۷ر مارچ کو وزیر اعلیٰ سے ان دو افسروں کے متعلق جو کچھ کہا تھا اس پر عمل ہو جاتا تو اس دن کے بعد جو افسوسناک اور خونریز واقعات ہوئے اُن کی نوبت نہ آتی۔ نہ جانے

برسرِ اقتدار لوگوں کو وقت پر بات سمجھ میں کیوں نہیں آتی۔

ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ مولانا حق نواز شہیدؒ کے واقعۂ قتل کی منصفانہ اور غیر جانبدارانہ تحقیقات کی جائے اور اس کام کو جلدی مکمل کیا جائے، جو لوگ مجرم ثابت ہوں انہیں جلدی کیفر کردار تک پہنچایا جائے۔ اس معاملے میں کسی رُو رعایت ہرگز نہیں ہونی چاہئے۔ کوئی بڑا آدمی بھی اس جرم میں ملوث پایا جائے تو اُسے بلا تاخیر گرفتار کیا جائے اور جرم کی پوری سزا دی جائے۔ جن لوگوں نے یہ سازش تیار کی ہے وہ اسلام اور ملک کے دشمن ہیں۔ وہ کسی نرمی اور رعایت کے ہرگز مستحق نہیں ہیں۔ انہوں نے مولانا حق نواز کو شہید کر کے پورے ملک کو تباہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ حکمرانوں کو ہوش مندی اور تدبر سے کام لینا ہوگا۔ اگر سیاسی مصالح نے انصاف کا راستہ روکا تو جھنگ میں سلگنے والی آگ پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت مولانا حق نواز شہیدؒ پر اپنی بے پایاں رحمتیں نازل فرمائے اور انہیں اعلیٰ علیین میں مقامِ بلند عطا فرمائے۔ آمین!

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے۔

اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی تو مولانا مرحوم کے حالات آئندہ کسی شمارے میں پیش کئے جائیں گے۔

اداریہ ماہنامہ "مناقب" بھکر

.....بقیہ از صفحہ ۸۲۹.....

اسی لئے ایسے عالم کی موت کو موت العالَم کہا جاتا ہے کہ اس کی موت ایک فرد کی نہیں ایک جہان کی موت ہوتی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ حضرت امیر عزیمتؒ کے نظریات اور افکار کو پھیلانے کیلئے علمی سطح اور جماعتی لیول پر ایک فورم تشکیل دیا جائے جو مختلف زبانوں میں دشمنانِ صحابہؓ کے عقائد و نظریات پر ریسرچ کر کے نئی نسل کو اسلام کی عظیم المرتبت شخصیات یعنی صحابہ کرامؓ کے مقام و مرتبہ سے آگاہ کر سکے۔ مضمون کے آخر میں حضرت امیر عزیمتؒ کی نذر چند اشعار:

وہ مدرسے کا شیخ خطیب اور رہنما — اس کا بڑا مقام تھا بزمِ جہان میں
قدرت نے اُس کو دی تھی وہ تاثیرِ گفتگو — جیسے کہ سوز ہو سحری کی اذان میں
میں ڈھونڈتا ہوں آج بھی وہ بانگِ دل نواز — ڈوبا ہوا ہوں آج بھی سحرِ بیان میں
بدعت ہو یا کہ شرک ہو خوار و زبوں رہے — شیعیت تڑپتی رہی دنیا جہان میں
خاموش رہ سکا نہ وہ باطل کے سامنے — پیکار ہو تو تیغ چھپے کب میان میں
بے خوف و بے نیاز رہا وہ تمام عمر — پڑھتا رہا قصیدے صحابہؓ کی شان میں

✿✿✿✿

محب صحابہ رحمۃ اللہ — یا اللہ مدد — بغض صحابہ لعنت اللہ — صحابہ زندہ باد

سلام عقیدت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیلئے جنہوں نے محمد رسول اللہ ﷺ پر اپنا سب کچھ قربان کر دیا
اور شہداء کاروانِ ناموسِ صحابہؓ پر جنہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اپنا سب کچھ قربان کر دیا

ہم

امیر عزیمت، امیر کاروانِ ناموسِ صحابہؓ، شیر اسلام

مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

اور ان کے جانشین

ایثار القاسمی — ضیاء الرحمن فاروقی — محمد اعظم طارق — علی شیر حیدری

اور دیگر سینکڑوں شہداء کارکنان کی عظمت کو سلام عقیدت پیش کرتے ہیں

مولانا محمد احمد لدھیانوی صاحب حفظہ اللہ — خلیفہ عبدالقیوم صاحب حفظہ اللہ — جناب ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں صاحب حفظہ اللہ

کی قیادت پر مکمل اعتماد کے ساتھ ان کی خدمات کو

خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے تحریک ناموسِ صحابہ کی کامیابی کے لئے دعا گو ہیں

مولانا شوکت علی فاروقی صدر ضلع سانگھڑ

شہید ناموسِ صحابہ مولانا حق نواز جھنگویؒ

اداریہ ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک مارچ ۱۹۹۰ء

از قلم: حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہ العالی

ناموسِ صحابہؓ کے منتاد، مسلک اہل سنت والجماعت کے ترجمان، دینی اور ملی محاذ کے ممتاز رہنما، بہادر اور نڈر سپاہی، انجمن سپاہِ صحابہ کے بانی اور سرپرست حضرت مولانا حق نواز جھنگویؒ ملک اور بیرونِ ملک تیار ہونے والی ایک منظم سازش اور سوچی سمجھی منصوبہ بندی کے تحت اسلام دشمن، بے رحم اور سفاک قاتلوں کے ہاتھوں ۲۲ رفروری شب جمعہ کو جھنگ میں خلعتِ خونِ شہادت سے سرفراز ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مولانا حق نواز جھنگویؒ کی شہادت صرف پاکستان کے مسلمانوں کے لئے ہی نہیں بلکہ عالمِ اسلام کے تمام اہل سنت والجماعت کے لیے ایک المناک اور شدید اندوہناک سانحہ ہے۔ مگر افسوس اور ماتم تو ان محرکات اور حالات کا ہے جو سیاسی بھی ہیں اور مذہبی بھی، ورنہ مولانا جھنگویؒ کی یہ قابلِ رشک شہادت اور مبارک انجام، آہ وحسرت اور شیون وماتم کا نہیں بلکہ مردانِ حق اور قافلۂ دعوت وعزیمت کے لیے صد ہزار افتخار کا مقام ہے کہ وہ بھی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، حضرت شاہ عبدالعزیزؒ، حضرت سید احمد شہیدؒ، حضرت حافظ ضامن شہیدؒ، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، مولانا عبدالشکور لکھنویؒ، سلف صالحین اور اکابرینِ اہل سنت کے طریقے پر عمل پیرا رہے۔

مولانا حق نواز شہیدؒ نے جہد وعمل، جہادِ عزیمت، ابتلاء ومحن میں صبر واستقامت اور شجاعت وبہادری کے اسلامی اور تاریخی عمل کو دوام بخشا۔ مرحوم عَاشَ سَعِیْدًا وَمَاتَ شَهِیْدًا کا مصداق بن گئے۔ ابھی وہ جوان تھے اور ان کی زندگی بہت مختصر رہی مگر قربانی کے روشن چراغ جلا کر دعوت وعزیمت کے سینکڑوں ابواب کو روشن اور تابدار بنا دیا۔

ایران میں خمینی انقلاب کے بعد پورے عالمِ اسلام میں تخریب کاریاں بڑھ گئیں۔ حرمین شریفین میں دنگا فساد، ہکو بازی، قتل وغارت گری اور مقدس مقامات کی بے حرمتی کرائی گئی، لبنان میں شیعہ امل ملیشیا کے مظالم، مسلمانوں کو بھوکوں مارنا اور ایران کی زبردست پشت پناہی، سلمان رُشدی کی رُسوائے زمانہ کتاب اور ایران کے ڈرامائی کردار اور بھیانک پس منظر میں ایرانی عزائم پوری دنیا پر عیاں ہوگئے۔

ایران بہادر کی شہ پر داخان، ہنزہ، گلگت، چترال اور شمالی علاقہ جات پر مشتمل ایک عالمی سازش کے تحت اسماعیلی ریاست کی تشکیل اور ایک عجمی اسرائیل کے قیام کی منصوبہ بندی بھی تو اسی سلسلۂ مذمومہ کی پیش رفت ہے۔

پاکستان میں ''تحریک نفاذ فقہ جعفریہ'' کی اُٹھان اور ملک بھر میں ایک خاص طبقہ کی نظامِ حکومت پر مکمل تسلط کی زیر زمین سرگرمیاں تیز تر کردی گئیں۔ گذشتہ دورِ حکومت میں بلوچستان میں اعدائے صحابہؓ کے مظالم، معصوم اور بے گناہ بچیوں پر چیرہ دستیوں کے وحشیانہ مظاہرے اور سابقہ وزیر داخلہ کا اسے ایرانی تخریب کاروں کی کارستانی قرار دینا سب کے سامنے ہے۔ کچھ عرصہ قبل وفاقی حکومت کی سرپرستی اور بھرپور تعاون سے شیعہ راہنما عارف الحسینی کے قاتلوں کی گرفتاری کے سلسلہ میں اعداءِ اسلام کے سیاسی عزائم کے ممکنہ فروغ اور سُنّیت کی بیداری اور سیاسی قوت کا اندازہ لگایا گیا اور جب انہیں یقین ہوگیا کہ اہلِ سنت میں وہ حقیقت باقی نہیں رہی جس کا انہیں پندار ہے..... اور جب گھر کا مالک اپنے گھر میں بھاری پتھروں کے پھینکے جانے سے بھی ڈاکوؤں اور لٹیروں کا تعاقب تو کجا خوابِ غفلت سے بھی بیدار نہیں ہوتا تو ان قزاقوں نے کھل کر سنی قیادت کو راستے سے ہٹانے اور سفاکی و بربریت کے ساتھ علماءِ حق کو قتل کردینے کی منصوبہ بندی بنالی۔ جس کی خبر مولانا حق نواز جھنگویؒ نے متعدد جلسوں میں اپنی شہادت سے قبل کردی تھی، مگر امن کے محافظ اور اربابِ اختیار ٹس سے مس تک نہ ہوئے، بالآخر وہی ہوا جس کے لئے مولانا حق نواز جھنگویؒ بے تابی سے منتظر اور قطعی طور پر تیار بیٹھے تھے ؎

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاکِ تیغت
سرِ دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

مرحوم اپنی شہادت سے کچھ روز قبل دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے، دارالعلوم کے مہمان خانہ میں حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہٗ سے ملاقات کی۔ اعدائے اسلام کی زیرِ زمین خطرناک اور مستقبل کے لحاظ سے بھیانک سرگرمیوں اور اس کے سدِّباب کے لیے ممکنہ لائحہ عمل اختیار کرنے پر تبادلۂ خیال کیا اور ۱۶ مارچ کو مینارِ پاکستان لاہور میں سپاہِ صحابہ کے زیرِ اہتمام منعقد ہونے والی مجوزہ ''دفاعِ صحابہ کانفرنس'' میں شرکت کی اُنہیں دعوت دی اور اس کے انعقاد کے سلسلے میں سرپرستی کی درخواست پر حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہٗ نے جماعتی سطح پر بھرپور تعاون کی یقین دہانی اور اسے اپنے مشن کی تکمیل کا اہم مرحلہ قرار دیا..... دارالعلوم کے مہمان خانہ میں قدرے آرام فرمانے کے بعد مولانا مدظلہٗ کے ساتھ دوپہر کا کھانا کھایا اور ان کے ارشاد پر ظہر کی نماز کے بعد جامع مسجد میں طلبۂ دارالعلوم سے مفصل خطاب بھی فرمایا۔

اسلام کے اس شعلہ بیان خطیب کی قائدانہ صلاحیتیں ہر جگہ ممتاز اور نمایاں شکل میں اُبھریں، عمر بھر کا مشغلہ شانِ صحابہؓ کا دفاع، باطل قوتوں اور شاتمینِ صحابہ کا تعاقب رہا..... ان کی شعلہ فشانی سے دل پگھل جاتے، ان کی پکار اور للکار سے سامعین اور مخاطبین میں غیرت وحمیت اور انقلاب وتحریک کے جذبات کی انگیخت ہوتی اور کچھ عجب سا سماں بندھتا تھا..... حضرات صحابہ کرامؓ اور مسلکِ حقہ اہلِ سنت کے خلاف جو آواز بھی اُٹھی، لٹریچر چھاپا یا اشرار نے یورش کی تو مولانا حق نواز ترجمانِ باطل پر ایک صاعقہ بن کر گرے۔ مرحوم تحصیلِ علم کی تکمیل سے شہادت تک منبر ومحراب سے اہلِ رفض کے جواب میں صحابہ

کرامؓ اور اہلِ سنت کی ترجمانی کرتے ہوئے ہر میدان میں شعلہ جوالہ بن کر حق کی حفاظت کی خاطر چمکتے رہے۔ دفاعِ صحابہؓ کی چھاپ ان کی پوری زندگی پر حاوی رہی۔ میدانِ خطابت میں اپنی قلندرانہ اور مجاہدانہ شان کے ساتھ پورے طمطراق اور جاہ و جلال سے اُترتے۔ اُن کی خطابت کا انداز منفرد اور شان مجاہدانہ تھی۔ جرأت و بے باکی، دین کے اعلاء و اشاعت کے میدان میں جرأت مندانہ کردار اور آتشِ نمرود میں بے خطر کود پڑنے کا ابراہیمی جذبہ اُن کے قول و عمل اور تقریر و خطاب کا ہدف ہوا کرتا تھا۔ جس میں بالآخر وہ کامیاب ہو گئے اور اُمت کے لیے اخلاص، جوشِ عمل، دینی حمیت، مقصد سے شغف، ولولہ، سوز، للّٰہیت، دفاعِ صحابہؓ، عشقِ رسولؐ اور جانبازی و جاں سپاری کا کتنا پیارا، قابلِ رشک اور عزیمت سے معمور نمونہ چھوڑ گئے۔

مولانا حق نواز شہیدؒ اعداءِ صحابہؓ کے تعاقب میں کسی مداہنت، سیاست یا مصلحت بینی کے روادار نہ تھے، وہ بلا خوفِ لومۃ لائم ان کی سبائیت، فتنہ پردازی، ناپاک عزائم، دینِ اسلام کے خلاف سازشوں اور کفر و عدوان کو ظاہر کرتے۔ مرحوم کو مروّجہ لادین سیاست میں بلند ترین مناصب اور خوش آئند سیاسی قیادت کی پیش کش کی گئی، جس کے سامنے بڑے بڑے پیرانِ پارسا اور دعویدارانِ زہد و ورع بھی ڈگمگا جاتے ہیں۔ انہیں طمع و لالچ اور ڈرانے دھمکانے کے صدہا طریقوں سے آزمایا گیا، جب وہ کسی طرح بھی لادین مغربی سیاست کے چنگل میں نہ رہ سکے تو انہیں تنہا چھوڑ دیا گیا، فرقہ واریت کا علمبردار کہا گیا، اغیار سے تو گلہ نہیں اپنوں نے بھی دھتکار دیا اور بدقسمتی سے اب بھی بعض خالص مغربی طرزِ فکر کے مریض سیاسی راہنما مسلمانوں سے اپیل کر رہے ہیں کہ مولانا حق نوازؒ کی شہادت کا سوگ اور احتجاج ختم کر دیا جائے کہ اس سے فرقہ واریت کو فروغ ملتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

الغرض مولانا حق نواز جھنگویؒ نے اپنی زندگی میں دفاعِ صحابہؓ اور اظہارِ حق کی خاطر اپنی سیاسی وابستگیاں تج دیں، اپنے احباب کی ناراضگیاں مول لے لیں مگر حق و صداقت پر مبنی موقف سے سرِ مُو نہ ہٹے۔

ستمبر ۱۹۸۹ء میں متحدہ علماء کونسل کے زیرِ اہتمام کوئٹہ کے جلسۂ عام میں مولانا سمیع الحق مدظلہٗ کی دعوت پر تشریف لائے، مگر اس سے قبل انہوں نے اپنے سیاسی رفقاء کار کے تیور پڑھ لیے تھے، جلسہ میں گڑبڑ کر دی گئی لیکن اس کے باوجود جلسہ بھرپور اور کامیاب رہا۔ مولانا حق نوازؒ نے بھی مفصل خطاب فرمایا اور مولانا سمیع الحق کے اہداف اور عملی ترجیحات میں متحدہ علماء کونسل کی تشکیل اور سیاسی موقف کو سراہا اور اس سے وابستگی کو اپنا دینی فرض قرار دیا۔ مولانا مرحوم نے اس موقع پر دوٹوک اعلان فرمایا کہ جمعیۃ علماء اسلام کو اپنی مذہبی ذمہ داری، دینی حیثیت اور منشور کے پیشِ نظر متحدہ علماء کونسل کے ساتھ بھرپور تعاون اور اعدائے اسلام کی یلغار کے خلاف کھل کر کام کرنا ہوگا۔ ایسے حالات میں کسی کا خاموش رہنا شیطان اخرس کے مترادف یا پھر اعدائے اسلام کی ایجنٹی کے بغیر کوئی دوسری تاویل ممکن نہیں..... اس کے اظہار میں مولانا مرحوم نے کسی بھی سیاسی دباؤ کو قبول نہیں کیا بلکہ جتنے دبائے گئے اُتنی ہی شدت سے جذبۂ اظہارِ حق، مقامِ عزیمت اور اعلائے کلمۃ اللہ کی انگیخت بڑھتی گئی اور وہ ایک مردِ غیور اور متاعِ حق بن کر علماء حق کی لاج رکھنے میں کامیاب ہو گئے۔

مولانا حق نواز کا موقف تھا جسے مولانا سمیع الحق مدظلہٗ کی بھرپور حمایت حاصل تھی کہ: ''ایران میں شیعہ کی اکثریت

ہے اور سُنی اقلیت میں ہیں، اگر ایران میں سُنی اقلیت ایران کے اقتدار میں شریک نہیں ہوسکتی تو پھر ہم پاکستان میں جہاں سُنی مسلمانوں کی اکثریت ہے اور شیعہ اقلیت میں ہیں کس طرح اقلیتی شیعہ گروپ کو کسی قاعدے اور انصاف سے وزیر اعظم کی حیثیت سے برداشت نہیں کر سکتے۔"

مولانا حق نواز جھنگویؒ جب زندہ تھے تو اُنہیں نہیں پہچانا گیا اور مولانا مرحوم کو بھی یہی شکایت رہی کہ سیاسی راہنماؤں کی مداہنت، بیرونِ ملک وابستگیاں، سفارتخانوں سے تعلقات، غیر ملکی دورے، ایران سے ہمدردیاں اور مغرب کی مروّجہ لادین سیاست، "سُنّیت" کی عظمت، جمہور اہلِ سنت کے حقوق کے تحفظ اور فقہ حنفی کی ترویج واشاعت میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔

اعداءِ صحابہ تقیہ باز ہیں، ان سے کبھی بھی اسلامی کی خیر خواہی کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ وہ اس کا برملا اعلان کرتے اور اسی "جرم" کی پاداش میں انہیں یہ سزا دی گئی۔ مگر حقیقت میں وہ ایسی راہ پر چلے گئے ہیں جہاں جنت کی حوریں ان کے انتظار میں دیدۂ ودل فرشِ راہ کیے بیٹھی ہیں۔ جب مقاصد بلند ہوں، نیت خالص اور عزائم بے لوث ہوں تو ایسے لوگ کبھی نہیں مرتے بلکہ آخرت کی اُبدی زندگی ان کا استقبال کرتی ہے۔

ایرانی گماشتوں اور اعدائے اسلام کے ایجنٹوں، بے رحم اور سفاک قاتلوں کے اس سفاکانہ اقدام، وحشیانہ جسارت، بزدلانہ حرکت اور مولانا حق نوازؒ کی مظلومانہ شہادت پر ملک بھر کے غیور مسلمانوں میں تشویش اور احتجاج کی لہر دوڑ گئی، پورا ملک ماتم کدہ بن گیا۔ احتجاجی جلسے ہوئے، کامیاب ہڑتالیں ہوئیں، عظیم جلوس نکالے گئے مگر کیا اس سے مولانا حق نوازؒ واپس آجائیں گے یا دو چار قاتلوں کی گرفتاری سے مرحوم کا حق ادا ہو جائے گا؟..... نہیں ہرگز نہیں:

انجمن سے وہ پروانے شعلہ آشام اُٹھ گئے
ساقیا! محفل میں تُو آتش بجام آیا تو کیا؟
تھا جنہیں ذوقِ تماشا وہ تو رخصت ہو گئے
لے کے اب تُو وعدۂ دیدارِ عام آیا تو کیا؟

مرحوم تو خوش نصیب تھے، شہادت کا عظیم مقام پا گئے، ان کا حق اہلِ سنت والجماعت کو محض ماتم ونوحہ، اخباری بیان، ہڑتالوں، جلوسوں، احتجاجی جلسوں اور قاتلوں کی گرفتاری سے نہیں بلکہ دینی حمیت، دفاعِ صحابہؓ، ردِّ روافض، عقل وشعور اور دینی حِس کی بیداری، حقوقِ اہل سنت کے تحفظ اور صورتحال کا عمیق جائزہ لینے اور مولانا شہیدؒ کے مشن کو آگے بڑھانے اور اس میں بھرپور کامیابی حاصل کرنے کی منصوبہ بندی اور لائحہ عمل پر سوچنے سے ادا کرنا چاہئے۔ اگر خدا کی یہ زمین معصوم اور بے گناہ انسانوں کے خون سے لالہ زار بنتی رہی، علماء حق کی عزت وآبرو اس طرح برسرِ عام لُٹتی اور رُسوا کی جاتی رہی تو اس ملک کا بھی خدا حافظ ہے اور خدا کے ہاں ظلم وتشدد سے بڑھ کر کوئی جرم نہیں..... حق تعالیٰ مولانا حق نواز شہیدؒ کو مقربین اور شہداء صالحین کے مراتب عطا دے اور پاکستان کے تمام اہلِ حق علماءِ دعوت وعزیمت کو ان کا بدل نصیب ہو۔ آمین

مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

اب دیکھنے کو جن کے آنکھیں ترستیاں ہیں!

حضرت مولانا سید محمد کفیل بخاری مدظلہ، مدیر ماہنامہ نقیب ختم نبوت ملتان

مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ حُبّ اصحابِ رسول علیہم الرضوان کے جذبۂ صادقہ سے معمور دلِ بے تاب رکھنے والے انسان تھے۔ میری اُن سے پہلی ملاقات ۱۹۷۹ء میں ہوئی تھی۔ پہلی نظر میں ہی انہوں نے دل پر اثر کیا اور دماغ پر گہرا نقش چھوڑا۔ میرا تاثر یہ تھا کہ مولانا اپنے وجود اور اپنی استطاعت سے زیادہ کام کرنے والے انتھک انسان ہیں۔ انہیں اپنے نصب العین سے عشق ہے اور وہ اپنے عقائد و نظریات کے ساتھ بے حد مخلص ہیں۔ دفاعِ اصحاب و ازواجِ رسول علیہم الرضوان کے مشن پر وہ اپنی تمام صلاحیتیں وقف کیے ہوئے ہیں۔

چھوٹا سا قد، پتلا دُبلا جسم، اپنی طاقت سے زیادہ تیز تیز چلنے والا باہمت انسان اور اپنی منزل کی طرف بے خوف بڑھنے والا بہادر انسان..... جس نے اپنی شعلہ بار خطابت اور بے مثال استقامت سے پاکستان میں اہل سنت والجماعت کے حقوق کے تحفظ کیلئے اپنی جان تو قربان کردی مگر اپنے عظیم مشن سے ایک قدم بھی پیچھے نہ ہٹے۔

۱۹۶۰ء کی دہائی میں امام اہل سنت، جانشین امیر شریعت حضرت مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمہ اللہ ہر جمعہ کو ملتان میں درسِ قرآن ارشاد فرمایا کرتے تھے جس میں عوام کے تمام طبقات کثیر تعداد میں شریک ہوتے۔ مولانا حق نواز جھنگوی کا زمانہ طالب علمی تھا اور وہ اِن دروس میں باقاعدہ شریک ہوتے۔ مدحِ صحابہ اور تحفظ ناموسِ صحابہ کا درس انہوں نے حضرت ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے ہی لیا۔ جس کا اعتراف و اظہار وہ حضرت بخاری سے ملاقاتوں میں اکثر کیا کرتے۔

انہوں نے دیگر علماء اہل سنت سے بھی بے پناہ استفادہ کیا اور ان کے پڑھائے ہوئے سبق کو عملی زندگی میں جس جرأت و شجاعت سے ظاہر کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ مولانا جھنگویؒ کوچۂ سیاست میں بھی آئے مگر وہاں دل کو مطلوبہ اطمینان نہ ملا۔ آخر انہوں نے اپنے آپ کو مدحِ صحابہ کے لئے وقف کردیا اور اِسی مقدس مشن پر اپنی عزیز جان قربان کردی۔

ایران کے شیعی انقلاب کے بعد پاسداران نے اِسے پاکستان میں برپا کرنے کی مذموم سعی کی۔ ''خانہ فرہنگِ ایران'' کے بظاہر ثقافتی مراکز ملک بھر میں قائم کئے جو دراصل ایران کے شیعی انقلاب کو پاکستان میں ایکسپورٹ کرنے کے

مراکز تھے۔ اصحاب رسول علیہم الرضوان کی توہین پر مشتمل لٹریچر لاکھوں کی تعداد میں شائع کر کے تقسیم کیا جانے لگا۔ ان قدسی صفت انسانوں پر سرِ عام تبرّی کیا جانے لگا اور پاکستان کے ''آسدارانِ'' ملک کے اقتدار پر شب خون مارنے کی خوفناک سازشیں کرنے لگے۔

مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ ملک کی غالب اکثریت اہل سنت والجماعت کے حقوق کے تحفظ کے لیے اور پاکستان کے دفاع وسلامتی اور بقاء کے لئے سر پر کفن باندھ کر میدان میں نکلے۔ ایک شعلۂ بے تاب بن کر نوجوانوں کے دلوں کو گرمایا اور دماغوں کو شعور کی روشنی عطا کر کے دین اور ملک دشمنوں کے مقابلے میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن گئے۔

مجھے متعدد مرتبہ اُن کے ساتھ تقریر کرنے کا موقع ملا۔ میں نے دیکھا کہ عوام کا ایک سیلاب بے پناہ اُن کو دیکھنے اور سننے کے لئے بے تاب ہوتا تھا اور یہ نعمت اخلاص کے بغیر نہیں ملتی۔

فروری ۱۹۹۰ء کے ابتدائی دنوں میں وہ دار بنی ہاشم ملتان تشریف لائے، یہ ان سے میری آخری ملاقات تھی۔ حضرت مولانا عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ کا پوچھا تو میں نے عرض کیا کہ برطانیہ کے سفر پر ہیں۔ آج کل آنے والے ہیں۔ پھر فرمایا: ''آپ کا اور ہمارا مشن ایک ہے، جی چاہتا ہے مل بیٹھیں اور اپنی طاقت کو منتشر ہونے سے بچالیں۔'' فرمایا میں چند روز میں دوبارہ آؤں گا اور شاہ صاحب سے ملاقات کروں گا۔ میں نے چند کتابیں پیش کیں اور مولانا مختصر ملاقات کے بعد جھنگ روانہ ہو گئے۔

حضرت سید عطاء المحسن بخاریؒ چند روز بعد سفر سے واپس تشریف لائے تو میں نے مولانا جھنگوی کا سلام اور پیغام پہنچایا، وہ بہت خوش ہوئے اور دعائیں دیں۔ فرمایا کہ چند روز میں اُن سے ملاقات کریں گے۔ مگر آہ! اِس کا موقع ہی نہ ملا۔

۲۲ر فروری ۱۹۹۰ء کی اداس شام آج بھی مجھے یاد ہے جب حضرت مولانا عطاء المحسن بخاریؒ دفتر میں تشریف فرما تھے کہ اچانک ایک نوجوان نے مولانا حق نوازؒ کی شہادت کی خبر سنائی۔ تمام شرکاءِ مجلس غم ویاس کی گہرائیوں میں ڈوب گئے اور فرطِ محبت سے آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے۔ حضرت سید عطاء المحسن بخاریؒ نے اس وقت مولانا جھنگویؒ کے قاتلوں کی نشاندہی کی تھی جسے شرکاءِ مجلس نہیں مان رہے تھے اور حیرت کا اظہار کر رہے تھے۔ آخر مولانا ایثار القاسمی کی شہادت پر یہ بات درست ثابت ہوئی کہ جو لوگ مولانا ایثار القاسمی کو شہید کرنے والے تھے انہی لوگوں نے مولانا حق نواز کو شہید کیا تھا۔

حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ:

> ''جاگیردار اور سرمایہ دار کتنا ہی نیک کیوں نہ ہو وہ اپنا ایک مزاج اور رویہ رکھتا ہے۔ وہ کسی بھی طبقہ کے غریب کو باعزت نہیں دیکھ سکتا۔ جھنگ کا جاگیردار اور سرمایہ دار کیسے برداشت کرتا کہ ایک غریب مولوی الیکشن میں حصہ لے اور خم ٹھونک کر مقابلہ کرے، عوام اس کی آواز سنیں، وہ دین وسیاست میں عوام کی رہنمائی کرے، وہ اپنی مؤثر اور طاقت ور آواز سے عوام کو بیدار کر دے۔ مولانا حق نواز کو اسی جرأت و شجاعت کے جرم میں شہید کیا گیا۔''

مولانا حق نوازؒ سے وابستہ یادیں تو بہت ہیں جن کو رقم کرنے کے لئے ایک دفتر چاہئے۔ کسی دوسری صحبت میں انہیں یک جا کرنے کی کوشش کروں گا۔ مولانا شہید ہو گئے لیکن ان کا نام، کام اور جرأت باقی ہے اور ان شاء اللہ باقی رہے گا۔

CamScanner

پہلی تقریر.....

محترم جناب اشتیاق احمد صاحب۔ مدیر "بچوں کا اسلام"

"جھنگ میں ایک نئے مولانا آئے ہیں، بہت زبردست تقریر کرتے ہیں"..... یہ بات مجھے میرے چھوٹے بھائی نے بتائی تو میں نے کہا: "ٹھیک ہے، جمعے کو مجھے بھی ساتھ لے چلنا۔ سن لوں گا اُن کی تقریر"۔ چھوٹے بھائی کو تقاریر سننے کا بہت زیادہ شوق تھا جب کہ میں ان دنوں لاہور میں تھا۔ کبھی کبھار جھنگ آتا ہوتا تھا۔ بھائی کی خواہش کے پیشِ نظر میں جمعے کی نماز کے لیے اس کے ساتھ چلا گیا۔ میں نے دیکھا، مسجد نمازیوں سے پُر تھی اور ابھی وہ مولوی صاحب نہیں آئے تھے۔ ٹھیک دو بجے ایک درمیانے قد کے، سانولے رنگ کے مولوی صاحب مسجد میں داخل ہوئے تو لوگ اٹھ اٹھ کر ان سے مصافحہ کرنے لگے۔ لوگوں کا جوش قابلِ دید تھا۔ خیر وہ منبر پر بیٹھ گئے اور تقریر شروع کر دی۔ ان کی آواز کافی بھاری سی تھی، بہت آہستہ انداز میں الفاظ ان کے منہ سے نکلنے لگے..... مجھے کچھ بوریت سی محسوس ہونے لگی۔ دل ہی دل میں چھوٹے بھائی پر بگڑنے لگا کہ یہ مجھے کہاں لے آیا ہے۔ اس طرح پورے پندرہ منٹ گزر گئے۔ تقریر نہایت سست انداز میں جاری رہی۔ لوگ پوری توجہ سے سن رہے تھے اور میں حیران ہو رہا تھا کہ آخر اس قدر انہماک کی کیا بات ہے۔ پندرہ منٹ گزرنے کے بعد تقریر میں قدرے تیزی آ گئی۔ اب مجھے بھی دلچسپی محسوس ہونے لگی..... لیکن اتنی بھی نہیں کہ میں کہہ اُٹھتا کہ واقعی..... بہت زبردست تقریر ہے۔ اگلے پندرہ منٹ اسی عالم میں گزرے۔ پھر اکتیسواں منٹ شروع ہوا، اب تقریر میں یکا یک بہت تیزی آ گئی۔ میں چونک اٹھا۔ الفاظ میرے کانوں میں اس طرح آنے لگے جیسے دھواں دار بارش۔ اب تقریر میں بہت مزہ آنے لگا تھا اور میں اپنے چھوٹے بھائی کو سخت سست کہنے کے بارے جو سوچ چکا تھا، وہ خیال کہیں بہت دور جا چکا تھا۔ اکتیس منٹ سے پینتالیس منٹ تک یہی عالم رہا..... اور پھر جونہی چھیالیسواں منٹ شروع ہوا، تقریر میں غضب کی تیزی آ گئی۔ پھر تو یہ حال ہوا کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں..... میں مبہوت ہو کر تقریر سن رہا تھا..... اور پوری بات اب سمجھ میں آئی تھی کہ مولانا پہلے پندرہ منٹ اپنی تقریر کی تمہید باندھتے ہیں، اس تمہید کے دوران وہ بہت ہی سست انداز میں بات کرتے تھے۔ آخری پندرہ منٹ تو بس یوں محسوس ہوتا رہا گویا کہ الفاظ نہیں گولیاں برس رہی ہوں۔ تقریر ختم ہوئی، میں سکتے میں تھا، یہ پہلی تقریر تھی جو میں نے سنی، اس کے بعد میں ان کی تقریر کا رَسیا ہو گیا۔ یہ تھے مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ..... ہم ان دنوں کہا کرتے تھے، مولانا کی تقریر کے چار گیئر ہوا کرتے ہیں۔ پہلے گیئر میں رفتار نہایت سست، دوسرے میں قدرے زیادہ، تیسرے میں تیز اور چوتھے گیئر میں رفتار طوفان ہو جاتی ہے..... مجھے آج بھی ان کا چوتھا گیئر بہت یاد آتا ہے۔

CamScanner

صحابہ زندہ باد — یا اللہ مدد — محمد زندہ باد

حب صحابہ رحمت اللہ

بغض صحابہ لعنت اللہ

ہو رزمِ کفر و حق تو بدر ہے نمازِ زندگی
خمینیت ہو سامنے تو حق نواز زندگی

امیر عزیمت، امیر کاروانِ ناموسِ صحابہؓ، شیرِ اسلام

ہم مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

اور ان کے جانشین

ایثار القاسمی رحمۃ اللہ علیہ — ضیاء الرحمن فاروق رحمۃ اللہ علیہ — محمد اعظم طارق رحمۃ اللہ علیہ — علی شیر حیدری رحمۃ اللہ علیہ

اور دیگر سینکڑوں شہداء کارکنان کی عظمت کو سلامِ عقیدت پیش کرتے ہیں

محمد احمد صاحب — عبد القیوم صاحب — خادم حسین صاحب — شمس الرحمن معاویہ صاحب

کی قیادت پر مکمل اعتماد کے ساتھ ان کی خدمات کو

خراجِ تحسین

پیش کرتے ہوئے تحریک ناموسِ صحابہ کی کامیابی کے لئے دعا گو ہیں

مدرسہ جامعہ محمدیہ ضیاء القرآن

محمد طاہر رحمان مہتمم — چک نمبر 160/10R تحصیل جہانیاں

مدرسہ ہذا میں قرآن مجید حفظ و ناظرہ کی تعلیم دی جا رہی ہے۔ 175 طلباء زیرِ تعلیم ہیں جن میں 25 مسافر ہیں۔ بچوں کی تربیت پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔ اہلِ خیر حضرات متوجہ ہوں۔

امیر عزیمت حق نواز جھنگوی شہیدؒ

مولانا محمود الرشید حدوٹی مدظلہٗ
مدیر اعلیٰ ماہنامہ آبِ حیات لاہور

امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کی جہد مسلسل، فکر مندی، جان نثاری، جانفشانی اور ولولہ انگیز قیادت پر ارباب علم و دانش اور کار پردازانِ قلم نے خوب خوب طبع آزمائی کی ہے۔ ان کے سانحۂ شہادت سے لے کر تا ہنوز لکھاری لکھ رہے ہیں، اہلِ قلم خامہ فرسائی میں مصروف ہیں، ان کے کھینچے ہوئے خطوط پر چلنے والوں کی رفتار میں اگرچہ سستی پیدا ہوئی مگر کارواں رُکا بھی نہیں اور تھما بھی نہیں۔ گردشِ شام و سحر نے اس کارواں کے راہروؤں کو کئی بار منزل کی سمت بڑھنے سے روکا، اس کارواں کے حدی خوانوں کے منہ سے نغمہ سرائی چھیننے کی کوشش کی گئی مگر کارواں ہے کہ رُکتا ہی نہیں۔ حدی خواں ہیں کہ نغمہ سرائی سے باز ہی نہیں آتے، پروانے ہیں جو جل جل کر شمع پر جان نچھاور کرتے چلے گئے۔

امیر عزیمت کے اخلاص، تقویٰ، ورع اور للّٰہیت کا یہ ثمرہ ہے کہ اصحابِ رسول کی مدح و ستائش میں دیوانوں، مستانوں اور پروانوں کا ایک جم غفیر مصروفِ عمل ہے۔ وہ چلے تو اکیلے تھے مگر جب بڑھتے گئے تو کارواں تشکیل پاتا چلا گیا، وہ خود اصحابِ رسول ﷺ کی مدح، دشمنانِ اصحابِ پیغمبر کے تعاقب میں جان کی بازی ہار گئے مگر دنیا میں چشم واہ رکھنے والوں کو سمجھا گئے کہ کس طرح مشن، کاز اور نصب العین کی خاطر جان واری جاتی ہے، جان ہاری جاتی ہے۔ تاریخِ عزیمت کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس راہ پر چلنے والے خوش نصیبوں نے عظیم مقاصد کے حصول کی خاطر جانکاہی سے کام لیا، پھولوں کی سیج پر چلنے کی بجائے کانٹوں کی راہ اختیار کی، رخصت کی بجائے عزیمت اختیار کی، غموں کے ہجوم انہیں عزائم کی تکمیل سے باز نہ رکھ سکے، مصائب کی کالی گھٹاؤں میں اپنے موقف سے دستبردار نہ ہوئے، رنج و الم کے مسموم تھپیڑوں میں بھی اپنے مشن کی بات کی، حوادثات کے طوفانوں میں بھی مسکراہٹ ان کے چہروں کی زینت بنی رہی، انہوں نے ہر دُکھ سے سکھ کا مزہ پایا۔

ہم جب جھنگوی شہیدؒ کی زندگی کو تاریخ کے آئینے میں دیکھتے ہیں تو ورطۂ حیرت میں ڈوب جاتے ہیں کہ کیسے ایک چھوٹے سے قد کا مالک دشمن کو ناکوں چنے چبواتا اور کفر کے ایوانوں میں لرزہ برپا کرتا تھا۔ جھنگوی شہیدؒ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ قربانیوں کی لازوال داستان رقم کئے ہوئے ہے۔ راقم نے ۲۰۰۴ء میں جھنگوی شہیدؒ کی حیات سے لے کر شہادت تک آپ

کے شب و روز کے بارے میں تقریباً ۴۵۶ صفحات پر مشتمل کتاب بھی تحریر کی تھی مگر ہمارے محترم مولانا ثناء اللہ سعد شجاع آبادی کے اصرار پر چند حروف حضرت جھنگویؒ کی زندگی کے بارے میں لکھنے کی سعی کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس سے خوب مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم سب کو مشنِ جھنگویؒ پر کاربند رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین

مولانا حق نواز شہیدؒ اور قیام سپاہ صحابہؓ

شیعیت کا جال بچھا ہوا تھا، سادہ لوح مسلمان شیعیت کی مکاریوں اور ان کے دامِ فریب کا شکار تھے، ملاح ست اور خواب خرگوش میں مدہوش تھے، کوئی نہ تھا جو مسلم اُمہ کی ناؤ کو خوش اسلوبی کے ساتھ مراحلِ مراد تک پہنچاتا، شیعیت کے مظالم سب کے سامنے تھے، شیعیت کی داستانیں پیش نظر تھیں۔ شیعیت کے طوفان اٹھ رہے تھے۔ ایران کے شیعہ انقلاب کے بعد پوری دنیا کے مسلمان آزمائش سے گزر رہے تھے، ایران میں معصوم بچوں، بوڑھوں، جوانوں، اور عورتوں کو تہ و تیغ کر دیا گیا تھا۔ پاکستان میں ہلڑ بازی اور دھماکوں کا آغاز کر دیا گیا تھا۔ خانہ کعبہ کو شہید کرنے کی چالیں چلائی جا چکی تھیں۔ پاکستان میں شیعہ انقلاب کی راہ ہموار کی جا رہی تھی۔ شیعہ نے اصحابِ رسولؐ کے خلاف تبرا شروع کر دیا تھا۔ کتابوں کی صورت میں ایرانی اور پاکستانی شیعوں کا غلیظ لٹریچر سرِ عام بک رہا تھا۔ علماء خاموش تھے، سیاسی زعماء اس انقلاب سے لرزاں و ترساں تھے۔ شیعہ بدقماشوں نے گوبر سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نام سڑکوں پر لکھا، کتوں اور کتیوں کے گلوں میں حضرت عائشہؓ اور حضرت عمرؓ کا نام لٹکا کر بازاروں میں پھرایا گیا، سنیوں کو ہائی پیانے پر قتل کرنے اور مسجدوں کو امام باڑوں میں بدلنے کے پروگرام بن رہے تھے، قرآن پاک جلانے اور سنی کتب خانے نذرِ آتش کرنے کی گھناؤنی سازشیں ہو رہی تھیں۔ روس کے ساتھ مل کر پاکستان کے افغان جہاد کو ناکام بنانے کا منصوبہ بن رہا تھا، اور اس طرح کے بے شمار منصوبوں کی فہرست مرتب کی جا رہی تھی، کہ مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ نے ۲۰ ذی الحجہ ۱۴۰۵ھ بمطابق ۶ ستمبر ۱۹۸۴ء کو اپنی مسجد میں سپاہ صحابہؓ کی بنیاد رکھی۔

عجیب حکمت

مولانا حق نواز صاحبؒ نے ۶ ستمبر کو سپاہ صحابہؓ کی بنیاد رکھنے میں بڑی حکمت، سمجھ اور دانشمندی سے کام لیا۔ ۶ ستمبر ۱۹۶۵ء میں جیالوں نے انڈیا سرکار کی فوجوں کے دانت مختلف محاذوں پر کھٹے کیے تھے۔ گویا ۶ ستمبر کو پاکستان کے دفاع کی جنگ لڑی گئی تھی، جس میں پاکستان کے وفادار سپاہیوں نے جان کا نذرانہ پیش کیا، گویا وہ فوج سرحدوں کا دفاع کر رہی تھی اور جو فوج مولانا جھنگویؒ ۶ ستمبر کو مسلح کر رہے تھے یہ نظریاتی سرحدوں کا دفاع کرے گی اور اصحابِ رسول کے دشمنوں سے برسرِ پیکار ہو کر ان کے دانت کھٹے کرے گی۔

اسلاف کا طریقہ کار اور مولانا جھنگویؒ کی سوچ

ردِ شیعیت پر بہت سارے علماء کرام نے کام کیا، لیکن شیعیت کے بارے میں مجددانہ موقف مولانا جھنگویؒ کا ہی تھا۔ پہلے بزرگ صرف دفاعی جنگ لڑتے رہے۔ شیعہ نے صحابہ کرام کو گالی دی تو بزرگوں نے اس کے جواب میں حضرات

صحابہ کرامؓ کے فضائل بیان کئے۔ شیعہ نے صحابہ کرامؓ پر اعتراض کئے تو بزرگوں نے جواب میں کتاب لکھ دی اور یہ طریقہ آج بھی رائج ہے اور بزرگوں کا یہ بھی طریقہ رہا کہ شیعہ نے چیلنج کر دیا تو مناظرہ کے لئے تیار ہو گئے۔ مولانا عبدالشکور لکھنویؒ نے لکھنؤ پہنچ کر خود مقبول حسین دھلوی کو خط لکھا، کہ میں نے سنا ہے تم اہل سنت کے مشن اور مسلک پر اعتراض کرتے ہو، اگر واقعی یہی بات ہے تو تم اعتراض لکھ کر مجھے روانہ کر دو۔ لیکن مقبول حسین دھلوی نے جرأت نہیں کی۔ علامہ عبدالشکور لکھنویؒ نے بھی شیعہ کے اعتراضات کے رَد میں کتابیں لکھیں۔ جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام جہلم نے حضرت لکھنویؒ کی کتاب کو "تحفۂ خلافت" کے نام سے گزشتہ کئی سالوں سے شائع کر کے ملک میں پھیلا دیا ہے۔

حق نواز شہیدؒ آزمائشوں کے جال میں

اللہ تعالیٰ کا یہ دستور رہا ہے کہ وہ جس سے اپنے دین کا کام لینا چاہتا ہے اس سے اتنی ہی بڑی قربانی لیتا ہے اور اتنے ہی سخت امتحان میں ڈال دیتا ہے۔ تاریخ کے اوراق کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء علیہم السلام سے جس قدر دین کا کام لیا اسی قدر ان کے اوپر سخت سے سخت امتحان بھی ڈالا، ان کو آزمائشوں سے گزرنا پڑا، تختہ دار پر چڑھنا پڑا، سولی پر لٹکنا پڑا۔ یہاں تک کہ قرآن نے ان کے بارے میں یہاں تک کہہ دیا کہ جب وہ آزمائشوں میں مبتلا کیے گئے حتیٰ کہ ان کی زبان سے بے ساختہ یہ کلمات نکلے کہ "متیٰ نصر اللّٰہ" اللہ کی مدد کب آئے گی؟..... پھر جن لوگوں نے اللہ کے دین کی خاطر مصیبتوں کو برداشت کیا، ظلم وستم کو ہنس کر سہہ گئے، دین کے لئے تختہ دار پر لٹک گئے، جیلیں آئیں تو خوشی سے قبول کیں، ہتھکڑیاں پہننی پڑیں تو ہاتھ سجا لئے، بیڑیاں آئیں تو پاؤں کے گھنگھرو سمجھ لئے، ہر اُفتاد کو انہوں نے گلے لگایا، انہوں نے کانٹوں میں بھی گلزار سجایا، پھر چشمِ فلک نے دیکھا کہ انہی لوگوں کا نام تاریخ کے سنہرے اوراق میں نقش ہونے لگا، قومیں ان پر فخر کرنے لگیں، ان کا نام رہتی دنیا تک یاد رکھا جانے لگا، اسی دستور کے مطابق اللہ تعالیٰ نے مولانا جھنگویؒ کو بھی مختلف آزمائشوں سے دوچار کیا، کبھی جیل کی کال کوٹھڑی، کبھی پولیس کی مار پیٹ، کبھی ناکہ بندی، کبھی ان پر پابندی اور کبھی اپنوں کے طعنے سننا۔ یہاں تک کہ آخر ایک دن ان کو گولیوں سے چھلنی کر کے قبر کی پاتال میں اتار دیا گیا۔ لیکن جھنگویؒ حق کہنے سے باز نہ آئے اور کفر کو یوں للکارتے رہے:

نوک ہر خار سے پوچھو وہ گواہی دیں گے
ہم نے کانٹوں میں بھی گلزار سجا رکھا ہے

جھنگوی شہیدؒ پر ہونے والے ظلم وستم کی داستان اگر رقم کی جائے تو کئی کتب اس پر لکھی جا سکتی ہیں۔ تاہم یہاں چند جھلکیاں پیشِ خدمت ہیں تاکہ ہمیں معلوم ہو سکے کہ جھنگویؒ نے جس راستے کا انتخاب کیا اس میں ان کے شب وروز کیسے گزرے اور کس کس طرح سے ان کو ستایا گیا؟

مقدمہ قتل

لیہ کے افسوسناک سانحہ کے بعد مولانا کو مدت بعد ملتان جیل سے رہائی ملی تھی، راستہ میں جگہ جگہ سپاہ صحابہؓ کے

کارکنوں نے استقبال کیا، دوسرے دن جمعہ تھا، شہر اور دوسرے علاقوں سے لوگ ایک سمندر کی طرح اُمڈ آئے تھے، مولانا حق نواز شہیدؒ نے جمعہ کا بیان شروع کیا، اتنا ہجوم تھا کہ تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ صفیں بنتی بنتی دوسرے محلے تک جا پہنچیں۔ قریب کی مسجد بریلوی مسلک کی تھی، چوک میں کھڑے ہجوم پر فائرنگ کی گئی، جس کے نتیجہ میں دو آدمی جاں بحق ہو گئے۔ دشمن کی سازش، شیعہ کی شرارت، غالی بریلوی کی شیعہ نوازی اور بعض ناعاقبت اندیشوں کی بے وقوفی اور دین دشمنی کی بنا پر اس جرم کا ذمہ دار بھی مظلوم حق نواز کو ٹھہرایا گیا۔

مولانا حق نواز جھنگویؒ پر ان کے قتل کا مقدمہ بنوایا گیا، شیعہ لونڈے اور جھنگ کے بعض زر پرست بریلوی علماء دونوں مولانا حق نواز کی بڑھتی ہوئی مقبولیت سے خائف و ترساں تھے، ایڑی چوٹی کا زور لگا کر جہاں تک ہو سکا انہوں نے ان دو آدمیوں کے قتل میں مولانا حق نواز صاحب کو قصوروار ٹھہرا کر انہیں اس کیس میں ملوث کر دیا۔ شر پسند، دین کی چمکتی پیشانی پر بدنما داغ، زر پرست، ابن الوقت، انگریز کے خود کاشتہ پودوں کی روحانی، دین کے باغی ذریت کے کیس پر جھنگ پولیس نے مقدمہ درج کر لیا۔ رات دو بجے پولیس نے مولانا کے مکان کا مین گیٹ توڑ دیا، پولیس مولانا کے گھر گھس آئی، جہاں مولانا ایک دھوتی اور بنیان میں سو رہے تھے، مولانا کو پولیس اہلکاروں نے مارنا شروع کر دیا، مولانا کو مار مار کر تھک گئے۔ مولانا کو پولیس نے گھسیٹا اور گاڑی میں ڈال دیا۔ پولیس نے راستہ میں بدسلوکی کی، تشدد کیا، اور تھانے میں لے جا کر مولانا پر ظلم کیا، ایسا ظلم کہ جس سے ہلاکو اور چنگیز کی روح بھی شرما گئی ہوگی۔

ایک پولیس والے نے مولانا کو لاتوں اور گھونسوں سے مارا، مولانا کا بازو ٹوٹ گیا، ایک بدقماش نے مولانا کے اندام نہانی پر ضربیں لگائیں، جس سے مولانا بے ہوش ہو گئے۔ اس بے ہوشی کے عالم میں بھی پولیس والے آپ کو مارتے رہے، تشدد کا نشانہ بناتے رہے، اور شیعہ وڈیرہ شاہی سے داد حاصل کرتے رہے، اگلے ہی دن مولانا کئی ماہ کی سزا ملتان جیل سے کاٹ کر جھنگ پہنچے تھے۔ مولانا شہیدؒ بے ہوش ہوئے کسی نے پانی تک نہ پلایا، وضو کے لئے پانی نہ ملتا تھا، پینے کے لئے پانی نہ ملتا تھا، جب پانی مانگا تو پولیس والے کہتے تم ہمارا پیشاب پیو، تم شیعہ کو کافر کہتے ہو، تمہیں صحابہؓ سے بڑا پیار ہے، بہت بڑے صحابہؓ کے شیدائی بنے پھرتے ہو۔ اب دیکھا ایسوں کا انجام کیا ہوتا ہے۔ تم بہت صحابہؓ، صحابہؓ کرتے ہو، کہاں ہیں یہ تمہارے ابوبکرؓ اور عمرؓ، اب بلاؤ ان کو کہ تمہیں پانی پلائیں اور تمہیں چھڑوائیں۔

میانوالی جیل

مولانا کو مار پیٹ کر براستہ موچیوالہ تھانہ سے میانوالی جیل بھیج دیا گیا، جہاں مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، آغا شورش کاشمیریؒ، مفتی کفایت اللہ دہلویؒ، مولانا سعید احمد دہلویؒ، مولانا احمد علی لاہوریؒ کو نظر بند کیا گیا تھا، جہاں سے غازی علم الدین شہیدؒ کا جنازہ اٹھا اور چشم فلک نے اس کا نظارہ کیا تھا، یوں میانوالی جیل پہنچ کر عاشق صحابہؓ نے اپنے اکابر کی تاریخ پھر سے زندہ کی۔ مولانا کو جب میانوالی جیل کے مین دروازہ سے اندر لے جایا گیا تو مولانا کے جسم پر کپڑا نہ تھا، سر پر ٹوپی نہ تھی۔ مولانا جب جیل میں گئے تو بالکل ننگے تھے، بازو ٹوٹ کر لٹک رہا تھا، جسم پر ضربات کے نشان تھے اور پشت ایسی تھی گویا کسی نے پے

درپے چھریوں کے وار کئے ہوں۔

مولانا مرحوم کو میانوالی جیل میں ایک رحمدل پولیس افسر نے جب برہنہ حالت میں دیکھا تو انہیں پہننے اور شرمگاہ چھپانے کے لئے اپنی شلوار دے دی، دوسرے پولیس افسر نے اپنے کپڑوں کا جوڑا دیا، تاکہ اس وقت تک پہنیں جب تک ان کا کوئی پرسان حال نہیں آتا۔ مولانا کو بھوک، پیاس اور طرح طرح کے مصائب وآلام سے دوچار کیا گیا، جس کمرہ میں رکھا گیا وہ کمرہ نہ تھا قبر تھی۔ بول براز کی جگہ بھی وہیں اور آرام کی جگہ بھی وہیں۔ آرام خیر کیا کرنا تھا، سارے جسم میں زخموں کے گہرے نشانات تھے، جیسے کسی نے کیل گاڑ کر نکالے ہوں، پشت پر ایک انچ جگہ ایسی نہ تھی جہاں گہرا زخم نہ تھا، جہاں مرہم پٹی نہ کی گئی ہو، زخموں سے خون بہتا رہا، جس سے جیل کا فرش رنگین ہو گیا۔

آپ کے ساتھی

اسی مقدمہ قتل میں تین چار روز بعد سپاہ صحابہؓ کے اُس وقت کے سیکرٹری جنرل یوسف مجاہد، مرکزی صدر شیخ حاکم علی، ناظم شیخ محمد اشفاق کو گرفتار کر کے میانوالی جیل بھیج دیا گیا، یہ حضرات مولانا حق نواز صاحب کی خوب خدمت کرنے لگے۔ کھانا پکانا اور دیگر امور انہوں نے اپنے ذمہ لے لئے، مولانا کے زخم دھوئے، زخموں پر مرہم پٹی کی، مولانا کی خوب دیکھ بھال کی، کچھ دنوں بعد مولانا حق نواز شہیدؒ کے زخم مندمل ہونے لگے، پھر نئے سرے سے صحابہؓ کی عظمت کے ترانے گانے لگ گئے۔

مولانا حق نواز میانوالی سے رہا ہو کر جب جھنگ پہنچے تو آپ کو پھر بھی چین سے نہ بیٹھنے دیا گیا، کبھی پیشیاں، کبھی مقدمات کی پیروی اور کبھی کچہریوں کے چکر لگوائے جاتے۔ پیشی بھگتنے کے لئے جاتے تو سارا سارا دن عدالت کے کٹہرے میں گزر جاتا۔ پھر عدالت بحث شروع نہ کرتی، اگلی پیشی کی تاریخ دے دی جاتی۔ اس طرح آپ کو ذہنی اذیت دی جاتی۔ رات کو دور دراز علاقوں میں جلسوں سے خطاب، پھر عدالت میں آئے دن جانے سے مالی نقصان، یہ تھیں وہ تکالیف جو مولانا نے برداشت کیں، صرف اور صرف عظمت صحابہؓ کے لئے۔

مولانا حق نواز نے بڑی بے جگری، دلیری، ہمت، بہادری وبسالت کی انمٹ داستانیں رقم کی ہیں۔ مولانا مرحوم کو دنیا کی کسی چیز کی ضرورت نہ تھی، وہ ناموری کے خواہاں تھے نہ دولت وثروت کے بل بوتے پر دوسروں کو نیچا دکھا کر میاں مٹھو بننے کے حق میں تھے۔ آپ کی تحریک کا واحد مقصد یہ تھا کہ صحابہ کرامؓ نے جان دی، مال دیا، قربانی دی، بیوی بچے شہید کرائے، آزمائشیں برداشت کیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یمین ویسار بنے رہے، آنحضرتؐ کے دین کو سارے عالم میں پھیلانے کی جدوجہد کی، کئی ممالک فتح کر کے دولت اسلامی کے زیر نگیں کئے، بیت المال اور قومی خزانے سے انہوں نے کفن تک نہ بنوایا، پوری دنیا میں ان مقدس ہستیوں نے اسلام کا پھریرا لہرایا۔

اس کے باوجود ایک طاقت، ایک قوت نامسعود اس دنیا کی پشت پر موجود ہے، جو ان تمام شخصیات کی نفی کرتی ہے، ان شخصیات کی قربانیوں سے انکار کرتی ہے، ان کی خلافت کو غاصبانہ وجابرانہ خلافت کا نام دیتی ہے، صحابہ کرامؓ کے بارے میں ارتداد کا یقین رکھتی ہے۔ صحابہ کرامؓ کے ایمان وایقان پر انگشت نمائی اس قوت کا شیوہ بن چکا ہے، وہ قوت شیعہ قوت ہے، جو

انگریز سامراج اور اسلام دشمن کی صف میں کھڑی ہے اور ان کی شہ اور آلہ شیری پر صحابہ کرامؓ کو دشنامتی ہے، ان پر تبرا کرتی ہے، انہیں گالیاں بکتی ہے۔

مولانا حق نوازؒ جب اس کا مطالعہ کرتے، جب اس کفر ساز مذہب کو دیکھتے تو دنگ رہ جاتے، جس میں اسلام کے بنیادی عقائد کو مسخ کرنے، پورے دین کا حلیہ بگاڑنے، صحابہ کرامؓ کی شرعی عظمتوں کو پامال کرنے کا گھناؤنا اور مذموم منصوبہ شامل ہوتا تھا۔ مولانا مرحوم کی آرزو اور امنگ یہ تھی کہ تبرا بازی کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے یا آئین میں اس کو کافر قرار دیا جائے، یا خود مٹ جائیں اور صحابہ کے کھاتے لگ جائیں۔

مولانا جھنگویؒ جہاں پر مذہبی رہنما مانے جاتے تھے سیاست میں بھی ان کا کردار نمایاں تھا لیکن ان کی سیاست محض کرسی یا وزارت کے لئے نہیں تھی بلکہ صرف اور صرف اسلام دشمن کو ایوانوں میں بے نقاب کرنے کی ایک کوشش تھی۔ آپ ؒ پائے کے خطیب بھی تھے، اس لئے چند ایک جھلکیاں خطابت کی بھی ملاحظہ فرمائیں۔

آئین

اور میں آج یہ واضح کر دوں کہ پاکستان کی اسمبلی اب یہ قانون بنائے کہ ازواج نبیؐ کے گستاخ کی سزا موت ہے..... سپاہ صحابہؓ کے نوجوانو، ماؤں سے دودھ معاف کروالو، انہیں کہہ دو کہ ہم پاکستان کے دستور میں اپنی ماؤں کے تقدس اور تحفظ کے لئے..... وہ مائیں جو پیغمبرؐ کا لباس ہیں..... وہ مائیں جو پیغمبر کی عزت ہیں..... وہ مائیں جو نبیؐ کا لباس ہیں..... وہ مائیں جو نبیؐ کا تقدس ہیں..... ان کے لئے اب پاکستان کے آئین میں لکھوائے بغیر ہم چین کی نیند نہیں سوئیں گے کہ نبی کی بیویوں کی توہین کفر ہے، اور توہین کرنے والا سزائے موت کا مستحق ہے۔

امام الکونین ﷺ

مجھے اسمبلی میں پہنچ لینے دو، میں پیغمبر کی عصمت اور تحفظ کے لئے اتنی موثر جنگ لڑنا چاہتا ہوں کہ پاکستان کی سرزمین پر گستاخ رسول پھر آزادی سے نہ چل سکے۔ اگر تیرے ووٹ کی پرچی سے پیغمبرؐ کے گستاخ کا منہ بند ہو جاتی ہے تو یہ سودا مہنگا نہیں ہے۔

جس کا کلمہ پڑھتے ہو..... جس کے نام سے پہچانے جاتے ہو..... جس نے تمہارے لئے بیٹی کی عظمت الگ بیان کی ہے، ماں کی عظمت الگ بیان کی ہے، باپ کی عظمت الگ بیان کی ہے، اور جس کی دعا کے نتیجے میں تم آسمان سے پتھر برسنے کے راستے میں رکاوٹ ہو، عذاب الٰہی سے بچے ہوئے ہو، زمین میں دھنسنے سے بچے ہوئے ہو، یہ کس کا صدقہ ہے؟..... امام الکونین کا، سید الاولین کا، سرتاج الرسل ﷺ کا۔

بیسیوں مقدمات

میری عقل ماؤف نہیں ہوگئی..... میرے دماغ میں کوئی خرابی نہیں..... میرے عقل و خرد پر پردہ نہیں پڑا کہ مجھ پر

بیسیوں مقدمات قائم ہیں، ہر ضلع میں پولیس میرا راستہ روکے کھڑی رہتی ہے، میں کئی مقدمات پر سارا سارا دن عدالتوں کے دروازے پر تاریخ اور پیشیوں کے لئے پریشان کھڑا رہتا ہوں۔ ان تمام پریشانیوں کے باوجود میں شیعہ کے کفر پر قائم ہوں..... ہر جگہ ان کا دجل آشکار کر رہا ہوں۔

حکومت سدِ راہ ہے..... کئی سیاستدان مجھے روک رہے ہیں..... کئی مصلحت پسند مجھے درسِ امن دے رہے ہیں..... میں سب کچھ اس لئے کر رہا ہوں کہ اے سنی تو شیعہ کو مسلمان سمجھ کر اپنی لڑکی ان کو دے کر ساری زندگی زنا کی وادی میں نہ دھکیل۔ ان کے ساتھ بیٹھ کر ان کے جنازوں میں شریک ہو کر ان کے ساتھ قربانیوں میں شریک ہو کر اپنے ایمان کا گلشن ویران نہ کر..... لاعلمی اور مصلحت کی خاطر اپنے دین سے دشمنی نہ کر..... میں تو اتمامِ حجت کر رہا ہوں..... میں تو اپنا پیغام ایک مرتبہ ہر کوچے، ہر علاقے اور ہر ملک میں پہنچا کر رہوں گا، میں اس مشن پر اپنی جان تک قربان کرنے سے دریغ نہیں کروں گا۔

یہ نقوش جو آپ کی خدمت میں پیش کئے گئے، یہ کیا تھے؟..... یہ وہی خطابت ہے، یہ اسی خطابت کی جھلکیاں ہیں جو امیرِ عزیمت، شہید ناموسِ صحابہؓ، وکیل صحابہؓ، بادشاہِ سنیت، مجددِ عصر حاضر، علامۂ دوراں، نابغۂ روزگار جناب حق نواز شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کی زبان سے نکلی ہیں۔

حق نواز شہیدؒ کا سانحۂ شہادت

خودی میں ڈوبنے والوں کے عزم و ہمت نے
اس آبجو سے کئے بحرِ بیکراں پیدا
وہی زمانے کی گردش پہ غالب آتا ہے
جو ہر نفس سے کرے عمرِ جاوداں پیدا

حق کی نغمہ سرائی کرنے والا، کفر کو للکارنے والا، خرمنِ باطل جلانے والا، مسلم اُمہ کو خوابِ خرگوش سے جگانے والا، آندھیوں میں چراغ فروزاں کرنے والا، کفر سے دوبدو گفتگو کرنے والا، گلی گلی، نگر نگر عظمتِ صحابہؓ کے گیت گانے والا، ساحلِ مکران سے وادیٔ بلتستان تک قال اللہ وقال الرسول کا درس دینے والا، مردِ حق آگاہ، جانباز و جانہار، دستِ تظلم توڑنے والا، صوتِ باطل دبانے والا، حکمرانوں کے گلے پکڑنے والا، مظلوموں کا ساتھی، ظالموں کو سرنگوں کرنے والا، حق نواز شہیدؒ کفر سے ٹکراتا رہا، مصائب و آلام سہتا رہا، جور و جفا کی چکیوں میں پستا رہا، توحید و سنت کے سرود گاتا رہا، مدحِ صحابہؓ کا پرچار کرتا رہا، بادِ سموم و صرصر کے جھونکے آئے برداشت رہا، طوفان کے مقابل چٹان بنا رہا، بالآخر عمر ناپائیدار کی ۳۸ بہاریں گزار کر فیصلہ ربانی کے مطابق پیکِ اجل کی دعوت پر لبیک کہہ دی، دارِ فنا سے دارالبقاء کی جانب عازمِ سفر ہوا، شہادت کا جامِ فرحت انگیز نوش جان کر لیا۔

CamScanner

محبت صحابہ رضی اللہ عنہم — یا اللہ مدد — بغض صحابہ لعنت اللہ — صحابہ زندہ باد

سلامِ عقیدت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیلئے جنہوں نے محمد رسول اللہ ﷺ پر اپنا سب کچھ قربان کردیا
اور شہداء کاروانِ ناموسِ صحابہ رضی اللہ عنہم پر جنہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اپنا سب کچھ قربان کردیا

ہم

امیر عزیمت، امیر کاروانِ ناموسِ صحابہ رضی اللہ عنہ، شیر اسلام

مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

اور ان کے جانشین

ایثار القاسمی رحمۃ اللہ علیہ — ضیاء الرحمن فاروقی رحمۃ اللہ علیہ — مولانا محمد اعظم طارق رحمۃ اللہ علیہ — علامہ علی شیر حیدری رحمۃ اللہ علیہ

اور دیگر سینکڑوں شہداء کارکنان کی عظمت کو سلامِ عقیدت پیش کرتے ہیں

سربراہ اہل سنت والجماعت — سرپرست قافلہ حق — شاہین اہل سنت

حضرۃ مولانا محمد احمد لدھیانوی صاحب حفظہ اللہ — حضرت خلیفہ عبدالقیوم صاحب حفظہ اللہ — جناب ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں صاحب حفظہ اللہ

کی قیادت پر مکمل اعتماد کے ساتھ ان کی خدمات کو

پیش کرتے ہوئے تحریک ناموسِ صحابہ کی

خراجِ تحسین

کامیابی کے لئے دعا گو ہیں

مولانا ظاہر شاہ ڈپٹی سیکرٹری سندھ

خطابت کا شہسوار، استقلال کا کوہ گراں

حضرت مولانا جمیل الرحمٰن عباسی صاحب مدظلہ
مدیر دو ماہی "تسکین الصدور" بہاولپور

1970ء کے آخری عشرے میں جب ایران کے حکمران رضا شاہ نے امریکہ کو آنکھیں دکھانا شروع کر دیں تو امریکہ نے اس کو معزول کرنے اور اس کے قائم مقام کی تلاش کے سلسلے میں ضروری کاروائی شروع کر دی۔

اس دوران امریکی سی، آئی، اے نے اپنی ایک خفیہ رپورٹ میں سفارش کی کہ خمینی جو کہ ایک بااثر شیعہ ملا ہے امریکہ کی عین توقعات کے مطابق شاہ کا متبادل ہو سکتا ہے۔ اور امریکہ کے اسلام دشمن عزائم کی تکمیل کے لئے بہت مددگار و معاون ثابت ہو سکتا ہے۔ چنانچہ جونہی آیت اللہ خمینی عراق سے ملک بدر ہو کر فرانس پہنچے" امریکی صدر کارٹر نے اپنے ایک چوٹی کے آفیسر رمزے کلارک کو پیرس بھیجا رمزے کلارک سے خمینی کی کئی خفیہ ملاقاتیں ہوئیں اس نے خمینی کو امریکہ کی مکمل حمایت کا یقین دلاتے ہوئے معلوم کیا کہ فی الوقت ان کی کیا مدد کی جا سکتی ہے۔ آیت اللہ خمینی نے واضح کیا کہ ایرانی عوام کی شاہ سے دشمنی اور اس کے خلاف انقلاب کی اصل بنیاد امریکہ سے سخت نفرت ہے۔ لہٰذا ان حالات میں امریکہ سے کسی قسم کے کھلے روابط کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ اگر امریکہ چاہے تو در پردہ دونوں فریق ایک دوسرے کے خلاف دشنام تراشی اور مخالفت کا تاثر دیتے رہیں۔ ساتھ ہی امریکہ اپنا اثر و رسوخ استعمال کر کے شاہ کو جتنی جلدی ممکن ہو ایران چھوڑنے پر مجبور کر دے اور یقینی بنائے کہ اس کو کسی صورت کسی ملک میں بھی پناہ نہ ملے۔

باہمی مفاہمت کے اس خفیہ معاہدے کے بعد امریکی انتظامیہ نے شاہ پر دباؤ ڈالنا شروع کر دیا کہ وہ ایک غیر فوجی حکومت تشکیل دے کر عارضی طور پر ایران سے چلا جائے اس لئے کہ اس کی موجودگی میں حالات بہتر ہونے کی کوئی امید نظر نہیں آتی۔ حالات سازگار ہونے پر وہ واپس آ سکے گا۔

چنانچہ 7 فروری 1979ء کو امریکہ کے ایک اعلیٰ آفیسر ایئر فورس جنرل روبرٹ ہائسر اپنے ساتھ صدر کارٹر کا ذاتی پیغام لے کر تہران پہنچے اور شاہ کو عارضی طور پر ملک چھوڑنے کے لئے راضی کر لیا۔

شاہ کے ملک چھوڑتے ہی خمینی کے لئے ایران واپس آنے اور انقلاب بپا کرنے کے لئے راہ ہموار ہو گئی امریکہ نے خمینی کی انقلابی حکومت کو 24 گھنٹے کے اندر تسلیم کر لیا۔ جبکہ شاہ نے اپنی سلطنت کے سقوط کا ذمہ دار کارٹر کو ٹھہرایا۔

انقلاب کے بعد امریکی سفارت خانے پر انقلابیوں کے حملے اور اس کے عملے کو یرغمال بنانا امریکی حکومت کے لئے غیر متوقع نہ تھا۔ یہ امر باعث حیرت ہے کہ انقلاب کے وقت سینکڑوں امریکی شاہ کی حکومت کے مختلف اداروں خصوصاً وزارت جنگ میں بطور مشیر تعینات تھے لیکن اس دوران جہاں دوسرے ایرانی ہزاروں کی تعداد میں مارے گئے وہاں ایک امریکی کو بھی گزند نہ پہنچا۔ بلکہ

سب کو بحفاظت ملک بدر کر دیا گیا۔ یہ سارے واقعات دراصل امریکہ اور خمینی کے درمیان طے پانے والے سمجھوتے پر عمل کا حصہ تھے تاکہ ایرانی عوام کو دھوکہ میں رکھا جا سکے۔ انقلاب کے دوران ایران کے ہوائی اڈے ہر قسم کی آمد و رفت کے لئے بند کر دیئے گئے تھے لیکن ان ہوائی اڈوں پر خصوصاً تہران میں امریکی ہوائی جہازوں کی آمد و رفت اور امریکی باشندوں کو لے جانے کا سلسلہ بغیر کسی روک ٹوک کے انقلاب کے بعد تک بھی جاری رہا۔ (ایران افکار و عزائم ص ۲۵۳)

امریکی سرپرستی اور معاونت نے بالآخر خمینی کو تخت اقتدار پر براجمان کر دیا۔ خمینی نے حکومت کی باگ ہاتھ میں لیتے ہی اسلام مخالف اور صحابہ دشمنی پر مبنی اپنے افکار عالم اسلام پر مسلط کرنے کی سرگرم کوششیں بروئے کار لانا شروع کر دیں۔ چنانچہ ایران کی وزارت خارجہ نے 1984ء میں شائع ہونے والے ایک کتابچہ میں خمینی اور اس کے جانشین منتظری کے بیانات کے حوالہ سے لکھا "..... اگر ہم ایرانی انقلاب کو برآمد کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں زیادہ سے زیادہ غیر سرکاری نمائندوں کو پوشیدہ طریقے سے دوسرے ملکوں میں بھیجنا چاہئے تاکہ وہ ان کی گلیوں میں آزادی سے گھوم پھر سکیں اور عام لوگوں سے گھل مل کر ان سے قریبی روابط پیدا کر سکیں۔ ان کے جذبات کو اکسا سکیں اور ایران جیسے انقلاب کی طرف مائل کر سکیں۔ اے برادران! ایرانی انقلاب اس کے بانی اور اپنی قوم کے مقاصد کی کتابوں، رسالوں اور تقریروں وغیرہ کے ذریعہ تشہیر کرو۔

انقلابیوں نے اپنے افکار و نظریات فروغ دینے کے سلسلہ میں پاکستان کو خصوصی توجہ کا مرکز بنایا۔ ایران کے غنڈے جلد سے جلد پاکستان پر اپنی فکری حکومت کے قیام کے خواہاں تھے چنانچہ دیکھتے ہی دیکھتے شیعوں کا زہریلا لٹریچر کتب، رسائل، پمفلٹ، کیسٹیں، سی ڈیز اور اخبارات کی اشاعت، سرکاری وفود کی پے در پے آمد، خانہائے فرہنگ ایران کا جال، تنظیموں، تحریکوں اور دنگوں کا بھیانک روپ میں قیام، ٹارگٹ کلنگ کی منظم سازشیں اور اس جیسے بے شمار طوفان ملک بھر میں اس انداز سے برپا کر دیئے گئے کہ محسوس ہوتا تھا "آئندہ چند ماہ یا چند سالوں میں پاکستان ایران کی کالونی ہوگا" ادھر ایران کے یہ عزائم تھے ادھر تقدیر ایک اور فیصلہ کر چکی تھی۔

.....☆.....☆.....

یہ ۱۹۵۲ء کی بات ہے جھنگ (جو ایرانی غنڈوں کی آماجگاہ اور شیعی سازشوں کا ہیڈ آفس بن چکا تھا) کے ایک غریب مگر دیندار شخص محمد ولی صاحب کے گھر ایک نحیف نونہال اور مختصر بچے نے آنکھ کھولی، اس وقت کسے خبر تھی کہ یہ کمزور سا بچہ مستقبل قریب میں کیا کارہائے نمایاں سرانجام دینے والا ہے۔

بھلا یہ سامراجی قوتوں کو تھی کہاں خبر — کہ پھول سایہ طفل مختصر عظیم کس قدر
پلٹ جھپٹ ہے اس میں باز کی تو شیر کا جگر — کہے گا جو سٹیج پر وہی کہے گا دار پر
یہ رقص آہوں کو سکھائیگا غموں کو لہکنا — ستم رسیدۂ صیاد بلبلوں کو چہکنا

اس طفل مختصر کا نام "حق نواز" رکھا گیا۔ مختلف تعلیمی دانشگاہوں سے فیض پانے کے بعد بالآخر انہیں جامع مسجد پپلیاں (حال جامع مسجد حق نواز شہید جھنگ) کا خطیب مقرر کیا گیا

.....☆.....☆.....

یہ وہ زمانہ تھا جب پاکستان میں بالعموم اور جھنگ میں بالخصوص شیعیت اپنے پنجے گاڑ چکی تھی، ایرانی غنڈے ملک بھر میں وحشیانہ کارروائیاں کر رہے تھے۔ صحابہ کرام اور ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہم کی عزت پر سرعام حملے ہو رہے تھے۔ سنیت کا خون پانی سے بھی زیادہ سستا ہو گیا تھا۔ نفاذ فقہ جعفریہ کے مطالبات زور پکڑ رہے تھے۔ کلیدی عہدوں پر روافض کو براجمان کرایا جا رہا تھا۔

علماء حق کو چن چن کر نشانہ بنایا جا رہا تھا۔ پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا خمینی اور اس کے انقلاب کے ترانے گانے میں رات دن محو تھا، صحابہ کرام کی مدح سرائی قابل گردن زدنی جرم تصور کیا جاتا تھا۔ ایران سے برآمد شدہ لٹریچر کی گھر گھر تقسیم ہو رہی تھی۔ ایرانی قیادت کی عزت افزائی امام کعبہ سے بھی بڑھ کر ہو رہی تھی۔ بکاؤ ملا خمینی کی تعریف میں شبانہ روز رطب اللسان تھے۔ حضرات صحابہ کرام کے خلاف زبان درازی اور ان کی توہین برملا ہو رہی تھی، پاکستان میں شیعہ انقلاب برپا کرنے کی تیاریاں عروج پر تھیں اور اس سازش میں رکاوٹ بننے والا ہر فرد ایرانی غنڈہ گردی کا نشانہ بن جاتا تھا۔ اصحاب پیغمبر کے خلاف ننگی گالیوں پر مشتمل خمینی اور اس کے پیشواؤں کی کتابیں بے تحاشا فروخت کی جا رہی تھیں۔ اہل سنت کے خلاف نفرت کا بازار ہر طرف گرم تھا۔ چند ٹکے کے شیعہ لحظہ بھر میں حکومت اور تھانہ کچہری سے اپنے مطالبات منوا لیا کرتے تھے۔ خمینی اور اسکے ایران کے خلاف منہ سے اور قلم سے نکلنے والا ایک حرف بھی موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ چار سو رفض کی وحشیانہ سرگرمیاں جوبن پر تھیں۔ اہلسنت کے لئے سر اٹھا کر چلنا دوبھر ہو گیا تھا۔ قرآن وسنت کے جلسہ کی اجازت جوئے شیر لانے کی برابر تھی۔ سرکاری افسران کی فرعونیت انتہاء کو پہنچ چکی تھی۔ سنیت پس چکی تھی۔ ان کو بیدار کرنا مشکل ہی نہیں ناممکن نظر آ رہا تھا۔ سنیت کے حقوق غصب ہو چکے تھے اور ان کے لئے حقوق کا مطالبہ بھی ناقابل معافی جرم تصور کیا جاتا تھا۔ ماتمی جلوس اور اس کے شرکاء گلی گلی اور کوچہ کوچہ شر انگیزی کو فروغ دے رہے تھے۔ اور سب سے خطرناک صورت یہ تھی کہ شیعیت یہ سب کچھ اسلام کے نام پر کر رہی تھی۔ اہل سنت ان تمام بدمعاشیوں کو بڑی بے بسی سے دیکھتے، برداشت کرتے اور کسی مسیحا کے انتظار میں زہر کے گھونٹ پی کر رہ جاتے مگر انہیں دور دور تک کہیں بھی امید کی کرن نظر نہیں آتی تھی۔ مایوسی کی ایک تاریک اور طویل رات ان کے پیش نظر تھی۔ رفض کا ایک سیاہ سایہ انہیں دراز تر ہوتا نظر آ رہا تھا۔ خمینی ازم کے کالے بادل انہیں ملک کے طول وعرض کو محیط ہوتے دکھائی دیتے تھے۔

عین اسی وقت جھنگ کی دھرتی سے اٹھنے والے ایک شعلہ نے کفر وجبر سے معمور گھٹاؤں کا ایک کونہ پھاڑ ڈالا پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ شعلہ جوالہ روشنی کے چراغ بانٹتا چلا گیا اور ستم ظریفیوں کے گھنگھور بادل چھٹتے چلے گئے، کفر کی ظلمتوں میں حق کی قندیلیں فروزاں کرنے والے وہی جامع مسجد پیپلیاں کے خطیب ہیں جنہیں آج امیر عزیمت مولانا حق نواز کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

.....☆.....☆.....

میں سوچتا ہوں حضرت امیر عزیمتؒ پر کس عنوان سے لکھوں؟ ان کی زندگی کا ہر پہلو اس قابل ہے کہ اسے لکھا جائے، پڑھا جائے، سنا جائے، پھیلایا جائے، ان کی حیات کا ہر گوشہ تحریر کے لائق ہے۔ ان کا ہر انداز اپنانے کے لئے موزوں ہے۔ ان کی گفتگو کا ایک ایک حرف توجہ کا مستحق ہے، ایک ایک تقریر مستند حوالہ ہے۔ پھر جس عنوان پر بھی لکھیں کس قلم سے لکھیں؟ کن الفاظ میں لکھیں؟ کس انداز میں لکھیں؟ کونسی تعبیرات لائیں؟ اردو کے الفاظ محدود، تعبیرات ناقص، انداز پھیکے، قلم بے بس، سوچ عاجز اور حضرت امیر عزیمتؒ ان سب سے بلند۔ شعلہ نوا مقرر، حق گو خطیب، سراپا اخلاص واعظ، فصاحت سے بھرپور تقریر، درد سے معمور بیان، بلا کی بلاغت، بات سمجھانے اور منوانے کا زبردست انداز، باوقار لب ولہجہ، روانگی اور بہاؤ میں اعتدال، جوش کے ساتھ ہوش کا مکمل ساتھ، بہترین الفاظ کا چناؤ، جملوں کا بروقت استعمال، ہر لفظ گویا نوک قلم سے لکھا ہوا۔ اثر انگیز گفتگو "بات جو دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے" جس شخص کی کیسٹ قیادت ڈھائے ہے اس کی براہ راست تقریر کا کیا عالم ہوگا۔ مجمع کو ہمہ تن متوجہ کرنے اور رکھنے کا سلیقہ، سامعین کو ہمنوا اور ہم فکر بنانے کا مثالی طرز، مشکل مسائل عام فہم انداز میں پیش کرنے کا زبردست ملکہ، دل، دماغ اور زبان میں بے داغ یکسانیت، عشق مصطفیٰ حب اصحاب رسول اور اسلاف سے وارفتگی پیدا کرنے کا قابل تقلید اور لائق رشک ڈھنگ بقول شورش۔

اس کی زباں جنبش ادنیٰ لولوئے لالہ ڈھال چکی ہے اس کی نظر تجدید کی خوگر، اسکا چلن تقلید کے قابل

اس کی فصاحت معدنِ شعری اس کی بلاغت مصدرِ معنی
اس کی نفاست گلشن گلشن ، اس کی لطافت محفل محفل
اس کی روانی گنگ و جمن میں اس کی کہانی دار و رسن میں
اس کی سیادت جادہ جادہ، اس کی قیادت منزل منزل
اس کے ادب میں بانگِ رجز ہے بانگِ رجز میں جوشِ جنوں ہے
جوشِ جنوں میں سوزِ دروں ہے سوزِ دروں میں جذب ہے شامل

آپ کی زبان سے نکلنے والے حروف کیا تھے گویا موتیوں کے قطرات تھے جس سے اہل سنت دامن بھرتے تھے۔ یا آگ کے شعلے تھے جو اہل تشیع کی تقیہ پر استوار عمارتوں کو خاکستر کر دیتے تھے۔ آپؒ الفاظ کی صورت میں باطل کے آشیانوں پر آگ برساتے تھے۔ کفر کے ایوانوں میں کھلبلی مچا دینے والی گرج رکھتے تھے۔ دجل کی دیواروں میں شگاف کر دینے، نفاق کی بنیادوں میں دراڑیں ڈال دینے اور سبائیت کے محلات ہلا دینے والی للکار رکھتے تھے۔ ان کی زبان ہر ظالم و جابر کی گردن پر آہنی تلوار اور ہر باطل کے ناسور کے لئے تیز دھار نشتر تھی۔

وہ نشترِ زبانِ حق جہاں جہاں بھی چل گیا
مریضِ شرک و رفض کا غلیظ خوں نکل گیا

ان کی خطابت میں ہواؤں کا رخ موڑ دینے کی صلاحیت حالات کا دھارا پھیر دینے کی استعداد، طوفان تھما دینے اور برپا کر دینے کی قوت، افکار بدل دینے کی طاقت اور دلوں پر چھا جانے کی لیاقت تھی۔

نہ تاج تھا نہ راج تھا نہ زور و زر نہ مال تھا
مگر دلوں کی سلطنت پہ قبضۂ کمال تھا

ان کی ایک ہی تقریر خوابیدہ جذبات کو انگڑائیاں لینے پر مجبور کر دیتی تھی۔ خفتہ ضمیروں کو جھنجھوڑ کر رکھ دیتی، عزائم میں پختگی اور ولولوں میں تازگی پیدا کر دیتی تھی۔ دینی حمیت اور مسلکی غیرت پیدا کر دیتی تھی۔ اپنے جائز مطالبات منوانے اور حقوق حاصل کرنے کا عزم جوان کر دیتی تھی، جبر و استبداد اور ظلم و سربیت کے بھیانک طوفانوں میں جینے کا انداز سکھا دیتی۔ سرمایہ داری، جاگیرداری اور وڈیرا شاہی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کا حوصلہ اور تھانہ کچہری میں بے باکانہ صدائے احتجاج بلند کرنے کی جرأت عطا کر دیتی۔ منزل کے آگے حائل پہاڑوں سے ٹکرا جانے کا جذبہ دیتی۔ اور مشکلات کی وادیوں کو بخوشی عبور کر جانے کا مزاج بنا دیتی، صحابہ کرام کی محبت اور شیعیت کی نفرت دماغ میں کوٹ کوٹ کر بھر دیتی اور تھانہ، قانون کی بے ضابطگیوں کا دبدبہ ذہنوں سے کھینچ ڈالتی۔ ایک ایک لفظ حوصلہ افزاء، ایک ایک حرف ایمان افروز، ایک ایک کلمہ جرأت آمیز، ایک ایک بول ذہن ساز اور ایک ایک جملہ انقلاب آفریں، بجا فرمایا تھا "حکومت ایک ماہ میرا راستہ نہ روکے، ایک ماہ مجھے چوکوں اور چوراہوں پر تقریر کرنے دے۔ اگر شیعیت کو ایران جانے پر مجبور نہ کر دوں تو مجھے جلاوطن کر دیا جائے"

بلاشبہ حضرت امیر عزیمتؒ کے بیانات نے شیعیت کے چہرے سے تقیہ اور منافقت کا نقاب چوراہے پر اتار پھینکا ہے اور اب وہ صدیوں تک اسلام کے لبادہ میں رونما نہ ہو سکے گی۔

آپؒ نے ان کی چودہ سو سالہ ریشہ دوانیاں اور اسلام کے خلاف گھناؤنی سازشیں طشت از بام کر دیں! گزشتہ عہد میں ان کا قبیح کردار، امت مسلمہ کے سامنے کھول ڈالا رفض کی داغدار تاریخ اور منافقانہ کارکردگی دو ٹوک بیان کر دی۔ "صرف دفاع" کی روش یکسر بدل کر ان کے دجل و تلبیس پر مبنی ایوانوں پر اقدامی حملے کئے۔ ان کی رعونت قدموں تلے روند ڈالی۔ لباسِ کبر کے بخیے ادھیڑ ڈالے۔ خمینی انقلاب کو اسلامی انقلاب باور کرانے کی کوششیں پیوندِ خاک کر ڈالیں۔ خمینی کو عالمِ اسلام کا ہیرو ثابت کرنے کی کاوشیں دم توڑ گئیں۔ پاکستان کو ایران کی کالونی بنانے کے خواب ادھورے رہ گئے۔ اسلامی دنیا کو مٹھی میں کر لینے کی شیعی عزائم دھرے رہ گئے۔ اہل سنت علماء کو صفحۂ ہستی

سے مٹا دینے کے پروگرام خاک میں مل گئے۔ نفاذ فقہ جعفریہ کے نعرے جوتے کی نوک پر رکھ دیئے گئے۔ خانہائے فرہنگ ایران کی شوکت پاؤں کی ٹھوکر سے اڑا دی گئی۔ خمینی کی مدح سرائی کرنیوالے بکاؤ ملاؤں کے راگ "ہینگ" جتنا توجہ بھی حاصل نہ کر سکے۔ فرقہ پرستی کے طعنے اس مرد جری کو ایک لمحہ کے لئے بھی روک نہ سکے۔ تشدد پسندی کی باتیں صدا بصحرا ثابت ہوئیں۔ جیل، تھانہ، قانون، بیڑیاں، ہتھکڑیاں، تشدد، دھمکیاں اور حالات کے سرد و گرم تھپیڑے اس کے عزائم میں تزلزل اور ارادوں میں لغزش پیدا نہ کر سکے۔ وہ تنہا مصائب کی چٹانوں سے ٹکراتا رہا۔ وہ اکیلا تکالیف کے سمندر عبور کرتا رہا۔ وہ بارہا موت کی دیوی سے آنکھ مچولی کرتا رہا۔ وہ متعدد بار موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا رہا۔ وہ نحیف جسم اور لاغر جان پر بہت سے شب و روز ڈنڈے برداشت کرتا رہا۔ حالات کے بے رحم طمانچے اس پر بار بار پڑتے رہے، وہ اکیلی جان تشدد اور ستم ظریفی کے بے شمار وار سہتا رہا۔ جبر و استبداد کی نئی نئی اور کئی کئی داستانیں اس پر رقم کی گئیں۔

الغرض ظلم کی کونسی قسم ہے جو اس پر آزمائی نہ گئی ہو، تشدد کا کونسا طریقہ ہے جو اس پر پرکھا نہ گیا ہو، دکھ کی کونسی کہانی ہے جو اس پر رقم نہ کی گئی ہو، آزمائش کا کونسا حربہ ہے جو اس پر جانچا نہ گیا ہو، درد کی کونسی نوع ہے جو اس پر روا نہ رکھی گئی ہو، مصائب کا کونسا پہاڑ ہے جو اس پر توڑا نہ گیا ہو، آلام کی کونسی وادی ہے جس سے اسے گزارا نہ گیا ہو، زیادتی کی کون سی چکی ہے جس میں اسے پیسا نہ گیا ہو، ایذاء کے وہ کونسے انگارے ہیں جن پر اسے لٹایا نہ گیا ہو، ضرر کے وہ کونسے دریا ہیں جنہیں عبور نہ کرایا گیا ہو، جور کا وہ کون سا کوڑا ہے جو اس پر برسایا نہ گیا ہو۔ تکالیف کا وہ کونسا انداز ہے جسے نظر انداز کر دیا گیا ہو، استبداد کا وہ کونسا گولا ہے جو اس پر داغا نہ گیا ہو، ستم گری کا کونسا پیالہ ہے جو اسے پلایا نہ گیا ہو، آزار کا کونسا نیزہ ہے جو اسے چبھویا نہ گیا ہو، جبر کی کونسی تلوار ہے جو اس پر سونتی نہ گئی ہو، سختی کا کونسا طوفان ہے جو برپا نہ کیا گیا ہو، سربیت کا کونسا اوچھا وار ہے جو اس پر کیا نہ گیا ہو۔ کرب کی کون سی قیامت ہے جو اس پر ڈھائی نہ گئی ہو، اذیت کا کون سا طوفان ہے جو برپا نہ کیا گیا ہو،

وہ سیخ پر کباب کی طرح رہا حیات میں — جو بیڑیاں تھیں پاؤں میں تو ہتھکڑی تھی ہاتھ میں
جو اہل زر تھے تاک میں تو اقتدار گھات میں — مگر وہ عزم غزنوی بکا نہ سومنات میں

مگر اس سب کچھ کے باوجود وہ اپنے مشن سے ایک انچ بھی پیچھے نہ ہٹے۔ اپنے کاز میں ایک لحظہ کے لئے بھی لچک دکھانے کے روادار نہ ہوئے۔ اپنے موقف پر مسلسل قائم رہے، اپنی راہوں پر لگاتار رواں رہے، اپنی منزل کی سمت پیہم قدم بڑھاتے رہے۔ سفر کی طوالت انہیں تھکا نہ سکی، ناہموار راستوں میں قدم ڈگمگائے اور لڑکھڑائے نہیں۔ آبلہ پائی انہیں روکنے سے بے بس ہو گئی۔ ناصحین و دانشمند انہیں حیرت سے دیکھتے ہی رہ گئے اور وہ دیوانہ وار بڑھتا چلا گیا۔

کہتا تھا فلک! تو جس کو گستاخ ستارا — ٹوٹا ہے تجھے عشق کے آداب سکھا کر
شاہین اڑا قیدی پرندوں کو بتا کر — ٹکراؤ سلاخوں سے اڑو خوں میں نہا کر

الغرض وہ اپنوں کی زبانوں کے نشتر اور مخالفین کی تلواروں کے زخم برداشت کرتا ہوا آگے ہی بڑھتا گیا۔

اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں بیگانے بھی ناخوش
میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

اور 22 فروری 1990 کو جب اپنے گھر کی دہلیز پر اس کا گرم اور سرخ خون بہہ رہا تھا تو اس کے مشن کی صدائے بازگشت مشرق و مغرب اور شمال و جنوب میں سنی جا چکی تھی ﴿فزت ورب الکعبہ﴾ "رب کعبہ کی قسم تو کامیاب ہو گیا"۔

اے خطابت کے شہسوار! سلام..... اے قربانیوں کی مسلسل داستاں! سلام..... اے استقلال کے کوہ گراں! سلام

جھنگوی شہیدؒ کا دیوانہ جن

جناب عمر فاروق صدیقی صاحب

اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور جنوں کو اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے ان دونوں مخلوق میں سے جو اللہ کی اطاعت کرے گا وہ فرمانبردار شمار کیا جائے گا اور جو نافرمانی کرے گا وہ نافرمان وخبیث کہلائے گا۔ یقیناً انسانوں میں فرمانبردار بھی ہیں اور نافرمان بھی اسی طرح جنوں میں فرمانبردار بھی ہیں اور نافرمان بھی۔ انسانوں کی طرح جنوں میں علماء بھی ہیں صلحاء بھی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں ملکہ بلقیس کا تخت جن عالم نے قلیل وقت میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں پہنچانے کی پیشکش کی تھی علماء سے سنا ہے کہ دیوبند میں کئی سال تک ایک جن تعلیم لیتا رہا تھا۔ یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ تبلیغی جماعت کے بزرگ حضرت مولانا محمد یوسف دہلوی کے پاس جنوں کی جماعتیں بھی آیا کرتی تھیں اور وہ ان کو علیحدہ بیان فرمایا کرتے تھے اور وہ جن اپنی جنس میں جا کر دعوت وتبلیغ کا کام کیا کرتے تھے۔ ایسے ہی ایک نیک، صحابہ کرام سے پڑھنے والے اور مجدد وقت مولانا حق نواز شہیدؒ کے دیوانے جن کا ایک واقعہ رسالہ ''دوشیزہ'' میں شائع ہوا ہے۔ قارئین خلافت راشدہ کے استفادہ کے لئے ''بشکریہ دوشیزہ'' میں شائع کیا جا رہا ہے۔

ایک مرتبہ پھر جوڑوں کا درد ختم چکا تھا اور اللہ کی نعمتوں کا بھرپور طور پر لطف اٹھا رہا تھا اس دوران میں میری خالہ کراچی سے آئیں۔ تو ان کو ایک طویل عرصہ گزر چکا تھا۔ لیکن وہ اولاد سے محروم تھیں۔ ان کی خواہش یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بیٹا عطا کیا تو وہ اس کا خیال رکھیں گی۔ چنانچہ میں نے ان کی خواہش کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنا نام عمر فاروق صدیقی رکھ لیا (اس سے قبل میرا نام نثار احمد تھا) کچھ عرصے بعد میری زندگی پھر عذاب بن گئی۔ ہوا یوں کہ میں امی کے ساتھ پنڈی گھیپ جا رہا تھا۔ میرا ایک پاؤں پک اپ کے اوپر تھا اور دوسرا نیچے۔ اتنے میں ایک بس نے پیچھے سے ٹکر ماری تو میری ٹانگ ٹوٹ گئی۔ میں چھ ماہ تک زیر علاج رہا پھر ٹھیک ہو گیا لیکن اب نئی مصیبتیں میری منتظر تھیں۔ میری حالت روز بہ روز خراب ہونے لگی جس پر گھر کا ہر فرد افسردہ تھا۔ جب کبھی کوئی کہیں جاتا میرے لئے کوئی نہ کوئی تحفہ ضرور لاتا تاکہ میں اپنے آپ کو مصروف رکھ سکوں۔ تحفے کے طور پر لائی جانے والی اسلامی کتب پڑھ کر میرے دل کی دنیا ہی بدل گئی۔ میں پنج وقتہ نمازی بن گیا اور یہی نماز میرا علاج بن گئی۔ میں نماز پڑھتا تو تر وتازہ رہتا اور تکلیف کی شدت کم ہو جاتی۔

ایک دن بھائی محمد یوسف اٹک شہر گئے تو واپسی پر میرے لئے مختلف علمائے کرام کی تقاریر کی کیسٹ لے آئے۔ میں بہت خوش ہوا۔

رات کو جب گھر کے تمام افراد سو چکے تھے، میں علمائے کرام کی تقاریر سن رہا تھا۔ بارہ بجے کے قریب میں نے مولانا حق نواز جھنگوی شہید کی تقریر سن کر ٹیپ ریکارڈر بند کر دیا۔ اچانک مجھ پر غنودگی چھانے لگی مگر ایک غیبی آواز نے مجھے چونکا دیا۔ ''عمر فاروق! یہ کیسٹ چلنے دو۔ میں بھی مولانا جھنگوی کا عقیدت مند ہوں۔'' میں نے جواب دینے کے لئے لب کھولے ہی تھے کہ میری بات میرے

منہ میں ہی رہ گئی۔ ٹیپ ریکارڈر خود بخود ہی چل پڑا تھا حالانکہ وہ آٹو ریورس نہ تھا۔ کچھ دیر بعد دروازے پر دستک ہوئی لیکن میں نہ اٹھ سکا اور نہ بول سکا۔ دستک دی جا رہی تھی لیکن میں نیم بے ہوشی کی حالت میں تھا۔ آخر بھائی یوسف کمرے کا چھوٹا دروازہ کھول کر اندر آ گئے اور مجھ سے سوالات کرنے لگے مگر میں ان کے جوابات نہ دے سکا۔ پھر دس پندرہ منٹ بعد میں اپنی اصلی حالت میں آ گیا۔ بھائی یوسف نے مجھ سے پوچھا اتنی رات گئے تم کس سے باتیں کر رہے تھے۔؟ میں نے کہا ''بھائی جان! میں تو سو گیا تھا مجھے معلوم نہیں کون باتیں کر رہا تھا۔''

اس سوال کا جواب میرے پاس نہیں تھا۔ دن گزرنے کے ساتھ ساتھ میری حالت مزید بگڑتی رہی۔ کئی پیروں فقیروں کے پاس بھی گیا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ آج کل اللہ لوگ فقیری کے بھیس میں عوام کو بے وقوف بناتے ہیں اور ہم لوگ بہت آسانی سے بے وقوف بن جاتے ہیں۔ ان لوگوں کی نظر تو نذرانے پر ہوتی ہے۔ میرے ساتھ بھی کئی جگہ ایسا ہی ہوا۔ فی سبیل اللہ کام کرنے کا دعویٰ کرنے والوں نے نذر نیاز کے نام پر رقم تو وصول کر لی مگر میرا علاج نہ کر سکے۔ ان دنوں شہر میں بھائی یوسف کے کسی دوست کی شادی تھی۔ وہ مجھے بھی ساتھ لے گئے وہاں ہماری ملاقات مولانا نصر اللہ خان سے ہوئی جن کا تعلق گوجرانوالہ سے تھا۔ انہوں نے میرا ہاتھ دیکھا اور بولے۔ ''عمر فاروق! کتنے عرصے سے بیمار ہو۔؟''

میں نے انہیں اپنے ماضی کے تمام واقعات سنا دیئے۔ وہ مجھے مسجد میں لے گئے اور کہنے لگے۔ ''عمر فاروق! تم پر ایک طویل عرصے سے کسی جن کا سایہ ہے۔''

انہوں نے بھرپور کوشش کی کہ جن حاضر ہو جائے لیکن ان کی کوشش رائیگاں گئی تب انہوں نے کہا۔ ''تم مجھے صرف اونٹ کی ہڈیاں لا دو۔ باقی کام میرے ذمہ ہے۔''

میں نے اسی دن انہیں اونٹ کی ہڈیاں لا کر دے دیں۔ اس نے ہڈیاں دم کر کے مجھے واپس دیں اور فرمایا رات کو جب سونے لگو تو ایک ہڈی روزانہ جلا دینا تاکہ اس ہڈی کا دھواں سانسوں تک پہنچ جائے۔ اس طرح جن صرف سات دن کے اندر حاضر ہو جائے گا۔''

بھائی یوسف جس وقت بھی ہڈی جلاتے، میں بے ہوش ہو کر چارپائی سے گر پڑتا۔ اب میری اس روداد کا بقیہ قصہ میرے بھائی محمد یوسف کی زبانی سنئے کیونکہ میں اکثر ہوش میں نہیں رہتا تھا۔ ہڈیاں جلانے کا چوتھا روز تھا۔ میں نے عمر فاروق کو چارپائی پر لٹا دیا اور آگ جلا کر اس پر اونٹ کی ہڈی رکھ دی۔ جونہی اس کا دھواں عمر فاروق کی ناک میں گیا اس نے مجھے گلے سے پکڑ لیا۔ میں نے بہت کوشش کی کہ وہ کوئی بات کرے لیکن اسے ہوش کب تھا۔ پھر میں نے اس سے حسب ذیل سوالات کئے۔ ''کیا آپ حضرت سلیمان علیہ السلام کو مانتے ہیں۔؟'' اس نے اس بات میں سر ہلایا۔ ''کیا آپ آخری پیغمبر حضرت محمد کو مانتے ہیں؟'' پھر اس نے اس بات پر سر ہلایا۔ ''آپ بول نہیں سکتے گونگے ہیں۔؟''

اس سوال کا اس نے سر ہلا کر ہاں میں جواب دیا تو میں نے اس کی زبان کھلوانے کی خاطر گالیاں بکنا شروع کر دیں جنہیں سن کر وہ بھڑک اٹھا اور عمر فاروق کی زبان میں باتیں کرنے لگا۔ اس کی گفتگو بڑی دھمکی آمیز تھی۔ اس نے اپنا نام بتائے بغیر کہا ''میں پانچ وقت کا پکا نمازی اور پختہ عقائد کا مسلمان ہوں۔ مجھے عمر فاروق پسند آ گیا ہے۔ میں کبھی بھی نہیں جاؤں گا۔ بزدلوں! مجھے کاف کہتے ہو مجھے عمر فاروق سے کوئی جدا نہیں کر سکتا۔ کسی مولوی میں جرت ہے تو آ کر دیکھ لے۔ میں کبھی نہیں جاؤں گا۔

''آپ ایک بات بتا سکتے ہیں؟'' میں نے پوچھا۔ تم ایک نہیں دس باتیں پوچھو میں تمام باتوں کا جواب دوں گا۔''

''آپ کب سے عمر فاروق پر مہربان ہوئے ہیں؟'' ''اس دن پنڈی گھیپ کے مدرسہ فاروقیہ میں جلسہ تھا۔ مختلف علمائے کرام جلسہ سے خطاب کے لئے آئے تھے۔ وہاں خصوصی خطاب مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کا تھا۔ رات کو دو بجے جلسہ ختم ہوا۔ میں نے مولانا حق نواز شہید سے انسانی روپ میں ہاتھ ملا کر اسے بوسہ دیا اور باہر نکل آیا۔ اچانک میری نظر عمر فاروق پر پڑی جو تنہا موٹر سائیکل پر گھر آ رہا تھا۔ میں بھی اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔ اس وقت سے میں اس کے ساتھ ہوں۔ میں آپ کے گاؤں کے ہر فرد کو جانتا ہوں۔'' اور پھر اس نے کئی باتیں بتائیں جو بالکل درست تھیں اس کے بعد عمر فاروق خاموش ہو گیا پندرہ منٹ بعد اسے ہوش آیا تو اس کے جسم میں شدید درد تھا جس کی شدت سے وہ رونے لگا۔ پھر ہر روز یہی ہونے لگا۔ میں جب بھی عمر فاروق کی چارپائی کے نیچے اونٹ کی ہڈی جلاتا، عمر فاروق بت ہوش ہو جاتا۔ کبھی کبھی وہ بڑی عجیب باتیں کرتا۔

اس روز ساتواں دن تھا عمر فاروق شام کو ضد کرنے لگا کہ میں چشمے پر جاؤں گا۔ ہمارے گاؤں میں ایک چشمہ ہے۔ شام کو بہت کم لوگ ادھر جاتے ہیں۔ عام خیال یہ ہے کہ وہاں جنوں کا بسیرا ہے۔ ہم سب عمر فاروق کی منتیں کرنے لگے کہ ادھر مت جاؤ۔ آج وہ اپنے کمرے میں چلا گیا مگر تھوڑی دیر بعد وہ باہر نکل آیا اور کہنے لگا۔ ''میں نے وہاں جانے کا پروگرام ملتوی کر دیا ہے۔ آپ لوگ مطمئن ہو جائیں۔''

وہ رات ہمارے لئے بہت بڑا امتحان تھی۔ ہم نے حسب معمول عمر فاروق کی چارپائی کے نیچے اونٹ کی ہڈی جلائی۔ تو عمر فاروق بھڑک اُٹھا اور کہنے لگا۔ اتوار کے روز جب عمر فاروق کچن میں تعویز جلائے تو اس کے ساتھ کوئی نہ آئے۔ اگر کوئی کچن میں آیا تو میں اسے چمٹ جاؤں گا میں یہاں سے جانے کے لئے نہیں بلکہ رہنے کے لئے آیا ہوں۔ مجھے عمر فاروق سے کوئی جدا نہیں کر سکتا۔ میں ہرگز یہاں سے نہیں جاؤں گا۔

اسی دوران میں، میں نے اس سے سوال کیا ''تم اپنے آپ کو مولانا حق نواز شہیدؒ کا عقیدت مند کہتے ہو۔ میں تمہیں انہی کا واسطہ دیتا ہوں تمہاری وجہ سے ہمارے گھر میں کئی پریشانیاں ہیں۔ تم ایک کم کر دو۔''

میرا یہ کہنا تھا کہ عمر فاروق پر عاشق جن رونے لگا۔ تم..... تم نے مجھے اس عظیم ہستی کا واسطہ کیوں دیا؟ تم نے مجھ پر ظلم کیا ہے میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ چلا جاؤں گا، اور اپنے آپ پر ظلم برداشت کر لوں گا لیکن اس کی عظمت پر کوئی حرف نہیں آنے دوں گا۔ یہ کہہ کر عمر فاروق خاموش ہو گیا۔ میں نے کئی سوال کئے لیکن کسی کا جواب نہ آیا۔

جب عمر فاروق کو ہوش آیا تو ان کے جوڑوں میں شدید درد تھا۔ وہ رو رہا تھا۔ اس کے آنسو ہم سے دیکھے نہیں جاتے تھے۔ ہم بھی اس کے ساتھ آنسو بہانے لگے۔ اچانک عمر فاروق کہنے لگا۔ ''تم مرد ہو کر رو رہے ہو مجھے جوڑوں کی تکلیف ایک طویل عرصے سے ہے میں نے کبھی شکوہ نہیں کیا۔ جب یہ مصیبت اللہ کی عنایت کردہ ہے تو اسے دور بھی وہی کرے گا، بے شک میرا رب عظیم اور پوری دنیا کا مالک ہے۔''

جب عمر فاروق کو نیند آنے لگی تو امی اٹھ کر چپکے سے مین گیٹ کی طرف گئی اور اس کو تالا لگا دیا۔ جب وہ واپس آئیں تو انہوں نے ہمیں ہاتھ کے اشارے سے منع کر دیا کہ ہم اس کے بارے میں بات نہ کریں۔ ابھی انہوں نے اشارہ ہی کیا تھا کہ عمر فاروق بستر پر اُٹھ بیٹھا۔ امی جان! میں نے کل بھی آپ کو منع کیا تھا کہ گیٹ کو تالا مت لگایا کریں لیکن آج پھر آپ نے گیٹ کو تالا لگا دیا۔ اب دیکھنا یہ تالا میرے ہاتھ کے اشارے سے ٹوٹ جائے گا۔ گیٹ کو تالا لگانے سے مجھے شدید تکلیف ہوتی ہے۔''

امی جان نے فاروق سے معذرت کی اور جا کر گیٹ کا تالا کھول دیا۔

CamScanner

رات کے گیارہ بجنے والے تھے ہم سب گھر والے لائٹ آف کر کے سو گئے۔ رات کے بارہ بج کر پانچ منٹ ہوئے تھے کہ امی جان کو پیاس لگی جب وہ پانی پینے کے لئے اٹھیں تو عمر فاروق کو بستر سے غائب پایا گھر کے تمام بلب جلا کر کونا کونا چھان مارا مگر عمر فاروق نہ ملا۔ اسی دوران میں ابو جان مسجد کی طرف چلے گئے تھے۔ ابھی وہ مسجد سے چند قدم دور ہی تھے کہ عمر فاروق مدہوش سا مسجد سے نکلا۔ اس کے منہ سے انہوں نے صرف یہی آواز سنی۔ کون ہے کدھر جا رہے ہو؟ عمر فاروق..... آ رہا ہے..... اور.....''

گھر پہنچ کر جب عمر فاروق چارپائی پر لیٹا تو وہ مکمل بے ہوش ہو چکا تھا۔ امی جان نے فوراً عمر فاروق کے منہ میں آب زمزم ڈالا اور سورۃ جن کی تلاوت کرنے لگیں۔ ابھی سورہ جن ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ عمر فاروق کو ہوش آ گیا۔ میں نے اس سے سوال کیا ''تم مسجد میں کیوں گئے تھے؟ اس کا جواب تھا'' مجھے معلوم نہیں۔ میں تو ہرگز مسجد نہیں گیا۔ تم جھوٹ بولتے ہو۔ میں تو یہاں سویا ہوا تھا۔ تمہاری باتوں کی وجہ سے بیدار ہو گیا۔ اب تم جاؤ مجھے نیند آ رہی ہے۔

گھر کے سبھی افراد عمر فاروق سے خوفزدہ ہو گئے تھے۔ عمر فاروق بستر سے اٹھا، دوسرے کمرے سے زیرو لائٹ کا بلب لے آیا اور اسے لگانے کے بعد بولا اب تم سو جاؤ۔ کسی کو ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اس پر سبھی افراد سو گئے۔ گھر میں سکون ختم ہو گیا تھا۔ ہر وقت بے سکونی سی رہتی کہ نہ جانے کس لمحے کیا ہو جائے۔'' گھر کے سبھی افراد پریشان تھے اور عمر فاروق کی بیماری سے تنگ آ چکے تھے۔ اسی دوران میں ہم نے پروگرام بنایا کہ اسے گوجرانوالہ مولانا نصر اللہ خان کے پاس لے جاتے ہیں۔ ہم اپنا پروگرام کنفرم کر کے سو گئے۔

دوسرے دن جب گوجرانوالہ جانے کے لئے تیار ہوئے تو عمر فاروق پر جن آ گیا اور کہنے لگا ''عمر فاروق کے ساتھ اس کے ابو اور بھائی یوسف بھی گوجرانوالہ جائیں گے۔ تب عمر فاروق جائے گا۔ ورنہ کسی میں اتنی جرأت نہیں کہ عمر فاروق کو ساتھ لے کر جا سکے۔''

اس کی یہ بات سن کر ابو جان نے عمر فاروق کا گریبان پکڑ لیا اور ''جن'' کو بے تحاشا برا بھلا کہا۔ وہ خاموشی سے سنتا رہا۔ جب ابو جان خاموش ہوئے تو اس نے جواب دیا۔ آپ میرے بزرگ ہیں۔ میں آپ کا احترام کرتا ہوں۔ میری ایک شرط ہے ''اگر آپ نے میری شرط پوری کر دی تو میں گوجرانوالہ مولانا نصر اللہ خان کے پاس ضرور جاؤں گا''۔

''کیا شرط ہے تمہاری؟'' بھائی یوسف نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''پہلے مجھے جھنگ میں مولانا حق نواز شہید کے مزار پر لے کر جائیں۔ بولیں آپ کو منظور ہے؟ اگر آپ مجھے وہاں لے کر جائیں تو پھر میں گوجرانوالہ ضرور جاؤں گا۔''

دوسرے دن اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ہم جھنگ کے لئے بس میں سوار ہو گئے اور بس اپنی منزل کی طرف گامزن ہو گئی۔ راستے میں بس ڈرائیور نے ٹیپ ریکارڈ آن کر دیا۔ ناہید اختر کا معروف گانا ''آپ کو ہم پسند کرتے ہیں'' گونجنے لگا۔ عمر فاروق نے ڈرائیور سے کہا میں آپ سے گذارش کرتا ہوں کہ آپ ٹیپ ریکارڈر بند کر دیں۔

ڈرائیور جو نہ جانے کس موڈ میں تھا، کہنے لگا۔ آپ کو ٹیپ ریکارڈر سے نفرت ہے تو کرایہ واپس لے کر کسی دوسری گاڑی میں بیٹھ جائیں۔ میں ٹیپ ریکارڈر بند نہیں کر سکتا۔ ابھی وہ اپنی بات بھی مکمل نہیں کر پایا تھا کہ ٹیپ ریکارڈر خود بخود بند ہو گیا۔

عمر فاروق نے مدہوشی کی سی کیفیت میں ڈرائیور سے کہا اب کوشش کر کے دیکھیں۔ آپ نے ٹیپ ریکارڈر کو چلا لیا تو میں آپ کو منہ مانگا انعام دوں گا۔

CamScanner

ڈرائیور نے طنزیہ انداز میں عمر فاروق کی طرف دیکھا اور ٹیپ ریکارڈر چلانے کی بھرپور کوشش کی لیکن ٹیپ ریکارڈر کو نہ چلنا تھا نہ چلا۔ تب ڈرائیور عمر فاروق کے قدموں میں گر کر معافی طلب کرنے لگا۔ وہ اسے کوئی پہنچی ہوئی سرکار سمجھنے لگا تھا۔ لرزیدہ لہجے میں بولا "مجھے معلوم نہیں تھا کہ آپ جیسے عظیم لوگ بھی بس میں سفر کر رہے ہیں"۔ پھر اس نے کنڈکٹر کو آواز دی اور کہا حضرت صاحب کو کرایہ واپس کر دو ایسا نہ ہو کہ ہمارا بیڑا ہی غرق ہو جائے۔

کنڈکٹر پیسے واپس کرنے میں کچھ پس و پیش کرنے لگا تو عمر فاروق نے کہا۔ وہ ہماری طرف سے انعام سمجھ لو۔ کیا یاد کرو گے کہ کسی سخی سے واسطہ پڑا تھا۔

اس پر وہ قدرے خوفزدہ ہو گیا۔ راستے میں اس نے ضد کر کے اپنی جیب سے کھانا کھلایا اور فروٹ بھی پیش کیا۔ سرگودھا پہنچنے پر جب ڈرائیور کو یہ معلوم ہوا کہ ہمیں جھنگ جانا ہے تو اس نے کنڈکٹر کو اشارہ کیا۔ وہ ہمارے لئے جھنگ کے ٹکٹ لے آیا تو ہم حیران رہ گئے۔

عمر فاروق مدہوشی میں کہنے لگا۔ "ہمیں آپ کے خلوص نے بہت متاثر کیا ہے۔ آپ ٹکٹ کے پیسے لے لیں اور ایک خوشخبری بھی سن لیں۔ اللہ تعالیٰ عنقریب آپ کو اولاد دے گا۔ آپ کو مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ مایوسی کفر ہے۔

اولاد کا سن کر ڈرائیور خوشی سے جھوم اٹھا اور ہم سے ایڈریس لے لیا۔

دوسری گاڑی میں بیٹھ کر ہم جھنگ پہنچ گئے۔ اڈے پر اترے تو عمر فاروق ہم کو لے کر ایک طرف چلنے لگا۔ پندرہ بیس منٹ کے بعد ہم جامعہ محمودیہ میں کھڑے تھے۔ عمر فاروق نے مولانا حق نواز شہید کی قبر پر فاتحہ پڑھی۔ جمعہ کا دن تھا۔ ہم نے نماز جمعہ مسجد حق نواز شہید میں ادا کی اور پھر گوجرانوالہ کے لئے کوچ پر بیٹھ گئے۔ رات کو ہم گوجرانوالہ پہنچے تو مولانا نصر اللہ خان نے ہماری بہت آؤ بھگت کی اور بڑی محبت سے پیش آئے۔

رات کو مولانا نصر اللہ خان نے، بہت کوشش کی کہ جن حاضر ہو جائے لیکن وہ حاضر نہ ہوا چنانچہ انہوں نے مجھے اور ابو جان کو سونے کے لئے ڈرائنگ روم بھیج دیا اور عمر فاروق کو اپنے پاس بٹھا لیا۔ صبح سویرے ناشتے پر مولانا نصر اللہ خان نے بتایا کہ رات کو جن بہت کوشش کے بعد حاضر ہوا تھا۔ میں نے پوچھا کہ تم عمر فاروق کو کیوں تنگ کر رہے ہو تو وہ کہنے لگا کہ میں نے عمر فاروق کو مولانا حق نواز شہید جھنگویؒ کے کئی جلسوں میں دیکھا تھا۔ پنڈی گھیپ کے جلسے میں اس پر عاشق ہو گیا۔ اس وقت سے اس کے ساتھ ہوں۔ اس جن نے میری منتیں کیں، واسطے دیئے کہ میں اسے عمر فاروق سے جدا نہ کروں لیکن میں نے کہا کہ عمر فاروق کے گھر والے بہت پریشان ہیں۔ تمہیں ضرور جانا ہوگا ورنہ میں دوسرا طریقہ بھی اختیار کر سکتا ہوں۔ یہ سن کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے اور کہنے لگا کہ آپ میری طرف سے عمر فاروق سے معافی مانگ لینا۔ میں نے اسے بہت تنگ کیا ہے، بہت ستایا ہے لیکن اس نے مجھے کبھی گالی نہیں دی۔ ہر حال میں یہی کہتا ہے کہ رب مشکل کشا ہے۔ وہ ہماری مشکل ضرور حل فرمائے گا۔ آج میں اس کی مشکل رب کے حکم سے آسان کر رہا ہوں۔ آج میں جا رہا ہوں۔ یہ کہنے کے بعد اس نے خدا حافظ کہا اور چلا گیا۔ یہ بتا کر مولانا نصر اللہ خان خاموش ہو گئے۔

.....

آپ نے میری روداد کا دوسرا حصہ میرے بھائی کی زبانی سن لیا یا پڑھ لیا۔ اس کے بعد مجھ پر بے ہوشی کا دورہ پھر کبھی نہیں پڑا البتہ جسمانی طور پر کئی ایک تکالیف ہیں پھر بھی اپنے اللہ کا شکر گزار بندہ کیوں نہ ہوں۔

میری آپ سے استدعا ہے کہ آپ میرے لئے خصوصی دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے صحتِ کاملہ سے نوازے۔

CamScanner

مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمہ اللہ کی تحریک

شخصیت و کردار کے آئینہ میں

جناب خالد شہزاد فاروقی صاحب۔ایڈیٹر ماہنامہ ''آرزو'' لاہور

اسلام کے مخالف اور دشمن روزِ اوّل سے ہی مختلف رنگ و روپ اور بہروپ دھار کر اسلام کے خلاف سازشوں میں مصروف ہیں۔حتیٰ کہ اسلام دشمن قوتوں نے در پردہ مختلف ادوار میں ایسے گروپوں اور جماعتوں کو تشکیل دیا جو بظاہر تو اسلام کا لبادہ اوڑھے ہوئے تھے اور اپنی تقریروں اور تحریروں میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کا اعلان کرتے تھے مگر در پردہ یہ گروپ اور جماعتیں اسلام کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے کے درپے تھے۔ ہر دور میں ہی ان اسلام دشمن قوتوں کے مقابل غیرت دینی رکھنے والے علمائے حقہ نے کچھ اس انداز سے اسلام دشمن قوتوں کا پردہ چاک کیا اور قرآن وسنت کی روشنی میں ان کے کفریہ عقائد کو آشکار کیا کہ ان اسلام دشمن قوتوں کو ہمیشہ منہ کی کھانی پڑی۔کفر اسلام کے مقابل جس رنگ اور روپ میں بھی بھیس بدل کر آیا علمائے قرآن وسنت نے کفر کی مکاری اور عیاری کا نہ صرف مقابلہ کیا بلکہ پوری دنیا کے مسلمانوں کو اُن کے شر سے بھی آگاہ کیا۔چودہ سو سال قبل جب مکہ اور مدینہ کفر سے پاک ہو کر اسلام کی تابناکیوں سے جگمگانے لگے، آپ علیہ السلام کے جان نثار صحابہ کرامؓ کی پاکباز جماعت اپنے قدم عرب سے عجم کی جانب بڑھانے لگی تو اسلام دشمن قوتوں نے ایک چال چلی، انہوں نے ایسے لوگوں کو اسلام کی صفوں میں شامل کیا جو زبان سے اقرار تو اسلام قبول کرنے کا کرتے رہے لیکن درحقیقت وہ اسلام کی چادر اوڑھ کر اسلام کو کمزور کرنے کی سازشوں میں مصروف ہو گئے۔ان عناصر کی سازشوں کی وجہ سے بعض غلط فہمیوں نے جنم لیا اور ان غلط فہمیوں کی وجہ سے ہی بعض مواقع پر مسلمان آپس میں ہی دست و گریبان ہو گئے۔لیکن ہر موقع پر اہلِ علم حضرات بڑھ کر آگے آئے اور مسلمانوں کو کفار کی سازشوں سے آگاہ کرتے رہے اور سازشی عناصر کی نشاندہی بھی۔جس کی وجہ سے یہ سازشی عناصر ہر مرتبہ کوئی نئی ترکیب سوچ کر لاتے اور اپنی ناکامیوں کو چھپانے کی کوشش کرتے۔کفار کی ظاہری قوتیں بھی در پردہ اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اسلام کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے والوں کی بھرپور سرپرستی کرتی رہیں اور یہ سلسلہ تاہنوز جاری ہے۔کفر نے جب دیکھا کہ ہم جتنی مخالفت کرتے ہیں اسلام کا پیغام اس سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ پھیل رہا ہے اور اس کے ماننے والوں کی تعداد بھی روز بروز بڑھتی جا رہی ہے تو شیطانی قوتوں نے کنفیوژن پیدا کرنے اور

مسلمانوں کے ایمانوں کو متزلزل کرنے کے لئے ان ہی برگزیدہ شخصیات کی ذات اور کردار کے حوالے سے منفی پراپیگنڈہ شروع کر دیا۔ جن عظیم المرتبت شخصیات نے آپ علیہ السلام کی زبانِ اقدس سے اعلانِ نبوت کے فوری بعد نہ صرف اسلام قبول کیا بلکہ عقیدت ومحبت اور جان نثاری کی وہ مثال قائم کی کہ خود خالقِ کائنات نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان کی گواہی دی بلکہ ان سے راضی ہونے کا سرٹیفکیٹ بھی جاری کیا اور آنے والے تمام انسانوں کے سامنے رول ماڈل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کو بنایا اور قرآن میں کہہ دیا ''اے لوگو! ایمان لاؤ جس طرح یہ (صحابہ کرامؓ) ایمان لائے تب ہی تم ہدایت پاؤ گے''۔ اسلام کا لبادہ اوڑھے یہ سازشی عناصر اپنی تحریروں اور تقریروں میں اصحابِ پیغمبر ﷺ کے خلاف مصروف ہو گئے تو دوسری طرف اسلام کے رکھوالے ہر موقع پر ان سازشوں سے باخبر رہتے ہوئے کفر کا مقابلہ کرتے رہے۔ کفر کی چال یہ تھی اور اب بھی ہے کہ آج پوری دنیا میں اسلام جو پھیلتا ہی جا رہا ہے اس کے ماخذ تو اصحابِ پیغمبر رضی اللہ عنہم ہی ہیں تو کیوں نہ پوری دنیا میں جن شخصیات کی وجہ سے اسلام کا پیغام پھیلا ہے اُن شخصیات کی سیرت وکردار کو ہی مشکوک اور داغدار کر دیا جائے تاکہ اسلام کا پیغام بھی مشکوک اور داغدار ہو جائے۔ نعوذ باللہ من ذالک

یہودیت کی یہ چال ناکام بنانے کے لئے اپنے وسائل واسباب کے ساتھ ہر دور میں علماءِ حقہ نے آواز بلند کی اور ہر دور میں اس فتنے کا مقابلہ کیا۔ ایران کے نام نہاد اسلامی انقلاب کے بعد بڑی ہی شد ومد اور قوت کے ساتھ اس سازشی عناصر نے غلیظ لٹریچر کی شکل میں اپنے کفریہ عقائد کو اسلام کے نام پر مختلف زبانوں میں شائع کر کے پوری دنیا میں عموماً اور پاکستان میں خصوصاً پھیلانا شروع کر دیا۔ پاکستان میں ویسے تو شرک وبدعت پھیلانے والوں کی کوئی کمی نہیں ہے لیکن بدقسمتی کی بات یہ تھی کہ عوام اہلِ سنت تو ویسے ہی لمبی تان کر سوئے ہوئے تھے۔ علمائے حقہ نے بھی دینی غیرت وحمیت، جذبۂ جہاد اور شوقِ شہادت کا غلغلہ عام کرنے کی بجائے اسے اپنے حجروں میں مقید کر رکھا تھا۔ علماء اپنی نجی مجلسوں میں تو کفر کی اس سازش سے آگاہ تھے لیکن کوئی بھی میدانِ عمل میں آ کر قوم کو بیدار کرنے کیلئے تیار نہ تھا۔ ملتِ اسلامیہ تھی کہ توحید، نبوت اور قرآن کے منکروں کو مسلمان سمجھ کر ان سے رشتہ داریاں بھی کرتی تھی، ان کی غلیظ مجلسوں کو اسلام کا حصہ سمجھ کر شریک بھی ہوتی تھی۔ صحابہ کرامؓ، امہات المومنینؓ، خلفائے راشدینؓ، توحید، نبوت، قرآن اور اسلامی احکامات کی دھجیاں بکھرنے پر اپنی لاعلمی، جہالت اور دین سے دوری کے سبب واہ واہ کے نعرے بھی لگاتے تھے۔ ہمارے کم علم علماء وہ کفریہ مجالس جن میں اصحابِ رسول پر تبرا ہوتا تھا نا صرف شریک ہوتے بلکہ اُن کے سٹیج پر چڑھ کر ان کے عقائد کی تائید کر کے اپنے ایمان کا بیڑہ غرق کر رہے تھے۔ ملتِ اسلامیہ کے کچھ وہ علماء بھی تھے جو اپنے تئیں جرأت کر کے اصحابِ پیغمبر ﷺ کے ایمان کا دفاع کرتے ہوئے انہیں مسلمان ثابت کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

ایرانی انقلاب کے بعد تو گویا پاکستان میں بھی انہیں عقائد کو مسلط کرنے کی راہ ہموار کی جانے لگی تھی۔ لاکھوں کی تعداد میں غلیظ لٹریچر دھڑا دھڑ چھپ کر پاکستان کے گلی کوچوں میں تقسیم ہونے لگا تھا اور کھلم کھلا اصحابِ پیغمبر رضی اللہ عنہم کو ننگی گالیاں دی جا رہی تھیں کہ پنجاب کے ایک پسماندہ ضلع جھنگ جس میں اسی کفریہ طاقتوں کے پروردہ جاگیرداروں اور سرمایہ

داروں کا ہولڈ تھا ایک تینتیس سالہ نوجوان عالمِ دین نے تحفظ ناموسِ اصحابِ رسول کا علم بلند کیا۔ یہ اس نوجوان عالمِ دین کی اسلام سے حقیقی وابستگی، عشقِ رسول ﷺ اور اصحابِ رسول سے جذباتی وابستگی کا ہی نتیجہ تھا کہ اس کی آواز ملک کے کونے کونے میں پہنچی اور ایک عرصہ سے خوابِ غفلت میں سوئی ہوئی قوم بیدار ہوئی اور علمائے اہل سنت نے بھی بے حسی اور بے ضمیری کی چادر کو اُتار پھینک کر دشمنانِ اسلام کے مقابل مورچہ زن ہونے کا فیصلہ کیا۔

۶ ستمبر ۱۹۸۵ء کو جھنگ میں عزم وہمت کی عملی تصویر مولانا حق نواز جھنگویؒ نے سپاہِ صحابہ کی بنیاد رکھی جو دیکھتے ہی دیکھتے ملک بھر میں پھیل گئی۔ مولانا حق نواز جھنگوی کی آواز نے اہلِ حدیث، بریلوی اور دیوبندی نوجوانوں اور علماء کو دشمنانِ اسلام کے خلاف ایک لڑی میں پرو دیا۔ تحفظ ناموسِ صحابہ کی یہ تحریک عملی طور پر اک انقلاب کی شکل اختیار کر چکی تھی۔ مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ جس شہر یا دیہات میں تشریف لے جاتے ہزاروں کی تعداد میں لوگ دیوانہ وار آپ کا ایمان افروز خطاب سننے چلے آتے۔ غالباً ۱۹۸۶ء کی بات ہے کہ جب لاہور کے معروف عالمِ دین علامہ احسان اللہ فاروقی شہید ہوئے تو اُن کی یاد میں گلبرگ میں تعزیتی جلسہ منعقد ہوا جس میں قائد اہلِ حدیث، شہیدِ اسلام علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ بھی تشریف لائے ہم اُن کے ولولہ انگیز خطاب کے شیدا والا ہوتے تھے۔ جب راقم الحروف اپنے چند دوستوں کے ہمراہ جلسہ گاہ پہنچا تو پہلی مرتبہ حضرت امیرِ عزیمتؒ کے افکارِ عالیہ اور خطیبانہ گھن گرج سماعتوں سے ہوتی ہوئی دل میں گھر کر گئی۔ ان کی تحریک اور نظریہ دل میں اس قدر پیوست ہوتا چلا گیا کہ پھر پیچھے مُڑ کر دیکھنے کی فرصت بھی نہ ملی۔ میری طرح لاکھوں نوجوان ایسے تھے جنہوں نے حضرت امیر عزیمتؒ کی ایک ہی تقریر سننے کے بعد اپنی زندگی کے راستے متعین کر لئے۔ میرے اپنے ذاتی تجربے کی بات ہے کہ عوامی اجتماعات اور سیاسی تقریبات میں خطاب تو اور بھی خطیب حضرات کر لیا کرتے ہیں لیکن علمی حلقوں، علماء کی مجلسوں اور خصوصاً شیوخ الحدیث حضرات کی موجودگی میں بڑے بڑے خطیب حضرات بات کرتے ہوئے اپنے آپ میں خوف محسوس کرتے ہیں۔ دن رات علمی مشاغل رکھنے والے اہلِ علم کی زبانوں میں لڑکھڑاہٹ اور الفاظ کے چناؤ میں واضح فقدان محسوس ہوتا ہے۔ لیکن حضرت امیرِ عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے اِس صلاحیت سے اس قدر نواز رکھا تھا کہ آپ ایسی مجالس میں گفتگو کرتے ہوئے یوں دکھائی دیتے جیسے آپ کے سامنے یہ لوگ طفلِ مکتب کی حیثیت رکھتے ہیں۔ حضرت امیر عزیمت کے لب ولہجہ میں بے پناہ اعتماد، اندازِ تکلم میں وقار اور ایک خاص جلال پایا جاتا تھا۔ راقم الحروف کو ایک مدت سے بے شمار مذہبی اور سیاسی راہنماؤں کی مجالس میں اور اُن کے ساتھ طویل ترین سفر کرنے کا اتفاق ہوا ہے۔ جو راہنمائے قوم ملک وملت اور دینِ اسلام کے دفاع میں اخباری بیانات کے دریاؤں میں تڑپتے اور ڈبکیاں لیتے ہوئے نہیں تھکتے ان میں اکثر کی حالت یہ ہے کہ وہ اپنی نجی زندگی اور مجالس میں دینِ اسلام کے عظیم ترین احکامات کو اپنے معمولی، حقیر اور عارضی فائدے پر قربان کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ اس کے برعکس اگر آپ حضرت امیر عزیمت رحمہ اللہ کی زندگی کا مطالعہ کریں تو آپ کو واضح نظر آئے گا کہ آپ کا ظاہر وباطن بالکل ایک جیسا تھا۔ آپ حقیقی معنوں ایسے باعمل عالم تھے جو موجودہ صدی میں خال خال ہی نظر آتے ہیں۔ معذرت کے ساتھ میں یہ الفاظ تحریر کر رہا ہوں کہ علماء میں بھی چند حضرات اور

شخصیتیں ہی ایسی ہوتی ہیں کہ جو اپنے حُسنِ عمل، بلندیٔ کردار، تقویٰ وخشیت، دینی بصیرت، علمی تحقیق اور قومی کردار کے ایسے تابندہ نقوش چھوڑ جاتی ہیں جو تاریخ میں ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔ حضرت امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہید بھی انہی شخصیتوں میں سے ایک بلند قد وقامت کے حامل تھے۔ وہ ایک ایسے باعمل عالم تھے جن کی خدمات جلیلہ اور رہنمائی کا دائرہ منبر ومحراب سے لے کر عملی زندگی کے مختلف میدانوں تک پھیلا ہوا تھا۔ حقیقی کردار اور اعلیٰ افکار کی تعریف یہ ہے کہ اعلیٰ اصولوں پر استوار ہونے کے ساتھ ساتھ ان میں کوئی بناوٹ، کسی قسم کا تصنع اور اُن کے عقب میں کوئی ذاتی مفاد وابستہ نہ ہو۔ حضرت امیر عزیمتؒ پر اللہ کا خاص فضل یہ تھا کہ وہ ہر اعتبار سے بناوٹ اور خود ساختہ پن سے مبرا تھے۔ اُن کے رہن سہن میں کوئی بناوٹ تھی اور نہ ہی اُن کے افکار وکردار کے ایوان پر تکلف کی کوئی تختی آویزاں تھی۔ فرق صرف یہ تھا کہ اُن سے دور رہنے والا ایک رُعب اور خوف محسوس کرتا تھا اور جو قریب ہوتا وہ اپنائیت میں آگے ہی بڑھتا چلا جاتا۔ انہیں بڑے بڑے القاب کی آرزو تھی اور نہ ہی اپنی تعریف وستائش سننے کا شوق۔ سچی بات یہ ہے کہ اُن کی شفقت، تدبر، رہنمائی، جرأت، مستقل مزاجی، ثابت قدمی، پامردی، حق گوئی وبے باکی، لگن، بے غرضی اور اخلاص ایسی خوبیاں تھیں جن کا کسی ایک ہی شخصیت میں جمع ہونا اللہ کی خاص نعمت تھی۔ حضرت امیر عزیمتؒ کے کردار کی یہی خوبیاں اور قوت تھی کہ جس کی وجہ سے دولت کی جھنکار، منصب کی تمکنت، مغرور کی نخوت، حکومت اور دشمنوں کے ظلم وستم، ریاستی تشدد، جیل کی سلاخیں اور پولیس کا وحشیانہ تشدد بھی آپ کے موقف پر اثر انداز نہ ہوسکا اور مولانا بے سروسامانی کے عالم میں پوری استقامت کے ساتھ میدانِ عمل میں ڈٹے رہے۔ اس بات میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ اغیار کے ساتھ ساتھ اپنوں نے بھی حضرت امیر عزیمتؒ کی مخالفت کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی، بڑی بڑی مسندوں پر بیٹھ کر ذاتی مفادات کے حصول کی خاطر حق بات کہنے سے کترانے والے جغادریوں نے جب دیکھا کہ جھنگ کا یہ نوجوان عالمِ دین اپنی حق گوئی وبے باکی کی وجہ سے ملک بھر کے دینی سوچ اور ذہن رکھنے والے طبقے میں مقبولیت حاصل کر رہا ہے تو دو ٹکے کے مفاد کے لئے ان مذہبی جغادریوں نے حضرت امیر عزیمتؒ کی مقدس تحریک کو فرقہ واریت پھیلانے سے تشبیہ دے کر پراگندہ کرنے کی ناکام کوشش کی۔ شاعر مشرق نے شاید حضرت امیر عزیمت جیسی شخصیت کیلئے ہی کیا خوب کہا ہے:

کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق
نے ابلۂ مسجد ہوں نہ تہذیب کا فرزند
اپنے بھی خفا مجھ سے بیگانے بھی ناخوش
میں زہرِ ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

حضرت امیر عزیمتؒ کی نشست وبرخاست، گفتار وکردار اتباعِ رسول ﷺ میں رنگا ہوا تھا۔ آپ کی تحریک کے پسِ پردہ قرآن مجید کی واضح آیات اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ واضح ارشادات تھے جن میں صحابہ کرام کی عظمت کو بیان کیا گیا ہے۔ درحقیقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دشمن صحابہ کرام کو متنازعہ بنا کر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو ہدف بنانا چاہتا ہے۔

CamScanner

آپ نے اپنی تحریک کے ذریعے دشمن کی سازش کو ناکام بنایا۔ حضرت امیر عزیمتؒ نے اپنی زندگی دفاع صحابہؓ کے لئے وقف کی ہوئی تھی۔ ان کی زندگی کا یہی مشن تھا کہ پاکستان میں قانون سازی ہو جائے تاکہ کسی کی جرأت نہ ہو کہ وہ صحابہ کرامؓ پر تبرا کر سکے۔ اپنے آخری خطاب میں اپنے قتل کی سازش کو بے نقاب کرتے ہوئے مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ نے فرمایا

''میں دشمنانِ صحابہؓ پر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ ہم زندگی اور موت کو برابر کر چکے ہیں۔ ہم موت سے ڈر کر پیچھے ہٹنے والے نہیں ہیں۔ میں مطمئن ہوں میرا ضمیر مطمئن ہے میں نے اپنی زندگی صحابہ کی مدح اور امی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے دوپٹے کی عفت بیان کرتے ہوئے گزار چھوڑی ہے۔ میں آپ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ اگر مجھے قتل کر دیا گیا تو میرے قاتل وہی ہوں گے جن کے خلاف میں صحابہ کرام کی عظمت کی جنگ لڑ رہا ہوں''۔

اس خطاب کے تین چار روز بعد ہی ۲۲ رفروری ۱۹۹۰ء کو جھنگ میں آپ کو شہید کر دیا گیا۔ یہ آپ کے اخلاص کا ہی نتیجہ تھا کہ آپ کی شہادت کے بعد اس تحریک میں شدت آ گئی اور اندرون و بیرون ممالک میں آپ کے موقف کو جید علمائے کرام کی تائید حاصل ہوتی گئی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس وقت حکومت حالات کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے اس شرعی مسئلے پر ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کرنے کے بجائے فوری طور پر اسمبلی میں ناموسِ صحابہ بل کے حوالے سے کوئی قانون سازی کر دیتی، غلیظ لٹریچر اور ملک بھر میں ماتمی جلوسوں پر پابندی عائد کر دیتی، ایرانی قونصل خانوں کا کردار محدود کر دیتی، صحابہ کرامؓ، اُمہات المومنینؓ اور خلفائے راشدینؓ پر تبرا کرنے والوں کو سزائے موت دیتی تو ملک پاکستان امن و خوشحالی کا گہوارہ ہوتا۔ لیکن عاقبت نااندیش حکمرانوں نے غیر ملکی اشاروں پر چلتے ہوئے ناموسِ صحابہ بل پر قانون سازی کرنے کی بجائے سپاہِ صحابہؓ پر پابندی عائد کر دی لیکن عقل و خرد سے عاری حکمرانوں کو کون سمجھائے کہ سپاہِ صحابہؓ پر پابندی لگانے سے کیا نظریات اور حضرت امیر عزیمت شہید کی تحریک پابند ہو گئی؟ اب تو بات ہی دوسری طرف نکل گئی ہے۔ بہر حال بات یہ ہے کہ حضرت امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ نے اپنی پوری زندگی عظمتِ صحابہؓ کا پرچم بلند کرتے ہوئے اور دشمنانِ صحابہؓ کے خلاف پوری جرأت اور عزیمت کے ساتھ جدوجہد کرتے ہوئے گزار دی۔ وہ اب اس دنیا میں نہیں رہے بلکہ جو بھی ذی روح ہے اُسے دنیا سے جانا ہی ہے۔ دنیا کی بڑی بڑی ناقابلِ تردید حقیقتوں میں سے ایک حقیقت موت ہے جس کا کسی نے انکار نہیں کیا بلکہ سچی بات یہ ہے کہ موت نے کرنے ہی نہیں دیا۔ یہ الگ بات ہے کہ ہمارے دین نے موت کا تصور دہشت ناک نہیں رہنے دیا۔ بزمِ دنیا رنگا رنگ پھولوں اور ستاروں سے سجائی جاتی ہے، قدرت جس پھول کو چاہتی ہے اُسے چن لیتی ہے، اُس کی جگہ دوسرا پھول آ جاتا ہے، ایک ستارہ ٹوٹتا ہے تو دوسرا اُبھر آتا ہے لیکن کچھ پھول ایسے ہوتے ہیں جن کی چمک بھی ان کے ساتھ ہی چلی جاتی ہے لیکن اُن کی خوشبو سے گلشن مہکتا رہتا ہے۔ یہ نایاب لوگ اہلِ علم ہوتے ہیں جن کی جگہ لینے والا کوئی دوسرا نہیں ہوتا۔ ہر دنیادار کی موت کے خواہش مند بے شمار ہوتے ہیں اور اس کی جگہ لینے والے بے حساب لیکن ایک عالم کی موت عالم کی موت ہوتی ہے جو اپنی ذات میں انجمن ہوتا ہے اُس کی رحلت سے کچھ ایسا خلا پیدا ہو جاتا ہے جسے پورا کرنا مشکل ہوتا ہے۔ بقیہ صفحہ نمبر ۷۹۷ پر

CamScanner

محمد رسول اللہ — صحابہ رضی اللہ عنہم — صحابہؓ پر سب

سلامِ عقیدت صحابہ کرامؓ کیلئے جنہوں نے محمد رسول اللہ ﷺ پر اپنا سب کچھ قربان کر دیا
اور شہداء کاروانِ ناموسِ صحابہؓ پر جنہوں نے صحابہ کرامؓ پر اپنا سب کچھ قربان کر دیا

ہم

امیر عزیمت، امیر کاروانِ ناموسِ صحابہؓ، شیر اسلام

مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

اور ان کے جانشین

ایثار القاسمی — ضیاء الرحمن فاروق — محمد اعظم طارق — علی شیر حیدری

اور دیگر سینکڑوں شہداء کارکنان کی عظمت کو سلامِ عقیدت پیش کرتے ہیں

مولانا محمد احمد لدھیانوی صاحب حفظہ اللہ — سرپرست قافلہ حق خلیفہ عبدالقیوم صاحب حفظہ اللہ — شاہین اہل سنت جناب ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں صاحب حفظہ اللہ

کی قیادت پر مکمل اعتماد کے ساتھ ان کی خدمات کو

خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے تحریک ناموسِ صحابہ کی
کامیابی کے لئے دعا گو ہیں

حافظ محمد اسحاق چنا و جملہ اراکین سپاہِ صحابہؓ

ضلع قمبر شہداد کوٹ 0302-349654

امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ

شخصیت اور کردار

تحریر: جناب حافظ عقیل احمد عاقل صاحب۔ ایڈیٹر سنی اتحاد لاہور

ابھی جامِ عمر بھرا نہ تھا کفِ دست ساقی چھلک پڑا
رہیں دل کی دل میں حسرتیں کہ نشاں قضا نے مٹا دیئے

قانونِ فطرت ہے کہ بڑا آدمی بڑی ضرورت کے وقت ہی پیدا ہوتا ہے۔ لیکن بعض اوقات یوں بھی ہوتا ہے کہ وہ اپنی تعمیر کردہ عمارت میں آخری اینٹ لگانے سے قبل ہی دنیا سے پردہ کر جاتا ہے۔ وہ گھڑی کس قدر کٹھن ہوتی ہے جب باغبان نے اپنی تمام تر توانائیاں گل بوٹوں کی تخم ریزی اور آبیاری کے لئے خرچ کر ڈالی ہوں۔ اور شب و روز کی مسلسل جدوجہد سے بادِ سموم کی ستم ظریفیوں سے ان کی حفاظت کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی ہو۔ لیکن جب گل بوٹے شباب کی دہلیز پر قدم رکھ رہے ہوں تو باغبان کو ان سے ہمیشہ کے لئے جدا کر دیا جائے۔

نوشتۂ تقدیر نے مولانا حق نواز شہیدؒ کو ایسے حالات سے گذارا ہے کہ مؤرخ بھی اس موڑ پہ آ کر انگشت بدنداں رہ جاتا ہے۔ لکھنے کے لئے آج جب قلم اٹھایا تو محسوس ہوا کہ ان شخصیات کے بارے میں لکھنا کتنا مشکل ہے کہ جنہوں نیت اپنی آرام دہ اور پرسکون زندگی کی بہاروں سے منہ موڑ کر سنگینی حالات کی پرواہ کیئے بغیر زندانوں کی ویرانیوں کو مرحبا کہا ہو۔ آہنی زنجیروں کو چوما ہو اور جن کی لغت میں راہ حق میں مصلحت و رخصت نام کے الفاظ نہ ہوں۔ امیر عزیمت مولانا حق نواز شہیدؒ ایسے حالات کے افق پر ابھرے کہ جب سنی قوم سنیت کی حقیقت سے نا آشنا ہوتی چلی جا رہی تھی غیرت حیران ہو کر مسلم نوجوانوں کا منہ تک رہی تھی کہ یہی اس قوم کے بے خبر فرزند ہیں کہ انگلیوں پر گنی جانے والی قوم نے ان کو اتنا بے بس کر دیا تھا کہ ان کی آنے والی نسل سنیت کے نام سے بھی وحشت محسوس کرنے لگتی ایسے حالات میں ضرورت تھی امیر شریعت کے کسی روحانی فرزند کی جو انہی کی زبان میں اس سوئی ہوئی قوم کو بیداری کا درس دے اور انہی کے لہجے میں کفر کی آنکھ میں آنکھ ڈال کر اسے للکار سکے۔ ایسے حالات میں ضرورت تھی ایسے مردِ آہن کی جس کی گرج میں شیروں کی وحشت۔ گفتار میں بجلی جیسی قوت۔ حوصلوں میں افلاک کی سی بلندی۔ ارادوں میں پہاڑوں کی طرح پختگی۔ اور جذبات میں سمندروں کے طوفان مچل رہے ہوں۔ ایسے حالات میں ضرورت تھی راہ وفا کے ایک ایسے مسافر کی جو اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر صدا لگائے کہ ایک جان تو کیا

سینکڑوں جانیں بھی ہوں تو امی جان کے دوپٹے کی عظمت پر قربان کر دوں گا اگر یوں کہہ دیا جائے کہ ایسے حالات میں ضرورت تھی حق نواز جھنگویؒ کی تو بے جا نہ ہوگا۔

امیر عزیمتؒ جب صحابہ کرام کی ذوات قدسیہ وصفات حسنہ کو زادراہ بنا کر عزم اور ارادے کے پیراہن۔۔گھر سے نکلے اس طویل سفر میں قدم قدم پر جن سنگین وادیوں سے ان کا گذر ہوا اس سفر کا ہر موڑ گواہ ہے کہ اس راستے کی ہر شے شہادت دے گی کہ باد سموم۔۔تند تیز جھونکے بھی اس مرد آہن اور مرد حق کے عزم واستقلال میں ادنیٰ سی لغزش بھی نہ لا سکے۔

مولانا جھنگوی شہیدؒ ایک شعلہ نوا خطیب تھے آپ کی خطابت صور اسرافیل کا کام کرتی تھی اس میں دم عیسیٰ کی تاثیر تھی وہ حق گوئی وبیباکی کے علمبردار جرأتوں کا نشان ہمتوں کے پہاڑ اپنوں کے لئے ابریشم اور بیگانوں کے لئے فولاد تھے۔ مولانا شہیدؒ شیروں کی طرح گرجتے اور تلواروں کی طرح برستے آپ کے لہجے میں تلوار کی کاٹ بادل کی گرج بجلی کی کڑک ہوتی تھی مولانا حق نواز طمع سازی کے قائل نہ تھے درباری مولویوں سے نالاں تھے۔سیسی مصلحتیں۔معاشی حالات اپنوں کی خفگی غیروں کا غضب اقتدار کا خوف۔وڈیروں کی سازش اور قید وبند کی صعوبتیں بھی انہیں حق بات کہنے سے باز نہیں رکھ سکتی تھیں ان کا سر صرف خدا کے سامنے جھکتا تھا۔وہ جب وقت کے نمرودوں اور عصر حاضر کے فرعونوں کو للکارتے تو فضا تھرتی تھی اور جذبات شعلہ بن جاتے تھے۔

مولانا حق نواز شہید رحمہ اللہ عشق اصحابؓ رسولؐ میں اتنا جذبہ صادق رکھتے تھے کہ نوجوانوں کا طبقہ آپ کے اردگرد اس طرح جمع ہو گیا جیسے شمع کے گرد پروانے جمع ہو جاتے ہیں۔اور مولانا کے اشاروں پر اصحابؓ رسولؐ ازواج مطہرات کے تقدس اور ناموس کے لئے اپنی جان قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاتے تھے۔آخر وہ وقت بھی آن پہنچا کہ مولانا کے مذہبی وسیاسی دشمنوں نے ان کو عشق اصحابؓ رسولؐ اور حق بیان کرنے کی پاداش میں ۲۲ فروری ۱۹۹۰ بروز جمعرات کو بے دردی سے شہید کر دیا۔انا اللہ وانا الیہ راجعون

مولانا کی شہادت کی خبر سنتے ہی یوں محسوس ہوا جیسے ہر طرف اندھیری رات چھا گئی ہو۔ہر طرف احتجاج و مظاہروں کی لہر دوڑ گئی ہو۔آباد بستیاں قبرستان دکھائی دینے لگیں۔جنگل و پہاڑ سنسان نظر آنے لگے۔ساکن فضاؤں میں آگ اور خون کے بگولے اٹھنے لگے، ہر طرف موت العالم کا منظر دکھائی دے رہا تھا۔آسمان اس قدر کھل کر رویا کہ اس کے آنسوؤں سے جلتھل ہو گئی۔زمین کی سسکیاں ختم ہونے کو نہیں آتی تھیں۔کیونکہ مولانا شہید کی موت ایک انسان کی نہیں بلکہ ایک عالم کی موت تھی اور یہ مولانا کے خون کی کرامت ہے کہ ان کی شہادت کے بعد سپاہ صحابہؓ اتنی تیزی سے پھیلی کہ تقریباً دو درجن کے قریب ممالک کے اندر شاخیں قائم ہو گئیں۔اور پاکستان کے ہر کونے کونے میں سپاہ صحابہؓ کے یونٹ بن گئے۔

اب جو مسلمان کفر کا مقابلہ کر رہے ہیں ان کی مضبوط بنیاد مولانا حق نوازؒ نے ہی رکھی ہے۔انشاء اللہ ہم مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کے مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کا عزم کرتے ہیں۔اور اپنے خون کا آخری قطرہ تک بھی یہ کہتے ہوئے بہا دیں گے کہ:

فنا فی اللہ کی تہ میں ہی بقا کا راز مضمر ہے جسے مرنا نہیں آتا اسے جینا نہیں آتا

مولانا جھنگوی کے قتل کے الزام کس پر لگتے ہیں

جناب جاوید جمال ڈسکوی صاحب۔ روزنامہ جنگ ۳/مارچ ۱۹۹۰ء

گذشتہ ہفتہ پورا پنجاب سوگ کی کیفیت میں رہا جو انجمن سپاہ صحابہ کے سربراہ مولانا حق نواز جھنگوی شہید کے ظالمانہ قتل کے سلسلے میں تھا۔ پنجاب بالخصوص جنوبی پنجاب کے شہروں، قصبوں حتیٰ کہ دیہاتوں میں مکمل ہڑتال، جزوی ہڑتال اور شدید احتجاج ہوا۔ نوجوان عالم دین مولانا جھنگوی کی مقبولیت کا اندازہ ناقابل یقین حد تک سامنے آیا۔ ان کی شہادت کی خبر جھنگ شہر کی سرحدوں سے اُڑتی ہوئی جنگل کی آگ کی طرح پورے ملک بلکہ دنیا کے بیشتر ممالک میں پھیل گئی۔ راقم ایک تقریب میں شرکت کے بعد دفتر واپس آیا تو میرے لئے اس خبر کی تصدیق کے لئے مدینہ منورہ سے تبلیغی جماعت کے مشہور واعظ اور انٹرنیشنل اسلامک مشن کے سربراہ مولانا عبدالحفیظ مکی سمیت لندن اور کویت سے ٹیلی فون آ چکے تھے۔ مولانا جھنگوی صرف عظمت صحابہؓ کے مبلغ اور مخالفین صحابہؓ کے زبردست ناقد تھے۔ اس کے علاوہ وہ کسی موضوع پر بہت کم گفتگو کرتے تھے۔ وہ علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید کے بعد پورے ملک میں اپنی نوعیت کے یہ واحد خطیب تھے۔ ان کی تقاریر پر مشتمل کیسٹوں کی فروخت کا ریکارڈ شاہی کوئی توڑ سکے۔ وہ بلاتفریق دیوبندی، بریلوی اور اہلحدیث مسالک کے پسندیدہ مقرر و مبلغ تھے۔ اپنی تقاریر میں تینوں مکتبہ فکر کے اکابرین کا احترام سے ذکر کرتے اور ان کے حوالے دیتے۔ یوں تو وہ جمعیت علماء اسلام فضل الرحمٰن گروپ کے پنجاب شاخ کے نائب امیر تھے لیکن جے یو آئی کے پنجاب انتخابات کے موقع پر انہیں جس طرح پنجاب کا امیر بننے سے روکا گیا اس سے وہ خاصے دلبرداشتہ ہو گئے تھے جس کا تفصیلی ذکر انہوں نے راقم سے کیا اور انہی دنوں اس موضوع پر ایک کالم لکھا بھی گیا تھا۔ تاہم اس کے بعد وہ فضل الرحمٰن گروپ اور درخواستی گروپ دونوں ہی سے برابری کا سلوک کرتے تھے اور دونوں کو ایک ہی سمجھتے تھے۔ 10/فروری کو راقم کو ملنے آئے، رات ۸/۹ بجے سے صبح تین بجے تک بیٹھے رہے۔ اس دوران انہوں نے روزنامہ جنگ کے دفاتر بھی دیکھے اور نیوز روم میں جا کر سٹاف سے بھی ملے۔ اس ملاقات میں انہوں نے اپنے مشن کی اہمیت پر تفصیل سے اظہار خیال کیا اور اپنے مستقبل کے ارادے ظاہر کئے۔ وہ علماء بالخصوص فضل الرحمٰن گروپ اور درخواستی گروپ سے نالاں تھے۔ بعض بڑے علماء کے نام لے کر انہیں دین اور مشن سے ناخلص قرار دیا اور کہا کہ دین کی بے توقیری کی ایک وجہ یہ ہے کہ بعض علماء نے دین کو کاروبار بنا لیا ہے۔ فضل الرحمٰن گروپ کے انقلاب ایران کی

بالواسطہ حمایت پر کھل کر ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ اس گروپ کے بعض ارکانِ اسمبلی کا آئے دن ایران کے دورے کرنے پر تشویش کا اظہار کرتے رہے۔ انہوں نے بتایا کہ علماء سے بدظن ہو کر انہوں نے دیندار نوجوانوں پر مشتمل سپاہِ صحابہ تنظیم منظم کی اور اب وہ ملک کی بڑی جماعتوں میں سے ایک ہے۔ ان دنوں وہ مینارِ پاکستان پر اپنی طاقت کا مظاہرہ کرنے کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ اخبارات سے شاکی تھے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کا ثبوت نہیں دے رہے۔ صبح تین بجے راقم انہیں ان کی گاڑی تک چھوڑنے گیا اس وقت ان کے ساتھ دو ساتھی تھے، میں نے پوچھا آج گارڈ کہاں ہیں؟ ہنس پڑے اور کہا کہ مجھے معلوم تھا کہ آپ یہ سوال ضرور کریں گے، کیونکہ میں انہیں پہلے بھی جب کبھی وہ بغیر گارڈ کے آتے تھے یہی سوال کرتا تھا۔

مولانا حق نواز جھنگوی دلائل سے پُر تقاریر کرتے تھے۔، وہ موت کو ساتھ لے کر چلتے تھے۔ ان کی جرأت دیکھ کر خوف آتا تھا۔ وہ جب کبھی ملتے یہی کہتے کہ میری موت ہر وقت میرے سامنے کھڑی رہتی ہے مگر مجھے اپنی زندگی صحابہؓ کی عظمت سے زیادہ عزیز نہیں ہے۔ وہ ہر وقت چوکس رہتے تھے، جن جلسوں سے خطاب کرنے جاتے وہاں سیکورٹی کے انتظامات سپاہِ صحابہ کے تربیت یافتہ کارکنوں کے ہاتھ میں دیتے۔ جلسے کے شروع میں واضح کر دیتے کہ ان کے جلسے میں گڑبڑ کرنے والا سلامت گھر نہیں جائے گا۔ لیہ میں جب ان کے کارکنوں کو انتظامیہ نے روک لیا تو انہوں نے لیہ کے اسسٹنٹ کمشنر کو یرغمال بنا لیا۔ اس مختصر سے تعارف کے بعد دیکھنا یہ ہے کہ مولانا جھنگویؒ کے قتل کا ذمہ دار کون ہے؟ اس کے محرکات کیا ہیں، پس منظر کیا ہو سکتا ہے؟

جہاں تک مرکزی اور صوبائی حکومت کا تعلق ہے دونوں حکومتوں نے اس قتل کی پُر زور مذمت کی ہے اور دونوں حکومتوں نے ایک دوسرے پر سیاسی مخاصمت کی رو میں بہہ کر الزامات عائد کئے ہیں۔ اس سلسلے میں پیپلز پارٹی نے پنجاب حکومت کو ذمہ دار قرار دیا ہے۔ آئی جے آئی نے اسے پیپلز پارٹی کی تخریب کاری قرار دیا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ تخریب کاری تھی؟ انجمن سپاہ صحابہ، علماء کی جماعتیں اور جھنگ کے شہریوں نے اسے یکسر مسترد کر دیا ہے۔ مولانا جھنگوی پر ہاتھ ڈالنا بدامنی پیدا کرنے والوں کی جرأت نہیں ہو سکتی۔ مولانا اپنی حفاظت سے غافل نہیں تھے۔ تو قتل بہت گہری منصوبہ بندی کا نتیجہ تھا، مولانا کے محافظ گاڑی کے پاس کھڑے تھے۔ تخریب کار اس جگہ حملہ نہیں کیا کرتے جہاں سیکورٹی موجود ہو۔ مولانا جھنگوی پر بزدلانہ مگر سوچ سمجھ کر حملہ کیا گیا تھا۔ دوسرا خیال یہ ہے کہ چونکہ مولانا حق نواز جھنگوی جھنگ شہر میں ایک بڑی سیاسی قوت بنتے جا رہے تھے، انہوں نے نومبر ۱۹۸۸ء کے انتخابات میں جھنگ شہر کے تقریباً اکثریتی ووٹ حاصل کر لئے تھے، وقت کی کمی کے باعث دیہاتوں میں عدم رابطہ کی وجہ سے وہ بیگم عابدہ حسین کے مقابلے میں چند ہزار ووٹوں سے شکست کھا گئے لیکن ان کی عوامی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ قومی اسمبلی میں مولانا جھنگوی کی شکست کے بعد جھنگ شہر میں صوبائی انتخابات کے روز سناٹا تھا اور ہُو کا عالم چھایا رہا۔ پولنگ سٹیشن ویران رہے۔ لوگوں نے غیر ارادی بائیکاٹ کا سماں باندھ دیا تھا۔ مولانا جھنگوی راقم کو کئی بار بتا چکے تھے کہ وہ اب دیہاتوں میں بھی جا رہے ہیں اور سماجی کام ان سے بڑھ کر کوئی بھی نہیں کر رہا۔ آئندہ الیکشن میں مجھے کوئی طاقت نہ ہرا سکے گی۔ یہ علاقہ چونکہ جاگیرداروں کا ہے جن کی برسوں سے علاقے پر دھاک بیٹھی

ہوئی ہے۔ یہاں کے باسی عملی طور پر جاگیرداروں کی رعایا بنے ہوئے ہیں۔ مولانا جھنگوی نے علاقے کے جاگیرداروں کو کمزور تر کر دیا تھا۔ ممکن ہے ایک وجہ ان کے قتل کی یہ بھی ہو۔ حافظ حسین احمد ایم این اے نے بھی پنجاب حکومت کو بری الذمہ قرار نہیں دیا جو مولانا جھنگوی کے جنازے سے واپسی پر خاصے برہم تھے کیونکہ نہ صرف عوام بلکہ انہیں بھی جنازے میں شرکت سے روک دیا گیا تھا اور جب انہوں نے کہا کہ یا مجھے جنازے میں جانے دو یا مجھے گرفتار کرلو، تب انہیں شہر میں داخل ہونے دیا گیا۔ مولانا فضل الرحمٰن اور حافظ حسین احمد کے بیانات کو بھی پیش نظر رکھنا ہوگا۔

ایک خیال یہ ہے کہ مولانا جھنگوی کو ایک فرقہ کی طرف سے قتل کی دھمکیاں ملتی رہتی تھیں۔ ان پر اس فرقے کے افراد حملہ آور ہوتے رہتے تھے۔ کئی ایک مقدمات جن میں قتل کے مقدمات بھی شامل ہیں، ان پر قائم تھے۔ حال ہی میں جھنگ میں تعزیہ جلانے کے واقعات بھی پیش آئے تھے اور چھوٹے موٹے تصادم کا سلسلہ چل رہا تھا۔ علماء کی اکثریت اسی شک کا اظہار کر رہی ہے، لیکن بلاوجہ ساجد نقوی نے ہائیکورٹ کے جج سے قتل کی تحقیقات کرانے کا مطالبہ کیا ہے۔ ایک طبقہ بڑے شدومد سے ایک پڑوسی ملک پر الزام عائد کر رہا ہے۔ خود مولانا جھنگوی کی بیشتر تقاریر میں اس پڑوسی ملک پر اپنے قتل کرنے کے خدشات کا اظہار موجود ہے۔ حتیٰ کہ انہوں نے جامع مسجد پپلیاں جھنگ میں اپنے آخری خطبۂ جمعہ میں واضح طور پر کہا کہ ان کے قتل کی منصوبہ بندی پڑوسی ملک میں تیار کر لی گئی ہے اور انہیں ۱۵ فروری سے ۲۵ فروری کے درمیان قتل کرنے کا منصوبہ ہے۔ اطلاع کے مطابق انہوں نے انتظامیہ کو آگاہ بھی کیا جس نے بے حد غفلت اور غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کیا اور مولانا جھنگوی جیسی شخصیت کے اس انکشاف کے بعد کوئی حفاظتی انتظامات نہ کیے۔ حکومت پنجاب سے توقع تھی کہ کم از کم وہ فوری طور پر ڈپٹی کمشنر جھنگ، اسسٹنٹ کمشنر، ایس پی اور متعلقہ تھانے کے انچارج صاحبان کو تو فارغ کرتی جن پر انکشاف کے باوجود جوں تک نہ رینگی۔ اول تو حکومت پنجاب اور مقامی انتظامیہ کو ویسے ہی مولانا جھنگوی کی حفاظت کا مستقل بندوبست کرنا چاہئے تھا چونکہ مولانا کا یہ خدشہ ریکارڈ پر ہے لہٰذا سپاہ صحابہ اور مولانا جھنگوی کے خاص احباب کا شک ہی نہیں یقین بھی ہے کہ یہ کام پڑوسی ملک ہی نے کرایا ہے۔ اب یہ تو وقت ہی بتائے گا کہ یہ بات درست ہے یا محض اتفاق ہے کہ مولانا نے انکشاف کیا اور ان ہی دنوں میں وقوعہ ہو گیا جو مولانا جھنگویؒ نے بتایا تھے۔

ایک خیال یہ ہے کہ مولانا جھنگوی سہ پارٹی اتحاد یعنی پاکستان عوامی تحریک، تحریک نفاذ فقہ جعفریہ اور تحریک استقلال کے سخت مخالف تھے، وہ اسے ایک سازش قرار دیتے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ یہ اتحاد ان کی ذات اور سپاہ صحابہ سے گھبرا کر بنوایا گیا ہے۔ جھنگ شہر میں جہاں ان کی ایک فرقے کے ساتھ دشمنی کی حد تک مخاصمت چل رہی تھی وہاں ڈاکٹر طاہر القادری کے حامیوں کے ساتھ بھی ان کی سرد جنگ جاری تھی۔ طاہر القادری بھی جھنگ شہر کے رہنے والے ہیں۔

CamScanner

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صحابہ کرام

سوئے مقتل جنھیں جانا تھا وہ جا بھی پہنچے
سر بسر کچھ محتاط خطیب آج بھی ہیں!

(بغض صحابہ لعنت اللہ)

(حب صحابہ رحمت اللہ)

ہم

امیر عزیمت، امیر کاروانِ ناموسِ صحابہؓ، شیر اسلام

مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

اور ان کے جانشین

ایثار القاسمی — ضیاء الرحمن فاروقی — محمد اعظم طارق — علی شیر حیدری

اور دیگر سینکڑوں شہداء کارکنان کی عظمت کو سلامِ عقیدت پیش کرتے ہیں

امیر کاروان، قائد ملی انقلاب مولانا محمد احمد لدھیانوی صاحب حفظہ اللہ

سرپرست قافلہ حق حضرت خلیفہ عبدالقیوم صاحب حفظہ اللہ

شاہین اہل سنت جناب ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں صاحب حفظہ اللہ

کی قیادت پر مکمل اعتماد کے ساتھ ان کی خدمات کو

خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے تحریک ناموسِ صحابہ کی کامیابی کے لئے دعا گو ہیں

کارکنانِ اہل سنت والجماعت ضلع سکھر

بہترین جہاد جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنا ہے۔ حدیث پاک

مولانا حق نواز جھنگوی کا قتل

(اداریہ روزنامہ نوائے وقت ۲۴ رفروری ۱۹۹۰ء)

ممتاز عالم دین اور انجمن سپاہ صحابہ کے سرپرست اعلیٰ مولانا حق نواز جھنگوی گزشتہ روز گولی لگنے سے جاں بحق ہو گئے۔ مولانا حق نواز جھنگوی پر حملہ اس وقت ہوا جب وہ شادی کی تقریب میں شرکت کے لئے گھر سے نکلے تھے۔ گولیاں ان کے سر، گلے اور پیٹ میں لگیں جس سے وہ موقع پر ہی اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ اخباری اطلاعات کے مطابق مرحوم مولانا نے اپنی وفات سے قبل خطبہ جمعہ میں عوام کو یہ بتایا تھا کہ ان کے قتل کی سازش تیار کی جا چکی ہے اور انہیں ۲۰ اور ۲۵ فروری کے درمیان کسی وقت قتل کر دیا جائے گا۔ مولانا کی اس بات کی شہادت ان سینکڑوں نمازیوں سے لی جا سکتی ہے جو خطبہ جمعہ کے دوران موجود تھے تاہم ابھی یہ معلوم کرنا باقی ہے کہ آیا مولانا نے پریس یا اپنے حلقہ احباب کو اس گروہ کے بارے میں بتایا تھا یا نہیں جو ان کی جان لینا چاہتا ہے۔ اگر مرحوم نے کسی کو اس سلسلے میں بتایا ہوگا تو لازماً ان وجوہات سے بھی آگاہ کیا ہوگا جو ان کے مخالفین کے انتہائی اقدام کا سبب بن سکتی ہیں۔ ایسی صورت میں پولیس کے لئے قاتلوں کو تلاش کرنا اور انہیں تختہ دار تک پہنچانا مشکل نہیں ہونا چاہئے لیکن اگر کوئی فرد بھی اس بارے میں آگاہ نہیں تو پھر بھی پولیس اور انتظامیہ کا فرض ہے کہ وہ مولانا مرحوم کے قتل کے محرکات اور ذمہ دار عناصر کے بارے میں عوام بالخصوص مولانا کے پیروکاروں کو مطمئن کرے۔ جواں سال مولانا حق نواز جھنگوی اپنے مکتبہ فکر کے مقبول عالم دین تھے اور ان کی مذہبی و تبلیغی خدمات سے پورا پنجاب آگاہ ہے۔ اسی طرح ان کے مذہبی و سیاسی مخالفین سے بھی جھنگ کے عوام آگاہ ہوں گے لیکن افسوس اس امر کا ہے کہ پولیس اور انتظامیہ نے مولانا کے بروقت انتباہ کے باوجود ان کی حفاظت کا کوئی بندوبست نہیں کیا اور ایک مقبول و محترم شخصیت سے اہل علاقہ محروم ہو گئے۔ یہ پہلا موقع نہیں کہ کوئی عالم دین تخریب کاری اور فائرنگ کا نشانہ بنے، اس سے پہلے جمعیت اہلحدیث کے رہنما علامہ احسان الٰہی ظہیر لاہور میں بم کے دھماکے میں اور تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کے رہنما علامہ عارف الحسینی پشاور میں ریوالور کی گولی لگنے سے جاں بحق ہوئے۔ لیکن اب تک ان میں سے کسی کا قاتل بھی گرفتار ہو کر سزایاب نہیں ہوا جو افسوسناک امر ہے اور اس سے ان عناصر کی حوصلہ افزائی ہو رہی ہے جو اپنے اپنے حلقے میں مقبول علماء کرام پر قاتلانہ حملوں کے ذریعے ملک میں فرقہ

وارانہ فسادات کی آگ بھڑکا کر قومی یکجہتی کو تباہ کرنے کے درپے ہیں۔ ہماری یہ سوچی سمجھی رائے ہے کہ ان واقعات میں کوئی ایک جنونی شخص یا گروہ ملوث نہیں بلکہ ان قوتوں کی کارستانی ہے جو ملک کے اتحاد اور قومی یگانگت کو پارہ پارہ کرنا چاہتی ہیں۔ پنجاب حکومت کا فرض ہے کہ وہ مولانا حق نواز جھنگوی کے قاتلوں کی تلاش میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرے اور انہیں قانون کی گرفت میں لا کر سخت ترین سزا کا اہتمام کرے۔ مولانا کے پیروکاروں کے ہم مسلک علماء کرام کا فرض ہے کہ وہ حکومت پر دباؤ ضرور ڈالیں مگر ردعمل کی شدت میں امن عامہ کو خراب کرنے کی کارروائیوں سے احتراز برتیں کیونکہ اس سے ان عناصر کے مقاصد کی تکمیل ہوتی ہے جو ایسی کارروائیوں سے ملکی یکجہتی کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور ان کے لواحقین اور پیروکاروں کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

آخر میں ہم حکومت پنجاب سے پھر پرزور مطالبہ کرتے ہیں کہ اب وہ علامہ شہید احسان الٰہی ظہیر کے قاتل کو بھی کیفر کردار تک پہنچائے یا اس کے پس منظر سے ان کے پسماندگان، اہل خانہ، دوستوں اور لاتعداد مداحوں کو آگاہ کرے۔

☆

ماہنامہ ''اشراق'' لاہور

مولانا حق نواز جھنگوی نے اس ضمن میں عوامی سطح پر اہل تشیع کے خلاف ایک مہم شروع کی اور انجمن سپاہ صحابہؓ محاذ سے اس ملک کی مساجد اور بازاروں میں ان کے اصلی چہرے بے نقاب کرنے کی سعی کی، جو اسلام کے پردے کے پیچھے چھپا ہوا ہے، خطابت کے پراثر اسلوب نے ان کی آواز کو پاکستان کے ہر ہر گوشے تک پہنچا دیا تھا اور اس کے اثرات لوگوں کی اپنی لپیٹ میں لے رہے تھے۔

علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ اور مولانا حق نواز جھنگویؒ کے مقاصد کا اشتراک ان کے ایک مشترکہ کی نشاندہی کرتا ہے جس کے بے جان وجود میں انقلاب ایران نے نئی روح پھونک دی ہے، اور تمام تر توانائیوں کے ساتھ اپنے مقاصد کے حصول کے لئے سرگرم ہے، علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ اور مولانا حق نواز جھنگویؒ ان کے راستے کی رکاوٹ تھے، لہٰذا موت کے نیند سلا دیئے گئے۔ (ماہنامہ ''اشراق'' لاہور اپریل ۱۹۹۰ء)

☆

انا للہ وانا الیہ راجعون

۲۲ر فروری ۱۹۹۰ء کی شب میں شقی القلب اسلام دشمنوں نے انجمن سپاہ صحابہؓ کے بانی حضرت مولانا حق نواز جھنگوی کو شہید کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ادارہ الفاروق کراچی حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ شہیدؒ کے قاتلوں کو جلد از جلد گرفتار کر کے کیفر کردار تک پہنچایا جائے۔ کارکنان ادارہ پسماندگان کے غم میں خود کو برابر کا شریک محسوس کرتے ہیں اور عزم کرتے ہیں کہ شہیدؒ کے مشن کو آگے بڑھانے کے لئے خون کا آخری قطرہ بہانے سے بھی گریز نہیں کریں گے۔ (ادارہ الفاروق کراچی)

CamScanner

گھر گھر مولانا حق نواز جھنگویؒ نے جنم لے لیا ہے
اور
اہل سنت والجماعت کا بچہ بچہ حق نواز ثابت ہوگا!!

(اداریہ خدام الدین لاہور ۶ مارچ تا ۲۲ مارچ ۱۹۹۰ء)

۲۶ رجب ۱۴۱۰ھ بمطابق ۲۲ فروری ۱۹۹۰ء رات آٹھ بجے مولانا حق نواز جھنگوی اپنے گھر سے باہر نکل رہے تھے کہ انہیں سفاکوں، شرپسندوں اور باطل کے ایجنٹوں نے گولیاں برسا کر شہید کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مولانا شہیدؒ سپاہ صحابہؓ کے سربراہ تھے اور اس دور میں جب کہ صحابہؓ دشمنی کی بیماری درآمد ہو رہی ہے اور ملکی اور غیر ملکی طاقتوں کی پشت پناہی میں وباء کی صورت میں پاکستان پر یلغار کر رہی ہے۔ وہ پوری تندہی، بہادری، جان نثاری اور بھرپور ایمانی قوت سے حفاظتی اور انسدادی کاروائیوں میں مصروف عمل تھے اور اس محاذ پر ہمہ وقت اور ہر آن ڈٹ کر حق وصداقت کی جنگ لڑ رہے تھے اور اس جہاد میں وہ اس حد تک آگے نکل گئے تھے کہ ملک بھر میں اہل سنت والجماعت کی شناخت اور آواز بن گئے تھے۔ اس لئے ان کی شہادت کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی، اور اس کی صدائے بازگشت دور دور تک ملک سے باہر بھی سنی گئی۔ جس سنی مسلمان نے یہ خبر سنی وہ سکتے میں آ گیا اور اس نے محسوس کیا کہ اس کے قلب وجگر پر ایک آری چل گئی ہے۔ ملک بھر میں سوگ کی کیفیت طاری ہوگئی، ان کے لاکھوں سامعین اور ان گنت جان نثار غم سے نڈھال اور درد والم سے بے حال ہو گئے۔ لوگوں کے دلوں میں عشق صحابہؓ کی وہ چنگاری جسے مولانا شہیدؒ نے ہوا دے کر اپنی دن رات کی محنت شاقہ سے شعلہ جوالہ بنا دیا تھا، بے قابو ہوگئی اور ملک کے تمام سنی مسلمان ہر اختلاف، ہر خطرے اور ہر نتیجے سے بے نیاز ہو کر سراپا احتجاج بن گئے اور جھنگ شہر کا تو یہ عالم تھا کہ پورا شہر سڑکوں پر نکل آیا جس کی وجہ سے حکومت کو کرفیو لگانا پڑا اور فوج بلانا پڑی۔

مولانا شہید کی کسی سے ذاتی دشمنی نہ تھی۔ ان کی دوستی اور دشمنی فقط اللہ اور اس کے دین کے لئے تھی۔ وہ اسلام کے سپاہی، حضور ﷺ کے فدائی اور صحابہ کرامؓ کے شیدائی تھے انہوں نے آخری دم تک اپنے مشن کا پرچم بلند رکھا اور جان کی بازی لگا کر بھی اس علم کو سرنگوں نہیں ہونے دیا۔ مرتبۂ شہادت پر فائز ہونے کے بعد ان کا خون بول رہا ہے۔ ان کی آواز مستقل پکار اور دعوت حق بن گئی ہے۔ اور ملک کے کونے کونے میں اس کی صدائے بازگشت سنی جا رہی ہے۔

CamScanner

وہ فقط باطل کے دشمن تھے، اسلام کے سوداگروں کے دشمن تھے۔ خدا اور رسولؐ اور صحابہؓ کے دشمنوں کے دشمن تھے اور اقتدار کے پجاری ان بزرجمہروں کے دشمن تھے جو باطل کی آبیاری کرتے ہیں اور اہل حق کی لہلہاتی کھیتیوں کو اجاڑنے اور ان کے راستے میں سازشوں کے جال بچھانے میں لگے رہتے ہیں۔ وہ کبھی اقتدار کی مونچھ کا بال نہیں بنے اور نہ ہی دین دشمن وڈیروں کے در پر انہوں نے کبھی جبہ سائی کی۔ وہ باطل کے لئے بے نیام تلوار اور حق پرستوں کے لئے سایۂ دیوار تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اقتدار کے مکار ٹھیکیدار اور وڈیرے اُن سے خوف کھاتے، باطل ان کے نام سے لرزتا اور اسلام اور اساطینِ اسلام کے دشمن ان کے سائے سے لرزتے تھے۔

مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ سپاہ صحابہ کے قافلہ سالار، اسلام کے فدائی، نوجوانوں کے سردار اور چمنستانِ نبوت کے پھولوں کی مہکار سے سرشار تھے۔ اس لئے ان کا قتل فرد واحد کا قتل نہ تھا۔ ایک تحریک کا قتل تھا اور ملک میں دین کے مستقبل کا قتل تھا، اہل سنت والجماعت کے نظریات کا قتل تھا۔ اس لئے مرکز اہل حق شیرانوالہ اور انجمن خدام الدین کے امیرِ باصفا، وارث مسند اولیاء، جانشین امام الہدیٰ مولانا میاں محمد اجمل قادری نے پہلے لاہور کے تمام مکاتب فکر کے علماء وصلحا کو اور پھر ان کے مشورے سے ملک بھر کے زعمائے اہل سنت والجماعت کو مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ گیٹ لاہور میں جمع ہو کر مولانا کی شہادت سے پیدا ہونے والی صورت حال پر غور کرنے، آئندہ کے لئے اہل سنت والجماعت کی شیرازہ بندی کرنے، ان کے حقوق کی حفاظت اور نظریات کی ترویج واشاعت کے لئے جامع منصوبہ بندی کرنے اور اسے عملی جامہ پہنانے کے لئے متفقہ پروگرام بنانے کی دعوت دی جس کے نتیجے میں ملک بھر کے اہل سنت والجماعت کے مشائخ وعلماء اور رہنما یا اُن کے کے نمائندے شیرانوالہ دروازہ میں اکٹھے ہوئے، سر جوڑ کر بیٹھے اور نہایت اسابتِ نظر، تدبر، دلجمعی اور غور وفکر سے اس نتیجے پر پہنچے کہ مولانا حق نواز جھنگویؒ کے مشن کو زندہ و پائندہ رکھنا وقت کی پکار، دین کا تقاضا اور خود ان کی اپنی بقاء کی ضمانت ہے۔

اکثر علماء نے اور خاص طور پر ملک کے ممتاز عالم دین حضرت مولانا محمد حسین نعیمی نے واشگاف الفاظ میں تحریک کی کہ ملک کی تمام سنی جماعتوں کی رضا کارانہ تنظیموں کو سپاہِ صحابہ کا نام دے دینا چاہئے اور انہیں اس مشن کی تکمیل کے لئے پوری طرح منظم کر کے جانبازی کی مکمل تربیت سے آراستہ کرنا چاہئے تا کہ وہ حفاظتِ حقوقِ اہل سنت کے لئے ہمہ وقت تیار رہیں۔ اگر ایسا نہ کیا گیا، ہماری صفوں میں اتحاد عنقا ہو گیا، مکمل یک جہتی کا فقدان نظر آیا، تنظیمی ڈھانچے کو استوار نہ کیا گیا، طاقت اکٹھی نہ کی گئی، آواز میں قوت پیدا نہ کی گئی اور بان منوانے کے لئے ہمارے پیچھے فورس نہ ہوئی تو ہم پر زوال مسلط ہو جائے گا۔ دین داروں کے سروں پر تلوار لٹکتی رہے گی اور علمائے اہل سنت اور حق پرستوں کی شہادت کا سلسلہ کبھی نہ رُک سکے گا۔

کافی بحث وتمحیص اور غور وفکر کے بعد طے پایا کہ اہل سنت والجماعت کی آواز کو بلند سے بلند تر کرنے، اور پورے ملک کے ہر گوشے اور زندگی کے ہر شعبے میں مؤثر طور پر پہنچانے اور پھیلانے کے لئے ''کل پاکستان قومی سنی کنونشن'' کا انعقاد عمل میں لایا جائے۔ اس میں تمام سُنی مکاتب فکر کے کم از کم ایک ہزار علماء ومشائخ، وکلاء وسیاسی راہنما، دانشور اور ماہرین تعلیم وصحافی وتاجر پیشہ شخصیات، ممبرانِ اسمبلی وسینٹ غرضکہ ہر طبقے اور ہر حلقے کے سرکردہ افراد کو جمع کر کے مشترکہ سنی پلیٹ

فارم بنانے کا حتمی فیصلہ کیا جائے اور مستقبل کے لئے جامع و مانع حکمت عملی وضع کی جائے، اور اسے عملی شکل دینے کے لئے ذرائع اور وسائل کی فراہمی کا انتظام کیا جائے۔

اجلاس میں مطالبہ کیا گیا کہ مولانا حق نواز شہیدؒ نے اپنی زندگی میں اپنے سمیت جن سرکردہ علماء کے قتل کی سازش کی نشاندہی خود کی تھی، اسے بے نقاب کرنے کے لئے اعلیٰ سطح پر تحقیقات کرائی جائے اور سازش کے اصل کرداروں کو منظر عام پر لا کر انہیں عبرتناک سزا دی جائے۔

اجلاس نے ایرانی سفارت کاروں آقائے صادق گنجی اور جناب علی قمی کی سرگرمیوں کو تشویشناک قرار دیا۔ اور ان اطلاعات پر انتہائی اضطراب کا اظہار کیا کہ ان ہر دو سفارت کاروں نے مولانا شہیدؒ کے بارے میں مختلف تقاریب میں نازیبا اور نامناسب الفاظ کہے اور اس طرح اہل سنت والجماعت کے جذبات کو مجروح کیا چنانچہ مطالبہ کیا گیا اور کہا گیا کہ صدر، وزیر اعظم، چیف جسٹس اور افواج پاکستان کے سربراہوں کے لئے سنی مرد ہونے کی شرط کو دستور کا حصہ بنایا جائے ..... مردم شماری جداگانہ بنیاد پر کرائی جائے۔ اور شیعہ حضرات کو ان کی آبادی کے تناسب کے اعتبار سے ملازمتوں میں اور دیگر مراعات میں حصہ دیا جائے۔ سیاسی جماعتوں سے بھی اپیل کی گئی کہ وہ سنی حلقہ ہائے نیابت میں کسی شیعہ کو اپنا امیدوار نہ بنائیں ..... یہ مطالبہ بھی کیا گیا کہ پاکستان میں شیعہ حضرات کو وہی حقوق دیئے جائیں جو سنیوں کو ایران میں دستوری طور پر حاصل ہیں۔

آخر میں ۲۱ مارچ کو ہونے والے قومی سنی کنونشن کے انتظامات کو آخری شکل دینے اور اس سلسلے میں مختلف مکاتب فکر سے رابطے کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جو مولانا قاضی عبداللطیف سینیٹر، مولانا قاری سمیع الحق سینیٹر، مولانا عبدالستار خاں نیازی ایم این اے، مولانا حافظ حسین احمد ایم این اے، مولانا علامہ سید محمود احمد رضوی، مولانا مفتی محمد حسین نعیمی، مولانا محمد اجمل خان، میاں فضل حق، پروفیسر ساجد میر، پروفیسر مرزا محمد منور، مولانا زاہد الراشدی، مولانا عبدالمالک، مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی، مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی، مولانا اسفندیار خاں، جنرل کے ایم اطہر، ڈاکٹر ظفر اقبال نوری، مولانا علامہ ڈاکٹر خالد محمود، پروفیسر محمد یحییٰ، پیر سید کبیر علی شاہ چورہ شریف، الحاج مولانا امین الحسنات قادری، عبدالحمید قادری، میاں محمد عارف ایڈووکیٹ، میاں انور علی دہلوی، مولانا گل شیر اور کئی دیگر مقتدر حضرات پر مشتمل ہے۔ کمیٹی کے کنوینیر جانشین امام الہدیٰ حضرت مولانا میاں محمد اجمل قادری ہوں گے۔

قومی سنی کنونشن اس دور پُر آشوب میں اہل سنت والجماعت کی اُمیدوں کا مرکز، باطل کے اندھیروں میں نور حق کی قندیل، خزاں گزیدوں کے لئے بہار کی نوید اور وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ ہر سچے اور سُچے مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اس کنونشن کو کامیاب بنانے کی غرض سے دامے، درمے، قدمے، سخنے ہر طرح وقف ہو جائے اور ایسا محسوس ہو کہ اس کنونشن کے مقاصد کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے دعوائے نبوت کی دلیل صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر جان نچھاور کرنے کے لئے شہادت کا لباس گلگونہ پہنے اہلسنت والجماعت کی راہ پر چل کر جنت اور مالک جنت کی آغوش میں ابدی زندگی پانے کے لئے ملک کے گھر گھر میں حق نواز جھنگوی شہیدؒ نے جنم لے لیا ہے اور سنیوں کا بچہ بچہ حق نواز ثابت ہوگا۔

CamScanner

محبِ صحابہ رحمۃ اللہ — اللہ مدد — بغضِ صحابہ لعنت اللہ — صحابہ زندہ باد

سوئے مقتل جنھیں جانا تھا وہ جا بھی چکے
سرِ منبر کچھ محتاط خطیب آج بھی ہیں!

محبِ صحابہ رحمت اللہ — بغضِ صحابہ لعنت اللہ

امیر عزیمت، امیر کاروانِ ناموسِ صحابہؓ، شیر اسلام

مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

اور ان کے جانشین

ایثار القاسمی — ضیاء الرحمن فاروقی — محمد اعظم طارق — علی شیر حیدری

اور دیگر سینکڑوں شہداء کارکنان کی عظمت کو سلامِ عقیدت پیش کرتے ہیں

امیر کاروانِ قافلہ حق — سرپرست قافلہ حق — شاہین اہل سنت

حضرۃ مولانا محمد احمد لدھیانوی صاحب حفظہ اللہ — حضرت خلیفہ عبدالقیوم صاحب حفظہ اللہ — جناب ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں صاحب حفظہ اللہ

کی قیادت پر مکمل اعتماد کے ساتھ ان کی خدمات کو

خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے تحریک ناموسِ صحابہ کی کامیابی کے لئے دعا گو ہیں

مولانا محمد رمضان نعمانی: جامعہ نعمانیہ تعلیم القرآن رجسٹرڈ

جامع مسجد محمد بن قاسم نزد معصوم شاہ مینارہ مارکیٹ سکھر فون نمبر: 0300-9314502

حق نواز شہیدؒ صحافیوں کی نظر میں

ارشاد احمد حقانی صاحب

ارشاد احمد حقانی ریذیڈنٹ ایڈیٹر روزنامہ جنگ لاہور لکھتے ہیں، ''انجمن سپاہ صحابہ پاکستان کے سرپرست اعلیٰ اور جمعیت علماء اسلام فضل الرحمٰن گروپ کے راہنما مولانا حق نواز جھنگوی کو بعض نامعلوم افراد نے جمعہ کی رات گھر سے نکلتے ہوئے گولیاں مار کر ہلاک کر دیا، انا للہ وانا الیہ راجعون، ایک اطلاع کے مطابق مولانا مرحوم نے گذشتہ جمعہ کو اپنے قتل کی نشاندہی بھی کر دی تھی، اور کہا تھا کہ ان کے خلاف قتل کی سازش، ایران، دبئی، اور پاکستان میں تیار کی گئی ہے، اور ان کے قتل کا منصوبہ ۲۰ تا ۲۵ فروری کے درمیان مکمل کیا جائے گا، ہم سمجھتے ہیں کہ ایک دینی وسیاسی راہنما کی طرف اپنے قتل کی اتنی واضح نشاندہی کے بعد انتظامیہ کو ان کی حفاظت کا انتظام کرنا چاہیے تھا، تاکہ یہ دل خراش واقعہ رونما نہ ہوتا اور اس وقت جبکہ قوم کو ہر سطح پر یکجہتی اور اتحاد کی ضرورت ہے، ایک نیا انتشار جنم لینے کا خدشہ ذہنوں میں کلبلانے نہ لگتا، گذشتہ چند سالوں کے دوران پہلے علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ اور پھر علامہ عارف حسینی کو قتل کیا گیا، مولانا حق نواز اس سلسلہ کا تیسرا المناک واقعہ ہے، ان پر جھنگ شہر میں جو ردعمل ہوا اس میں بھی ایک شہری ہلاک اور کئی زخمی ہوئے، خدشہ ہے کہ اس پر ہونے والا ردعمل ابھی طول پکڑے گا، حکومت کا یہ فرض ہے کہ وہ واقعہ کی سنگینی کے پیش نظر نہ صرف حفاظتی اقدامات پر توجہ دے بلکہ مولانا حق نواز کے قاتلوں کو گرفتار کرنے اور انہیں عبرت ناک سزا دینے میں کسی تاخیر کا مظاہرہ نہ کرے، ہماری مولانا حق نواز جھنگوی مرحوم ومغفور کے وابستگان سے بھی یہ اپیل ہے کہ وہ قانون کو ہاتھ میں لینے سے احتراز کریں اور قاتلوں کی گرفتاری میں حکومت سے بھرپور تعاون کریں۔ (روزنامہ جنگ لاہور ۲۸ رجب المرجب ۱۴۱۰، اتوار ۲۵ فروری ۱۹۹۰ء)

مجید نظامی صاحب

مجید نظامی صاحب روزنامہ ''نوائے وقت'' کے ایڈیٹر ہیں، لکھتے ہیں: ''ممتاز عالم دین اور انجمن سپاہ صحابہؓ کے سرپرست اعلیٰ حق نواز جھنگوی گذشتہ روز گولی لگنے سے جاں بحق ہو گئے۔ مولانا جھنگویؒ پر قاتلانہ حملہ اس وقت ہوا جب ہو شادی کی تقریب میں شرکت کے لئے گھر سے نکلے تھے، گولیاں انکے سر، گلے اور پیٹ میں لگیں، جس سے وہ موقع پر ہی اپنے خالق حقیقی سے جا ملے، اخباری اطلاعات کے مطابق مرحوم مولانا نے اپنی وفات سے قبل خطبہ جمعہ میں عوام کو یہ بتایا تھا کہ ان کے قتل کی سازش تیار کی جا چکی ہے اور انہیں ۲۰ اور ۲۵ فروری کے دوران قتل کر دیا جائے گا۔ مولانا اس کی اس بات کی شہادت ان

کے سینکڑوں نمازیوں سے لی جاسکتی ہے جو خطبہ جمعہ کے دوران موجود تھے تاہم ابھی یہ معلوم کرنا باقی ہے کہ آیا مولانا نے پریس یا اپنے حلقہ احباب کو اس گروہ کے بارے میں بتایا تھا یا نہیں، جو ان کی جان لینا چاہتا ہے، اگر مرحوم نے کسی کو اس سلسلے میں بتایا ہوگا، تو لازماً ان وجوہات سے بھی آگاہ کیا ہوگا جو ان کے مخالفین کے انتہائی اقدام کا سبب بن سکتی ہیں، ایسی صورت میں پولیس کے لئے قاتلوں کو تلاش کرنا اور انہیں تختہ دار تک پہنچانا مشکل نہیں ہونا چاہئے، لیکن اگر کوئی فرد بھی اس بارے میں آگاہ نہیں تو پھر بھی پولیس اور انتظامیہ کا فرض ہے کہ وہ مولانا مرحوم کے قتل کے محرکات اور ذمہ دار عناصر کے بارے میں عوام بالخصوص مولانا کے پیروکاروں کو مطمئن کرے، جون سال عالم دین مولانا حق نواز جھنگوی اپنے مکتبہ فکر کے مقبول عالم دین تھے اور ان کی مذہبی وتبلیغی خدمات سے پورا پنجاب آگاہ ہے، اس طرح ان کے مذہبی وسیاسی مخالفین سے بھی جھنگ کے عوام آگاہ ہوں گے، لیکن افسوس اس امر کا ہے کہ پولیس اور انتظامیہ نے مولانا کے بروقت انتباہ کے باوجود ان کی حفاظت کا کوئی بندوبست نہیں کیا، اور ایسی مقبول ومحترم شخصیت سے اہل علاقہ محروم ہوگئے، الخ۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔

(روزنامہ نوائے وقت ۲۷ رجب ۱۴۱۰ھ ۲۴ فروری ۱۹۹۰ء ہفتہ)

مناظر حسین نظر صاحب

ہفت روزہ ''خدام الدین'' لاہور کے ایڈیٹر مناظر حسین نظر مرحوم لکھتے ہیں: ''۲۲ فروری ۱۹۹۰ء رات آٹھ بجے مولانا حق نواز جھنگویؒ اپنے گھر سے باہر نکل رہے تھے کہ انہیں چند سفاکوں، شرپسندوں اور باطل کے ایجنٹوں نے گولیاں برسا کر شہید کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا شہیدؒ سپاہ صحابہؓ کے سربراہ تھے، اور اس دور میں جبکہ صحابہؓ دشمنی کی بیماری درآمد ہو رہی ہے، اور ملکی وغیر ملکی طاقتوں کی پشت پناہی میں وبا کی صورت میں پاکستان پر یلغار کر رہی ہے، وہ پوری تندہی، بہادری، جان سپاری اور بھرپور ایمانی قوت سے حفاظتی اور انسدادی کاروائیوں میں مصروف عمل تھے اور اس محاذ پر ہمہ وقت اور ہر آن ڈٹ کر حق صداقت کی جنگ لڑ رہے تھے، اس جہاد میں وہ اس حد تک آگے نکل گئے تھے کہ ملک بھر میں اہل سنت والجماعت کی شناخت اور آواز بن گئے تھے، اس لئے ان کی شہادت کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی، اور اس کی صدائے بازگشت دور دور تک ملک سے باہر بھی سنی گئی، جس سنی مسلمان نے یہ خبر سنی وہ سکتے میں آگیا، اور اس نے محسوس کیا کہ اس کے قلب وجگر پر آری چل گئی ہے، ملک بھر میں سوگ کی کیفیت طاری ہوگئی، ان کے لاکھوں مداحین اور ان گنت جانثار غم سے نڈھال اور درد والم سے بے حال ہوگئے، لوگوں کے دلوں میں عشق صحابہؓ کی وہ چنگاری جسے مولانا شہیدؒ نے ہوا دے کر اپنی دن رات کی محنت شاقہ سے شعلۂ جوالہ بنا دیا تھا، بے قابو ہوگئی اور ملک کے تمام سنی مسلمان ہر اختلاف، ہر خطرے اور ہر نتیجے سے بے نیاز ہو کر سراپا احتجاج بن گئے اور جھنگ شہر کا تو یہ عالم تھا کہ پورا شہر سڑکوں پر نکل آیا جس کی وجہ سے حکومت کو کرفیو لگانا پڑا اور فوج بلانا پڑی۔

مولانا شہیدؒ کی کسی سے ذاتی دشمنی نہ تھی، ان کی دوستی اور دشمنی فقط اللہ اور اس کے دین کے لئے تھی، وہ اسلام کے سپاہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فدائی اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے شیدائی تھے، انہوں نے آخری دم تک اپنے مشن

کا پرچم بلند رکھا، اور جان کی بازی ہار کر بھی اس علم کو سرنگوں نہیں ہونے دیا، مرتبہ شہادت پر فائز ہونے کے بعد ان کا خون بول رہا ہے، ان کی آواز مستقل پکار اور دعوت حق بن گئی ہے اور ملک کے کونے کونے میں اس کی صدائے بازگشت سنی جارہی ہے، وہ فرق باطل کے دشمن تھے، اسلام کے سوداگروں کے دشمن تھے خدا اور رسولؐ اور صحابہؓ کے دشمنوں کے دشمن تھے، اور اقتدار کے پجاری ان بزرجمہروں کے دشمن تھے، جو باطل کی آبیاری کرتے ہیں اور اہل حق کی لہلہاتی کھیتیوں کو اجاڑنے اور ان کے راستے میں سازشوں کے کانٹے بچھانے میں لگے رہتے ہیں وہ کبھی اقتدار کی مونچھ کا بال نہیں بنے، اور نہ ہی دین دشمن وڈیروں کے در پر کبھی جبہ رسائی کی، وہ باطل کے لئے بے نیام تلوار اور حق پرستوں کے لئے سایہ دیوار تھے، یہی وجہ ہے کہ اقتدار کے مکار ٹھیکیدار اور وڈیرے ان سے خوف کھاتے، باطل ان کے نام سے لرزتا اور اسلام اور ساطین اسلام کے دشمن ان کے سائے سے لرزتے تھے۔

مولانا حق نواز شہیدؒ انجمن سپاہ صحابہؓ کے قافلہ سالار، اسلام کے فدائی، نوجوانوں کے سردار اور چمنستان نبوت کے پھولوں کی مہکار سے سرشار تھے، اور اس لئے ان کی قتل فرد واحد کا قتل نہ تھا، ایک تحریک کا قتل تھا، اور ملک میں دین کے مستقبل کا قتل تھا اور اہل سنت والجماعت کے نظریات کا قتل تھا۔ (ہفت روزہ ''خدام الدین'' لاہور ۱۶ مارچ ۱۹۹۱ء)

انجینئر طاہر محمود صاحب:

انجینئر طاہر محمود صاحب ماہنامہ ''خلافت راشدہ'' فیصل آباد کے ایڈیٹر اور ادارہ اشاعت المعارف فیصل آباد کے دیرینہ رضا کار اور سپاہ صحابہؓ پاکستان کے فعال کارکن ہیں۔ لکھتے ہیں: ''۲۲ رفروری ۱۹۹۰ء (۲۵ ررجب ۱۴۰۱ھ) دنیا بھر کے کروڑوں اہلسنت حضرات کو کبھی فراموش نہ ہو سکے گا، اس روز امیر عزیمت اور پاکستان کی سنی عوام کے بے تاج بادشاہ مولانا حق نواز جام شہادت نوش کر گئے، دنیا بھر کے مسلمانوں کو خطرات سے آگاہ کرنے والا، خوابیدہ روحوں کو بیدار کرنے والا خود خوران خلد کا مہمان بن گیا۔

انجمن سپاہ صحابہؓ پاکستان کے نومنتخب سرپرست اعلیٰ مولانا ضیاء الرحمن فاروقی نے مولانا حق نواز شہید کی جانشینی کا منصب سنبھالنے کے بعد کہا، ''ہمیں امیر عزیمت کی شہادت کا دکھ نہیں، یہ تو شیوہ اسلاف اور تمنائے رسالت ہے، الم اور کرب یہ ہے کہ عصر حاضر کا ایک برگزیدہ انسان بہت ہی تھوڑی عمر پا کر صرف ۳۸ منزلیں طے کر کے ہم سے جدا ہو گیا، مشیت الٰہی میں جن نادر روزگار افراد سے جتنا کام لینا مقصود ہوتا ہے اس کے مطابق ہی انہیں عمر سے نوازا جاتا ہے، انسانیت کی وہ کچھ عطا کیا جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا عہد آخر میں مولانا عبدالحیٔ لکھنویؒ صرف ۴۰ سال بعد خالق حقیقی سے جا ملے۔

مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے ۴۱ سال کی عمر پائی، مولانا حق نواز شہیدؒ نے صرف ۳۸ سال میں عجیب النوع اور اس صدی کے سب سے اہم فریضہ کی طرف متوجہ کرتے ہی اپنے خالق کے حضور پہنچ گیا، صحابہ کرامؓ کی وکالت کرنے والا اور اس راستے میں قتل جیسے سنگین مقدمات اور مشکلات و مصائب کو سینہ چیر کر حق و صداقت کا غازہ نمودار کرنے والا ۴۰ سال سے قبل ہی دنیا سے رخصت ہو گیا، مولانا حق نواز شہیدؒ کی شہادت کے فوراً بعد دنیا بھر میں جس انداز سے ان کے کارناموں کو سراہا گیا ان کی

دعوت ونصب العین پر تائید بیانات شائع ہوئے، تمام مکاتب فکر ان کے پیغام کو کھلے عام اپنانے کا عہد کرنے لگے، اس سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی ہے کہ آپ ہر گھر، ہر شہر، ہر بستی اور ہر قریہ اور ہر سنی ملک میں نئے نئے حق نواز جنم لے رہے ہیں، شہید راہنما کے قاتلوں اور ان کے پشت پناہوں کو محسوس ہو رہا ہے کہ تیغ ستم کی ٹھیس سے خود ان کا خرمن راکھ ہو رہا ہے، صحابہ کرامؓ کے دشمنوں، کفر پر مشتمل ان کی تاریخ ساز دعوت اور وجد آفرین للکار عام ہو رہی ہے، شہید ناموس صحابہؓ کی منزل نے اسے بہت ہی قریب کر دیا ہے، ہم لوگ اس بات تصور بھی نہ کرتے تھے کہ ان کی زندگی میں ان کے سخت مخالف اعتدال او مصلحت کے خوگر علماء مشائخ اور سیاستدان بھی ان کی شہادت کے بعد ان کے موقف کی تائید کریں گے، ہر سٹیج صحابہؓ دشمنوں کے کفر کے نعروں سے گونج اٹھے گا، ملک کے ہر طرف بریلوی، دیوبندی، اہل حدیث اور جماعت اسلامی سمیت تمام مذہبی اور سیاسی تنظیمیں ان کے مشن پر گامزن رہنے کا عہد کریں گی۔

''شہید لوگ مر نہیں سکتے وہ صرف راستے بدلتے ہیں'' ماہنامہ خلافت راشدہ جون ۱۹۹۰ء ج ا شمارہ ۴)

صلاح الدین صاحب

جناب صلاح الدین صاحب کثیر الاشاعت ہفت روزہ ''تکبیر'' کراچی کے ایڈیٹر لکھتے ہیں: ''مولانا حق نواز مرحوم نے مولانا عبدالستار تونسوی اور مولانا دوست محمد سے کسب علم کیا، اور مولانا عبدالشکور لکھنوی کی تحریر اور تحریک سے بہت متاثر ہوئے، دوران تعلیم جمعیت طلبائے اسلام سے منسلک اور مولانا عبدالشکور لکھنوی سے متاثر ہونے کی وجہ سے تحفظ ناموس صحابہؓ کی تحریک شروع کی اور دلائل و براہین سے عظمت صحابہؓ پر جوش انداز میں اجاگر کرتے رہے، وہ حقوق اہلسنت کے بہت بڑے داعی تھے، اپنی پر جوش اور ولولہ انگیز اور مدلل تقاریر کی وجہ سے بہت قلیل عرصہ میں ان کی شمار ملک کے مشہور خطباء میں ہونے لگا، اور سنی علماء میں انہوں نے ایک ممتاز مقام حاصل کیا، ۱۹۸۳ء میں مولانا نے اپنی تحریک تحفظ ناموس صحابہ کو ایک باقاعدہ تنظیمی شکل دی اور اس کا نام انجمن سپاہ صحابہؓ رکھا اور اس وقت سے تادم حیات اپنی تحریک کے سرپرست اعلیٰ رہے۔

(ہفت روزہ تکبیر کراچی)

تنویر شہزاد صاحب

مجیب الرحمٰن صاحب شامی کی زیر ادارت نکلنے والے ہفت روزہ زندگی کے نمائندہ خصوصی تنویر شہزاد صاحب رقمطراز ہیں: ''انقلاب ایران نے مختلف دائروں میں مختلف اثرات مرتب کئے، پاکستان میں اس کا ایک اثر یہ ہوا کہ تحریک نفاذ فقہ جعفریہ سرگرم اور پر جوش ہوئی، اس کا لہجہ سیاسی ہوتا گیا اور بعض انتہا پسند کچھ زیادہ ہی انتہاؤں کو چھونے لگے، پاکستان کے مختلف شہروں میں موجود شیعہ سنی کشمکش جو پہلے مناظرانہ نوک جھونک محدود تھی، اس کے تیور قیامت کی خبر لانے لگے، جھنگ میں شیعہ حضرات کا اثر و رسوخ بھی بہت ہے، اور سنیوں کی طاقت بھی ہے۔ یہاں ایک انتہا کے مقابلہ میں دوسری انتہاء اپنے جوہر دکھانے لگی، انجمن سپاہ صحابہؓ نام سے نوجوانوں کی تنظیم قائم ہوئی، اس کی شاخیں جگہ جگہ کھلنے لگیں، مولانا حق نواز جھنگویؒ اس کا مرکزی نکتہ تھے، سرپرست

اعلیٰ بھی اور مربی اور رہنما بھی۔

مولانا جھنگویؒ اپنی ادائیں رکھتے تھے، نو کے مقابلے میں دس اور انیس کے مقابلے میں بیس، انجمن سپاہ صحابہ گرم خون کے گرم نوجوانوں کی تنظیم تھی، اس کے پوسٹروں اور کیلنڈروں پر جابجا اشعار نظر آتے تھے۔

ہم کریں گے اتنا ماؤں کی محبت کو بلند
کہ دل کے ٹکڑوں کو شہادت کی دعا دینی پڑے
اور اٹھائیں گے ہم اس ارض پاک سے ایسے شہید
جن کے مدفن کو زمینِ کربلا دینی پڑے

مذہبی فیصلہ

حق نواز ذہین اور جرأت مند انسان تھے، اردگرد کے حالات کا جائزہ لیا، یہ وہ وقت تھا جب مولانا منظور احمد چنیوٹی ختم نبوت کے محاذ پر شہرت کی بلندیوں کو چھو رہے تھے، حق نواز نے بھی مذہبی دنیا میں اپنا نقش جمانے کی فیصلہ کرلیا، پہلے پہل بریلویوں سے دو دو ہاتھ کئے، پرانی مسجد عیدگاہ کے مولوی محمد صدیق کے ساتھ ان کی معرکہ آرائیاں جھنگ شہر میں موضوع بحث بننے لگیں، دونوں حضرات نے ایک دوسرے کو مناظرے کا چیلنج دے دیا، مقامی گورنمنٹ کالج پرنسپل پروفیسر انجم منصف قرار پائے، خوب تقریریں ہوئیں، کچھ ہی عرصہ بعد پروفیسر طاہر القادری کے زیر انتظام چلنے والی اس جامع مسجد پرانی عیدگاہ ک امام صاحب کو برطرف کر کے معتدل آدمی کو بحیثیت خطیب لایا گیا، جس سے محاذ آرائی کی یہ کیفیت ختم ہوگئی۔

جاگیرداروں کو چیلنج

حق نواز جھنگوی نے شیعہ جاگیرداروں کو چیلنج کرنے اور ان کے خلاف محاذ قائم کرنے کا فیصلہ کیا، شیعہ عقائد پر تابڑ توڑ حملے کئے، مقامی اہل ثروت کے تعاون سے زمین خرید کر ایک علمی مدرسہ جامعہ محمودیہ جہاں مولانا کو دفن کیا گیا کی بنیاد رکھی، پاکستان بھر کے دیوبندی حلقوں کی حمایت حاصل کرنے اور مستند حیثیت اختیار کرنے کے لئے انہوں نے جمعیت علماء اسلام سے تعلق قائم کرلیا، جھنگ شہر سے ان کا دائرہ پھیلتا گیا، شیعہ مناظرین کا تعاقب کرتے گئے، جیلیں، مقدمات، دھمکیاں اور قاتلانہ حملے بھی ان کو ان کے راستے سے نہ ہٹا سکے۔

اللہ وسایا قاسم صاحب

اللہ وسایا قاسم صاحب ہفت روزہ ''ترجمان اسلام'' لاہور کے سابق مدیر ہیں لکھتے ہیں: ''حق نواز جھنگوی مر گیا؟ نہیں نہیں، میرا آئیڈیل مر نہیں سکتا۔ یہ ہوا کہ کسی دشمن نے اڑائی ہوگی..... کل ہی تو میں اس شیر اسلام..... محافظ ناموس سے ملا ہوں، اس کا حسین متشرع چہرہ میری آنکھوں کے سامنے گھوم رہا ہے..... وہ کیسے مر گیا؟ اس کی تلخ و شیریں آواز میرے کانوں میں رس گھول رہی ہے..... اگر اعتبار نہیں آتا تو وہ دیکھو حق نواز جھنگوی تقریر کر رہا ہے..... آواز سنائی نہیں دیتی تو میرے کانوں

سے سنو ۔ میری بصارت تمہارے لئے حاضر ہے،خود دیکھ لو ۔ کیسے دھڑلے سے بول رہا ہے۔ موتی رول رہا ہے ۔ اخبار والے جھوٹ بولتے ہیں۔۔۔ ریڈیو نے کب سچ کہا ہے؟ ٹیلی ویژن والوں کا کام ہی جھوٹ بولنا ہے ۔ یہ سرکاری ناقوس ہیں۔۔۔ یہ ڈھنڈورچی تو ہر دور میں سرکاری عالی مقام آستانہ عالیہ پر سجدہ ریز نظر آتے ہیں ۔۔۔ اور رہ مرد حق تو سرکار سے برسرپیکار نظر آتا ہے ۔ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر۔۔۔ بلا جھجک بلا خوف جب بڑے بڑے پارسا کرسی اقتدار کی زلف گرہ گیر ہو گئے تب وہ اس کے خلاف شمشیر ہو گیا۔لیکن۔۔۔۔۔آج یہ لوگ جھنگ کے اجڑے گلستان کی داستانیں کیوں دہرا رہے ہیں۔۔۔۔ پاکستان بلکہ پوری دنیا کے خاموش در و دیوار اپنے سینے پر سیاہ جھنڈیاں کاہے کو سجائے ہوئے ہیں۔۔۔۔۔عوام سراپا احتجاج کیوں بنے ہوئے ہیں ۔ مرکزی شہزادیوں اور شہزادگان حکومت پر کس لئے سکتہ طاری ہے ۔ بتاؤ انجمن سپاہ صحابہؓ کے کارکنوں، تمہارا محبوب قائد، عظیم قافلہ سالار حق کی آواز تمہارا سابق سرپرست اعلیٰ کہاں گیا۔۔۔۔۔کیا سابق ہونے کے بعد تم نے اس سے سابقہ ہی ختم کر دیا۔اللہ وسایا صاحب آخر میں لکھتے ہیں:''وہ دیکھو وہ مسکرا رہا ہے کیسی ابدی نیند مسکراہٹ ہے،اس کے ہونٹوں پر لازوال مسکراہٹ جس کا کئی دل رہا جانیں قربان کی جاسکتی ہیں،حق نواز فکر نہ کر تیرا عزم زندہ ہے تیرا من زندہ ہے تیرا پروگرام زندہ ہے،تیرے کارکن تیری قیادت میں کفن بردوش ہیں،کراچی سے خیبر تک،مغرب سے مشرق تک شمال سے جنوب تک،نظام خلافت راشدہ برپا کرنے کے لئے دنیا سے دشمنان اصحاب رسول،منکرین امی عائشہؓ کے خاتمہ کے لئے،خاتمہ کر کے دم لیں گے۔

یہ بات عیاں ہے دنیا پر ہم پھول بھی ہیں تلوار بھی ہیں
یا بزم جہاں مہکائیں گے یا خون میں نہا کر دم لیں گے

(ہفت روزہ ''ترجمان اسلام'' لاہور)

سعید الرحمان علوی صاحب

مولانا سعید الرحمان علوی صاحب ہفت روزہ ''خدام الدین'' لاہور کے سابق مدیر لکھتے ہیں:''حق نواز اور اس کے رفقاء کے لئے جیل کے دروازے کھل گئے،تھانوں کا تشدد شروع ہو گیا اور بیوروکریسی کا ظالمانہ ہاتھ حرکت میں آ گیا،لیکن وہ محمد و اصحاب محمدؐ کا سچا غلام تھا،اس نے فیض کی زبان میں کہا:

مقام فیض راہ میں کوئی بچا ہی نہیں
جو کوئے راہ میں نکلے تو سوئے دار چلے ہم

اس لئے مسجد کا منبر اور عدالت کا کٹہرا یکساں تھا،اور اسے دبانے والے اسلام کو روایتی فطرت کا تماشا دیکھ رہے تھے،کہ اسے جوں جوں دبایا جاتا ہے وہ توں توں ابھرتا ہے،اور جب یار لوگ یہ ہتھکنڈے اختیار کر کے کامیاب نہ ہو سکے تو انہوں نے اس کو راستہ سے ہٹانے کی غرض سے اس پر آخری وار کیا اور یوں ایک شام کو وہ جھنگ میں شہادت سے ہمکنار ہو کر امر ہو گیا،اس شہید ناز کا ماتم پوری دنیا میں منایا گیا،سبھی لوگ اس کی موت پر نوحہ کناں تھے،سوائے ان کے جو اسے دشمن سمجھتے،

CamScanner

انہوں نے اس کا کیس الجھایا الجھاتے چلے جا رہے ہیں، لیکن اس کا پاک و معصوم خون برابر ابلتا رہے گا، جب تک اس ملک کی نظریاتی سرحدیں محفوظ نہیں ہو جاتیں، محمد و اصحاب محمد کی عزت کے لئے لوگ اس طرح ''دیوانگی'' کا مظاہر کرتے رہیں گے اور دکھی انسان شاہین بن کر جھپٹتے رہیں گے اور ایوان استبداد لرزتے رہیں گے۔ (ماہنامہ خلافت راشدہ ص ۳۲)

ماہنامہ ''الخیر'' ملتان

مولانا محمد ازہر صاحب ماہنامہ ''الخیر'' ملتان کے مدیر رقمطراز ہیں۔ ''حضرت مولانا حق نواز شہید نے اس دور میں امام ابن تیمیہ کی سنت زندہ کی ہے، روافض کے بارہ میں ان کا عقیدہ بلاشبہ حق کی آواز تھا، عصر حاضر کے بعض علماء جو مصلحت کے تحت روافض کے خلاف اتنا پختہ عقیدہ رکھتے تھے، حق نواز نے اپنی جان دے کر انہیں خواب غفلت سے بیدار کرنے کا فریضہ سرانجام دیا ہے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقاں پاک طینت را

(ماہنامہ ''الخیر'' ملتان)

ماہنامہ ''بینات'' کراچی

مگر قدرت کی کرزمہ سازی دیکھئے، ''لکل فرعون'' موسیٰ کے مصداق کے ایک مضبوط گھرانے سے رافضیت کے فرعون کے مقابلے میں مولانا حق نواز جھنگوی کی کھڑا کر دیا، جنہوں نے اپنی جرأت، ہمت، قابلیت، اور گھن گرج سے شیعہ ایوانوں میں تہلکہ مچا دیا، موصوف نے اپنی خداداد صلاحیتوں اور خلوص و اخلاص سے تاریخ کا دھارا بدل دیا اور شیعہ قیادت کو ہر میدان میں شکست دے کر ان کے کفر و نفاق کو ان کی کتابوں سے نکال کر سٹیج اور عوام کی عدالت میں پیش کرنے میں کامیاب ہو گئے، شیعہ کافر ہیں آنحضرت کے بعد سے لے کر امام ابن تیمیہ، شاہ ولی اللہ اور پھر شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ کی ''تحفہ اثنا عشریہ'' تک اس کا تسلسل قائم تھا، اور علمائے اہل سنت اسی اعتقاد و نظریہ کے ہمیشہ منادی میں رہے ہیں، مگر سٹیج اور عوام کے سامنے ان کے کفر و نفاق اور برے عزائم کو جس طرح مولانا موصوف نے کھلے انداز میں پیش کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے، آج بحمد اللہ شیعہ نظریات عوام کے سامنے کھل کر آ چکے ہیں اور مولانا مرحوم کی فکر نے ایک تحریک کی شکل اختیار کر لی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی اپریل ۱۹۹۰ء)

ماہنامہ ''البلاغ'' کراچی

جھنگ میں جس طرح کے ماحول سے ان کو سابقہ پڑا تھا اس ماحول نے ان کے لب و لہجہ کو تلخ ضرور بنا دیا تھا لیکن عظمت صحابہؓ کے لئے ان کے پر خلوص جذبے سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

ملک کے کچھ دہشت گردوں نے ان کو ہٹ لسٹ پر رکھا ہوا تھا، مولانا مرحوم نے اپنی زندگی میں اس کی بو بھی سونگھ لی تھی، اور اپنے مختلف خطبوں میں انہوں نے اس کا اظہار بھی کر دیا تھا، ان دہشت گردوں کی پشت پر غیر ملکی سازش کے اندیشے کو بھی رد نہیں کیا جا سکتا۔

(ماہنامہ ''البلاغ'' کراچی رمضان ۱۴۱۰ھ مئی)

''اقراء ڈائجسٹ'' کراچی

وہ اسلام کے سپاہی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سچے عاشق تھے، ان کی دشمنی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے دشمنوں سے تھی، ان کی دشمنی ان کافراد سے تھی جو اسلام کو اپنے مفاد کے لئے استعمال کرتے تھے اس لئے وہ حکومت کیلئے بھی ناپسندیدہ تھے، باطل کیلئے ناپسندیدہ تھے، باطل ان سے ہر وقت لرزاں رہتا تھا، حکومت ان سے خوف کھاتی اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دشمن ان کے سائے سے بھی ڈرتے تھے۔

(اقراء ڈائجسٹ کراچی مارچ ۱۹۹۰ء)

ماہنامہ ''الشریعہ'' گوجرانوالہ

راقم الحروف نماز کے بعد جامعہ عثمانیہ شورکوٹ کے مہتمم مولانا بشیر احمد خاکی کیساتھ ان کے دفتر میں بیٹھے تھے کہ مولانا حق نواز جھنگوی کو فون آیا، مولانا خاکی کے علاوہ انہوں نے علامہ صاحب اور راقم الحروف سے بھی بات کی، یہ کم وبیش سات بجے کا وقت تھا، ہماری ان سے آخری گفتگو تھی، جو فون پر ہوئی، مولانا جھنگوی نے جمعیت علماء اسلام پاکستان کے اتحاد اور سنی کاز کی جدوجہد کی سیاسی پلیٹ پر منظم کرنے کے سلسلے میں مشاورت کے لئے گوجرانوالہ تشریف آوری کی خواہش کا اظہار کیا اور ہمارے درمیان آئندہ ہفتے کے دوران کسی وقت مل بیٹھنے کی بات طے ہوئی، وہاں سے فارغ ہو کر علامہ خالد محمود صاحب اور راقم الحروف (مولانا زاہد الرشدی) واپسی کے لئے بس سٹاپ پر پہنچے تو بہت سے نوجوان سپاہ صحابہؓ کے پرچم اٹھائے، مولانا حق نواز جھنگوی کے استقبال کے لئے کھڑے تھے.....اور جب جھنگ پہنچے تو۔ (ماہنامہ ''الشریعہ'' گوجرانوالہ مارچ ۱۹۹۰ء)

ہفت روزہ ''ختم نبوۃ'' کراچی

شیر اسلام مولانا حق نواز جھنگوی کی داستان حیات جہد وعمل، عزم وہمت، استقلال وپامردی، جرأت واستقامت، شرافت و دیانت، صدق وخلوص، اصول پرستی وراست روی، سیاسی بصیرت اور توکل علی اللہ کی آئینہ دار تھی، آپ ملک کے صرف عظیم خطیب ہی نہیں بلکہ وسیع النظر، روشن خیال، عالم دین، حق گو، نڈر مجاہد، صاحب فراست، سیاسی راہنما اور اسلامی شرافت ومحبت کا ایسا پیکر تھے، جنہیں دینی اور سیاسی حلقوں میں یکساں مقبولیت حاصل تھی۔

(ہفت روزہ ''ختم نبوۃ'' کراچی مارچ ۱۹۹۰ء)

ماہنامہ ''ترجمان السنہ'' لاہور

مولانا حق نواز جھنگویؒ کی شہادت کو جس قدر المناک قرار دیا جائے اتنا ہی کم ہے، یقیناً وہ علامہ شہیدؒ کے بعد پیدا ہونے والے بہت سے خلاؤں میں سے ایک خلاء کو بہتر طور پر پر کرتے ہوئے نظر آرہے تھے، وہ علامہ شہیدؒ (احسان الٰہی ظہیر) کی شخصیت کی بہتر طریقے سے سمجھ چکے تھے اور یہ بہت بڑا المیہ ہے کہ بہت سے ''اپنوں'' سے بہتر.....مولانا حق نواز شہیدؒ اپنے میدان کے مشاق اور ماہر شاہسوار تھے۔ (ماہنامہ ''ترجمان السنہ'' لاہور مارچ واپریل ۱۹۹۰ء)

CamScanner

مولانا جھنگوی مخصوص مذہبی گروہ کا نشانہ بن گئے

ہفت روزہ تکبیر۔ کراچی

مولانا حق نواز جھنگوی کے قتل کے سلسلے میں چار مبینہ ملزمان کو گرفتار کرلیا گیا ہے۔ جن چار افراد کو گرفتار کیا گیا ہے ان کا تعلق بھی اسی گروہ سے بتایا جاتا ہے، جس کے خلاف جدوجہد کرتے ہوئے مولانا حق نواز جھنگوی نے اپنی پوری عمر کھپادی اور بالآخر اس گروہ کے خلاف جدوجہد کے نتیجے میں انہیں ہلاک کردیا گیا۔ مولانا مرحوم جھنگ کے مخصوص حالات کے باعث طالب علمی کے زمانے سے ہی اس گروہ کی سرگرمیوں سے آگاہ ہوچکے تھے اور انہوں نے اس گروہ کے عزائم سے امت مسلمہ کو آگاہ کرنا اپنا فرض اوّلین قرار دے رکھا تھا۔ وہ اپنی پرمغز اور شعلہ بیان تقریروں سے سامعین کے دلوں کو گرمادیا کرتے تھے انہوں نے اپنے اسی مشن کو آگے بڑھانے کے لئے انجمن سپاہ صحابہؓ پاکستان کی بنیاد رکھی جو صحابہ کرامؓ کے مقام کی پاسبان ہونے کے علاوہ اہل سنت کے عقائد کی ترویج کے لئے کوشاں تھی۔ مولانا حق نواز جھنگوی کے قتل کے جرم میں چار افراد کو گرفتار کیا گیا ہے جن کے نام فیض اللہ عباس کاکاخیل، محمد نواز، طاہر بھٹی اور کاظم حسین ہیں۔ ملزمان سے نامعلوم مقام پر پوچھ گچھ کی جا رہی ہے اور جلد ہی مزید حقائق منظر عام پر آنے کی توقع ہے۔

مولانا حق نواز جھنگوی کو اس وقت گولیاں مار کر ہلاک کردیا گیا تھا جب وہ محلے کی ایک شادی میں شرکت کے لئے گھر سے باہر نکل رہے تھے۔ ان کے گھر سے باہر نکلتے ہی حملہ آوروں نے فائرنگ شروع کردی اور چھ گولیاں ان کے سر، گردن اور پیٹ میں لگیں، جس سے مولانا موقع پر ہی جاں بحق ہوگئے۔ ان کی موت کی خبر آناً فاناً پورے شہر اور اطراف کے علاقوں میں پھیل گئی اور ہر جگہ کہرام مچ گیا۔ مولانا حق نواز جھنگوی نے اپنی شہادت سے قبل خطبۂ جمعہ میں اسی بات کا انکشاف کیا تھا کہ انہیں ۲۰ اور ۲۵ فروری کے درمیان قتل کیا جائے گا۔ انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ ان کے قتل کی سازشیں ایران، دبئی اور پاکستان میں تیار کی جارہی ہیں۔ مولانا حق نواز جھنگوی کو جمعہ کے روز ان کے مدرسے جامعہ محمودیہ میں ہزاروں سوگواروں کی موجودگی میں سپرد خاک کردیا گیا۔ نماز جنازہ میں شرکت کے لئے ٹرانسپورٹ بند ہونے کے باعث میلوں پیدل چل کر لوگوں نے شرکت کی۔ نماز جنازہ جمعیت علمائے اسلام کے سربراہ مولانا عبداللہ درخواستی نے پڑھائی۔ جنازے میں جمع ہوجانے والے سوگواروں سے مولانا عبداللہ درخواستی اور دیگر مقررین نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان میں علماء کرام کا قتل ایک بہت بڑی سازش کا نتیجہ ہے، جس میں وفاقی حکومت بھی ذمہ دار ہے۔ مولانا حق نواز جھنگوی کی وفات کے فوراً بعد ہی جھنگ اور دوسرے قریبی شہروں میں ہنگامے شروع ہوگئے، جس کے بعد جھنگ میں کرفیو لگا دیا گیا اور کرفیو کی خلاف ورزی کرنے

والوں کو فوری طور پر گولی مار دینے کا حکم دے دیا گیا ہے۔ جھنگ کے شہری اور دیہی تمام علاقوں میں تمام کاروباری ادارے بند رہے اور پہیہ جام ہڑتال کی گئی۔ جمعہ کے روز جھنگ میں کرفیو نافذ کر دینے کے باوجود لوگ سڑکوں پر نکل آئے، جن کی کثیر تعداد دھاڑیں مار مار کر رو رہی تھی۔ کرفیو کے دوران تشدد کی متعدد وارداتوں میں ایک طالب علم ہلاک ہو گیا۔ مظاہرین نے قتل کے ایک ملزم کا مکان نذر آتش کرنے کے علاوہ کئی عمارتیں، جن میں امام باڑہ بھی شامل تھا، نذر آتش کر دیں۔ کئی گاڑیاں بھی نذر آتش کر دی گئیں۔ ان ہنگاموں کے باعث متعدد افراد زخمی ہو گئے۔ جھنگ میں مولانا جھنگوی کے سوگ میں دو روز تک کاروباری ادارے بند رکھنے کا اعلان کیا گیا ہے۔ جھنگ اور قریبی شہروں میں مظاہروں کے علاوہ مولانا کے قتل کے خلاف جمعہ کی نماز کے بعد پورے ملک میں احتجاجی جلوس اور جلسے منعقد کئے گئے اور مولانا کے قاتلوں کو فوری گرفتار کر کے قرار واقعی سزا دینے کا مطالبہ کیا گیا۔ اس کے علاوہ مختلف شہروں میں نماز جنازہ غائبانہ بھی ادا کی گئی۔ اسلام آباد میں انجمن سپاہ صحابہؓ کے ایک جلوس کو روکنے کی کوشش پر مظاہرین مشتعل ہو گئے اور پولیس نے شرکاء جلوس پر لاٹھی چارج کیا۔ اسلام آباد کے علاوہ راولپنڈی، واہ کینٹ، چکوال، مانسہرہ، ایبٹ آباد اور متعدد دوسرے شہروں میں زبردست غم و غصے کا اظہار کیا گیا۔ احتجاجی جلوس نکالے گئے اور جلسے منعقد کئے گئے۔ مولانا حق نواز جھنگوی کے قتل پر صدر غلام اسحٰق خان اور وزیر اعظم بے نظیر نے گہرے رنج و الم کا اظہار کیا ہے۔ وزیر اعلیٰ پنجاب نواز شریف نے پولیس اور جھنگ کی انتظامیہ کو ہدایت کی ہے کہ وہ مولانا حق نواز جھنگوی کے سفاک قاتلوں کی فوری گرفتاری کے لئے ہر ممکن اقدام کریں اور ظالموں کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لئے کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ جن مذموم عزائم کے پیش نظر یہ انتہائی اندوہناک اور گھناؤنا قدم اٹھایا گیا ہے، انہیں انشاء اللہ کسی صورت میں پورا نہیں ہونے دیا جائے گا۔

حالاتِ زندگی

مولانا حق نواز ضلع جھنگ کے ایک قصبہ چیلہ کے زمین دار گھرانہ میں پیدا ہوئے ابتداءً قرآن حکیم حفظ کیا اس کے بعد مزید تعلیم دار العلوم کبیر والا میں حاصل کی اور خیر المدارس ملتان میں دورہ حدیث مکمل کیا۔

مولانا حق نواز مرحوم نے مولانا عبد الستار تونسوی اور مولانا دوست محمد سے بھی کسب علم کیا اور مولانا عبد الشکور لکھنوی کی تحریر اور تحریک سے بہت متاثر ہوئے۔

دورانِ تعلیم (۱۹۶۸ء۔۱۹۷۰ء) جمعیت طلبائے اسلام سے منسلک ہوئے اور اس پلیٹ فارم سے سیاست میں حصہ لیا۔ تعلیم سے فراغت کے بعد جمعیت علمائے اسلام میں باقاعدہ شامل ہو گئے ۱۹۷۲ء میں جھنگ کے مخصوص مذہبی حالات اور مولانا عبد الشکور لکھنویؒ سے متاثر ہونے کی وجہ سے تحفظ ناموس صحابہؓ کی تحریک شروع کی اور دلائل اور براہین سے عظمت صحابہؓ کو پر جوش انداز میں اجاگر کرتے رہے۔ وہ حقوق اہل سنت کے بہت بڑے داعی تھے، اپنی پر جوش اور ولولہ انگیز اور مدلل تقاریر کی وجہ سے بہت قلیل عرصہ میں ان کا شمار ملک کے مشہور خطباء میں ہونے لگا اور سنی علماء میں انہوں نے ایک ممتاز مقام حاصل کر لیا۔

۱۹۸۲ء میں مولانا نے اپنی تحریک تحفظ ناموس صحابہؓ کو ایک باقاعدہ شکل دی اور اس کا نام انجمن سپاہ صحابہؓ رکھا اور اس وقت سے تادم حیات اپنی تحریک کے سرپرست اعلیٰ رہے۔

حق نواز جھنگویؒ

کچھ اس طرح آئے، کچھ اس طرح چھائے

رپورٹ ۔ ہفت روزہ ''زندگی'' لاہور

ہمارے خصوصی نمائندے تنویر شہزاد نے جھنگ کا دو دن تک دورہ کیا۔ مولانا جھنگویؒ کے قتل کے بعد جھنگ میں کیا ہو رہا تھا۔ اس کو ان کی آنکھوں نے جس طرح دیکھا، اس طرح قلم نے لکھ دیا۔ پہلے مولانا سے ملاقات کیجئے، پھر اُن کے شہر سے۔

انقلاب ایران نے مختلف دائروں میں مختلف اثرات مرتب کئے۔ پاکستان میں اس کا ایک اثر یہ ہوا کہ تحریک نفاذ فقہ جعفریہ سرگرم اور پرجوش ہوئی اس کا لہجہ سیاسی ہوتا گیا اور بعض انتہا پسند نوجوان کچھ زیادہ ہی انتہاؤں کو چھونے لگے پاکستان کے مختلف شہروں میں موجود شیعہ سُنّی کشمکش جو پہلے مناظرانہ نوک جھونک تک محدود تھی، اس کے تیور قیامت کی خبر لانے لگے جھنگ میں شیعہ حضرات کا اثر و رسوخ بھی بہت ہے اور سنیوں کی طاقت بھی ہے۔ یہاں ایک انتہا کے مقابلے میں دوسری انتہا اپنے جوہر دکھانے لگی۔ انجمن سپاہ صحابہؓ کے نام سے نوجوانوں کی تنظیم قائم ہوئی، اس کی شاخیں جگہ جگہ کھلنے لگیں، مولانا حق نواز جھنگوی اس کا مرکزی نکتہ تھے، سرپرست اعلیٰ بھی اور مربی و رہنما بھی۔

مولانا جھنگوی اپنی ادائیں رکھتے تھے۔ نو کے مقابلے میں دس اور انیس کے مقابلے میں بیس۔ انجمن سپاہ صحابہ گرم خون کے گرم نوجوانوں کی تنظیم تھی۔ اس کے پوسٹروں اور کیلنڈروں پر جابجا یہ اشعار نظر آتے ہیں۔

ہم کریں گے اتنا ماؤں کی محبت کو بلند
کہ دل کے ٹکڑوں کو شہادت کی دعا دینی پڑے
اور اٹھائیں گے ہم اس ارض پاک سے ایسے شہید
جن کے مدفن کو زمینِ کربلا دینی پڑے

حق نواز جھنگوی فروری کی بائیسویں تاریخ کو جھنگ کو زمینِ کربلا بنا گئے کہ خون میں نہائے اور ہمیشہ کے لیے اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

CamScanner

حق نواز جھنگوی دریائے چناب کے پل کے ذرا آگے جھنگ سے قریباً بیس میل دور تھانہ حسن کے ایک چھوٹے سے گاؤں موضع چیلہ میں ۱۹۵۲ء میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد ولی محمد کھوجی تھے۔ حسن اخلاق اور کردار کے باعث اچھی شہرت رکھتے تھے۔ ان کا خاندان ایک سیدھا سادھا، اور ان پڑھ خاندان تھا۔ تین بھائیوں میں سے وہ دوسرے نمبر پر تھے۔ انہوں نے چار جماعتیں پاس کی تھیں اور پانچویں میں زیر تعلیم تھے کہ گاؤں کے باہر ایک چھوٹی سی مسجد میں محفل شبینہ کا اہتمام ہوا۔ دوسرے کے لوگوں کے ساتھ چھوٹا سا حق نواز بھی نوافل میں کھڑے ہو کر قرآن پاک کی تلاوت سنتا رہا۔ یہیں سے اس کی دُنیا بدل گئی۔

اگلی صبح ۱۰ سالہ حق نواز نے سکول جانے سے انکار کرتے ہوئے قرآن پاک حفظ کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ چنانچہ ان کے ماموں حافظ جان محمد نے قرآن پاک حفظ کرانا شروع کر دیا۔

حق نواز نے ذہانت اور شوق کے بل پر قرآن پاک صرف دو سال میں حفظ کر لیا۔ اس کے بعد وہ قرأت سیکھنے کے لئے ملتان کے شہر عبدالحکیم کی جامع مسجد میں قاری تاج محمود کے پاس چلے گئے۔ یہاں کچھ وقت گزارا۔ پھر دورۂ حدیث مکمل کرنے کے لیے خیر المدارس ملتان چلے آئے۔ یہاں قیام کے دوران ختم نبوت کے محاذ پر کام کیا اور دورانِ تعلیم متعدد بار گرفتار بھی ہوئے۔ اس کے بعد ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ایک سال درس و تدریس میں گزارا۔ وہاں سے واپس جھنگ آئے تو انہیں عملی زندگی کا آغاز کرنے کے لیے کسی مسجد کی ضرورت تھی۔ اسے اتفاق کہیے یا کچھ اور ____ جامع مسجد پپلیاں والی کے خطیب حافظ احمد بخش فوت ہو گئے اور مولانا یہاں خطیب مقرر ہو گئے۔

حق نواز ذہین اور جرأت مند انسان تھے۔ اردگرد کے حالات کا جائزہ لیا۔ یہ وہ وقت تھا جب مولانا منظور احمد چنیوٹی ختم نبوت کے محاذ پر شہرت کی بلندیوں کو چھو رہے تھے۔ حق نواز نے بھی مذہبی دنیا میں اپنا نقش جمانے کا فیصلہ کر لیا ____ پہلے پہل بریلویوں سے دو دو ہاتھ کیے۔ پرانی مسجد عیدگاہ کے مولوی محمد صدیق کے ساتھ ان کی معرکہ آرائیاں جھنگ شہر میں موضوع بحث بننے لگیں۔ دونوں حضرات نے ایک دوسرے کو مناظرے کا چیلنج دے دیا۔ مقامی گورنمنٹ کالج کے پرنسپل پروفیسر انجم منصف قرار پائے۔ خوب تقریریں ہوئیں۔

کچھ ہی عرصے بعد پروفیسر طاہر القادری کے زیرِ انتظام چلنے والی اِسی جامع مسجد پرانی عیدگاہ کے امام صاحب کو برطرف کر کے ایک معتدل آدمی کو بحیثیت خطیب لایا گیا جس سے محاذ آرائی کی یہ کیفیت ختم ہو گئی۔

پانچ لاکھ کی آبادی والے جھنگ شہر میں شیعہ سُنّی تصادم تو پہلے سے ہی تھا۔ ۱۹۷۰ء کے انتخابات سے قبل باب عمرؓ کے جھگڑے میں چھ افراد قتل ہو چکے تھے۔ یہ وہ دور تھا جب مولانا محمد ذاکر نے سُنّیوں کو سیاسی طور پر منظم کرنے کے لیے متحدہ سُنّی محاذ قائم کیا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ شیعہ جاگیردار سُنّی اکثریت کے باوجود حکومت کرتے ہیں، اس اجارہ داری کو ختم ہونا چاہیے۔ انہیں مناسب حد تک کامیابی ہوئی، لیکن سوجھ بوجھ رکھنے والے شیعہ حضرات نے معاملے کو سنبھال لیا، سیّدہ عابدہ حسین اپنی انتخابی تقریروں میں شیعہ سُنّی بھائی بھائی کا پیغام دیتی رہیں اور اپنی ہی خالی کی ہوئی نشست پر ممتاز سُنّی رہنما مولوی

رحمت اللہ کی حمایت کر کے فرقہ واریت کو ختم کرنے کی کوشش کی۔

اب ضلع جھنگ میں قومی اسمبلی کی پانچ سیٹوں میں سے چار شیعوں کے پاس ہیں۔ شیعہ حضرات کی آبادی ۲۵ فی صد ہے لیکن سنّی سیاستدانوں میں، بیگم عابدہ حسین، فیصل صالح حیات اور دیگر شیعہ سیاستدانوں کا ہم پلّہ کوئی نہیں۔ سیاسی وابستگیاں تبدیل کرنے والے عوام کے اندر اپنا اعتماد کھو چکے ہیں۔ ضلع جھنگ میں ستر اسّی سال سے شیعہ حضرات کے دو مراکز شاہ جیونہ اور رجوعہ چلے آرہے ہیں۔ جھنگ ضلع کی قیادت انہی کے پاس رہتی ہے۔

حق نواز جھنگوی نے شیعہ جاگیرداروں کو چیلنج کرنے اور ان کے خلاف محاذ قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔ مختلف رسائل لکھے، شیعہ عقائد پر تابڑ توڑ حملے کیے۔ مقامی اہلِ ثروت کے تعاون سے زمین خرید کر ایک علمی مدرسے جامعہ محمودیہ (جہاں مولانا کو دفن کیا گیا) کی بنیاد رکھی۔ پاکستان بھر کے دیوبندی حلقوں کی حمایت حاصل کرنے اور مستند حیثیت اختیار کرنے کے لیے انہوں نے جمعیت علمائے اسلام سے تعلق قائم کر لیا۔

جھنگ شہر سے ان کا دائرہ پھیلتا گیا۔ شیعہ مناظرین کا تعاقب کرتے گئے۔ جیلیں، مقدمات، دھمکیاں اور قاتلانہ حملے بھی ان کو ان کے راستے سے نہ ہٹا سکے۔

۱۹۸۸ء کے انتخابات میں حلقہ ۱۶۵ این اے سے مولانا نے انتخابات میں حصہ لیا۔ وہ انتخاب تو نہ جیت سکے مگر جیتنے والے امیدوار کے بعد سب سے زیادہ ووٹ انہوں نے حاصل کیے۔ جھنگ شہر میں بیگم عابدہ حسین سے بھی زیادہ ووٹ حاصل کر لیے، مگر دیہات میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ ہمارے دیہات کا مزاج ایسا ہے کہ وہ مولوی کا احترام تو کرتے ہیں مگر اُسے لیڈر نہیں مانتے۔

جھنگ شہر میں ووٹوں کی حیرت انگیز تعداد حاصل کرنے کے بعد مولانا حق نواز نے آئندہ انتخابات میں جھنگ شہر کی سیٹ پر ایم پی اے کا الیکشن لڑنے کا فیصلہ کیا تھا اور اس کے لیے انہوں نے وفات سے چند دن قبل متحدہ سنّی محاذ بھی قائم کر لیا تھا۔

عام مسلمانوں کی بڑی تعداد مولانا کے اخلاق، ان کی شخصیت اور ان کے عقائد سے تو اتفاق رکھتی ہے مگر ان کے طریقہ کار سے خاصا اختلاف کیا جاتا رہا ہے۔

انہوں نے نوجوانوں کے گروہ کو منظم کیا۔ سپاہ صحابہؓ کے کفن بردوش جلوس نکالے۔ اُن کا خیال تھا کہ طاقت اور قوت کے لحاظ سے مضبوط ہو کر ہی مخالفین کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔

مولانا نے جذباتی عقیدت مندوں کی کھیپ تیار کر لی تھی۔ ان کے مدّاحوں کی سرگرمی کا اندازہ اس سے لگائیں کہ وہ جب جیل میں جاتے تو پندرہ پندرہ دن تک جیل کے سامنے دیگیں پکتیں۔ جن سے تمام قیدیوں، جیل کے عملے اور دیگر افراد کی دعوت کی جاتی۔ نظر بندی کی مدّت ختم ہونے پر مولانا کو ہار پہنا کر جیل سے باہر لایا جاتا۔ مولانا کے عقیدت مندوں نے گڑھ مہاراجہ کے کیس میں تو انہیں رہا کرانے کے لیے مقامی اسسٹنٹ کمشنر کو بھی اغوا کرنے سے گریز نہ کیا تھا۔

حق نواز جھنگوی کی سب سے بڑی خوبی ان کی جرأت اور دلیری تھی۔ وہ جس مؤقف پر ڈٹ جاتے اُس سے کسی صورت پہلوتہی نہ کرتے۔ ان کی جماعت کے ایک مرکزی لیڈر نے اس سلسلے میں یہ دلچسپ واقعہ سنایا کہ ایک بار چیچہ وطنی

میں تقریر کا پروگرام تھا۔ وہاں کے ناموافق حالات کے پیش نظر انتظامیہ نے اس پر پابندی لگا دی اور ان کی کار کو شہر سے باہر روک کر احکامات سے مطلع کر دیا۔ مولانا نے ان ''آرڈرز'' پر دستخط کرنے سے قبل اپنے لیے ان کی ایک فوٹو کاپی کا مطالبہ کیا اور کہا کہ مجھے اجازت دی جائے تا کہ میں چیچہ وطنی میں منتظمین جلسہ سے معذرت کر لوں اور فوٹو کاپی کروالاؤں۔ انتظامیہ کے متعلقہ افراد نے بداعتمادی کا اظہار کرتے ہوئے ایسا کرنے کی اجازت نہ دی۔ جس پر مولانا نے سخت الفاظ میں کہا: ''میں تو چاہتا تھا تمہارے احکامات پر عمل کر ہی لیا جائے، مگر چونکہ تم نے مجھ پر اعتماد نہیں کیا اس لیے اب یہ تقریر ضرور ہوگی۔'' یہ کہہ کر واپس چلے آئے۔ کمالیہ پہنچ کر گاڑی کو ایک عقیدت مند کے گھر چھپا دیا۔ اپنے ساتھیوں کو خاص ہدایات دے کر ریل اور بس کے ذریعے چیچہ وطنی پہنچنے کو کہا اور خود دریائے راوی پر پہنچے۔ کشتی کے ذریعے رات پونے بارہ بجے دریا عبور کر کے کئی میل موٹر سائیکل پر طے کر کے پولیس کو چکمہ دینے کے بعد بالآخر جلسہ گاہ تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔

مولانا نے تقریر کی اور پھر نامعلوم راستوں سے ہوتے ہوئے واپس جھنگ پہنچ گئے۔ اسی طرح کے واقعات میاں چنوں، گوجرانوالہ سمیت کئی دوسری جگہوں پر بھی ہوئے۔

ان کے ایک قریبی دوست نے اپنی پرانی یادیں تازہ کرتے ہوئے بتایا کہ مولانا کی شخصیت تھی ہی بہت یادگار۔ مجھے یاد ہے کہ جب ہم ان کے ساتھ میانوالی جیل میں نظر بندی کے ایام گزار رہے تھے تو ان دنوں وہ نماز تہجد کے بعد ہمیشہ یہ دُعا کرتے کہ اے اللہ! اگر موت دینی ہے تو شہادت کی موت ہی دینا۔ ایام اسیری میں اکثر اپنے ساتھیوں سے شعر سنا کرتے اور ان کے اصرار پر ہمیشہ ایک ہی شعر سناتے۔

شمع زندگی ہو گی فروزاں ہم نہیں ہوں گے
آئے گی فصلِ بہاراں چمن میں ہم نہیں ہوں گے

ہمیشہ اپنے ساتھ اسلحہ بردار کمانڈوز رکھا کرتے تھے۔ مگر اپنے قتل کی سازش کی اطلاع موصول ہونے کے بعد انہوں نے کمانڈوز کو ہٹا دیا اور اس بارے میں اپنے ساتھیوں کو سختی سے منع کر دیا۔ وہ کہا کرتے تھے اگر موت نے آنا ہی ہے تو پھر یہ کمانڈوز بھی مجھے نہیں بچا سکتے۔ میں اپنی حفاظت کے لیے ان کی جانوں کو آزمائش میں کیوں ڈالوں؟

یہ بڑا عجیب اتفاق ہے کہ مولانا کے نیک والد ولی محمد جب حالت نماز میں سجدے میں فوت ہوئے تو ان کا گھوڑا ایک غریب آدمی کا سامان چرانے والے چوروں کے سراغ کے لیے جانے پر بالکل تیار کھڑا تھا۔ اسی طرح جب مولانا حق نواز نے وفات پائی تو ان کی کار بھی بالکل تیار تھی۔ شادی کی تقریب میں نکاح پڑھانے کے فوراً بعد انہیں شورکوٹ میں ایک جلسے سے خطاب کرنے کے لیے جانا تھا۔

۳۸ سالہ حق نواز نے اپنے پسماندگی میں غمزدہ بیوہ کے علاوہ تین بیٹے چھوڑے ہیں۔ بڑا بیٹا اظہار الحق غزالی پائلٹ سکول میں چھٹی جماعت کا طالب ہے۔ دوسرا بیٹا حسنین معاویہ فاطمہ جناح چیف سیکنڈری سکول میں دوسری جماعت میں پڑھتا ہے، جبکہ تیسرا بیٹا ۳ سالہ معصوم اور بھولا بھالا مسرور نواز بے فکری سے گھر کے صحن میں کھیلتا اور ابو ابو کرتا رہتا ہے۔ اس کے گھر والوں نے اس کے سوال کے جواب میں اسے کہہ دیا ہے کہ ابو گاڑی پر سوار ہو کر گئے ہیں رات گئے واپس آئیں گے۔

جھنگوی کے جھنگ میں جذبات اور خون کے رنگ

دنوں کی نفرتوں نے برسوں کی محبتوں کو نگل لیا

رپورٹ:۔ ہفت روزہ "زندگی" لاہور

ڈرائیور نے بریک لگائی تو ایک جھٹکے سے میرا سر بس کی اگلی سیٹ سے جا ٹکرایا۔ میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ نیو خان ٹرانسپورٹ کمپنی کی بس چھوٹے چھوٹے گھروں کی سادہ سی عمارتوں کے درمیان کھڑی تھی اور چند سواریاں اس سے اتر رہی تھیں ___ میں نے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھے ہوئے مسافر سے پوچھا کہ یہ کون سا شہر ہے؟ یہ جھنگ ہے باؤ جی سادہ لباس میں ملبوس بوڑھے مسافر نے جواب دیا۔ میں نے اپنا سامان سمیٹنا شروع کیا اور اپنے ساتھ والی نشست پر سوئے ہوئے اپنے ساتھی وحید بھٹی کو جگا دیا۔

کچھ ہی دیر بعد میں اور میرا دوست جھنگ کے معروف بازار سیشن چوک میں کھڑے تھے۔ ہماری آمد کا مقصد مولانا حق نواز جھنگوی کے قتل کے سلسلے میں پیدا ہونے والی صورت حال کا جائزہ لینا تھا۔

آج جھنگ کی حدود میں باہر سے ٹریفک کے باقاعدہ داخلے کا پہلا دن تھا۔ مولانا جھنگوی کے قتل کو چار دن گزر چکے تھے۔ صبح کے ۶-۳۰ بجے تھے۔ سیشن چوک میں بظاہر زندگی معمول کے مطابق تھی۔ بس سٹاپ پر کچھ دکانیں صبح ہی سے کھل چکی تھیں۔ اچانک ہوٹر بجاتی ہوئی ایک جیپ سامنے سے گزری جیپ پر کلاشنکوف بردار نقاب پوش نوجوان مستعدی کے ساتھ کلاشنکوف سنبھالے کھڑا تھا۔ اس کے پیچھے سیاہ شیشوں والی پجارو تھی۔ اس کے پیچھے بھی کلاشنکوف برداروں کی ایک جیپ تھی۔ تیز ہارن بجاتی اور تمام لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہوئی تینوں گاڑیاں لمحے بھر میں ہمارے پاس سے گزر گئیں۔ مقامی راہ گیروں سے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ سید فیصل صالح حیات جھنگ آئے ہوئے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ ماضی میں جب انگریزوں نے دریائے چناب کے کنارے ایک شہر آباد کیا اور اس میں کچہری بنائی تو قدیم نواب خاندانوں کی سیال نامی شاخ کی ایک ذیل ذات گھسیانا سے تعلق رکھنے والے افراد یہاں آباد ہوئے۔ اسی نسبت سے یہ شہر جھنگ گھسیانا کہلایا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ لوگوں نے جدید نام اپنا لیے۔ پرانا شہر جھنگ سٹی کہلایا اور قدرے نئی آبادی کو جھنگ صدر کا نام دیا گیا۔ شہر سے تقریباً باہر تعمیر کی جانے جدید ترین آبادی کو سیٹلائٹ ٹاؤن کہا جانے لگا۔ اس کے باوجود آج بھی سرکاری دستاویزات پر ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر جھنگ گھسیانہ اور میونسپل کمیٹی جھنگ گھسیانہ لکھے ہوئے ملتے ہیں۔

ایک اندازے کے مطابق جھنگ شہر کی آبادی ۵ لاکھ کے قریب ہے۔ اس میں شیعہ تناسب ۲۰ سے ۲۵ فیصد تک ہے۔ شیعہ اور سنی فرقوں سے تعلق رکھنے والے لوگ اس قدر محبت اور قربت سے رہتے ہیں کہ اس جال سے ان کا رہا ہونا ممکن نہیں ہے۔ جھنگ میں سنیوں کا ہر پانچواں گھر آپ کو ضرور ایسا ملے گا جس کے خاندانی روابط اور رشتہ داری کسی شیعہ فیملی سے

ہوگی۔ اکثر اوقات تو ایسے بھی ہوتا ہے کہ داماد شیعہ ہے اور بیٹی سُنّی ہے۔ بہن شیعہ ہے اور بہنوئی سُنّی ہے۔ خود مولانا حق نواز جھنگوی کی اہلیہ کے والدین بھی شیعہ تھے۔ ان کے بعض دیگر رشتہ دار تو ابھی شیعہ فرقے سے تعلق رکھتے ہیں۔

شیعہ سُنّی فسادات بھی اگرچہ ہوتے رہتے ہیں لیکن کہا جاتا ہے کہ شیعہ اور سُنّی کی نفرت بعض افراد اپنے مخصوص مفادات کے لئے پیدا کرتے ہیں اور اس کے ذریعے سیاسی و معاشی مفادات حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اصل مسئلہ کیا ہے: یہ جاننے کے لئے ہم نے عام لوگوں سے ملنے کا فیصلہ کیا۔

مشرق میں دُور اُفق پر سورج کی سطح آہستہ آہستہ بلند ہو رہی تھی۔ خاصا دن چڑھ آیا تھا۔ اکثر دکانداروں نے دکانیں کھول لی تھیں، مگر جھنگ کے مجموعی ماحول پر خوف، دہشت اور مایوسی کی فضا طاری تھی۔ پولیس کے اسلحہ بردار جوانوں کی ٹولیاں جگہ جگہ گشت کر رہی تھیں۔ ہر کونے، ہر موڑ اور ہر دکان پر موجود افراد مولانا جھنگوی کے قتل کے بعد پیدا ہونے والی صورتِ حال پر باتیں کر رہے تھے۔ مقامی گرم حمام والے شخص نے بتایا کہ صورتِ حال بے حد خراب ہے۔ دُکانیں کھل تو گئی ہیں: مگر آج انجمن سپاہ صحابہؓ کی طرف سے احتجاجی جلوس نکالا جانا ہے۔ کرفیو لگنے کا خاصا امکان ہے۔ اسی چوک میں مٹھائی کی دکان کا مالک اپنے گاہکوں کو بتا رہا تھا کہ کل رات جھنگ شہر میں..... گھنٹے گولی چلی ہے۔ کچھ افراد زخمی بھی ہوئے ہیں۔ جھنگ سٹی کے اندر تو ٹریفک بھی نہیں جا رہی۔ لوگوں ہی کی زبانی یہ بھی معلوم ہوا کہ جھنگ سٹی اس وقت ایک ایسا جزیرہ بن چکا ہے جس کا جھنگ کے دوسرے حصوں سے رابطہ تقریباً کٹ کر رہ گیا ہے۔

بس سٹاپ کے قریب سے ایک ہاکر سے اخبار خریدا اور لوگوں سے ملتے اور راستہ پوچھتے ہوئے اپنی منزل کی طرف پیدل روانہ ہوئے۔ اب ہماری منزل غزالی کالج جھنگ کے پرنسپل اور جھنگ کی ممتاز دینی و سماجی شخصیت پروفیسر گوہر صدیقی کا گھر تھا جو کہ ہمارے میزبان تھے۔ انہیں ہمارے آنے کی اطلاع تو نہ ہو سکی تھی مگر پھر بھی انہوں نے نہایت شفقت و ہمدردی کے ساتھ رہنمائی فرمائی۔

دن کے دس بج رہے تھے۔ پروفیسر صاحب دھیمے اور شگفتہ لہجے کے ساتھ اپنے مخصوص انداز میں واقعات کا پس منظر بتا رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ یوں لگتا ہے جیسے مولانا حق نواز کا قتل کسی بہت بڑی سازش کا حصہ ہے۔ شاید ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ایسے علمائے کرام کو قتل کر کے بدامنی پیدا کی جا رہی ہے جن کے ساتھ عوام کا جذباتی تعلق ہے جو کسی ایسے شدت پسند فرقے سے تعلق رکھتے ہوں، جو دوسرے فرقوں سے شدید اختلافات رکھتے ہوں۔ انہوں نے کہا کہ علامہ احسان الٰہی ظہیر اور علامہ عارف الحسینی کے بعد مولانا حق نواز کا قتل کسی منصوبے کا حصہ دکھائی دیتا ہے۔ مولانا کا کسی فرد سے ذاتی یا جائیداد کا جھگڑا نہیں تھا۔ اس لئے ظاہر ہے کہ یہ قتل نظریاتی اور مسلکی اختلاف کی بناء پر کیا گیا ہے۔

ان کا کہنا تھا کہ ۵ فروری کو یوم کشمیر کے جلوس اور جلسے میں مَیں مولانا حق نواز کے ساتھ شریک تھا۔ یہ جھنگ کی تاریخ کا سب سے بڑا جلسہ تھا۔ ہر شخص ملکی سالمیت اور آزادی کشمیر کے لیے جان نچھاور کرنے پر تلا نظر آتا تھا، مگر آج اسی جھنگ شہر میں ہر شخص دوسرے کو مشکوک نگاہوں سے دیکھ رہا ہے۔ ہر طرف فسادات اور ہنگامے ہیں۔ لوگوں میں نفرتیں اور دشمنیاں بڑھ رہی ہیں۔ عوام کی توجہ قومی مسائل سے ہٹ کر آپس کے اختلافات پر مرکوز ہو گئی ہے۔ پروفیسر صاحب کمرے سے باہر نکلے تو میں نے اخبار دیکھنا شروع کیا اس دن یعنی ۲۷ فروری کے اخبار میں ۲۰ سے زیادہ خبریں صرف اور صرف سانحہ جھنگ کے

حوالے سے تھیں ـــــــ یہ خبر بھی تھی کہ پروفیسر طاہر القادری کو اُن کے آبائی شہر جھنگ میں داخل ہونے سے شہریوں نے روک دیا ہے شاید اس لیے کہ پروفیسر صاحب نے اہلِ تشیع کے ساتھ اتحاد کر رکھا تھا۔

ہم شہر کے دورہ پر نکلے تو مختلف لوگوں سے ملنے کا موقع ملا۔ مولانا کو قتل کس نے کیا؟ اس سوال کے جواب میں جتنے منہ تھے، اتنی ہی باتیں تھیں۔ کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ مولانا کے قتل کے بعد درج کرائی جانے والی ایف آئی آر میں نامزد کیے گئے ملزمان اس واقعہ میں ملوث نہیں۔ مقامی انجمن صحافیان کے صدر مقبول شاہین نے ان میں سے صرف دو ملزمان کو ملوث قرار دیا۔ بعض افراد نے ایرانی کمانڈوز، را کے ایجنٹوں، قادیانیوں اور بھارتی تخریب کاروں کو اس سانحہ کا ذمے دار قرار دیا۔ لیکن عوام کی بھاری اکثریت کا کہنا تھا کہ مولانا حق نواز جھنگوی اپنے مخالف فرقے کے انتہا پسندوں کا نشانہ بنے ہیں۔ ایک ''باخبر اعلیٰ افسر'' نے یہ بات کہہ کر شدید حیران کر دیا کہ اس سانحہ میں انجمن سپاہ صحابہؓ کے بعض ذمے داران بھی شامل ہو سکتے ہیں ـــــــ کیونکہ ان کے مطابق مولانا کے مخالفین نے انہی کے ذریعے سے وار کیا ہوگا اور ان کی سرگرمیوں اور مصروفیات کے بارے میں معلومات حاصل کی ہوں گی۔

ایک ذریعے کے مطابق مولانا کے قتل سے چند دن قبل ہی ان کے دشمنوں کی طرف سے ان کی مسلسل نگرانی کی جا رہی تھی۔ مگر انجمن سپاہ صحابہؓ کے مرکزی سیکرٹری جنرل یوسف مجاہد اس بارے میں مکمل طور پر یکسو تھے کہ مولانا کے قاتلوں کو اچھی طرح شناخت کر کے ایف آئی آر میں اُن کے نام دیئے گئے ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ یہ لوگ تو مولانا کے ظاہری قاتل ہیں، مگر اس کے پسِ منظر میں بھی کچھ لوگ موجود ہیں جو پہلے بھی قاتلانہ حملے کرواتے رہے ہیں۔ انہوں نے ماہِ اکتوبر میں مولانا پر ہونے والے قاتلانہ حملے کا حوالہ دیتے ہوئے اس کی ایف آئی آر میں نامزد حملہ آوروں اور محرکین کے نام دیئے جن میں تحریکِ نفاذِ فقہ جعفریہ کے ساجد نقوی، غلام حسین نجفی اور سردار زادہ ظفر عباس بھی شامل ہیں۔ انہوں نے مولانا کے قتل کے محرکین میں بعض مقامی حضرات کے نام بھی بتائے۔

ان کا کہنا تھا کہ کئی مقامی سیاست دان مولانا کی مقبولیت سے خوفزدہ تھے۔ انہوں نے وفات سے چند روز قبل جھنگ میں تمام قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے لیے سُنّی امیدوار کھڑے کرنے کے لیے اور سُنّی حقوق کے تحفظ کے لیے سُنّی مجلسِ عمل بھی بنائی تھی۔

انجمن سپاہ صحابہؓ کے مرکزی سیکرٹری جنرل اور مولانا حق نواز کی جانشینی کے امیدوار یوسف مجاہد نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ..... فروری کے خطبۂ جمعہ میں مولانا نے اپنے قتل کے باقاعدہ منصوبے کی نشاندہی کر دی تھی۔ اس کے بعد وزارتِ داخلہ اور دیگر ملکی اداروں کو ان کی حفاظت کے لئے متحرک ہو جانا چاہئے تھا۔ مگر مولانا کو کوئی بھی تحفظ فراہم نہیں کیا گیا تھا۔

جامع مسجد پپلیانوالہ میں انجمن سپاہ صحابہؓ کے مرکزی دفتر میں ابھی یوسف مجاہد کے ساتھ یہ باتیں جاری تھیں کہ باہر سے دو نوجوان بھاگتے ہوئے آئے اور انہوں نے بتایا کہ مسجد کو پولیس نے گھیرے میں لے لیا ہے۔ پولیس والے کارکنوں کا اتہ پتہ معلوم کر رہے ہیں۔ یوسف مجاہد نے انگریزی زبان میں کچھ کارکنوں کو فوری طور پر فرار ہونے کے لیے کہا، خود فون سننے کے لیے کچھ دیر کے لیے دفتر سے باہر چلے گئے۔ تھوڑی ہی دیر میں ان کی واپسی کے بعد ملاقات کا سلسلہ پھر شروع ہو گیا۔ انہوں نے انتظامیہ پر الزام عائد کیا کہ انہیں اس کیس کی انکوائری سے لاعلم رکھا جا رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ مولانا کے ظاہری

قاتل تو گرفتار کر لئے گئے ہیں مگر اسی قتل کے اصل محرکین ابھی تک آزاد ہیں۔

ضلع کچہری میں موجود مقامی عدالت کے ایک اہم شخص نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ مجھے تو اس بارے میں بہت زیادہ معلومات نہیں ہیں مگر حالات وواقعات دیکھتے ہوئے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ مولانا کا قتل ایسی منصوبہ بندی سے ہوا ہے، ''مقامی لیول'' پر جن کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ مقامی ایڈووکیٹ مرزا سلمان بٹ نے اسے شیعہ سُنّی تنازعات کا انجام قرار دیا۔

شہر میں چکر لگا رہے تھے کہ ۲ بجے کے قریب خبر ملی کہ کرفیو نافذ کیا جا رہا ہے۔ جھنگ صدر میں پولیس اور مشتعل مظاہرین کے درمیان فائرنگ کا تبادلہ ہو رہا ہے۔ ہم نے صحیح ترین صورتِ حال جاننے کے لیے انتظامیہ سے رابطہ کرنا چاہا، مگر ڈی سی آفس پولیس کی بھاری نفری میں گھرا ہوا تھا۔ ہر طرف خوف وہراس اور گھبراہٹ کا عالم تھا۔ لاؤڈ سپیکر والی گاڑی منگوائی گئی۔ اس کے ڈرائیور کو اعلان لکھ کر دے دیا گیا اور ہر طرف کرفیو کی افواہ پھیل گئی۔ افراتفری کے اس عالم میں _____ نوجوان اے ڈی سی جی مہر اسلم حیات نے ملاقات سے معذرت کر لی اور اپنی گاڑی میں بحفاظت ہمیں مدرسہ معارف اسلامیہ بھجوا دیا جہاں ایک بار پھر ہمارے میزبان ہمارے منتظر تھے۔

نمازِ ظہر اور کھانے کے بعد شہر کے دیگر علاقوں کے دورے پر نکلے تو گوجرہ روڈ پر جاتے ہوئے ایک گاڑی والے نے ہمیں روکا معذرت کے ساتھ انتہائی ڈرے ہوئے لہجے میں پوچھا کہ شہر میں خیریت تو ہے؟ کوئی جلوس تو نہیں اس طرف آ رہا؟ ہماری گاڑی کے ڈرائیور نے تقریباً روتے ہوئے یہی بتایا کہ وہ جھنگ سٹی کی ایسی گلی میں رہائش پذیر ہے جہاں مختلف انتہا پسند رہتے ہیں۔ ہر روز کی فائرنگ کے بعد اس نے اپنے بیوی بچوں کو مجبوراً سسرال منتقل کر دیا ہے۔ چونکہ اس نے کسی کو اپنے گھر پر مورچہ نہیں بنانے دیا، اس لیے کسی بھی وقت اس کے گھر کو آگ لگ سکتی ہے۔

پولیس نے اس روز ہونے والے مظاہرے کو پوری قوت اور طاقت کے ساتھ ختم کرا دیا اور سینکڑوں لوگوں (جن میں راہ گیر بھی شامل تھے) کو گرفتار کر لیا۔ اسی دوران مولانا منظور احمد چنیوٹی اور شیخ اقبال ایم پی اے بھی جھنگ پہنچ گئے اور انہوں نے انتظامیہ کے ساتھ جھنگ کی تازہ ترین صورتِ حال کے حوالے سے بات چیت کی۔

رات گئے تک بہت سے گھرانے ایسے تھے جن کا کوئی نہ کوئی فرد پولیس کی حراست میں تھا۔ انتظامیہ کا اصرار تھا کہ گرفتار کیے جانے والوں کی تعداد ۳۰ سے زیادہ نہیں ہے۔

اگلے دن مولانا کے گھر والوں، انتظامیہ اور دیگر افراد سے ملاقاتوں کا پروگرام تھا۔ ضلع جھنگ کے ''پروموٹی'' ڈپٹی کمشنر نے نہایت ''عقل مندی'' کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہمارے سوالوں کے تقریباً تمام جوابات ہاں یا نہ میں دیئے۔ انہوں نے شیعہ سُنّی عناصر سے اتفاق واتحاد سے اکٹھے مل جل کر رہنے کی اپیل کی۔ ان کا کہنا تھا کہ جھنگ میں حالات بتدریج معمول پر آ رہے ہیں۔ گرفتار ہونے والے تمام لوگ جلسہ گاہ کی حدود کے آس پاس سے پکڑے گئے ہیں۔ حالانکہ شہر میں جلسہ جلوس پر دفعہ ۱۴۴ کے تحت پابندی لگی ہوتی ہے۔

طارق مجاہد نے بڑی خندہ پیشانی سے ہمارے سوالات سُنے اور جھنگ کی صورتِ حال کو بہتر بنانے کے لیے انتظامیہ کی طرف سے کیے جانے والے اقدامات کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ امن وامان ہماری پہلی ترجیح ہے۔ اس کو برقرار رکھنے کے لیے ہم قوت کا بھی استعمال کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت یہاں معمول کی اچھی خاصی نفری کے علاوہ ۱۹ سے زائد پلاٹونز بھی

متعین ہیں۔ انہوں نے اس امید کا اظہار کیا کہ ہم بہت جلد حالات پر قابو پالیں گے اور انشاء اللہ صورت حال بہتر ہو جائے گی۔

۲۷ر فروری کے جلوس سے چند دن قبل جھنگ کی ایک اسلحے کی دکان میں نقب زنی کی واردات ہوئی تھی جس میں بہت سا اسلحہ چرالیا گیا تھا۔ (ایس پی جھنگ) جناب طارق مجاہد نے کہا اصل میں اس دکان سے صرف ۲۹ رائفلیں چوری ہوئی تھیں۔ مگر اخبارات نے اسے بڑھا چڑھا کر پیش کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم بہت جلد اس واردات کے مرتکب افراد تک پہنچ جائیں گے۔ واردات سے ظاہر ہوتا ہے کہ چور کوئی.....اور عادی نقب..... ہے۔ مگر مجرم جو بھی ہو اس کو سزا ضرور ملے گی۔

ان کا کہنا تھا کہ ہمیں باضابطہ یا تحریری طور پر مولانا حق نواز جھنگوی کی طرف سے آگاہ نہیں کیا گیا۔ وگرنہ ہم مولانا منظور احمد چنیوٹی کی طرح مولانا حق نواز کو بھی ایک کمانڈو فراہم کر سکتے تھے۔

اے ڈی سی جی مہر محمد اسلم حیات نے مسکراتے ہوئے کہا کہ جناب ہماری تو صورت حال خاصی عجیب ہے۔ شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ ہم سُنّیوں کی حمایت میں انہیں تحفظ فراہم نہیں کرتے جبکہ سُنّیوں کو گلہ ہے کہ ہم شیعہ فرقے کو سپورٹ کرتے ہیں حالانکہ تمام شیعہ و سُنّی حضرات کی جان و مال کا تحفظ کرنا ہمارا فرض ہے۔

انہوں نے یہ دلچسپ بات بھی بتائی کہ گزشتہ روز گرفتار ہونے والوں میں کئی سرکاری ملازم بھی ہیں اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ شیعہ حضرات کی طرف سے مبینہ طور پر فائرنگ کرنے والے تین افراد ڈی سی آفس میں جونیئر کلرک ہیں اور سُنّیوں کی طرف سے فائرنگ کرنے والے اقبال اور عارف بالترتیب ڈرافٹس مین اور ڈسپنسر ہیں۔

مولانا کے گھر والوں سے ملاقات کے لیے پہنچے تو نئے تعمیر شدہ چھوٹے سے مگر خوبصورت مکان کے دروازے پر سیمنٹ سے بنا ہوا انجمن سپاہ صحابہؓ کا رنگدار پرچم نظر آیا۔ دروازے کے پاس جائے وقوعہ دیکھ کر اندازہ ہوا کہ یہ قتل بغیر پلاننگ کے ممکن نہیں ہو سکتا تھا۔ بیٹھک میں دعائے مغفرت کے بعد مولانا کے بڑے بھائی نے پرانی یادیں تازہ کرتے ہوئے بتایا کہ مولانا اپنی دینی سرگرمیوں کی بدولت بہت کم وقت ہمیں دے پاتے تھے۔ اپنے آبائی گاؤں تو وہ بہت ہی کم جایا کرتے تھے۔ جب بھی ہم نے ایسی مصروفیات کو ختم کرنے کا مشورہ دیا تو انہوں نے ہمیشہ یہی کہا کہ جب تک زندگی ہے اس وقت تک عظمت صحابہؓ کے لیے جدوجہد کرتا رہوں گا۔ یہ کام مجھ سے تو صرف موت ہی چھڑا سکتی ہے۔ مولانا کے سسر اور چھوٹے بھائی شمس سے بھی ملاقات رہی۔ مگر ان کے چھوٹے بچوں سے مل کر طبیعت بہت اُداس ہوئی ____ چھٹی جماعت میں پڑھنے والا بیٹا اظہار کہہ رہا تھا: ''ابو ہم سے بہت محبت کرتے تھے۔ انہوں نے ہمیشہ ہماری جائز خواہشات کو پورا کیا۔ وہ ہمارا امتحان لینے کے لیے ہم سے اپنی کتابوں میں سے مشکل الفاظ پوچھتے۔ ہمیں اپنے ساتھ دینی اجتماعات میں لے جاتے۔ اک بار میں نے ناراض ہو کر گھر کے برتن توڑ دیئے اور بھائی کو گالیاں دیں اس وقت ابو نے مجھے ڈانٹا اور سمجھایا۔ اس کے بعد آج تک میری زبان سے گالی نہیں نکلی اور نہ ہی میں نے کبھی گھر میں برتن توڑے ہیں۔''

مولانا کے سسر کا کہنا تھا کہ انہوں نے اپنی زندگی بڑی ہمت اور محنت سے گزاری۔ ان کی وفات سے پیدا ہونے والا خلاء شاید اب مشکل سے ہی پورا ہو سکے۔ مولانا کے گھر میں بڑی بڑی الماریاں دینی کتابوں سے بھری پڑی تھیں۔ قرآن پاک سے متعلق بہت سے مصنفین کی تفاسیر دیکھ کر اندازہ ہوا کہ وہ مطالعے سے کس قدر رغبت رکھتے تھے۔

کافی دن گزر جانے کے باوجود مولانا کے ذاتی کمرے میں کھانے کے برتن اسی طرح پڑے تھے جس طرح وہ قتل

سے چند منٹ پہلے چھوڑ کر گئے تھے۔

مولانا کے بعد انجمن سپاہ صحابہؓ کا آئندہ سرپرست اعلیٰ کون ہوگا؟ یہ سوال آج کل سنّی اور شیعہ تمام فرقوں کے لوگوں کی زبان پر ہے۔ عوامی حلقوں میں عام طور پر جو تین نام موضوع بحث ہیں ان میں سے مولانا کے نوجوان رفیق انجمن سپاہ صحابہؓ کے مرکزی سیکرٹری جنرل یوسف مجاہد ضلع فیصل آباد کے معروف عالم دین اور انجمن سپاہ صحابہؓ پاکستان کے قائم مقام سرپرست اعلیٰ مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی اور مولانا کی وفات پر نماز جنازہ میں مولانا کے قتل کے بدلے میں ۱۵ افراد کو قتل کرنے کا عہد کرنے والے انجمن سپاہ صحابہؓ پنجاب کے صدر مولانا ایثار القاسمی شامل ہیں۔

انہی دنوں آتشزنی اور جھنگ میں مختلف مقامات پر فائرنگ سے زخمی کرنے کے متعدد واقعات بھی ہوئے۔ یہ بات میرے لیے ناقابل فہم تھی کہ ایک ہی جگہ برسوں سے رہنے والے افراد آپس میں اس قدر سخت رویہ کیوں اختیار کر لیتے ہیں۔ ظلم اور سفاکی کے ایسے ایسے واقعات بیان کیے گئے جنہیں سن کر سخت حیرت ہوتی ہے۔ ان واقعات کے دوران غریب لوگوں کی دکانیں اور مکانات نذر آتش ہوئے۔ قرآن کو ماننے والوں کے ہاتھوں قرآن پاک بھی ان ہنگاموں میں محفوظ نہ رہ سکا۔ نفرت اور دہشت کا یہ عالم ہے کہ مقامی پریس کلب کا صدر شیعہ ہونے کی بدولت سنّیوں کی پریس کانفرنس میں جانے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ اسی طرح شیعہ حضرات کے پروگراموں میں سنّی نہیں جا سکتے _____ لیکن ہر شخص کو اُمید تھی کہ یہ صورت حال برقرار نہیں رہے گی۔ محبتوں کے رشتے پھر سے استوار ہو جائیں گے۔

جوں جوں وقت گزرتا جا رہا ہے جھنگ شہر کی بدامنی پورے ضلع میں پھیلتی جا رہی ہے اور دونوں فرقوں کے احتجاج کا سلسلہ اب ضلع سے نکل کر صوبے کے دیگر اضلاع میں فرقہ وارانہ نفرت کے بیج بو رہا ہے۔ جمعیت علمائے اسلام پنجاب کے امیر مولانا امیر حسین گیلانی نے اعلان کیا ہے کہ جمعیت کے زیر اہتمام چھ مارچ کو جھنگ میں احتجاجی جلسہ ہوگا اور پورے ملک میں یوم احتجاج منایا جائے گا۔ مولانا گیلانی نے ایک پریس کانفرنس میں انکشاف کیا ہے کہ مولانا جھنگوی کے قتل سے قبل اسلامی جمہوری اتحاد کے رکن اسمبلی سردار زادہ ظفر عباس نے جھنگ کی دیواروں پر پوسٹر لگوائے تھے کہ جو شخص مولانا حق نواز کو قتل کرے گا اسے چھ لاکھ روپے نقد دو مربع اراضی اور مقدمہ کے اخراجات دیئے جائیں گے ضلعی انتظامیہ کو اس پوسٹر کے بارے میں بروقت خبردار کر دیا گیا تھا لیکن ڈپٹی کمشنر اور ایس پی نے کوئی کارروائی نہیں کی مزید انکشاف ہوا ہے کہ مولانا جھنگوی کو دبئی سے ٹیلیفون پر خبردار کیا گیا تھا کہ دبئی، ایران اور پاکستان کے بعض لوگ مولانا کو ۲۰ اور ۲۵ فروری کے درمیان قتل کرنے کا منصوبہ تیار کر رہے ہیں یہ بات مولانا جھنگوی نے ایک تقریر میں ظاہر کی تھی مگر ضلعی انتظامیہ نے اس وارننگ کو بھی نظر انداز کر دیا۔

صرف یہی نہیں بلکہ قتل کے وقوعہ کے بعد معتبر ذرائع کے مطابق قتل کے دو ملزم بی بی عابدہ حسین کے گھر سے اور ایک ملزم سابق ایم پی اے امان اللہ کے گھر سے گرفتار کیے گئے ..... اور قتل سے قبل ان لوگوں کے ایماء پر قتل کی وارننگ کے پس منظر میں کسی مزید تبصرہ کی ضرورت نہیں ہے اس کے باوجود مقام حیرت ہے کہ ابھی تک جھنگ کے ڈپٹی کمشنر اور ایس پی کو نہ تبدیل کیا گیا ہے اور نہ ہی ان سے اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی میں غفلت اور کوتاہی پر کوئی جواب طلبی کی گئی ہے ان دونوں افسروں کی جھنگ انتظامیہ کی سربراہی کرتے ہوئے غیر جانبدارانہ تحقیقات کیسے ممکن ہو سکتی ہے بلکہ خدشہ ہے کہ اپنے مخصوص سرپرستوں کی زیر نگرانی یہ افسران امن وامان کو مزید خراب کرنے کے باعث نہ بن جائیں۔

CamScanner

مولانا حق نواز جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ کی

شہادت کی صدائے بازگشت

ہفت روزہ خُدّامُ الدّین لاہور

مولانا حق نواز جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت ایک ایسے باعزیمت اور صاحب ہمت وصداقت اور حق گو جرنیل کی شہادت ہے جس نے اپنے خون کی پکار سے نہ صرف سپاہ صحابہؓ کو بلکہ اہل سنت والجماعت کے بچے بچے کو آمادۂ پیکار کر دیا اور میدانِ کارزار میں لا کھڑا کیا ہے۔ آج ان کے خونِ شہادت کی بازگشت ملک کے طول وعرض میں سنائی دے رہی ہے اور اس دھرتی کا ذرہ ذرہ لشکرِ باطل کے لئے للکار بن گیا ہے اور اس پر لپکنے اور یلغار کرنے کے لئے بیقرار ہے۔

ملک کے تمام اربابِ فکر وشعور رہنماؤں اور سیاسی حلقوں نے مولانا جھنگویؒ کے قتل کو ملک اور اہل اسلام کے خلاف سازش قرار دیا ہے۔ متحدہ حزبِ اختلاف نے اسلام آباد کے اجلاس میں متفقہ طور پر اظہارِ رنج وغم کیا اور بہیمانہ قتل میں ملوث تمام مجرموں کو بے نقاب کرنے اور انہیں قرار واقعی سزا دینے کا مطالبہ کیا ہے۔ اربابِ اقتدار نے جمہور اہل اسلام کے جذبات کے پیش نظر رسمی بیانات دیئے اور ٹسوے بہائے ہیں۔ غرضکہ مولاناؒ کی شہادت نے دشمنانِ صحابہؓ اور دشمنانِ اسلام کی جو درحقیقت غاصب اور دشمنانِ پاکستان ہیں نیندیں حرام کر دی ہیں اور وہ آوازۂ حق کی اس گونج کو دنوں میں خطرہ کا الارم جان کر پریشان ومضطرب اور بے حال ہیں راتوں کو خوابوں کے پریشان جنگل میں بجلی کا کڑکا سمجھ کر بے خوابی کا شکار ہیں۔

سونے پر سہاگہ سپاہِ صحابہؓ کانفرنس ثابت ہوئی ہے _____ متفقہ منصوبہ بندی، منظم و..... تیاری اور مناسب تشہیر کے بغیر ہی ۶ر مارچ ۱۹۹۰ء کو مینارِ پاکستان کے سائے تلے اس کانفرنس کا انعقاد صرف اس لئے کیا گیا کہ امیر قافلہ مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی میں یہ اعلان کیا تھا کہ دشمنانِ صحابہؓ واہل بیت کے سروں پر ضربِ کاری لگانے کے لئے وہ ۱۶ر مارچ ۱۹۹۰ء کو مینارِ پاکستان تلے آل پاکستان دفاعِ صحابہؓ کانفرنس منعقد کریں گے۔ اس عزم کی لاج رکھتے ہوئے ان کے جاں نثار رفقاء نے یہ کانفرنس منعقد کی اور ثابت کر دیا کہ وہ مولانا شہیدؒ کی بات کو زندگی کے کسی موڑ اور کسی مرحلے پر گرنے نہیں دیں گے۔

کانفرنس کے انعقاد سے قبل بیشتر بزرگوں اور دوستوں نے مشورے دیئے کہ کانفرنس کو پورے اہتمام سے کرنے اور شایانِ شان بنانے کے لئے اسے کچھ عرصہ کے لئے مؤخر کر دیا جائے اور یہ توقعات بھی باندھ لی گئیں کہ تمام جماعتوں کے متفقہ اور مشترکہ فیصلے کے بعد ہی ایسی عظیم الشان کانفرنس بلائی جائے گی جس سے باطل کے دل دہل جائیں گے اور ان کے

اعصاب پر ہمیشہ کے لئے لرزہ طاری ہو جائے گا۔ مگر شمع حق کے پروانوں نے گومگو کی کیفیت میں مبتلا ہو جانے کے باوجود حتمی فیصلہ یہی کیا کہ امیر عزیمت کی عزیمت کا پاس کیا جائے۔ اس طرح خاطر خواہ تشہیر اور مناسب منصوبہ بندی اور تیاری نہ ہونے کے باوجود یہ کانفرنس منعقد ہوئی اور دنیا نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔

"مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی"

اس میں شک نہیں کہ اگر کانفرنس متفقہ پروگرام مکمل تیاری اور صحیح منصوبہ بندی کے تحت منعقد ہوتی تو اقبال پارک کی وسعتیں تنگ ہو جاتیں اور انسانوں کے بے پایاں سمندر کے سامنے ہیچ دکھائی دیتیں اور ۲۰ اور ۲۳ مارچ کو سرکاری سرپرستی میں ہونے والے اجتماعات کی آب و تاب اس کے سامنے ماند پڑ جاتی ____ مگر پھر بھی ۶ مارچ ۱۹۹۰ء کا اجتماع زبانِ حال سے اعلان کر رہا تھا۔

ع "قیاس کن زِ گلستانِ من بہارِ مرا"

اہل سنت والجماعت کا ٹھاٹھیں مارتا لشکر، اقبال پارک میں جولانیاں دکھا رہا تھا اور اپنے قدموں کی چاپ سے مستقبل کے دروازے پر دستک دے رہا تھا ____ یہ سب کے سب سچے اور سُچے اہل سنت والجماعت تھے، اللہ کے نام لیوا اور گلشنِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے پانی دیوا تھے، اہل بیتؓ کے فرمانبردار اور صحابہؓ کے جانثار تھے اُن میں ہر شخص حق نواز تھا اور اس کے لبوں پر یہی رجز تھا۔

عائشہؓ تو نے جو پکارا تو لہو کھول اُٹھا
تیرے بیٹے، تیرے جانباز چلے آتے ہیں

یہ سب کے سب، ماں کی مامتا سے دودھ بخشوا کر آئے تھے۔ ان میں سے ہر انسان دین کا پاسبان اور ناموسِ صحابہؓ و اہل بیتؓ کا نگہبان تھا۔ ان کے چہروں اور بُشروں سے ایک ہی ارادہ جھلک رہا تھا اور ان کی زبانوں پر ایک ہی نعرہ تھا کہ پاکستان کو سُنّی سٹیٹ بنا کر دم لیں گے اور ہم نے کان لگا کر سُنا تو اُن کے دلوں کی دھڑکنوں سے ایک ہی آواز سنائی دے رہی تھی: "اگر قانون ناموسِ صحابہؓ کی حفاظت نہ کر سکا تو ہم اپنے خون سے اس کی حفاظت کریں گے۔"

ہم اربابِ اقتدار اور کارپردازانِ ملک و قوم پر شرکائے اجلاس اور ان کی پُشت پر کروڑوں سُنّی مسلمانوں کی طرف سے واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ ان کی آواز کو سنو، ان کے دلوں کی دھڑکنوں پر کان دھرو! ان کے ارادوں کے سامنے دیوار نہ بنو اور پاکستان کو سُنّی سٹیٹ قرار دے کر جمہور نوازی کا ثبوت دو۔

ہم اس موقع پر جانشینِ امام الہدیٰ، وارثِ مسندِ اولیاء حضرت مولانا محمد اجمل قادری کو کانفرنس کی کامیابی پر ہدیۂ تبریک پیش کرنا بھی اپنا خوشگوار فرض سمجھتے ہیں کیونکہ سب سے پہلے انہوں ہی نے حالات کی نبض پر انگلیاں دھریں، وقت کی پکار کو سنا اور لبیک کہتے ہوئے ملک بھر کے مختلف مکاتب فکر کے علماء و مشائخ کو مدرسہ قاسم العلوم میں جمع کیا، مشترکہ حکمت عملی وضع کرنے کا سبب بنے اور تمام نتائج سے بے نیاز ہو کر صحابہؓ کانفرنس کی کامیابی کے لئے انتھک محنت کی اور تن من دھن صَرف کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔

CamScanner

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امیر عزیمت شیر اسلام مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

خصوصی اشاعت

دسواں باب

امیر عزیمت شہید رحمۃ اللہ علیہ

شعراء کرام کی نظر میں

ماہنامہ سرخرو

الحیدری میڈیا

CamScanner

گلہائے عقیدت

دراوصافِ حمیدہ امیر عزیمت شہید قدس سرہٗ

جامع المعقول والمنقول استاذ العلماء حضرت مولانا منظور احمد نعمانی زید مجدہٗ

شیر دل بے باک عالم حامیِ دینِ متین
پاسباں ناموسِ اصحاب و مجاہد بالیقیں

شد وجودش سیف قاطع بر سرِ کفر و نفاق
ہم خطابش قالع و قمّاع قصرِ مُلحدیں

حاملِ علمِ شریعت ہم عزیمت اہلِ دل
باشعار و باوفا و در دلِ او دردِ دیں

قائد سپاہِ حق مُبارز اہلِ باطل ہر مقام
حق شناس وحق نواز و دل پذیر و دل نشیں

جام عشقِ مصطفیٰ نوشید و جاں ایثار کرد
رسمِ خوش بگذاشتہ شد رہ روِ خُلدِ بریں

تاریخِ شہادت: عبدالستار نجم

حق کے لیے لڑا ہو جو حق پہ مَر مٹا ہو
حقا وہ جنتی ہے باطل نہیں یہ دعویٰ
تاریخی مصرع مجھ سے ہاتف نے یوں کہا ہے
گہہ خَالِدِیْنَ فِیْھَا جَنّتُ اُس کا ماویٰ

(۲۲رفروری ۱۹۹۰ء)

.....

جنت میں قدسیوں نے شہیدوں سے یوں کہا
قائم رہا ہے فرق سدا خوب و زِشت کا
وہ آ رہے ہیں حوروں کے جھرمٹ میں دیکھیے
کیا حق نواز دولہا ہے باغِ بہشت کا

(۲۲رفروری ۱۹۹۰ء)

عاشقِ اصحابؓ.....حق نوازؒ

استاد الشعراء جناب عبدالستار نجمؔ جھنگ

یہ تجھ میں اشک و آہ کا طوفاں ہے کس لئے
اے دل بتا کہ آج پریشاں ہے کس لئے

غم کی سیاہ گھٹائیں ہیں کیوں پیچ و تاب میں
ہلچل ہے کیوں یہ حشر کا ساماں ہے کس لئے

اندوہگیں ہیں جھنگ کے دیوار و در تمام
اے دل ہجومِ حسرت و اَرماں ہے کس لئے

تیرے نگر میں نالہ وشیون کا کیوں ہے شور
خوشیوں کا شہر چاک گریباں ہے کس لئے

تعبیر خواب چاہئے اے شاہِ مصرِ عشق
برزخ کے شہر میں یہ چراغاں ہے کس لئے

ہے کس کی انتظار میں جنت کی چہل پہل
گلدستہ ہاتھ میں لئے غلماں ہے کس لئے

کیوں گا رہا ہے طائرِ حق جھوم جھوم کے
بابِ بہشت پہ رضواں کھڑا ہے کس لئے

اُٹھ اُٹھ کے کس کو دیکھتی ہے موجِ سلسبیل
حور و ملک کے چہرہ پہ مسکاں ہے کس لئے

کوثر کی لہر لہر پہ چھائی ہیں مستیاں
تسنیم خلد نہر میں رقصاں ہے کس لئے

صادق حسین شاہ سے پوچھو تو حالِ یار
بزمِ صحابہؓ میں بنی گریاں ہے کس لئے

.....☆.....

تھا وہ خطیب عاشقِ اصحاب حق نوازؒ
محرابِ موت میں ادا کرنے چلا نماز

اصحاب سوگوار ہیں اغیاث بھی غمیں
احباب دلفگار ہیں بے چین ہم نشیں

ابرار بے قرار ہیں اخیار اشکبار
سارا ہے ملک گریہ کناں خستہ دل حزیں

جن سے فسردہ محفلیں پژمردہ دلگداز
اسلام غم زدہ ہے تو نوحہ کناں ہے دیں

وہ گونجتی صدائیں سدا جیوے حق نواز
مرگِ شہید زندگی سے بھی رہی حسیں

انمول جان کوڑیوں کے مول بک گئی
کب تک یہ عیشِ زندگی اے دشمنِ لعیں

کیونکر حفاظتوں کے بدھن ٹوٹتے گئے
تقدیر خندہ زن ہے پریشاں ہیں اہلِ دیں

آصف ندیم خوں میں نہا کے تجھے ملا
ہم جولیوں پہ لے گیا سبقت یہ نازنیں

تا عرش ہیں سپاہِ صحابہ کی ہچکیاں
آہیں فلک شگاف ہیں لرزے ہے یہ زمیں

بجلی کی وہ کڑک کہ دہلنے لگے قلوب
بادل کی گھن گرج سے دھڑکنے لگی زمیں

گویا فلک سے قہرِ الٰہی برس پڑا
قاتل پکار اٹھا میں قاتل نہیں نہیں

دیکھا جنازہ میں جو ہجومِ سپاہِ حق
واللہ ہوئی اجل کی پسینہ سے تر جبیں

محراب اداس منبر و سجادہ بھی اداس
مسجد پکارے ہائے کہاں ہے میرا مکیں

مینار جھک کے کہتے ہیں ہر اک خطیب سے
لانا ہمارا یار جو تم کو ملے کہیں

ناموسِ اہلِ بیتؓ کا شیدا و جاں نثار
وہ سنتِ رسول کے انوار کا امیں

قرآن اور حدیث کا وہ شارح و خطیب
وہ عاشقِ رسولؐ و صحابہؓ تھا بالیقیں

برسے تو اک گھٹا جو دھاڑے تو شیرِ نر
گرجے تو تھا امیرِ شریعتؒ کا جانشیں

وہ تھا مثالِ شعلۂ جوالہ ضوفشاں
وہ نور کے بگول کی صورت رواں دواں

☆

مجھے یہ ہوش کہاں ہے کہ فیصلہ لکھوں

جناب بیدلؔ پانی پتی

میں اِس خیال میں ڈوبا ہوا ہوں کیا لکھوں
تیرا قصیدہ کہوں یا کہ مرثیہ لکھوں

یہ جھنگ، جلتی ہوئی سرزمیں کہوں اس کو
ترے وجود کو اِک جھومتی گھٹا لکھوں

گناہ تجھ سے ہوا ہے کہ وقت سے اے دوست!
مجھے یہ ہوش کہاں ہے کہ فیصلہ لکھوں

کوئی فرشتہ جو نامہ بری کو مِل جائے
تو خط جواب سے پہلے ہی دوسرا لکھوں

یہ تیرا ملنا، یہ مل کر ترا بچھڑ جانا
کسے روا مَیں کہوں کس کو ناروا لکھوں

زمانہ یارِ وفادار تجھ کو کہتا ہے
تُو مجھ کو چھوڑ گیا تجھ کو بے وفا لکھوں

تیرے فراق نے بخشا ہماری ہستی کو
وہ درد جس کو کہ میں دردِ لا دوا لکھوں

مجھے یقیں ہے تُو فردوس کا مکیں ہے، تجھے
ملال ہو گا جو دُنیا کا ماجرا لکھوں

یہ فیصلہ بھی نہیں مجھ سے ہو سکا بیدلؔ
میں ابتدا تجھے سمجھوں کہ انتہا لکھوں

قصیدۂ ریاضیہ (۱)

مہر محمد ریاض سیال۔ جھنگ

تجھی کو حمد زیب ہے تُو ربّ ذوالجلال ہے — ازل، ابد، عیاں، نہاں، کمال بے زوال ہے
ہے لَم یَلِدْ وَلَم یُولَدْ بے مثل بے مثال ہے — شعور کی مجال ہے تُو ایسا اِک سوال ہے
عظیم ہے قدیم ہے ، حلیم ہے کریم ہے
رحیم ہے نعیم ہے ، فہیم ہے حکیم ہے

قدیم مصر سے ہے جھنگ کو بڑی مشابہت — اُسی طرح کلیم ہیں، اسی طرح فرعونیت
اُسی طرح ہیں سامری اُسی طرح حواریت — چناب کی روانیوں کو نیل سے مشابہت
اگر ہیں سانپ سامراجی رسیوں کے جا بجا
عصائے موسیٰ بھی ہمارے پاس مثلِ اژدہا

بطرفِ غربِ جھنگ، تیس میل کے قریں قریں — ہیں چیلہ شہر کی رنگینیاں بہار آفریں
مکانِ خام میں مکیں ہیں نکتہ دان و نکتہ بیں — یہ سرزمیں حسیں ترین عظمتوں کی ہے امیں
ہیں چیلے سامراج کے بھی بااثر یہاں مگر
جواں مجاہدوں نے ان کو کر دیا ہے بے اثر

قریب چاہ بوہڑ والا ، جھونپڑوں کا نام ہے — قلندری نے جس کو بخشی شہرتِ دوام ہے
مدینے کا عرب میں جیسے منفرد مقام ہے — بعینہٖ یہ ارضِ پاک میں ذی احترام ہے
کھجوروں میں گھِرا ہوا یہ نقش ہے حجاز کا
یہ دیس حق نوازؓ کا ، عمرؓ کے شاہباز کا

کیے فراعنہ نے قتل لاکھوں طفل بے گناہ — مگر حریف اُن کا ، اُن کی اپنی گود میں پلا
بعینہٖ فرعونِ جھنگ کو کہاں یہ علم تھا — کہ کل کا آفتاب ہے "ولی" کے گھر کا یہ دیا
لرز اُٹھیں گے خوفِ حق سے سامراجی آستاں
رگِ غلام میں کرے گا ، منجمد لہو رواں

بھلا یہ سامراجی قوتوں کو تھی کہاں خبر
کہ پھول سایہ طفل مختصر عظیم کس قدر
پلٹ جھپٹ ہے اس میں باز کی تو شیر کا جگر
کہے گا جو سلیج پر وہی کہے گا دار پر
یہ رقص آہوں کو سکھائے گا غموں کو مہکنا
ستم رسیدۂ صیاد ، بلبلوں کو چہکنا

ہوا ہے جب سے منقطع یہ انبیاءؑ کا سلسلہ
علم اٹھایا اولیاء و اتقیاء نے دین کا
چہار یار مصطفیٰؐ ، جمیع صحابہؓ پارسا
ابوحنیفہؒ با ہدیٰ تا و بخاریؒ باصفا
انہی کا اِک روحانی بیٹا حق کا تھام کر علم
لہو سے اپنے کر گیا وفا کا باب نو رقم

وہ سیخ پر کباب کی طرح رہا حیات میں
جو بیڑیاں تھیں پاؤں میں تو تھی زنجیر ہاتھ میں
جو اہلِ زر تھے تاک میں تو اقتدار گھات میں
مگر وہ عزمِ غزنویؒ بکا نہ سومنات میں
توقعات کی شراب خون سے کشید کی
بنا کے چھوڑا آفتاب اِک کرن اُمید کی

رگوں میں بجلیاں تو دل میں اضطرابِ جاوداں
وہ ایک ایسی تشنگی کہ جس میں بحرِ بیکراں
وہ اِک کرن کہ جس میں آفتاب سینکڑوں نہاں
وہ اک ویرانگی کہ جس میں بے شمار بستیاں
وہ رزمِ رفض و حق میں حق کا نوجواں سالار تھا
وہ جرأتوں کے کھیل میں بلا کا شہسوار تھا

وہ جھولتا رہا ہے اندھی آندھیوں کے دوش پر
نحیف کشتیوں کے سامنے جھکا دیا بھنور
وہ منزلوں کو کر گیا ہے کارواں کا ہم سفر
پناہ کی تلاش میں ہیں آندھیاں نگر نگر
فشائے راز کے لیے سکونِ جاں لٹا دیا
ہے اصل میں خمینیت یہودیت ، بتا گیا

خودی کی وہ چٹان پر عقاب کی طرح رہا
حمیتوں کے شہر میں نواب کی طرح رہا
اَنا کے آسماں پہ آفتاب کی طرح رہا
وہ گلشنِ حیات میں گلاب کی طرح رہا
دلِ فسردہ کے لیے وہ موجۂ نسیم تھا
فراعنہ کے واسطے وہ وقت کا کلیم تھا

خرد کی کسوٹی پہ اُس کو جانچنا محال تھا
وہ آپ ہی جواب تھا وہ آپ ہی سوال تھا
جو عجز و انکسار میں وہ بوذرؓ و بلالؓ تھا
تو رُعب و تمکنت میں وہ عمرؓ کا اِک جلال تھا

خمینیت کے زلزلے نے ، کسر نہ اُٹھا رکھی
وفاؤں کی چٹان میں دراڑ تک نہ آ سکی

وہ نشترِ زبانِ حق جہاں جہاں بھی چل گیا — مریضِ رفض و شرک کا غلیظ خوں نکل گیا
محمدی سنبھل گیا ، سبائی منہ کے بَل گیا — یہودیت کی رَسیاں عصائے حق نگل گیا

نہ تاج تھا نہ راج تھا نہ زور و زر نہ مال تھا
مگر دلوں کی سلطنت پہ قبضۂ کمال تھا

رہا ہے جس طرح جہاں میں بے بسی کا بادشاہ — نہ ٹوٹا جنت البقیع سے دھڑکنوں کا رابطہ
ہے برملا بتا رہا کُتب کا یہ مطالعہ — کہ یوں نہ آج تک کہا کسی نے امی عائشہؓ

لگایا سینۂ یہودیت پہ نعرہ بیٹھ کر
گلی گلی نگر نگر عمرؓ عمرؓ عمرؓ عمرؓ

وہ کیا گیا خطابتیں ، شجاعتیں چلی گئیں — مُروّتیں ، محبتیں ، حلاوتیں چلی گئیں
فصاحتیں ، وضاحتیں ، بلاغتیں چلی گئیں — شرافتیں ، صداقتیں ، عدالتیں چلی گئیں

صنم شکن چلے گئے صنم فروش رہ گئے
محافظِ حرم گئے حرم فروش رہ گئے

لُٹا کے زندگی بتا گیا رموزِ زندگی — کہ زندگی ہے شاخِ بے ثبات پر پَرندگی
خمینیت ہے مُردنی فرعونیت درندگی — ہے عزمِ غزنویؒ ہی دراصل عروجِ بندگی

وہ زندگی کو بندگی کا رازداں بنا گیا
سکندری کے دوش پر قلندری بٹھا گیا

رکوع سجود سے حرم میں بے نیاز زندگی — ہو رزمِ کفر و حق تو بدر ہے نمازِ زندگی
ابوجہل کے دَور میں ماہِ حجاز زندگی — خمینیت ہو سامنے تو حق نوازؒ زندگی

جیا تو تب بھی زندگی ، مَرا تو تب بھی زندگی
وہ تھا تو جب بھی زندگی ، نہیں تو اَب بھی زندگی

وفا کو اُس پہ ناز تھا اَنا کو اُس پہ ناز تھا — حیا کو اُس پہ ناز تھا ردا کو اُس پہ ناز تھا
دعا کو اس پہ ناز تھا ، ادا کو اس پہ ناز تھا — نہ کیوں ریاضؔ یوں کہوں خدا کو اُس پہ ناز تھا

اگر ہو اُس کو جانچنا ، تو جھنگ سٹی کو دیکھ لو
بلوں میں دُم دَبا کے بیٹھے رافضی کو دیکھ لو

قصیدۂ ریاضیہ (۲)

مہر محمد ریاض سیال جھنگوی

اپنے روحانی بیٹوں سے منہ موڑ کر
جس کی بانہوں میں تسکین کے جام تھے
میری پدرانہ شفقت کہاں چھپ گیا
میکدۂ طراوت کہاں چھپ گیا

وہ کہ اک مردِ آہن تھا جرار تھا
وہ جو غازیٔ کردار گفتار تھا
جو شجر سایہ دار و ثمربار تھا
وہ امیرِ عزیمتؒ کہاں چھپ گیا

باغِ ہستی میں آیا گلوں کی طرح
کاٹ دی زندگی بلبلوں کی طرح
اڑتا پھرتا رہا تتلیوں کی طرح
سارے گلشن کی زینت کہاں چھپ گیا

زلزلے جس کے پاؤں ہلا نہ سکے
ابنِ کسریٰ بھی جس کو جھکا نہ سکے
جس کو نمرودِ دوراں دبا نہ سکے
فاتحِ اُندلس کی ضربت کہاں چھپ گیا

جو سپاہی کی صورت میں سالار تھا
نہ وہ حاکم نہ سلطاں نہ زردار تھا
جس کے قدموں میں صحرا بھی گلزار تھا
کر دلوں پر حکومت کہاں چھپ گیا

جس کا فرمان تھا افسری کی طرح
جس کا لہجہ تھا بپھری ندی کی طرح
جس کی گزران تھی نوکری کی طرح
وہ امامِ خطابت کہاں چھپ گیا

جس کو طوفان نے راستے دے دیئے
جس کو ایران نے حوصلے دے دیئے
جس کو زندان نے قہقہے دے دیئے
ایسا شاہکارِ قدرت کہاں چھپ گیا

سامراجوں کو راہ سے ہٹا کر چلا
حاکموں کے بھی پردے اٹھا کر چلا
ڈاکو پیروں کے کرتب دکھا کر چلا
ملاں مشرک کی شامت کہاں چھپ گیا

حوصلے دوستوں کے بڑھاتا گیا
آگے بڑھ بڑھ کے سینے لگاتا گیا
سب تھکن بازوؤں میں چھپاتا گیا
دے کے درسِ اخوت کہاں چھپ گیا

جس کا سوزِ نہاں غزنویؒ کی طرح
جس کا ہر فعل تھا بندگی کی طرح
موت آئی جسے زندگی کی طرح
پی کے جامِ شہادت کہاں چھپ گیا

بیڑیاں پہن کر مسکراتا رہا
ہتھکڑی میرا زیور بتاتا رہا
دار پر حق کے نغمے سناتا رہا
بوحنیفہؒ کی سیرت کہاں چھپ گیا

وہ جو مخلص تھا ماں کی دعا کی طرح
زندگی میں ہے شامل وفا کی طرح
ایک بھائی تھا درد آشنا کی طرح
وہ نویدِ مسرّت کہاں چھپ گیا

عائشہؓ کا تقدس بتاتا گیا
بوبکرؓ کا تعارف کراتا گیا
عدلِ فاروق کے گیت گاتا گیا
رافضی کی وضاحت کہاں چھپ گیا

جس کی تھی ابتدا انتہا کی طرح
جس کی آمد تھی دستِ دعا کی طرح
آگے بڑھتا مگر تھا قضا کی طرح
وہ ہمالۂ جرأت کہاں چھپ گیا

جو مہربان تھا دوستی کی طرح
جس کے سینے کی ٹھنڈک مری کی طرح
جس کا ہر بول تھا راگنی کی طرح
قلبِ مضطر کی راحت کہاں چھپ گیا

جو کہا کہہ دیا پھر نہ تردید کی
حرفِ آخر ہوا جس کی تائید کی
ہر قدم پر بخاریؒ کی تقلید کی
رافضی کی جراحت کہاں چھپ گیا

دل کی دھرتی پر اُترا رُتوں کی طرح
کھل کے برسا گھنے بادلوں کی طرح
بٹ گیا گاؤں کے راستوں کی طرح
منزلوں کی بشارت کہاں چھپ گیا

میری بانہوں سے انگڑائیوں نے کہا
میری حسرت سے شہنائیوں نے کہا
میری نیندوں سے بیداریوں نے کہا
وہ سلیمِ طبیعت کہاں چھپ گیا

میرے شعروں میں وہ میرا غم بن گیا
میرے احساس میں چشمِ نم بن گیا
میرے ہاتھوں میں میرا قلم بن گیا
دھڑکنوں کی عبارت کہاں چھپ گیا

دل کے آنگن میں ہے دھڑکنوں کی طرح
میری نیندوں میں ہے کروٹوں کی طرح
میرے جذبات میں ولولوں کی طرح
چشمِ تر کی امانت کہاں چھپ گیا

وہ دیا اس کو قدرت نے انعام تھا
گودِ فاروقؓ میں محوِ آرام تھا
پی رہا وصل کے جام پر جام تھا
تا قیامت سلامت کہاں چھپ گیا

محوِ خواب ایک پہلو میں ایثارؓ ہے
ایک جانب مقدر کا مختارؓ ہے
دو جیالوں کے پہرے میں سالار ہے
اس کو کہتے ہیں سنگت کہاں چھپ گیا

میرے اظہارؓ و حسنین کو اے خدا
اپنے ابو کے نقشِ قدم پر چلا
میرے مسرور کو میرا جھنگوی بنا
ہے یہی ریاضؔ حسرت کہاں چھپ گیا

میخانہ ہے ویران کوئی جام نہیں ہے
رندوں کی بھری بزم میں اِک نام نہیں ہے
طوفان کی رُکتی ہوئی نبضیں ہیں بتاتی
جو پیڑ گرایا ہے کوئی عام نہیں ہے

مہر محمد ریاض سیال

ہوئے مسلم یوں بیدار

سید رفیق احمد شاہ امروٹی.....(امروٹ شریف سندھ)

یہ نعرہ لگاؤ یار صحابہ زندہ باد
سب مل کے کہو حق چار صحابہ زندہ باد

آپ نے نعرہ لگایا جیسے شیر دھاڑے گیدڑ بھاگے
حق کو دیکھ کے باطل لرزا کفر نے مانا مسلم جاگے
گویا کفر پہ ہے یلغار صحابہ زندہ باد

بغضِ صحابہؓ جو رکھتے ہیں ان کو یہاں نا چھوڑیں گے ہم
انشاء اللہ اپنے وطن سے ان کا نام مٹا دیں گے ہم
ہم سب کا ہے اقرار صحابہ زندہ باد

نیند میں جو ہیں ان کو جگاؤ ناسمجھوں کو سچ سمجھاؤ
ڈرپوکوں کو دلیر بناؤ مل جل کے یہ ترانہ گاؤ
کہو دن میں سو سو بار صحابہ زندہ باد

جھنگ میں جھنگوی صاحب نکلے جھنگوی پیچھے کافر آگے
کافر آگے دوڑے بھاگے ٹوٹے کفر کے کچے دھاگے
ہوئے مسلم یوں بیدار صحابہ زندہ باد

خونِ شہیداں رنگ لاتا ہے جوش جنوں میں آ جاتا ہے
نظم رفیق تو لکھ جاتا ہے گا یک گا کر پھر گاتا ہے
بے میان ہوئی تلوار صحابہ زندہ باد

مولانا کی روح سے سوال

جناب مظہر اختر صاحب

اشعار کا پس منظر: جس شام امیر عزیمت شہید ہوئے تو اُن کا جسد ڈسٹرکٹ ہسپتال جھنگ میں رکھا تھا، رات کے تین بجے اُن کے سرہانے بیٹھ کر کہے گئے اشعار:

دفعتاً کیا تجھ پہ گزری کیا ہوا خاموش ہے
کھا گئی کس کی نظر کچھ تو بتا خاموش ہے

رو رہا ہے آسماں دھرتی کے سر پہ خاک ہے
بام و در حیرت زدہ ہر راستہ خاموش ہے

یوں تجھے چُپ چاپ دیکھا نہ سُنا تھا آج تک
کچھ تو منہ سے بول اے مردِ خدا خاموش ہے

کچھ ہمیں بھی عرض کرنے کی اجازت ہو عطا
بات کیا ہے؟ کیا ہوا؟ خاموش ہے

دندناتے پھر رہے ہیں اب ہلاکو شہر میں
کون اب اِن سے کرے گا سامنا خاموش ہے

آگ جنگل کی بنی اختؔر شہادت کی خبر
قریہ قریہ ہو گیا محشر بپا خاموش ہے

.....☆.....

قطعہ مظہر اختؔر

عظمت و ہمت کا استعارہ تھا
علم و حکمت کا اِک ادارہ تھا
کفر و الحاد کے اندھیروں میں
روشنی کا لطیف دھارا تھا

.....

جناب ابراہیم عدیلؔ

ٹوٹے ہوئے دلوں کا سہارا وہی تو ہے
تاریکیوں میں صبح کا تارا وہی تو ہے

ہر آنکھ جس کے سوگ میں غلطاں ہے اِن دنوں
دریا اُسی کا نام کنارا وہی تو ہے

خنجر چلے کسی پہ تڑپتا ہے اُس کا دل
ہر آدمی کے درد کا مارا وہی تو ہے

ہر آدمی کو پیار اُسی کے مشن سے ہے
ہر آدمی کی آنکھ کا تارا وہی تو ہے

اس کی ہر ایک بات حدیثِ حیات ہے
پڑھتا ہوں اُس کو میرا سیپارہ وہی تو ہے

وہ سُن سکا نہ بات صحابہؓ کے برخلاف
حق بات برملا جو پُکارا وہی تو ہے

کہتے ہیں کڑوی ہوتی ہے ہر ایک سچی بات
دشمن کو جو ہوا نہ گوارا وہی تو ہے

مَیں اس لئے بھی اُس کا پرستار ہوں عدیلؔ
اب آسمانِ دل پہ ستارا وہی تو ہے

☆

جناب ناصرؔ جاوید

فطرت کے حسیں خواب کا شاہکار تھا جھنگوی
حکمت کے خفی راز کا اظہار تھا جھنگوی

گونجی تھی جو خیبر میں کبھی اپنی اَنا سے
اِس ضربِ یدُاللّٰہی کی جھنکار تھا جھنگوی

لرزیدہ ہوئی جو نہ کبھی کرب و بلا سے
وہی سیفِ ذوالفقار تھا تلوار تھا جھنگوی

گفتار میں تھا بحر تو میدانِ عمل میں
اِک سیلِ بلاکیش تھا منجدھار تھا جھنگوی

ابوبکرؓ کا عاشق تھا تو فاروقؓ کا شیدا
اصحابؓ پیغمبرؐ کا علَم دار تھا جھنگوی

باطل پہ تھا بھاری تو وہ اپنوں میں تھا رُحماء
آیاتِ قرآنی کا طرفدار تھا جھنگوی

جس موت کے طالب تھے صحابہؓ و نبیؐ بھی
اس موتِ شہادت کا طلب گار تھا جھنگوی

ہر حال میں سُنّی کا تھا وہ حامی و ناصرؔ
مظلوموں ، مجبوروں کا سردار تھا جھنگوی

☆

جناب اصغر عباس

زمینِ دل میں وہ سچائیوں کو بونے والا تھا
بچھڑ جانے پہ جس کے، شہر سارا رونے والا تھا

بہت بے باک لیڈر تھا بڑا بے خوف قائد تھا
وہ سچ کے راستے میں زندگی کو کھونے والا تھا

سلیقۂ وفاداری سکھاتا تھا زمانے کو
وہ جن کا نام لیوا تھا اُنہی کا ہونے والا تھا

یہ اک ہم ہیں جو کر لیتے ہیں سمجھوتہ اندھیروں سے
وگرنہ وہ کہاں کالی شبوں میں سونے والا تھا

اسی کے علم سے، جرأت سے اتنی روشنی پھیلی
جو تھے زنگار آلودہ وہ سینے دھونے والا تھا

محمدؐ کی عقیدت میں صحابہؓ کی محبت میں
بڑے ظلم و ستم کاندھوں پہ اپنے ڈھونے والا تھا

.....

جناب جاوید رُسوا

تجھ کو سچ کا یہی انعام دیا دُنیا نے
زندگی تیری گزرتی رہی زندانوں میں

تیری تقریر کا لہجہ تری گفتار کا رنگ
پھول جس طرح سجائے کوئی گلدانوں میں

میں بھی ہوں سچائی کے پرچم کو اُٹھانے والا
نام اب میرا بھی ہے تیرے ثناخوانوں میں

جھنگوی ہجر کے موسم کا فسانہ مت پوچھ
آگ اِک دوڑتی پھرتی رہی شریانوں میں

اس سے واقف نہیں یہ آج کے انساں رُسوا
وہ حقیقت کہ جو پوشیدہ ہے افسانوں میں

.....

جناب محمد اشرف شاہین

تاریک راستوں کا اُجالا تھا حق نواز
گرتے ہوؤں کو ایک سنبھالا تھا حق نواز

اعداء کے سر پہ رعد بن کے گونجتا رہا
کہ بجلیوں کی گود کا پالا تھا حق نواز

دُنیا کی مشکلیں نہ اُسے مات دے سکیں
وہ ہمتوں کا ایک ہمالا تھا حق نواز

CamScanner

وہ دوستوں کے لیے سدا مہربان تھا دشمن کے لیے تلخ نوالہ تھا حق نواز
دار و رسن کی بات کو وہ جانتا تھا خوب
کہتا ہے بچہ بچہ نرالا تھا حق نواز

☆

جناب رحیم صدیقی

ایک اِک آیتِ قرآں سے محبت کرنا جان پر کھیل کے اظہارِ صداقت کرنا
جھنگ والے نے بتایا ہے بزبانِ جرأت زندگی کیا ہے ، تمنائے شہادت کرنا
اُس نے جو لفظ سرِ سینۂ صحرا لکھا مٹ سکے گا نہ ہواؤں سے کچھ ایسا لکھا
اُس نے ایماں کی چمکتی ہوئی پیشانی پر خون سے اپنے ، صحابہؓ کا قصیدہ لکھا
وہ تھا باطل کے گریباں کو پکڑنے والا جنگ سچائی کی وہ للکار کے لڑنے والا
اہلِ تدبیر تھے حیراں آخر ہے یہ کون اُن کی چالوں کو شکنجے میں جکڑنے والا
اُس کی اعجازِ خطابت کا نرالا انداز اُس کا اعجاز ، ہر اِک دل پہ اُترتی آواز
سحر انگیز تھا اسلوبِ تکلم اس کا اُس کے لہجے میں بڑا سوز تھا سوز میں آواز
وہ جیا دین کی شوکت کا مبلّغ بن کر وہ جیا حکمِ شریعت کا مبلّغ بن کر
وہ جیا ختمِ نبوت کا مبلّغ بن کر ہر صحابیؓ کی صداقت کا مبلّغ بن کر
اُس نے صدیقؓ کی عظمت سے محبت کی ہے اُس نے فاروقؓ کی عزت سے محبت کی ہے
اُس نے عثمانؓ کی عفت سے محبت کی ہے اُس نے حیدرؓ کی شجاعت سے محبت کی ہے
ہم کو جو جھنگوی سے محبت ہے یہ اُس کا حق ہے
حق تو یہ ہے کہ کچھ اس سے بھی زیادہ حق ہے

جناب ابراہیم عدیل

صحابہؓ کی محبت میں گزاری زندگی اُس نے نہ آنے دی وفاؤں میں کبھی کوئی کمی اُس نے
ہوائے دشمناں کارِ زیاں کرتی رہی پھر بھی جلا کر دامنِ دل ، شہر میں کی روشنی اُس نے
وہ تنہا تھا مخالف تھے بہت اُس کے یہاں لیکن مشن کے واسطے اپنے ، لڑائی بھی لڑی اُس نے

تھی ساغر رہا لیکن خودی چھوڑی نہیں ہرگز
بڑھایا ہے زمانے میں غرورِ تشنگی اُس نے

کرے نہ کیوں زمانہ یہ، سلام اُس کی قیادت کو
عطا کی ولولوں کو، اِک نئی جو تازگی اُس نے

زمیں کی گود سے نکلا وہ لشکر حق نوازوں کا
مٹا ڈالی زمانے سے شبوں کی تیرگی اُس نے

عدیلؔ اس کی بڑائی کا، ہُوا پھر سب کو اندازہ
نبیؐ کے دین کی خاطر، زمیں جب اوڑھ لی اُس نے

.....

جناب امیر اختر بھٹی

ملتِ اسلامیہ کا ترجماں تھا حق نواز
دوستوں کے دل کی دھڑکن روحِ جاں تھا حق نواز

اُس کا اندازِ بیاں اس کی خطابت دلنشیں
اُس کی رفعت اُس کی وسعت، آسماں تھا حق نواز

پیکرِ صبر و رضا، راضی ہوا جس پر خدا
سرزمینِ جھنگ کا آبِ رواں تھا حق نواز

حق پرستی، دینداری، جانثاری بے مثال
مومنوں کی کشتیوں کا بادباں تھا حق نواز

منزلیں طے کر رہا تھا جان رکھ کر ہاتھ پر
حق پرستوں کا امیرِ کارواں تھا حق نواز

تا اَبد زندہ رہے گا دین کی تاریخ میں
جو کبھی نہ مٹ سکے گا وہ نشاں تھا حق نواز

وہ تھا اِک روشن نگینہ اپنے قول و فعل میں
خوبصورت، نیک سیرت نوجواں تھا حق نواز

جان بھی کر دی فدا جس نے صحابہؓ کے لئے
عشق میں ڈوبا ہوا سوزِ عیاں تھا حق نواز

.....

جناب بیدل پانی پتی

نہیں ڈرتا تھا بالکل، برملا تقسیم کرتا تھا
اندھیرے اُس سے خائف تھے ضیاء تقسیم کرتا تھا

کبھی تقریر سے اپنی کبھی تحریر سے اپنی
وطن کے گوشے گوشے میں صَبا تقسیم کرتا تھا

وہ اِک جھونکا ہَوا کا تھا مدینے کے گلستاں کا
گلوں کو مُسکرانے کی ادا تقسیم کرتا تھا

چلو تسلیم کر لیتے ہیں وہ اک عام انساں تھا
مگر وہ گالیاں کھا کر دُعا تقسیم کرتا تھا

سخی ابنِ سخی تھا جس طرف سے بھی گزر جاتا
خزانے علم و دولت کے سدا تقسیم کرتا تھا

بتاؤں کیا اُسے مَیں، اے صحابہؓ کے پرستارو
کسی نے آج پوچھا ہے وہ کیا تقسیم کرتا تھا

یادگارہائے امیر عزیمت شہیدؒ

چند تصویری جھلکیاں

جامع مسجد حق نواز شہیدؒ
(سابقہ جامع مسجد پپلیاں والی)
کے منبر و محراب کا منظر یہاں سے امیر عزیمت شہید
اور بعد ازاں ان کے جانشینوں کے صدائے حق گونجتی رہی آج کل
قائد اہل سنت مولانا محمد احمد لدھیانوی یہاں خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے ہیں

جامع مسجد حق نواز شہیدؒ
کا مین گیٹ

جامع مسجد حق نواز شہید کا بیرونی منظر

امیر عزیمت شہید کی لائبریری دو کمروں پر مشتمل تھی دونوں کمرے اوپر نیچے واقع ہیں یہ منظر اوپر والے کمرے کا ہے

بیت جھنگوی شہید 3.5 مرلہ پر مشتمل امیر عزیمت شہید کا دنیاوی مسکن
22 فروری 1990ء کی شام اس دروازے کے سامنے امیر عزیمت وطن میں نہلا دیا گیا

امیر عزیمت شہید کی لائبریری کا ایک منظر
یہ لائبریری اس کمرہ میں واقع ہے جو بیٹھک کے طور پر استعمال ہوتا تھا

بیت جھنگوی کے سامنے واقع احرار پارک ماضی میں یہاں احرار جلسوں کے جلسے ہوا کرتے تھے
امیر عزیمت شہید اور ان کے جانشینوں نے بھی اس روایت کو زندہ رکھا

احرار پارک ایک کھلا پارک تھا بعد ازاں حالات وضروریات کے پیش نظر چار دیواری تعمیر کر کے گیٹ لگا دیا گیا

گلشن جھنگوی شہید جامعہ محمودیہ

جامعہ محمودیہ کا ابتدائی منظر یہ کونہ اب امیر عزیمت شہید اور ان کے جانشینوں کی ابدی آرام گاہ میں منتقل ہو چکا ہے

امیر عزیمت شہیدؒ کے دور میں یہ عمارت چند عارضی کمروں پر مشتمل تھی

جامعہ کی قدیم عمارت کا ایک اور منظر

جامعہ محمودیہ سبزہ زار اور موجودہ عمارات کا ایک منظر

جامعہ کا مرکزی دروازہ

جامعہ کا ایک اور خوبصورت منظر سامنے دکھائی دینے والے کمرے عارضی ہیں
بڑھتی ہوئی ضروریات کی بناء پر یہاں نئی تعمیرات کا منصوبہ ہے

جامعہ کا زیر تعمیر دار الحدیث

جامعہ محمودیہ کی عارضی مسجد کا ایک منظر

جامعہ محمودیہ سے متصل جامعۃ السکینہ للبنات جس میں بچیوں کے لئے حفظ و ناظرہ قرآن کریم اور مکمل درس نظامی کی تعلیم کا انتظام ہے

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ بلاک، یہ عمارت چھ وسیع کمروں پر محیط تہ خانہ پر مشتمل ہے جس کے اوپر جامع مسجد کی تعمیر کا منصوبہ ہے

جامعہ محمودیہ کا
ایک زیر تعمیر بلاک

قبور شہدائے ناموس صحابہؓ

☆ سب سے پہلے 23 فروری 1990ء کو یہاں امیر عزیمت شہیدؒ کی قبر بنی۔

☆ 11 جنوری 1991ء کو یہاں مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ امیر عزیمت کے دائیں پہلو میں مدفون ہوئے

☆ 16 جون 1992ء کو امیر عزیمت شہید کے بائیں پہلو میں مولانا مختار احمد سیال شہیدؒ مدفون ہوئے

☆ 19 جنوری 1997ء کو یہاں ایک اور قبر کا اضافہ ہوا یہ قبر مورخ اسلام مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ کی تھی

☆ 29 فروری 2001ء کو غازی حق نواز شہیدؒ نامی نوجوان پھانسی کے پھندے پر شہیدؒ ہونے کے بعد امیر عزیمت کے قدموں میں مدفون ہوا

☆ 6 ستمبر 2002 کو امیر عزیمت شہید کے فرزند اکبر مولانا اظہار الحق شہید نے بھی یہاں ڈیرے لگا لئے۔

☆ 7 اکتوبر 2003 کو جرنیل ملت مولانا محمد اعظم طارق شہید بھی اس گلشن شہیداں میں آرام فرما ہو گئے۔

شہدائے ناموس صحابہؓ کی قبور پر لگائے گئے کتبے

صحابہ زندہ | یا اللہ مدد | تحریک

گلشن جھنگوی شہید

رجسٹرڈ جامعہ محمودیہ

کوچہ روڈ جھنگ صدر، پنجاب پاکستان

امیر عزیمت، امیر کاروانِ ناموسِ صحابہؓ، شیر اسلام

مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ

جامعہ کے بانی ہیں۔

جامعہ محمودیہ ایک خالص تعلیمی ادارہ ہے، جس کا سنگ بنیاد ۱۶/ ستمبر ۱۹۸۲ء کو رکھا گیا

جامعہ کے اغراض و مقاصد

- قرآن و حدیث، فقہ و دیگر علوم کی تعلیم، تبلیغ اور ترویج اور ترقی دینی اور اخلاقی علوم کی اشاعت و اصلاح
- جامعہ کا نصاب تعلیم مکمل درس نظامی ہے۔ ● جامعہ وفاق المدارس العربیہ سے ملحق ہے۔ ● درس نظامی کے علاوہ قرآن مجید حفظ و تجوید کی تعلیم جامعہ کے فرائض میں شامل ہے۔ ● جامعہ دینی خدمات کا اور بھی کرے گا۔
- دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری علوم کی تعلیم بھی جامعہ کے مقاصد میں شامل تھے۔

جامعہ کے کوائف شاہی نصاب تعلیم

تعداد طلبا، درجہ کتب 235 درجہ حفظ 225 تعداد طالبات: جامعہ اسکول شاخ ملحقہ جامعہ درجہ کتب 56 درجہ حفظ 125 جامعہ فاطمۃ الزہراء برائے شاخ جامعہ۔ درجہ حفظ و ناظرہ 50 تعداد مدرسین 18 تعداد معلمات 7 دیگر عملہ 10 ماہانہ اخراجات تقریباً ساڑھے تین لاکھ روپے (تعمیرات کا خرچ علاوہ ازیں ہے) یومیہ خرچ گندم 5 من تقریباً جامعہ کی شاخیں جامعہ کے زیر انتظام و شاخیں کام کر رہی ہیں جامعہ اسکول (للبنات) یہ جامعہ کے ساتھ ملحق ہے۔ اس میں ڈیڑھ صد بچیاں زیر تعلیم ہیں۔ حفظ و ناظرہ قرآن مجید کے ساتھ چار سالہ فاضلات کا کورس پڑھایا جاتا ہے۔ جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات مظفر آباد ٹاؤن جھنگ اس میں 50 کے قریب بچیاں زیر تعلیم ہیں حفظ و ناظرہ قرآن مجید کی تعلیم جاری ہے۔

نصاب تعلیم حفظ و ناظرہ قرآن مجید۔ شعبہ گردان و تجوید۔ وفاق المدارس العربیہ کے نصاب تعلیم کے مطابق مکمل درس نظامی

میٹرک تک عصری علوم کی تعلیم۔ کمپیوٹر کی تعلیم

جامعہ کی ضروریات

☆ جامع مسجد کی تعمیر کیلئے 26 مرلہ جگہ مختص کی گئی ہے۔ اس کے ساتھ مزید جگہ کی خرید اور جامعہ کے شایان شان جامع مسجد کی تعمیر اشد ضروری ہے۔ فی الحال عارضی مسجد میں جمعہ اور نمازیں ادا کی جا رہی ہیں جو طلباء کے لئے ناکافی ہے۔ ☆ جامعہ میں طلبہ کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر کمروں کی تعداد کم ہے مزید پانچ کمروں کی ضرورت ہے۔ ایک کمرہ کی تعمیر کا تخمینہ لاگت ایک لاکھ روپے ہے۔ ☆ جامعہ کے شایان شان ایک عظیم الشان دار القرآن کی ضرورت ہے تخمینہ لاگت 10 لاکھ روپے ہے۔ ☆ درجہ عالیہ (دورۂ حدیث) کے طلباء کیلئے عظیم الشان دار الحدیث زیر تعمیر ہے۔ تخمینہ لاگت 3 لاکھ روپے ہے۔ ☆ جامعہ کے طلباء کے علاج معالجہ کے لئے ڈسپنسری کا قیام انتہائی ضروری ہے۔ ☆ جامعہ کو وسیع لائبریری (دار المطالعہ) کی ضرورت ہے۔

شہید قائدین کے مزارات بھی اسی جامعہ میں واقع ہیں۔

اہل سنت مخیر حضرات جامعہ کی ہر قسم تعاون میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔

برائے رابطہ

(مولانا) غلام اللہ انور ناظم اعلیٰ 0300-6501013

(مولانا) ضیاء اللہ نائب مہتمم 0301-7693394

جامعہ محمودیہ، کوچہ روڈ، جھنگ صدر

پوسٹ بکس نمبر۔ فون: 047-7613394

موبائل نمبر 03140042609303

حساب بچت اکاؤنٹ نمبر

فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا (القرآن)

قافلہ اہل حق کے پانچ شہید قائدین کا تذکرہ جانفزا

امیر عزیمت شیر اسلام حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ سے

امام اہل سنت مناظر اسلام حضرت علامہ علی شیر حیدری شہید رحمۃ اللہ علیہ تک

مصنف ابو محمد مولانا ثناء اللہ سعد شجاع آبادی

- ان قائدین کا تذکرہ جنہوں نے تن من دھن صحابہ کرامؓ کی عزت و ناموس کے لئے قربان کر دیا
- ان اصحاب عزیمت کا تذکرہ جو کفر کے آگے ڈٹ گئے.....
- ان سپہ سالاروں کا تذکرہ جو حکومتوں کے ظلم و تشدد سے نہ دبے نہ جھکے..... اپنی منزل کیلئے بڑھتے ہی رہے
- ان قافلہ حق کے راہنماؤں کی حیات مستعار کی جھلک کہ جنہوں نے ہر فورم پر جابر کلمہ حق کا اظہار کیا
- ان جانبازوں کے شب و روز جو جیلوں، تھرڈ ڈگریوں، بیڑیوں، گولیوں، راکٹ لانچروں اور بم دھماکوں سے ڈرنے کی بجائے خطرات میں کود گئے اور جان کی پرواہ نہ کی
- ان سپہ سالاروں کی داستان ـــــ جو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے تقدس کیلئے کٹ گئے

۴۰۰ سے زائد صفحات، عمدہ کمپوزنگ، دیدہ زیب طباعت..... آج ہی حاصل کیجئے پڑھئے..... اور عظمت و ناموس صحابہؓ و اہل بیتؓ کے تحفظ کیلئے سر بکف ہو جائیے

رابطہ مکتبہ حسینیہ شجاع آباد
0300-6379821
0307-2603021

خلافتِ راشدہ اکیڈمی خیرپور سندھ

مختصر تعارف

خلافت راشدہ اکیڈمی خالصۃً تبلیغی تعلیمی ادارہ ہے، جس کی بنیاد ۱۹۸۹ء میں امام اہل سنت حضرت علامہ علی شیر حیدری شہید رحمہ اللہ نے رکھی۔

اغراض و مقاصد

[illegible]

رابطہ مولانا شیخ عبدالجبار صاحب ناظم خلافت راشدہ اکیڈمی اعظم کالونی لقمان
خیرپور میرس سندھ فون: 0300-2343166

CamScanner

CamScanner